ذوقِ خطیب

تالیف

ابوالوفا قاری

فیض المصطفےٰ عتیقی

مکتبہ نوریہ رضویہ

ذوقِ خطیب

تالیف

ابوالوفا قاری فیض المصطفٰے اعتیقی

مکتبہ نوریہ رضویہ ۔ گلبرگ اے ۔ فیصل آباد

نام کتاب ——— ذوقِ خطیب (اوّل)

مولف ——— ابوالوفا قاری فیض المصطفیٰ عتیقی

خطیب جامع مسجد عزیزیہ

واٹر سپلائی روڈ سرگودھا فون 700405

طابع ——— سید حمایت رسول قادری

کتابت ——— نذیر احمد

ایڈیشن ——— سوم

تعداد ——— ایک ہزار

صفحات ——— ۴۶۴

سن اشاعت ——— اپریل ۲۰۰۱ء

ناشر ——— مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

قیمت ——— روپے

ملنے کے پتے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ لاہور فون 7313885

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد فون 626046

عتیقی کتب خانہ جامع مسجد عزیزیہ واٹر سپلائی روڈ سرگودھا

فہرست مضامین

تقریظ

غزالی زماں رازی دوراں بحر العلوم امام المناظرین پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ پیر سید محمد زبیر شاہ شیخ الحدیث جامع اسلامیہ غوثیہ تلہ گنگ ضلع چکوال۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْن

عزیز فاضل جلیل حضرت علامہ ابوالوفا قاری فیض المصطفےٰ عتیقی زید مجدہٗ کی کتاب ہذا "ذوق خطیب" بعض مقامات سے پڑھنے کا اتفاق ہوا، ماشاء اللہ بڑی مدلل اور واعظانہ انداز میں تحریر کی گئی ہے۔ اس کتاب سے قبل بھی کئی کتابیں علمائے کرام نے لکھیں لیکن اس کتاب کا انداز بڑا ہی نرالا ہے۔ علامہ عتیقی نے ہر واعظ کو آسان الفاظ اور مدلل انداز سے تحریر کیا تاکہ ہر قاری اس کتاب سے مستفیض ہو سکے اور انداز گفتگو اتنا سہل اور میٹھا کہ قاری کی طبیعت ہشاش بشاش ہو جائے۔ پھر عشاقِ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مست کرنے کیلئے عربی، فارسی، اردو، پنجابی اشعار کو بڑے پیارے انداز سے ہر مضمون پر فٹ کیا جس نے کتاب کو مزید چار چاند لگا دیئے اور شان رسالت پر ایسا محبت سے قلم اٹھایا کہ منکرین کا رد بھی ہونا جائے اور عاشق جھومتے بھی جائیں اور ہونا بھی یہی چاہیئے کیونکہ جس مجلس میں جس وعظ میں جس تقریر میں جس تحریر میں محبت مصطفیٰ علیہ السلام کی خوشبو نہ ہو تو وہ مجلس وہ وعظ وہ تقریر وہ اس کاغذ کے پھول کی مانند ہے کہ دور سے تو پھول نظر آئے لیکن حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو یعنی پھول ہو لیکن خوشبو نہ ہو پھول ہو، پھول ہو لیکن پھول جیسی مہک نہ ہو، پھول ہو لیکن پھول جیسی مستی نہ ہو۔ الحمد للہ علامہ عتیقی کی یہ دوسری کاوش ہے اس سے قبل خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ پر ایک

بے مثال کتاب "ماہِ اجمیر" لکھ کر عوام، طلباء، مقررین، واعظین اور علماء سے دادِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ فقیر کی دعا ہے کہ اللہ رب العزت، نبیٔ کریم علیہ السلام کی نعلین مقدس کے صدقے سے اس کتاب بلکہ علامہ عتیقی کی تمام تصانیف کو قیامت تک کے مسلمانوں کے لیئے زیادہ سے زیادہ نفع بخش فرمائے اور مصنف کے علم عمل آواز تحریر، تقریر، عزت، گھر بار، مال و جان اور اولاد میں برکتیں رحمتیں فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

بجاہِ النبی الکریمِ الرؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

خاک پائے غوث الوریٰ شاہِ جیلاں

فقیر السید محمد زبیر شاہ القادری غفرلہٗ

خادم التفسیر والحدیث و بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ

غوثیہ —— تلہ گنگ روڈ —— چکوال۔

۸ ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ یکم مئی بروز ہفتہ ۱۹۹۳ء

تقریظ

مناظرِ اسلام خطیبِ پاکستان محسن اہلسنت فاتح نجدیت قاطع رفضیت عالم باعمل رئیس المحررین الحاج حضرت علامہ مولانا ابوالحامد محمد ضیاءاللہ قادری دامت برکاتہم سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۔

فاضل محترم حضرت علامہ ابوالوفا قاری فیض المصطفٰی عتیقی آج سے دو سال قبل یعنی ۱۹۹۱ء میں کراچی دارالعلوم امجدیہ سے سندِ حدیث کی فراغت کے بعد ضلع چکوال کے سب سے تاریک علاقے اور مرکز نجدیت بوچھال کلاں معرفت خطیب پاکستان علامہ قاضی منظور احمد چشتی گولڑوی تشریف لائے ہمیں یہ وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ فاضل محترم اتنے قلیل عرصہ میں اسقدر مسلک حق اہلسنت و جماعت (بریلوی) کے لیے قربانی دیکر اپنا مقام اہلسنت و جماعت کے عوام علماء میں پیدا کرلیں گے لہٰذا یہ حقیقت ہے کہ ربِّ کائنات نے حق کو ہمیشہ سرخرو کرنے کا وعدہ فرمایا ہوا ہے، اسلئے علامہ عتیقی جیسے نڈر عالم کو اللہ پاک نے بوچھال کلاں کی سرزمین پر بھیجا، علامہ عتیقی نے دو سال کے قلیل عرصہ میں نجدیت کے قلعہ میں زلزلہ پیدا کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ نجدیوں نے آپ سے دو مرتبہ علم غیب گیارہویں شریف پر مناظرہ کیا۔ آپ کی ذات پر حملے کرائے تھانے بلوایا، عدالت میں پیش کرایا، بال بچوں پر قاتلانہ حملے کرائے، چھ ماہ تک ضلع چکوال کی حدود میں تقریروں پر بین لگوایا اور ہر تقریر کو سی آئی ڈی والوں سے نوٹ کرایا۔ لیکن الحمدللہ نجدیوں کو ہر میدان شکست ہوئی اور کچھ بھی نہ بنا۔ کیونکہ بنتا اس کا کچھ ہے جو حق پر ہو صراطِ مستقیم پر ہو لیکن جس کا حق سے تعلق نہ ہو، وہ تازندگی ذلیل و خوار ہی رہتا ہے۔ علامہ عتیقی آج بھی رب العزت کی مہربانی سے محبوب کریم علیہ السلام کے طفیل نجدیوں کے سامنے ایک مضبوط پہاڑ کی طرح قائم ہیں، یا اللہ عزوجل تاحیات یہ سلسلہ جاری و ساری رکھے آمین ——— ماشاءاللہ!

علامہ عتیقی

پاکستان کے کونے کونے میں تقریر کرنے کیلئے تشریف لیجاتے ہیں اور اپنی خوبصورت آواز و انداز سے لوگوں کے دلوں گرما کر دادِ تحسین حاصل کرتے ہیں، انداز بڑا پیارا الجھا ہُوا، سمجھانے کا منفرد انداز جس سے سُننے والے خوب محظوظ ہوتے ہیں۔ آپ نے تقریر کے ساتھ ساتھ تحریر کا سلسلہ بھی شروع کیا ہے جو کہ ایک اچھا اقدام ہے۔ ہماری سُنّی برادری تحریر کے میدان میں بڑی پیچھے تھی لیکن اب بحمداللہ سُنّی بیدار ہو چکے ہیں اور تحریری میدان میں بھی ہر باطل مسلک کا قلع قمع کر رہے ہیں جس کی ایک کڑی علاّمہ عتیقی کی تازہ تصنیف "ذوقِ خطیب" ہے جو کہ تحقیقی طور سے ایک منفرد کتاب ہے۔ اس سے قبل بھی ایک کتاب "ماہِ اجمیر" پاکستان بھر میں دستیاب ہے اور بیس (۲۰) عدد اور کتابوں کے مسوّدات تیاری کے مراحل سے گزر کر عنقریب عوام اہلسُنّت کے ہاتھوں میں ہونگے۔ کتاب ہذا کے بعض مقامات کو دیکھا، تحقیق کے ساتھ ساتھ ہر لفظ عشقِ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ڈوبا ہُوا نظر آیا۔ لیکن یہ کمال نہ عتیقی صاحب کا ہے اور نہ ہی ان کے زورِ قلم کا مگر یہ کمال میرے ربّ العزت کا جس سے چاہے اپنے اور اپنے محبوب علیہ السلام کے در کی گدائی عطا فرما کر دین و دُنیا سنوار دے۔ مولا کریم سے دُعا ہے ربِّ کائنات بہرِ مصطفےٰ علیہ السلام کے توسل سے علاّمہ عتیقی کی یہ محنت اپنی بارگاہِ نازبیں قبول فرمائے اور تا قیامت یہ صدقہ جاری و ساری فرمائے ۔ آمین ثم آمین ۔ بجاہ محبوب ربّ الکریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم وصلِ علیہ ۔

طالبِ شفاعت نبی کریم علیہ السلام
فقیر ابوالحامد محمد ضیاءاللہ قادری غفرلہٗ
خطیب مرکزی مسجد علاّمہ عبدالحکیم علیہ الرحمۃ
تحصیل بازار — سیالکوٹ
۱۰ ذوالحجہ ۱۴۱۴ھ - ۲ مئی بروز پیر ۱۹۹۴ء

تقریظ

خطیب پاکستان شمشیر بے نیام قاطع نجدیت شیر اہلسنت شہباز خطابت حضرت علامہ قاضی منظور احمد صاحب مدہ ظلہ العالی خطیب اعظم شہر سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ جاء الحق وزھق الباطل۔" آگیا ہے حق اور مٹ گیا ہے باطل"

برادر مکرم حضرت علامہ مولانا ابوالوفا قاری فیض المصطفےٰ عتیقی صاحب کی تصنیف لطیف" ذوق خطیب" اوّل کا مطالعہ کیا۔ مولانا نے امام الانبیاء مختار کل حبیب کبریا حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد شریف کے موضوع پر محنت شاقہ فرما کر اس کو مرتب کیا جس پر میں آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ فضائل اور کمالات کے ساتھ منکرین کے اعتراضات کے جوابات بھی دلائل قاطعہ سے بیان فرمائے ہیں۔ عتیقی صاحب چونکہ ایک بے نظیر خطیب بھی ہیں اسلئے انہوں خطیبانہ انداز میں اس کو تحریر فرمایا ہے جو کہ احسن قدم ہے۔ جگہ جگہ اشعار اور حکایات نے اس کی دلچسپی میں اور اضافہ کر دیا ہے۔ یہ کتاب عوام اور خواص دونوں کیلئے نہایت ہی مفید ہے۔ دعا ہے کہ مولا کریم علامہ عتیقی کی اس کاوش کو قبول فرما کر عالم اسلام کی خیر و فلاح کا ذریعہ بنائے، آمین ثم آمین بجاہ نبی الکریم علیہ الصلاۃ والسلام۔ طالب شفاعت محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ——— قاضی منظور احمد چشتی

خطیب مرکزی جامع مسجد کمیٹی باغ سرگودھا۔ بروز ہفتہ ۲۴ صفر المظفر ۱۴۱۴ھ ۱۳ اگست ۱۹۹۳ء

اَلْاِنْتِسَابْ

فقیر اپنی اس تالیف کو حضور پُرنور شافع یوم النشور سرورِ کائنات فخرِ موجودات باعثِ تخلیقِ کائنات منبعِ کمالات خلاصۂ موجودات معلّمِ کائنات مقصودِ کائنات شفیعِ معظم نورِ مجسم ہادیٔ کل ختم الرسل مولائے کل امام الاولین و الآخرین حبیبِ کبریا احمد مجتبیٰ سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی بارگاہِ بےکس پناہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

پس یہی ہے تمنا یہی آرزو ہے
کہ دن رات محبوب کے گیت گاتا رہوں

سگِ کوچہ دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ابوالوفا قاری فیض المصطفےٰ احتیفی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ط

نگاہِ اوّل

تمام تعریفیں اس اللہ عزّوجلّ کے لئے ہیں جس نے ساری کائنات کو تخلیق فرمایا پھر کروڑوں درود و سلام ہوں اس محبوبِ اعظم کی ذات پر جس کے صدقے یہ کائنات ساری معرضِ وجود میں آئی۔ اللہ پاک نے جتنی بھی مخلوق بنائی ہے، ان میں سے افضل اور اشرف المخلوقات انسان کو پیدا فرما کر اللہ پاک نے انسان پر احسانِ عظیم فرمایا۔ جتنے بھی دُنیا میں انسان آئے ہیں یا قیامت تک آتے رہیں گے، ہر انسان کی کوئی نہ کوئی دلی آرزو ہوتی ہے جس کو وہ سامنے رکھ کر زندگی گزارنے کی سعی کرتا ہے۔ مثلاً کوئی چاہتا ہے کہ میں بہت بڑا سیاست دان بن جاؤں، کوئی چاہتا ہے کہ میں بہت بڑا انجینئر بن جاؤں، کوئی چاہتا ہے کہ میں بہت بڑا جنرل کرنل بن جاؤں، کوئی چاہتا ہے میں بہت بڑا سرمایہ دار، جاگیر دار بن جاؤں، کوئی چاہتا ہے میں بہت بڑا سائنسدان بن جاؤں۔ کوئی چاہتا ہے کہ میں بہت بڑا ڈاکٹر بن جاؤں۔ غرضیکہ دُنیا کا ہر انسان کسی نہ کسی منزل کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ لیکن معزّز ناظرین فقیر عتیقی کی بھی ایک تمنّا ہے، ایک آرزو ہے، ایک حسرت ہے، ایک سعی ہے، وہ کیا ہے؟ کہ فقیر، اللہ عزّوجلّ کے محبوب کے ثناخوانوں میں سے ایک حقیر سا ثناخواں بن جائے، تاکہ کل قیامت کے دن جب ثناخوان، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ناموں کو پکارا جائے تو اُن ناموں میں فقیر عتیقی کا نام بھی پکارا جائے۔ بس یہی تڑپ ہے، یہی دِل کی صدا ہے، یہی دِل کی صدا ہے، یہی زِندگی کا مشن ہے۔ اس

اصول کو مدِنظر رکھتے ہوئے فقیر نے یہ ناتمام کوشش کی جسارت کی ہے، اپنے حقیر الفاظ سے کملی والے آقا علیہ السلام کی سیرت طیبہ پر چند الفاظ اور معمولی سا ھدیۂ ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے، مَیں جانتا ہوں مجھ سے قبل علمائے اہلِ سُنت کے جیّد جیّد علماء نے اس موضوع پر بے مثال کتابیں تحریر فرما کر عوام سے دادِ تحسین حاصل کیا ہے۔ اللہ عزوجل ان کی یہ محنت اپنی بارگاہِ عالیہ میں قبول فرمائے، لیکن محبوبِ کریم علیہ السلام کی ہمیرت طیبہ پر جتنا بھی لکھا جائے کم ہے۔ آجتک کوئی انسان یہ دعوٰی نہیں کر سکا کہ مَیں نے کملی والے کی سیرت لکھ کر انتہاء کر دی ہے، اب مزید لکھنے کی حاجت نہیں، یہ کسی نے نہیں کہا اور نہ ہی کوئی کہہ سکتا ہے۔ کیونکہ جب آپ کی ذات کو آپ کی حقیقت کو کملی والے کا یارِ غار نہیں سمجھ سکا تو بھلا اور کون ہے جو حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھے۔ بس ہر لکھنے والا اپنی استطاعت کے مطابق، اپنے ظرف کے مطابق سرکار کی بارگاہ سے لکھ کر فیوض و برکات حاصل کر رہا ہے۔ انشاءاللہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میرے پلے کچھ بھی نہیں، نہ علم، نہ عمل، نہ صورت نہ سیرت نہ ڈھنگ نہ رنگ لیکن کملی والا، ان چیزوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تو غلاموں کے دلوں دیکھتا ہے کہ آنے والا کس نسبت سے کاسۂ گدائی لیے حاضر ہوا ہے۔ پھر وہ جھولیاں بھر بھر کے دیتا ہے —— اس کتاب کو لکھنے سے پہلے فقیر نے اس کا مسوّدہ تیار کرنے میں بڑی محنت کی ہے، اگرچہ تقاریر، تبلیغی پروگرام الحمدللہ بہت ہوتے ہیں لیکن جب بھی ٹائم ملا تو تحقیق کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اتنی مصروفیات کے باوجود یہ کتاب مکمل ہوگئی۔ الحمدللہ اب فقیر اپنی محنت میں کہاں تک کامیاب ہُوا یہ تو ناظرین پر منحصر ہے فیصلہ آپ نے کرنا ہے، اگر کوئی بات غلط ہو، پسند نہ آئے تو یہ سب میرے نفس کی شامت ہوگئی، میری غلطی ہوگی، آپ کی رہنمائی میں تصحیح ہو جائے گی۔ اگر کوئی بات پسند آجائے اچھی ہو، دل کو بھا جائے تو اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہوگا بلکہ یہ سب میرے پیارے اللہ عزوجل

کی مہربانی ہوگی جو اس نے فقیر سے لکھوا ڈالی۔ بات پسند آئے تو کنجوسی نہ کرنا، دل کی گہرائیوں سے ضرور دعا کرنا تاکہ فقیر اپنے تمام نیک مقاصد میں کامیاب ہو جائے ــــ آمین ثم آمین۔ اللہ تعالیٰ قیامت اس کتاب کو، بلکہ فقیر کی تمام تصانیف کو نافع بنائے۔ آمین۔ اس مدنی ماہیئے کے ساتھ اجازت چاہوں گا کہ ـــــ

سُن عرض لاچاراں دی ــــ ہتھ وچہ تیرے سوہنیاں ئج اساں گنہگاراں دی

والسلام

خادم الاولیاء والعلماء
ابوالوفا قاری فیض المصطفےٰ عتیقی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا وعظ مبارک

میلاد پاک منانا کس کی سنت ہے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ وَاَھْلِ سُنَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔ ھُوَ رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْنَ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَشَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا ھُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا ھُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ۔

پ ۱۱ - ع ۱۱ - آیت ۵۸

ترجمہ:- "اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں کو فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کے ملنے پر خوشیاں مناؤ، پس یہ خوشیاں منانا بہتر ہے اس سے جن کو وہ اپنے گھروں میں جمع کرتے ہیں۔"

حضرات محترم! اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیۃ کریمہ میں مسلمانوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کے ملنے پر خوشیاں منانے کا حکم دیا ہے کہ ایمان والو! جب تم پر اللہ تعالیٰ کی عنایتوں کے دروازے کھل جائیں اللہ کریم کے فضل و کرم کی بارشیں ہونے لگیں تو پھر اللہ کا شکریہ بجالانے کے لیے خوب مسرت اور خوشی کا اظہار کرو۔

اسلام اور ہم

سامعین کرام! ہم مسلمان ہیں اور ہمارا دین اسلام ہے۔ جس اسلام اور دین کے ماننے والے ہم ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو بھی بڑا پیارا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ پ ۳ آیت ۱۹ میں ارشاد فرماتا ہے:۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۔ "بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے"

اسلام نام ہے غلامی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اگر کوئی آدمی نبی کریم علیہ السلام کی غلامی کو چھوڑ کر خدا تک پہنچنا چاہے تو محال ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص قرآن کو چھوڑ کر، اسلام کو چھوڑ کر خدا کا مقبول بننا چاہے تو یہ بھی مشکل ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صـ۳۲)

حضور سید المرسلین، رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے پاس توریت شریف کا ایک نسخہ تھا۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس یہ توریت شریف کا نسخہ ہے۔ تو نبی کریم علیہ السلام یہ بات سن کر خاموش ہو گئے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ توریت شریف کا نسخہ تلاوت کرنا شروع کر دیا۔

وَوَجْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَغَیَّرُ۔ "تو نبی کریم علیہ السلام کا چہرہ انور غصے کے عالم میں تبدیل ہونے لگا۔"

لیکن فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور علیہ السلام کی ناراضگی کا پتہ نہ چلا آپ توریت شریف پڑھتے رہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو کہ پاس ہی بیٹھے تھے وہ حضور علیہ السلام کا چہرہ انور دیکھ رہے تھے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: — فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ ثَکِلَتْکَ الثَّوَاکِلُ مَا تَرٰی مَا بِوَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ کہ تمہیں رونے والی روئیں یہ عرب کے محاورے میں اظہار نفرت و غضب کیلئے الفاظ استعمال

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ہوتے ہیں کہ تم رسول اللہ صلی اللہ وسلم کا چہرہ انور کا حال نہیں دیکھ رہے۔''

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توریت شریف سے نظر اٹھائی اور رسول دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھنے لگے اور ساتھ ہی عرض کرنے لگے:۔

فَقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهٖ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا۔ کہ میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ہم اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفےٰ کے نبی ہونے سے راضی ہیں۔''

محترم سامعین! حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ حضور علیہ السلام کو راضی کرنے کے لیئے یہی کلمات عرض کرتے تھے، جب یہ کلمات عرض کیئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوْسٰى فَاتَّبَعْتُمُوْهُ کہ اے عمر مجھے قسم ہے اس رب کائنات کی جسکے قبضے میں محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، اگر آج حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر سے ظاہر ہو جائیں اور تم لوگ مجھے چھوڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرو تو سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ اور گمراہ ہو جاؤ۔'' وَلَوْ كَانَ حَيًّا وَاَدْرَكَ نُبُوَّتِیْ لَاتَّبَعَنِیْ۔ ''پھر فرمایا کہ آج اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت پاتے تو وہ میری پیروی کرتے:۔

سبحان اللہ ـــ معلوم ہوا کہ اسلام کو چھوڑ کر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کو چھوڑ کر کسی اور دین یا کسی اور نبی کی تابعداری بھی کی جائے تو بھی کامیابی ناممکن ہے، کیونکہ اسلام ایک مکمل اور جامع دین ہے۔ اس دین کے ہوتے ہوئے کسی اور دین کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

محترم بزرگو! دوستو! اسلام نے ہم مسلمانوں کو صرف عبادت یعنی نماز روزہ حج زکوٰۃ کا ہی حکم نہیں دیا بلکہ اسلام نے زندگی کے ہر شعبے پر نظر رکھی کیونکہ انسانی زندگی میں خوشی کے مواقع بھی آتے ہیں اور غم کے مواقع بھی، دوسرے مذہب کے لوگ غم کے موقعوں پر خدا کو بھول جاتے ہیں اور خوشی کے موقعوں پر بھی بھول جاتے ہیں مگر اسلام نے دونوں وقتوں پر ہماری راہنمائی فرمائی اور بتادیا کہ اے انسان، اے مسلمان اے ربِ کائنات کو وحدہٗ لاشریک ماننے والے اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے اگر غم کا موقعہ آئے تو غم کیسے منا، خوشی کا وقت آجائے تو خوشی کیسے منا۔ اگر مصیبت آجائے، اگر تکلیف آجائے، اگر امتحان کا وقت آجائے، اگر غم پر غم آنے لگیں تو صبر کر کیونکہ پارہ ۲ آیت ۱۵۳ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔ "بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے"

میرے بزرگو، دوستو! یاد رکھو ہر عبادت کے کرنے پر ثواب کی ایک مقدار مقرر ہے۔ مگر صبر کرنے پر ثواب کی کوئی حد مقرر نہیں بلکہ صبر کرنے والے کو بے حساب ثواب ملتا ہے کیونکہ صبر کرنا بہت کٹھن اور دشوار اور مشکل کام ہے لہٰذا اس کا اجر و ثواب بھی بے شمار ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید کے پارہ ۲۳ سورۂ زمر آیت ۱۰ میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ "مصائب و آلام میں صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔"

مصیبت اور غم کے وقت صبر کرنا یہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سنت ہے۔ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا سارا مال خیرات کر کے اپنے فرزند کو ذبح کر کے اور خود کو نمرودی آگ میں پہنچا کر صبر کی مثال قائم کردی۔ حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام نے سخت بیماری برداشت فرما کر دوسری مثال قائم کردی، ہمارے پیارے نبی سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار

مکّہ کی سختیاں جھیل کر، طائف والوں کی سختیوں پر انہیں دعائیں دے کر گذشتہ صابرین کے صبروں پر مہر لگا دی۔ سیدنا و مولانا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدان کربلا میں اپنے بچوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے ذبح کروا کر تین دن کا روزہ رکھ کر پیاسے حلق پر خنجر چلوا کر اس آیت کریمہ کی قیامت تک نہ مٹنے والی تفسیر کر دی ہمیں چاہیئے کہ اپنے مصیبتوں میں انہی حضرات کے واقعات سامنے رکھ کر صبر کر لیا کریں۔

ایّاز اور صبر

حضرت سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک غلام تھا جس کا نام تھا ایّاز، حضرت سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے غلام ایاز سے بڑی محبت تھی کیوں اسلئے کہ یہ بڑے عقلمند، بڑے باوفا اور بڑے ہی صابر تھے۔ ایک مرتبہ انہی ایاز کو لوگوں نے دیکھا کہ ایک ہاتھی پر سوار ہے

اور نہایت شان و شوکت سے ان کا جلوس نکالا جارہا ہے۔ حضرت ایاز بڑے خوش ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد پھر لوگوں نے دیکھا کہ وہی ایاز پولیس کے ہاتھوں گرفتار ہے اور گلے میں جوتوں کا ہار اور ساتھ ساتھ لوگوں نے جلوس نکالا ہوا ہے۔ ایک آدمی نے آگے بڑھ کر ایاز سے پوچھا —— ایاز نے فرمایا کیا بات ہے —— اس سوال کرنے والے نے کہا، کہ وہ کیا تھا اور آج یہ کیا ہے؟ — ایاز نے مسکراتے ہوئے فرمایا! کہ اس دن تو۔ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ "اللہ عزت دیتا ہے جسکو چاہتا ہے۔" کا ظہور تھا — اور آج یہ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ "اور آج اللہ ذلیل کرتا ہے جسکو چاہتا ہے۔" کی جلوہ گری ہے —— نہ اس دن اپنا تھا اور نہ آج اپنا، یہ سب اسی کی قدرت کی جلوہ گری ہے۔ ع

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہے

ان خوبیوں کو دیکھتے ہوئے سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ایاز کو اپنا غلام خاص بنالیا تھا۔ (تذکرۂ غوثیہ صفحہ ۳۹)

یہ تو تھی بات مصیبت کی اور اگر اللہ تبارک و تعالیٰ خوشیوں کے مواقع عطا فرمائے نعمتوں کا ظہور فرمائے، اگر اپنے فضل اور رحمت کی بارش برسائے تو پھر اس کا ایسا شکریہ کرنا چاہیئے کہ نعمتیں دینے والا بھی خوش ہوجائے اور مزید رحمتیں اور عنایتوں کی بارشیں برسائے کیونکہ رحمتوں کے ملنے پر اگر اس کا شکریہ بجالایا جائے تو رب کائنات مزید رحمتیں فرماتا ہے اور اگر رحمتیں ملنے پر ناشکری کی جائے تو دی ہوئی نعمتیں وہ چھین بھی لیتا ہے کیونکہ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی سنت بھی ہے اور خالق و مالک کا قانون بھی ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید کے پ ۱۳ سورۃ ابراہیم آیت ۷ میں ارشاد فرماتا ہے :۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ "اگر تم پہلے احسانات پر شکر ادا کرو تو میں مزید اضافہ کر

دونگا اور اگر تم نے ناشکری کی تو جان لو یقیناً میرا عذاب شدید ہے۔" کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ۔

معلوم ہوا کہ اللہ کی عنائتوں پر شکر کرنا چاہیئے، خوشی منانی چاہیئے رب کو راضی کرنے کے لیئے خیرات و صدقات کرنے چاہئیں، کیونکہ یہی شکر کرنے کا صحیح طریقہ ہے یہی رب کو راضی کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔

شکر کرنے کا فائدہ

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک آدمی رہتا تھا جو بڑا مسکین، بڑا غریب تھا، ایک اس کی بیوی تھی اور ایک وہ خود تھا اتنا غریب تھا کہ اس کے پاس رہائش کیلئے کوئی مکان تک نہ تھا، بجائے مکان کے وہ پہاڑوں کے غاروں میں اپنی زندگی بسر کر رہا تھا۔ پہننے کیلئے کپڑے تک نہیں تھے ایک چادر تھی جو محض نماز پڑھتے وقت باری باری میاں بیوی اوڑھکر نماز پڑھ لیتے تھے اور کھانے کا یہ حال تھا کہ دو۲ دو۲ دن تک بچارے بھوکے رہتے، کبھی مل جاتا تو اللہ کا شکر بجالاتے نہیں تو پانی پی کر وقت پاس کر لیتے۔ اس طرح وہ دونوں میاں بیوی پریشانی کے عالم میں زندگی کے دن کاٹ رہے تھے۔ حسنِ اتفاق سے ایک دن ان کے پاس سے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا گزر ہوا تو دونوں میاں بیوی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زیارت کی، قدم بوسی کے بعد اپنی حقیقت عرض کرنے لگے کہ اے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی آپ کلیم اللہ ہیں، آپ کی نظروں سے کیا چیز پوشیدہ ہو سکتی ہے، حضور ہماری حالت پر بھی رحم فرمائیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے ہماری حقیقت بیان کریں کہ ربِ کائنات ہمارے حال پر رحم فرمائے، ہمیں تو ہر روز دو ٹائم کھانا بھی نہیں ملتا، مکان ہمارے پاس نہیں، پہننے کے لئے کپڑے نہیں ہمارے پاس۔ حضور اب یہ فاقہ کشی ہم سے برداشت نہیں ہوتی، اس سے تو بہتر ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں موت دیدے یا کلیم اللہ! آج ربّ کائنات کی بارگاہ میں ہمارے لیئے ضرور سفارش کرنا اور عرض کرنا کہ اے رازقِ مطلق تو

سب کا رزّاق ہے، سب کو پیٹ بھر کے کھانا دیتا ہے اور جسم ڈھانپنے کیلئے کپڑے دیتا ہے اور سر چھپانے کو مکان دیتا ہے لیکن اے ربّ لم یزل ہمارے لئے تیری بارگاہ میں اس درجہ کمی ہے کہ نہ جسم ڈھانپنے کے لئے کپڑا ہے، نہ سر چھپانے کو مکان ہے اور پھر سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ ہمیں دو دو دن تک کھانے کو نہیں ملتا۔ مولا کریم کیا ہماری قسمت میں پیٹ بھر کر کھانا تن چھپانے کیلئے کپڑا نہیں لکھا۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو ہماری تیری بارگاہ میں گذارش ہے کہ تو موت عطا فرما، ورنہ جو کچھ ہماری قسمت میں ہے کھانے کیلئے لکھ دیا ہے وہ ہمیں کل مل جائے تاکہ ہم پیٹ بھر کر ایک دن ہی کھالیں پھر دیکھا جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے اللہ تعالیٰ کے بندو! میں خُدا سے کلام کرنے کوہِ طُور پر جا رہا ہوں، انشاءاللہ تمہارا پیغام اللہ تعالیٰ تک پہنچا دوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے سیدھے کوہِ طور پر تشریف لے گئے، سلام و کلام کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی، کہ اے ربّ کائنات آج تیرے ایک بندے نے مجھے تیری طرف ایک پیغام دیا ہے۔ مولا کریم تو بھیدوں کو جاننے والا ہے تو پوشیدہ باتوں سے واقف ہے، مجھے بتانے کی ضرورت نہیں کیونکہ تو ہر انسان کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے، لیکن پھر بھی بتائے دیتا ہوں کیونکہ یہ بھی تیرا ہی حکم ہے، پیغام دینے والے کا پیغام پہنچاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مُوسیٰ بتا وہ میرا بندہ میرے تک کیا پیغام پہنچانا چاہتا ہے۔ عرض کی کہ اے خالقِ دو جہان تیرا بندہ کہتا ہے کہ مجھ پر دو دو وقت کے فاقے گزر جاتے ہیں اور مجھ کو پیٹ بھر کے کھانا نہیں ملتا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ اے پیارے موسیٰ علیہ السلام جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے ہم نے اس کو لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے پس اُسی کے مطابق ہم نے نظام چلانے کا بندوبست کیا ہے۔ عرض کی مُولا کریم میں سمجھا نہیں کہ اس بندے کو اس قدر کم رزق کیوں ملتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام اس میرے بندے کی زندگی ہم نے دُنیا میں بہت لکھی ہے لیکن رزق اس کی قسمت میں کم لکھا ہے۔ اسی وجہ سے اس کو رزق کم ملتا ہے۔" تاکہ یہ بندہ مر بھی نہ جائے اور زندہ رہ کر اپنی زندگی کے ایام پورے کر سکے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام، اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ کلام سُنکر بڑے خوش ہوئے اور عرض کی کہ اے ربِّ کائنات اس بندے کی خواہش

۱۱۱۱۸

ہے کہ جو کچھ میری قسمت میں لکھا ہے، جتنا رزق مجھے ساری عمر میں ملنا ہے، وہ مجھے ایک ہی دفعہ مل جائے تاکہ میں اور میری بیوی پیٹ بھر کر کھا سکیں، بعد میں دیکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام اگر آج ہی ہم اس کو ساری عمر کا رزق عطا فرمادیں تو پھر اس کو ہم تو رزق دیں گے نہیں، وہ کھائے گا کہاں سے؟۔ خیر اگر یہ بات کوئی اور کرتا تو ہم انکار کر دیتے لیکن تو ہے میرا پیغمبر، تو ہے میرا رسول اس لئے ہم تیری سفارش منظور کر لیتے ہیں، اے موسیٰ علیہ السلام جا اس بندے کو کہہ دے، اللہ تعالیٰ تیری دعا قبول فرماتا ہے۔ کل ہم اس کے پاس ساری زندگی کا رزق اپنے فرشتے کے ذریعے پہنچا دیں گے، آگے وہ جانے اور اُس کی مرضی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ خوشخبری سُن کر اپنی رہائش گاہ کی طرف چل پڑے، راستے میں اس بندے کو بھی اللہ تبارک وتعالےٰ کا پیغام سُنایا اور پھر اپنے دولت خانے پر تشریف لے گئے، رات ہوگئی، وہ غریب آدمی اپنی بیوی کے ساتھ رات بھر اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا۔ جب صبح ہوئی تو وہ غار سے باہر نکلا تو اس نے عجیب و غریب منظر دیکھا۔ ایک آدمی بڑے نورانی چہرے والا، پیاری پیاری صورت والا، بہت بڑے بڑے ٹرکوں پر ہر قسم کا اجناس یعنی گندم، باجرہ، جوار، مکئی چاول اور طرح طرح کے پھل مثلاً آم انگور، سیب، امرود اور کیلے غرضیکہ جتنے قسم کے پھل ہوتے ہیں، لا دے غار کی طرف آرہا ہے جب غار کے قریب پہنچا، سلام کیا۔ سلام کرنے کے بعد سارا سامان ٹرکوں سے اتروا دیا اور پھر سلام کرنے کے بعد چلا گیا۔ جب اس غریب آدمی نے دیکھا تو اس میں ایسی ایسی اجناس ایسے ایسے پھل تھے جو اس نے زندگی بھر دیکھے بھی نہ ہوں گے۔ بڑا حیران ہوا۔ بھئی یہ آدمی کون تھا، اور یہ سامان کس کا ہے؟ وہ آدمی دوڑتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور تمام حال زبانی کہہ سُنایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، تو جانتا ہے کہ تیرا وہ اجناس لانے والا کون تھا؟ عرض کی حضور مجھے تو پتہ نہیں۔ فرمایا میاں بات یہ ہے کہ وہ اجناس لانے والا کوئی عام انسان نہیں تھا بلکہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا نورانی فرشتہ تھا جو تیرے رزق پر مقرر ہے جو تمہیں رزق پہنچاتا تھا ہر روز۔ آج تمہارے سامنے وہ تمہاری زندگی بھر کا رزق لے کر آیا تھا۔ وہ بندہ یہ بات سُن کر بڑا خوش ہوا۔

شہر گیا اور شہر بھر کے باورچیوں کو کھانا پکانے کے لئے اکٹھا کر کے لایا اور تمام کھانا اس نے پکوا دیا۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور آج آپ کی دعوت میرے غریب خانے پر ہے لہٰذا ضرور تشریف لائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی دعوت کو قبول فرما لیا۔ پھر وہ شہر گیا اور منادی کرادی کہ شہر کے جتنے غرباء، مساکین، یتیم اور لاوارث، بے سہارا ہیں ان سب کو میری طرف سے دعوت عام ہے، لہٰذا تمام حضرات آج میرے غریب خانے پر فلاں مقام پر تشریف لا کر ممنون فرمائیں۔ پھر وہ بندہ واپس اپنے ڈیرے پر آگیا اور اپنا سر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکا دیا اور کہا کہ مولا تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے مجھے گوناگوں نعمتوں سے نوازا ہے۔ مولا میں، اس کرم کے قابل نہیں تھا جتنا تو نے مجھے عنایت فرمایا ہے۔ یہ سب تیری بندہ نوازی ہے۔ ابھی وہ یہ دعا مانگ کر اپنے ربّ ذوالجلال کا شکریہ ادا کر رہا تھا کہ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور شہر کے تمام غرباء، مساکین آگئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا دیکھا کہ اس اللہ کے بندے نے سارا کھانا پکا دیا ہے اور لوگ کھانے کے لئے جمع ہیں۔ وہ بڑے حیران ہوئے کہ اب یہ باقی زندگی کیسے گزارے گا۔ کیونکہ رزق جو تھا اس کو سارا مل گیا ہے۔ اب اس کا کیا بنے گا؟

ادھر اس غریب بندے نے تمام شہر کے لوگوں کو کھانا کھلوانا شروع کر دیا۔ جب سارا کھانا ختم ہو چکا تو سارے لوگ واپس چلے گئے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بھی واپس تشریف لے گئے۔ اب دونوں میاں بیوی نے پیٹ بھر کر خوب کھانا کھایا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی شروع کر دی، جب صبح کا ٹائم ہوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہی پیاری پیاری صورت والا پھر ٹرکوں پر سامان لاد کر لایا اور اس غریب آدمی کے غار کے دروازے پر اتار کر چلا گیا۔ جب اس نے یہ منظر دیکھا تو پھر سارا کھانا پکوا کر غریبوں میں تقسیم کر دیا اور خود بھی پیٹ بھر کر میاں بیوی نے خوب کھایا۔ اگلی صبح ہوئی تو پھر وہ نوجوان آیا اور سامان چھوڑ کر چلا گیا۔ اس غریب آدمی نے پھر وہی طریقہ اختیار کیا۔ اب تو ہر روز کا یہی معمول ہو گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نام پر تقسیم کر دیتا اور صبح کو پھر وہ نوجوان سامان لے آتا۔ دونوں میاں بیوی کی زندگی بڑی عیش و عشرت سے

گزرنے لگی۔ جب یہ منظر سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا تو بڑے حیران ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا سر جھکا دیا اور عرض کی کہ اے ربِّ کائنات تُو نے تو ارشاد فرمایا تھا کہ اس بندے کی قسمت میں رزق بہت کم ہے اور عمر بہت زیادہ ہے۔ لیکن مولا کریم یہاں معاملہ کچھ اور نظر آ رہا ہے، یا اللہ اس کی قسمت کا رزق تو تُو نے عطا فرما دیا تھا جو اس نے غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کرا دیا تھا لیکن اب یہ روزانہ اس کو اتنا رزق کہاں سے مِل جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے کلیم اللہ! تو ہمارے بھیدوں کو نہیں جان سکتا۔ بلاشک اس کی قسمت میں رزق بہت کم تھا جو ہم نے تیری سفارش سے اسے ایک ہی مرتبہ عطا فرما دیا تھا، لیکن اس ہمارے بندے نے اور تیرے اُمتی نے ہم سے تجارت کرنی شروع کر دی یعنی جو رزق میں اس کو دیتا ہوں تو یہ میرا بندہ میرے نام پر میرے غریب، مسکین، یتیم بندوں کو کھلا دیتا ہے۔ اے پیارے غور کا مقام ہے جو بندہ میرے ساتھ تجارت کرتا ہے تو کیا میں خدا ربّ العالمین اس قدر ناانصاف ہو جاؤں کہ میں اس کو نفع نہ پہنچاؤں! اے کلیم اللہ جب دنیا والوں سے تجارت کرتے ہیں تو ان کو لاکھوں کا منافع مِلتا ہے تو اس میرے بندے نے تو اپنے ربّ العالمین سے تجارت شروع کی ہے لہٰذا ہم اس کو اتنا منافع دیں گے کہ عُقبیٰ اور رہتی دُنیا تک لوگ ہمارے منافع کو یاد کر کے خوش ہوتے رہیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ خدائے ذوالجلال کی بات سُنی تو کہنے لگے کہ مولا ہم تیری قدرت کو نہیں سمجھ سکتے اور اگر مَیں کہوں تو یوں کہوں گا، جس کی ترجمانی محمد اعظم چشتی لاہوری نے یُوں کی ہے۔

یا ربّ ایہناں نوکاں تائیں جے میں دَساں عادت تیری
کرم تیرے دی حد وکھاواں تے نالے دَساں عنایت تیری
ویکھ کے وسعت فضل تیرے دی تے کرے کون عبادت تیری
اعظم ڈر دا گل نہ کردا تے مُتے رُس جائے رحمت تیری

(تفسیر نعیمی پ ۳ صفحہ ۴۷)

محترم سامعینِ کرام! یاد رکھیں کہ خوشی دو طرح کی ہوتی ہے، ایک خوشی فخر کی ہوتی ہے دوسری خوشی ربّ کے شُکر کی ہوتی ہے۔ فخر کی خوشی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، کیونکہ فخر کی خوشی میں انسان کی نظر اپنے نفس پر ہوتی ہے، غرور ہوتا ہے، ناجائز حرکتیں ہوتی ہیں مثلاً ناچنا گانا ڈھول تماشے بجانا یہ خوشی بہت بُری ہے، ایسی خوشی ہرگز نہیں منانی چاہیئے۔ ایسی خوشی کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے: پ۲۰ سورۃ قصص آیت ۷۶

لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ ۔ "ایسی خوشی نہ مناؤ بیشک اللہ تعالیٰ ایسی خوشی منانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔"

اور شُکر کی خوشی، یہ ضرور منانی چاہیئے کیونکہ شُکر کی خوشی میں انسان کی نظر اپنے نفس پر نہیں بلکہ اپنے ربّ رحمٰن پر ہوتی ہے۔ سر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جُھکا ہُوا ہوتا ہے۔ زبان پر اللہ اور اس کے پیارے رسُول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ترانے ہوتے ہیں، حمد و ثناء اور نعتِ رسول مقبُول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی ہے ایسی خوشی اللہ تعالیٰ کو بھی بڑی پسند ہے کیونکہ یہ خوشی صرف خوشی ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی ہوتی ہے اور اس خوشی کو منانے کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید پ۱۱ سورۃ یونس آیت ۵۸ میں خوشی منانے کا حکم دیتا ہے:-

فَلْیَفْرَحُوْا ھُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ۔ "پس ایسی خوشی مناؤ یہ خوشی منانا بہتر ہے اُن سے جو تم گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو۔"

معلوم ہوا ممنوع خوشی اور ہے اور مامور خوشی اور ہے۔

خوشی کی قسمیں

خوشیاں مختلف قسم کی ہوتی ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ یوں تو، ہمیں مختلف خوشی کے مواقع عطا فرماتا ہے اور ہم خوشی کرتے ہیں مثلاً بچے کی پیدائش کی خوشی شادی کی خوشی، بچے کے ختنہ کی خوشی، منگنی کی خوشی، لیکن بعض خوشیاں شخصی ہوتی ہیں یعنی جو ایک ہی شخص کو خوش کرتی ہیں، جیسے اللہ نہ کرے کوئی آدمی بیمار ہو جائے ایسا

بیمار ہو کر لاعلاج ہو جائے، ڈاکٹر طبیب اور حکیم اس کو جواب دے دیں اور وہ مایوسی کی زندگی گزار رہا ہو، اچانک، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو اپنی قدرت سے ٹھیک کر دے اس کی صحت برقرار ہو جائے تو بولو وہ بندہ کتنا خوش ہو گا۔ اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہو گی اور اس کو خوشی ہونی بھی چاہئیے کہ اللہ تعالےٰ نے اس پر اپنا کرم فرمایا، اس کو دوبارہ زندگی بخشی اس کو چلنے پھرنے کے قابل بنایا۔ اس کو شفاء ملنے پر اور لوگوں کو خوشی تو ہو گی لیکن جتنی خوشی اس کو ہو گی یا ہو سکتی ہے اتنی خوشی کسی اور کی نہیں ہو گی۔

بعض خوشیاں خاندانی ہوتی ہیں، یعنی جن کی وجہ سے پورا خاندان خوش ہوتا ہے جیسے کسی آدمی کے ہاں لڑکا پیدا ہو تو پورا خاندان خوش ہو گا، کیونکہ چچا کہے گا، میرا بھتیجا ہوا ہے۔ ماں کہے گی میرا بیٹا پیدا ہوا ہے، خالہ کہے گی میرا بھانجہ پیدا ہوا ہے، پھوپی کہے گی میرا بھتیجا پیدا ہوا ہے، دادا کہے گا میرا پوتا پیدا ہوا ہے۔ غرضیکہ ہر خاندان کا فرد اس پیدا ہونے والے بچے سے اپنی رشتہ داری ظاہر کر کے خوشی کا اظہار کرے گا۔

بعض خوشیاں پوری بستی سے تعلق رکھتی ہیں یعنی اس کی وجہ سے پورا شہر، پورا گاؤں خوشی میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے جیسے کسی گاؤں یا بستی یا شہر کے چوہدری، نمبردار، وڈیرہ، وزیر اور سفیر کے بیٹے کی شادی ہو تو وہ چوہدری، نمبردار، وڈیرہ، وزیر اور سفیر پورے شہر، گاؤں اور بستی کو اپنے بیٹے کی خوشی میں شریک ہونے کی دعوت دے تو بولو پورا شہر پوری بستی والے اور شہر والے خوش ہوں گے کہ نہیں ہوں گے اور ضرور ہوں گے۔

بعض خوشیاں پورے صوبے سے تعلق رکھتی ہیں جیسے صوبے کا گورنر یا وزیر اعلیٰ پورے صوبے کی دعوت کرے تو پورے صوبے کے لوگ اس خوشی میں شریک ہوں گے۔ اسی طرح بعض خوشیاں پورے ملک کے لئے ہوتی ہیں، جیسے کسی ملک میں انتخابات ہوں اور ایک پارٹی واضح اکثریت سے جیت جائے اور اس پارٹی کے قائد کو ملک کا وزیر اعظم بنا دیا جائے تو بولو پورے ملک کے لوگ اس پارٹی کے قائد کے وزیر اعظم ہونے پر خوش ہوں گے کہ نہیں ضرور خوش ہونگے۔

لیکن میرے بزرگو، دوستو اور ساتھیو! اس آسمان کے نیچے اور اس زمین پر ایک ایسی بھی خوشی آئی جو عام خوشی تھی، یہ خوشی صرف کسی ایک انسان نے نہیں منائی، یہ خوشی صرف ایک خاندان نے نہیں منائی، یہ خوشی صرف ایک بستی یا ایک شہر نے نہیں منائی، یہ خوشی کسی ایک صوبے یا ایک ملک نے نہیں منائی بلکہ یہ خوشی تو تمام مخلوقات نے منائی۔ یہ خوشی انسانوں نے بھی منائی۔ یہ خوشی حیوانوں نے بھی منائی۔ یہ خوشی جنوں نے بھی منائی۔ یہ خوشی جمادات نے بھی منائی اور نباتات نے بھی منائی۔ یہ خوشی سمندر، دریا کے جانوروں نے بھی منائی۔ یہ خوشی مشرق والوں نے بھی منائی، یہ خوشی مغرب والوں نے بھی منائی۔ یہ خوشی شمال والوں نے بھی منائی، یہ خوشی جنوب والوں نے بھی منائی۔ یہ خوشی عرب والوں نے منائی یہ خوشی عجم والوں نے منائی۔ یہ خوشی مکہ والوں نے منائی، مدینہ والوں نے منائی، روس والوں نے منائی، چین والوں نے بھی منائی۔ برطانیہ والوں نے منائی امریکہ والوں نے منائی۔ زمین والوں نے منائی، آسمان والوں نے منائی۔ مکان والوں نے منائی، لامکان والوں نے منائی عرش والوں نے منائی فرش والوں نے منائی۔ جنت کی حوروں نے منائی۔ جنت کے رضوان نے منائی جنت کے غلمان نے منائی۔ فرشتوں نے منائی۔ عزرائیل علیہ السلام نے منائی، اسرافیل علیہ السلام نے منائی۔ میکائیل علیہ السلام نے منائی۔ جبرائیل علیہ السلام نے منائی۔ نہیں نہیں خدا کی قسم، بلکہ خود رب العالمین نے یہ خوشی منائی۔

عظیم خوشی

حضرات محترم! آپ جانتے ہیں، یہ خوشی کون سی خوشی تھی؟ یہ خوشی تھی سید المرسلین رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین تاجدار انبیاء حبیب کبریا رسالت مآب حضور سیدنا مولینا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی۔ سامعین کرام جیسے حضور علیہ السلام رحمت اللعالمین ہیں ایسی ہی آپ کی ولادت باسعادت کی خوشی بھی سرور العالمین ہے۔

سبحان اللہ کیا خوب کہا کسی شاعر نے:۔

وہ زمیں کی عید ہیں وہ آسماں کی عید ہیں
رحمۃ للعالمین کون و مکان کی عید ہیں
رحمتوں کا چاند بن کر جب ہوئے وہ جلوہ گر
ایک دُنیا نے کہا یہ دو جہاں کی عید ہیں
بھیج کر بزم جہاں میں دی مشیّت نے صدا
اے جہاں والو سنو یہ کُن فکاں کی عید ہیں

پھر خوشیوں کی عمریں مختلف ہوتی ہیں۔ کوئی خوشی ایک ساعت کے لئے ہوتی ہے تو کوئی خوشی دن بھر کے لئے ہوتی ہے۔ کوئی خوشی سال بھر کے لیئے ہوتی ہے ـــــ مگر یہ خوشی ولادت باسعادت سے لیکر منائی جارہی ہے اور انشاء اللہ تا قیامت منائی جاتی رہے گی اور ایمان والے اس خوشی کو ہمیشہ مناتے رہیں گے۔

سُنّت کی قسمیں

قبل اس کے کہ میں آپ کو یہ بتاؤں کہ نبی کریم علیہ السلام کی ولادت باسعادت کی خوشی ساری کائنات نے کیسے منائی ہے

یہ مسئلہ اور یہ بات ضرور یاد رکھیں کہ سُنّت کی پانچ قسمیں ہیں (۱) سُنّتِ ربّ العالمین (۲) سُنّتِ محبوبِ ربّ العالمین (۳) سُنّتِ انبیاءِ کرام علیہم السّلام (۴) سُنّت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین (۵) سُنّت مُسلمین۔ اب ان کی تعریف سُنئے۔

○ سُنّت ربّ العالمین یعنی مخلوق پر رحم کرنا، کرم کرنا، عدل و انصاف کرنا، مخلوق کو معاف کرنا ان کی پردہ پوشی کرنا۔ مخلوق کو روزی عطا فرمانا اور توبہ کرنے والوں کو بخش دینا وغیرہ۔

○ سُنّت محبوبِ ربّ العالمین جیسے کسی کا دل نہ دُکھانا۔ معافی مانگنے والوں کو معاف کرنا۔ بے سہاروں کو سہارا دینا۔ گالیاں دینے والوں کو دعائیں دینا اور ان کو قبائیں عطا کرنا۔ کسی پر لعنت نہ کرنا، ہر چھوٹے بڑے کو پہلے سلام کرنا، غلام اور آقا میں ذرّہ بھر بھی فرق نہ کرنا وغیرہ۔

سُنّتِ انبیاء کرام علیہم السلام ۔ جیسے داڑھی رکھنا ۔ مونچھیں کٹوانا وغیرہ ۔

سُنّتِ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یعنی وہ کام جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو اور صحابہ کرام اس کو اچھا سمجھ کر کرتے رہے ہوں جیسے قرآن پاک کو کتابی شکل میں جمع کرنا ۔ بیس تراویح ہمیشہ باجماعت ادا کرنا ۔ تراویح میں ہمیشہ قرآن پاک ختم کرنا وغیرہ ۔

سُنّتِ مسلمین یعنی وہ کام جو زمانۂ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی نہیں تھا اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں بھی نہیں تھا ، مسلمانوں نے یہ کام بعد میں ایجاد کیا ہو لیکن سارے اولیاء ، مشائخ علماء ، مفسرین اور محدثین ، ان کاموں کو اچھا سمجھتے ہوں اور ان کو کرتے رہے ہوں جیسے کہ ہمارے ہاں ایمان کی تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے ۔ ایمان مفصل ایمان مجمل یہ دونوں ایمان نہ حضور علیہ السلام نے بنائیں ، نہ صحابہ کرام نے بنائیں ، اسی طرح چھ کلمے بچوں اور بڑوں کو یاد کرائے جاتے ہیں ۔ ان کلموں کو چھ نہ حضور علیہ السلام نے بنایا نہ صحابہ کرام نے بنایا ۔ قرآن شریف کے علیحدہ علیحدہ تیس ۳۰ پارے بنانا ، قرآن میں رکوع قائم کرنا ، حروف پر اعراب یعنی زبر ، زیر ، پیش ، شد ، مد جزم لگانا ، یہ کام نہ حضور علیہ السلام نے کیا نہ صحابہ کرام نے کیا ، جمعے کے خطبوں میں خلفاء راشدین کا نام لینا باقی صحابہ کرام کا ذکر کرنا یہ حضور علیہ السلام نے نہ اپنے زمانے میں خطبوں میں نام لئے نہ صحابہ کرام نے لیے وغیرہ ۔

نبی کریم علیہ السلام کا میلاد منانا گویا ان تمام سُنّتوں پر عمل کرنا ہے کیونکہ میلاد شریف میں یہ پانچوں سُنّتیں پائی جاتی ہیں ۔ یعنی سُنّتِ ربّ العالمین ، سنتِ محبوبِ ربّ العالمین سُنّتِ انبیاء کرام علیہم السلام ، سُنّتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ، سُنّتِ مسلمین ، میلاد شریف ہمارا ربّ کی سُنّت بھی ہے اور حضور علیہ السلام کی سُنّت بھی ۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی بھی سُنّت ہے ، صحابہ کرام کی سُنّت ہے اور مسلمانوں کی سُنّت بھی ہے ۔ میلاد شریف اور درود شریف کے علاوہ کوئی نیکی ایسی نہیں جس میں یہ پانچوں سُنّتیں جمع ہوں ۔

توحید کا جلسہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو جنت میں بھیج دیا وہاں آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو جنت سے نکال کر زمین کی طرف بھیج دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان کے پہاڑ سراندیپ جو کہ کولمبو کے پاس ہے وہاں نازل فرمایا اور حضرت حوا علیہا السلام کو جدہ سعودی عرب میں اتارا۔ پھر تین سو سال تک ان میں جدائی رہی، تین سو سال کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کی توبہ قبول فرمائی، ہمارے پیارے نبی کریم علیہ السلام کے صدقے پھر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کی ملاقات کرائی، عرفات کے میدان، پھر اسی عرفات میدان کے ساتھ ایک اور پہاڑ ہے نعمان، اس نعمان پہاڑ پر حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کھڑا کیا اور اپنا بے مثل ہاتھ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی پشت پر پھیرا جب اللہ تعالیٰ نے اپنا بے مثل ہاتھ سیدنا آدم علیہ السلام کی پشت پر پھیرا بس پھر کیا تھا کہ آدم علیہ السلام کی پشت میں سے آپ کی اولاد نکلنی شروع ہو گئی۔ پھر آدم علیہ السلام کی اولاد کی اولاد نکلی پھر آگے اس اولاد کی اولاد نکلی یہانتک کہ قیامت تک جتنے بھی انسانوں نے اس دُنیا میں آنا تھا، وہ سب کے سب ظاہر ہو گئے۔ آپ کی اولاد میں نبی بھی تھے، تابعی بھی تھے تبع تابعی بھی تھے، غوث بھی تھے، ابدال بھی تھے اولیاء بھی تھے، متقی بھی تھے پرہیز گار بھی تھے، مومن بھی تھے مشرک بھی تھے۔ مسلمان بھی تھے، کافر بھی تھے، اپنے بھی تھے اور پرائے بھی تھے۔ میں بھی تھا، آپ بھی تھے حتیٰ کہ قیامت تک تمام نسلِ انسانی کی روحیں میدانِ عرفات اور نعمان پہاڑ پر موجود تھیں اور ان کا وجود اتنا تھا جیسا کہ باریک چیونٹی ہوتی ہے چیونٹیوں کی طرح یہ روحیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر تھیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی روحیں ایسے چمکارے مار رہی تھیں جیسا کہ چودھویں کا چاند چمکارے مارتا ہے اور مسلمانوں کی روحیں

ایسی سفید تھیں جیسے دودھ سفید ہوتا ہے اور کُفّار کی روحیں ایسی کالی تھیں جیسے کہ سیاہ رنگ کا کپڑا ہوتا ہے یا کالی رات ہوتی ہے۔

حضرات محترم آپ خود سوچیں یہ کتنا بڑا اجتماع ہُوا، کتنی بڑی کانفرنس ہوگی کہ جسمیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرتِ آدم علیہ السلام کی اولاد پر اپنی تجلّی ڈالی اور پھر اللہ پاک نے فرمایا۔

پ ۹ سورۃ اعراف رکوع ۱۱ آیت ۱۷۱۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ۔

"اور اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم وہ وقت یاد کرو جب نکالا آپکے ربّ نے آدم کی پُشت سے اُنکی نسل کو اور گواہ بنایا خود انکو ان کے نفسوں پر"

سامعینِ کرام! اس آیت کریمہ سے معلوم ہُوا کہ نبی کریم علیہ السلام اس کارروائی میں سب کچھ ملاحظہ فرما رہے تھے۔ سُبحان اللہ، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اولادِ آدم کو کیا فرمایا۔ قرآن سُنیئے مذکورہ بالا آیت کا اگلا حصہ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ۔ اللہ تعالےٰ نے اولادِ آدم علیہ السلام کو فرمایا کہ کیا مَیں تمہارا رب نہیں ہُوں؟۔ یعنی اے آدم علیہ السلام کی اولاد جواب دو، بولو کیا مَیں تمہارا خالق، تمہارا پرورد گار، تمہارا پالن ہار نہیں ہُوں تو آدم علیہ السّلام کی تمام اولاد خدائے ذوالجلال کی یہ بات سُن کر خاموش ہوگئی، کِسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو پھر کیا ہُوا۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب خصائصِ الکبریٰ ج اول صـ۱۱ میں یُوں فرماتے ہیں:۔

كَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلَ مَنْ قَالَ بَلٰى۔

تو سب سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے اور بلیٰ کہنے والے ہم سب کے آقا مولا سید الکونین رحمت اللعالمین شفیع المذنبین حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ سُبحان اللہ۔ جب نبی کریم علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالےٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مانا۔ ربِّ کریم کی توحید کا ڈنکا پُوری

مخلوقِ خدا کے سامنے بجایا تو تمام مخلوق نے نبی کریم علیہ السّلام سے سُن کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں عرض کیا۔

قَالُوْا بَلٰی شَھِدْنَا "سب نے کہا کہ بیشک تو ہی ہمارا رب ہے ہم نے گواہی دی۔"

حضرات محترم معلوم ہوا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار میرے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے بلیٰ سُن کر پھر تمام مخلوقات نے اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک جانا مانا اور پہچانا۔ مفسّرین کرام فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم علیہ السّلام سے اپنی وحدانیت کا اقرار لینا چاہا تو ان میں تمام فرشتوں کو بھی شامل کر لیا اور تمام فرشتے بھی اس اجلاس میں موجود تھے، جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہارا رب نہیں ہوں تو جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل بھی جواب نہ دے سکے جب ہمارے نبیٔ کریم علیہ السلام نے بلیٰ فرمایا تو فرشتوں نے بھی حضور علیہ السّلام سے سُن کر بلیٰ کہا۔

سُبحان اللہ اس بات کی گواہی خود قرآن نے بھی ہمیں دے دی کہ واقعی نبی کریم علیہ السلام نے سب سے پہلے بلیٰ فرمایا اور سب سے پہلے نبی کریم علیہ السلام نے خدائے پاک کو وحدہٗ لاشریک مانا۔ چنانچہ قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب علیہ السّلام کے بارے میں کہ میرا حبیب سب سے پہلے ایمان لایا کا اعلان فرماتا ہے پ۸ سورۃ انعام ع۲ آیت ۱۶۲۔

لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ "اس ذات کا کوئی شریک نہیں اور مجھے یہی حکم ہوا ہے کہ

اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔۔۔"

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی گواہی دے رہا ہے۔

کیا خوب کہا کسی شاعر نے،۔

سلام اس پر کہ جسکے نام سے دِل چین پاتے ہیں :: سلام اس پر فرشتے ذکر جس کا سُننے آتے ہیں
سلام اس پر کہ جسکا تذکرہ قرآن کرتا ہے :: سلام اس پر کہ جس کا ذکر خود رحمٰن کرتا ہے

ہاں تو بات ہو رہی تھی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اولادِ آدم سے پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب سے پہلے نبی کریم علیہ السلام نے جواب دیا بلیٰ یا اللہ کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے (نشر الطیب صفحہ ۹)

ایک شاعر یوں اس کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ شاعر بھی عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت میاں محمد صاحب کھڑی شریف والے فرماتے ہیں کہ ؎

اوّل رُوح نبی رب سر جیاتے پچھے روح تمامی
تے سب تھیں پہلے جواب اَلَسْتُ تے آکھیا نبی گرامی
اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ رب کہیا جدتے کہیا بلیٰ ارواحاں
تے سب تھیں اوّل روح نبی دے لے کہیا تداھاں

نبی کریم علیہ السلام سے سُن کر تمام فرشتوں نے تمام صحابیوں نے تمام تابعیوں نے تمام غوثوں نے، تمام قطبوں نے، تمام ابدالوں نے، تمام ولیوں نے، تمام مسلمانوں نے تمام کافروں نے، تمام مومنوں نے تمام مشرکوں نے، تمام ایمان داروں نے بے ایمانوں نے غرضیکہ جتنے بھی قیامت تک حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے فرد تھے، سب کے سب یک زبان ہو کر پکار اُٹھے قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا کیوں نہیں مولا کریم تو ہمارا رب ہے۔ اللہ اللہ۔ آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے یہ توحید کا اقرار کیوں اقرار کرایا تو سُنو اللہ تبارک و تعالیٰ کو پتہ تھا اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کیونکہ وہ مالک خالق عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ یعنی دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے۔ وہ انسان کی ہر سوچ سے باخبر ہے۔ اللہ پاک کو پتہ تھا کہ جب یہ میرے بندے دُنیا میں جائیں گے تو یہ میری عبادت کو چھوڑ کر بتوں کو پُوجنا شروع کر دیں گے۔ یہ مسجدوں میں جانے کی بجائے مندروں میں سربسجود ہوں گے۔ یہ اللہ اللہ کرنے کی بجائے رام رام کریں گے یہ مجھ سے مانگنے کی بجائے مورتیوں اور پتھر کے بنے ہوئے جھوٹے خداؤں سے مانگے

گے، یہ میرا در چھوڑ کر غیر اللہ کے پاس جایا کریں گے۔ یہ میرا شکریہ ادا کرنے کی بجائے اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے صنموں کا شکریہ ادا کریں گے۔ اس لیے اللہ تعالےٰ نے ان سے اپنی وحدانیت اپنی ربوبیّت کا اقرار کرالیا، اپنے ایک ہونے کا، اپنے وحدہٗ لاشریک ہونے کا ان سے وعدہ لے لیا تاکہ یہ دُنیا سے جب میری بارگاہ میں آئیں تو یہ بہانے بنانے شروع نہ کردیں کہ مولا ہمیں تو پتہ نہیں تھا ہم تو جانتے نہیں تھے ہمیں تو کسی نے تیری وحدانیت کا سبق بھی نہیں سکھایا تھا۔ ہمیں تو تیرے گھر کا راستہ بھی کسی نے نہیں بتایا۔ مولا کریم ہم بے قصور ہیں، ہم معصوم ہیں یا اللہ ہمارا کوئی قصور نہیں یا اللہ اگر سزا ملے تو ہمارے باپ دادے کو ملنی چاہیئے جنہوں نے ہمیں صحیح طریقے سے آگاہ ہی نہیں کیا لہٰذا مولا کریم ہم اس سزا کے مستحق نہیں۔ اگر پھر بھی ہمیں سزا ملی تو یہ ہم پر ظلم ہوگا یا اللہ تو کسی پر ظلم نہیں کرتا، یہ تمام باتوں کی اللہ تبارک وتعالیٰ کو خبر تھی، اس لیے اللہ تبارک وتعالےٰ نے تمام اولادِ آدم علیہ السلام سے اپنی ربوبیّت کا وعدہ لے لیا۔ مخلوقِ خُدا سے اپنے ایک ہونے کا اقرار کرالیا تاکہ قیامت میں یہ بہانے اور جھوٹی تدبیریں نہ چل سکیں اور کافروں کو مشرکوں کو بے ایمانوں مرتدوں کو منافقوں کو جہنم میں بھیجنے سے میری رحمت کی چادر پر کسی قسم کا کوئی داغ نہ آئے سُبحان اللہ۔ اب آیئے ذرا قرآن مجید فرقانِ حمید کی زبانی یہ باتیں سُنیں کہ قرآن ہمیں کیا بتاتا ہے۔ پ ۹ سورۃ اعراف ع ۱۱ آیت ۱۷۱

اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۔

"اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ اے اولادِ آدم یہ اپنی ربوبیّت اور وحدہٗ لاشریک ہونے کی گواہی میں نے تم سے اسلیے لی ہے تاکہ تم قیامت میں یہ نہ کہہ سکو کہ یا اللہ ہم اس سے بے خبر تھے۔"

اَوْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَا اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ

"یا یہ نہ کہو کہ شرک تو صرف ہمارے باپ دادا نے کیا تھا ہم سے پہلے اور ہم تو تھے انکی اولاد ان کے بعد تو کیا تو ہمیں ہلاک کرتا ہے اس شرک کیوجہ سے جو کیا تھا

الْمُبْطِلُوْنَ ○ باطل پرستوں نے۔"

اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ اے اولادِ آدم علیہ السلام! اب تم میری توحید کا اقرار کر رہے ہو، پشت آدم میں لیکن جب تم آدم علیہ السلام کی پشت سے نکل کر جسمانی طور پر تم دنیا میں ظاہر ہو گئے تو یہ وعدہ یاد دلانے کے لیئے! میں اپنے پیغمبر، اپنے رسول، اپنے نبی تمہارے پاس بھیجوں گا تاکہ تم بھولا ہوا سبق یاد کر سکو اور اپنے آپ کو جہنم سے بچا سکو۔ یہ نبی رسول پیغمبر بھیجنا ضروری تو نہیں تھا لیکن میری رحمت ہو گی تم پر کہ یہ بھولا ہوا سبق یاد دلانے کے لئے یہ ہستیاں میں تمہارے پاس بھیجوں۔ اللہ اللہ!

حضرات محترم! یہ وعدہ لینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر پشت آدم علیہ السلام پر ہاتھ پھیرا اور تمام روحیں پھر آدم علیہ السلام کی پشت میں چلی گئیں۔ آپ سوچیں گے کہ جب ساری مخلوق خدا نے تمام اولادِ آدم علیہ السلام نے خدائے ذوالجلال کی وحدانیت کا اقرار کر لیا تھا تو پھر کیا وجہ ہے آج پوری دنیا میں اللہ اللہ کرنے والے کم ہیں۔ خدائے ذوالجلال کی وحدانیت کو ماننے والے تھوڑے ہیں اور اس کے مقابلے میں مشرک کافر مجوسی یہودی عیسائی سکھ زیادہ۔ جب سب نے روز اوّل کے دن اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر لیا تھا کہ مولا کریم کہ تو ہمارا رب وحدہٗ لاشریک خالق ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ یہ کافر قومیں کیوں وجود میں آئیں۔

تو مفسرین کرام اس مقام پر فرماتے ہیں کہ روز ازل کو جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام اولادِ آدم علیہ السلام سے وعدہ لیا تو وعدہ لینے سے پہلے تمام مخلوق پر اپنی تجلّی دو قسم کی تھی، رحمت کی تجلی، غضب کی تجلی یا یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم علیہ السلام پر نگاہ فرمائی، ایک نگاہ کرم اور ایک نگاہ غضب جس جس نصیب پر میرے رب العالمین کی نگاہ کرم ہوتی گئی تو وہ مسلمان ہوتے گئے، صحابی ہوتے گئے اور نبی رسول ہوتے گئے اور جس جس پر اللہ تعالیٰ نے غضب

کی نگاہ ڈالی، بلیٰ تو انہوں نے بھی کہہ دیا، لیکن دل سے نہیں بلکہ زبانی کلامی تو جنہوں نے زبانی کلامی بلیٰ کہا اور جن پر نگاہِ غضب ہوئی وہ کافر بنتے گئے مشرک بنتے گئے یہودی بنتے گئے عیسائی بنتے گئے۔ مجوسی بنتے گئے، سکھ بنتے گئے۔ مسلمانو! ہمیں اللہ تبارک و تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر منانا چاہیئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں مسلمان بنایا پھر سُنّی بنایا، بریلوی بنایا اور ساری کائنات کے آقا و مولا حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بنایا۔ سبحان اللہ، سُبحان اللہ!

بلیٰ والا وعدہ اب یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ روزِ ازل کو جو اللہ تعالیٰ نے ہم سے بَلیٰ والا وعدہ لیا تھا، کسی کو یاد بھی ہے کہ نہیں، بولو میرے مسلمان بھائیو! آپ میں سے کسی مسلمان فرد کو یہ بلیٰ والا وعدہ یاد ہے؟ اگر کسی کو یاد ہے تو بتائے؛ لیکن نہیں ہمیں کسی کو یہ وعدہ یاد نہیں! ہم نے تو یہ وعدہ قرآن و حدیث سے مفسرین و محدثین اور اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سُنا کہ رب نے ہم سے روزِ ازل کو سے یہ وعدہ لیا تھا۔ لیکن میرے دوستو! نبی کریم علیہ السلام کے اُمتیوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے ولی ہو گزرے ہیں جن کو یہ بلیٰ کا وعدہ یاد ہے۔ علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے تحت واذ اخذ ربک من بنی آدم یہ لکھتے ہیں کہ کسی آدمی نے حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا حضور وہ جو رب نے تمام مسلمانوں سے روزِ ازل کو بلیٰ والا وعدہ لیا تھا کیا آپ کو یاد ہے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیوں نہیں، وہ سارے کا سارا عہد و پیمان اور سارا وعدہ یاد ہے۔ اسی طرح کسی مُرید نے حضرت سہیل تستری سے پوچھا کہ حضرت وہ جو اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم علیہ السلام سے اپنی ربوبیت کا اقرار کروایا تھا کیا آپ کو یاد ہے تو حضرت سہیل تستری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میاں تو بلیٰ والے

وعدے کی بات کرتا ہے ارے میں نے تو اُسی دن اپنے مریدوں کو، شاگردوں کو بھی پہچان لیا تھا کہ کون کون میرا مُرید ہوگا اور کون کون میرا شاگرد ہوگا، سُبحان اللہ۔ اسی طرح کسی مُرید نے حضرت ذُوالنوُن مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضرت کہ روزِ ازل کو جو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقِ خُدا سے اپنی رُبُوبیّت کا اقرار کرایا تھا اور تمام مخلوق نے بَلٰی کہا تھا، کیا وہ منظر آپ کو یاد ہے۔ تو حضرت ذُوالنوُن نے فرمایا کہ تو یاد کرنے کی بات کر رہا ہے میاں ہزاروں سال گزرنے کے باوجود بھی میرے کانوں میں وہ آواز گونج رہی ہے جو اللہ پاک نے ساری مخلوق کو سنائی تھی اور تمام مخلوق نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی تھی۔ اسطرح کسی مرید نے حضور محبوب سُبحانی قطب ربّانی شہباز لامکانی غوث صمدانی حضرت سیّدنا و مولانا حضور عبدالقادر جیلانی البغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے سوال کیا کہ حضور اللہ تبارک و تعالیٰ نے آج ہزاروں سال پہلے تمام نسلِ انسانی سے بَلٰی والا وعدہ لیا تھا کیا وہ وعدہ آپ کو یاد ہے تو حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا کہ اللہ کے بندے جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام مخلوقِ خُدا سے فرمایا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کہ اے لوگو اے لوگو! کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں، تو سب سے پہلے میں عبدالقادر۔ بَلٰی کہنے لگا، تو نبیُ کریم علیہ السلام نے مجھے فرمایا کہ بیٹا عبدالقادر پہلے اپنے نانا مصطفےٰ علیہ السلام کو جواب دینے دو۔ تو میں خاموش ہوگیا تو سب سے پہلے نبیُ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلٰی فرمایا پھر مخلوقِ خُدا نے یہ سن کر بلٰی کہا اور میں نے بھی کہا۔ مجھے تو یہ منظر آج تک یاد ہے، سُبحان اللہ۔ اسی طرح امام ربّانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مرید نے اسی روزِ ازل والے وعدے کے بارے میں دریافت کیا کہ حضور آپ کو بھی بَلٰی والا وعدہ یاد ہے تو حضور محبوب سُبحانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے جواب دیا بیٹا کیوں نہیں وہ بلٰی والا وعدہ تو ابھی تک میری نظروں کے سامنے گھوم رہا ہے اسی طرح گیارھویں صدی

کے عظیم راہنما قادریوں کے پیشوا حضرت سیّدی سیّد عبداللہ شاہ المعروف بابا بُلھے شاہ قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے پوچھا۔ بابا جی! فرمایا بیٹا کیا بات ہے۔ عرض کی بابا جی روزِ ازل کا وعدہ جس میں تمام مخلوق خدا نے بلیٰ کہا تھا کیا وہ آپ کو یاد ہے۔ فرمایا کیوں ؟ عرض کیا حضور اسلئے کہ یہ وعدہ شیرِ خدا علی المرتضےٰ مشکلکشا، حسنین کے بابا، سرتاجِ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہما، دامادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ وعدہ یاد تھا۔ سہیل تستری کو یہ وعدہ یاد تھا۔ حضرت ذوالنون مصری کو یہ وعدہ یاد تھا، حضرت محبوبِ سبحانی شہباز لامکانی حضور میراں غوث اعظم جیلانی البغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو بھی یہ وعدہ یاد تھا، کیا آپ کو بھی وہ یاد ہے۔ تو بابا بُلھے شاہ قصوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قصور والی سرکار نے اپنی مادری زبان پنجابی میں جواب دیا اور ایسا جواب دیا کہ بابا جی کا ہر شیدائی اس جواب کو سُن کر جھُوم جاتا ہے۔ بابا جی نے فرمایا کہ :۔

کُن فیکُون جدوں فرمایا تے اَسیں وی کولے ہا سے

قالُو بلیٰ اساں کنی سُنیا تے گونگے ڈھورے نا سے

ھِکّا لامکان اساڈا تے ایتھے آن بُتاں وِچ پھا سے

نفس پلید پلید جا کیتا تے کوئی اصل پلیت تے نا سے

سُبحان اللہ کیسا پیارا جواب دیا کہ جب مخلوق خُدا نے بلیٰ کہا تو ہم نے اپنے کانوں سے یہ آواز سُنی تھی کیونکہ ہم وہاں موجود بھی تھے اور کوئی بہرے یا گونگے تو نہیں تھے لیکن یہاں آ کر دُنیا میں جُدا رب سے اس لئے ہو گئے ہیں کہ ہمارے ناپاک نفس نے ہمیں سیدھے راستے سے بھٹکا دیا ہے ورنہ ہم بھٹکنے والے بالکل نہیں تھے۔ اللہ اللہ !۔

یہی بات کسی نے عارفوں کے بادشاہ سلطان العارفین حضرت سُلطان باہو رحمۃ اللہ تعالیٰ سے پوچھی کہ کیا حضرت آپ کو بھی وہ بلیٰ والا وعدہ یاد ہے تو آپ نے اپنی زبان میں اُس کا جواب دیا کہ :۔

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ سُنیا دل میرے نِت قَالُوْابَلیٰ کوکیندی ہُو

حُبّ وطن دی غالب ہوئی ہِک پَل سَوْن نہ دیندی ہُو

قہر پوے تینوں رہزن دُنیا توں تاں حق دا راہ مریندی ہُو

عاشقاں مُول قبول نہ کیتی باہُو توڑے کر کر زاریاں روندی ہُو

کتنا حسین جواب دیا۔ فرمایا کہ میاں تو یاد کرنے کی بات کرتا ہے میاں باہو کو وہ آواز یاد بھی ہے اور مسلسل میری رُوح اس کو ہر دم پکارتی رہتی بھی ہے۔ یہ علیحدہ بات کہ ہم دُنیا میں آکر دُنیا اور وطن کی محبّت میں مغلوب ہو گئے ہیں لیکن دنیا جتنا بھی زور لگائے مگر اللہ تعالیٰ کے سچے عاشقوں کو اللہ تعالیٰ کی محبّت سے پھیر نہیں سکتی۔

اسی طرح چودھویں صدی کے عظیم بزرگ اور چشتیوں کے عظیم قائد جنھوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو مناظرے میں عبرتناک شکست دی اور انگریزوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور غلامی رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کا حق ادا کر دیا یعنی حضرت سیدی سید پیر مہر علی شاہ چشتی سیالوی گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک مرید نے پوچھا کہ یا حضرت آپ کو بھی وہ بلیٰ والا وعدہ یاد ہے کیونکہ حضرت علی المرتضٰے، حضرت سہیل تستری، حضرت ذوالنون مصری حضرت سید عبد القادر جیلانی، حضرت بابا بُلھے شاہ قصوری رضوان اللہ علیہم اجمعین ان سب بزرگوں کو یہ وعدہ یاد تھا تو حضور پیر مہر علی شاہ گولڑوی چشتی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی زبان میں جواب دیا اور فرمایا کہ:۔

کُنْ فیکون تے کل دی گل اے اساں اگے پریت لگائی

توں میں حد نشان دی ناہی تے جدوں دِتی میم گواہی

اجے تے سانوں اوہ پئے دِسدے تے بیلے بوٹے کاہی

مہر علیشاہ رَل ددویں بیٹھے تے جدوں سیک دوہانوں آہی

سُبحان اللہ! فرمایا کہ کُن فیکون تو ابھی کل کی بات ہی ہے اور مہر علی شاہ سے تم اس

سے پہلے کا حال پوچھو تو مہر علی شاہ تمہیں اس سے پہلے کا حال بھی بتائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس وعدے سے پہلے کیا کیا کہا تھا۔ اللہ اللہ۔ قربان جاؤ عظمتِ اولیاء پر ارے میاں جب ولیوں کی نظر پاک کا یہ حال ہے تو نظر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام ہے کیا خوب فرمایا اعلیٰ حضرت نے کہ :۔

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

سرِ عرش پر ہے تری گذر، دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

کروں مدح اہلِ دُوَل رضاؔ پڑے اس بلا میں میری بلا
مَیں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

برادرانِ اسلام! تو بات یہ ہو رہی تھی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام نسلِ انسانی سے بلیٰ والا وعدہ لیا اور پوچھا کہ کیا مَیں تمہارا ربّ نہیں ہوں۔ سب نے یک زبان ہو کر اقرار کیا کہ کیوں نہیں مولا کریم تو ہمارا ربّ ہے، خالق و مالک ہے، یہ وعدہ لینے کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنا اجلاس ختم کر دیا۔ جب یہ اجلاس ختم ہوا تو فرشتے اپنے اپنے مکانات کی طرف جانے لگے، تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا۔ جبرئیل۔ عرض کی۔ جی ربِّ جلیل۔ فرمایا ایک جلسہ تو ختم ہو گیا ہے، اب ایک جلسہ اور کرنا ہے۔ عرض کی مولا کریم! تمام مخلوقات کو حاضر ہونے کا حکم دو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ جبرئیل یہ جلسہ عام جلسہ نہیں ہے اس جلسے میں ہر خاص و عام شریک نہیں ہو سکتے بلکہ اس جلسے میں خاص خاص شخصیات

شریک ہوں گی یا اللہ وہ خاص خاص شخصیات کون لوگ ہیں۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا وہ میرے نبی ہوں گے، وہ میرے رسول ہوں گے، وہ میرے پیغمبر ہوں گے وہ میرے محبوب بندے ہوں گے جو جلسے میں شریک ہوں گے۔ جبرئیل علیہ السلام نے حیران ہو کر عرض کی کہ مولا کریم.....!

میلاد شریف کا پہلا جلسہ

لیکن جب پہلا جلسہ ہوا تو اسمیں تو ہر خاص و عام کو تو نے شرکت کی اجازت فرمائی یا اللہ اس جلسے میں تو تیرے نبی بھی تھے، پیغمبر بھی تھے، ابدال بھی تھے، رسول بھی تھے، صفی بھی تھے، خلیل بھی تھے، ذبیح بھی تھے۔ کلیم بھی تھے، حبیب بھی تھے صحابی بھی تھے۔ تابعی بھی تھے۔ تبع تابعی بھی تھے۔ غوث بھی تھے۔ قطب بھی تھے، ابدال بھی تھے، اولیاء بھی تھے، مومن بھی تھے، مشرک بھی تھے، مسلمان بھی تھے، کافر بھی تھے۔ ایمان دار بھی تھے، بے ایمان بھی تھے۔ منافق بھی تھے، مرتد بھی تھے۔ اپنے بھی تھے، پرائے بھی تھے، لیکن یا اللہ اس جلسے میں صرف تیرے نبی ہوں گے؟ صرف تیرے پیغمبر ہوں گے صرف تیرے رسول ہوں گے؟ صرف تیرے رسول ہوں گے؟ یا اللہ کیا اس جلسے کی کوئی خاص خصوصیت ہے۔ یا اللہ یہ رمز سمجھ میں نہیں آئی بات کیا ہے؟ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ جبرئیل وہ جلسہ تھا میری توحید کا یہ جلسہ ہے میرے حبیب کا۔ وہ جلسہ تھا توحید کا یہ جلسہ ہے سیرت کا۔ وہ جلسہ تھا میری وحدانیت کا، یہ جلسہ ہے میرے حبیب کی رسالت کا۔ وہ جلسہ تھا اپنی شان دکھانے کا، یہ جلسہ ہے اپنے حبیب کی شان دکھانے کا۔ وہ جلسہ تھا میری کبریائی کا، یہ جلسہ ہے میرے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصطفائی کا۔ وہ جلسہ تھا لا الہ الا اللہ کا، یہ جلسہ اپنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ وہ جلسہ تھا رب العالمین کا، یہ جلسہ ہے رحمۃ للعالمین کا۔ وہ جلسہ تھا کائنات کے رب کا، یہ جلسہ ہے کائنات کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اے جبرئیل اس جلسے اور اس جلسے میں بڑا

فرق ہے اے جبرئیل میں رب العالمین کائنات ہستی کو بتانا چاہتا ہوں کہ اے دنیا والو! دیکھو محبوب کے جلسے منانا محبوب کا میلاد منانا یہ کوئی شرک نہیں، یہ کوئی بدعت نہیں یہ کوئی حرام نہیں، یہ کوئی ناجائز نہیں بلکہ یہ میری سُنّت ہے، یہ میرا طریقہ ہے۔ اے جبرائیل جاؤ میرے تمام نبیوں، میرے تمام رسولوں میرے تمام پیغمبروں کو میرے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دو کہ ساری کائنات کا مالک وخالق تمہیں اپنے دربار میں بُلا رہا ہے۔ اللہ اللہ!

میرے دوستو! جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے تمام رسولوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دے دیا، تمام نبی، تمام پیغمبر، تمام رسول، اللہ تعالیٰ کا حکم سنتے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو گئے۔

میرے بھائیو! ذرا خود سوچو اللہ تبارک وتعالیٰ کا دربار کیسا دربار ہوگا۔ جب اس فانی دنیا کے بادشاہوں، وزیروں کے درباروں کی اتنی رونق ہوتی ہے کہ آنکھ ٹکائے نہیں ٹکتی۔ بندہ دیکھ کر سوچتا ہے کہ میں اس دُنیا میں کھڑا ہوں یا کہ جنّت کے بازاروں میں کیونکہ وہ اتنے حسین وجمیل ہوتے ہیں تو اس خالقِ حقیقی اس بادشاہ حقیقی جس کو کبھی زوال آنا نہیں اس کے دربار گوہر بار کا کیا کہنا۔ سُبحان اللہ۔

جب تمام انبیاء علیہم السلام، اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوئے تو ہر پیغمبر کے بیٹھنے کے لئے ایک ایک مسند بچھی ہوئی تھی۔ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی مسند پر آکر بیٹھ گئے۔ جب تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی مسند پر بیٹھ گئے۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبیوں سے فرمایا۔ کہ اے تاجدارانِ نبوّت ہا تمام نبیوں نے عرض کی۔ جی مولا کریم ہم حاضر ہیں۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اے میرے پیارے بندو! سنو میں خدائے ذوالجلال والاکرام نے تم سب کو اپنی تمام مخلوقات میں سے چُن لیا ہے۔ میں نے تمہیں نبی بنا دیا ہے۔ پیغمبر بنا دیا ہے، رسول بنا دیا ہے عنقریب

تم سب نبوت کا تاج پہن کر لوگوں میں جاؤ گے۔ میری توحید اور اپنی نبوت و رسالت کا اعلان کرو گے۔ لوگ تمہارے غلام بن جائیں گے، تمہیں اپنا آقا و مولا سمجھیں گے، تمہاری شہرت تمہاری عزت کے چرچے ہو رہے ہوں گے۔ لوگ تمہاری اطاعت کر کے جنت میں جا رہے ہوں گے۔ میں اپنی کتابیں بھی دوں گا، صحیفے بھی دوں گا۔ عزت بھی دوں گا، شہرت بھی دوں گا۔

پھر اسی حال میں جبکہ تمہاری نبوت کا آفتاب خوب چمک رہا ہوگا، تمہارا کلمہ پڑھا جا رہا ہوگا، تمہارے نام کے ڈنکے بج رہے ہوں گے، پھر گلستانِ نبوت کا سب سے زیادہ حسین پھول میرا سب سے زیادہ پیارا رسول دعائے خلیل، بشارتِ مسیح، ساری مخلوق کا ہادی عرش و فرش کا بادشاہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس تشریف لائے گا۔ تمہاری نبوت اور تمہاری رسالت پر تمہاری کتاب اور تمہاری شریعت پر اپنی تصدیق کی مہر ثبت فرما کر تمہاری صداقت اور تمہاری دیانت کے ڈنگے بجائے گا۔ تو اے نبوت کے تاجدارو! تم میرے اس نورانی دربار میں میرے سامنے اس شہنشاہِ رسالت کے لئے حلفِ وفاداری اٹھاؤ اور وعدہ کرو کہ وہ میرا پیارا حبیب جب تمہارے دور میں تشریف لائیگا تو تم ضرور ضرور ان پر ایمان لانا، تم ضرور ضرور میرے حبیب کی مدد کرنا۔ بولو کیا تمہیں یہ بات منظور ہے۔ تمام رسولوں اور تمام نبیوں نے یک زبان ہو کر عرض کی۔ کہ مولا کریم ہم تجھ سے وعدہ کرتے ہیں کہ جب تیرا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے گا تو ہم تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان بھی لائینگے۔ تیرے حبیب کی مدد بھی کریں گے۔ اللہ اللہ!

میرے بزرگو، دوستو آؤ ذرا اب قرآن کی زبان سُنیئے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبیوں سے کیسے وعدہ لیا اور تمام رسولوں نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ کیسے اقرار کیا۔ پ۳ سورہ عمران ع ۱۷ آیت ۸۱

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ	اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم وہ وقت یاد کیجئے جب اللہ تعالیٰ
النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ	نے تمام نبیوں سے اس بات کا پختہ وعدہ لیا کہ جب
كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ـ	میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں۔

ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ — پھر آجائے تمہارے پاس بڑی عظمتوں والا رسول تمہاری تصدیق کرتا ہوا تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اسکی امداد کرنا۔"

یعنی اے میرے نبیّو، اے میرے رسولو، اے میرے پیغمبرو اے آدم اے نوح اے ابراہیم اے موسیٰ اے عیسیٰ علیہم السلام تمہاری رسالت کا چرچا دنیا میں ہوگا۔ لوگ تمہیں اپنا اپنا نبی رسول سمجھ کر تمہاری تابعداری اور غلامی کر رہے ہوں گے۔ اگر اس زمانے میں میرا پیارا حبیب علیہ السلام اپنی نبوّت کا تاج چمکاتا ہوا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار لہراتا ہوا تمہارے پاس آجائے تو تم نے یہ نہیں کہنا کہ ہم نبی ہیں، ہم پیغمبر ہیں ہم رسول ہیں بلکہ تم یہ کہنا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہیں۔ اے آدم تو یہ نہ کہنا کہ میں نبی ہوں بلکہ کہنا کہ محمد مصطفےٰ علیہ السلام کا امتی ہوں۔ اے نوح تو یہ نہ کہنا کہ میں رسول ہوں بلکہ یوں کہنا کہ میں اللہ کے حبیب علیہ السلام کا اُمتی ہوں صرف اُمتی ہی نہیں بلکہ اگر میرے مصطفےٰ علیہ السلام کو لڑائی کے وقت فوج کی ضرورت پڑ جائے تو اے میرے نبیّو تم سب تلوار پکڑ کر میرے مصطفےٰ علیہ السلام کی فوج بن کر میرے حبیب علیہ السّلام کی مدد بھی کرنا۔ اللہ اللہ۔

حضرات محترم! لَتُؤْمِنُنَّ سے معلوم ہُوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے خاص بندے بعد وفات کے بھی مدد کرتے ہیں کیوں؟ اگر مدد نہ کرتے ہوتے تو اللہ کریم، انبیاء کرام علیہم السّلام سے دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کا وعدہ نہ لیتا حالانکہ اللہ تبارک وتعالےٰ جانتا تھا کہ حضور علیہ السلام کے زمانے میں یہ حضرات وفات پا چکے ہوں گے؟ اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کے نبیوں نے بعد وفات بھی ہماری مدد فرمائی۔ دیکھو! جب حضور علیہ السلام شب معراج کی رات پچاس نمازیں لے کر آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہم پر رحم فرمایا اور ہماری مدد فرمائی اور ہمارے پیارے نبی کریم علیہ السلام کا ایک فوجی بن کر حضور علیہ السلام کو مشورہ

دیا کہ اے میرے آقا یہ نمازیں زیادہ ہیں۔ آپ کی اُمّت اتنی نمازیں نہیں پڑھ سکے گی تو لو لو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی مدد سے پچاس کی پانچ ہوئیں کم نہ ہوئیں اور ضرور ہوئیں۔ یہاں پر ایک بات اور بھی یاد رکھیں کہ نبیوں پر یہ واجب نہیں تھا کہ ہر زمانے کے نبیوں پر ایمان لائیں اور ان کے امتی بن جائیں، دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا ایک زمانہ تھا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام کا ایک زمانہ تھا۔ ایسے ہی حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک زمانہ تھا۔ ان تمام نبیوں پیغمبروں رسولوں میں سے کوئی کسی پر ایمان نہ لایا۔ بلکہ بعض ان میں سے نبی بادشاہ ہوئے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی اُمّت کے بادشاہ اور حضرت ہارون علیہ السلام آپ کے وزیر ہوئے مگر قربان جاؤں اپنے آقا و مولا سیدنا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت و رسالت پر کہ ابھی میرے آقا دنیا میں جلوہ گر ہوئے بھی نہیں لیکن ربّ نبیوں سے میرے محبوب علیہ السلام کا اُمتی بننے کا وعدہ لے رہا ہے کہ اے میرے نبیو! تم ایک دوسرے کے زمانے میں بیک وقت کئی کئی اکٹھے ہو کر جلوہ گر ہو گے لیکن ایک دوسرے پر ایمان لانا تمہارے لئے ضروری نہیں ہو گا مگر اے میرے پیارے رسولو! اگر تمہارے زمانے میں میرا پیارا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آجائے تو تم سب پر یہ ضروری ہو گا کہ اپنی نبوّت چھوڑ کر میرے حبیب علیہ السلام کے اُمتی بن جاؤ۔ سُبحان اللہ۔ کیا خوب فرمایا سنیوں کے محسن اعلیٰ حضرت الشاہ مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہٗ نے کہ۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سب سے بالا و والا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے مولا کا پیارا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

خلق سے اولیاء، اولیاء سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی
اِنکا اُنکا تمہارا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سارے اچھوں سے اچھا سمجھئے جسے ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سارے اونچوں سے اونچا سمجھئے جسے ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
انبیاء سے کروں عرض کیوں مالکو کیا نبی ہے تمہارا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام، خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے تو حضرت خضر علیہ السلام نہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اُمتی بنے نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے اُمتی بنے، بلکہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ میرے کاموں پر صبر نہ کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا جواب دیا:۔

پارہ ۱۵ سورۃ کہف رکوع ۲۰ آیت ۶۸۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ

قَالَ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَاۤ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا۔

"آپ مجھے پائیں گے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا صبر کرنیوالا اور میں نافرمانی نہیں کروں گا۔ آپ کے کسی حکم کا۔"

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام دونوں چل پڑے تو حضرت خضر علیہ السلام نے وہ کام کئے جو شریعت موسوی علیہ السلام کے خلاف تھے، جیسے کشتی توڑنا۔ بے قصور بچے کو ہلاک کرنا، گاؤں والوں کا کھانا نہ دینا لیکن حضرت خضر علیہ السلام کا ان کے میں ایک گرتی ہوئی دیوار کو سیدھا کر دینا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی شریعت پر رہتے ہوئے حضرت خضر علیہ السلام پر اعتراض کیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:۔

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَ بَیْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِیْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا

"یہ میری اور آپ کی جدائی ہے اب میں آپ کو ان باتوں کی حقیقت سے آگاہ کرتا ہوں جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔"

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے کاموں پر اعتراض کیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام آپ اور میں اکٹھے نہیں رہ سکتے لہٰذا میں آپ کو

ان کاموں کی تفصیل بتا دیتا ہوں جن کاموں پر آپ نے مجھ پر اعتراض کیا تھا حضرت خضر علیہ السلام نے تمام کاموں کی تفصیل بتا دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس اپنی قوم کے پاس تشریف لے آئے، نہ آپ خضر علیہ السّلام کے اُمتی بنے نہ حضرت خضر علیہ السّلام آپ کے اُمتی بنے لیکن، قربان جاؤں یہی حضرت خضر علیہ السلام نے بیعت رضوان کے موقع پر میرے اور آپ کے آقا و مولا سیدنا محمد الرسول اللہ علیہ وسلم کے نورانی ہاتھوں پر بیعت کی اور اُمتی ہونے کا اقرار بھی کیا۔ ہاں تو عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں سے کیسے وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا کہ

قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ۔ کیا تم نے اقرار کر لیا اور اٹھا لیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہ

قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۔ تو تمام نبی بولے یا اللہ ہم نے اقرار کیا۔

سبحان اللہ! معلوم ہُوا کہ تمام نبیوں نے میرے پیارے نبی کریم علیہ السلام کی نبوت کا اقرار بھی کیا اور ساتھ ساتھ اپنے اُمتی ہونے کا بھی اعلان کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سرداری کو بھی تسلیم کر لیا۔ رب العالمین نے پھر فرمایا:۔

قَالَ فَاشْهَدُوْا ۔ "اے نبیو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ"

اے آدم تو شیث پر گواہ ہو جاؤ۔ اے شیث تو نوح پر گواہ ہو جا۔ اے نوح تو ابراہیم پر گواہ ہو جا۔ اے ابراہیم تو اسمٰعیل پر گواہ ہو جا۔ اے اسمٰعیل تو لُوط پر گواہ ہو جا۔ اے لُوط تو اسحاق پر گواہ ہو جا۔ اے اسحاق تو یعقوب پر گواہ ہو جا۔ اے یعقوب تو یوسف پر گواہ ہو جا۔ اے یوسف تو موسیٰ پر گواہ ہو جا۔ اے موسیٰ تو ہارُون پر گواہ ہو جا۔ اے ہارون تو یوشع بن نُون پر گواہ ہو جا۔ اے یوشع تو بن نون تو کالب بن یوحنا پر گواہ ہو جا۔ اے کالب بن یوحنا تو حزقیل پہ گواہ ہو جا۔ اے حزقیل تو یحییٰ پر گواہ ہو جا۔ اے یحییٰ تو عیسیٰ پر گواہ ہو جا۔ اے میرے نبیو! اے میرے رسولو ایک

دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔

وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں ۔

اللہ اللہ، قربان جاؤں ساری کائنات کے آقا و مولا سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پر کہ عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ تمام نبیوں سے وعدہ لے رہا ہے اور خود فرماتا ہے کہ میں بھی گواہوں میں شامل ہوں ۔ بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ آگے اور بھی فرمایا، حالانکہ اپنی ربوبیت کا اقرار کرایا گیا تھا تو صرف یہی کہا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، ساری روحوں نے کہا کہ بَلٰی یا اللہ ہاں، تو ہمارا رب ہے۔ بات ختم ہو گئی تھی مگر جب اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور میلاد شریف کا وقت آتا ہے تو تاکیدیں ختم ہی نہیں ہوتیں۔ جب تمام انبیاء کرام علیہم السلام ایک دوسرے پر گواہ ہو گئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ:۔

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔ پس جو نبی اس اقرار کے بعد بھی اپنے وعدے سے پھر جائے تو وہ لوگ حکم سے نکلنے والے ہیں"

حضرات محترم! یہ تھی پہلی محفل میلاد جو حضور علیہ السلام کے لئے منائی گئی میلاد کرنے والا خالقِ کائنات ہے، سننے والے فرشتے اور نبی ہیں، میلاد کرنے والا رب العلمین ہے۔ میلاد سننے والے رسول العالمین ہیں، میلاد کرنے والا بھی نور، میلاد سننے والا بھی نور، جس کا میلاد ہو رہا ہے وہ بھی نور سبحان اللہ۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام کا میلاد منانا یہ سنتِ خدائے ذوالجلال ہے۔ میلاد میں شریک ہونا سنتِ انبیا علیہ السلام ہے۔ اب جو لوگ محفل میلاد کو شرک کہتے ہیں، بتائیں اس میلاد کے جلسے کے بارے میں ان کا کیا فتویٰ ہے اگر کہیں گے کہ یہ محفل میلاد شرک ہے تو سوچو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے نبیوں پر شرک کا فتویٰ لگانے سے باز نہیں آتے وہ تمہارے خیر خواہ کیسے ہو سکتے ہیں اور اگر یہ کہیں گے کہ یہ محفل جائز تھی تو دوستو اگر حضور علیہ السلام کی ولادت سے قبل میلاد منانا

شرک نہیں تواب تو حضور علیہ السلام پیدا ہو چکے ہیں اب میلاد منانا بھلا کیسے شرک ہو سکتا ہے۔

اللہ غنی! اب آؤ۔ میں آپ کو یہ بتاؤں کہ ہمارے پیارے نبی کریم علیہ السلام کا میلاد انبیاء

علیہم السلام نے کیسے منانا۔

میلاد منانا سنّت انبیاء کرام علیہم السّلام

حضرات محترم! حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تک جتنے بھی نبیؑ، پیغمبر، رسُول تشریف لائے سب کے سب حضور علیہ السلام کا میلاد مناتے آئے اور اپنی اپنی اُمت کو حضور علیہ السّلام کی شہادتیں دیتے آئے اور میلاد شریف کی خوشیاں مناتے آئے۔ اب آئیے سب سے پہلے یہ سُنئیے کہ ہمارے جدِّ امجد سیّدنا آدم علیہ السّلام نے حضور علیہ السلام کا میلاد شریف کیسے منایا؟

میلاد شریف اور بابا آدم علیہ السلام

احادیث شریف اور تفسیروں میں آتا ہے کہ جب حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کے وصال پاک کا وقت جب قریب آیا تو آپ نے اپنے بیٹے حضرت سیّدنا شیث علیہ السّلام سے فرمایا کہ بیٹا اب میرے وصال کا وقت قریب آگیا ہے۔ بیٹا میں تمہیں ایک وصیّت کرتا ہوں اس پر عمل ضرور کرنا، انشاءاللہ، دین و دُنیا میں کامیاب رہو گے۔ حضرت شیث علیہ السّلام نے عرض کی کہ ابا حضور فرمائیے آپ کا ہر حکم میرے سر اور آنکھوں پر میں آپ کی ہر وصیّت پر عمل کروں گا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا! بیٹا جب تمہیں کبھی کوئی مصیبت آجائے تو بے صبری نہ کرنا، بلکہ صبر کرنا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور دعا مانگنا کہ اے ربِّ کائنات جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور وسیلے کے اس مصیبت کو دُور فرما انشاءاللہ حضور علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ کے طفیل، اللہ تعالیٰ تیری یہ دُعا ضرور قبول فرمائے گا

اور تیری مصیبت بہت جلد دور ہو جائیگی۔ حضرت شیث علیہ السلام نے عرض کی کہ ابا جان یہ جناب محمد علیہ السلام کون ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ بیٹا یہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میری اولاد میں سے ہونگے اور تقریباً میری وفات کے چھ ہزار ایک سو پچپن سال بعد مکہ شریف میں پیدا ہوں گے اور اُن کے فلاں فلاں اوصاف ہوں گے۔ حضرت شیث علیہ السلام نے عرض کی کہ ——— اے ابا جان آپ نے کیسے یہ پہچان لیا کہ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک ہر مشکل میں کام آتا ہے اور اس نام کے طفیل خدائے پاک ہر مصیبت کو دُور فرما دیتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا۔ بیٹا یہ بات میں نے سُنی سنائی نہیں کہہ رہا بلکہ یہ بات میں تجربے کی بنا پر تمہیں کہہ رہا ہوں، حضرت شیث علیہ السلام نے عرض کی کہ ابا جان یہ تجربہ آپ نے کب اور کیسے کیا، ذرا مجھے بھی تو بتا دیجئے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ بیٹے سُننا چاہتے ہو تو سنو اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے اور تمہاری اُمی حضرت حوّا علیہا السلام کو جنت میں ٹھہرنے کا حکم دیا تھا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اے آدم علیہ السلام اے حوّا علیہا السلام ساری جنت کے میوے کھانا، ساری جنت کی نعمتیں استعمال کرنا، ساری جنت کے پھل توڑ کر کھا لینا۔ لیکن اس درخت (گندم، انگور یا پھر زیتون) کے پاس نہ جانا۔ ہم نے عرض کی ——— مولا کریم ٹھیک ہے ہم اسی طرح کریں گے، لیکن پھر بیٹا ہم نے بھول کر دی گندم کا پھل کھا لیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہم دونوں کو جنت کا لباس اتار کر، تیری ماں کو جدّہ میں اور مجھے ہندوستان کے پہاڑوں میں اُتار دیا۔ بیٹا میں اللہ تعالےٰ کے خوف سے اپنے گناہ پہ نادم ہو کر تین سو سال تک روتا رہا۔ معافی مانگتا رہا، توبہ کرتا رہا مگر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے کوئی رحمت بھرا جواب نہ آیا۔ اللہ تعالےٰ نے میری معافی کا اعلان نہ فرمایا۔

حضرات محترم! سیّدنا آدم علیہ السلام تین سو سال تک اس قدر روئے جس کی مثال دُنیا میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ حالانکہ آپ نے گندم کا پھل جان بوجھ کر نہیں کھایا تھا بلکہ بھول

کر سہواً یہ کھالیا تھا لیکن اس کے باوجود حضرت آدم علیہ السّلام اتنا روئے، اتنا روئے کر رونے کی حد کردی لیکن ہم لوگ جو دن رات، صبح و شام چوبیس گھنٹے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہیں لگے رہتے ہیں، کبھی ہم بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کو یاد کرکے روئے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں! بلکہ گناہ کرکے ہم رونے کی بجائے قہقہے لگاتے ہیں، ہنستے ہیں، مسکراتے ہیں اور اگر کوئی اللہ کا بندہ ہمیں سمجھائے کہ میاں خوفِ خدا کرو۔ اور اپنے گناہوں کو یاد کرکے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں روؤ، توبہ کرو، نماز پڑھو اور برائی کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی گردن جھکادو۔ تو پتہ ہم اس اللہ تعالیٰ کے بندے کو کیا جواب دیتے ہیں۔ کہ چل پرے ہٹ بڑا آیا مُلّاں، مولوی ہمیں سمجھانے۔ توبہ کریں گے ہم اپنے لئے، نماز پڑھنی ہے تو ہم نے اپنے لیے، تُو کون ہوتا ہے ہمیں سمجھانے والا۔ اللہ غنی۔ افسوس ایسے نام نہاد مسلمان پر جو اس قسم کا جواب دے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنی کما حقہٗ بندگی کرنے کی توفیق دے۔

دیکھو! میرے بھائیو۔ ہمارے جدِّ امجد حضرت سیدنا آدم علیہ السّلام نے ایک بھول کر کے اللہ تعالیٰ کی خطا کی اور رونے کی حد کردی اور انہوں نے اپنی گناہ گار اولاد کو سبق دیا کہ اے میرے فرزندو! میری طرف دیکھو اور عبرت حاصل کرو جب میری ایک غلطی پر اللہ تعالیٰ کی طرف تین سو سال تک میری بخشش کا اعلان نہیں فرمایا۔ میری آواز کا کوئی جواب نہ دیا۔ میرے رونے پر کوئی توجہ نہ فرمائی تو خود تم سوچو، تم تو دن رات ہر وقت گناہ کرتے رہتے ہو تو تمہارا کیا بنے گا؟۔ تم قیامت کو اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دے سکو گے؟ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کون سا منہ لے کر جاؤ گے، کیسے حساب دو گے، اللہ غنی۔

اعلیحضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز اسی مقام پر ہم گناہ گاروں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

دِن لہو میں کھونا تیرا اور شب بھر تک سونا ترا
شرمِ نبی، خوفِ خُدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
رزقِ خُدا کھایا کیا فرمانِ حق ٹالا کیا
شکرِ کرم ترسِ سزا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
ہے بُلبُلِ رنگین رضاؔ یا طوطئ نغمہ سرا
حق یہ کہ واصف ہے ترا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ہاں تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت سیّدنا آدم علیہ السّلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اتنے روئے، اتنے روئے کہ حد کر دی۔ حضرت وھب بن مُنبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ حضرت سیّدنا آدم علیہ السّلام ہندوستان کی سرزمین سراندیپ جہاں پر اتارے گئے تھے، یہ ایک بہت بڑا پہاڑ تھا۔ اس پہاڑ پر منہ رکھ کر تین سو سال تک روتے رہے اور تین سو سال میں ایک مرتبہ بھی ندامت کی وجہ سے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا۔ آپ کی آنکھوں سے نکلے ہوئے آنسوؤں سے سراندیپ پہاڑ پر چشمے جاری ہو گئے اور وہ چشمے اس قدر گہرے اور رواں تھے کہ ان میں کشتی چل سکتی تھی۔ اللہ اللہ!

اور آپ کی آنکھوں میں نکلے ہوئے آنسو ندی کی طرح بہتے جاتے اور پرندے آتے اور حضرت آدم علیہ السّلام کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسوؤں کو پیتے اور آپس میں کہتے تھے کہ آج تک اس سے بہتر پانی ہم نے پہلے کبھی نہیں پیا۔ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام ان کی زبان سے واقف تھے تو حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ اے ربّ کائنات، اب تو ان پرندوں نے بھی میری حالت زار پر افسوس کیا ہے۔ قربان جاؤں، حضرت آدم علیہ السلام کے رونے پر تفسیروں میں آتا ہے کہ پانچ آدمی اس دُنیا میں آکر بہت روئے نمبر۱ حضرت آدم علیہ السلام اپنی خطاء پر نمبر۲ حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام کی جُدائی پر نمبر۳: حضرت یحییٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خوف پر نمبر۴ حضرت فاطمہ

فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضور علیہ السلام کے وصال مبارک پر۔ حضرت سیدنا امام زین العابدین، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند کربلا کے واقعات پر، مگر ان تمام بزرگوں سے زیادہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام روئے کیونکہ آپ تین سو سال تک متواتر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ زاری کرتے رہے۔ حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسقدر روئے کہ آپ کے رونے پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھی رونا آگیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بھی حضرت آدم علیہ السلام کے لیئے اللہ تعالیٰ سے ان کی بارگاہ میں سفارش کی۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر کرم فرمایا اور توبہ کرنے کا طریقہ بھی بتلایا۔ آیئے ذرا قرآن پاک سنیئے۔ پ ۱ سورۃ بقرہ رکوع ۴ آیت ۳۶

فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ "پھر سیکھ لیئے آدم نے اپنے رب سے چند کلمے اور اللہ تعالیٰ نے اسکی توبہ قبول فرمائی وہی بہت توبہ قبول کرنیوالا نہایت رحم کرنیوالا ہے"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ توبہ کرنے کا طریقہ حضرت آدم علیہ السلام کو خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے بتایا کہ پیارے اگر مجھے راضی کرنا چاہتے ہو تو ان الفاظ سے میری بارگاہ میں دعا کرو جب تم ان الفاظ سے دعا کروگے تو میں تمہاری دعا قبول فرماتے ہوئے تیری خطا کی معافی کا اعلان کردوں گا اور ساتھ ساتھ تیری نبوت کا اعلان بھی کردوں گا۔ اور تیرے سر پر نبوت کا تاج بھی پہنا دوں گا تو حضرت آدم نے کن الفاظ سے معافی مانگی تو آیئے سنیئے جب توبہ کا وقت آیا تو آدم علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کو القا کیا اور حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان سے چلے پھر سب سے پہلے کعبہ شریف میں آئے اور کعبہ معظمہ کے سامنے کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز ادا کی اور پھر ان کلمات سے دعا مانگی۔ دسویں محرم کی تاریخ تھی اور جمعہ شریف کا دن تھا۔

پارہ آٹھ (۸)، سورت اعراف رکوع ۸، آیت ۲۲۔ دونوں نے یعنی حضرت آدم اور حضرت حوّا نے عرض کی کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ

ظلم کیا اپنی جانوں پر اور اگر نہ بخشا تو ہمارے لیئے اور نہ رحم فرمایا ہم پر تو ہم یقیناً ہر نقصان اٹھانے والوں میں ہونگے۔

یہ دعا کرنے کے بعد پھر یہ کلمات اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں پیش کیئے اور ان الفاظ سے دعا مانگی:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدِكَ وَكَرَامَتِهٖ عَلَيْكَ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ خَطِیْئَتِیْ

کہ اے رب کائنات میں تجھ سے تیرے بندۂ خاص جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور مرتبے کے طفیل اور اسکی بزرگی کے صدقے جو انہیں تیرے دربار میں حاصل ہے مغفرت چاہتا ہوں۔ یا اللہ اپنے حبیب پاک کے صدقے میں میری خطا کو معاف فرمادے'' اللہ اللہ۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اے آدم علیہ السّلام تُو نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچان لیا حالانکہ مَیں نے ان کے جسم کو پیدا ابھی نہیں کیا۔ تو حضرت آدم علیہ السّلام نے عرض کی کہ اے ربّ کائنات جب تُو نے مجھے پیدا فرمایا تھا اور میرے اندر رُوح پھونکی تھی

تو رَفَعْتُ رَاْسِیْ فَرَاَیْتُ عَلٰی قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوْبًا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَعَلِمْتُ اَنَّكَ لَمْ تُضِفْ اِلٰی اِسْمِكَ اِلَّا اَحَبَّ الْخَلْقِ اِلَيْكَ

تو میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو مَیں نے عرش کے ستونوں پر یہ کلمات لکھے ہوئے دیکھے تھے کون کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس میں نے جان لیا کہ جسکا نام تُو نے اپنے نام کیساتھ ملا کر لکھا ہوا ہے وہ نام والا پیارا انہیں ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہے۔''

فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ صَدَقْتَ — اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدم تو نے بالکل صحیح فرمایا کہ
یَا اٰدَمُ اِنَّہٗ لَاَحَبُّ — بیشک وہ حبیب مجھے ساری مخلوق سے زیادہ محبوب اور اے
الْخَلْقِ اِلَیَّ — آدم جب تو نے میرے حبیب کے وسیلے سے بخشش کی دعا مانگی
تو میں نے تمہیں بخش دیا۔ اور اے آدم علیہ السلام اگر وہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔ سبحان اللہ۔ عاشق رسول، خاک پائے مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم حضرت مولانا جامی نور اللہ مرقدہٗ نے کیا خوب نقشہ کھینچا فرماتے ہیں۔

وصلی اللہ علیٰ نورٍ کزو شد نورہا پیدا
زمیں ازحب او ساکن فلک در عشق او شیدا
اگر نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم را نیاوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجیا
ز سرّ اش جامی الم نشرح لک برخواں
ز معراجش چہ می پرسی کہ سبحان الذی اسریٰ

اس کا ترجمہ جناب محمد اعظم چشتی صاحب نے کیا اور کمال کر دیا — کہ

سلام اس نور تے جس توں ہوئے نے نور سب پیدا
زمیں مست اوہدی الفت وچہ فلک دی اوس دا شیدا
اگر سرکار دے نال دا نہ واسطہ آدم نہ دیندا
نہ آدم دی سُنی جاندی نہ بجدا نوح دا بیڑا
الم نشرح لک جامی صفت ہے اُسدے سینے دی
اوہدے معراج دی تعریف سبحان الذی اسریٰ

علامہ احمد بن محمد قسطلانی شافعی مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم
علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں نبی کریم علیہ السلام کے نام کے واسطہ کو پیش کیا

اور اپنی غلطی کی معافی چاہی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ۔ کہ آدم مَیں نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے تمہیں تو معاف کر دیا ہے لیکن

یَا اٰدَمُ لَوْ تَشَفَّعْتَ اِلَیْنَا بِمُحَمَّدٍ فِیْ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَشَفَّعْنَاکَ ۔

"اے آدم اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیکر تمام آسمانوں اور زمینوں کی مخلوق کی شفاعت کی دعا کرتا تو ہم تمہاری شفاعت قبول کر لیتے اور تمام اہلِ آسمان اور تمام اہلِ زمین کی مخلوق کو معاف فرما دیتے۔" سُبحان اللہ ۔

قربان جاؤں سیّد المرسلین حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جن کی طفیل ربّ تعالےٰ نے ہمارے جدِّ امجد حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی ۔ میرے بھائیو! غور کرو جب حضور علیہ السلام کے صدقے ہمارے باپ کی توبہ قبول ہو سکتی ہے تو اگر اس آدم علیہ السلام کے بیٹے حضور علیہ السلام کے اُمتی کملی والے کے غلام، سرکار کے نمکخوار نبی علیہ السلام کے در کے گدا، رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا، اللہ تعالےٰ کے حبیب علیہ السلام کا واسطہ پیش کر کے دعا مانگے گے تو بولو اللہ تعالےٰ، کملی والے کے غلاموں کی دعا نہیں قبول کرے گا ۔ ضرور کرے گا، انشاء اللہ ۔ کتنے بے وفا بیٹے ہیں وہ اور کتنے نمک حرام اُمتی ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ حضور علیہ السّلام کے نام میں حضور علیہ السلام کے دربار میں کیا رکھا ہے ۔ جو نبی اپنے آپ کو قیامت کو نہیں بخشوا سکے گا جو یہ کہتے ہیں کہ جس نبی کو یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ خود بھی جنت میں جائے گا کہ نہیں ۔ معاذ اللہ وہ ہمیں کیسے بخشوا سکے گا ۔ اس کے نام میں کیا پڑا ہے ۔

سامعین کرام! آپ خود جواب دیں کہ ایسا انسان مسلمان ہو سکتا ہے ۔ نہیں ہرگز نہیں اور ہمارے اہلسنّت کے علماء کرام، عوام کا تو یہ عقیدہ ہے ۔ کملی والیا تیرے نام سے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی تو انشاء اللہ تیرے صدقے سے ہمارا بھی بیڑا پار ہو جائے گا ۔

جناب شکیل بدایونی نے اس مقام پر کتنے اچھے یہ شعر فرمائے ہے

نہ کلیم کا تصور نہ خیالِ طورِ سینہ
میری آرزو محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری جستجو مدینہ

مَیں گدائے مصطفےٰ ہوں میری عظمتیں نہ پوچھو
مجھے دیکھکر جہنم کو بھی آ گیا پسینہ

میرے ڈوبنے میں باقی نہ کوئی کسر رہی تھی
کہا المدد یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اُبھر گیا سفینہ

کبھی اے شکیل دِل سے نہ مٹے خیال احمد صلی اللہ علیہ وسلم
اِسی آرزو میں مرنا ، اِسی آرزو میں جینا

حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا بیٹا یہ تھا وہ تجربہ، وہ کہانی، یہ تھا وہ قصہ جو میرے ساتھ پیش آیا۔ بیٹا جب سے اللہ تعالیٰ نے میری توبہ قبول فرمائی ہے اُس دن سے میرا یہ وظیفہ ہو گیا ہے کہ مجھے جو حاجت اللہ تعالےٰ کے دربار میں پیش آتی ہے تو مَیں اسی نام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ پیش کرتا ہُوں تو اللہ تبارک و تعالےٰ میری حاجت کو منظور فرما کر میری دعا قبول فرما لیتا ہے۔ بیٹا تم بھی اسی نام پاک کے طفیل ہمیشہ دُعا مانگنا، انشاءاللہ تیری بھی ہر دُعا و تمنا پوری ہو گی حضرت شیث علیہ السلام نے عرض کی کہ ابا حضُور ایسا کیا کروں گا جیسے آپ نے فرمایا ہے۔

(تفسیر روح البیان اول۔ تفسیر عزیزی اول، تفسیر نعیمی اول پارہ، بیہقی شریف، طبرانی شریف زرقانی۔ درمنثور۔ نشر الطیب ۱۲۔ المستدرک حاکم۔ خصائص کبریٰ اوّل ص ۱۷۔ انوفا اول ۲۔ شواھد الحق ص ۱۳۷۔ مواہب الدنیہ ص ۱۲۔ انوار محمدیہ ص ۱۰ شمائل رسول ص ۲۲ معارج النبوت اول ص ۲۶۳۔ جواہر البحار دوم ص ۳۲۰۔ شفا شریف اول ص ۲۶۳ تبلیغی نصاب ص ۵۸۹)

میلاد شریف اور حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرات محترم! یہ تھے حضرت آدم علیہ السلام جنہوں نے نبی کریم علیہ السلام کا میلاد منایا اور میلاد مناتے مناتے دُنیا سے تشریف لے گئے۔ اب آیئے اور دیکھیئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیسے کملی والے کا میلاد منایا۔ حضرت علامہ صفوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب نزہۃ المجالس اول ص۳۶۷ میں حضرت علامہ امام نووی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کا مقدس گھر بیت اللہ شریف چھ مرتبہ تعمیر کیا گیا ہے۔ ۱ سب سے پہلے کعبہ شریف کو فرشتوں نے بنایا۔ ۲ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا۔ ۳ اس کے بعد حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ معظمہ تعمیر کیا ۴ اس کے بعد پھر قریش مکہ نے اسے بنایا ۵ اس کے بعد حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعمیر کروایا ۶ اور آخری مرتبہ حجاج ابن یوسف نے بنایا اور آج تک وہی بنا موجود ہے۔ مگر بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سنہ ۱۰۴۰ھ میں سلطان مراد بن احمد خان شاہ قسطنطنیہ نے جب کعبہ شریف کی خستہ حالت دیکھی تو اس نے کعبہ شریف کو گرا کر پھر نئے سرے سے حجاج بن یوسف کے طرز پر کعبۃ اللہ شریف کو بنوایا۔ کعبۃ اللہ کے اندر سنگ مرمر کا فرش عمدہ طریقہ سے بچھایا گیا اور کعبہ شریف کی چھت اندرونی طور پر نہایت گہری مخملی لگائی۔ باہر کی دیواریں سنگ خارا سے چونا میں چنیں گئیں۔ اور تمام کعبہ شریف پر بہترین قسم کا ریشمی پردہ ڈلوایا جس پر لکھا گیا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ موجودہ کعبہ شریف سلطان مراد کا بنا ہوا ہے (تفسیر نعیمی ص۶۸۰)

لیکن حضرت علامہ اسمٰعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب تفسیر روح البیان اول ص۵۱۷ میں کہتے ہیں کہ کعبۃ اللہ شریف کی تعمیر دس مرتبہ ہوئی ہے۔

۱: تعمیر ملائکہ، آدم علیہ السلام کی ولادت سے پہلے۔ ۲: تعمیر آدم علیہ السلام ۳: حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند حضرت شیث علیہ السلام ۴: تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام ۵: قوم عمالقہ ۶: قوم جرہم ۷: قصی بن کلاب ۸: قریش مکہ ۹: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ۱۰: حجاج بن یوسف۔ تعمیر کا مطلب یہ ہے کہ کعبہ شریف کی دیواریں درست کی جاتی رہیں نہ کہ بنیادیں اکھاڑ کر بنانا۔

جب حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے کعبہ شریف تعمیر کیا تو یہ تعمیر سیدنا ابراہیم علیہ السلام تک پھر کسی نبی یا رسول نے نہ کی۔ حضرت آدم علیہ السلام کا بنا ہوا کعبہ سیدنا نوح علیہ السلام تک بالکل صحیح رہا لیکن جب حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم نے نافرمانی کی تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے بددعا فرمائی کہ مولا کریم میری قوم تیری وحدانیت اور میری رسالت کو نہیں مانتی، ان سب کو غرق کردے۔

قرآن شریف پارہ ۲۹ سورۃ نوح رکوع ۲/۱۵ آیت ۲۵

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا۔

"اور نوح علیہ السلام نے عرض کی کہ اے ربِ کائنات نہ چھوڑ روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو بستا ہوا۔"

حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا سے تمام کافر غرق ہو گئے سوائے اسی (۸۰) افراد کے جو مسلمان تھے اور پوری دنیا میں پانی ہی پانی ہو گیا جب عذاب والا سیلاب آیا تو اللہ تبارک وتعالےٰ نے اپنے مقدس گھر کی عمارت کو بھی آسمانوں پر اٹھا لیا۔ طوفان کے ختم ہونے کے بعد بیت اللہ شریف کا مقام صرف ایک سرخ ٹیلہ سا رہ گیا۔ لوگ آتے اور اسی ٹیلے کی زیارت کرتے اور دعائیں مانگتے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام تک اسی حال میں رہا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ پیارے خلیل۔ عرض کی جی مولا کریم۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ اپنے بیٹے اسمٰعیل کو لیکر میرے

میرے مقدس گھر کعبہ شریف کو نئے سرے سے بناؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی کہ مولا کریم تیرا گھر میں بنانے کے لیئے تو تیار ہوں، لیکن مولا کریم اس کی چوڑائی کتنی اور لمبائی کتنی ہوگی، اس کی بنیاد کہاں تک ہے، یہ تو بتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میرے خلیل! اس کا بندوبست میں کئے دیتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرئیل ۔ عرض کی جی ربِ جلیل فرمایا جا میرے خلیل کو میرے گھر بیت اللہ کی چوڑائی، لمبائی اور سنگ بنیاد کہاں تک ہوگی ۔ بتا کے آؤ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام، اللہ تعالےٰ کے حکم سے سیدھے خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس تشریف لائے، جگہ کا تعین فرمایا اور بتایا کہ اس اس مقام پر بیت اللہ شریف کی تعمیر کی جائے تو یہاں اللہ تعالیٰ کے گھر بیت اللہ شریف کی تعمیر شروع ہوگئی، قربان جاؤ بیت اللہ شریف تیری شان پر کر تیرے بنانے کا حکم دینے والا کائنات کا مالک خالق ومالک ہے، تیری حدیں بتانے والا نوری فرشتوں کا پیشوا جبرئیل علیہ السلام ہے تیری تعمیر کرنے والا اللہ تعالیٰ کا خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام ہے اور تیرے پتھر رکھانے والا! ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں، دونوں باپ بیٹا یعنی حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہم السلام کعبے کو بنانے لگے۔ کعبہ کی تعمیر کا سلسلہ یکم ذیقعدہ سے شروع ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ بیٹا اسمٰعیل ۔ عرض کی جی ابا جان ۔ فرمایا بیٹا بیت اللہ شریف کی تعمیر کے لئے گارا بناؤ۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے گارا بنایا ـــــ فرمایا بیٹا پہلے پتھر بھی جمع کرلو جن سے کعبہ شریف تعمیر کرنا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ابا جان کا حکم سن کر پتھر اکٹھے کرنے شروع کردیئے۔ کعبہ شریف کی تعمیر میں تین پہاڑوں کے پتھر استعمال ہوئے (۱) کوہِ ابوقبیس (۲) کوہ حرا (۳) کوہ ورقان ۔ جب گارا، پتھر اور سامانِ تعمیر اکٹھا ہوگیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ شریف کو تعمیر کرنا شروع کردیا مستری والا کام اللہ کا خلیل کررہا تھا اور پتھر گارا اٹھانے کا کام جس کو ہم مزدوری کہتے ہیں اللہ کا پیارا نبی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کررہا تھا۔ دیواریں بنتی گئیں لیکن جب دیواریں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قد مبارک سے اونچی ہوئیں تو ہاتھ پہنچنا دشوار ہوگیا۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا۔ بیٹا اسمٰعیل ۔ عرض کی جی ابا جان فرمایا بیٹا! ۔ دیواریں اونچی ہوگئی ہیں، ہاتھ نہیں پہنچ رہا۔ عرض کی ابا جان، اب کیا، کیا جائے؟ اللہ! اللہ۔

سامعینِ کرام! آپ جانتے ہیں کہ آجکل جب مستری تعمیر کا سلسلہ شروع کرتے ہیں تو بہت بڑے بڑے بانس وغیرہ کا اہتمام کیا جاتا ہے، لیکن اس زمانے میں تو یہ بانس وغیرہ بھی نہیں تھے تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا کیا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا بیٹا جاؤ، ان پہاڑوں میں سے کوئی بڑا پتھر اٹھا کر لاؤ جس پر میں کھڑا ہو کر کعبہ شریف کی تعمیر کرسکوں۔ چنانچہ خلیل اللہ کا حکم سن کر، ذبیح اللہ پتھر کی تلاش میں نکلے۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل سے فرمایا اے جبرئیل۔ عرض کی یا ربّ جلیل۔ فرمایا ہمارے خلیل کو پتھر کی ضرورت پڑگئی ہے۔ جاؤ پیارے اسمٰعیل علیہ السلام کو وہ پتھر دو جو میرا آدم جنت سے لے کر دنیا میں گیا تھا اور طوفانِ نوح کے وقت ہمارے نبی ادریس علیہ السلام نے ہمارے حکم سے ان پتھروں کو ابوقبیس پہاڑ میں دفن کردیا تھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ ادھر اللہ کا نبی پتھر کی تلاش میں کوہ قبیس پر چڑھا ادھر نگاہ حضرت جبریل پڑی۔ وہ فوراً حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پاس تشریف لائے۔ جبریل علیہ السلام نے پوچھا حضرت اسمٰعیل نے فرمایا کیا بات ہے؟ جبریل نے فرمایا آپ کیا تلاش کر رہے ہیں؟ فرمایا جبریل! ابا جان کعبہ شریف کی تعمیر فرمارہے تھے کہ دیواریں اونچی ہوگئی ہیں۔ ہاتھ مبارک نہیں پہنچ رہا، اسلئے پتھر تلاش کر رہا ہوں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اللہ کے نبی آؤ میں آپ کو پتھر دوں جن کو آپ کے دادا حضرت آدم علیہ السلام جنت سے دنیا میں لائے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑے خوش ہوئے۔ ساتھ چل پڑے جہاں پر وہ پتھر دفن تھے وہاں سے دو پتھر حضرت جبریل علیہ السلام نے نکالے ایک بڑا

تھا اور ایک چھوٹا تھا۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اسمٰعیل علیہ السلام یہ دونوں لے جائیے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ جبرئیل مجھے دو نہیں صرف ایک پتھر کی ضرورت ہے وہ بھی بڑے کی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ذبیح اللہ! یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، اپنے ابا جان کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سُنا دینا کہ یہ بڑا پتھر اپنے قدموں کے نیچے رکھ کر کعبہ شریف کی تعمیر کریں اور یہ جو چھوٹا پتھر ہے اسکو کعبہ شریف کے درمیان میں رکھ دینا۔ تاکہ جب حاجی حج کرنے آئیں گے، اللہ تعالیٰ کے گھر کا طواف کریں گے تو اس پتھر کو چومیں گے۔ جو اس پتھر کو چومیں گے یہ پتھر اُن کے گناہوں کو چوس لے گا۔ اور قیامت کے دن یہ اپنے چومنے والوں کی سفارش کر کے جنت میں بھی لے جائے گا۔ سُبحان اللہ!

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ان دونوں پتھروں کو لے کر اپنے ابا جان کی خدمت آئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم سُنایا جو جبرئیل علیہ السلام نے سُنایا تھا۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام اب اس پتھر پر کھڑے ہو گئے اور پھر بیت اللہ شریف کی تعمیر کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اللہ کا خلیل پتھر لگاتا جاتا، ذبیح اللہ پتھر اور گارا پکڑاتا جاتا، لیکن جوں جوں کعبہ شریف کی دیوار اونچی ہوتی گئی، ربّ کائنات کی قدرت اور حضرت ابراھیم علیہ السلام کے قدموں کی برکت کی وجہ سے وہ جنتی پتھر خودبخود اُونچا ہوتا گیا۔ قرآن مجید نے کیا خوب منظر پیش فرمایا۔ پارہ اوّل سورۃ بقرہ۔ رکوع ۱۵ آیت ۱۲۷

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمَاعِيْلُ ۔	"اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم وہ وقت یاد کرو جب اُٹھا رہے تھے ابراھیم اور اسمٰعیل علیہم السلام بنیادیں خانہ کعبہ کی۔"

سُبحان اللہ! آیت کریمہ کے شروع پر غور کیجئے، کتنا پیارا جملہ ربّ کریم نے فرمایا کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم وہ وقت یاد کیجئے! کون سا وقت کعبہ شریف کی تعمیر کا وقت۔

سامعینِ کرام! چیز اس کو یاد دلائی جاتی ہے جو چیز پہلے بھی دیکھی ہو لیکن ذہن سے اُتر جائے، تو گویا رب فرما رہا ہے، محبوب جب تمہارے دادا اور باپ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہم السلام بیت اللہ شریف تعمیر کر رہے تھے تم بھی اپنے نورِ نبوت سے ملاحظہ فرما رہے تھے، محبوب وہ وقت یاد کرو۔ اللہ اللہ!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ "اے ہمارے پروردگار قبول فرما ہم سے یہ عمل
اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ بیشک تو سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے"

کعبہ شریف تعمیر ہوتا رہا، جب بیت اللہ شریف کی دیواریں اونچی ہوئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق وہ چھوٹا پتھر دیوارِ کعبہ میں نصب کر دیا گیا جس کو آجکل ہم سنگِ اسود کہتے ہیں، جب سنگِ اسود دیوارِ کعبہ میں نصب کیا گیا تو اُس کی روشنی چاروں طرف دُور دُور تک جاتی تھی، جہاں جہاں تک سنگِ اسود کی روشنی پہنچی وہاں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حرم کے حدود مقرر کر دیئے جس میں شکار وغیرہ منع کر دیا گیا۔ یہ جو پتھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لگایا تھا جس کو سنگِ اسود کہا جاتا ہے اس کا رنگ اس وقت بالکل سفید تھا، گناہگاروں کے ساتھ لگ لگ کے اب بالکل سیاہ ہو گیا ہے۔ کعبہ شریف کی تعمیر پچیسویں ذیقعدہ کو مکمل ہو گئی۔ گویا کعبہ شریف کی تعمیر میں کل پچیس (۲۵) روز لگے۔ کعبہ شریف کی تعمیر کچھ یوں بنی۔ بلندی نو ہاتھ، رکن اسود سے رکن شامی تک کی دیوار ۳۲ ہاتھ۔ رکن شامی سے رکن غربی تک کی دیوار ۲۲ ہاتھ رکن غربی سے رکن یمانی تک ۳۱ ہاتھ۔ رکن یمانی سے پھر رکن اسود تک ۲۰ ہاتھ۔ جب کعبہ شریف مکمل ہو گیا تو خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنا سر آسمانوں کی طرف اٹھایا اور عرض کی کہ اے ربِّ کائنات ہم دونوں باپ بیٹے نے تیرے گھر کی تعمیر مکمل کر لی ہے تو اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے خلیل تو نے اور تیرے فرزند نے میرے گھر کو مکمل کر کے مجھے خوش کر دیا ہے۔ اے ابراہیم علیہ السلام تم نے میرے گھر کی مزدوری کی۔ اے ابراہیم میں اس گھر کا مالک ہوں تو میرے گھر کا مزدور ہے۔

اب ہاتھ اُٹھا اور اپنے مالک سے مزدوری مانگ، اجرت مانگ، پیارے مانگنا تیرا کام ہے عطا کرنا ہمارا کام، لینا تیرا کام ہے، دینا ہمارا کام ہے، جھولی پھیلانا تیرا کام ہے، تیری جھولی کو اپنی رحمتوں سے بھرنا ہمارا کام ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مانگنا شروع کر دیا۔

کیا مانگا؟ دُنیا مانگی؟ دولت مانگی، سونا مانگا، چاندی مانگی، بادشاہت مانگی، وزارت مانگی، سفارت مانگی؟ نہیں، ان میں سے کچھ بھی نہیں مانگا، بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دُعا مانگی جو آج بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔

پارہ اوّل سورت بقرہ رکوع ۱۴ آیت ۱۲۶۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔

"اے ہمارے رب ہم کو فرمانبردار اپنا بنا دے، اور ہماری اولاد سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کر جو تیری فرمانبردار ہو اور بتا دے ہمیں ہماری عبادت کے طریقے اور توجہ فرما ہم پر اپنی رحمت سے بیشک تو ہی توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔"

یہ دُعا مانگنے کے بعد پھر جو آخری دُعا مانگی تو کمال کر دیا، کون سی دُعا کہ۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔

"اے ہمارے رب بھیج ان میں ایک عظمتوں والا رسول انہیں سے تاکہ پڑھ کر سنائے انہیں تیری آیتیں اور سکھائے انہیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک صاف کر دے انہیں بیشک تو ہی بہت زبردست اور حکمت والا ہے۔"

حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہم السلام نے دعا مانگی کہ اے ربّ کائنات، اس کائنات میں ایک عظمت والا، ایک مرتبے والا، ایک عظیم الشان والا رسول بھیج۔ عرض کی رسولاً مطلب کیا تھا کہ مولا کریم جو بھی ہم دونوں میں سے کسی کی اولاد سے ہو بھی ایک اور ہو بھی

عظمت والا، شان وکمال والا۔

میرے بھائیو! تفسیروں، حدیثوں کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے بڑے بڑے نبی آئے، بڑے رسول آئے، لیکن ان دونوں بزرگوں کی اولاد میں سے جو دونوں کی شان کو دوبالا کر سکے۔ وہ صرف اور صرف تمہارے اور میرے کائنات کے والی سیّدنا ومولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں جو ابراہیم علیہ السّلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی مشترکہ اولاد ہیں، گویا حضور علیہ السّلام کی ولادتِ باسعادت سے ہزاروں سال پہلے، اللہ کے نبی حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہم السلام کملی والے کا میلاد شریف کی خوشیاں، دعائیں مانگ کر اور حضور علیہ السّلام کی دنیا میں تشریف آوری کی التجائیں کر کے منا رہے ہیں اور گویا ابراہیم علیہ السّلام کہہ رہے ہیں کہ مولا کریم یہ تیرا مقدس گھر بیت اللہ شریف مَیں نے بنا دیا ہے اب اس گھر کو بسانے والا کائنات کا دولہا، میرا جگر پارہ اپنا حبیب، رسولوں کا سردار سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مولا کریم تو بھیج دے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا میرے خلیل تُو خوش ہو جا ہم نے تیری دُعا کو مقبول فرما لیا ہے، میرے خلیل تمام نبیوں کے بعد تیری دعاؤں کا ثمر، تیری دعاؤں کا پھل تیری آرزوؤں کا سہارا، آمنہ جی کا لعل جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات میں ضرور آئے گا اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے آخر میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر ابراہیم علیہ السلام کی دعا پر صداقت کی مُہر لگا دی۔ اس پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر کعبہ شریف کو وہ بسایا کہ آج پندرہ سو سال ہو گئے کہ کعبے کی عظمتیں دن بدن عروج پر جا رہی ہیں، جب نبی کریم علیہ السلام پیدا ہوئے ہوں گے تو اس وقت اللہ تعالےٰ کے پیارے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خوشیوں کی کوئی انتہاء نہ ہوگی۔ شاعر اس خوشی کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ (روح البیان اوّل پارہ)

؎
محمد مصطفیٰ آئے فضاواں مسکرا پئیاں
گھٹاواں نور برسادن ہواواں مسکرا پئیاں
خلیل اللہ دے خواباں دی ہوئی تعبیراج پوری
جو رو رو منگیاں سن دعاواں مسکرا پئیاں
دُعا دے واسطے صائم جدوں سوہنے ہتھ چائیے
خدا دیاں رحمتاں بن بن گھٹاواں مسکرا پئیاں

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ شریف بنا کر دعا مانگی کہ اے خالقِ کائنات کعبے شریف کو بسانے والا جانِ عالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیج دے تاکہ تیرا مقدس گھر اس کی آمد پہ کائنات عالم کا کعبہ بن جائے۔ معلوم ہوا کہ کعبہ شریف کی بنیاد عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھی گئی، اب اگر کوئی انسان حج کرنے کے لیئے مکہ شریف میں جاتا ہے تو پہلے ضروری ہے کہ اس کے دل میں عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تڑپ ہو اگر عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے دل خالی ہوا اور کعبہ شریف کا طواف کرنے چلا گیا تو یاد رکھنا طواف تو ہوگا لیکن برائے نام۔ حج تو ہوگا لیکن لوگوں کو دکھلاوے گا —— کیوں؟ اسلیئے کہ کعبہ شریف بھی ہر حاجی کو گویا بزبانِ حال یوں کہتا ہے۔ ؎

اگر دِل میں عشقِ محمد نہیں — تو کعبہ میں آنے کی کوشش نہ کرنا
نمازِ محبت نیازِ خدا ہے — وہ سجدہ ہی کیا سر جو جھک کر اُٹھا ہے
اگر تجھ میں جذبہ حسینی نہیں ہے — تو سر کو جھکانے کی کوشش نہ کرنا
محمد کا غم دو جہاں کی خوشی ہے — یہی زندگی ہے یہی بندگی ہے
غمِ مصطفیٰ سے اگر بیخبر ہے — غمِ دل سنانے کی کوشش نہ کرنا

حضرات محترم! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی دُعا مانگ کر ہم غریبوں پر، ہم حضور علیہ السلام کے غلاموں پر بہت بڑا احسان کیا۔ اسلیئے

ہمیں چاہیئے کہ نبی کریم علیہ السلام کے دادا جان کا تذکرہ بھی کیا کریں۔ ان کی شان کے چرچے بھی کیا کریں تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہہ سکیں کہ نبی کریم کے اُمتی بے وفا نہیں باوفا ہیں۔ مَیں نے ان کے لیئے حضور علیہ السلام کی آمد کی دعا مانگی تھی اور حضور علیہ السلام کے اُمتی میرے تذکرے کرتے ہیں، میری شان اور میری عظمت کے ڈنکے بجاتے ہیں۔

ایک نکتہ اس مقام پر ایک بڑا پیارا نکتہ بھی سُن لیجئے۔ وہ نکتہ یہ ہے کہ جب ہم نماز میں درُود پاک پڑھتے ہیں تو ہمیں حضور علیہ السلام کے نامِ پاک کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نامِ پاک بھی لیتے ہیں اور یوں پڑھتے ہیں:۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ دیکھئے اس درودِ پاک میں نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ ساتھ حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کا بھی نامِ پاک ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام میں سے صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام درودِ پاک میں ہے۔ اور کسی نبی کا نہیں؟

تو سُنیئے مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور بزرگانِ دین نے اس کی بڑی پیاری وجہ لکھی ہے۔ فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمارے پیارے نبی سیّدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے لئے دُعا کی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کی دُعا سے ہمیں اللہ کا پیارا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم مِلا ہے۔ چونکہ احسان کا بدلہ احسان ہے، اسلیئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں پڑھنے کے لئے جو درود شریف تعلیم فرمایا، اس میں اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محسن حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو بھی شامل فرما لیا تاکہ اُمت کی طرف سے اپنے محسن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیئے بھی ہدیہ درُود شریف پیش ہو جائے۔

اور هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۔ نیکی کا بدلہ نیکی ہے، پر بھی عمل کیا جائے۔ (جواھر البحار اوّل ط ۴۴۴، ۴۴۴)

سامعینِ کرام! یہ تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جنہوں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف دُعا مانگ کر منایا اور رہتی دُنیا تک بتا دیا کہ کملی والے کا میلاد شریف منانا شرک نہیں، بدعت نہیں، حرام نہیں، ناجائز نہیں بلکہ یہ تو کملی والے کے دادا ابراہیم علیہ السلام اور کملی والے کے باپ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی سُنّت ہے۔ اب آیئے میں آپ کو یہ بتاؤں کہ میلاد شریف حضرت سیّدنا سلیمان علیہ السلام نے کیسے منایا؟۔

میلاد شریف اور حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرات محترم! اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیّدنا حضرت سلیمان علیہ السلام کو پوری دُنیا کی حکومت عنایت فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع فرمان تھی۔ دُنیا میں بڑے بڑے عظمتوں والے حکمران ہوئے ہیں اور تا قیامت ہوتے رہیں گے لیکن جو عظمت اور شان کی بادشاہت اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا فرمائی وہ شاید ہی کسی کو مِلی ہو اور ایسی عظمت والی بادشاہت حضرت سلیمان علیہ السلام کو کیسے نہ ملتی جبکہ خود حضرت سُلیمان علیہ السلام نے ایسی بادشاہت کی دعا مانگی تھی۔ چنانچہ قرآن پاک پارہ ۲۳ سورت صٓ آیت ۳۶ میں وہ دعا آج بھی موجود ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں یوں دعا مانگی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یوں کہا

قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۔

"اے میرے ربّ مجھے معاف فرما دے اور عطا فرما مجھے ایسی حکومت جو کسی کو میسّر نہ آئے میرے بعد بیشک تو ہی بے انداز عطا کرنے والا ہے"

اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام نے جب یہ دعا مانگی تو یہ دعا قبول فرماتے ہوئے آپکو ایسی

ہی حکومت عطا فرمائی جو آپ کے بعد پھر کسی اور کو نہ ملی، وہ حکومت کیسی تھی، اللہ اللہ! حضرت سلیمان کی بادشاہی انسانوں پر تھی، جنوں پر تھی، نباتات پر تھی، جمادات پر تھی، حیوانات پر تھی، ہوا پر بھی تھی، سمندروں پر بھی تھی، سمندر کی مچھلیوں پر تھی حتیٰ کہ تمام زمینی مخلوق، اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السّلام کے ماتحت تھی۔ حضرت سلیمان تمام مخلوق کی بولی بھی سمجھتے تھے۔ آپ انسانوں کی بولیاں بھی جانتے تھے، جنوں کی زبان بھی جانتے تھے۔ پرندوں کی بولیاں بھی، درندوں کی بولیاں بھی جانتے تھے، شیاطین کی بولیاں بھی غرضیکہ ہر قسم کی بولی، اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی سیدنا سُلیمان علیہ السلام کو آتی تھیں، سُبحان اللہ۔

میاں جب حضرت سلیمان علیہ السّلام کی یہ شان تھی کہ وہ تمام مخلوقِ خُدا کی بولیاں جانتے تھے تو خود سوچو حضرت سُلیمان علیہ السلام کے بھی نبی، اللہ تعالیٰ کے حبیب حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی کیا شان ہوگی جو کائنات کے ذرّہ ذرّہ کے نبی ہیں۔ حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لیئے جنّات نے ایک بہت بڑا تخت بنایا تھا، کتنا بڑا؟ کہ تین میل لمبا، تین میل چوڑا وہ تخت سونے اور ریشم سے تیار کیا گیا۔ اس تخت کے درمیان ایک سونے کا منبر بچھایا جاتا تھا جس پر حضرت سیدنا سلیمان علیہ السّلام تشریف فرمایا کرتے تھے۔ اس تخت کے ارد گرد سات لاکھ سونے اور چاندی کی کرسیاں بچھائی جاتی تھیں، سونے کی کرسیوں پر آپ کے وُزراء، شُعراء اور چاندی کی کرسیوں پر علماء کرام بیٹھتے تھے اور باقی جو جگہ بچتی تھی وہاں عام انسان اور جنّات بیٹھا کرتے تھے جب حضرت سُلیمان علیہ السلام کہیں تشریف لے جانا چاہتے تو آپ کا تخت ہوا میں ہوائی جہاز کی طرح اڑتا تھا۔ جب یہ نورانی جماعت ہوا میں تخت پر پرواز کرتی تو حضرت سلیمان علیہ السّلام کے حکم سے پرندے اس پوری جماعت پر پروں سے سایہ کرتے تاکہ سورج کی کرنیں اور گرمی سے محفوظ رہ سکیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام پوری دُنیا کا دَورہ اسی تخت پر

بیٹھ کر کرتے، جہاں جہاں کوئی تکلیف یا پریشانی ہوتی اس کی تکلیف اور پریشانی کو دور فرمادیتے۔ آپ کے تخت کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ ایک ایک مہینہ کا سفر آپ کا تخت ایک دن بلکہ آدھے دن میں طے کرلیتا اور پھر شام کو وہ سفر طے کر کے گھر واپس تشریف لے آتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک پارہ ۱۷ سورۃ انبیاء آیت ۸۰ میں ارشاد فرمایا۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ۔

"اور ہم نے سلیمان علیہ السلام کیلئے تیز ہوا کو فرماں بردار بنادیا۔ چلتی تھی وہ ہوا ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف جسے ہم نے بابرکت بنادیا تھا اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے حضرت سلیمٰن کے لئے ہوا کو مسخر کردیا۔ ہوا کو تابع اور مطیع کردیا۔ میرا نبی علیہ السلام جہاں کہیں بھی جانا چاہتا تو وہ ہوا کو حکم دیتا تو ہوا اس کے تخت کو اڑائے پھرتی اللہ اکبر کیا شان ہے اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کی۔ اے نبیوں کے مثل بننے والو! ایک تم ہو کہ تمہیں گدھا بھی اپنی پشت پر بیٹھنے نہیں دیتا پھر کس منہ سے تم نبیوں ولیوں کی مثل بنتے ہو۔ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک انگوٹھی عطا فرمائی تھی، جب وہ انگوٹھی آپ پہن لیتے تو سارے جنات حیوانات، پرندے، چرندے تمام مخلوقات خدا آپ کے دربار میں حاضر ہو جاتی تھی جب وہ انگوٹھی اتارتے تو دربار برخاست ہو جاتا۔ قربان جائیے اس انگوٹھی کے جس میں اللہ تعالیٰ نے اتنی تاثیر اور برکت رکھی تھی۔

اب آئیے! ذرا دیکھئے اس انگوٹھی میں یہ تاثیر اور برکت کیوں تھی؟ اور اس انگوٹھی پر لکھا ہوا کیا تھا۔ امام المحدثین امام اجل حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۲۱ پر لکھتے ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان

بن داؤد علیہما السلام کو ایک نگ عطا فرمایا۔ اس نگ کو حضرت سلیمٰن علیہ السلام نے اپنی انگوٹھی میں جڑوایا تھا۔ اس نگ کا رنگ آسمانی تھا اور اس نگ پر لکھا ہوا تھا

كَانَ نَقْشُ خَاتَمِ سُلَيْمٰنَ بْنِ دَاوُدَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔

"اس انگوٹھی کے نگ پر لکھا ہوا تھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔

گویا یہ برکت تھی نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جس کے صدقے سے اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تمام کائنات کی سلطنت عطا فرمائی تھی، یہاں جب نبی کریم علیہ السلام کے نام میں اتنی برکت ہے کہ آپ کے نام کے صدقے سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت ملی تھی تو خود سوچو حضور علیہ السلام کی اپنی بادشاہی اور اپنی سلطنت کتنی وسیع ہوگی۔ سبحان اللہ!

حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت تو صرف زمین پر تھی، لیکن ہمارے آقا و مولا سید نا و مولٰینا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بادشاہی صرف زمین پر ہی نہیں بلکہ میرے پیارے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بادشاہی زمینوں پر بھی، عرش پر بھی ہے فرش پر بھی، جنت پر بھی، دوزخ پر، منتہٰی پر بھی ہے اور لامنتہٰی پر، مکاں پر بھی ہے لامکاں پر بھی، تحت الثریٰ سے لیکر سدرۃ المنتہٰی تک میرے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت ہے۔ چنانچہ خود نبی کریم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ۔مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۰

فَاَمَّا وَزِيْرَایَ مِنْ اَهْلِ السَّمَآءِ فَجِبْرَائِيْلُ وَمِيْكَائِيْلُ وَاَمَّا وَزِيْرَایَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ

"مگر ہمارے آسمانی وزیر جبرئیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام ہیں۔ اور ہمارے زمین والوں میں سے دو وزیر ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی سلطنت زمینوں پر بھی ہے، آسمانوں پر بھی آسمانوں کے وزیر ہیں حضرت جبرئیل اور حضرت

میکائیل علیہم السّلام اور زمینوں کے وزیر ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ہاں تو یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت سُلیمان علیہ السّلام کو پوری دُنیا کی سلطنت عطا فرمائی تھی اور ہوا آپ کے حکم کی منتظر رہتی تھی، جہاں حضرت سلیمان علیہ السلام تشریف لے جانا چاہتے، ہوا کو حکم دیتے ہوا آپ کے تخت کو وہیں لے جاتی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ طریقہ پاک تھا کہ آپ اپنی سلطنت کا دورہ فرماتے، کبھی کبھی کسی مُلک میں تشریف لے جاتے تو کبھی کسی مُلک میں۔ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السّلام اپنے تخت پر بیٹھے دُنیا اور اپنی سلطنت کا سفر فرما رہے تھے آپ کے ساتھ تخت پر اس زمانے کے انبیاء کرام اور علماء عظام بھی تشریف فرما تھے، کناروں پر جنّات کھڑے تھے، تخت برابر اُڑ رہا تھا ایک جگہ پر پہنچ کر حضرت سلیمان علیہ السّلام نے تخت کو نیچے اترنے کا حکم دیا۔ تخت نیچے اُتر آیا تو حضرت سلیمان علیہ السّلام نے تمام حاضرین کو حکم دیا کہ یہ تمام جنگل اور یہ تمام راستہ تمام حاضرین جنگل پیدل چل کر طے فرمائیں۔ چنانچہ حضرت سیّدنا سلیمان علیہ السلام کے حکم پر تمام حاضرین نے اور خود حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہ جنگل وہ راستہ جو کہ تقریباً سات آٹھ کلومیٹر تھا پیدل چل کر طے فرمایا، جب یہ ٹکڑا زمین کا تمام حاضرین نے پیدل طے فرمالیا تو حضرت سُلیمان نے تمام امتیوں کو اور تمام بزرگوں کو حکم دیا کہ اب آپ اس تخت پر سوار ہو جائیں تاکہ ہم اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔ حاضرین میں سے ایک بزرگ بولے کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا بات ہے کہ آپ نے تمام روئے زمین کو اس تخت پر بیٹھ کر عبور کیا۔ اسی تخت پر بیٹھے بیٹھے تمام سلطنت کا دورہ فرمایا کہیں کسی مقام پر کسی زمین پر، کسی زمین کے حصے کو پیدل طے نہیں فرمایا۔ لیکن یہ کیا بات ہے کہ جب یہ جنگل کا ٹکڑا آیا تو آپ خود بھی اس تخت سے نیچے اُتر آئے اور تمام حاضرین کو بھی نیچے اترنے کا حکم فرمایا اور پھر یہ زمین کا ٹکڑا پیدل چل کر طے فرمایا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام

نے فرمایا کہ اے اللہ کے بندے یہ زمین کا ٹکڑا ہم نے پیدل چل کر اسلئے پار کیا ہے کہ یہ زمین بڑی برکت والی ہے، بڑی عظمت والی ہے، بڑی شان والی ہے، لہذا ہم نے اس جنگل کا ادب کرتے ہوئے احترام کرتے ہوئے اس کی تعظیم کی ہے اور پیدل چل کر اس کو طے کیا ہے۔

سوال کرنے والے نے عرض کی کہ حضور اس میں کون سی برکت ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ابھی تو یہ جنگل ہے، ابھی تو یہ ویران جگہ ہے لیکن ایک زمانہ آئیگا جب اس جنگل میں منگل ہوگا۔ ویرانی آبادی میں تبدیل ہو جائے گی۔ اور اس آبادی کا نام پاک ہوگا "مدینہ منورہ" اس آبادی پاک میں ساری کائنات کا آقا، سارے رسولوں کا تاجدار، ساری مخلوق کا شفیع، اللہ تعالیٰ کا آخری نبی، رب العالمین کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی شریف کے آخری سال اسی بستی میں گزارے گا۔ اور پھر یہیں انکا وصال ہوگا۔ اور اسی آبادی میں ان کا روضہ شریف بنے گا۔ یہ سرزمین ساری کائنات کے لوگوں کی زیارت گاہ بنے گی، انسان تو انسان، فرشتے بھی آسمانوں سے اس مقام کے لئے ترسیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ستر ہزار فرشتے صبح، ستر ہزار شام کو فرشتے دیدار مزار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاضر ہوں گے۔ اللہ اکبر! حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔

هٰذِهٖ دَارُ هِجْرَةِ نَبِيِّ اٰخِرِ الزَّمَانِ طُوْبٰى لِمَنْ اٰمَنَ وَاتَّبَعَهٗ۔

اے میرے امتیو! یہ گھر اس نبی آخرالزماں کا ہجرت گاہ ہوگا اور بڑے ہی خوش نصیب ہونگے وہ لوگ جو ان پر ایمان لائیں گے۔"

حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے اُمتیو! یہ شہر نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت گاہ ہوگا، بڑے ہی خوش نصیب ہوں گے وہ انسان جو اس گلی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے اور اُن کی غلامی کریں گے۔ جب حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان فرمائے تو حاضرین نے عرض کی کہ یا نبی

اللہ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اُن کا نام کیا ہوگا اور ان کی صفات کیا ہوں گی۔ حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ میرے اُمتیو! اس کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی آسمانوں پر احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا اور زمین پر آپ کا اسم گرامی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ آسمان والے اس کو احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہہ کر پکاریں گے اور زمین والے ان کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام سے یاد کریں گے اور اس کملی والے کی یہ صفات ہوں گی کہ وہ ساری کائنات کا رسول ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوگا، ساری کائنات کا سردار ہوگا۔ لیکن پھر بھی عاجزی انکساری کا پیکر ہوگا۔ لوگ اُسے گالیاں دیں گے، وہ لوگوں کو دعائیں دے گا۔ کُفّار اُسے مجنوں کہیں گے وہ کفار کو سینے سے لگائے گا، مُشرک اسے پتھر ماریں گے وہ ان کے لیئے رحمت کی چادر بچھائے گا۔ غرضیکہ حضرت سُلیمان علیہ السلام نے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف اور تعریف ایسی بیان فرمائی کہ سُننے والے جھوم اُٹھے۔

ایک بزرگ نے پُوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ پیدا کب ہوں گے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میری وفات سے تقریباً ایک ہزار سات سو سال بعد دنیا میں تشریف لائیں گے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میاں، اب چلو اپنی منزل مقصود کی طرف تو حاضرین میں سے ایک بزرگ تھے جن کا نام "تبعؒ" تھا وہ نبی کریم علیہ السلام کی شان سن کر ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر غائبانہ طور پر عاشق ہو چکے تھے، سبحان اللہ! میاں یہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی شان کو سُن کر ہر مومن جان قربان کرنے کے لیئے تیار ہو جاتا ہے۔ جب نبی علیہ السلام کی غائبانہ شان سن کر ہر مومن کا دل جھوم اُٹھتا ہے اور وہ قربان ہونے کے لیئے تیار ہو جاتا ہے تو میاں جو حضرات ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتے ہوں گے وہ کیسے حضور علیہ السلام پر قربان ہوتے ہوں گے۔ کیا خوب فرمایا نجم نعمانی صاحب نے کہ ؎

جب حُسن تھا ان کا جلوہ نما انوار کا عالم کیا ہوگا

بن دیکھے فِدا ہے ہر کوئی دیدار کا عالم کیا ہوگا

جس وقت تھے خدمت میں ان کی ابوبکر عمر عثمان وعلی

اس وقت رسولِ اکرم کے دربار کا عالم کیا ہوگا

کہتے ہیں عرب کے ذرّوں پر انوار کی بارش ہوتی ہے

اے نجمؔ نہ جانے طیبہ کی گلزار کا عالم کیا ہوگا۔

ہاں تو عرض یہ کر رہا تھا کہ ایک بزرگ جن کا نام تبّع تھا وہ نبی کریم علیہ السلام کی شان اور صفات حُسن کر کملی والے آقا پر غائبانہ طور پر عاشق ہو چکا تھا تو اس بزرگ نے نہایت ہی ادب سے حضرت سیّدنا سلیمان علیہ السّلام کی خدمت میں عرض فرمائی کہ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرمایا کیا بات ہے؟ عرض کی کہ آقا اگر آپ اجازت فرمادیں تو میں اس جنگل میں ڈیرے ڈال کر نبی کریم علیہ السلام کی آمد کا انتظار کروں۔ شاید میری عمر میری زندگی میرے ساتھ وفا فرمائے اور میں نبی آخرالزّمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے شرف ہوسکوں۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس تبّع نامی بزرگ سے فرمایا کہ ٹھیک ہے میری طرف سے اجازت ہے، تم رہو اگر تمہاری ملاقات اللہ تعالیٰ اس کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو جائے تو ان کو میرا بھی سلام عرض کرنا۔ اللہ اکبر۔

حضرت سیّدنا سلیمان علیہ السلام تو تشریف لے گئے لیکن یہ بزرگ تبّع اسی جنگل میں ڈیرے ڈال کر اس اُمید پر بیٹھ گئے کہ شاید حضورعلیہ السلام کی زیارت سے مستفیض ہو سکوں کیونکہ اس زمانے میں لوگوں کی عمریں بڑی لمبی لمبی ہوتی تھیں جیسے کہ حضرت نُوح علیہ السلام کی عمر پاک پندرہ سو سال کی تھی۔ اسی طرح اور بھی بڑے بڑے بزرگ لمبی لمبی زندگیاں پاکر دنیا سے رخصت ہوئے۔ اسی بزرگ نے مدینہ شریف کی بستی کی بنیاد رکھی معلوم ہوا ہے کہ مدینہ شریف کی بنیاد عشقِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھی گئی اور یہ بھی معلوم

ہوا کہ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف پہلے نبی علیہ السلام اور پہلے نبیوں کی اُمتیں بھی مناتی آئیں۔

میاں جب پہلے انبیاء کرام علیہ السلام، ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد منائیں اور ان کی اُمتیں ہمارے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد سُن کر عشق سے سرشار ہو کر جھومنے لگیں تو ہم پر تو زیادہ حق بنتا ہے، ہمارے اوپر تو زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم نبی اکریم علیہ السلام کا میلاد شریف منائیں اور جھوم جھوم کر کہیں کہ ؎

آقا کے غلاموں کو اب میلاد منانے دو — سرکار کی آمد ہے راہوں کو سجانے دو
گھر گھر میں چراغاں ہے رحمت کا اُجالا ہے — آقا کی ثنا کر کے تقدیر جگانے دو
چرچا ہے یہی ہر سو کہتا ہے یہ ہر کوئی — تشریف نبی لائے محفل کو سجانے دو

سامعینِ کرام! مکہ معظمہ آباد ہوا تھا قوم جرہم کی بنا پر جو کہ آبِ زم زم کا پانی لینے آئے تھے۔ لیکن مدینہ شریف کی بستی کی آبادی ہوئی دیدارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا پر اور پھر ایسی آبادی ہوئی کہ آج ساڑھے تین ہزار سو سال ہونے کو ہے اور مدینہ شریف کی رونق بڑھتی جا رہی ہے اور انشاء اللہ تا قیامت اس کی عظمت بڑھتی ہی جائے گی اور زائرین کے میلے لگے رہیں گے اور عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف کی زیارت کر کے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دِل کو مسرور کرتے رہیں گے۔ اسی مقام پر اعلیحضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کو ٹھہرانے والے
تو زندہ واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

(روح البیان شریف پ ۱۹ ۔ نصرت الواعظین) معلوم ہوا نبی کریم علیہ السلام کا میلاد شریف منانا حضرت سلیمان علیہ السلام کی سنت ہے۔ اب آخر میں آپ کو بتاؤں۔ کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ السلام کا میلاد شریف، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیسے منایا؟

میلاد شریف اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام

پیارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے کیسے منایا۔ قرآن مجید پارہ ۲۸ سورۃ صف آیت ع ۶ :۔

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ

”اور یاد کرو جب فرمایا عیسےٰ ابن مریم نے اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ میں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہے اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو تشریف لائیگا میرے بعد اسکا نام نامی احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔ پس جب وہ ان کے پاس روشن نشانیاں لیکر آیا تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے،،

حضرات محترم! آیت کریمہ پر غور فرمائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کہ ہمارے نبی کریم علیہ السلام سے ۵۷۰ برس پہلے اس دنیا میں تشریف لائے اور نبوت و رسالت کا پرچار کیا اور ساتھ ساتھ ہمارے پیارے آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و بعثت کی خوشخبری بھی اپنی قوم کو سناتے ہوئے دنیا سے تشریف لے گئے چنانچہ انجیل شریف اس بات کی آج بھی گواہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب

تک اس دُنیا میں لوگوں کو اپنی تبلیغ سے نوازتے رہے تو تقریباً ہر تقریر میں اپنی قوم کو ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بتاتے رہے یکلی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے ڈنکے بجاتے رہے اور لوگوں کو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف سناتے رہے ۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی عمر مبارک جب تیس[۳۰] برس کی ہوئی تو آپ پر وحی آئی اور تین سال تک آپ اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا درس دیتے رہے اور تینتیس[۳۳] سال کی عمر میں رمضان شریف کی ستائیسویں تاریخ کو یعنی شبِ قدر میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر زندہ اٹھالیا ۔ اب انشاء اللہ قیامت کے قریب آپ پھر دنیا میں تشریف لائیں گے ۔ نبی بن کر نہیں بلکہ میرے اور آپ کے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی بن کر آئیں گے ۔ اور چالیس[۴۰] سال تک دنیا میں قیام فرمائیں گے ۔ شادی بھی کریں گے اور آپ کی اولاد بھی ہوگی اور پھر آپ کا وصال ہو جائے گا ۔ اور نبی کریم علیہ کے روضہ پاک کے ساتھ آپ کا مزار شریف بھی بنے گا ۔ جب قیامت قائم ہوگی تو سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ شریف سے اُٹھیں گے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر حضرت صدیق اکبر و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ، یہ چاروں بزرگ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں گے ۔ سبحان اللہ !

کتنا نورانی منظر ہوگا ۔ ہاں تو عرض کر رہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین سال تک اپنی قوم کو تبلیغ فرماتے رہے لیکن جب بھی خدائے ذوالجلال والاکرام کی توحید بیان کی تو ساتھ ساتھ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پاک ذکر بھی ضرور فرماتے ، چنانچہ آیئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کتاب انجیل شریف کا مطالعہ کریں جو اللہ پاک نے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ذات پاک پر اتاری ۔

کل آسمانی کتابیں

حضرت محترم ۔ یہاں ایک بات عرض کروں پھر آگے چلوں تفسیر ابن کثیر نے بہت سی اسناد کے ساتھ یہ بات اپنی تفسیر میں

درج فرمائی ہے کہ ایکدن نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صحابی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نبی کریم علیہ السلام سے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فرمایا ابوذر! کیا بات ہے۔ عرض کی میرے آقا۔ اس دُنیا میں کل کتنے نبی تشریف لائے۔ فرمایا کہ اے ابوذر، اللہ تعالٰی نے اس دنیا میں اپنی مخلوق کو سیدھا راستہ دکھانے کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بھیجے ہیں۔ ابوذر فرماتے ہیں، مَیں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان میں کُل رسُول کتنے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین سو تیرہ (۳۱۳)۔

سامعین کرام! رسُول وہ باکمال مرد ہوتا ہے جو رب کی طرف سے تبلیغ کے لئے بھیجا گیا ہو اور اس کے ساتھ کوئی نئی یا پرانی آسمانی کتاب بھی ہو۔ لیکن نبی وہ ہوتا ہے جو صرف تبلیغ کے لئے آئے وہ کوئی کتاب وغیرہ لیکر نہیں آتا نہ پُرانی نہ نئی بس جو اللہ تعالٰی کا حکم ہوتا ہے اس پر عمل کرتا جاتا ہے۔ لہٰذا ہر رسول نبی تو ہے لیکن ہر نبی رسُول نہیں ہوتا۔

ہاں تو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل آسمانی کتابیں اور صحیفے کتنے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابُوذر، اللہ تعالٰی نے اپنے رسولوں پر ایک سَو (۱۰۰) صحیفے اور چار (۴) کتابیں نازل فرمائیں۔ پچاس صحیفے اللہ رب العزت نے حضرت شیث علیہ السلام پر۔ تیس (۳۰) صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر، دس (۱۰) صحیفے حضرت آدم علیہ السلام پر، اور دس صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر۔ توریت شریف کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، زبور شریف حضرت داؤد علیہ السلام پر، انجیل شریف حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر، قرآن پاک حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

(تفسیر ابن کثیر، تفسیر نعیمی پ ۶ ص ۹۰)

تو بات کیا عرض کر رہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو کتاب مقدس انجیل شریف

اتری اس میں بھی ہمارے پیارے آقا و مولا جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف موجود ہے۔ اس وقت عیسائیوں کے پاس چار انجیلیں ہیں، جن کو عیسائی مستند قرار دیتے ہیں۔ ۱۔ انجیل متی ۲۔ انجیل مرقس ۳۔ انجیل لوقا۔ ۴۔ انجیل یوحنا۔ یہ چاروں انجیلیں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے دنیا سے اٹھائے جانے کے ستر (۷۰) برس بعد لکھی گئیں اور جن حضرات نے ان کتابوں کو مرتب کیا وہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کے صحابہ میں سے نہ تھے بلکہ لکھنے والوں نے جب یہ کتابیں لکھیں تو اس وقت تک انہوں نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کا دین عیسوی بھی قبول نہیں کیا تھا اور نہ ہی مصنفین و مرتبین حضرات نے یہ بتانے کی کوشش کی اور نہ ہی یہ زحمت گوارا کی کہ انہیں یہ کلام فلاں حضرت عیسٰے علیہ السلام کے صحابی کے ذریعہ ملا ہے۔ جیسے ہمارے ہاں مسلمانوں کی احادیث شریف کی کتابیں ہیں، اُن میں تمام راویوں کا ذکر حضور علیہ السلام تک موجود ہوتا ہے، جن جن حضرات نے اُس حدیث کو روایت کیا ہوتا ہے باقاعدہ ان کا نام ان کے والد کا نام ان کی ذات، صورت و سیرت، تقوٰی، پرہیزگاری غرضیکہ ان کے ایک ایک کردار کی عکاسی ہوتی ہے تاکہ حدیث شریف پڑھنے والے کو یقین کامل ہو جائے کہ واقعی یہ حدیث شریف ہمارے پیارے نبی کریم علیہ السلام کی حدیث شریف ہے۔ آیئے نمونے کے طور پر ایک حدیث شریف سناؤں تاکہ آپ کو پتہ چل جائے کہ مسلمانوں کا دین کس طرح سچا ہے:-

ایک حدیث شریف

بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۶

حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُوسٰی قَالَ اَنَا حَنْظَلَۃُ بْنُ اَبِی سُفْیٰنَ عَنْ عِکْرِمَۃَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

امام بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مجھے بتایا عبید اللہ بن موسٰی نے اسے حنظلہ بن ابی سفیٰن نے انہیں عکرمہ بن خالد نے انہیں ابن عمر جن کا نام ہے عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ دونوں باپ بیٹے صحابی ہیں۔ ــــــــــــــــــــــــ کہ

فَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَہَادَۃُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَاِقَامُ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔

"جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے ۱لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دینا ۲ وقت پر نماز پڑھنا ۳ ہر سال زکوٰۃ ادا کرنا۔ عمر میں ایک مرتبہ حج کرنا اور ہر سال رمضان شریف کے روزے رکھنا۔"

سامعینِ کرام! غور فرمائیں کہ اس حدیث پاک کو کیسے پیارے انداز سے بیان کیا اور ساتھ ساتھ یہ بھی بیان کیا کہ کیسے کیسے حدیث چلی اور کیسے مجھ تک یعنی امام بخاری تک پہنچی، سُبحان اللہ، یہ اسلام کی حقانیّت کی دلیل ہے۔ یہی نہیں بلکہ آپ کتابوں کا مطالعہ کر کے دیکھیں کہ محدثین کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے راویوں کی ایسی چھان بین کی ہے کہ پڑھ کر خدا یاد آجاتا ہے اور پڑھنے والا پڑھ کر بخوبی اندازہ لگا لیتا ہے کہ جب حدیث بیان کرنے والے اتنے پاکیزہ اور نیک سیرت حضرات تھے تو ان کی روایت میں بھلا کیسے شبہ ہوسکتا ہے۔

بہرحال بتانا یہ منظور تھا کہ جن مصنّفین نے ان چاروں انجیلوں کو تصنیف کیا ہے انہوں نے یہ بات لکھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کہ یہ آیت مجھے کہاں سے ملی ہے یا کس راوی نے بتائی، تو آپ خود اندازہ لگائیں کہ جن انجیلوں کو ۷۰ ستر سال تک مرتب نہ کیا گیا تھا تو اس طویل عرصے کے بعد جن حضرات نے یہ انجیلیں لکھی ہوں گی تو انہوں نے ضرور اپنی مرضی کی ہوگی، جو دل میں آیا ہوگا لکھا ہوگا۔ اور جو بات دل کو پسند نہ آئی ہوگی، وہ چھوڑ دی ہوگی۔ لہٰذا یہ تمام انجیلیں غیر مستند اور غیر تسلی بخش اور غیر معتبر ہیں، انہیں الہامی، کہا جاسکتا نہ اصلی و معتبر۔ البتہ عیسائیوں کے پاس ایک اور کتاب بھی ہے جس کا نام انجیلِ برنباس ہے۔ اس انجیل کو اگر پڑھا جائے تو اسمیں بہت سارے احکامات اور

بہت ساری آیتیں ایسی موجود ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کئی مقامات پر تقریر کرتے ہوئے ہمارے پیارے آقا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کئے اور حضور علیہ السلام کا میلاد شریف اپنی اُمت کو سنایا اور یہی انجیل برنباس پڑھنے سے اصل انجیل معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اس انجیل کا جو مصنف ہے، وہ کوئی معمولی انسان نہیں تھا بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بڑا چہیتا صحابی تھا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو اس برنباس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے غلامیٔ عیسےٰ علیہ السلام قبول کرلی۔ یہ برنباس قبرص ایک مُلک ہے وہاں کا رہنے والا تھا اور یہ مذہب کا یہودی تھا اور اس کا اصل نام JOSES جوسز تھا لیکن جب اس جوسز نے دینِ عیسوی کی اشاعت کے لیئے سر دھڑکی بازی لگادی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوسرے حواریوں یعنی صحابہ کرام نے اس کو برنباس کا لقب دے دیا برنباس کے معنی ہیں واضح نصیحت کا فرزند۔ یہی حضرت برنباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافی عرصے تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ساتھ رہے اور جو جو کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے جن جن مقامات پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دعوت وارشاد فرماتے یہ برنباس اس کو ساتھ لکھتے رہتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب تمام کلام لوگوں کو سُنادیا اور آپ اللہ کے حکم سے آسمانوں کی طرف چلے گئے۔ تو برنباس نے اس کلام کو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا اور جو انہوں نے اپنی قوم کو سنایا تھا اس کو ایک کتاب صورت دے کر عیسائیوں میں پھیلا دیا اور اس کا نام انجیل برنباس یعنی وہ انجیل جو برنباس نے لکھی۔

یہ برنباس کی انجیل ۳۲۵ عیسوی تک مستند انجیل تسلیم کی جاتی رہی اور لوگ اس کو اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھ کر پڑھتے اور سنتے رہے۔ چنانچہ اس کتاب میں واضح طور پر موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا یا خدا کے بیٹے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اور پیارے [illegible] ہیں اور آپ نے بار بار اس کتاب میں اپنی قوم کو یہ نصیحت فرمائی کہ خدائے

ذوالجلال وحدہٗ لاشریک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں وہ اولاد سے پاک ہے، چنانچہ جب عیسائیوں میں گروپ بندی شروع ہوئی اور عیسائیوں نے یہ عقیدہ گھڑ لیا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نعوذ باللہ، خدا اور خدا کے بیٹے ہیں۔ یہ عقیدہ اتنا زیادہ پھیلا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا سچا دین مٹنا شروع ہو گیا اور پوری دنیائے عیسائیت عقیدۂ تثلیث پر قائم ہے یعنی تین خداؤں پر ۱۔ اللہ تعالیٰ بھی خدا۔ ۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی خدا کے بیٹے جو خدا کے شریک کار ہیں (نعوذ باللہ) حضرت مریم علیہا السلام اللہ بھی خدائی میں شریک (نعوذ باللہ) یہ عقیدۂ تثلیث پوری دنیا میں پھیل گیا اور اس کے بعد یہی عقیدہ عیسائی ملکوں کے بادشاہوں نے بھی سرکاری طور پر نافذ کر دیا اور ۳۸۲ء عیسوی میں یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے تین سو بیاسی سال بعد انجیل برنباس جو صحیح اور اصل انجیل تھی اس پر تمام عیسائی پادریوں نے پابندی لگوا دی اور غلط انجیلیں چھاپ کر اسی کو اپنی دین کی بنیاد بنالیا اور آج تک اسی غلط عقیدے پر ڈٹے ہوئے ہیں اور اپنی دنیا و آخرت برباد کر رہے ہیں تو اس ساری تقریر سے معلوم ہوا کہ اصل انجیل وہی ہے جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے پیارے صحابی اور شاگرد حضرت برنباس نے لکھی۔ آئیے اب اسی انجیل شریف کا مطالعہ کریں

انجیل شریف المعروف انجیل برنباس باب ۴۲ صفحہ ۶۲ باب ۹۶، ۹۸ صفحہ ۱۴۱-۱۴۴

عیسےٰ علیہ السلام کا وعظ

ایک دن اللہ تبارک وتعالیٰ کے پیارے نبی حضرت عیسےٰ علیہ السلام اپنی قوم کے سامنے تقریر فرما رہے تھے، سبحان اللہ کتنی پیاری تقریر ہوگی وہ کہ تقریر کرنے والے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی تھے اور تقریر سننے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب تھے ——— جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکامات سنائے جہنم کے خطرات سے آگاہ کیا اور جنت کی خوشخبریاں سنائیں، تو آپ کی قوم یہ سن کر رونے لگی اور جنت کی بشارتیں سن کر عش عش کر اٹھی۔ تو آپ کی قوم کی ایک بی بی

جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا وعظ سُن رہی تھی، کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی قربان جاؤں! اس مُبارک ماں پر جس ماں کا اے عیسےٰ علیہ السلام تو نے دودھ پیا۔ قربان جاؤں اس ماں کی گود پر جس گود میں اے رُوح اللہ علیہ السلام تو کھیلا ہے اور صدقے جاؤں اس ماں کے قدموں پر جس ماں نے اے پیارے تمہیں جنم دیا ہے۔

جب یہ کلمات اس بی بی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں حضرت مریم علیہا السلام کی ثناء و تعریف میں کہے۔ تو حضرت سیدنا عیسےٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بی بی بے شک میری ماں بڑی شان والی ہے، بڑے کمال والی ہے، لیکن اے بی بی میری ماں حضرت مریم علیہا السلام سے بڑھکر شان والی، بھاگاں والی، کمال والی ایک بی بی ایک مقدس خاتون، ایک باکمال ماں دُنیا میں تشریف لانے والی ہے۔ جن کی گود میں سارے نبیوں کے امام، ساری کائنات کے آقا و مولا، ساری مخلوق کے سردار، اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوں گے اور کھیلیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان فرمائی تو سامعین کرام میں سے آپ کے صحابی تھے تو انہوں نے آپ سے سوال کیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے پیارے مسیح علیہ السلام کیا آپ وہی نبی ہیں جن کی خبر آج سے اڑھائی ہزار برس قبل، اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی تھی کہ اے دُنیا والو! میرے بعد ایک اللہ تعالیٰ کا پیارا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں تشریف لانے والا ہے یاد رکھو جس نے اس کی پیروی کی وہ کامیاب ہوگیا جس نے اُس کی نافرمانی کی وہ دونوں جہانوں میں ذلیل و رسوا ہوگیا۔

تو سُنو میاں حضرت مسیح علیہ السلام نے کیا جواب دیا۔ فرمایا اے میرے اُمتیو! جس نبی کی بشارت حضرت مُوسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے دی تھی، وہ مَیں ہرگز نہیں ہوں بلکہ میرے اندر ان کی کچھ بھی صلاحیت نہیں اور میری تو اتنی بھی شان نہیں کہ مَیں اس اللہ تعالیٰ کے پیارے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کے تسموں کو بھی کھول سکوں۔ اللہ اکبر!

حضراتِ سامعین کرام! یہ کلمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہنایت عاجزی اور انکساری کا تھا دگر نہ نبوّت کے لحاظ سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام برابر ہیں درجے، مرتبے میں ضرور فرق ہے اور سب سے بڑھ کر اعلیٰ وارفع درجہ میرے اور آپ کے آقا و مولا جناب حضرت محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے اُمتیو! میں وہ نبی ہر گز نہیں ہوں جس کی خبر موسیٰ کلیم اللہ علیہ السّلام نے دی تھی بلکہ میرے اندر تو اُن کا سا کچھ بھی نہیں۔ مَیں تو اس قابل بھی نہیں کہ مَیں اُس نبی کے نعلین پاک کے موزوں کو کھول سکوں، بلکہ وہ نبی تو وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات سے پہلے اپنے نوُر سے پیدا کیا تھا اور ظہور اس نبی کا میرے بعد ہوگا اور اس کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

ایک صحابی نے سوال کیا کہ یا رُوح اللہ علیہ السلام، اس پیارے آقا علیہ السّلام کا نام کیا ہوگا؟ اور اس کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کیا ہوں گے؟ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پھر میرے اور آپ کے آقا جناب رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرنے شروع کر دیئے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے صحابہ کرام، نبیِ کریم علیہ السّلام کا میلاد شریف سُن کر حضور علیہ السلام کی سیرت پاک کے بارے میں سُن کر جھومنے لگے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا۔ میرے غلامو! اس کملی والے کا نام زمینوں پر ہوگا محمّد صلی اللہ علیہ وسلم اور آسمانوں پر ہوگا "احمدؐ" صلی اللہ علیہ وسلم۔ زمین والے انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے پکارا کریں گے جبکہ آسمان والے انہیں احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نام سے پکاریں گے۔

سامعین کرام! جب عیسیٰ علیہ السلام کے اُمتیوں نے صحابیوں نے نبیٔ کریم علیہ السلام کا نامِ پاک سُنا۔ میلاد شریف سُنا تو زور زور سے پکار کر کہنے لگے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ

وسلم ۔ اب آجا اپنا مکھڑا پیارا دکھا جا۔ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب آجا اپنا پیارا چہرہ دکھا جا۔ سبحان اللہ گویا عیسیٰ علیہ السلام کے اُمتیوں نے یوں کہا ہوگا ۔

یوں تو سارے نبی مُحترم ہیں مگر
سرورِ انبیاء تیری کیا بات ہے
رحمتِ دو جہاں اِک تیری ذات ہے
اے حبیبِ خُدا تیری کیا بات ہے
روحِ کون و مکاں یہ نگھار آ گیا
سب کی بے چینیوں کو قرار آ گیا
مَرحبا مَرحبا ہر کِسی نے کہا
آمدِ مصطفےٰ تیری کیا بات ہے
حضرتِ آمنہ کے دُلارے نبی
غمزدہ اُمتوں کے سہارے نبی
روزِ محشر کہے گی یہ خلقِ خُدا
سب کے مُشکل کُشا تیری کیا بات ہے

معلوم ہُوا کہ نبی کریم علیہ السلام کا میلاد شریف وہ پیاری سُنّت ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مناتے آئے ۔ اسی طرح جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام دُنیا میں تشریف لائے سب ہی کہتے آئے کہ حضور علیہ السلام دُنیا میں تشریف لائیں گے اور ہم کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام دُنیا میں تشریف لا چکے ہیں ۔ چیز ایک ہی ہے صرف ماضی اور مستقبل کا فرق ہے ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کملی والے کا میلاد منانا شرک ، بدعت ، ناجائز اور حرام نہیں ہے بلکہ انبیاء کرام کی سُنت ہے ۔ نہیں ۔ نہیں آؤ میں آپ کو یہ بھی بتا دُوں کہ نبی کریم علیہ السلام کا میلاد شریف منانا خود ہمارے آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میلادِ شریف خود کملی والے نے منایا

کی سُنت بھی ہے

(مشکوٰۃ شریف ص۵۱۳ ۔ ترمذی شریف نشرالطیب ص۱۸)

نبی کریم علیہ السلام کے پیارے چچا حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدینہ شریف میں بعض بدبخت منافقوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے حسب ونسب شریف میں طعنہ زنی کی کہ نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف باپ دادے کے لحاظ سے کچھ زیادہ بہتر نہیں ہے بلکہ نبی کریم علیہ السلام بھی عام عربیوں کی طرح حسب ونسب والے ہیں ۔ یہ خبر جب کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلی تو آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو اپنے دربار شریف مسجد نبوی شریف میں بُلایا ، اُن میں منافق بھی چلے آئے جو بظاہر مسلمانوں کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھے ۔ جب تمام صحابہ کرام مسجد نبوی شریف میں جمع ہو گئے ۔

فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ اَنَا ۔ فَقَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَقَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ۔ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی شریف کے منبر پر چڑھ گئے اور اپنے صحابہ کرام سے پوچھا کہ میں کون ہوں ؟ تو صحابہ کرام نے عرض کی آپ اللہ کے رسول ہیں ۔ تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محمدؐ ہوں اور میں بیٹا ہوں عبداللہ کا اور پوتا ہوں عبدالمطلب کا ۔ بعد میں فرمایا کہ اے میرے صحابیو ! اللہ تبارک وتعالےٰ نے اس مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے اپنے اچھے لوگوں میں سے بنایا پھر اچھے لوگوں کی دو جماعتیں بنائیں اور مجھے ان لوگوں کی بہتر جماعت میں سے بنایا یعنی انسان دو قسم کے ہیں ۔ عرب اور عجم ان دونوں میں سے عرب افضل ہیں مجھے عربی بنایا پھر اللہ تعالےٰ نے ان اچھے لوگوں کے قبیلے بنائے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اچھے قبیلے میں رکھا ۔

ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمْ بَیْتًا۔ فَاَنَا خَیْرُهُمْ نَفْسًا وَّخَیْرُهُمْ بَیْتًا۔	پھر اللہ پاک نے بہتر لوگوں کے گھر بنائے تو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اچھا گھر بنایا۔ پس میں ذات کے لحاظ سے حسب کے لحاظ نسب کے لحاظ سے صورت اور سیرت کے لحاظ اور گھر کے لحاظ سے مخلوقِ خدا

میں سے بہتر ہوں۔۔

اللہ غنی، حدیث پاک کو غور سے پڑھیں اور توجہ فرمائیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے خود اپنا میلاد شریف سُنایا، اپنے تمام صحابیوں کو باقاعدہ مسجد شریف میں بُلایا اور اپنا پورا حسب ونسب شریف بیان فرما دیا اور گویا اشارہ کر دیا کہ میرے غلامو! میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف منانا، میری سیرت اور صورت کو میلاد شریف کے جلسے میں بیان کرنا۔ میرے بے ادب گستاخ لوگوں کو ڈنکے کی چوٹ پر جواب دینا میں کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّتِ پاک ہے۔

الحمد للہ آج اہل سنّت وجماعت بھی ربیع الاوّل شریف میں پاکستان کے کونے کونے، بلکہ پوری دُنیا کے چپے چپے پر حضور علیہ السلام کا میلاد شریف منا کر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ونسب کو بیان کرکے اور دشمنانِ مصطفےٰ علیہ السلام کو جواب دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّتِ پاک پر عمل کرتے ہیں۔

اے احمدِ مرسل نورِ خدا تیری ذات وصفا کا کیا کہنا
پڑھتے ہیں ملائک صلِّ علیٰ تیری شانِ علا کا کیا کہنا
چہرے پہ قربان شمس وقمر زلفوں پہ تصدق شام وسحر
رخساروں پہ ٹھہرے کس کی نظر تیرے منہ کی جِلا کا کیا کہنا
صابرؔ سے کہاں ہو مدح تیری ترے خُلق میں ہے قرآن بھی
جب تیری ثنا اللہ نے کی پھر مجھ سے گدا کا کیا کہنا

تفسیر ابن کثیر ج ۴ صفحہ ۳۶ ۔ خصائص الکبریٰ جلد اوّل صفحہ ۲۴ ۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۳ ۔ تاریخ الخمیس جلد ۴ صفحہ ۲۳۱ ـــــ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایک دن کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداک ابی و امی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہمیں ایک بات تو بتایئے ۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پوچھو کون سی بات ہے ۔ تو صحابہ کرام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

اَخْبِرْنَا عَنْ نَفْسِكَ ہمیں اپنے بارے میں بتایئے کہ آپکی دنیا میں کیسے جلوہ گری ہوئی اور آپ کا ظہور پاک کیسے ہوا ۔

تو کائنات کے والی، دنیا کے سہارے، میرے اور آپ کے پیارے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ۔

اَنَا دَعْوَةُ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ ۔ میں اپنے باپ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہوں یعنی دعائے خلیل ہوں ۔

وَبُشْرٰی عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ — اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت یعنی خوشخبری ہوں
وَرَأَتْ اُمِّیْ حِیْنَ حَمَلَتْ — اور جب میری والدہ ماجدہ مجھ سے حاملہ ہوئیں
بِیْ اَنَّهٗ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ — تو انہوں نے کہا کہ ایک نور کا ان سے ظہور ہوا
اَضَاءَتْ لَهٗ قُصُوْرُ الشَّامِ — جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے وہ نور میں ہوں

اللہ اللہ! گویا کملی والے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کو اپنا میلاد سنا رہے ہیں۔ حضرات محترم اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام اپنا میلاد شریف اپنی بعثت پاک کا خود ذکر فرما رہے ہیں گویا امت کو بتا رہے ہیں کہ میری صورت و سیرت میری آمد پاک کا ذکر کرنا یہ ناجائز نہیں بلکہ میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت عظیمہ ہے ۔ نبی کریم علیہ السلام نے اپنا میلاد شریف بیان کرتے ہوئے فرمایا وَمِنْ كَرَامَتِیْ عَلٰی رَبِّیْ وُلِدْتُ

مُختُونًا۔ اے میرے غلاموں جب مَیں پیدا ہوا تو میرا ختنہ بھی کیا ہُوا تھا سُبحان اللہ۔

میلادِ مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلادِ پاک خود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے منایا اور جب تک دنیا میں رہے حضور علیہ السّلام کا میلاد مناتے رہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میلاد شریف کی خوشی میں ہر پیر کو روزہ رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ پیر کا دن، کتنا پیارا دن ہے کہ اس دن میں ساری کائنات کا پیر ہمارے آقا و مولا، اللہ تعالےٰ کے پیارے حبیب جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی تھے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اسلام لانے سے قبل یہودی تھے اور توریت شریف جو کتاب اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا مُوسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی، اس کے بہت بڑے عالم اور حافظ تھے۔ جب وہ اسلام لے آئے تو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بن گئے۔ لیکن پھر بھی توریت شریف انہیں مکمل طور پر یاد تھی۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین انہی حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لیجایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ بھائی کعب ہمیں توریت شریف کی وہ آیتیں تو پڑھ پڑھ کر سناؤ جن میں ہمارے اور تمہارے آقا حضرت محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کا اللہ پاک نے میلاد سنایا ہے تو حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر نبی کریم علیہ السّلام کے تمام غلاموں کو اپنے گھر میں بٹھا کر توریت شریف کھول کر وہ آیات کریمہ سنایا کرتے جن میں اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کی شان بیان فرمائی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف سنتے تو وہ عشق عشق کر اُٹھتے اور اللہ تعالیٰ کی ثناء اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کا

نذرانہ پیش کرتے۔ اللہ اکبر! (مشکوٰۃ۔ باب فضائل سید المرسلین)

حضرات محترم! معلوم ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام کا میلاد شریف بیان کرنا حضور علیہ السلام کا میلاد منانا یہ ناجائز نہیں بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی سنت عظیمہ ہے۔ لیکن افسوس کہ بعض لوگ آج اس زمانے میں ایسے بھی موجود ہیں جو برملا کہتے پھرتے ہیں۔ حتیٰ کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پاک پر بیٹھ کر بڑی بڑی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ لوگو! نبی کریم علیہ السّلام کا میلاد شریف منانا ناجائز بدعت، شرک اور حرام ہے اور جو لوگ میلاد شریف مناتے ہیں ان کو پتہ نہیں کیا کیا خرافات اور گالیوں سے نوازتے ہیں اور پھر پوچھتے ہیں عوام سے کہ لوگو بتاؤ کیا نبیٔ کریم علیہ السّلام کا میلاد شریف صحابہ کرام نے منایا۔ اب غریب عوام جن کو وضو کے فرضوں کا پتہ نہیں ہوتا، غُسل کرنے کا طریقہ نہیں آتا اُن کو کیا پتہ، بس جس طرح مولوی صاحب نے کہا عوام نے ہاں میں ہاں میں مِلا دی، لیکن اگر کسی سُنّی عالم سے یہ سوال کریں تو انشاءاللہ وہ ان مولویوں کو بتلائے کہ میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف صحابہ کرام نے منایا کہ آسمان کے فرشتے بھی ان کے میلاد منانے پر آفرین آفرین پکار اُٹھے۔

میلاد نہ منانے والوں کو ایک عالم کا جواب

سامعینِ کرام۔ آپ حضرات نے مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام نامی، اسم گرامی تو سُنا ہوگا

یہ بزرگ اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم اور بہت بڑے ولی تھے۔ آپ ۱۲۱۳ھ یکم رمضان المبارک کو پیدا ہوئے اور ۱۳۲۳ھ ۲۲ ربیع الاوّل شریف کو آپ کا بھارت کے شہر گنج مُرادآباد میں وصال ہوا۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گنج مرادآباد میں لوگوں کو درسِ حدیث اور درسِ قرآن پاک دیا کرتے تھے اور باقاعدگی ۱۲ ربیع الاوّل

شریف کو نبی کریم علیہ السلام کا میلاد شریف مناتے اور تقریر ہوتی - مسجد سجائی جاتی صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا - غرضیکہ جو اہلسنت کرتے ہیں مولانا صاحب کیا کرتے تھے -
گنج مرادآباد میں ایک منکرِ میلاد رہتا تھا - وہ حضرت صاحب کے میلاد کو دیکھ کر میلاد شریف کی شرینی تقسیم ہوتے دیکھ کر بڑا پریشان ہوتا - ایک دن اس سے رہا نہ گیا اور گھر سے سیدھا حضرت مولانا فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا - حضرت اس وقت اپنے مریدوں اور شاگردوں میں بیٹھے تھے - اور اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ سے لوگوں کو مستفیض فرما رہے تھے -

وہ منکرِ میلاد آیا نہ سلام کیا نہ مصافحہ کیا بس آکر بیٹھ گیا اور بیٹھتے ہی سوال کرنے لگا - کہ مولانا کیا صحابہ کرام کے زمانے میں بھی میلاد شریف ہوتا تھا - مولانا صاحب نے فرمایا کہ میاں میلاد شریف میں کیا ہوتا ہے - کیا میلاد شریف میں گالی گلوچ ہوتی ہے ، وہ منکر میلاد جو کہ مولوی بھی تھا ، کہنے لگا کہ حضرت نہیں ، ایسی تو کوئی بات نہیں - تو حضرت نے پھر سوال کیا کہ میلاد شریف کے جلسے میں ڈھول باجے یا تماشے ہوتے ہیں - وہ منکرِ میلاد مولوی صاحب کہنے لگے کہ حضرت جی یہ بات بھی نہیں - تو حضرت نے پھر سوال کیا کہ میلاد شریف کے جلسے میں کفریات یا گناہ کے کلمات کہے جاتے ہیں - مولوی صاحب فرمانے لگے کہ نہیں حضرت جی یہ بھی نہیں ہوتا -

تو حضرت مولانا فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مولوی جی آپ خود ہی بتایئے کہ میلاد شریف کے جلسے میں کیا ہوتا ہے - مولوی صاحب ذرا پریشان سے ہوگئے اور پھر سنبھل کر بولے کہ میلاد شریف میں اسٹیج بنایا جاتا ہے ، روشنی کی جاتی ہے پھر عوام کو جمع کرکے پہلے تلاوت کلام پاک ہوتی ہے پھر نعت شریف ہوتی ہے - پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے حالات ، آپ کے معجزات و کمالات بیان ہوتے ہیں -

پھر صلوٰۃ وسلام پڑھ کر لڈو اور شرینی وغیرہ تقسیم ہوتی ہے پھر نعت شریف ہوتی ہے، بس۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تو اس کا مطلب ہوا کہ میلاد شریف میں ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ مولوی صاحب سر ہلا ہلا کر کہنے لگے۔ جی ہاں جی ہاں! بس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہی ہوتا ہے۔ جب حضرت صاحب نے یہ سنا تو آپ جلال میں آگئے اور تڑپ کر فرمایا۔ مولوی جی جب میلاد شریف میں ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ بیشک صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں بھی میلاد شریف ہوتا تھا اور ضرور ہوتا تھا، یقیناً ہوتا تھا مگر فرق صرف اتنا ہے کہ آجکل لوگ قالین کا فرش بچھا کر، اسٹیج لگا کر، بتیاں جلا کر اور مسجدوں اور گھروں کی چھتوں کے نیچے میلاد شریف کرتے ہیں، لیکن صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میدان جنگ میں چلچلاتی دھوپ میں، گرم گرم جھلستی ہوئی ریت پر اور تلواروں کے سایہ میں میلاد شریف پڑھا کرتے تھے۔

مولوی جی! ہم تو آج میلاد شریف پر لڈو بانٹتے ہیں لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور علیہ السلام کی شان پر سر قربان کرتے تھے۔ مولوی صاحب کیا تمہیں معلوم نہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اپنے گھروں میں، جنگلوں میں، سفر میں حضر میں یہاں تک کہ میدان جنگ میں بھی کملی والے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان کے چرچے کرتے تھے۔ کیا تم نے یہ پڑھا اور سنا نہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جب میدان جہاد میں لشکر کفار کے سامنے پہنچے تھے تو سب سے پہلے صحابہ کے لشکر کے سپہ سالار کافروں کے سامنے یہ تقریر فرماتے تھے "کہ اے کفّار کے گروہ سنو! ہم لوگ پہلے مشرک تھے، بتوں کے پرستار تھے، قتل و غارت گری، لوٹ مار کے عادی تھے، شراب خوری اور حرامکاری جیسی بری لعنتوں پر ہم فخر کرتے تھے۔ کہ اچانک ہم پر فضلِ خداوندی نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ کا محبوب، نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اندر مبعوث ہوئے اور انہوں نے

ہمیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس کلمہ عطا فرمایا اور ہم کو خدائے وحدہٗ لا شریک کا پرستار بنا دیا، انبیاء کرام علیہم السلام کا جانثار بنا دیا اور اسلام کی مقدس تعلیم سے ہمیں نیکوکار و پرہیزگار بنا دیا۔ لہٰذا اے کافروں کے گروہ تم بھی کلمہ پڑھ کے اسلام کے دامنِ رحمت میں آجاؤ یا کم از کم نظام کی برتری تسلیم کر کے جزیہ یعنی اپنے اناج میں سے مسلمانوں کو ٹیکس دیتے رہو ورنہ پھر لڑنے کے لیئے تیار ہو جاؤ۔

حضرت صاحب نے فرمایا دیکھ لو مولوی جی، اسلامی لشکر کا امیر میدانِ جنگ میں بھی میلادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ چکا ہے اور پھر اگر مشرک، کفار اسلام یا جزیہ دینے سے انکار کر دیتا اور اللہ تبارک و تعالیٰ اور نبی کریم علیہ السلام کے خلاف باغیانہ جنگ کے لئے تیار ہو جاتا تو پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میلاد شریف ختم کر کے تلواریں سونت لیتے اور کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر اپنے سر نچھاور کرنا شروع کر دیتے اور صبر و استقلال کے پیکر اور عزم کے پہاڑ بنکر اللہ عزوجل اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں سے ایسی شجاعت سے جنگ کرتے اور مرتے کہ آسمان پر فرشتے بھی مرحبا مرحبا پکار اٹھتے تھے۔

مولوی صاحب! حضرت مولانا فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر بدعت کا فتویٰ لگانے آئے تھے لیکن حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیاری پیاری گفتگو سُنی۔ نورانی وعظ سنا دِل میں اُتر جانے والی تقریر سُنی تو ہوش و حواس اُڑ گئے۔ اُٹھے اور حضرت مولانا کے قدموں میں گر پڑے اور رو کر کہنے لگے کہ حضرت جی میں غلطی پر تھا، مجھے معاف کر دیں۔

حضرت مولانا نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا۔ عرض کی حضور اب تو میں بھی ہر سال اپنے محسن آقا کملی والے محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف منایا کروں گا۔ اللہ اللہ! سامعین کرام دیکھا آپ نے، اللہ والے کتنا نفیس جواب دیتے ہیں کہ دِل کی ساری سیاہی اُتر گئی اور حضور علیہ السلام کی سچی غلامی نصیب ہو گئی۔ یہاں پہ اللہ والوں کی شان ہوتی ہے کہ ایک ہی نگاہ میں کایا پلٹ دیتے ہیں۔

اللہ اللہ کرنے سے اللہ نہ ملے
اللہ والے ہیں جو خدا سے ملا دیتے ہیں

میلادِ مصطفےٰ اور اُمّتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضراتِ محترم! نبی کریم علیہ السلام میلاد پاک ہر جگہ کے مسلمان مناتے ہیں مناتے آئے ہیں اور مناتے رہیں گے انشاء اللہ — حضرت علامہ امام اسمٰعیل نبھانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے انوارِ محمدیہ ص۴۳ میں۔ حضرت علامہ امام احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مواھب لدینہ شریف میں جلد ۱ ص۱۵۹ پر — عارف باللہ حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ماثبت بالسنہ ص۸۵ میں واضح تصریح فرمائی ہے کہ اہلِ اسلام ربیع الاوّل شریف کے مہینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ولادتِ پاک کی محفلیں منعقد کرتے آئے ہیں اور طرح طرح کے کھانے پکا کر صدقات کرتے آئے ہیں۔ اور جس رات نبی کریم علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی اس رات اللہ تعالیٰ کا شکریہ بجا لاتے رہے ہیں ۔ اور خوب مسرت اور خوشی کا اظہار کرتے رہے ہیں ۔ یہ تجربہ بھی کیا گیا ہے کہ جس سال مسلمان جس شہر میں نبی کریم علیہ السّلام کا میلاد پاک مناتے رہے، وہ سال مسرتوں اور خوشیوں کا سال ثابت ہُوا ہے ۔ اللہ تعالےٰ نے میلاد پاک کی برکت سے اس سال رزق میں وسعت نصیب فرمائی، پریشانی دور فرمائی اور دل کے تمام نیک ارادے پورے ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اس بندے پر رحمت فرماتے ہیں جو ربیع الاوّل شریف کے مہینے نبی کریم علیہ السّلام کی آمدِ پاک پر عید منائے اور مسرت کا اظہار کرے، سبحان اللہ!

حضرات سامعین! معلوم ہُوا کہ نبی کریم علیہ السلام کا میلاد پاک منانا یہ صرف بریلویوں کا ہی طریقۂ کار نہیں بلکہ یہ سلسلہ تو روزِ ازل سے چلا آ رہا ہے اور ہر زمانے کے مسلمان محبّت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم میں سرشار ہو کر اپنے پیارے محبوب مولا و آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ

علیہ وسلم کا میلاد پاک مناتے آئے ہیں اور مناتے ہیں اور ان شاء اللہ تا قیامت مناتے جائیں گے۔ پتہ نہیں بعض نام نہاد مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ نہ تو خود وہ میلاد پاک مناتے ہیں اور نہ ہی مسلمانوں کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد منانے دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کے بزرگ میلاد پاک مناتے ہیں۔ چنانچہ دیوبندیوں کے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے امداد المشتاق صفحہ ۵ میں اپنے مُرشد حضرت علامہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"ربیع الاوّل شریف میں حضورؐ علیہ السلام کا مولد شریف تمام اہلِ حرمین یعنی مکہ شریف اور مدینہ شریف کے لوگ کرتے ہیں۔ پس ان کا میلاد شریف منانا ہی ہمارے واسطے حجّت یعنی دلیل کافی ہے اور نبی کریم علیہ السلام کے ولادت کے قیام یعنی تعظیماً کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام پڑھنا کے بارے میں کچھ نہیں کہتا۔ ہاں مجھے قیام کے دوران یعنی میلاد شریف میں کھڑے ہو کر عین وقت پر ایک خاص لطف آتا ہے اور ایک خاص قسم کی کیفیت وسرور حاصل ہوتا ہے۔" ——— اللہ اکبر

یہ لوگ بدعت وشرک کے فتوے لگاتے ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ ہمارے لئے حرمین شریف کا میلاد منانا کافی ہے لہٰذا ہم بھی منائیں گے، لیکن یہ میلاد منانے والوں کو بدعتی کہتے ہیں۔ دوستو یاد رکھو میلاد شریف منانا بہت بڑی سعادت ہے جس گھر میں میلاد شریف منایا جائے وہ گھر بڑا بابرکت ہوتا ہے۔ جس محلہ میں منایا جائے وہ محلہ بڑی برکت والا ہوتا ہے جس مُلک میں منایا جائے وہ مُلک بھی بڑی برکت والا ہوتا ہے اور میلاد شریف میں لطف وسرور بھی بڑا ہوتا ہے۔ جب عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد سنتا ہے تو اس کا دِل عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز ہو جاتا ہے، انسان تو انسان حیوان بھی میرے کملی والے

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف سن کر ادب و تعظیم سے سنتے ہیں۔ ملفوظات حضرت اعلیٰ جلد ۴ صفحہ ۱۱ میں اعلیحضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن بارہ (۱۲) ربیع الاول شریف کو اپنے مکان میں بیٹھ کر اپنے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میلاد شریف پڑھ رہا تھا، حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے واقعات، حضور علیہ السلام کی سیرت پاک کے واقعات پڑھ رہا تھا کہ اچانک میں نے دیکھا ایک بندر باہر سے دوڑتا ہوا آیا اور میرے کمرے کی دیوار سے چمٹ کر بڑے باادب طریقے سے بیٹھ گیا، جب تک میں حضور علیہ السلام کا میلاد پڑھتا رہا وہ بندر بھی بیٹھ کر میلاد شریف سنتا رہا۔ میلاد پڑھنے کے بعد میں نے قیام کیا یعنی کھڑے ہو کر اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام پڑھنا شروع کر دیا، تو میں نے دیکھا کہ وہ بندر بھی باادب طریقے سے کھڑا ہو گیا اور جب تک میں حضور علیہ السلام پر صلاۃ وسلام پڑھتا رہا وہ بندر برابر کھڑا رہا۔ جب اعلیحضرت عظیم البرکت، میلاد شریف اور صلاۃ وسلام پڑھنے سے فارغ ہوئے تو وہ بندر چپ کر کے جس طرف سے آیا تھا اسی سمت روانہ ہو گیا۔

اعلیحضرت فرماتے ہیں، دیکھو بندر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف سن کر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جھوم گیا۔ کیوں؟ اس لیئے کہ وہ بندر تھا۔ وہابی نہ تھا۔

اور حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمان ہے (شفاء شریف اول صفحہ ۲۰۶)

كُلُّ شَيْئٍ يَعْلَمُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا كَفَرَةُ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ۔ کہ کافر جنوں اور انسانوں کے علاوہ تمام مخلوقات خدا جانتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ عزوجل کا پیارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔"

اسی طرح اعلیحضرت عظیم البرکت کا ایک مرید تھا جناب مرزا بیگ صاحب وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے گھر میں ربیع الاول شریف کے مہینے میں نبی کریم علیہ السلام کی میلاد شریف کی محفل کا اہتمام کیا۔ منبر بچھایا گیا، کرسی رکھی گئیں، علمائے کرام تشریف لائے

شہر کے سُنّی عوام کثیر تعداد میں حضور علیہ السّلام کی محفل میلاد میں شریک ہوئے۔ علماء کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے ولادت کے واقعات لوگوں کو سُنانے شروع کر دیئے۔ عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہُوا سمندر اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف سُن کر مسرور ہو رہا تھا کہ اچانک لوگوں نے کیا دیکھا کہ بہت بڑا سانپ خدا جانے کہاں سے آیا دوڑتا ہُوا سیدھا منبر کے نیچے آکر بیٹھ گیا اور علماء کرام کا واعظ سُننے لگا۔

لوگوں نے کہا کہ مرزا صاحب سے نے کہا کیا بات ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ایک سانپ منبر کے نیچے بیٹھا ہے، خطرہ ہے کہ کہیں کسی انسان کو تکلیف نہ پہنچائے، لہٰذا اس کو مار دینا چاہیئے۔ مرزا صاحب نے کہا کہ نہیں میاں میں نے یہ محفل اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کیلئے بلائی ہے، خدا کی قسم جس طرح تم میرے مہمان ہو اسی طرح یہ سانپ بھی میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی محفل کا مہمان ہے۔ میں اس پر ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ جب تک محفلِ میلاد جاری رہی وہ سانپ بڑے ادب سے سُنتا رہا، اور جب محفل ختم ہو گئی تو وہ جس طرف سے چل کر آیا جھومتا ہُوا اسی طرف چلا گیا۔ کسی نے بھی اس کو اور اُس نے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی۔ گویا میلاد شریف سُن کر اپنے ٹھکانے کی طرف چلا چلا گیا ——— اللہ اللہ!

کونین کے گوشے گوشے پر چھائی ہوئی رحمت ہوتی ہے
محبوبِ خدا کی دُنیا میں جب عیدِ ولادت ہوتی ہے
تھے جنّ و بشر حور و غلماں استادہ پئے تعظیم نبی
کیوں لوگ قیام کے مُنکر ہیں کیا اِن پہ قیامت ہوتی ہے
تعظیم کا مُنکر شیطاں تھا وہ دیو لعین مردود ہوا
توقیرِ نبی صلّی اللہ علیہ وسلم جو کرتے نہیں خواراں کی جماعت ہوتی ہے

حضرات سامعین کرام میری اس تقریر سے یہ ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام کا میلاد شریف منانا یہ کوئی نیا کام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ، انبیاء کرام علیہم السلام حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور تمام مسلمانوں نے نبی کریم علیہ السلام کا میلاد شریف منایا اور ان شاء اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے غلام قیامت تک میلاد شریف مناتے رہیں گے۔

اللہ عزوجل ہر سب کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف منانے کی اور اس کی برکتوں، رحمتوں کو لوٹنے کی توفیق عطا فرمائے ــــ آمین ثم آمین۔

الحمد للہ رب العالمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دُوسرا وعظ شریف

میلاد شریف منانے کا فائدہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاٰلِ سُنَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ ھُوَ رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ اَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ ہ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ بَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ۔

وَ اَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ۔ پارہ ۳۰ رکوع ۱۸ آیت ۱۱۔

ترجمہ:۔ "اور اپنے رب کریم کی نعمتوں کا خوب چرچا کر۔"

محترم سامعین کرام! اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنی نعمتوں کے ملنے پر خوشی کرنے کا حکم دیا ہے اور بتا دیا کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں جب میری نعمت کا ظہور ہو تم پر ہو تو اس کا خوب چرچا کرو۔ اس کی خوب تشہیر کرو اور میرے بندوں کو بتاؤ کہ اے مخلوق خدا۔ اے نبی کریم علیہ السلام کا کلمہ پڑھنے والوں۔ ادھر دیکھو، ادھر آؤ اور دیکھو میرے اللہ پاک نے مجھ پر کتنا کرم کیا ہے۔ کتنی مہربانی فرمائی کہ فلاں فلاں نعمتیں اپنی بارگاہِ بے نیاز سے اس نے مجھے عنایت فرمائیں ہیں۔

مسلمانو! معلوم ہوا کہ جس دن اللہ تعالیٰ کوئی مسلمانوں کو نعمت عطا فرمائے اس دن خوشی کا اظہار کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور بلاشبہ حضور سرورِ کائنات فخر موجودات رحمت عالم نور مجسم سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ذالاصفات مسلمانوں کے لیئے، ایمان والوں کے لیئے نبی کریم علیہ السلام کے امتیوں کے لیے، عاشقوں کے لیئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم نعمت ہیں۔

تو جس روز اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس نعمت کو ہمارے پاس بھیجا اس روز خوشی کرنا جلوس نکالنا، جلسے کرنا، کھانا پکا کر غریبوں، مسکینوں میں تقسیم کرنا، مسجدیں سجانا، گھروں کو دلہن بنانا۔ اس آیت کریمہ پر عمل کرنا ہے، جو لوگ نبی کریم علیہ السلام کا میلاد منانے اور خوشیاں کرنے سے روکتے ہیں گویا وہ اللہ تعالیٰ کی اس آیت کریمہ سے درپردہ انکار کر رہے ہیں، کیونکہ اللہ تعالےٰ تو فرمائے کہ میری نعمت ملنے پر خوب خوشی کرو، خوب چرچا کرو لیکن یہ یہ کہیں کہ ناں ناں بارہ ربیع الاوّل شریف کو خوشی نہ منانا، جلسے نہ کرنا، جلوس نہ نکالنا مٹھائیاں نہ بانٹنا۔ چراغاں نہ کرنا۔

کیوں صاحب! یہ کیوں نہ کریں۔ جواب ملتا ہے بارھویں ربیع الاوّل شریف کو خوشی منانا شرک ہے، جلوس نکالنا بدعت، چراغاں کرنا حرام ہے۔ خیرات کرنا ناجائز۔ جلسے کرنا فضول گھروں کو سجانا اسراف۔ میرے دوستو بتاؤ یہ زیادتی ہے کہ نہیں؟ زیادتی ہے اور ضرور ہے!

اب دعوتِ فکر دیتا ہوں، اُن مسلمانوں کو جو نبی کریم علیہ السلام کا میلاد شریف نہ خود مناتے ہیں اور نہ ہی منانے والوں کو اچھا سمجھتے ہیں کہ وہ خود فیصلہ کرلیں، بات خالقِ کائنات کی ماننی چاہیئے یا مخلوق خدا کی؟۔

اور سُنیئے آیئے قرآن پاک کی آیت کریمہ سنیئے اللہ تعالیٰ قرآن پاک پارہ ۱۳ آیت ۵ سورت ابراہیم میں ارشاد فرماتا ہے:۔

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ ۔ ترجمہ:۔ یاد دلاؤان کو اللہ کے دن ۔

حضرات گرامی! اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ تمام دن اور تمام راتیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہی پیدا فرمائے ہیں اور تمام دن اور تمام راتیں اللہ پاک کی ہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون سے دن ہیں جن کو خاص طور پر یاد دلانے کا حکم دیا جارہا ہے تو راس المفسرین صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور نبی کریم علیہ السلام کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت مجاھد اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر مفسرین کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ ایام اللہ سے مُراد وہ دِن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر انعامات فرمائے ۔

میرے بھائیو! ایمان والے جانتے ہیں کہ سردارِ دوجہاں باعثِ کون ومکان رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین سیدنا ومولانا وماوٰنا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں اور باقی تمام نعمتیں کملی والے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صدقہ ہیں ۔ خدا کی قسم اگر حضور علیہ السلام نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی مقام پر فرماتے ہیں کہ ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
ارے جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

تجھ سا سیاہ کار کون اُن سا شفیع ہے کہاں
پھر وہ تجھی کو بھول جائیں دل یہ ترا گمان ہے

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

اُن کا صدقہ

حضرت مُلّا معین الدین کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب معارج النبوت اوّل ص ۳۰۸ معارج النبوت دوم ص ۳۴/۳۵ اور ص ۵۷۲ میں اور حضرت علامہ مُلّا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے موضوعات کبیر ص ۳۲۵ میں یہ روایت درج فرمائی ہے کہ

نبیٔ کریم علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو طور پہاڑ پر بُلا کر اپنے پیارے کلام سے نوازا اور اپنی بارگاہِ لم یزل سے اپنی پیاری کتاب توریت شریف عطا فرمائی تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام بڑے خوش ہوئے۔ اور بارگاہِ خداوندی میں اپنا سر جھکا کر عرض کی۔ کہ اے ربِ کائنات تو کتنا کریم ہے، تُو نے مجھ پر کتنا لطف فرمایا کہ اپنی پیاری کتاب توریت شریف مجھکو عنایت فرمائی ہے اور یہ ایسی کتاب ہے جو آجتک کسی نبی کو نہیں عطا کی لیکن یہ تُو نے مجھکو ہی عطا فرمائی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا۔ کہ اے میرے پیارے کلیم اللہ علیہ السلام ہم نے تیرے دل کو کشادہ اور وسیع پایا تو یہ کتاب تجھ کو عطا فرما دی۔ ربِ کائنات نے فرمایا۔ اے موسیٰ علیہ السلام کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں تمہارے قریب سے قریب تر ہو جاؤں، یہانتک کہ تمہاری آواز سے بھی زیادہ قریب، تمہاری زبان سے بھی زیادہ قریب، تمہاری فکر سے بھی زیادہ قریب

تمہارے دل سے بھی زیادہ قریب، تمہاری روح سے بھی زیادہ قریب، تمہارے بدن سے بھی زیادہ قریب، تمہاری آنکھوں سے بھی زیادہ قریب، تمہارے کانوں سے بھی زیادہ قریب، یہاں تک کہ تمہارے جسم کے ہر عضو سے بھی زیادہ قریب۔

توحضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ یارب لِم یزل کیوں نہیں، تو میرے قریب سے قریب تر ہو جائیں تیری رحمت کے قریب ہو جاؤں تو اللہ تعالیٰ عزوجل نے ارشاد فرمایا:۔ فَخُذْ مَآ اٰتَیْتُکَ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ وَمُتْ عَلَی التَّوْحِیْدِ وَعَلٰی حُبِّ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَکْثِرِ الصَّلٰوۃَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اے میرے پیارے کلیم اللہ علیہ السلام جو کچھ میں نے تمہیں عطا فرمایا ہے اس کا شکریہ ادا کرو اور میری توحید اور میرے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر جان دینا اور جبتک زندہ رہنا زیادہ سے زیادہ میرے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے رہنا۔"

اے میرے پیارے موسیٰ علیہ السلام جوں جوں تو کثرت سے میرے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے گا توں توں میری رحمت تیرے قریب ہوتی جائیگی اور میرے کلیم اللہ علیہ السلام یہ میرا پیغام اپنی قوم بنی اسرائیل تک بھی پہنچا دو کہ جو شخص میرے پیارے نبی علیہ السلام کا منکر ہوگا اور اس سے بغض رکھے میں اس کو دوزخ کے شعلوں میں ڈالوں گا۔ قیامت کے دن اس کو اپنی زیارت سے محروم کر دوں گا۔ اور کوئی میرا پیغمبر ان کی شفاعت بھی نہیں کرے گا اور جہنم کے فرشتے اس کو کھینچتے کھینچتے دوزخ میں لے جائیں گے اور وہ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں جلتا رہے گا اور اس کی نجات کا کوئی راستہ نہیں ہوگا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے ربِ کائنات یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون سی ہستی ہے جس کی محبت تیری توحید سے ملی ہوئی ہے اور جس پر درود پاک پڑھنے کے بغیر تیری

قربت نصیب نہیں ہو سکتی اور جس کے وسیلے کے بغیر تیرے نزدیک نہیں آیا جا سکتا ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے کلیم علیہ السلام، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ عظیم شخصیت ہیں، جن کا نام نامی اسم گرامی ہیں خدائے عزّوجل نے آسمان اور زمین کی پیدائش سے دو ہزار پہلے اپنے عرشِ عظیم پر اپنے نام پاک کے ساتھ مِلا کر لکھا تھا ۔ اے موسیٰ علیہ السلام اگر میرا قرب چاہتے ہو تو دن رات، صبح و شام، ہر آن ہر گھڑی، ہر لحظہ، ہر ساعت میرے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک کیا کرو، درود شریف پڑھا کرو۔ صلاۃ وسلام کی لڑیاں نچھاور کیا کرو۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے خدائے پاک مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے آگاہ فرما دیں، اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا تھوڑا سا تعارف کروا تاکہ میں حقیقتِ محمّدی صلی اللہ علیہ وسلم سے آگاہ ہو سکوں اور شانِ رسالت اور شانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر اپنی اُمت کو بھی سمجھا سکوں ۔

تو اللہ تبارک وتعالےٰ نے فرمایا کہ اے میرے کلیم علیہ السلام، سُن میرے حبیب علیہ السلام کون ہے ؟ ۔ لَوْلَا مُحَمَّدٌ لَمَا خَلَقْتُ الْجَنَّۃَ وَلَا النَّارَ وَلَا الشَّمْسَ وَلَا الْقَمَرَ وَلَا اللَّیْلَ وَلَا النَّھَارَ وَلَا مَلَکًا مُّقَرَّبًا وَّلَا نَبِیًّا مُّرْسَلًا وَلَا اِیَّاکَ

"اگر میرا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسکی اُمت نہ ہوتی تو نہ میں جنّت پیدا کرتا نہ دوزخ، نہ دن پیدا کرتا نہ رات، نہ سورج پیدا کرتا نہ چاند نہ فرشتے پیدا کرتا نہ کوئی نبی اور رسول اور اے موسیٰ علیہ السلام حد تو یہ ہے کہ اگر میرا کملی والا نہ ہوتا تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔ "

اللہ اللہ ـــــ گویا کائنات کی تمام چیزیں اگر معرضِ وجود میں آئیں ہیں تو یہ سب صدقہ ہے مائی آمنہ کے لعل، صدّیق اکبر کے یار، اللہ تعالےٰ کے دلدار حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ نہیں نہیں ـــ میاں اللہ تعالیٰ نے تو یہ بات فرما کر کہانی

ہی ختم کردی ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

لَوْلَاہُ لَمَا خَلَقَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ الْخَلْقَ وَلَمَا اَظْھَرَ الرَّبُوْبِیَّۃَ ۔

" اے میرے پیارے اگر میں رب العالمین اپنے حبیب کو دُنیا میں ظاہر کرنے کا ارادہ نہ فرماتا تو نہ میں ساری مخلوق پیدا کرتا اور نہ ہی میں اپنے رب ہونے کو ظاہر کرتا ۔ "

اللہ اکبر! ۔ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ ۔

کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں آپ کو دنیا میں نہ بھیجتا تو میں آسمانوں کو بھی نہ پیدا فرماتا ـــــــ نہیں نہیں

لَوْلَاكَ لَمَا اَظْھَرْتُ الرَّبُوْبِیَّۃَ ۔

" میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپکو پیدا نہ فرماتا تو اپنے خدا ہونے کو بھی ظاہر نہ کرتا ۔ "

حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں آپ کو ظاہر نہ فرماتا تو میں اپنے خدا ہونے کو بھی ظاہر فرماتا گویا ہمیں خدا ملا وہ بھی نبی کریم علیہ السلام کے صدقے پاک سے ۔ سبحان اللہ ۔ اسی مقام پر مولانا ظفر علی خان مرحوم نے کہا ۔

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں
جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا جو نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے سمجھا دیا چند اشاروں میں
بوبکر و عمر عثمان و علی ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی
ہم مرتبہ ہیں یاران نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

اور اسی بات کو پنجاب کے معروف نعت خوان و شاعر محمد علی ظہوری قصوری

نے اپنی پنجابی زبان میں ادا کیا ہے کہ

جاواں صدقے مدینے دے سُلطان توں دو جہان جس دی خاطر بنائے گئے
کملی والے دے آون توں قربان میں بے کساں دے نصیبے جگائے گئے
سیر سارے زمانے دی کر دی رہے جلوے ایہہ رحمتاں دے نہ کدھرے ملے
ریس اوہناں دی کیہڑا اظہوری کرے بختاں والے مدینے بُلائے گئے۔

یہ حدیثیں، سراج العلماء حضرت محمد اسمٰعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر روح البیان جلد ۵ صفحہ ۵۲۹ امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکتوبات شریف دفتر سوم مکتوب ۱۲۲ میں دیوبندیوں کے مایہ ناز عالم مولانا ذوالفقار علی دیوبندی نے اپنی کتاب عطر الوردہ ص۱۷ میں لکھی ہے۔

میرے دوستو میں کیا عرض کر رہا تھا۔ ہاں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام اگر میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ فرماتا تو میں کائنات کی کوئی چیز بھی پیدا نہ کرتا حتیٰ کہ اپنے رب ہونے کو بھی ظاہر نہ کرتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ میں تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتا ہوں اور تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں اور جب تک اس دنیا میں رہوں گا تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہی رہوں گا۔ لیکن مولا کریم مجھے ایک بات تو بتا دیجیے۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام پوچھ کون سی بات پوچھنا چاہتا ہے

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ کہ اے خالقِ کائنات میں تیرے دربار میں زیادہ محبوب ہوں یا تیرا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

يَا مُوسٰى اَنْتَ كَلِيْمِيْ وَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَبِيْبِيْ۔

"اے موسیٰ علیہ السلام تم میرے کلیم ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے حبیب ہیں۔۔"

وَالْحَبِیْبُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الْکَلِیْمِ — "اور قاعدہ یہ ہے کہ حبیب، کلیم سے زیادہ پیارا ہوتا ہے"۔

اَنَا کَلِیْمُکَ وَمُحَمَّدٌ حَبِیْبُکَ فَمَا الْفَرْقُ بَیْنَ الْکَلِیْمِ وَالْحَبِیْبِ — یا اللہ میں تیرا کلیم ہوں اور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم تیرے حبیب ہیں لیکن مولا کریم تو بتا کلیم اور حبیب میں کیا فرق ہے تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا

کہ اے میرے نبی علیہ السلام، کلیم اور حبیب میں دو طرح کا فرق ہوتا ہے:۔

اَلْکَلِیْمُ یَعْمَلُ بِرِضَاءِ مَوْلَاہُ — کلیم وہ ہوتا ہے جو اپنے مولا کی رضا چاہے یعنی جو بھی اللہ کا حکم ہو اس پر عمل کرے اور یہ کلیم کیلئے یہ ضروری ہوتا ہے لیکن حبیب کی شان ہی نرالی ہے یا اللہ بتائیے تو سہی کہ حبیب کی شان کیا ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

یَعْمَلُ مَوْلَاہُ بِرِضَاءِہٖ۔ — حبیب کی شان یہ ہوتی ہے کہ مولا اسکی رضا چاہتا ہے۔

سبحان اللہ! امام المحدثین حضرت علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر کبیر جلد ۲ صـ۵ میں حضرت علامہ عبدالرحمٰن صفوری رحمۃ اللہ علیہ نے نزہۃ المجالس دوم صـ۴۷ میں حدیث قدسی لکھی ہے۔ سامعین کرام حدیث قدسی وہ حدیث ہوتی ہے کہ کلام اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہو اور نقل کرنے والے بیان کرنے والے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے یوں فرماتا ہے کہ:۔

یَا مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ اَحَدٍ یَّطْلُبُ رِضَائِیْ وَاَنَا اَطْلُبُ رِضَاءَکَ فِی الدَّارَیْنِ — "اے میرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا کی ہر چیز میری رضا چاہتی ہے اور میرے حبیب میں دونوں جہانوں میں تیری رضا چاہتا ہوں۔"

اعلیحضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی نے جب اس حدیث پاک کا مطالعہ فرمایا تو جھوم اُٹھے اور چند اشعار فرمائے اور کمال کر دیا۔

فرماتے ہیں کہ:۔

خُدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خُدا چاہتا ہے رضائے محمّد

دمِ نزع جاری ہو میری زباں پر محمّد محمّد خدائے محمّد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے پروردگار ایک فرق کا تو پتہ چل گیا کہ کلیم اللہ کیا ہوتا ہے اور حبیب کیا ہوتا۔ اب دوسرا فرق بھی بتا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ۔

اَلْکَلِیْمُ یَاْتِیْ عَلیٰ طُوْرِ سِیْنَا ثُمَّ یُنَاجِیْ۔ کہ اے موسیٰ علیہ السلام کلیم وہ ہوتا ہے جو چالیس دن تک روزے رکھے پھر چالیس راتیں گڑ گڑا کر میری عبادت کرے پھر چل کر طور پر آئے اور کہے مولا میں آگیا ہوں تیرا کلیم! کر کر میرے ساتھ کلام۔ پھر بھی میری مرضی آئے تو کلام کروں یا نہ کروں اور پھر کہے مولا اپنے چہرے سے نورانی پردہ ہٹا اور اپنا دیدار کرائیں۔ میں کہوں لَنْ تَرَانِیْ۔ اے کلیم علیہ السلام تو میرا دیدار نہیں کر سکتا اور حبیب اَلْحَبِیْبُ یَنَامُ عَلیٰ فِرَاشِہٖ حبیب وہ جو اپنی بہن اُمِّ ھانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر بستر پر آرام فرما رہا ہو۔۔۔ ادھر میری طرف سے وصال کے تقاضے ہو رہے ہوں اور میں رب العالمین ستّر ہزار نوری فرشتوں کو جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ بھیجوں اور کہوں کہ جبرئیل جا میرا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہا ہے، دیکھنا کہیں بے ادبی نہ کرنا۔ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں کے تلوؤں پر اپنا نورانی منہ رکھ دو، جب میرا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو تو ہاتھ باندھ کر، دست بدستہ ہو کر میری طرف سے یہ پیغام پہنچاؤ اور کہو!

اِنَّ اللّٰہَ اَشْتَاقَ اِلیٰ لِقَائِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ـــــــ "اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بیشک اللہ تعالیٰ آپ کے دیدار اور ملاقات کا مشتاق یعنی چاہنے والا ہے۔"

اور جب حبیب آئے تو میں خُدا عرش و کرسی، جنت و دوزخ، مکان و لامکاں

کی سیر کراؤں۔ حتیٰ کہ اپنے چہرے سے نورانی پردے ہٹا کر محبوب کو بلا کر بغیر کسی حجاب کے دیدار کرا دوں گا اور کہوں کہ حبیب ساری کائنات پیدا کرنے والا میں آج سے ساری کائنات کا مالک تو ہے۔ محبوب جا دنیا میں اعلان کر دے جو مجھے دیکھے گا گویا اس نے خدا کو دیکھ لیا ہے ـــــ اللہ اللہ! قربان جاؤں عظمت حبیب کبریا علیہ السلام پر

اعلیحضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ جھوم اٹھے اور فرمایا:۔

یہی سماں تھا کہ پیک رحمت خبر یہ لایا کہ چلیئے حضرت
تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے
تبارک اللہ شان تیری تجھ کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے
نبی رحمت شفیع امت رضا پہ للہ ہو عنایت
اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

حضرات محترم! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر انعامات کی بارش برسائی، اس دن خوشیاں منانا یہ اللہ تعالےٰ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت تو یہ ہے کہ ذات پاک مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی، روحی وجسدی تو جس دن کملی والا آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لایا۔ اس دن خوشیاں منانا اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے

چنانچہ نبی کریم علیہ السلام نے خود بھی ان دنوں کی تعظیم و تکریم فرمائی اور اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی تعظیم و تکریم کرنے کا حکم دیا۔ جن دنوں میں اللہ تعالےٰ نے گزشتہ نبیوں پر کرم فرمایا۔

مقدس دن

۱ بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، مشکوٰۃ شریف ۱۸۰

نبی کریم [illegible] کے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

فرماتے ہیں کہ جب نبیٔ کریم علیہ السّلام، اللہ تعالیٰ کے حُکم سے مکہ تشریف سے ہجرت فرما کر مدینہ شریف تشریف لے آئے تو مدینہ شریف کے یہودیوں کو دسویں محرم الحرام کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو نبی کریم علیہ السّلام نے پوچھا کہ تم لوگ دسویں محرم الحرام کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟ ـــــ تو یہودیوں نے جواب دیا ـــ کہ یارسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یہ دِن ہمارے نزدیک نہایت ہی مقدس اور مبارک ہے۔ کیونکہ دسویں محرم کو اللہ تعالیٰ نے ہماری قوم بنی اسرائیل کو ایک جابر، ظالم بادشاہ اور ہمارے دُشمن فرعون سے نجات بخشی تو ہم لوگ اس دِن کی تعظیم و تکریم کے لیئے ہر سال دسویں محرم کو روزہ رکھتے ہیں۔

تو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ـــــ

فَنَحْنُ اَحَقُّ بِمُوْسٰی مِنْكُمْ فَصَامَهٗ وَاَمَرَ بِصِیَامِهٖ۔

"اے یہُودیو! ہم مُوسیٰ علیہ السّلام کا فتح کا یہ دن منانے میں تم سے زیادہ حقدار ہیں۔"

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے دسویں محرم الحرام کو خود بھی روزہ رکھا اور اپنے صحابیوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

سامعینِ کرام! آپ غور فرمائیں، حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام ہمارے آقا و مولا حبیب کبریا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ولادت سے دو ہزار سال[۲] پہلے دُنیا میں تشریف لائے تھے اور آپ کا دشمن فرعون دریائے قُلزم میں غرق ہُوا تھا اور مُوسیٰ علیہ السّلام کے اُمتی فرعون کے غرق ہونے اور اپنی قوم کے بچ جانے کی خوشی میں روزہ رکھتے تھے، تو جب ہمارے پیارے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہُودیوں کو فرعون سے نجات بخشی کے دِن خوشیاں مناتے ہُوئے، روزہ رکھتے ہوُئے، اپنے نبی کے گیت گاتے دیکھا تو نہیں فرمایا کہ اے یہودیو! تم یہ کیا بدعت کرتے ہو۔ تم نے یہ کیا تماشا بنایا ہُوا ہے۔ تم نے یہ کیا فضول رسم ایجاد کی ہوئی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو وصال کیئے اور فرعون کو غرق ہوئے

ہوئے تو دو (۲) ہزار سال کا طویل عرصہ گزر گیا ہے تم ابھی تک خوشیاں منا رہے ہو چھوڑ دو اس خوشی کو، ترک کر دو اس بدعت کو؟ ـــــ کیا یہ فرمایا؟ ـــــ نہیں ہرگز نہیں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسی بات یہودیوں کو نہیں فرمائی ـــــ بلکہ یہودیوں کو روزہ رکھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ ـــــ یہودیوں! تم تو میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام کے اُمتی ہو اور ہمارے جب تم اُمتی ہو کر اپنے نبی کی خوشی میں شریک ہو سکتے ہو تو میں تو پھر موسیٰ علیہ السلام کا بھائی ہوں، موسیٰ علیہ السلام کا دیرینہ ہوں، موسیٰ علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں۔ تو پھر میں اور میرے غلام اس خوشی میں شریک کیوں نہ ہوں؟۔

میرے دوستو! توجہ فرماؤ جس دن اللہ تعالیٰ نے قوم بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات بخشی، وہ دن قوم بنی اسرائیل کے نزدیک مبارک اور حضور علیہ السلام کے نزدیک معظم، تو جس دن کائنات کے نجات دلانے والے مبارک و مکرّم رسول علیہ السلام خود تشریف لائیں اور جن کی تشریف لانے سے کائنات کو کفر و شرک، ظلم و ستم، جہالت و گمراہی سے نجات ملی ہو وہ دن بھلا منانے میں کیسے بدعت ہو سکتا ہے؟

میاں یہ دن منانا، اس دن خوشیاں منانا، اس دن اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانا بہت بڑی سعادت ہے۔ بہت بڑی فضیلت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر مسلمان کو یہ دن منانے کی توفیق عطا فرمائے ـــــ آمین ثم آمین

حضرات گرامی! یاد رکھیں کہ نبی کریم علیہ السلام کی ذات پاک تو ہے ہی اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت۔ اس دن تو عید منانا یعنی خوشی منانا بڑے نصیب کی بات ہے۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کا قرآن گواہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام سے چھوٹی نعمتوں کا بھی جب دنیا میں نزول ہوا تو اللہ والوں نے عید منائی، خوشی منائی آیئے قرآن پاک پڑھیئے اور سنیئے اور دیکھئے کیسے اللہ والوں نے خدائے عزوجل کی نعمتوں کے ظہور پر عید منائی۔

انوکھا دستر خوان

قرآن مجید پارہ ۷ سورۃ مائدہ آیت ۱۱۲-۱۱۴
تفسیر خازن - روح المعانی - کبیر - تفسیر نعیمی -

اللہ تعالیٰ نے جب اپنے پیارے نبی حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کو اس دنیا میں اپنا نبی اور رسول بنا کر بھیجا ـــــ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اُمتیوں، اپنی قوم، اپنے قبیلے سے فرمایا ـــــ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں لہٰذا مجھ پر ایمان لاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرو ـــــ اور مجھے اس کا نبی اور بندہ مان کر میری بات کو مانو۔ آپ کے قبیلے کے چند ہزار لوگ جن کی قسمت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایمان کی دولت نصیب فرمائی تھی، وہ ایمان لے آئے۔ ایمان لانے کے بعد آپ کے صحابی جن کو قرآن نے حواری یعنی مخلص دوست فرمایا ـــــ ان حواریوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے عرض کی کہ ـــــ اے ہمارے پیارے نبی، کیا آپ کا اور ہمارا رب ہم سب پر آسمانوں سے پکا پکایا کھانا بھیج سکتا ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا کہ، اے میرے کلمہ پڑھنے والے حواریو! اللہ سے ڈرو، ایسے مطالبات نہ کرو۔ اگر تم ربِ کائنات پر یقین رکھتے ہو تو ـــــ عیسےٰ علیہ السلام کے حواریوں نے جب اپنے نبی کی یہ بات سُنی تو سب کہنے لگے ـــــ اے اللہ تعالیٰ کے مقدس رسول یہ مطالبہ ہم کسی شک و شبہ کی بنا پر نہیں کر رہے بلکہ ہم تو چاہتے کہ آسمانوں سے پکی پکائی غذا آئے۔ پکا پکایا کھانا آئے اور ہم کھانا کھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں۔ اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہم یقینِ کامل سے کہیں کہ ربّ العالمین وحدہٗ لاشریک ہے اور آپ اس کے سچے رسول اور نبی ہیں ـــــ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو جلیل القدر صحابی حضرت سیّدنا سلمان فارسی اور حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حواریوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ہر طرح سے یہ یقین دلا دیا کہ ہم نے یہ دستر خوان، یہ کھانا کسی تفریح، کسی شوق کے لحاظ نہیں بلکہ اسلئے منگوا رہے ہیں

اس کو کھا کر ہمارے دین میں، ہمارے ایمان میں، ہمارے اسلام میں اور اضافہ ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصلی کپڑے مبارک اتار کر غسل کیا اور ٹاٹ کا لباس پہنا اور رو رو کر یوں دعا کرنے لگے کہ :۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَۃً مِّنْکَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۔	" اے اللہ ہم سبکو پالنے والے اتار ہم پر خوان (دستر خوان) آسمان سے بن جائے عید ہم سب کیلئے (خوشی) کا دن (یعنی) ہمارے اگلوں کیلئے اور پچھلوں کیلئے اور ہو ایک نشانی تیری طرف سے اور رزق ہمیں اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے

جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے دعا مانگی تو اتوار کا دن تھا ۔ جونہی اللہ تعالےٰ کے پیارے اور لاڈلے نبی نے رو رو کر دعا مانگی تو رب لم یزل کی رحمت جوش میں آگئی اللہ پاک نے ایک سُرخ رنگ کا دستر خوان بادلوں میں چھپا کر اپنے نبی کے بھیجا جب یہ دستر خوان آیا تو عیسےٰ علیہ السلام دُعا مانگ کے اپنے ہاتھ لپیتے معصوم چہرے پر پھیر رہے تھے ۔ عیسیٰ علیہ السلام کے اُمتی اپنے نبی کی گریہ زاری بھی دیکھ رہے تھے کہ اچانک بادلوں کی آواز آئی ۔ حضرت مسیح علیہ السلام اور آپ کے حواریوں نے آسمان کی طرف دیکھا کہ ایک بادل آسمانوں سے زمین کی طرف آرہا ہے ۔ جب وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو اس نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے آگے ایک سُرخ رنگ کا دستر خوان لاکر رکھ دیا آپ کے حواری یہ سب منظر دیکھتے رہے ۔ جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہُوا دستر خوان اپنے آگے پڑا دیکھا تو دستر خوان کو دیکھ کر بہت روئے اور دعا کی مولا مجھے شکر کرنے والوں میں سے بنا اور اس دستر خوان کو میرے حواریوں کے لئے رحمت بنا ۔ عذاب نہ بنا ۔ عیسےٰ علیہ السلام کے حواریوں نے اس دستر خوان سے ایسی ایسی خوشبوئیں محسوس کیں

جو اس سے پہلے کبھی نہ محسوس کی تھی ــــ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا کہ اس دسترخوان کو کون کھولے گا، کیونکہ وہ دسترخوان سُرخ رنگ کے کپڑے سے ڈھکا ہُوا تھا ــــ سب حواریوں نے عرض کہ حضورؐ ہی اس دسترخوان کو کھولیں۔ چنانچہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے دوبارہ تازہ وضو کیا۔ دو رکعت نفل پڑھکر دیر تک دعائیں مانگتے رہے، پھر دسترخوان سے غلاف اور کپڑے کو اٹھایا تو اس دسترخوان میں سات روٹیاں تھیں ــــ سات مچھلیاں تھیں اور اُن مچھلیوں میں خدا کی قدرت سے ایک کانٹا بھی نہیں تھا اور ان سے روغن ٹپک رہا تھا اور مچھلیوں کے ساتھ طرح طرح کی سبزیاں بھی پکی ہوئی موجود تھیں ــــ اور زیتون، گھی، پنیر، بھُنا ہُوا گوشت بھی موجود تھا۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ایک حواری حضرت شمعون نے پوچھا کہ اے اللہ تعالیٰ کے مقدس نبی یہ کھانا جنّت کا ہے یا زمین کا ــــ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا کہ ــــ اے شمعون یہ کھانا نہ تو زمین سے آیا ہے اور نہ ہی جنّت سے، یہ تو میرے رب نے اپنی قدرت کاملہ سے ابھی ابھی پیدا فرماکے ہماری طرف بھیجا ہے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنے ایک حواری سے فرمایا کہ جاؤ شہر میں جتنے بھی بیمار، فقیر غریب، مسکین، برص و جذام کے مریض، اپاہج، کوڑھی، لنگڑے لُولے وغیرہ ہیں ان سب کو بُلاکر میرے پاس لاؤ۔ شہر کے تمام بیمار، فقیر، مسکین جذام و برص کے مریض و اپاہج سب حاضر ہوگئے ــــ تو آپ نے ان تمام کو فرمایا کہ تم سب لوگ ہاتھ دھو کر اس دسترخوان پر بیٹھ کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر پیٹ بھر کر کھانا کھالو ــــ سب لوگ بیٹھ گئے اور کھانا کھانا شروع کردیا ــــ سب فارغ ہوئے تو خدا کی قدرت سے اور اس کھانے کی برکت سے جتنے بھی بیمار اور مریض تھے سب کے سب شفایاب ہوگئے۔ برص و جذام کے مریض بالکل ٹھیک ہوگئے۔ فقیر کھانا کھانے چند روز بعد غنی ہوگئے اور مادرزاد اندھے لوگ بھی چنگے بھلے اور آنکھوں والے ہوگئے۔ غرضیکہ جس کو جو بھی دکھ اور بیماری

تھی سب دُور ہوگئی ــــــ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دوسرے تمام لوگوں کو فرمایا کہ تم بھی کھالو۔ چنانچہ پہلے دن سات ہزار تین سو آدمیوں نے ان سات مچھلیوں، سات روٹیوں میں سے پیٹ بھر کر کھانا کھایا ــــــ لیکن دیکھنے والے دیکھ رہے تھے کہ لوگ پیٹ بھر کر اور خوب سیراب ہو کر کھا کے فارغ ہو گئے لیکن اس دسترخوان کے کھانے میں سے کسی چیز میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ نہ تو مچھلیوں میں کمی آئی نہ روٹیاں کم ہوئیں، اور نہ ہی کسی اور چیز میں کوئی کمی نظر آئی ــ اللہ غنی!

پھر وہ دسترخوان، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوا میں اڑتا ہوا بادلوں میں جا کر چھپ گیا اور لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ پھر وہ دسترخوان ہر روز خدا کی قدرت سے زمین پر آتا، لوگ پیٹ بھر کر کھانا کھا لیتے، پھر وہ آسمانوں کی طرف چلا جاتا۔

تفاسیر میں علمائے کرام نے لکھا ہے کہ وہ دسترخوان چالیس (۴۰) روز تک آتا رہا اور سب لوگ اسمیں سے کھانا کھاتے رہے۔ چالیس دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام! عرض کی جی مولا کریم۔ فرمایا پیارے اب اپنی اُمت کے رئیسوں اور امیروں اور مالداروں کو حکم فرما دیں کہ اب تم لوگ اس دسترخوان میں سے کھانا نہیں کھا سکتے اب صرف غرباء اور مساکین ہی اس دسترخوان سے کھانا کھائیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کا یہ پیغام اپنے امیر حواریوں کو سنایا تو وہ امیر حواری ناراض ہو گئے اور کہنے لگے کہ اے عیسیٰ یہ دسترخوان اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں آتا بلکہ نعوذ باللہ یہ سب تمہارے جادو کا کرشمہ ہے۔ ان منکرین کی تعداد تین سو تیس (۳۳۰) بتائی گئی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ ظالموں خدا سے ڈرو۔ جبتک تم اس میں کھلتے رہے ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ اور اب کہتے ہو یہ میرا جادو ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے عذاب کے لئے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ یہ ۳۳۰ آدمی جو کہ سب کے سب مالدار تھے، رات کو سوئے، جب صبح بیدار ہوئے تو سب کے سب

بندر، سوٗر، خنزیر بنے ہوئے تھے ـــ راستوں میں بھاگتے پھرتے تھے، گندگی یا خانہ کھاتے تھے ـــ کیونکہ اللہ پاک کے نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں بے ادبی کے مرتکب ہوئے ـ تھے بے ادبوں کا یہی حال ہوتا ہے ـــ اللہ تعالیٰ بزرگوں کی بے ادبی سے محفوظ رکھے آمین۔

تو صبح کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باقی حواریوں نے یہ منظر دیکھا تو سب سیدنا عیسےٰ علیہ السلام کے پاس بھاگے بھاگے ہوئے آئے اور روتے ہوئے کہنے لگے کہ ـــ یا اللہ کے نبی ہماری برادری کے لوگ تو بندر اور خنزیر بن چکے ہیں مہربانی فرما کر ان کے لئے کچھ کیجئے۔ اتنے میں وہ سوٗر بھی آپ کے پاس پہنچ گئے اور زور زور سے رونے لگے ـــ اللہ کے نبی نے فرمایا کہ میرے حواریو! جو کچھ ہونا تھا ـــ اب وہ تو ہو چکا ہے۔ اگر یہ لوگ میری اور اللہ رب العزت کی نعمت کی بے ادبی نہ کرتے تو ان کا یہ حال ہرگز نہ ہوتا ـــ وہ انسان جو سوٗر کی شکلیں اختیار کر چکے تھے وہ بھی سُن کر رو رہے تھے لیکن بول نہیں سکتے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کا نام لے کر باری باری ان کو بلاتے ـ تو وہ سارے سوٗر سر ہلاتے، مگر کچھ کہہ نہ سکتے ـــ آخر تین دن کی ذلت و خواری سے جیتے رہے اور چوتھے روز سب کے سب ہلاک ہو گئے ـــ

ہمارے آقا و مولا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ سب سے زیادہ عذاب انہی دسترخوان والے عیسائیوں، فرعونی لوگوں اور منافقوں کو دے گا ـــ

حضرات محترم! یہ واقعہ اب آپ سُن چکے ہیں۔ اب آپ غور فرمائیں کہ اگر آسمان سے چالیس دن تک پکا پکایا کھانا نازل ہو تو اللہ تعالےٰ کا نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام عید منائے اور عید فرمائے، خوشیاں کرے اور خوشیاں کرنے کا حکم دے۔ چنانچہ آج دو ہزار سال بیت چکنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا سے آسمان کی طرف گئے ہوئے مگر اس کے باوجود عیسائی اتوار کو آج تک عید منا رہے ہیں۔ خوشیاں مناتے ہیں تو پھر تم

ہی بتاؤ دوستو! اگر دسترخوان آنے پر اللہ کا بنی خوشیاں منا سکتا ہے تو جس کے صدقے یہ دسترخوان بنا۔ جس کے صدقے یہ جہانِ رنگ و بُو بنا۔ جس کے صدقے یہ انبیاء کرام علیہم السلام بنے اور اگر وہ دنیا میں تشریف لائیں، تو عید منائیں تو کون سی بدعت ہوگی کون سا شرک ہوگا، کیا فضول خرچی ہوگی؟ نہیں نہیں سُنّی مسلمان تو بارہ ربیع الاوّل کو خوب خوشیاں منا۔ خوب اللہ کریم کا شکر بجالا کر اس مولائے پاک نے ہمیں اپنا نورانی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمادیا ___ سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر سیالکوٹی صاحب نے اس مقام پر کتنے پیارے شعر فرمائے ___

عید میلاد النبی پر خوب خوشیاں کیجئے!
رحمت و بخشش کے دن بخشش کا ساماں کیجئے!
محفلیں میلاد کی چاروں طرف ہوں منعقد
اُن کے ذکرِ پاک سے شیطاں کو حیراں کیجئے!
صاف ہے قرآن میں فرمانِ حق فَلْیَفْرَحُوْا
کوئی کچھ کہتا رہے، تعمیلِ فرماں کیجئے!
جن کے صدقے میں اللہ نے تمہیں سب کچھ دیا
اُن کے نام پاک پر صدقے دل و جاں کیجئے!
چھوڑیئے مشرک مسلمان کو بنانا چھوڑیئے!
کافر و مشرک جو ہیں ان کو مسلماں کیجئے!

سامعین کرام! بعض حضرات سیدھے سادھے سُنّی مسلمانوں کی خوشی روکنے کے لئے ان سے پوچھتے ہیں کہ اے میلاد شریف منانے والو یہ بتاؤ۔ تمہارا نبی جس کی ولادت کی خوشیوں میں تم لوگ جلوس اور جشن مناتے ہو وہ ایک مرتبہ ہی پیدا ہوا تھا یا ہر سال پیدا ہوتا ہے؟ بعض سُنّی تو جواب دیتے ہیں، لیکن کچھ سُنّی جو دین سے دور رہ

وہ جواب دینے سے معذوری کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور پریشان ہو جاتے ہیں۔ تو یاد رکھو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد منانے والو یہ پریشانی ہمیں اس لیئے ہوئی کہ ہم دین سے دور ہیں، دین کے قریب آؤ۔ علماء کرام کی صحبتیں اختیار کرو اور ان اعتراض کرنے والوں سے پوچھو کہ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کی خوشی سے روکنے والے منکرو بتاؤ یہ جس قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہو یہ قرآن ایک ہی مرتبہ اترا تھا یا ہر سال ــــ وہ کہے گا نہیں بلکہ وہ کہنے پر مجبور ہو جائے گا کہ قرآن پاک ایک مرتبہ ہی اترا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود اپنی پیاری کلام میں ارشاد فرماتا ہے ــــ

پ ۳۰ سورۃ قدر رکوع ۲۲ آیت ۱ تا ۳ ۔

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۚ وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ؕ لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۬ۙ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ؕ	"بے شک ہم نے اس (قرآن) کو اتارا ہے شب قدر میں اور آپ جانتے ہیں کہ شب قدر کیا ہے شب قدر بہتر ہے ہزار مہینوں سے۔"

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی مرتبہ رمضان شریف میں قدر والی رات میں قرآن مجید نازل فرمایا۔ اب پوچھیئے اس منکرِ میلاد سے بتا کہ تم اور تمہارے عقیدے والے علماء جشن قرآن کے سلسلے میں نزولِ قرآن کے جلسے کرتے ہیں کہ نہیں۔ قرآن مجید کے نازل ہونے کی خوشی مناتے ہیں کہ نہیں ــــ اگر وہ کہے کہ مجھے تو معلوم نہیں تو اس کو کہو کہ جا پہلے اپنے ہمخیال علماء سے پوچھ کر پھر میرے پاس آنا اور اگر وہ کہے کہ ہاں ہر سال جشن نزولِ قرآن منایا جاتا ہے تو کہو اللہ کے بندے جس رات قرآن پاک نازل ہوا وہ رات تو تمہارے نزدیک مبارک ہے، تم اسمیں تو جشن مناؤ، خوشیاں کرو لیکن جس رات قرآن والا آقا، صاحب قرآن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں، ہم اگر اس رات جشن منائیں تو تم کہو یہ جشن منانا، یہ خوشیاں منانا

یہ جلوس نکالنا غلط ہے، بدعت ہے، شرک ہے ـــ اے منکرو! کچھ ہوش کرو، کچھ عقل کے ناخن لو۔ اگر جشنِ نزولِ قرآن منانا شرک نہیں بلکہ ثواب ہے تو مجھے کہنے دو جس رات رحمتِ دو عالم، نورِ مجسم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں، اس دن جشن منانا ثواب ہی نہیں بلکہ عین ثواب ہے۔ عین اللہ تعالیٰ کی عبادت عین اللہ تعالیٰ کا قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔

حضراتِ محترم! ان لوگوں کو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی دشمنی ہے اس بات سے خود اندازہ لگائیں کہ ہر سال ہمارے پاکستان میں یوم آزادی منائی جاتی ہے ـــ یوم اقبال منایا جاتا ہے ـــ یوم قائدِ اعظم منایا جاتا ہے اور ان دنوں سرکاری طور پر چھٹی ہوتی ہے ـــ سرکاری اور غیر سرکاری طور پر عمارات پر چراغاں کیا جاتا ہے یوم پاکستان کی خوشی میں افواجِ پاکستان کی پریڈ ہوتی ہے۔ مختلف کھیل تماشے اور کرتب و کمالات دکھائے جاتے ہیں۔ ہر آدمی کا گھر جھنڈیوں اور قمقموں سے سجا ہوا اور روشن نظر آتا ہے۔ ہر پاکستانی، پاکستان کے بننے کی خوشی سے معمور ہوتا ہے لیکن کوئی مُلّا، کوئی مولوی، کوئی عالم، کوئی مفتی، کوئی شیخ القرآن، کوئی شیخ الحدیث کوئی دینی ادارے کا پرنسپل، ان دنوں میں یہ نہیں کہتا کہ یہ شرک ہے، یہ بدعت ہے۔ یہ ناجائز ہے۔ یہ اسراف ہے۔ یہ حرام ہے، بلکہ دیکھا گیا ہے کہ یوم پاکستان کے موقع پر ان منکرانِ میلاد کے گھروں پر بھی چراغاں ہوتا ہے ـــ اللہ غنی! ـــ گویا دشمنی ہے تو صرف کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلّم سے جس نے ہمارے لئے رو رو کر ہماری بخشش کی دعائیں کیں؟ ـــ

تو مسلمانو! ان منکرانِ میلاد کی باتیں ہرگز نہ سُنیں، بلکہ اگر یہ رد کریں بھی تو بھی ضرور اپنے آقا و مولا کا میلاد شریف ضرور مناتے جاؤ۔ یا رسول اللہ کے نعرے لگاتے جاؤ۔ دشمنانِ نبی دل جلاتے جاؤ، شیطان کو بھگاتے جاؤ۔ اور اللہ پاک کے حبیب پاک صلّی اللہ

علیہ وسلم کا میلاد پاک کر کے اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے جاؤ۔ قربان جاؤں اعلیحضرت کی شاعری پر۔ اس مقام پر دشمنانِ دین پر کاری ضرب لگاتے ہوئے کیا خوب فرمایا ہے کہ

دشمنِ احمد پہ شدّت کیجئے
مُلحدوں کی کیا مروّت کیجئے

مثلِ فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکرِ آیاتِ ولادت کیجئے

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دِل
یا رسُول اللہ کی کثرت کیجئے

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اُس بُرے مذہب پہ لعنت کیجئے

ظالمو محبُوب کا تھا حق یہی
عشق کے بدلے عداوت کیجئے

میرے دوستو! اب آؤ میں تم کو یہ بتاؤں کہ نبی علیہ السلام کا میلاد شریف اگر منایا جائے۔ اس پر اللہ تعالےٰ کتنا راضی ہوتا ہے اور اس پر ربِ کائنات کتنی رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ میلاد شریف منانے والا چاہے اپنا ہو یا پرایا دُشمن ہو یا سجّن۔ کافر ہو یا مسلمان۔ مُشرک ہو یا مومن۔ عربی ہو عجمی ربّ کی رحمتیں اُس انسان پر ضرور برسیں گی۔

میلادِ پاک منانے کا فائدہ

بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۶۴۳ فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۱۸ زرقانی علی المواہب جلد ۱ صفحہ ۱۳۹

ہمارے پیارے آقا و مولا سیّدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ چچے اور تیرھواں آپ کے ابّا جان تھے۔ حضرت سیّدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ ان بارہ چچوں میں

سے دو چچے حضرت سیّدنا امیر حمزہ اور حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ پر ایمان لائے تھے، لیکن باقی آپ کے چچوں نے آپ کی نبوّت کا انکار کر دیا تھا۔ انکار ہی نہیں بلکہ اُن میں سے ایک چچا ابولہب نے تو آپ کی مخالفت کی حد کر دی۔ چنانچہ قرآن پاک، تیسواں پارہ سورۂ لھب آج بھی اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ جب اللہ نے اپنے حبیب علیہ السلام کو اپنی نبوّت کے اعلان کرنے کا حکم فرمایا تو کملی والا آقا صلی اللہ علیہ وسلم صفا کی پہاڑی پر چڑھ گیا اور فرمایا — یَا صَبَاحَا۔ عرب والوں کا دستور تھا کہ جب کوئی اچانک مصیبت یا آفت آجاتی اور لوگوں کو امداد کے لئے بُلانا مقصود ہوتا، تو "یَا صَبَاحَا" کے الفاظ سے ندا کرتے لوگوں نے جب یہ ندا سُنی تو بھاگتے ہوئے صفا کی پہاڑی کے دامن میں آپہنچے اور خود حاضر ہونے سے قاصر تھے۔ انھوں نے حقیقتِ حال دریافت کرنے کے لیے، اپنے نمائندے بھیجے۔

جب سارے قریشی قبیلے جمع ہو گئے — تو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اگر مَیں تمہیں یہ بتاؤں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے دشمن کا ایک گھڑ سوار دستہ تم پر حملہ کرنے کے لئے آرہا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ سب نے بیک زبان ہو کر کہا کہ بیشک ہم آپ کی تصدیق کریں گے! کیونکہ آج تک آپ کی زبان سے سچ ہی سُنا ہے۔ حضور علیہ السّلام نے فرمایا مَیں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ اگر تم شرک سے باز نہ آئے، تو خُدا کا عذاب تمہیں تباہ و برباد کر دیگا۔

نبیِٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچے ابولہب نے اپنی انگلی کو اُٹھا کر اشارہ کیا اور گستاخی کرتے ہوئے بولا — "تَبًّا لَّكَ اَمَا جَمَعْتَنَا اِلَّا لِھٰذَا —" اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو برباد ہو (نعوذ باللہ) کہ تو نے ہمیں اسلیئے جمع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس بے ایمان اور گستاخ کی گستاخی اپنے حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں سخت ناگوار گزری۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سخت غصّے اور غضب کا اظہار کرتے

ہوئے فرمایا ـــــ کہ اے ابولہب میرا حبیب کیوں برباد ہو، تو برباد ہو۔ تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں تو جہنم کی آگ میں تباہ و برباد ہو، تیری بیوی تباہ ہو ـــــ دیکھو دشمن نے نبی کریم علیہ السلام کو ایک مرتبہ بُرا کہا۔ ربّ تعالٰے نے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کو کتنی کھری کھری باتیں سنائیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی مذمت کرتے ہوئے پوری سورت نازل فرمائی جس کا نام رکھا سورۃ لہب۔ تو معلوم ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام کا یہ چچا ابولہب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا،

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے بروز پیر بارہ ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے تو حضور پاک علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے وقت ابولہب کی ایک لونڈی جس کا نام ثوبیہ تھا، وہ بھی موجود تھی، اُس نے جب کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری دُنیا میں دیکھی تو بھاگتی بھاگتی اپنے آقا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ ـــ میرے مالک تمہیں مبارک ہو کہ ربّ تعالیٰ نے تمہارے مرحوم بھائی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر ایک نورانی چہرے والا لڑکا پیدا فرمایا ہے۔ ابولہب اپنے بھتیجے اور ہمارے سردار سیدنا و مولٰینا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خبر سُن کر اتنا خوش ہوا کہ اس نے اپنے بھتیجے کی ولادت کی خوشی میں اپنی شہادت والی اُنگلی اٹھائی اور اس اُنگلی سے خوش ہو کر اشارہ کیا کہ ثوبیہ تُو نے میرے بھتیجے کی خوشخبری سنائی ہے، جا میں نے تجھے اس خوشی میں آج سے آزاد کر دیا۔ اللہ اکبر!

پھر جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نبوّت کا اعلان کیا تو اس نے جتنی حضور اکرم علیہ السلام کی مخالفت کی ـــــ آپ حضرات سُن چکے ہیں۔ جب ابولہب مرا تو وہ کافر ہو کر مرا اور سیدھا جہنم رسید ہوا۔ ابُولہب کے مرنے کے ایک سال بعد ابولہب کے بھائی اور نبی کریم علیہ السلام کے مسلمان چچا حضرت سیدنا عباس رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں اپنے بھائی ابولہب کو دیکھا اور خواب میں ہی اس سے پوچھا کہ سناؤ بھائی تمہارا کیا حال ہے؟ تو ابولہب نے کہا کہ بھتیجا عباس کہ جب سے میں اس دنیا سے قبر میں آیا ہوں مجھے کوئی راحت و سکون وغیرہ نہیں ملا۔ بلکہ میں اللہ تعالیٰ کے شدید عذاب میں گرفتار ہوں، کیونکہ میں نے ساری زندگی نبی کریم علیہ السلام کی اور دین حق کی مخالفت کی اور اسی مخالفت اور کفر کے عالم میں اس دنیا سے قبر میں آگیا لیکن بھائی مجھ پر ایک اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم ہوا ہے کہ جب پیر کا دن آتا ہے تو مجھ پر سے عذاب کم کر دیا جاتا ہے اس طرح طبیعت میں سکون اور قرار آجاتا ہے اور مجھے شہادت والی انگلی سے حوض کوثر جنتی چشمے کا پانی مل جاتا ہے اور طبیعت ذرا بحال ہو جاتی ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابولہب یہ پیر کے دن تمہیں شہادت والی انگلی سے جنتی حوض کوثر کا پانی کیوں ملتا ہے۔ تم نے دنیا میں کونسی ایسی نیکی کی تھی کہ جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ تمہیں مرنے کے بعد بھی قبر میں عطا فرما رہا ہے ـــــ ابولہب نے کہا کہ بھائی عباس، میں نے دنیا میں کوئی نیکی تو نہیں کی تھی، البتہ جس پیر کو اللہ تعالیٰ کے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو ثوبیہ لونڈی نے مجھے حضور علیہ السلام کی ولادت کی خبر سنائی تو میں نے خوش ہو کر اسے آزاد کر دیا تھا ـــــ اللہ غنی بھائی عباس یہ پانی مجھے اسلئے

اِنِّیْ سُقِیْتُ فِیْ هٰذِهٖ بِعِتَاقَتِیْ ثُوَیْبَۃَ"۔

پیر کو نصیب ہوتا ہے کہ میں نے اپنی لونڈی کو حضور علیہ السلام کی ولادت کی خوشی میں آزاد کر دیا تھا ـــــ سامعینِ کرام ذرا غور فرمائیں! کہ ابولہب کافر تھا۔ ہم مومن ہیں وہ دشمن تھا، ہم غلام ہیں۔ اس نے بھتیجے کے پیدا ہونے کی خوشی کی تھی نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونے کی ـــــ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی

کرتے ہیں ۔ جب کافر اور دشمن کو ولادت پر خوشی کرنے کا اتنا فائدہ پہنچ رہا ہے۔ تو غلاموں اور مومنوں کو ولادت کی خوشی کرنے کا کتنا فائدہ ہوگا ؟ ــــ اللہ اللہ جناب حامد علی خان بریلوی نے اس مقام پر کتنے پیارے شعر فرمائے ہیں :ــــ

یہ دربار محمد ہے یہاں ملتا ہے بے مانگے
ارے ناداں یہاں دامن کو پھیلایا نہیں کرتے

یہ دربار رسالت ہے یہاں اپنوں کا کیا کہنا
یہاں سے خالی ہاتھ غیر بھی جایا نہیں کرتے

ارے او ناسمجھ قربان ہو جا اُن کے روضے پر
یہ لمحے زندگی میں بار ، بار آیا نہیں کرتے

رسُول اللہ خود اپنی بزم میں تشریف لاتے ہیں
مگر وہ دل کے اندھوں کو نظر آیا نہیں کرتے

جو ان کے دامنِ اقدس سے وابستہ ہیں اے حامد
کسی کے سامنے وہ ہاتھ پھیلایا نہیں کرتے

حافظ الحدیث علامہ ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد الجزری دمشقی رحمۃ اللہ علیہ اسی ابُولہب کا واقعہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ـــــ جب کافر ابولہب ولادت کی خوشی کرنے سے انعام دیا گیا تو اُس موحد مسلمان کا کیا حال ہے جو آپ کی ولادت سے مسرور ہو کر آپ کی محبت میں بقدر استطاعت خرچ کرتا ہے۔ فرماتے ہیں :۔

لَعَمْرِیْ اِنَّمَا یَکُوْنُ جَزَاءُہٗ
مِنَ اللّٰہِ الْکَرِیْمِ اَنْ یُّدْخِلَہٗ
بِفَضْلِہِ الْعَمِیْمِ جَنَّاتِ النَّعِیْمِ ۔

" کہ مجھے میری جان کی قسم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکی جزا یہی ہوگی کہ اللہ پاک اپنے فضل عمیم سے اسکو جنت نعیم میں داخل فرمائے گا ۔ "

حضراتِ محترم ! ان احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہُوا کہ جس دن کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں تشریف لائے، اس دن خوشی کرنا اور مسرّت کا اظہار کرنا یہ بہت بڑے نصیب کی بات ہے لیکن یہ عاشقوں اور غلاموں کی بات ہے، منکرِ میلاد توبہ توبہ، یہ تو ان احادیث میں بھی نکتہ چینی سے باز نہیں آتے۔ کیسے نکتہ چینی کرتے ہیں سُنیئے اور سر دُھنیئے !

میلاد پاک اور تھانوی صاحب

ایک مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب سے سوال کیا کہ جناب عالی !

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک کی خوشی میں لونڈی آزاد کرنے پر ابولہب جیسے دشمن کافر کو آخرت میں صلہ ملا تو مسلمان اگر اپنے سرکار نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ پاک کی خوشی منائے تو انہیں کوئی اجر و ثواب ملے گا یا نہیں ؟ -

اب تھانوی صاحب کا ذرا جواب سُنیئے اور دادِ تحسین دیجئے۔ !

(کمالاتِ اشرفیہ) صفحہ ۴۴۴ - "ہماری یہ خوشی جائز ہوتی جب اگر دلائلِ شرعیہ منکرات کو منع نہ کرتے اور ظاہر ہے کہ مباح و غیر مباح کا مجموعہ غیر مباح ہوتا ہے "

سمجھے آپ ؟ مطلب یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ پر خوشی کا اظہار ناجائز ہے تو ظاہر ہے کہ آخرت میں اس پر کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا۔

یہ تو رہا خدا کے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تھانوی صاحب کا فتویٰ -

اب آیئے اپنے بارے میں ان کا ایک فتویٰ۔ آپ بھی سماعت فرمائیں اور پھر اندازہ لگائیں کہ یہ لوگ کہاں تک صحیح ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی کے ایک بڑے ہی چہیتے مرید تھے، نام ان کا ہے خواجہ عزیز الحسن۔ انہوں نے اپنے پیر کی شان میں ایک کتاب لکھی ہے " اشرف السوانح " اس کتاب میں، وہ اپنا ایک واقعہ لکھتے ہیں، ذرا ملاحظہ فرمائیں، خواجہ عزیز الحسن نے

لکھا ہے کہ ایک بار میں نے شرماتے لجاتے حضرت (اشرف علی) سے عرض کی کہ میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ کاش میں عورت ہوتا اور حضور کے نکاح میں۔ اس اظہار محبّت پر حضرت والا (یعنی اشرف علی تھانوی) غایت درجہ مسرور ہو کر بے اختیار ہنسنے لگے اور یہ فرماتے ہوئے مسجد کے اندر تشریف لے گئے۔ یہ آپ کی محبت ہے ثواب ملے گا۔ ثواب ملے گا ——— (اشرف السوانح جلد ۲ ص ۲۸)

دیکھ رہے آپ! تھانوی صاحب کی خود بینی اور خود پرستی کا یہ تماشا۔

جشن عید میلاد النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم منا کر اگر مسلمان اپنے محبوب پیغمبر کے ساتھ اظہار محبّت کریں تو ان کے لئے تو کوئی اجر و ثواب نہیں ہے ——— لیکن اگر تھانوی صاحب کے مُریدان کی منکوحہ بننے کی تمنا کر کے ان سے اظہار محبت کریں، تو اس بے ہودہ خیال پر بھی انہیں ثواب ملے گا، ثواب ملے گا۔ قسم خُدا کی انتہا ہو گئی رسُول دشمنی کی بھی۔ تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا کہ کسی کا دِل اپنے نبی کی طرف سے اتنا بھی سیاہ ہو سکتا ہے!

خیر یہ تو تھے تھانوی صاحب ——— وہ جانے اور ان کا عقیدہ، لیکن آپ میلاد مناتے جائیں ——— یاد رکھو جو مسلمان عشق و محبّت کے عالم میں ہر سال کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف مناتا ہے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا محبُوب بن جاتا ہے اور کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اگر کرم فرما دیں تو اس کے گھر میں بھی تشریف لاتے ہیں۔ یہاں چند واقعات میلاد شریف منانے والوں کے عرض کرتا چلوں ——— سُنیئے اور کوشش کیجئے کہ کوئی سال حضور علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کے میلادِ پاک منانے سے خالی نہ جائے ———

میلاد شریف اور مدینے والا!

حضرت علاّمہ امام عبدالرحمٰن ابن جوزی نے بیان میلاد النبوی ص ۴۰۔ حضرت علاّمہ امام جلال الدین سیوطی نے جامع الجوامع۔ حضرت علاّمہ محمد جعفر قریشی نے تذکرۃ الواعظین

صفحہ ۳۱۹ میں مختلف روایت سے یہ واقعات درج فرمائے ہیں ۔

حضرت عبدالواحد بن اسماعیل رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ فرماتے ہیں کہ مصر میں ایک بڑا مالدار عاشقِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم رہتا تھا اور وہ سوداگری کرتا تھا ۔ اس کو تجارت میں جتنا بھی نفع حاصل ہوتا ، وہ نفع جمع کرتا رہتا اور جب ربیع الاوّل شریف کی بارھویں شب آتی جس رات نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ پاک ہوئی ، اس رات اپنے گھر میں محفلِ میلاد شریف کا اہتمام کرتا ۔ طرح طرح کے کھانے پکواتا پورے شہر والوں کی دعوتِ عام کرتا ۔ خوب جشن مناتا ۔ اس مسلمان عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں ایک یہودی کا گھر تھا ۔ ایک مرتبہ جب ربیع الاوّل شریف کو بارھویں شب آئی ۔ اس مسلمان نے خوشیاں کرنی شروع کیں ۔ محفل میلاد پاک کا انتظام کیا ۔ طرح طرح کے کھانوں کا بندوبست کیا ۔ جب یہ سارا انتظام ہو رہا تھا تو اس پڑوسی یہودی کی بیوی نے اپنے یہودی خاوند سے پوچھا ، اے میرے رفیق حیات یہ مسلمان ہر سال بارھویں شب کو کیوں اتنا جشن مناتا ہے ؟ کیوں سارے محلہ کی دعوت کرتا ہے ، کیوں اتنی خوشیاں مناتا ہے ؟

یہودی ہمسایہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ اے میری رفیقۂ حیات یہ ہر سال اس بارھویں شب کو اسلئے جشن مناتا ہے کہ اس رات ان کے پیارے اور محبوب نبی اللہ تعالیٰ کے حبیب حضرت سیّدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے یہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے یہ سارا انتظام کرتا ہے

یہودن نے جب یہ ساری باتیں سُنیں تو کہنے لگی کہ یہ مسلمان کا کتنا پیارا اور اچھا طریقہ ہے کہ وہ اپنے نبی کی خوشی میں ہر سال اور جشن کا اہتمام کرتے ہیں ۔ پھر وہ جب رات کو سونے لگی تو مدینے والے کا تصوّر کر کے اپنے بستر پر لیٹی اور بار بار وہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرتی اور گویا وہ کہتی تھی کہ ۔ ع

مَیں سو جاؤں یا مُصطفٰے کہتے کہتے
کھُلے آنکھ صلِّ عَلیٰ کہتے کہتے
ہوئی سینکڑوں مشکلیں آساں میری
فقط ایک مشکل کُشا کہتے کہتے
ادب سے زباں تھام کر رہ گیا مَیں
حبیبِ خُدا کو خُدا کہتے کہتے

جب سوئی تو اس کی قسمت نے انگڑائی لی۔ آنکھیں سو گئیں لیکن قسمت جاگ اُٹھی، مقدر کا ستارہ چمک اُٹھا، اللہ پاک کی قدرت اس یہودن پر مہربان ہو گئی۔ اس نے خواب کے عالم میں کیا دیکھا کہ ایک گورے چٹے مکھڑے والا والضحیٰ کے چہرے والا، والیل کی زلفوں والا، مَازَاغ کے سرمے والا ایک نورانی سوار پر سوار ہے۔ اس کے چہرے سے نور کی کرنیں نکل نکل کر پورے شہر کو منور کئے ہوئے ہیں، خاص کر اس عاشقِ مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر تو بُقعۂ نور بنا ہُوا ہے جہاں میلاد پاک کا اہتمام تھا اور اس نورانی چہرے والے بزرگ کے ارد گرد ہزاروں کی تعداد میں لوگ موجود ہیں جو اس سوار بزرگ کی تعظیم و تکریم کرتے آتے ہیں۔ وہ یہودن یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی اور حیران تھی کہ یہ کون ہیں کہ اتنے میں ایک اور بزرگ نے کہا کہ

شانِ حق نورِ خُدا قدرتِ باری دیکھو
آؤ آؤ محبُوبِ خُدا کی سواری دیکھو

وہ یہودن دیکھتی رہی کہ یہ پیارے مکھڑے والا بزرگ جاتا کہاں ہے، تو اس نے کیا دیکھا کہ وہ بزرگ سیدھا اسی مسلمان کے گھر تشریف لے گئے جہاں محفل میلاد کا انتظام تھا۔ جب اس بزرگ نے اپنا نورانی قدم اس گھر میں رکھا تو سارا گھر نورٌ علیٰ نُور ہو گیا اور محفل میں جتنے بھی لوگ تھے وہ تعظیم و تکریم کے لئے کھڑے ہو گئے اور قدم بوسی

کرنے لگے۔ کافی دیر تک وہ بزرگ اس گھر میں تشریف فرما رہے، جب محفل میلاد شریف ختم ہوئی تو وہ محبوب، وہ پیارے چہرے والا، اس مسلمان کے گھر سے نکلا اور اس یہودن کے گھر کے قریب سے گزرنے لگا۔ تو اس یہودن نے ایک نورانی چہرے والے بزرگ سے پوچھا کہ اللہ کے بندے! یہ نورانی چہرے والا بزرگ کون ہے اور یہ ساتھ جو ان کی تعظیم و تکریم کرتے چلے آ رہے ہیں، یہ کون لوگ ہیں؟

تو اس بزرگ نے فرمایا ____ مائی تو انہیں نہیں جانتی؟ یہی تو حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یہی تو تاجدار انبیاء ہیں، یہی تو مسلمانوں کے دلربا ہیں، یہی تو ہمارے مشکل کشاء ہیں ـــ یہی تو رسول خدا اور رحمۃ للعالمین ہیں صلی اللہ علیہ وسلم فداک ابی وامی! ؎

صلی علی خیر الورٰی نور الہدٰی یہی تو ہیں!
جس کا شیدا ہے جہاں وہ دلربا یہی تو ہیں!
پیدا کیے جن کے لیے اللہ نے ارض و سما!
وہ حق کے پیارے مصطفٰے نور خدا یہی تو ہیں!
اُمت پر تھا جس نے کیا سب اُل کو اپنی فدا
حامی وہ اپنے پیشوا خیر الورٰی یہی تو ہیں!
کر ان سے گوھر التجاء مقبول ہوگی اب دعا
دیتا ہوں تجھ کو میں بتا مشکل کشا یہی تو ہیں

جس وقت یہودن نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا تو پوچھا یہ ان کے ہمراہ جو دیگر نورانی لوگ ہیں یہ کون ہیں۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالٰی کے مقدس اور نوری فرشتے ہیں اور جو بالکل آپ کے قریب دائیں بائیں چل رہے ہیں وہ آپ کے صحابہ کرام جلوہ فرما ہیں۔ یہودن نے بزرگ سے پھر کہا

کہ اگر میں تمہارے نبی کو سلام دوں تو میرے سلام کا جواب دیں گے۔ اس بزرگ نے فرمایا کیوں نہیں۔ یہ نبی رحمۃ للعالمین ہیں۔ یہ وہ رسول ہیں جن کو کافر و مشرک پتھر مارتے تھے مگر یہ ان کو دعائیں دیتے تھے۔ وہ گالیاں دیتے تھے یہ مسکراتے تھے۔ وہ لوگ ان راستے میں کانٹے بچھاتے تھے، یہ اپنی مقدس چادریں بچھا کر ان کو بٹھاتے تھے۔ بھلا وہ پیارا آپ کو جواب کیوں نہیں دے گا۔۔۔۔ اللہ اللہ!

اس یہودن نے آگے بڑھ کر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے ہی ادب سے سلام عرض کیا۔ اور رو کر عرض کرنے لگی کہ اے رحمت عالم گو میں غیر مسلم ہوں لیکن مجھے امید ہے کہ آپ ضرور مجھے جواب سے نوازیں گے۔ اور میری بات بھی سنیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کی بیوی کو جواب میں فرمایا کہ:

لبیک! کیا بات ہے اے اللہ کی بندی میں حاضر ہوں اس یہودن نے پوچھا حضور آپ کیسے تشریف لائے تھے۔ کملی والے نے فرمایا کہ تمہارے پڑوس میں ہمارا ایک عاشق رہتا ہے جو کہ ہر سال ہماری یاد میں ایک عظیم الشان محفل میلاد منعقد کرتا ہے۔ خوب جشن کرتا ہے۔ غریبوں، مسکینوں اور احباب کو اچھے اچھے کھانے کھلاتا ہے اور ہماری یاد میں پورے علاقے کو دعوت پر بلاتا ہے۔ آج ہم اس کے گھر میں مہمان بن کے آئے تھے تاکہ اس کو اپنی زیارت سے مشرف کرائیں اور اس کے گھر کو اپنے قدم پاک سے منور فرمائیں۔ وہ یہودن کہنے لگی حضور آپ کتنے شفیق و مہربان ہیں، کتنے لطیف اور آپ کو اپنی امت سے کتنا پیار ہے، کتنا کرم فرماتے ہیں آپ اپنے غلاموں پر۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی اپنے غلاموں میں شامل کر لیجئے۔ مجھے بھی کلمہ پڑھا کے اپنی امت میں شامل فرما لیں اور مسلمان فرما لیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا پھر پڑھ۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس عورت نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئی اور اس نے خواب میں ہی یہ ارادہ کیا کہ صبح ہوتے ہی جو چیزیں اس کی ملکیت ہیں میں یہ سب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلادِ پاک کی خوشی میں صدقہ وخیرات کردوں گی، کیونکہ تعالےٰ نے انہی کی برکت سے مجھے ایمان کی نعمت عطا فرمائی ہے۔

جب صبح ہوئی تو اس نومسلم خاتون نے میلاد منانے کا اہتمام کیا۔ اور بڑی ہی خوش باش کملی والی سرکار کے دیدار سے دُنیا کی ساری نعمتوں کو بھول چکی تھی۔ بس یہی تمنا تھی کہ جلدی کردوں اور حضور علیہ السلام کے میلاد شریف کی خوشی میں جشن کروں، صدقہ و خیرات کروں ۔۔۔ طرح طرح کے کھانے پکا کر میں بھی علاقے والوں کو دعوت دوں تاکہ مدینے والا اپنی اس نومسلم باندھی سے خوش ہوجائے۔ اِدھر اس نومسلم خاتون کا خاوند جو کہ یہودی تھا۔ جب اس نے اپنی بیوی کی یہ خوشی دیکھی تو کہنے لگا کہ۔ اے میری رفیقہ حیات کیا بات ہے؟ آج تو بہت خوش نظر آ رہی ہے۔ کیا بات ہے، کیا ہوا ہے۔ رات سوتے وقت تو تو اتنی مسرور نہ تھی، کیا دیکھا ہے تم نے رات کو خواب میں ؟

تو بیوی نے جواب دیا کہ ؎

جو خیال آیا تو خواب میں وہ جمال اپنا دکھا گئے
وہ مہک مہک تھی لباس میں کر سارا مکان بسا گئے
ہمیں داغ غم سے چھڑا گئے ہمیں جلوہ اپنا دکھا گئے
وہ نبیٔ احمد صلی اللہ علیہ وسلم دل ربا سبھی بگڑے کام بنا گئے
یہ حلیمہ بھید کھلا نہیں یہ مقام چون و چرا نہیں
تو خدا سے پوچھ وہ کون تھے تیری بکریاں جو چرا گئے

اس نومسلم عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ اے میرے سرتاج میں تمہیں وہ نظارا کیسے بتاؤں جو رات کو میں نے عالمِ خواب میں دیکھا ہے، وہ منظر اتنا پیارا اور عجیب تھا وہ سماں اتنا سہانا اور وہ ساعت اتنی دلکش تھی کہ دل کرتا تھا کہ پوری زندگی اسی نظارے

ہیں گزر جائے۔ اس نو مسلم عورت کے میاں نے کہا کہ اے میری رفیقہ حیات آخر وہ منظر مجھے بھی تو بتاؤ۔ اس نو مسلم عورت نے کہا کہ جب میں رات کو سوئی، میری آنکھیں تو بند ہو گئیں، لیکن دل کی آنکھیں کھل گئیں۔ میں نے خواب کے عالم میں پڑوسی مسلمان کے گھر نبی آخر الزماں، سرورِ کائنات نورِ مجسم رحمتِ دو عالم سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت فرمائی۔ اور خواب میں ہی میں نے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر ایمان لا کر کلمہ پڑھ لیا ہے اور مسلمان ہو گئی ہوں۔ جب میں مسلمان ہوئی تو میں نے رات کو ارادہ کر لیا تھا کہ صبح ہوتے ہی میں کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف مناؤں گی، جشن کروں گی۔ کھانے پکاؤں گی، لوگوں کی دعوت کروں گی۔ مدینے والے کو خوش کر کے جنت میں جاؤں گی۔

تو اس نو مسلم عورت کے خاوند نے کہا کہ اے میری رفیقہ حیات آ دونوں مل کر اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف منائیں۔ اس نو مسلم نے کہا کہ اے میرے سرتاج آپ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف مناتے ہو حالانکہ تم تو یہودی ہو۔ تم تو غیر مسلم ہو تو اس نو مسلم عورت کے خاوند نے کہا کہ خبردار مجھے یہودی ہرگز نہ کہنا، مجھے نہ کافر کہنا نہ مجھے غیر مسلم بھی ہرگز نہ کہنا۔ بلکہ اے میری رفیقہ حیات جب تم رات کو خواب میں کملی والے کا کلمہ پڑھ رہی تھیں۔ میں دیکھ رہا تھا۔ میں بھی اس مجمع میں موجود تھا۔

اے میری زوجہ! تو نے تو مجھے نہیں دیکھا لیکن میں نے تو تمہیں دیکھا ہے۔ میں بھی وہاں موجود تھا۔ جب تم نے کلمہ پڑھ لیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھنے لگے تو میں بھی آگے بڑھ کر حضور علیہ السلام سے کہنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے میری زوجہ کو تو کلمہ پڑھا کے مسلمان بنا دیا ہے۔ مہربانی فرما کر مجھے بھی مسلمان بنا دیں تاکہ دینی لحاظ سے وہ مجھ سے آگے نہ بڑھ جائے۔ کملی والے نے مجھے بھی کلمہ پڑھایا۔ اے میری بیوی اب میں غیر مسلم نہیں بلکہ اب تو میں تمہاری طرح مسلمان ہوں یہ پڑھ لا الہ الا اللہ محمد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ آمیری زوجہ دونوں مل کر حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا میلاد شریف منائیں اور مدینے والی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کر کے دونوں جنّت میں جائیں ۔

اللہ ! اللہ ! ـــــ اے میری بیوی ؎

تُو تو کلمہ پڑھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلمان ہوگئی
صدقہ اُس نورِ خدا پر میری جان ہوگئی

میلاد خوان سے حضورؐ خوش ہوتے ہیں

حضرت ابنِ نعمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے خواب میں رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو مَیں نے کملی والے آقا سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اُمّت میں سے اکثر لوگ میلاد شریف کا اہتمام کرتے ہیں ۔ خوب خوشیاں مناتے ہیں ۔ جشن کرتے ہیں کیا آپ ایسی خوشی پسند فرماتے ہیں ـــــ تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابنِ نعمان جو ہماری ولادت پر اور ہم سے خوش ہوتا ہے ، تو میں مدینے والا بھی اُس اُمّتی سے خوش ہوتا ہُوں ۔ سُبحان اللہ ! قربان جائیے ان لوگوں پر جو حضور علیہ السلام کو خوش کرتے ہیں ۔ پھر حضور علیہ السلام ان سے خوش ہوتے ہیں ۔

حضرات محترم ۔ معلوم ہُوا میلاد منانا بدعت نہیں ، ناجائز نہیں ، اسراف نہیں ، بلکہ یہ تو عین نبیٔ کریم علیہ السلام کی خوشی اور رضا کا باعث ہے ـــــ لہٰذا اے سُنّی میلاد مناتا جا ـــــ حضور علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کو خوش کرتا جا ۔ دشمن کو جلاتا جا ۔ اللہ کو مناتا جا اور جنّت کا ٹکٹ لیتا جا ۔ جناب عبدالستار نیازی نے اس مقام پر کیا خوب اور کتنے پیارے اشعار فرمائے ہیں کہ ؏

وہ لوگ خدا شاہد قسمت کے سکندر ہیں
جو سرورِ عالم کا میلاد مناتے ہیں

آقا کی ثنا خوانی دراصل عبادت ہے
ہم نعت کی صورت میں قرآن سناتے ہیں
اللہ کے خزانوں کے مالک ہیں نبی سرور
یہ سچ ہے نیازی ہم سرکار کا کھاتے ہیں

میلاد منانے والے جنت میں

حضرت علامہ محمد جعفر قریشی تذکرۃ الواعظین صفحہ ۳۲۱ پر روایت نقل فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک بہت ہی بزرگ اور متقی شخص رہتے تھے نام اُن کا تھا محمد ابراہیم۔ وہ اپنے زُہد و تقویٰ میں بڑے مشہور تھے۔ ہمیشہ حلال روزی کماتے اور کھاتے تھے اور جو حلال رزق کماتے اس میں سے آدھا اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے اور آدھے کو الگ ایک جگہ پر جمع کرتے رہتے، جب ربیع الاوّل شریف کی بارھویں شب آتی تو وہ سارا پیسہ جو کہ سال بھر جمع کرتے، اس کو نکال کر حضور علیہ السلام کی ولادت شریف کی خوشی میں پورے مدینہ شریف کے علماء اور مساکین کی دعوتِ عام کرتے۔ گھر میں محفلِ میلاد شریف کا بندوبست فرماتے اور آپ کی بیوی جو کہ بڑی زاھدہ و عابدہ تھیں وہ آپ کے ساتھ اس محفل پاک میں بھرپور حصہ لیتیں۔ خود طرح طرح کے کھانوں کا اہتمام کرتیں۔ اور ان تمام خوشیوں میں اپنے نیک اور پارسا خاوند کا بھرپور ہاتھ بٹاتیں۔

کچھ عرصہ کے بعد اتفاق سے اس بزرگ کی اس نیک بیوی کا انتقال ہو گیا لیکن وہ بزرگ پھر بھی اسی ذوق و شوق سے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلّم کا میلاد مناتے رہے۔ کچھ دنوں کے بعد وہ بزرگ محمد ابراہیم صاحب بھی بیمار ہو گئے۔ جب بیماری نے زور پکڑا اور بچنے کی کوئی امید نہ رہی تو اُس بزرگ نے اپنے بیٹے کو بلایا اور کہا۔ کہ اے میرے بچے آج رات اس دارِ فانی سے کوچ کر جاؤں گا، کیونکہ میری موت کا وقت قریب آگیا ہے۔ میرے بچے جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے غسل دے کر کفن پہنا کر مسلمانوں کے قبرستان

یں دفن کر دینا۔ میرے بیٹے فلاں جگہ پر میری حلال کمائی پچاس (۵۰) درہم پڑے ہیں
ان کو کسی نیک کام میں لگا دینا تاکہ مرنے کے بعد قبر میں مجھے اس کا ثواب ملتا رہے۔ اس
کے بعد اس بزرگ نے کلمہ طیبہ پڑھا اور کلمہ شریف پڑھتے پڑھتے اس کی روح پرواز کر گئی۔
اس کے لڑکے اپنے والد کو غسل دیکر کفنایا، نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔ بعد دفن
کے وہ لڑکا مدینے شریف کے ایک عالم کے پاس آیا اور پوچھا حضور میرے والد ماجد نے
اپنی وراثت میں پچاس درہم چھوڑے ہیں اور وصیت فرمائی ہے کہ ان درہموں کو کسی اچھی جگہ
خرچ کرنا تاکہ مجھے ثواب ملتا رہے۔ آپ فرمائیں کہ میں دراہم کو کس جگہ خرچ کروں۔

اس عالم دین نے جواب دیا کہ جس آدمی نے دنیا میں کوئی مسجد بنوائی تو گویا اس
نے اللہ کے گھر کعبہ اور مدینہ شریف کی تعمیر کی۔ لہٰذہ میرا مشورہ یہ ہے کہ ان درہموں
کو کسی مسجد میں بطور چندہ کے دے دو، دوگنا ثواب ملے گا۔ وہ لڑکا اٹھا اور مدینے
شریف کے ایک اور عالم کے پاس آگیا۔ اُس نے وہی بات جو کہ پہلے عالم سے کہی تھی
ان کے سامنے بھی رکھی اور ان سے مشورہ مانگا۔ دوسرے عالم نے جواب دیا کہ جو اللہ
تعالیٰ کی رضا کیخاطر کنواں کھدوائے تاکہ خلق خدا پانی سے سیراب ہو تو اللہ تعالیٰ اس
کنوئیں کھدوانے والے کو ستر (۷۰) حج کا ثواب عطا فرمائے گا۔ لہٰذا تم پانی کا کنواں کھدوا دو
تاکہ ستر (۷۰) حجوں کا ثواب مل جائے۔ وہ لڑکا وہاں سے اُٹھا اور تیسرے عالم کے پاس
گیا۔ اس سے وہی سوال دوہرایا جو پہلے عالموں سے کر چکا تھا۔ اس عالم نے جواب
دیا جو خدا کی رضا کے لئے صلہ رحمی کرتے ہوئے اپنے غریب رشتے داروں پر خرچ کرے اُسے
اللہ تعالیٰ ستر (۷۰) غازیوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔ لہٰذا میری مانو تو یہ دراہم اپنے غریب رشتے
داروں پر خرچ کر دو تاکہ ستر (۷۰) غازیوں کا ثواب حاصل کر سکے۔

وہ لڑکا وہاں سے اُٹھا اور ایک چوتھے عالم کے پاس گیا۔ اس سے بھی وہی سوال کیا
تو اس عالم نے جواب دیا جو آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی نہر پر پل بنوائے تاکہ لوگ

اس نہر سے باآسانی گزریں تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کے ستر (۷۰) بنی اسرائیل کے نبیّوں میں سے زندہ کئے لہٰذا کسی نہر پر لوگوں کے گذرنے کے لئے پُل بنوا دو۔ وہ لڑکا اٹھا اور مدینے شریف کے پانچویں عالم کے پاس گیا، اور ان کے سامنے یہی مسئلہ رکھا۔ تو اس عالم نے فرمایا کہ جو بندہ اللہ پاک کی رضا کے لئے کسی غازی مجاہد کو اللہ کے راستے میں لڑنے کیلئے ہتھیار خرید کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کو ستر (۷۰) شہیدوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔ وہ لڑکا اُٹھا اور چھٹے عالم کے پاس گیا۔ اُن سے بھی وہی مسئلہ پوچھا۔ تو اُس عالم نے جواب میں فرمایا کہ بیٹا۔ جس بندے نے خدا کی رضا کے لئے کوئی غلام آزاد کیا تو اس کو اللہ تعالیٰ ستر (۷۰) عالموں کا ثواب عطا فرمائے گا۔

وہ لڑکا یہاں سے اُٹھا اور مدینے شریف کے ساتویں عالم کے پاس پہنچ گیا اور اس سے بھی وہی سوال دُھرایا۔ اُس عالم نے فرمایا کہ بیٹا جو بندہ اللہ پاک کی رضا کے لئے مسافروں کے آرام کیخاطر راستے پر کوئی درخت لگائے تاکہ مسافر اس درخت کے نیچے آرام کریں تو اللہ پاک اس کے لئے جنّت میں ایک مکان اور ایک باغ جو بہت خوبصورت ہوگا، تیّار فرمائے گا اور اس کو جس نے دنیا میں مسافروں کے لئے آرام پہنچانے کیلئے درخت لگایا عطا فرمائے گا۔ لہٰذا میری مانو تو کسی راستے پر مسافروں کے لئے ایک یا چند درخت لگوا دو۔ اس لڑکے نے جب اس قدر مختلف مسائل اور مختلف ثواب کے فوائد سُنے تو وہ حیران و پریشان ہو گیا کہ کِس پر عمل کرے اور کس کو چھوڑے، ان میں سے تو کوئی نیکی چھوڑنے کے قابل ہے بھی نہیں۔

وہ گھر آیا، ان مسائل ذہن میں رکھکر سوچنے لگا۔ اسی اثنا میں اس کو نیند آگئی وہ سو گیا، عالمِ خواب میں اس لڑکے نے دیکھا کہ میدانِ حشر برپا ہے۔ ہر آدمی اپنا اپنا حساب دے رہا ہے۔ حساب دینے کے بعد نیک لوگ جنّت میں جا رہے ہیں، بُرے لوگ جہنم میں۔ یہ واقعات دیکھ کر وہ لڑکا کانپ اُٹھا کہ اللہ خیر کرے پتہ نہیں میرے ساتھ کیا

سلوک ہوتا ہے۔ نا معلوم میں جنت میں جاتا ہوں یا جہنم میں۔ اتنے میں ایک ندا آئی کہ اس لڑکے کو جنت میں لے جاؤ۔ جب یہ نوجوان جنت میں پہنچا تو جنت میں مختلف قسم کی نعمتیں دیکھیں جو کبھی وہم و گمان میں بھی نہیں آئی تھیں۔ مکانات دیکھے جن کی چمک دمک سے آنکھیں خیرہ ہو رہی تھیں۔ حوریں دیکھیں ان کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یاقوت اور مرجان کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہیں اور بھی طرح طرح کی بے حساب اللہ پاک کی نعمتیں موجود تھیں جن کی کوئی حد تھی نہ حساب، جن کو بیان کرنے سے انسان قاصر ہے، وہ نوجوان جنت کی نعمتوں کو دیکھتے دیکھتے جنت کی سات مختلف منزلیں دیکھیں، فرشتے بتا رہے تھے کہ اے اللہ کے بندے یہ پہلی جنت ہے، یہ دوسری، یہ تیسری، غرضیکہ تمام جنت کی منزلیں اس نے طے کر لیں۔

چلتے چلتے جب وہ نوجوان جنت کی آٹھویں منزل اور آٹھویں دروازے پر پہنچا تو دیکھا کہ اس کا دروازہ بند ہے۔ گیٹ پر اس جنت کا داروغہ فرشتہ کھڑا ہے۔ ہر آدمی اس جنت میں داخل نہیں ہو سکتا، صرف وہی اس کے اندر جائے گا جس کو میرے اللہ پاک کا حکم ہوتا ہے۔ وہ نوجوان اس جنت میں جانے کا ابھی ارادہ کرتا ہے، لیکن جنت کا نگہبان فرشتہ کہتا ہے کہ اے نوجوان، اس جنت میں تم داخل نہیں ہو سکتے۔ اس جوان نے پوچھا کہ میاں فرشتے کیوں، کیا وجہ ہے۔ جب میں ساتوں جنتوں میں اللہ پاک کے حکم سے آسکتا ہوں تو اس میں کیوں داخل نہیں ہو سکتا۔

جنت کے نگہبان فرشتے نے کہا کہ اے نوجوان اس جنت میں صرف وہی شخص جا سکتا ہے جو دنیا کی زندگی میں، اللہ تعالےٰ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف مناتا رہا ہے اور محافلِ میلاد میں جاتا رہا ہو۔ سبحان اللہ! اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں مسرت اور فرحت کا اظہار کرتا رہا ہے۔ تو اس نوجوان نے کہا۔ کہ اے داروغہ پھر تو بلاشبہ میری والدہ ماجدہ اور والدِ مکرم ضرور اسی

اسی جنّت میں ہوں گے کیونکہ وہ دونوں ساری زندگی کملی والے آقا و مولا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں ہر سال خوب جشن مناتے رہے ہیں، مسرت کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ علماء کرام اور مساکین کی دعوتیں کرتے رہے ہیں۔ لہٰذا مجھے اس جنّت میں جانے دو تاکہ میں اپنے والدین کریمین کی زیارت کر سکوں۔ ابھی وہ جوان جنّت کے داروغہ سے کلام کر ہی رہا تھا، اجازت مانگ ہی رہا تھا کہ غیب سے آواز آئی کہ اس جوان کو جنّت میں جانے دو تاکہ یہ اپنے والدین کی زیارت کرے اور والدین اپنے اس بچے کو جی بھر کے دیکھ لیں۔ اجازت ملتے ہی وہ نوجوان جنّت کی آٹھویں منزل میں داخل ہوا۔ اس جنت میں وہ نعمتیں مشاہدہ کیں جو پہلے والی سات جنّتوں میں بھی نہیں تھیں۔ ان جنّتوں کا نظارہ کرتے کرتے وہ نوجوان حوضِ کوثر کے کنارے پہنچا وہ حوض کوثر جس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کے تیسویں پارہ سورۃ کوثر۔ رکوع ۳۳۔ آیت ۱ میں فرمایا۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ؕ "اے محبوب بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرما دی"۔

یہ کوثر جنّت کی آٹھویں منزل میں موجود ہے۔ قیامت میں اس جنّت کے حوض کے کنارے پر بیٹھ کر کملی والا آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہم گناہ گاروں کو جام کوثر بھر بھر کر پلاتے جائیں گے اور ہماری پیاس و تشنگی دُور فرماتے جائیں گے۔ تو وہ نوجوان کوثر کے کنارے پہنچا تو اس نے کیا دیکھا کہ اس کوثر کے کنارے پر اس کی والدہ ماجدہ بیٹھی ہوئی ہے اور اس کی والدہ ماجدہ کے پاس ایک جنتی تخت موجود ہے، اس پر ایک بزرگ خاتون جلوہ افروز ہیں اور اس تخت کے ارد گرد بہت ساری کرسیاں بھی بچھی ہوئی ہیں۔ جس پر اور بہت سی خواتین جو شکل و صورت میں بڑی برگزیدہ معلوم ہوتی ہیں تشریف فرما ہیں۔

اس نوجوان نے ایک فرشتے سے دریافت کیا کہ اللہ پاک نوری فرشتے یہ بڑی برگزیدہ خواتین جو تخت اور کرسیوں پر بیٹھی ہیں کون ہیں؟ ۔ اس اللہ کے فرشتے نے جواب دیا کہ اے اللہ کے بندے یہ جو تخت پر بی بی تشریف فرما ہیں، یہ رحمۃ للعالمین سردارِ کُل حضرت محمد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
ہیں، یہ جو کرسیوں پر بیبیاں تشریف فرما ہیں۔ ان میں سب سے پہلے حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ
دوسری سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی
پاک بیبیاں ہیں۔ وہ جلوہ فرما ہیں۔ اور ان سے آگے حضرت مریم والدہ محترمہ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا فرعون کی بیوی۔ حضرت سارہ، حضرت حاجرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ازواج پاک تشریف فرما ہیں۔ اس سے
آگے حضرت رابعہ بصری، حضرت زبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضور علیہ السلام کی امت کی ولیہ
تشریف فرما ہیں۔ وہ نوجوان یہ سن کر بڑا حیران ہُوا۔

آگے بڑھا تو کیا دیکھا کہ ایک وسیع و عریض تخت بچھا ہُوا ہے جس پر ایک نورانی
چہرے والے بزرگ تشریف فرما ہیں اور اس کے گرد چار کرسیوں پر جو وہاں موجود ہیں ان پر
چار بزرگ تشریف فرما ہیں۔ پھر دائیں طرف بہت سی کرسیاں موجود ہیں ان پر بھی بڑے نیک
اور بزرگ لوگ جلوہ افروز ہیں۔ پھر بائیں طرف دیکھا تو وہاں بھی بڑے بڑے اللہ والے
موجود ہیں۔ اس نوجوان نے پھر اسی فرشتے سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے نوری فرشتے یہ
بزرگ جو جلوہ افروز ہیں کون ہیں۔

اس فرشتے نے جواب دیا کہ اللہ کے نیک بندے یہ جو تخت پر نوری بزرگ تشریف فرما ہیں
یہ ساری کائنات کے والی، دونوں جہان کے داتا حضرت سیدنا مولانا وماوٰنا حضرت محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ جو ان چار کرسیوں پر بیٹھے ہیں یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
چار یار حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت سیدنا عثمان غنی اور سیدنا
حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں۔ دائیں طرف تمام انبیاء کرام
علیہم اجمعین تشریف فرما ہیں۔ بائیں طرف شہدائے کرام، اولیائے عظام تشریف فرما ہیں۔
وہ لڑکا آگے چلا گیا تو کیا دیکھا ایک نورانی مقام پر اس کا والد بزرگوار بھی موجود ہے اور بڑا

خورسند و خرم ہے اور اللہ پاک نے اس کے والد کو جنت کی اعلیٰ نعمتوں سے مالا مال کر رکھا ہے۔ لڑکا اپنے والد ماجد کا یہ مقام دیکھ کر عش عش کر اٹھا۔ اپنے ابّا جان سے پوچھنے لگا اے میرے والد مکرم۔ اے اللہ پاک کی نعمتوں سے سرفراز ہونے والے میرے پیارے باباجان باپ نے کہا بیٹا لبیک، کہا کیا بات ہے جان پدر؟ بیٹا کہنے لگا۔ ابّا جان آپ نے یہ درجات، یہ مراتب، یہ مقام، یہ عزّت، یہ شان، یہ بلندی، یہ جنت کی اعلیٰ نعمتیں کس طرح پائیں؟

اس بزرگ ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب اپنے بیٹے کی یہ باتیں سُنیں تو اس کو سینے سے لگالیا اور فرمایا بیٹا یہ مقام، یہ شان، یہ جنت کے اعلیٰ درجات اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلیئے عطا فرمائے ہیں کہ میں ہر سال اپنی حلال کی کمائی میں سے کائنات کے داتا رسولوں کے سردار حبیب کبریا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ پاک کی خوشی جشنِ میلاد منایا کرتا تھا۔ خوشیاں کرتا تھا محفلِ میلاد کا اہتمام کرتا تھا۔ اللہ! اللہ!

محترم سامعین! معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ولادت پاک کی خوشی وہ عظیم خوشی ہے، وہ پیاری خوشی ہے کہ جس کے صدقے جنّت ملتی ہے، جنت ہی نہیں بلکہ وہ جنّت ملتی ہے جس میں کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلّم خود تشریف لاتے ہیں۔ انشاءاللہ وہ سُنّی بریلوی مسلمان جو فرائض و واجبات ادا کرتا رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا عشق سینے میں لے گئے ہر سال میلاد پاک کا اہتمام کرتے کرتے دنیا سے چلا جائے وہ سیدھا جنت میں چلا جائے گا۔ وہ جہنم سے بھی آزاد، وہ حشر کے خوف سے بھی آزاد کیوں؟ اسلیئے کہ

جیہڑا عاشق پاک نبی دا اوہنوں کی خوف روز حشر دا\
نہ اس دوزخ دے وچ سڑنا تے نہ اوہنوں خوف قبر دا\
جس نے جام عشق دا پیتا اوہنوں زہر اثر نہ کردا\
اعظم جیہڑا عشق دا بندہ اوہ موت تھوں نئیں مردا

یاد رکھو! مسلمانو! میلاد شریف کی خوشی میں جتنا پیسہ بھی خرچ ہو جائے وہ باعث نجات ہے اور بخشش کا ذریعہ ہے اور پیارے صحابۂ پاک رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سُنّت ہے اور میلاد شریف کے موقع پر دل کی محبّت سے کھلے دل سے پیسہ خرچ کرنے کرنے والا، میلاد کی خوشی میں جشن منانے والا قیامت کے دن انشاء اللہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ ہوگا۔

میلاد خوان قیامت میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ!

شیخ الاسلام حضرت علامہ ابن حجر المکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک کتاب لکھی ہے " النعمۃ الکبریٰ علی العالم فی مولد سیّد ولد آدم "
اس کتاب میں انہوں نے نبیٔ کریم علیہ السلام کی ولادت پاک کے چند واقعات درج فرمائے اور بتایا ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کا میلاد شریف منانے کا کتنا فائدہ ہے۔

واقعات لکھتے لکھتے انہوں نے اس کتاب کے صفحہ نمبر ۷ - ۸ میں خلفاء راشدین یعنی صدّیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی اور علی شیر خدا رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ارشادات کو نقل فرمایا ہے۔ آپ بھی سُنیئے اور غور فرمائیے کہ میلاد پاک منانے والا کتنا خوش نصیب انسان ہے۔ یہ حضرت علامہ ابن الحجر المکی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ۹۰۹ ہجری میں پیدا ہوئے یعنی دسویں صدی میں اور یہ کتاب دسویں صدی میں ہی لکھی گئی کیونکہ آپ ۹۴۷ھ میں مکہ شریف میں وفات پاگئے تو گویا یہ کتاب آج سے ساڑھے چار سو سال سے بھی پہلے کی لکھی ہوئی ہے جب آپ کو یہ معلوم ہو گیا تو یہ بھی جان لو اس وقت سارے سُنّی ہی سُنّی تھے۔ دیوبندی اور بریلوی کا کوئی جھگڑا نہیں تھا۔ جب سے دیوبندی آئے ہیں یعنی آج سے سو سال پہلے یہ میلاد پر جھگڑے چلے ہیں کہ میلاد منانا بدعت ہے۔ شرک ہے ناجائز ہے اور ناجائز کیا گیا ہے؟ اب آپ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال پڑھیں اور خود اندازہ لگائیں کہ حق پر کون ہے۔ فیصلہ آپ پر ہے؟ - - - -

صدّیقوں کے سردار شہنشاہِ صداقت، یارِ غار حضرت سیّدنا ابوبکر عتیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

مَنْ اَنْفَقَ دِرْهَمًا عَلٰى قِرَاءَةِ مَوْلِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ رَفِيْقِيْ فِي الْجَنَّةِ

"جو آدمی نبی کریم علیہ السلام کے میلاد شریف منانے پر ایک درہم خرچ کرے یا کیا تو وہ کل قیامت کے دن مجھ ابوبکر کے ساتھ جنت میں ہوگا"

عادلوں کے پیشوا شہنشاہِ عدالت یارِ ثانی امیر المومنین حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

مَنْ عَظَّمَ مَوْلِدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ اَحْيَا الْاِسْلَامَ

"جس نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کی تعظیم کی تو اُس نے گویا اسلام کو زندہ کیا۔"

سخیوں کے بادشاہ یارِ سوم امیر المومنین حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

مَنْ اَنْفَقَ دِرْهَمًا عَلٰى قِرَاءَةِ مَوْلِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَاَنَّمَا شَهِدَ غَزْوَةَ بَدْرٍ وَّحُنَيْنٍ ۔

"جس نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف پر ایک درہم خرچ کیا گویا وہ بدر اور حُنین میں لڑائی کے لئے خود حاضر ہُوا۔"

سامعین کرام! آپ جانتے ہیں کہ میدان بدر میں شریک ہونے والوں کو اللہ تعالیٰ نے کیا اجر دیا تھا۔ قرآن پاک کا چوتھا پارہ اور احادیث کی معتبر کتابیں بخاری و مسلم پڑھکر دیکھیں کہ میدان بدر والوں کے بارے اللہ تعالےٰ نے جنتی ہونے کا اعلان فرمادیا۔ اس طرح نبی کریم علیہ السلام نے بھی اپنے غلاموں کو جنّت کی خوشخبری سُنائی تو نتیجہ یہ نکلا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد منانے والا جنّت میں جائے گا۔

شیروں کے شیر، شہنشاہ شجاعت، حضرت سیّدنا امیر المومنین مولا علی شیرِ خدا کرم اللہ

وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ :۔

مَنْ عَظَّمَ مَوْلِدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ سَبَبًا لِقِرَاءَتِہٖ لَایَخْرُجُ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا بِالْاِیْمَانِ وَیَدْخُلُ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔

"جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کی تعظیم کی اور میلاد شریف کرنے کا سبب بنا وہ دنیا سے ایمان کی دولت لے کر جائے گا اور وہ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوگا۔"

امام الاولیاء بزرگ تابعی حضرت سیدنا امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔ وُدِدْتُ لَوْکَانَ لِیْ مِثْلُ جَبَلِ اُحُدٍ ذَھَبًا فَاَنْفَقْتُہٗ عَلٰی قِرَاءَۃِ مَوْلِدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

"مجھے یہ بات پسند ہے کہ کاش میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو اور میں اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف پر خرچ کردوں"

اللہ غنی! قربان جائیے! حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جن کی خواہش کہ رب لم یزل مجھے احد پہاڑ کے برابر سونا عطا فرما دیتا تو میں سارے کا سارا مکی والے آقا کے میلاد پر اس کو خرچ کرکے مدینے والے کو راضی کرلیتا۔ حضرات آپ جانتے ہیں کہ احد پہاڑ کتنا بڑا ہے؟ تین میل لمبا اور ایک فرلانگ چوڑا۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ اگر یہ سارا پہاڑ سونے کا بنا ہوا ہو تو دنیا کے لحاظ سے کتنا پیسہ بن جائیگا۔ تو گویا امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ سارا پہاڑ سونا بناکر میرے حوالے کردیتا تو میں اسے بھی میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کردیتا یہ توسب محبت کی باتیں وہی لوگ کرتے ہیں، جنکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشی ہوتی ہے۔ اور جن کو حضور علیہ السلام کی آمد خوشی ہوتی ہے تو وہ بارہ ربیع الاول شریف کو محبت سے یوں پکارتے ہیں کہ :۔

چارسُو رحمتوں کے اجالے ہوگئے بزم کونین کے پیشوا آگئے
ذرّے افلاک سے باتیں کرنے لگے مصطفےٰ آگئے مصطفےٰ آگئے
غم کے مارے ہوئے مسکرانے لگے ظلمتوں کے مکین جگمگانے لگے
بیکسوں کے مقدر ٹھکانے لگے سب کے محسن حبیبِ خدا آگئے
حضرت موسیٰ جن کو ترستے رہے ابن مریم بھی جن کی خبر دے گئے
پہلے آئے ہوئے جن کے پیچھے کھڑے آج وہ خاتم الانبیاء آگئے
ذکر کیسے کروں وصف سرکار کا بیاں ہو سماں ان کے دربار کا
دل ظہوری بنا مطلعِ انوار کا جب تصور میں وہ دلربا آگئے

سامعین کرام یاد رکھیں خدا کی قسم جو بندہ محبت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوب کر محفل میلاد شریف کا اہتمام کرے اور طرح طرح کے کھانے پکا کر کملی والے آقا مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کو ثواب پہنچائے اور پھر وہ کھانا لوگوں میں تقسیم کرے تو یاد رکھو وہ کھانا سیدھا بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ جاتا ہے اور کملی والا کرم فرمائے تو وہ کھانا تناول فرماتا ہے۔ آپ کہیں گے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تو آئیے سُنیئے۔

شاہ عبد الرحیم کے چنے

قطب الملت حکیم الامت حضرت سیدنا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ تمام مسالک والوں کے نزدیک مسلم ہیں، جن کو تمام فرقے اچھی نگاہ سے دیکھتے ہیں انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے "دُرِّ ثمین" اس میں اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک واقعہ لکھتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد شاہ عبد الرحیم صاحب نے بتایا کہ میں ہر سال ربیع الاول شریف کی بارھویں تاریخ کو میلاد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشی میں کھانا پکوایا کرتا تھا، لیکن ایک سال میرے پاس اتنے پیسے نہ تھے کہ میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں کھانا

پکواتا اور لوگوں میں تقسیم کرتا تو میں نے سوا روپے کے چنے منگوائے اور میلاد پاک کی خوشی میں لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ جب رات کا ٹائم ہوا میں اپنے بستر پر سویا تو خواب میں رحمتِ دو عالم نورِ مجسم سرکارِ ابد قرار سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ میں نے کیا دیکھا دربارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں طرح طرح کے کھانے موجود ہیں اور اُن کھانوں میں میرے چنے بھی موجود ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے چنوں کو دیکھ کر مسکرا رہے ہیں اور گویا فرما رہے ہیں، عبدالرحیم کوئی بات نہیں اگر اس مرتبہ تو ہمارے میلاد پاک کی خوشی میں کھانا نہیں پکا سکا تو کیا ہوا ہم نے تیرے ان چنوں کو بھی اپنی بارگاہِ بے نیاز میں قبول فرما لیا ہے۔ دیکھ یہ تیرے چنے ہماری بارگاہِ عالیہ میں موجود ہیں۔ سبحان اللہ!

حضراتِ محترم! معلوم ہوا کہ شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہر سال محفل میلاد منایا کرتے تھے اور لوگوں میں طرح طرح کے کھانے پکا کر تقسیم کرتے تھے اور سنیئے!

حاجی امداد اللہ محفلِ میلاد میں

تمام اکابرین علمائے دیوبند کے رہبر و پیشوا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ فقیر (امداد اللہ) کا طریقہ کار تو یہ ہے کہ محفلِ میلاد شریف میں شریک ہوتا ہے، شریک ہی نہیں بلکہ میں محفلِ میلاد کو ذریعۂ برکات سمجھ کر خود بھی اپنے گھر میں منعقد کرتا ہوں اور قیام (یعنی بوقتِ ولادت کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام پڑھنا) میں لطف و لذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ صہ ۵)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی فرمان " امداد المشتاق " کتاب میں بھی موجود ہے جو کہ آپ کے مرید خاص مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے لکھی۔ امداد المشتاق صہ ۵۶ میں اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

فرماتے ہیں ۔

" البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیئے، اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جاوے تو مضائقہ نہیں، کیونکہ عالم خلق مقید بزمان ومکان ہے لیکن عالمِ امر دونوں سے پاک ہے، پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں ۔ "

سمجھے آپ! حضرت صاحب کیا فرما رہے ہیں؟ فرماتے ہیں کہ بارہ ربیع الاوّل شریف کی شب کو سحری کے وقت جب کملی والا آقا صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لایا۔ اس وقت یہ بندہ ہرگز گمان نہ کرے کہ حضور علیہ السلام اب پیدا ہو رہے ہیں کیونکہ وہ تو پیدا ہو چکے ہیں ۔ ہاں یہ گمان کرنا کہ ہماری اس محفل سلام و قیام میں کملی والا تشریف لا سکتا ہے ۔ اگر کوئی یہ کہے کہ حضور ہماری محفلِ میلاد میں جلوہ گر ہیں تو اس کی بات کو جھٹلایا نہ جائے کیونکہ یہ بات حضور علیہ السلام سے بعید نہیں اگر کرم فرمائیں ۔ تو ہماری محفلوں میں تشریف لا سکتے ہیں ۔ اللہ اکبر ۔

صدیق بھوپالی اور محفلِ میلاد

غیر مقلدین یعنی اہلحدیث جن کو وہابی بھی کہتے ہیں، ان کے پیشوا جناب شیخ الاسلام نواب صدیق حسن خان بھوپالی، اپنی معرکتہ الآراء کتاب "الشمامتہ العنبریہ" ص ۱۲ میں لکھتے ہیں کہ جس کو حضرت (یعنی نبی کریم علیہ السلام) کے میلاد کا حال سنکر فرحت (خوشی) حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں ۔ اسی کتاب کے ص ۵ پر لکھتے ہیں کہ اسمیں کیا برائی ہے کہ اگر ہر روز ذکر حضرت (رسول دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں کر سکتے ذہرا سبوع یعنی (ہر ہفتہ) یا ہر ماہ میں التزام اس کا کرلیں کہ کسی نہ کسی دن بیٹھ کر یادِ نظر و سیرت رسمت و دل وہدی ولادت و وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کریں

پھر ماہِ ربیع الاوّل شریف کو بھی خالی نہ چھوڑیں!۔

محترم سامعینِ کرام! سردارِ اہلحدیث نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے تو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر خوشی نہ کرنے والوں پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ اب خود ہی اہلحدیث حضرات اور دیوبندی حضرات اپنے عقیدۂ باطلہ پر غور فرمائیں کیونکہ الشمامۃ العنبریہ وہ کتاب ہے جس کو دیوبندی حضرات کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی مستند قرار دیا تسلی کے لیئے ان کی کتاب "نشر الطیب" دیکھی جا سکتی ہے۔

معلوم ہوا کہ میلاد شریف منانے والا، انشاءاللہ، دین و دنیا میں کامیاب ہوگا اور میلاد شریف منانا بڑے بڑے صحابہ کرام، بڑے بڑے اولیائے کرام مناتے رہے حتیٰ کہ علمائے دیوبند و علمائے اہلحدیث کے بزرگوں نے بھی میلاد منایا لیکن پتہ نہیں ان لوگوں کو کیا ہوا ہے جو میلاد نہیں مناتے۔ چلو میاں اگر آپ نہیں مناتے تو نہ منائیں، لیکن جو محفلِ میلاد مناتے ہیں، ان کو بدعتی، مشرک تو نہ بنائیں یہ محفلِ میلاد منانا کوئی فرض، واجب نہیں بلکہ یہ مستحب و محبوب چیز ہے جس کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے والہانہ محبت ہوگی وہ تو اس دن کو یاد کر کے خوشی کا اظہار کرے گا۔ اور جس کو محبت نہیں وہ خوشی نہیں کرے گا لیکن کتنے دُکھ کی بات ہے کہ جب ربیع الاول کا موسم آتا ہے جہاں غلامانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خوشیاں مناتے ہیں وہاں مخالفین جگہ جگہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیئے میلاد منانے والوں پر نہ جانے کون کون سے فتوے لگاتے ہیں۔

اب ان کے فتوے سُنیئے!

میلاد کیخلاف فتوے

دیوبندیوں کے قطب العالم مولوی رشید احمد گنگوہی نے ایک فتاویٰ کی کتاب لکھی ہے فتاویٰ رشیدیہ۔ میلاد پاک کے بارے مختلف لوگوں نے مولوی صاحب سے فتوے پوچھے جو انہوں نے لوگوں کو جواب دیئے وہ حسب ذیل درج ہیں آپ بھی پڑھیں اور سنیں کہ علماء دیوبند

کے قطب العالم مولوی رشید احمد گنگوہی کیا لب کشائی فرماتے ہیں؟

نمبرا سوال :۔ مروّجہ مجلسِ میلاد بدعت ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ مجلس مولود مروجہ بدعت ہے اور لسبب خلط امور مکروہہ کے مکروہِ تحریمہ ہے۔ (فتاوٰی رشیدیہ صفحہ ۱۱۵)

نمبر۲ سوال :۔ مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو جیسے کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کیا کرتے تھے، آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں اور شاہ صاحب واقعی مولود اور عرس کرتے تھے یا نہیں ؟۔

جواب :۔ عقد مجلس مولود اگرچہ اسمیں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام وتداعی اس میں بھی موجود ہے لہٰذا اس زمانے میں درست نہیں وعلٰی ھذا عرس کا جواب ہے۔ بہت اشیاء اوّل مباح تھیں پھر کسی وقت منع ہوگئیں۔ مجلس عرس و مولود بھی ایسا ہی ہے۔ (فتاوٰی رشیدیہ صفحہ ۱۱۶-۱۱۵)

آپ اندازہ فرمائیں۔ مولوی صاحب کس طرح میلاد شریف کو ناجائز بنانے کے لئے حیلے اور ہیرا پھیری سے کام لے گئے، حالانکہ سائل کے سوال سے یہ معلوم ہو گیا کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ جو بہت بڑے بزرگ تھے وہ بھی میلاد مناتے تھے، عرس کرتے تھے۔ لیکن مولوی صاحب نے کیسے صفائی کے ساتھ میلاد کو ناجائز کردیا۔ اللہ تعالٰی۔ کلی ولایت کی دشمنی سے محفوظ رکھے ـــــ آمین

نمبر۳ سوال :۔ محفلِ میلاد جس میں روایاتِ صحیحہ پڑھی جاویں اور لاف وگزاف اور روایاتِ موضوعہ اور کاذبہ (یعنی گھڑی ہوئی اور جھوٹی نہ ہو) شریک ہونا کیسا ہے۔

جواب :۔ ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے۔ (فتاوٰی رشیدیہ صفحہ ۱۳۱)

حضراتِ محترم! آپ نے آئینے کے دونوں رُخ دیکھ لئے کہ میلاد شریف منانے

کا کتنا فائدہ ہے کہ میلاد شریف منانے سے کملی والے بھی خوش ہوتے ہیں، صحابہ کرام بھی جنت میں لیجانے کا وعدہ فرماتے ہیں۔ بزرگانِ دین نے بھی میلاد شریف منایا لیکن تیرہ سو سال تک لوگ میلاد مناتے آئے۔ چودھویں صدی میں ایک جدید فرقہ دیوبندی وہابی وغیرہ پیدا ہوا جس نے میلاد منانے والوں پر شرک و بدعت کے فتوے لگائے۔ اب آپ ہی بتائیں اور سوچیں کہ بات کس کی مانی جائے۔

اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی، صحابہ کرام کی، اولیاء اللہ کی یا بزرگانِ دین کی یا اس جدید فرقے دیوبندی وہابی وغیرہ کی اب راستہ صحیح متعین کرنا آپ لوگوں کا کام ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ اسی راستے کو منتخب فرمائیں گے جو کملی والے کا، صحابہ کا، اولیاء اللہ کا اور بزرگانِ دین کا ہے۔ انشاء اللہ۔ اس راستے پر دین و دُنیا میں کامیابی نصیب ہوگی!

آیئے عہد کریں کہ جب تک اللہ پاک زندگی رکھے گا اور جب تک دم میں دم ہے انشاء اللہ تعالیٰ ان کا ذکر کرتے اور سُناتے رہیں گے ـــــ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو نبیٔ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ہر سال بلکہ ہر روز، نہیں نہیں بلکہ ہر لمحہ ذکر کرنے کا اور میلاد شریف منانے کی توفیق عنایت فرمائے ـــــ آمین بجاہِ النبی الامین ـــــ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تیسرا۳ وعظ مبارک

احسانِ عظیم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَخَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَ شَفِیۡعِ الۡمُذۡنِبِیۡنَ وَرَحۡمَۃٍ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ لَا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ لَقَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِہِمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡہِمۡ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۔ صَدَقَ اللّٰہُ مَوۡلَانَا الۡعَظِیۡمِ وَ بَلَّغَنَا رَسُوۡلُہُ النَّبِیُّ الۡکَرِیۡمِ وَ نَحۡنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشّٰہِدِیۡنَ وَالشّٰکِرِیۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۔ o

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (پارہ ۴ رکوع ۸)

ترجمہ :- " یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالےٰ نے مومنوں پر جب اُس نے بھیجا اُن میں ایک رسُول انہی میں سے، پڑھتا ہے ان پر اللہ پاک کی آیتیں اور پاک کرتا ہے۔ انہیں اور سکھاتا ہے انہیں قرآن اور سُنّت اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھُلی گمراہی میں تھے۔"

محترم سامعینِ کرام!

اللہ تبارک وتعالےٰ نے اس آیت کریمہ میں مومنوں پر احسان جتلایا ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ " یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالےٰ نے مومنوں پر۔"

اللہ تعالیٰ مومنوں پر احسان فرما رہا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ کوئی بڑا آدمی کسی انسان پر کوئی معمولی احسان کر کے جتلانے لگے تو یہ بات اس کے شایانِ شان نہیں سمجھی جاتی لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو اتنا بڑا انسان ہے اور معمولی احسان کر کے جتلا رہا ہے ــــ تو اللہ تعالےٰ تو ہے ہی سب سے بڑا، تو وہ احسان جتلا رہا ہے۔ تو معلوم ہُوا کہ اللہ تعالےٰ مومنوں پر کوئی معمولی احسان نہیں جتلایا، بلکہ کوئی بہت بڑا احسان کیا ہے۔!

تو میرے دوستو آؤ! میں آپ کو یہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے جو مومنوں پر احسان کیا ہے وہ کون سا احسان ہے۔ یہ بات سُننے سے پہلے یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار مخلوقات کو پیدا فرمایا اور اٹھارہ ہزار مخلوقات میں سے

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ " یقیناً عزت عطا فرمائی ہم نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو"

کے تحت حضرت انسان کو اللہ تعالےٰ نے اشرف المخلوقات بنایا اور اس پر اللہ تعالیٰ نے بے شمار احسانات فرمائے اور بے شمار نعمتیں نازل فرمائیں ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (پ ۱۳ رکوع ۱۷) "اور اگر تم گننا چاہو اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کو تو تم ان کو شمار نہ کر سکو گے "

حضرت انسان جس حال میں بھی ہو، چاہے بیٹھا ہو، چاہے کھڑا ہو، چاہے لیٹا ہو، چاہے سویا ہُوا ہو، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا ظہور ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے ان اپنی نعمتوں کو قرآن پاک میں جا بجا ذکر فرمایا ہے ۔ لیکن کہیں یہ نہیں فرمایا کہ اے انسان ہم نے تمہیں یہ نعمتیں دے کر احسان فرمایا۔

مثال کے طور پر اللہ پاک قرآن مجید کے پارہ ۱ رکوع ۳ میں ارشاد فرماتا ہے ۔

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ ۔ " وہ ذات (یعنی اللہ تعالیٰ) جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو عمارت اور اُتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اس سے کچھ پھل تمہارے کھانے کے لئے ۔"

حضرات محترم ! غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے لئے زمین بنائی یہی زمین دیکھیں ۔ یہ زمین اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے ۔ اگر یہ زمین نہ ہوتی تو ہم کہاں رہتے ۔ ہم کہاں قرار پکڑتے ۔ ہم کہاں مکان وغیرہ بناتے ۔ پھر اسی زمین سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے طرح طرح کے پھل پیدا فرمائے جو شب و روز ہم کھاتے پیتے رہتے ہیں اور دیکھتے رہتے ہیں ۔ اسی زمین سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے طرح طرح کی معدنیات نکالیں، مثال کے طور پر سونا، ہیرے جواہرات، چاندی، پیتل لوہا کوئلہ وغیرہ، بولو یہ سب چیزیں کتنی بڑی نعمتیں ہیں ۔ اسطرح اور بھی بے شمار نعمتیں اللہ تعالیٰ ہمارے لئے زمین سے نکالتا ہے ۔ اگر ان کو تفصیلاً بیان کیا جائے تو کافی وقت درکار ہوگا۔

میں کہتا ہوں ایک پانی کو دیکھو، یہ کتنی بڑی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اگر چوبیس گھنٹے تک ہمیں یہ پانی نہ ملے تو ہمارا کیا حال ہوگا۔ اسی طرح ہوا کو دیکھیں یہ اللہ پاک کی کتنی بڑی نعمت ہے ہماری ذات کے ساتھ ہوا کا کتنا گہرا تعلق ہے۔ اگر ہوا کا وجود نہ ہو تو ہم زندہ نہیں رہ سکتے اسی طرح آسمان کو دیکھو۔ آپ کتابیں پڑھیں آپ کو پتہ چلے گا کہ یہ فصل یہ پھل فروٹ کے پکنے میں سورج کی روشنی کا کتنا تعلق ہے۔ چاند کو دیکھو، سورج ستاروں کو دیکھو ان کی خوبصورتی اور روشنی کو دیکھو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے بنایا ہے۔ اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن پاک کے دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے:۔ پ ۱۴۔ رکوع ۱۵

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۔ نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهِ مِن بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشَّارِبِينَ ۔

"اور بیشک تمہارے لیئے مویشیوں میں ایک عبرت ہے، دیکھو ہم تمہیں پلاتے ہیں جو ان کے شکموں میں گوبر اور خون کے درمیان سے نکال کر خالص دودھ جو بہت خوش ذائقہ ہے پینے والوں کیلئے"

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ ۔ "کہ ان مویشیوں میں تمہارے لیئے بڑے منافع ہیں"

یعنی بعض جانوروں کا دودھ تم پیتے ہو جیسے بھینس، گائے، اونٹنی بکری وغیرہ پھر ان کو ذبح کر کے ان کے گوشت سے تم طاقت اور قوت حاصل کرتے ہو اور ان کے چمڑے سے تم کتنے فائدے حاصل کرتے ہو، قسم قسم کی چیزیں بناتے ہو۔ پھر جانوروں کی اون سے تم طرح طرح کے گرم سویٹرے بناتے ہو۔ سویٹر، جرسیاں، دستانے، چادریں وغیرہ، ان کو پہن کر تم سردی سے بچتے ہو اور زینت بھی حاصل کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان جانوروں میں تمہارے لئے بڑے فوائد بھی ہیں اور رضد تک پہنچنے کی عبرت بھی ہے جیسے ان جانوروں کی خوراک دیکھو کہ یہ کھاتے ہیں گھاس جو زمین سے پیدا ہوتا ہے اور ان کے پیٹ سے نکلتا ہے دودھ۔ اللہ اکبر! میرے دوستو یہ دودھ کہاں سے نکلتا ہے۔ تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے جانوروں، مویشیوں کے پیٹ میں ایک قسم کی فیکٹری لگائی ہوئی ہے کہ جب یہ گھاس کھاتے ہیں تو اس گھاس سے گوبر اور خون پیدا ہوتا ہے

اور پھر اس خون اور گوبر کے درمیان سے اللہ تعالیٰ ہمارے لیئے صاف شفاف پینے کیلئے دودھ نکالتا ہے۔ آپ دنیا کے بڑے سے بڑے ڈاکٹر کو دو کلو گوبر اور آدھا کلو خون دیدیں اور اس کو کہیں کہ اس سے دودھ نکال کر دو، تو یاد رکھو وہ ڈاکٹر ساری عمر بھی لگا رہے ہزار ٹکریں مارے لیکن وہ خون اور گوبر سے ایک بوند دودھ نہیں نکال سکتا۔ لیکن یہ اللہ جل شانہٗ کی قدرت ہے کہ وہ ہمارے لیئے ہر روز دو وقت خون اور گوبر سے دودھ نکالتا ہے جو صاف و شفاف ہوتا ہے۔ اس میں نہ خون کی بُو ہے نہ گوبر کا کوئی جُزء ہوتا ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یہ ہماری معرفت کی نشانیاں ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ قرآن مجید فرقانِ حمید کے پارہ ۲۹ رکوع ۱۹ سورۃ دھر آیت ۲ میں ارشاد فرماتا ہے:۔

فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا "ہم نے انسان کو سننے والا اور دیکھنے والا بنایا"

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:۔

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (پ ۱۴ سورہ نحل آیت ۷۸ ع ۱۷) "اور بنائے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل تاکہ تم (ان بے شمار نعمتوں پر) شکر ادا کرو۔"

حضرات محترم! غور فرمائیں! اللہ پاک نے ان دونوں آیتوں میں ان نعمتوں کو گنا اور بیان فرمایا ہے جو اس نے ہمیں اپنے کرم سے عطا فرمائیں ہیں یعنی کان آنکھیں دل وغیرہ، اسی طرح اپنے جسم کو ہم دیکھیں کہ اللہ پاک نے ہمیں بولنے کیلئے زبان چلنے کے لیئے پیر، پکڑنے کے لئے ہاتھ۔ زندہ رہنے کے لئے جسم میں جان ڈالی پھر جسم میں سانس ڈالی، پھر حُسن دیا، صحت عطا فرمائی۔ یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمتیں ہیں اگر ہم ساری عمر بھی ان کا شکر ادا کرتے رہیں تو ہرگز ادا نہیں کر سکتے۔ یہ جو ہم سانس لیتے ہیں جس کی وجہ سے ہم زندہ ہیں، یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔

خدا نہ کرے ایک سانس ہم لیں اور دوسرا سانس نہ آئے تو بولو پھر ہم زندہ رہ سکیں گے، نہیں خدا کی قسم اگر ہم اس سانس کا بھی شکر ادا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے کیونکہ ہر انسان دن میں چوبیس (۲۴) ہزار مرتبہ سانس لیتا ہے۔ (کلیات امدادیہ)

تو اگر ہم ہر سانس کا شکر ادا کرنا چاہیں تو کیسے ادا کریں گے۔ اسی طرح یہ کان دیکھیں یہ اللہ پاک کی کتنی بڑی نعمت ہیں، جس کے کانوں کی سماعت کمزور ہوتی ہے یا بالکل سماعت ختم ہو جاتی ہے، وہ ہی جانتا ہے کہ کان کتنی بڑی نعمت ہے اسی طرح یہ آنکھیں کتنی بڑی نعمت ہیں۔ میاں آنکھوں کی قدر پوچھنا چاہتے ہو تو ان سے پوچھو جو اس نعمت سے محروم ہیں۔ قیامت کے دن اگر اللہ تعالیٰ صرف اسی آنکھ کا حساب مانگے گا کہ بتاؤ میں نے تمہیں دیکھنے کے لئے یہ دو آنکھیں دی تھیں تم نے اس کا شکر بہ ادا کیا تو بتاؤ، ہم وہاں کیا جواب دیں گے۔ اگر ہم میں سے کسی نے یہ کہہ دیا کہ یا اللہ پاک ہم نے ساری عمر عبادت کی اور تیری نعمتوں کا شکریہ ادا کر دیا۔ تو اللہ پاک نے اگر عدل کے ترازو کے ایک پلڑے میں اپنی نعمتیں رکھ دیں اور دوسرے پلڑے میں ہماری ٹوٹی پھوٹی عبادت تو بتاؤ، نتیجہ ظاہر ہے کہ وہاں ہماری ناقص عبادت کی کیا حیثیت ہو گی۔؟

ایک آنکھ اور چار سو (۴۰۰) سالہ عبادت

حضرت علامہ شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "الیواقیت والجواہر" اور کشف الغمہ فی الامۃ"، میں ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے — یہ حضرت شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں جن کو جاگتے ہوئے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی — یہی وہ علامہ شعرانی اپنی مذکورہ کتابوں میں یہ حدیث شریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم آج میں ایک ایسے جزیرے کے پاس سے گزر کر آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا ہوں جہاں ایک اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ رہتا تھا۔ جس نے چار سو برس تک اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کی ہے کہ اس نے ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا خیال تک بھی اس کے دل میں نہیں آیا۔

جب چار سو سال تک اس نے عبادت کی تو اس کی موت کا وقت آ گیا۔ تو اس اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے نے ربِ کائنات کے دربار میں عرض کی کہ یا اللہ میں چاہتا ہوں کہ میری روح سجدے کی حالت میں نکلے۔ میرا سر تیری بارگاہ میں جھکا ہوا ہو۔ اور آپ میری روح کو قبض فرمالیں۔ اس نے یہ دعا کیوں مانگی؟ اسلئے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

كُلُّ عَبْدٍ يُبْعَثُ عَلٰى مَا مَاتَ عَلَيْهِ "ہر آدمی جس حالت میں فوت ہوگا اُسی عالم میں قیامت کے روز اٹھایا جائیگا" (بخاری شریف)

تو اس نے کہا کہ یا اللہ میں چاہتا ہوں کہ سجدے کی حالت میں میں فوت ہوں، میری روح نکلے تاکہ تیری بارگاہ میں قیامت کے دن میں سجدے کی حالت میں اٹھوں۔

جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقبول بندے کی دعا کو مقبول فرمایا اور اس نے سر سجدے میں رکھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ عزرائیل!۔۔۔۔ عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی جی ربِّ جلیل! فرمایا جا اس ہمارے بندے کی روح کو سجدے کی حالت میں قبض کر لو تاکہ اس کی آخری خواہش بھی پوری ہو جائے ۔۔۔ عزرائیل علیہ السلام نے اس بندے کی روح کو سجدے کی حالت میں قبض کر لیا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی بندہ جب قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنے جنتی فرشتوں کو حکم دے گا کہ اے میرے فرشتو! اس

میرے بندے کو میری رحمت کے زور پر جنّت میں لے جاؤ ــــ وہ بندہ کہے گا یا اللہ میں تیری رحمت کے زور پر جنّت میں جانا نہیں چاہتا ــ بلکہ میں تو اپنے نیک اعمال کے بدلے اپنی عبادات، اپنے روزے نماز کے زور پر جنّت میں جانا چاہتا ہوں ــــ تو اللہ تعالیٰ اپنے اس مقبول بندے کو فرمائے گا کہ اچھا تمہیں اپنی عبادت پر ناز ہے کہ تو میری رحمت کے سہارے جنت میں نہیں جانا چاہتا بلکہ اپنی عبادت کے سہارے جنت میں جانا چاہتا ہے ــــ تو اے میرے فرشتے اسے جنت میں لے جانے کی بجائے عدل کے ترازو پر لے جاؤ ــ ایک پلڑے میں اس کی چار سو سالہ عبادت رکھ دو۔ دوسرے پلڑے میں ہماری نعمتوں میں سے ایک نعمت یعنی اس کی آنکھوں میں سے ایک آنکھ رکھ دو اور پھر وزن کرو کہ پلڑا کون سا بھاری ہے ــــ

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے آقا اس عابد کی چار سو سالہ عبادت کو عدل کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا اور دوسرے پلڑے میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ آنکھوں میں سے ایک آنکھ رکھ دی جائے گی، جب دونوں کا وزن کیا جائے گا۔ تو آنکھ والی نعمت کا پلڑا بھاری ہو جائے گا ــ تو اللہ تعالیٰ دوزخ کے فرشتوں سے فرمائے گا کہ اے جہنم کے فرشتوں میرے اس بندے کو جہنم میں لے جاؤ! ــ اللہ اللہ تو وہ بندہ کہے گا کہ اے خالق کائنات میں بھول گیا تھا ــ اے رب لم یزل میں اپنی عبادت کے زور پر جنت میں نہیں جانا چاہتا بلکہ مولا میں تو تیری رحمت کے زور پر جنت میں جانا چاہتا ہوں ــــ رب العالمین کی رحمت جوش میں آ جائے گی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ فرشتوں اسے جنت میں لے جاؤ ــ (تنبیہ الغافلین صفحہ ۶۸ اور درۃ الناصحین صفحہ ۲۳۶/۲۳۸ جلد اول۔ مشکوٰۃ شریف)

ایک سائل کا سوال اور ایک بزرگ کا جواب

ایک بزرگ ایک گاؤں میں رہتے تھے ان کے پاس ایک سائل یعنی بھکاری آیا اور سوال کرتے ہوئے کہنے لگا۔

باباجی! میں بڑا غریب آدمی ہوں اور انتہائی فقیر نادار، بڑا مفلس ہوں۔ مجھ پر رحم کیجئے! اور مجھے کچھ دیجئے ــــ اس بزرگ نے اس سائل سے فرمایا کہ واقعی تم نادار ہو ــــ؟

وہ سائل بولا ہاں صاحب بالکل نادار ہوں، غریب ہوں میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

اس بزرگ نے فرمایا کہ اے میاں بھکاری تم خداوند تعالیٰ کی ناشکری کر رہے ہو اور غلط کہتے ہو کہ تمہارے پاس کچھ بھی نہیں ہے ــــ سائل بولا کہ بزرگو! میں اللہ کی ناشکری نہیں کر رہا اور نہ ہی غلط کہہ رہا ہوں بلکہ میں سچ کہہ رہا ہوں کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں!

اس بزرگ نے فرمایا اچھا یہ لو مجھ سے پانچ ہزار روپے نقد اور اپنا ایک ہاتھ کاٹ کر میرے حوالے کر دو ــــ سائل نے کہا کہ ناں باباجی ناں۔ میں یہ سودا کبھی کسی حالت میں کرنے کو تیار نہیں ہوں کہ آپ کو پانچہزار روپے کے بدلے اپنا ایک ہاتھ کاٹ کر دیدوں۔ روپے تو چند دنوں میں ختم ہو جائیں گے مگر میں عمر بھر کے لیئے بیکار ہو جاؤں گا ــــ اس بزرگ نے فرمایا اچھا یہ لو پچاس ہزار مجھے اپنی ایک ٹانگ ہی کاٹ کر دے دو ــــ

سائل بولا جناب آپ یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ میں آپ سے پچاس ہزار لے لوں اور اپنی ایک ٹانگ کاٹ کر دے دوں اور میں ہمیشہ کے لیئے لنگڑا ہو جاؤں، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ مہربانی فرمایئے اور ایسی گفتگو نہ کیجئے۔ اس بزرگ نے فرمایا اچھا ایک لاکھ روپے نقد لے لو مجھے اپنی ایک آنکھ ہی نکال کر دے دو۔ سائل کہنے لگا میں سمجھ گیا ہوں کہ آپ کچھ دینا نہیں چاہتے اسی لیئے آپ مجھ سے ایسی باتیں کر رہے ہیں کون پاگل ہو گا جو آپ کو ایک لاکھ کے بدلے، ایک لاکھ روپے کے لالچ میں اپنی ایک آنکھ نکال کر آپ کو دے دے ــــ بزرگو! آپ اگر کچھ دینا چاہتے ہیں تو دیں ورنہ صاف

جواب دیں ــــ اس بزرگ نے فرمایا میاں بھکاری میں نے یہ تمام باتیں اسلئے ہمیں کہ تمہیں سمجھانا مقصود تھا کہ آئندہ یہ کبھی نہ کہنا کہ میں غریب ہوں ۔ میں مفلس ہوں میرے پاس کچھ بھی نہیں ۔ بے وقوف دو لاکھ کبھی تمہارے پاس مال ہے جو تم کسی قیمت پر نہیں بھی دینا چاہتے اگر اسی طرح باقی دوسری اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی قیمت کا اندازہ لگایا جائے تو کروڑوں روپے سے بھی زیادہ قیمت بنے گی ۔ پھر اس قدر نعمتیں اللہ پاک سے پاکر بھی کہتے ہو میرے پاس کچھ نہیں ــــ کیا یہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری نہیں ــــ ؟ نادان سوالی اگر سوال کرنا ہے تو کرو مگر یہ کہنا کہ میرے پاس کچھ نہیں ۔

اس اللہ کے مقبول بندے کی یہ باتیں سن کر سوال کرنے والا بھکاری بڑا شرمندہ ہوا حضرات محترم ! آپ غور فرمائیں کہ اللہ پاک کے اس بندے نے کتنی اچھی باتیں نصیحت فرمائیں اور گویا قوم کو یہ سبق دے دیا کہ اے اللہ کے بندو کسی حالت میں بھی اللہ پاک کی ناشکری نہیں کرنا چاہیئے ۔ اللہ پاک بندے کو جس حال میں رکھے ۔ یاد رکھو جو اللہ پاک کی تھوڑی بہتی بھی معرفت رکھتے ہیں اور جن کو اللہ پاک سے واقعی پیار ہوتا ہے وہ کسی حالت میں بھی اللہ پاک کی ناشکری نہیں کرتے ، چاہے وہ جس حال میں بھی ہوں ۔ اس مقام پر علامہ صفوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑا پیارا ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے ــــ

ایک معذور بزرگ !

حضرت علامہ عبد الرحمٰن صفوری شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب نزہۃ المجالس جلد ۱ صفحہ ۱۴۴ میں لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام ایک مرتبہ ایک راستے سے گذر رہے تھے کہ آپ نے ایک معذور شخص کو دیکھا جو آنکھوں سے نابینا تھا ۔ پاؤں سے معذور تھا ۔ مگر وہ نابینا اور معذور زبان سے اللہ پاک کا شکر ادا کر رہا تھا ۔ اور کہہ رہا تھا :ــــ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی عَافَانِی   ”شکر ہے اس رب کائنات کا جس نے مجھے

مِمَّا ابْتَلٰی بِہٖ کَثِیْرًا مِّنْ خَلْقِہٖ ۔ اس آزمائش سے عافیت عطا فرمائی جس میں اُس نے اپنی بہت سی مخلوق کو مبتلاء کر رکھا ہے ۔ "

جناب مسیح علیہ السلام نے جب اس معذور بزرگ کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے دیکھا ـــــ تو آپ نے فرمایا کہ اے اللہ کے شکر گزار بندے نہ تیری ٹانگیں ہیں نہ تیری آنکھیں ہیں پھر شکر کس بات کا ادا کر رہا ہے ۔ اس بزرگ نے کہا کہ اللہ پاک کے پیارے نبی علیہ السلام میں شکر اس بات پر کر رہا ہوں کہ اللہ پاک نے مجھے ہر گناہ سے بچایا ہوا ہے ۔ اے روح اللہ علیہ السلام اگر میری آنکھیں ہوتیں تو میں کسی بُری چیز کو حرام شے کو دیکھ بیٹھتا ۔ ٹانگیں ہوتی تو ہو سکتا تھا کہ برائی کی طرف چل کر جاتا لیکن شکر ہے اس ذات کبریا کا کہ اس نے مجھے ہر گناہ سے بچایا ہوا ہے ۔ میں ان گناہوں سے معصوم ہوں ، بچا ہوا ہوں ـــــ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے فرمایا ، اچھا یہ تو بتاؤ ، وہ کونسی آزمائش ہے جس سے اللہ پاک نے تمہیں بچایا ہوا ہے ـــــ وہ معذور بزرگ بولا کہ اے اللہ تعالیٰ کے لاڈلے نبی علیہ السلام میں ان لوگوں سے بہت ہی اچھا ہوں جن کے دل میں معرفت ربانی نہیں وہ اس سے خالی ہیں جبکہ میں اس نعمت (یعنی معرفت ربانی سے) مالا مال ہوں ۔ پیارے میں اس پر جس قدر شکر کروں وہ کم ہے ؟ ـــــ

قربان جائیے اس بزرگ کی اس نورانی کلام پر کہ آنکھیں ٹانگیں نہ ہونے کے باوجود بھی شکر کرنے کا ڈھنگ سکھا دیا اور بتا دیا کہ انسان کو ہر حال میں اس نیلی چھت والے مالک و خالق کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ہی ادا کرنا چاہیئے ۔ میاں کریں بھی کیوں نہ خالق و مالک جو ہوا بے پرواہ جو ہوا ـــــ

شیخ سعدی کا جوتا

حضرت سیدنا شیخ شرف الدین المعروف شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

کہ میں ہمیشہ اللہ پاک کا شکر گزار بندہ بن کر رہا ، کبھی بھی میری زبان پر حرف شکایت نہ آیا چاہیئے

مصیبت ہو یا تکلیف — لیکن ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میرے دل کی یہ کیفیت بدل گئی اور میری زبان سے ناشکری کا لفظ نکل گیا۔ لیکن پھر میں سنبھل گیا اور فوراً اللہ پاک کا شکریہ ادا کیا — وہ کیسے فرماتے کہ ایک مرتبہ میں کوفے کی جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے گیا۔ جب نماز سے فارغ ہوا تو میرے جوتے کسی نے چرا لیئے اور نئے جوتے خریدنے کے لئے میرے پاس پیسے نہیں تھے۔ گرمی بڑی شدید تھی، ننگے پیر جب چلا تو شدت گرمی سے میرے پیر جلنے لگے۔ میرا دل بڑا مغموم ہوا (اور گویا کہا ہوگا مولا کریم ابھی تیری نماز پڑھی کہ تیرے بندوں نے میرے جوتے بھی چرا لیئے ہیں) میں ننگے پاؤں آگے چلا تو میں نے کیا دیکھا کہ ایک بزرگ زمین پر پڑا ہے اور اس کے جسم کے ساتھ پاؤں بھی نہیں ہیں۔ میں نے جب یہ منظر دیکھا تو فوراً میں سجدے میں پڑ گیا کہ اے مولا کریم تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جوتے ہی گئے ہیں، پیر تو سلامت ہیں لیکن اس بچارے کے تو پیر بھی نہیں ہیں۔ (حکایت سعدی ص۱۰۶)

میرے بھائیو! معلوم ہوا کہ اللہ پاک کا ہر حال میں شکر ادا کرنا چاہیئے لیکن افسوس کہ انسان اکثر اللہ پاک کا شکر ادا نہیں کرتا۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللہ۔ ہزار میں سے دس انسان ہوں گے جو اللہ پاک کا شکر ادا کرتے ہوں گے۔ میرے دوستو! یاد رکھو جب بھی اللہ پاک کی کوئی نعمت کھاؤ یا پیئو تو لازماً اللہ پاک کا شکر ادا کرو۔ شکر کرنے کا کیا فائدہ ہوگا؟ اللہ پاک خوش ہوگا اور وہ زیادہ نعمتیں عطا فرمائے گا۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ:—

وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنَ "میری نعمتوں پر شکر ادا کیا کرو اور کفر یعنی ناشکری نہ کرو۔"

(پ۲ رکوع ۲)

ایک اور جگہ فرماتا ہے:—

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ "اگر تم میری نعمتوں پر شکر ادا کرو گے تو میں اور زیادہ نعمتیں تمہیں عطا کروں گا"

(پ۱۳ سورۃ ابراہیم)

لہٰذا ہر مومن مسلمان اور غلام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہیئے کہ جب پانی پیئے تو پانی پی کر اپنے ہاتھ بارگاہِ خداوندی میں اٹھا کر کہے :۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تمام تعریفیں اس خالق ومالک کیلئے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے ــــــ اسی طرح اگر اللہ پاک دودھ پینا نصیب فرمائے تو یوں دعا کرے :۔

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ وَزِدْ عَلَیْنَا فِیْهِ۔ اے اللہ پاک اسمیں برکت عطا فرما اور مزید زیادہ ہمیں اپنی بارگاہ سے عطا فرما۔ اسی طرح جب کھانا کھا کر فارغ ہوں تو شکریئے کے طور پر اپنے رب العالمین کی بارگاہِ عالیہ میں ہاتھ بلند کر کے یہ دعا کرے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا "اللہ پاک کا شکر ہے جس نے ہمیں کھلایا وَسَقَانَا وَکَفَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ پلایا اور بنایا ہمیں مسلمانوں میں سے" الْمُسْلِمِیْنَ۔

اسی طرح اللہ پاک ہر نعمت کھانے اور پانے کے بعد کوئی نہ کوئی کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی جو کہ کتابوں میں موجود ہیں، ان کو یاد کرکے ہر نعمت کھانے کے بعد پڑھنی چاہیئے ـــــ تو خیر بات دور چلی گئی میں کیا عرض کر رہا تھا ؟ ۔

بہت بڑا احسان

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ ربِ کائنات نے اپنے فضل وکرم سے ہمیں بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں ۔ ایسی ایسی نعمتیں کہ جن کی قیمت بھی دنیا میں کوئی نہ ہو ـــــ لیکن میرے دوستو! آپ پورا قرآن مجید پڑھ کے دیکھ لیں کہ اللہ پاک نے ہمیں اتنی نعمتیں دیں ، اتنے انعام واکرام عطا فرمائے لیکن کہیں یہ نہیں فرمایا کہ اے انسان میں نے تم کو فلاں نعمت دے کر احسان کیا ۔ مثلاً ، اللہ پاک نے ہمیں دو آنکھیں عطا فرمائیں ، احسان نہیں جتلایا۔ کھانے اور کام کرنے کیلئے دو ہاتھ دیئے لیکن ،

احسان نہیں جتلایا، زبان عطا فرمائی، احسان نہیں جتلایا۔ دو پاؤں عطا فرمائے احسان نہیں جتلایا۔ کھانے کے لئے رزق عطا فرمایا، احسان نہیں جتلایا۔ قرآن عطا فرمایا احسان نہیں جتلایا۔ طرح طرح کے پھل عطا فرمائے احسان نہیں جتلایا۔ رہنے کے لیئے زمین مکان عطا فرمائی احسان نہیں جتلایا۔ قرآن عطا فرمایا احسان نہیں جتلایا۔ ایمان عطا فرمایا احسان نہیں جتلایا۔ تو بتانا یہ مقصود ہے کہ اتنی نعمتیں دیں، بے شمار رحمتیں فرمائیں احسان نہیں جتلایا تو وہ کون سی نعمت ہے جس کو دیکر مولا کریم نے احسان جتلایا۔ تو سنو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ــــــ البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بہت بڑا احسان فرمایا ـــ کب، جب آنکھیں دیں، کان دیئے، ہاتھ دیئے، پیر دیئے کھانے پینے کے لئے چیزیں دیں ـــ نہیں ـــ بلکہ اللہ پاک فرماتا ہے۔

اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا ــــــ جبکہ اس نے مومنوں میں رسول پاک صاحب لولاک امام الانبیاء حبیب کبریا رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو بھیجا ـــ اللہ اکبر اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اختر حامدی صاحب نے اس مقام پر کتنے اچھے سلام کے اشعار فرمائے ہیں:ـــ ؎

بے قراروں کی راحت پہ اعلیٰ درود
غم زدوں کی مُسّرت پہ اعلیٰ درود
لِی مَعَ اللّٰہِ شباہت پہ اعلیٰ درود
رَبِّ اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالیٰ کی مِنّت پہ لاکھوں سلام
رہبرِ دین و دُنیا پہ بے حد درود
شافعِ روزِ عُقبےٰ پہ بے حد درود

ہم ضعیفوں کے ملجاء پہ بے حد درود

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود

ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

نافعِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرات محترم! یہاں پر ایک بات عرض کر دوں عشق والے ذرا توجہ فرمائیں۔ دیکھو اللہ پاک ہمیں اپنا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم دیکر احسان جتلا رہا ہے۔ اور یاد رکھو احسان اسی چیز پہ کیا جاتا ہے جو اگلے کو نفع بھی دے۔ اگر دینے والا ایسی چیز کسی کو دے جس سے اگلے کو نفع نہ ہو، کام نہ آئے تو دینے والا احسان جتلانے لگے تو اُس کا احسان جتلانا بیکار ہوگا۔ مثال کے طور پر ایک غریب مفلس نادار آدمی کسی رئیس کسی مالدار کے دروازے پر جائے اور اس مالدار آدمی سے کہے کہ صاحب میں غریب آدمی ہوں مفلس ہوں ننگا ہوں بھوکا ہوں لہذا میری کچھ مدد فرمائیے! ۔ وہ رئیس مالدار اس غریب پر ترس کھا کر اُسے ایک ہزار روپے کا نوٹ نکال کر دے اور یوں کہے لو میاں بھکاری میں تجھ پر احسان کرتے ہوئے ایک ہزار نوٹ دیتا ہوں۔ ان پیسوں سے اپنا لباس بھی بنوا لو۔ جوتیاں بھی لے لو اور کھانا بھی کھالو جو پیسے بچیں ان کو اپنی دیگر ضروریات میں استعمال کر لو۔

چنانچہ وہ سائل ان روپوں کو لے کر ہنسی خوشی بازار جائے اس نوٹ سے کپڑے بھی بنوالے کھانا بھی کھالے باقی پیسے اپنے پاس رکھ لے تاکہ دوسری ضروریات میں صرف کرے تو بولو واقعی اس مالدار آدمی کا اس بھکاری پر احسان عظیم ہوگا کہ نہیں؟ ہوگا اور ضرور ہوگا۔ کیونکہ اس مالدار نے اس بھکاری کو ایک عظیم عطیہ دیا جس سے اس کی تمام مشکلات دور ہوگئیں۔ اگر وہ رئیس اس بھکاری کو ایک ہزار کے اصلی نوٹ کی بجائے ایک جعلی ہزار کا نوٹ دیتا اور کہتا کہ جاؤ میاں بھکاری اس ہزار سے اپنی ضروریات کو پورا کر لو۔ تو وہ بھکاری جعلی نوٹ لے کر جائے اور بازار سے اپنے مطلب کی اشیاء خریدنے لگے تو بولو وہ جب

اس نوٹ کو کسی دکاندار کو دیگا ــــ تو اس بھکاری کا کیا حشر ہوگا ؟ - کیا وہ نوٹ اس کو کوئی نفع دے گا یا اُلٹا دکاندار اس کو پکڑ لے گا اور کہے گا میاں تم مجھے دھوکا دیتے ہو، مال اصلی لیتے ہو لیکن دام نقل دیتے ہو - بچہ مَیں تو تمہیں چھوڑوں گا نہیں بلکہ تمہیں تو تھانے میں لے جاؤں گا ــــ تو بتایئے اس رئیس زادے نے اس سائل پر کیا احسان کیا بلکہ اس کو تو اس نے مصیبت میں ڈال دیا اور جعلی نوٹ دے کر اس پر ظلم کیا - کیا ایسی صورت میں وہ رئیس اس بھکاری کو یہ کہہ سکتا ہے کہ مَیں نے تمہیں یہ نقلی نوٹ دے کر احسان کیا ہے ؟ اگر وہ رئیس یوں کہے گا تو بھکاری جواب دے گا کہ سیٹھ جی ! اچھا احسان کیا ہے اپنے بجائے فائدے کے آپ کے نوٹ نے مجھے تھانے پہنچا دیا ہے -

میرے دوستو ! میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ احسان جتلانا اسی صورت میں سجتا ہے جب وہ عطیہ جو کسی کو دیا جا رہا ہے کار آمد ہو - منافع بخش ہو ! اور اگر وہ عطیہ نہ کوئی فائدہ دے سکے، نہ کسی کے کام آسکے تو وہ عطیہ، عطیہ نہیں، نہ وہ عطیہ احسان کہلانے کا حقدار ہے - اب آپ غور فرمایئے کہ خدا تعالیٰ ہمیں اپنا پیارا محبوب عطا فرماتا ہے اور اپنے اس عطیے کو اپنا بہت بڑا احسان بتاتا ہے ــــ

تو اب دیکھنا یہ ہے کہ اللہ پاک کا پیارا اور سوہنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کوئی فائدہ بھی دے سکتا ہے کہ نہیں، کوئی نفع بھی دے سکتا ہے کہ نہیں ــــ اگر یہ اللہ تعالیٰ کا پیارا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہمارے کسی کام آسکتا ہے اور نہ ہی کوئی نفع دے سکتا ہے تو پھر خدائے پاک کا احسان جتلانا بالکل غیر موزوں ہو کر رہ جائے گا - پھر تو خدائے پاک گویا یوں فرما رہا ہے کہ مومنوں میں نے تم پر بڑا احسان کیا کہ نہیں ایک وجود عطا فرمایا جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے ــــ اور جو کسی چیز کا مالک و مختار نہیں ــــ اور ایک ایسا رسول علیہ السلام عطا فرمایا ہے جو ایک ناچیز ذرہ عاجز و ناکارہ ہے (معاذ اللہ) جس طرح مولوی اسماعیل دہلوی وہابی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان صفحہ ۲۵ اور ۶۳ پر لکھا ہے -

تو میرے دوستو بتاؤ ــــ کیا ایسی صورت میں خدائے پاک کا احسان جتلانا صحیح ہوگا؟ تو تم احسان جتلانا تو درکنار اس صورت میں اللہ پاک کا ہم مومنوں پر یہ احسان ثابت بھی نہیں ہو سکے گا؟ استغفر اللہ!

لیکن اے میرے بزرگو یاد رکھو حقیقت یہ نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دنیا میں مبعوث فرمایا تو شفیع، نافع رافع دافع مختار کل، معلم کائنات اور اپنا نائب اعظم بنا کر بھیجا ــــ اللہ اللہ! ـ اعلیحضرت امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس مقام پر بڑے خوبصورت اشعار فرمائے ہیں ــــ کہ

روتی آنکھ ہنساتے یہ ہیں
ڈوبی ناؤ ترائے یہ ہیں
رافع نافع دافع شافع
کیا کیا رحمت لاتے یہ ہیں
انا عطینک الکوثر
ساری کثرت پاتے یہ ہیں

سامعین کرام! یہی عبارت جو میں نے آپ کے سامنے پیش کی ہے اگر کسی غیر مسلم کے سامنے پیش کریں تو بتاؤ وہ غیر مسلم ہمارے اسلام اور بانیٔ اسلام کا مذاق نہیں اڑائے گا۔ ضرور اڑائے گا۔

جلسۂ عام

مثال کے طور پر ایک وسیع پنڈال میں یا کھلے میدان میں ایک کھلا جلسۂ عام ہو۔ اس جلسے میں ہر مذہب کا ہر فرقے کا ہر گروہ کا ہر طریقے کا انسان موجود ہو یعنی اس جلسے میں ہندو بھی ہوں، عیسائی بھی ہوں، یہودی بھی ہوں، مسلمان بھی ہوں اور ہر مذہب ہر گروہ کے لوگوں سے یہ کہا جائے، میاں ہر مذہب کا عالم

اپنے اپنے مقام پر باری باری کھڑا ہو کر اور اپنے اپنے قائد، اپنے اپنے رہبر، اپنے اپنے ہادی، اپنے اپنے پیشوا، اپنے اپنے نبی کا کمال، عظمت، طاقت معجزہ بیان کرے تاکہ عام لوگوں کو یہ پتہ چل سکے کہ کس کا پیشوا، کس کا ہادی، کس کا نبی کمال والا ہے عظمت والا ہے، شانوں والا ہے، مرتبے والا ہے، عزت وجلال والا ہے تو سب سے پہلے ہندوؤں کا عالم اپنی جگہ سے کھڑا ہو جائے اور کھڑے ہو کر یوں کہے کہ۔

اے لوگو! ہمارے رہبر رام چندر نے سیتا سے شادی کرنے کے لئے ایک بہت بڑی اور بھاری کمان کے دو ٹکڑے کر دیئے تھے۔ لہذا ہمارا رہبر قوتوں والا تھا۔ اس بعد عیسائی عالم اپنی جگہ سے اُٹھ کر یوں کہے کہ لوگوں میرے نبی حضرت سیدنا عیسےٰ علیہ السلام بڑے کمال والے تھے، بڑی شان والے تھے۔ جس کی ایک مثال یہ ہے کہ میرے نبی سیدنا عیسےٰ علیہ السلام مُردوں کو اپنے ہاتھ سے دوبارہ زندہ کر دیتے تھے، لہذا ہمارا نبی بڑی شان والا تھا۔ اس کے بعد یہودی عالم اپنی جگہ پر کھڑا ہو جائے اور یوں کہے کہ لوگو! ہمارا نبی حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام بڑی شان والے تھے جن کی ایک مثال یہ ہے کہ وہ اپنا ڈنڈا، عصاء پتھر پر مارتے تھے تو چشمے جاری ہو جاتے تھے لہذا شان ہمارے نبی کی زیادہ ہے۔ اب مسلمانوں کا کوئی عالم کھڑا ہو جائے اور یوں کہنے لگے جیسے مولوی اسمٰعیل دہلوی قتیل نے تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ ہمارے نبی تو بندۂ مجبور تھے، ان کو تو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں تھی، وہ تو ذرۂ ناچیز سے بھی کم تھے، یا یوں کہے جیسے دیوبندیوں کے پیشوا مولوی خلیل احمد نے براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ پر یوں لکھا ہے کہ ہمارے نبی کا علم تو شیطان لعین اور ملک الموت سے بھی کم ہے تو بولو اگر ایسی باتیں لوگوں کے سامنے کہی جائیں گی تو اسلام کی تعظیم ہو گی یا توہین؟ ۔ لوگ کملی والی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑائیں گے۔ لوگ ضرور اسلام سے متنفر ہوں گے؟ ضرور اسلام کی توہین ہو گی۔ اور لوگ کہیں گے مسلمانو! ہمیں تمہارے نبی کی کوئی ضرورت

نہیں، تمہارے اسلام کو دُور سے سلام ہے۔ ارے جن لوگوں کا نبی اتنا بے بس ہو۔ نعوذ باللہ، جن کے نبی کا علم شیطان سے بھی کم ہو، معاذ اللہ! ایسے نبی کو ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ ایسے اسلام کو قبول کرنے کا فائدہ کیا ہوگا؟ جو نبی اتنا مجبور ہو وہ ہماری مجبوریاں کیسے دور کرے گا؟ ہے۔

لیکن میرے دوستو! اگر اس مقام پر مجھ جیسا فقیر حقیر کملی والے کے در کا گدا ہو تو تڑپ جائے گا اور کہے گا کہ اے ہندوؤں کے پنڈت! میری طرف دیکھ میاں اگر تیرا رہبر رام چندر اتنی طاقت والا تھا کہ اس نے ایک بھاری اور بہت وزنی کمان کے دو ٹکڑے کر دیئے، تو ذرا آئیں تجھے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال بتاؤں۔ ارے میرے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال دیکھ کر میرے نبی پاک مکہ شریف کی پہاڑی پر کھڑے ہو کر صرف اپنی انگلی شریف کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا! اے پنڈت صاحب بتاؤ کمان کے دو ٹکڑے کرنا کمال ہے یا چاند کے ٹکڑے کرنا کمال؟ اور اے مسیحیوں کے پادری صاحب — یہ ٹھیک ہے کہ تیرے نبی پاک نے بے جان مُردوں میں اپنے دستِ مُبارک سے جان ڈال دی لیکن میرے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خداداد طاقت کا بھی نظارا کر میرے کملی والے آقا نے اپنی خداداد طاقت اور قوت سے بے جان پتھروں، درختوں، کنکریوں اور سوکھی لکڑیوں سے بھی اپنا کلمہ پڑھوایا اور دنیائے انسانیت کو بتا دیا کہ میرے بھائی عیسےٰ علیہ السلام کی بڑی شان تھی۔ لیکن لوگو دیکھو تاجدارِ مدینہ کی بھی کیا شان ہے اسکی عظمت کو بھی ملاحظہ کرو۔

او عیسائیو! بولو بے جان مُردوں میں جان ڈالنا زیادہ کمال ہے یا بے جان پتھروں درختوں اور کنکریوں سے کلمہ پڑھوانا زیادہ کمال ہے۔ اور اے یہودیوں کے عالم — یہ ٹھیک ہے کہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام پتھروں سے عصا یعنی ڈنڈا مار کر پانی کے چشمے جاری کر دیتے تھے لیکن ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال دیکھو کہ میرا آقا اپنی پیاری

پیاری انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر کے اپنے غلام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پیاس بجھایا کرتے تھے۔ اللہ اللہ! بتاؤں یہودیو! پتھروں سے پانی نکالنا کمال ہے یا اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے پانی نکالنا ہے۔ میاں پتھروں سے تو پانی نکلا ہی کرتا ہے کمال تو یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیوں سے پانی نکال کر پندرہ صد (۱۵۰۰) صحابیوں کو سیراب کر دیا جائے۔ (مسلم شریف)

اعلیحضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کر

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر!
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ
چشمے پھوٹے انگلیوں سے سیر لشکر ہو گیا
مصطفےٰ کا پنجہ پُر نور دریا ہو گیا۔

میرے بزرگو! یاد رکھو اسلام کی شوکت اور اسلام کی عظمت دکھانے کیلئے بانی اسلام سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دکھانا بہت ضروری ہے لیکن افسوس کا بعض نام نہاد مسلمان دن رات اسی کوشش میں مصروف ہیں کہ ہمیں کوئی ایسی آیات ملیں یا احادیث ملیں جس سے بظاہر حضور علیہ السلام کی شان میں کمی واقع ہوتی ہو تاکہ ہم بیان کر اور لوگوں کو بتائیں کہ دیکھو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شان نہیں جو سُنّی علماء بیان کرتے ہیں بلکہ کمی والے کا مقام اس سے کہیں کم ہے۔ نعوذ باللہ!

حضرات محترم! آپ نے کہیں دیکھا ہوگا یا کہیں سُنا ہوگا کہ جب بریلویوں اور دیوبندیوں کے مابین مناظرہ ہوتا ہے تو عموماً بریلوی عالم نبیؐ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے کے لیے حوالے دیتا ہے کہ دیکھو قرآن اور حدیث پاک سے یہ بات ثابت ہے کہ مدینے کے تاجدار، اللہ تعالےٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے نور ہیں، بے مثل بشر ہیں، مختارِ کُل ہیں، حاضر و ناظر ہیں، معلّم کائنات ہیں۔ شافع روزِ جزا ہیں وغیرہ، وغیرہ

اب دیوبندی عالم کیا کہتا ہے کہ نہیں نہیں، یہ دیکھو لکھا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرح کے انسان تھے، جیسے ہم کھاتے ہیں، پیتے ہیں، وہ بھی کھاتے پیتے تھے لہذا وہ ہماری طرح بشر تھے فرق یہ ہے وہ ہمارے بڑے بھائی تھے ہم چھوٹے ہیں۔ ان کے اختیار میں تو کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ تو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہ رکھتے تھے۔ ان کو تو خود بھی پتہ نہیں تھا کہ میں جنت میں جاؤں گا یا ؟ نعوذباللہ۔

اس طرح کی بحثیں آپ نے سُنی ہوں گی۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ ان دونوں میں سے مذہب، مسلک، طریقہ کس کا اچھا ہے۔ کملی والے کی شان بیان کرنے والوں کا یا حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں بے ادبی کرنے والوں کا؟ یقیناً آپ کہیں گے کہ مسلک الحمدللہ اہل سُنّت وجماعت بریلوی ہی سچا ہے، کیونکہ یہ مسلک باادب مسلک ہے۔ لیکن میاں غلطی ان کی بھی نہیں۔ یہ نصیبوں کی بات ہوتی ہے۔ کوئی تو کملی والے در کا گدا بن کے ساری عمر حضور علیہ السلام کے گیت گاتا پھرتا ہے اور کوئی بدنصیب حضور علیہ السلام کے صدقے دنیا بھر کی نعمتیں کھانے کے باوجود بھی ساری عمر گستاخیاں کرتا ہی چلا جاتا ہے۔

مناظرہ۔ کسی علاقہ میں دو مولوی صاحبان میں مناظرہ ہوگیا۔ ایک کا تعلق تھا بریلوی علماء سے اور ایک کا تعلق تھا وہابی دیوبندی علماء سے، بریلوی مناظر کے ذمّے یہ موضوع تھا کہ اس نے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلّم کے کمالات علم شفاعت اور حاضر وناظر کے دلائل دیکر یہ ثابت کرنا تھا کہ ہمارے نبیؐ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم، اللہ کے حکم سے حاضر وناظر بھی ہیں، شافع بھی ہیں، عالم ماکان ومایکون بھی ہیں اور باکمال محبوب بھی ہیں ——— دیوبندی مناظر کا یہ موضوع تھا کہ اس نے یہ ثابت کرنا تھا کہ حضور علیہ السلام حاضر وناظر نہیں، باکمال نہیں، انہیں کوئی علم نہیں، وہ کسی کی شفاعت نہیں کرسکتے ——— مناظرہ شروع ہوگیا۔ سات روز تک یہ مناظرہ ہوتا رہا لیکن فیصلہ

نہیں ہو رہا تھا۔ سات دن کے بعد جب بریلوی مناظر آیا تو اس اپنے سٹیج پر بیٹھ کر تقریر شروع کی۔ سامنے دیوبندی مناظر کا سٹیج لگا ہوا تھا۔ اس نے تقریر سننی شروع کر دی تا کہ اس کی تقریر کے بعد میں جواب دے اور دونوں اسٹیجوں کے سامنے بریلوی اور دیوبندی مسالک کے لوگوں کا جمِ غفیر موجود تھا، لوگ اس انتظار میں ہیں کہ دیکھو کون مناظر ہتھیار ڈالتا ہے، کون اپنی شکست قبول کرتا ہے۔ بریلوی مناظر نے سب سے پہلے ایمان، محبت اور ادب کے موضوع پر چند باتیں کی اور پھر عوام کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ دیکھو لوگو مناظرہ کا انجام جو ظاہر ہو گا وہ اپنی جگہ ہے لیکن اپنی اپنی قسمت تو دیکھو مجھے آج سات روز ہو گئے ہیں مجھے آرام نہیں سکون نہیں، سارا دن مناظرہ کرتا ہوں اور ساری رات کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں کہ کہیں مجھے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اختیار کی شفاعت کی کوئی بات ملے، کوئی اعجازی شان ملے تا کہ میں صبح اپنے مناظر کے سامنے اس کو پیش کر سکوں، لازمی بات ہے میرے مدمقابل مناظر کا بھی یہی حال ہو گا کہ وہ بھی رات بھر نہیں سوتا ہو گا اور وہ بھی ساری رات کتابوں کا مطالعہ کرتا ہو گا کہ کہیں مجھے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کوئی تنقیص والی بات مل جائے۔ کہیں کوئی بات مل جائے کہ حضور علیہ السلام کو فلاں بات کا علم نہیں تھا یہ کہ حضور علیہ السلام شفاعت نہیں کر سکیں گے وغیرہ وغیرہ کیونکہ اس مناظرے میں میرے سوالوں کا جواب دینا ہوتا ہے۔

مسلمان بھائیو! ذرا غور کرو قسمت کس کی اچھی ہے، جو حبیبِ خدا سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے کمال تلاش کرے یا اس کی جو رحمتِ عالم نورِ مجسم تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عیب تلاش کرے۔ جب بریلوی مناظر نے اتنی بات کی تو دیوبندی مناظر کی قسمت جاگ اٹھی اور اس نے اعلان کر دیا کہ لوگو سنو! واقعی بات یہی ہے کہ مجھے کھانا، پینا، سونا بھولا ہوا ہے میں حضور علیہ السلام کی ذات پاک کے لیے

عیب اور تنقیص کی باتیں ہی تلاش کرتا رہا، مجھ جیسا بدقسمت کون ہے۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ میں جھوٹا، میرا عقیدہ جھوٹا اور آج سے میں اس جھوٹے مذہب سے توبہ کرتا ہوں۔ جب اس دیوبندی عالم نے یہ بات کہی تو جتنے بھی اس کے ماننے والے تھے سب نے سچی توبہ کی اور مسلمان ہو گئے۔۔ الحمد للہ۔

سامعین کرام! بات بڑی دور چلی گئی۔ آپ کو یاد ہے، میں کیا عرض کر رہا تھا؟ میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کائنات کی طرح طرح کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا کہیں احسان نہیں جتلایا، لیکن جب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کائنات میں بھیجا تو فرمایا: ـــــ

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا "البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہمیں کائنات کی طرح طرح کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا بلکہ ان مومنوں میں اپنا رسول بھیجا۔"

معلوم ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بے شمار نعمتیں دیں، احسان نہیں جتایا، لیکن اس نعمت کو اللہ دیکر احسان جتلا رہا ہے۔ کیوں ــــ اسلئے ــــ کہ نبی کریم علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں ــــ باقی سب نعمتیں اگر ہمیں مل جاویں اور جو ملی ہیں سب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے ــــ اگر نبی کریم علیہ السلام نہ ہوتے تو کائنات اور اس میں موجود ہر چیز کا وجود نہ ہوتا، اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں ــــ کہ اے ایمان والو! میرا احسان دیکھو کہ جس رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صدقے میں نے تمہیں سب نعمتیں عطا فرمائی ہیں، وہ رسول بھی تمہیں عطا کر رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ اس رسول کریم کو دے کر احسان بھی جتلا رہا ہے۔ حضرات آپ جانتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کو اپنا

محبوب نہیں دیا کرتا، محبوب کا صدقہ دے دیتا ہے۔ محبوب کی خبر خیرات دے دیتا ہے لیکن اللہ تعالٰے نے فرمایا کہ دنیا والو! میرا احسان تو دیکھو میں نے تمہیں اپنا محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی دے دیا ہے۔

سب سے بڑی نعمت

میرے بزرگو اور دوستو! یاد رکھو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلّم ہمارے لئے اللہ تعالٰے کی سب سے بڑی نعمت ہیں۔ یہاں ایک بات عرض کرتا چلا جاؤں۔ بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن پاک اللہ تعالٰی کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ بعض لوگوں کا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کی سب سے بڑی نعمت دین اور اسلام ہے۔ اور بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ایمان اللہ تعالٰی کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اسمیں کوئی بھی شک نہیں اور نہ ہی کوئی شبہ کہ قرآن پاک اللہ وجہُ الکریم کی سب سے بڑی نعمت ہے مگر میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ بتائیں کہ قرآن مجید جو اللہ تعالٰی کی سب سے بڑی نعمت ہے، یہ نعمت ہمیں ملی کہاں سے ہے۔ دین اسلام جو اللہ تعالٰی کی سب سے بڑی نعمت ہے، یہ نعمت ہمیں کہاں سے ملی ہے؟ اسی طرح ایمان کی دولت جو اللہ تعالٰی کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ یہ ہمیں ملی ہے تو کہاں سے ملی ہے؟

خدا کی قسم، یہ قرآن ہمیں ملا تو بارگاہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اسلام ہمیں ملا ہے تو بارگاہ مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم) سے۔ ایمان ہمیں ملا تو بارگاہ مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ——— نہیں ——— نہیں مجھے کہنے دو خود رب رحمٰن ہمیں ملا تو بارگاہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے ——— آپ جانتے ہیں کہ قرآن پاک ہمیں براہِ راست نہیں ملا، بلکہ اللہ تعالٰے نے قرآن اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا اور اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عطا [illegible] بارگاہِ مُصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملا [illegible] طرح اسلام بھی آپ کی بارگاہ سے ملا۔ اسلام کس کو کہتے ہیں؟ اسلام ہے [illegible]

علیہ وسلّم کے اقوال اور افعال کا یعنی جو کچھ کملی والے نے فرمایا وہ بھی اسلام ہے اور جو کچھ اپنی اُمّت کو کر کے دکھایا وہ بھی اسلام ہے گویا اسلام نام ہے نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتار کا اور آپ کے کردار کا ۔ حضور علیہ السلام کی اداؤں اور فرمودات کا نام ہے اسلام ظاہر ہے کہ ان کی باتیں بھی اُن سے ملیں اور ان کی ادائیں بھی ان سے ملیں ۔ ایمان ملا تو ان کی بارگاہ سے ۔ ایمان کِس کو کہتے ہیں، ایمان نام ہے تصدیقِ قلبی کا اور اقرارِ لسانی کا ۔ ایمان کی صفتوں میں آپ پڑھتے ہیں ۔

اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ ۔ " زبان سے اقرار ہے اور دل سے یقین ہے ۔"

معلوم ہُوا ، ایمان نام ہے تصدّیق قلبی اور اقرار لسانی کا ۔ اگر زبان سے اقرار ہو اور دِل سے تصدّیق نہ ہو تو یہ ایمان نہیں بلکہ یہ منافقت ہے کیونکہ منافقوں کی زبان پر تو کلمے ہوتے تھے لیکن دِل میں ایمان نہیں تھا ۔ تو اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر فرما دیا کہ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ کہ اے میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ جو آپ کی بارگاہِ عالیہ میں کلمے پڑھنے آتے ہیں ، یہ مومن نہیں ہیں کیونکہ لبوں پر ان کے کلمے ہیں لیکن دِلوں میں تیرا بُغض بھرا ہُوا ہے ۔

تو اصل میں ایمان نام ہے تصدّیق قلبی کا اور لسانی اقرار کا ، جب آپ نے یہ سُن لیا ہے کہ ایمان نام ہے تصدیق قلبی کا تو مَیں آپ حضرات سے یہ پوچھتا ہوں کہ مجھے بتائیے کہ تصدّیق پہلے ہوتی ہے یا علم پہلے ہوتا ہے ۔ کیونکہ جب تک علم نہیں ہوگا تصدّیق نہیں ہوگی ــــ مثلاً کوئی سائل کسی مفتی صاحب کے پاس جائے اور کہے کہ مفتی صاحب یہ تصدیق کر دیجیئے ۔ تو مفتی صاحب لازمی طور پر پوچھیں گے کہ بھائی کس بات کی تصدّیق ؟ ـ تو سائل آگے سے یوں کہے کہ جی بات وات تو کچھ نہیں بس آپ براہِ کرم تصدّیق کر دیجیئے ۔ تو بولو مفتی صاحب تصدّیق کریں گے ؟

نہیں، بلکہ وہ کہیں گے کہ میاں پہلے وہ بات سامنے پیش کرو جس کی تصدیق کروانی ہے۔ اگر وہ تصدیق کے قابل ہُوئی تو میں تصدیق کر دوں گا۔ اسی طرح کوئی عدالت میں یا کورٹ میں چلا جائے، اور قاضی صاحب، جج صاحب یا مجسٹریٹ صاحب سے کہے کہ یہ جی ذرا تصدیق کر دیجئے تو قاضی یا جج پوچھے گا کہ کس بات کی تصدیق۔ تو وہ آدمی کہے کہ جی بات وات تو کچھ نہیں بس تصدیق کر دیجئے تو بولو جج یا قاضی تصدیق کرے گا نہیں! بلکہ جج یا قاضی کہے گا کہ میاں پہلے وہ بات سامنے لاؤ جس کی تصدیق کروانی ہے اگر وہ تصدیق کے لائق ہوگی تو تصدیق کر دوں گا۔!

معلوم ہُوا کہ تصدیق کے لئے علم کا پہلے ہونا ضروری ہے۔ بڑی موٹی سی بات ہے کہ انسان کو جس چیز کا علم نہیں وہ اس کی تصدیق کیسے کرے گا۔ تو تصدیق کے لیئے علم کا ہونا ضروری ہے اور ایمان نام ہے تصدیق قلبی کا۔ ہم اللہ پاک پر ایمان رکھتے ہیں۔ کیا مطلب کہ دل سے تصدیق کرتے ہیں کہ وہ ذات اپنی صفتوں اور اپنے ناموں کے ساتھ جیسی ہے برحق ہے اور ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلّم، اللہ پاک کے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آسکتا۔ نبوّت ہمارے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلّم پر ختم ہو چکی ہے۔ اسی طرح ہم پہلی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں فرشتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ قیامت جنّت، دوزخ سب پر ایمان رکھتے ہیں یعنی سب کی تصدیق کرتے ہیں۔

تو مَیں آپ سے یہ سوال کرتا ہُوں کہ آپ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور آپ دل سے اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتے ہیں، یہ باتیں آپ کے علم میں کیسے آئیں کہ اللہ پاک ہے آپ کو اللہ تعالیٰ کا علم کیسے ہُوا؟ آپ نے اللہ تعالیٰ کو کیسے جانا؟ اگر آپ کہیں کہ قرآن پاک سے، تو مَیں کہوں گا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہُوا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اس قرآن کے قرآن ہونے کا علم آپ کو کس نے بتایا۔ تو میاں قرآن کا قرآن ہونے کا علم بھی تو

بنی کریم علیہ السلام کے ذریعہ سے ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! یہ اللہ کا قرآن ہے تو ہم نے نبی کریم علیہ السلام سے سن کر تصدیق کی اور ہم مومن ہوئے۔ آپ کو اللہ پاک کا علم کیسے ہوا کہ اللہ ہے اور وہ وحدہٗ لاشریک ہے تو اسباب کو سمجھنے سے پہلے یہ بات بھی یاد رکھیں، آپ کو جس چیز کا بھی علم ہوتا ہے چاہے وہ دین سے تعلق رکھتی ہو یا اس کا تعلق دُنیا سے ہو، کیسے ہوتا ہے؟ تو یاد رکھیئے کہ علم کے حصول کے اسباب اور ذریعے صرف تین ہیں۔ کوئی چوتھا نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ محدثین فرماتے ہیں کہ: —

اَسْبَابُ الْعِلْمِ لِلْمَخْلُوْقِ ثَلٰثَۃٌ۔ اَلْحَوَاسُّ السَّلِیْمَۃُ وَالْعَقْلُ وَالْخَبَرُ الصَّادِقُ۔

"کہ مخلوق کے واسطے علم حاصل کرنے کے ذریعے اور اسباب تین ہیں۔" نمبر۱ حواس خمسہ بشرطیکہ وہ صحیح ہوں نمبر۲ عقل بشرطیکہ وہ بھی ٹھکانے پر ہو نمبر۳ کوئی صادق ہمیں خبر دے یعنی کوئی سچ بولنے والا جسکی سچائی پر ہمیں یقین ہو وہ ہمیں واقعہ کی خبر دے۔"

حواسِ خمسہ کی تعریف!

مثلاً رنگوں کی شکل و صورت کا علم ہمیں آنکھوں سے دیکھ کر ہوتا ہے کہ یہ رنگ ہرا ہے، پیلا ہے، سنہری ہے لال ہے آسمانی ہے، انگوری ہے، بادامی ہے یا فیروزی وغیرہ وغیرہ۔

مختلف آوازوں کا علم ہمیں کانوں سے ہوتا ہے کہ یہ انسان کی آواز ہے، یہ حیوان کی یہ پرندے، درندے وغیرہ کی — خوشبوؤں اور بدبوؤں کا علم ہمیں سونگھ کر ناک کے ذریعے سے ہوتا ہے کہ یہ چمبیلی کی خوشبو ہے، یہ گلاب کی یہ موتیے کی، یہ صندل کی اسی طرح بدبوؤں کی مثال لے لیں۔ ذائقوں کا علم ہمیں حاصل ہوتا ہے چکھ کر زبان

کے ذریعے سے ، یہ چیز میٹھی ہے یا کڑوی ، گرم ہے یا ٹھنڈی ، مزیدار ہے یا بدمزہ وغیرہ۔
سخت اور نرم چیز کا علم حاصل ہوتا ہے چھونے سے اور اس کیلئے ہم ہاتھ استعمال کرتے
ہیں کہ یہ چیز نرم ہے یا سخت ، موم جیسی ہے یا پلاسٹک پتھر ہے ، لوہا وغیرہ۔
ان پانچ حواس کو حواسِ خمسہ کہتے ہیں ۔ قوتِ باصرہ ، دیکھنے کی قوت ۔ قوتِ سامعہ ،
سننے کی قوت ۔ قوت شامہ ، سونگھنے کی قوت ۔ قوتِ ذائقہ ، چکھنے کی قوت ۔ قوت لامسہ
چھونے کی قوت ۔

ان پانچ حواس سے اُن چیزوں کا علم حاصل ہوتا ہے جو محسوس ہوتی ہیں یا دیکھنے
میں آتی ہوں یا سننے میں آتی ہوں یا چکھنے میں آتی ہوں یا سونگھنے میں آتی ہوں یا پھر
چھونے میں آتی ہوں ـــ اب مجھے آپ یہ بتائیے کہ اللہ پاک دیکھنے میں آتا ہے؟ نہیں
سننے میں آتا ہے؟ نہیں ۔ چھونے میں آتا ہے؟ نہیں ۔ چکھنے میں آتا ہے؟
نہیں ۔ سونگھنے میں آتا ہے؟ نہیں ۔

میرے دوستو! یاد رکھو ہمارے حواس خمسہ کی رسائی ، اللہ تعالیٰ تک نہیں تو پھر
یہ اللہ تعالیٰ کو جاننے اور اللہ پاک تک پہنچنے کا ذریعہ بھی نہیں بن سکتے ۔ حواس خمسہ کی
رسائی محسوسات تک ہے اور اللہ تعالیٰ محسوسات سے بلند ہے ، وراء الوراء ہے ۔ بڑی موٹی
سی بات ہے اگر یہ حواس خمسہ اللہ پاک تک پہنچنے کا ذریعہ ہوتے تو دنیا کا کوئی انسان بھی اللہ
پاک کا منکر نہ ہوتا کیونکہ حواس خمسہ تو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو عطا فرمائے ہیں تو ہر انسان
اپنے حواس سے اللہ پاک کو پہچان اور جان لیتا ـــ معلوم ہوا حواس اللہ کی معرفت کا ذریعہ
نہیں بن سکتے ۔ دوسرا ذریعہ ہے عقل ـــ عقل بھی اللہ پاک کی معرفت کا ذریعہ نہیں ہو
سکتی ، کیونکہ جس طرح حواس کی رسائی محسوسات تک ہے ، اسی طرح عقل کی رسائی بھی
معقولات تک ہے اور اللہ تعالیٰ معقولات سے بلند و بالا ہے اور وراء الوراء ہے سیدھی
بات ہے دیکھو جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو حواسِ خمسہ عطا فرمائے ہیں ، اسی طرح ہر

انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل بھی عطا فرمائی ہے، اگر عقل اللہ پاک کی معرفت کا ذریعہ ہوتی تو کوئی بھی انسان اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا منکر نہ ہوتا۔ سب اللہ تعالیٰ کو جانتے مانتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عقل تو ہر انسان کو عطا فرمائی ہے ۔ لیکن پھر بھی دنیا کو دیکھیئے، بڑے بڑے سائنسدان، بڑے بڑے فلاسفر، بڑے بڑے حکماء، بڑے بڑے ڈاکٹر، ان لوگوں نے ایسی ایسی چیزیں ایجاد کی ہیں کہ ہم سب کی عقل حیران ہے ۔ وہ چاند تک جا پہنچے، ہیں بلکہ ابھی حال ہی میں روزنامہ جنگ کراچی اگست یا ستمبر ۱۹۹۰ء کے شمارہ میں یہ خبر چھپی تھی کہ اب تو سائنس دان چاند پر آبادی بھی شروع کرنے والے ہیں اور چاند کے مالک بن بیٹھے ہیں ۔ اور چاند کی زمین بھی لوگوں کو قیمت پر الاٹ کرنی شروع کر دی ہے ہمارے ایک پاکستانی راولپنڈی کے ایک شہری نے بھی چاند پر دس مرلے زمین انگریزوں سے خرید لی ہے ۔ عنقریب وہ چاند پر کوٹھی بنانے کا پروگرام بنا رہے ہیں اللہ اکبر ۔ یہ انگریز دنیاوی اعتبار سے عقل مند ہیں لیکن پھر بھی اس قسم کے بڑے بڑے سائنسدان، اللہ پاک کے وجود کے ہی منکر ہیں ۔ اگر عقل اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا سبب ہوتی تو یہ سارے بڑے بڑے سائنسدان، عارف باللہ ہوتے۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں، یہ خدا کے منکر عارف تو ہیں نہیں، صرف بلّے ہی بلّے ہیں معلوم ہوا کہ عقل بھی معرفت کا ذریعہ نہیں، عقل بھی عاجز ہے ۔ اسی واسطے ڈاکٹر اقبال جیسے مفکر نے بھی کہا کہ ۔

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں : ۔

گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے

میرے دوستو یاد رکھو عقل ایک جگ مگ کرتا ہُوا چراغ تو ضرور ہے لیکن خدا تک پہنچانے سے ناکام ہے۔ معلوم ہُوا عقل بھی خُدا کی معرفت کا ذریعہ نہیں ہو سکتی۔ خدا تعالےٰ عقل میں آ بھی نہیں سکتا، جو عقل میں آ جائے وہ خدا ہی نہیں ہے۔ تو عقل بھی خدا تعالےٰ تک پہنچنے سے عاجز۔ میاں عقل سے تو غیب کا علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ اللہ پاک کی ذات تو ہے ہی غَیْبُ الغَیْب۔ اب رہ گیا تیسرا ذریعہ۔ تیسرا سبب، وہ کیا ہے؟ کہ کوئی سچّی خبر دینے والا آ کر خبر دیدے تو اس کی خبر دینے سے ہمیں علم ہو جائے مثلاً ہم لوگ لاہور میں بیٹھے ہوں تو ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اس وقت گوجرانوالہ میں کیا ہو رہا ہے۔ گجرات میں کیا ہو رہا ہے، جہلم میں کیا ہو رہا ہے۔ راولپنڈی میں کیا ہو رہا ہے، ویسے ہم عقل کے گھوڑے دوڑاتے ہوئے یہ کہیں کہ فلاں آ رہا ہوگا۔ فلاں جا رہا ہوگا۔ فلاں لیٹا ہُوا ہوگا، فلاں یہ کام کر رہا ہوگا، وغیرہ وغیرہ، تو یہ تو تُک بندی ہے صحیح طور پر ہمیں معلوم نہیں ہے، حالانکہ ہم حواس خمسہ بھی رکھتے ہیں، اور عقل بھی، لیکن پھر بھی ہم ان شہروں کے حالات سے بے خبر ہیں۔

لیکن اگر کوئی شخص آ کر ہمیں یہ بتا دے کہ میں میاں گوجرانوالہ سے ابھی آیا ہوں اور وہاں میں نے یہ یہ معاملہ ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ تو بتائیے ہمیں گوجرانوالہ میں ہونے والے کام کا علم کیسے ہُوا؟ ہم نے لاہور بیٹھے بیٹھے، نہ اپنے حواس سے جانا، نہ اپنی عقل سے جانا بلکہ ایک مُخبر کے خبر دینے سے جانا۔ بِلا تشبیہ و بِلا مثال میرے دوستو! میں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو نہ اپنی حواس سے جانا، نہ اپنی عقل سے جانا، بلکہ مُخبر صادق حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلانے سے جانا۔ ہم نے ربّ کائنات کو پہچانا تو سرکار کے بتلانے سے۔ پہلے نبیّوں کو جانا، فرشتوں کو جانا، کتابوں کو جانا جنّت کو جانا، دوزخ کو جانا تو آقا کملی والے کے بتلانے سے جانا۔ ان تمام غیبوں کے بتانے والے نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ہمارے پیر و مُرشد قطب ربّانی شہباز لامکانی شیر ربّانی

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے ؎

خُدا کون تھا اور کیا جانتے تھے
وہ تیری زباں سے سُنا اے محمدؐ

اعلیٰحضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

کہ فیض پہنچا رضا احمد پاک سے
ورنہ تم کیا سمجھتے خُدا کون ہے

امام ربانی قطب لامکانی امام مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ: ۔

"کہ من پرستم آں عزّوجل کہ آں رَبِّ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم است ۔"

فرماتے ہیں کہ میں اللہ پاک کی عبادت اور پوجا اسلئے کرتا ہوں کہ وہ میرے رسُول محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا ربّ ہے ۔

تو میرے دوستو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ ہم نے خدا کو پہچانا تو نبیٔ کریم علیہ السلام کے صدقے سے، تو نتیجہ یہ نکلا کہ ہمیں قرآن مِلا تو ان کی بارگاہ سے ۔ اسلام ملا تو وہ بھی ان کی بارگاہ سے ۔ ایمان مِلا تو ان کی بارگاہ سے بلکہ خود ربِّ رحمٰن ملا تو ان کی بارگاہ سے ۔ آج بعض لوگ توحید، توحید کے نعرے لگاتے اور کہتے ہیں کہ ہم توحید کی تبلیغ کر رہے ہیں ۔ یہ توحید کے ٹھیکے دار انبیاء اور اولیاء کے وسیلے کے منکر ہیں ان سے پوچھو کہ توحید کا بیان قرآن پاک میں کہاں ہے تو فوراً پڑھیں گے ۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۚ	"اللہ ایک ہے ۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ نہ وہ پیدا ہوا اور نہ اس کی کوئی اولاد ہے۔ وہ اکیلا اور یکتا ہے ۔"

اور کہیں گے کہ دیکھو اس سورہ شریف میں پوری توحید رب نے بیان کی ہے ۔ تو ان منکروں کو کہو کہ میاں اس سورۂ شریف کا پہلا حرف تو دیکھو ۔ قربان جایئے ۔ پہلا لفظ ہے قُلْ کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیں کیا کہ اَللّٰہُ اَحَدٌ کہ وہ اللہ ایک ہے ۔ یوں نہیں رب نے فرمایا ۔ اَنَا اللّٰہُ اَحَدٌ کہ میں اللہ ایک ہوں بلکہ فرمایا اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ اللہ ایک ہے تاکہ نسل انسانیت کو پتہ چل جائے کہ میری توحید کی معرفت کا ذریعہ صرف اور صرف میرا محبوب ہے ۔ سبحان اللہ اس مقام پر سنیوں کے تاجدار اعلیحضرت بریلوی نے بڑا پیارا شعر فرمایا ہے اور خاص کر ان لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا جو نبیؐ کریم علیہ السلام کی ذات کے وسیلے کے منکر ہیں ۔

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
منکرو ! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

منکرو تم کہتے ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کسی کو نفع و نقصان نہیں دے سکتے ۔ تم کہتے ہو کہ نبیؐ کریم علیہ السلام کسی کو کچھ نہیں دے سکتے تو ایسا کہنے والو !

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
مُنکرو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا
آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر وہ مان گیا
جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ منکرو ! یہ بتاؤ یہ جو کلمہ تم پڑھتے ہو ۔ یہ کلمہ تم کو کس نے سکھایا ۔ آج جو تم مسلمان کہلاتے ہو اور پڑھتے ہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یہ کلمہ تم کو کس نے سکھایا۔ آج جو تم مسلمان کہلاتے ہو ـــــ افسوس جس کی بدولت تمہیں ایمان ملا، جس کی بدولت تم نے اللہ عزّوجلّ کو جانا ـــ جس نے تمہیں لا الہ الا اللہ پڑھایا، اس کے متعلق کہتے ہو کہ وہ کسی کو نفع و نقصان نہیں دے سکتے۔ اس سے بڑھکر اور تمہیں کیا نفع پہنچائیں کہ جب تشریف لائے تو کافروں کو مومن بنا دیا ـــ مشرکوں کو مُوحّد بنا دیا۔ پلیدوں کو پاک کر دیا ـــ بُت پرستوں کو خُدا پرست بنا دیا ـــ ڈاکوؤں کو امین بنا دیا ـــ راہزنوں کو رہبر بنا دیا ـــ ارے جو غلاظتوں کے مجسمے تھے۔ انہیں طہارت کا پیکر بنا دیا ـــ جو ظلمتوں کے منارے تھے انکو روشنیوں کے چراغ بنا دیا اور آنے والی نسلوں کے لئے انہیں مقتداء اور پیشوا بنا دیا ـــ معلوم ہُوا کہ ہم نے اللہ عزّوجلّ کو جانا تو نبیٔ کریم علیہ السّلام کے صدقے سے ـــ

قرآن کی پہچان

اسی طرح قرآن ہمیں ملا تو نبیٔ کریم علیہ السلام کے صدقے ملا۔ اس قرآن کو نہ ہم سمجھ سکتے ہیں نہ ہی عمل کر سکتے ہیں جب تک نبیٔ کریم علیہ السّلام کا دامن نہ تھامیں ـــ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :ـــ

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ ”اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو۔“

یہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دے دیا کہ نماز پڑھو ـــ اب کس طرح نماز قائم کریں، دن میں کتنی بار نماز پڑھیں ـــ اوّل وقت کون سا ہے ـــ آخر وقت کون سا ہے ـــ درمیانہ کون سا ہے ـــ افضل کون سا ہے اور مکروہ کون سا ہے ـــ پھر فجر میں کتنی رکعتیں پڑھیں ـــ ظُہر میں کتنی، عصر میں کتنی، مغرب میں کتنی، عشاء میں کتنی ـــ پھر کھڑے ہو کر کیا پڑھیں اور نگاہ کہاں رکھیں اور کھڑے کس طرح ہوں ـــ رکوع کیسے کریں ـــ رکوع میں کتنا جُھکنا ہے، رکوع میں کیا پڑھیں، کتنی بار پڑھیں ـــ سجدہ کیسے کریں، کتنے اعضاء پر کریں، کیا پڑھیں، کتنی بار پڑھیں ـــ سجدے ایک رکعت میں کتنے کریں ـــ قعدہ کریں تو کیسے کریں، نماز

پڑھتے ہوئے کچھ کھا پی لیں یا نہ کھائیں پیئیں۔ نماز کے دوران کچھ بات چیت کر لیں یا نہیں کوئی سلام کرے تو اس کا جواب دیں یا نہ دیں۔ دائیں بائیں دیکھ لیں یا نہ۔ بولو یہ تمام تفصیل ہمیں قرآن پاک سے ملتی ہے؟ نہیں بلکہ یہ سب طریقہ نماز کا ہمیں کملی والے نے سکھایا۔ جب اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز کا حکم نازل فرمایا اِقِیْمُوا الصَّلٰوۃ کہ جب آپ بھی نماز پڑھیں اور اپنے صحابہ کرام کو بھی نماز پڑھنے کا حکم دیں۔ تو صحابہ کرام نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نماز کیسے پڑھیں؟ تو کملی والے نے فرمایا:—

صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ "نماز ایسے پڑھو جیسے مجھے پڑھتے دیکھو۔"

اچھا یہ تو پتہ چل گیا کہ نمازیں دن میں پانچ ہیں۔ لیکن زکوٰۃ کب دینی ہے دن میں کتنی مرتبہ دینی ہے۔ دن میں ایک مرتبہ دینی ہے یا ہفتے میں یا مہینے میں یا چھ مہینے میں یا سال میں۔ پھر زکوٰۃ کس کس چیز پر ہے، کس پر نہیں۔ زکوٰۃ کی مقدار کتنی ہے سو روپے پر کتنے روپے زکوٰۃ ہے۔ بولو یہ تفصیل ہمیں قرآن سے ملتی ہے یا نہیں، اسی روزے کے مسئلے، حج کے مسلے۔ طلاق کے مسلے۔ تجارت کے مسئلے۔ کاروبار کے مسلے لین دین کے مسلے، اسی طرح اخلاقیات کے مسلے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ چوری کرنے والا مرد ہو یا عورت

اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ اللہ پاک نے یہ حکم دے دیا۔ اب یہ نہیں بتایا کہ کتنی چوری پر ہاتھ کاٹو۔ چوری چار آنے کی بھی ہوتی ہے۔ روپے کی بھی، دس روپے کی بھی، سو روپے کی۔ ہزار روپے کی۔ دس ہزار روپے کی اور دس لاکھ روپے کی بھی ہوتی ہے۔ جو دس روپے چرائے اس کا کتنا ہاتھ کاٹا جائے۔ جو دس ہزار کی چوری کرے اس کا کتنا ہاتھ کاٹیں۔ اور کون سا ہاتھ کاٹیں، کس چیز سے کاٹیں۔ اور کتنا کاٹیں۔ پہلی مرتبہ چوری کرے تو کتنا ہاتھ کاٹیں۔ دوسری مرتبہ کاٹیں تو کتنا کاٹیں۔ جب ہاتھ کاٹیں تو پھر اس کے ساتھ

کیا کریں، کوئی مرہم پٹی بھی کریں یا ویسے ہی چھوڑ دیں۔ بولو یہ تفصیل ہمیں قرآن مجید سے ملتی ہے؟ نہیں ملتی۔ یہ تمام باتیں میں نے بطور نمونہ آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام باتوں کی تفصیل قرآن میں کھول کر بیان نہیں کر سکتا تھا تاکہ کوئی چیز ہمیں کسی سے پوچھنی نہ پڑتی بیان کر سکتا تھا کیونکہ وہ علیٰ کُلِّ شَیْءٍ قدیر ہے لیکن پھر بھی اللہ پاک نے تفصیل بیان نہیں کی۔ کیوں؟ اسلئے کہ اگر میں نے تمام کی تمام تفصیل بیان کر دی تو کہیں لوگ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم صاحب قرآن سے بے پرواہ نہ ہو جائیں، بے نیاز نہ ہو جائیں، یہ نہ کہہ دیں کہ ہمیں بس قرآن مل گیا ہے ہمیں صاحب قرآن کی کوئی ضرورت نہیں، بلکہ قیامت تک جب تک خدا کے قرآن کے محتاج رہیں تو ساتھ ساتھ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی محتاج رہیں تاکہ قیامت تک دنیا والوں کو پتہ چل جائے کہ قرآن پاک پر عمل ہو سکتا ہے۔ قرآن پاک کو سمجھا جا سکتا ہے تو اس کی بدولت ہی ہو سکتا ہے جس کے صدقے ہمیں قرآن پاک ملا ہے۔

معلوم ہوا کہ قرآن پاک ہمیں ملا ہے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے قرآن پاک پر عمل بھی ہو سکتا ہے تو بھی حضور علیہ السلام کے صدقے۔ چلیئے صاحب اب آگے نماز پر عمل کرنے کا طریقہ دیکھیئے۔

نماز کا طریقہ

ایمان کے بعد سب سے بڑا عمل، سب سے بڑا فریضہ نماز ہے۔ اب آپ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے، بدن بھی پاک ہے۔ کپڑے بھی پاک ہیں نماز کی شرائط بھی پائی گئیں جگہ بھی پاک ہے، قبلہ کی طرف منہ بھی کر لیا وقت بھی نماز کا ہے، نیت بھی کر لی اب آپ نے دستور کے مطابق نماز پڑھنی شروع کر دی۔ اللہ اکبر۔ پھر ثناء پڑھی، پھر فاتحہ پھر سورت پڑھی۔ پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔ رکوع کی تسبیح پڑھی سُبحانَ رَبِّیَ العَظیم۔ پھر آپ تسمیع یعنی سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہ کہکر کھڑے ہو گئے۔ پھر آپ نے تحمید یعنی رَبَّنَا لَکَ الحَمد کہی

پھر تکبیر کہکر سجدے میں چلے گئے۔ سجدے کی تسبیح یعنی سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلٰی پڑھی، اسی طرح آپ دستور کے مطابق نماز پڑھ رہے ہیں۔ قعدہ کیا یعنی التحیات پر بیٹھ گئے اور التحیات پڑھی۔ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ میری ہر قسم کی بدنی، مالی، جسمانی اور قولی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اللہ کے حضور آپ نے اپنی عبادتیں بھی پیش کردیں اتنا پڑھکر اگر آپ سلام پھیر دیں تو بتائیے نماز ہو جائے گی؟ نہیں ہوگی ــ! کیوں نہیں ہوگی؟ ذرا سوچیئے۔ کیا آپ کا بدن پاک نہیں؟ بالکل پاک ہے۔ کیا آپ کے کپڑے پاک نہیں؟ پاک ہیں۔ کیا آپ نے وضو نہیں کیا؟ کیا ہے۔ کیا نماز کا وقت نہیں ہے؟ نماز کا بھی وقت ہے۔ کیا قبلہ شریف کی طرف منہ نہیں کیا؟ منہ بھی قبلہ شریف کی طرف ہے۔ کیا آپ کی نیت درست نہیں؟ نیت بھی درست ہے۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ باندھکر کھڑے نہیں ہوئے؟ رکوع نہیں کیا؟ سجدہ نہیں کیا؟ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان نہیں کی؟ اللہ کی واحدانیت کا اقرار نہیں کیا؟ کیا اس کو معبودِ برحق نہیں مانا؟ نہیں سب کچھ کیا۔ تو پھر نماز کیوں نہ ہوئی؟ یاد رکھو صرف اسلئے نہیں ہوئی کہ ابھی تک آپ نے کملی والے پر درود و سلام کا ہدیہ پیش نہیں کیا۔ جب آپنے نبی کریم علیہ السلام پر درود و سلام پیش نہیں کیا تو آپ کی نماز ہی قبول نہیں ہوئی۔

عجیب مسئلہ

یہ بڑا عجیب مسئلہ ہے کہ نماز میں سلام پڑھنا واجب ہے اور نماز سے باہر پڑھیں تو لوگ کہیں کہ یہ شرک ہے۔

یہ مسئلہ پتہ نہیں کہاں سے نکالا ہے ــ نماز کے اندر آپ سلام پڑھتے ہیں کہ نہیں؟ پڑھتے ہیں، کونسا سلام؟ یہ سلام اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ سلام ہو تجھ پر اَیُّهَا النَّبِیُّ۔ اے نبی تم پر۔ اَیُّهَا النَّبِیُّ۔ اصل میں ہے یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ۔ یا حرف ندا محذوف ہے، اسی واسطے ترجمہ یہ ہے۔ اے نبی۔ یہ اے ترجمہ ہے یا کا تو اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ۔ سلام ہو تجھ پر اے نبی خطاب کا صیغہ حاضر

کا صیغہ ہے یا حرفِ ندا بھی موجود ہے اور جو آپ نماز کے علاوہ سلام پڑھتے ہیں وہ کیا ہے

کہ ——— یا نبی سلام علیکَ یا رسُول سلام علیک

یا حبیب سلام علیکَ صَلوٰتُ اللّٰہ عَلیکَ

ان تمام سلاموں کا معنی کیا ہے کہ اے نبی تم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں

آپ غور فرمائیں کہ اس سلام میں بھی وہی الفاظ ہیں، وہی معنٰی ہیں، وہی ترجمہ ہے وہی

مطلب ہے ——— لیکن یہ بڑی عجیب بات ہے کہ یہ نماز کے اندر پڑھنا واجب ہو اور اگر

نماز سے باہر پڑھیں تو شرک ——— اگر نماز کے اندر اس سلام کو پڑھنا بھی شرک کہیں تو پھر

یہ کہنا پڑے گا کہ ہم پانچوں نمازوں میں بھی شرک کرتے ہیں اور شرک بھی ایسا کہ جب تک

یہ شرک نہ کیا جائے تو نماز ہوتی ہی نہیں ——— استغفراللہ

میرے دوستو یاد رکھو! حضور علیہ السّلام کی ذاتِ اقدس پر سلام بھیجنا شرک اور بدعت

نہیں بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو یہ حکم دے رہا ہے

کہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا "اے ایمان والو درود و سلام پڑھو میرے

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ہ نبی پر۔ سلام پڑھنا۔

اللہ تعالیٰ نے تو صلوٰۃ و سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ تو نبی کریم علیہ السلام پر صلوٰۃ

و سلام پڑھنا یہ شرک و بدعت نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھیں جب تک نبی کریم علیہ السلام

پر درود و سلام نہ بھیجا جائے تو نماز ہی مکمل نہیں ہو سکتی۔ خیر یہ تو ضمناً بات آگئی۔

نماز میں صلوٰۃ و سلام واجب کیوں ؟

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی نماز کے اندر خاص کر صلاۃ و سلام کو کیوں واجب کیا ہے؟ تو سنو! ائمہ کرام فرماتے کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر بڑی عاجزی بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ، بڑی نیازمندی کیساتھ

اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے۔ ثناء کرتا ہے، مناجات کرتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے تو یہ تو بتا کہ تجھے کس نے مسلمان بنایا۔ تجھے کس نے میری بارگاہ تک پہنچایا۔ تیرا تعلق میرے ساتھ کس نے جوڑا۔ یہ تو جو نماز پڑھ رہا ہے تجھے کس نے طریقہ بتایا۔ یہ جو تو ذکر کر رہا ہے یہ تجھے کس نے بتایا۔ اے میرے بندے تجھے مسلمان بنانے والا، تیرا تعلق میرے ساتھ جوڑنے والا، تجھے میری بارگاہ عالیہ تک پہنچانے والا۔ میری عبادت کے طریقے اور اذکار سکھانے والا صرف اور صرف میرا پیارا حبیب ہے صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جناب حفیظ جالندھری مرحوم نے اس مقام پر بڑا اچھا شعر کہا کہ

محمد زور معبودان باطل توڑنے والا
محمد آدمی کا رشتہ حق سے جوڑنے والا

میاں عابد و معبود کے درمیان، انسان و مالک و خالق کے درمیان رابطہ اور تعلق پیدا کرنے والے نبی کریم علیہ السلام ہیں تو ذرا غور کرو بندہ جب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر اللہ پاک کی تعریف و ثناء کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے بندے، میری جس بارگاہ میں تو یہ عبادت کا ہدیہ لے کر آیا ہے، میری اسی بارگاہ میں میرا وہ حبیب بھی موجود ہے جس کی برکت سے تو یہاں تک پہنچا ہے۔ فَاِنَّہٗ لَا یُفَارِقُ حَضْرَتَ اللّٰہِ اَبَدًا۔ نبی کریم علیہ السلام اب ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے جدا نہیں۔ سرکار ایسے واصل ہیں کہ اب کبھی اللہ پاک کی حضوری سے جدا نہیں اور غیر حاضر نہیں ہوں گے، ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حضوری میں ہر وقت اللہ کے قرب خاص میں رہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے میری جس بارگاہ میں عبادت کا ہدیہ لے کر آیا ہے میری اسی بارگاہ میں میرا وہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہے۔ جس نے تجھے یہاں تک پہنچایا ہے تو اے میرے بندے میری بارگاہ میں عبادت کا ہدیہ پیش کیا ہے تو ساتھ ساتھ اس میرے

حبیب کی بارگاہ میں بھی سلام کا ہدیہ پیش کر جس نے تجھے یہاں تک پہنچایا ہے۔ تو نمازی اللہ کے دربار میں اللہ تعالیٰ کے حبیب کو بھی حاضر و موجود پاتا ہے۔ ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ جب بندہ التحیات للہ کہے تو یہ عقیدہ رکھے کہ یہ اللہ پاک کا دربار ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں اور عاجزانہ طور پر اپنی بندگی اور عبادت اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ بے کس میں پیش کر رہا ہوں اور جب کہو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ تو یہ عقیدہ رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں نبی کریم علیہ السلام بھی تشریف فرما ہیں اور میں نبی کریم علیہ السلام کے حضور صلاۃ و سلام کا ہدیہ پیش کر رہا ہوں۔ جب اس نیت اور اس ارادے سے نماز پڑھو گے، تب تمہاری نماز مکمل اور پوری ہو گی۔

(ردالمختار۔ اشعتہ اللمعات۔ احیاء العلوم)

لیکن میں یہاں ایک بات کرتا ہوں اور یاد رکھیں یہ بہتان نہیں، الزام نہیں کیونکہ کسی پر الزام لگانا بہتان باندھنا بہت سخت گناہ ہے —— تو سنو وہ بات کیا ہے مولوی اسمٰعیل دہلوی وہابی، دیوبندی جن کی کتاب "تقویۃ الایمان" یہ لوگ گھر گھر بانٹتے پھرتے ہیں، اسی مولوی اسمٰعیل نے ایک اور کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "صراط مستقیم" کتاب کا نام دیکھو کتنا اچھا ہے۔ سیدھا راستہ لیکن دیکھو اس کتاب میں بات کتنی اُلٹی لکھی ہوئی ہے۔ اس کتاب اردو کے صفحہ ۱۶۹ اور فارسی کے ص ۹۵ میں لکھا ہوا ہے کہ اگر نماز پڑھتے ہوئے زنا کا خیال یا وسوسہ آجائے تو زنا کا وسوسے سے بیوی کی مجامعت (یعنی ہم بستری) کا خیال بہتر ہے اور اگر گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جائے اور محو و مستغرق ہو جائے تو اتنا بُرا نہیں جتنا نبی کریم علیہ السلام کی طرف خیال لے جائے تو بُرا ہے۔

آپ حضرات یہ خیال کریں گے کہ آخر انہوں نے ایسا کیوں لکھ دیا۔ وہ ایک مولوی تھے تو انہوں نے ایسی بات کیوں لکھی، ایسی بات تو ایک عام مسلمان بھی نہیں کرتا تو آؤ میں بتاؤں کہ اصل وجہ کیا ہے۔

میرے دوستو اصل میں ان لوگوں کو شرک کا ہیضہ ہوا ہوا ہے۔ شرک شرک کرتے پھرتے ہیں اور شرک سے بچتے بچتے یہ لوگ اپنے ایمان کا جنازہ بھی نکلوا بیٹھتے ہیں۔ آؤ میں بتاؤں اس مولوی نے یہ کیوں لکھا؟ تو اس نے لکھا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کا خیال، بیل، گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے اسواسطے بُرا ہے کہ بیل اور گدھے کا خیال آئے گا تو تعظیم کے ساتھ نہیں آئے گا کیونکہ گائے اور گدھے قابل تعظیم نہیں ہیں، تو بیل کا خیال آئے، گدھے کا خیال آئے یا اور کسی بُری چیز یعنی زنا وغیرہ کا خیال آئے تو وہ تعظیم کے ساتھ نہیں آئے گا۔ لیکن جب نبی کریم علیہ السلام کا خیال آئے گا تو تعظیم کے ساتھ آئے گا اور نماز میں غیر اللہ کی تعظیم شرک ہے۔ تو جب نبی کریم علیہ السلام کا خیال آئے گا نماز میں تو اللہ کی عبادت میں غیر اللہ کی تعظیم ہو گئی، اور یہ تو شرک ہو گیا اور جب شرک ہو گیا تو نماز ختم ہو گئی اور آدمی مسلمان ہی نہ رہا۔ یہ ہے اصل وجہ اس عبارت کے لکھنے کی ۔

ایک گرفت

میرے بزرگو اور دوستو! میں اس عبارت پر ایک ایسی گرفت کرتا ہوں کہ میری اس گرفت سے انشاءاللہ کوئی بھی نہیں بچ سکتا، جب تک اس عبارت کو غلط قرار نہ دے دیا جائے۔ تو سنو جب نمازی نماز میں کہے گا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ تو اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تو آئے گا۔ ضرور آئے گا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ نبی کریم علیہ السلام پر سلام بھیجے اور آپ کی بارگاہ میں سلام کا ہدیہ پیش کرے اور پھر آپ کا خیال نہ آئے۔ اس کے بعد تشہد پڑھے گا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے

رسول ہیں تو جب نبی کریم علیہ السلام کی رسالت کی گواہی دے گا۔ آپ کا کلمہ پڑھے گا تو آپ کا خیال آئے گا کہ نہیں آئے گا؟ ضرور آئے گا۔ پھر جب درود شریف پڑھے گا کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ تو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نہیں آئے گا؟ ضرور آئے گا۔ جب نمازی حضور علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں سلام کا ہدیہ پیش کرے گا۔ آپ کا کلمہ پڑھے گا۔ درود کا ہدیہ بھیجے گا۔ تو اس کو خیال تو ضرور آئیگا اب خیال دو طرح سے آئیگا۔ یا تعظیم کے ساتھ یا تحقیر کے ساتھ اگر تعظیم کے ساتھ خیال آیا تو اُن کے عقیدے کے مطابق شرک ہوگا۔ اگر تحقیر کے ساتھ نبی کریم علیہ السلام کا خیال آیا تو پھر کفر ہوگا۔ تمام علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کا خیال حقارت کے ساتھ لانا کفر ہے۔ تو اب خیال تو ضرور آئے گا، تعظیم کے ساتھ یا تحقیر کے ساتھ آیا تو اُن کے (وہابی، دیوبندی کے نزدیک) شرک ہوگیا، پھر بھی نماز گئی اور اگر تحقیر کے ساتھ خیال آیا تو پھر نمازی کافر ہوگیا، جب نمازی ہی کافر ہوگیا تو نماز کہاں رہی تو اب پوچھو ان نام نہاد توحیدیوں سے کہ نماز کیسے پڑھیں۔ ہاں ایک صورت میں یہ لوگ شرک سے بچ سکتے ہیں کہ سرے سے نماز میں السلام علیک ایھا النبی اور درود شریف پڑھیں ہی نہیں یعنی نہ سرکار کا نام لیں نہ اُن کا خیال آئے نہ ہی اُن کی نماز میں شرک ہو۔ اس صورت میں ہر شرک سے بچ سکتے ہیں۔ پر مصیبت یہ ہے کہ اس صورت میں بھی نماز نہ ہوگی کیونکہ سلام و درود پڑھنا واجب ہے اور جب واجب چھوڑ دیا جائے تو نماز ہی نہیں ہوتی تو اب یہ درود و سلام پڑھیں تو حضور علیہ السلام کا خیال تعظیم سے آیا تو بقول اُن کے شرک ہوگا نماز پھر بھی نہ ہوئی، اگر تحقیر سے خیال آیا تو بندہ کافر ہوگیا۔ نماز پھر بھی نہ ہوئی، تو جب ان کی اپنی نماز نہ ہوئی تو تمہاری میری بھلا ان کے پیچھے کیا ہوگی۔ میں ان کو چیلنج کرتا ہوں کہ تم اس عبارت کی روشنی میں نماز پڑھ کے دکھا دو جو تمہارے مولوی نے لکھا ہے کہ حضور کا خیال نماز میں آجائے تو نماز نہیں ہوتی۔ لیکن میرے دوستو یاد رکھو یہ کبھی بھی

اس عبارت کی روشنی میں نماز نہیں پڑھ سکتے، جب تک اس عبارت کو یہ غلط نہیں کہیں گے آؤ میں آپ کو اصل بات بتاؤں کہ ان لوگوں کو شرک کی بیماری لگی ہوئی ہے یہ ہر جگہ کہتے پھرتے ہیں کہ شرک شرک اور شرک سے بچتے بچتے یہ ایمان کا بھی بیڑا غرق کر بیٹھتے ہیں۔ شیطان بھی اسی لئے مارا گیا تھا۔ اس کو بھی اللہ پاک نے فرمایا کہ آدم علیہ السّلام کے سامنے سجدہ کر لیکن اُس نے دل میں سوچا کہ کہیں غیر اللہ کو سجدہ کرنے سے شرک نہ ہو جائے۔ اس نے کہا کہ مولا! میں نہیں سجدہ کرتا۔ بے ایمان ہو گیا، مردود ہو گیا، مگر آدم علیہ السّلام کے سامنے جھکا نہیں۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ یہ شرک شرک کرتے پھرتے ہیں اور جن چیزوں کو یہ شرک کہتے ہیں وہ حقیقت میں شرک نہیں ہے۔

عبادت اور تعظیم میں فرق!

دیکھو میاں عبادت اور تعظیم میں بڑا فرق ہے۔ ہر عبادت میں تعظیم ہے لیکن ہر تعظیم میں عبادت نہیں۔ نبی کریم علیہ السّلام کی بارگاہِ اقدس میں درود و سلام کا ہدیہ پیش کرنا یہ کملی والے کی تعظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق یہ تعظیم واجب ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل ہوا، شرک کیسے ہو گیا۔ دیکھو عبادت اور تعظیم کا فرق جاننا بہت ضروری ہے۔ یہ فرق نہ جاننے کی وجہ سے ان لوگوں کو شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ عبادت یہ ہے کہ کسی کو معبود جان کر الوہیت کے صفات سے موصوف جان کر جمیعت عبادت اُس کے آداب بجا لانا، یہ عبادت ہے۔ اس بات کو میں اب مختصر کر کے بیان کروں کہ کسی کو معبود مان کر بانیت عبادت اس کے آداب بجا لانا یہ عبادت ہے۔ اس میں موٹی سی بات یاد رکھنے کی جو ہے وہ یہ ہے کہ جب تک کوئی کسی کو معبود نہیں مانے گا اس وقت تک عبادت نہیں ہو گی۔ عبادت اسی وقت ہو گی جب کوئی معبود جان کر کے کرے اور تعظیم یہ ہے کہ کسی کو معبود نہ سمجھے، نبی ہو تو اُسے نبی سمجھے، ولی ہے تو

اُسے ولی سمجھے، پیرِ و مُرشد ہے تو اُسے پیر و مُرشد سمجھے، اُستاد ہے تو اُسے استاد سمجھے ماں باپ ہیں تو انہیں والدین سمجھے یعنی جو اس کی اصل حیثیت ہے اس کو اس حیثیت کے مطابق بانیّت تعظیم و احترام اس کے آداب بجا لائے ۔ یہ ہے تعظیم۔

تعظیم اور عبادت میں جو موٹا فرق ہُوا وہ یہ کہ عبادت اس وقت ہو گی جب معبود جان کر کے کرے گا ۔ اگر معبود جان کر نہ کی تو وہ تعظیم ہو گی ۔ اب آپ ایمان داری سے بتا نا کہ کوئی آدمی نبیٔ کریم علیہ السّلام کو معبود مانتا ہے، لائقِ عبادت سمجھتا ہے ۔؟ کوئی مسلمان یہ نہیں سمجھتا ۔ ہر مسلمان صِدق دل سے کہتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللّٰہ پاک کے اور حضرت محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم، اللّٰہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

ہر مسلمان، ہر مومن کا یہ عقیدہ ہے کہ اللّٰہ پاک کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جب کوئی مسلمان نبیٔ کریم علیہ السّلام کو معبود مانتا ہی نہیں تو عبادت ہی نہ ہوئی اور جب عبادت نہ ہوئی تو شرک کیسے لازم آیا ۔ شرک بھی نہ رہا، یہ جو نماز میں یا ویسے ہر مومن آپ کی بارگاہِ اقدس میں سلام کا ہدیہ پیش کرتا ہے تو وہ اللّٰہ تعالیٰ کا نبی سمجھ کر سلام پیش کرتا ہے ۔

تو میرے دوستو ! میں عرض یہ کر رہا تھا کہ جب نبیٔ کریم علیہ السّلام پر سلام پڑھو تو یہ عقیدہ رکھو کہ اللّٰہ تعالیٰ کے دربار میں کملی والا تشریف فرما ہے میں نبیٔ کریم علیہ السّلام کی خدمت عالیہ میں سلام کا ہدیہ پیش کر رہا ہوں ۔ سرکار میرے سلام کو سُن رہے ہیں اور اپنی شانِ کریمہ کے لائق سلام کا جواب بھی ہمیں عطا فرما رہے ہیں، تب نماز مکمل ہو گی یہاں میں ایک اور بات عرض کرتا چلوں جو کہ یہ ہے کہ شریعت میں سلام دینا اس کو جائز ہے جو سُنتا ہو اور سُن کر سلام کا جواب بھی دیتا ہو ۔ جو سنتا نہیں اس کو جواب دینا درست نہیں اور جو سنتا ہو مگر جواب نہ دے سکتا ہو اس کو بھی سلام کہنا درست نہیں ۔

مثلاً آپ حضرات جب گھر کو جاتے ہیں تو جو چیزیں سنتی نہیں بولتی کبھی آپ نے ان کو سلام کیا ہے؟ کہ گھر جا کر پہلے تو آپ دروازے کو کہیں کہ دروازہ صاحب السلام علیکم، کرسی کو کہیں کہ کرسی صاحبہ السلام علیکم۔ دیواریں صاحبان السلام علیکم۔ کبھی آپ نے ان چیزوں کو سلام کیا ہے؟ نہیں! کیوں، اسلئے کہ آپ پتہ ہے کہ یہ چیزیں نہ سنتی ہیں اور نہ ہی جواب دیتی ہیں۔ اور کوئی انسان بیٹھا ہو تو اس کو السلام علیکم کہتے ہیں کہ نہیں! کہتے ہیں کیونکہ آپ کو معلوم ہے یہ ہمارا سلام سنتا ہے اور جواب بھی دے سکتا ہے لیکن اگر کوئی آدمی سو رہا ہو تو بولو سوئے ہوئے آدمی کو سلام کہنا درست ہے۔ کوئی شخص سویا ہوا ہو، خراٹے لے رہا ہو اور آپ اس کے پاس کھڑے ہو جائیں اور کہیں میاں اسلام علیکم تو بولو وہ جواب دے گا۔ نہیں، کیونکہ وہ سو رہا ہے، معلوم ہوا کہ سوئے ہوئے کو سلام کہنا درست نہیں کیونکہ وہ سنتا نہیں اور جب سنتا نہیں تو سلام دینا بھی درست نہیں اسی طرح کوئی آدمی نماز پڑھ رہا ہے تو آپ اس کے پاس کھڑے ہو جائیں اور اس کو سلام کہنا شروع کر دیں تو بولو وہ سلام کا جواب دے گا۔ نہیں، کیونکہ یہ تو ٹھیک ہے کہ وہ سلام سنتا ہے لیکن نماز کی حالت میں جواب نہیں دے سکتا۔ جب جواب نہیں دے سکتا۔ جب جواب نہیں دے سکتا تو سلام کہنا بھی جائز نہیں۔ اسی طرح کوئی آدمی اگر بیت الخلاء میں ہے۔ آپ اس کو سلام دیں تو وہ جواب دے گا؟ نہیں کیونکہ پیشاب کی حالت میں جواب دینا درست نہیں، حالانکہ وہ سن رہا ہے لیکن جواب نہیں دے گا۔ نہیں؟ جب وہ جواب نہیں دے سکتا تو اس کو سلام کہنا بھی درست نہیں۔

ان مثالوں سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ سلام دینا اس کو جائز ہے جو سنتا بھی ہو اور سنکر جواب بھی دے سکتا ہو اور جو سنتا نہ ہو اس کو بھی سلام دینا درست نہیں اور جو سُن کر جواب نہ دے سکے اس کو بھی سلام کہنا درست نہیں۔ سلام کہنا اسی کو درست ہے جو سنتا بھی ہو اور جواب بھی دے سکتا ہو۔ اب آپ بتائیں کہ آپ پانچوں ٹائم

نماز پڑھتے ہیں اور نماز میں حضور علیہ السّلام پر سلام پیش کرتے ہیں۔ اگر حضور علیہ السلام سنتے ہی نہیں تو آپ سلام کیوں پیش کرتے ہیں؟ اور اگر جواب نہیں دے سکتے تو آپ سلام کیے کہتے ہیں ـــــ لیکن میاں یاد رکھو تمام ائمہ کرام کا مسلک ہے اور عقیدہ یہ ہے کہ کملی والا آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہر مومن کا سلام سُنتا ہے اور اپنی شانِ کریمہ کے مطابق ہر مومن کو جواب دیتے ہیں ـــــ یہ وہابی، دیوبندی وغیرہ کہتے ہیں کہ ان کا خیال آجائے تو نماز نہیں ہوتی لیکن دنیا کی تمام جمہور علماء کرام فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام کا خیال دل میں رکھ کر نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھو۔ انشاء اللہ وہ سنتے ہیں اور جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔ کسی محبّت والے نے اس مقام پر بڑا پیارا شعر فرمایا کہ

اصل نماز ہے یہی روحِ نماز ہے یہی
میں تیرے رُوبرو رہوں آقا تو میرے رُوبرو رہے

خواجہ خواجگانِ خواجہ غریب نواز حضرت خواجہ معین الدّین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، جنہوں نے ۹۵ لاکھ ہندوؤں کو مسلمان کیا فرماتے ہیں کہ: ـــ

آکس کہ در نماز نبیند کہ جمال دوست
فتویٰ ہمیدم کہ نماز قضا کند

خواجہ صاحب فرماتے کہ جو نماز میں اپنے دوست کا، اپنے محبوب کا جمال بالکمال نہیں دیکھتا، ہم فتویٰ دیتے ہیں کہ وہ نماز قضا کرے اس کی نماز ہی نہیں ہوئی ـــــ اور ڈاکٹر علامہ اقبال مرحوم بھی کمال کر گئے۔ فرماتے ہیں ؎

تیرا ایمان ہے بے حضور تیری نماز بے سرور
ایسی نماز سے گذر ایسے امام سے گذر

بات دور چلی گئی ـــ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ نماز اس وقت تک نہیں ہوتی، جب تک نبیٔ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں سلام پیش نہ کریں ـــ

دُعا کی قبولیّت

اچھا صاحب آگے چلیئے، نماز کے بعد کیا کرتے ہیں، دعا مانگتے ہیں اور دعا بھی اسوقت تک قبول نہیں ہوتی جبتک حضور علیہ السلام پر درود وسلام نہ پڑھیں (مشکوٰۃ شریف ص۸۶۔ ترمذی شریف اوّل ص۶۴) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ وہ دعا جس سے پہلے اور آخر میں درود وسلام نہ ہو وہ دعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتی بلکہ زمین وآسمان کے درمیان لٹکی رہتی ہے ــــ قبول ہونا تو درکنار اللہ تعالیٰ کے حضور پیش بھی نہیں ہوتی ـــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے میرے فرشتو! اس دعا کو میرے دربار میں پیش نہ کرنا کیونکہ اس دُعا میں میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام نہیں پڑھا گیا ــ

معلوم ہُوا دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے درود وسلام کی برکت سے، تو نتیجہ کیا نکلا کہ قرآن ہمیں ملا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے، اسلام ملا تو حضور علیہ السلام کی بارگاہِ پاک سے۔ ایمان ملا تو حضور علیہ السلام کی بارگاہ سے۔ بلکہ خود ربِ رحمٰن ملا تو حضور علیہ السلام کی بارگاہ سے۔ قرآن کی معرفت حاصل ہوئی تو بھی انہی کی بدولت۔ قرآن پر عمل کرنے کا طریقہ آیا تو ان کی بدولت۔ نماز مکمل ہوئی تو ان کی بدولت۔ دعائیں قبول ہوئیں تو ان کی بدولت۔ــ کتنے افسوس کی بات ہے کہ جن کے صدقے سب کچھ ملا ہے انہیں کے وسیلے سے انکار کیا جاتا ہے۔ میرے بزرگو، دوستو بات بہت، دُور چلی گئی، آپ کو یاد ہے میں کیا عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمایا کہ ایمان والو! میں نے تمہیں اپنا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم دے کر بڑا احسان کیا ہے۔

احسان کیوں جتلایا

اللہ تعالیٰ نے احسان کیوں جتلایا، حالانکہ اللہ تعالیٰ خود قرآن پاک کے تیسرے پارے میں ارشاد فرماتا ہے:ـــ

وَلَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۔ " یہ جو تم صدقات دیتے ہو یہ اذیت دے کر اور احسان جتلا کر ضائع نہ کرو۔"

دیکھو اللہ پاک تو ہمیں فرماتا ہے کہ کسی پر احسان کرتے ہو تو احسان جتلاؤ نہیں لیکن خود اللہ تعالیٰ مومنوں پر احسان کر کے جتلا رہا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا ۔ " اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان فرمایا کہ جب اس نے اپنا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اُن میں بھیجا۔"

تو کیا وجہ ہے؟ احسان کیوں جتلایا؟ توجہ کیجئے! احسان جتلانے کی بہت سی وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ :۔ یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام ہیں اللہ رب العزت کے محبوب۔ کیسے محبوب۔ آیئے ذرا احادیث پاک کا مطالعہ کریں۔

مسند امام احمد۔ میں یہ حدیث موجود ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، شریعت کے چوتھے امام نے یہ حدیث لکھی ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وہ جلیل القدر امام اور محدث ہیں جن کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ نبی کریم علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کملی والے آقا نے دوران نماز طویل سجدہ کیا، اتنا طویل، اتنا طویل کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سمجھا کہ نبی کریم علیہ السلام کی مقدس روح مبارک قبض کر لی گئی ہے اور حضور گرامی علیہ السلام کا وصال مبارک ہو گیا ہے۔ مگر کافی دیر کے بعد کملی والے آقا نے اپنا سر انور زمین سے اٹھایا۔ نماز ختم ہو گئی تو صحابہ کرام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا بات تھی، آپ نے اتنا لمبا سجدہ فرمایا۔ تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اے میرے غلامو! جب میں نے دوران نماز اپنا سر اللہ پاک کی بارگاہ میں

زمین پر سجدے کی حالت میں رکھا تو :-

اِنَّ رَبِّیْ اِسْتَشَارَنِیْ فِیْ اُمَّتِیْ مَاذَا اَفْعَلُ بِھِمْ ۔ میرے ربّ نے مجھ سے مشورہ فرمایا کہ میرے حبیب قیامت کے دن میں تیری اُمت کے ساتھ کیا سلوک کروں ۔ تو مَیں نے عرض کی کہ اے مولا کریم یہ تیرے بندے ہیں ، یہ تیری مخلوق ہے جو آپ کا دل چاہے جو تیری طبیعت مانے اُن سے سلوک فرما۔ اللہ تعالیٰ نے پھر مجھ سے مشورہ مانگا ۔ کہ محبوب تم میرے محبوب ہو، یہ تمہاری اُمت ہے آخر تمہاری بھی تو کوئی مرضی ہوگی ، بتاؤ تمہاری اُمت سے کیسا سلوک کیا جائے ۔ تو نبی کریم علیہ السلام نے عرض کی کہ یا اللہ یہ تو ہی کہوں گا تو اُن کا ربّ ہے اور وہ تیرے بندے ۔ جو تو چاہے کہ میری مرضی وہی ہے جو تیری رضا ہے ۔ اللہ پاک نے تیسری مرتبہ پھر مجھ سے مشورہ مانگا تو میں نے پھر یہی الفاظ دہرائے ، آخر چوتھی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔

اِنَّا لَنُخْزِیَکَ فِیْ اُمَّتِکَ یَا اَحْمَدُ ۔ اے میرے حبیب قیامت کے دن ہم تجھے تیری اُمت کے بارے میں غمگین نہیں کرینگے۔

بلکہ میرے محبوب قیامت کے دن تیری اُمت کے ساتھ وہی سلوک کرینگے جو تیری رضا ہوگی ۔ پھر اللہ پاک نے فرمایا کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن تیری اُمت میں سے بغیر حساب وکتاب کے ستر ہزار انسانوں کو جنت میں داخل فرماؤں گا اور محبوب ان ستر ہزار میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ستر ہزار اور لوگوں کو بھی تیری امت میں سے بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل کروں گا ۔

اس حدیث پاک سے کملی والے کی محبوبیت کی جھلک دیکھئے ۔ آئیے اب دوسری حدیث سُنئیے ۔ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۹۷۵ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۵ خصائص الکبریٰ ۲ صفحہ ۱۹۵ نبی کریم علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ :-

بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ بِمَفَاتِيْحِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِيْ يَدَيَّ ۔ "میں نیند کی حالت میں تھا میرے پاس زمین کے خزانوں کی چابیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھوں میں رکھی گئیں"

مشکوٰۃ شریف ص۵۱۲ میں بھی یہ حدیث موجود ہے ۔

نبی کریم علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اُتِيْتُ بِمَقَالِيْدِ الدُّنْيَا عَلٰى فَرَسٍ اَبْلَقَ جَآءَنِيْ بِهَا جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ قَطِيْفَةٌ مِّنْ سُنْدُسٍ ۔ "کہ جبریل امین ایک ابلق گھوڑے پر دُنیا کے خزانوں کی چابیاں لاد کر لائے اور ان کنجیوں پر ریشمی چادر پڑی ہوئی تھی اور پوری دُنیا میرے سپرد کر دی گئی ۔"

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم صحابی حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیئے تمام زمین سمیٹ دی گئی تو مَیں نے

فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَاُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْيَضَ "اس کے مشرق اور مغرب دیکھے اور مجھے دو خزانے دیئے گئے سُرخ اور سفید (یعنی سونا اور چاندی) ۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :۔

اُوْتِيْتُ مَفَاتِيْحَ كُلِّ شَيْءٍ "مجھے ہر چیز کی کنجیاں دے دی گئیں ہیں"

ایک اشکال ہو سکتا ہے یہاں پر کوئی اعتراض کرے کہ میاں یہ تو خواب کی بات ہے اور خواب میں بندہ کیا کچھ نہیں دیکھتا تو اس میں نبی کریم علیہ السلام کا کیا کمال ہے

لہذا یہ حدیثیں قابل اعتماد نہیں ؟

میرے دوستو! یاد رکھو انبیاء علیہم السلام کے خواب ایسے بے حقیقت نہیں ہوتے، جیسے میرے تمہارے خواب ہوتے ہیں بلکہ انبیاء کے خواب بھی حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی وحی ہوتی ہے۔ دیکھو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیئے منیٰ کے مقام پر جو کہ مکہ شریف سے سات کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے وہاں لے گئے تو آپ نے اپنے لخت جگر سے فرمایا قرآن پاک

پارہ ۲۳ سورۃ صٰفٰت رکوع ۴ :۔

قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی ”اور فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اے پیارے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، اب بتا تیری کیا مرضی ہے۔“

قَالَ یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ”حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے عرض کی کہ اے پیارے ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ اسی طرح کریں۔“

قرآن مقدس کی ان آیات سے پتہ چلا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب شیطانی نہیں ہوتے بلکہ رحمانی ہوتے ہیں اور نبی کا خواب بھی وحی الٰہی ہوتا ہے کیونکہ اللہ کا نبی جب سوتا ہے تو چہرے کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں لیکن قلب کی آنکھیں یعنی دل کی آنکھیں کھل جاتی ہیں، اللہ کا پیغمبر خواب میں اور سونے کی حالت میں بھی رب العالمین کے احکام سے بھی باخبر رہتا ہے۔ بخاری شریف جلد دوم باب تنام عینی ولا ینام قلبی۔ میں یہ حدیث پاک موجود ہے۔ مشکوٰۃ شریف باب صلوۃ اللیل

ام المؤمنین حضرت سیدہ طیبہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کا طریقہ پاک تھا کہ آپ وتر پڑھنے سے پہلے آرام فرماتے یعنی سو جاتے تھے جب آرام فرمانے کے بعد اٹھتے تھے تو بغیر وضو کیئے وتر پڑھنا شروع

فرما دیتے تھے۔ ام المومنین فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی" اے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کیا بات ہے کہ آپ سو کر اٹھتے ہیں اور بغیر وضو کے وتر پڑھنا شروع کر دیتے ہیں، تو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :۔

قَالَ تَنَامُ عَیْنِیْ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ ۔ اے عائشہ رضی اللہ عنہا جب میں سوتا ہوں تو میری آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن میرا دل بیدار رہتا ہے ۔" سبحان اللہ

معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کی نیند بھی نرالی ہوتی تھی ۔ وہ خواب میں بھی اللہ پاک کے احکام سے باخبر ہوتے ہیں ۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قیامت کا دن ہوگا ایک نورانی منبر بچھایا جائے گا اور اس کی پہلی سیڑھی پر جنت کا ایک داروغہ یعنی جنت کا نگہبان فرشتہ کھڑا ہوگا ، وہ فرشتہ کہے گا کہ اے میدانِ حشر میں جمع ہونے والو! جس نے مجھے پہچانا ہے اس نے پہچانا جس نے مجھے نہیں پہچانا تو سنو! میں کون ہوں ، میں رضوانِ جنت ہوں ۔ میں جنت کا نگہبان فرشتہ ہوں ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مجھے جنت کی چابیاں عطا فرمائی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں جنت کی چابیاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دوں ۔ وہ جنت کی چابیاں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے حوالے کر دی جائینگی ۔ پھر وہ جنت کا فرشتہ منبر سے نیچے اتر جائے گا ۔

پھر جہنم کا نگہبان فرشتہ آئے گا ۔ وہ منبر کے دوسرے درجے ، دوسری سیڑھی پر کھڑا ہو جائے گا اور کہے گا کہ اے میدانِ محشر میں جمع ہونے والو! جنہوں نے مجھے پہچان لیا تو پہچان لیا ، جنہوں نے نہیں پہچانا تو سنو میں کون ہوں میں مالکِ جہنم ہوں ، جہنم کا نگہبان فرشتہ ہوں ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ دوزخ کی چابیاں عطا فرمائی ہیں اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں جہنم کی چابیاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے

حوالے کردوں۔ تو وہ چابیاں کملی والے کے حوالے کر دی جائیں گی۔

مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں۔ کہ

کُنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خُدا نے
محبُوب کیا مالک و مختار بنایا

حضرت مولانا علامہ حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب حلیتہ الاولیاء میں یہ روایت درج فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السّلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے موسیٰ علیہ السلام اپنی امت کو فرما دیجئے جو بندہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہوگا قیامت کے دن رب العالمین اس کو جہنم میں ڈالوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے ربِ کائنات یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ:۔

مَا خَلَقْتُ خَلْقاً اَکْرَمَ عَلَیَّ مِنْہُ "اے موسیٰ علیہ السلام میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کسی اور انسان کو اپنا محبوب پیدا نہیں فرمایا۔ اللہ اللہ

اعلیحضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالٰی عنہ اس مقام پر جھُوم اٹھے اور فرمایا کہ:۔

خلق سے اولیاء اولیاء سے رُسل
اور رسُولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی
باغ توحید کے وہ کھلے ہوئے گُل
حق نے بنایا ہے ان کو سردارِ کُل
جس کے ڈر سے گرے لات و عُزّیٰ و ھُبل
خلق سے اولیاء اولیاء سے رُسل

اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

سب سے بالا و والا ہمارا نبی

مانگنے والو ہم کو تو یوں چاہیئے

ان سے ہی مانگے گے ہم گر سکوں چاہیئے

مانگنا اور کسی سے بھی کیوں چاہیئے

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیئے

دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی

توجہ کیجئے ان حدیثوں پر تو پتہ چلا کہ کملی والا صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ یاد رکھو انسان ہر چیز لوگوں کو دے سکتا ہے **لیکن** کوئی آدمی کسی کو اپنا محبوب نہیں دے سکتا۔ دینا تو درکنار کوئی کسی کو اپنا محبوب دکھاتا بھی نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دنیا والو دیکھو تم میں سے کوئی کسی کو محبوب دکھانے تک کے لیئے تیار نہیں، لیکن میں رب العالمین کا اپنے اوپر احسان تو دیکھو میں نے تمہیں اپنا محبوب دکھایا نہیں بلکہ میں نے تمہیں اپنا پورا محبوب ہی عطا کر دیا ہے۔ سبحان اللہ!

اللہ کا محبوب

حضرات محترم! غور فرمائیے دنیا والوں کے محبوب ہوتے ہیں اور اللہ کا بھی محبوب ہے، لیکن دنیا والوں کے محبوبوں کا یہ حال ہے کہ ایک محبوب کے دو محب ہوں تو دونوں محب آپس میں لڑ لڑ کر مر جاتے ہیں، ایک کہتا ہے یہ میرا محبوب ہے، دوسرا کہتا ہے خبردار اس کو اپنا محبوب نہ کہنا بلکہ وہ تو میرا محبوب ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا محبوب ایسا محبوب ہے کہ ہزاروں اس محبوب کے محب ہیں

ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کروڑوں کملی والے کے نام پر اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہیں لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ لاتعداد محب ہیں لیکن کبھی آپس میں یہ محب لڑے نہیں، لڑنا تو درکنار کبھی ناراضگی تک کا اظہار تک نہیں کیا کہ میں کملی والے کا محبوب اور محب ہوں، میاں تم کسی اور کو اپنا محبوب بنا لو، نہیں بلکہ جو جو کملی والے کی محبت میں گرفتار ہے تو وہ آپس میں بھی حضور علیہ السلام کے صدقے ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنتا جاتا ہے۔ پھر دنیا کے جو محبوب ہوتے ہیں لوگ ان محبوبوں سے صرف جوانی میں محبت کرتے ہیں۔ جب اس محبوب پر بڑھاپا آ جاتا ہے تو اس محبوب سے کوئی پیار کرنے والا، کوئی محبت کرنے والا نہیں ملتا۔ لیکن قربان جاؤں کملی والے کی محبوبیت پر حضور علیہ السلام کی محبت ہر آن ہر گھڑی ہر لمحہ بڑھتی جاتی ہے۔ حضور علیہ السلام جب بچے تھے تب بھی کائنات کے محبوب تھے جب جوان تھے تب بھی آپ کائنات کے محبوب تھے۔ جب بوڑھے ہوئے پھر بھی دنیا والوں کے محبوب تھے اور اب اپنے مزار شریف میں جلوہ فرما ہیں تب پھر بھی کائنات کے محبوب ہیں، ایسے محبوب ہیں کہ مزار شریف پر محبتوں کے میلے لگے ہوئے ہیں، انسان تو انسان، فرشتے بھی قدم بوسی کے لئے صبح و شام ستر ستر (۷۰) ہزار کی تعداد میں حاضر ہوتے ہیں۔ جو ایک مرتبہ آئے گا قیامت تک پھر اس کا نمبر نہیں آئے گا۔

پھر دنیا کے محبوبوں کا یہ حال ہے جب بوڑھے ہو جاتے ہیں تو سارا حسن و جمال ختم ہو جاتا ہے اور ہمارے محبوب آقا علیہ السلام کے حسن کا یہ عالم ہے کہ علامہ معین الدین کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معارج النبوت رکن سوم صفحہ ۱۱۸ میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے چہرۂ انور پر ستر ہزار بشریت کے پردے رب نے ڈالے ہوئے ہیں اگر یہ بشریت کے پردے آپ کے رُخِ انور پر نہ ہوتے تو حضور علیہ السلام کا اتنا نور ہوتا کہ چاند سورج کا نور کملی والے کے نور کے سامنے بے نور ہو جاتے۔

مدارج النبوت شریف کے تکملہ میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم علیہ السلام نے اپنے غلاموں کو فرمایا کہ :-

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ - جب میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں ہوتا ہوں اور عالم بشریت کے پردے اتار کر رب کا دیدار کر رہا ہوتا ہوں تو اسوقت میرے دیکھنے کی تاب نہ کسی مقرب فرشتہ میں ہوتی نہ کسی نبی میں اور نہ کسی رسول میں ہوتی ہے۔" اللہ غنی۔

یہ حدیث جواہر البحار دوم صـ۲۲۸ میں بھی ہے اور تفسیر روح البیان پارہ ۲۲ صـ۱۰۵ میں بھی ہے۔ اعلیٰ مولانا حسن رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-

نہ رہتی جو پردوں میں صورت کسی کی
نہ ہوتی کسی کو زیارت کسی کی

ایک پنجابی شاعر نے اس مقام پر بڑے پیارے چند اشعار فرمائے کہ

جیہڑے محرم راز حقیقت دے
اوہ راز حقیقت کھولدے نئیں
اوہ بول پئے جنہاں دیکھیا نئیں
جنہاں دیکھ لیا اوہ بولدے نئیں
مکھ نوری برقعہ خاکی اے
وچوں ساری شان لولاکی اے
قربان پچھانن والیاں توں
گل جان گئے گل کھولدے نئیں

ایک اور شاعر یوں پکار اٹھا کہ ؎

کہ رُخ تو بے پردہ تھا لیکن حُسن بے پردہ نہ تھا
جو خُدا بندوں نے حُسن مُصطفےٰ دیکھنا نہ تھا
حُسن یُوسف سے کہیں بڑھکر تھا حُسنِ مُصطفےٰ
پر بات یہ تھی کہ اس کا کوئی دیکھنے والا نہ تھا

اور دیکھئے کہ دنیا والوں کا یہ قاعدہ ہے کہ ان کے محبوب میں اگر کوئی عیب بھی ہو تو ان کو وہ عیب نظر نہیں آتا۔ مثلاً ایک آدمی ایسا تھا جو ایسے آدمی سے محبت کرتا تھا جو ذرا کُبڑا تھا، جس کی کمر جھکی ہوئی تھی۔ تو کسی نے اس عاشق اس محبت سے کہا کہ میاں محب صاحب جناب آپ کو پوری دنیا میں اس صاحب کے علاوہ اور کوئی محبوب نظر نہیں آیا۔ نظر آیا تو ایسا جو کہ کُبڑا ہے۔ اس محب نے جلدی سے ایک گلاب کے پھولوں کا ہار لے کر اپنے محبوب کُبڑے کے گلے میں ڈال دیا اور اعتراض کرنے والے سے کہنے لگا کہ میاں معترض تمہیں کیا معلوم ہے میرے محبوب کی کمر اتنی نازک ہے کہ پھولوں کے ہار کا بوجھ بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ حضرات غور فرمائیے اس محبوب کُبڑے کا کُب اس محب کو نظر نہ آیا۔ کیوں؟ اسلئے کہ وہ اس کُبڑے سے بھی محبت کرتا تھا۔ لیکن ہمارا محبوب اللہ غنی، ہمارا محبوب تو ہے ہی بے عیب کملی والے کے صحابی حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ۔

خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے آقا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر عیب سے پاک اور بری پیدا فرمایا ہے ۔۔۔۔ حسانِ پاکستان جناب محمد اعظم چشتی نے کیا خوب کہا۔

محبُوباں تے نکتہ چینی جیہڑا کرن توں باز نہیں آؤندا
اصل منافق سمجھے اوہنوں جیہڑا جھوٹا پیار جتاؤندا
سانوں دسیا عشق دے مُفتی جیہڑا اُمڑ مڑاے فرماؤندا

اعظم جیھدے دِل لگ جاوے او نہدے عیب نظر نہیں آوندا

تو معلوم ہُوا نبی کریم علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں، محبوب دیئے نہیں جاتے لیکن اللہ پاک نے اپنا محبوب ہمیں دے کر ہم پر احسان کیا یہ تھی پہلی وجہ آیئے اب دوسری وجہ عرض کروں۔ سنیئے!

احسان جتلانے کی دوسری وجہ!

آپ جانتے ہیں کہ ہر انسان نے یہ فانی دنیا چھوڑ کر چلے جانا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن پاک رکوع ۳ پارہ ۱۷ میں ارشاد فرماتا ہے

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ ط "کہ ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے"۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے پارہ ۲۸ رکوع ۱۱ میں ارشاد فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْہُ فَاِنَّہٗ مُلٰقِیْکُمْ۔ "کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو یہ موت تم سے ضرور ملاقات کریگی"

اسی طرح اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے پارہ ۲۷ رکوع ۱۲ میں ارشاد فرماتا ہے۔

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ "جو زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے اور تمہارے رب کی ذات جو صاحب جلال و عظمت ہے باقی رہیگی"

میرے دوستو! یاد رکھو سب کو فنا ہے۔ سب نے آخر ایک دن مرنا ہے موت کسی کا لحاظ نہیں کرتی، درازیٔ عمر میں حضرت نوح علیہ السلام ہوں، موت آئے گی رضا جوئی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں موت آئے گی۔ خاموشی میں زکریا علیہ السلام ہوں موت آئے گی۔ غربت میں حضرت یحییٰ علیہ السلام ہوں موت آئے گی۔ حسن و جمال میں حضرت یوسف علیہ السلام ہوں موت آئے گی۔ گریہ و زاری میں حضرت یعقوب علیہ السلام ہوں موت آئے گی۔ سلطنت و سطوت میں حضرت سلیمان ہوں موت آئے گی

خوش آوازی میں حضرت داؤد علیہ السلام ہوں موت آئے گی، صدق و صفا میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق ہوں موت آئے گی۔ عدالت میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ موت آئے گی۔ حیاء میں حضرت سیدنا عثمانِ غنی ہوں موت آئے گی۔ فلسفہ میں امام غزالی ہوں موت مزدور آئے گی۔ شجاعت میں حضرت علی المرتضیٰ ہوں موت آئے گی۔ فقہ میں امام اعظم موت آئے گی۔ تصوف میں بایزید بسطامی ہوں موت آئے گی۔ سیاحت میں ابنِ بطوطہ ہوں موت برحق ہے، جہالت میں ابوجہل ہو موت آئے گی۔ شقاوت میں یزید ہو موت آئے گی۔ شہادت میں امام حسین ہوں موت آئے گی۔ موت ہر ایک کو آنی ہے، میاں کوئی انسان ایسا نہیں جس نے ہمیشہ اس دنیا میں رہنا ہو)

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ جنگل میں ایک شیر بے جوان کے پیچھے دوڑ رہا ہے۔ اور یہ دوڑتے ہوئے آگے جا رہے ہیں کہتے ہیں کہ دوڑتے دوڑتے میں نے دیکھا کہ ایک درخت ہے بڑا پرانا اور اس کی جڑیں بڑی پھیلی ہوئی ہیں اور جڑیں پھیل پھیل کر ساتھ ایک کنواں ہے، اس میں لٹکی ہوئی ہیں۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے اس درخت کی جڑیں پکڑیں اور کنوئیں میں لٹک گیا۔ اب وہ شیر کنوئیں کی منڈیر پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ چلو جب تک ان جڑوں کو پکڑے ہوئے ہوں حفاظت میں رہوں گا۔

لیکن پھر فرماتے ہیں کہ جب میں نے کنوئیں میں جھانک کر دیکھا تو ایک بہت بڑا اژدہا اپنا منہ کھولے ہوئے اس انتظار میں ہے کہ یہ گرے اور میں اس کو اپنا نوالہ بناؤں۔ یہ خواب دیکھ کر وہ بزرگ بیدار ہوئے، صبح کسی اللہ والے کے پاس جا کر اس خواب کی تعبیر دریافت کی۔ تو انہوں نے بتایا کہ میاں یہ ایسا خواب ہے جس میں ہر انسان جکڑا ہوا ہے۔ وہ شیر موت کا فرشتہ ہے جو ہر انسان کے پیچھے لگا ہوا ہے [illegible] کنواں ہے وہ قبر ہے جو ہر انسان [illegible] ہے اور [illegible]

عذاب قبر سے۔ معلوم ہوا ہر انسان نے مرنا ہے لیکن افسوس کہ ہم دنیا کے چکروں میں ایسے پھنسے ہیں کہ ہمیں موت یاد تو کیا، موت کا کبھی خیال تک نہیں آیا۔ یاد رکھو میاں یہ دنیا ہمیں قبر میں کام نہیں آئے گی بلکہ یہ سب کچھ یہیں کا یہیں رہ جائے گا کیونکہ اس لئے کہ ؎

کسے نال وفا نہ کیتی تے اس دنیا بے اعتباری
نہ محبوب رہیا کوئی ایتھے تے نہ کسے دی سرداری
ایتھے کسے دے پیر نہ لگے تے سب ٹر گئے وار و واری
اعظم ایتھے دل نہ لائیں نئیں تے روئیں جاندی واری

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس انسان کا دل سخت ہو تو وہ مرنے والے کا چہرہ دیکھ لے اس کا دل نرم ہو جائے گا۔ اور وہ تصور کرے کہ جس طرح یہ مر گیا ہے اسی طرح ایک دن میں نے بھی دنیا کو چھوڑ کر چلے جانا ہے تو اس کا دل نرم ہو جائیگا اگر کوئی دشمن مر جائے تو اس کی موت پر بھی افسوس ہی کرنا چاہیئے، خوشی نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ مرنا تو بہرحال سب نے ہے چاہے کوئی دشمن ہو یا سجن۔ میاں محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ؎

دشمن مرے تے خوشی نہ کریئے تے آخر سجناں دی مر جانا
اوڑے دیگر تے دن آیا محمدؔ تے آخر نوں ڈب جانا

موت تو ہر ایک کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ دیکھو جب موت آتی ہے تو پھر گھر والے کیا کرتے ہیں۔ اگر مرنے والے نے گھڑی پہنی ہوئی ہو تو وہ بھی اتار لیتے ہیں دنیا میں انسان کے لیئے سب سے بڑی نعمت اولاد ہے، لیکن یہی اولاد مرنے کے بعد چاہتی ہے کہ والدین جلدی سے گھر سے نکال کر قبرستان پہنچایا جایا تا کہ ان کی جائداد مونڈ کمائی آپس میں تقسیم کر لیں۔ معلوم ہوا موت سے تمام دنیاوی نعمتیں انسان

سے چھن جاتی ہیں۔ اولاد چھوٹ جاتی ہے، والدین چھوٹ جاتے ہیں، گھر بار چھوٹ جاتا ہے، دوست احباب چھوڑ جاتے ہیں، کوٹھی کار بنگلہ حتیٰ کہ تمام دنیا کی نعمتیں سے چھوٹ جاتی ہیں۔ لیکن امام الانبیاء تاجدار مدینہ سرور قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت ہیں کہ مرنے کے بعد بھی ہمارے کام آتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۷ رونق المجالس میں یہ واقعہ موجود ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا اور اس یہودی کا ایک جوان بیٹا تھا عبد القدوس وہ اکثر و بیشتر کملی والے کی خدمت اقدس میں آتا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا۔ ایک دن اس یہودی کا وہ لڑکا بیمار ہوگیا اور وہ اتنا شدید بیمار ہوا کہ نزع کی حالت طاری ہوگئی۔ مرنے کا وقت قریب آگیا۔ کملی والے کو پتہ چلا کہ یہودی نوجوان بیمار ہے اور نزع کے عالم میں ہے۔ نبی کریم علیہ السلام اس کی بیمار پرسی کے لیئے تشریف لے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جب نوجوان یہودی کو دیکھا تو اس کی حالت بہت بگڑی ہوئی ہے، نزع کا عالم ہے اور موت سر پر ہے۔ تو میرے آقا نے ازراہ شفقت اُسے کلمہ توحید و رسالت کی تلقین فرمائی۔ اس لڑکے نے اپنے یہودی والد کی طرف دیکھا اور آنکھوں آنکھوں سے مشورہ کیا کہ ابا جان آپ کی کیا رائے ہے۔ کائنات کے سردار میری بھلائی کے لیئے، مجھے جہنم سے بچانے کیلئے جنت دلوانے کے لیئے کلمہ طیبہ پڑھانا چاہتے ہیں تبا تیری کیا رائے ہے۔ تو یہودی باپ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا! جو مسلمانوں کا رسول فرماتا ہے وہی کر۔ لڑکے نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا۔ ادھر اس نے کلمہ پڑھا ادھر اللہ پاک کے حکم سے حضرت عزرائیل علیہ السلام نے اس نو مسلم صحابی نوجوان کی روح کو قبض کرلیا۔ نبی کریم علیہ السلام اس کے پاس نکلے یعنی اٹھے اور فرمایا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْقَذَہٗ مِنَ النَّارِ "شکر ہے اس پروردگار کا جس نے اس لڑکے کو جہنم سے بچا لیا۔"

پھر نبی کریم علیہ السلام نے بذات خود اپنے مقدس ہاتھوں سے اس نو مسلم صحابی نوجوان کو غسل دیا اور اپنے دست انور سے کفن دیا اور اپنے مبارک ہاتھوں سے ہی دفن کیا۔ قربان جاؤں اے نو مسلم صحابی تیری قسمت پر نثار جاؤں، تیری جوتیوں کے فدا ہو جاؤں تیرے مقدر پر کہ تجھے اس آقا نے اپنے ہاتھوں سے غسل وکفن دفن کیا۔ جس آقا کے پیروں کو چومنے کے لئے جبرئیل جیسے فرشتے بھی فخر کریں، اس نو مسلم صحابی کا جنازہ اٹھا نبی کریم علیہ السلام کے مقدس صحابہ کرام اس کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے چلے تو کملی والے آقا بھی جنازے کے ساتھ ساتھ چلے۔ سارے صحابہ کرام تو بڑے اطمینان کے ساتھ جنازے کے ساتھ جا رہے ہیں لیکن کائنات کا سردار اپنے پاؤں مقدس کے پنجوں کے بل چلتا جا رہا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جب اپنے آقا کو پیروں کے پنجوں کے بل چلتے ہوئے اور ایڑیاں اٹھا کر چلتے ہوئے دیکھا تو بڑے حیران ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس طرح کیوں چل رہے ہیں۔ کملی والے آقا نے فرمایا کہ میرے صحابیوں میرے اس نو مسلم صحابی کے جنازے میں اتنے فرشتے نازل ہوئے ہیں کہ میرے پاؤں رکھنے کی جگہ بھی نہیں ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرشتے کس لیئے نازل ہوئے ہیں۔ کملی والے نے فرمایا! میرے اس نو مسلم صحابی کا جنازہ پڑھنے کے لیئے۔ صحابہ کرام نے عرض کی کہ اے آقا اس نوجوان نو مسلم کو یہ فضیلت کس وجہ سے ملی ہے۔ تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ میرے غلامو یہ مقام میرے اس نو مسلم کو اسلیئے ملا ہے کہ اس نے میرے کہنے پر آخری مرتبہ پڑھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور جو آدمی یہ کلمہ پڑھ کے مرتا ہے اگر وہ کافر ہو تو مسلمان ہو جائے گا اور ساتھ ساتھ یہ کلمہ اس کے سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دے گا۔

اِنَّ الْاِسْلَامَ یَھْدِمُ قَبْلَہٗ۔ "بیشک اسلام پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔"

چونکہ اس نوجوان نے میرا کلمہ پڑھ لیا ہے اللہ تعالیٰ نے اسکے سارے گناہوں کو مٹا۔ا۔۔

سبحان اللہ! دیکھو میاں کملی والا اس نوجوان یہودی کے لئے کتنی بڑی نعمت ثابت ہوئے۔ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ کملی والے کا جو سچا محبّ ہوتا ہے، جب وہ دنیا سے جانے لگتا ہے، اس کی وفات کا وقت قریب آتا ہے تو کملی والا خود چل کر جسمانی طور پر اس محبّ کو اپنا دیدار کراتا ہے اور مرنے والا سچا عاشق اپنے عزیزوں کو کہتا ہے لوگو ہٹ جاؤ مجھے اپنی آنکھوں کی پلکوں کو بچانے دو میرا مدینے والا حبیب آگیا ہے، چنانچہ چند سال پہلے ۱۹۸۴ء ۲۴ اپریل کو خطیب پاکستان، سُنیوں کے دل کی آواز بریلویوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک میرے پیر بھائی قبلہ حضرت علامہ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کا وقت قریب آیا تو قبلہ محمد شفیع صاحب کراچی کے ایک مقامی ہسپتال میں دل کا دورہ پڑنے سے زیر علاج ہیں لیکن موت نے آگھیرا، اُدھر وصال کا وقت ہے لوگ بُلا رہے ہیں۔ جو پاس ہیں۔ لیکن محمد شفیع صاحب قبلہ بولتے نہیں۔ اچانک ہسپتال میں آنکھ کھولی اور چارپائی پر سیدھے بیٹھ کر سر جھکا کر کہنے لگے، میرے آقا، میرے مدینے والے سرکار میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ کا بہت بہت شکریہ کہ مرتے مرتے دیدار نصیب کر دیا۔ پھر چارپائی پر لیٹے اور کلمہ شریف کا ورد کرتے کرتے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ہزار رحمتیں ہوں محمد شفیع نیرے مزار پر کر تو چلا گیا لیکن کراچی کو سُنیوں کا گڑھ بنا تا گیا۔ دعا کرو کہ مولا ہمیں بھی مرتے وقت کملی والے کا دیدار نصیب فرمائے۔ آمین۔ ثم۔ آمین۔ محمد علی ظہوری نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ؎

آخر ویلے میریاں اکھیاں نے راہ تکناں ای تیرا
تیرا کجھ نہیں جاندا آقا جیکر توں پا جاویں اک پھیرا
جے توں سر تے آن کھلویں تے نے پردہ رہ جائے میرا
سَوکھا نکلے ساہ ظہوری تے دیکھ لواں مکھ تیرا

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ امیر تیمور جو بڑا ظالم بادشاہ تھا، جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کا چہرہ بالکل سیاہ ہو گیا اور ساتھ ہی وہ بیہوش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اس کو ہوش آیا تو اس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ سیاہی، سفیدی میں تبدیل ہو چکی تھی، جو لوگ پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ اے بادشاہ تیرے چہرے کا رنگ پہلے کالا کیوں ہو گیا تھا اب سفید کیوں ہو گیا ہے۔

امیر تیمور نے کہا جو کہ بڑا ظالم بادشاہ تھا مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ کملی والے کی اہلبیت سے بھی بڑی محبت کرتا تھا کہ لوگو سنو میرا چہرہ گناہوں کی وجہ سے، ظلم کی وجہ سے کالا ہو گیا تھا۔ اور اسی دوران میں بیہوش ہوا تو میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ میرے پاس جہنم کے عذاب کے فرشتے آئے اور میری روح کو قبض کرنے اور جہنم میں لے جانے کے لیئے تیار کھڑے ہیں۔ میں کانپ رہا ہوں کہ اب میری خیر نہیں اتنے میں، میں نے کیا دیکھا کہ نبی کریم علیہ السلام تشریف لے آئے اور فرمایا کہ او عذاب کے فرشتو! چلے جاؤ یہاں سے۔ یہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ فرشتوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بڑا ظالم ہے۔ اس نے بڑے بڑے ظلم کئے ہیں، لہذا یہ جہنم میں ہی جائے گا۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ او اللہ پاک کے فرشتو! یہ ٹھیک ہے کہ یہ ظالم تھا جابر تھا لیکن میری اہلبیت سے یہ محبت بھی کرتا تھا اس واسطے یہ دوزخ میں نہیں جا سکتا بلکہ یہ تو جنت میں جائے گا۔ کملی والے نے پھر اپنا بے مثل ہاتھ میرے چہرے پر پھیرا میرا کالا چہرہ سفید ہو گیا ——— اللہ غنی۔

دِلّو رام کوثری

ہندوستان کے مشہور شہر دار الخلافہ دہلی میں ایک ہندو رہتا تھا جس کا نام تھا دِلّو رام کوثری وہ تھا تو ہندو لیکن نعتیں لکھتا۔ ہمارے پیارے آقا و مولا سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی

اللہ علیہ وسلم کی نعتیں لکھتا اور مسلمانوں کے جلسوں میں نعتیں پڑھتا۔ بہت بڑا شاعر تھا۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کی روح نہیں نکلتی تھی تو اس کے گھر والوں نے کہا کہ دلّو تیری رُوح نہیں نکلتی تو اہنونی کہہ لے۔ ہندو لوگ ہمارے کلمہ شریف کو اہنونی کہتے ہیں تاکہ تیری روح آسانی سے نکل جائے۔ تو دلّو رام نے گھر والوں کو کہا کہ اچھا تم لوگ میرے کمرے سے باہر نکل جاؤ۔ تمام ہندو اس کے کمرے سے اُٹھ کر باہر چلے گئے اُس نے کمرہ بند کر لیا۔ تھوڑی دیر گذری کہ ہندوؤں نے کیا دیکھا کہ جس کمرے میں دلّو رام لیٹا ہُوا ہے وہ کمرہ نور سے منوّر ہے کیونکہ دلّو رام کے کمرے میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ دلّو رام کوثری تُو نے ساری عمر ہماری نعتیں پڑھی ہیں جلدی کر اب میرا کلمہ بھی پڑھ لے میں تمہیں کلمہ پڑھا کے جنت کا وارث بنانے آیا ہوں۔ اس نے کلمہ شریف پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔ اس نے مرنے سے پہلے ایک شعر پڑھا۔ شعر کا مفہوم یہ تھا کہ ہندوؤں کے نزدیک گنگا کا پانی بڑا متبرک ہے اور مسلمانوں کے ہاں زمزم شریف کا پانی بڑا متبرک ہے۔ وہ کہتا ہے کہ پہلے میں ہندو تھا تو گنگا کا پانی متبرک سمجھتا تھا۔ اب مسلمان ہوگیا ہوں تو کوثر کا زمزم کا پانی متبرک سمجھتا ہوں وہ کہنے لگا کہ ؎

جو گنگا سے پھسلا تو کوثر میں نکلا

مجھے ربّ نے پانی ہی پانی میں رکھا

پھر کلمہ پڑھتا پڑھتا فوت ہوگیا۔ ہندوؤں نے دروازہ کھولا تو شعر پاس لکھا ہوا پڑا تھا لیکن دلّو رام کی روح پرواز کر چکی تھی۔ ہندوؤں نے اپنے مذہب کے مطابق دلّو کا جنازہ تیار کر کے نیچے اوپر لکڑیاں رکھیں اور درمیان میں دلّو رام کی میّت رکھی اُوپر ایک دیسی گھی کا ٹین ڈالا اور آگ لگا دی۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ اُوپر والی لکڑیاں جل گئیں اور نیچے والی بھی جل گئیں لیکن دلّو رام کوثری کا ایک بال بھی آگ نہ جلا سکی میاں یہ تو دُنیا کی آگ تھی، خدا کی قسم کملی والے کے عاشقوں کو تو جہنم کی بھی آگ نہیں جلا سکتی اسلیئے

کسی شاعر نے بڑی پیاری بات کہی کہ ؎

حرام اس پر ہو جائے نارِ جہنم
پڑھے صدق دِل سے جو کلمہ تمہارا
اور قیامت میں چھوٹیں گے سستے وہ تاجر
جنہوں نے خریدا ہے سودا تمہارا

ہمارا نبی وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جو ہمیں موت کے وقت بھی نہیں چھوڑتا ساری دنیا میں نعمتیں رہ جاتی ہیں، اولاد، بیوی، گھر بار، عزیز رشتے دار کارخانہ دار۔ ملیں، فیکٹریاں۔ بولو ان میں سے کوئی نعمت بھی ہمارے ساتھ قبر میں جاتی ہے؟ نہیں۔ لیکن ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں بھی ہمارے ساتھ ہوتا ہے۔

چنانچہ مشکوٰۃ شریف ص۲۴ میں یہ حدیث موجود ہے کہ جب بندہ مرجاتا ہے اور قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو مرنے والے کے پاس دو فرشتے منکر نکیر آتے ہیں سوال کرتے ہیں کہ مَنْ رَّبُّكَ بتا تیرا رب کون ہے؟ مَا دِيْنُكَ تیرا دین کیا ہے؟ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ پھر فرشتے کملی والے کی زیارت کرواکر مُردے سے پوچھتے ہیں بتا اس پاک صورت والے کو تو دُنیا میں کیا کہتا تھا۔ یہی حدیث بخاری شریف جلد اوّل ص۱۸۳ میں بھی ہے۔

بولو قبر میں کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے کہ نہیں؟ ہوتی ہے جب زیارت ہوتی ہے تو مومن زیارت کر کے یوں کہتا ہے کہ ؎

قبر میں سرکار آئیں تو میں قدموں میں گروں
فرشتے گر مجھ سے پوچھیں تو میں ان سے یوں کہوں
کہ میں اب پائے ناز سے اے فرشتو کیوں اٹھوں
مر کے پہنچا ہوں میں یہاں اِس دلربا کے واسطے

اور اعلیحضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ۔

قبریں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہو گی جب طلعت رسول اللہ کی

ٹوٹ جائیں گے گناہ گاروں کے فوراً قید و بند
حشر کو کھل جائے گی طاقت رسول اللہ کی

میرے دوستو بتاؤ جو دنیا کی نعمتیں قبر میں کام نہیں آتیں کیا وہ قیامت میں کام آئیں گی ؟ نہیں ہرگز نہیں ۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے ۔

پارہ ۳۰ سورۃ عبس آیت ۳۴

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ۝ قیامت کے دن انسان اپنے بھائی سے بھاگے وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ ۔ گا ماں اور باپ سے بھاگے بولو کوئی کسی کے کام آئے گا ۔ ؟ نہیں ، انسان دنیا میں اپنی بیوی سے اولاد سے بڑی محبت کرتا ہے ، ہر جائز و ناجائز خواہش پوری کرتا ہے لیکن کل یہی بیوی کہے گی کہ میرے سرتاج دنیا میں تم میرے لیے بڑی اچھی زندگی گذاری تھی آج بھی مہربانی کرو اور ایک نیکی دے دو ۔ خاوند کہے گا بیگم صاحبہ یہ دنیا نہیں یہ قیامت ہے ۔ یہ دنیا کا دربار نہیں ، یہ اللہ پاک کا دربار ہے میں اگر ایک نیکی تمہیں دے دوں تو میرا کیا بنے گا جا کوئی اور جگہ تلاش کر میں نیکی نہیں دے سکتا ۔ میں خود پریشان ہوں ، میرا کیا بنے گا ، تو اپنا رونا رو رہی ہے ۔ دنیا میں تو میں نے تمہیں حرام ، رشوت ، ناجائز دولت سے مالا مال کیا تھا لیکن یہاں آج میں خود پھنس گیا ہوں ۔ میرے دوستو ! دعا کرو اللہ تعالیٰ ہمیں حرام ، رشوت کی لعنت سے بچائے اور خاص کر رشوت کی لعنت کو ہمارے ملک پاکستان سے دور فرمائے ۔ یاد رکھو جس ملک میں رشوت ہو گی وہاں انصاف نہیں ہو گا اور جس ملک میں انصاف ہو گا ۔

وہاں رشوت نہیں ہوگی۔

رشوت اور ہمارا ملک

بدقسمتی سے ہمارے ملک پاکستان میں اتنی رشوت گھر کر چکی ہے کہ ہر سرکاری کرسی پر بیٹھنے والا اس لعنت میں گرفتار ہے اور اس لعنت میں سرفہرست ہمارے ملک پاکستان کی محبوب پولیس ہے جو راتوں کو شہروں کے چوکوں پر کھڑی ہوتی ہے ہر آنے جانے والے شریف شہریوں کو تنگ کرتی ہے، چوروں کو نہیں پکڑتی، ڈاکوں کلاشنکوف دکھا کر چلے جاتے ہیں ان کو نہیں پکڑتی۔ شرپسند عناصر کو کچھ نہیں کہتی لیکن شریف آدمیوں کو روک لیں گے۔ اگر وہ شریف آدمی گاڑی پر ہیں تو پولیس والے کہیں گے نیچے اترو، گاڑی کی تلاشی دو ڈکی کھولو۔ اگر کچھ نہیں نکلا تو خود ہی چرس یا ہیروئین رکھ کر اس شریف آدمی کو پھنسانے کی خاطر پھانس کر ساری رقم لوٹ کر گالیاں دے کر وہاں سے بھگا دیں گے۔ اللہ محفوظ فرمائے اس بری لعنت سے۔

اکبر الہ آبادی کا زمانہ تھا۔ کسی تھانیدار نے ایک کوٹھی بنوائی۔ اس کی رسم افتتاح پر اس نے بڑے بڑے وزراء، سفراء، امراء کو بلایا اور اکبر الہ آبادی کو بھی اس کوتوال نے دعوت دی کیونکہ آپ الہ آباد کورٹ میں جج تھے۔ یہ اکبر الہ آبادی طنزیہ شعر بھی کہا کرتے تھے۔ جب سارے مہمان آگئے اور اکبر الہ آبادی بھی آگیا تو تھانیدار نے کہا کہ جناب یہ میری کوٹھی دیکھی ہے ذرا اس کی مناسبت سے دو شعر ہی کہہ ڈالیئے تاکہ میری شان بڑھ جائے اگر اس جگہ آجکل کا کوئی شاعر ہوتا تو وہ زمین و آسمان کے قلابے تھانیدار کی کوٹھی میں ملا دیتا لیکن یہ اکبر الہ آبادی تھا۔ نڈر اور جج۔ اس نے کہا کہ تھانیدار جی بہتر تو یہ تھا کہ آپ مجھے شعروں کے لیئے نہ ہی کہتے۔ اگر کہہ ہی دیا ہے تو سنیئے اور مہمانوں کو بھی جمع کر کے یہ سنواؤ، مہمان اکٹھے ہو گئے تھانیدار کی باچھیں کھل اٹھیں کہ اب میری شان کے قصیدے جو اکبر الہ آبادی پڑھنے لگا ہے اکبر صاحب نے فرمایا۔ کہ

یہ جو کوٹھی جو تم کو نظر آ رہی ہے

یہ اپنی اداؤں پہ اِترا رہی ہے

اگر اس کے گملے کے پھولوں کو سونگھو

تو خونِ غریباں کی بُو آ رہی ہے۔

تو خیر عرض یہ کر رہا تھا کہ دنیا کی کوئی نعمت، ہمیں قیامت میں کام نہیں آئے گی۔ لیکن ہمارا محسن نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تعالیٰ کی وہ عظیم نعمت ہیں کہ قیامت میں بھی کام آئیں گے۔ سارے نبی قیامت میں نفسی نفسی فرمائیں گے۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اُمّتی، اُمّتی فرمائیں گے، کبھی حشر کے میدان میں، کبھی پُل صراط پر کبھی عدل کے ترازو کے پاس کبھی حوضِ کوثر کے پاس، کبھی جنّت کی چوکھٹ کے پاس، کبھی ربّ کے دربار میں۔ غرضیکہ حشر میں جدھر دیکھیں گے، کملی والا! اپنی اُمّت کو بخشوانے کی فکر میں مصروف ہوگا کہ کسی طرح میری اُمّت بخشی جائے۔ قربان جاؤں کملی والے کی نعلینِ پاک پر جن کو اللہ پاک نے دین و دُنیا حشر کا عظیم ترین انعام بنا کر مبعوث فرمایا۔ یہ تھی دوسری وجہ، اب آئیے تیسری وجہ عرض کروں تو سُنیئے!

احسان جتلانے کی تیسری وجہ!

حضرات محترم! دیکھئے! احسان جتلانے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے نور ہیں، نور ہی نہیں بلکہ نورٌ علیٰ نور ہیں۔ لیکن اللہ پاک نے مسلمان پر کتنا احسان فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر کتنا انعام فرمایا کہ اپنے نوری رسول اپنے نوری نبی کو اپنے نوری پیغمبر کو اپنے نوری حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کائناتِ زمین پر مبعوث فرمایا تو اسی نوری حبیب کو جامۂ بشریت، لباس بشری میں مبعوث فرمایا۔ لباسِ بشری میں اپنے محبوب کو اگر مبتلم پزل نہ مبعوث فرماتا تو کوئی انسان کملی والے کا نہ دیدار کر سکتا نہ ہی فیض حاصل کر سکتا۔

اور نہ عرب کے بھٹکے ہوئے انسان دنیائے انسانیت کے لیئے رہبر کے طور پر سامنے آتے
بلکہ کملی والا اگر اپنی نوری صورت میں تشریف لاتا تو خدا کی قسم! ابوبکر، صدیق نہ بنتے،
عمر۔ فاروق اعظم نہ بنتے۔ عثمان، ذوالنورین نہ بنتے۔ علی، شیر خدا نہ بنتے، بلال
موذنوں کے سردار نہ بنتے۔ حسین، شہیدوں کے سردار نہ بنتے۔ عبدالقادر جیلانی
ولیوں کے پیشوا نہ بنتے۔ یہ سب صدقہ ہے محبوب کریم کی بشریت کا کہ ؎

جتھوں لگ دا گیا رنگ لاندا گیا
اے سوہنا رب دا حبیب
جتھوں لگ دا گیا رنگ لاندا گیا
اے ساری امت دا طبیب
جتھوں لگ دا گیا رنگ لاندا گیا
میڈھے عبداللہ دا چن
یارو دکھیا ندا سجن
کیویں توحید نوں ورتیندا گیا
جتھوں ٹردا گیا رنگ لیندا گیا

لیکن افسوس کہ بعض لوگوں نے نبی کریم علیہ السلام کی ظاہری بشری لباس کو دیکھ کر
حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچانا، ایسے ہی جیسے چوروں نے محمود غزنوی رحمۃ
اللہ تعالیٰ علیہ کو سادے لباس میں دیکھکر اپنا جیسا سمجھ لیا۔ چنانچہ مولانا جلال الدین
رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مثنوی شریف میں محمود غزنوی اور چوروں کے واقعات کو
بڑے اچھے انداز میں پیش فرمایا۔ مولانا روم فرماتے ہیں کہ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ
علیہ کی یہ عادت تھی کہ وہ رات کو اپنا بھیس بدل کر اپنے شہر کی گشت فرمایا کرتے تھے
ساری دنیا سوجاتی لیکن یہ مرد قلندر، فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی سنت کو تازہ

کرنے کے لیئے پوری رات جاگا کرتا ایک رات محمود غزنوی اپنی عادت کے مطابق اپنا بھیس بدل کر شہر کی گشت کر رہے تھے کہ آپ نے شہر کے ایک چوک پر چند چوروں کو دیکھا جو آپس میں چوری کے سلسلے میں مشورے کر رہے تھے کہ کس کے گھر آج ڈاکہ ڈالا جائے اچانک ان کی نظر سلطان محمود پر پڑی تو وہ بھاگنے لگے۔ تو سلطان نے دیکھا کہ یہ تو ہاتھ سے نکل رہے ہیں تو آپ نے دُور سے فرمایا کہ آؤ اللہ کے بندو ٹھہرو ڈرو نہیں اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ چوروں نے جب یہ آواز سنی تو وہ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کا یہ معنی سمجھ بیٹھے کہ یہ بھی کوئی ہماری مثل چور ہے، چنانچہ وہ اس غلط ترجمہ پر مطمئن ہو کر وہی رک گئے۔ اُدھر سلطان محمود بھی تشریف لے آئے کیا دیکھا کہ وہ چار چور ہیں۔ سلطان نے ان سے آن کر دریافت کیا کہ تم مجھے دیکھ کر بھاگے کیوں تھے؟ وہ بولے کہ ہم نے سمجھا کوئی سپاہی یا چوکیدار ہے اسلیئے ہم نے بھاگنے کی کوشش کی۔

سلطان نے فرمایا کہ پھر بیٹھ کیوں گئے ہو ارک کیوں گئے ہو؟ وہ بولے تم نے جو کہا ہے کہ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔ سلطان نے فرمایا تم نے اس کا کیا مقصد سمجھا؟ وہ بولے یہی کہ تم بھی ہماری مثل چور ہی ہو۔ حضرات غور فرمائیں غلط ترجمے کا کتنا نقصان ہے۔ بہر حال سلطان نے پھر ان سے پوچھا کہ تم آدھی رات کے وقت گھر سے کیوں نکلے ہو؟ تو وہ بولے! کہ اسی غرض کے لیئے جس غرض کے لیے تم نکلے ہو؟ لیجئے اور سنیئے ان لوگوں کی غلط فہمی، اُن چوروں نے سمجھا کہ ہم چوری کی غرض سے جو نکلے ہیں تو یہ بھی چوری کی غرض سے نکلا ہے! حالانکہ میرے دوستو گھر سے تو وہ بھی نکلے تھے اور یہ بھی، لیکن ان کا نکلنا اور مقصد کے لیئے تھا وہ نکلے تھے چوری کی غرض سے اور یہ نکلے تھے رعایا کی حفاظت کے لیئے۔ بلا شبہ و بلا مثال۔ کھایا ہم نے بھی ہے اور کھایا کملی والے نے بھی، لیکن ہمارے کھانے کا مقصد لو رہے اور حضور اکرم علیہ السلام کے کھانے کا مقصد اور ہے۔ ہم کھاتے ہیں، جیتے ہیں جینے کے لئے حضور علیہ السلام نے کھایا بیا

ہمیں کھانا پینا سکھانے کے لئے۔ ہم نہ کھائیں پئیں تو مرتے ہیں اور حضور علیہ السلام نہ کھاتے پیتے تو ہم پر یہ کھانا پینا جائز کیسے ہوتا اور کھانے پینے کے آداب کون سکھاتا پس حضور علیہ السّلام نے بھی کھایا پیا اور ہم نے بھی کھایا پیا۔ لیکن فرق بڑا ہے، کتنا فرق ہے؟ کہ

این خورد گردد پلیدی زین جدا
واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا

ہم کھاتے پیتے ہیں تو اس کی نجاست بن جاتی ہے اور کملی والے کھاتے تو وہ نور خدا بن جاتا تھا۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ چوروں نے سلطان سے کہا کہ ہم بھی اس غرض سے نکلے ہیں جس غرض سے آپ نکلے ہیں۔ سلطان نے فرمایا کہ بتاؤ آج کس کے گھر کو لوٹا جائے۔ وہ بولے کہ آج تم بتاؤ کہ کس کا گھر لوٹیں۔ سلطان نے کہا کہ میرا مشورہ یہ ہے کہ آج سلطان محمود غزنوی کے گھر ڈاکہ ڈالا جائے وہاں سے بڑا خزانہ ہاتھ آئے گا جو عمر بھر کے لیے ہمیں دُنیا سے بے نیاز کر دے گا۔ چور یہ سُن کر حیران ہو گئے اور کہنے لگے کہ یار تم تو بڑے دِل گُردے کے مالک ہو اور بہت بڑے نڈر اور دلیر ہو کہ شاہی محل میں بھی چوری کرنے سے نہیں ڈرتے۔ لو تم آج سے ہمارے سردار ہو اور ہم تمہارے تابعدار ہیں۔ لیکن یہ کام بڑا مشکل ہے۔ سلطان نے کہا کہ تم ڈرو نہیں میں جو تمہارے ساتھ ہوں، جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ چوروں نے کہا کہ اچھا ہم تمہارے پیچھے پیچھے ہیں۔ جہاں چاہو لے چلو۔ دیکھا آپ نے کہ انہوں نے سلطان کو دلیر بھی کہا، تعریف بھی کی اور اس کے پیچھے پیچھے چل کر متبع بھی بن گئے۔ لیکن کیا فائدہ سلطان کو سمجھتے وہ اپنی مثل ہی رہے۔ بہر حال وہ لوگ اُٹھے تو سلطان نے ان سے پوچھا کہ تم لوگوں کو اتنا عرصہ ہو گیا ہے چوری کرتے ہوئے کوئی اپنے اندر کمال بھی رکھتے ہو یا ایسے ہی نام کے چور ہو۔ چوروں نے کہا کہ سردار ہمارے اندر ایک ایک خصوصیت پائی جاتی ہے پھر ان میں سے ایک چور بولا کہ مجھ میں یہ کمال ہے کہ میں اندھیری رات میں بھی کسی کو ایک بار دیکھ

لوں تو دن کو بغیر کسی پریشانی کے میں اُسے پہچان لیتا ہوں۔ دوسرا بولا کہ میرے اندر یہ
کمال ہے کہ میرے بازوؤں میں اتنی قوت ہے کہ محل چاہے کتنا اونچا کیوں نہ ہو میری
پھینکی ہوئی کمند محل کے کنگرے یعنی کنارے کو پکڑ لیتی ہے اور ہم با آسانی اوپر چڑھ سکتے ہیں۔
تیسرے نے کہا کہ مجھے یہ کمال حاصل ہے کہ خزانہ زمین کے جس حِصّہ میں دبایا گیا ہو میں اپنی
ناک سے مٹی کو سونگھ کر معلوم کر لیتا ہوں کہ اسمیں خزانہ دبایا گیا ہے۔ چوتھا بولا کہ میرے اندر
یہ کمال ہے کہ چوروں کو دیکھ کر جو کُتّے بھونکتے ہیں میرے کانوں کو یہ کمال حاصل ہے کہ
میں کُتّے کی آواز کو سن کر سمجھ جاتا ہوں کہ یہ کُتّا کیا کہتا ہے۔

اب ان چاروں چوروں نے سلطان سے کہا کہ سردار آپ کا کیا کمال ہے۔ آپ
نے فرمایا کہ میرے اندر یہ کمال ہے کہ اگر مجرم قید میں ہو اور جلاد انہیں تختۂ دار پر قتل کرنے
کے لیئے تیار کھڑا ہو اور میں داڑھی ہلا دوں تو سارے مجرم قید سے رہا ہو جائیں اور مرنے
سے بچ جائیں۔ سبحان اللہ! کیا بات فرمائی۔ بلا تشبیہ بلا مثال۔ کل قیامت کے دن
جب گناہ گار گرفت میں آجائیں گے تو میرا مکّی والا اپنی مرحوم امت کو قید میں دیکھے گا تو
اپنی داڑھی مبارک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کے لئے ہلائے گا۔ تو تمام گناہگاروں
کی سزائیں جزاؤں میں بدل جائیں گی۔ جہنم کے بدلے جنّت مل جائے گی۔ انشاء اللہ
چوروں نے جب سلطان کا کمال سُنا تو سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ واہ کیا کمال
ہے، واقعی تمہارا کمال سب سے بڑا کمال ہے۔ اسی لیئے ہم نے تمہاری سرداری کو
متفقہ طور پر قبول کر لیا ہے کہ تیرا وجود ہماری رہائی کا ضامن ہوگا۔ اب سب آگے
چلے۔ راستے میں ایک کُتّے نے انہیں دیکھ کر بھونکنا شروع کر دیا۔ وہ چور جسے کُتّے
کی زبان سمجھنے کا کمال حاصل تھا اس سے پوچھنے لگے کہ بتا یہ کُتّا کیا کہہ رہا ہے؟ وہ
بولا بھائیو جو کچھ کُتّا کہہ رہا ہے میں خود بڑا حیران ہوں کہ یہ کیا [illegible] رہا ہے۔ تم بھی سنو گے تو
یقین نہیں کرو گے مگر خدا کی قسم کُتّا جو کچھ کہہ رہا ہے میں سمجھ [illegible]ں، وہ بولے بتاؤ تو

سبھی کتا کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا کہ سنو یہ کہتا ہے کہ ان پانچ میں خود بادشاہ بھی موجود ہے۔ سارے ہنسنے لگے اور بولے بے وقوف کہیں کا بادشاہ اور ہم میں؟ یہ کیسے ہوسکتا؟ اس نے کہا کہ ہنسو یا مجھے بیوقوف کہو بہر حال کتا یہی کہہ رہا ہے جو میں نے تمہیں بتایا ہے کہ ان پانچوں میں خود بادشاہ بھی موجود ہے۔ ان سب نے کہا ممکن ہے کتے کا مقصد یہ ہو کہ یہ شاہی خزانے کو لوٹنے جارہے ہیں۔ پانچوں میں ایک کیا کل ہم پانچوں ہی بادشاہ ہوں گے۔ وہ بولا تم جو مرضی تاویل کرو، جو مرضی سمجھو۔ مگر کتا یہی کہہ رہا ہے جو میں نے بتایا ہے۔ آگے بڑھے تو شاہی محل کے پاس پہنچ کر کمند ڈالنے والے نے کمند ڈالی اور سب اوپر چڑھ گئے۔ اب سونگھنے والے نے سونگھ کر شاہی محل کا جتنا بھی خزانہ تھا معلوم کرلیا۔ خزانہ لوٹ کر اسی کمند کے ذریعہ محل سے باہر نکل آئے اور شہر سے باہر کسی ویران جگہ میں بیٹھ کر خزانے کی تقسیم کرنے لگے۔

سلطان محمود نے کہا کہ دیکھو تم مجھے سردار تو تسلیم کرچکے ہی ہو، میری بات سنو اور مانو اور فی الحال خزانے کی تقسیم ملتوی کردو کیونکہ اگر خزانہ تقسیم کرکے اپنے اپنے حصے کا مال ہم اپنے اپنے گھروں کو لے گئے تو جب صبح کو شاہی خزانے کی چوری کا پتہ چلا تو ممکن ہے کہ بادشاہ چور پکڑنے کی جو تدابیر اختیار کرے ان میں ایک تدبیر یہ بھی ہوسکتی ہے کہ سارے شہر کی تلاشی لی جائے تاکہ چور اگر شہر ہی میں ہوں تو ان کے گھروں سے مال برآمد ہوسکے اور پکڑے جاسکیں۔ ہم اگر اپنا اپنا حصہ گھر لے گئے تو بہت ممکن ہے کہ کل ہم پکڑے جائیں۔ اسلیئے کچھ دن صبر کرو اور خزانہ یہیں زمین میں کھود کر دفن کردو۔ پھر کھود کر آپس میں تقسیم کرلیں گے۔ سب نے کہا کہ یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔ سلطان نے کہا ذرا اپنے اپنے گھر کے پتے دے دو تاکہ تقسیم خزانہ کے وقت تمہیں تلاش کرنے میں مشکل نہ پیش آئے۔ سب نے اپنے اپنے پتے سلطان کو دیدیئے اور پھر اپنے گھروں کو چلے گئے۔ صبح سلطان نے اٹھتے ہی پولیس والوں کو چاروں پتے دیدیئے اور چاروں [illegible]

وہ چاروں چور بڑے حیران ہوئے کہ یہ قصہ کیا ہے، ہماری مخبری کس نے کی ہے؟ ہم چاروں تو پکڑے گئے۔ مگر ہمارا سردار گرفتار نہیں ہوا۔ یہ چکر کیا ہے؟ عدالت میں پیش ہوئے تو شاہی مجرم ہونے کی بنا پر انہیں پھانسی کا حکم سنا دیا گیا۔ اب تو وہ بہت گھبرائے اور اپنے سردار کو یاد کر کے اور بھی پریشان ہوئے کہ اب وہ سارے خزانے کا خود ہی مالک بن بیٹھے گا۔ جب اُن کی سزائے موت کا وقت قریب آیا تو جلّاد ان چوروں کو تختہ دار پر لے جانے لگا تو سلطان محمود نے حکم دیا کہ ان چاروں چوروں کو میرے حضور پیش کرو تاکہ یہ اپنی آخری خواہش ہمیں بتا سکیں اور ہم اس کو پورا کر سکیں۔ چاروں چور سلطان محمود کے دربار میں سر جھکائے حاضر ہوئے۔ سلطان نے تاج شاہی لباس پہنا ہوا تھا اور بڑے دبدبے کے ساتھ تخت پر رونق افروز تھے۔ وہ چور جسے یہ کمال حاصل تھا کہ اندھیرے رات میں جسے ایک بار دیکھ لے وہ صبح بغیر پریشانی کے اُسے پہچان لے گا۔ اس نے غور سے سلطان کے چہرے کو دیکھا تو پہچان گیا اور دوسرے ساتھی کے کان میں کہنے لگا کہ میاں رات کو کتا سچ ہی کہہ رہا تھا کہ ان پانچوں میں بادشاہ بھی ہے یہ سامنے جو تخت پر بیٹھا ہے یہی تھا ہمارے ساتھ رات کو۔ ساتھی نے کہا ارے بے وقوف کیا بکتے ہو۔ رات کو ایک نے کُتّے کی زبان کا ترجمہ کر کے چور کو بادشاہ بنا دیا اور اس وقت تم بادشاہ کو چور بتا رہے ہو۔ ان کی کُھسر پُھسر سے بادشاہ نے کہا کہ یہ آپس میں کیا باتیں کر رہے ہیں؟ رات کو پہچاننے والے چور نے آگے بڑھ کر کہا کہ سردار اب اپنی داڑھی کب ہلاؤ گے؟ کیا اس وقت جب ہم پھانسی پر لٹکا دیئے جائیں گے۔ سردار جی! ہم نے اپنے اپنے کمال دکھا دیئے ہیں اب آپ بھی اپنا کمال دکھائیں اور ہمیں پھانسی سے نجات دلوائیں۔ سلطان محمود یہ سن کر ہنس پڑا اور فرمایا پہچان گئے ہو وہ بولا۔ حضور۔ ہاں! واقعی رات کو آپ ہمارے ساتھ تھے۔ ہم میں حاضر و ناظر تھے مگر ہم نے نہ آپکو سمجھا۔ سلطان نے فرمایا۔ لو اپنی داڑھی میں ہلاتا ہوں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔ وہ سارے چور سلطان کے قدموں میں جھک گئے، سچی توبہ کر کے اللہ پاک کے ولی بن گئے۔

میرے دوستو! سوچو اگر رات کو سلطان محمود اپنی اصلی شکل میں آتا اور نہ ان سے یوں کہتا کہ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ تو اس صورت میں کیا چور وہیں بیٹھے رہتے؟ ہرگز نہیں وہ بھاگ جاتے اور کبھی چوری ترک کرنے کا موقعہ نہ ملتا۔ سلطان نے ان پر کرم کیا اور زبان سے کہا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ پھر رات بھر ان میں موجود بھی رہے پھر صبح انہیں موقع دے کر ان سے توبہ کرائی اور اللہ کے مقبولوں میں بنا دیا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا کرم فرمایا، بڑا احسان کیا کہ محبوب کے چہرے پر اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے پردے ڈالے اور فرمایا میرے حبیب ان چوروں، کافروں کی اصلاح کے لئے تشریف لے جائیے۔ پیارے بشریت کا پردہ پہن کر جاؤ تاکہ یہ تم سے مانوس ہو جائیں۔ تمہارے پاس بیٹھیں، تم سے مستفیض ہو سکیں، جہنم سے نکل کر جنّت کے وارث بن سکیں۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔ البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان فرمایا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ مولا کریم ہمیں اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق فرمائے آمین بجاہِ النبیّ الامین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چوتھا وعظ مبارک

سراپا نور مقدس صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ وَ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَوْلِیَآءِ اُمَّتِہٖ وَ اَھْلِ سُنَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ ۔ (پارہ ۶ رکوع ۷)

ترجمہ: "تحقیق تمہارے پاس اللہ پاک کی طرف سے ایک نور اور روشن کتاب آئی ۔"

حضراتِ محترم! اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں سیّد المرسلین فخر للعٰلمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی آمدِ پاک کا اور قرآنِ مقدس کا ذکر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ۔ ”بیشک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور اور ایک روشن کتاب آئی۔“

کتابِ مُبین سے تو ہمیں پتہ چل گیا کہ اس مراد ہے قرآن پاک، لیکن نور سے مراد کون ہے یہ بات واضح نہیں۔ تو قرآن پاک تفاسیر پڑھنے سے پتہ چلا کہ نور سے مراد ہے جنابِ رسالتمآب سیّدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن میرے دوستو! بعض حضرات تو یہ کہتے ہیں کہ نور سے مراد بھی قرآن پاک ہے اور کتاب مبین سے مراد بھی قرآن مقدس ہے۔ یاد رکھو یہ بات بالکل غلط ہے۔ وہ کیسے؟ سُنیئے۔ اس آیت کریمہ کا جو پہلا حصّہ ہے اگر اس کو پُورا پڑھ کر دیکھا جائے تو اس کا ایک ایک حرف بتاتا ہے کہ نور سے مُراد قرآنِ پاک نہیں بلکہ ذاتِ پاک مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آیئے پوری آیت شریف پڑھیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَآ اَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ۔ ”اے اہل کتاب! بیشک آگیا ہے تمہارے پاس ہمارا رسول کھول کر بیان کرتا ہے تمہارے لیے بہت سی ایسی چیزیں جنہیں تم چھپاتے ہو یا چھپایا کرتے تھے کتاب سے درگزر فرماتا ہے بہت سی باتوں سے بیشک تشریف لایا ہے تمہارے پاس اللہ کی طرف ایک نور اور ایک کتاب ظاہر کرنے والے۔“

حضرات غور فرمائیے۔ یہ جملہ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ اس کا عطف پڑ رہا ہے اس جملے پر قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یعنی قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ کا تعلق اور واسطہ ہے قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا کے ساتھ۔ اسلئے

یہ جملہ اپنے سے پہلے والے جملے سے تعلق ثابت کرتا ہے اور دیکھئے قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ، میں جَآءَ فعل ہے اور اس کا فاعل ہے نور۔ لفظ نور کے تعین میں ابہام تھا یعنی بات واضح نہیں تھی۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس ابہام کو دور کرنے کے لیے قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ سے پہلے یہ جملہ آیت کریمہ میں استعمال فرمایا کہ قَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلُنَا۔ تاکہ جو فاعل پہلے والے جملے کے جَآءَ کا ہے وہی دوسرے فعل جَآءَ کے فاعل کا ابہام دور کر دے جس جملے جَآءَ پر اس کا عطف ہے، جب اس جَآءَ کا فاعل رَسُوْلُنَا ہے تو دوسرے جملے مابعد والے سے بھی ثابت ہوا کہ اس جَآءَ کا فاعل جو نور ہے اس سے مراد بھی رَسُوْلُنَا ہے۔

قرآن پاک کی اس آیت کریمہ کی ترکیب سے پتہ چلا کہ نور سے مراد ذات پاک جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حکیم الامت قبلہ مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی شہرۂ آفاق تفسیر نور العرفان ص ۱۷۴ میں سند المحدثین حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب شرح شفا شریف کے حوالے سے یہاں تک لکھا ہے کہ ملا علی قاری اپنی کتاب شرح شفا شریف میں لکھتے ہیں کہ نور سے مراد بھی ذات پاک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کتاب مبین سے مراد بھی کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک مراد ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر اس نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ کو بھی غور سے دیکھئے تو پتہ چل رہا ہے اور آیت کریمہ بتا رہی ہے کہ نور اور ہے اور کتاب مبین اور ہے کیونکہ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ میں جو واؤ ہے یہ واؤ عاطفہ ہے۔ اور نحوی قاعدہ یہ ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرت ہوتی ہے دونوں جملوں میں فرق ہوتا ہے یہ واؤ اگلے اور پچھلے جملے کو علیحدہ علیحدہ کر دیتی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ پچھلا جملے کا مطلب اور ہے اور اگلے جملے کا مقصد اور ہے۔ اس بات کو بڑے آسان انداز سے ایک مثال سے سمجھئے۔ مثلاً اگر کوئی آدمی آپ کو یوں کہے کہ جاءَنی

نِیْ زَیْدٌ وَّعُمَرُ کہ میرے پاس آئے زید اور عمر۔ تو اس کا مطلب آپ کیا سمجھیں گے کہ زید اور عمر دو الگ الگ آدمی اس آدمی کے پاس آئے۔ یہ آپ کیسے سمجھے کہ زید اور عمر دو الگ الگ آدمی ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ اور نے آپ کو فرق بتا دیا کہ زید اور ہے اور عمر اور ہے اچھا یہ اور کس کا معنی ہے تو یہ اور معنی ہے واؤ کا۔ اس واؤ نے زید اور عمر میں تمیز اور فرق پیدا کر دیا تو بلا تشبیہ و بلا مثال، اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا۔

کہ قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ "کہ تحقیق آ گیا تمہارے پاس اللہ تعالےٰ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْنٌ۔ کی طرف سے ایک نور اور ایک روشن کتاب"۔

اب دیکھئے یہ اور بھی وہی اور ہے جو زَیْدٌ وَّعُمَرُ میں تھا کہ زید اور ہے عمر اور ہے۔ اسی طرح اللہ فرماتا ہے لوگو نور اور ہے کتاب اور ہے۔ نُور سے مراد ہے مدینہ کا دُولہا۔ اور کتاب سے مراد ہے قرآن مجید! الحمدللہ یہ تو تھیں نحوی اور ترکیبی باتیں ایک عقل مند انسان اسی قرآن کی ترکیب اور نحوی قانون کو سمجھتے ہوئے یہ بات سمجھ جائے گا کہ دونوں یعنی نور اور کتاب مبین میں بڑا فرق ہے۔ نُور ہیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب مبین ہے قرآن مجید۔ لیکن جو لوگ کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ پاک کے منکر ہیں وہ تو نحوی اور ترکیبی باتیں نہیں مانیں گے وہ تو کہیں کہ میاں ہم اس طرح کی عقلی باتیں نہیں مانتے ہمیں تو قرآن پاک کی تفسیروں کے حوالے سے بتائیے کہاں لکھا ہے کون سی تفسیر ہے، کون سا مصنّف ہے۔ کون سی جلد ہے، صفحہ کون سا ہے۔ پھر ہم اپنے علماء سے پوچھیں گے پھر مانیں گے۔ تو آیئے قرآن پاک کی تفاسیر سے نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کریں اور دیکھیں کہ یہ نور والا مسئلہ کسی مفسر کی تفسیر میں بھی ہے یا سُنّی بریلویوں کی ایجاد ہے۔

نورِ مصطفےٰ اور قرآنی تفاسیر

دیکھئے آپ قرآنِ مقدس کی تقریباً تمام تفسیروں کا مطالعہ کریں انشاءاللہ آپ کو ہر دین دار کی تفسیر میں ہر عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

تفسیر میں یہ بات پڑھنے کو ملے گی کہ نور سے مراد سیدِ عالم رحمت عالم نورِ مجسم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کتاب مُبین سے مراد قرآن پاک ہے ۔ چنانچہ آیئے سب سے پہلے ترجمان القرآن حبر الامۃ یعنی اُمت کے پیشوا نبی کریم علیہ السلام کے عظیم صحابی اور کملی والے آقا کے چچازاد بھائی کے دربار میں چلئے کہ اے حضور علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے عبد اللہ ابن عباس ۔ اے حضور علیہ السلام پر قرآن نازل ہونے کا منظر دیکھنے والے صحابی رسول آپ ہی بتایئے کہ نور سے مراد کون ہے ؟ کیونکہ آپ سے بڑھکر قرآن پاک کی تفسیر کو سمجھنے والا کوئی نہیں ۔ اسلئے کہ آپ نے قرآن پڑھا تو دربار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۔ قرآن کے مطالب سیکھے تو دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ، قرآن پاک تفسیر سیکھی تو دربار محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ۔ تو سُنیئے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کیا تفسیر فرمائی ۔

تفسیر ابن عباس ص۲۷ — حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ — " کہ بیشک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف

يَعْنِيْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ — نور یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔

معزز بزرگو اور دوستو جانتے ہو یہ حضرت عبد اللہ کس شان کے مالک ہیں ۔ جانتے ہو تو ٹھیک ہے ، نہیں تو آؤ میں بتاؤں یہ کتنی شان والا صحابی ہے ۔ ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی آقا ۔ فرمایا کیا بات ہے ۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کی میرے آقا میرے لیئے بارگاہ صمدیت میں دعا مانگیئے کہ اللہ پاک مجھے آپ کے دین کا علم عطا فرما کر فقیہ اور عالم بنا دے ۔ اللہ اکبر ! دوستو بارگاہ رسول علیہ السلام میں آنے والا عام آدمی بھی خالی نہیں جاتا یہ تو پھر بھی کملی والے آقا کے عظیم صحابی تھے جو دست سوال بڑھائے کھڑے ہیں ۔ کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبد اللہ ! عرض کی جی آقا ۔ فرمایا میرے قریب آجاؤ ۔ حضرت عبد اللہ حضور علیہ السلام کے

قریب گئے۔ میرے آقا علیہ السلام نے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی الم نشرح کی نوری چھاتی سے لگایا۔ میاں جس کی چھاتی حضور علیہ السلام کی چھاتی سے لگے بولو اس کی کتنی شان ہوگی پھر نبیٔ کریم علیہ السلام نے اپنے گورے گورے یداللہ والے نوری ہاتھ بارگاہِ بے نیاز میں بلند کئے اور مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی والی زبان سے یوں دعا مانگی کہ۔

اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ ط "اے ربِ کائنات میرے اس صحابی کو دین کی سمجھ عطا فرما۔ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ اے میرے پروردگار اس غلام کو کتاب اور حکمت کا عالم بنا۔ (بخاری شریف اول صہ ۱۴۔ بخاری دوم صہ ۱۸۸/۱۸۹ تفہیم بخاری جلد ۱ صہ ۲۶۷/۲۶۸۔ خصائص الکبریٰ صحیح مسلم شریف۔ ابن ماجہ شریف۔ حلیۃ الاولیاء)

اللہ اللہ قربان جاؤں! اے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تیرے مقدر پر کر تیرے واسطے اس محبوب دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا مانگی جس کی دعا کبھی خالی جا سکتی ہی نہیں بلکہ ادھر حضور علیہ السلام نے دعا مانگی، ادھر رب کریم نے فرمایا ہوگا۔ جبرئیل امین جلدی کر جنت کا طشت لے جا محبوب علیہ السلام کی دعا کو باعزت طریقے سے اٹھا لا تاکہ میں دعائے مصطفےٰ علیہ السلام کی قبولیت پر اپنی بے نیازی کی مہر لگا دوں تاکہ نوری مخلوق کو بھی پتہ چل جائے حضور علیہ السلام کی دعا شرف قبولیت کو پہنچ چکی ہے۔ قربان جاؤں اعلیٰحضرت پر وہ یوں بولے کہ

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دعائے محمدؐ
اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دلہن بن کے نکلی دعائے محمدؐ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی جنھوں نے ساری عمر حضور علیہ السلام کے عین پیچھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی، ان سے کسی نے پوچھا یا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر قرآن کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے تو آپ نے فرمایا۔

نِعْمَ تَرْجُمَانُ الْقُرْاٰنِ ابْنُ عَبَّاسٍ۔ " کہ حضرت عبداللہ ابن عباس بہت ہی اچھے قرآن پاک ترجمان یعنی مفسر ہیں۔ "

(فتح الباری۔ تہذیب التہذیب)

میاں اچھے ہوں بھی کیوں نہ جس کے لیئے میرے مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا مانگی ہو بھلا وہ کیوں اچھا نہ ہوگا۔ حضور علیہ السلام کا جب یہ عاشق فوت ہوگیا تو صحابہ کرام نے آپ کو غسل دیا جنازہ وکفن تیاری کرکے جب آپ کو قبر کے پاس لائے تو قبر میں سے آواز آنے لگی:۔ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ ۝ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۝ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ۝ وَ ادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۝ " اے نفس مطمئن واپس چلو اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پس شامل ہو جاؤ میرے خاص بندوں میں اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں۔ "

(روضۃ الخصیب فارسی ص ۱۰۲ تالیف نواب صدیق حسن خان بھوپالی پیشوائے اہلحدیث)

صدقے جاؤں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر انور پر جس میں سے آواز آرہی ہے اے نفس مطمئنہ۔ مطمئنہ وہ نفس ہوتا ہے جس کو ساری زندگی اللہ پاک کی یاد میں سکون ملے یا اضطراب اور گھبراہٹ کے بعد جو سکون ملے اس کو اطمینان کہتے ہیں اور نفس مطمئنہ وہ ہوتا ہے جو معرفت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہو۔ سبحان اللہ آواز آرہی ہے اے نفس مطمئنہ آجا رب کے پاس آ۔ اس رب کے پاس آجا جس کی فرقت میں جس کی یاد میں، جس کے ذکر میں تو ساری عمر تڑپتا رہا۔ آجائیے۔ آ گھبراتے ہوئے نہیں پریشان ہو کر کہ رب پتہ نہیں کیا سزا دے گا، نہیں بلکہ اس حریم ناز میں اس شان سے آ کر وہ تم سے راضی ہے اور تم بھی اس سے راضی ہو کر اس کے خاص بندوں میں داخل ہو کر اس کے جلوؤں والے ٹھکانے جنت میں آجا۔ اللہ اللہ اتنے درجے والا، اتنے مقام والا۔ صحابی کہتا ہے حضور علیہ السلام نور ہیں اور نور بھی صحابی خود نہیں بلکہ اللہ پاک کے قرآن

کی ترجمانی کرکے کہتا ہے کہ حضور علیہ السّلام نور ہیں تو اب بتائیے کہ حضور کو نور کہیں یا بشر؟

جنہوں اللہ مِنَ اللہِ نور آکھے اونہوں بشر آکھاں کہ میں نور آکھاں
کہندا شاہد ہے پاک قرآن جنہوں کہواں نیڑے کہ اوسنوں دُور آکھاں
اَنَا قَاسِم دا جیہڑا اعلان کردا میں مختار کہ اوہنوں مجبور آکھاں
جہدے رب اُٹھاوندا اے ناز حافظ کیوں نہ اوہنوں حبیب غفور آکھاں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ بیشک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کی اس تفسیر سے پتہ چلا کہ نور سے مراد قرآن پاک نہیں بلکہ صاحب قرآن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ماننے والے کے لئے یہی حوالہ کافی ہے کیونکہ جب صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر بیان کر دیا تو اب شک کی گنجائش نہ رہی۔

لیکن نہیں آئیے آگے چلیئے امام الکبیر حضرت علامہ امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر ابن جریر صـ ۹۲ جلد ۶ میں فرماتے ہیں:-

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ یَعْنِیْ بِالنُّوْرِ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ اَنَارَ اللّٰہُ بِہِ الْحَقَّ وَاَظْھَرَ بِہِ الْاِسْلَامَ وَمَحَقَ بِہِ الشِّرْکَ۔

تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ نے اس نور سے حق کو روشن اور اسلام کو ظاہر کیا اور شرک کو مٹایا۔

امام المتکلمین حضرت علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرہ آفاق تفسیر کبیر جلد ۳ صـ ۳۹۵ میں اسی آیۃ کریمہ کے تحت لکھتے ہیں کہ

اِنَّ الْمُرَادَ بِالنُّوْرِ مُحَمَّدٌ وَّبِالْکِتَابِ الْقُرْآنُ۔

"بلاشبہ نور سے مراد محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔"

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نور بھی قرآن ہے اور کتاب مبین بھی قرآن ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

هٰذَا ضَعِيْفٌ لِاَنَّ الْعَطْفَ يُوْجِبُ الْمُغَايَرَةَ بَيْنَ الْمَعْطُوْفِ وَالْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ	یہ قول کہ نور اور کتاب دونوں قرآن ہیں) ضعیف ہے کیونکہ عطف معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغائرت ثابت کرتا ہے۔

محی السنۃ حضرت علامہ علاء الدین بن علی بن محمد المعروف بالخازن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی معروف تفسیر خازن جلد ۱ ص ۴۱۷ میں فرماتے ہیں :-

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ يَعْنِيْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا سَمَّاهُ اللّٰهُ نُوْرًا لِاَنَّهٗ يُهْتَدٰى بِهٖ كَمَا يُهْتَدٰى بِالنُّوْرِ فِي الظَّلَامِ -	"تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ نے آپکا نام نور اسلئے رکھا کہ آپ کی نورانیت سے ہدایت حاصل کیجاتی ہے جیسا کہ تاریکیوں میں نور سے راہ پائی جاتی ہے۔"

امام المحدثین جلال الملۃ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور زمانہ تفسیر جلالین ص ۹۷ پ ۶، فرماتے ہیں :-

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ هُوَ نُوْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	"بے شک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کیطرف سے نور وہ نور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"

میرے دوستو اور بزرگو یہ تفسیر جلالین، وہ تفسیر ہے جو دنیا کے تمام دینی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ ہر مولوی ہر عالم سندِ حدیث لینے سے پہلے صحاح ستہ یعنی بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف، پڑھنے سے پہلے یہی تفسیر جلالین پڑھتا ہے، جب تک یہ تفسیر جلالین نہ

نہ پڑھی جائے کوئی دورۂ شریف کی کلاس میں نہیں جاسکتا، کوئی عالم نہیں بن سکتا۔ کسی کو سندِ حدیث نہیں مل سکتی۔ معلوم ہوا ہر مولوی چاہے کسی فرقے کسی مسلک سے کسی جماعت سے کسی عقیدے سے، کسی گروہ سے تعلق رکھتا ہو وہ دورانِ تعلیم جب یہ تفسیر جلالین پڑھے گا۔ تو لازمی طور پر کملی والے کی نورانیت کو تسلیم کرکے آگے جائیگا لیکن افسوس کہ یہی نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کے منکرین جب مساجد کے منبروں پر بیٹھتے ہیں، جلسہ گاہوں کے اسٹیجوں پر رونق افروز ہوتے ہیں تو عوام کو دھوکہ دینے کے لئے عوام کو بے وقوف بنانے کے لیئے کہتے، ہی نہیں بلکہ گلے پھاڑ پھاڑ کے چیختے چلاتے ہیں کہ لوگو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ہی طرح کے بشر تھے وہ نور نہیں تھے جوان کو نور کہے وہ مشرک ہے، بدعتی ہے، جھوٹا ہے اور نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں اور پھر آخر میں یہ بھی کہتے ہیں کہ نوری رسول ماننے والوں کو ہمارا چیلنج ہے وہ دکھائیں قرآن میں کہاں ہے، کسی تفسیر میں دکھادیں، حدیث میں دکھادیں۔

میرے دوستو! اب آپ ہی اندازہ فرمائیں ان کی دوغلی پالیسی کا کہ دورانِ تعلیم تو نور نور کی رٹ لگاکر پڑھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نور ہیں لیکن جونہی مسجدوں میں آئے تو قرآن وحدیث وتفسیر کے مسائل کو چھوڑ کر اپنے ہی مسئلے لوگوں کو بتانے شروع کردیئے، دعا کرو اللہ تعالیٰ دوغلی پالیسی سے بچائے آمین۔ کملی والے کو اللہ کا نور ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرات بندہ ان سے یہ پوچھے کہ نور بنانے والا اللہ اور نور بننے والے پیارے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم تو پھر ہمیں کیوں پریشانی، ارے ہمیں تو خوشی منانی چاہیئے کہ قربان جائیے اپنے پیارے ربّ العالمین کی شانِ مقدسہ پر کہ جس نے اپنے محبوب علیہ السلام کو دونوں شانیں عطا فرمائیں کہ نور بھی بنایا اور سیّد البشر بھی بنایا۔ صائم صاحب چشتی مدظلہ نے اس مقام پر بڑا پیارا شعر فرمایا۔ فرماتے ہیں کہ

خاکیو! خاک برباد کرتے ہو کیوں   نور کو نور کہنے سے ڈرتے ہو کیوں

جو بھی قائل ہے آقا کے انوار کا
ان کو صائم بشارت ہے فردوس کی

حضرات محترم یہ میں نے آپ کی خدمت میں کملی والے کی نورانیت کے دلائل میں قرآن کی آیۃ کریمہ اور پانچ معتبر تفسیروں کے حوالے عرض کئے ہیں اگر ساری تفسیروں کی عبارتیں عرض کرنا شروع کردوں تو کافی وقت گذر جائے گا لیکن تسلی کے لئے آپ یہ تفسیریں بھی پڑھیں انشاء اللہ ان میں بھی بات یہی موجود ہوگی جو میں نے عرض کی ہے۔ تفسیر بیضاوی، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر مدارک، تفسیر سراج المنیر، تفسیر ابو السعود، تفسیر روح المعانی، تفسیر صاوی، تفسیر روح البیان، تفسیر حسینی، تفسیر مظہری، تفسیر قاسمی اور دیوبندیوں وہابیوں کی ان تفاسیر میں بھی یہ بات موجود ہے کہ کملی والے اللہ تعالیٰ کے نور ہیں۔ تفسیر ثنائی سورۂ مائدہ ص ۱۱، تفسیر محمدی منزل دوم ص ۲۳، ہتویب القرآن ص ۱۴۹، شرح اسماء الحسنیٰ ص ۱۵۱، تفسیر ترجمان القرآن جلد ۱ ص ۸۵۷، تفسیر فتح البیان، تفسیر عثمانی ص ۱۹۲ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی نے بھی اسی آیت کریمہ کے تحت لکھا ہے کہ حق تعالےٰ درشانِ حبیب خود صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالیٰ نور و کتاب مبین و مراد از نورِ ذات پاک حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم است۔ امداد السلوک ص ۸۵۔

ترجمہ:" کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا کہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا اور کتاب مبین آئی یہاں نور سے مراد حبیب پاک کی ذات پاک مراد ہے۔"

آیئے اب آگے چلیئے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا تذکرہ صرف اسی مقام پر نہیں فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی نورانیت کا تذکرہ پ ۱۸ سورۂ نور رکوع ۵ میں بھی فرمایا۔ سنیئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	"اللہ تعالیٰ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا
مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا	اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق
مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ	کہ اس میں ایک چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس
اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ۔	میں ہے اور وہ فانوس گویا ایک چمکتا ہوا تارہ ہے۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیتہ کریمہ میں صرف نور کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ نور بھی فرمایا اور نور کی مثال بھی بیان فرمائی۔ گویا اللہ پاک نے دو نوروں کا ذکر فرمایا۔ ایک نورِ محیط، یعنی مِصْبَاحٌ اور دوسرا نورِ محاط یعنی کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ۔ نورِ محیط سے مُراد ہے خدائے عزوجل کی ذاتِ پاک اور نورِ محاط سے مُراد ہے حبیب خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک، کیوں؟ اسلئے کہ حضور علیہ السلام کا نور خدائے پاک کے نور کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ کیونکہ خدا احاطے میں گھیرے میں آنے سے پاک ہے لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو ضرور اپنے احاطے میں اپنے گھیرے میں لیا ہُوا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔ پارہ ۵ رکوع ۱۸:۔

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا "اللہ تعالیٰ نے ہر شئے کو اپنے احاطے میں کیا ہُوا ہے"۔

یہ تو تھی قرآنی دلیل۔ اب آیئے اسی آیتہ کریمہ کی تفاسیر کا مطالعہ کریں۔ حضرت علامہ امام علاؤالدین علی بن محمد الخازن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر خازن جلد ۵ صـ۶۳ میں فرماتے ہیں کہ:۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ وَقِيْلَ هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مثل نورہ کی شرح میں فرمایا گیا ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی مثال ہے۔"

حضرت علامہ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر ابن جریر جلد ۱۸ صـ۹۵ میں فرماتے ہیں کہ: نُوْرُهٗ مَثَلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَثَلُ نُوْرِهٖ سے مُراد محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ مُبارک ہے۔"

حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر دُرِّ منثور جلد ۵ صـ۴۹ میں فرماتے ہیں کہ: مَثَلُ نُوْرِهٖ مَثَلُ نُوْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَثَلُ نُوْرِهٖ سے مراد ہے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ مبارک۔"

حضرت علامہ امام ابو محمد الحسین الفرا البغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر معالم التنزیل جلد ۵ صـ۶۳ میں فرماتے ہیں کہ مَثَلُ نُوْرِهٖ مَثَلُ نُوْرِهٖ کے بارے میں بزرگ تابعی،

وَقَالَ سَعِیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ وَ الضَّحَّاكُ هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔ حضرت سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک مراد ہے ۔''

لو میاں آخر بس پانچویں تفسیر نبی پاک صاحب لولاک سراپا نور حضرت سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس صحابی حضرت عبد اللہ بن حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زبانی سنیئے اور مانیئے کہ حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نور ہیں ۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ کے اس تفسیری قول کو علامہ علاؤ الدین علی بن محمد المعروف بالخازن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر خازن جلد ۳ صـ ۳۲۲ میں نقل فرمایا کہ لوگوں نے کملی والے کے صحابی حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ یا حضرت آپ نے قرآن پڑھا تو قرآن والے کو دیکھا ، نماز پڑھی تو نماز لانے والے محبوب کے پیچھے پڑھی ذرا یہ تو بتایئے کہ اللہ پاک جل مجدہٗ نے قرآن پاک میں جو اپنے نور کی مثال بیان کی ہے اس مثال سے کون مراد ہے تو کملی والے آقا کے صحابی نے فرمایا کہ لوگوں آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ وہ مثال کیا ہے اور اس مثال کا مصداق کون ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ :۔

اَلْمِشْکٰوۃُ جَوْفُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ	طاق یعنی روشن دان تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مقدس ہے
وَالزُّجَاجَۃُ قَلْبُهٗ	اور فانوس ہے نبی پاک کا قلب یعنی دل ،
وَالْمِصْبَاحُ النُّوْرُ الَّذِیْ جَعَلَهُ اللّٰهُ فِیْهِ	اور چراغ وہ نور ہے جو رب کائنات نے اپنے محبوب کے دل مقدس میں رکھا ۔

اللہ اکبر ۔ امام اہلسنت حضرت علامہ الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہٗ ۔ اس مقام پر جھوم اٹھے اور اسی تفسیر اور قرآنی آیتہ پاک کا ترجمہ اپنے اشعار میں فرمایا کہ ؎

شمع دِل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نورؐ کا
تیری صورت کے لیئے آیا ہے سورہ نورؐ کا
میل سے کس قدر سُتھرا ہے پُتلا نورؐ کا
ہے گلے میں آجتک کورا ہی کُرتہ نورؐ کا
تیرے آگے خاک پر جُھکتا ہے ماتھا نورؐ کا
نورؐ نے پایا ترے سجدے سے ماتھا نورؐ کا

نبیؐ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے تیسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے ۔ پ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۱۱ : ۔

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۔

" یہ کفار چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ پاک کے نور کو اپنی پھونکوں سے اور انکار فرماتا ہے اللہ تعالیٰ مگر یہ کہ کمال تک پہنچا دے اپنے نور کو اگرچہ ناپسند کریں اس کو کافر ۔ "

اللہ پاک نے اس آیۃ مقدسہ میں اپنے نور پاک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اپنے نور کو ہرگز نہیں بجھنے دوں گا چاہے کافر کتنی کوشش کریں وہ بجھانے میں اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگالیں، لیکن میں ربّ العالمین اپنے نور کو کسی حالت میں ختم نہیں ہونے دوں گا ـــــ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس نورؐ سے مراد کون سا نور ہے کیونکہ قرآن بھی نور اسلام بھی کملی والا بھی نور تو اس کا فیصلہ کرتے ہوئے خاتم المحدثین رئیس التفسیرین حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اپنی تفسیر دُرِّ منثور جلد ۳ صـ ۲۳۱ میں فرماتے ہیں کہ : ۔

فِي قَوْلِهٖ تَعَالَى يُرِيدُونَ ابن ابی حاتم نے حضرت ضحاک رضی اللہ

اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ یَقُوْلُ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّھْلِکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کفار یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلاک کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر کافروں کو کبھی بھی غالب آنے کی طاقت نہیں بخشے گا۔

اسی آیتہ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے سند المحدثین حضرت علامہ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب موضاعات کبیر ص۸۶ میں فرماتے ہیں ــــ یہاں نور سے مُراد نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ سَمَّاہُ نُوْرًا فِیْ کِتَابِہٖ ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن پاک میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف نور رکھا ہے۔ اسی طرح قرآن پاک کے پارہ ۲۸ سورہ صف رکوع ۹ میں اللہ تعالےٰ کملی والے کی نورانیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ :ــــ

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ۔ " یہ کفار چاہتے ہیں کہ بجھادیں اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا چاہے سخت ناپسند کریں اسکو کافر۔ "

اس آیتہ کریمہ میں بھی نور سے مراد ذاتِ پاک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ چنانچہ تفسیر جمل حاشیہ جلالین شریف ص۴۵۹ میں حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مذکور ہے۔ حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ۔ یہاں اس آیتہ کریمہ میں نور اللہ سے مراد نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ کریمہ مراد ہے کہ کافر آپ کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کافروں کو یہ کبھی بھی طاقت نہیں دے گا کہ وہ کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہاتھ بڑھائیں۔ میاں کون ھلاک کر سکتا ہے ان کو جن کی نگہبانی کرنے والا

جس کی حفاظت کرنے والا خود مالکِ دو جہاں ربّ العالمین ہو۔ ایک شاعر نے بڑا اچھا اس موقعہ پر شعر فرمایا کہ ؎

پھوکاں مار بجھایا لوکاں تے نورِ محمد والا
نورِ محمد کدی نہ بجھسی تے وعدہ حق تعالیٰ

اعلیٰحضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے آقا آپ کو کون ختم کر سکتا ہے کیونکہ ؎

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے
پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی
بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں
شمع وہ لے کے آیا ہمارا نبی

آیئے آیئے! اب آگے چلیئے۔ اللہ تعالیٰ جلّ مجدہٗ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن پاک پارہ ۲۲ سورت احزاب رکوع ۳ آیت ۴۴-۴۵ میں ارشاد فرماتا ہے :۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا وَّدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا۔

"اے غیب کی خبریں بتانے (نبی) بیشک ہم نے آپ کو بھیجا حاضر و ناظر، خوشخبری اور ڈر سناتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا ہوا اور چمک دینے والا سورج۔"

میرے دوستو! اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیتہ کریمہ میں کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو سورج فرمایا اور آپ جانتے ہیں اور ساری دُنیا پر یہ بات روشن ہے کہ سورج نور ہے ۔ جب سورج نور ہے تو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نور الانوار ہیں خدا کی قسم سورج کو بھی نور اللہ پاک نے عطا فرمایا تو نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے

حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیتہ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی تفسیر روح البیان پ ۲۲ ص ۱۰۲ میں بیان کرتے ہیں کہ :۔

وَقَدِ اتَّفَقَ اَهْلُ الظَّاهِرِ وَالشُّهُوْدِ عَلٰى اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ جَمِيْعَ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ نُوْرِ مُحَمَّدٍ وَّ لَمْ يَنْقُصْ مِنْ نُوْرِهٖ شَيْءٌ ۔

" اور تمام امت خواہ اہل ظاہر ہوں یا اہل شہود سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو اپنے محبوب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا فرمایا ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی حضور علیہ السلام کے نور میں بھی کوئی کمی نہیں آئی ۔"

سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ کملی والا، اللہ پاک کے نور سے پیدا ہوا اور ساری کائنات آسمان، زمین، سورج، چاند، ستارے، عرش، کرسی، لوح و قلم، فرشتے، حور و غلمان حتیٰ کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام بھی میرے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و تجلیات سے پیدا ہوئے۔ حنفیوں کے امام حضرت سیدنا و مولانا امام اعظم نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قصیدۂ نعمان ص ۲۳ میں نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے یوں عرض فرماتے ہیں کہ ؎

اَنْتَ الَّذِیْ مِنْ نُّوْرِكَ الْبَدْرُ اكْتَسٰى
وَالشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ بِنُوْرِ بَهَاكَ

" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ وہ نور ہیں کہ چودھویں رات کے چاند آپ کے نور سے منور ہوا اور آپ ہی کے جمال و کمال سے سورج روشن ہے۔"

اور پھر اعلیحضرت بھی جھوم اٹھے اور بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں عرض کیا ؎

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

برستا نہیں دیکھ کر ابرِ رحمت
بدوں پر بھی برسادے برسانے والے

رہے گا یونہی اُن کا چرچا رہے گا پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

اور سنیئے قرآن پاک پارہ ۲۷ - سورۃ نجم آیت ۱ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۔ "مجھے قسم تارے کی جب وہ چڑھ کر اتر جائے"

اللہ تعالیٰ نے اس آیتہ کریمہ میں ستارے کی قسم کھائی ہے، وہ کون سا ستارہ ہے تو یاد رکھو میرے دوستو اس ستارے سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، چونکہ ستارہ بھی نور کا ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی نور ہیں بلکہ نورٌ علیٰ نور ہیں اسلیئے اللہ پاک نے محبوب کریم علیہ السلام کو ستارہ فرمایا کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تیری رفتار کی قسم جب تو شب معراج میں میرا لامکان میں دیدار کر کے واپس مکہ کی سرزمین پر تشریف لایا - آیئے چند تفاسیر کے حوالے دے کر آپ کی تسلی کرا دوں۔ حضرت علامہ امام علاؤالدین علی بن محمد بن الخازن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر خازن جلد ۴ ص ۲۱۲ پر فرماتے ہیں کہ :- اَلنَّجْمُ هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "ستارہ وہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔"

حضرت علامہ امام ابو محمد الحسین بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر معالم التنزیل جلد ۴ ص ۲۱۲ میں فرماتے ہیں کہ :-

وَقَالَ جَعْفَرُ الصَّادِقُ اَلنَّجْمُ يَعْنِي مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "چھٹے امام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ستارہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔"

حضرت علامہ امام احمد الصاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر صاوی جلد ۲ ص ۱۳۵ میں فرماتے ہیں :- کہ

اَلنَّجْمُ هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ "کہ ستارے سے مراد جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"

میرے دوستو! قرآن پاک چھ(۶) آیتہ کریمہ اور سولہ(۱۶) تفاسیر کے حوالہ جات آپ کی خدمت میں پیش کیے ہیں۔ ماننے والے کے لیے ایک ہی آیتہ کریمہ یا ایک تفسیر بھی کافی ہے اور نہ ماننے والوں کے لیے دفتر بھی بیکار ہیں۔ انہوں نے ماننا جو نہیں اور جو نہ مانے تو اس کے لیے یہی دعا کہ رب اس کو ماننے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

آیئے اب قرآن پاک کے بعد احادیث کریمہ اور صحابہ کرام کے اقوال پر غور کریں کہ احادیث شریفہ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے اقوال کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے بارے ہمیں کیا بتلاتے ہیں

نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل علیہ السلام

میرے دوستو آؤ سب سے پہلے یہ دیکھئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا محبوب فرشتہ اور تمام نوری فرشتوں کا استاد حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ہمارے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتا ہے۔ کیا وہ کملی والے آقا کے انوار کا قائل ہے؟ کہ نہیں۔

چنانچہ حضرت علامہ امام عبدالرحمٰن محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب المیلاد النبی صـ۴۵ میں یہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ سیدہ طیبہ طاہرہ سرکار مائی آمنہ بی بی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والدہ ماجدہ ہمارے آقا و مولا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ جب میرے ہاں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہونے لگی تو تمام فرشتوں کا پیشوا حضرت جبرئیل امین علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور جبرئیل امین علیہ السلام کے ہاتھ میں ایک پیالہ تھا جو شربت سے لبالب بھرا ہوا تھا اور اس شربت کا رنگ دودھ سے زیادہ سفید تھا شہد سے زیادہ میٹھا تھا مشک سے زیادہ خوشبودار تھا مجھے دیا اور کہا کہ بی بی جی اس کو یعنی پیالے کو منہ سے لگائیے اور پی لیجئے۔ بی بی صاحبہ فرماتی ہیں میں نے اس شربت کو پیا لیکن وہ پیالہ ختم نہیں ہوا بلکہ میں سیراب ہو گئی۔ جبرئیل امین نے

پھر کہا کہ بی بی جی اور پی لیجئے۔ میں نے پھر منہ سے لگایا اور پھر سیر ہو کر پیا لیکن پیالہ بدستور بھرا ہوا ہے میں سیراب ہو گئی۔ جبرئیل نے تیسری مرتبہ پھر کہا کہ بی بی جی اور پی لیجئے! میں نے پھر پیا۔ اب اتنا پیا کہ مزید پینے کی گنجائش نہ رہی۔ پھر جبرئیل امین نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور میرے شکم پر پھیرا اور پھر یوں کہا کہ اے سارے رسولوں کے سردار اب دنیا میں ظہور فرمائیے۔ اے خاتم النبیین اب دنیا میں جلوہ افروز فرمائیے! اِظْهَرْ یَا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ اے ساری کائنات کی رحمت اب دنیا میں قدم رنجہ فرمائیے۔ اے اللہ کے نبی اب دنیا کو اپنے قدم سے رونق بخشیئے۔ اے رسول اللہ اب تو دنیا میں تشریف لے آئیے۔ اے ساری کائنات سے بہترین انسان اب تو جہان کو منور فرمائیے۔ اللہ اللہ پھر جبرئیل نے کہا کہ اِظْهَرْ یَا نُوْرًا مِّنْ نُوْرِ اللّٰہِ۔ اے اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہونے والے نوری محبوب اب آ بھی جائیے۔

دوستو غور فرماؤ جبرئیل کملی والے کو نور من نور اللہ کہہ رہے ہیں۔ پھر جبرئیل نے کہا۔

بِسْمِ اللّٰہِ اِظْهَرْ یَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ فَظَهَرَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَالْبَدْرِ الْمُنِیْرِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ "بسم اللہ اے محمد بن عبداللہ تشریف لائیے پھر کملی والا اپنے نوری کمال و جمال کے ساتھ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا دمکتا ہوا جہاں میں جلوہ فرما ہوا درود و سلام ہو آپ پر اے اللہ تعالیٰ کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔"

اس پوری حدیث سے پتہ چلا کہ جبرئیل امین جو نوری فرشتوں کا استاد ہے اس کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے نور ہیں۔ اعلیحضرت عظیم البرکت اس مقام پر جھوم اٹھے اور فرمایا کہ ؎

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارہ نور کا

مَیں گدا تُو بادشاہ بھر دے پیالہ نُور کا
نُور دِن دُونا ترا دے ڈال صدقہ نُور کا

نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بابا آدم علیہ السلام

جبرئیل علیہ السّلام کے خیالات کا مطالعہ فرمانے کے بعد اب آئیے دیکھئے کہ تمام نسلِ انسانی کے باپ حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام ہمارے پیارے آقا و مولا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کے بارے میں کیا خیالات رکھتے ہیں۔ حضرت علامہ احمد بن عبد الکریم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب انوار مصباح السرور والا فکار ص۔ محدث بے مثل حضرت علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب میلاد النبیؐ ص۲۰ امام المحدثین حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف خصائص الکبریٰ جلد ۱ ص۹۴ میں یہ حدیث شریف نقل فرماتے ہیں۔ میرے دوستو یاد رکھو یہ حضرت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ جلیل القدر محدث ہیں جن کو حالت بیداری میں یعنی جاگتے ہوئے پچھتر (۷۵) مرتبہ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ میزان الکبریٰ ص۴۴ جلد ۱۔ یہی علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خصائص الکبریٰ شریف میں نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی سیّدنا ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کردہ ایک حدیث پاک نقل فرماتے ہیں کہ خود رسول دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام نسل انسانی کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ پاک نے قیامت تک پیدا ہونے والی تمام مخلوق یعنی تمام اولاد کا نظارا کروایا تاکہ میرا نبی علیہ السلام اپنی ساری اولاد کو آج ہی دیکھ لے۔ آدم علیہ السلام نے جب اپنی اولاد کو دیکھا تو طرح طرح کی اولاد دیکھی۔ بعض ان میں تھوڑی شان والے کچھ اُن سے زیادہ فضیلت والے تھے اور کچھ کا مقام سب سے زیادہ تھا۔ پھر آدم علیہ السلام نے کیا دیکھا کہ

رَاٰی نُوْرًا سَاطِعًا فِیْ اَسْفَلِہِمْ "ایک نور ہے جو نیچے سے اوپر کی طرف بلند ہو رہا ہے"

تو آپ نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا۔

فَقَالَ یَارَبِّ مَنْ ھٰذَا۔ اے ربِّ کائنات یہ کیا ہے؟

تو اللہ پاک نے فرمایا کہ۔

قَالَ ھٰذَا ابْنُكَ اَحْمَدُ وَھُوَ اَوَّلُ وَھُوَ اٰخِرٌ وَھُوَ اَوَّلُ شَافِعٍ۔ "اے آدم علیہ السلام یہ تیرے بیٹے کا نور ہے جسکا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور وہ اوّل اور وہی آخر اور وہی سب سے پہلے شفاعت کرنیوالا بھی۔"

جب آدم علیہ السلام کے وصال کا وقت قریب تو آپ نے اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اے میرے بچے مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا ہے کہ میں وصال فرمانے سے پہلے پہلے تم سے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پکا وعدہ لوں جو تمہاری پیشانی میں جلوہ گر ہے کہ تم اس نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی پاکیزہ ترین عورت میں رکھو گے۔ اللہ اللہ۔ حضرت شیث علیہ السلام نے عرض کیا اے ابا جان میں اس نور پاک کی خاص حفاظت کروں گا اور اس کو پاکدامن عورت کی طرف ہی منتقل کروں گا۔ پھر آپ کا وصال ہوا۔

حضرات محترم! غور فرمائیں کہ آدم علیہ السلام بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کے قائل تھے اور وصال سے پہلے بھی اسی خیال کا اظہار اپنے بیٹے شیث علیہ السلام کے سامنے فرمایا۔ جناب منور بدایونی نے اس مقام پر بڑے پیارے شعر فرمائے ہیں کہ

جس نے جو کچھ نور پایا سب تری سرکار سے
نور کی سرکار کا تو سب سے پہلا نور ہے
مصطفےٰ کے نور میں ہے ذات باری جلوہ گر
مصطفےٰ کا نور یوں کہئے خدا کا نور ہے

شاعر اہلسنّت الحاج عبدالستار نیازی بھی جھوم اٹھے اور فرمایا کہ

ہتھ اُس دے مختاریاں سمجھے جنہوں پیا آکھیں مجبور اے
توں کی جانیں شان نبی دا تری سوچ عشق توں دور اے
او ہو جانے شان نبی دا جس دل وچہ عشق دا نور اے
دو جگ اندر یار نیازی جن مدنی دا نور ظہور اے

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا جان کا خواب

حضرت آدم علیہ السلام کے خیالات سننے کے بعد آیئے اب کملی والے کے دادا جان کے بارے میں سُنیئے وہ کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کو کن مناظر میں دیکھتے تھے۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی معروف تصنیف خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۳۹ میں یہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عالم شباب میں ایک مرتبہ میں خانہ کعبہ شریف کے پاس حجر اسود کے قریب سویا ہوا تھا کہ اچانک میں عالم خواب میں یہ منظر دیکھا کہ ایک درخت زمین سے نکلا ہے اس کی جڑیں تو زمین میں ہیں لیکن اس درخت کی چوٹی آسمان سے جا لگی ہے اور اس ایک شاخ مشرق کے کنارے تک جا پہنچی۔ ایک شاخ مغرب کے کنارے سے جا لگی ہے۔ وَمَا رَأَیْتُ نُوْرًا اَظْهَرُ مِنْهَا اَعْظَمُ۔ "اور فرماتے ہیں کہ میں نے اس درخت سے ایسا نور نکلتے دیکھا کہ آج تک میں نے ایسا واضح اور اظہر نور نہیں دیکھا۔"

جو ستر سورجوں کے نور سے بھی دُگنا یا بڑا تھا یعنی ستر سورجوں کا نور ایک طرف ہو اور اس درخت کی شاخوں سے نکلنے والا نور ایک طرف ہو پھر بھی اس درخت سے نکلنے والا نور زیادہ تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ عرب کے لوگ اس درخت کی شاخوں سے چمٹے ہوئے ہیں اور ایک جماعت اس درخت کو کاٹنے آئی ہے لیکن اچانک ایک خوبصورت نوجوان

اس درخت کی جڑ سے نکلا اور اُس نے اس جماعت کو جو کاٹنے آئی تھی مار مار کر بھگا دیا۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب میں نے یہ خواب دیکھا تو مجھ پر خوف ساطاری ہو گیا اور کپکپی سی ہونے لگی۔ میں اُٹھا اور ایک قریشی کاہن مُعبّر کے پاس گیا۔ میں نے اسے یہ سارا خواب سُنایا اور اس سے تعبیر پوچھی۔ تو وہ مُعبّر کافی دیر میرے چہرے کو دیکھتا رہا پھر اس نے مجھے کہا کہ عبدالمطلب اگر یہ واقعی تُو نے خواب دیکھا ہے تو سُن اس کی تعبیر یہ ہے کہ:۔

لَيَخْرُجَنَّ مِنْ صُلْبِكَ رَجُلٌ يَمْلِكُ الْمَشْرِقَ وَالْمَغْرِبَ ۔

اے عبدالمطلب تیری پُشت سے ایک ایسا نورانی رسول پیدا ہو گا جو مشرق سے مغرب تک کا مالک ہو گا۔

یعنی مشرق والوں کا بھی نبی اور مغرب والوں کا بھی نبی ہو گا

(سیرت حلبی جلد ۱ صفحہ ۱۴۰۔ مدارج النبوت جلد دوم)

ایک شاعر نے بڑی پیاری بات فرمائی کہ

پُشت تری تھیں اک بچّہ ہوسی تے ربّ دیاں بجھ عطائیں
مالک ہوسی اوہ کُل دُنیا دا تے مشرق مغرب تائیں

میرے دوستو معلوم ہُوا کہ کملی والے کا دادا بھی نبیِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کا قائل تھا اور اللہ پاک نے یہ منظر آپ کو خواب میں دکھا دیا تھا۔ الحمدللہ!

نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبداللہ کی پیشانی

دادا کی گواہی کے بعد اب باپ کی طرف چلیے کہ آیا وہ بھی کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کو محسوس کرتا تھا کہ نہیں۔ طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۱۳۷ پر امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مواہب لدنیہ جلد ۱ صفحہ ۳۳ پر لکھا۔ علامہ امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انوار محمدیہ

صہ۳۴ میں لکھا۔ شیخ محقق حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مدارج النبوت دوم صہ ۱۹ پر لکھا کہ جب نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک حضرت آدم علیہ السلام سے چلتا چلتا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ والد گرامی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی میں آیا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کی وجہ سے تمام بھائیوں اور تمام بہنوں سے جن کی ٹوٹل تعداد اٹھارہ (۱۸) بنتی ہے (بارہ بھائی چھ بہنیں) زیادہ خوبصورت تھے، سب سے زیادہ حسین وجمیل تھے اور اپنے والد ماجد کو بھی سب اولاد سے زیادہ عزیز تھے، جوانی کے عالم میں آپ ایک دن اپنے والد ماجد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کہیں تشریف لیجارہے تھے کہ راستے میں ایک کاہنہ بخومیہ اور انجیل زبور اور تورات کی حافظ عورت جس کا نام فاطمہ بنت مراں خثعمیہ تھا وہ بہت بڑی حسین وجمیل اور مالدار تھی۔ اس فاطمہ کاہنہ نے جب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پاک کو نور سے چمکتا دیکھا تو ازراہ پیار اور محبت کے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو اپنی طرف بُلایا۔ جب عبداللہ تشریف لے آئے تو وہ کاہنہ کہنے لگی کہ عبداللہ میں تمہیں ایک سو اونٹ دوں گی بشرطیکہ تم میرا ایک کام کردو۔ آپ نے فرمایا کونسا کام ہے اُس نے کہا کہ میری نفسانی خواہش کو پورا کردو۔ میرے دوستو جب نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والد مکرم نے یہ سُنا تو آپ نے فرمایا کہ:۔

اَمَّا الْحَرَامُ فَالْمَمَاتُ دُوْنَہٗ
وَالْحِلُّ لَاحِلَّ فَاَسْتَبِیْنَہٗ

"حرام کے ارتکاب سے تو مر جانا بہتر ہے اور حلال بیشک پسندیدہ ہے مگر یہ حلال نہیں کیونکہ تمہارا، میرا نکاح نہیں ہُوا۔"

فَکَیْفَ الْاَمْرُ الَّذِیْ تَبْغِیْنَہٗ
یَحْمِی الْکَرِیْمُ عِرْضَہٗ وَدِیْنَہٗ

"پس وہ کام جس کی تو خواہش مند ہے وہ کیسے ہو سکتا ہے اور شریف آدمی کو چاہیئے کہ وہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے۔"

سُبحان اللہ ۔۔۔ کتنا نفیس اور پیارا جواب دیا اور ایسا جواب دیتے بھی کیوں نہ کہ ساری کائنات کے رسُولوں کے سردار کے والد گرامی جو تھے ۔ اگر خدانخواستہ آپ عورت سے کوئی اُلٹی سیدھی بات کر لیتے تو قیامت تک آنے والی نسلیں نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے کردار پر نکتہ چینی کرتی رہتی لیکن اللہ پاک نے اپنے محبوب صلّی اللہ علیہ وسلم کے والد کو بچا کر سرکار کی عزت کی بھی لاج رکھ لی تاکہ کوئی میرے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلم کے والد پر اعتراض کر کے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی دل شکنی نہ کرے۔ اللہ اکبر! آپ یہ جواب دیکر اپنے والد ماجد کے ساتھ چلے گئے ۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح حضرت سیدہ طیبہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ہو گیا اور پہلے ہی ہفتے میں کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ مقدس حضرت عبداللہ کی پیشانی سے نکل کر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطنِ اقدس میں آ گیا ایک دن پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر اُسی فاطمہ الخثعمیہ کے پاس سے ہوا تو آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ فاطمہ اگر میں تیری خواہش نکاح کر کے پوری کر دوں تو کیا تو مجھے سَو (۱۰۰) اونٹ دوگی ؟ تو اس کاہنہ فاطمہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرۂ انور کو غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ اے عبداللہ صحیح صحیح بتا کیا تم نے کسی عورت سے ہم بستری کی ہے ۔ آپ نے فرمایا ہاں میرے والد ماجد نے میری شادی آمنہ بنت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کر دی ہے تو میں اُسی کے پاس گیا تھا ، جب اُس نے یہ بات سُنی تو ٹھنڈا سانس بھر کر کہنے لگی کہ مجھے اب تمہاری کوئی ضرورت نہیں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے حیران ہوئے کہ اس دن یہ عورت بڑی محبت کا اظہار کر رہی تھی سَو (۱۰۰) اونٹ بھی دیتی تھی لیکن آج اسکو کیا ہو گیا ہے ۔ آپ نے فرمایا فاطمہ کیا وجہ ہے؟

آج تیرا دل کیوں بھر گیا ہے۔ تو اُس نے کہا کہ عبداللہ میں کوئی بدکار، بدچلن، بدمعاش و عیاش اور بے غیرت عورت نہیں ہوں بلکہ تمام سابقہ کتابوں کی حافظہ ہوں۔ علم نجوم، علم ماہیات کی عالمہ ہوں، لیکن اس دن جو میں نے تیرے ساتھ خواہش پوری کرنے کی بات کی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ:۔ رَأَيْتُ نُوْرَ النُّبُوَّةِ فِيْ وَجْهِكَ فَاَرَدْتُ اَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ فِيَّ وَاَبَى اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يُصَيِّرَ حَيْثُ اَحَبَّ۔ "میں نے تمہارے چہرے میں نور نبوت دیکھا تھا اور میں نے چاہا تھا کہ وہ نور مجھ میں منتقل ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں تھا اس نے جہاں چاہا اپنے حبیب علیہ السلام کا نور رکھا"

پھر اُس نے بڑی حسرت سے اور درد بھری آواز سے چند شعر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ کو سنائے ان اشعار میں سے دو شعر عرض کرتا ہوں، سماعت فرمائیں۔

لِلّٰهِ مَا زُهْرِيَّةٌ سَلَبَتْ
مِنْكَ الَّذِيْ سَلَبَتْ وَمَا تَدْرِيْ

"اللہ اللہ وہ کیا (ہی چیز ہے) جو ایک زہر سیدبی بی نے (اے عبداللہ) تجھ سے لے لی۔ اُس نے تجھ سے وہ چیز لے لی جس کی تجھکو بھی خبر نہیں۔"

وَلَمَّا حَوَتْ مِنْهُ اُمَيْنَةُ مَا حَوَتْ
فَحَيَّرَتْ بِفَخْرٍ مَا لِذَالِكَ ثَانِيْ

"اور جب بی بی آمنہ نے ان سے وہ چیز لے لی تو وہ اس چیز کے لینے سے ایسی فخر والی ہو گئی کہ اس کا ثانی دُنیا میں کہیں نہیں۔"

انہی عربی اشعار کا ترجمہ حفیظ جالندھری مرحوم نے اپنے اشعار میں پیش کیا کہ اس فاطمہ کاہنہ نے کہا کہ ؎

وہ جس کے نور سے تیری چمکتی تھی پیشانی
اُسی کی تھی میں طالب اور اُسی کی تھی میں دیوانی

مگر میں رہ گئی محروم قسمت میری پھوٹی ہے
سُنا ہے کہ وہ نعمت آمنہ نے تجھ سے لوٹی ہے

میرے دوستو معلوم ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد بھی جانتے تھے کہ میری جتنی عزت و تکریم ہے وہ سب صدقہ میرے لختِ جگر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ پاک ہے۔

نور کی چمکار

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کے خیالات سُننے کے بعد اب آیئے رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ماں حضرت سیّدہ طیبہ طاہرہ جنابہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھیں کہ اے ساری کائنات کے آقا کو جنم دینے والی مقدس ماں، اے سارے رسُولوں کے سردار کو پیدا کرنے والی معظم امّی جان۔ اے اللہ پاک کے محبوب کو دُنیا میں ظہور کرنے کا سبب بننے والی مقدس والدہ تو ہی بتا کہ تیرا مقدس بیٹا، تیرا عظمتوں والا لاڈلا بیٹا تیرے دل کا چین بیٹا، تیری آنکھوں کا قرار بیٹا، تیری شان کے ڈنکے بجانے والا بیٹا جب پیدا ہوا تو کیسے ہوا؟ آیا ہماری طرح عام انسانوں کی طرح یا خاص جلوے لے کر پیدا ہوا تو سُنیئے کائنات کے دُولہے کی والدہ ماجدہ کیا فرماتی ہیں۔ جب کائنات کے آقا سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف کی مقدس زمین پر تشریف لائے، تو ایک شور مچ گیا کہ عبدالمطلب کا یتیم پوتا پیدا ہوا ہے، عبداللہ کا لعل پیدا ہوا ہے۔ آمنہ بی بی کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ آپ جانتے ہیں دنیا والوں کا رواج ہے جب کسی عورت کے ھاں پہلا جس کو پنجابی میں کہتے ہیں (پلیٹھی کا) بچہ پیدا ہوتا ہے تو محلہ کی عورتیں، گاؤں کی مائیں، بہنیں، شہر کے عزیز رشتے دار سب خوش ہو کر اس کے گھر میں جاتے ہیں، کوئی بچہ دیکھتا ہے کوئی اس کی والدہ دیکھتا ہے، کوئی لڑکے کے حسن و جمال کو دیکھتا ہے۔ عورتیں دیکھ لیتی ہیں بچہ بڑا خوبصورت ہے بڑا حسین ہے۔

بڑا پیارا ہے، بڑا سوہنا ہے لیکن ماں کی ممتا کو آزمانے کے لئے کہ اس ماں کو اپنے اس لاڈلے سے کتنی محبت ہے، پوچھتی ہیں کہ تمہارے کیا پیدا ہوا ہے لڑکا یا لڑکی؟ اگر ماں کو اپنے لاڈلے سے اشد محبت ہو، بہت ہی پیار ہو تو ماں کہے گی، بہنو! میرے ہاں اللہ نے چاند پیدا کیا ہے چاند! آفتاب آیا ہے آفتاب۔ ہیرا ہے ہیرا۔ موتی ہے موتی بہن کوئی نگینہ ہے نگینہ چاہے بیٹا کتنا ہی بدصورت کیوں نہ ہو۔ کالا بھجنگ کیوں نہ ہو لیکن ماں کی ممتا اسے چاند، ہیرا اور نہ جانے کیا کیا القاب سے یاد کرے گی۔

لیکن قربان جاؤں اس والضحیٰ کے مکھڑے والے رسول پر، جب تمہارا میرا ساری کائنات کا آقا پیدا ہوا تو مکے کی عورتیں، مکے کی رئیس زادیاں، مکے کی ملکانیاں، مکے کی چودھرانیاں مکے کی وڈیریاں آئیں، دیکھا کہ آمنہ بی بی کے پاس چاند کو بھی شرما دینے والا شہزادہ آرام فرما رہا ہے۔ چہرے سے نور کی لائٹیں نکل رہی ہیں لیکن بطور آزمائش پوچھا۔ آمنہ بی تمہارے ہاں کیا پیدا ہوا ہے؟ تو مائی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ نہیں فرماتی کہ چاند پیدا ہوا ہے، ہیرا پیدا ہوا ہے۔ آفتاب آیا ہے کیوں؟ اسلئے کہ مائی آمنہ نور فراصت سے دیکھ رہی تھیں کہ میرا یہ لاڈلا وہ عظیم نبی ہوگا جس کے اشارے سے چاند بھی دو ٹکڑے ہوگا آفتاب بھی اشاروں پر چلے گا۔ ہیرے قدموں میں ڈھیر ہوں گے۔ تو کیا فرمایا کہ اے میری بہنو! میرے ہاں ایک نوری شہزادہ پیدا ہوا ہے لیکن جب یہ پیدا ہوا تو میں نے یہ منظر دیکھا لَمَّا وَلَدْتُهٗ خَرَجَ مِنْ فَرْجِيْ نُوْرٌ اَضَاءَ لَهٗ قُصُوْرُ الشَّامِ "کہ جب میرے بطن پاک سے میرا یہ بیٹا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوا تو مجھ سے نور نکلا اور وہ نور اس قدر منور تھا کہ میں نے اس نور کی روشنی میں شام کے محلات دیکھ لئے اور نور سے تمام کے محلات روشن ہو گئے"۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ:۔

رَاَيْتُ كَاَنَّ شِهَابًا خَرَجَ مِنِّيْ "میں نے بوقتِ ولادت دیکھا کہ مجھ سے ایک

اَضَاءَتْ لَهُ الْاَرْضُ ۔ ستارہ ظاہر ہُوا جس سے پوری دُنیا روشن و منور ہوگئی

ایک تیسری روایت میں ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ:۔

لَمَّا فَصَلَ مِنِّیْ خَرَجَ مَعَہٗ نُوْرٌ اَضَاءَ لَہٗ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

"جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو ان سے ایسا نور ظاہر ہُوا جس سے مشرق اور مغرب کے درمیان ہر چیز روشن ہوگئی۔" سبحان اللہ!

اس مقام پر ایک شاعر نے بڑی پیاری بات فرمائی کہ ؎

وقت تولد صبح دے اندر تے آیا نبی سوھارا
چانن نور نبی دے کولوں تے نکل گیا چمکارا
شام ملک سب نظری آیا تے حضرت آمنہ تائیں
ہر ہر شہر جو شام زمینے تے ہر دِستے ہر جائیں

اس بات کی ترجمانی کرتے ہوئے جناب عبدالستار نیازی نے لکھا کہ ؎

نور و نور ہویا جگ سارا آیا دو جگ داجد والی
اُسدی شان جیہا نہ کوئی اوہدا سب توں رتبہ عالی
پھکے پے گئے چن ستارے اوہدی ویکھ کے شکل نرالی
کج گئی عیب اُمت دے نیازی میرے آقا دی کملی کالی

یہ تمام روایات ان کتابوں میں موجود ہیں ۔ دلائل النبوت ۔ دارمی شریف، خصائص الکبریٰ ۔ تفسیر ابن کثیر، زرقانی شریف ۔ مشکوٰۃ شریف ۵۱۳ ۔ مواہب لدنیہ سیرت حلبیہ البدایہ والنہایہ ۔ ماثبت بالسنۃ ۔ نشر الطیب ۲۲، ۲۳ ۔۔

حضراتِ محترم! ان روایات سے معلوم ہُوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے اپنے بطنِ اقدس سے عام بشر اور تمہاری میری طرح کوئی معمولی انسان کو جنم نہیں دیا تھا

بلکہ اللہ تعالیٰ کے نوری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جنم دیا تھا۔ میاں تمہارے میرے ہاں بچے پیدا ہوں تو خون کی دھار اور جب تمہارا میرا آقا صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوا تو نور کی چمکار۔

نور بزبانِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم

کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے پیارے خیالات سُننے کے بعد اب آیئے

اس سراپا رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کریں جو دُنیا میں خدا پاک کی توحید کے ڈنکے بجانے آیا، اپنی رسالت کے پرچار کرنے کے لئے آیا۔ اللہ پاک کا قرآن سُنانے آیا گرتی اُمت کو جہنم سے بچانے آیا، غلاموں کو جنّت کا ٹکٹ دینے آیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ جب دُنیا میں تشریف لائے تو آپ کی جلوہ گری کیسے ہوئی۔ نوری صورت میں یا بشری طریقے پر۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی سیّدنا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن کائنات کے آقا و مولا حضرتِ سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ ساری کائنات سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا، تو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا جابر

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ، قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ

"اللہ تعالیٰ نے بیشک سب اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔"

اور ایک مقام پر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔

"سب سے پہلے ربّ اکبر نے جو چیز پیدا فرمائی ہیں محمد مصطفےٰ کا نور تھا۔"

اور تیسرے مقام پر حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا کہ:۔

کُنْتُ نُوْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَبِّیْ قَبْلَ خَلْقِ اٰدَمَ بِاَرْبَعَۃَ عَشَرَ اَلْفَ مِائَۃِ عَامٍ۔

"میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔" اللہ اللہ!

اس مقام پر جناب منوّر بدایونی نے بڑے پیارے چند اشعار فرمائے کہ :-

صبحِ میلادِ نبی ہے کیا سہانا نور ہے
آگیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے
تو نہ ہوتا تو نہ ہوتا دو جہاں کا انتظام
تو زمیں کا نور ہے تو آسماں کا نور ہے
جس نے جو کچھ نور پایا سب تیری سرکار سے
نور کی سرکار کا تو سب سے پہلا نور ہے
اس طرف بھی اک نگاہِ نور لے نورِ الٰہ
میں سراپا معصیت ہوں تو سراپا نور ہے

محترم سامعین کرام یہ تمام روائیتیں اکثر سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں مگر چند کتابوں کے حوالے عرض کئے دیتا ہوں۔ ان کتابوں میں یہ روائیتیں موجود ہیں مصنف عبدالرزاق مواہب لدنیہ۔ انوار محمدیہ، نشر الطیب ص ۸-۹۔ مدارج النبوۃ دوم۔ فتاوٰی رشیدیہ ص ۱۷۸۔ تفسیر روح البیان۔ میرے دوستو قرآن پاک کی تفاسیر بتا رہی ہیں حضور علیہ السلام، اللہ پاک کے نور ہیں، نوری فرشتوں کا پیشوا حضرت جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کملی والا صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا نور ہے۔ نسلِ انسانیت کے باپ حضرت آدم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔ کملی والے کا دادا جناب عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ میرا پوتا نور ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد مکرم فرمائیں کہ میرا لختِ جگر نور ہے۔ جنم دینے والی ماں آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ خَرَجَ مِنِّی نُوْرٌ کہ میں نے ولادت کی رات نور جنا، اور جنم لینے والا فرماتا ہے کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا فرمایا، بھیجنے والا خود خالق کائنات فرماتا ہے کہ قَدْ جَاءَکُمْ

اللّٰہِ نُوْرٌ ۔ بیشک تمہارے پاس اللہ عزوجل کی طرف سے نور یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لایا ۔ لیکن آج پندرھویں صدی کا جدید مُلّاں کہتے ہیں کہ نہیں نبیؐ کو اللہ عزوجلّ کی طرف سے نور نہیں بلکہ جو نور مانیں ان کو مشرک کافر بدعتی بتائیں تو بولو یہ زیادتی کی بات ہے ۔ یہ لوگ مفسرین، نورانی فرشتوں، بابا آدم علیہ السلام، نبی پاک صلی اللہ وسلم کے والدین اور خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہیں مانتے لیکن اپنے مولویوں کی بات کو بڑی جلدی مانتے ہیں گویا ان کا عقیدہ اللہ پاک اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں اپنی مولویوں پر ہے ۔ خدا پناہ دے ایسے عقائد سے آمین ۔

نوری شعاع

محترم سامعین کرام ! اب آیئے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب زوجہ پاک محبوبہ ربّ العالمین سے پوچھتے ہیں کہ اے اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، آپ نے اپنی زندگی کا ایک طویل حصّہ کائنات کے والی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزارا ۔ آپ بتائیں کہ آپ نے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کو کتنا دیکھا اور کتنا سمجھا تو سُنیئے مومنوں کی اماں جان نے کیا فرمایا ۔ فرماتی ہیں ایک دن میں اپنے مکان میں بیٹھے ہوئے سحری کے وقت کچھ سی رہی تھی کہ سیتے سیتے وہ سوئی ہاتھ سے نکل کر گر گئی ۔ بڑا تلاش کیا لیکن سوئی مجھے نہ ملی ۔ اتنے میں کیا ہوا کہ :۔

فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے مکان میں
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَبَیَّنَتِ	داخل ہوئے تو نبی پاک کے چہرۂ انور سے اتنا نور نکلا
الْاِبْرَاۃُ بِشُعَاعِ نُوْرِ وَجْہِہٖ	کہ چہرۂ انور کے چراغ سے سوئی مل گئی جو کہ پہلے چراغ لیکر تلاش کرنے کے باوجود نہیں ملی تھی

لیکن قربان جاؤں چہرۂ پاک پر کہ چراغ موجود ہے اماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چراغ سے

سوئی تلاش کرتی ہیں لیکن سوئی نہیں ملتی لیکن کملی والا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتا ہے تو سوئی مل جاتی ہے۔ معلوم ہوا وہ نور چراغ کی روشنی میں بھی نہیں جو مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور میں ہے۔ ہے کوئی ایسا انسان جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری کرنے کا دعویٰ کرنے والا کہ جیسے حضور علیہ السلام کے دو ہاتھ، ویسے ہمارے دو ہاتھ جیسے حضور علیہ السلام کا چہرۂ انور ویسے ہمارا چہرہ کہ اپنے چہرہ کی روشنائی سے گمی ہوئی سوئی تلاش کروا دے ـــــ نہیں؟ بالکل نہیں۔ بلکہ یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل بننے والوں کے منحوس چہروں کا تو یہ عالم ہے کہ کسی روشن کمرے میں یہ لوگ چلے جائیں تو ان کے بے نور چہرے کو دیکھ کر اگلی روشنی بھی ختم ہو جاتی ہے ـــــ استغفر اللہ تو خیر یہ نورِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے ـــــ یہی نہیں آگے سنئے اماں عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اندھیری رات میں جب کبھی مجھے سوئی میں دھاگہ ڈالنے کی ضرورت پیش آتی تو میں کیا کرتی تھی کہ میں سرکار کے چہرے پاک سے کپڑا اٹھاتی تو پورا کمرہ منور ہو جاتا پھر کیا ہوتا کہ: ـــــ

كُنْتُ اُدْخِلُ الْخَيْطَ فِي الْاِبْرَةِ حَالَ الظُّلْمَةِ لِبَيَاضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ "میں تاریک یعنی اندھیری راتوں میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کی چمک سے سوئی میں دھاگہ ڈال لیا کرتی تھی۔" اللہ اللہ

غور فرمائیں اماں جان کیا فرما رہی ہیں کہ جب کبھی بھی مجھے سوئی میں دھاگہ ڈالنے کی ضرورت پیش آتی تو چراغ جلانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی بلکہ چہرۂ انور کی نورانی شعاعوں کی وجہ سے میں دھاگہ ڈالنے میں کامیاب رہتی۔ معلوم ہوا حضور علیہ السلام کا نور معنوی نہیں تھا حسی تھا۔ حسی کا معنی محسوس ہوتا تھا۔ آنکھوں والے نورِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے دیکھا بھی کرتے تھے۔

اور سنئے! مومنوں کی ماں فرماتی ہیں کہ ایک دن کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم

خوشی خوشی گھر تشریف لائے تو: ـــ

دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا مُسْرُوْرًا وَاَسَارِیْرُ وَجْہِہٖ تَبْرُقُ۔

"آپ کے چہرے کے خدوخال سے بھی بجلی کی طرح نور چمک رہا تھا۔" سبحان اللہ!

اس مقام پر ایک شاعر نے بڑا اچھا شعر فرمایا کہ: ؎

سُوئی گم شُدہ مِلتی ہے تبسم سے تیرے
رات کو صُبح بناتا ہے اُجالا تیرا

اسی کو پنجابی زبان میں ایک شاعر نے پیش کیا کہ ؎

ہسیا جاں نبی سوھنا کیتی دنداں روشنائی سی
ادھی راتیں لبھی جیہڑی عائشہ نے گوائی سی

اُم المومنین سیدہ طیبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک دن اپنے گھر میں بیٹھ کر چرخہ کات رہی تھی اور کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم میرے سامنے بیٹھ کر اپنی نعلِ پاک یعنی جوتا پاک کو پیوند لگا رہے تھے۔ ٹانکا لگا رہے تھے کہ اتنے میں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پاک پر پسینہ آ گیا اور وہ پسینہ قطروں کی شکل میں محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر جلوہ گر ہوا اور اُن قطروں میں سے نور کی شعاعیں نکلنے لگیں۔ میں نے چرخہ کاتنا چھوڑ دیا اور کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس پیشانی کو سراپا حیرت کا مجسمہ بن کر دیکھنے لگی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میری طرف دیکھا تو سرکار نے فرمایا عائشہ تو حیران کیوں ہو رہی ہے کیا ہوا خیر تو ہے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے دیکھا ہے کہ حضور کی پیشانی پر سفید پسینہ ہے اور اس پیشانی کے قطروں میں مجھے اک نور چمکتا دمکتا نظر آ رہا ہے۔ میرے آقا اس پاک نظارے نے مجھے سراپا چشم کر دیا ہے

خدا کی قسم آقا آج اگر عرب کا مشہور شاعر ابو بکر ہذلی زندہ ہوتا اور آپ کو دیکھ پاتا تو اُسے معلوم ہو جاتا کہ اس نے جو اشعار کہے تھے اپنے محبوب کی خاطر وہ اشعار آپ پر صادق آتے ہیں اور اس کے اشعاروں کے مصداق آپ کی ذاتِ پاک ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عائشہ، ابو بکر ہذلی کے وہ اشعار کون سے ہیں ذرا مجھے بھی تو سناؤ۔ اللہ اللہ! مومنوں کی اماں جان نے ابو بکر ھذلی کے دو اشعار اپنے محبوب سرتاج اور نبی مکرم کو سنائے ——— کہ

وَمُبَرَّءٌ مِنْ كُلِّ غُبَّرِ حَيْضَةٍ
وَفَسَادِ مُرْضِعَةٍ وَدَاءٍ مُعْضِلِ

"وہ ولادت اور رضاعت کی آلودگیوں سے پاک امراض سے مبرا ہے"

وَاِذَا نَظَرْتَ اِلٰى اَسِرَّةِ وَجْهِهٖ
بَرَقَتْ كَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

"ان کے درخشاں چہرہ پر نظر کرو تو معلوم ہوگا کہ نورانی اور روشن برق جلوہ دے رہی ہے۔"

جب سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابو بکر ھذلی کے یہ دو شعر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائے تو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جوتا مبارک جو سی رہے تھے وہیں رکھدیا پھر اماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیشانی کو خوش ہو کر بوسہ دیا۔ اللہ اللہ!

کیوں؟ اسلیئے کہ اے عائشہ تو نے میرے نور کی ضیاء دیکھ کر میری نوری پیشانی کو دیکھ لیا ہے، معلوم ہوا جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نوری جلووں کا ذکر کرتا ہے۔ مصطفےٰ علیہ السلام اُس تذکرے کو سن خوش ہوتے ہیں اور اُس کو اپنی دعائے رحمت سے یاد فرماتے ہیں۔ (قصص الانبیاء۔ خصائص الکبریٰ۔ دلائل النبوت۔ رحمۃ للعالمین)

نوری جلوہ

ایک دن اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے کمرے میں بیٹھ کر قرآن پاک کی تلاوت کر رہی ہیں اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم بھی کمرے میں تشریف فرما ہیں، تلاوت کرتے کرتے دو جہاں کے سردار کی زوجہ مطہرہ جب اس آیۃ کریمہ پر پہنچی ——— کون سی آیۃ کریمہ؟ کہ

فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ - وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًاؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ۔

"اور جب یوسف علیہ السلام کو مصر کی عورتوں نے دیکھا تو اسکی بڑائی کی قائل ہوگئیں اور انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور بیساختہ پکار اٹھیں کہ یہ انسان تو ضرور کوئی بڑے مرتبے والا فرشتہ ہے۔"

(پ ۱۲ - رکوع ۱۲)

تو آپ نے قرآن پاک بند کر دیا اور سوچنے لگیں کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ کو اچانک قرآن بند کر کے سوچتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا۔ عائشہ نے عرض کی جی آقا ——— فرمایا کیا بات ہے، قرآن بند کر کے کیا سوچ رہی ہو۔ تو سیدہ عائشہ صدیقہ نے عرض کی بس ایک بات کا خیال آگیا اُسی کی سوچ میں گم ہوں۔ فرمایا ہمیں بھی بتاؤ وہ ایسی کون سی بات ہے جس نے تمہیں سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ تو اماں حضرت عائشہ صدیقہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوچ رہی ہوں کہ یوسف علیہ السلام اتنے حسین وجمیل تھے کہ مصر کی عورتوں نے اُن کے حُسن و جمال کو دیکھ کر ہاتھ کاٹ لیئے۔ فرمایا میرے آقا نے کیوں نہیں؟ عائشہ یہ تو قرآن کا مسئلہ ہے اس میں کون سی شک والی بات ہے ——— عرض کی آقا یہی تو سوچ رہی ہوں کہ یوسف علیہ السلام کو جب اللہ پاک نے اتنا حسن وجمال دیا، تو آپ تو ہیں ہی محبوبِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کو دیکھ کر کبھی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ یہ ٹھیک ہے لیکن فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "تو آپنے فرمایا۔ ربِ کائنات نے میرا حُسن و

جَمَالِی مَسْتُوْرٌ عَنْ اَعْیُنِ النَّاسِ غَیْرَۃً مِنَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَلَوْ ظَھَرَ لَفَعَلَ النَّاسُ اَکْثَرَ مِمَّا فَعَلُوْا حِیْنَ رَاَوْا یُوْسُفَ۔
(اَلدر ثمین صک)

جمال لوگوں کی آنکھوں سے غیرت کیوجہ سے چھپا رکھا ہے (یعنی میری نوری صورت پر اللہ پاک نے ستر ہزار بشریت کے پردے ڈالے ہوئے ہیں) اگر میرا حسن وجمال ظاہر ہو جائے تو لوگوں کیحالت اس سے بھی زیادہ وارفتہ ہو جائے جیسا کہ یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ہوئی تھی مطلب یہ کہ اگر میرا حسن وجمال ظاہر ہو جائے میرے انوار لوگوں کے سامنے آجائیں تو لوگ دیوانے ہو جائیں وہاں تو انگلیاں کاٹی گئیں یہاں لوگ میرا حسن وجمال دیکھکر اپنی گردنیں کاٹ کر رکھدیں۔"

اللہ اللہ! یہ بات کرنے کے بعد کائنات کے والی نے تبسم فرمایا۔ جب سرکار ہنسے سرکار کے موتیوں جیسے دندان مبارک جونہی ظاہر ہوئے تو ان کے درمیان سے ایسا نور شعلے مار کر ظاہر ہوا کہ مومنوں کی ماں اس نور کی تجلیوں کو دیکھ کر برداشت نہ کر سکی اور بیہوش ہو کر گر پڑیں۔ تھوڑی دیر بعد جب ہوش آیا تو اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چہرۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہا کہ جس کی ترجمانی ایک شاعر نے کی۔

جے کر میرا یوسف سوہنا تے آندا نظر اوہناں نوں
تے بیخود ہو کے تھیں اپنی تے کر دیاں ذبح دلاں نوں
لکھ دنیا تے سوہنے ہوون پر مدنی نال نہ رل دے
کن فیکون تاں کل دی گل اے تے محبوب دا پیارا ازل اے
یوسف نبی مصر وکایا تے جتھے زور عشق دے چلدے
تے سب صدقہ محبوب میرے دا تے کوہ طور تے ڈیوے بلدے

نوری مکھڑا

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم صحابی حضرت سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری امی

جان سیدہ فاطمہ بنت عبداللہ ثقفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سرور کونین نورِ مجسم حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو میں اس وقت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، والدہ محترمہ حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھیں تو ولادت مصطفےٰ کے وقت میں نے عجیب منظر دیکھا کہ :۔

فَمَا شَیْءٌ اَنْظُرُ اِلَیْہِ فِی الْبَیْتِ اِلَّا نُوْرٌ۔ "جب میری نظر اٹھی تو میں نے کیا دیکھا کہ خانہ کعبہ نور سے معمور ہو گیا اور آسمانوں کے ستارے اتنے قریب آ گئے کہ میں نے گمان کر لیا کہ یہ نوری ستارے کہیں میرے اوپر نہ آن گریں۔"

جب حضور علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو میں نے سیدہ آمنہ سے پوچھا۔ آمنہ کیا بولے ہے تو کملی والے کی والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ اے فاطمہ وَضَعْتُ خَرَجَ مِنْہَا نُوْرٌ جب میں نے اپنے لاڈلے کو جنم دیا تو ان سے ایک نور نکلا جس سے خانہ کعبہ اور میرا گھر منور ہو گیا یہاں تک کہ میں نے کل دنیا میں نور ہی نور دیکھا۔ اللہ اکبر!

بڑا پیارا شعر کسی شاعر نے اس موقعہ کے لئے کہا۔ کہ ؎

نور اندر، نور باہر، کوچہ کوچہ نور ہے
بلکہ یوں کہیئے کہ سب دنیا کی دنیا نور ہے

(نشر الطیب ۲۲۔ شفا شریف۔ خصائص الکبریٰ۔ مواہب لدنیہ۔ انوار محمدیہ۔ شواہد النبوۃ)

حضور تاجدار مدینہ سرور قلب وسینہ رحمت دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی اماں سیدہ طیبہ جنابہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب مکہ مکرمہ میں بچہ لینے کے لئے میں پہنچی تو سارے بچے تقسیم ہو گئے لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے میرے لئے محفوظ فرما لیا۔ جب میں کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پہنچی، میں نے سیدہ طیبہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ کا لخت جگر کہاں ہے؟ تو سیدہ آمنہ نے فرمایا۔ حلیمہ سعدیہ، اندر کمرے میں میری قسمت کا سکندر آرام فرما ہے۔

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں اندر کمرے میں گئی تو میں نے کیا دیکھا کہ سرکار ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے آرام فرما ہیں۔ جب میں نے کپڑا اٹھایا تو سرکار کے حسن و جمال کو دیکھ کر مجھ پر حیرت طاری ہوگئی، میں رک گئی، میں نے سرکار کو جگانا مناسب نہ سمجھا پھر میں اور آپ کے قریب ہوئی اور آپ کے مقدس سینۂ پاک پر میں نے ہاتھ رکھا۔ اللہ اللہ! تو آپ نے مسکراتے ہوئے اپنی معصوم پیاری پیاری مَا زَاغ والی آنکھیں کھولیں اور میری طرف دیکھا اور آنکھوں آنکھوں میں اشارہ کیا۔ اماں کتنی دیر کردی ہے، کتنی دائیاں آئیاں میں نے کسی کو قبول نہ کیا۔ کب سے تمہارا انتظار کررہا ہوں۔ اماں پریشان نہ ہو تو غریب ہے تو کیا ہوا میں بھی غریبوں کی کلی بسانے آیا ہوں۔ اماں حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب مصطفےٰ علیہ السلام نے میری طرف دیکھا تو:۔

فَخَرَجَ مِنْ عَیْنَیْہِ نُوْرٌ حَتّٰی دَخَلَ خِلَالَ السَّمَآءِ "میں نے دیکھا کہ آپ کی نورانی آنکھوں سے نور نکل نکل کر آسمانوں میں داخل ہو رہا ہے۔"

(مواہب لدنیہ ۔ انوار محمدیہ)

محترم سامعین! نور تھا تو تبھی نور نکل رہا تھا، اگر کملی والا نور نہ ہوتا تو سرکار کی مقدس آنکھوں سے کیسے نور نکلتا۔؟ سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر اپنے علاقے اپنے گھر آئی تو رات کو تمام دائیاں جب اپنے اپنے رضاعی بچوں کو دودھ پلاتیں تو سب کے گھر میں چراغ جلتے لیکن مجھے چراغ جلانے کی ضرورت ہی نہیں آتی تھی بلکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس سے کپڑا ہٹا دیتی تو سارا گھر نور سے منور ہو جاتا، چنانچہ ایکدن میری پڑوسن اُمِّ خولہ سعدیہ نے کہا کہ بہن حلیمہ! میں نے کہا کیا بات ہے؟ اُمِّ خولہ نے کہا ایک بات تو بتاؤ! سعدیہ حلیمہ نے فرمایا کون سی بات۔ اُس نے کہا کیا تم اپنے گھر میں ساری رات آگ روشن رکھتی ہو۔ میں نے کہا کیوں، اُس نے کہا کہ جب بھی میں رات

کو تمہارے گھر کی طرف دیکھتی ہوں تو مجھے تمہارا گھر سارا روشن اور منوّر نظر آتا ہے۔ اسلئے میں پوچھ رہی ہوں کہ تم ساری رات گھر میں آگ جلائی رکھتی ہو۔ تو سیّدہ حلیمہ سعدیہ نے فرمایا نہیں! بہن اُمِّ خولہ تو آگ کی بات کرتی ہے، مَیں نے تو جب سے محمّد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو گود لیا ہے چراغ بھی رات کو کبھی نہیں جلایا۔ تو اُمِّ خولہ سعدیہ نے پوچھا کہ پھر ساری رات تمہارا گھر کیسے منور رہتا ہے۔ تو سیّدہ حلیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا کہ:۔

لَا وَاللّٰہِ لَا اُوْقِدُ نَارًا وَلٰکِنَّہٗ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اُمِّ خولہ سعدیہ نہیں خدا کی قسم میں تو آگ روشن نہیں رکھتی بلکہ یہ نور اور روشنی تو نورِ مجسم حضرت سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے۔ (بیان میلاد النبی ص۵۴)

اعلیٰحضرت امام اہلسنّت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہٗ نے بڑے پیارے اشعار اس مقام پر فرمائے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ؎

انبیاء اجزا ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا
اِس علاقے سے ہے اُن پر نام سچا نور کا
کٓ گیسو ہٰ دہن یٰ ابرو آنکھیں عٓ صٓ
کٓھٰیٰعٓصٓ ان کا ہے چہرہ ہے نور کا
آب زر بنتا ہے عارض پر پسینا نور کا
مصحفِ اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا

اسی بات کو شاعرِ مدینہ عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جناب عبد الستار نیازی نے اپنے انداز میں پیش کیا ہے کہ ؎

موہ لیا سارا جگ حسن سرکار نے
اوہدے وَالشَّمْس وَالْقَمَر رخسار نے
رُخ توں پردہ سی چکنا جدوں یار نے

سوہنے سوہنے بڑے ویکھدے رہ گئے

مہکی مہکی نیازی سی ساری فضا

ہرطرف سی صدا مرحبا مرحبا

آمنہ دا جندروں نوری چن چمکیا

چن، تارے چڑھے ویکھدے رہ گئے

تاج لولاک دا پاکے آیا نبی

تاجاں والے بڑے ویکھدے رہ گئے

نور اور عمِّ رسول

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۹۷ میں

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انوار محمدیہ صفحہ ۸۴ میں علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مواہب لدنیہ صفحہ ۲۳ میں دیوبندیوں کے حکیم الامّت مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب نشر الطیّب فی ذکر النبیّ الحبیب صفحہ ۱۰ تا ۹ میں نبئ پاک صاحب لولاک سرورِ کونین، آنکھوں کے چین حضرت سیّدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمّ پاک یعنی چاچا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ روایت درج فرمائی، سُنیئے اور دیکھئے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاچا جان، نبئ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا سمجھتے تھے نور یا بشر؟ - جب سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے بمعہ اپنے غلاموں کے غزوۂ تبوک کے موقع پر فتح و نصرت اور کامیابی عطا فرمائی تو کملی والا بمع اپنے غلاموں کے مدینہ شریف کی مقدس زمین پر پہنچا - مدینہ شریف کے تمام لوگ بڑے بوڑھے، عورتیں بچے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارک باد دینے کے لیئے جمع ہوئے، رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار شریف لگا ہوا ہے - تمام مدینہ شریف کے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تشریف فرما ہیں، اتنے میں کملی والے آقا صلی اللہ

علیہ وسلّم کے عظیم چچا، عظیم صحابی حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کھڑے ہو گئے اور کھڑے ہو کر عرض کی ـــ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ مجھے اجازت عطا فرمائیں تو مَیں آپ کی شانِ مقدسہ میں چند نعتیہ اشعار عرض کروں ــ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :ـــ

قُلْ لَا يَفْضُضِ اللّٰهُ فَاكَ "اے چچا جان کہیئے کہیئے اللہ تعالیٰ آپکی زبان اور آپ کے منہ کو ہمیشہ سلامت رکھے۔"

قربان جاؤں اے عباس تیری شان پر جن کو کملی والا دعائیں دے ۔ معلوم ہوا ثنا خوانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم جو دن رات اپنے آقا کی نظم و نثر میں تقریریں یا تحریریں کسی طریقے سے شان بیان کرے مدینہ کے آقا تاجدار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس دعائیں اس کے ہوں گی (دعا کریں کہ فقیر عتیقی کو بھی کملی والا اپنے ثناء خوانوں میں شامل فرمالے ۔ آمین !)

نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے چچا جان نے عربی میں ایک نعت شریف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں پیش کی ۔ سرکار اور سرکار کے غلام حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نعت شریف سن کر خوش ہو رہے تھے محبت سے جھُوم رہے تھے ۔ اس نعت شریف کے آٹھ اشعار تھے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو نعت پڑھی کمال کر دیا اور حقیقت پر مبنی تھی ۔ اُن آٹھ اشعار میں سے آخری دو شعر حاضر خدمت کرتا ہوں سماعت فرمائیں ۔ حضرت عباس نے سرکار کو متوجہ کر کے یوں عرض کیا کہ ؎

أَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ أَشْرَقَتِ
الْأَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْأُفُقُ

" یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ آپ جب پیدا ہُوئے تو زمین روشن ہو گئی آپ کے نُور سے آفاق (آسمان کے کنارے) منوّر ہو گئے ۔ "

فَنَحْنُ فِی ذٰلِکَ الضِّیَاءِ وَفِی النُّوْرِ
وَسُبُلُ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ ۔

"سو ہم اُس ضیا اور اُس نور میں ہدایت کے رستوں کو قطع کر رہے ہیں"

میرے دوستو! ان اشعار کو بار بار پڑھو اور خود اندازہ لگاؤ کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے چچا جان تمام صحابہ کرام اور خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے بارے میں کیا خیال تھا؟ گویا چچا بھی کہتا ہے حضور نور ہیں، اماں عائشہ بھی فرماتی ہیں حضور نور ہیں، صحابیہ فاطمہ ثقفیہ بھی فرماتی ہیں حضور نور ہیں، سیدہ اماں حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی فرمائیں حضور نور ہیں، تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی سنیں اور کہیں حضور نور ہیں، خود محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرمائیں میں نور ہوں۔ آج کچھ لوگ منبروں پر، مصلوں پر، مسجد کے محرابوں پر، جلسوں کے اسٹیجوں پر یہ کہیں کہ حضور بشر ہیں نور نہیں تو بتاؤ بات کس کی مانی جائے۔

صحابہ کرام کی، محبوب خدا کی یا ان بے ادب ملّاؤں کی؟ فیصلہ آپ پر ہے۔ میرے دوستو! آپ ان کو جتنی مرضی آیتیں سنائیں، حدیثیں سنا، روایتیں سنائیں بزرگان دین کے اقوال سنائیں لیکن یہ سب سن لیں گے اور پھر کہیں گے صاحب ٹھیک ہے آپ کی، سب باتیں صحیح ہوں گی لیکن؟ لیکن کیا؟ نہیں جی ہم اپنے علمائے دیوبند سے ان باتوں کی تحقیق کریں گے اگر صحیح ہوئیں تو پھر سوچیں گے۔ آپ نے اکثر حضرات کو یہی جواب دیتے سنا ہوگا۔ تو آیئے پھر انہی کی کتابوں سے علمائے دیوبند کے بزرگوں کے عقائد تلاش کریں آیا کملی والے کو وہ نور تسلیم کرتے تھے کہ نہیں اگر ان کی کتابیں یہ نشان دہی کر دیں کہ سرکار نور ہیں اور علمائے دیوبند کے بھی یہی عقائد تھے تو پھر ہر دیوبندی کو بلا چون وچرا تسلیم کر لینا چاہیئے، کیوں صاحب ٹھیک ہے نا؟ آیئے علمائے دیوبند کے عقائد سنئے

علمائے دیوبند اور نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

تمام علمائے دیوبند کے رہبر و رہنما مرشد و پیشوا جن کو مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی نے براہین قاطعہ صـ ۲۷ میں ان القاب سے یاد کیا اور لکھا کہ حجۃ الاصفیاء ـ تاج الاولیاء، برھان الملت، زبدۃ المقربین عمدۃ الواصلین اور ضیعۃ الصدیق الاعظم و قطب الافخم مولانا و سیدنا المہاجر شاہ امداد اللہ الفاروقی الچشتی اس کے علاوہ اور بہت سے القاب لکھے ہیں، یہی ان کے پیر و مرشد حجۃ الاصفیاء اپنی کتاب نالۂ امداد غریب صـ ۵ پر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کے گن گاتے ہوئے سرکار کی بارگاہ میں یوں فریاد کرتے ہیں ؎

تم سے اے نور خدا فریاد ہے ‎ ‎ ‎ ‎ چہرۂ تاباں کو دکھلا دو مجھے

سامعین کرام توجہ فرمائیں علمائے دیوبند کے تاج الاولیا دکیا فرما گئے ـــ کہ

" تم سے اے نورِ خدا فریاد ہے "

یعنی ایک تو ہندوستان میں بیٹھ کر حضور علیہ السلام کو حاضر ناظر مان گئے کیوں ؟ کہ اے نورِ خدا تب ہی وہ فرما سکتے تھے کہ ان کا عقیدہ ہو کہ حضور علیہ السلام مدینہ شریف میں بھی ہیں اور ہندوستان میں بھی! کیونکہ اے قریب والوں کے لئے استعمال ہوتا ہے سبحان اللہ! ـــ دوسرا یہ مان گئے کہ کملی والے نور ہیں کیونکہ " اے نور " لفظ کلمہ حاجی صاحب کے عقیدے کو ظاہر کر رہا ہے کہ آپ کا عقیدہ یہ تھا کہ حضور علیہ السلام نور ہیں ـ تیسرا یہ بھی مان گئے کہ حضور علیہ السلام، اللہ کے نور سے بنے ہیں کیونکہ اے نور خدا اس کا یہی مطلب ہے کہ خدا کے نور سے بننے والے ذرا مجھے اپنا مکھڑا دکھا ـ الحمد للہ اگر علمائے دیوبند اسی شعر کو مان لیں تو دیوبندی ، بریلوی میں مسئلہ نور و بشر ہمیشہ کے لیے حل ہو سکتا ہے لیکن ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں ـــ اچھا صاحب آگے چلیے برھان الملت آگے کیا فرماتے ہیں کہ ؎

آپ کی فرقت نے مارا یا نبی　　دل ہُوا غم سے دوبارہ یا نبی
طالب دیدار ہوں دکھلائیے　　رُوئے نورانی خدارا یا نبی

اور سُنیئے فرماتے ہیں ؎

سب دیکھو نور محمّد کا سب تیج ظہور محمّد کا
جبریل مقرب خادم ہے سب جا مشہور محمّد کا

محترم دوستو! حاجی صاحب قبلہ نے اس شعر میں دو چیزوں کا اقرار فرمایا پہلا تو یہ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ پاک کے نور ہیں اور دوسرا یہ کہ جبریل علیہ السلام میرے محمد کریم علیہ السلام کا خادم ہے۔ اب ان دیوبندی مولویوں سے پوچھو جو کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ہماری طرح کے بشر ہیں کہ تم سچے ہو یا تمہارے مُرشد، اگر وہ کہیں کہ ہمارا مرشد سچا ہے تو پوچھو کہ جو بات تمہارے مرشد نے فرمائی، وہی بریلوی سنّی کہتا ہے اگر اس بات میں تمہارا مرشد سچا ہے تو غریب سُنّی نے تمہارا کیا بگاڑا ہے، ذرا انصاف کرو، اس طرح ظلم نہ کرو، اگر تمہارا پیر کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کہتے ہیں تو تم پھر بھی موحد کے موحد لیکن یہی بات ایک سنّی بریلوی کہے تو مشرک و بدعتی، کافر اور نہ جانے کیا کیا۔؟

دوسرے دیوبندی کہتے ہیں کہ جبریل، حضور علیہ السلام کا استاد ہے کیونکہ معراج کی رات کو جو اللہ پاک نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نمازیں فرض فرمائیں تھیں وہ جبریل علیہ السلام نے صُبح حضور انور علیہ السلام کو آکر سکھائیں ـــ لہٰذا جبریل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُستاذ ہیں۔ لیکن قبلہ حاجی صاحب نے واضح فرما دیا کہ جبریل علیہ السلام، محمد کریم علیہ السلام کا استاد نہیں بلکہ خادم ہے اور خادم بھی ایسا کہ ہر جگہ یعنی زمین و آسمان، عرش و فرش، مغرب و مشرق، شمال و جنوب ہر جگہ ہر تھاں، ہر مکاں پر مشہور ہے ـــ آؤ دیوبندیوں خدا کے لئے کچھ تو انصاف کرو، کیوں قوم کا بیڑا تم نے غرق کر دیا ہے، ہماری نہیں مانتے تو نہ مانو کم از کم اپنے مرشد کی تو مان لو۔

لیکن ہدایت میرے مالک کے قبضے میں ہے وہ جسے چاہے ہدایت فرمادے۔ اچھا میاں آگے چلئے، یہی حاجی صاحب قبلہ اپنی کتاب "گلزار معرفت" ص۶ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں کہ ؎

نور احمد سے منور ہے دو عالم دیکھو
دیکھتے ہو مہ و خورشید کی تنویر عبث

میرے دوستو ان تمام اشعار سے یہ ثابت ہوا کہ پیشوائے علمائے دیوبند کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام نور ہیں۔ اب آیئے بانی دیوبند مولوی قاسم نانوتوی کا عقیدہ سنئے کہ ان کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کے بارے میں عقیدہ کیا تھا۔ مولوی قاسم نانوتوی صاحب نے ایک رسالہ لکھا جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے محبت کا اظہار کرتے ہوئے ایک نعت شریف لکھی اس نعت کو سنئے اور بار بار پڑھئے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کے نزدیک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں یا محض بشر چنانچہ قصائد قاسمی ص۴ اور ص۵ پر مولوی صاحب یوں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت پیش فرماتے ہیں کہ ؎

کہاں وہ رتبہ کہاں وہ عقل نارسا اپنی
کہاں وہ نور خدا اور کہاں یہ دیدۂ زار
چراغ عقل ہے گل اس کے نور کے آگے
زباں کا منہ نہیں جو مدح میں کرے گفتار
تو بوئے گل ہے اگر مثل گل ہیں اور نبی
تو نور شمس گر اور انبیاء ہیں شمس نہار
اگر قمر میں کچھ آجائے تیرے چہرے کا نور
تو رات دن ہی اور آگے اسکے دن شب تار

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نجانا کون ہے کچھ کسی نے بجز ستار
سوا خدا کے بھلا تجھکو کیا کوئی جانے
تو شمس نور ہے شپیر نمط اولوالابصار

میرے دوستو ان اشعار کو پڑھنے اور سننے سے ہر عقلمند آدمی پر یہ واضح ہوجائیگا کہ بانیِ دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی کا نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے کیا عقیدہ تھا؟ یہ عقیدہ تھا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تبارک وتعالیٰ کے نوری رسول ہیں اور حضور علیہ السلام کے نورِ پاک کی برکت سے سورج بھی روشن ہے اور چاند بھی منور ہے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پاک پر بشریت کے پردے تھے اگر بشریت کے پردے نہ ہوتے تو کملی والے کا نور رات کو دن کی طرح اُجالا کردیتا اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت پاک کو کوئی انسان تو درکنار کوئی صحابی بھی نہ جان سکتا؟ کیونکہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر بشریت کے پردے تھے اگر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو کسی نے جانا تو وہ خالقِ کائنات نے جانا پہچانا — اچھا اب صاحب آگے چلیئے، مدرسہ دیوبند کے سب سے پہلے مدرس جنہوں نے مولوی محمد قاسم نانوتوی کے مدرسہ میں سب سے پہلے دینی کتابیں پڑھانے کا شرف حاصل کیا جناب مولوی محمد یعقوب نانوتوی اپنے قصیدۂ میمیہ درنعت سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے عقیدے کا اظہار کرتے ہوئے یوں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں ـــــ کہ ؎

خدا نے نور کیا وہ تمہارا نورانی
کہ جس کے سامنے آئے نظر ہے نور ظلام

وہ نور آپکا تھا جو ہوئی امانت عرض
سماء و ارض و جبال و شجر رہے جی تھام

وہ نورِ غیب ہے ظاہر بشر کی صورت میں
کہ جیسے ضمہ سے کسرہ کا کیجئے اتمام

(بیاض یعقوبی ص ۱۷)

اچھا جناب آگے چلئے تمام دیوبندیوں کے مسلّمہ بزرگ مولوی رشید احمد گنگوہی جن کو مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے تذکرۃ الرشید جلد اول صـ۲ پر ان القابات سے نوازا قُدوۃُ العلماء، زُبدۃ الفقہاء، فخر المحدثین، قطب العالم، غوث الاعظم، شیخ المشائخ مولانا الحافظ الحاج المولوی رشید احمد گنگوہی محدث اور بھی بہت سے القابات لکھے یہی ان کے قطب العالم مولوی رشید احمد گنگوہی اپنی کتاب "امداد السلوک" فارسی صـ۸۵، اردو صـ۲۰۱ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں۔

"بتواتر ثابت شد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نداشتند وظاہر است کہ بغیر نور ہمہ اجسام ظل می دارند۔" تواتر سے ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا اور یہ ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام کا سایہ ہوتا ہے۔"

تمام دیوبندی مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے غور فرمائیں کہ آپ کے غوث الاعظم کیا اچھی بات آپ کے لئے فرما گئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سایۂ مبارک نہ تھا اور ظاہر ہے کہ سایہ نہ ہونا اسبات کی واضح دلیل ہے کہ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے نور ہیں اب اگر دیوبندی حضرات مولوی رشید احمد صاحب کو اپنا مذہبی پیشوا تسلیم کرتے ہیں تو ان سے فقیر عتیقی کی گذارش ہے کہ یار پھر قوم کو گمراہ نہ کرو اور نور و بشر کے جھگڑے کو ختم کر کے یہ بر سر عام اعلان کر دو کہ آج سے ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ حضور علیہ السلام بظاہر البشر کی شکل میں تشریف لائے اور حقیقت میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔ تاکہ تمہارے بزرگوں کی روحیں بھی خوش ہو جائیں اور قوم میں تفرقہ بازی کی فضاء کم از کم نور و بشر والی ختم ہو جائے اللہ تعالیٰ سے میری یہ دلی دعا ہے کہ وہ ربِ لم یزل تمام دیوبندیوں کو یہ ہدایت عطا فرمائے کہ وہ حضور علیہ السلام کو نور مان لیں ــــ آمین ــــ اور اچھا جی اب اور آگے چلئے، دیوبندیوں کے حکیم الاُمت اور شیخ الاسلام مولوی اشرف علی تھانوی صاحب اپنی معرکۃ الآرا کتاب "نشر الطیب فی ذکر النبی حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صـ۲۲۶ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کا ذکر کرتے ہوئے یوں عرض کرتے ہیں۔

نام احمد چوں چنیں یاری کند
تاکہ نورش چوں مددگاری کند

کہ جب آپ کا صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسم مبارک ایسا مضبوط قلعہ ہے کہ مشکل وقت میں مدد فرماتا ہے تو آپ کی ذاتِ گرامی جو کہ عین نور ہے ہر حالت میں کیوں مددگار نہیں ہو گی۔ اس بات کو دیوبندیوں کے حکیم الامت صاحب نے اردو کے اندر یوں پیش کیا ہے کہ ؂

نبی خود نور اور قرآن ملا نور نہ ہو کیوں مل کے پھر نور علی نور

(اشرف المواعظ ص ۱۴۷ تلخ الصدر ص ۲)

سامعینِ کرام! ان اشعار کو پڑھیئے اور بار بار پڑھیئے اور اندازہ لگائیں کہ دیوبندیوں کے حکیم الامت صاحب کا کیا عقیدہ تھا۔ اچھا صاحب اب غیر مقلدین کی مستند شخصیت جناب مولوی نور حسین گرجاکھی کو سنیئے وہ کیا کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کرتے ہیں کہ ؎

بَلْ کَانَ مِثْلُ الشَّمْسِ بَلْ اَضْوٰی لَنَا
فَالشَّمْسُ نَیِّرَۃٌ بِنُوْرِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم

اس شعر کا ترجمہ وہ اپنی پنجابی مادری زبان میں یوں پیش کرتے ہیں۔ کہ ؎

سورج وانگ محمدؐ سرور مشرق مغرب تائیں
سارا عالم روشن کیتا مشرق مغرب تائیں
بلکہ سورج تھیں ودھ روشن بدر منیر حقانی
جس نے کور دلاندے تائیں بخشی شمع نورانی
خیر الناس محمدؐ عربی شہر مدینے والا
جس نے مشرق مغرب تائیں کیتا نور اُجالا
جلوہ دیکھ کے نورِ محمدی دا کفر شرک نے بھاجڑاں چائیاں نے
جتھے بدر منیر دا نور چمکے اوتھے رہندیاں کدوں سیاہیاں نے
نورِ نبی دا جنھاں نوں نظر آوے ہوئیاں اوہناں دے قلب صفایاں نے
اوہناں چھڈ اقوال رجال سارے نبی نال محبتاں لائیاں نے

(فضائلِ مصطفےٰ ص ۱۵-۴۵)

رحمتِ عالم کے انوار غیر مسلموں پر

حضراتِ محترم! نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت پاک مسئلہ ایسا واضح اور متفقہ مسئلہ ہے کہ اپنے تو اپنے، مسلمان تو مسلمان بلکہ غیر مسلموں نے بھی کملی والے آقا صلی اللہ

علیہ وسلم کی نورانیت کی گواہیاں دیں۔ آیئے چند غیر مسلموں کی کتابیں پڑھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا رائے پیش کی۔ ہندوستان کے ایک مشہور ہندو ادیب جناب سوامی لکشمن پرشاد جی مہاراج آنجہانی نے آج بینتالیس سال پہلے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا مطالعہ کیا تو اس نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ہر پہلو خوبصورت اور سچا نظر آیا، اگرچہ جی مہاراج ہندو تھا لیکن عشق محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی چنگاری اس کے دل میں ایسی شعلہ مار کر چمکی کہ اس نے سرکار کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کر لیا اور اسی عشق کی بنا پر جی مہاراج نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر ایک بہترین کتاب تحریر کی نام رکھا "عرب کا چاند"

میرے دوستو یہ کتاب اتنی پیاری ہے کہ میرے نزدیک آج تک کسی موحد (یعنی دیوبندی وہابی، چکڑالوی اور قادیانی وغیرہ) نے بھی نہ لکھی ہوگی۔ اس کتاب میں جی مہاراج نے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کو جگہ جگہ نور لکھا اور یوں عرض کیا کہ رُوحِی قَدْ مَاہُ " یعنی میری اس اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس نعلین مبارک پر قربان ہو۔ (صفحہ ۴۵)

آیئے اب کتاب کی چند عبارات کا اقتباس پیش کروں۔

جی مہاراج عرب کے چاند صفحہ ۴۱ پر یوں لکھتے ہیں کہ جہالت اور ضلالت کے مرکز اعظم جزیرہ نمائے عرب کے کوہ فاران کی چوٹیوں سے ایک نور (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) چمکا جس نے دنیا کی حالت یکسر بدل دی، گوشہ گوشہ کو نور ہدایت سے چمکا دیا۔

صفحہ ۴۵ پر یوں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ آسمانی نور، یہ باعث ایجاد کون و مکان نور جس بھی خوش قسمت ہستی میں منتقل ہوا اس سے بہت سے عجوبہ روزگار کرشمے اور خوارق عادات وواقعات ظہور میں آتے رہے۔ اس نور بے تاب کی جلوہ گری کسی قفس عنصری کی قید و بند میں آکر اپنی کیف سامانی اور ضیا بیزی سے محروم نہیں ہوئی بلکہ ہر جگہ اپنی غیر معمولی قوت کا اظہار کرتی رہی۔ سرور کائنات، فخر انسانیت نبی آخر الزماں پیغمبر اعظم حضرت محمد صلی

اللہ علیہ وسلم روحی فداہ انیسویں دادا کا نام نامی اور اسم گرامی مُضر تھا۔ ان میں اس نورِ لطیف نے اپنا ظہور بدرجہ اتم کیا۔

صـ۵۸ پر یوں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ نے اپنے والد بزرگو سے بیان کیا کہ جب میں جنگل اور بیابان کی طرف قدم پیما ہوتا ہوں تو میری پُشت سے ایک نور اپنی تمام تابانیوں کے ساتھ نکلتا ہے پھر اس کے دو حصے ہو جاتے ہیں ایک مشرق کی طرف چلا جاتا ہے اور دوسرا مغرب کی طرف۔ اس کے بعد یہ نور پھر یک جا ہونا شروع ہو جاتا ہے اور آسمان کی بلندیوں کی طرف پرواز کرتا ہوُا بادل کی شکل میں صورت پذیر ہو جاتا ہے۔ یہ تو تھے جی مہاراج، اب آیئے ایک اور ہندو ہرکشن پرشاد شاد کو سنیئے وہ مکی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا ذکر کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں کہ ؎

رُوپ ہے تیرا رتی رتی نوُر ہے تیرا پتّی پتّی
مہر و مہ کو تجھ سے رونق نوُر بنا سیّاروں کا

(انوار محمدیہ بحوالہ ماہنامہ خاتون پاکستان صـ۳۱۹)

تمام سکھوں کے رہبر و رہنما اور پیر و مُرشد جناب گرو نانک تمہارے میرے آقا جناب محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی نورانیت کے گیت گاتے ہوئے یوں عرض کرتے ہیں

ہُن ڈِٹھا نور محمدّی ہُن ڈِٹھا نبی رسُول
نانک قدرت دیکھ کے خودی گئی سب بھُول

(جنم ساکھی بالا صـ۳۲۷ پر ایک اور مقام پر

یوں عرض کرتے ہیں کہ ؎

لکھیا وچہ کتاب دے اوّل ایک خدائے
دُوجا نوُر محمدّی جو خاصہ یار کہائے

لکھیا وچہ کتاب دے اوّل ایک خدا
دُوجا نور محمدی جس چانن کیتا آ

محترم سامعین کرام! معلوم ہُوا کہ پرانے دیوبندیوں کا عقیدہ تھا کہ کملی والا نور ہے پیشوائے علمائے دیوبند کا عقیدہ ہے کہ کملی والا نور ہے۔ دیوبندیوں کے پیرو مرشد کا عقیدہ ہے کہ کملی والا نور ہے۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ کملی والا نور ہے۔ سکھوں کا عقیدہ ہے کہ کملی والا نور ہے لیکن آجکل کے دیوبندیوں، وہابیوں اور چکڑالویوں کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام ہمارے جیسے عام بشر تھے تو پھر کہنا پڑے گا کہ یار دیوبندیوں تم سے تو وہ ہندو اچھے جو نبی کو نور مان گئے، تم سے تو سکھ اچھے جو پرائے ہیں لیکن نبی کو نور مان گئے اور ایک تم ہو کہ نبی کا کلمہ بھی پڑھتے ہو، نبی کے مصلّے پر بھی کھڑے ہوتے ہو، نبی کے منبر پر بیٹھتے ہو، نبی کے صدقے کھاتے ہو لیکن پھر بھی کہتے ہو نبی ہمارا بڑا بھائی اور ہم چھوٹے بھائی، نبی کے بھی دو ہاتھ، ہمارے بھی دو ہاتھ۔ نبی کے بھی دو پیر ہمارے بھی دو پیر نبی بھی کھانا کھاتا ہے ہم بھی کھاتے ہیں۔ نبی چلتا ہے ہم بھی چلتے ہیں۔ نبی بھی سوتا ہے ہم بھی سوتے ہیں۔ افسوس تمہارے جیسے موحد ہونے کے اللہ پاک سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نورِ مصطفٰے پر چند اعتراضات

حضرات محترم! نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانیت پر اتنے واضح دلائل کے بعد کسی مسلمان کے لیئے انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہتی لیکن پھر بھی منکرین نورِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے سادھے عوام کو دھوکا دینے کے لیئے چند اعتراضات پیش کرتے ہیں، کتاب ہذا اس بات کی متحمل نہیں کہ تمام اعتراض اور جواب اس میں لکھے جائیں لیکن پھر بھی مزید تسلی کے لیئے اور جھوٹے موحدوں کے دھوکے سے بچنے کے لیئے چند اعتراض اور ان کے جوابات عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرما کر فقیر کے

لئے ذریعۂ نجات بنائے اور پڑھنے اور اس عمل کرنے والوں پر بھی اللہ کی رحمتوں کی بارشیں ہوں ــــ آمین ثم آمین۔

پہلا اعتراض نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین، سُنّیوں پر پہلا اعتراض یہ کرتے ہیں کہ صحاح ستّہ کی صحیح ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۱۷۹ پر یہ حدیث موجود ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں یہ دعا کیا کرتے تھے

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ نُوْرًا فِیْ قَلْبِیْ وَنُوْرًا فِیْ قَبْرِیْ وَنُوْرًا مِّنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَنُوْرًا مِّنْ خَلْفِیْ وَنُوْرًا عَنْ یَّمِیْنِیْ وَنُوْرًا عَنْ شِمَالِیْ وَنُوْرًا مِّنْ فَوْقِیْ وَنُوْرًا مِّنْ تَحْتِیْ وَنُوْرًا فِیْ سَمْعِیْ وَنُوْرًا فِیْ بَصَرِیْ وَنُوْرًا فِیْ شَعْرِیْ وَنُوْرًا فِیْ بَشَرِیْ وَنُوْرًا فِیْ لَحْمِیْ وَنُوْرًا فِیْ دَمِیْ وَنُوْرًا فِیْ عِظَامِیْ اَللّٰھُمَّ اَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا وَاَعْطِنِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا۔

"یا اللہ کردے تو نور کو میرے دل میں اور نور میری قبر میں اور نور میرے آگے اور نور میرے پیچھے اور نور میرے دائیں اور نور میرے بائیں نور میرے اوپر اور نور میرے نیچے اور نور میرے کان میں اور نور میری آنکھ میں اور نور میرے بالوں میں اور نور میرے چہرے میں اور نور میرے گوشت میں اور نور میرے خون میں اور نور میری ہڈیوں میں اللہ میرے، میرے لئے نور کو بڑھادے اور مجھے نور عطا کر اور مجھے نور ہی بنادے۔"

اگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نوری تھے تو اس دعا کو مانگنے کی ضرورت کیا تھی؟۔

مانگی وہ چیز جاتی ہے جو پہلے سے نہ ہو؟ نور تو وہ بنایا جاتا ہے جو پہلے نور نہ ہو؟

جواب! اس سوال اور اعتراض کے تین جواب ہیں۔ **پہلا جواب**:۔ ان سے پوچھئے کہ جب آپ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالیہ میں کیا دعا مانگتے ہیں کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ اے اللہ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما۔ تو کیا آپ نماز بھی پڑھ رہے ہوتے ہیں، خدا کی عبادت بھی کر رہے ہوتے ہیں قبلہ شریف

کی طرف منہ بھی ہے لیکن پھر اللہ پاک سے ہدایت کی دعائیں مانگ رہے ہوتے ہیں ؟ تو کیا آپ نماز کی حالت میں گمراہ ہوتے ہیں ؟ تو وہ کہیں گے کہ نہیں، تو ان سے پوچھیے پھر آپ ہدایت کی دعا کیوں مانگتے ہیں ؟ جو وہ جواب دیں آپ بھی وہی جواب دیں ۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہمیشہ سے یہ قاعدہ چلا آرہا ہے کہ جو بہترین چیز آپ کے پاس موجود ہو اُس کے لطف حاصل ہونے پر اس کی طلب بھی زیادہ ہو جاتی ہے اسکا لطف اُسے حریص بنا دیتا ہے ۔ چونکہ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں نور بن کر ہی تشریف لائے اور آپ کا تمام جسم پاک نوری تھا ۔ آپ کا نور پاک جب اللہ پاک کے نور مقدس کے سامنے ہوتا تھا تو نور کا لطف آپ کو زیادتی نور پر حریص بناتا تھا اسلیئے آپ اللہ پاک سے یہ نوری دعا مانگا کرتے تھے ۔

تیسرا جواب :- کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعا مانگنا کہ اے اللہ میری آنکھیں، کان ناک نور بنا دے، یہ امت کی تعلیم کے لئے کہ میرے غلامو! یہ نور اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت عظیمہ اور پیاری نعمت ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں بھی نور کا کچھ حصہ عطا فرما دے تو میری طرح تم بھی دعائیں مانگنا کہ مولا کریم اس نور کو دے کر اسکو ہم سے لینا نہیں ۔ الحمد اللہ

دوسرا اعتراض

اگر حضور علیہ السلام نور ہیں اور ہر جگہ حاضر ناظر بھی ہیں تو چاہیئے تو یہ کہ کسی جگہ اندھیرا نہ ہوا کرے ؟ ہر جگہ روشنی ہو یا تو حضور نور نہیں یا ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ؟

جواب :- اس اعتراض کے چار جواب ہیں ۔

پہلا جواب :- ان سے پوچھیئے کہ تمہارا فرشتوں کے بارے میں کیا عقیدہ ہے ؟ نور یا بشر ۔ بشر کہیں گے نہیں البتہ نور کہیں گے کیونکہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا " ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُلِقَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ نُوْرٍ (کتاب الاسماء والصفات بیہقی صہ ۲۷۷)

فرماتی ہیں کہ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے تمام فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔

جب وہ معترض کہے کہ فرشتے نور ہیں تو اب اُس سے یوں سوال کیجئے کہ بولو تمہارے میرے اور ہر مومن کے ساتھ نیکی اور بدی لکھنے والے دو دو فرشتے ہوتے ہیں کہ نہیں وہ کہے گا ضرور کیونکہ اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید فرقانِ حمید کے پارہ ۳۰ سورۃ النفطرت میں ارشاد ہے کہ:۔

اِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ۔ "بیشک تم پر دو عزت والے اور لکھنے والے محافظ فرشتے ہیں۔"

تو آیتہ کریمہ سے ثابت ہوا کہ ہر مومن کے ساتھ دو عزت والے نوری فرشتے محافظ وہ کسی وقت بھی انسان سے جُدا نہیں ہوتے چاہے دن ہو رات، اُجالا ہو یا اندھیرا، صبح ہو شام، نیند ہو یا بیداری، مسجد ہو یا گھر، سفر ہو یا حضر۔ اب جواب دو جب اندھیری رات ہو چاہیئے کہ لالٹین چراغ موم بتّی بلب ٹیوب گیس جلانے کی ضرورت نہیں ہونی چاہیئے؟ حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہوا، تمہیں چاہیئے کہ یا ان کے نوری ہونے کا انکار کر دو یا ان کے حاضر و ناظر ہونے کا انکار کر دو لیکن ان دونوں باتوں کا انکار بھی نہیں کر سکتے، پھر بھی فرشتوں کو نوری بھی مانتے ہو حاضر و ناظر بھی مانتے ہو۔ میاں جب فرشتے جو میرے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے غُلام ہیں، حاضر و ناظر بھی ہیں جب تم ان کی نورانیّت میں شک نہیں کرتے تو جن کا کلمہ پڑھتے ہو ان کے نور کا انکار کرتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی مگر سچ کہا کسی نے ــــــ کہ

جب خدا دین لیتا ہے حماقت آہی جاتی ہے

تو خیر اب دوسرا جواب سُنیئے ــ بولو بھئی تم قرآن کو نور مانتے ہو۔ یا نہیں؟

جواب ملتا ہے، بالکل جی! قرآن نور ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود قرآن کی عظمت بیان کرتے ہوئے پارہ ۴ سورۃ نساء میں ارشاد فرماتا ہے :۔

وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ۔ "اور ہم نے تمہاری طرف ظاہر نور اتارا۔"

اب ان نام نہاد موحدوں سے پوچھو کہ تمہارے گھر قرآن ہے یا نہیں بلکہ ہر مسلمان کے گھر میں قرآن ہے کہ نہیں ہے، بالکل ہے۔ تو ذرا خدا کی قسم اٹھا کر بتایئے کہ کبھی اندھیری رات میں قرآن سے روشنی نکلی ہے؟ نہیں نکلی، کیوں جی قرآن نور ہے پھر روشنی کیوں نہیں؟ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والے قرآن کو نور مانتے ہو تو خود صاحب قرآن کو نور مانتے ہوئے تمہیں کیا پریشانی ہے۔ ذرا ہوش سے کام لو،

تیسرا جواب :۔ بتاؤ بھی اللہ تعالیٰ نور ہے کہ نہیں؟ ہے ضرور ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود قرآن پاک کے پارہ ۱۸ سورۃ نور میں اپنی نورانیت کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ :۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کا نور ہے۔"

معلوم ہوا اللہ نور ہے۔ اب بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے کہ نہیں؟ ہے اور ضرور ہے خود رب العزت جل جلالہ فرماتا ہے کہ پ ۲۷ سورۃ حدید :۔

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ۔ "اور وہ رب تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو"

یا اللہ تو ہے کہاں؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پ ۲۶ سورۃ ق :۔

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ۔ "ہم ہر آدمی کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔"

ورید وہ رگ ہے جس میں خون جاری ہو کر بدن کے ہر حصے میں جاتا ہے، یہ رگ گردن میں ہے۔ معلوم ہوا خدا نور بھی ہے ہم جہاں کہیں ہوں، ہمارے ساتھ بھی ہے اور ہماری شہ رگوں سے بھی زیادہ قریب ہے تو بتاؤ کبھی اپنے رب کا نور دیکھا ہے؟

نہیں ۔ حالانکہ رب کو تو چاہیئے تھا کہ وہ سورج چاند کو پیدا ہی نہ کرتا کیونکہ خود نور جو ہے ۔ ان کو پیدا کرنے کی ضرورت کیا تھی ۔ اللہ تعالیٰ کا نور ہی کافی تھا ۔ اچھا رب نور ہے لیکن اس کے باوجود جب چاند چھپ جاتا ہے ، اندھیری رات ہو جاتی ہے ۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ چاند چھپ جاتا تو پھر بھی اجالا ہی ہوتا کیونکہ اللہ خود نور والا جو موجود ہے ۔ ۔ اللہ غنی

چوتھا جواب :۔ دیکھو میاں جیسے اللہ نور ہے لیکن نظر نہیں آتا ، فرشتے نور ہیں نظر نہیں آتے ، قرآن نور ہے لیکن روشنی نظر نہیں آتی ۔ کیوں ؟ اسلیئے کہ خدا کا نور دیکھنا ہے تو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم والی نظر پیدا کرو ۔ اگر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو دیکھنا ہے تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اللہ والوں کی نظر پیدا کرو ۔ فرشتوں اور قرآن کے نور کو دیکھنا ہے تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی نظر پیدا کرو پھر خدا کی قسم تمہاری آنکھوں میں سب کچھ چانن ہو جائے گا ــــ الحمد للہ ۔ جناب سیّد محمد ریاض الدین سہروردی نے کیا خوب فرمایا کہ ؎

جن کو دیدار اُن کا میسّر ہُوا وہ رُخ والضحیٰ دیکھتے رہ گئے
اُن کے انوار دل میں اُترتے گئے شانِ بدر الدجیٰ دیکھتے رہ گئے
بے بصیرت تو سمجھے انہیں اک بشر اور حقیقت سے ان کی رہے بے خبر
آنکھ والوں نے دیکھا انہیں جب کبھی کچھ نہ پوچھو کہ کیا دیکھتے رہ گئے

تیسرا اعتراض

اگر حضور علیہ السلام نور تھے تو کھاتے پیتے کیوں تھے ۔ کیا نور بھی کھاتا پیتا ہے ؟ اگر آپ نور تھے تو آپ نے نکاح کیوں کیا ؟ کیا نور بھی نکاح کرتا ہے ؟ اگر آپ نور تھے تو غزوہ اُحد میں آپ کے دندان مبارک کیوں شہید ہوئے ، خون کیوں بہا ؟ کیا نور میں بھی خون ہوتا ہے ؟ اگر آپ نور تھے تو آپ کی اولاد کیوں ہوئی ، کیا نور کی اولاد ہوتی ہے ؟

جواب :۔ محترم سامعین کرام ۔ یہ اعتراض دراصل ایک اعتراض نہیں چار

چار اعتراض ہیں ، انشاء اللہ ان تمام اعتراضات کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں سُنیئے اور اپنے دل کو تسلی دے لیجئے کہ الحمد للہ سچا مسلک اہلسنت بریلوی ہی ہے ۔
میرے دوستو ! یاد رکھو ہم اہلسنّت و جماعت ہیں اور ہم قرآن پاک کو الحمد اللہ کی اَلف سے لیکر والنّاسُ کے سین تک مانتے ہیں ، پڑھتے ہیں اور عمل کرتے ہیں اور ہمارا عقیدہ کسی مفتی کے فتوے ، کسی مجتہد کے قول ، کسی پیر کے ارشاد ، کسی مقرر کی تقریر ، کسی بزرگ کے اقوال سے نہیں بنا بلکہ ہمارا عقیدہ قرآن و سنت کی روشنی میں بنا ہے اور ہم جب بھی اپنے عقیدے کا اظہار کرتے ہیں تو قرآن و حدیث کے دلائل حقّہ سے کرتے ہیں جب آپ نے یہ سمجھ لیا تو یہ بھی سمجھ لیجئے کہ اللہ پاک نے قرآن پاک کے چھٹے پارے میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو نور قرار دیا ہے ، اور سولہویں پارے میں اپنے رسُول کو بشر فرمایا ہے ۔ ان دونوں آیتوں پر ہمارا دل و جان سے ایمان ہے اور ہم مانتے ہیں کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نوری رسُول بھی ہیں اور اللہ پاک کے بے مثل بشر نبی بھی ہیں ۔ اور ہم حضور علیہ السلام کو نور بھی مانتے ہیں بشر بھی مانتے ہیں لیکن بشر ایسے نہیں مانتے جیسے وہابیوں کے سرغنہ مولوی اسماعیل قتیل نے اپنی بدنام زمانہ کتاب "تقویۃ الایمان" صـ۵۶ میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السّلام ہمارے بڑے بھائی ہیں ، ہم چھوٹے ہیں سو اُن کی تعظیم بڑے بھائیوں جیسی کرنی چاہیئے ـــ استغفر اللہ ـ بلکہ ہم کملی والے کو بشریت کو بھی اتنا اعلیٰ و افضل سمجھتے ہیں کہ وہاں جبرئیل جیسے نوری فرشتے کی نورانیت نہیں پہنچ سکتی اور ہمارا وہی عقیدہ ہے جو بابائے روم رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا تھا ۔ مولانا کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں یوں نذرانہ عقیدت پیش کرتے نظر آتے ہیں کہ ؎

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر
بہر حق سوئے غریباں یک نظر

اے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم، آپ وہ مثل بشر ہیں کہ آپ کی بے نظیر بشریت میں ہزاروں جبریل جیسے نوری فرشتے چھپے ہوئے ہیں اے آقا خدا کے لیئے ہم غریبوں کی طرف ایک نگاہِ کرم فرما دیجیئے۔ سبحان اللہ۔ کمال کر دیا مولانا روم نے ایک شعر میں سرکار کی ایسی بشریت کا نقشہ کھینچا کہ خدا یاد آ گیا۔

تو خیر عرض کیا رہا تھا کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ کملی والا نور بھی ہے اور بے مثل بشر بھی حضور علیہ السّلام کی حقیقت نور ہے لیکن بشری لباس پہن کے کائنات میں تشریف لائے جب ہم حضور علیہ السلام کو بے مثل بشر مانتے ہیں تو پھر یہ سارے اعتراض خود بخود ختم ہو گئے کیونکہ جب حضور علیہ السلام بے مثل بشر ہیں تو آپ کھاتے پیتے بھی تھے۔ بحیثیت بشر ہونے کے آپ نے نکاح بھی کیا، بحیثیت بشر ہونے غزوہ اُحد میں آپ کا خونِ مقدس بھی نکلا بحیثیت بشر ہونے کے آپ کی بیٹیاں بیٹے بھی ہوئے۔ بحیثیت بشر ہونے کے لیکن آیئے اب دوسری طرف بھی چلیئے اور یہ بھی دیکھیئے کہ نور بھی کھاتا ہے کہ نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ طاقت دے تو نور بھی اس کی قوّت و عطا سے کھا سکتا ہے۔ اس کی عطاء سے نکاح بھی کر سکتا ہے خون آ سکتا ہے، اولاد ہو سکتی ہے ـــــ وہ کیسے؟ تو سُنیئے! آپ پہلے سُن چکے ہیں کہ تمام فرشتے نوری ہیں اللہ پاک نے ان کو نور سے پیدا فرمایا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانا چاہا تو اللہ پاک نے فرشتوں سے فرمایا، میرے فرشتو! مَیں زمین میں اپنا ایک نائب اپنا ایک خلیفہ اپنا ایک رسُول بھیجنا چاہتا ہُوں۔ تو فرشتوں نے عرض کی کہ اے ربِ لم یزل کیا ضرورت ہے اپنا خلیفہ بنانے کی۔ اگر تو نے اپنا خلیفہ بنایا تو وہ زمین پر خون ریزیاں کرے گا، فساد کرے گا۔ لہٰذا کوئی ضرورت نہیں باقی رہی تیری حمد و ثنا، تیری پاکی و شان وہ رات، دن، صبح و شام ہر وقت، ہر گھڑی ہم بیان کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ اللہ عزّوجلّ نے فرمایا۔ میرے فرشتو! جو کچھ مَیں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ فرشتوں نے ربِ کائنات کی یہ بات سُنی تو خاموش ہو گئے۔ جب اللہ پاک نے حضرت آدم

علیہ السلام کو تاجِ نبوت پہنا کر اس زمین پر بھیجا آپ کی اولاد ہوئی اور انہوں نے سرکشی اور خدا کی نافرمانی شروع کی تو تمام فرشتے ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ ہم نہ کہتے تھے کہ یہ سرکشی کریں گے، نافرمانی کریں گے، فتنہ و فساد میں مبتلاء ہو جائیں گے۔ اگر ہم اولاد آدم علیہ السلام کی جگہ ہوتے تو کبھی اللہ پاک کی نافرمانی نہ کرتے، کبھی خدا پاک کے حکم کے خلاف قدم نہ اٹھاتے۔ اللہ پاک اپنے فرشتوں کی یہ باتیں سُنکر فرمانے لگے۔ اچھا تم کو بھی ہم دیکھ لیتے ہیں کہ تم میرے کتنے وفادار ہو۔ اچھا ایسے کرو کہ اپنے تمام ساتھیوں میں سے دو فرشتے پسند کر لو کہ میں انہیں انسانی لباس اور نفسانی خواہشات کے ساتھ زمین پر بھیج دیتا ہوں اور پھر تم بھی دیکھنا اور میں بھی دیکھوں گا اور میں تو دیکھ رہا ہوں۔ تمام فرشتوں نے میٹنگ کی کہ کون سے وہ دو فرشتے تیار کئے جائیں تو فرشتوں کی نظر اپنے سے بڑھکر زاہد و عابد، متقی و پرہیزگار دو فرشتوں پر پڑی جو جنت کے ایک کونے میں بیٹھے رب کی عبادت میں مشغول تھے۔ نام ان کا تھا ہاروت اور ماروت اللہ اللہ! ان دو نوری فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے نفسانی خواہشات کے ساتھ زمین بھیجنے کا ارادہ کیا۔ زمین پر آنے سے پہلے ہاروت و ماروت دونوں کو اللہ پاک کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ اے ہاروت و ماروت! عرض کی۔ جی ربِ جلیل فرمایا دیکھو میں آدم علیہ السلام کی اولاد کو تو نبیوں کے ذریعے اپنی معرفت کے احکام بھیجتا ہوں لیکن تم ہو میرے فرشتے میں تم سے بلا واسطہ خود کہہ رہا ہوں کہ جب زمین پر جانا میرے احکام کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ میرا شریک نہ بنانا۔ شراب نہ پینا۔ زنا نہ کرنا۔ قتل و غارت گری نہ کرنا۔ جھوٹ نہ بولنا۔ غرضیکہ ہر وہ کام جو میری رضا کے خلاف ہو ہرگز نہ کرنا۔ دونوں عابد فرشتوں نے عرض کی مولا ہماری کیا مجال ہے جو ہم تیرے حکم کے خلاف قدم اٹھائیں اللہ پاک نے فرمایا بس یہی تھیں باتیں جو میں تمہیں کہنا چاہتا تھا۔ سو کہہ دیں اچھا اب زمین پر جاؤ اور میری عبادت کرو، لوگوں میں عدل و انصاف سے فیصلے کرو۔

دونوں فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے عراق کے شہر بابل جس کو اب کوفہ کہتے ہیں وہاں اُترے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:-

هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ كَانَا مَلَكَيْنِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَاهْبِطَا لِيَحْكُمَا بَيْنَ النَّاسِ ۔

"ہاروت اور ماروت دو فرشتے تھے فرشتوں میں سے پھر اللہ کے حکم سے دونوں اتارے گئے کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔"

دونوں فرشتے لوگوں میں عدل وانصاف سے فیصلے کرتے رہے۔ لوگوں میں ان کا خوب چرچا ہوا کہ بڑے منصف مزاج یہ دونوں بزرگ ہیں، مجال ہے کسی کے ساتھ ناانصافی کریں آخرکار ایک مہینے کے بعد ملک فارس کی ایک بڑی حسین وجمیل عورت جس کا نام بیدبخت تھا اور لقب زہرا تھا اپنے خاوند کے خلاف مقدمہ دائر کیا کہ میرے ساتھ انصاف کیا جائے۔ وہ تو آئی مقدمہ کرانے لیکن ہاروت وماروت اس کے حُسن کے مقدمہ کا شکار ہو گئے۔ فرشتوں نے اس سے کہا کہ فیصلہ بعد میں ہوگا آ پہلے ہم دونوں کے ساتھ ہمبستری کرلے۔ بیدبخت نے کہا کہ بزرگو یہ نہیں ہو سکتا۔ تم ہو مسلمان میں ہوں بت پرست تم ہو خدا کے پجاری، میں ہوں بتوں کی پجاری۔ پھر میرا خاوند بڑا غیرت مند، یہ ہو نہیں سکتا۔ ہاں پہلے میرے خاوند کو قتل کرو، میرے بتوں کو سجدہ کرو، میرے ہاتھوں سے شراب کے جام پیئو پھر میں تمہاری، تم میرے۔

فرشتوں نے کہا کہ بی بی یہ نہیں ہو سکتا۔ تو زہرا نے کہا کہ پھر یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ جو تم کہتے ہو۔ وہ چلی گئی لیکن فرشتوں کے دلوں میں زہرا کا عشق بھی بجلی بن کر چمک رہا تھا۔ انہوں نے زہرا کے گھر پیغام بھیجا کہ ہم تمہارے گھر آنا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا مرحبا! حضور تشریف لائیے۔ بڑی بن سنور کے بیٹھی ادھر وہ فرشتے آئے، انہوں نے پھر وہی کہا کہ آؤ ہم سے جماع کرلو لیکن زہرا نے کہا کہ نہیں، میں نے جو شرطیں رکھیں ہیں پہلے وہ پوری کرو اگر ساری نہیں کر سکتے تو کم از کم ایک تو کردو۔ انہوں نے کہا چلو لاؤ شراب

ہم وہ پی لیتے ہیں۔ زہرہ نے دو جام شراب کے دیئے وہ پی کر بے ہوش ہو گئے۔ بت کو سجدہ بھی کر لیا، زنا بھی کر لیا اور اس کے آدمی کو بھی قتل کر دیا ——— استغفر اللہ!

علامہ خازن رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ:—

فَشَرِبَا فَلَمَّا اِنْتَشَیَا وَقَعَا بِالْمَرْأَةِ فَزَنَیَا بِهَا فَرَاٰهُمَا اِنْسَانٌ فَقَتَلَاهُ۔

"پس دونوں نے شراب پی بیہوش ہو گئے پھر انہوں نے بدبخت عورت سے زنا کیا پھر انہوں نے اس آدمی کو قتل کیا جو انکو دیکھ رہا تھا (یعنی خاوند)"

(تفسیر خازن جلد ا ص۷۷ تفسیر ابن کثیر جلد ا ص۱۴۰ تفسیر روح البیان جلد ا ص۴۲۹ تفسیر عزیزی دوم ص۴۵۱ تفسیر نعیمی پ ا ص۵۶۶)

محترم سامعینِ کرام! اس روایت سے قرآن پاک کی تفاسیر سے پتہ چلا کہ فرشتے نور ہیں لیکن جب انسانی لباس میں آئے تو انہوں نے عام انسانوں کی طرح کام کرنے شروع کر دیئے کھانا پینا چلنا ہمبستری کرنا۔ میرے دوستو وہ ربِ کائنات جو اپنے نوری فرشتوں کو اتنی طاقت دے سکتا ہے کہ وہ انسانی لباس پہن کر دنیا میں آئیں اور پھر کھائیں پئیں تو کیا وہ خدا اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو نوری لباس میں بھیج کر کھلا پلا نہیں سکتا۔ کھلا سکتا ہے، پلا سکتا ہے۔ حضور علیہ السلام کی نورانیت کا انکار، دراصل خدا کی قدرت بے مثال کا انکار ہے۔ اللہ تعالٰی سمجھ عطا فرمائے ——— آمین

اچھا صاحب اب دوسرے اعتراض کی طرف چلیئے کہ حضور علیہ السلام نور تھے تو خاکی عورتوں سے نکاح کیوں کیا؟ کیا نوری خاکی کا نکاح ہو سکتا ہے؟ ضرور ہو سکتا ہے۔ وہ کیسے؟ تو سنیئے دیکھو میاں جب قیامت کا دن ہوگا اللہ پاک اپنی تمام مخلوق کا حساب لے گا۔ دوزخی، دوزخ میں جائیں گے۔ جنتی، جنت میں جائیں گے تو جنت میں اللہ تبارک و تعالٰی ہر مومن کو جنتی حوریں عطا فرمائے گا ہر جنتی کو ۲ ے حوریں نوری ملیں گی جن سے جنتی جوان نکاح کرے گا۔ مہ نہیں کہتا

بلکہ خود رب العالمین قرآن مجید فرقان حمید کے پارہ ۱ سورۂ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَهُمْ فِيهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيهَا خَالِدُوْنَ۔ "اور جنت میں مومنوں کو پاک صاف بیویاں ملیں گی اور جنتی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت میں رہیں گے۔"

یا اللہ! وہ حوریں کیسی ہوں گی، تو اللہ تعالیٰ اُن حوروں کی حفاظت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ:۔

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ (پ ۲۷ رحمٰن) "اور جنتیوں کو حوریں پردہ نشین ملیں گی۔"

ایک اور مقام پر رب کائنات فرماتا ہے کہ:۔

وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ۔ (پ ۲۵ سورۂ دخان آیت ۵۴) "ہم جنت میں جنتیوں کا نکاح بڑی خوبصورت حوروں سے کریں گے۔"

اللہ اللہ! معلوم ہوا کہ ہم جیسے نکمے آدمی بھی جنت میں چلے گئے تو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ بھی جنتی نوری حوروں کا نکاح فرمائے گا۔ اگر خاکی نوری نکاح جائز نہیں تو جنت میں یہ لوگ کیا کریں گے۔ پر یار و قصور ان کا نہیں کیوں؟ کہ انہوں نے تو جنت میں جانا ہی نہیں، جانا تو در کنار جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھیں گے تو پھر یہ سچے ہیں۔ یہ اعتراضات جو کرتے ہیں بالکل صحیح کرتے ہیں، اللہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت نصیب فرمائے۔ معلوم ہوا نوری خاکی کا نکاح ہو سکتا ہے ـــــ اچھا جی آگے چلئے۔ کیا غزوہ اُحد میں کملی والے کے دانت مبارک شہید نہیں ہوئے؟ ہوئے ہیں، خون نہیں نکلا؟ ضرور نکلا! تو دُھائی خدا کی یہ بریلوی کتنے بدعتی ہیں کہ نور کا خون ثابت کرتے ہیں ـــــ اللہ غنی۔

تو دوستو ان عقل کے اندھوں کو کیا پتہ یہ بھی خدا کی قدرت ہے۔ کیسے؟ تو سُنئیے

مسلم شریف جلد ۲ صہ ۲۶۷ - جب اللہ تعالیٰ کے لاڈلے نبی حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا عزرائیل۔ عرض کی یا رب جلیل۔ فرمایا میرے کلیم علیہ السلام کی وفات کا ٹائم ہوگیا ہے جاؤ میرے حکم سے کلیم علیہ السلام کی رُوح قبض کرکے میرے پاس لے آؤ۔ صحیح مسلم شریف میں کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان آج بھی موجود ہے۔ آپ فرماتے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام انسانی لباس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس رُوح لینے آئے۔ (کیونکہ آپ اور آپ سے پہلے ہر آدمی کی روح ملک الموت انسانی شکل میں جاکر قبض کرتا تھا، اسی قانون کے مطابق عزرائیل علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی گئے) اب حدیث شریف کے الفاظ سُنیئے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَآءَ مَلَکُ الْمَوْتِ اِلٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ لَہٗ اَجِبْ رَبَّکَ -

"کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کی کہ اپنے رب کے حکم کو قبول کیجیے۔"

یعنی آپ کے وصال کا وقت قریب آگیا ہے، آپ اپنی جان میرے حوالے کر دیجیے یہ میرا نہیں آپ کے رب کا حکم ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جلالی پیغمبر تھے جب وفات کا نام سنا جلال میں آگئے۔ پھر کیا ہوا؟

قَالَ فَلَطَمَ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ عَیْنَ مَلَکِ الْمَوْتِ فَفَقَأَھَا

"نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے عزرائیل علیہ السلام کے منہ پر طمانچہ مارا جس سے ملک الموت کی آنکھ نکل گئی۔"

پھر کیا ہوا: — قَالَ فَرَجَعَ الْمَلَکُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی فَقَالَ اِنَّکَ اَرْسَلْتَنِیْ

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ملک الموت آنکھ نکلوا کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر

اِلٰی عَبۡدٍ لَّكَ لَا یُرِیۡدُ الۡمَوۡتَ وَقَدۡ فَقَاَ عَیۡنِیۡ ۔ ہوا (گویا اللہ نے پوچھا۔ عزرائیل۔ جا رب جلیل فرمایا کلیم اللہ کی جان لے آیا ہے تو عزرائیل نے عرض کی ہوگی۔ مولا میں اپنی شکل سے بچا آیا ہوں تو کس کی بات کرتا ہے) پھر دربار خداوندی میں عرض کی یا اللہ آج تو نے مجھے اپنے ایسے بندے کی جانب بھیجا ہے جو موت کا ارادہ ہی نہیں رکھتا اور دیکھ اس نے تھپڑ مار کر کے میری آنکھ نکال دی ہے (تو گویا اللہ نے فرمایا ہوگا اے عزرائیل گھبرا نہیں یہ جان دینے والا کوئی عام انسان نہیں تھا میرا کلیم تھا۔ اگر اس نے تیری آنکھ نکال دی ہے تو میں جو تیرا پروردگار ہوں میں تمہیں آنکھ دیئے دیتا ہوں۔

قَالَ فَرَدَّ اللّٰہُ اِلَیۡہِ عَیۡنَہٗ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ پاک نے عزرائیل علیہ السّلام کو دوبارہ آنکھ عطا فرما دی۔

سامعینِ کرام! فرشتے نوری ہیں؟ ہیں، عزرائیل فرشتہ نوری ہے؟ ہے اگر عزرائیل علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام تھپڑ ماریں اور اس نوری کی آنکھ نکل جائے تو وہ پھر بھی نور اور تم ان کو نوری مانو، تو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوہ احد میں خون مبارک نکلا تو تم فوراً بشر بشر کی رٹ لگاؤ۔ کچھ حیاء کرو مصطفیٰ علیہ السّلام کے اُمتی بنو اور سوچو تم کیا کہہ رہے ہو۔ اللہ اکبر!

اچھا صاحب آگے چلئے کیا نوری کی اولاد بھی ہوتی ہے؟ جی ہاں! اگر اللہ تعالےٰ چاہے تو یہ بھی ہو سکتا ہے۔ وہ کیسے؟ تو سُنیئے جب قیامت کو میدانِ حشر لگے گا، جنتی جنّت میں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر جنّتی کو بہتر بہتّر (۷۲،۷۲) نوری حوریں عطا فرمائے گا اور جنتی اپنی جنتی حوروں سے جماع کرے گا تو اس کے دِل میں اولاد کی خواہش پیدا ہوگی کہ کاش اِن حوروں کے پیٹ سے کوئی اللہ تعالیٰ اولاد عطا کرتا تو اللہ تعالیٰ اس جنّتی کی فوراً خواہش پوری فرمائے گا۔ آیئے اس بات کو اپنے پیارے نبی پاک صلّی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے سنتے ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ خُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ اِذَا اشْتَھَی الْوَلَدَ

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ جو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مومن جنت میں چلا جائیگا تو جنت میں بھی اس کے دل میں اولاد کی خواہش پیدا ہوگی کہ کاش اللہ تعالٰی مجھے اولاد عطا فرماتا جب وہ یہ خواہش کرے گا تو کیا ہوگا کہ:۔

کَانَ حَمْلُہٗ وَوَضْعُہٗ وَسِنُّہٗ فِیْ سَاعَۃٍ کَمَا اشْتَھٰی

"تو اسی وقت اس نوری بیوی کو حمل ہوگا اور اللہ اسکو بچہ بھی عطا کرے گا جس کی وہ خواہش کرے گا اور فوراً اس کی عمر بھی بڑی ہو جائے گی۔"

(ابن ماجہ شریف صـ۳۳۲، دارمی شریف صـ۳۸۲)

بتائیے صاحب اگر اللہ تعالٰی جنت کی حوروں کو اور جنتی آدمی کو اس کی خواہش کے مطابق لڑکے لڑکیاں عطا فرما سکتا ہے تو کیا اپنے نوری محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جنتی بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے بطن پاک سے لڑکے لڑکیاں نہیں عطا فرما سکتا۔ یار کچھ ہوش کرو، دینے والا رب لینے والا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم۔ نور بنانے والا رب العالمین، نور بننے والا رحمۃ للعالمین، تو تمہیں کیا تکلیف ہے۔ الحمدللہ تمام اعتراضوں کا جواب عرض کر دیا گیا۔

چوتھا اعتراض

حضور علیہ السلام نور نہیں بلکہ ہم جیسے بشر ہیں اللہ تعالٰی خود قرآن مجید فرقان حمید کے پارہ ۱۶ سورۃ کہف میں فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ

"اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ میں تم جیسا بشر ہوں"۔۔۔۔ جب حضور علیہ السلام بشر ہوئے تو نور نہ ہوئے،

کیونکہ نورانیت اور بشریت جمع نہیں ہو سکتی؟ نیز کیا نوری انسان، لباس بشریت میں آ سکتا ہے؟ اگر آسکتا ہے تو ایمانداری اور قرآن وحدیث کی روشنی سے ثابت کریں؟

جواب :۔ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نور بھی ہیں بشر بھی، یعنی نوری بشر اب نور بشری لباس میں کیسے آسکتا ہے تو اس کے متعلق سنیئے! جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدرت کا ایک کرشمہ دکھانے کے لیئے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کرنا چاہا تو ربّ کائنات نے فرمایا جبرئیل ۔ عرض کی جی مولائے جلیل ۔ فرمایا میں مریم بنت عمران کو بغیر باپ کے بیٹا دینا چاہتا ہوں ۔ عرض کی مولا کیوں؟ فرمایا اسلئے کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ میں سبات پر بھی قادر ہوں کہ بغیر باپ کے بھی فرزند عورت کو عطا کر سکتا ہوں ۔ عرض کی مولا میرے لیئے کیا حکم ہے ۔ فرمایا تو مریم کے پاس بشری لباس میں جا اور اس کے گریبان میں پھونک مار آ، آگے میں جانوں میرا کام ۔ سیدنا جبرئیل علیہ السلام، ربّ لم یزل کے حکم پر، بی بی مریم کے پاس اسی وقت تشریف لائے، آپ اس وقت غسل کرنے کے بعد کپڑے پہن کر ابھی غسل خانہ میں تھیں ۔

اب آیئے اللہ کا قرآن سنیئے پارہ ۱۶ سورۃ مریم ۔ آیت ۱۷ :۔

فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۔	"پس ہم نے جبرئیل علیہ السلام کو مریم کے پاس مکمل بشری کی صورت میں بھیجا"

مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف ص۱۱ مکی والے کے عظیم صحابی خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ :۔

قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ	ایک دن ہم صحابہ کرام، رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک آدمی آیا اسکے بہت ہی سفید کپڑے تھے اور بہت ہی سیاہ بال تھے وہ دو زانو ہو کر

بڑے ادب کے ساتھ حضور علیہ السّلام کے پاس بیٹھ گیا۔ ہم میں سے اس آنے والے کو کوئی بھی نہیں پہچانتا تھا، اس نے کملی والے آقا رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے چند ضروری مسائل پوچھے۔ حضور علیہ السلام نے ان کا جواب دیا۔

قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا فاروق اعظم فرماتے ہیں کہ پھر وہ سائل چلا گیا۔" میں کچھ دیر ٹھہرا رہا۔ پھر کملی والے نے فرمایا:۔

ثُمَّ قَالَ لِيْ يَا عُمَرُ اَتَدْرِيْ "اے عمر جانتے ہو یہ سوال کرنے والا کون تھا مَنِ السَّائِلُ قُلْتُ اَللّٰهُ اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اُس کا رسول جانتے ہے۔"

قَالَ فَاِنَّهٗ جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حضرت جبرئیل تھے جو تمہیں دین سکھانے آئے تھے۔"

جب حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی نافرمانی حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو تباہ و برباد کرنے کے لیئے بارہ فرشتوں کو انسانی لباس میں پہلے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے پاس بھیجا، پھر وہ قوم لوط کو تباہ و برباد کرنے کے لیئے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس گئے۔ ان بارہ فرشتوں میں جبرئیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام و عزرائیل علیہ السلام بھی تھے۔ چنانچہ قرآن پارہ ۲۶ سورہ ذاریات آیات ۲۴ تا ۳۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ۔ "اللہ تعالیٰ اپنے محبوب علیہ السّلام کو ان ابراہیم علیہ السّلام کے پاس آنے والے فرشتوں کی خبر دیتا ہے کہ اے محبوب کیا آپ کے پاس ابراہیم علیہ السّلام کے معزز مہمانوں کی خبر آئی ہے جب وہ اس کے پاس آکر بولے سلام کہا سلام ناشناس لوگ ہیں۔"

مسلم شریف جلد ۲ صـ ۲۵۲ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کملی والے صلی اللہ

علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی فرماتے ہیں کہ غزوۂ احد میں جب کفار کے ساتھ لڑائی شروع ہوئی میں نے دیکھا: —

لَقَدْ رَأَيْتُ يَوْمَ أُحُدٍ عَنْ يَمِيْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَعَنْ يَسَارِهِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيْضٌ يُقَاتِلَانِ۔

"کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں دو آدمی دیکھے جو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے۔

جنگ کے بعد میں نے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دو آدمیوں کے بارے میں پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی کے دوران دو آدمی بڑے پیارے چہرے سفید کپڑے پہنے آپ کے دائیں بائیں لڑ رہے تھے وہ کون تھے۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے سعد ان میں سے ایک جبرئیل تھا اور دوسرا میکائیل تھا۔ اللہ اللہ۔

میرے دوستو! ان آیات کریمہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ فرشتے جو کہ نور ہیں بشری لباس میں کئی مرتبہ دنیا میں تشریف لاتے رہے ہیں۔ یہ بھی مانتے ہیں لیکن افسوس ان کو تو انہوں نے کبھی بشر یا اپنا بڑا بھائی یا اپنے جیسا انسان نہیں کہا، جب بھی یہ اٹھتے ہیں کملی والے کی ذات کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ حیرت ہے تم برائے نام کے موحدو! اگر جبرئیل بشری لباس میں زمین پر آئے تو اس کی نورانیت میں کوئی فرق نہیں آسکتا تو اگر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے نور کو چھپا کر حضرت آمنہ کی آغوش میں بھیج دے تو اس کے نور میں بھی فرق نہیں آسکتا۔

پانچواں اعتراض

حضور علیہ السلام کو نور کہنا حضور علیہ السلام کی بے ادبی ہے بلکہ حضور علیہ السلام کی عزت اور عظمت اسی میں ہے کہ آپ خاک سے ہوں؟ کیونکہ خاک نور سے افضل ہے، یہی وجہ ہے کہ فرشتے سراپا نور ہیں۔ انہوں نے ہمارے بابا آدم علیہ السلام جو سراپا بشر تھے ان کو سجدہ کیا۔ حضور علیہ السلام کو نور ماننا گویا آپ کی توہین ہے کیونکہ نور ساجد خاک مسجود۔ بریلویو کچھ ہوش کرو۔

اس کا جواب کیا دو گے؟ ۔

جواب :۔ میرے دوستو یاد رکھو آدم علیہ السلام کی خدمت میں جو فرشتوں نے سجدہ کیا تھا وہ جسم آدم علیہ السلام کو نہیں تھا، بلکہ اس نورانی روح پاک کو تھا جو خود اللہ پاک نے خود آدم علیہ السلام کے جسم شریف میں ڈالی تھی، آئیے قرآن شریف کا مطالعہ کریں۔ پارہ ۱۴ سورہ حجر اللہ تعالیٰ اپنے نورانی فرشتوں سے فرماتا ہے کہ :۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۔

"اے میرے فرشتو! جب میں ان کو درست کردوں اور ان میں اپنی نوری روح پھونک دوں تب تم ان کے لیئے سجدہ کرنا ۔"

محترم سامعین! معلوم ہوا کہ سجدہ آدم علیہ السلام کے جسم کو نہیں تھا بلکہ روحِ آدم علیہ السلام کو تھا اگر آدم علیہ السلام کے جسم کو سجدہ کرنا مقصود ہوتا تو روح پھونکنے سے چالیس (۴۰) سال پہلے آدم علیہ السلام کا جسمِ پاک تیار ہو چکا تھا۔ اللہ پاک پہلے ہی سجدہ کرا لیتا لیکن نہیں بلکہ نورانی روح پھونکنے کے بعد کرایا تھا کہ پتہ چل جائے کہ یہ سجدہ خاک کو نہیں تھا بلکہ نوری روح کو تھا جو اللہ پاک نے بابا آدم علیہ السلام کے جسم شریف میں پھونکی تھی۔

اس مقام پر فخر انسانیت علامہ زماں حضرت علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑی پیاری بات فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں کہ :۔

اِنَّ الْمَلٰئِكَةَ اُمِرُوْا بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ لِاَجْلِ اَنَّ نُوْرَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِیْ جَبْهَةِ اٰدَمَ (تفسیر کبیر ص ۲۱۵ ج ۲)

کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم جو فرشتوں کو دیا گیا تھا وہ اسلیئے تھا کہ بابا آدم علیہ السلام کی پیشانی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک تھا۔

اللہ اکبر!

اعلیٰ حضرت جھوم اٹھے اور فرمایا کہ ؎

تیرے آگے خاک پر جھکتا ہے ماتھا نور کا

نور نے پایا ترے سجدے سے ماتھا نور کا
تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

معلوم ہوا کہ سجدہ نور کو تھا، اللہ پاک کی نوری رُوح اور اللہ پاک کے محبوب کے نور کو۔ سناؤ بھئی نام نہاد موحدو! بات سمجھ آئی کہ اگلی بھی گئی۔

چھٹا اعتراض تم بریلوی کہتے ہو کہ نور کا مقام زیادہ ہے اسلئے تو حضور علیہ السلام کو نور مانتے ہو لیکن ہم موحد، وہابی، دیوبندی، چکڑالوی قادیانی وغیرہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام بشر ہیں، بشر کا مقام نور سے زیادہ ہے کیوں؟ اسلئے کہ جب کملی والے آقا معراج کی رات جبرئیل کے ساتھ خدا کا دیدار کرنے جا رہے تھے تو سدرہ پر جبرئیل جو نوری فرشتہ تھا وہ آگے نہ جا سکا مگر حضور علیہ السلام جو بشر تھے وہ چلے گئے۔ بولو مسلک کس کا سچا؟ بشر والوں کا یا نور والوں کا؟ نوری منہ دیکھتا رہا، بشر رب کا دیدار کرنے عرش سدرہ سے بھی پار چلا گیا۔

جواب:- واہ واہ موحدو! بڑے چکر باز ہو، بڑے چکر دینا جانتے ہو؟ یہ چکر بازیاں تمہاری سادہ عوام پر تو چل سکتی ہیں لیکن کملی والے کے پیچھے پڑھے ہوئے غلاموں پر تو نہیں چل سکتیں، وہ کیسے؟ تو سنو۔ یہ ٹھیک ہے شب معراج کو جبرئیل علیہ السلام سدرہ پر رہ گئے اور مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اوپر چلے گئے۔ لیکن یہ بتاؤ کہ نور ملائکہ جو پیچھے رہ گیا۔ اس کا تمہیں پتہ چل گیا لیکن یہ نہ سوچا کہ مصطفےٰ علیہ السلام جس رب العالمین کے پاس جا رہے تھے، وہ ذات کیا ہے؟ نوری یا بشر؟ بشر کہو تو مُرتد کافر اور بے ایمان کیونکہ خدا البشریت سے پاک ہے، بشریت سے مُبرّا ہے تو بولو خُدا کس چیز سے ہے؟ لازماً کہو گے کہ ربّ کی ذات والا نور ہی نور ہے تو بتاؤ کہ نور بالا ہوا کہ بشر، اگر کہو بشر تو ربّ کی شان تو تم نے یا اپنی جیسی بنا دی۔ اگر کہو کہ نور کی

شان زیادہ تو پھر مصطفےٰ علیہ السلام نوری لباس میں اپنے بنانے والے نوری رب کے پاس گیا، جب رب نور ہوا تو شان بھی نور کی زیادہ ہوئی نہ کہ بشر کی اور اگر حضور علیہ السلام محض بشر ہوتے تو بولو کہ وہ رب کی تجلیات کو برداشت کر سکتے۔ میاں رب کی تجلی نوری تھی نوری تجلی کی شان پوچھنی ہے تو موسیٰ علیہ السلام سے پوچھو۔ رب کے نور کی ہلکی سی تجلی طور پہاڑ پر آئی تو موسیٰ علیہ السلام اس کو برداشت نہ کر سکے، لیکن ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم تو شب معراج کو ایک تجلی نہیں بلکہ پورے نوری رب کی تجلیات دیکھ کر آیا، نوری تجلیات کو بشر نہیں نوری انسان ہی برداشت و دیکھ سکتا ہے۔ معراج کی رات یوں منظر تھا کہ رب نے فرمایا اے میرے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کہ : ؎

تو مجھے دیکھ لے میں تجھے دیکھ لوں دیکھنے کا مزہ آج کی رات ہے

معلوم ہوا نور کا مقام زیادہ ہے اور بشر کا مقام کم ہے۔ الحمد للہ اور پھر فرشتوں کا نور میرے مصطفےٰ علیہ السلام کے نور سے کم ہے، یہی وجہ ہے معراج کی رات کو کم نور والا سدرہ پر رہ گیا، زیادہ نور والا اپنے نوری رب کے پاس چلا گیا۔

میرے دوستو! اتنے واضح دلائل سن لینے کے بعد کسی مسلمان کو یہ حق حاصل نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک میں شک کرے لیکن افسوس سے میں یہ کہوں گا کہ یہ موحد لوگ پھر بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کو نہیں مانیں گے کبھی کہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے، کبھی کہیں گے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، کبھی کہیں گے فلاں راوی کمزور ہے، مطلب یہ کہ سرکار کی نورانیت کے انکار کے لئے کوئی نہ کوئی یہ راہِ فرار نکال لیتے ہیں۔ لیکن مجھے یقین ہے انشاء اللہ ایک مسلمان ان دلائل کو سننے کے بعد ضرور میرے آقا علیہ السلام کے انوار و تجلیات کا قائل ہو جائے گا۔ یاد رکھو میرے بزرگو یہ لوگ کملی والے آقا علیہ السلام کے تو منکر ہیں لیکن جب یہی نام نہاد موحد اپنے دیوبندی علماء کی شان بیان کرتے ہیں تو پھر

ان کو کوئی ہوش نہیں رہے گا کہ ہم اپنے علماء کو کیا کیا کہتے جاتے ہیں ۔ یہ ان کو وہ وہ خطاب دیں گے کہ اگر وہ خطاب اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال کئے جائیں تو ان کے نزدیک وہ شرک، ناجائز اور حرام، بدعت نا جانے کیا کیا ہوگا۔ مثلاً وہ حضور علیہ السلام کو نور مانتے ہیں لیکن یہ کہتے ہیں شرک ہے، غلط ہے بدعت ہے لیکن یہی مولوی اپنے دیوبندی عالم قطب وقت، قطب زمان، دیوبندی علماء کے شیخ الکل مولوی رشید احمد گنگوہی کو کیا کہتے ہیں، سُنیئے پھر خود فیصلہ کیجئے کہ یہ حق سے کتنے دور ہیں۔

رشید احمد مجسمہ نور

دیوبندیوں کے ایک بہت بڑے عالم ہیں، نام ہے ان کا محمود الحسن، لیکن علمائے دیوبند و عاشقان دیوبند انہیں کہتے ہیں شیخ الہند علامہ مولانا محمود الحسن صاحب ۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے القاب دیتے ہیں۔ علامہ فروع و اصول، جامع و منقول وغیرہ تو خیر تو یہی شیخ الہند صاحب اپنے مرشد و اُستاذ مولوی رشید احمد گنگوہی کی وفات پر ایک درد بھرے مرثیہ میں کہیں مولوی رشید گنگوہی کو مُرتی خلائق یعنی ساری کائنات کو پالنے والا لکھا، کہیں یوسف علیہ السلام کا ثانی لکھا ہے۔ کہیں عیسیٰ علیہ السلام کے مرتبے سے بھی بڑھا دیا، کہیں بانیٔ اسلام کا ثانی لکھا، غرضیکہ بڑی بڑی عجیب باتیں لکھیں لیکن میرا چونکہ یہ موضوع نہیں اسلئے میں اشعار پیش نہیں کرتا، انشاء اللہ پھر کسی موقعہ پر عرض کروں گا۔ لیکن میں ایک شعر وہ پیش کرتا ہوں جس میں شیخ الہند صاحب نے اپنے استاد کو واضح نور لکھا ہے سُنیئے مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ ؎

پھیلائے جامۂ فانوس کیوں کر شمع روشن کو

تھی اس نورِ مجسم کے کفن میں وہی عریانی (مرثیہ ص ۱۱)

حضرات! اس شعر کو بار بار پڑھیئے، شیخ الہند کیا فرما گئے، مولوی رشید احمد گنگوہی کے

بارے کہ جس طرح فانوس روشن شمع کی روشنی کو نہیں چھپا سکتا بلکہ فانوس کے باوجود بھی شمع کی روشنی بدستور رہتی ہے، اسی طرح گنگوہی صاحب جو نورِ مجسم تھے ان کا نور بھی کفن کے باوجود بھی روشن اور عریاں تھا۔ بتلیئے صاحب اس شعر اور شیخ الہند صاحب نے گنگوھی صاحب کو صاف نور مان کر لکھا یا ناں؟

حیرت ہے اے فضلائے دیوبند تم پر تمہارے رشید احمد گنگوہی جو کلی والے کے کلمہ گو ہیں، وہ تو ہوں نورِ مجسم لیکن جس کے صدقے اللہ پاک نے ساری کائنات بنائی جکو اللہ تعالیٰ قرآن میں فرمائے کہ میرا حبیب نور ہے اس کے ساتھ تمہیں اتنی دشمنی ہے کہ تم اُسے نور ملنتے ہی نہیں۔ اچھا صاحب آگے چلئے، مولوی رشید احمد گنگوھی کے ایک اور شیدائی ہیں اور بہت بڑے عالم ہیں، الحاج مولانا عاشق الٰہی میرٹھی انہوں نے بھی ایک بہت بڑی کتاب لکھی ہے جسمیں مولوی رشید احمد کے حالات زندگی لکھے ہیں نام ہے اس کتاب کا تذکرۃ الرشید جلد ۱ ص ۳ میں میرٹھی صاحب یوں مولوی رشید احمد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب قدس سرہٗ کا توکل میں صبر و قناعت میں ریاضت و عبادت میں تقویٰ و طہارت میں، مجاہدہ میں، استقامت میں، استغنا میں حُبّ فی اللہ و بغض فی اللہ میں جسطرح کوئی مثل نہیں، اسی طرح تبحرِ علمی میں، وسعتِ نظر میں، تفقہ میں، تحدیث میں، عدالت میں، ثقاہت میں، حفظ و اتقان میں، فہم و فراست میں اور روایت و درایت میں بھی کوئی نظیر نہ تھا، پس بے نظیر شیخ وقت اور بے عدیل قطب زماں کی سوانح لکھتے تو کیا لکھتے، بھلا جس مجسم نور اور سراپا کمال کا عضو عضو اور رُو واں رُو واں ایسا حسین ہو کہ عمر بھر ٹکٹکی باندھکر دیکھنے سے بھی سیری نہ ہو سکے اس کے محاسن کوئی بیان کرے تو کیا بیان کرے ؎

فدا ہو آپ کی کس کس ادا پہ
ادائیں لاکھ اور بے تاب دل ایک

دیکھ رہے ہیں آپ فدایانِ رشید احمد گنگوہی کے عاشق کی کتنی منہ زور قلم ہے کہ نور سے پہلے کہیں رکتی ہی نہیں، اگر ہم یہی کلمہ کملی والے کی ثناء میں جو کہ حقیقت بھی ہے لکھ دیں تو دیوبند کا منہ ہماری طرف ہوگا اور شرک، بدعت، حرام، ناجائز غلط ناجانے کون کون سے گولے برسائے گا۔ یہ تو تھے شیخ الکل علمائے دیوبند، اب آیئے دیوبند کے حکیم الامت کی سیرت پڑھتے ہیں، وہ کیا ہے؟

اشرف علی کا جسم اور نور کے شعلے

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کے ایک مرید تھے مولوی حاجی حکیم محمد مصطفےٰ بجنوری، انہوں نے کافی عرصہ اشرف علی تھانوی صاحب کے ساتھ گزارا اور پھر انہوں نے اپنے پیر کے معمولات بھی لکھے اور پھر ان کو شائع بھی کیا۔ نام رکھا "معمولاتِ اشرفی"، بجنوری صاحب نے اپنی اس تصنیف معمولاتِ اشرفی صـ ۹ پر یوں لکھا ہے کہ:۔

"ایک دفعہ احقر (یعنی بجنوری صاحب خود) حاضرِ خدمت تھا اور حضرت والا مولوی اشرف علی تھانوی صاحب مدرسہ میں ہی حوض سے جنوب کی طرف رات کو سویا کرتے تھے اور احقر کی چارپائی بھی حضرت مولوی اشرف علی صاحب کی چارپائی کے برابر میں ہوتی تھی، جب تہجد کی نماز پڑھتے تو احقر کو محسوس ہوتا کہ ایک نور مثل صبح صادق اوپر اٹھتا تھا اور سفید رنگ کے شعلے حضرت (مولوی اشرف علی صاحب) کے جسم سے بار بار اوپر کو اٹھتے تھے۔

ایک روز احقر کسی ضرورت سے حضرت والا سے بہت دور حوض کے شمال کی طرف سویا، آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہ نور مثل صبح صادق موجود تو ہے مگر مقررہ جگہ سے ہٹا ہوا ہے۔ غور سے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ سہ دری کے اندر ہے، احقر اس کی تحقیق کے لئے اٹھا تو دیکھا کہ آج حضرت والا مولوی اشرف [illegible] صاحب سہ دری کے اندر تہجد پڑھ

رہے ہیں ـــــ کیوں صاحب! مولوی اشرف علی کے جسم سے نور کے شعلے نکلتے تھے نور تھا، نور نکلتا تھا، اگر نہ ہوتا تو کیسے نکلتا، اگر تمہارے مولوی اشرف علی کے جسم سے نور کے شعلے نکل سکتے ہیں حالانکہ وہ خاکی تھے تو میرے آقا سرورِ کونین نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم جو سر کے بالوں سے پیر کے ناخنوں تک نور تھے تو اُن سے کیوں نہیں نور کی ضیائیں نکلتی ہوں گی، اللہ اللہ! پھر یہ خاکی کیا جانیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر کو قدر دانے جانتے ہیں، جناب اعظم چشتی صاحب نے اس مقام پر بڑا اچھا چار مصرعے والا یہ شعر فرمایا کہ ؎

تو نہیں محرم شان نبی دل تے کیوں کرنا ایں اڈے باکی
اُدنوں اپنے در گا آکھیں جہدے خادم نوری خاکی
جس نوں خالق کول بُلا کے دَسّے سارے راز افلاکی
اعظم اوہدے در گا کیہڑا جہدے سر تے تاج لولاکی

دعا کرو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور انوار و تجلیات سمجھنے کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

پانچواں وعظ مبارک

نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام کی پیشانی میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَشَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ وَ رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْنَ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَوْلِیَآءِ اُمَّتِہٖ وَاَھْلِ سُنَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ ۔ اَمَّا بَعْدُہٗ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِیْمٌ ۔ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ۔ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِیْمٌ۔

(پ ۱۱۔ رکوع ۵ آیت ۱۲۸ سورۃ توبہ)

ترجمہ:۔ "البتہ تحقیق آگیا تمہارے پاس ایک عظمت والا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر گراں گزرتا ہے، تمہاری بھلائی کے چاہنے والا اور مومنوں پر رحم کرنے والا اور مہربان ہے۔"

محترم سامعین کرام! اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پاک کا تذکرہ فرمایا ہے، انشاء اللہ فقیر اس مختصر سی محفل میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و تجلیات کیسے حضرت آدم علیہ السلام کے ماتھے میں تشریف لائے اور آیت کریمہ کی مختصری تشریح عرض کرے گا۔ آپ حضرات بڑی محبت وعقیدت کے ساتھ تشریف رکھتے ہوئے سماعت فرمائیں اور دعا کریں کہ رب لم یزل فقیر کو حق بیان کرنے کی اور ہم سب کو سن کر اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ـــ آمین

آیت کی عظمت

آیئے سب سے پہلے اس آیت کریمہ کی عظمت اور شان دیکھیے کہ اس کو پڑھنے والے کی قسمت کا ستارہ کیسے چمکتا ہے۔ بغداد شریف کے اندر ایک مجذوب بزرگ رہتے تھے نام ان کا تھا شیخ شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ، یہ اللہ کے ولی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے غلام لیکن بغداد کے لوگ ان کی عظمت اور فضیلت سے بے خبر تھے۔ یہی وجہ تھی کہ بغداد والے ان کو مجنوں اور دیوانہ کرکے پکارتے تھے، عام آدمی ان کو اپنے پاس بٹھانے تک کے لیئے تیار نہ تھا۔ ایک دن یہی شیخ شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بغداد شریف کے ایک بہت بڑے محدث عالم ولی حضرت ابوبکر بن مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس اس وقت تشریف لائے جب حضرت ابوبکر بن مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے شاگردوں کو نبی پاک

صلی اللہ علیہ وسلم کو احادیث پاک کا درس دے رہے تھے، بڑے پیارے پیارے مسائل
شاگردوں کو احادیث کریمہ سے استنباط کر کے سنا رہے تھے، یہ ایسا وقت تھا کہ اگر ایسے
وقت میں بغداد شریف کا گورنر یا وزیر اعلیٰ بھی حضرت ابو بکر بن مجاہد سے ملنے آتا تو حضرت
اسکو بھی نہیں ملتے تھے، لیکن حضرت ابو بکر مجاہد کے شاگردوں نے کیا منظر دیکھا کہ جونہی حضرت
شیخ شبلی، حضرت ابو بکر مجاہد کے پاس تشریف لائے تو حضرت ابو بکر بن مجاہد رحمۃ اللہ
علیہ، حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعظیم کے لیئے درس حدیث چھوڑ کر استقبال
کے لئے کھڑے ہو گئے اور شیخ شبلی کو گلے سے لگایا اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا
اور پھر اپنے پاس اپنی مسند پر بٹھایا، جب تک شیخ شبلی حضرت ابو بکر کے پاس بیٹھے
رہے تو حضرت ابو بکر انہی کے ساتھ مصروف گفتگو رہے۔ حضرت ابو بکر کے تمام شاگرد بڑے
ہی حیران ہوئے کہ اس دیوانے شبلی کا عجیب مقام ہے کہ ہمارے استاد محدث اعظم حضرت
ابو بکر جن کے استقبال کے لیئے کھڑے ہو گئے ہیں۔ میاں یہ ہمارے اُستاد وہ عظیم ہستی
ہے کہ بڑے بڑے وزیروں کو حضرت اس عزت سے نہیں نوازتے جو انہوں نے شبلی
مجذوب کو حضرت ابو بکر نے عزت دی ہے۔ جب حضرت شبلی چلے گئے تو آپ نے درس
حدیث دوبارہ شروع کیا تو شاگردوں نے عرض کی کہ یا حضرت ہمیں درسِ حدیث بعد میں
دینا پہلے ایک بات تو بتایئے۔

حضرت ابو بکر نے اپنے شاگردوں سے فرمایا۔ کونسی؟ عرض کیا یا حضرت یہ وہ شخص
ہے جس کو تمام بغداد والے مجذوب کہتے ہیں، دیوانہ کہتے ہیں۔ اس کو ملنا تو درکنار
شیخ کو اپنے پاس بٹھانے کو کوئی تیار نہیں، لیکن آپ ہیں کہ آپ نے درس حدیث چھوڑ
کر اس مجذوب کو اپنے گلے سے لگایا، آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا پھر اپنی مسند پر بٹھایا
استاد جی ہمیں اس راز کی خبر نہیں ہوئی۔ آخر آپ نے ان کو اس قدر کیوں عزت دی
تو حضرت سیدنا ابو بکر بن مجاھد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا

کہ اے میرے عزیز شاگردو! میں نے شبلی کے ساتھ وہی سلوک کیا ہے جو رات کو میں نے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو شبلی کے ساتھ کرتے دیکھا۔

شاگرد اور حیران ہو گئے۔ عرض کی، اُستاد جی! بات کھول کر بیان کیجئے!

حضرت ابوبکر نے فرمایا۔ میرے شاگردو! رات کا ٹائم تھا، میں نوافل پڑھ کر سویا، میری ظاہری آنکھیں سو گئیں لیکن دل کی آنکھیں بیدار ہو گئیں۔ میں نے عالم خواب میں کیا دیکھا کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار پُرانوار لگا ہوا ہے، صحابہ کرام اولیاء اللہ کا ایک جم غفیر موجود ہے۔ میں نے سرکار کی قدم بوسی کی اور اسی صحابہ کرام اور اولیاء اللہ کے جھرمٹ میں بیٹھ گیا، لوگ طرح طرح کے آتے رہے اور دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھتے رہے، اچانک میں نے دیکھا یہی شیخ شبلی بھی کملی والے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار پاک میں حاضر ہوا، قدم بوسی کی، کملی والے نے کھڑے ہو کر شبلی کا استقبال کیا اور سینے سے لگایا، آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور اپنے پاس بٹھایا۔ میں نے بھی تمہاری طرح حیران ہو کر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ وسلم اس کی کیا وجہ ہے؟ تو کملی والی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَفْعَلُ هٰذَا بِالشِّبْلِىِّ ؟	"کہ آپ نے شبلی کے ساتھ یہ سلوک کیوں فرمایا؟"

یہ عزت، یہ مقام اس کو کیوں دیا، آخر اس کی کیا وجہ ہے۔ تو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

فَقَالَ هٰذَا يَقْرَءُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ اِلٰى اٰخِرِهٖ السُّوْرَةِ۔ وَيَقُوْلُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ	اے ابوبکر میں نے شبلی سے یہ شفقت، یہ پیار، یہ محبت، یہ لاڈ اسلئے کیا ہے کہ یہ ہر نماز کے بعد یہ آیت کریمہ تلاوت کرتا ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ،

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ ۔ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ الرَّحِيْمٌ ٥ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ٥ اور پھر تین مرتبہ یہ الفاظ کہتا ہے صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ

راوی حضرت ابوبکر محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے چند دنوں کے بعد شیخ شبلی سے ملا تو میں نے حضرت ابوبکر بن مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ساری بات بتا کر پوچھا کہ یہ سچ ہے۔ تو شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اے محمد بن عمر واقعی حضرت ابوبکر سچ فرماتے ہیں۔ (جلاء الافہام صفحہ ۲۴۲ نزہۃ المجالس دوم صفحہ ۱۸۵ معارج النبوت اول صفحہ ۴۳)

ایک اور روایت میں یوں آیا ہے کہ جب شیخ شبلی، حضرت ابوبکر بن مجاہد کے پاس تشریف لائے تو حضرت ابوبکر نے شیخ شبلی کا کھڑے ہو کر استقبال کیا، گلے لگایا آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تو آپ کے تمام شاگرد بڑے حیران ہوئے اور ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ حیران کن بات ہے، ایسے وقت میں اگر بغداد شریف کا وزیر اعلیٰ علی بن عیسیٰ بھی آتا تو آپ اُس کا بھی استقبال نہ کرتے۔ ہمیں پڑھا کر بات بھی کرنا ہوتی تو کرتے، لیکن یہ شبلی اللہ اللہ، اتنی شان والا ہے کہ آج ہمارے استاذ مکرم تعظیم کے لیئے کھڑے ہو گئے۔ شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چلے جانے کے بعد شاگردوں نے عرض کی۔ آج آپ نے دوران سبق ایک مجذوب کا کھڑے ہو کر استقبال کیا ہے حالانکہ یہ وہ عالم ہے کہ کوئی وزیر اعلےٰ بھی آجائے تو آپ اسکے استقبال کے لیئے کھڑے نہ ہوتے، اس کی کیا وجہ ہے؟

تو حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ میرے عزیز شاگردو۔ میں نے اس ہستی کا کھڑے ہو کر استقبال کیا ہے، جس استقبال کرنے کا حکم خود کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا۔ شاگردوں نے عرض کی حضور بات سمجھ نہیں آئی۔ فرمایا میں رات کو وظائف

سے فارغ ہو کر اپنے بستر پر جونہی لیٹا، میری آنکھ لگی تو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدارِ پُرانوار ہو گیا۔ میں نے قدم بوسی کی، سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر! میں نے عرض کی جی میرے آقا، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل تو اپنے شاگردوں کو درس پڑھا رہا ہو گا، دورانِ سبق تمہارے پاس میرا ایک جنتی اُمتی آئے گا، نام اس کا ہو گا شبلی۔ جب تمہارے پاس آئے تو اُٹھ کر اس کا استقبال کرنا، اس کی تعظیم کرنا۔ اے میرے شاگردو! میں نے اسلئے کھڑے ہو کر اسکا استقبال کیا ہے۔ حضرت ابوبکر فرماتے ہیں کہ چند دنوں کے بعد پھر مجھے مکی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو رحمتِ عالم نورِ مجسم سیّدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابوبکر! اللہ تعالےٰ تمہیں دونوں جہانوں میں عزت عطا فرمائے گا۔ جیسے تو نے ایک جنتی کی عزّت کی ہے۔

حضرت ابوبکر بن مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ شبلی کس وجہ سے اس اکرام اور عزت کا مستحق بنا ہے۔ میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوبکر یہ شبلی پانچوں نمازوں کے بعد مجھے یاد کرتا ہے یعنی درودِ پاک پڑھتا ہے اور پھر مذکرہ بالا آیتِ کریمہ لَقَدْ جَآءَ کُمْ آخر تک پڑھتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آقا کب سے فرمایا، اَسّی (۸۰) سال سے اس کا یہی طریقہ کار ہے۔ اللہ اللہ!

(سعادۃ الدارین ص ۱۲۴، تفسیر روح البیان پ ۱۱ ص ۵۵-۲۵۷، سعادت الدارین اردو ص ۴۴۲، ۳۴۳)

معلوم ہوا کہ یہ آیت کریمہ اور تین مرتبہ درود پاک و صلاۃ و سلام مکی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجا جائے تو سرکار اس کا درود اور آیۃ کریمہ کو سنتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور اس کی تعظیم و تکریم بھی کرتے ہیں اور دنیا والوں سے بھی کرواتے ہیں، اللہ غنی۔ میرے دوستو! آؤ ہم بھی ہر نماز کے بعد یہی آیۃ کریمہ

پڑھکر تین مرتبہ درود پڑھکر سرکار کو راضی کرلیں اور پھر سب رد رد کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں یوں عرض کریں کہ ؎

کدی وچ خواب دے ہووے نظارا یا رسول اللہ
چمک جاوے میری قسمت دا ستارا یا رسول اللہ
کسے نوں مان دنیا تے کسے نوں ہے عبادت تے
تے مینوں صرف تیرا ہے سہارا یا رسول اللہ!
حسین ابن علی دا واسطہ مینوں بچا لینا!
جدوں ہووے گا عملاں دا نتارا یا رسول اللہ

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ

اچھا صاحب یہ تو تھی آیۃ کریمہ کی عظمت اب آیئے دوسری طرف ہمارا مکی والا آقا صلی اللہ علیہ وسلم کس مہینے میں تشریف لایا۔ ربیع الاول شریف میں یہ ربیع الاول کوئی معمولی مہینہ نہیں بلکہ یہ مہینہ تمام مہینوں کا سردار مہینہ ہے حتٰی کہ رمضان شریف کے مہینے سے بھی اس مہینے کی عظمت اور فضیلت زیادہ ہے۔ کیوں؟ اسلئے کہ رمضان شریف میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ۔ "رمضان شریف کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن پاک اتارا گیا۔"

اور ربیع الاول شریف وہ مہینہ ہے جس میں صاحب قرآن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اسی طرح رمضان شریف میں ایک رات آتی ہے، "شب قدر" یہ رات بھی بڑی عظمت والی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رات کی عظمت بیان کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں کہ:۔

لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ۔ "قدر والی رات ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔"

یعنی اگر کوئی آدمی ہزار مہینے تک عبادت کرتا رہے اور ایک دوسرا آدمی اسکو شب قدر کی عبادت نصیب ہو جائے تو شب قدر والے کی عبادت کا ثواب ایک ہزار مہینے کی راتوں سے زیادہ ثواب ہوگا۔ اللہ۔ اللہ!

لیکن قربان جاؤں بارہ ربیع الاول کی اس شب پر، جس شب میں دو جہاں کا والی تشریف لایا۔ خدا کی قسم یہ شب لیلۃ القدر کی شب سے بھی زیادہ عظمت والی ہے۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ امام الائمہ المحدث شیخ احمد بن ابی بکر المعروف امام قسطلانی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب مواہب لدنیہ جلد اول صہ ۲۸ میں فرماتے ہیں:۔

لَیْلَۃُ مَوْلِدِہٖ اَفْضَلُ مِنْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ۔ "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت والی رات شب قدر سے افضل و اعلیٰ ہے"

اسی طرح یہ ہمیں جو عیدیں، اللہ پاک نے عطا فرمائی ہیں، یہ بھی عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے ملی ہیں۔ خدا کی قسم ہم سُنّی بریلوی کی حقیقی عید تو یہی بارہ ربیع الاول کی رات ہے کیونکہ اس رات میں رب کائنات نے ہمیں اپنا پیارا، لاڈلا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمایا۔ میرے دوستو یاد رکھو اگر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں تشریف نہ لاتے تو دنیا کی کوئی چیز معرض موجود میں نہ آتی۔ اگر ہمیں عید ملی تو کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اگر شب برأت ملی تو سرکار کے صدقے، بقرا عید ملی تو رحمت عالم کے صدقے، اگر رمضان ملا تو حضور کے صدقے، اگر قرآن ملا تو حضور کے صدقے سے، اگر ایمان ملا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے نہیں، نہیں، خدا کی قسم اگر رب رحمان ملا تو وہ بھی مصطفےٰ علیہ السلام کے صدقے۔

اب آیئے حدیث قدسی سُنیئے!۔ حدیث قدسی وہ حدیث ہوتی ہے کہ، کلام نور رب العالمین کا ہو اور بیان فرمانے والے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ :۔
لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ ۔ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ فرماتا۔" دوسرے مقام پر فرماتا ہے کہ :۔
لَوْلَاكَ يَا مُحَمَّدُ لَمَا خَلَقْتُ الْكَائِنَاتَ ۔ "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ نہ ہوتے تو میں (رب العالمین) کائنات کو بھی پیدا نہ کرتا۔"
(تفسیر روح البیان جلد ۹ صفحہ ۵۰، جواہر البحار دوم ص ۲۹۹)

ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔
لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِيَّةَ ۔ "اے میرے پیارے اگر میں تمہیں پیدا نہ کرتا تو اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ کرتا۔" اللہ اللہ
مکتوبات شریف دفتر سوم مکتوب ۱۲۲، عطر الوردة ص ۱۷ مولوی ذو الفقار علی دیوبندی ۔ میرے دوستو! ان روایات سے معلوم ہوا کہ یہ ساری کائنات کی نعمتیں ہمیں ملی ہیں تو یہ صدقہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کا ۔
جناب صوفی عبد الستار نقشبندی صاحب نے اس مقام پر بڑے اچھے اشعار فرمائے فرماتے ہیں کہ ؎

چھڈ دے جھگڑے دنیا والے لا مدنی نال یاری
جس دی خاطر پیدا کیتے رب خاکی نوری ناری
ایتھے اوتھے دو ہیں جہانیں میرے آقا دی مختاری
میں توں کون نیازی اسدی کرے صفت خداوند باری

ایک دوسرے مقام پر سرکار کی مدح سرائی کرتے ہوئے یوں عرض کرتے ہیں ۔کہ
کنزا توں لے محشر تو ڑی سوہنے چن عربی دا راج اے
دو عالم دا ذرہ ذرہ اوہدی رحمت دا محتاج اے

اُس نوں ملی شفاعت کبریٰ اوہدے ہتھ اُمت دی لاج اے
بے بخ پال نیازی دا اوہ اوہدے سر لولاک دا تاج اے

آمد کا اعلان

حضرات محترم ! اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید فرقانِ حمید میں اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پاک کا اعلان مختلف مقامات پر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً ۔ (پ ۴ سورۃ آلِ عمران)

" البتہ تحقیق احسان فرمایا اللہ تعالےٰ نے مومنوں پر کہ جبکہ بھیجا ان میں ایک عظمت والا رسول ۔ "

ایک دوسرے مقام پر کملی والے کی عظمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ (پ ۶ سورۃ نساء)

" اے لوگو! تحقیق آگیا تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے ایک سچا رسول ۔ "

کہیں یوں سرکار کی عظمت کے ڈنکے بجائے :۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (پ ۶ سورۃ نساء)

" اے لوگو تحقیق آگئی تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے ایک دلیل "

یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ، کہیں یوں سرکار کی عظمت کے گیت گائے

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۔ (پ ۲۲ سورۃ احزاب)

" اے غیب کی خبریں دینے والے محبوب بیشک ہم نے آپ کو حاضر و ناظر ، خوش خبری دینے والا ڈر سنانے والا اللہ کے حکم سے اسکی طرف بلانے والا اور چمکتا ہوا

چراغ بنا کر بھیجا۔"

کہیں یوں فرمایا اور محبوب کے ترانے گائے:۔

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ۔ (پ ۲۶ سورۃ الفتح)

" اللہ تعالیٰ وہ عظمت والا ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور حق کے ساتھ۔"

کہیں یوں محبوب کی آمد کا فرمایا:۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (پ ۲۸ سورۃ الجمعہ)

" اللہ تعالیٰ وہ شان والا ہے جس نے بھیجا ان پڑھوں میں ایک شانوں والا رسول اُن ہی میں سے۔"

کہیں یوں سرکار کے تذکرے فرمائے:۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۙ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (پ ۲۶۔ سورۃ الفتح)

"اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بیشک ہم نے بھیجا آپکو حاضر وناظر اور خوشخبری دینے والا ڈر سنانے والا اے لوگو ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول پر اور عزت کرو اور تعظیم کرو میرے رسول کی۔"

کہیں یوں سرکار کی رحمت عامہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (پ ۱۷ سورۃ انبیاء)

"اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپکو ساری کائنات کیلئے رحمت بنا کر بھیجا۔"

کہیں سرکار کی آمد کا یوں قصہ چھیڑا اور فرمایا:۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ

" البتہ تحقیق آگیا تمہارے پاس ایک عظمتوں والا رسول تمہیں میں سے تمہارا مشقت میں

عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔ میرے رسول پر گراں گزرتا ہے تم پر بڑا حریص ہے مومنوں پر بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

سامعین کرام! اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان تمام آیت کریمہ میں اور بھی بہت سی قرآن پاک کی آیات میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا ذکر فرمایا لیکن یہ آخری آیت کریمہ جس کو میں نے دوران خطبہ تلاوت کیا ہے اس کی طرف آئیے چند ضروری گذارشات عرض کروں تاکہ ایمان تازہ ہو جائے۔

آیت کے نکات

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۔ توجہ کیجئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔ "بیشک آگیا تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول۔"

حضرات توجہ فرمائیں۔ اللہ پاک نے کیا فرمایا؟ کہ ایک رسول ہم نے بھیجا لیکن تمہیں میں سے بھیجا۔ کیا مطلب؟ مطلب یہ کہ ہم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جنوں کی شکل میں، فرشتوں کی شکل میں نہیں بھیجا بلکہ انسانوں کے لباس میں اور انسانی شکل میں بھیجا۔ اگر کملی والا انسانی لباس میں تشریف نہ لاتا تو کوئی انسان سرکار کا دیدار نہ کر پاتا، جب دیدار نہ ہوتا تو فیض حاصل نہ ہوتا، جب فیض نہ حاصل ہوتا تو پھر ابوبکر صدیق نہ بنتے عمر فاروق اعظم نہ بنتے، عثمان ذوالنورین نہ بنتے، علی حیدر کرار نہ بنتے، فاطمۃ الزہرا جنتی عورتوں کی سردار نہ بنتیں، حسین شہیدوں کے سردار نہ بنتے، بلال، مؤذنوں کے سردار نہ بنتے، ابوحنیفہ، حنفیوں کے مقتداء نہ بنتے۔ غوث پاک ولیوں کے شہنشاہ نہ بنتے، ہم گنہگار تمام امتوں سے بہتر نہ بنتے۔ خدا کی قسم اللہ پاک نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانی لباس میں بھیج کر گنہگاروں پر بڑا کرم فرمایا۔ یہ ہم میں سے تشریف لائے۔ یہ کس کا معنی ہے۔ یہ معنی ہے مِنْ اَنْفُسِكُمْ کا

لیکن بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس کو دوسرے طریقے سے بھی پڑھا ہے یعنی مِنْ اَنْفُسِکُمْ ۔ پہلی قرأت کے مطابق ف پر پیش پڑھیں گے ۔ تو معنی ہوگا تم میں سے تشریف لائے اور اگر ف پر زبر پڑھیں یعنی یوں پڑھیں ۔ مِنْ اَنْفَسِکُمْ تو پھر اس کا معنی بدل جائے گا ۔ معنی یہ ہوگا کہ تم میں سے بہترین اور نفیس ترین، اشرف واعلیٰ خاندان سے تشریف لائے ۔

چنانچہ حضرت اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تصریح فرماتے ہیں وَقُرِیَٔ مِنْ اَنْفَسِکُمْ بِفَتْحِ الْفَاءِ اَیْ مِنْ اَشْرَفِکُمْ وَاَفْضَلِکُمْ ۔ روح البیان جلد ۱ صـ ۹۷۴ یعنی اس حرف کو یوں بھی پڑھا گیا ہے ۔ مِنْ اَنْفَسِکُمْ ۔ ف کی زبر کے ساتھ تو پھر معنی یہ ہوگا ۔ تم میں ایک رسول تشریف لایا ۔ تم سب سے زیادہ نفیس تر اشرف اور افضل واعلیٰ، اور یہ ہے بھی حقیقت کہ اللہ کا حبیب اشرف و اعلیٰ خاندان میں سے تشریف لایا ۔ تمام دنیا میں عرب افضل، عرب میں قریش افضل قریش میں سے بنو ہاشم افضل اور حضور علیہ السلام بنو ہاشم میں تشریف لائے چنانچہ حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت علامہ شیخ یوسف بن اسماعیل نبھانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر محدثین کرام اپنی اپنی تصانیف میں کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یوں پیش کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم صحابی اور چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ مِنْ خَیْرِ قَرْنِھِمْ ۔ " کہ جس اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ساری مخلوق کی روحوں کو پیدا فرمایا تو ان سب میں سے مجھے بہتر بنایا، اس کے بعد قبائل کو چنا تو مجھے سب سے اچھے قبائل میں رکھا پھر گھروں کو چنا تو مجھے بہترین گھر میں رکھا، زمانوں کو چنا تو مجھے سب سے بہترین زمانے میں رکھا ۔

فَاَنَا خَیْرُھُمْ نَفْسًا وَّخَیْرُھُمْ بَیْتًا۔" "کملی والے نے فرمایا میرے غلامو! یاد رکھو میں ذاتی طور پر اور گھر کے لحاظ سے تم سب سے بلکہ پورے زمانے سے بہتر ہوں۔"

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو معزز ہونے کے ناطے سے چُنا، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنی کنانہ کو معزز ہونے کے لحاظ سے چُنا اور بنی کنانہ میں سے قریش قبیلہ کو چُنا، قریش میں سے بنی ہاشم قبیلہ کو چنا اور بنی ہاشم میں سے معزز ہونے کے ناطے تمہارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چنا۔

(شفاء شریف جلد اول ص ۶۳-۶۲ - شمائلِ رسول ص ۱۹-۱۸)

نتیجہ کیا نکلا کہ کملی والا جس مہینے میں تشریف لایا وہ مہینہ تمام مہینوں سے افضل ہے، جو کتاب لایا وہ کتاب تمام کتابوں میں سے افضل ہے، جو دین لایا وہ دین تمام دینوں سے افضل ہے۔ جس زمانے میں وہ تشریف لایا وہ زمانہ افضل ہے۔ جس سال میں وہ آیا، وہ سال تمام سالوں میں افضل ہے، جس رات کو آیا وہ رات سب راتوں سے افضل ہے۔ جس تاریخ کو آیا وہ تاریخ، تمام تاریخوں سے افضل، جس صدی میں آیا، وہ صدیوں میں سب سے افضل ہے۔ جس گھر میں وہ تشریف لایا وہ گھر تمام گھروں میں افضل، جس باپ کی پُشت سے آیا وہ باپ تمام باپوں سے افضل تھا۔ جس ماں کی گود میں آیا وہ ماں تمام ماؤں سے افضل، جس شہر میں تشریف لایا وہ شہر تمام شہروں سے افضل۔ جن لوگوں نے اس کا مکھڑا دیکھا وہ لوگ تمام دنیا کے لوگوں سے افضل، جس اُمت نے اس کا کلمہ پڑھا وہ اُمت تمام نبیوں کی اُمتوں سے افضل۔ اس کا جسمِ پاک تمام نبیوں کے اجسام سے افضل

اس کا قانون خدا کا قانون، اس کا کلام، خدا کا کلام، اس کا دیکھنا خدا کا دیکھنا، اسکا ہاتھ، خدا کا ہاتھ، اسکا دیکھنا خدا کا دیکھنا، اس کا پھینکا خدا کا پھینکا اس کی بیعت خدا کی بیعت، اس کا گھر خدا کا گھر۔ اعلیٰ حضرت جھوم اُٹھے اور فرمایا کہ ؎

بخدا خُدا کا یہی ہے در نہیں کوئی مفر مقر

جو وہاں سے ہو یہی آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

جناب **منوّر بدایونی** نے یوں بارگاہِ رسالت میں عرض کی کہ ؎

وہ خُدا نہیں بخدُا نہیں وہ مگر خدا سے جُدا نہیں

وہ ہیں کیا مگر وہ ہیں کیا نہیں یہ مُحبّ حبیب کی بات ہے

مَیں بُروں میں لاکھ بُرا سہی مگر ان سے ہے میرا واسطہ

میری لاج رکھ لے میرے خدا یہ ترے حبیب کی بات ہے

جناب ظہوری قصوری بھی بول اُٹھے ؎

کس طرح سے کہاں سے کروں ابتداء

اُن کے اوصاف کی کہاں ہے انتہاء

اُن کا رُتبہ ہے کیا خود ہی جانے خُدا

کیا کروں مَیں بیاں وہ کہاں میں کہاں

وہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا یہاں

اِن کے ہونے سے سب کا نام و نشاں

یہ زمین، آسماں، یہ مکاں لا مکاں!

سارے ان کے مکاں وہ کہاں میں کہاں

اچھا صاحب آگے چلیئے، اللہ تعالیٰ آگے ارشاد فرماتا ہے :۔

عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ "تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر گراں گزرتا ہے"!

کیا مطلب، مطلب یہ کہ تکلیف تمہیں ہوتی ہے پریشان میرا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہو جاتا ہے۔ دُکھ تمہیں پہنچتا ہے، افسوس میرے کملی والے کو لگتا ہے، گناہ تم کرتے ہو، فکرِ شفاعت میرے محبوب کو ہوتی ہے۔ جنت میں تم کو جانا ہے لیکن جانے کی فکر میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لگی ہوئی ہے۔ کتنی فکر ہے کملی والے کو اپنی اُمت کی سُنیئے! حضرت علامہ الشیخ اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی معرکۃ الآرا کتاب جواہر البحار جلد سوم صفحہ ۱۰۴۹ میں امام عارف باللہ عبدالقادر الجزائری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے عالمِ خواب میں کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اِذَا دَخَلَتِ الشَّوکَۃُ فِیْ رِجْلِ اَحَدِکُمْ اَجِدُ اَلَمَھَا۔ "اے عبدالقادر جب تم میں سے میرے کسی اُمتی کو پاؤں میں کانٹا چبھ جائے تو میں محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تکلیف محسوس کرتا ہوں۔" سُبحان اللہ!

میرے دوستو! یاد رکھو سرورِ کونین حبیب کبریا، حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنی فکر اپنی امت کی ہے خدا کی قسم اتنی فکر ستر (۷۰) ماؤں کو بھی اپنے بیٹوں سے نہیں ہو گی۔ ذرا احادیث کا مطالعہ تو کیجئے کہ کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم گناہ گاروں کی کتنی فکر ہے۔ دنیا میں تشریف لائے تو ہماری فکر لے کر آئے بچپن میں ہمیں یاد رکھ کر ہمیں نہ بھولایا، جوانی میں ہمیں یاد رکھا۔ شب معراج میں ۷۰۰ سات سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالیہ میں ہم نکمّوں کو یاد فرمایا۔ وصال کے بعد بھی اپنی قبرِ مبارک میں لیٹے لیٹے ہونٹ ہلا ہلا کر ہماری بخشش کی دعائیں مانگیں۔ اور حشر کو بھی مشکل کے وقت ہم گناہ گاروں کی فکر شفاعت ہو گی، آیئے ذرا ایک حدیث شریف سُنیئے اور فکرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ فرمایئے۔

تین مقامات

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۹۳ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم صحابی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اللہ اللہ، یہ وہ کملی والے آقا کے

صحابی ہیں جنھوں نے دس سال تک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارک اور مصلّے اشریف کی نگرانی کی دس سال سرکار کی خدمت میں رہ کر غلامی کے دن گزارے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کر کے جنّت کے حقدار بن گئے۔ تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ایک دن بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہیں اور بڑی محبّت اور ادب سے عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرمایا کیا بات ہے انس عرض کی میرے آقا دنیا میں بڑا کرم فرماتے ہیں، قیامت کے دن بھی میری شفاعت کر دینا۔ سرکار فرماتے ہیں کہ:۔

فَقَالَ اَنَا فَاعِلٌ "انس گھبرا نہیں میں قیامت کو ضرور تیری شفاعت کرونگا"

تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ عرض کیا کہ:۔

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَاَیْنَ اَطْلُبُکَ: "میرے آقا قیامت کو تو بڑی بھیڑ ہوگی ہر طرف مخلوقِ خدا کے ہجوم ہوں گے کروڑوں، اربوں کی تعداد میں لوگ حشر کے میدان میں پھر رہے ہوں گے، آقا اس بھیڑ میں اور ہجوم میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ ذرا وہ ٹھکانہ بھی بتا دیجئے کہ تلاش کرنے میں آسانی رہے۔ اللہ اکبر۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہیں فرماتے کہ انس مجھے کیا پتہ کہ اللہ قیامت کو مجھے کہاں رکھے گا، پتہ نہیں میں کہاں ہوں گا؟ یہ تو قیامت کو پتہ چلے گا؟ نہیں نہیں۔ بلکہ فوراً غیبوں کے جاننے والے میرے محبوب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے انس قیامت کے دن اگر تو نے مجھے تلاش کرنا چاہے تو تین مقامات پر میں محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں ملوں گا۔ حضرت انس نے عرض کی آقا وہ کونسی جگہیں ہوں گی؟ فرمایا:۔

قَالَ فَاطْلُبْنِیْ الْمِیْزَانِ۔ "میں تمہیں میزانِ عدل کے پاس ملوں گا۔"

میرے دوستو! یہ وہ میزان ہے، یہ اللہ پاک کا وہ ترازو ہے جس میں نیک و بد اچھے اور بُرے، گنہگار اور متّقی لوگوں کے اعمال تولے جائیں گے۔ کملی والا آقا وہاں اسلئے

جلوہ فرما ہوگا کہ کسی عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نیک عمل کم ہوئے تو سرکار اپنی رحمت والی زبان سے فرمائیں گے، اے فرشتو! یہ نیکیوں والا پلڑا ہلکا کیوں ہوگیا ہے، فرشتے عرض کریں گے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اسلئے ہلکا ہوگیا ہے کہ اس کی نیکیاں کم تھیں، برائیاں زیادہ تو سرکار اپنی رحمت سے اس عاشق کی نیکیوں والا پلڑا بھاری فرمادیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی آقا اگر آپ میزانِ عدل کے پاس نہ ملے تو فرمایا:

قَالَ فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الْحَوْضِ "مجھے حوضِ کوثر کے پاس تلاش کرلینا وہاں پر ہوں گا۔"

سامعینِ کرام! یہ حوضِ کوثر کیا چیز ہے؟ تو آئیے آقائے دوجہاں سے پوچھ لیجئے!۔ مشکوٰۃ شریف ص ۴۸۷، بخاری شریف، مسلم شریف، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حوضِ کوثر کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

حَوْضِیْ مَسِیْرَۃُ شَھْرٍ "میرا حوض ایک مہینہ کی مسافت کا ہے"

یعنی اس کی لمبائی چوڑائی اتنی ہے کہ اگر کوئی چلنے والا ایک مہینہ تک پیدل چلتا رہے تو میرے حوض کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے پہنچے گا۔ اس حوض میں کیا ہے، سرکار فرماتے ہیں۔

مَاءُہٗ اَبْیَضُ مِنَ اللَّبَنِ
وَرِیْحُہٗ اَطْیَبُ مِنَ الْمِسْکِ
وَکِیْزَانُہٗ کَنُجُوْمِ السَّمَاءِ مَنْ

اسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اس کی خوشبو مشک سے زیادہ اچھی ہے اور اسکے جام، پیالے آسمان کے تاروں کے برابر ہیں

يَشْرَبُ مِنْهَا فَلَا يَظْمَأُ أَبَدًا۔ جو ایک شخص ایک مرتبہ اس حوض سے پانی پیئے گا۔ پھر وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔''

تو انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ آقا اگر آپ میزانِ عدل کے پاس جلوہ فرمانہ ہوئے تو پھر کہاں آپ ملیں گے۔ سرکار نے فرمایا حوضِ کوثر کے پاس کیوں؟ اسلیئے کہ امت پیاسی ہوگی! میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حوضِ کوثر کے کنارے بیٹھا ہونگا۔ جب میری گناہگار امت اپنی اپنی قبروں سے اٹھے گی تو شدید پیاسی ہوگی، میں بلاؤنگا اور اپنے ہاتھوں سے جامِ کوثر پلاؤں گا۔ اور جنت کا ٹکٹ رب کریم سے دلاؤنگا اور میں جنت میں پہنچاؤں گا۔ اللہ اللہ! قربان جاؤں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر امت پر کہ پیاسے ہم ہوں گے لیکن ہماری پیاس کی فکر محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوگی۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جھوم اٹھے اور فرمایا کہ:۔

ٹھنڈا ٹھنڈا میٹھا میٹھا — پیتے ہم ہیں پلاتے یہ ہیں
اس کی بخشش ان کا صدقہ — دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں
اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ — ساری کثرت پاتے وہ ہیں
رب ہے معطی یہ ہیں قاسم — رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں
اُن کے ہاتھ میں ہر کنجی ہے — مالکِ کل کہلاتے یہ ہیں
قصرِ دنیٰ تک کس کی رسائی — جاتے یہ ہیں آتے یہ ہیں
کہہ دو رضا سے خوش ہو خوش رہ — مژدہ رضا کا سناتے یہ ہیں۔

نبیٔ کریم علیہ السلام کے صحابی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں آقا اگر آپ حوضِ کوثر کے کنارے بھی نہ ملے تو سرکار نے فرمایا کہ اے انس پھر مجھے پلصراط کے پاس دیکھنا میں محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں وہاں ملوں گا۔ میرے دستو یہ پلصراط کیا ہے؟

پُلصراط، یہ ایک پُل ہے جس طرح ندی یا نہر کو عبور کرنے کے لئے لکڑی لوہا سیمنٹ بجری وغیرہ سے حکومت لوگوں کی آسانی کے لئے پُلیں بنوانی ہے تاکہ لوگ آسانی سے نہر یا سیم یا ندی عبور کر سکیں۔ قیامت کے دن ہوگا، نیچے جہنم ہوگی اور جہنم کے اوپر سے ایک پلصراط ہوگی، جو آدمی اس پلصراط سے آسانی سے گزر جائے گا وہ سیدھا جنت میں گیا اور جو خدانخواستہ پھسل گیا تو وہ سیدھا جہنم میں گیا۔ اس پُل سے سارے نبی سارے نبیوں کی امتیں گزریں گی، مومن بھی، نیک بھی، بدکار بھی، اپنے بھی، پرائے بھی لیکن یہ پُل کتنی چوڑی ہوگی کتنی لمبی ہوگی یہ بھی سُن لیجئے۔ پل صراط بال سے زیادہ باریک تلوار کی دھار سے زیادہ تیز۔ ستر (۷۰) ہزار سال کی راہ کی چڑھائی، پچاس ہزار سال کی راہ کا درمیانی راستہ، ستر (۷۰) ہزار سال کی راہ کی اترائی۔ اللہ اللہ!

اتنی خطرناک پُل، اتنا خطرناک راستہ میاں اس پُل سے تو کوئی قسمت والا ہی گزرے گا کیونکہ یہ کوئی دنیا کی پُل تو نہیں ہوگی کہ آنکھیں بند کر کے بھاگتے ہوئے گزر جائیں گے یہ تو حشر کی پل ہوگی ہر انسان ڈر کے مارے سوچ رہا ہوگا کہ اب کیا بنے گا سارے نبیوں کی اُمتیں گزریں گی، کوئی پار کوئی جہنم کے وچکار، لیکن جب تمہارے اور میرے آقا علیہ السلام کی امت کی باری آئے گی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فوراً پلصراط کے کنارے پہنچ جائیں گے اور ادھر اپنا مقدس سر پُل صراط کے پاس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکا دیں گے اور اپنی زبان پاک سے بارگاہ صمدیت میں یوں عرض کریں گے کہ:۔

رَبِّ سَلِّمْ اُمَّتِیْ، رَبِّ سَلِّمْ اُمَّتِیْ۔ "یا اللہ میری امت سلامتی سے گذار دے یا خدا میری امت کو سلامتی سے گذار دے"

اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ فرمائے گا جبرئیل۔ جبرئیل عرض کریں گے جی رب جلیل۔ حکم ہوگا کہ شب معراج والی رات میرا محبوب جب میرا درشن کرنے میرے پاس آرہا تھا تو نے میرے حبیب کو کیا کہا تھا۔ تو جبرئیل عرض کریں گے مولا کریم میں نے یہ عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ پاک کی بارگاہ میں جانا تو میری ایک حاجت بھی رب سے پوری کروا دینا
کہ حشر کا دن ہو پل صراط جہنم پہ بچھی ہو گئی امت پل سے گذرنے لگے تو میں اپنے پر پل
صراط کے اوپر بچھا دوں تاکہ آپ کی امت آسانی سے پلصراط سے گذر جائے تو اللہ پاک
فرمائیں گے۔ جبرئیل پھر دیکھتے کیا ہو؟ پل صراط بھی بچھی ہوئی ہے۔ میرے محبوب کا مقدس
سر بھی میری بارگاہ میں جھکا ہوا ہے، میرے حبیب کی امت بھی گذرنے کے لئے تیار ہے
آ اور اپنے نوری پر پل صراط پر بچھا دے، میرا محبوب بھی راضی ہو جائے، میرے محبوب
کی امت بھی سلامتی سے گذر جائے، تیری حسرت بھی پوری ہو جائے اور میری رحمت
کا ظہور بھی ہو جائے۔ قربان جاؤں، پھر جبرئیل علیہ السلام اپنے پر بچھا دیں گے۔
سرکار سر جھکا دیں گے اور ہم گنہگار یا رسول اللہ کے نعرے لگاتے ہوئے پلصراط
سے گذریں گے۔ کیونکہ کہ: ؎

رضا پل سے اب وجد کرتے گزریئے
کہ ہے رب سلّم صدائے محمّد
خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمّد

ایک اور شاعر اسی حدیث پاک کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ نبی پاک صلی
اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی کو یوں فرمایا کہ مجھے مقام پر تلاش کرنا۔ کون کون سی جگہ؟

یا ہونگا میں کوثر پہ پلاتا ہوا پانی
یا ہونگا ترازو کے میں نزدیک ضروری
یا پل پہ کھڑا ہوں گا حفاظت کو تمہاری
گر گرنے لگے کوئی تو میں اسکو بچا لوں

شاعر کہتا ہے کہ قیامت میں اگر سپاہی جہنم میں لیجانے کے لیئے کسی عاشق رسول کے

پاس آئیں گے تو وہ یوں پکارنے گا کہ

گر حکم جہنم کا مجھے دے گا الٰہی!
اور بھیجے پکڑنے کے لئے اس نے سپاہی!
اس وقت میں چلاؤں گا اور دونگا دہائی!
ٹھہرو ذرا میں اپنے محمد کو بلالوں!

پھر کیا ہو گا کہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مدد کے لئے بلالوں گا تو پھر میری سرکار کیا کریں گے کہ

آئیں گے شہ والا مدد کرنے اسی دم
فرمائیں گے اے امتی نہ کر تو کوئی غم
میں آیا ہوں بن کے ترا مونس و ہمدم
آ میرے گناہ گار میں تجھے کملی میں چھپالوں

اللہ اللہ۔ میرے دوستو! حشر کے میدان میں بھی جب کملی والا آقا کسی کو اپنے دامن میں چھپالے گا تو پھر کوئی سپاہی اس کو گرفتار نہیں کر سکے گا کیوں؟ کہ

ڈھونڈا ہی کریں صدر قیامت کے سپاہی
وہ کس کو ملے جو ترے دامن میں چھپا ہو

اچھا میاں آگے چلیئے ـــــ آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ "تم پر بڑے حریص ہیں۔۔۔۔"

یعنی تمہاری بھلائی کے چاہنے والے ہیں۔ حریص بنا ہے حرص سے اور حرص کے معنی علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر روح البیان پ ۱۱ میں بیان کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں کہ

اَلْحِرْصُ بِمَعْنٰی شِدَّةُ طَلَبِ الشَّيْءِ "کسی شے کی شدت طلب کے ساتھ ساتھ

مَعَ اِجْتِهَادٍ فِيْهِ اسکے حصول کیلئے زیادہ جدوجہد کرنا۔ ''

علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حرص کا معنی ہم نے اسلئے کیا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو اپنی اُمّت کی ذوات کی ضرورت نہیں بلکہ اپنی اُمّت کے کے ایمان اور اُن کی اصلاح کی خواہش ہے، تو اب معنی کیا ہوئے کہ آپ کا دل نہ بھرنا۔ یہ حرص۔ صفت بھی ہے اور عیب بھی۔ مال کا حرص ہو تو یہ بُرا ہے، علم کا حرص ہو تو یہ اچھا ہے۔ اگر خوفِ خُدا اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حرص ہو تو یہ ایمان کی جان ہے۔ اس مقام پر کسی نے بڑا اچھا شعر کہا ہے ؎

حلتے جتے نیک مرا سیر ازیں آب حیات
ضَاعَفَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ زَمَانٍ عَطَشِیْ

''مجھے آبِ حیات سے کبھی سیری نہیں ہوتی اللہ پاک میری پیاس بڑھاتا ہی رہتا ہے۔''

بِهٰذَا عَلَيْكُمْ کا معنی ہے **عَلٰی عَطَاءِ کُمْ**۔ کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی عطائیں تم پر دن رات چھما چھم برس رہی ہیں۔ مولانا حسن رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

گٹھڑیاں بندھ گئیں پر ہاتھ تیرے بند نہیں
بھر گئے دِل نہ بھری دینے سے نیّت تیری

تو نبی کریم علیہ السلام تم پر بڑے حریص ہیں قربان جاؤں کوئی اپنی جان کا حریص ہے کوئی اپنی اولاد کا حریص ہے کوئی اپنے مال کا حریص ہے، کوئی دولت کا حریص ہے کوئی بنگلے کوٹھیوں کا حریص ہے کوئی کسی کا حریص ہے کوئی کسی کا حریص ہے لیکن کملی والا ہم غلاموں کا اور اپنی اُمّت کا حریص ہے۔ کتنا حریص ہے؟ کتنا خیال ہے اپنی اُمّت کا؟۔ تو سُنیئے!

دِن پھر گئے!

نبیِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک غلام تھے نام انکا تھا شیخ ابوالحسن بن حارث لیثی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، یہ بڑے پارسا، نیک، متقی، پرہیز گار، صوم وصلاۃ کے پابند اور صلاۃ وسلام کو کثرت سے پڑھنے والے یہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر بڑا اللہ تعالیٰ کا کرم تھا۔ دین و دُنیا میں میں بڑا خوشحال تھا۔ دِن بڑے اچھے گزر رہے تھے کہ اچانک میرے حالات بڑے خراب ہوتے چلے گئے، مالی طور پر میں بڑا کمزور ہو گیا، فقر وفاقہ کی نوبت آپہنچی۔ عالم یہ تھا کہ ایک وقت روٹی میسر ہوتی اور دو دو وقت گھر میں روٹی تو کیا چولہا بھی نہیں جلتا تھا۔ وقت گزرتا گیا رمضان شریف کا مہینہ آگیا۔ ہمارے محلہ کے تمام لوگوں کے بچوں نے عید کے استقبال کے لیئے تیاری شروع کر دی، نئے نئے کپڑے بنوانے شروع کر دیئے لیکن ہمارے گھر کا تو حال ہی نرالا تھا۔ کپڑے تو درکنار دو وقت کی روٹی نصیب نہیں کپڑے کیا بناتے۔ میں بڑا پریشان ہوا کہ یا اللہ خیر فرما! حتّٰی کہ عید کی رات آگئی۔ عید کا چاند بھی ہو گیا۔ شہر بھر میں خوشیوں سے ہنگامہ برپا تھا۔ اعلانات ہونے شروع ہو گئے کہ لوگو! صبح عید فلاں مقام پر اتنے بجے عید کی نماز ہوگی۔ لوگ تو خوشیاں منا رہے ہیں لیکن میں بڑی پریشانی کے عالم میں سوچ رہا تھا کہ یا اللہ کل عید ہوگی، لوگوں کے بچے نئے کپڑے پہنیں گے طرح طرح کے کھانے کھائیں گے لیکن میرے گھر کا کیا ہوگا۔ چلو میں اور میری بیوی تو صبر کر لیں گے لیکن میرے بچوں کا کیا بنے گا۔ حضرت ابوالحسن فرماتے ہیں کہ میں یہی سوچ رہا تھا رات گزر رہی تھی کہ اچانک میر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں اُٹھا۔ میں نے دروازہ کھولا تو میں نے کیا دیکھا کہ میرے محلّے کے کافی سارے لوگ ہاتھوں میں مشعل لیئے کھڑے ہوئے ہیں، ان میں ایک سفید پوش جو کہ اپنے علاقے کا رئیس تھا وہ آگے آیا اور میرے قریب ہو کر کہنے لگا۔ ابوالحسن جانتے ہو ہم لوگ تمہارے دروازے پر کیوں آئے ہیں تو حضرت ابوالحسن لیثی نے فرمایا کہ میاں جی میں نہیں جانتا؟ کہ آپ کیوں آئے ہیں؟۔

تو اُس رئیس نے کہا کہ ابوالحسن رات کو میں عشاء کی نماز کے بعد سویا تو میری آنکھیں لگ گئیں جسم کی آنکھیں بند کیں، میرے دل کی آنکھیں کھُل گئیں، مجھے خواب میں سرورِ کونین نورِ مجسم حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، سرکار میرے گھر میں تشریف لائے اور مجھے فرمایا۔ میاں اللہ تعالیٰ نے تجھے دُنیا کا کتنا مال دے رکھا ہے۔ لیکن تمہارے محلے میں میرا ایک غلام اُمتی ابوالحسن لیثی پریشان حال ہے اس کے گھر فقر و فاقہ اور اس کے بچے اور وہ بڑی تنگدستی سے دِن گذار رہے ہیں۔ جا اُٹھ اور اس کی خدمت کر صبح عید ہے اس کے بچوں کو عید کے لیئے کپڑے بنوا کر دے اور دیگر ضروریات کے لیئے بھی اس کو کچھ خرچہ دے کر آ تاکہ ابوالحسن اور اس کے گھر والے بھی تمہارے ساتھ عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔

تو ابوالحسن یہ لو نقدی، اس سے گھر کا خرچ چلاؤ اور اپنے بچوں کو بلاؤ کیونکہ میں درزی کو ساتھ لے کر آیا ہُوں وہ تمہارے بچوں کے کپڑوں کا ناپ لے کر کپڑے سی دے تاکہ صبح یہ ہمارے بچوں کے ہمراہ نئے کپڑے پہن کر عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔

حضرت ابوالحسن لیثی نے اپنے بچوں کو بلایا درزی نے تمام بچوں کا ناپ لیا۔ اور تمام کے کپڑے سی دیئے اور سحری کے وقت حضرت ابوالحسن لیثی کے سپرد کر دیئے۔ صبح کا ٹائم ہُوا، وہی ابوالحسن جس کے گھر دو دو روز تک فاقے ہوتے آج اُسی گھر میں انواع و اقسام کے کھانے پک رہے تھے، بچوں نے شاندار قسم کے نئے کپڑے پہن رکھے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوالحسن لیثی کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو آ گئے اور رو کر کہا یا اللہ میں تیرے محبوب کی رحیمی پر قربان جاؤں، تیرے محبوب کی کریمی پر قربان جاؤں میرے آقا مدینے میں بیٹھے بیٹھے اور اپنے مزار شریف میں لیٹے لیٹے کتنا کرم فرما رہے ہیں۔ سبحان اللہ۔ (سعادۃ الدارین ص ۱۴۹)

سچ کہا کسی عاشقِ صادق نے کہ ؎

دامنِ مصطفےٰ سے جو لپٹا تو یگانہ ہو گیا
جس کے حضور ہو گئے اُسکا زمانہ ہو گیا

ایک اور عاشق کہتا ہے کہ

مشکل جو سر پہ آ پڑی تیرے ہی نام سے ٹلی
مُشکل کُشا ہے تیرا نام تجھ پر درود اور سلام
صلّی علی نبیّنا صلی علی محمد صلی علی شفیعنا صلی علی محمد

معلوم ہُوا کہ کملی والے آقا ہمارے بڑے حریص ہیں ہمارے بڑے خیر خواہ ہیں اور ہم پر ہر وقت اپنی نگاہ کرم کرتے رہتے ہیں اگر کوئی عاشقِ صادق مصیبت میں گرفتار ہو جائے پریشان حال ہو جائے تو یہ مدینے میں بیٹھے بیٹھے پریشانی کو دُور کر کے نگاہِ شفقت فرماتے ہیں، اللہ اللہ آیئے ایک اور واقعہ سرکار کی حریصی کا عرض کر دوں تاکہ طبیعت خوش ہو جائے۔ سُنیئے۔

چند نوالے

مصر کے شہر میں ایک بہت بڑے اللہ تعالیٰ کے ولی کامل رہتے تھے، نام ان کا تھا حضرت سیّد ذُوالنّونؒ مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، چونکہ ولی تھے اور ولی بھی کامل اور اکمل۔ اسلئے اپنے نفس کی بڑی مخالفت کرتے یعنی جو آپ کا نفس چاہتا آپ اس کا اُلٹ کرتے تاکہ نفس کو فنا کر کے اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا میں لگایا جائے۔ ایک مرتبہ اپنے نفس کو مٹانے کے لیئے دس سال تک کوئی مزیدار اور لذیذ کھانا تناول نہ فرمایا۔ نفس چاہتا تھا، لیکن آپ اس نفس کی مخالفت ہی کرتے رہے۔ کہ میں اپنے نفس کا کہا ہرگز نہیں مانوں گا۔ ایک بار عید مبارک کی مقدس رات کو دل نے مشورہ دیا کہ کل اگر عید سعید کے روز کوئی لذیذ کھانا کھا لیا جائے تو کیا حرج ہے؟ اس مشورے پر آپ نے بھی اپنے دل کو آزمائش میں مبتلاء کرنے کی غرض سے فرمایا۔ کہ ٹھیک ہے۔ اے دِل میں ضرور کل عید سعید کے دِن لذیذ کھانا کھاؤں گا! لیکن

ایک شرط ہے وہ یہ کہ میں آج پہلے دو رکعت نفل پڑھوں گا اور ہر رکعت میں پندرہ پندرہ پارے پڑھ کے سارا قرآن مجید ختم کروں گا۔ اگر تو میرے ساتھ موافقت کرتے ہوئے میرا ساتھ دے تو ٹھیک ہے، لہذا آپ نے وضو تازہ کیا دو رکعت نفل شروع فرمائے دو رکعتوں میں آپ نے کھڑے کھڑے پورا قرآن پڑھ لیا اور بڑے اچھے طریقہ سے پڑھا کیونکہ آپ کے دل نے بھرپور آپ کا ساتھ دیا۔ عید آگئی۔ آپ نے عید کی نماز ادا فرمائی اور مریدوں سے فرمایا کہ آج ہمیں بھی کوئی لذیذ کھانا تیار کر کے کھلاؤ۔ مریدین بڑے خوش ہوئے کہ حضرت صاحب آج دس سال کے بعد کوئی اچھا کھانا کھانے کا ارادہ فرما رہے ہیں، بہترین اور لذیذ کھانے کی ڈشیں آگئیں۔ آپ نے سنت کے مطابق ہاتھ دھوئے، کلی کی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھکر کھانے میں سے پہلا لقمہ اٹھایا تاکہ منہ میں ڈالا جائے، منہ کے قریب لے گئے لیکن منہ کے اندر نہیں ڈالا بلکہ ویسے ہی پھر دسترخوان پہ رکھ دیا۔ مریدین بڑے حیران ہیں کہ حضرت والا نے آج بڑی چاہت سے کھانا طلب فرمایا تھا لیکن کھایا نہیں وجہ کیا ہے پوچھا گیا یا حضرت کیا بات ہے آپ نے کھانا کیوں تناول نہیں فرمایا خیر تو ہے۔

آپ نے فرمایا میرے مریدو خیر تو ہے لیکن جب میں نے نوالہ اپنے منہ کے قریب کیا تو میرے نفس نے کہا۔ " اے ذوالنون دیکھ لے کہ میں بالآخر دس سال بعد اپنی خواہش منوانے میں کامیاب ہو گیا ناں، تو میں نے اسی وقت نوالہ رکھ دیا اور کہا کہ اگر یہ بات ہے تو میں تجھے ہرگز ہرگز اپنے عزائم میں کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ اللہ اللہ۔ اور ہرگز لذیذ کھانا نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے لذیذ کھانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

اتنے میں ایک شخص نے آپ کے دروازے پر دستک دی۔ آپ نے کیا دیکھا کہ اس نے ایک طباخ کھانے کا اٹھا رکھا ہے جس میں بڑے لذیذ کھانے موجود ہیں اس نے یہ طباخ حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کے آگے رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا میاں یہ کیا ہے؟ عرض کی حضور یہ کھانا ہے۔ فرمایا پھر یہاں کیوں لائے ہو؟ عرض کی لایا نہیں بلکہ بھیجا گیا ہوں۔

فرمایا میں تمہاری بات سمجھا نہیں؟ عرض کی حضور والا، یہ کھانا جو لذیذ قسم کا آپ دیکھ رہے ہیں یہ میں نے آج رات کو بڑی محنت سے اپنے لئے تیار کیا تھا۔ کھانے کو تیار کرنے کے بعد بیٹھے بیٹھے میری آنکھ لگ گئی، قسمت نے انگڑائی لی مقدر کا ستارہ چمکا اللہ پاک کا کرم ہوا۔ میرے پیارے آقا رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار پرانوار ہوا میرے پیارے آقا رحمت دو عالم سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میاں اگر کل قیامت میں بھی میرے دیدار پرانوار سے مشرف باد ہونا چاہتے ہو تو صبح اٹھ کر یہ کھانا جو تم نے اپنے لیئے بنایا ہے، میرے غلام ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس لے جانا اور اس کو جا کر یہ کھانا دے کر کہنا کہ حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب (صلی اللہ علیہ وسلم) و (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) فرماتے ہیں کہ دم بھر کے لیئے آج اپنے نفس سے صلح کر لو اور چند نوالے کھالو۔ حضرت سیدنا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ سنا تو وجد میں آگئے اور ہاتھ باندھ کر فرمانے لگے کہ میں تو فرمانبردار ہوں۔ میں تو آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار ہوں اور لذیذ کھانا کھانے لگے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۸۰)

قربان جائیے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حریصی پر معلوم ہوا کہ کملی والا آقا و مولا مدینے شریف میں بیٹھے بیٹھے سب کی خبر رکھ رہے ہیں اور ہر وقت نبی پاک فکر امت میں رہتے ہیں کہ کون سا میرا غلام کس حال میں ہے اور کون کس طرح زندگی گزار رہا ہے

سبحان اللہ! کسی نے کیا اچھا اس مقام پر یہ شعر فرمایا کہ ؎

سرکار کھلاتے ہیں سرکار پلاتے ہیں
سلطان و گدا سب کو سرکار نبھاتے ہیں

اور ایک دوسرے عاشق نے یوں کہا کہ ؎

شکر ہے خدا ہم کو بنایا ہے امتی محمدی

کس کو ملا یہ رتبہ   صَلِّ عَلٰی محمّدٍ

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی محمّدٍ   صَلِّ عَلٰی شَفِیْعِنَا صَلِّ عَلٰی محمّد

اچھا میاں آگے چلیئے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے :۔

بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ الرَّحِیْمُ۔ " مومنوں پر رحم کرنے والے مہربان ہیں"

اللہ پاک نے اس حصے میں نبی کریم علیہ السلام کی دو صفتیں بیان فرمائیں، رؤف اور رحیم۔ یاد رکھو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم رحیم تو ساری کائنات کیلئے ہیں، یعنی مومن کافر مشرک مسلمان تمام کے لئے اللہ تعالیٰ پ۱۷ سورہ انبیاء میں ارشاد فرماتا ہے :۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ " اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپکو ساری کائنات کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

دیکھو ربِّ کائنات نے اس آیت کریمہ میں سرکار کی رحمتِ عامہ کا ذکر فرمایا ہے کہ میرا محبوب سب کے لئے رحمت ہے لیکن یہاں کیا ارشاد ہے :۔

بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ الرَّحِیْمُ " کہ میرا محبوب مومنوں پر رؤف بھی ہے اور رحیم بھی ہے"۔ اس آیت کریمہ سے پتہ چلا کہ سرکار رؤف اور رحیم صرف مسلمانوں کے لیئے ہیں۔ جیسے سورج روشنی تو ساری دنیا کو دیتا ہے مگر روشنی سے پھل پکنے کا اثر صرف باغوں کو دیتا ہے۔ اسی طرح بارش ساری زمین کو تراوٹ بخشتی ہے مگر اس تری اور سبزی صرف نفیس زمین کو ہی ملتی ہے۔ رؤف بنا ہے [illegible] سے رافۃ کے معنی ہیں، مشقت اور مصیبتوں کو دور کرنا۔ رحیم صفت مشبہ ہے رحمت کا معنی ہے احسان کرنا۔ مفید چیزیں بغیر محنت کے مہیا کرنا۔ تو معنی کیا بنے کہ میرا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں سے مصیبتیں دور کرنے والا اور احسان کرنے والا ہے۔ اللہ اکبر! کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مصیبتیں دور کرنا یہ صرف اللہ کا کام ہے اگر کوئی نبی یا ولی کو مصیبتیں دور کرنے والا تسلیم کرے تو وہ مشرک ہے، بدعتی ہے

لیکن میرے دوستو! اس آیت کریمہ کے اس حصہ سے تو یہ معلوم ہوا کہ ہمارا نبی ہماری مصیبتیں بھی دور کرتا ہے اور ہم پر احسان فرماتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ حقیقت میں مصیبتیں دور کرنا اور احسان کرنا اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے لیکن وہ قادر مطلق ہے چاہے تو اپنے نبی کو مصیبتیں دور کرنے والی قوت اور طاقت عطا فرمادے۔ جیسا کہ مذکورہ آیۃ کریمہ سے ظاہر ہے تو قرآن کی رو سے ہم اپنے نبی کو کہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مصیبت میں مبتلا ہوں، میری مصیبت دور کردو تو یہ بالکل جائز ہے، یہی وجہ ہے کہ سنی حضور علیہ السلام کو یوں پکار کے کہتے ہیں کہ :۔

غلاموں کی ہر مشکل میں تم امداد کرتے ہو
میری بھی مشکلیں ہو جائیں آساں یا رسول اللہ
جمیل قادری کی دو جہاں میں لاج رکھ لینا
طفیل حضرت احمد رضا خان — یا رسول اللہ

اچھا تو اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنوں کیلئے رؤف و رحیم فرمایا۔

رؤف رحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حالانکہ آپ قرآن پاک پڑھ کر دیکھیں اللہ تعالیٰ نے دونوں صفتیں اپنے نام کے ساتھ ذکر فرمائیں۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن مجید، فرقان حمید کے پارہ ۲۷ سورۃ الحدید آیت نمبر ۹ میں ارشاد فرماتا ہے :۔

وَاِنَّ اللّٰہَ بِکُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ - "اور بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بڑی شفقت فرمانے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔"

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا قرآن مجید پارہ ۱۱ سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۱۷ :۔

اِنَّہٗ بِھِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ "بیشک اللہ پاک ان سے بہت شفقت کرنیوالا اور رحم فرمانے والا ہے۔" — اسی طرح ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرمایا۔ پ ۱۴ سورۃ نحل آیت

نمبر ۷ : اِنَّ رَبَّکُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ " بیشک تمہارا رب بہت شفقت کرنے والا اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے ۔" ـــــــ اور اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا پارہ ۱۷ سورت حج رکوع ۱۶ آیت ۶۵ :ـــ

اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ " بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑی شفقت فرمانے والا اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے ۔"

میرے دوستو! ان چار آیۃ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ رؤف اور رحیم کی صفتوں کا ذکر فرمایا ہے کہ اللہ اپنی مخلوق پر رؤف بھی ہے اور رحیم بھی ہے ۔ لیکن دوسرے مقام پر یہی دو صفتیں رؤف اور رحیم اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذکر فرمائی ۔ یہ کیا ہوا ؟ یہ تو بقول دیوبندیوں ، وہابیوں کے شرک ہو گیا کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جو صفتیں اللہ تعالیٰ میں پائی جائیں اگر وہی صفتیں کسی نبی یا ولی میں پائی جائیں یا مان لی جائیں تو یہ شرک ہے ، حرام ہے ۔ میرے دوستو! ذرا غور کرو اگر یہ بات سامنے رکھی جائے کہ جو صفتیں اللہ پاک میں ہوں ، اگر وہی صفات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں مان لی جائیں تو شرک ہے تو مجھے بتائیں کہ اسلام ہمیں شرک کا سبق دینے آیا یا توحید کا ؟ قرآن ہمیں مشرک بنانے آیا ہے یا مومن ؟ لازمی بات ہے آپ کہیں گے کہ اسلام اور قرآن کا سب سے پہلے یہ نظریہ ہے کہ ہر انسان کو شرک کی بیماری سے بچایا جائے اور توحید کا سبق پڑھایا جائے ۔ جب یہ بات ہے تو قرآن تو کہتا ہے کہ اللہ بھی رؤف ہے اور مدینے کا لاڈلا بھی رؤف ، اللہ بھی رحیم ہے اور مدینے کا تاجدار بھی رحیم ۔ تو یہ شرک نہ ہوا ، جب شرک نہ ہوا تو لوگ جو ہم سُنّی بریلوی کو ہر بات پر مشرک مشرک کہتے ہیں وہ خود مشرک ہیں ۔ ہم الحمد للہ مشرک نہیں ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ اللہ کے بندے قرآن مجید کو سمجھے نہیں ، ٹھیک ہے اللہ بھی رؤف ہے سرکار بھی رؤف ہیں اللہ پاک بھی رحیم ہیں اور کملی والا بھی رحیم ہے لیکن ان دونوں کے رؤف اور

رحیم ہونے میں ہزار ہا درجوں کا فرق ہے۔ وہ کیسے؟ تو سنیئے اللہ پاک کا رؤف و رحیم ہونا ذاتی ہے اور کملی والے کا رؤف و رحیم ہونا عطائی ہے یعنی خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو رؤف و رحیم بنایا ہے۔ اسی طرح خدا رؤف و رحیم قدیم ہے، محبوب رؤف و رحیم حادث ہے۔ خدا رؤف و رحیم غیر مخلوق ہے اور حضور علیہ السلام رؤف و رحیم مخلوق ہیں۔ خدا کی صفتیں رؤف و رحیم لامحدود اور کملی والے کی محدود، تو اتنے فرق ہونے کے باوجود بھی شرک ہو سکتا ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جہاں کہیں بھی محبوب کی صفتیں بیان کی ہیں وہ اسی طرح سے ہیں۔ مثلاً سنّی کہتے ہیں خدا بھی علم غیب جانتا ہے اور اس کا محبوب بھی۔ اللہ بھی حاضر و ناظر ہے کملی والا بھی۔ خدا بھی مدد کر سکتا ہے، اس کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ اللہ بھی عزت دے سکتا ہے اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ اللہ بھی غنی کر سکتا ہے اس کا نبی بھی۔ یہ صفتیں اس طریقے سے ہیں اور یہ سب باتیں قرآن پاک میں موجود ہیں، جب تک ان میں یہی فرق نہیں کریں گے تو آدھے قرآن کا انکار ہو جائے گا۔ اور قرآن کے ایک حرف کا انکار کفر ہے۔ جب ایک حرف کا انکار کفر ہے تو جو کئی کئی آیتوں کا انکار کر دیں وہ کیسے کافر نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سرورِ کونین نورِ مجسم سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔۔۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (پ ۲۷ رکوع ۱۷) "وہی اوّل وہی آخر، وہی ظاہر وہی باطن ہے اور وہی سب چیزوں کو جانتا ہے۔"

حضرات محترم! اس آیت کریمہ میں اللہ پاک نے اپنی صفتیں بیان فرمائی ہیں۔ اور یہی صفتیں اللہ پاک نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطا فرمائی ہیں۔

یہ بات میں نہیں کہتا بلکہ یہ بات آج سے تقریباً پانچ سو سال پہلے شیخ محقق شیخ الہند حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب مدارج النبوّت اوّل صـــ پر فرمائی۔ کہ یہ آیتِ کریمہ خدا کی شان بھی بیان فرما رہی ہے اور مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی۔ یہ آیت حمدِ خدا بھی ہے اور یہی آیت نعتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے۔ یہی صفات ربِّ کائنات کی ہیں اور یہی صفات حضرت محمد رسول اللہ کی بھی ہیں۔

میرے دوستو! یہ بات اس محقق اعظم نے اپنی کتاب میں لکھی ہے جس کے محقق اعظم ہونے اور عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے میں کسی کو شک نہیں، بریلوی تو خیر اس ہستی کے فضائل و مناقب کو مانتے ہی ہیں لیکن دوسرے عقائد کے حضرات مثلاً وہابی دیوبندی وغیرہ بھی ان کی علمیّت اور عظمت کے قائل ہیں! دیوبندیوں کے حکیم الامّت مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب ملفوظات جلد ۷ صـــ میں شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان بیان کرتے ہوئے یوں لکھا ہے کہ بعض اولیاء اللہ ایسے بھی گزرے ہیں جن کو خواب میں ہر روز دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی رہی ہے اور ہوتی ہے۔ ایسے حضرات صاحبِ حضوری کہلاتے ہیں ان ہی میں سے ایک حضرت عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ آپ نے مدینہ منوّرہ کے اندر رہ کر نبئ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دین سیکھا، تمام احادیث کی کتابیں یعنی دورۂ حدیث شریف مدینہ شریف میں ہی کیا۔ جب آپ دین کی تکمیل اور تکمیلِ حدیث سے فارغ ہوئے تو رات کو سوئے تو خواب میں جناب سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار پُرانوار ہوا۔ کملی والے نے فرمایا! عبدالحق ــــ عرض کی جی میرے آقا۔ فرمایا اب تم دین کے عالم بن چکے ہو اسلئے اب تم مدینہ منوّرہ چھوڑ کر ہندوستان چلے جاؤ اور وہاں جا کر علم حدیث کی اشاعت کرو یعنی لوگوں کو دین کی طرف مائل کرو تاکہ لوگ علم حدیث سے فیض یاب ہو سکیں۔

شیخ محدث عبدالحق دہلوی نے جب بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ آرڈر، یہ حکم سُنا تو عرض کی، آقا میرا ہر روز کا یہ معمول ہے کہ سارے دن میں ایک مرتبہ ضرور آپ کے مقدس آستانے پر حاضر ہوتا ہوں اور سنہری جالیاں دیکھ کر، آپ کا روضۂ اطہر دیکھ کر دل کو قرار آجاتا ہے۔ اور ایمان میں بہار آجاتی ہے۔ میرے آقا اگر میں مدینہ پاک اور آپ کا مقدس روضہ چھوڑ کر ہندوستان چلا گیا تو میری زندگی کے دن کیسے کٹیں گے میں آپ کے بغیر کیسے جیوں گا۔ اللہ۔ اللہ! ۔

کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عبدالحق پریشان کیوں ہوتا ہے؟ ناں ناں پریشان نہ ہو۔ تو ہندوستان چلا جا۔ جب رات کا ٹائم ہو تو مصلے پر بیٹھ کر مراقب ہو کر یعنی سر جھکا کر مدینے کی طرف منہ کر کے ہمارا تصور دل میں لا کر بیٹھ جانا۔ عرض کی آقا پھر کیا ہوگا۔ میرے آقا نے فرمایا عبدالحق! جب تم میری طرف منہ کر کے بیٹھو گے، تو نہ بیٹھے تو تم ہندوستان میں ہو گے لیکن ہو گے تم میری بارگاہ میں اور پھر میری زیارت بھی کرو گے۔ اور یہ ایک دن نہیں بلکہ جب تک تم زندہ رہو گے ہر روز تمہیں میری زیارت نصیب ہوتی رہے گی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پاک سُن کر حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہندوستان میں تشریف لائے اور دھلی کو اپنا علمی مستقر بنایا اور جب تک زندہ رہے ہر روز دن تو گزرتا دھلی میں مگر رات گزرتی بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں، یعنی شہر مدینہ میں۔ (تذکرۂ غوثیہ ص ۳۹۴، سیرت النبی بعد از وصال النبی ص ۱۹۱،۲۸)

سامعینِ کرام! معلوم ہوا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہر روز بارگاہِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کا شرف حاصل ہوتا تھا اور جب ہر روز کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوتے تھے تو جو کچھ سرکار کی شان میں لکھے ہوں گے وہ بھی ضرور کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی پیش کرتے ہو گے اور سرکار بھی اپنے بھیجے ہوئے غلام کی کتابیں دیکھ کر ۔۔۔ مسرت کا اظہار کرتے ۔۔۔

اور یہ بات جو میں نے عرض کی ہے کہ حضور ہی اوّل ہیں اور آخر ہیں، ظاہر ہیں باطن ہیں، اور ہر چیز کو جاننے والے ہیں، یہ بھی سرکار نے دیکھی ہوں گی اور دیکھ کر خوشی کا اظہار فرمایا ہوگا۔ سبحان اللہ! جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی تصدیق فرمادی ہو تو ایک مومن کے لیئے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہونی چاہیئے۔ چنانچہ ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے جو کہ علامہ عبدالحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے اور اسی بات کو قلندر لاہوری علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے اپنی زبان میں یوں پیش فرمایا کہ

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

وہ دانائے سُبل ختم الرسل مولائے کُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

اوّل بھی آخر بھی

حضور علیہ السّلام اوّل بھی ہیں، کیوں؟ کہ سب سے پہلے اللہ پاک نے اپنے نور سے آپ کے نور کو پیدا فرمایا اور آخر بھی ہیں کہ سب نبیوں کے بعد آپ کو رسول بنا کر دنیا میں لایا گیا۔ ظاہر بھی ہیں کیوں؟ کہ ساری دنیا کو آپ کے انوار و تجلیات نے منور اور روشن کر رکھا ہے۔ باطن بھی ہیں، اسلیئے کہ آپ کی حقیقتوں کو کوئی انسان نہیں سمجھ سکا۔ ہاں جس رب نے آپ کو پیدا فرما کے دُنیا میں مبعوث فرمایا وہی کملی والے کی حقیقتوں کو جانتا ہے۔ ہر شیٔ کے جاننے والے بھی ہیں۔ کیوں، اسلیئے کہ اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو روزِ ازل سے لیکر روزِ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اور جو کچھ ہو چکا ہے سب کچھ بتا دیا ہے، سب کچھ سکھا دیا ہے (مدارج النبوت شریف اوّل صفحہ ۸۰۷)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ... آقا معراج پر تشریف لے گئے، معراج شریف ... تشریف لے آئے تو سرکار

(سرکار) دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معراج شریف کا تفصیلی تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب میں معراج کا دولہا بن کے جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ خدا کا دیدار کرنے جا رہا تھا تو دوران سفر ہمیں کچھ احباب ملے۔ انہوں نے مجھے سلام کہا اور پوچھا گیا آقا وہ سلام کیسے کر رہے تھے۔ سرکار نے فرمایا کہ پہلے دوست نے یوں کہا :—

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَوَّلُ ۔ "اے ساری کائنات سے پہلے پیدا ہونے والے محبوب میرا سلام ہو"

دوسرے دوست نے یوں سلام دیا کہ :—

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اٰخِرُ ۔ "اے ساری کائنات میں سب رسولوں کے بعد آنے والے میرا آپ کو سلام ہو۔"

تیسرے دوست نے یوں سلام پیش کیا کہ :—

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَاشِرُ "اے حشر میں ساری دنیا میں سب سے پہلے اپنے روضے سے اٹھ کر پوری امت کو بخشوانے والے میرا سلام ہو۔"

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ جبرئیل : یہ کون ہیں؟ جنہوں نے مجھے بڑی محبت سے سلام کے نذرانے پیش فرمائے جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی میرے آقا سب سے پہلے سلام عرض کرنے والے اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام تھے، دوسرے صاحب اللہ تعالیٰ کے پیارے کلیم حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام تھے، تیسرے بزرگ اللہ تعالیٰ کے روح اللہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تھے (مدارج النبوت شریف اول ص۲۹۴ نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص۲۹ بیہقی شریف)

میرے دوستو! معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام اول و آخر اور حاشر ہیں، جب انبیاء کرام علیہم السلام اول، آخر اور حاشر مانیں اور فرماتے ہیں تو میاں ہم تو ہیں ہی حضور علیہ السلام کے در کے گدا تو ہمارا تو

بدرجہ اوّل یہ حق بنتا ہے کہ ہم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پیاری پیاری صفتوں سے پکاریں اور بقول اعلیٰ حضرت کے یوں عرض کریں کہ ؎

وہی اوّل وہ ہی آخر وہی باطن وہ ہی ظاہر
اُسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اسکی طرف گئے تھے
کمان امکان کے جھوٹے نقطو تم اوّل آخر کے پھیر میں ہو!
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

سامعینِ کرام! آیئے ذرا دیکھئے کہ ربِ کائنات نے اپنے نور سے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو کیسے پیدا فرمایا اور کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات سے پہلے کیسے ہو کر حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی پاک میں تشریف لائے۔

کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا کا مطلب

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے حدیث قدسی کلام خدا ہوتا ہے اور روایت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی ہے۔ اس حدیث قدسی کو علامہ ملّا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی معروف کتاب موضوعات کبیر ص ۲۹۹ میں نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ حدیث شریف معناً بالکل صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا "میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔"

یعنی کائنات کی کوئی چیز نہیں تھی جو مجھے پہچانتی، کوئی انسان نہیں تھا جو میرے گیت گاتا، کوئی فرشتہ نہیں تھا جو میری بارگاہ میں اپنا سیس نواتا تو۔۔۔

فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ "پس مجھے محبت ہوگئی اور میں نے چاہا کہ اور پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں، میں معروف و مشہور ہو جاؤں۔"

فَخَلَقْتُ خَلْقًا "تو میں نے مخلوق کو پیدا فرمایا۔"

وَخَلَقْتُ نُوْرَ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم) "اور میں نے کائنات کی جان محمد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا۔"
(زرقانی شریف)

میرے دوستو! ذرا اس حدیث پاک میں توجہ فرمائیے۔ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے کہ میں ایک مخفی اور پوشیدہ خزانہ تھا۔ پس مجھے محبت ہو گئی۔ یاد رکھیئے، سب سے پہلے محبت ہوئی ہے تو اللہ پاک کو ہوئی ہے۔ یہ بات ذرا توجہ سے سُنیئے کیونکہ یہ تصوف اور معرفت کی بات عرض کر رہا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ کی ذات وحدت سے جو سب سے پہلے تجلی پھوٹی ہے اسکا نام ہے تجلی حُبیّ اور اس تجلی حُبیّ کا نتیجہ اور اس تجلی حُبیّ کا ظہور ہوا ہے۔ ذاتِ پاک مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں گویا خدا کی محبت جب رنگ لائی تو محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہو گئے۔ کسی عاشق مزاج شاعر نے بڑا پیارا پنجابی میں یہ شعر لکھا کہ:

رَبّ عِشق کما بیٹھا
بدلے اِک دم جے کُل دُنیا نوں لا بیٹھا

تو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نبی کریم علیہ السلام کے نور کو پیدا فرمایا، کس سے اپنے نور سے، یہاں ایک بڑی پیاری بات عرض کرتا ہوں، ذرا غور فرمائیے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً۔ میں ایک مخفی اور پوشیدہ خزانہ تھا۔ سوال یہ ہے کہ جب رب کے سوا کوئی تھا ہی نہیں تو وہ مخفی اور پوشیدہ کس سے تھا۔ تو اس کے بارے میں عرض کروں توجہ کیجئے! میرے بزرگو، دوستو! اللہ کی ذات قدیم ہے، ازلی ہے، ابدی ہے۔ ابدی اس کو کہتے ہیں جو ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ جس طرح اللہ پاک کی ذات قدیم ہے اسی طرح اس کی صفات بھی قدیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات ہیں، مثلاً رَبّ ہونا۔ ربوبیّت اس کی صفت ہے۔ ربوبیّت کا معنی ہے پالنے والا۔ اسی طرح رحمٰن ہونا اس کی صفت ہے، اس کا معنی کیا ہے؟ رحم کرنے والا۔ اسی طرح رحیم بھی اس کی صفت ہے اس کا معنی بھی رحم کرنے والا ہے۔ اسی طرح خدا کی صفت ہے

رزّاق - اس کا معنی ہے بہت زیادہ رزق دینے والا - اسی طرح ایک صفت ہے ستّار - ستّار کا معنی ہے پردہ پوشی کرنے والا - اسی طرح اس کی صفت ہے غفّار اس کا معنی ہے بخشنے والا -

میرے دوستو! خدا کی تمام صفات تو ہیں قدیم - خدا ازلی طور پر ربّ ہے لیکن کائنات کے وجود سے پہلے اس کا رب ہونا پوشیدہ تھا - اس کا رحمٰن و رحیم ہونا پوشیدہ تھا - ستّار و غفار ہونا پوشیدہ تھا - آپ سوچیں گے کہ وہ کیسے؟ تو دیکھئے کہ ربّ کے معنی ہیں پالنے والا - جب پلنے والا کوئی نہ ہو تو اس کی صفت تو تھی لیکن اس کا ظہور نہیں تھا - رزّاق کے معنی ہیں، رزق دینے والا، اس کی صفت رزّاقیت تو تھی مگر رزق لینے والا کوئی نہ تھا تو اس کی صفت رزّاقیت پوشیدہ تھی، اس کا ظہور نہیں تھا - وہ ستّار تو تھا لیکن پردہ پوشی کرانے والا کوئی نہ تھا گویا صفت ستّاریت تو تھی لیکن ظہور نہ تھا - تو اب سمجھو - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں مخفی خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں، مشہور و معروف ہو جاؤں، میری صفات کا ظہور ہو جائے میرا خزانہ باہر آجائے تو میں خدا کریم جلّ جلالہٗ نے نورِ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا معلوم ہوا کہ اگر نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ربّ ہو کر بھی رب نہ ہوتا - رحمٰن ہو کر بھی رحمٰن نہ ہوتا، رحیم ہو کر بھی رحیم نہ ہوتا، ستّار ہو کر بھی، ستّار نہ ہوتا، غفّار ہو کر بھی غفّار نہ ہوتا یعنی اس کی صفات تو ہوتیں لیکن ان کا ظہور نہ ہوتا - معلوم ہوا کہ اللہ پاک کو ظاہر بھی کیا ہے تو وہ ذاتِ پاک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے - اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کا ذریعہ اپنے ظہور کا ذریعہ ذاتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا - اسی واسطے دوسری حدیث میں خود رب العالمین نے فرمایا کہ :-

لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِیَّةَ "اگر میرا کملی والا نہ ہوتا تو میں اپنا ربّ ہونا بھی ظاہر نہ کرتا -"

تو میں نے عرض کیا ہے کہ سب سے پہلے محبت ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ کو ہوئی ہے۔ سب سے پہلے جو ذات خدا سے تجلی پھوٹی ہے وہ محبت کی تجلی ہے اس کا نام ہے تجلی حُبی اور اس تجلی نے صورت اختیار کی ذاتِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو یہ سارا کارخانہ محبت کا کارخانہ ہے۔ نہ رب کو محبت ہوتی نہ رب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پیدا فرماتا اور نہ یہ کائنات ہوتی تو پھر ساری کائنات انہی کی خاطر پیدا کی گئی اس مقام پر جناب فتح محمد اختر نے اپنی پنجابی زبان میں چند بڑے ہی پیارے اشعار فرمائے کہ ؎

سوہنا عربی نہ دُنیا تے آندا — نہ کوئی خالق چیز بناندا
ہوندی دھرتی ویران — جے نہ آندا اے جوان
دَسّے پڑھ کے قُرآن

سوہنے عربی دا پیاد جکارے — توحید دے نعرے
تے دنیا نوں، تے دُنیا نوں رنگ لگ گئے

کیتا اللہ نے کیڈا اکرم اے — بھیجیا دُنیا تے شاہِ اُمم اے
ہیا اللہ دا احسان — ویکھیں پڑھ کے قرآن
کریں رَبّ وَل دھیان

سوہنا اُمت دا غم خوار — کئی بگڑے سوارے
تے دُنیا نوں، تے دُنیا نوں رنگ لگ گئے۔

اچھا تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ پاک نے ساری کائنات سے پہلے اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا، کیسے پیدا فرمایا اور کب پیدا فرمایا۔ تو یاد رکھو جب کائنات کی کوئی چیز ابھی وجود میں نہیں آئی تھی رب نے اس وقت ہمارے آقا محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی

اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں

نوری ظہور

کہ جب ربِ کائنات نے اس دُنیا کو اپنے جلوے دکھانے چاہے، اپنی صفات کو ظاہر فرمانا چاہا، کائنات کی بہاریں بسانے کا خیال فرمایا تو اللہ پاک نے سب سے پہلے کائنات کی روح اور جان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق سے کائنات کی تخلیق کا آغاز فرمایا ـــ کیسے کر

فَقَبَضَ قَبْضَۃً مِّنْ نُوْرِہٖ۔ "اللہ پاک نے اپنے نور سے ایک نور کی مٹھی بھری اور"

ثُمَّ قَالَ کُوْنِیْ حَبِیْبِیْ۔ "پھر اس اپنے نور کو اپنے آگے کرکے فرمایا تو میرا حبیب ہو جا"

کیونکہ اَنْتَ عِشْقِیْ وَاَنَا عِشْقُکَ۔ "تو میرا عشق ہے اور میں تیرا عشق ہوں" پس حضور علیہ السلام کا ظہور ہوا۔

(نزہۃ المجالس دوم ص۱۸۷، انفاس رحیمیہ ۳ ص۲۵، مولود العروس ص۱۲)

جب نبی کریم علیہ السلام کے نور کو اللہ نے پیدا فرمایا تو اس کے بعد حضور علیہ السلام کے نور سے اللہ تعالیٰ نے عرش کرسی لوح و قلم، سدرہ، جنّت، آسمان غرضیکہ تمام کائنات کو پیدا فرمایا۔ جب ربِ کائنات نے عرش کو پیدا فرمایا تو عرش، اللہ پاک کے ڈر سے ڈولنے لگا تو

کَتَبَ اِسْمَہٗ عَلَی الْعَرْشِ خدائے برتر نے عرش کے ستونوں پر اپنے حبیبِ کبریا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی لکھوا دیا۔ عرش نے جب رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ پاک اپنے سینے پر دیکھا تو سرکار کے نام سے اس کو قرار آگیا ـــ ادھر عرش کو قرار آگیا، ادھر عرش جنت سدرہ کے فرشتوں نے کملی والے کا نام دیکھ کر اور پڑھ کر اندازہ لگا لیا کہ یہ ساری کائنات کی بہاریں ربّ سجا رہا ہے تو اسی نام والے صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے جب اللہ پاک نے اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا فرمالیا تو محبوب کے نور کو اپنے سامنے سجایا۔ سبحان اللہ!

کتنا حسین منظر ہوگا وہ جب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے لے کر بیٹھا ہوگا۔ اس مقام پر ایک شاعر نے بڑے ہی اچھے چند اشعار فرمائے آپ بھی سنیئے اور جھوم جایئے۔ شاعر کہتا ہے کہ ؎

رکھ سامنے شیشہ وحدت دا اج رب نے دربار سجایا اے
اوہ بے صورت وچہ صورت دے بن آپ محمد آیا اے
ایہہ گل یار خطا دی نئیں جے اوہ خدا دی نئیں تے جدا دی نئیں
خود احمد بن کے حمد کرے تے محمد نام رکھایا اے
بن صورت رب نئیں لبھدا اوہدی شکل نورانی وچوں رب لبھدا
اوہ نہ ہندا تے جگ نہ ہندا لولاک رب نے فرمایا اے

ہاں تو عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا کر کے اپنے آگے سجایا اور پھر نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ:۔

یَا مُحَمَّدُ اَنَا وَاَنْتَ وَمَا سِوَاكَ خَلَقْتُ لِاَجْلِكَ "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میں ہوں اور تو ہے اور یہ ساری کائنات کی بہاریں یہ ساری دنیا کی نعمتیں یہ اتنا بڑا کارخانہ عالم، محبوب میں نے تیرے واسطے پیدا فرمایا ہے۔"

سبحان اللہ۔ گویا اللہ پاک نے محبوب کو یوں فرمایا جیسے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ کلام پیش کیا کہ ؎

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکان تمہارے لیئے
چنین و چناں تمہارے لیئے بنے دو جہاں تمہارے لیئے
کلیم و نجی مسیح و صفی خلیل و رضی رسول و نبی
عتیق و رضی غنی و علی ثنا کی زباں تمہارے لیئے
یہ شمس و قمر یہ شام و سحر یہ برگ و شجر یہ باغ و ثمر

یہ تیغ و سپر یہ تاج و کمر یہ حکم رواں تمہارے لیئے
اصالتِ کُل امامتِ کُل سیادتِ کُل امارتِ کُل
حکومتِ کُل ولایتِ کُل خُدا کے یہاں تمہارے لیئے
تمہاری چمک تمہاری دمک تمہاری جھلک تمہاری مہک
زمین و فلک سماک و سمک میں سکہ نشاں تمہارے لیئے

تو خیر اللہ تعالی نے فرمایا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ایک مَیں ہوں اور ایک تُو ہے اور یہ سارا کچھ تیرے لیئے ہے، تو قربان جاؤں کملی والے نے بھی بڑا پیارا جواب اپنے مالک و خالق کو دیا کہ :۔

فَقَالَ مُحَمَّدٌ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ وَمَا اَنَا وَمَا سِوَاكَ تَرَكْتُ لِاَجْلِكَ

"کملی والے نے عرض کی کہ یا اللہ تو ہی ہے میں نہیں مَیں نے تیرے سوا سب کو تیرے لیئے چھوڑ دیا۔"

(مکتوبات شریف دوم صفحہ ۹۶۔ شرح قصیدہ بردہ خرپوتی صہ ۷، روح البیان جلد ۹ صہ ۲۲، اور تفسیر احمدی صہ ۲۲۹)

میاں قربان جائیے عاشق معشوق کی نرالی گفتگو کے اللہ فرماتا ہے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب کچھ تیرے لیئے ہے گویا تو نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا تو محبوب کی طرف سے جواب آتا ہے کہ مولا اگر یہ بات ہے تو سب کچھ تو ہی تو ہے مَیں نے سب کچھ تیری محبت کی خاطر چھوڑ دیا۔ سبحان اللہ گویا کملی والے محبوب نے بارگاہ خدائے ذوالجلال میں کچھ یوں عرض کی جس کو ایک شاعر نے اپنی زبان میں ادا کرتا ہے اور شاعر بھی شہنشاہِ ولایت بابا عبداللہ شاہ قصوری، کہا کہ ؎

مولا سب کچھ تو ہیں آتے سب وچ توں ہیں اتے سب توں پاک بیہانا
مَیں وی تو ہیں اتے تو وی تو ہیں تے فیر بلھیا کون نمانا

میرے دوستو! معلوم ہوا کہ اللہ پاک نے سب سے پہلے حضور علیہ السلام کے نور کو پیدا فرمایا، چنانچہ اس بات کی تصدیق حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی فرماتے ہیں کہ واقعی سب سے پہلے کملی والے کا نور پیدا ہوا۔

جبرئیل امین کی تصدیق

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ابھی ابھی میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور انہوں نے مجھ سے اپنا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ جب اللہ پاک نے مجھے پیدا فرمایا تو میں ایک ہزار سال تک عرش کے نیچے رہا۔ ایک ہزار سال کے بعد اللہ نے مجھ سے پوچھا کہ مَنْ خَلَقَكَ " اے جبرئیل تجھے کس ذات نے پیدا فرمایا۔ تو میں نے عرض کی

اَنْتَ الْخَالِقُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمَعْبُوْدُ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَاَنَا الْعَبْدُ الذَّلِيْلُ الْخَاضِعُ الْمُنْقَادُ۔

کہ اے رب کائنات تجھے تو نے ہی پیدا کیا ہے تو اکیلا ہے تو قہار ہے تو عزت والا ہے تو جبار ہے تو شب و روز کا معبود ہے اور میں بندہ ذلیل عاجز اور تابعدار ہوں۔"

جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ بات پوچھنے کے بعد رب کریم خاموش ہوگیا۔ میں پھر اٹھارہ ہزار سال تک عرش کے نیچے رہا، اٹھارہ ہزار سال کے بعد پھر اللہ پاک نے مجھ سے پوچھا کہ مَنْ خَلَقَكَ۔ وَمَنْ اَنَا۔ اے جبرئیل تمہیں کس ہستی نے پیدا فرمایا ہے اور میں کون ہوں؟ تو جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہ لم یزل میں عرض کیا:- اَنْتَ خَالِقِيْ وَرَزَّاقِيْ وَمُحْيِيْ وَمُمِيْتِيْ وَبَاعِثِيْ۔

"کہ اے مالک الملک تو مجھے پیدا فرمانے والا اور روزی دینے والا اور زندگی اور موت دینے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا ہے۔"

وَاَنَا عَبْدُ الضَّعِيْفُ الْمِسْكِيْنُ "اور میں تیرا بندہ کمزور، درمسکین اور تیرا غلام ہوں"
جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں پھر میں اٹھارہ ہزار برس تک عرش بریں کے نیچے
خاموش کھڑا رہا۔ اٹھارہ ہزار برس کے بعد پھر رب لم یزل نے پوچھا کہ مَنْ اَنْتَ
میں کون ہوں تو میں نے عرض کی کہ اَنْتَ الْخَالِقُ الْبَارِیُ - اے رب العالمین
تو ساری کائنات کو پیدا فرمانے والا ہے پھر فرمایا مَنْ اَنْتَ تو کون ہے ؟
تو میں نے عرض کی وَاَنَا الْعَبْدُ الْخَاضِعُ یا اللہ میں تیرا عاجز بندہ ہوں۔
تو خدائے بزرگ و برتر نے خوش ہو کر فرمایا کہ صَدَقْتَ یَا جِبْرِیْلُ اے جبرئیل
تو نے واقعی سچ کہا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں جب میں نے رب
العالمین کو اپنے آپ پر خوش دیکھا تو میں نے بڑے ادب سے عرض کیا کہ اے مالک کل
ایک بات پوچھوں، حکم ہوا، پوچھ لو۔ تو میں نے عرض کی کہ اے وحدہٗ لاشریک میں
دیکھ رہا ہوں کہ تو نے مجھے سب سے پہلے پیدا فرمایا ہے۔ مولا پوچھنا یہ چاہتا ہوں
کہ مجھ سے پہلے بھی تو نے کسی کو پیدا فرمایا ہے ؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرئیل ذرا اوپر
نگاہ کرو اور دیکھو۔ جبرئیل فرماتے ہیں کہ جب میں نے اوپر نظر اٹھائی تو خدا کے
عرش پر مجھے ایک ایسا چمکتا دمکتا ہوا نور نظر آیا کہ میری آنکھیں دیکھ کر دم بخود ہو
گئیں۔ تو میں نے عرض کی مولا یہ کس ہستی کا نور ہے جس پر میری آنکھیں بھی چندھیا
گئی ہیں۔ تو اللہ پاک نے فرمایا جبرئیل یہ وہ عظیم اور نورانی ہستی ہے کہ جس کے
صدقے سے میں نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسی کے صدقے میں اپنے تمام رسول فرشتے
جنت، عرش فرش انسان اور جنات، پہاڑ دریا، سمندر حیوان، جمادات نباتات
غرضیکہ کل کائنات کو پیدا فرماؤں گا۔

مولا کریم یہ ہے کون ؟ جس کا تیری بارگاہِ عالیہ میں اس قدر مرتبہ و شان
اور مقام ہے ؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ——

هُوَ حَبِيْبِیْ وَصَفِیِّیْ وَنَبِيِّیْ وَسَيْرَتِیْ وَخُلُقِیْ مُحَمَّدُنِ الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ

(معارج النبوّت دوم صـ ۲۵-۲۶)

"اے جبرئیل یہ میرا حبیب ہے میرا برگزیدہ نبی ہے میری ذات کا عکس ہے میرے اخلاق کا نمونہ ہے میرا رسول ہے نام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔"

اُمّت کی بخشش

حضرت علامہ ملاّ معین الدین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف معارج النبوت شریف اوّل صـ ۲۴۴ اور صـ ۳۵۵ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ساری کائنات، عرش فرش، انسان فرشتے اور دیگر مخلوقات کی تخلیق سے نو لاکھ سال پہلے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ جب حضور علیہ السلام کا نور پیدا ہو گیا تو سرکار کے نورِ پاک نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ بے پناہ میں دو رکعت نماز نفل پڑھے، وہ نفل کیسے پڑھے، ایسے پڑھے جیسے ہم پڑھتے ہیں؟ نہیں بلکہ کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نفل پڑھنے میں بیس ہزار سال کا عرصہ لگایا۔ اللہ اللہ، کیسے یہ عرصہ لگا؟ تو سنو۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیت کی تو ایک ہزار سال تکبیر تحریمہ میں ایک ہزار سال پھر قیام کے لیے ہاتھ باندھے تو ایک ہزار سال تک قیام کی حالت میں کھڑے رہے پھر رکوع فرمایا تو ایک ہزار سال تک رکوع میں تسبیح پڑھتے رہے۔ پھر قومہ کیا یعنی رکوع سے کھڑے ہوئے تو ہزار سال قومہ میں کھڑے ہو کر خدا کی تحمید پڑھتے رہے پھر سجدے میں گئے تو ایک ہزار سال تک یوں خدائے عزوجل کی ثناء کرتے رہے کہ: سُبْحَانَ الْعَلِيْمِ الَّذِیْ لَا يَجْهَلُ۔ "پاک ہے وہ اللہ جو علیم ساری کائنات کے ذرہ ذرہ کا جاننے والا ہے، کوئی چیز سے وہ مالک بے خبر نہیں ہے۔"

سُبْحَانَ الْعَالِمِ الَّذِیْ ... "پاک وہ ذات جو ... مارے ..."

یعنی ٹھنڈے مزاج والا، کسی کام میں جلد بازی نہیں کرتا۔"

سُبْحَانَ الْجَوَّادِ الَّذِی لَا یَبْخَلُ۔ "پاک ہے وہ خدا جو جوّاد ہے یعنی بڑا ہی سخی ہے اور بخیل و کنجوس نہیں۔"

ہزار سال کے بعد پھر سرِ انور اٹھایا اور جلسہ کیا یعنی دو سجدوں کے درمیان آپ بیٹھے تو ایک ہزار سال پھر آپ جلسہ فرماتے رہے پھر دوسرا سجدہ کیا تو ایک ہزار سال دوسرے سجدے میں گذار دیئے، اسی طرح دوسری رکعت مکمل فرمائی پھر دائیں طرف سلام پھیرا تو ایک ہزار سال تک مشغول رہے پھر بائیں طرف سلام پھیرا تو ایک ہزار سال بائیں طرف لگا دیئے۔

جب کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر کر دو رکعت مکمل کر لیں تو اللہ پاک نے فرمایا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تُو نے میری عبادت کا حق ادا کر دیا ہے میں تیری یہ عبادت اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول کر لی ہے، پیارے دعا مانگ آج تُو جو بھی مانگے گا، میں خُدا تجھے عطا کرتا جاؤں گا۔ کملی والے نے سرِ بسجود ہو کر عرض کی کہ اے خالق کائنات مجھے تیرے بتانے سے پتہ چلا ہے کہ تُو مجھے اپنا نبی، اپنا پیغمبر اپنا رسول، اپنا محبوب بنا کر ایک قوم کے پاس بھیجے گا، یا اللہ بتقاضائے بشریت ان سے غلطیاں بھی ہوں گی تو مولا اس نماز کی برکت سے میری اُمت کی خطاؤں کو بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات ہے تو جا میں تیری امت کو قیامت کے دن معاف کر کے جنت عطا کر دوں گا۔ اللہ اکبر میرے دوستو! قربان ہو جاؤ اپنے مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات پر کہ سرکار نے ہماری بخشش کی ڈگری رب کریم سے اس وقت حاصل کر لی تھی جبکہ ہم تو کیا ہمارے بابا آدم علیہ السلام بھی وجودِ پاک میں تشریف نہیں لائے تھے۔ انشاءاللہ جنت میں ہر جنتی بڑی پیاری چھوم اٹھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعرے لگا رہا ہوگا

اور زبانِ حال سے یہ کہتا ہوا کیا؟ کہ ؎

مجھکو فکرِ شفاعت ہو کیوں کر
دو کریموں کا سایہ ہے مجھ پر

اک طرف رحمتِ مصطفٰے ہے
اک طرف لطف ربّ جلی ہے

وہ سماں کیسا ذی شان ہوگا
جب خدا مصطفٰے سے کہے گا

اب تو سجدے سے سر اٹھا لو
آپ کی ساری اُمّت بری ہے

یہ پڑھتے پڑھتے جنت میں چلے جائیں گے

قلم کی تحریر

جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ السلام کے نورِ پاک کو پیدا کیا تو حضور علیہ السلام کے نور کی برکت سے اللہ نے اپنا نوری قلم پیدا فرمایا اور پھر قلم کو حکم دیا کہ۔ "اکتُبْ" لکھ، قلم نے پوچھا اے کائنات کے والی کیا لکھوں۔ اللہ نے فرمایا کہ لکھو!

عِلْمِیْ فِیْ خَلْقِیْ وَمَا هُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ " جو میں نے مخلوق پیدا کرنی ہے اسکے بارے میں میرا علم لکھ اور جو قیامت تک ہونے والا ہے وہ لکھ۔" ——— قلم نے سوال کیا کہ یا اللہ ابتداء کہاں سے کروں، فرمایا ابتداء یوں کر:- بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قلم نے اللہ تعالیٰ کا نام لکھا اللہ نے پھر فرمایا لکھو: اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی الٰہ نہیں کوئی معبود نہیں کوئی عبادت کے لائق نہیں، کسی انسان کو سجدہ روا نہیں،، اللہ پاک نے پھر فرمایا لکھ عرض کی اب کیا لکھوں فرمایا اب لکھ ———

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ——— "محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔"

جب قلم نے کملی والے کا نام لکھنا چاہا تو سرکار کے نام کی ہیبت سے شق ہوگیا اور سات ہزار سال تک بیہوش پڑا رہا پھر جب ہوش آیا تو سات ہزار سال تک تھرتھراتا رہا پھر سجدے میں گر پڑا، سات ہزار سال کے بعد سر اٹھایا۔ اللہ پاک

اللہ پاک کا حکم ہوا اے قلم میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کیوں نہیں لکھتا
قلم نے عرض کی! اے ربّ العالمین کیا تیرے سوا بھی کوئی ہستی ایسی عظیم ہے جس کا
نام تیرے نام کے بعد تیرے نام کے ساتھ ملا کر لکھا جائے؟ اللہ پاک نے فرمایا قلم
ادب اختیار کر کیونکہ اگر یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں کائنات کی کوئی
بھی چیز پیدا نہ کرتا۔ اے قلم اگر میرا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا نہ
کرتا۔ قلم نے جب عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرالی تصویر دیکھی تو لکھنا شروع
کر دیا۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ یہ لکھنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا۔ اب یہ لکھ
اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ سلام ہو آپ پر یا اللہ کے نبی صلی
اللہ علیہ وسلم ابھی یہ کلمہ قلم نے لکھا ہی نہیں تھا کہ روحِ محمدی و نورِ محمدی صلی اللہ علیہ
وسلم میں سے آواز آئی کہ:۔

وَعَلَیْكَ السَّلَامُ اے قلم تجھ پر سلام ہو میں محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا

ادھر خدا نے فرمایا:۔ وَعَلَیْكَ "اے قلم تو نے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر
السَّلَامُ وَعَلَیْكَ مِنِّیَ الرَّحْمَةُ سلام بھیجا ہے تو سن تجھ پر بھی میری طرف سے
اَوْجَبْتُ لَكَ رَحْمَتِیْ وَلِمَنْ سلام ہو اور تجھ پر میری طرف سے رحمت ہو تو نے
صَدَقَ بِهٖ وَاٰمَنَ بِهٖ۔ سچ کہا اور تو ایمان میں آ گئی اور تیرے لیے جنت
واجب ہو گئی۔ اللہ اللہ۔ میرے دوستو! ذرا خیال کرو، قلم نے مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم پر ایک مرتبہ اس وقت سلام بھیجا جب سرکار ظاہری طور پر جسمانی طور پر اس زمین
پر تشریف نہیں لائے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ سلام پڑھنے پر قلم پر اپنی طرف سے
سلامتی کا پیغام بھیجا، رحمتوں کا نزول فرمایا۔ جنت کی خوشخبری سنائی، تو میرے بزرگو جو
مسلمان ہر محفل نعت کے بعد، ہر جمعہ کے اختتام پر ہر وعظ کے آخر پر ہر تقریر کے اختتام
پر جھوم جھوم کر مصطفےٰ علیہ السلام پر یوں سلام بھیجے اور درود و سلام کا نذرانہ پیش کرے کہ:۔

یا نبی سلام علیک	یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک	صلوٰۃ اللہ علیک
بخت کا چمکے ستارا	حاضری کا ہو اشارا
دیکھ کر روضہ پیارا	پھر کہے خادم تمہارا
یا نبی سلام علیک	یا رسول سلام علیک
جاں کنی کے وقت آنا	چہرۂ انور دکھانا
کلمۂ طیبہ پڑھانا	اپنے دامن میں چھپانا
یا نبی سلام علیک	یا رسول سلام علیک

تو ایسے مسلمان پر کیوں نہ خدا کی سلامتی ہوگی، رحمتیں ہوں گی اور جنت کی صدائیں بلند ہوں گی۔ میاں یاد رکھو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا یہ اپنے لیے بہت بڑا خزانہ جمع کرنا ہے (مولود العروس ص۱۵، معارج النبوت اوّل ص ۳۴۴-۳۴۵، تذکرۃ الواعظین ص ۹۲-۹۳)

حضرات محترم! اس حدیث پاک سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ پہلا مسئلہ تو یہ کہ اگر قلم بھی بنا تو کملی والے کے صدقے، اگر سرکار نہ ہوتے تو قلم تو کیا کائنات کی کوئی چیز نہ ہوتی۔ دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام کا نور اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق حتیٰ کہ لوح وقلم سے بھی پہلے پیدا فرمایا۔ کیسے پیدا فرمایا؟ یہ آپ سن چکے ہیں۔ مزید آیئے سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتے ہیں کہ حبیبی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کب بنے اور کیسے بنے، کس سے بنے؟ -

کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر یوں عرض کی

کہ اَخْبِرْنِیْ عَنْ اَوَّلِ شَیْءٍ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ خَلَقَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نے ساری مخلوقات خدا سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا یہ سوال سن کر تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ): ۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ " بیشک اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو پیدا کرنے سے نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ ۔ پہلے تیرے نبی محمد کریم علیہ السلام کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا ـــــ اللہ اللہ! ۔ حضرات میں یہاں ایک ضروری بات عرض کر دوں پھر آپ کو پوری حدیث شریف سناتا ہوں ذرا توجہ فرماویں۔ جب ہم انہی حضرات نور کے منکرین کو یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کو نور اور سراپا نورٌ علی نورٌ بنایا اور پھر اپنے نور سے بنایا تو منکرین نور بڑے چیں بچیں ہوتے ہیں، بڑے غصے کے عالم میں بڑی بے ادبی سے کہتے ہیں کہ تم سُنی بھی عیسائیوں کی طرح نبی کریم علیہ السلام کو نعوذ باللہ خدا کا جزء بناتے ہو اور تم میں اور عیسائیوں میں فرق یہ ہے کہ وہ عیسٰے علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بناتے ہیں اور تم اس کا نور کے حصے بنا کر حضور علیہ السلام کو نور ثابت کرتے ہو ۔

میرے دوستو! ذرا خیال کرو کہ ان لوگوں کی مت ماری ہوئی ہے۔ کیوں کہ اگر ہم حضور علیہ السلام کو نور خدا کہتے یا سمجھتے ہیں تو یہ بات ہماری اپنی بنائی ہوئی تو نہیں بلکہ فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر خدا کے نور سے کملی والے آقا کا نور تسلیم کر لیا جائے تو کیا خرابی لازم آئے گی، تو یہ لوگ یہ بلا کہہ دیتے ہیں کہ اس طرح تو خدا کا نور ٹکڑے ہو گیا اور خدا کا نور جب کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا تو نعوذ باللہ وہ کم ہو گیا ـــــ استغفر اللہ!

ایک جٹ کا جواب

محترم سامعین یہ تو وہی بات ہوئی کہ ایک گاؤں میں نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر مولوی تقریر کرنے آیا تو اس نے دوران وعظ لوگوں کے دلوں میں عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کم کرنے کے لئے بڑے ہیر پھیر سے لوگوں

کو لوگوں کہا کہ محترم سامعین مجھے بتایئے کہ روپے میں کتنے آنے ہوتے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ مولوی صاحب سولہ آنے۔ تو مولوی صاحب نے پھر سامعین سے پوچھا کہ اچھا بتاؤ کہ اگر روپے کے سولہ آنوں میں سے اگر کوئی آدمی چار آنے کسی کو دے دے تو اس کے پاس باقی کتنے آنے بچیں گے۔ تو لوگوں نے کہا کہ مولوی جی بارہ آنے باقی رہ جائیں گے۔ تو اب وہ مولوی صاحب پینترا بدل کر کہنے لگے کہ دیکھو اگر یہ مانا جائے کہ حضور علیہ السلام، اللہ پاک کے نور میں سے بنے ہیں تو بولو خدا کا نور بھی کم ہوگا کہ نہیں؟ حاضرین نے اس کے ہم مسلک لوگوں نے بڑی خوشی سے نعرہ مار کر کہا، کیوں نہیں ضرور اللہ کا نور کم ہو جائے گا۔ معاذ اللہ! جب مولوی صاحب نے لوگوں کے ایمانوں کو تباہ کر دیا تو حاضرین میں سے ایک سادہ سیدھا ان پڑھ جٹ اُٹھا، تھا تو وہ دیہاتی، تھا تو وہ پینڈو لیکن جو بات اس نے کر دی وہ کمال کی تھی۔ اس نے مائیک کے قریب ہو کر کہا کہ مولوی جی اسطرح کی گپیں نہ مارو، اپنے اور لوگوں کے ایمانوں کا بیڑہ غرق نہ کرو۔ وہ مولوی کہنے لگا میاں دیہاتی تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ تو اس عاشقِ رسول جٹ نے کہا کہ مولوی جی۔ اس گاؤں سے ایک میل دُور کے فاصلے پر میرا ایک پانی کا کنواں ہے اور میں اس کنویں سے تیس سال سے اپنی زمینوں کو سیراب کر رہا ہوں اور دن رات پانی نکال رہا ہوں مگر اتنے طویل عرصے میں میرے کنوئیں سے ایک چُلّو پانی کم نہیں ہوا؟ تو کیا تو نے خدا کے نور کو میرے کنوئیں سے بھی کم سمجھ رکھا ہے جو ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بن جانے سے کم ہو گیا ہے۔ سبحان اللہ! قربان جاؤں اس ان پڑھ عاشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل کی دلیل پر۔ اب مولوی صاحب جی چُپ ایک رنگ آئے اور ایک جائے، بیچارہ بڑا ذلیل ہو کر اس گاؤں سے نکلا۔ اس مقام پہ علامہ الحاج صائم چشتی نے بڑا پیارا یہ چار مصرعی شعر فرمایا ہے۔ کہ ؎

ذاتی ذرہ نہیں نخدیاں نال میرا	اَیویں کردا میں کسے دا ایکھ وی نہیں
کھندا اکے نہیں رب نے بنی تا ئیں	بلا شبہ نے دو، پر فرق وی نہیں

جہنوں نور محمد نہیں نظر آؤندا — اوہدی نظر بھی نہیں تے اکھ بھی نہیں
منگتا صاحب جو در رسول دا نہیں — ملنا رب توں اسنوں کجھ بھی نہیں

بہر حال یہ تو تھی عقلی دلیل۔ اب آیئے علمی رنگ میں۔ میں آپ کو نورہٖ کا مطلب سمجھاتا ہوں تاکہ ذہنی خلش دور ہو جائے۔ تو سنو ــــــ!

نورہٖ کی وضاحت

کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ کر

اے جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اللہ پاک نے تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ یہ نُورِہٖ کی ضمیر ہے ہٖ اس کا اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف یہ مضاعف ہے اللہ پاک کی طرف، یہ لوٹ رہی ہے خدائے عزوجل کی طرف اور اللہ خدا تعالیٰ کا اسم ذاتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذاتی نور سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا۔ صفاتی نور سے نہیں بلکہ ذاتی نور سے اگر صفاتی نور سے پیدا فرمایا ہوتا ہے تو عبارت یوں ہوتی۔ مِنْ نُوْرِ جَمَالِہٖ یا یوں ہوتا کہ مِنْ نُوْرِ عِلْمِہٖ کہ اللہ نے اپنے محبوب کا نور اپنے جمال سے یا اپنے علم سے پیدا فرمایا۔ اچھا یہاں اس عبارت سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور علیہ السلام، اللہ کے نور کے جز ہیں یا ٹکڑے ہیں۔ کیونکہ عربی میں یہ قاعدہ ہے کہ مضاعف اور مضاعف الیہ میں مغائرت ہو، یعنی دونوں میں فرق ہو۔ یہ جو نورہٖ کی ضمیر خدا کی طرف لوٹ رہی ہے یہ اضافت تشریفی ہے، جیسے کہ ہم کہتے ہیں رُوْحُ اللّٰہِ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ بَیْتُ اللّٰہِ خانہ کعبہ بیت اللہ ہے۔ اب اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی روح کے ٹکڑے ہیں اور خدا کی روح کا ایک ٹکڑا جدا ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں آ گیا، اسی طرح بیت اللہ، اللہ کا گھر تو نعوذ باللہ یہ تو نہیں کہ خدا کے پتھر ٹکڑے جدا ہو کر بیت اللہ خانہ کعبہ میں جا لگے۔

اسی طرح قرآن پاک میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بنانے کا ارادہ فرمایا تو اُس نے فرشتوں سے فرمایا :۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۔ (پارہ ۱۴ سورہ حجر آیت ۲۹)

" کہ جب میں آدم علیہ السلام کو ٹھیک کر لوں اور اس میں اپنی رُوح پھونک دوں تو اسے سجدہ کرنا۔ "

اب اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے جسم میں اپنی روح میں سے پھونکی تو کیا آدم علیہ السلام کے اندر اللہ کی روح کا ٹکڑا داخل ہو گیا تھا؟ ہرگز نہیں کیونکہ اللہ کی روح کے ٹکڑے ہونے سے پاک ہے۔ اس طرح نور بھی ٹکڑے ہونے سے پاک ہے تو جس طرح اپنی روح سے پھونکا اسی طرح اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ نہ روح ٹکڑے ہوئی نہ نور ٹکڑے ہُوا۔ وہ اللہ کی روح ہیں، یہ اللہ کا نور ہیں۔ غرض اس حدیث سے ثابت ہُوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور پھر اسی نور سے تمام مخلوق پیدا ہوئی۔ سرکار خود فرماتے ہیں کہ :۔

اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ وَالْخَلْقُ كُلُّهُمْ مِنْ نُوْرِیْ ۔ (مدارج النبوت دوم صفحہ ۶۱۰)

" مَیں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے یعنی میرے ظہور کا سبب اللہ کا نور ہے، اور ساری مخلوق کے ظہور کا سبب میرا نور ہے، اللہ کا نور نہ ہوتا تو میں نہ ہوتا اور میرا نور نہ ہوتا تو مخلوق نہ ہوتی۔ اس حدیث کو پڑھکر اعلیحضرت جھوم اٹھے اور فرمایا کہ :

وہ جو نہ تھے کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
ارے جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

محمد اعظم چشتی صاحب یوں بول اٹھے

ذرّہ ذرّہ تنکا تنکا بھرپور حضورؐ دے نوروں
پتہ پتہ ڈالی ڈالی معمور حضورؐ دے نوروں
سورج چن ستارے سارے پُرنور حضورؐ دے نوروں
اعظم کل ہنیرے جگدے ہوئے دور حضورؐ دے نوروں

اچھا صاحب اب آیئے اصل حدیث کی طرف کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے قبل تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا پھر وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں چاہا دورہ کرتا رہا:۔

وَلَمْ یَکُنْ فِیْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ لَوْحٌ وَّلَا قَلَمٌ وَلَا جَنَّةٌ وَلَا نَارٌ وَلَا مَلَكٌ وَلَا سَمَاءٌ وَلَا اَرْضٌ وَلَا شَمْسٌ وَلَا قَمَرٌ وَلَا جِنِّیٌّ وَّلَا اِنْسِیٌّ۔

"اس وقت نہ لوح تھی، نہ قلم نہ دوزخ تھی نہ ہی جنت، نہ فرشتہ تھا نہ آسمان تھا اور نہ ہی زمین نہ سورج تھا اور نہ ہی چاند تھا نہ کوئی جن تھا اور نہ کوئی انسان تھا۔

غرضیکہ کائنات کی کوئی چیز ابھی معرض وجود میں نہ آئی تھی۔ سن اے جابر یا خدا کا نور تھا یا تیرے مصطفےٰ کا (صلی اللہ علیہ وسلم) نور تھا۔ پھر جب اللہ تبارک و تعالےٰ نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اسی نور کی شعاؤں سے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا۔ قلم لوح محفوظ۔ عرش، حاملین عرش، کرسی، فرشتے، آسمان، زمین۔ جنت، دوزخ سورج۔ چاند۔ ستارے۔ عقل۔ علم۔ حلم۔ نبی۔ ولی، شہید۔ کرامت۔ سعادت زینت۔ رحمت۔ رافت۔ وقار۔ سکون۔ صبر۔ صدق۔ یقین یہ سب اور کائنات کی تمام اشیاء نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا فرمائے۔ مصنف، عبدالرزاق۔ زرقانی شریف حجۃ اللہ علی العالمین۔ مدارج النبوت، انوار محمدیہ ص ۲۶/۲۷ مواھب لدنیہ، سیرت حلبیہ)۔ ایک شاعر اس حدیث پاک کا ترجمہ اپنی زبان

میں یوں پیش کرتا ہے کہ

نبی کے نور سے سب کچھ ہوا زیر و زبر پیدا
کہیں جنّ و بشر پیدا کہیں شمس و قمر پیدا
وجودِ سرورِ دیں سے وجودِ ملکِ ہستی ہے
محمّد سے ہوئے بحر و بر اور خشک و تر پیدا

میرے دوستو! نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے یہ معلوم ہوا کہ ہمارے آقا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت تخلیق ہوئی جب کہ کائنات کی کوئی چیز نہیں تھی، ساری کائنات عرش فرش، زمین آسمان، فرشتے و غلمان، جنّ و انس جبرئیل میکائیل، اسرافیل، عزرائیل میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق سے ہزاروں سال بعد میں پیدا ہوئے۔ یہ تو ساری دنیا جانتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا پہلے اللہ پاک نے نوری فرشتوں کو پیدا فرمایا۔ اور ان تمام فرشتوں کی تخلیق سے بھی ہزاروں سال پہلے نوری فرشتوں کے پیشوا حضرت جبرئیل علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ آپ اندازہ فرمائیں جبرئیل علیہ السلام کی کتنی عمر ہے۔

نوری تارا

ایک دن حضرت جبرئیل علیہ السلام بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرئیل! عرض کی جی آقا۔ فرمایا ایک بات پوچھوں؟ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھیے! میرے آقا نے فرمایا کہ جبرئیل تو نے آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک خدا کا فرمان ہر نبی کے پاس پہنچایا۔ عرض کی جی بالکل۔ فرمایا آدم علیہ السلام سے قبل کا زمانہ بھی تو نے دیکھا۔ عرض کی جی بالکل! فرمایا پھر تو جبرئیل تمہاری عمر بڑی لمبی ہے، عرض کی آقا واقعی میری عمر بڑی طویل ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ یَا جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اے جبرئیل تمہاری عمر کتنی ہوگی؟

كَمْ عُمِرْتَ مِنَ السِّنِيْنَ یعنی تم زندگی کی کتنی بہاریں دیکھ چکے ہو۔ زندگی کتنے سال گذار چکے ہو۔ جب کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے عمر پوچھی تو جبرئیل علیہ السلام سوچ میں پڑ گئے۔ کملی والے نے فرمایا جبرئیل تم سوچنے کیا لگے۔ عرض کی آقا۔ آپ نے سوال ہی ایسا کیا ہے کہ آج جبرئیل کو بھی سوچنا پڑ گیا ہے۔ فرمایا سوچنا کیوں ہے؟ عرض کی آقا میری عمر ہی اتنی طویل ہے کہ اپنی عمر کا صحیح اندازہ ہی نہیں، سوچ رہا ہوں کہ آپ کو کتنی برس بتاؤں۔ سرکار نے فرمایا چلو اندازہ ہی بتا دو۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے اپنی عمر کا اندازہ بتایا کہ :—

قَالَ وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ غَیْرَ اَنَّ کَوْکَبًا فِی الْحِجَابِ الرَّابِعِ یَظْهَرُ فِیْ کُلِّ سَبْعِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ مَرَّةً ۔ رَاَیْتُهٗ اِثْنَیْنِ وَسَبْعِیْنَ اَلْفَ مَرَّةٍ ۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم میں سوائے اس کے نہیں جانتا کہ چوتھے حجاب میں ایک ستارہ ہر ستر ہزار سال کے بعد ظاہر ہوتا ہے اور اے کملی والے آقا میں نے وہ تارا اپنی ان آنکھوں سے بہتر ہزار (۷۲) مرتبہ دیکھا ہے۔ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کی یہ بات سنی تو میرے کریم آقا نے فرمایا کہ :— یَا جِبْرِیْلُ وَعِزَّةِ رَبِّیْ اَنَا ذٰلِكَ الْكَوْكَبُ "اے جبرئیل مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم ہے کہ وہ ستارہ میں ہی تھا۔ اللہ اللہ

دوستان من! جب جبرئیل امین نے یہ بات میرے آقا کی سنی تو بڑا متعجب ہوا؟ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرئیل۔ عرض کی جی آقا۔ فرمایا تعجب کیوں کرتے ہو؟ جبرئیل نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوچ رہا ہوں کہ وہ نوری ستارہ؟ اور آپ؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میرے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبرئیل عرض کی جی آقا۔ میری طرف دیکھو! جبرئیل نے جناب مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا تو سرکار کا چہرہ پھول کی طرح مسکرا رہا تھا۔ اور سرکار نے اپنے

سرِ مبارک پر ایک عمامہ شریف باندھا ہوا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبرئیل جو ستارہ تم بہتّر (۷۲) ہزار سال تک اللہ پاک کے نوری پردوں میں دیکھ رہے ہو اور اگر آج اس تارے کو دیکھو تو پہچان لوگے؟ جبرئیل نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہیں؟ میرے آقا نے فرمایا پھر ادھر توجہ کرو۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سرِ اقدس سے اپنا عمامہ شریف اٹھایا۔ تو جبرئیل کو وہ نوری تارا چمکتا ہوا نظر آیا۔ اللہ غنی۔ (تفسیر نعیمی پ ۱ صفحہ ۱۶۰، روح البیان پ ۱، سیرت حلبیہ، جواہر البحار، تاریخ کبیر)

قربان جاؤں نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی چمک دمک پر ایک شاعر نے کتنی اچھی بات فرمائی کہ ؎

محمد سرِ وحدت ہے رمز اسکی خدا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

ایک اور شاعر یوں عرض کرتا ہے کہ ؎

تخلیق میں پہلے نورُ اُن کا آخر میں ہوا ہے ظہور ان کا
تکوینِ جہاں ہے ان کے لئے ختم ان پہ نبوت ہوتی ہے

آدم علیہ السلام کی تخلیق

میرے دوستو! جب اللہ پاک نے اس زمین پر نسلِ انسانی کو آباد کرنا چاہا تو ربِّ کائنات نے فرشتوں سے فرمایا کہ اے میرے فرشتو! میں چاہتا ہوں کہ اس سرزمین میں اپنا ایک نائب ایک خلیفہ، ایک قائمقام پیدا فرماؤں پھر اس کی نسل چلے اور وہ میری یاد میں اپنی زندگیاں بسر کریں۔ تو فرشتوں نے عرض کی مولا کریم کیا ضرورت ہے خلیفہ پیدا کرنے کی۔ مولا ہم تیری عطا سے جانتے ہیں کہ تیرے خلیفے کی اولاد دُنیا میں جا کر خون ریزیاں کرے گی، فساد کرے گی، باقی رہی تیری حمد و ثنا تو اس کے لئے تو ہم جو حاضر ہیں۔ ہم تیری دن رات عبادت و تسبیح بیان کرتے ہیں اور

کرتے رہیں گے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا :—

قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ " اے میرے فرشتو! جو کچھ میں رب ہو کر جانتا ہوں تم مخلوق ہو کر وہ نہیں جانتے۔" کیا مطلب؟ مطلب یہ کہ میرے فرشتو! تمہاری نظر خون ریزی پر ہے فساد اور لڑائی جھگڑے کی طرف ہے، لیکن میری نظر مائی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لعل، عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دُرِّ یتیم، دُنیا کے لاڈلے جگ کے پیارے، غریبوں کے سہارے اپنے خدائے عزّوجلّ کے دُلارے جناب سیّدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔

فرشتوں نے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے عرض کی ٹھیک ہے مولا کریم بنالے اپنا خلیفہ، بنالے اپنا نائب، بنالے اپنا قائمقام، بسالے اپنی دُنیا، آباد کرلے اپنی زمین، ہمیں کوئی اعتراض نہیں، ہمیں کوئی شکوہ شکایت نہیں، مولا ہم تیری رضا میں راضی ہیں۔ ہم تو تیری خوشی میں خوش ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرئیل۔ عرض کی جی ربِّ جلیل۔ فرمایا زمین پر چلا جا زمین سے ہر قسم کی سیاہ و سفید، سرخ، کھاری مٹی نرم و خشک ایک مٹھی خاک اٹھا کے لاؤ! خالقِ کائنات کے حکم کے مطابق جبرئیل علیہ السلام زمین پر تشریف لائے اور زمین سے مٹی اٹھانی چاہی تو زمین نے زبانِ حال سے کہا کہ جبرئیل کیا بات ہے میرے جسم کا حصہ جُدا کر کے خدا کے دربار میں کیوں لے جانے لگا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے زمین اللہ پاک نے ارادہ فرمایا ہے کہ تیرے حصّے سے اپنا ایک خلیفہ انسان کی شکل میں بنائے پھر اس سے نسلِ انسانی بڑھائے جو نیک کام کرے اسے جنت عطا فرمائے جو اس کی نافرمانی کرے اُسے جہنم رسید کرے۔ زمین نے یہ سن کر کہا :—

اَعُوْذُ بِعِزَّةِ الَّذِیْ اَرْسَلَكَ اَنْ تَاْخُذَ مِنِّی الْیَوْمَ شَیْئًا "میں پناہ مانگتی ہوں اس ربّ العالمین کے قہر و غضب سے جس نے تجھے میرے پاس مٹی لینے

يَكُوْنُ مِنْهُ غَدًا فِي النَّارِ کیلئے بھیجا ہے کہ تم میرا کچھ حصہ اسلیئے لیجاؤ کہ وہ کل قیامت کے دن آگ میں جلایا جائے۔،،

اے جبرئیل مجھ پر رحم کرو، میرے اندر اتنی طاقت نہیں کہ میں جہنم کی آگ میں جل سکوں جبرئیل تمہیں رب العالمین کی عزت وجلالت کی قسم میرے سے ہرگز مٹی نہ اٹھانا جب جبرئیل نے زمین کی یہ فریاد سُنی تو جبرئیل علیہ السلام کو زمین پر رحم آگیا۔ جبرئیل علیہ السلام خالی ہاتھ خدا کے دربار میں چلے گئے۔ اللہ پاک نے فرمایا جبرئیل کیا بات ہے تم نے میری بات پر عمل نہیں کیا۔ کیا مٹی نہیں لے کر آئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی مولا کریم میں کیا کرتا زمین نے تیری عزت کا واسطہ جب میرے سامنے پیش کیا تو مجھے حیا آگئی کہ میں اس سے اس کا حصہ جُدا کردں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میکائیل علیہ السلام کو فرمایا کہ اے میکائیل تم جاؤ اور زمین سے ایک مٹھی خاک کی لے آؤ۔ جب میکائیل علیہ السلام زمین پر آئے تو زمین نے پھر وہی باتیں کہیں جو جبرئیل علیہ السلام سے کہی تھیں میکائیل علیہ السلام بھی واپس چلے گئے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا میکائیل تم بھی خالی ہاتھ آگئے تو میکائیل علیہ السلام نے بھی خُدا پاک کو وہی جواب دیا جو اس سے قبل جرائیل علیہ السلام نے دیا تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسرافیل علیہ السلام کو فرمایا تو وہ بھی اسی طرح خالی ہاتھ آگئے جیسے پہلے جبرئیل و میکائیل علیھم السلام آئے تھے

آخر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو فرمایا۔ عزرائیل عرض کی جی رب جلیل۔ فرمایا۔ تُو جا اور زمین سے ایک مُٹھی خاک کی لے آؤ۔ چنانچہ حضرت عزرائیل علیہ السلام تشریف لائے زمین سے مٹی اُٹھانے لگے تو مٹی رو کر فریاد کرنے لگے کہ عزرائیل علیہ سلام خدا کے لیئے مجھ پر رحم کرو اور میرے حصہ کو مجھ سے جُدا نہ کرو اور مجھے جہنم کی آگ کے حوالے نہ کرو۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے زمین سے فرمایا کہ اے زمین رونے کی ضرورت نہیں خاموش ہو کر میری بات سنو۔ دیکھو تم کہتی ہو مجھ سے

مٹی نہ لے جاؤ، خُدا فرماتا ہے مٹی لے آؤ۔ اب تو ہی بتا ہیں تیری مانوں یا خدا کی بات مانوں۔ اگر تیری مانوں تو خُدا کا حکم پورا نہیں ہوگا اگر خدا حکم مانوں تو تو روتی ہے۔ لیکن اے زمین یاد رکھ میں تیری رونے کو تو برداشت کرسکتا ہُوں لیکن خدا کے حکم کو ٹال کر میں نافرمانی نہیں کرسکتا۔ چنانچہ یہ بات کرنے کے بعد حضرت عزرائیل علیہ السلام نے زمین سے ایک مٹھی خاک کی اُٹھائی اور خدا تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اللہ پاک نے فرمایا۔ اے عزرائیل، عرض کی یا ربِّ جلیل۔ فرمایا جب تو زمین پر گیا۔ زمین نے تیرے سامنے میری عزت کی قسم دے کر رحم کی اپیل نہیں کی۔ عرض کی ربِّ جلیل کی ہے۔ فرمایا کیا تجھے زمین پر رحم نہ آیا؟

عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی مَولا کریم تیرے احکام پر عمل کرنا، رحم سے زیادہ مقدم ہے اسلئے مَیں نے تیرے حکم پر عمل کیا ہے۔ اللہ پاک نے یہ بات سُنی تو خوش ہو کر فرمایا کہ عزرائیل تم نے ہمارے حکم پر عمل کرکے ہمیں خوش کردیا۔ آ اسکے بدلے ہم تمہیں ایک انعام عطا فرمائیں۔ ایک عظیم منصب عطا فرمائیں ایک اعلیٰ عہدہ عطا فرمائیں۔

عرض کی مولا کریم کون سا عہدہ، کون سا منصب! فرمایا آج سے تم ملک الموت یعنی روح قبض کرنے پر مقرر کیئے جاتے ہو۔ جس طرح تم نے مٹی کو مٹی سے جُدا کیا ہے اسی طرح تم مٹی کو مٹی سے بھی ملاتے جانا اور قیامت تک یہ منصب تیرے پاس رہے گا۔

اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عزرائیل یہ مٹی وہاں رکھو۔ عرض کی مولا کریم کہاں فرمایا جہاں میرا کعبہ موجود ہے۔ وہ مٹی وہاں رکھ دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا اس مٹی پر چالیس روز بارش برساؤ، انتالیس (۳۹) دن غم کے پانی کی اور ایک دن خوشی کے پانی کی یہی وجہ ہے کہ حضرت انسان کی زندگی میں غم زیادہ اور خوشیاں کم ہوتی ہیں پھر اس مٹی سے گارا سے اللہ پاک نے حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کا پُتلہ مبارک اپنے ہمثل ہاتھوں سے بنایا۔ (معارج النبوت حصہ اول صفحہ ۳۹۰ - ۳۹۰ تفسیر نعیمی پ ا صفحہ ۲۵۳ شرح صدور صفحہ ۴۵ تفریح الاولیاء فی احوال الانبیاء اوّل صفحہ ۵۹ - ۶۰)

سرکار کی نبوّت

میرے دوستو! یاد رکھو جب سیدنا آدم علیہ السّلام مٹی اور جسم کے درمیان تھے

ابھی آپ کے جسم پاک میں روح نہیں ڈالی تھی۔ ابھی بابا آدم علیہ السلام بولنے کے قابل نہیں تھے۔ اس وقت بھی تمہارے میرے آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور آپ اپنی نگاہ نبوّت سے یہ تمام منظر دیکھ رہے تھے۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ آج سے پندرہ سو سال پہلے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے خود واضح فرما دیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام نے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی نبوّت کے بارے پوچھا کہ

قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ مَتٰى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لیے نبوّت کب سے ثابت ہے یعنی آپ ختم نبوّت کے مرکزی عہدے پر کب سے فائز ہیں۔ رسالت کا تاج اللہ پاک نے آپ کو کب سے پہنایا ہے" تو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ وَاٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

"فرمایا میں اس وقت بھی اللہ کا نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے"

یعنی ابھی آدم علیہ السلام کے جسم میں روح نہیں پھونکی گئی تھی ہم اس وقت بھی نبی تھے۔ میرے محترم سامعین کرام اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ حضور علیہ السلام اللہ عزوجل کے علم کے نبی تھے کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ہم نبی ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو تمام انبیاء کرام علیہم السّلام کی نبوّت جانتا تھا۔ پھر اس میں کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا خصوصیت رہی، بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ حضور علیہ السّلام کی نبوّت کا اعلان اس وقت ہو چکا تھا، فرشتے حضور علیہ السّلام پر کروڑوں سال سے درود پڑھ رہے تھے۔ (ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف ص۵۱۳، خصائص کبریٰ جلد ۱ ص ۳)

امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک آدمی آیا اور اُس نے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سوال کیا؟

قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ مَتیٰ اُسْتُنْبِئْتَ؟ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کو کب سے نبی بنایا گیا ہے مجھے اسکے بارے میں بتائیے؟

قَالَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَ الْجَسَدِ حِیْنَ اُخِذَ مِنِّی الْمِیْثَاقُ "کملی والے نے فرمایا، ابھی آدم علیہ السلام رُوح اور جسد کے درمیانی مرحلے میں تھے جب مجھ سے نبوت کا حلف لے لیا گیا۔ (رواہ ابن سعد من روایۃ جابر الجعفی بحوالہ قسطلانی - خصائص الکبریٰ اول صـ ۱۲، مواہب لدنیہ اول صـ ۹۲ - انوار محمدیہ صـ ۲۳)

حضرت علامہ عبد الرحمٰن ابنِ جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے المیلاد النبی صـ ۲۲ پر یہ حدیث لکھی۔ میرے دوستو حدیث سُننے سے پہلے یہ بھی سُن لو یہ محدث جوزی کوئی معمولی قسم کے محدث نہیں تھے بلکہ ڈھائی (۲½) سو کتابوں کے مصنف دو لاکھ انسانوں کو مسلمان کرنے والے اور تمام علمائے کرام کے نزدیک ایک متفقہ محدث تھے۔ حضرت ابن جوزی کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اے میرے صحابیو!

اَنَا اَوَّلُ مَنْ جَاءَ فِیْ وُجُوْدِ الْعَالَمِ وَلَا مَاءٌ وَلَا طِیْنَ وَلَا جِسْمٌ وَلَا اٰدَمُ۔ "میں ہی سب سے پہلے عالم وجود میں آیا اس وقت نہ پانی تھا نہ مٹی، نہ جسم تھا اور نہ ہی آدم علیہ السلام تھے۔"

کملی والے کے صحابہ کرام نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم یہ بتلایئے کہ سب سے پہلے کون سا وجود پیدا کیا گیا تو کملی والے آقا نے فرمایا:۔۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَمِنْ نُوْرِیْ خَلَقَ جَمِیْعَ الْکَائِنَاتِ: "میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا اور میرے نور سے پھر ساری کائنات کو پیدا فرمایا۔ (المیلاد ۲۰-۲۴)

اللہ اللہ! اس مقام پر ایک شاعر اس حدیث پاک کا ترجمہ عرض کرتے ہوئے یوں فرماتا ہے کہ ؎

کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمدؐ کا نور ہے
کوئی پیدا نہ ہوتا عالم ایجاد میں سرور
نہ ہوتے سرزمین پر سرورِ عالم اگر پیدا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَنَا اَوَّلُ النَّبِیّٖنَ فِی الْخَلْقِ وَاٰخِرُھُمْ فِی الْبَعْثِ۔ "میں پیدائش میں تمام نبیوں سے پہلے ہوں اور بعثت یعنی بھیجے جانے میں سب سے پچھلا نبی ہوں"۔

(خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۳)

اس حدیث سے اور پچھلی حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ سب سے پہلے نبی بھی آپ ہیں اور سب سے پچھلے نبی بھی آپ ہی ہیں، یعنی صفت نبوت کی ابتدا بھی آپ سے ہوئی اور انتہا بھی آپ کی ہی ذاتِ بابرکات پر ہوئی۔ نہ آپ سے پہلے کوئی نبی تھا اور نہ بعد میں کوئی نبی ہوگا۔

بشریت کا مسئلہ

حضرات یہاں ایک بات اور عرض کرتا چلوں کہ ان احادیث مبارکہ پر غور کرنے سے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریتِ مطہرہ کا مسئلہ بھی بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے۔ وہ کیسے؟ تو دیکھئے سب مسلمان جانتے ہیں کہ بشریت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے کوئی بشر نہیں تھا۔ مگر آپ سن چکے ہیں کہ کملی والا آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتا ہے کہ میں آدم علیہ السلام سے بھی پہلے تھا۔ اور کیا تھا یہ بھی آپ سن چکے

ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نور تھا، پھر کملی والے کا نور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد بشریتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں جلوہ گر ہوا، بلاشبہ آپ بھی بشر ہیں مگر آپ کی بشریتِ مطہرہ بے مثل اور بشریت کے ہر عیب اور نقص سے پاک اور مبرا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ــــ "جاننا چاہیئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش دوسرے عام انسانوں کی طرح نہیں ہے بلکہ عالم کے تمام افراد میں سے کوئی فرد بھی پیدائش میں ان سے کسی طرح مناسبت نہیں رکھتا کہ او صلی اللہ علیہ وسلم باوجود نشاءِ عنصری از نورِ حق جل وعلا مخلوق گشتہ است کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام خُلِقْتُ مِنْ نُورِ اللہ۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود نشاءِ عنصری کے اللہ عزوجل کے نور سے پیدا ہوئے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہوں۔

(مکتوباتِ شریف جلد سوم)

اس مقام پر ایک بزرگ ولیِ کامل فنا فی الرسول حضرت مولانا محمد یار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چند اشعار سُننے کے قابل ہیں، فرماتے ہیں ؎

لباس آدمی پہنا جہاں نے آدمی جانا
مزمل بن کے آئے ہیں طٰہٰ بنکے نکل گئے

یہ تو اردو زبان تھی اب ان کی مادری زبان سرائیکی میں سنیئے، فرماتے ہیں۔

ایتھاں خود عبد سڈویندے | اُدتھا حق نال مِل ویندے
دماغیں کوں چکر دیندے ہے | اُلٹی چال کیا پچھدیں
محمد مصطفےٰ راز خدا دی | توں ایہہ گال کیا پچھدیں

ہے حاضر ہر مکان اندر تے ناظر ہر زمان اندر
مکان و لامکان اندر ہر نال کیا پچھدیں
محمد مصطفیٰ راز خدا دی گال کیا پچھدیں
تھیا حق نال اک حق دی حقیقت حال کیا پچھدیں
خلقت کوں جیدی گول ہے اوہ ہر دم فرید دے کول ہے
مکان و لامکان اندر ہے ہر نال کیا پچھدیں
ایہہ دل ازلوں ہے دیوانی شراب حُبّ دی مستانی
محمد یار وچہ فانی وڈے جنجال کیا پچھدیں

ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے ڈھانچے کو اپنے مبارک ہاتھوں سے تیار کیا۔ آدم علیہ السلام کا پتلہ جب تیار ہو گیا تو روح پھونکنے سے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک رکھا۔ نور تو رکھا پشت لیکن اس کی شعاعیں پیشانی آدم علیہ السلام سے چمکارے مارنے لگیں۔ چنانچہ حضرت علامہ امام محمد بن عبد الباقی المعروف علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

وَفِی الْخَبَرِ لَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی اٰدَمَ جَعَلَ اَوْدَعَ ذٰلِكَ النُّوْرَ نُوْرَ الْمُصْطَفٰی فِیْ ظَھْرِہٖ فَکَانَ لِشِدَّتِہٖ یَلْمَعُ فِیْ جَبِیْنِہٖ

حدیث میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی پشت مبارک میں رکھ دیا تو وہ نور ایسا شدید چمک دینے والا تھا کہ باوجود پشت آدم میں ہونے کے وہ پیشانی سے چمکتا تھا،

(زرقانی علی المواہب جلد ۱ ص ۴۹، مواہب لدنیہ ۱۰۱)

اب جبکہ آدم علیہ السلام کا پتلہ مبارک تیار ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے جسم میں اپنی روح مبارک پھونکی، روح مبارک کا آنا تھا کہ آدم علیہ السلام میں جان آگئی، تمام جسم حرکت کرنے لگا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری تخلیق کے پہلے شاہکار اے میرے خلیفے، اے میرے قائمقام تیرا نام ہے۔ آدم علیہ السلام! اور تیری کنیت ہے ابو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تجھ سے میں قیامت تک تیری نسل چلاؤں گا۔ آدم علیہ السلام نے جب خدائے عزوجل کی یہ باتیں سنیں تو عرض کی یا مولا کریم ٹھیک ہے کہ میں نسلِ انسانی کا باپ بھی بنوں گا۔ میں تیرا خلیفہ بھی بنوں گا۔ میں تیرا قائمقام بھی بنوں گا اور میرا نام آدم علیہ السلام بھی ٹھیک ہے۔ لیکن یا اللہ پاک میری کنیت ابو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیوں رکھی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے آدم علیہ السلام! اس حقیقت کو جاننا چاہتے ہو؟ تو اپنا سر اوپر اٹھاؤ:۔

فَرَفَعَ رَاسَهٗ فَرَاٰى نُوْرَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ سُرَادِقِ الْعَرْشِ۔ — تو آدم علیہ السلام نے اپنا سر انور اوپر اٹھایا تو ان کو عرش کے پایوں پر نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نظر آیا۔

فَقَالَ یَا رَبِّ مَا هٰذَا النُّوْرُ۔ — تو آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے رب یہ نور کیا ہے، کس کا ہے؟

قَالَ هٰذَا نُوْرُ نَبِیٍّ مِّنْ ذُرِّیَّتِكَ اِسْمُهٗ فِی السَّمَآءِ اَحْمَدُ وَفِی الْاَرْضِ مُحَمَّدٌ لَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُكَ وَلَا خَلَقْتُ سَمَآءً وَّلَا اَرْضًا — "اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم علیہ السلام یہ نور تمہاری اولاد میں سے اس نبی کا ہے جس کا نام آسمانوں میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور زمین پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اگر یہ نور نہ ہوتا تو میں نہ تمہیں پیدا کرتا نہ آسمانوں کو اور نہ زمینوں کو پیدا کرتا۔" اللہ غنی۔

(زرقانی علی المواہب ص ۲۴ جلد ۱، انوار محمدیہ ص ۲۶۔ مواہب لدنیہ جلد ا ص ۹)

معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام بعد میں پیدا ہوئے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پہلے ہی چمکارے مار رہا تھا۔ جناب محمد اعظم چشتی صاحب نے اس مقام بڑے اچھے انداز میں یہ رباعی پیش فرمائی کہ

نور نبی دا اس ویلے دا جدوں زمین آسمان وی نہیں سی
لوح محفوظ نہ عرش نہ کرسی اجے کون و مکان وی نہیں سی
نہ سورج نہ چن نہ تارے اتے آن زمان وی نہیں سی
اعظم آدم حوا والا تے اجے نام نشان وی نہیں سی

ایک اور شاعر نے یوں عرض کیا ہے! ؎

بس احد سی یا احمد سی اے کل پسارا کل بنیا
یاراں دیاں گلاں یار جانن آدم تے پیارا کل بنیا
نور محمد روشن آہا آدم جدوں نہ ہویا!
اول آخر دوہویں پاسے اوہو مل کھلویا
کرسی، عرش نہ لوح قلم سی نہ سورج چن تارے
اودوں دی نور محمد والا دیندا سی چمکارے
سبھے نور اوسیدے نوروں اسدا نور حضوروں
اس نوں تخت عرش دا ملیا تے موسیٰ نوں کوہ طوروں

ھاں تو عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت پاک میں رکھا تو پھر کیا ہوا علامہ ابوالحسن احمد البکری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اپنی کتاب الانوار و مصباح السرور والافکار میں یوں فرماتے ہیں کہ:۔

لَمَّا خَلَقَ آدَمَ اَوْدَعَ ذٰلِكَ النُّوْرَ فِىْ صُلْبِهٖ فَسَمِعَ فِىْ ظَهْرِهٖ نَشِيْشًا كَنَشِيْشِ الطَّيْرِ ۔

"جب اللہ عزّوجلّ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی پشت مبارک (یعنی آدم علیہ السلام) میں بطور ودیعت کیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے

اپنی پشت مبارک میں پرندوں کے چہچہانے کے مثل آواز سُنی تو حضرت آدم علیہ السلام نے ربّ کائنات کی بارگاہِ لم یزل میں عرض کی کہ اے خالقِ جنّ و بشر یہ میری پُشت میں چہچہانے کی آواز کیسی ہے؟ ــــ تو اللہ عزّوجلّ نے فرمایا کہ :ــ

هٰذَا تَسْبِيْحُ خَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ الَّذِىْ اُخْرِجُهٗ مِنْ ظَهْرِكَ وَاُوْدِعُهٗ فِى الْاَصْلَابِ الطَّاهِرَةِ وَالْاَحْشَاءِ الزَّاهِرَةِ ۔

"اے آدم علیہ السلام یہ اس آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسبیح کی آواز مبارک ہے جو تمہاری پُشت مبارک سے ظاہر ہوگا اور مَیں اسے پاک پشتوں اور پاک رحموں میں بطور امانت رکھونگا"

سُبحان اللہ! (بیان میلاد النبی ص۲۰، معارج النبوّت اوّل ص۲۴۵)

حضرت آدم علیہ السلام جب چلتے تو اللہ تعالےٰ کے نوری فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کی پُشت مبارک کو دیکھ کر کہتے سُبحان اللہ! سُبحان اللہ۔ یہ مَیں نہیں کہتا بلکہ حضرت علامہ امام محمد بن عبدالباقی المعروف علامہ امام زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف زرقانی شریف جلد اول ص۱۱۱-۱۱۲ میں فرماتے ہیں :ــــ

ثُمَّ اَسْكَنَ نُوْرَ مُحَمَّدٍ فِىْ ظَهْرِ آدَمَ فَصَارَتِ الْمَلٰئِكَةُ تَقِفُ خَلْفَهٗ صُفُوْفًا يَنْظُرُوْنَ اِلٰى ذٰلِكَ النُّوْرِ

"پھر نورِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام کی پُشت مبارک میں رکھا گیا تو فرشتے ان کے پیچھے صفیں باندھکر اس نورِ پاک کو دیکھنے لگتے۔ حضرت آدم

علیہ السلام عرض کرتے مولا کریم یہ فرشتے میرے پیچھے پیچھے کیوں پھرتے ہیں اور ک
نظارا کرتے ہیں تو اللہ پاک نے فرمایا کہ اے آدم علیہ السلام یہ تیرے پیچھے اسلئے پھر
ہیں کہ تیری پُشت میں میرے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے اور جب یہ نور محمد
اللہ علیہ وسلم کا نظارا کرتے ہیں تو یہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو دیکھ کر میری پاک
بیان کرتے ہیں ۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ اے خالقِ دو جہاں اس نورِ مقدس
میری پیشانی میں رکھ دے تاکہ فرشتے میرے آگے کھڑے ہوں ۔ اللہ پاک نے اپنے مح
کریم کے نور کو آدم علیہ السلام کی پیشانی میں رکھ دیا تو وہ پیشانی میں آفتاب کی طرح
چمکارے مارنے لگا ۔ اب وہی فرشتے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے آگے صفیں
کر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی زیارت کرتے اور اللہ پاک کے نام کی پاک
کرتے ۔ فرشتوں کی حالت چاہت زیارت کو دیکھ کر حضرت آدم علیہ السلام کے د
حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ پاک کو دیکھنے کی تمنا پیدا ہوئی ۔ اب
آدم علیہ السلام نے دوبارہ اللہ پاک سے عرض کی ۔ کہ اے خالقِ کائنات ! ف
کیا بات ہے آدم علیہ السلام ۔ عرض کی مولا کریم اس اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ
کے نورِ پاک کو کسی ایسی جگہ منتقل فرمادے تاکہ میں بھی تیرے اس محبوب کی نو
کی زیارت سے مشرف ہو سکوں ۔

اللہ پاک نے سیدنا آدم علیہ السلام کی درخواست کو منظور کرتے ہوئے
محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں انگوٹھے میں ظاہر ک
جب حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے انگوٹھے میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے
انوار و تجلیات کا نظارا کیا تو محبت سے اپنے انگوٹھوں کو چوم لیا ۔ اور پھر ان کو
آنکھوں سے لگایا اور فرمایا کہ ؛ ۔۔۔۔ " یا رسول اللہ صلی اللہ علیک و
قُرَّةُ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیک وسلم ۔ نور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے گویا م

علیہ السلام جب کملی والے کے انوار کا دیدار کرتے تو کہتے تھے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم، آپ ظاہر میں میرے بیٹے ہیں لیکن حقیقت میرے باپ ہیں۔ ایک شاعر اس کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتے ہیں اور شاعر بھی امام اہلسنّت مولانا احمد رضا خان بریلوی ہے

ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میری نخل
یہ صدا ان کی یاد ہیں ابوالبشر کی ہے

اور جناب عبدالستار نیازی صاحب یوں فرماتے ہیں ہے

نام محمّد کتنا میٹھا میٹھا لگتا ہے
پیارے نبی کا ذکر بھی ہم کو پیارا لگتا ہے
یاد نبی کا گلشن مہکا مہکا لگتا ہے
محفل میں موجود ہیں آقا ایسا لگتا ہے

انگوٹھے چومیئے

حضرات محترم! اس روایت سے ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام کے نام پاک کو سن کر یا دیکھ کر اپنے انگوٹھے چوم لینا یہ ہمارے والد ماجد سیدنا آدم علیہ السلام کی سنّت عظیمہ ہے۔ نیک اور صالح اولاد ہمیشہ اپنے والدین کی نیک خصلتوں کو حتی المقدور برقرار رکھتے ہوئے ان کو زندہ رکھتی ہے ــــ ہاں جو نافرمان اور نالائق اولاد ہو وہ اپنے والدین کی نیک باتوں سے کتراتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس زمین کے اوپر اور اس آسمان کے نیچے جتنی بھی آدم علیہ السلام کی مومن اولاد ہے، ان میں سے کتنی نفری اس عظیم سنّت کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔ سامعین کرام! آپ سروے کر کے دیکھ لیں۔ انشاء اللہ دنیا میں جہاں کہیں بھی اہلسنّت وجماعت کے علماء مشائخ صوفیاء اور عوام ہوں گے وہ اس سنّت پر ضرور عمل کر کے اپنے والد گرامی کی روح کو

خوش کرتے ہوں گے لیکن دوسری طرف جو اہلسنّت کے مخالفین ہیں وہ نہ اس پر خود عمل کرتے ہیں اور نہ لوگوں کو اس سنت پر عمل کرنے کا حکم دیتے ہیں بلکہ وہ اس سنت کو مٹانے کے درپے ہیں اور کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ یہ انگوٹھے چومنا بدعت ہے ناجائز ہے۔ دین میں زیادتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ پوچھا جائے کہ یہ انگوٹھے چومنا کیوں بدعت ہے تو جواب ملتا ہے کہ آدم علیہ السلام کو تو کملی والے کا نور اور نام نظر آیا تھا تو انہوں نے انگوٹھے چومے تھے، کیا آپ کو بھی ان کا نور نظر آتا ہے؟ ۔

میرے دوستو! یاد رکھو انبیاء کرام علیہم السلام اور مقدس ہستیوں کے افعال اور اُنکی سنّت کو دیکھا جاتا ہے، علل اور اسباب کو نہیں دیکھا جاتا۔ سبب نظر آئے یا نہ آئے بس یہ دیکھیے کہ اللہ والوں نے یہ کیا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام جب اللہ تعالٰی کے حکم پر اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو منیٰ کی طرف ذبح کرنے کیلئے لیجا رہے تھے تو تین جگہ شیطان نے آپ کا راستہ روکا تاکہ آپ کو اللہ تعالٰی کے حکم پر اپنے بیٹے کو ذبح کرنے سے روکا جائے اور آپ حکم کی تعمیل سے باز رہیں تو آپ نے شیطان کو اپنے راستے سے ہٹانے کے لیئے تینوں جگہ پر کنکریاں ماریں۔

یہ کام سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آج سے ہزاروں سال پہلے کیا تھا لیکن آجتک ہر مسلمان جب بھی حج کرنے جاتا ہے تو اُس اُس مقام پر جہاں جہاں خلیل اللہ علیہ السلام نے کنکریاں ماری تھیں، وہاں پر کنکریاں مارتا ہے۔ یا اللہ یہ کام تو تیرے ایک خلیل اللہ علیہ السلام نے آج سے کئی ہزار سال پہلے کیا تھا اور وہ بھی ایک خاص مقصد کے لیئے۔ اے ربِّ کائنات اگر آج ہم کنکریاں نہ ماریں تو کیا حرج ہوگا۔ آواز آتی ہے۔ اے میرے بندو! جب تک تم میرے یار کی طرح کنکریاں نہیں مارو گے تو میں خدا تمہارا حج ہی قبول نہیں کروں گا۔ معلوم ہُوا یہ فعل کرنا ہر حاجی پر لازمی ہے۔

اچھا صاحب ایک اور مثال سُنیئے۔ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف سے

اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے مکہ شریف تشریف لے گئے تو صحابہ کرام کچھ کمزور نظر آرہے تھے۔ کفار مکہ اور مشرکین مکہ نے کملی والے کے غلاموں کو طعنہ دیا کہ دیکھو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ ان لوگوں نے کیا طواف کرنا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے ساتھیو! صحابہ کرام نے عرض کی جی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ کعبہ شریف کے ارد گرد پہلے تین چکر دوڑ کر لگاؤ اور پھر چار چکر پہلوانوں کی طرح ٹہل ٹہل کر لگاؤ تاکہ مشرکین مکہ کو تمہاری طاقت و قوت کا اندازہ ہو جائے۔ اور تم پر ہونے والے اعتراض کا جواب بھی خود بخود مل جائے ــــ چنانچہ صحابہ کرام نے ایسا ہی کیا ــــ لیکن سے میرے دوستو! اب تک ہر حاجی جب حج کے لئے جاتا ہے، عمرے والا، عمرے پر جاتا ہے تو اسی طرح طواف کرتا ہے جس طرح آج سے پندرہ سو سال پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں نے کیا تھا ــ یا اللہ اب تیرے کعبہ میں کافر نہیں، مشرک نہیں، منافق نہیں، بے ایمان نہیں، بلکہ سارے مسلمان ہیں، مومن ہیں، ایماندار ہیں، کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام پھر کیا ضرورت ہے دوڑنے کی ٹہل ٹہل کر چلنے کی۔ یا اللہ ایسے ہی چکر لگا لیتے ہیں۔ غیب سے آواز آتی ہے اے حاجیو! اے میرے گھر کا طواف کرنے والو، اے عمرہ کرنے والو جب تک تم میرے یار کی طرح اور میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی طرح مجھے دوڑ دوڑ کر اور ٹہل ٹہل کر نہیں دکھاؤ گے رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم میں تمہارا حج، تمہارا طواف، تمہارا عمرہ ہی قبول نہیں کروں گا۔ اللہ! اللہ!۔

سامعین کرام معلوم ہوا، سبب ہو نہ ہو، شرط یہ ہے کہ اللہ والوں کی نقل کرتے جاؤ انشاء اللہ خدائے ذوالجلال خود کرم کرتا جائے گا۔ اسی طرح نور نظر آئے یا نہ آئے سوہنے کملی والے کا نام آجائے عاشق اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں کو لگاتا

جائے اللہ رحمتیں نازل فرماتا جائے گا۔ اور یہ بات یاد رکھو یہ مصطفےٰ اکریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہمیں نظر نہیں آتا تو یہ ہماری تمہاری نظروں کا قصور ہے۔ لیکن آدم علیہ السلام کی سنّت تو ثابت ہو گئی اور وہ لوگ جن کی نگاہوں سے پردے اُٹھ چکے ہوتے ہیں انہیں ہر وقت مصطفےٰ اکریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے نظر آتے رہتے ہیں، خود ہی جلوے دکھا بھی دیتے ہیں۔

شاہ توکّل انبالوی

رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

حضرت شاہ توکّل انبالوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ہندوستان کے مشہور بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں، بڑے باکرامت بزرگ تھے۔ خدا کی قدرت دیکھیے۔ آپ اُمّی تھے یعنی بالکل ان پڑھ کسی مدرسے، کسی سکول، کسی دینی ادارے سے آپ نے تعلیم وغیرہ حاصل نہیں کی تھی لیکن آپ کو اللہ عزّوجلّ نے علم لدُنّی سے نوازا تھا۔ علم لدُنّی وہ علم ہوتا ہے جو اللہ پاک بغیر کسی اُستاد کے اپنے کامل بندے کو عطا فرما دے آپ کو دیکھ کر خدا یاد آجاتا تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے مرید تھے۔ ہر وقت آپ کے آستانے پر مریدوں کا مجمع لگا رہتا تھا اور خدائے عزّوجلّ کی حمد و ثناء اور آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات و ارشادات سُنے اور سُنائے جاتے۔ دُور دُور تک آپ کی شہرت تھی، دیوبند سے ایک مولوی صاحب فارغ ہوئے، دینی تعلیم حاصل کر کے جب اپنے گھر واپس پہنچے تو شاہ توکّل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی شہرت سُنی تو دل میں خیال آیا کہ چلو انبالہ میں اس پیر کو دیکھیں جس کی شہرت کے اتنے چرچے ہو رہے ہیں۔ کیسا ہے، کیا کرتا ہے، کیا دیتا ہے؟ مولوی محبوب عالم صاحب دیوبندی۔ شاہ صاحب کی زیارت کے لیئے انبالہ آئے، دوپہر کا ٹائم تھا۔ شاہ صاحب نے بڑی محبّت سے مولوی محبوب عالم صاحب کو اپنے پاس بٹھایا۔ پوچھا کہ مولوی جی کہاں سے آئے ہیں؟ مولوی جی نے اپنا پتہ ٹھکانہ بتایا۔

شاہ صاحب نے فرمایا! مولوی صاحب! آجکل کیا کرتے ہیں، عرض کی حضور ابھی ابھی
علم دین پڑھکر فراغت ہوئی ہے۔ فرمایا کہ کہاں دینی تعلیم حاصل کی ہے۔ عرض کی کہ مدرسۂ
دیوبند سے۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ ابھی واپس جاؤگے یا رات یہاں قیام کروگے۔ عرض
کی حضور بس دیدار کرنا تھا سو وہ کرلیا اب اجازت دیجئے! تو بہتر ہے۔ فرمایا کھانے کا
ٹائم ہے کھانا تو کھالو۔ عرض کی حضور جیسے آپ کی مرضی شاہ صاحب قبلہ نے اپنے ایک
مُرید کو فرمایا کہ جاؤ لنگر سے مولوی صاحب کے لیئے کچھ روٹیاں اور سالن لے آؤ۔ مُرید
گیا چند روٹیاں اور سالن جو پکا تھا لے آیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا اچھا مولوی جی
کھالو۔ مولوی صاحب نے جب کھانا شروع کیا۔ شاہ صاحب کے لنگر کی دال جب
مولوی صاحب کے جسم کے اندر گئی تو دل کی دُنیا ہی بدل گئی۔ جوں جوں لُقمے اندر
جارہے تھے ایک خوشی اور مُسرّت کا دریا ٹھاٹھیں مار کر دل میں موجیں مارنے لگا۔
مولوی صاحب نے روٹی کھائی، اجازت مانگی۔ فرمایا ٹھیک ہے مولوی صاحب اللہ کے
حوالے۔ مولوی صاحب جب چلے تو آدھے راستے پر پہنچ کر آگے گھر جانے کو دل نہیں کرتا
اور قدم اور دل پھر شاہ صاحب کی طرف آنے کیلئے بے تاب ہیں۔ چنانچہ مولوی صاحب
دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر شام سے پہلے پھر انبالہ شاہ توکل شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
کی خدمت میں پہنچ گئے۔ شاہ صاحب نے جب مولوی محبوب عالم کو دیکھا تو فرمایا مولوی
جی گھر نہیں گئے۔ عرض کی حضور آپ نے گھر کا چھوڑا کب ہے۔ اب بس اپنا مُرید بنا لیجئے
اور یہیں رہنے کیلئے قدموں میں جگہ دے دیجئے۔ شاہ توکل رحمۃ اللہ علیہ نے مُرید
کرلیا اور فرمایا مولوی صاحب، عرض کی جی حضور فرمایا دیکھو ماشاء اللہ تم عالم دین ہو
دل کرتا ہے کہ تم یہاں اپنا ایک مدرسہ بنالو لڑکوں کو دینی تعلیم اور درسِ حدیث دیا کرو
عرض کی جیسی حضور کی مرضی۔ تو میاں انبالہ میں ایک مدرسہ بن گیا۔ مولوی محبوب عالم
لڑکوں کو درسِ حدیث پڑھاتے۔ پیر صاحب پاس بیٹھ جاتے، تسبیح ہاتھ میں ہو

زبان پر درود و سلام کے ترانے ہوتے - ایک مرتبہ مولوی محبوب عالم لڑکوں کو درس حدیث پڑھا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کہ نبی کریم علیہ السلام نے یہ بات یوں فرمائی - حضرت شاہ توکل انبالوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث کملی والے کی نہیں ہے لیکن مولوی محبوب عالم صاحب نے کہا کہ حضور نہیں یہ حدیث ایسے ہی ہے ۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ نہیں ایسے نہیں ہے ۔ مولوی صاحب نے کہا کہ حضور یہ ایسے ہی ہے کیونکہ میں حدیث کو دیکھ کر پڑھا رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں تو شاہ صاحب جلال میں آگئے - فرمایا مولوی جی تم حدیث کو دیکھ ہو لیکن میں یہاں ہندوستان میں بیٹھے بیٹھے حدیث والے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں - مولوی جی یقین نہیں آتا تو دیکھ :

اُنْظُرْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ عَلٰی رَأْسِكَ -

"تیرے سر کے پاس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے اور فرما رہے ہیں کہ یہ حدیث میری نہیں ہے - "

جونہی مولوی محبوب عالم نے نگاہ اٹھائی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو گئی اور کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں محبوب عالم یہ حدیث واقعی میری نہیں ہے ـــــ اللہ اکبر - (تذکرۂ محبوب)

اس مقام پر جناب محمد علی ظہوری قصوری نے بڑے اچھے دو اشعار فرمائے ہیں - ؎

اللہ اللہ کرنے سے اللہ نہ ملے
اللہ والے ہیں جو خدا سے ملا دیتے ہیں

بندہ بننا ہے خدا کا تو گدا بن اُن کا
جو فقیروں کو شہنشاہ بنا دیتے ہیں

محترم سامعینِ کرام ! معلوم ہوا کہ اگر کملی والے کا نور ہمیں نظر نہیں آتا تو یہ

آنکھوں کا قصور ہے۔ نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا ہے تو پہلے وہ آنکھ پیدا کرو جن سے تم حضور علیہ السلام کا نور دیکھ سکو۔ بہرحال نام پاک چوم لینے سے ہمارے جدّ امجد حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی سُنّت تو ادا ہو جائے گی۔ ویسے آپ نے کبھی یہ بھی خیال فرمایا ہے کہ ہمارے پیارے ربّ العالمین نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کتنا پیارا اور کتنا حسین رکھا ہے۔ خدا کی قسم حضور علیہ السلام کے نام میں اس قدر چاشنی ہے، اتنی مٹھاس ہے، اتنا سرور ہے، اتنی محبت ہے کہ نام پاک کے آتے ہی عاشق کے انگوٹھے ہونٹوں کے قریب چلے جاتے ہیں اور پھر دونوں ہونٹ انگوٹھوں کو پیار بھرے انداز میں چوم لیتے ہیں اور پھر یہی انگوٹھے دونوں آنکھوں کے قریب جا کر آنکھوں کو مس کرتے ہیں اور ادھر لبوں پر یہ الفاظ بے اختیار نکلتے ہیں کہ:۔

قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپکا نام مبارک اور آپ میری آنکھ کی ٹھنڈک ہیں۔"

جناب عبدالستار نیازی فیصل آبادی صاحب نے بڑا اچھا یہ شعر چار مصرعوں والا فرمایا کہ ؎

عاشق چُم اکھیاں نال لاندے تے محبُوب دے سوہنے ناں نوں
جتھے لگے قدم نبی دے نوری چُمدے نے اس تھاں نوں
نبی ولی سب لبھدے پھردے اوہدی کملی پاک دی چھاں نوں
لکھ لکھ ہون سلام نیازی سوہنے پاک نبی دے ماں نوں

انگوٹھے چُومنے کے دلائل

دیکھو میرے دوستو جو حضرات انگوٹھے چومنے کے قائل ہیں وہ اس بات کو سُنکر مان جائیں گے۔ ہاں صاحب واقعی آپ درست کہتے ہیں۔ انگوٹھے چُومنا یہ ہمارے جدّ اعلیٰ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی سُنّت ہے اور عاشقانِ

جائے اللہ رحمتیں نازل فرماتا جائے گا۔ اور یہ بات یاد رکھو یہ مصطفےٰ اکریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہمیں نظر نہیں آتا تو یہ ہماری تمہاری نظروں کا قصور ہے۔ لیکن آدم علیہ السلام کی سنّت تو ثابت ہوگئی اور وہ لوگ جن کی نگاہوں سے پردے اُٹھ چکے ہوتے ہیں انہیں ہر وقت مصطفےٰ اکریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے نظر آتے رہتے ہیں، خود ہی جلوے دکھا بھی دیتے ہیں۔

شاہ توکّل انبالوی

رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

حضرت شاہ توکّل انبالوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ہندوستان کے مشہور بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں، بڑے با کرامت بزرگ تھے۔ خدا کی قدرت دیکھئے۔ آپ اُمّی تھے یعنی بالکل ان پڑھ کسی مدرسے، کسی سکول، کسی دینی ادارے سے آپ نے تعلیم وغیرہ حاصل نہیں کی تھی لیکن آپ کو اللہ عزّوجل نے علم لدّنی سے نوازا تھا۔ علم لدّنی وہ علم ہوتا ہے جو اللہ پاک بغیر کسی استاد کے اپنے کامل بندے کو عطا فرما دے آپ کو دیکھ کر خدا یاد آجاتا تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے مرید تھے۔ ہر وقت آپ کے آستانے پر مریدوں کا مجمع لگا رہتا تھا اور خدائے عزّوجل کی حمد و ثناء اور آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات و ارشادات سُنے اور سُنائے جاتے۔ دُور دُور تک آپ کی شہرت تھی، دیوبند سے ایک مولوی صاحب فارغ ہوئے، دینی تعلیم حاصل کر کے جب اپنے گھر واپس پہنچے تو شاہ توکّل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی شہرت سُنی تو دل میں خیال آیا کہ چلو انبالہ میں اس پیر کو دیکھیں جس کی شہرت کے اتنے چرچے ہو رہے ہیں۔ کیسا ہے، کیا کرتا ہے، کیا دیتا ہے؟ مولوی محبوب عالم صاحب دیوبندی۔ شاہ صاحب کی زیارت کے لیئے انبالہ آئے، دوپہر کا ٹائم تھا۔ شاہ صاحب نے بڑی محبّت سے مولوی محبوب عالم صاحب کو اپنے پاس بٹھایا۔ پوچھا کہ مولوی جی کہاں سے آئے ہیں؟ مولوی جی نے اپنا پتہ ٹکانہ بتایا۔

شاہ صاحب نے فرمایا! مولوی صاحب! آجکل کیا کرتے ہیں، عرض کی حضور ابھی ابھی علم دین پڑھکر فراغت ہوئی ہے۔ فرمایا کہ کہاں دینی تعلیم حاصل کی ہے۔ عرض کی کہ مدرسہ دیوبند سے۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ ابھی واپس جاؤ گے یا رات یہاں قیام کرو گے۔ عرض کی حضور بس دیدار کرنا تھا سو وہ کر لیا اب اجازت دیجئے! تو بہتر ہے۔ فرمایا کھانے کا ٹائم ہے کھانا تو کھالو۔ عرض کی حضور جیسے آپ کی مرضی شاہ صاحب قبلہ نے اپنے ایک مُرید کو فرمایا کہ جاؤ لنگر سے مولوی صاحب کے لیئے کچھ روٹیاں اور سالن لے آؤ۔ مرید گیا چند روٹیاں اور سالن جو بچا تھا لے آیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا اچھا مولوی جی کھالو۔ مولوی صاحب نے جب کھانا شروع کیا۔ شاہ صاحب کے لنگر کی دال جب مولوی صاحب کے جسم کے اندر گئی تو دل کی دُنیا ہی بدل گئی۔ جوں جوں لُقمے اندر جارہے تھے ایک خوشی اور مُسرّت کا دریا ٹھاٹھیں مار کر دل میں موجیں مارنے لگا۔ مولوی صاحب نے روٹی کھائی، اجازت مانگی۔ فرمایا ٹھیک ہے مولوی صاحب اللہ کے حوالے۔ مولوی صاحب جب چلے تو آدھے راستے پر پہنچ کر آگے گھر جانے کو دل نہیں کرتا اور قدم اور دل پھر شاہ صاحب کی طرف آنے کیلئے بےتاب ہیں۔ چنانچہ مولوی صاحب دل کے ہاتھوں مجبور ہوکر شام سے پہلے پھر انبالہ شاہ توکل شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ شاہ صاحب نے جب مولوی محبوب عالم کو دیکھا تو فرمایا مولوی جی گھر نہیں گئے۔ عرض کی حضور آپ نے گھر کا چھوڑا کب ہے۔ اب بس اپنا مُرید بنا لیجئے اور یہیں رہنے کیلئے قدموں میں جگہ دے دیجئے۔ شاہ توکل رحمۃ اللہ علیہ نے مرید کر لیا اور فرمایا مولوی صاحب، عرض کی جی حضور فرمایا دیکھو ماشاء اللہ تم عالم دین ہو میرا دل کرتا ہے کہ تم یہاں اپنا ایک مدرسہ بنا لو لڑکوں کو دینی تعلیم اور درسِ حدیث دیا کرو عرض کی جیسی حضور کی مرضی۔ لو میاں انبالہ میں ایک مدرسہ بن گیا۔ مولوی محبوب عالم لڑکوں کو درسِ حدیث پڑھاتے۔ پیر صاحب پاس بیٹھ جاتے، تسبیح ہاتھ میں ہوتی

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی ہے لیکن جو حضرات اسباب کے قائل نہیں وہ تو نہیں مانیں گے بلکہ وہ تو کہیں کہ میاں ہم ایسی کمزور باتوں پر کمزور دلیلوں پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ ہمیں تو قرآن پاک کی دلیل چاہیئے، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث چاہیئے، صحابہ کرام کے اقوال چاہئیں ۔ یاد رکھو جو کہے کہ یہ حدیث کمزور ہے ۔ یہ روایت کمزور ہے تو سمجھ لیں کہ حدیث کمزور نہیں، روایت کمزور نہیں بلکہ نہ ماننے والوں کا ایمان کمزور ہے ۔ اگر یہ دلیل کمزور ہوتی تو کبھی بھی مفسرینِ کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اس روایت کو نقل نہ فرماتے بہر حال نہ ماننے والوں نے تو ماننا پھر بھی نہیں کیونکہ حدیثوں پر، روائتوں پر، قرآن کی آیتوں پر یقین نہیں رکھتے بلکہ اپنے مسلک کے بتائے ہوئے مولوی کی بات پر یقین رکھتے ہیں چاہے وہ صحیح ہو یا غلط ۔ لیکن خدا کے فضل وکرم سے چند دلائل عرض کیئے دیتا ہوں ۔ ہدایت اس مالکِ الملک کے ہاتھ میں ہے ۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید، فرقانِ حمید کے تیسرے پارے رکوع ۱۲ سورۃ آلِ عمران آیت ۳۱ میں ارشاد فرماتا ہے :۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ "اے میرے حبیب علیہ السّلام آپ فرما دیجئے اگر تم واقعی محبت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے تو میری پیروی کرو" تب محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ ۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنی محبت میں آنے سے پہلے ایک شرط لگا دی کہ اے دُنیا والو! اگر تم میرے ساتھ واقعی محبت کرتے ہو، واقعی میرے ساتھ پیار کرتے ہو تو میری محبت کا دم بھرنے سے پہلے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو اور اتباع بھی دِل سے کرو، محبت والی اتباع جس طرح ایک سچا عاشق، سچا طالب، سچا محبّ اپنے معشوق کی اپنے مطلوب کی، اپنے محبوب کی بات مانتا ہے، ہر ہر ادا پر قربان ہوتا ہے تم بھی اسی طرح میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر ادا پر عمل کرو، پھر تمہیں محبت جتلانے کی ضرورت نہیں،

بلکہ میں خود خدا ہو کر تمہیں اپنا محبوب بنالوں گا۔ سبحان اللہ۔ معلوم ہوا کہ اللہ سے محبت کرنی ہے تو پہلے کملی والے سے محبت کرو۔ یہ رب کا فرمان تھا۔ اب آیئے خود محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سُنیئے۔ بخاری شریف جلد اول صـ۷ پر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یوں نقل فرمایا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:۔ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ (بخاری شریف)

"تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو گا جبتک میں اس کے نزدیک اس کے والدین اسکی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔" (مسلم شریف)

سامعینِ کرام! یاد رکھو یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ کوئی انسان ساری عمر اللہ کی عبادت کرتا رہے ہمیشہ روزے سے رہے، ہر سال حج کرے، سارا مال خدا کے راستے پر قربان کر دے اور خود بھی کافروں سے لڑتا لڑتا، اللہ کے راستے پر اپنی جان قربان کر دے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دِل میں نہیں تو وہ کافر ہے۔ لیکن دوسری طرف کوئی انسان ہزار درجہ گناہگار ہو مگر اس کا دِل کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار ہو تو وہ پکا مسلمان ہے۔ یہ مَیں نہیں کہتا بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ پارہ ۲۴ سورۃ الزمر رکوع ۳ آیت ۵۳۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔

"آپ فرما دیجئے! اے میرے بندو جنہوں نے ظلم کیا زیادتیاں کی اپنے نفسوں پر مایوس نہ ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بیشک اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے سارے گناہوں کو بلا شبہ وہی بہت بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"

معلوم ہوا کہ محبتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کا جز ہے اب اگر کوئی مومن حضور علیہ السلام

کے نام پاک کو محبت سے چوم کر اپنی آنکھوں سے لگاتا ہے تو اس نے قرآن پاک کی آیت پر اور مذکورہ حدیث مبارک پر عمل کیا کہ نہیں کیا؟ ضرور کیا۔ اب کوئی یہ کہے کہ تو کیوں انگوٹھے چومتا ہے؟ تو آپ اس کی بات کا اندازہ لگائیں کہ وہ شخص حضور کے نام کو چومنے سے منع کر رہا ہے محبت کی بنا پر یا دشمنی کی بنا پر؟ کہ میاں تو خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو چوم کر کیوں عزت کر رہا ہے۔ لازمی طور پر دشمنی کی بنا پر منع کر رہا ہے کیونکہ اگر حضور علیہ السلام سے منع کرنے والے کو محبت ہوتی تو وہ کبھی بھی نبی کریم علیہ السلام کے نام کو چومنے سے، عزت کرنے سے منع نہ کرتا۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ منع کرنے والا حضور علیہ السلام کا محب نہیں دشمن ہے، تابعدار نہیں باغی ہے وفادار نہیں بے وفا ہے، حضور علیہ السلام سے بغاوت کرنے والا، بے وفائی کرنے والا، دشمنی کرنے والا، دولت ایمان کی لذت سے محروم ہو جاتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک پارہ ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۸-۹ میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و توقیر کرنے کا حکم دیا ہے ارشاد ہوتا ہے کہ:۔ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ۔

"اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بیشک ہم نے آپ کو حاضر و ناظر اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی عزت اور توقیر کرو۔"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کرو، تعظیم کرو، کتنی کریں، جتنی کر سکتے، کیسے کریں جیسے کر سکتے ہو۔ بس ایک خدا اور خدا کی ذات و صفات میں شریک نہ کرو باقی جو اور جیسے عزت توقیر تعظیم کر سکتے ہو کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اتنی کرو، اتنی نہ کرو۔ ایسے کرو، ایسے نہ کرو، نہیں نہیں جتنی کر سکتے ہو کرو۔ اب آپ ہی بتائیں کہ کملی والے کا نام پاک جب آ جائے اور کوئی محبت سے انگوٹھے چوم کر آنکھوں کو لگائے، یہ تعظیم ہے کہ نہیں توقیر ہے کہ نہیں

عزت ہے کہ نہیں ہے ضرور تعظیم ہے اگر یقین نہ آئے تو کسی غیر مسلم سے، ہی پوچھو وہ بھی کہے گا بھئی یہ تو واقعی تعظیم ہے اگر یہ تعظیم ہے تو قرآن پر عمل ہُوا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ ۔ کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرو، اور توقیر کرو، عزت کرو۔ ،،

جب قرآن پر عمل ہُوا تو بدعت نہ ہُوا تو تم انگوٹھے چومنے والوں کو بدعتی کیوں کہتے ہو؟ جواب دو۔ یہ تھا قرآن، اب آؤ سنو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان۔ امام المحدثین حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انیس الجلیس ص ۲۰۶ پر علامہ محمد غبریم مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب النوافع العطریہ ص ۵۱ پر کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل فرمایا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!۔

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَسَحَ بِیَدِہٖ اِسْمَ مُحَمَّدٍ ثُمَّ قَبَّلَ یَدَہٗ بِشَفَتَیْہِ ثُمَّ مَسَحَ عَلٰی عَیْنَیْہِ یَرٰی رَبَّہٗ بِمَا یَرَاہُ الصَّالِحُوْنَ وَیَنَالُ شَفَاعَتِیْ وَلَوْ کَانَ عَاصِیًا۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے ہاتھ سے اسم محمد کو چھُوا۔ علامہ سیوطی نے یوں فرمایا کہ جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) منا پھر اپنے ہونٹوں سے اپنے ہاتھوں کو چوما پھر اپنی آنکھوں پر ملا تو اللہ تعالیٰ کی قیامت کے دن زیارت کریگا۔ جیسے صالحین کی زیارت کرتا ہے اور میری شفاعت کے قریب یعنی مستحق ہوگا اگرچہ وہ گنہگار ہو۔ "

اللہ اکبر!۔ اب آئیے میں عرض کروں کہ نبی کریم علیہ السلام کے نام پاک کو چوم کر آنکھوں سے لگانا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی سنت ہے، حضرت علامہ اسمٰعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر روح البیان جلد ۷ ص ۲۲۹ - ۲۳۰ میں مختلف روایوں سے نقل فرمایا ہے کہ انگوٹھے چومنا یہ کس کی سنت ہے اور کتنا چومنے والے کو فائدہ ہوتا ہے۔ حضرت علامہ اسمٰعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ

.. بات علامہ شیخ امام ابوطالب محمد بن علی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب قوت القلوب میں بھی نقل فرمائی ہے کہ ایک دن سید الانبیاء حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس محرم الحرام کو اپنی مسجد نبوی شریف میں تشریف لائے۔ اس روز جمعہ کا دن تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد کے ستون شریف کے پاس جلوہ افروز تھے۔ نماز جمعہ کے لیئے نبی کریم کے چہیتے صحابی مؤذن رسول حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھے اور اذان دینی شروع کردی۔ حضرت بلال نے فرمایا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اشہد ان محمد رسول اللہ۔ تو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار صحابی یار غار خلیفہ اول حضرت سیدنا و مولانا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے یہ کلمہ سنکر اپنے دونوں انگوٹھوں کو چوم کر اپنی آنکھوں سے لگا کر کہا:۔

قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ " یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپکا نام پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔"

اذان ختم ہو گئی۔ کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوبکر۔ عرض کی جی میرے آقا کملی والے نے فرمایا کہ اے ابوبکر جس طرح تم نے میرے نام کو سنکر اپنی انگلیوں کو چوم کر اپنی آنکھوں سے لگایا ہے اسطرح جو میرا اُمتی محبت سے یہ کام کریگا تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس آدمی کے تمام نئے پرانے، ظاہری اور باطنی گناہوں کو معاف فرمادیگا۔ اللہ اکبر۔

حضرت علامہ امام محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق "مقاصد حسنہ" صفحہ ۳۸۴ میں یوں فرمایا ہے کہ جب اذان ختم ہو گئی تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے غلامو! یاد رکھو!:۔

مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِیْلِیْ جو بندہ میرے اس دوست کی طرح انگوٹھے

فَقَدْ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ۔ چوم کر اپنی آنکھوں کو لگائے گا اس کیلئے میری شفاعت حلال ہو گئی۔ سبحان اللہ! اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:—

قَالَ عَلَیْہِ السَّلَام مَنْ سَمِعَ اِسْمِیْ فِی الْاَذَانِ فَقَبَّلَ ظُفْرَ اِبْہَامَیْہِ وَمَسَحَ عَلٰی عَیْنَیْہِ لَمْ یَعْمَ اَبَدًا۔

"جو آدمی میرا نام اذان میں سُنے اور اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر اپنی آنکھوں سے ملے تو وہ کبھی اندھا نہ ہو گا (روح البیان جلد ۷ صـ۲۲۹)

فقہ حنفی کی مشہور کتاب شامی شریف جلد ۱ صـ۲۷ میں علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا اور دیگر بزرگوں کا انگوٹھے چومنے کے بارے میں عقیدے کا یوں اظہار فرمایا ہے کہ امام قستانی نے کنز العباد میں یہ لکھا اور اسی طرح فتاویٰ صوفیہ اور کتاب الفردوس میں ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جو آدمی میرا نام سنکر انگوٹھے چوم کر اپنی آنکھوں کو لگائے تو:—

اَنَا قَائِدُہٗ وَمُدْخِلُہٗ فِیْ صُفُوْفِ الْجَنَّۃِ۔ قیامت کے دن میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکو جنت کی صفوں میں داخل فرماؤنگا، اللہ غنی۔

اور اسی طرح علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہرۂ آفاق تفسیر جلالین کے صـ۳۵ کے حاشیہ پر یہی عبارت موجود ہے۔ مزید تفصیل دیکھنی ہو تو اعلیحضرت امام اہلسنت اور دیگر علماء کی تصانیف کا مطالعہ کیا جائے۔

معزز دوستو! ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی سُن کر محبت سے آنکھوں کو لگانا یہ دینی و دنیاوی فوائد کا حامل ہے۔ دنیا میں تو اس کا فائدہ ہو گا ہی کہ آنکھیں ہمیشہ ٹھیک رہیں گی کبھی دُکھیں گی نہیں آدمی اندھا نہیں ہو گا۔ اُخروی فائدہ یہ ہے کہ کل قیامت کے دن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہماری شفاعت

فرمائیں گے اور دوسری بات یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت بھی زندہ ہو جائے گی۔ کسی نے اس مقام پر یہ بڑا پیارا شعر فرمایا ہے کہ ؎

چم انگوٹھے اکھیاں تے لا — اے کم صدیق اکبر کردا رہیا
اس گل تے ایہہ حدیث گواہ — صلِّ علیٰ محمدٍ!

لیکن افسوس کہ کچھ لوگ بجائے یہ سنت کو زندہ کرنے کے انگوٹھوں کو چومنے والوں کو دن رات کوستے رہتے ہیں کہ یہ بدعتی ہیں، مشرک ہیں، یہ ہیں وہ ہیں۔ اللہ کے بندو تم انگوٹھے نہیں چومتے نہ چومو کہ فرض نہیں، واجب نہیں، سنت آدم علیہ السلام اور سنت سیدنا صدیق اکبر ہے، نہ چومو تو گناہ نہیں چومو تو ثواب ہے، لیکن چومنے والوں کو کیوں برا کہتے ہو، پھر مزے کی بات ہے کہ جو انگوٹھے چومتے اس سے لڑتے ہیں اور زبردستی منع کرتے ہیں تاکہ حضور علیہ السلام کے ذکر تعظیم کو عزت کو عظمت کو، شان کو کم کیا جائے، لیکن یاد رکھو خدا کی قسم حضور علیہ السلام کا ذکر مٹانے، ذکر بند کرانے، شان گھٹانے والے خود مٹ جائیں گے مر جائیں گے، ختم ہو جائیں گے لیکن میرے مصطفےٰ کریم علیہ التحیۃ والثناء صلی اللہ علیہ وسلم فداک ابی و امی و مالی و بدنی و جسمی و اولادی کا ذکر شریف نہ ختم ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے اور نہ ختم ہو گا۔ قربان جاؤں، سنیوں کے تاجدار عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی امام اہلسنت مولانا سیدنا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ ؎

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے گا
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
مٹ گئے، مٹتے ہیں مٹ جائیں گے سب دشمن تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر
ذکر اونچا ہے ترا بول بالا ہے ترا

دوستو یاد رکھو کوئی انگوٹھے نہیں چومتا تو نہ چومے، تم سرکار کا نام سُن کر محبّت سے چومتے رہو اور دین و دُنیا کے فوائد حاصل کرتے جاؤ۔ ویسے تو ربِ کریم نے اپنے پیارے کا نام ہی ایسا رکھا ہے کہ جب بھی نام پاک محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم لیا جاتا ہے تو دونوں ہونٹ محبّت سے ملتے ہیں اور ایک دوسرے کو چوم لیتے ہیں ــــ

سُبحان اللہ ایک شاعر نے کیا اچھا یہ شعر کہا کہ ؎

مِٹھڑا نام محمّد والا جے کوئی مُونہوں الاوے
اِک لَب بھر نال دوجے دے گھُٹ گھُٹ چھپیاں پاوے

سامعین کرام! دعا کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نبئ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ النبیّ الامین۔

انشاءاللہ نبئ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ پیشانی آدم علیہ السلام سے آگے کیسے چلا، اگلے وعظ میں بیان ہوگا۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ــ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

چھٹا وعظ مبارک

نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آدم علیہ السلام سے پیشانیِ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تک

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ وَ اَھْلِ سُنَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ لَانَبِیَّ بَعْدَہٗ ھُوَ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَشَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَالشّٰکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔

(پ ۲۷ سورۃ حدید رکوع ۱ آیت ۳)

ترجمہ:۔ "وہی اول ہے وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے وہی چھپا ہوا ہے وہی ہر چیز کو جانتا ہے۔"

قابلِ قدر سامعین کرام قرآن مجید فرقانِ حمید کے ستائیسویں پارے کی ایک چھوٹی سی آیت شریف آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیۃ کریمہ میں اپنی شان بھی بیان فرمائی ہے اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی فقیر انشاء اللہ اس نورانی اور روحانی محفل میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک کیسے پہنچی انشاء اللہ بڑے ہی پیارے اور آسان لفظوں میں بیان کرنے کی کوشش اور سعی کرے گا۔ اب بڑے اطمینان کے ساتھ، بڑی محبت کے ساتھ اس محفل میں تشریف رکھتے ہوئے سماعت فرمائیں اور دعا کریں کہ ربِ کائنات نبی کریم علیہ السلام کی نعلین شریفین کے صدقے مجھے حق بیان کرنے اور آپ اور مجھے حق سُن، سنا کر اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

حضرات آپ کو یاد ہوگا کہ پچھلے وعظ میں میں نے آپ کے سامنے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے متعلق عرض کیا تھا اور آپ کو بتایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو کیسے پیدا فرمایا۔ اللہ پاک نے جب حضرت آدم علیہ کو پیدا فرمایا تو پیدا فرمانے کے بعد قیامت تک آنے والی تمام چیزوں کے نام بتا دیئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے پارہ ۱ رکوع ۴ آیت ۳۱۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔ "اور سکھا دیئے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام"

کتنے نام بتلائے حضرت علامہ اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی معرکۃ الآراء تفسیر

روح البیان پ۱ اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سات لاکھ زبانوں کا علم عطا فرمایا، ایک ہزار پیشوں کا ماہر بنایا ـــــ سبحان اللہ۔ شیخ محقق حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت شریف سے یہ تمام علوم اور پیشے سکھائے۔ (مدارج النبوت) دوم

میرے دوستو! ذرا غور کرو جب آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے اتنی زبانوں اور اتنے پیشوں کا علم عطا فرمایا ہے تو غور کرو خود ذات پاک محمد مصطفےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا کیا مقام ہوگا۔ یاد رکھو آدم علیہ السلام کا تمام علم میرے مصطفےٰ اکریم علیہ السلام کے علم کے سامنے ایسے ہی ہے جیسے ایک قطرہ دریا کے سامنے ہو (تفسیر نعیمی) جب قطرے والے کے علم کا یہ مقام ہے تو جس کے پاس پورا دریا ہے اس مصطفےٰ اکریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا کیا کیا حال ہوگا؟ پھر کس قدر افسوس ہے ان علماء پر جنہوں نے یہ لکھ دیا کہ ایک صالح دیوبندی فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے ہوئے دیکھ کر پوچھا یہ کلام یعنی اردو آپ کو کیسے آگئی ہے؟ آپ تو عربی ہیں؟ ۔ فرمایا جب سے علمائے مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی ہے ـــ استغفر اللہ۔ (براہین قاطعہ مولوی خلیل احمد دیوبندی صہ ۲۶)

غور فرمایا آپ نے یہ جعلی خواب گھڑ کے اپنے مدرسے دیوبند کی شان بڑھانے کے لئے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کتنی بڑی گستاخی کی۔ میاں وہ نبی جو عرش والوں کی بولی فرش والوں کی زبانیں، جانوروں، حیوانوں، پتھروں اور درختوں کی بولی جانے، کیا وہ کملی والا اردو کو نہ جانتا ہوگا؟ جانتا ہے خدا کی قسم جانتا ہے۔

اس مقام پر ایک شاعر نے بڑے اچھے یہ دو شعر فرمائے: ـــ

قادیانی کی طرح خواب بنائے نجدی ذات بے عیب کو یہ عیب لگائے نجدی

جنکو اللہ نے ہر شے کا بنایا عالم اپنے ملّوں سے انہیں ار دو پڑھائے نجدی

جناب صائم چشتی نے ان کا یوں پوسٹ مارٹم کیا کہ

حضور دے میلاد نوں فضول کہن والیو

سلامتی دا نہرو نوں رسول کہن والیو

دیوبند بنی دا سکول کہن والیو!

توہین نوں توحید دا اصول کہن والیو

توحید دی پوشاک اُتے داغدار دھاریو

گلے او توحید دے وڈے پجاریو!

فرشتوں کا مسجود ہونا

اچھا تو عرض یہ کر رہا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو تمام اشیاء کے نام بتا دیئے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ اے میرے فرشتو، عرض کی جی مولا کریم۔ فرمایا میرا خلیفہ معرض وجود میں آچکا ہے۔ میں نے اسے اتنا علم دیا ہے کہ تمہارا علم بھی اس کے علم کو نہیں پہنچ سکتا لہٰذا تم سب میرے نبی کو میرے پیغمبر کو، میرے رسُول کی میرے نائب کی تعظیم کرو۔ یا اللہ کیسے کریں۔ فرمایا میں اسے جنّت کے منبر پر بٹھاتا ہوں، تم سب اس کی توقیر کے لیے سجدہ کرو۔ عرض کی مولا ٹھیک ہے چنانچہ سجدہ ملنے کا حکم تھا سارے فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں سجدہ کرتے ہوئے جھک گئے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ۔ "اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم وہ وقت یاد کرو، کونسا وقت جبکہ ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو واسطے آدم علیہ السلام کے، حکم سنتے ہی سب فرشتے سربسجود ہو گئے مگر ابلیس نہ جھکا۔

اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ۔ "انکار کیا اور غرور کیا اور وہ کافر ہو گیا۔"

جب ربِ کائنات نے فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا تو سب سے پہلے حضرت جبرئیل علیہ السلام سجدے میں گئے پھر میکائیل علیہ السلام پھر اسرافیل علیہ السلام اور پھر عزرائیل علیہ السلام پھر تمام فرشتے، آدم علیہ السلام کو تین سجدے کیئے گئے۔ پہلا سجدہ جمعہ کے دن کا تھا ظہر سے عصر تک ہوا۔ جب فرشتوں نے سجدے سے سر اٹھایا تو کیا دیکھا ان کا استاد عزازیل یعنی شیطان بجائے سجدہ کرنے کے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف پیٹھ پھیر کر مغرورانہ انداز میں کھڑا ہے۔ فرشتوں نے جب یہ منظر دیکھا تو اس وقت دوسرا سجدہ کیا۔ یہ سجدہ پہلے سجدہ میں شکریہ کے طور پر تھا۔ یہ سجدہ ایک سو سال کا تھا۔ پھر جب فرشتوں نے سجدے سے سر اٹھایا تو دیکھا کہ پہلے شیطان بڑا خوبصورت تھا، بڑا وجیہہ تھا چہرہ بڑا حسین جسم تھا۔ بڑی پیاری شکل و صورت تھی لیکن اب معاملہ اس کے برعکس ہے شیطان کی صورت بدل گئی کیسے؟ کہ جسم خنزیر کی طرح کا ہو گیا۔ چہرہ بندر کی طرح کا ہو گیا۔ شکل و صورت بھیانک ہو گئی الاماں والحفیظ۔ پھر فرشتوں نے ہیبتِ الٰہی کی وجہ سے تیسرا سجدہ کیا۔ یہ پانچ سو سال کا طویل سجدہ تھا۔ (روح البیان، تفسیر نعیمی)

جب فرشتے سجدہ کرنے کے بعد فارغ ہوئے تو خالقِ ارض و سماوات نے شیطان سے سوال کیا کہ:۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ۔ "اے شیطان تجھے کس چیز نے روکا اس بات سے کہ تو سجدہ نہ کرے۔"

تو شیطان نے جواب دیا:۔

قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ۔ "کہ میں تیرے نبی سے تیرے خلیفہ سے تیرے رسول سے بہتر ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مردود تو میرے

نبی بہتر کیسے ہو گیا تو اس نے پھر کہا کہ :—
خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ "اے ربِ کائنات تو نے مجھے آگ سے
مِنْ طِیْنٍ۔ پیدا فرمایا ہے اور اپنے نبی کو مٹی سے بنایا۔

حضرات ذرا غور فرمائیں۔ شیطان کیا کہہ گیا کہ یا اللہ میں تیرے نبی سے بہتر ہوں - توبہ - توبہ، کتنی بے ادبی کر گیا - اللہ پاک نے فرمایا مردود تو نبی سے بہتر بنتا ہے۔ دفع ہو جا میرے دربار سے نکل جا میری جنت سے۔ معلوم ہوا جو نبی سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے وہ آگے نہیں جاتا بلکہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں چلا جاتا ہے۔ یہ تو تھا شیطان اور اب ایک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اور اپنے آپ کو مسلک حق اہلسنت حنفی ہونے کے داعی کی عبارت بھی پڑھئے، پھر شیطان اور مذکورہ مولوی صاحب کی عبارت کا موازنہ کیجئے کہ کہیں شیطان کی اس بات کی فوٹو کاپی تو نہیں، عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

تحذیر النّاس کی ایک عبارت

تحذیر الناس ص ۵ مصنف حجۃ الاسلام مولوی قاسم نانوتوی دار العلوم دیوبند۔ "چنانچہ کلام اللہ میں چار فرقوں کی تعریف کرتے ہیں۔ نبیین اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ جن میں سے انبیاء اور صدیقین کا کمال تو علمی ہے اور شہداء اور صالحین کا کمال عملی۔ انبیاء کو تو منبع العلوم اور فاعل اور صدیقین کو مجمع العلوم اور قابل سمجھئے اور شہداء کو منبع العمل اور فاعل اور صالحین کو مجمع العمل اور قابل خیال فرمائیے۔ دلیل اس دعوی کی یہ ہے کہ انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔" استغفر اللہ!

میرے دوستو یہ خط کشیدہ عبارت پڑھئے اور پھر شیطان کی اس عبارت کو پڑھئے

کہ میں تیرے نبی سے بہتر ہوں۔ پھر ان دونوں کا نتیجہ خود ہی اخذ کیجئے کہ جس نے کہا کہ یا اللہ میں تیرے نبی سے بہتر ہوں تو اللہ اسکو فرشتوں کی اُستادی سے محروم کر کے لعنت کا طوق گلے میں ڈال کر جنّت نکال کر اپنا دشمن قرار دے دے۔ تو جو یہ کہے کہ اُمتی اعمال میں نبی سے بڑھ جاتا ہے وہ خدا کا کیسے دوست ہو گیا؟ کملی والے کا غلام ہو گیا حجۃ الاسلام ہو گیا۔ وہ بھی نبی کا دشمن تھا، یہ بھی نبی کا منکر ہے، وہ بھی عظمت کا قائل نہیں۔ بات اس کی بھی اچھی نہیں۔ جنّت سے اُسے بھی نکال دیا گیا تھا۔ جا جنّت میں یہ بھی نہ سکے گا۔

خیر تو یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے پوچھا تو شیطان نے کیا جواب دیا۔ ایک آپ سُن چکے ہیں، دوسرا بھی سُن لیں۔ قرآن پاک پارہ ۱۴ سورۃ حجر آیت ۳۲ رکوع ۳ میں کہ:۔

قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ۔ — اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس کیا وجہ ہے کہ تو نے سجدہ کرنیوالوں کا ساتھ نہیں دیا کس چیز نے تمہیں میرے نبی کی بارگاہ میں جھکنے سے منع کیا ہے۔

تو شیطان نے کیا جواب دیا؟۔ سنیئے

قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ٥ — "وہ گستاخ کہنے لگا کہ میں گوارا نہیں کرتا کہ سجدہ کروں اس بشر کو جسے تو نے پیدا کیا ہے بجنے والی مٹی سے جو پہلے سیاہ بدبودار تھی"۔ ———— میرے دوستو شیطان نے سجدہ نہ کرنے کی کیا حکمت بتائی، کیا وجہ بتائی؟ کہ یا اللہ تیرا خلیفہ تیرا نبی، تیرا بشر ہے خاکی ہے مٹی سے پیدا کیا گیا ہے لہذا میں اس کو سجدہ کرنے کو تیار نہیں۔ آپ پورا قرآن کا مطالعہ کریں، پورے قرآن کا ترجمہ و تفسیر ملاحظہ فرمائیں تو یہ مسئلہ آپ پر واضح ہو جائے گا کہ اللہ عزّ وجلّ

کے نبی کو دنیا میں سب سے پہلے جس نے بشر کہا، خاکی کہا وہ فرشتوں کا ہیڈ ماسٹر، شیطان تھا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ شیطان سے پہلے کسی نوری مخلوق نے اللہ پاک کے نبی کو بشر نہیں کہا۔ جب شیطان نے اللہ پاک کے نبی کو بشر کہا اور سجدہ نہ کیا تو اللہ پاک کو تو خوش ہونا چاہیئے تھا کہ ابلیس نے حق بات کہی ہے۔ لیکن اللہ پاک فرماتا ہے کہ شیطان تو نے میرے نبی کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ تو شیطان کہتا ہے یا اللہ یہ شرک مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ تجھے بھی سجدہ کروں، تیرے نبی کو بھی سجدہ کروں۔ یا اللہ میں نے تیرے پہلے بھی سات لاکھ سال تک سجدے کئے۔ تیری بارگاہِ نازنین میں اپنا سیس نوایا، چپے چپے پہ سجدے کئے اور بھی کردوں گا لیکن تیرے پیغمبر کو سجدہ کر کے میں مشرک نہیں بن سکتا۔ گویا شیطان لعین توحید کا قائل تھا تعظیم نبوّت کا منکر تھا۔ نعرۂ تکبیر کو مانتا، نعرۂ رسالت سے بھاگتا تھا۔

اچھا سنیئے! اللہ پاک نے شیطان کا یہ جواب سن کر کیا فرمایا:۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيْمٌ "فرمایا اے میرے نبی کو بشر کہنے والے لعین اے میرے پیغمبر کو خاکی کہنے والے گستاخ اے میرے رسول کے قدموں پر سر نہ رکھنے والے بے ادب نکل جا یہاں سے (جنت) تو مردود ہے۔"

وَاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ○ "اور ایک انعام بھی لیتا جا کر بلاشبہ تجھ پر لعنت ہے روزِ جزا تک۔"

حضرات بتایئے یہ شیطان کہاں رہتا تھا؟ میاں سوچتے کیا ہو بلا جھجک کہدیں جنت میں! شیطان نے جنت میں کھڑے ہو کر اللہ پاک کے نبی کو بشر کہا تو ربّ العزت نے کان سے پکڑ کر جنت سے نکال دیا۔ میں پوچھتا ہوں آپ سے کہ جو جنت کے اندر رہ کر نبی کو بشر کہے ربّ اسے جنت سے نکال دے، تو جو مُلّاں جنت سے باہر اللہ کے نبیوں کو بشر بشر کہتے پھرتے ہیں ان کو کیا جنت میں داخل ہونے دیگا؟

نہیں، ہرگز نہیں، جنّت میں داخلہ تو کیا، یہ بے ادب لوگ جنّت کی خوشبو بھی ہرگز نہیں سونگھ سکیں گے۔؟

سجدہ کیوں کرایا؟

اچھا غور فرمائیں کہ اللہ پاک نے سیدنا آدم علیہ السلام کی بارگاہ میں تمام نوری فرشتوں کی گردنوں کو کیوں جھکوایا، کیوں سجدہ کرایا؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سجدہ اسلئے کرایا کہ آدم علیہ السلام علم کے لحاظ سے سب فرشتوں سے آگے بڑھ گئے، کچھ علماء کہتے ہیں کہ سجدہ اسلئے کرایا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نائب بن کر زمین پر تشریف لانے والے تھے۔ کچھ بزرگوں کا یہ کہنا ہے کہ نسل انسانیت کی بنیاد آپ رکھنے والے تھے سجدہ اسلئے کرایا ـــ لیکن آیئے میں آپ کو بتاؤں کہ سجدہ کیوں ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو۔ فرشتوں کے سجدہ کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام المفسّرین حضرت علامہ فخرالدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔

اِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ اُمِرُوْا بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ لِاَجْلِ اَنَّ نُوْرَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ جَبْھَۃِ اٰدَمَ۔

"بیشک فرشتوں کو جو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا کہ آدم علیہ السلام کو کریں وہ اسوجہ سے تھا کہ ان کی پیشانی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک تھا (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۱۲ روح البیان پ ۱۴)

معلوم ہوا کہ وہ تعظیم اور تحیّت درحقیقت نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تھی، چنانچہ تمام نوری فرشتے اس نور اعظم کی تعظیم کے لئے جھک گئے اور مقبول ہو گئے۔ جو سب سے پہلے جبرئیل جھکا، وہ سب کا سردار ہو گیا۔ کیسے سرور دلربا غور فرمائیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ میرے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو جبرئیل علیہ السلام نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ آخر ہم سے کیوں سجدہ کروانا چاہتا ہے۔ اس میں کیا راز ہے، اسمیں کیا حکمت ہے، اس کی کیا خاصیت ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے یہ سوچ کر حضرت آدم علیہ السلام کے جسم کو دیکھنا شروع کر دیا۔

پہلے قدموں کو دیکھا کچھ نظر نہ آیا، پھر پنڈلیوں کو دیکھا کوئی حکمت نظر نہ آئی پھر ناف کی طرف دیکھا کوئی حکمت نظر نہ آئی، پھر سینۂ پاک کو دیکھا کوئی عجیب چیز نظر نہ آئی پھر چہرۂ انور کو دیکھا تو کیا دیکھا؟ ؛ —

کَانَ فِیْ جَبْھَتِہٖ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم " کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور چمک رہا تھا"،

جبرئیل سمجھ گئے سجدہ کرانے میں یہی راز ہے، یہی حکمت ہے، یہی وجہ ہے جلدی کروں سجدہ کرلوں کہیں کوئی اور فرشتہ مجھ سے پہلے نمبر نہ لے جائے اور سجدہ کر کے اللہ پاک عزّ و جلّ کو خوش کر کے انعام نہ لے جائے۔ جبرئیل علیہ السلام نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً سر کو سجدے میں رکھ دیا۔ اللہ عزوجل نے جبرئیل علیہ السلام سے بھی پوچھا۔ جبرئیل: عرض کی جی ربِّ جلیل۔ فرمایا تو نے میرے رسول علیہ السلام کو اتنی جلدی کیوں سجدہ کیا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی مولا کریم۔ فرمایا کیا بات ہے۔ عرض کی کہ یا اللہ! عزوجل تو نے اس خلیفہ کی پیشانی میں کیا رکھا ہے؟ اللہ عزوجل نے فرمایا جبرئیل خاموش ہو جا! یہ میرا راز ہے اور آج کے بعد تو اس راز کا امین ہے۔ تو نے میرے نبی کی عظمت کر کے مجھے خوش کر دیا جا آج کے بعد تو فرشتوں کا سردار ہے تورات کا حافظ، زبور کا تو حافظ۔ انجیل کا تو حافظ اور قرآن کا تو حافظ، ہر نبی کا تو صحابی ہے فرشتوں کا تو سردار ہے، سدرۃ المنتہیٰ تیرا مقام اور جبرئیل تیرا نام جبرئیل امین ہے۔ اعلیحضرت جھوم اٹھے اور آپ نے یوں سرکار علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ ؎

تیرے آگے خاک پر جھکتا ہے ماتھا نور کا
نور نے پایا تیرے سجدے سے ماتھا نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

آپ غور فرمائیں کہ شیطان لاکھوں سال اللہ عزوجل کی عبادت کرتا رہا، سجدے کرتے کرتے بیت المعمور کا امام بن گیا۔ زمین کے چپے چپے پر خدا عزوجل کی حمد و ثنا بیان کی لیکن مردود ہوا تو اسوقت جب سجدہ نہ کیا۔ لوگ حیران ہیں کہ اللہ عزوجل علام الغیوب ہے ساری کائنات کی ہر چیز کو جانتا ہے۔ ہر آنے والی گھڑی سے باخبر ہے وہ جانتا تھا کہ شیطان ایک دن میرے دربار سے ذلیل و رسوا ہو کر نکلے گا لیکن پھر اللہ عزوجل نے اسکو اتنا مقام کیوں دیا؟ کیوں فرشتوں کا استاد بنایا کیوں بیت المعمور کا خطیب بنایا؟ کیوں اتنا اپنا قرب عطا فرمایا؟ تو دوستو یاد رکھو اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل آنے والے اپنے بندوں کو عبرت سکھانا چاہتا تھا کہ کوئی شخص اپنے علم پر، اپنے تقویٰ پر، اپنی پرہیزگاری پر نشہ نہ کرے، غرور نہ کرے اور کسی میرے رسول کی توہین نہ کرے اور یہ سمجھ جائے کہ میرے نبی کی بارگاہ اتنی نازک ہے کہ یہاں بے ادبی کرنے پر سارے علم سارے عمل برباد ہو جاتے ہیں۔ دیکھو نا شیطان کو مولوی بنا کر مارا، صوفی بنا کر مارا، عابد بنا کر مارا، زاہد بنا کر مارا۔ کیوں؟ اسلئے کہ سب مولویوں کو، صوفیوں کو، عابدوں کو، پیروں کو، زاہدوں کو عبرت حاصل ہو جائے۔ کہ مولوی بننا، صوفی بننا، زاہد بننا، عابد بننا، پیر بننا اس وقت تک کار آمد نہیں جب تک دل میں عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہو۔ شیطان اس لیئے مارا گیا کہ وہ صرف آدم علیہ السلام کی مٹی دیکھتا رہا، چمڑا دیکھتا رہا۔ بشریت دیکھتا رہا اگر وہ بھی نبیٔ کریم علیہ السلام کا نور دیکھتا تو ضرور سجدے میں جھک جاتا۔

علامہ امام زرقانی نے شرح مواھب میں اور علامہ حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہم نے مواھب لدنیہ میں حضرت عارف کبیر سیدی ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا یہ قصیدہ لکھا کہ آپ فرماتے ہیں :-

عیسیٰ وَ اٰدَمُ وَالصُّدُوْرُ جَمِیْعُھُمْ

هُمْ اَعْيُنٌ هُوَ نُوْرُهَا لَمَّا وَرَدَ۔

”حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسٰے علیہ السلام تک جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام گزر چکے ہیں وہ سب آنکھیں ہیں اور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ان کا نور ہیں۔“

لَوْ اَبْصَرَ الشَّيْطَانُ طَلْعَةَ نُوْرِهٖ
فِيْ وَجْهِ اٰدَمَ كَانَ اَوَّلَ مَنْ سَجَدَ

اگر شیطان چشم بصیرت سے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی چمک آدم علیہ السلام کے چہرے میں دیکھتا تو فرشتوں سے پہلے سجدے میں چلا جاتا۔ اللہ اکبر۔ معلوم ہوا کہ شیطان کی نظر نورِ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پہ پڑی ہی نہیں اگر پڑ جاتی تو وہ ہرگز مردود نہ ہوتا مقبول ہوتا۔ (مواہب لدنیہ ص۶۳ زرقانی شریف)

شیطان کو نور نظر کیوں نہ آیا؟ یاد رکھو نور کو دیکھنے کے لئے بھی نورِ بصیرت کی ضرورت ہے جن آنکھوں میں نورِ بصیرت نہیں دیدارِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قسمت میں نہیں ہے اور جن آنکھوں نے نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جلووں کو دیکھ لیا تو وہ یوں سرکار کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں جیسے منور بدایونی نے عرض کیا کہ

جس نے جو کچھ نور پایا سب تیری سرکار سے
نور کی سرکار کا تو سب سے پہلا نور ہے
جس طرف کو اٹھ گئیں عالم منور ہو گئے
میں تری آنکھوں کے صدقے ان میں کتنا نور ہے
مصطفٰے کے نور میں ہے ذات باری جلوہ گر
مصطفٰے کا نوریوں کے لئے خدا کا نور ہے

اس طرف بھی اک نگاہِ نور اے نورِ الٰہ
میں سراپا معصیت ہوں تو سراپا نور ہے

ہاں تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے سجدہ کیا تو نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے بعد۔

نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال

یہ نور حضرت شیث علیہ السلام میں تشریف لایا۔ حضرت شیث علیہ السلام پر رنگ چڑھانے کے بعد حضرت شیث علیہ السلام کے بیٹے حضرت انوش میں تشریف لایا۔ حضرت انوش کے مقدر چمکانے کے بعد حضرت قینان کے پاس تشریف لایا۔ حضرت قینان کی بگڑی بنانے کے بعد مہلایل کے پاس تشریف لایا حضرت مہلایل کی قسمت جگانے کے بعد حضرت الیارذ کے پاس تشریف لایا، حضرت الیارذ پر رحمت کا مینہ برسانے کے بعد حضرت اخنوخ المعروف حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس تشریف لایا حضرت ادریس علیہ السّلام کو جلوے دکھاتا ہوا حضرت متوشلخ کے پاس لایا۔ حضرت متوشلخ کی رہبری کرتے ہوئے حضرت لامک کے پاس تشریف لایا حضرت لامک سے حضرت عبد الغفار المعروف حضرت نوح علیہ السلام کے پاس تشریف لے گیا حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو پار لگاتا ہوا حضرت سام پر نازل ہوا اور سام پر کرم کرتے ہوئے حضرت ارفخشد میں تشریف لایا۔ حضرت ارفخشد کو نوری پیغام دیتا ہوا حضرت شالخ کے پاس تشریف لایا حضرت شالخ پر رحمت کا مینہ برساتے ہوئے حضرت عابر میں تشریف لایا۔ حضرت عابر پر مہربانی کرتے ہوئے حضرت فالخ کے پاس تشریف لایا، حضرت فالخ کو رحمت کے جام پلاتے ہوئے حضرت ارغو کے پاس تشریف لایا، حضرت ارغو کے بعد حضرت شاروخ کے پاس تشریف لایا۔ حضرت شاروخ پر عطائیں برساتا ہوا حضرت ناحور کے پاس تشریف لایا حضرت

ناحور کو انوار دکھلاتے ہوئے حضرت تارخ کے پاس تشریف لایا (تفسیر نعیمی پ ۷ ص ۶۰۰)

سامعین کرام یاد رکھیں حضرت ناحور کے آٹھ بیٹے تھے۔ بیتقال۔ بامور، بیول فہویل۔ ہاران، تارخ۔ آذر۔ عوص ۔۔۔ بیتقال کے بیٹے تھے حضرت لقمان حکیم جن کا ذکر رب لم یزل نے قرآن حکیم کے اکیسویں (۲۱) پارے میں فرمایا ہے اور پوری سورہ لقمان نازل فرمائی۔ ہاران کی بیٹی تھی حضرت سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا جو سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام جو اللہ عزوجل کے جلیل القدر پیغمبر تھے ان کی زوجہ محترمہ بنی تھیں اور حضرت سیدنا اسحاق علیہ السلام کی والدہ ماجدہ بنیں۔ تارخ کے بیٹے تھے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام جو اللہ کے پیغمبر اور خلیل اللہ بنے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد حضرت تارخ بڑے نیک عبادت گذار اور نہایت ہی متقی انسان تھے آپ کی عبادت گذاری کا یہ عالم تھا کہ آپ گھر سے نکل کر باہر پہاڑوں میں جنگلوں میں چلے جاتے اور اللہ عزوجل کی عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ جب حضرت ابراہیم اپنی والدہ ماجدہ متلی یا نشافی کے بطن اقدس میں تشریف لائے تو حضرت تارخ کا وصال ہو گیا گویا سیدنا ابراہیم علیہ السلام ولادت سے قبل یتیم ہو گئے۔ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنا قدم مبارک اس دھرتی پر رکھا تو ہر طرف ظلمت ہی ظلمت تھی۔ اندھیرا ہی اندھیرا تھا ہر طرف لوگ خدا پرستی کے بجائے بت پرستی میں گھرے ہوئے تھے، ہر انسان خدا کو چھوڑ کر اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے پتھروں کی پوجا میں مشغول تھا یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تلنگا چچا آذر بھی ایسی ہی بت پرستی کا شکار تھا۔ صرف بتوں کی پوجا پاٹ ہی نہیں بلکہ بتوں کے بچاریوں کے لیے نئے نئے پتھروں سے خدا بھی تراشتا تھا۔ نئے نئے جھوٹے معبود بھی بناتا تھا۔ اور اس کا سلسلہ روزگار بھی یہی تھا۔ جب عزوجل کے خلیل رب کائنات کے سفیر نے اپنے چچا آذر کو بت پرستی میں مبتلا دیکھا تو فرمایا کہ اے میرے چچا یہ کیا سلسلہ شروع کر رکھا ہے تو آذر نے

کہا کہ بیٹے یہ ہمارے خدا ہیں، یہ میرے ہی نہیں بلکہ ہماری ساری برادری ان کو اپنا معبود مانتی ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ :-

قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ (پ۱۷ آیت ۵۱ سورۂ انبیاء)

"حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہ یہ کیا مورتیاں جن کی پوجا پاٹ پر تم جمے ہوئے ہو۔"

اللہ عزوجل کے خلیل نے اپنے چچا اور قوم پر واضح طور پر بتا دیا کہ یہ مورتیاں پوجنے کے قابل نہیں لیکن یہ بات نہ آپ کے چچا نے مانی نہ قوم نے مانی۔ انہوں نے کہا۔کہ اے ابراہیم تم اپنا کام کرو آئے ہو بڑے مبلغ بن کر تم آج یہ بات کر رہے ہو لیکن یہ رسم پوجا پاٹ کی تو ہمارے دادے پردادے سے چلی آ رہی ہے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم! تم بھی گمراہ ہو اور تمہارے دادے پردادے بھی گمراہ تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تنہائی میں اپنے چچا کو بتوں کی پوجا سے منع فرمایا اور بڑی نصیحت آموز وصیت فرمائی۔ قرآن پاک اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا سے فرمایا کہ :-

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَ لَا یُبْصِرُ وَ لَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْــٴًـا

"اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم وہ وقت یاد فرمائیے جب فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ (یعنی چچا آذر) کو کہ اے میرے باپ تم کیوں عبادت کرتے ہو اس کی جو نہ سنتا ہے اور نہ ہی کچھ دیکھ سکتا ہے۔ اور نہ تجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے"

یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِیْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِیًّا۔

"اے میرے باپ بیشک آیا ہے میرے پاس وہ علم جو تیرے پاس نہیں آیا اسلئے تو میری پیروی کر میں دکھاؤنگا تجھے سیدھا راستہ۔"

یٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ

"اے ابا جان شیطان کی پوجا نہ کر بیشک شیطان

کَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا   تو رحمٰن کا نافرمان ہے۔ (پ ۱۶ رکوع ۶ سورہ مریم)

ان تمام آیتوں پر غور کرو اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تبلیغ پر غور کرو کتنے پیارے انداز میں تبلیغ فرمائی جا رہی ہے اور پھر شروع کے لفظ پہ بھی غور کرو کہ محبوب علیہ السلام تم یاد کرو کیوں ــــ یاد کروایا، کس لیے یاد کرایا؟ تو علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے کافر چچا کو خدا کی واحدانیت کی تبلیغ فرما رہے تھے، خدا کے وحدہٗ لاشریک ہونے پر دلائل دے رہے تھے تو اس وقت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور سیدنا ابراہیم کی پیشانی میں جگمگا رہا تھا۔ ایک دوسرے مقام پر یہی بات قرآن پاک مزید کھول کر بیان فرماتا ہے۔ کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آذر کو کیسے بتوں کی پوجا سے روکا۔ قرآن پارہ ۷ سورہ انعام آیت ۷۴: ــــ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔

"اے میرے حبیب علیہ السلام وہ وقت یاد کرو جب فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آذر سے کیا تم بناتے ہو بتوں کو خدا بیشک میں دیکھتا ہوں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی ہوئی گمراہی میں ۔ اے چچا جان بڑی عجیب بات ہے خود بھی بت بناتے ہو خود ہی پوجتے ہو۔ ابا جان خدا کی یہ شان نہیں ہے، بلکہ خدا کی تو یہ شان ہے کہ ساری کائنات کو اس نے پیدا کیا لیکن اس کو کسی نے پیدا نہیں فرمایا لہٰذا پوجا کے قابل صرف خدا کی ذات ہے۔ یہ جھوٹے بت نہیں اسلئے کہ

وچ دنے جہڑا دیوا بالے تے احمق اسنوں کہیئے
رب بناں جیہڑا غیر نوں پوجے تے چھڈ نام اوہدا کی لیئے

ابراہیم علیہ السلام کے والد کون؟

میرے دوستو! ان پانچ آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے آذر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ فرماتا ہے اور آذر قرآن کی رُو سے کافر بتایا جارہا ہے اور اس کا ثبوت بھی خود قرآن سے دیا جارہا ہے۔ حالانکہ ہم سوادِ اعظم اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت آدم سے لیکر حضرت عبداللہ تک جتنے بھی نبیٔ کریم علیہ السلام کے اباؤ اجداد تشریف لائے ہیں ان میں کوئی بھی کافر نہیں تھا بلکہ کے تمام کے تمام سرکار کے اباؤ اجداد مومن و موحد اور جنتی تھے۔ تو آذر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ قرآن سے ثابت ہو گیا تو ماننا پڑے گا کہ نبیٔ کریم علیہ السلام کے تمام اباؤ اجداد اجداد مومن و موحد نہیں تھے۔ تو سامعین! کرام آئیے میں آپ کو بتاؤں کہ الحمدللہ ہم اہلسنت وجماعت کا مسلک سچا ہے اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد مومن و موحد تھے وہ ـــ وہ کیسے تو سنیئے! عربی کے دو الفاظ ہیں اَبْ اور وَالِدٌ ۔ لفظ اَبْ جو ہے یہ عام ہے کیا مطلب ـ مطلب یہ کہ اَبْ سگے باپ کو بھی کہتے ہیں، سوتیلے والد کو بھی کہتے ہیں۔ چچا کو بھی کہتے ہیں اور دادے کو بھی کہتے ہیں استاد کو بھی کہتے ہیں، اب آیئے ان کی مثالیں قرآن پاک سے عرض کرتا ہوں ـ قرآن پاک پارہ ۴ سورۃ نساء آیت ۲۱ اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتا ہے:ـــ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ـ اور نہ نکاح کرو ان عورتوں سے جن سے نکاح کر چکے ہیں تمہارے آبا یعنی تمہارے باپ، دادا پردادا نانا وغیرہ مگر جو کفر گئے زمانے میں ہو گیا وہ معاف ہے ـ حضراتِ محترم دیکھیں اس آیت میں وہی لفظ آبا ہے جو ابراہیم کے چچا کے لیے رب نے مختلف آیتوں میں استعمال کیا لیکن یہاں اس لفظ میں کتنے رشتے آ گئے، سگا باپ ـ دادا، پردادا نانا وغیرہ ـ اب آیئے دوسری آیت کریمہ سنیئے قرآن

مجید فرقان حمید کا پہلا پارہ پڑھکر دیکھئے جب سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے تمام بیٹوں کو بلایا جن کی تعداد بارہ تھی۔ جب تمام بیٹے آپ کے پاس جمع ہو گئے تو اللہ عزوجل کے پیغمبر نے فرمایا اے میرے بچو! تمام بیٹوں نے عرض کی جی ابا جان۔ فرمایا بیٹا میرے وصال کا وقت قریب آگیا ہے اب دنیا سے پردہ کرنے لگا ہوں۔ اب میں تمہیں چھوڑ کر اپنے مالکِ حقیقی کے پاس جانے والا ہوں، میں نے تمہیں اپنے پاس اسلئے بلایا کہ جب میں اس دنیا سے پردہ کر جاؤں گا تو تم میرے بعد کس کے سامنے اپنا سر جھکاؤ گے کس کی عبادت کرو گے، کس کی پوجا کرو گے، کسے اپنا خالق و مالک جان کر پرستش کرو گے۔

تو آئیے سنیئے آج سے ہزاروں سال پہلے اللہ عزوجل کے عظیم نبی کے عظیم بچوں نے کیا جواب دیا۔ قرآن مجید ان کی بات کی اصل تصویر پیش فرمائی ہے:۔

(پارہ ۱ سورہ بقرہ آیت ۱۳۲)

اَمْ کُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۔

"اے یہودیو! کیا تم بھلا اسوقت موجود تھے جب آ پہنچی یعقوب علیہ السلام کو موت۔ جبکہ پوچھا انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہ تم کس کی عبادت کرو گے میرے انتقال کے بعد۔ تمام بچوں نے بیک وقت ایک آواز سے کہا کہ ہم عبادت کرینگے آپ کے خدا کی اور آپ کے آباؤ اجداد کے خدا کی یعنی ابراہیم۔ اسمٰعیل، اسحٰق علیہم السلام کے خدا کی جو خدائے وحدہٗ لاشریک ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔"

حضرات محترم! توجہ فرمائیں جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بچوں سے

پوچھا کہ تم میرے بعد کس کی پوجا کرو گے تو آپ کے بیٹوں نے کیا جواب دیا کہ آپ کے آباء کے خدا کی یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حضرت اسحٰق علیہ السلام تو اب آیئے ذرا یہ دیکھیں کہ

یہ تینوں بزرگ جنکو اللہ عزوجل نے آبا کے لفظ سے پکارا یہ کون تھے

اور رشتے کے ناطے سے **سیدنا یعقوب علیہ السلام کے کیا لگتے تھے۔ تو سامعین کرام،** حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ عزوجل کے جلیل القدر نبی تھے، ان کے دو بیٹے تھے سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام سیدنا اسحٰق علیہ السلام۔ اسحٰق علیہ السلام کے آگے بیٹے تھے سیدنا یعقوب علیہ السلام تو حضرت اسحٰق علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کے والد ہوئے ابراہیم علیہ السلام دادا ہوئے اور اسمٰعیل علیہ السلام آپ کے چچا ہوئے۔

تو معلوم ہوا قرآن نے آباء کا لفظ چچا کے لئے بھی استعمال فرمایا ہے۔ آپ احادیث مقدسہ کا مطالعہ کریں تو پتہ چلے گا کہ خود کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا اباء کر کے بلاتے تھے۔ علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب مدارج النبوت جلد دوم ص ۸۴۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ ناز میں حاضر ہوئے تو نبی کریم علیہ السلام ان کی آمد پر کھڑے ہی نہیں بلکہ اپنے چچا جان کی طرف قدم بڑھایا جس طرف سے حضرت عباس رضی اللہ تشریف لا رہے تھے۔ جب ملاقات ہوئی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور اپنی دائیں طرف بٹھالیا اور فرمایا کہ اے میرے غلامو! صحابہ کرام نے عرض کی جی ہمارے آقا۔ فرمایا ادھر دیکھو، یہ میرے چچا ہیں ہر ایک انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اپنے چچا پر فخر کرے (تو میں گویا ان کا استقبال کر کے تمہیں توجہ دلا کے، ان کو اپنے پاس بٹھا کے، ان سے شفقت کر کے میں بھی اپنے چچا پر فخر کر رہا ہوں) یہ بات سنکر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے محظوظ ہوئے، بڑے خوش ہوئے، تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ،

نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کتنی پیاری اور دل کو موہ لینے اور سکون بخشنے والی بات فرما رہے ہیں تو کائنات کے والی اللہ عزوجل کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا یہ بات میں کیوں نہ کہوں حالانکہ تم میرے چچا ہو اور میرے والد کے قائم مقام ہو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا۔ میرے صحابہ۔ عرض کی جی حضور۔ فرمایا هٰذَا بَقِيَّةُ اٰبَآئِیْ۔ "پورے خاندان میں اب یہی میرے بزرگ یہی میرے آباء یعنی میرے چچا عباس رہ گئے ہیں۔ (اسد الغابہ جلد دوم)

معزز بزرگو! توجہ فرمائیں، نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس کے لیئے وہی اٰباء کا لفظ استعمال فرمایا۔ جو الفاظ ربِّ کائنات نے قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کے لیئے استعمال فرمائے۔ اچھا غور فرمائیں جب نبی کریم علیہ السلام نے نبوّت کا اعلان فرمایا تو آپ کے اس اعلان پر پوری دھرتی پر ایک انقلاب پیدا ہو گیا۔ بتوں کے پجاریوں کو بتوں سے نفرت ہو گئی۔ غیروں کے سامنے اپنا سر جھکانے والے خدا عزوجل کے سامنے سر جھکانے لگے۔ نبیٔ کریم علیہ السلام مکہ کے بازاروں، گلیوں میں، محلوں میں گزرجوں میں ہر جگہ ہر مقام پر ایک ہی اعلان فرماتے لوگو! خدا عزوجل وحدہٗ لاشریک کی ذاتِ اقدس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی پرستش کے قابل ہے، وہی خالص ارض و سماوات ہے، وہی ہادی۔ اور برحق ہے وہی سجدے کے قابل ہے یہ بت جھوٹے ہیں۔ یہ پتھر جن کی تم پوجا کرتے ہو سب جہنم میں جائیں گے اور پوجا کرنے والے بھی ان کے ہمراہ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے اور خدا عزوجل کے غضب کا شکار ہوں گے۔ جن کی قسمت میں اللہ پاک عزوجل نے ایمان کی دولت نصیب فرمائی تھی وہ تو مسلمان ہو گئے کلمہ شریف پڑھنے لگے لیکن مکہ شریف کے بڑے بڑے قریشی، بڑے بڑے رئیس۔ بڑے بڑے جاگیردار حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے دشمن ہو گئے۔ ہر وقت یہی سوچتے کہ کسی نہ کسی

طریقہ سے نبی کریم علیہ السلام کو اس تبلیغ سے باز رکھا جائے لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔ آخر کار انہوں نے مشورہ کیا کہ چلو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت ابوطالب سے اس کی شکایت کریں کہ اپنے بھتیجے کو اس تبلیغ سے روک لے نہیں تو ہم سے بُرا کوئی نہیں ہوگا، چنانچہ مکہ شریف کے تمام بڑے بڑے کفار مثلاً ابُوجہل، ابُوسفیان، عُتبہ، شیبہ، ولید، ابوالبختری، عاص وغیرہ حضرت ابوطالب کے پاس گئے اور انہوں نے کہا کہ ابوطالب۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ خیر تو ہے۔ آج سارے سرداران مکہ اور معززین میرے پاس کیسے ہیں تو کفار مکہ نے کہا:۔

قُلْ لِابْنِكَ يَرْجِعُ عَنْ شَتْمِ اٰلِهَتِنَا ــــ "اے ابوطالب اپنے بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھاؤ کہ وہ ہمارے معبودوں کو گالیاں دینے سے باز آجائے"،

ورنہ اس کو کوئی نقصان پہنچا تو اس کی تمامتر ذمہ داری اُسی پر ہوگی۔

حضرت ابوطالب نے فرمایا آپ فکر نہ کریں میں آپ حضرات کے جذبات سے اپنے بیٹے کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کردوں گا۔ حضرت ابوطالب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلایا اور بڑی شفقت سے فرمایا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے آج میرے پاس مکہ کے تمام رؤسا آئے تھے اور اس اس طرح کہہ رہے تھے، بیٹے میں اکیلا ہوں اور بوڑھا ہوں، کمزور ہوں مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ میں برداشت نہ کرسکوں۔ اللہ پاک کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ چچا جان کیا کہنا چاہتے ہیں۔ آپ نے چچا جان کو کیا خوب فرمادیا:۔

وَاللّٰهِ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِيْ يَمِيْنِيْ وَالْقَمَرَ فِيْ يَسَارِيْ اے چچا جان خدا کی قسم اگر یہ مکہ والے میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں پر چاند بھی رکھدیں تو میں

محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر بھی اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ سے رُک نہیں سکتا۔

(سیرت ابن ہشام اول۔ مدارج النبوت دوم۔ تاریخ طبری اول۔ البدایہ والنہایہ سوم)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس لاثانی جواب کی حفیظ جالندھری مرحوم نے بڑی پیاری فوٹو کاپی کی کہ سرکار نے چچا کو یہ جواب دیا ؎

کسی دھمکی کسی ڈر سے میرا دل گھٹ نہیں سکتا
مجھے یہ فرض ادا کرنا ہے اس سے ہٹ نہیں سکتا
میرے ہاتھوں میں چاند سورج بھی اگر رکھ دیں
میرے پیروں تلے روئے زمیں کا مال و زر رکھ دیں
خدا کے کام سے باز ہرگز میں رہ نہیں سکتا
یہ بت جھوٹے ہیں میں جھوٹوں کو سچا کہہ نہیں سکتا

اچھا تو عرض کرنا یہ ہے کہ جب مکہ کے کفار صرف ابو طالب کے پاس آئے تو انہوں نے حضرت ابو طالب سے کہا، کیا کہا کہ قُلْ لِاَ بْنِكَ : "اے ابو طالب اپنے بیٹے سے کہہ" کے عربیوں نے عربی جن کی مادری زبان ہے جو عربی کے ماہرین ملنے جاتے ہیں وہ بھی ابو طالب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اَباء کہہ رہے ہیں اور حضور علیہ السلام کو ابن کہہ رہے ہیں تو ماننا پڑے گا کہ عربی لوگ چچا کو اَباء کے لفظ سے بلاتے ہیں اور پکارتے ہیں۔ معلوم ہوا اور نتیجہ نکلا کہ لفظ اَبآء عام ہے، باپ، چچا۔ دادا۔ پردادا۔ اور نانا وغیرہ کے لیئے استعمال کیا جاتا ہے۔ دوسرا لفظ ہے والد۔ یہ اکثر سگے والد کے لئے بھی بولا جاتا ہے چنانچہ اللہ عزوجل قرآن پاک میں ماں باپ کے حقوق میں بیان فرماتا ہے تو یوں ارشاد ہوتا ہے:۔

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔

"اور حکم فرمایا آپ کے رب نے کہ نہ عبادت کرو سوائے رب کے اور ماں باپ کیساتھ اچھا سلوک کرو"

اس آیتہ کریمہ میں دیکھیئے باپ کے لئے والد کا لفظ اور صیغہ استعمال فرمایا۔ پارہ ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۲۔ اسی طرح ایک دوسرے مقام

پر اللہ عزوجل نے فرمایا کہ :—

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۔

"اور یاد رکھو جب پختہ وعدہ لیا ہم نے بنی اسرائیل سے اس بات کا کہ نہ عبادت کرنا سوائے خدا کے اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرنا۔"

(پ ا سورۃ بقرہ آیت ۸۲)

اس آیت کریمہ میں بھی باپ کے لئے والد کا صیغہ استعمال فرمایا ہے امام الانبیاء سید المرسلین رحمۃ للعالمین حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم صحابی اور چچا زاد بھائی حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی نے سوال کیا کہ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کا نام آذر تھا جو کہ قرآن پاک میں مذکور ہے تو آپ نے جواب دیا کہ :—

اِنَّ اَبَا اِبْرَاهِيْمَ لَمْ يَكُنْ اِسْمُهٗ اٰذَرَ وَاِنَّمَا كَانَ تَارِخُ

"نہیں بلکہ بیشک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کا نام حضرت تارخ تھا نہ کہ آذر۔"

یہی بات کسی نے عظیم تابعی حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھی کہ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آذر تھا؟ تو آپ نے بھی جواب دیا کہ :—

لَيْسَ اٰذَرُ اَبَا اِبْرَاهِيْمَ

آذر ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں تھا بلکہ اُن کے والد کا نام تارخ یا تیرخ تھا۔ یہی سوال کسی نے حضرت جُریح تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا کہ حضرت جی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ آذر تھا۔ آپ کیا فرماتے ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ :—

لَيْسَ اٰذَرُ بِاَبِيْهِ اِنَّمَا هُوَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ تَارِخُ ۔

ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد آذر نہیں تھے بلکہ حضرت تارخ تھے۔

یہی بات کسی نے حضرت اسمٰعیل بن عبد الرحمٰن سُدّی سے پوچھی کہ :—

اَنَّهٗ قِیْلَ لَهٗ اِسْمُ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ اٰذَرُ۔ یا حضرت کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آذر تھا؟

تو آپ نے جواب دیا کہ نہیں۔ بَلْ اِسْمُهٗ تَارِخُ بلکہ آپ کا نام تارخ تھا

(مسالک الحنفاء لابویہ المصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

علامہ سیوطی کی تحقیق

امام المحدثین حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب مسالک الحنفاء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد حضرت تارخ پر بڑی پیاری بحث فرمائی ہے اور ثابت فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آذر کافر نہیں تھے بلکہ تارخ مسلمان تھے۔ کیسے بحث فرمائی سُنیئے فرماتے ہیں کہ:۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے گھر میں تشریف لائے اور آپ نے اپنے چچا آذر کو بُت پرستی میں مشغول دیکھا تو آپ نے اپنے چچا کو بت پرستی چھوڑ دینے کی تلقین کی اور فرمایا چچا جان یہ بُت جھوٹے ہیں یہ سب جہنم کا ایندھن ہیں اور ان کو خدا سمجھ کر پوجنے والے بھی جہنمی ہیں لہٰذا اپنی ذات پر رحم کرو اور مسلمان ہو جاؤ اور اللہ تبارک و تعالٰی کو وحدہٗ لاشریک جان لو۔ آذر نے کہا کہ اے ابراہیم (علیہ السلام) تو فکر نہ کر، میں مسلمان ہو جاؤں گا میرے لئے دعا کیا کرو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا سے وعدہ فرمایا کہ انشاء اللہ میں تمہارے لئے اللہ عزوجل کی بارگاہ سے بخشش کی دُعا کیا کروں گا کہ اللہ تعالٰی تم کو مسلمان بنائے اور تیرے گناہوں کو معاف فرمائے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے وعدہ کے مطابق دعا فرماتے رہے لیکن آذر کافر کا کافر ہی رہا۔ کیوں؟ اسلئے کہ اللہ عزوجل نے اس کی قسمت میں ایمان لکھا ہی نہیں تھا، یہاں تک کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرودیوں کے جھوٹے خداؤں کو پاش پاش کیا تو نمرود نے تمام لوگوں سے مشورہ کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے

کا پروگرام بنایا تو نمرودیوں نے ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کے لئے لکڑیاں اکٹھی کیں۔ آگ جلائی گئی، جب آگ شعلے مارنے لگی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے قریب لایا گیا۔ آپ نے دیکھا کہ نمرود اور اس کے تمام وزراء، سفراء اور تمام شہر کی آبادی یہ منظر دیکھنے کے لیئے موجود ہے، ان تماشہ دیکھنے والوں میں آپ کا چچا آذر بھی موجود ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس بھڑکتی ہوئی آگ کے حوالے کیا گیا۔ نمرود نے کہا کہ آج ہمارے خداؤں کا دشمن جل کر راکھ ہو جائے گا۔ تمام کافروں نے کہا کہ آج کے بعد کسی کو بھی ہمارے معبودوں سے ٹکر لینے کی ہمت نہیں پڑے گی اس لیئے کہ ہمارے معبودوں کا سب سے بڑا دشمن ختم ہو جائے گا۔ لیکن قدرت خداوندی مسکرا پڑی۔ آواز آئی ظالموں تم میرے خلیل کو مٹانا چاہتے ہو لیکن میں اپنے خلیل کو تمہارے ظلم سے بچا کر تمہاری تمام امیدوں پر پانی پھیرنا چاہتا ہوں۔ ادھر اللہ عزوجل کا خلیل آگ میں گیا۔ ادھر اللہ پاک نے آگ کو فرمایا کہ:۔

قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ ۔ "ہم نے حکم دیا اے آگ ابراہیم علیہ السلام پر سلامتی والی ٹھنڈی ہو جا۔"

جب آگ کو اللہ عزوجل کا یہ حکم ملا تو آگ نے ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کی بجائے باغ و بہار کا منظر پیش کر دیا۔ تمام لوگ حیران ہو گئے۔ خود نمرود حیران ورطۂ حیرت میں ڈوب گیا وہ سمجھ ہی نہیں پا رہا تھا کہ آگ نے ابراہیم علیہ السلام کو جلایا کیوں نہیں؟ تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا آذر بولا کہ اے لوگو! جانتے ہو کہ آگ نے ابراہیم علیہ السلام کو کیوں نہیں جلایا۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں؟ تو آذر نے کہا کہ یہ سب میری برکت تھی، میری وجہ سے ابراہیم علیہ السلام آگ سے محفوظ رہے! جب آذر نے یہ بات کہی تو اسی وقت اللہ عزوجل نے اس پر آگ کا ایک انگارہ بھیجا جس نے آذر کو جلا کر راکھ کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے آذر جل

کر راکھ ہو گیا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا میرے خلیل!۔ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی جی ربّ جلیل۔ فرمایا پیارے تمہارے دشمن چچا کو ہم نے جلا کر ہلاک کر دیا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھا کہ میرا چچا کافر ہو کر مر گیا ہے تو آپ نے اپنے چچا کے لئے مغفرت کی دعا کرنا چھوڑ دی کیونکہ کافر کیلئے دعائے مغفرت کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی بات کی طرف اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رب العزت اپنے پیارے کلام میں ارشاد فرماتا ہے:۔

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۔	"اور نہ تھی استغفار ابراہیم علیہ السلام کی اپنے باپ (یعنی چچا) کے لیئے مگر ایک وعدہ کو پورا کرنے کی وجہ سے جو انہوں نے چچا سے کیا تھا"
فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۔	"جب ظاہر ہو گئی آپ پر یہ بات کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو آپ اس سے بیزار ہو گئے ۔ اس سے بیشک ابراہیم علیہ السلام بڑے ہی نرم دل اور بُرد بار تھے۔"

جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا، اسوقت آپ کی عمر سینتیس (۳۷) برس تھی اور آپ ابھی کنوارے تھے یہ سارا واقعہ بابل شہر کوفہ سے تریسٹھ میل دُور عراق کے علاقہ میں پیش آیا۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا آپ کی آنکھوں کے سامنے ۳۷ برس کی عمر میں ہلاک ہو گیا اور آپ نے اُس کے لیئے دعا نہ مانگنے کا اللہ عزوجل سے وعدہ کیا۔ اب آگے چلیئے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے باہر تشریف لائے تو آپ نے اب بابل شہر میں رہنا پسند نہ فرمایا۔ ادھر اللہ عزوجل کا حکم آیا میرے خلیل۔ عرض کی جی ربّ جلیل۔ فرمایا پیارے اب یہاں سے نکل کر عرب کی طرف ہجرت کرتے چلو اور عربیوں کو میرے وحدہٗ لاشریک ہونے کا درس دو۔ عرض کی ٹھیک ہے مولا میں تو تیری رضا پر راضی ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل شہر سے جب ہجرت کر کے چلنے لگے تو

آپ کی قوم نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کہاں جا رہے ہو، آپ نے کیا جواب دیا قرآن پاک اس کو بیان فرماتا ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو یوں جواب دیا :— آپ نے فرمایا کہ

قَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ۔ "میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں وہ میری راہنمائی فرمائے گا ۔"

(پ ۲۳ سورۃ صٰفّٰت آیت ۸۹)

حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل سے ہجرت کر کے اپنے دادا کے وطن حیران میں تشریف لائے کچھ دن یہاں قیام فرمانے کے بعد آپ اردن میں تشریف لائے یہاں بھی چند دن قیام و تبلیغ کے بعد آپ شام میں تشریف لے گئے ۔ جب شام پہنچے تو یہی آپ کا مستقل ٹھکانہ بنا اور آپ نے پکا قیام فرمالیا ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو زوجہ شریفہ تھیں لیکن اولاد کی نعمت سے محروم تھے ۔ دل میں خیال آتا ہے کہ ہمارا بھی کوئی بچہ ہوتا ۔ ہم بھی دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرتے ۔ آپ اسی انتظار میں رہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور اپنی بارگاہ سے ضرور اولاد عطا فرمائے گا لیکن عمر نوّے (۹۰) برس کی ہو گئی کوئی اولاد نہ ہوئی — کیوں ؟ اسلئے کہ اللہ عزّوجلّ بھی چاہتا تھا کہ میرا خلیل اپنے پیارے ہاتھ اٹھا کر میری بارگاہِ نازنین میں دست سوال دراز کرے تو میں رحمت کی بارش برسا دوں ۔ آخر کار اللہ عزّوجلّ کے خلیل نے نوّے برس کی عمر میں خالقِ کائنات کے بارگاہ میں جھولی پھیلا کر یوں دعا کی کہ :—

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ "اے میرے رب عطا فرما دے مجھے ایک نیک بچہ ۔ اے ساری کائنات کو بیٹے اور بیٹیاں عطا کرنے والے ۔ اے سارے جہاں کی خالی جھولیاں بھرنے والے رحیم و کریم ۔ اے اپنے خلیل کو نمرود کی آگ سے نجات دینے والے مشکل کشا ۔ اے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے والے مشفق خدا ۔ اے اجڑی ہوئی بستی کو دوبارہ آباد کرنے والے جبّار ۔ اے ذلیلوں کو اپنی بارگاہ

پناہ کس سے عزّت دینے والے مُعِزّ۔ اے بے اولادوں کو اولاد عطا کرنے والے داتا۔ تیرا خلیل بھی تیرا دوست بھی تیری توحید کا پرچم لہرانے والا ابراہیم بھی تیری بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر عرض کرتا ہے کہ میری دو بیویوں سارہ یا ہاجرہ میں سے کسی ایک کی گود میں ایک نیک فرزند بھیج دے اللہ اکبر۔ جب اللہ عزّوجلّ کے خلیل نے دعا کی۔ ادھر اللہ تعالیٰ کے دوست نے دستِ سوال دراز کیا۔ ادھر خلیل کے دوست ربِّ کائنات کی رحمت جوش میں آگئی۔ ربِّ لم یزل نے فرمایا۔ جبرئیل، عرض کی یا ربِّ جلیل فرمایا۔ ذرا زمین کی طرف نگاہ جھکا کے دیکھ! میرا خلیل میری بارگاہ سے ایک نیک فرزند کی درخواست کر رہا ہے۔ جبرئیل نے عرض کی مولا دیکھ رہا ہوں فرمایا پھر بیٹھا کیوں ہے یار کی درخواست والے ہاتھ چہرے تک نہ جائیں کہ تو میرا پیغام لے کر پہلے میرے یار کے پاس جا۔ ادھر خلیل نے دُعا مکمل کی اُدھر اللہ عزّوجلّ کا نوری جبرئیل ربّ کا پیغام لے کر آیا۔ یہی بات قرآن نے ہمیں بتائی کہ:۔

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے خوشی کی خبر سنائی اپنے خلیل کو ایک بردبار لڑکے کی۔ سبحان اللہ!۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے خلیل کی زوجہ سیّدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جھولی میں خلیل کی دعاؤں کی وجہ سے حضرت سیّدنا اسمٰعیل علیہ السلام کو بھیج دیا۔ جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تشریف لائے تو بڑے پیارے، بڑے خوبصورت بڑے حسین، اور ایسے ہوتے بھی کیوں ناں؟ ایک تو فرزند نبی دوسرے خود نبی تیسرے آپ کی پیشانی میں ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک چمکارے مار رہا تھا۔ اللہ عزّوجلّ کے خلیل کو اپنا ننھا اسماعیل بڑا پیارا لگا۔ آپ پیار سے ننھّے اسمٰعیل کو چوم کر اپنے سینے سے لگا لیتے ہیں، سیدہ ہاجرہ اپنے سرتاج کی بیٹے سے محبّت دیکھ کر خوشی سے جھولی نہیں سماتیں۔

لیکن ادھر خلیل اللہ علیہ السلام کی دوسری بیوی سیّدہ سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو اولاد کی نعمت سے ابھی محروم ہیں دیکھ کر رشک پیدا ہوتا ہے۔ ایک دن حضرت سیّدہ سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے جب پیار کرتے دیکھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلا کر کہا کہ اے میرے سرتاج۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے۔ حضرت سیّدہ سارہ نے کہا کہ اے ابراہیم علیہ السلام اگر مجھے اپنے گھر میں بسانا چاہتے ہو تو ان دونوں ماں اور بیٹے کو کہیں جنگل میں چھوڑ آؤ۔ اللہ عزوجل کا خلیل بڑا حیران ہوا سر آسمان کی طرف اٹھایا۔ عرض کی اے رب کائنات۔ آواز آئی میرے خلیل کیا بات ہے یا اللہ بڑی مشکلات سے بڑی دعاؤں سے بڑے عرصے کے بعد تو نے مجھے یہ نیک فرزند عطا فرمایا لیکن سارہ کہتی ہے اسے جنگل میں چھوڑ آ۔ یا اللہ اب کیا کروں؟ فرمایا پیارے یہ سارہ نے نہیں کہا بلکہ ہم نے سارہ کی زبان سے کہلوایا ہے، زبان سارہ کی ہے لیکن حکم ہمارا ہے لہذا دونوں بیٹے اور بیوی کو لے لو اور ہمارے گھر بیت اللہ شریف کے پاس چھوڑ آؤ۔ جب جلیل کا حکم آیا تو پھر دیر کا ہے کی تھی۔ فوراً خلیل نے سیّدہ ہاجرہ کو چلنے کا حکم دیا۔ حضرت ہاجرہ بیٹے کو لیکر تیار ہوگئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک چمڑے کے تھیلے میں گذارے کے لیئے کھجوریں ڈالیں ایک چمڑے کا مشکیزہ پانی کا بھر لیا پھر تینوں ایک سواری پر بیٹھ گئے۔ قربان جاؤں اللہ عزوجل کے یار پر رب کی رضا پر اپنے لخت جگر اور پیاری رفیقہ حیات کو اپنے سے جدا کرنے کے لیئے بالکل تیار ہوگئے۔ میاں یہ ہے خدا کی سچی محبت، یہ ہے رب سے سچی یاری، یہ خدا کا سچا پیار۔ آج ہم بھی ہیں۔ بڑے دعوے کرتے ہیں، موحد بننے کے، رب کے نیک بندے بننے کے لیکن ہمارا حال کیا ہے؟ کہ سال کے بعد اپنے مال میں فرض زکوٰۃ بھی ادا نہیں کر سکتے خدا کے نام پر کوئی سوال کردے تو ہمیں سانپ سونگھ جاتا ہے۔ ہم بہرے ہو جاتے ہیں۔ دعا کرو اللہ پاک ہمیں بھی خلیل اللہ والی جانثاری

عطا فرمائے آمین ــــ خیر عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی اور بچے کو لیکر اس مقام پر تشریف لائے جہاں آج کعبہ شریف اپنی تجلیاں بکھیر رہا ہے دوستو! اس وقت کعبہ شریف اس حالت میں نہیں تھا جیسے آج ہے کہ ہر طرف بہاریں ہی بہاریں، ہر طرف مکانات، فلیٹیں، کوٹھیاں، باغات، چہل پہل۔ اس وقت کیا عالم تھا، حفیظ جالندھری مرحوم اس کا نقشہ پیش فرماتے ہیں کہ ؎

وہ صحرا جس کا سینہ آتشیں کرنوں کی بستی تھی
وہ مٹی جو سدا پانی کی صورت کو ترستی تھی
وہ صحرا جس کی وسعت دیکھنے سے ہول آتا تھا
وہ نقشہ جس کی صورت سے فلک بھی کانپ جاتا تھا
یہ وادی جو بظاہر ساری دنیا سے نرالی تھی
یہی اک روز دین حق کا مرکز بننے والی تھی
یہیں ننھے سے اسماعیل کو لاکر بسانا تھا
یہیں اپنی جبینوں سے خدا کا گھر بسانا تھا

(شاہنامہ اسلام ص ۲۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سیدہ ھاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کو وہاں جاکر بٹھا دیا جہاں اب آب زمزم کا کنواں ہے وہ کھجور والا تھیلا، پانی کا مشکیزہ سیدہ ھاجرہ کے پاس رکھدیا بغیر بتائے، بغیر اجازت لئے اللہ عزوجل کا خلیل جانے لگا، جب سیدہ ھاجرہ نے یہ دیکھا تو مجازی خدا کے پیچھے دوڑیں۔ بخاری شریف کے الفاظ ہیں، میرا آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:۔

ثُمَّ قَفّٰی اِبْرَاهِیْمُ مُنْطَلِقًا۔ پھر بغیر بتائے ابراہیم علیہ السلام واپس مڑے
فَتَبِعَتْهُ اُمُّ اِسْمٰعِیْلَ فَقَالَتْ تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ نے انکا

یٰاِبْرَاهِیْمُ اَیْنَ تَذْهَبُ وَ تَتْرُكُنَا فِیْ هٰذَا الْوَادِی الَّذِیْ لَیْسَ فِیْهِ اَنِیْسٌ وَّلَا شَیْءٌ ۔ پوچھا گیا اور عرض کی کہ اے اللہ کے خلیل ہمیں اس جنگل میں جہاں کوئی نہ انسان ہے نہ کوئی اور چیز چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو ؟"

لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا۔ سیّدہ ھاجرہ بار بار پوچھتی رہیں لیکن اللہ عزّوجلّ کا یار خاموش رہا۔ آخر خود ہی حضرت ھاجرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی :۔ فَقَالَتْ لَهٗ "کہ اے میرے سرتاج آپ بولتے کیوں نہیں آللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا ۔ کیا اس بات کا حکم آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے دیا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا۔ قَالَ نَعَمْ فرمایا ہاں! بالکل اللہ پاک کا یہی حکم ہے وگرنہ ھاجرہ خود سوچو کوئی انسان ایسا ہے جو تم جیسی فرمانبردار بیوی اور اسماعیل جیسا نورانی بیٹا اپنے بھیانک جنگل میں چھوڑنے کا تصور بھی کر سکتا ہے؟

جب حضرت ھاجرہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے یہ سُنا کہ اللہ پاک کا حکم ہے تو آپ نے جواب دیا :۔

قَالَتْ اِذَنْ لَا یُضَیِّعُنَا ۔ کہ اے ابراہیم علیہ السلام اگر اللہ پاک کا حکم ہے تو پھر ٹھیک ہے آپ بیشک جائیے جس ربّ نے ہمیں یہاں ٹھہرانے کا حکم دیا ہے وہی ہماری حفاظت فرمائے گا ہمیں ضائع نہیں فرمائے گا۔ (بخاری شریف جلد اول کتاب الانبیاء)

حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے چلے اور ایک پہاڑ کی اوٹ میں چھپ کر اپنی بیوی اور بچے کو دیکھنے لگے تو دل بھر آیا تو اس پہاڑ کی اوٹ میں چھپ کر اپنے اللہ پاک کی بارگاہ میں دُعا مانگی :۔ رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً اے ہمارے ربّ میں نے بسا دیا ہے اپنی کچھ اولاد کو اس وادی میں جس میں کوئی کھیتی باڑی نہیں تیرے حرمت والے گھر کے پڑوس میں اے ہمارے ربّ

مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ ۔ یہ اسلیئے تاکہ وہ قائم کریں نماز پس کردے لوگوں کے دلوں میں وہ شوق و محبت سے ان کی طرف مائل ہوں اور انہیں رزق دے پھلوں سے تاکہ وہ تیرا شکر ادا کریں''

اس بات کو حفیظ جالندھری مرحوم نے یوں پیش کیا کہ ؎

کہ اے مالک عمل کو تابع ارشاد کرتا ہوں
میں بیوی اور بچے کو یہاں آباد کرتا ہوں
اسی سنسان وادی میں انہیں روزی کا سامان دے
اسی بے برگ و سامانی کو شانِ صد بہاراں دے
الہٰی نسلِ اسمٰعیل بڑھ کر قوم ہو جائے
یہ قوم اک روز پابندِ صلوٰۃ و صوم ہو جائے

(ماہنامہ اسلام ص ۲۶)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کافی دیر تک اس پہاڑ کے پیچھے کھڑے رہے، بچے اور بیوی کو دیکھتے رہے اور دعائیں کرتے رہے۔ آخر میں جب آپ نے یہ دعا مانگ کر اپنے والدین کے مومن ہونے کی اور جنتی ہونے کی تصدیق مہر ثبت کر دی۔ اللہ تعالیٰ آج بھی اس دُعا کو نسلِ انسانی کے سامنے پیش کر کے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر فرما رہا ہے۔ دنیا والو! ہوش کرو، اللہ عزوجل کے خلیل کے والدین کافر نہیں تھے بلکہ مومن تھے مسلمان تھے، مومن تھے، موحد تھے، جنتی تھے، آیئے قرآن سے سنئے کہ خلیل علیہ السلام نے کونسی دعا فرمائی تھی۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ۔ " اے ہمارے رب بخش دے مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب مومنوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔''

(پارہ ۱۳ ۔ سورہ ابراہیم آیت ۴۱)

حضراتِ محترم! اس بات پر ذرا توجہ فرمانا۔ آپ ابھی سن چکے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام! جب آگ سے باہر نکلے تو آپ کا چچا ہلاک ہو چکا تھا اور آپ نے اس کے لیئے بخشش کی دُعا کرنی چھوڑ دی تھی اس وقت آپ کی عمر سینتیس (۳۷) سال تھی پھر آپ پچاس سال بعد جب مکہ شریف میں اپنے بیوی بچے کو چھوڑ کر جاتے ہیں تو اور دعاؤں کے علاوہ یہ دعا بھی مانگتے ہیں کہ یا اللہ عزوجل میری ماں کو بھی بخشش دے میرے والد کو بھی بخش دے تو ماننا پڑے گا کہ جب مکّہ کی پہاڑی پر آپ نے والدین کے لیئے دعا مانگی تو والدین کو مومن سمجھ کر مانگی اور پھر ساتھ ساتھ یہ بھی عرض کیا کہ وللمؤمنین یا اللہ عزوجل میرے والدین کو بھی بخش دے اور مومنین کو بھی بخش۔ یہ مومنین کا صیغہ اس بات کی نشاندھی کرتا ہے کہ آپ کے والدین مومنین میں سے تھے اگر مومن نہ ہوتے تو آپ ہرگز ہرگز دعا نہ کرتے کیونکہ اللہ عزّوجلّ کے نبی کو یہ بات زیبا نہیں دیتی کہ وہ مشرکین کے لئے رب سے بخشش کی دعا مانگیں اللہ عزوجلّ خود فرماتا ہے:۔

مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْٓا اُولِیْ قُرْبٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ۔ (پارہ ۱۱ سورۃ توبہ آیت ۱۱۲)

"درست نہیں ہے نبی کیلئے اور نہ ایمان والوں کے لیئے کہ بخشش طلب کریں مشرکوں کے واسطے اگرچہ وہ مشرک ان کے قریبی رشتہ دار ہی ہوں، جب کہ واضح ہو گیا ان پر کہ لوگ دوزخی ہیں۔" [۱]

(خزائن العرفان، نور العرفان، تفسیر مظہری، روح المعانی، ضیاء القرآن)

قرآن مجید، احادیث کریمہ، علمائے اُمّت کے اقوال سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد آذر نہیں بلکہ حضرت تارخ تھے جو کہ بحمد للہ مسلمان مومن موحد اور جنتی تھے۔

---

[۱] حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام کے تفصیلی حالات پڑھنے کیلئے فقیر کی آنے والی تصنیف "اللہ کا خلیل"، کا مطالعہ فرمائیں ——— عتیقی

حضرات گرامی بات بڑی دُور چلی گئی، میں آپ کو نبی کریم علیہ السلام کا نسب شریف بتا رہا تھا کہ آپ کا نورِ پاک چلتا چلتا حضرت تارخ کے پاس پہنچا، حضرت تارخ سے ہوتا ہُوا حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی مقدس پیشانی میں تشریف لایا۔ حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو نارِ نمرود سے بچاتا ہُوا سیّدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے پاس تشریف لایا۔ سیّدنا اسمٰعیل علیہ السلام کو چُھری سے بچا ذبیح اللہ کا لقب دلواتا ہُوا حضرت عدنان کے پاس تشریف لایا، حضرت عدنان سے ہوتا ہُوا حضرت مَعَدّ کے پاس تشریف لایا۔ حضرت مَعَدّ سے ہوتا ہُوا حضرت نِزار کے پاس تشریف لایا یہاں سے ہوتا ہُوا حضرت مُضَر کے پاس تشریف لایا یہاں سے ہوتا ہُوا حضرت الیاس کے پاس تشریف لایا۔ یہاں سے ہوتا ہُوا حضرت مُدرکہ کے پاس تشریف لایا یہاں سے ہوتا ہُوا حضرت خزیمہ کے پاس تشریف لایا یہاں سے ہوتا ہُوا کنانہ کے پاس تشریف لایا، یہاں سے ہوتا ہُوا نضر کے پاس تشریف لایا یہاں سے ہوتا ہُوا حضرت مالک کے پاس تشریف لایا یہاں سے ہوتا ہُوا حضرت فِہر کے پاس تشریف لایا یہاں سے ہوتا ہُوا حضرت غالب کے پاس تشریف لایا یہاں سے ہوتا ہُوا حضرت لُوئی کے پاس تشریف لایا۔ یہاں سے ہوتا ہُوا حضرت کعب کے پاس تشریف لایا یہاں سے ہوتا ہُوا حضرت مُرّہ کے پاس تشریف لایا یہاں سے ہوتا ہُوا حضرت کِلاب کے پاس تشریف لایا یہاں سے حضرت قصی کے پاس تشریف لایا، یہاں سے ہوتا ہُوا حضرت عبد مناف کے پاس تشریف لایا یہاں سے ہوتا ہُوا حضرت ہاشم کے پاس تشریف لایا۔ (تفسیر نعیمی ج ۱ ص ۶۰۷، مواہب لدنیہ اول، مدارج النبوت دوم، سیرت رسول عربی، طبقات ابن سعد اول، انوار محمدیہ)

حضرت ہاشم کی شان

حضرت ہاشم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے جدِ امجد تھے۔ آپ کا اصل نام عمرو تھا یا عبدالعلی تھا ہاشم آپ کا لقب تھا کیونکہ آپ بہت بڑے سخی اور مہمان نواز تھے اور اپنی قوم کے بڑے

ہمدرد تھے۔ قوم کی ہر تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے تھے، ان کی کوئی پریشانی ہوتی تو آپ بے قرار ہو جاتے، ایک دفعہ مکہ شریف میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط سالی پڑ گئی لوگ شدید پریشان ہو گئے، ان کی پریشانی دیکھ کر آپ ملک شام میں تشریف لے گئے وہاں سے بہت سا آٹا خریدا اور مکہ شریف تشریف لائے اور روٹیاں پکوا کر صبح و شام مکہ شریف والوں کو کھلانے لگے، صبح و شام اپنا ایک اونٹ ذبح کرتے اسمیں روٹیاں توڑ توڑ کر ملاتے اور مکہ والوں کو پیٹ بھر کر کھلاتے، اس دن سے آپ کو ہاشم (روٹیوں کا چورہ کرنے والا) کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ کیونکہ ھشم کے معنی ہے توڑنا، ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ نبی علیہ السلام کا نورِ پاک آپ کی پیشانی میں چمکارے مارنے لگتا تھا۔ حضرت علامہ امام محمد بن عبد الباقی المعروف علامہ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ جلد ۱ ص ۷۳ میں یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

وَكَانَ نُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِىْ وَجْهِهٖ يَتَوَقَّدُ شُعَاعُهٗ وَيَتَلَأْلَاءُ ضِيَاؤُهٗ وَلَا يَرَاهُ حَبْرٌ اِلَّا قَبَّلَ يَدَهٗ وَلَا يَمُرُّ بِشَىْءٍ اِلَّا سَجَدَ اِلَيْهِ۔

"اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور پاک جو حضرت ہاشم کے چہرہ میں تھا اس کی شعاعیں نکلتی تھیں اور اسکی ضیائیں چمکتی تھیں جو عالم بھی آپکو دیکھتا وہ آپکے ہاتھوں کو بوسا دیتا جس چیز کے پاس سے آپ گزرتے وہ آپکو سجدہ کرتی۔"

یہی وجہ تھی کہ پورا عرب اور خصوصاً مکہ والے آپ کی بڑی تعظیم کرتے عرب شریف کے ہر قبیلہ ہر برادری کی یہ تمنا تھی کہ حضرت ہاشم ہماری بیٹی کو اپنی زوجیت سے شرف بخشیں، یہاں تک کہ روم کے بادشاہ جس کا نام ہرقل تھا اس نے بھی آپ کو اپنے قاصد کے ذریعہ یہ پیغام بھیجا کہ مجھے معتبر ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ آپکو رب العالمین نے بڑی شان عطا فرمائی ہے، بڑی عظمت بخشی ہے، بڑا کمال بڑا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔

میری دلی خواہش و آرزو ہے کہ آپ میرے ہاں تشریف لائیں اور میں اپنی لڑکی آپکی زوجیت میں دے دوں، میرا مان رکھتے ہوئے امید ہے آپ ضرور تشریف لائیں گے۔ جس لڑکی کا نکاح میں آپ کے ساتھ کرنے والا ہوں اس جیسی حسین وجمیل لڑکی آج اس پورے روئے زمین پر نہیں ہوگی۔ یہ صرف اور صرف اسلیئے میں آپ سے گذارش کر رہا ہوں کہ آپ کی پیشانی میں نبی آخر الزمان حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور موجود ہے۔ جس کے بارے میں ہم نے انجیل شریف میں پڑھا ہے۔ اور اپنے علماء سے سنا ہے۔ اگر آپ ہماری بیٹی سے رشتہ جوڑ لیں تو زہے نصیب! ـــــ (زرقانی شریف جلد اول ص۷۳)

لیکن آپ نے تمام قبائل اور روم کے بادشاہ ھرقل کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔

(معارج النبوت جلد اول، سیرت رسول عربی)

حضرت ھاشم نے فرمایا کہ میں ایسی عورت سے نکاح کروں گا جو دنیا کی تمام عورتوں سے زیادہ نیک اور پاک سیرت ہو مجھے ظاہری حسن کی ضرورت نہیں میں تو باطنی حسن کی تلاش میں ہوں تا کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصلی مقام تک پہنچ سکے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ رات کو سوئے تھے تو خواب میں آپ نے ایک بڑی حسین وجمیل عورت سے نکاح کر لیا۔ نکاح کے بعد آپ نے اس عورت سے خواب میں ہی پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرا نام سلمیٰ ہے، میرے باپ کا نام عمرو ہے فرمایا کس قبیلہ سے تعلق رکھتی ہو۔ اس نے کہا کہ بنی نجار سے۔ آپ نے فرمایا تمہارا ٹھکانہ کہاں ہے، اس نے کہا کہ یثرب (موجودہ مدینہ کا نام) ہے۔ حضرت ہاشم نے خواب میں یہ منظر دیکھا تھا تو چند دنوں بعد آپ کا تجارت کی غرض سے شام ملک کی طرف جانا ہوا۔ شام سے ہوتے ہوئے آپ مدینہ منورہ پہنچے، مدینہ شریف میں آپ ایک شخص عمرو بن زید خزرجی کے ہاں ٹھہرے۔ ایک دن آپ عمرو بن زید کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک

ایک حسین وجمیل عورت آئی۔ حضرت ہاشم نے جب اُس خاتون کی طرف دیکھا تو وہی خواب والا منظر یاد آیا۔ آپ نے عمرو بن زید سے پوچھا کہ یہ لڑکی کون ہے؟ عمرو نے کہا کہ یہ میری بیٹی ہے۔ فرمایا اس کا نام کیا ہے؟ عمرو نے کہا کہ سلمیٰ۔ حضرت ہاشم نے عمرو سے اس کا رشتہ مانگ لیا۔ بیٹی۔ بات ہوئی عمرو نے لڑکی سے مشورے کے بعد یہ بات مان لی مگر شرط یہ ٹھہری کہ میں اپنی لڑکی کی شادی تو تم سے کر دوں گا مگر سلمیٰ جو اولاد جنے گی وہ اپنے میکے میں ہی جنے گی۔ آپ نے یہ شرط قبول کر لی اور حضرت ہاشم کا نکاح ہو گیا۔ حضرت سلمیٰ حسن وجمال اور فصاحت وبلاغت میں اپنی مثال آپ تھی نکاح کے بعد آپ پھر ملک شام میں تجارت کی غرض سے چلے گئے۔ جب تجارت سے فارغ ہوئے تو پھر مدینہ شریف تشریف لے آئے اور اپنی بیوی حضرت سلمیٰ کو لیکر مکہ شریف پہنچ گئے۔ کچھ عرصہ حضرت سلمیٰ اپنے خاوند کے ہمراہ مکہ شریف میں رہیں جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے اُمید سے کر دیا تو حضرت سلمیٰ اپنے خاوند کے ہمراہ مدینہ شریف تشریف لے آئیں۔ حضرت ہاشم اپنی بیوی کو میکے چھوڑنے کے بعد تجارت کی غرض سے ملک شام چلے گئے۔ ملک شام کے ایک شہر غزہ میں آپ بیمار ہو گئے بڑا علاج کیا لیکن ٹھیک نہ ہوئے آخر کار وہیں غزہ شہر میں آپ کا وصال ہو گیا۔ (معارج النبوت اوّل، طبقات ابن سعد اوّل سیرت رسول عربی)

حضرت ہاشم کے وصال کے بعد حضرت سلمیٰ کے بطن سے حضرت عبدالمطلب پیدا ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نورِ پاک حضرت ہاشم سے منتقل ہو کر آپکی پیشانی میں تشریف لایا۔

شانِ حضرت عبدالمطلب

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصلی نام شیبۃ الحمد تھا۔ آپ کا نام یہ اسلئے رکھا گیا کہ آپ پیدا ہوئے تو آپ کے سر پر چند بال سفید تھے اور حمد اسلئے رکھا گیا کہ آپ کے اکثر کام بڑے پیارے اور خوش آئند تھے۔

جس کی وجہ سے لوگ آپ کے کردار اور افعال کو دیکھ کر آپ تعریف کرتے تھے لیکن آپ مشہور تھے عبدالمطلب کے نام سے یعنی مطلب کا غلام، اس کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت ھاشم کا وصال ہوا تو آپ مدینہ شریف میں پیدا ہوئے تقریباً سات آٹھ سال تک اپنی والدہ ماجدہ حضرت سلمٰی کے سایہ میں پرورش پاتے رہے ایک دن آپ مدینہ شریف میں ایک کھیل کے میدان میں اپنے ساتھی بچوں کے ساتھ تیر اندازی کر رہے تھے کہ مکہ شریف کا ایک قریشی تاجر جو کہ تجارت کی غرض سے مدینہ شریف کی طرف آیا ہوا تھا اس کا گذر اس کھیل کے میدان کے پاس سے ہوا۔ جب اس نے بچوں کو تیر اندازی کرتے دیکھا تو اس نے تھوڑی دیر کے لیئے رک کر بچوں کے اس کھیل کو دیکھا کہ بچے کیسے تیر اندازی کر رہے ہیں۔ جب حضرت شیبہ کی باری آئی تو جب آپ تیر پھینکتے تو آپ کا تیر عین نشانے پر لگتا لوگ تالیاں بجاتے تو آپ اسکے جواب میں فرماتے کہ تیر کیوں نشانے پر نہ لگے؟ کہ اَنَا ابْنُ ھَاشِمٍ میں ھاشم کا لخت جگر ہوں۔ وہ ہاشم جو سَیِّدِ الْبَطْحَا یعنی بطحا کے سردار تھے جب آپ نے تیر اندازی ختم کی تو اس قریشی تاجر نے حضرت شیبہ کو اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ اے جان من تم کون ہو؟ تو آپ نے فرمایا میرا نام شیبہ ہے اس نے پوچھا تمہارے والد کا نام؟ تو آپ نے فرمایا میرے والد گرامی کا نام ہاشم ہے دادا کا نام عبدالمناف وہ سمجھ گیا کہ یہ تو مطلب کا بھتیجا ہے اور ہمارے خاندان کا ایک فرد ہے۔ چنانچہ جب قریشی تاجر واپس مکہ شریف پہنچا تو اس نے اپنے سردار مطلب سے مدینہ شریف کا تمام واقعہ کہہ سنایا اور کہا کہ اے مطلب ایسے خوبصورت اور حسین اور بے مثال بچے کو مدینہ شریف نہیں چھوڑنا چاہیئے کیونکہ ایک تو آپ کے بھائی کی نشانی ہے اور دوسرا ہمارے خاندان کی عزت ہے اگر یہ بچہ وہاں رہا تو ہمارے لئے شرمندگی ہو گی حضرت ہاشم کے بھائی مطلب جو حضرت ہاشم کے بعد مکہ میں سردار تھے فوراً مدینہ

شریف روانہ ہوگئے۔ جب آپ مدینہ شریف پہنچے تو حضرت شیبہ کو تلاش کرنے لگے لیکن کامیاب نہ ہوئے آخر کار ایک دن اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ بچوں کے ساتھ تیر اندازی کر رہے تھے کہ آپ چچا مطلب نے اپنے بھائی کے ہمشکل بچے کو پہچان لیا اور سمجھ گئے میرا بھتیجا ہے۔ حضرت شیبہ کو بلایا پوچھا اے شہزادے تمہارا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میرا نام شیبہ بن ہاشم بن عبد مناف ہے۔ آپ کے چچا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ فرمایا آ بیٹا میرے کلیجے سے لگ جا میں تمہارا چچا مطلب ہوں۔ اور تمہارے والد کا بھائی ہوں۔ حضرت شیبہ نے اپنے چچا کی بڑی تعظیم کی بڑے ادب سے ملے ادھر حضرت سلمیٰ کو بھی پتہ لگ گیا کہ میرے بیٹے کے چچا مطلب مدینہ پہنچ چکے ہیں۔ حضرت سلمیٰ نے پیغام بھجوادیا کہ آپ گھر تشریف لاویں یہاں آکر قیام کریں مطلب نے کہا کہ میں اس وقت تک تمہارے گھر نہیں آسکتا جب تک تم میرے ساتھ یہ وعدہ نہیں کرتی کہ شیبہ کو میرے ساتھ مکہ شریف روانہ کروگی۔ حضرت سلمیٰ نے وعدہ فرمایا کہ اے مطلب یہ بچہ اگرچہ میرے بطن سے پیدا ہوا ہے، ایسے نوری بیٹے کو میں اپنے سے جدا کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتی لیکن چونکہ اس کی پرورش کا حق تمہارا ہی بنتا ہے لہٰذا میں اسے روکنے کا حق بھی نہیں رکھتی۔ تو مطلب نے پھر حضرت سلمیٰ کے گھر میں تین دن قیام کیا۔ تین دن کے بعد اپنے بھتیجے کو لیکر مطلب مکہ شریف پہنچ گئے۔ جب مطلب حضرت شیبہ کو لیکر مکہ شریف پہنچے تو صبح چاشت کا وقت تھا۔ گرمیوں کا موسم تھا حضرت شیبہ کا حلیہ دھوپ اور سفر کی وجہ سے کملایا ہوا تھا۔ بال بکھرے ہوئے کپڑے میلے کچیلے ہو رہے تھے۔ لوگوں نے جب اپنے سردار کو دیکھا تو استقبال کیا۔ مکہ والوں نے مطلب سے پوچھا کہ سردار یہ بچہ کون ہے؟ تو مطلب نے اپنے بھتیجے کی حالت دیکھتے ہوئے دل میں سوچا کہ اگر یہ کہوں کہ میرا بھتیجا ہے تو لوگ طعنے دیں گے کہ اپنی حالت دیکھو اور بھتیجے کی حالت

دیکھو تو مطلب نے جلدی میں کہہ دیا کہ ھٰذَا عَبْدِیْ یہ میرا غلام ہے۔
جب حضرت شیبہؓ گھر پہنچے تو آپ کے چچا نے آپ کو نہلایا دھلایا بہترین پوشاک پہنائی پھر کعبہ شریف میں تشریف لے گئے۔ تو لوگوں نے کہا کہ سردار یہ وہی آپکا غلام ہے۔ مطلب نے فرمایا ہاں یہ میرا غلام نہیں بلکہ میرا بھتیجا ہے اور میرا بھائی جایا ہے بیٹا ہے۔ اس کا نام شیبہ ابن ہاشم ہے لیکن لوگ آپ کو عبدالمطلب ہی کے نام سے پکارنے لگے اور اسی نام سے مشہور ہو گئے۔ مطلب نے آپ کو اپنے بیٹوں سے زیادہ بڑھکر پیار دیا اور باپ کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ جب تک زندہ رہے حضرت شیبہ کو شہزادوں کی طرح پالا پوسا۔ (مدارج النبوت دوم، معارج النبوت اول، طبقات سعد اول۔ کامل ابن اثیر جلد دوم، سیرت ابن ہشام اول)

حضرت ہاشم کے شہزادے حضرت شیبہؓ جب مدینہ شریف سے مکہ شریف تشریف لائے تو آپ کے شفیق اور سردار چچا مطلب نے بڑی دیانتداری کے ساتھ آپ کے والد ماجد حضرت ہاشم کی تمام جائیداد، تمام جاگیر تمام مال خزانہ حضرت شیبہ کے حوالے کر دیا۔ مطلب کی وفات کے بعد تمام مکہ والوں نے آپ کو متفقہ طور پر اپنا سردار تسلیم کر لیا کیونکہ آپ سرداری کے قابل تھے۔ حضرت عبدالمطلب جب مکہ والوں کے سردار بنے تو آپ نے سرداری کا حق ادا کر دیا۔ آپ ہر سال حاجیوں کو کھانا کھلاتے، پانی پلاتے خانہ کعبہ کی حفاظت کرتے ہر آنے والا مہمان آپ کے ہاں قیام کرتا آپ حد درجہ کے سخی تھے، لوگ آپ کی تعظیم کرتے اور انتہائی توقیر کرتے یہ سب کچھ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ تھا جس کے طفیل آپ کو یہ مرتبہ یہ عزت، یہ عظمت، یہ وقار یہ شان، یہ شہرت یہ مقام ملا۔

حضرت عبدالمطلب کی نفاست

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی برکت سے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نفاست طہارت کا یہ عالم

تھا کہ آپ کے جسم شریف سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ حضرت علامہ امام محمد بن عبد الباقی المعروف امام زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

وَكَانَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ يَفُوحُ مِنْهُ رَائِحَةُ الْمِسْكِ الْأَذْفَرِ وَكَانَ نُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضِيءُ فِي غُرَّتِهِ وَكَانَتْ قُرَيْشٌ إِذَا أَصَابَهَا قَحْطٌ شَدِيْدٌ فَأَخَذَ بِيَدِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَتَخْرُجُ بِهِ إِلَى جَبَلِ ثَبِيْرٍ فَيَتَقَرَّبُوْنَ بِهِ إِلَى اللّٰهِ وَيَسْأَلُوْنَهُ أَنْ يَسْقِيَهُمُ الْغَيْثَ وَكَانَ يُغِيْثُهُمْ وَيَسْقِيْهِمْ بِبَرَكَةِ نُوْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ غَيْثًا عَظِيْمًا۔

"حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم سے خالص کستوری کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور آپ کی پیشانی میں چمکتا تھا جب قریش سخت قحط کی حالت میں ہوتے تو آپ کا ہاتھ پکڑ کر کوہ ثبیر پہ لیجاتے اور آپ کے توسل سے تقرب چاہتے اور آپ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کی فریاد رسی فرماتا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور کی برکت سے ان کو باران رحمت سے سیراب فرماتا۔"

(زرقانی شریف شرح مواہب لدنیہ ص ۵۲ جلد ۱ مواہب لدنیہ جلد اول مدارج النبوت دوم۔ انوار محمدیہ، سیرۃ نبوی)

حضرت علامہ امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طبقات ابن سعد جلد اول ص ۱۲۶ میں فرماتے ہیں کہ مخرمہ بن نوفل زھری ہاشمی اپنی والدہ رقیہ بنت ابی صیفی بن ہاشم بن عبد مناف سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مکہ شریف میں شدید قحط سالی پڑ گئی، اتنی سخت قحط سالی تھی کہ لوگوں کا برا حال ہو گیا۔ مکہ شریف کے لوگ بڑے پریشان تھے۔ جسموں میں جان ختم ہونے کو آرہی تھی کہ ایک شب

میں اپنے بستر پر لیٹی کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ رقیہ پریشان نہ ہو عنقریب تمہارے
اندر ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے والے ہیں ۔ ان کے ظہور کا
زمانہ بھی ہے ۔ اس عزوجل کے محبوب کے صدقے میں تمہیں بڑی فراخی بڑی کشادگی
نصیب ہو گی اور دیکھو صبح اٹھ کر اپنے قبیلے کا ایک ایسا آدمی تلاش کرو جو تم سب
سے زیادہ معزز ہو ، بلند ہو ، بارعب ہو اور دبدبے والا ہو ، چہرہ چمکدار ہو بال
گھنگھریالے ہوں ، رخسار بھرے ہوئے ہیں ، ناک باریک ہو جب ایسا آدمی مل جائے
تو اس سے کہو کہ وہ غسل کر کے خوشبو لگا کر ، خود اپنے تمام گھرانے کے ایک ایک فرد
لے وہ بھی خوشبو لگا کر اور معطر ہو کر اس کے پیچھے ہولیں اور جا کر کعبہ شریف کے حرم
رکن کو بوسہ دیں اور پھر جبل قیس کی چوٹی پر چڑھ جائیں ۔ وہ معزز آدمی اور بزرگ
ہاتھ اٹھا کر اللہ رب العزت کی بارگاہ بے کس میں بارش کی دعا کرے اور تم تمام
افراد اس کی دعا پر آمین کہو ، جب ایسا کرو گے تو رب العزت تمہیں بارش سے سیراب
کر دے گا ۔ رقیہ کہتی ہے کہ رات کو میں نے یہ خواب دیکھا ۔ جب صبح ہوئی تو یہ
واقعہ میں نے اپنی برادری کے لوگوں کو بتایا ۔ جب لوگوں نے میرا خواب والا واقعہ سنا
تو میں نے لوگوں سے کہا کہ ایسے حلیہ والا کون شخص ہے لوگوں نے کہا کہ رقیہ یہ سارا
نقشہ جو تو نے بتایا ہے یہ تو ہمارے سردار حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے
چنانچہ تمام لوگ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جمع ہوئے اور انہیں خواب
والا واقعہ سنایا اور ساتھ ہی گذارش کی کہ سرکار جلدی کرو ہمارے ساتھ قیس پہاڑ پر
چلو ۔ آپ دعا کرو ہم آمین کہیں گے تاکہ اللہ عزوجل اپنی رحمت کی بارش برسا
کر ہماری پریشانی اور قحط سالی دور فرمائے ۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
جب یہ خواب سنا خود غسل کیا ، خوشبو لگا کر اور ساری کائنات کے والی سیدنا و مولانا
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی غسل کرایا ۔ معطر کیا سرکار دو عالم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم ابھی بظاہری عمر مبارک کے لحاظ سے بالکل معصوم ہیں۔ بمشکل چھ یا سات سال کی عمر مبارک ہے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبیٔ کریم علیہ السلام کو لیکر اور تمام قبائل کے ایک ایک فرد کو ساتھ لے کر کوہ قبیس پر تشریف لے آئے، دو جہان کے والی کو اپنے ساتھ کھڑا کیا اور دعا کی کہ اے ربّ لم یزل یہ تیرے عاجز بندے ہیں یہ تیری لونڈیاں ہیں۔ مولا تو دیکھ رہا ہے کہ ہم پر کیا مصیبت نازل ہے ہم پانی کی ایک ایک بوند کو ترس رہے ہیں، ہمارے جانور لاغر ہو چکے ہیں ہمارے جسموں سے طاقت ختم ہو چکی ہے ہم بڑے پریشان ہیں، ہماری طرف نہ دیکھ بلکہ اس عظمت والے شہزادے کو دیکھ اس نوری بچّے کو دیکھ اس وَالضُّحیٰ کے مکھڑے والے کو دیکھ، مولا اس عظیم ہستی کے طفیل ہم پر بارانِ رحمت برسا۔ اللہ اکبر۔

علامہ محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبدالمطلب نے یہ دعا مانگی ہاتھ پھیرے پر ملے ابھی قبیس پہاڑ پر کھڑے ہی تھے کہ ربّ العزّت نے اپنے محبوب جناب سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اتنی بارش برسائی کہ مکہ شریف کی وادیاں بھر گئیں، نالے بہنے لگے اور پانی کا سیلاب آگیا۔ رقیہ بنت ابی صیفی بن ہاشم بن عبد مناف نے جب خدائے عزّوجلّ کی رحمت دیکھی تو یوں کہنے لگی کہ ؎

بشیبة الحمد اسقی اللہ بلدتنا
وقد فقدنا الحیاء واجلود المطر

"شیبۃ الحمد کے طفیل میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے شہر کو سیراب کر دیا حالانکہ صورت یہ تھی کہ ابر باراں کو ہم کھو چکے تھے اور بارش ہم سے روانہ ہو چکی تھی۔

حضرت عبدالمطلب کی شادیاں

جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جوان ہو گئے تو اللہ پاک کی طرف سے آپکو خواب میں شادی کرنے کا حکم ملا، کیسے ملا، مؤرخین نے اپنی تواریخ میں اس واقعہ

کو یوں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر سے کعبہ شریف میں تشریف لائے، کعبہ شریف کی زیارت کی ۔ اللہ اللہ کی اور وہیں لیٹ گئے ۔ آپ کو نیند آگئی جب بیدار ہوئے بڑا عجیب منظر دیکھا کہ سر میں تیل لگا ہوا ہے، کنگھی بھری ہوئی ہے ۔ آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہے اور بڑا حسین وجمیل قسم جوڑا زیب تن ہے ۔ آپ بڑے حیران ہوئے کہ یہ تیل، یہ سرمہ، یہ جوڑا کہاں سے آگیا، میں تو گھر سے بغیر نہائے بغیر تیل لگائے بغیر جوڑا قمیض پہنے آیا تھا لیکن یہ سب کون مجھے پہنا گیا ہے ۔ آپ کعبہ شریف سے اٹھے اور سیدھے اپنے چچا جناب مطلب کے پاس تشریف لائے اور سارا واقعہ خواب والا سنایا ۔ آپ کے چچا مطلب نے یہ واقعہ سن کر آپ کو ساتھ لیا اور مکہ شریف کے جو اس وقت سب سے بڑے کاہن تھے کے پاس لے گئے اور فرمایا کاہن صاحب میرے بھتیجے کا خواب سنو اور اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر کے بتاؤ کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہے ؟ اور ہم کو کیا کرنا چاہیئے ۔ تمام کاہنوں نے خواب کی تعبیر دیکھی اور کہا کہ اے ہمارے سردار آسمانوں کا خدا عزوجل یہ حکم فرماتا ہے کہ تم اپنے بیٹے عبدالمطلب کی شادی کر دو ۔ یہ ہے اس خواب کی تعبیر جناب مطلب نے آپ کی شادی چند دنوں کے بعد صفیہ بنت جندب سے کر دی اس بیوی میں سے آپ کے ایک فرزند پیدا ہوئے حارث ۔ اس کے بعد صفیہ فوت ہو گئی ۔

(مواهب لدنیہ اول، انوار محمدیہ، مدارج النبوت دوم)

حضرت علامہ محمد بن سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طبقات ابن سعد جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب نے چھ شادیاں کیں ۔ جن میں سے بارہ لڑکے اور چھ لڑکیاں پیدا ہوئیں ۔ پہلی شادی صفیہ بنت جندب سے ہوئی اس سے حارث پیدا ہوئے ۔ دوسری شادی ممنعہ بنت عمرو بن مالک سے ہوئی جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا مصعب المعروف الغیداق ۔ تیسری شادی لبنیٰ بنت حاجر بن عبد مناف

اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا عبد العزیٰ المعروف ابولہب۔ چوتھی شادی نتیلہ بنت خباب بن کلیب اس سے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ ضرار قثم اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ آخری بزرگ حضور علیہ السلام کے صحابی بنے۔ پانچویں شادی ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف۔ اس سے تین لڑکے اور ایک بیٹی ہوئی لڑکوں کے نام تھے المقوم، مغیرہ المعروف حجل اور سید الشہدا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ بزرگ مسلمان ہوئے اور صحابی بنے اور لڑکی کا نام حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ بھی مسلمان ہوگئیں اور صحابیہ بنیں۔ چھٹی شادی، فاطمہ بنت عمرو بن عایذ ان کے بطن سے تین لڑکے اور پانچ لڑکیاں پیدا ہوئیں لڑکوں میں زبیر، عبد مناف یا عبد الکعبہ المعروف ابوطالب اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، والد ماجد سیدنا مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لڑکیوں کے نام البیضا المعروف ام الحکیم، امیمہ، برّہ عاتکہ۔ اروٰی۔ ان آخری دو بزرگ خواتین کے اسلام میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں مسلمان ہوئیں لیکن بعض انکار کرتے ہیں۔ واللہ اعلم و رسولہ۔

(طبقات ابن سعد اول، مدارج النبوت دوم، معارج النبوت اول)

حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساری زندگی کسی بت کے سامنے سر نہ جھکایا بلکہ آپ کا سر جب بھی جھکا تو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہی جھکا۔ آپ نے کبھی شرک نہ کیا بلکہ خدا عزوجل کو وحدہٗ لاشریک مانتے۔ ہر سال رمضان شریف میں حرا پہاڑ پر تشریف لیجاتے پورا مہینہ اللہ عزوجل کی یاد میں گذار دیتے۔ مکہ شریف میں جہالت کا دور دورہ تھا، ظلم کرنا، بغاوت کرنا، چوری کرنا، محرم عورتوں سے نکاح کر لینا، ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف کرنا، شراب پینا، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا یہ بہت بڑے جرم ہیں لیکن مکہ شریف اور عرب کے باشندے ان کو جرم کی بجائے اچھی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور بہادری کی علامت سمجھ کر اعلانیہ کرتے تھے لیکن حضرت عبد المطلب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے ان تمام برائیوں سے محفوظ تھے محفوظ ہی نہیں بلکہ ایسی حرکتوں سے لوگوں کو سختی سے منع فرماتے تھے، یہی وجہ تھی کہ لوگ آپ کو سید القریش اور اشرف القریش کہکر یعنی قریشیوں کے سردار کہکر بلاتے تھے اور بڑے بڑے لوگ آپ کے چہرۂ انور کو دیکھ کر ہیبت میں آجاتے تھے اور آپ کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ چنانچہ عرب شریف کا عظیم واقعہ اصحاب الفیل اس بات کو آج بھی ڈنکے کی چوٹ پر بیان کرکے عبدالمطلب کی عظمت اور محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و شان بیان کررہا ہے۔ وہ کیسے تو سنیئے!

ابراہہ بن صباح جس کو حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے یمن کا گورنر مقرر کیا ہوا تھا وہ ہر سال موسم حج میں لوگوں کو بڑی شان و شوکت سے حج کی تیاری کرتے دیکھتا اور بڑا حیران ہوتا کہ یہ لوگ ہر سال اس شان و شوکت سے کدھر جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ اس نے اپنے خاص مشیر سے پوچھا کہ یہ لوگ ہر سال بڑی ٹھاٹ بھاٹ سے کدھر جاتے ہیں تو مشیر نے بتایا کہ سرکار یہ لوگ ہر سال مکہ شریف میں بیت اللہ شریف کا حج کرنے کیلئے جاتے ہیں۔ تو ابرہہ نے کہا کہ وہ بیت اللہ کس کا بنا ہوا ہے اور کس نے کس کے حکم سے بنایا ہے۔ مشیر نے کہا کہ حضور بظاہر تو وہ عمارت پتھروں کی بنی ہوئی ہے لیکن اس کی عظمت اور شان کے قصیدے عرش والے بھی پڑھتے ہیں کیونکہ اس کی تعمیر کا حکم دینے والا اللہ رب العزت ہے اس کی تعمیر کرنے والا اللہ کا خلیل ہے اور اس کی مزدوری کرنے والا ذبیح اللہ ہے یہی وجہ ہے کہ ہر سال لوگ دنیا کے کونے کونے سے کعبہ شریف کی زیارت کے لیئے دور دراز کا سفر طے کرکے آتے ہیں اور اس کا طواف کرتے ہیں۔ اور اپنی مشکلیں اور حاجتیں خالق کائنات کے حضور پیش کرتے ہیں اور رب لم یزل ان کی ہر فریاد کو پوری بھی فرماتا ہے۔ ابرہہ نے سوچا کیوں نہ میں بھی اسی طرز کی ایک عالیشان عمارت بنواؤں تاکہ لوگ کعبہ کو چھوڑ کر یہاں آیا کریں۔

ابرہہ کا بُت خانہ

اسی مقصد کے لئے ابرہہ نے اپنے وزراء سفراء سے مشورہ کر کے ایک ایسا کلیسا بنانے کا پروگرام بنایا جس کی نظیر پوری دُنیا میں نہ ہو تا کہ لوگ کعبہ شریف کو چھوڑ کر ہمارے اس کلیسا میں آکر عبادت کریں۔ چنانچہ ابرہہ نے اپنے علاقے کے ملنے ہوئے ماہرِ تعمیرات کو اپنے دربار میں طلب کیا اور ان کو حکم دیا کہ یہاں ایک ایسی عالی شان سونے چاندی اور جواہرات سے مزین عمارت بنائیں تا کہ لوگ اس کو دیکھ کر حیران ہو جائیں۔ ماہرینِ تعمیرات نے کہا سرکار آپ فکر نہ کریں ہم اپنی پوری کاریگری اس عمارت پر صرف کر دیں گے اور اس کو چار چاند لگا دیں گے۔ تعمیر شروع ہو گئی، قیمتی پتھر اور لعل و جواہرات سونا چاندی کی اینٹیں غرضیکہ جتنا بھی حسین و جمیل میٹریل تھا۔ وہ اس گرجا گھر کی تعمیر پر صرف ہُوا۔ جب وہ بُت خانہ تیار ہو گیا اس کے ارد گرد طرح طرح کے خوبصورت درخت اور پودے لگوائے گئے۔ وہ کلیسا اتنا خوبصورت تھا کہ اس کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی تھی۔ سب کچھ ہُوا لیکن ان تمام خوبیوں کے باوجود اس کی تعمیر میں خلیل جیسا مستری نہ تھا، ذبیح جیسا مزدور نہ تھا۔ ربّ جلیل جیسا حاکم نہ تھا۔ سب کچھ تھا خلیل اللہ علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی دُعائیں شاملِ حال نہ تھیں، جنتی پتھر حجرِ اسود نہ تھا۔ اللہ عزوجل کا یہ پیغام کہ جو اس گھر میں داخل ہو گیا، امن والا ہو گیا، شامل نہ تھا۔ بہر حال جب وہ کلیسا تیار ہو گیا اس کی چار دیواری پر قیمتی پردے لٹکائے گئے۔ اس کے کھلنے اور بند ہونے کے اوقات مقرر کئے گئے۔ اس گرجے میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی قد آور تصویر رکھی گئی اور پھر پورے علاقے میں لوگوں کو اس طرف آنے کی اور یہاں آکر خانہ کعبہ کی طرح طواف کرنے کی، صفا و مروہ پر سعی کرنے کی ترغیب دلائی گئی۔ پھر ابرہہ نے ایک قاصد کے ذریعے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو پیغام بھیجا کہ حضور میں نے

آپ کے نام پر آپ کی شہرت کی خاطر ایک خوبصورت اور بے نظیر کینسہ تیار کروایا ہے اور کوشش کر رہا ہوں کہ آئندہ سال تمام دنیا کے لوگ مکہ کے بیت اللہ شریف کو چھوڑ کر اس کینسہ کا حج اور طواف کیا کریں۔ تاکہ دینِ مسیحی کو بھی تقویت ملے اور آمدنی کے ذرائع بھی بن جائیں اور آپ کا نام بھی پوری دنیا میں روشن ہو جائے اس کینسہ کی تعمیر اور عبادت کرنے کی خبر پوری دنیا میں پھیل گئی۔ بعض ضعیف الاعتقاد لوگ عبادت کرنے کی غرض سے اس کی طرف آنے لگے۔ بعض تماشبین صرف اس کی خوبصورت آرائش اور زینت دیکھنے کے لئے آنے لگے اور بعض گورنر ابرہہ کے مقرر کردہ لوگ اس کا طواف کرنے لگے۔

جب یہ خبر مکہ شریف پہنچی تو مکہ والوں کو بڑا دکھ پہنچا اور انہیں بڑا ہی غصہ آیا اور ساتھ ہی افسوس بھی ہوا کہ اس بدبخت ابرہہ نے یہ کیا کیا؟ مکہ شریف میں ایک قبیلہ بنی کنانہ آباد تھا اس کا ایک فرد جس کا نام زُہیر بن بدر کنانی تھا، اُس نے جب یہ خبر سُنی تو اس نے کعبہ شریف کے پردوں کو پکڑ کر قسم کھائی کہ اے ربِّ کائنات مجھے تیرے گھر کے ان نوری پردوں کی قسم ہے میں جب تک یمن میں جا کر عیسائیوں کے گرجے میں پاخانہ کر کے اس کو ذلیل و رسوا نہیں کروں گا۔ چین سے نہیں بیٹھوں گا چنانچہ زُہیر بن بدر کنانی حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں پہنچا اور اپنے دل کا حال بیان فرمایا اور ساتھ ہی کہا کہ سرکار مجھے اجازت بھی فرما دیں اور میری کامیابی کی دعا فرما دیں کہ میں اپنے مشن میں کامیاب لوٹوں۔ حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت فرمائی اور دعائے خیر بھی فرمائی۔ زہیر بن بدر چل پڑا سیدھا یمن میں اس مقام پر پہنچا جہاں عیسائیوں کا وہ کلیسا تھا۔ اُس نے وہاں پہنچ کر ایسی عبادت شروع کی کہ وہاں کے نگران و محافظ حیران رہ گئے کہ یہ آدمی بڑا ہمارے گرجے کا شیدائی ہے اس کو ہمارا یہ کلیسا بڑا پسند آیا ہے۔ محافظوں نے جب اس کی عبادت کو دیکھا تو اسے کہا کہ میاں تمہارا

نام کیا ہے؟ اُس نے کہا کہ میرا نام زھیر ہے مجھے یہاں عبادت کر کے بڑا لطف آیا کاش میں یہاں کا محافظ ہوتا تو دن رات عبادت کرتا۔ انہوں نے کہا کہ اگر یہی تیری تمنا ہے تو ٹھیک ہے تو آج سے اس کے محافظوں میں شامل ہے جی بھر کے حفاظت کر اور ساتھ ہی عبادت بھی کر۔ زھیر بن بدر چند دن تک خوب ان کو چکمہ دیتا رہا جب اُس نے دیکھا کہ عیسائیوں کا مجھ پر بھرپور اعتماد ہو گیا ہے تو ایک رات اس نے اپنے منصوبے پر عمل کرنے کا پروگرام بنا لیا۔ جب رات کا ٹائم ہوا تمام محافظ آئے تا کہ گرجے کو تالے لگا دیں تو زھیر بن بدر نے کہا کہ محافظ بھائیو! آج میرا دل کرتا ہے کہ میں اس عبادت خانہ میں ساری رات کھڑے ہو کر عبادت میں گزار دوں۔ محافظوں نے کہا کہ یہ بڑی خوشی کی بات ہے انہوں نے خوب خوشبوئیں اور عطر سے زھیر کے لیئے کلیسا کو معطّر کر دیا۔ اور خود اپنے اپنے ٹھکانے پر جا کر سو گئے۔ جب آدھی رات ہوئی تو زھیر نے کلیسا میں جگہ جگہ پاخانہ کیا اور ان کے سارے کلیسا کی دیواروں غلاظت سے لیپ دیں اور خود بھاگ کر مکہ آ گیا۔ جب صبح کا ٹائم ہوا محافظین جب گرجے میں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ گرجے میں بجائے خوشبو کے بدبو آ رہی ہے، جب اندر داخل ہوئے تو سارا کلیسا گندگی سے بھرا پڑا تھا وہ سمجھ گئے کہ مکہ شریف کا جوان ہمارے گرجے گھر کو خراب کر کے بدلہ لے کر چلا گیا ہے۔ انہوں نے فوراً یہ خبر ابرہہ کو بتائی۔ اس کو بڑا غصّہ آیا اور اس نے قسم اٹھائی کہ جب تک وہ اپنے خانہ کے بدلے میں کعبہ شریف کی اینٹ سے اینٹ نہیں بجائے گا۔ چین سے نہیں بیٹھے گا۔ عربیوں کی یہ طاقت کہ وہ ہمارے گرجے کی توہین کریں۔ ابرہہ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو قاصد کے ذریعہ تمام حالات سے لکھ کر روانہ کیا۔ حبشی بادشاہ کو بھی بڑا غصّہ آیا اور اس نے ابرہہ کو پیغام بھیجا کہ تم اپنے کلیسا کی عزت و عصمت کیلئے خاطر جو بھی قدم اٹھاؤ گے میری تمام ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہوں گی۔ جتنی چاہو، فوج اور سامان

لو اور اگر مزید امداد کی ضرورت ہو تو میری طرف پیغام بھیجو میں فوراً روانہ کر دوں گا۔

(معارج النبوۃ اول، روح البیان ج۱۰، طبقات ابن سعد اول، سیرت ابن ہشام اول صفحہ ۵)

ابرہہ کی کعبہ کی طرف تیاری

ابراہہ کو جب نجاشی کا یہ پیغام ملا تو اس نے کعبہ شریف کو گرانے کے لئے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا۔ تین لاکھ سوار اور پیادے، چار ہزار ہاتھی نشین سپاہی اور سب سے بڑا جنگی اور مشہور ہاتھی محمود بھی۔ ابرہہ کا لشکر جب مکہ شریف کی جانب روانہ ہوا تو زمین گھوڑوں اور ہاتھیوں کے قدموں سے ہلتی تھی۔ اتنا بڑا لشکر آج تک کسی نے روئے زمین پر نہ دیکھا تھا۔ ابرہہ نے اپنے فوجی جوانوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ کہ اے فوجی جوانو! جب تم مکہ میں داخل ہونا تو کسی کا لحاظ نہ کرنا۔ قتل و غارت کا وہ بازار گرم کرنا کہ رہتی دنیا تک تمہاری بہادری کے چرچے ہوتے رہیں اور جب مکہ فتح ہو جائے تو کعبے کے پتھر اور مٹی تک اٹھا لینا تاکہ دنیا والوں کو پتہ چل جائے کہ جس نے عیسائیوں سے ٹکر لی وہ کبھی دنیا میں نہ رہا، اس کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ اللہ اللہ!

ادھر ابرھہ اپنے فوجی جوانوں کو یہ خطاب کر رہا تھا، ادھر اللہ عزوجل اپنی مخلوق میں ایک ننھی سی چڑیا ابابیل یعنی چڑیوں کو ابرھہ کے فوجیوں کو مارنے کے لیے بم سپلائی فرما رہا تھا۔ اور فرما رہا تھا کہ دیکھنا کہ ان میں سے کوئی بچ کر نہ جائے اور آج دنیا والوں کو پتہ چل جائے کہ ہاتھیوں، گھوڑوں، تیروں، تلواروں، نیزوں اور برچھیوں کی طاقت زیادہ ہے یا اللہ عزوجل کی ننھی مخلوق کے پنجوں سے پکڑی ہوئی ایک معمولی کنکری کی طاقت زیادہ ہے اور آج رب لم یزل مخلوق کو بتانا چاہتا ہے کہ جس کعبہ کا حامی خدا عزوجل ہو اس کو دنیا کی کوئی طاقت ختم نہیں کر سکتی۔ چنانچہ ابرھہ اپنے لشکر کو لے کر

جب مکہ شریف کے قریب پہنچا تو اس کی نظر جب کعبہ شریف پر پڑی تو کعبہ شریف کی ہیبت سے اس کا دل لرز گیا، اُس نے سوچا کہ میں نے بڑے بڑے کلیسا دیکھے، بڑی بڑی عبادتگاہیں دیکھیں لیکن آجتک میرا دل اس طرح نہیں لرزا جیسے اس گھر کعبہ کو دیکھ کر لرزا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس گھر کی بڑی شان ہے، بڑا بلند مقام ہے۔ اس گھر کا مالک واقعی عظمتوں والا ہے۔ ابرہہ نے دل میں سوچا کہ اگر مکہ کے سرداروں نے میرے ھاتھ پیر پکڑے میرے سامنے عاجزی، انکساری کی تو میں کعبہ کو ہرگز نہ چھیڑوں گا۔ ابرہہ نے مکہ سے دو میل دور ایک مقام معمس میں اپنے لشکر کو ٹھہرنے کا حکم دیا اور اپنے فوجی جرنیلوں میں سے ایک جرنیل جس کا نام اسود بن حبشی کو حکم دیا کہ جاؤ مکہ والوں سے چھیڑ چھاڑ کرو بھلا وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ اسود چند سپاہیوں کو لے کر مکہ شریف پہنچا اُس نے اور تو کچھ نہ کیا لیکن مکہ شریف کے تمام قریشیوں کی بھیڑ بکریاں اور اونٹ پکڑ کر ابرہہ کے پاس لے آیا۔ ان اونٹوں میں سے دوسو اونٹ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے تھے باقی دوسرے مکہ والوں کے۔ اسود کے بعد ابرہہ نے اپنے ایک اور معتمد ساتھی حناطہ حمیری کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ حناطہ تم مکہ چلے جاؤ اور سرداران مکہ کو میرا پیغام دینا کہ ابرہہ تم سے لڑنے نہیں آیا صرف کعبہ کو گرانے آیا ہے اگر کسی نے راستے میں رکاوٹ بننے کی کوشش کی تو وہ بُری طرح مارا جائے گا۔ لہذا تم سب مکہ خالی کرکے چلے جاؤ یا پھر اپنے دروازے بند کرکے بیٹھ جاؤ، تمہاری بہتری اسی میں ہے۔ چنانچہ حناطہ مکہ شریف آیا اس نے مکہ شریف والوں سے پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے۔ لوگ اس کو حضرت مطلب کے پاس لے گئے جب اس کی نظر نبی کریم علیہ کے دادا شریف پڑی تو اُن کا چہرہ دیکھتے ہی وہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

فَلَمَّا نَظَرَ اِلٰى وَجْهِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ جب حناطہ نے حضرت عبدالمطلب کے چہرہ کو

خَفَعَ وَتَلَجْلَجَ لِسَانُهٗ وَ خَرَّ مَغْشِیًّا عَلَیْهِ فَکَانَ یَخُوْرُ کَمَا یَخُوْرُ الثَّوْرُ عِنْدَ ذَبْحِہٖ فَلَمَّا اَفَاقَ خَرَّ سَاجِدًا الْعَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَقَالَ اَشْھَدُ اَنَّكَ سَیِّدُ قُرَیْشٍ حَقًّا ۔

دیکھا تو اسکی گردن جُھک گئی، زبان جو تھی وہ لڑکھڑا گئی اور بے ہوش کر گر پڑا اور ایسے آواز نکال رہا تھا جیسے ذبح کرتے وقت بیل کی ہوتی ہے جب اسکو ہوش آیا تو عبد المطلب کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ قریش کے سردار ہیں۔" (زرقانی جلد ا ص ۸۵، مواہب لدنیہ اوّل، مدارج النبوت دوم اور انوارِ محمدیہ، سیرت نبوی)

پھر حناطہ نے بڑے ادب سے ابرہہ کا پیغام حضرت عبد المطلب تک پہنچایا حضرت عبد المطلب نے فرمایا کہ دیکھو میاں، ابرہہ کے پاس اتنا بڑا لشکر ہے اور ہمارے پاس اس کا چوتھائی حصہ بھی نہیں اور ہمارے اندر لڑائی کی طاقت بھی نہیں لہذا ہم بھی اس سے لڑنا نہیں چاہتے۔ باقی رہ گیا کعبہ شریف کا مسئلہ تو وہ اللہ عزوجل کا گھر ہے اور اس کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے۔ اگر اس کو اس کا باقی رہنا پسند ہے تو وہ خود مالک و خالق ہے اس کی حفاظت کرلے گا۔ حناطہ نے کہا سرکار آپ ہمارے ساتھ ابرہہ کے پاس تشریف لے چلیئے تاکہ یہی باتیں آمنے سامنے ہو جائیں۔ آپنے فرمایا ٹھیک ہے۔ آپ نے قریشیوں سے مشورہ کرکے اپنے بیٹے حارث کو ساتھ لیا اور ابرہہ کو ملنے کے لیئے حناطہ کے ساتھ چل پڑے ابرہہ کے لشکر میں پہنچ کر حناطہ نے حضرت عبد المطلب سے کہا کہ حضور آپ باہر کھڑے ہوں میں ابرہہ کو آپ کے بارے میں بتاؤں اور ملاقات کے واسطے اجازت لے آؤں۔ یہ کہکر حناطہ اندر چلا گیا۔ ابرہہ نے صورت حال پوچھی تو حناطہ نے کہا کہ حضور میں مکہ شریف کے سردار حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لایا ہوں آپ کعبہ شریف

کے محافظ ہیں بڑے سخی، بڑے باکمال، حسن و جمال کے پیکر، شرافت و سخاوت کے منبع میری ان کی یہ بات ہوئی ہے وہ باہر آپ کی ملاقات کے منتظر ہیں اگر حکم ہو تو اندر ملاؤں۔ ابرہہ نے کہا کہ ہاں بلاؤ۔ ابرہہ خود بڑے تخت پر بیٹھ گیا خاص وزراء سفراء کو کرسیوں پر بٹھا دیا اور کہا کہ جب وہ قریشی سردار آئے تو خبردار کوئی اس کا استقبال نہ کرے۔ اللہ اللہ!

ادھر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا نوری دادا حضرت عبدالمطلب جونہی ابرہہ کے خیمے میں تشریف لایا تو ابرہہ دیکھ کر لرز گیا اور آپ کی ہیبت و جلال سے تخت سے نیچے اتر کر آپکے استقبال کے لیئے آگے بڑھا، جب وہ اُٹھا تو اس کے تمام وزیر مشیر اور خاص و عام درباری جو اس وقت وہاں موجود تھے سب نے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ ابرہہ نے حضرت عبدالمطلب کو اپنے ساتھ تخت پر بڑی عزت سے بٹھایا اور پھر گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہنے لگا کہ سرکار کیسے تشریف لانا ہوا۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا کہ تمہارے ساتھیوں نے ہمارے اونٹ اور جانور پکڑ کر اپنے لشکر میں پہنچا دیئے ہیں میں اپنے جانور واپس لینے آیا ہوں۔ ابرہہ نے بڑے تعجب سے حضرت عبدالمطلب کا چہرہ دیکھا اور کہا کہ اے سردار میں تمہارے باپ دادا کے بنائے ہوئے کعبہ کو گرانے آیا ہوں تو تمہیں اپنے مال کی پڑی ہوئی ہے اور کعبہ کی تمہیں کوئی فکر نہیں ـــــ حفیظ جالندھری مرحوم اسی بات کو یوں پیش کرتے ہیں کہ ؎

سُنی یہ بات تو حیران ہو کر ابرہہ بولا
کہ شاید تم نے اپنی بات کو دل میں نہیں تولا
یہ ظاہر ہے میں آیا ہوں یہاں کعبہ گرانے کو
تمہارے جدِّ امجد کے عبادت گاہ ڈھانے کو

تعجب ہے کہ اک ناچیز شے کا ذکر کرتے ہو
نہیں کعبے کی فکر اونٹوں کی لئے فکر کرتے ہو
تمہیں لازم تھا عزت کے مطابق گفتگو کرتے
خدا کا گھر بچانے کے لئے کچھ آرزو کرتے

ابرھہ کی یہ گفتگو سن کر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اے ابرھہ اونٹ میرے ہیں لہٰذا، ان کی رکھوالی کرنا، ان کی نگہبانی کرنا میرا فرض ہے اور رہ گیا کعبہ شریف یہ میرا نہیں بلکہ اللہ رب العزت کا مقدس گھر ہے۔ اس کے محبوبوں کے ہاتھوں کا تعمیر کردہ ہے، ہزاروں سال گزر گئے، کئی دشمن اس کو ختم کرنے کے لئے آئے لیکن وہ خود ختم ہو گئے، وہ خود مٹ گئے وہ خود برباد ہو گئے وہ خود فنا ہو گئے وہ خود نیست و نابود ہو گئے لیکن میرے پروردگار کے گھر کی ایک اینٹ کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکا اور انشاء اللہ قیامت تک نہ ہی کوئی اس کی طرف میلی آنکھ سے دیکھ سکتا ہے۔ ابرھہ اگر میرے ربّ عزّوجلّ کو یہ گھر باقی رکھنا منظور ہے تو چند لاکھ کا لشکر کیا ساری دنیا مل کر بھی اس کو ختم کرنے کے لئے آجائے تو خود ختم ہو جائے گی لیکن یہ کسی سے ختم نہیں ہوگا۔ اسلئے میں اپنی چیز کا مطالبہ کر رہا ہوں کہ اما

اَنَا رَبُّ الْاِبِلِ وَلِلْبَیْتِ رَبٌّ یَحْفِظُہٗ۔ "اونٹوں کا مالک میں ہوں انکی فکر مجھے ہے اور بیت اللہ شریف کا بھی ایک مالک خالق ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ حفیظ صاحب مرحوم نے کیا خوب کہا کہ آپنے جواب دیا۔

یہ طعنہ سن کے عبدالمطلب بولے متانت سے
کہ ناواقف ہو تم قوم عرب کی اس دیانت سے
صداقت ہے یہی کہ اپنی شے کا ذکر کرتا ہوں
کہ میرا مال ہیں اونٹ اسلئے میں فکر کرتا ہوں

کرے گا فکر اپنے گھر کی جو اس گھر کا مالک ہے
جو اس گھر کا مالک ہے وہ بحر و بر کا مالک ہے
یہ سُنکر ابرھہ چپ ہو گیا سب اونٹ دلوائے
یہاں سے اُٹھ کے عبدالمطلب چُپ چاپ گھر آئے

اسی بات کو ایک پنجابی شاعر پیش کرتا ہے کہ ؎

عبدالمطلب، ابرھہ تائیں تے آکھیا نال زبانے
ڈاچیاں میریاں دیدے مینوں تے گھر والا گھر جانے

ابرھہ نے حضرت عبدالمطلب سے کہا کہ آپ اونٹ لے جائیں لیکن آپ کے کعبہ کو اب مجھ سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ آپ نے فرمایا ابرھہ کعبہ جانے اور ربّ جانے تم جو کچھ کر سکتے ہو کر لو ابرھہ نے اپنے مشیرِ خاص کو حکم دیا کہ عبدالمطلب کو تمام اونٹ واپس کر دو لیکن اونٹ دینے سے پہلے ہمارے خطرناک محمود ہاتھی کے پاس کو لیجاؤ تا کہ اس کے دل میں ہماری اور ھاتھی کی ہیبت پیدا ہو جائے۔ ابرھہ نے یہ بات اسلیئے کہی کہ عرب والوں نے اس سے پہلے ہاتھی کبھی نہیں دیکھے تھے اور ہاتھی محمود بہت بڑا ہاتھی اور خونخوار اور جنگ میں لڑائی کا ماہر، اس کی شکل دیکھ کر بھی بندے کو خوف آتا تھا۔ ابرھہ چاہتا تھا کہ عبدالمطلب کے دل میں ہاتھی کو دیکھ کر رعب اور دبدبہ پیدا ہو جائیگا اور مزید خوف کھا جائے گا لیکن ہُوا کیا۔ سبحان اللہ، جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ محمود ہاتھی کے پاس تشریف لے گئے تو:۔۔۔

فَلَمَّا نَظَرَ الْفِيلُ إِلَىٰ وَجْهِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بَرَكَ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيرُ وَخَرَّ سَاجِدًا وَأَنْطَقَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ الْفِيلَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَى النُّوْرِ

”جب ہاتھی نے آپ کے چہرہ کو دیکھا تو وہ اونٹ کی طرح بیٹھ گیا اور سجدہ میں گر پڑا اور اس ہاتھی کو اللہ پاک نے بولنے کی طاقت عطا کی اور اس نے بول کر کہا کہ اے

اَلَّذِیْ فِیْ ظَهْرِكَ یَا عَبْدَ الْمُطَّلِبِ ۔ عبدالمطلب میرا سلام ہو اس نور پر جو تمہاری پُشت میں ہے (اور چہرے سے چمکارے مار رہا ہے)

(زرقانی جلد ا صفحہ ۸۶، مواہب لدنیہ اوّل، مدارج النبوت دوم، انوار محمدیہ، سیرت نبوی)

سُبحان اللہ گویا یمن کے ہاتھی کا بھی یہ ایمان تھا کہ اللہ عزوجل کا محبوب جو دُنیا میں تشریف لانے والا ہے وہ نور ہو گا لیکن افسوس پاکستان کے مسلمان پر جو کلمہ پڑھ کر بھی نور کا منکر ہے لیکن سُنّی سے پوچھو وہ یوں کہے گا کہ :۔

کیہ اعجاز نظر وچ تیری جیہڑا آوے اوہ وِک جاوے
پیشانی تے چمک نوری رُخ وچ نیناں کجل سہاوے
خلق ترے نے موہ لئی دُنیا کوئی وِرلا جان بچاوے
اعظم ایڈا سوہنا ساتھی کدھرے ایہہ جیا نظر نہ آوے

کعبہ کا غلاف اور عبدالمطلب

تو خیر عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اونٹ لے کر واپس مکہ شریف تشریف لائے مکہ شریف کے تمام لوگ آپ کے ارد گرد اکٹھے ہو گئے صورت حال معلوم کی اور پوچھا کہ ابرھہ کا کیا ارادہ ہے ۔ حضرت عبدالمطلب نے تمام حالات اپنی قوم کو بتائے کہ ابرہہ کسی حالت میں بھی واپس جانے کے لئے تیار نہیں جب تک وہ کعبہ شریف کو گرا نہ لے ۔ قریش مکہ نے کہا کہ اب کیا ہو گا ؟ ہم کیا کریں ؟ ۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا ہونا کیا ہے وہی ہو گا جو منظور خدا ہے باقی تم اپنی بھی فکر نہ کرو، اپنا ضروری سامان لے کر پہاڑوں میں چلے جاؤ تاکہ ابرھہ کے لشکری تمہیں یا تمہارے بچوں کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں جب لشکر واپس چلا جائے گا تو تم واپس گھروں کو چلے آنا ۔ مکہ شریف کے تمام لوگ گھروں کو چھوڑ کر پہاڑوں میں جا کر چھپ گئے لیکن حضرت عبدالمطلب نے اپنی

بہو حضرت کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی امی جان سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا بیٹا — عرض کی جی بابا جان۔ فرمایا بیٹا تم پہاڑوں میں نہ جانا۔ عرض کی بابا کیوں؟ فرمایا بیٹا تم میرے ساتھ پہلے بیت اللہ شریف میں چلو، عرض کی کیوں؟ فرمایا بیٹا میں دعا کروں گا، تم آمین کہتی جانا۔ حضرت آمنہ نے عرض کی کہ بابا میری آمین میں کیا ہے۔ فرمایا بیٹا جو نعمت اللہ عزوجل نے تمہارے پاس رکھی ہے اس کی قدر، اس کی عظمت، اس کی شان تم نہیں سمجھتیں، اس کی شان اسکی عظمت اور اس کی حقیقت کو میرا اللہ عزوجل جانتا ہے۔ بیٹی جب تم آمین کہو گی پھر دیکھنا اللہ عزوجل اپنے محبوب کریم علیہ السلام کے صدقے کس طرح اپنے مقدس شہر کی حفاظت فرماتا ہے۔ حضرت آمنہ نے عرض کی ٹھیک ہے بابا چلو حضرت عبدالمطلب اپنی بہو کو لے کر چلنے لگے تو رؤسائے مکہ اور حضرات معززین مکہ جو ابھی حضرت عبدالمطلب کے پاس موجود تھے انہوں نے کہا کہ سرکار ہم بھی آپ کے ساتھ دعائیں شامل ہونگے حضرت عبدالمطلب نے فرمایا ٹھیک ہے۔ آپ اپنی بہو اور رؤسائے مکہ کو ساتھ لیکر کعبہ شریف میں کی چوکھٹ پر تشریف لائے اور کعبہ شریف کے دروازے پر اپنا سر اللہ عزوجل کے حضور جھکا دیا اور رو پڑے اور پھر سر اٹھا کر کعبہ شریف کے غلاف کو پکڑ کر ساری کائنات کے مالک وخالق اللہ عزوجل کی بارگاہ بے نیاز میں یوں عرض کیا کہ ؎

یَا رَبِّ لَا اَرْجُوْ لَهُمْ سِوَاكَ

اے اللہ عزوجل ان ظالموں کے دفع کرنے میں مجھے تیرے سوا کسی سے امید نہیں

یَا رَبِّ فَامْنَعْ مِنْهُمْ حِمَاكَ

اے میرے رب اپنے گھر کی تخریب ان سے رد کردے اور اس کی حفاظت فرما۔

لَاهُمَّ اِنَّ الْعَبْدَ يَمْنَعُ

اے رب کائنات ہر آدمی اپنے گھر کو دشمنوں سے بچاتا ہے۔

رَحْلَهٗ فَامْنَعْ رِحَالَكَ

تو بھی اپنے گھر کو دشمنوں سے بچا !

وَانْصُرْ عَلٰی آلِ الصَّلِیْبِ

الٰہی آج صلیب (سولی) والوں پر اپنے گھر والوں کی

وَعَابِدِیْهِ الْیَوْمَ آلَكَ

جو اس میں رہنے والے ہیں مدد فرما

لَا یَغْلِبَنَّ صَلِیْبُهُمْ

اے مالک و خالق دیکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ ان صلیب

وَمِحَالُهُمْ عَدْوًا مِحَالَكَ

اور عداوت و سرکشی تیری قوت و طاقت پر غالب آجائے۔

(روح البیان، تفسیر کبیر، زرقانی شریف، معارج النبوت اول)

یہی بات ایک پنجابی شاعر نے یوں پیش کی ہے ؎

یارب! بجھ تیرے نہیں کوئی تے منگن کھلے دعائیں

ایہہ گھر اپنا دشمن کولوں تے کرکے فضل بچائیں

ادھر نبی کریم علیہ السلام کے جدامجد دعا مانگ رہے ہیں ادھر نبی کریم علیہ السلام کی محترم والدہ ماجدہ مائی حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دیگر معززین مکہ آمین کہہ رہے ہیں۔

نورِ محمدی کا لشکارا

بارگاہ رب العزت میں دعائیں مانگنے کے بعد حضرت عبدالمطلب اپنے ساتھیوں کو لے کر کوہ کعبہ شریف سے کچھ فاصلے پر واقع ایک پہاڑ تھا کوہ ثبیر اس پر تشریف لے گئے۔ اس پہاڑ پر چڑھ کر بیت اللہ شریف کا نظارا کرنے لگے جونہی آپ نے کعبہ شریف

کی طرف دیکھا تو آپ کی پیشانی سے ایک تیز نور کی شعاع نکلی اور وہ شعاع اس قدر تیز تھی کہ وہاں سے کھڑے کھڑے اس نے کعبہ شریف کو بھی منور کر دیا، رؤساء مکہ نے جب یہ منظر دیکھا تو حیران رہ گئے لیکن حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکرانے لگے۔ آپ کے ساتھیوں نے کہا کہ ہمارے سردار آپ مسکراتے کیوں ہیں؟ اور یہ کیا ماجرا گیا ہے۔ فرمایا مبارک ہو قریشیو! انہوں نے کہا کس بات کی۔ فرمایا کہ کعبہ شریف کو ابرھہ تو کیا دنیا کی کوئی طاقت بھی ختم نہیں کر سکتی فرمایا وہ کیسے؟ کہا کہ بیت اللہ شریف کو بچانے والا نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم آگیا ہے۔ قریشی اور بھی حیران ہو کر کہنے لگے کہ سرکار بات سمجھ میں نہیں آئی ذرا اور کھل کر بیان فرمائیں۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا ساتھیو! یہ جو نور میری پیشانی سے تم نے چمکتے ہوئے دیکھا ہے خدا کی قسم یہ نور جب بھی چمکا، جب بھی اس نے لشکارہ ملرا تو اللہ عزوجل نے ہمیشہ مجھے کامیابی کی بشارت دی لہذا چلو گھر واپس چلیں اب ہمیں خوف کھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے سبحان اللہ!

(مواھب لدنیہ اول، زرقانی شریف، مدارج النبوت دوم، انوار محمدی)

بعض لوگ یہاں سوال کرتے ہیں کہ جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوہ ثبیر پر تشریف لے گئے تو اس وقت ان کی پیشانی میں نکلنے والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا نور تھا ہی نہیں بلکہ اس وقت نور محمدی تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن شریف میں منتقل ہو چکا تھا لیکن نبی کریم علیہ السلام کا نور شریف حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی میں سے کیسے چمکا؟۔

میرے دوستو! یاد رکھو یہ ٹھیک ہے کہ اس وقت نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن مقدس میں تھا لیکن نبی کا نور شریف حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی مدتوں تک جلوہ گر رہ چکا اور لشکارے مارتا رہا، جگمگاتا رہا۔ اب اگرچہ وہ نور آپ سے منتقل ہو چکا لیکن اس نور کی

تابانیاں ابھی تک آپ کی پیشانی میں جلوہ گر تھیں۔ دیکھیئے شام کے وقت جب سورج ڈوب جاتا ہے لیکن اس کے روشنی کے اثرات کافی دیر تک آسمانوں پر جلوہ گر رہتے ہیں جس کی وجہ سے روشنی رہتی ہے۔ میاں جب آسمانی سورج کی یہ تابانی ہے تو ہاشمی اور آمنہ بی بی کے سورج محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابانیوں کا کیا عالم ہوگا۔ اللہ اکبر۔

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوم کو لے واپس اپنے گھروں کو لوٹ آئے۔ صبح کا ٹائم ہوا، ابرھہ کے لشکر میں نقارے بجنے لگے کہ تیاری کرو، حملے کے لیئے تیار ہو جاؤ، تمام لشکر تیار ہو گیا۔ ابرھہ نے حکم دیدیا کہ آج اسطرح حملہ کرنا کہ کعبے کا نام ونشان تک باقی نہ رہے۔ ادھر ابرہہ کعبے کی شان اور نام ونشان مٹانے لگا، اس نے اپنی تیاری اور منصوبہ بندی اور پروگرام مکمل کر لیا۔ اُدھر اللہ ربّ العزت نے ابرھہ کو بلکہ ابرھہ کے پورے لشکر کو دنیا سے نیست ونابود کرنے کا ارادہ فرمالیا اور انہیں جہنم کا ایندھن بنا دیا۔ ایک شاعر کہتا ہے کہ

لشکر فوجاں بابجھ شماروں تے ہاتھیاں پر اسواری
دوزخ اندر جاون کارن تے کیتی جلد تیاری

جب لشکر چلنے لگا تو ابرھہ نے اپنے خاص مشیر سے کہا کہ سب سے آگے جنگی ہاتھی محمود کو آگے لگاؤ۔ پھر دوسرے ہاتھیوں کو جو تعداد میں بیس تھے۔ پھر پیدل چلنے والے پھر گھوڑے سوار تاکہ محمود ہاتھی اپنی بھرپور قوت وطاقت سے کعبہ شریف کو ٹکر مارے اور دوسرے ہاتھی بھی پھر مل کر اپنی بھرپور طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے، حملہ کر دیں۔ فیلبان محمود ہاتھی کی طرف آنے لگے تو لشکر ابرھہ میں سے ایک نوجوان نفیل خشمی جو دل ہی دل میں کعبہ کی عظمت کا قائل تھا، ابرھہ نے اس کو رسا سے میں پکڑ کر اپنے ساتھ ملا لیا تھا وہ دوڑتا ہوا محمود ہاتھی کے پاس آیا اور اس کے کان میں کہنے لگا اے محمود یہ تیرے امتحان کا وقت ہے۔ دیکھنا کہیں اللہ عزوجل کے گھر سے دشمنی کے ذلیل در سوا نہ ہو جانا،

اگر اللہ پاک کو راضی کرنا ہے تو خبردار کبھی کعبہ شریف پر حملہ نہ کرنا وہ نوجوان یہ بات کر کے چلا گیا تھوڑی دیر کے بعد محمود ہاتھی کا فیل بان مہاوت لوہے کا بہت بڑا گرز لے کے آگیا اور محمود کو اٹھنے کا اشارہ کیا لیکن محمود اٹھا نہیں، وہ مہاوت بڑا حیران کہ آج اس کو کیا ہو گیا ہے جب پہلے یہ مجھے دیکھتا تھا تو فوراً کھڑا ہو جاتا تھا لیکن آج کیوں نہیں اٹھتا۔ اس نے لوہے کے گرز مارے وہ نہ اٹھا۔ بڑا پریشان ہو جب دوسرے طرف منہ کرتا ہے اٹھنے کو کہتا ہے تو فوراً کھڑا ہو گیا جب کعبہ شریف کی طرف چلاتا ہو تو نہیں اٹھتا۔ اس نے لوہے کے گرز مارے وہ نہ اٹھا بڑا پریشان ہو، جب دوسرے طرف چلاتا تو چلنے لگتا، اٹھنے کو کہتا تو کھڑا ہو جاتا۔ جب پھر کعبہ شریف کی طرف موڑا جاتا تو فوراً بیٹھ جاتا۔ اور ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ بڑا مارا اور لہولہان کر دیا لیکن وہ ہے کہ کعبہ کی طرف قدم نہیں بڑھاتا۔ حفیظ جالندھری مرحوم کیا خوب فرماتے ہیں آپ سنئے ۔

حرم کی حد پر آیا ابرہہ تو رک گیا ہاتھی\
بپئے تعظیم کعبہ حاضری سے جھک گیا ہاتھی\
گرا بس سجدے میں ایسا کہ پھر اوپر نہیں اٹھا\
ہزار آنکس پڑے تن پر مگر یہ سر نہیں اٹھا\
یکایک ابرہہ نے مڑ کے دیکھا فوج کی جانب\
حرم کی سرزمیں پر بڑھنے والی فوج کی جانب\
نظر آیا قطاراں در قطاراں رک گئے ہیں سب\
تعجب اور گھبراہٹ کا ہنگامہ ہے پیش و پس\
مہاوت مارتے ہیں ہاتھیوں پر پے بہ پے آنکس\
پڑے میں اس طرح ہاتھی کہ جنبش ہی نہیں کرتے

خُدا کا ڈر ہے دِل میں آج شیطان سے نہیں ڈرتے

اسی بات کو ایک پنجابی شاعر نے یوں پیش کیا کہ ؎

پچھلے پیریں ہٹ جائے جلدی سنے ادب الہی پاروں
بیہوش ہویا مہادت کولوں تے خوف نہ کیتا ماروں

ابرھہ نے یہ سارا منظر اپنے خیمے سے دیکھ لیا، وہ بھی بڑا گھبرایا۔ جب محمود ہاتھی آگے نہ چلا تو ابرھہ نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو۔ یہ کیا کرتا ہے۔ جب محمود کو چھوڑا گیا تو وہ بڑی خوفناک چیخیں مارتا ہوا کہیں چلا گیا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اس کا چیخنا چلانا یہ اللہ عزوجل کے حضور گڑگڑا کر رونا تھا کہ مولا کریم اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کے صدقے معاف کر دینا کیونکہ پتہ نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ!

ابراھہ نے حکم دیا کہ دوسرے ہاتھیوں کو لو اور چڑھ کر حملہ کر دو، سارا لشکر دوسرے ہاتھی لے کر جب ابراھہ کعبہ شریف کے قریب پہنچے تو اللہ رب العزت نے حکم فرمایا جبرئیل! عرض کی یارب جلیل فرمایا دیکھتے ہو ابراھہ اور اس کا لشکر دوسرے ہاتھی ہمارے گھر کو گرانا چاہتا ہے۔ جبرئیل نے عرض کی مولا حکم ہو تو اپنی طاقت سے ان کو برباد کر دوں۔ فرمایا نہیں آج ابراھہ کے لشکر کو تم نہیں بلکہ ایک ادنیٰ سی مخلوق سے برباد کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ اللہ پاک کی اس چھوٹی سی مخلوق کی یہ طاقت تو بڑی مخلوق کی طاقت کا کیا عالم ہوگا۔ اور اس کی کتنی طاقت ہوگی۔

ادھر ابراھہ کا لشکر کعبہ شریف کے قریب پہنچا ادھر اللہ پاک کا لشکر ابابیل پرندے چھوٹی چھوٹی چڑیوں کی مانند سیاہ بادل بن کر ابراھہ کے لشکر کے سروں پر پہنچ گئیں۔ جب ابراھہ کے لشکریوں نے سر پر آسمان کی طرف اٹھایا تو عجیب منظر دیکھا کہ پرندے زمین کنکریاں سنبھال رکھیں ہیں ایک ایک منہ میں اور دو دو پنجوں میں۔ ہر کنکر پر ابراھہ کی فوج کے سپاہی کا نام درج ہے۔ اللہ پاک نے حکم دے دیا تھا کہ خبردار ایک کنکر سے زیادہ کسی کو نہ لگے

اللہ پاک نے یہ ننھی فوج جب ابرہہ کے لشکر قریب پہنچی تو سب سے پہلے اس نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ طواف کے بعد ابرہہ کے لشکر پر حملہ آور ہوئی اوپر سے کنکریوں کی برسات ہونے لگی۔ خدا کی قدرت دیکھیں، ہر کنکر اسی آدمی کو لگتی تھی جس پر اسکا نام درج ہوتا تھا اور اللہ پاک نے اس مسور کی دال کے دانے کے برابر والے پتھر میں طاقت کتنی رکھی تھی کہ جس کو لگتا اس کے جسم کو چیرتا ہوا، سواری کو پھاڑتا ہوا زمین میں سوراخ کرتا ہوا تحت الثریٰ تک چلا جاتا۔ یہ پتھر زمین کے نہیں تھے بلکہ یہ معمولی پتھر پرندے اللہ پاک کے حکم سے جہنم میں سے اٹھا کر لائے تھے۔ (معارج النبوت اوّل)

جب ابابیل پرندوں نے ابرہہ کے لشکر پر حملہ کیا تو ان کے ہوش وحواس ختم ہو گئے، دیکھتے ہی دیکھتے ابرہہ کا تمام لشکر تباہ و برباد ہو گیا، کچھ وہاں سے بھاگنے پر مجبور ہو گئے لیکن وہ خدا کے غضب سے بچ کر کہاں جا سکتے راستے میں ہلاک ہو گئے اور جہنم کا ایندھن بن گئے ــــ آئے تھے کعبہ مٹانے لیکن خود مٹ گئے۔ آئے تھے اللہ عزوجل کے گھر کو ختم کرنے لیکن خود ختم ہو گئے۔ آئے تھے رب العزت کے بیت کو برباد کرنے لیکن خود برباد ہو گئے ــــ ابرھہ اپنے خیمے سے یہ منظر کھڑا دیکھ رہا تھا، جب وہ اپنے آپ کو اس بربادی سے بچانے کیلئے بھاگا اور اپنا سر خیمے سے نکالا تو دو چڑیا جو اس کے خیمے کے اوپر ابرھہ کے نام کا پتھر لئے کافی دیر سے منڈلا رہی تھی جب اسے پتھر مارنے لگی تو اللہ رب العزت نے فرمایا اے ابابیل ٹھہر جا! ــــ اس کو جانے دے، یہ بھی کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چلو، جہاں رکے وہاں اس کا کام پورا کرنا۔ ابرھہ بھاگتا بھاگتا حبشہ کے بادشاہ کے دربار میں پہنچا اور شروع سے لیکر آخر تک کا واقعہ سنایا کہ کیسے کیسے ہوا، کیسے ننھی ننھی چڑیوں نے ہمیں تباہ و برباد کر دیا۔ نجاشی بادشاہ نے بڑے تعجب کے ساتھ پوچھا کہ اتنی بھاری تمہاری

تعداد اور معمولی پرندوں نے تمہیں تباہ و برباد کر دیا۔ اچھا وہ پرندے کیسے تھے ذرا ان کا حلیہ بیان کرو۔ ادھر ابرہہ حلیہ بتانے لگا اتنے میں وہ چڑیا ابرہہ کے سر پر پہنچ گئی جس کے پاس اس کی ہلاکت کا پتھر تھا۔ ابرہہ نے دیکھتے ہی کہا کہ بادشاہ یہ تھے وہ پرندے جنہوں نے ہمارے لشکر کو تباہ کیا:۔

فَقَصَّ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ "ادھر ابرہہ نے قصہ پورا کیا فَلَمَّا اَتَمَّهٗ وَقَعَ عَلَيْهِ ادھر ابابیل نے اس کے سر پر وہ مسور کے الحجر دانے کے برابر پتھر مار دیا جس سے ابرہہ شاہ حبشہ کے سامنے ہلاک ہو گیا۔"

(تفسیر نسفی جلد ۴، تفسیر کبیر جلد ۱۴، تفسیر روح البیان جلد ۱، تفسیر حسینی جلد ۲، تفسیر عزیزی تفسیر نور العرفان) اسی بات کو حفیظ جالندھری مرحوم نے یوں پیش کیا ہے۔

یہ کہنا تھا کہ چھائی آسمان پر اک بدلی سی
فضا میں روشنی مہر کر دی گئی جس نے گولی سی
وہاں زیر فلک ساری فضا پر چھا گئیں چڑیاں
خدا جانے کہاں سے جمع ہو کر آ گئیں چڑیاں
یہ ننھی منھی چڑیاں تھیں ابابیلوں کا لشکر تھا
ذرا سی چونچ میں نازک سے پنجے میں کنکر تھا
نہ کی جب ابرہہ نے اک ذرا بھی حرمت کعبہ
ابابیلوں نے کی آ کر یکایک نصرت کعبہ
پہاڑوں کی بلندی سے گرے کچھ اس طرح کنکر
کہ چھلنی کی طرح سے چھد گئی ہو فوج بد اختر
فوجیں اور وہ ہاتھی اور ان کے ہلنے والے
خدا کے قہر نے اک آن میں پامال کر ڈالے

یہی بات پنجابی میں کرے

کہن لگا سب ایسے آہے ستے اتنی بات سنائی

اُس نے اپروں چھوڑیا پتھر تے دبہ نہ کیتی کائی

یہ واقعہ ابرھہ کی تباہی والا حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت سے ۶۱۶۳

سال بعد پیش آیا، اس دن ۱۵ محرم الحرام کی تاریخ تھی اس کے ٹھیک ۵۵ روز بعد

۱۲ ربیع الاول کو نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف ہوئی۔ اس بات کی

قرآن پاک نشاندھی کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ۱۔ پارہ ۳۰ سورۂ فیل

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ۔ (آیت ۳ سورت فیل)

"اے محبوب علیہ السلام کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا کہ آپکے رب نے ھاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ کیا اللہ کریم نے ان کے مکروفریب کو ناکام نہیں بنادیا اور وہ یوں کہ بھیج دیئے ان پر ہر سمت سے پرندے ڈاروں کے ڈار جو برسانے تھے ان پر کنکری پتھریاں، پس بنا ڈالا انکو جیسے کھایا ہوا بھوسہ ہو"

حضرات محترم ذرا قرآن پاک کے انداز بیان کو ملاحظہ فرمائیں کہ کتنی خوش اسلوبی سے محبوب علیہ السلام کو متوجہ کر رہا ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ اے محبوب آپ نے نہیں دیکھا؟ یہ کلام اس کو کہا جاتا ہے، یہ الفاظ اس کو بولے جاتے ہیں جس نے کوئی چیز پہلی دیکھی ہو لیکن توجہ اس طرف سے ہٹ جائے تو یہ کلام پاک رب نے محبوب علیہ السلام کو اس وقت فرمایا جب نبی کریم علیہ السلام نے نبوت کا اعلان فرمایا اور اعلان نبوت فرمایا چالیس سال کی عمر شریف میں، نبوت کا آغاز تھا اللہ پاک فرما رہا ہے محبوب آج سے چالیس سال پچپن دن پہلے کی بات یاد کرو جب ہم نے

ھاتھی والوں کو ہلاک کر دیا اور پھر مرے کی بات یہ کہ پورے قرآن پاک میں اللہ عزوجل نے اکتیس ۳۱ مرتبہ اسی جملہ الم تر سے مخاطب فرمایا۔ ان تمام آیات سے تو پتہ چلتا ہے کہ محبوب دیکھ رہے تھے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دیکھے وہ جو پیدا ہو چکا ہو جو ابھی پیدا نہیں ہوا جو ابھی فرش زمین پر آیا نہیں وہ کیسے دیکھ سکتا ہے؟

تو میرے دوستو! یاد رکھو یہ بات کہ دیکھے وہ جو دنیا میں آئے، یہ تمہارے میرے لیئے ہے، اللہ عزوجل کا محبوب اس سے بری ہے ہمارا ایمان ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اس زمین پر تشریف لانے سے پہلے اپنے نور نبوت سے ساری کائنات کا ملاحظہ فرما رہے ہیں وہ کیسے تو سنیئے۔! نبی کریم علیہ السلام کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کلمہ طیب پڑھکر مسلمان ہوئے تو نبی کریم علیہ السلام بڑے خوش ہوئے کہ میرا چچا میرا کلمہ پڑھکے مسلمان ہو گیا ہے اور جہنم کی آگ سے بچ گیا ہے۔ تو حضرت عباس نے عرض کی آقا آپ کو تو میں بچپن سے جانتا ہوں کہ آپ نبی ہیں۔ آپ نے فرمایا کیسے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ حضور علیہ السلام آپ بچے تھے رات کا ٹائم تھا آپ پنگھوڑے میں لیٹے ہوئے تھے چاند اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ چمک رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ چاند کبھی دائیں طرف جھک جاتا ہے کبھی بائیں طرف جھک جاتا ہے۔ میں بڑا حیران ہوا لیکن میں نے جب آپ کی طرف دیکھا تو آپ انگلی مبارک سے جدھر گھماتے ہیں چاند ادھر ہی چلا جاتا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ آپ ہونے والے اللہ عزوجل کے پیغمبر بننے والے ہیں ــــ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے فرمایا چچا جان جانتے ہو وہ ادھر ادھر کیوں ہو جاتا تھا ــــ عرض کی نہیں فرمایا چچا جان میں رونا چاہتا تھا چاند میرے ساتھ کھیلتا تھا، مجھے بہلاتا تھا تاکہ میں رونہ پڑوں ــ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حیران ہو گئے ــ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا چچا یہ کون سی حیرانگی کی بات ہے؟ ــ

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مجھے قسم ہے اس خالق و مالک کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جب میں ماں کے پیٹ میں تھا تو لوح محفوظ پر جو خدا کی قدرت کی قلم چلتی ہیں اس کی آواز سنتا تھا اور جب فرشتے اور سورج اور چاند عرش عظیم کے آگے سجدہ کر کے اللہ پاک کے نام کی تسبیح بیان کرتے میں ان کی آواز بھی سنتا تھا۔

(خصائص الکبریٰ اوّل، البدایہ والنہایہ دوم، شواھد النبوت، نزہۃ المجالس دوم)

معزز سامعین! جو نبی علیہ السلام ماں کے بطن شریف میں رہ کر لوح محفوظ کے قلم کی آواز سن سکتا ہے، دیکھ سکتا ہے وہ ولادت سے بچپن دن قبل کے حالات کو بھی دیکھ سکتا ہے۔ جو نبی عرش عظیم سے ولادت سے پہلے تسبیح و تحلیل کی آواز سن سکتا ہے، ہمارا ایمان ہے کہ وہ پوری دنیا کے سنی مسلمانوں کے درود و سلام کو بھی سن سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اَلَمْ تَرَ محبوب آپ نے نہیں دیکھا یعنی دیکھا تو ہے اب ذرا ادھر متوجہ ہو جاؤ اور غلاموں کو بھی بتا دو۔ یہاں کچھ گستاخانِ نبی اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن پاک میں اللہ عزوجل نے کئی مقام پر مکہ کے کافروں کو مدینہ شریف کے یہودیوں کو بھی اَلَمْ تَرَ کر کے بلایا ہے، کیا وہ بھی دیکھ رہے تھے؟ معزز دوستو۔ کافروں کے اَلَمْ تَرَا اور نبی کریم علیہ السلام کے اَلَمْ تَرَ میں دو طرح کا فرق ہے، پہلا فرق یہ ہے کہ ان کافروں نے اپنی زندگی میں یہ تمام منظر اپنی نظروں سے دیکھے تھے یا دیکھے نہیں تھے تو اپنے بزرگوں سے سن رکھے تھے اور تاجر تھے جہاں جہاں اللہ عزوجل کا قہر آیا۔ جہاں جہاں یہ واقعات پیش آئے تو یہ وہاں آتے جاتے تھے۔ لیکن نبی کریم علیہ السلام نے بظاہر اپنی نظروں سے کوئی واقعہ نہ دیکھا تھا اور نہ کسی سے سنا تھا اور نہ آپ ان مقامات پر خود چل کر گئے، بلکہ اللہ پاک کی عطا سے آپ نے ولادت شریف سے پہلے نورِ نبوت سے یہ مناظر دیکھے اور ولادت کے بعد اللہ پاک نے قرآن پاک

میں اور نبی کریم علیہ السلام نے تفصیلاً بیان فرمائے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

ابرہہ کی تباہی کے بعد کا منظر

جب ابرہہ اور اس کے لشکری تباہ و برباد ہو گئے تو حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام مکہ والوں کو مبارک باد پیش کی اور تمام کو اپنے اپنے گھر آجانے کا حکم دیا جب سارے مکہ والے واپس آئے تو ابرہہ کے لشکر کا جتنا مال تھا وہ سب مکہ والوں نے جمع کیا، دو دن تک وہ مال و اسباب جمع کرتے رہے اور آپس میں تقسیم کر لیا۔ اب جو ابرہہ کے لشکر کی جو لاشیں تھیں وہ گل سڑ گئیں اور ان سے بدبو آنا شروع ہو گئی۔ حضرت عبد المطلب اپنی قوم کے چیدہ چیدہ لوگوں کو لیکر بیت اللہ شریف میں پہنچے اور رو رو کر بارگاہ رب العزت میں عرض کی مولا تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے اپنے گھر کی اور ہمارے بال بچوں کی عزت کی حفاظت فرمائی ہم جتنا شکر کریں کم ہے، مولا اب یہ لاکھوں کی تعداد میں لاشوں کا ہم کیا کریں؟ مولا ان سے بھی ہمیں نجات دلا۔ ادھر حضرت عبد المطلب نے دعا فرمائی ادھر اللہ پاک نے اپنی قدرت کاملہ سے غیب سے پانی کا ایک زبردست ریلا بھیج دیا جو سب لاشوں کو بہا کر لے گیا اور مکہ شریف کی زمین ناپاک جسموں سے پاک ہو گئی۔ اس عظیم واقعہ کے بعد مکہ والوں کے دل میں خانہ کعبہ کی عزت و احترام اور بڑھ گیا۔ مکہ کے اطراف و اکناف میں قریش مکہ کی ہیبت اور دبدبہ بڑھ گیا کیونکہ رب العالمین نے کعبہ شریف کی عزت اور ان کی عصمت کی حفاظت فرمائی تھی ـــــ اس کے بعد کیا ہوا، انشاء اللہ "ذوق خطیب" جلد دوم کا انتظار فرمائیں ـــــ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ اللہ پاک، محبوب کریم علیہ السلام کی عظمت و عصمت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

طالب دعا ـــــ ابوالوفا قاری فیض المصطفیٰ عتیقی خطیب

جامع مسجد بہار مدینہ و بانی مہتمم جامعہ شیر ربانی، ادھیال کلاں چکوال ـــــ

۲۱ شوال بروز بدھ ۱۴۱۳ھ

قاری فیض المصطفیٰ عتیقی کی عنقریب آنے والی تصانیف

سُلطانِ مِصر

المعروف مِصری واعظ

سیدنا و مولانا حضرت یوسف علیہ السلام کے مقدس حالات کا بیان،
قرآن حدیث اور کتبِ تواریخ سے اخذ شدہ مضامین۔
اردو فارسی پنجابی عربی کے اشعار سے مزین،
صفحات تقریباً ۴۰۰

ناشر

عتیقی کتب خانہ، محلہ وزیر پورہ نزد نیکے والی مسجد ساہیوال۔ سرگودھا

قاری فیض المصطفیٰ عتیقی کی آنے والی لاجواب تصنیف:

سُلطان الاولیاء

المعروف قادری واعظ

سیدنا و مولانا حضرت سید عبد القادر حسنی و حسینی ...
کے مقدس حالات جس کو پڑھ کر ... محسوس کرتے ...
دیے بغیر نہ رہیں گے۔

صفحات تقریباً ۳۰۰

عنقریب آپ کے ہاتھوں میں، انشاءاللہ

ذوقِ خطیب
جلد دوم

تصنیف لطیف: ابوالوفا قاری فیض المصطفےٰ عتیقی

میلاد شریف پر ایک انمول تحفہ جسے ناظرین مدتوں یاد رکھیں انشاءاللہ

- نبی کریم علیہ السلام کے والدین کے ایمان پر لاجواب دلائل آسان الفاظ میں
- ولادت شریف کا وہ نقشہ جسے ہر عاشق ترستا ہے بے مثال انداز اشعار میں
- جشن میلاد شریف کے منانے، نہ منانے پر گفتگو، منانے والوں کیلئے دلائل کے انبار
- رضاعت مصطفےٰ علیہ السلام کا تفصیلی واقعہ قرآن و حدیث و اشعار کی زبان میں
- بچپن و جوانی کے پاکیزہ واقعات جو بھٹکے ہوئے لوگوں کی صحیح ترجمانی کریں
- وفات شریف عام بندے کی موت اور حضور علیہ السلام کی وفات شریف، فرق اور تفصیلی واقعات
- حیات شریف اور بعد وفات نبی کریم علیہ السلام زندہ ہیں پر قرآن و حدیث سے بے شمار دلائل و تجدیت کارد
- خاص بات کہ آسان الفاظ جسے ہر خاص و عام پسند فرمائے، عربی، فارسی، اردو اور پنجابی کے اشعار سے مالا مال تحفہ

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد فون ۴۰۶۰۴۲۶
۱۱- گنج بخش روڈ۔ لاہور فون ۲۱۳۱۹۱

رہبرِ زندگی
مع
طبِ نبوی

مصنف لطیف
سید محمد سعید الحسن شاہ

طبِ نبوی پر آج تک بہت سی کتب شائع ہو چکی ہیں۔ لیکن یہ کتاب ان تمام کتب سے منفرد ہے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وقتاً فوقتاً اپنے جان نثاروں کو بطور دوا اشیاء استعمال کرنے کے لیے فرمایا ان تمام اشیاء کو اپنی خصوصیات کے ساتھ اس کتاب میں درج کیا گیا ہے۔ اور سب سے اعلیٰ خوبی جو اس میں موجود ہے وہ یہ کہ آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مبارکہ پر عمل پیرا ہو کر جو بدنِ انسانی کو طبی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ وہ بھی "حکمت" کی صورت میں درج ہیں۔

شعبہ زندگی کے ہر فرد کے لیے یہ مینارہ نور ہے۔

خوبصورت ڈسٹ کور کے ساتھ مضبوط جلد، ایمان افروز گنبد خضرا کا عکس، آفسیٹ طباعت اعلیٰ کاغذ۔

ناشر
الشفاء گلبرگ اے فیصل آباد

ذوقِ خطیب

تالیف
ابوالوفا قاری
فیض المصطفےٰ عتیقی

مکتبہ نوریہ رضویہ

دوم

ذوق خطیب

تالیف

ابوالوفا قاری فیض المصطفیٰ عتیقی

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

نام کتاب ـــــــ ذوقِ خطیب (حصہ دوئم)

مولف ـــــــ ابوالوفا قاری فیض المصطفیٰ عتیقی

خطیب جامع مسجد عزیزیہ

واٹر سپلائی روڈ سرگودھا فون 700405

طابع ـــــــ سید حمایت رسول قادری

کتابت ـــــــ عبدالعزیز خوشنویس فیصل آباد

ایڈیشن ـــــــ اوّل

تعداد ـــــــ ایک ہزار

صفحات ـــــــ ۴۷۴

سن اشاعت ـــــــ اپریل ۲۰۰۱ء

ناشر ـــــــ مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

قیمت ـــــــ روپے

ملنے کے پتے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ لاہور فون 7313885

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد فون 626046

عتیقی کتب خانہ جامع مسجد عزیزیہ واٹر سپلائی روڈ سرگودھا

فہرست مضامین

اَلْاِنْتِسَابُ

فقیر اپنی اس تالیف کو حضور سرکارِ مدینہ سرورِ قلب وسینہ حضور پُر نور شافعِ یوم النشور، امامُ الانبیاء، حبیبِ کبریا، مالکِ ارض وسما، شافعِ روزِ جزا، ساقیِ کوثر، والیِ جنّت، شبِ معراج کے دُولہا، کائنات کے ماویٰ و ملجا، بے سہاروں کے سہارا، امام الاوّلین والآخرین سیّدنا ومولانا حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہِ مقدّس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ شالا محبوب قبول کرلے۔

سگِ کوچہ دربارِ حبیب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

ابوالوفا قاری فیض المصطفیٰ عتیقی

اَلاِھدا

سلطان الاولیاء، فخر الاصفیا، شیخ الاسلام والمسلمین، نائب شمس العارفین، قلندر سیال شریف، قمر الملت والدین حضرت علامہ الحاج

حافظ خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نور اللہ مرقدہ

کے نام

جن کی روحانی مدد سے فقیر ہر مشکل گھڑی عبور کر کے بحمد اللہ ہر میدان میں سرخرو ہوتا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے خواجہ کی قبر پر کروڑہا رحمتوں برکتوں کا نزول فرمائے۔ آمین۔

خادم خاندان پیر سیال

ابوالوفا قاری فیض المصطفیٰ عتیقی

نقشبندی، سیالوی، قادری

حالاتِ مصنف

آج سے چند سال پہلے فقیر سرگودھا سے بوچھال کلاں چکوال ایک عزیز سے ملنے گیا۔ وہاں نماز کا ٹائم ہوا تو ساتھ ہی ایک مسجد تھی بہارِ مدینہ، نماز پڑھی نماز کے بعد مسجد کے متصل خطیب صاحب کا کمرہ تھا۔ سوچا چلو خطیب صاحب سے ملاقات کریں میں اجازت لے کر جب اندر داخل ہوا تو دل باغ باغ ہو گیا کیونکہ بظاہر دیکھنے میں وہ کمرہ تھا لیکن اندر تو ایک عظیم الشان اسلامی لائبریری تھی۔ کہیں احادیث کی کتب کہیں تفاسیر کی کتب کہیں سیرت کی کتب غرضیکہ مختلف موضوعات پر سینکڑوں کتابیں درمیان میں خطیب صاحب تشریف فرما تھے۔ ڈھیروں کتابیں سامنے لئے مجھے اُٹھ کر بڑے پُرتپاک طریقے سے ملے پھر گفتگو شروع ہوئی۔ ان کی گفتگو اور حُسنِ سیرت سے میں بڑا متاثر ہوا۔ دل چاہتا تھا کہ ان کی محفل میں بیٹھا رہوں۔ خطیب صاحب نے بڑے پیارے لہجے میں فرمایا۔ حضرت صاحب آپ کا اسمِ گرامی کیا ہے اور کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ میں نے کہا میرا نام قاری محمد عمر حیات سیالوی ہے۔ قوم کا بلوچ ہوں۔ سرگودھا کے ساتھ ایک چک ۶۹ شمالی المعروف لہوڑے والا وہاں ذاتی زمین وغیرہ ہے لیکن اب سرگودھا شہر میں مسجد حنفیہ حسینیہ واٹر سپلائی میں خطیب ہوں۔ میں نے

پوچھا حضور آپ کا پورا تعارف کیا ہے۔ فرمایا فقیر کا نام فیض المصطفیٰ عتیقی ہے۔ والد کا نام خادم حسین ہے۔ قوم کا کھوکھر، ذاتی مکان ساہیوال سرگودھا میں ہے۔ میں نے پوچھا کہ تعلیم کہاں حاصل کی ہے۔ فرمایا قرآن پاک ڈھیرو سیال سرگودھا قاری فیض احمد سیالوی علیہ الرحمۃ سے حفظ کیا۔ پھر لاہور جامعہ نظامیہ میں قرآت کا کورس کیا۔ پھر جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو میں شرح جامی تک کتابیں پڑھی۔ پھر کراچی جا کر تمام کتابیں مکمل کر کے اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ علامہ مولانا امجد علی مصنف بہار شریعت کے صاحبزادے علامہ عبد المصطفیٰ الازہری علیہ الرحمۃ سے دورہ حدیث کیا۔ میں نے پوچھا سلسلہ بیعت کہاں ہے۔ فرمایا شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ میں قطب زماں حضرت میاں غلام احمد شرقپوری نقشبندی علیہ الرحمۃ سے اس گفتگو کے بعد نہ چاہتے ہوتے بھی میں نے اجازت چاہی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو خیریت سے لے جائے۔ میں گھر آیا لیکن دل عتیقی صاحب کے پاس چھوڑ آیا۔ تمنا تھی پھر ملاقات ہو، لیکن مصروفیات کی وجہ سے زیارت نہ ہوسکی۔ میرے والد مکرم قبلہ حافظ محمد حیات علیہ الرحمۃ کا سالانہ عرس مبارک نزدیک آگیا۔ میں نے سوچا کیوں نہ اسی بہانے عتیقی صاحب کو دعوت دیں، زیارت بھی ہو جائے گی۔ تقریر کا انداز بھی سن لیں گے۔ عتیقی صاحب تشریف لاتے اور بھی بہت سے خطباء کرام تھے۔ آخر میں عتیقی صاحب کا خطاب شروع ہوا تو لوگ دیوانہ وار جھوم اٹھے۔ اندازِ خطابت دیکھ کر میں بڑا متاثر ہوا۔ تقریر کے بعد میں نے کہا عتیقی صاحب آپ سرگودھا کے ہو کر چکوال کیوں خطابت کر

رہے ہیں؟ آپ سرگودھا تشریف لے آئیں تو ہماری بڑی خوش قسمتی ہو گی مسکرا کر کہنے لگے۔ خان صاحب ہم جیسے بے علم اور بے سُرے خطیب کو سرگودھے والے کہاں پسند کریں گے۔ میں نے کہا حضرت یہ بات نہ کریں سرگودھا والے آپ جیسے لوگوں کو اپنے سَر اور آنکھوں پر بٹھائیں گے اور انشاء اللہ اب آپ کی ہماری مُلاقات بھی سرگودھا میں ہو گی۔ عتیقی صاحب چھچاں چلے گئے۔ میں اپنی مسجد میں آ گیا۔ چند دنوں کے بعد واٹر سپلائی روڈ پر ایک خارجی مولوی کی مسجد اور مدرسہ ہے۔ اس کے بالکل سامنے اہلسنّت کی ایک مسجد عزیزیہ ہے۔ مسجد کے احباب میرے پاس آتے اور کہا کہ ہمیں ایک ایسے عالم کی ضرورت ہے جو کہ حافظ بھی ہو، قاری بھی ہو، عالم بھی ہو۔ مناظر بھی، مقرّر بھی ہو، حاضر جواب بھی، حسنِ سیرت و کردار کا بھی مالک ہو، کیونکہ خارجی مولوی نے ہمیں بڑا پریشان کیا ہوا ہے۔ میرے ذہن میں فوراً علامہ عتیقی صاحب کی شخصیت آ گئی کہ ان تمام خوبیوں سے مزیّن ہیں۔ میں نے فون کیا علامہ عتیقی صاحب ایک جلسہ ہے تشریف لائیں آپ بروز پیر ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو سرگودھے میرے پاس تشریف لاتے۔ جلسہ ہوا لوگوں نے تقریر کو بڑا سراہا۔ پھر یوں علامہ عتیقی صاحب ہمیشہ کے لئے سرگودھے تشریف لے آتے۔

الحمدللہ! ہمارے سرگودھا کو یہ فخر حاصل ہے کہ علامہ عتیقی جیسے نڈر، بے باک جدید فاضل، عالم، مناظر، مقرر، محقق، مصنّف، قاری، حافظ میسّر ہیں جو کہ ہر وقت گستاخانِ صحابہ و اہلبیت اور گستاخانِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جواب دینے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ پورے

پاکستان میں آپ تشریف لے جاتے ہیں۔ تقریر کرنے سے پہلے آپ کا ہر جگہ اعلان ہوتا ہے۔ کہ بھائی اگر کوئی اعتراض کرنا چاہے تو ہماری طرف سے اجازت ہے۔ اگر کسی کو لکھنا نہ آتا ہو تو کھڑا ہو کر سوال کر سکتا ہے فقیر کئی جلسوں میں علامہ عتیقی صاحب کے ساتھ گیا اور یہ تمام منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر تقریر کا انداز بالکل منفرد، سمجھانے کا انداز بڑا لطیف، میٹھی اور محبتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بریز زبان جس سے ہر سننے والا مطمئن ہو۔ علامہ عتیقی نے ایک علم غیب کے موضوع پر، ایک گیارہویں شریف کے موضوع مناظرے کئے۔ اور چکوال میں دیوبندیوں کو شکست فاش دی، تیسرے مناظرہ سرگودھا اہلحدیث وہابیوں سے رفع یدین کے موضوع پر ہوا۔ جس میں آپ معاون مناظر تھے۔ اس مناظرے میں بھی الحمدللہ وہابیوں کو شکست ہوئی۔ حضرت صاحب اب ماشاءاللہ غوثیہ مسجد مقام حیات میں اپنی خطابت کے پھول نچھاور کر رہے ہیں۔ جمعہ کے دن لوگ دور دراز سے حضرت کا خطاب سننے کے لئے آتے ہیں۔ جو ایک مرتبہ خطاب سنتا ہے۔ پھر الحمدللہ اور کہیں جمعہ نہیں پڑھتا۔ علامہ عتیقی صاحب عالم مناظر مقرر ہی نہیں بلکہ ایک بے مثال مصنف بھی ہیں۔ وقت ملنے پر آپ سرکار کی بارگاہ میں عقیدت کے پھول پیش کرتے رہتے ہیں۔ جو کہ کتابوں کی شکل میں عوام کے سامنے نمودار ہو رہے ہیں۔ میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا کرتا ہوں کہ خالقِ کائنات علامہ عتیقی صاحب کے علم میں، عمل میں، آواز میں، تحریریں، تقریریں، ہر چیز میں برکتیں عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم دائم رہے، آمین ثم آمین۔

خادم اہلسنت قاری **محمد عمر حیات سیالوی**

خطیب جامع مسجد حسینیہ سنہری نزد واٹر سپلائی سرگودھا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

نگاہِ اوّل

تمام تعریفیں اس خالقِ کائنات کے لائق ہیں۔ جو کائنات کے ذرّے ذرّے کا خالق اور مالک ہے۔ بے شمار درود و سلام ہوں۔ اُس پاک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، جس کے صدقے اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کے رنگ و بُو کو سنوارا۔ آج سے چند سال پہلے فقیر نے نفاریر کے ساتھ بحمداللہ تحریر کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ ماہِ اجمیر لکھی۔ امامت کا حقدار کون؟ لکھی عقیقی قاعدہ لکھا۔ ذوقِ خطیب حصّہ اوّل لکھی۔ یہ کتابیں پورے پاکستان میں ہر بکسٹال پر پہنچیں۔ پھر عوام نے، طلباء نے، علماء نے ان کو خریدا۔ پھر پڑھا، پڑھ کر بڑی محبّت کے ساتھ فقیر کو خطوط کے ذریعے ہدیۂ تبریک پیش کیا۔ جس کا فقیر تصوّر بھی نہیں کر سکتا تھا کئی دوست کتابیں پڑھ کے دُور دُور سے فقیر سے ملنے کے لئے بھی تشریف لاتے اور مبارکبادیاں پیش فرمائیں۔ کہ آپ نے بڑی پیاری عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ڈوب کر کتابیں لکھی ہیں اور میری ہمّت بندھائی کہ یہ تحریر کا سلسلہ یہیں رک نہیں جانا چاہیئے۔ بلکہ تاحیات اس کو جاری رکھیں۔ آپ کی اس تحریر سے کئی لوگوں کا بھلا ہو جائے گا۔ کئی بگڑے ہوئے گستاخ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے، سرکارِ مدینہ کی نگاہِ کرم

سے آپ کی تحریر کی برکت سے سیدھے راستے پر آجائیں گے۔ پچھلے دنوں بلوچستان صُوبہ میں ایک ضلع ہے چمن، اس کے ساتھ ہے داران۔ اس واران کے ضلع میں ایک دیہات ہے۔ وہاں سے ایک خط آیا، لکھا تھا۔ علامہ عتیقی صاحب ہم نے آپ کی زیارت نہیں کی۔ لیکن پچھلے دنوں آپ کی دو کتابیں ماہِ اجمیر اور ذوقِ خطیب حصّہ اول پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ بڑی پیاری تحریر تھی، بڑا لطف آیا، آپ نے دلائل کے ساتھ گستاخوں کا رَدّ بھی کیا۔ اور محبوبوں کی شان بھی لکھی۔ ہمارے گاؤں میں چند دیوبندیوں، وہابیوں کے گھر تھے ہم نے آپ کی چند کتابیں خرید کر مُفت میں ان لوگوں میں تقسیم کیں۔ انہوں نے آپ کی کتابیں پڑھ کر مَسلک اہلسُنّت اختیار کر لیا ہم آپ کو مُبارکباد پیش کرتے ہیں۔

ناظرینِ کرام! یقین جانئے میں یہ خط پڑھ کر اِتنا خوش ہوا کہ شاید زندگی بھر اتنی خوشی نہیں ہوئی ہوگی۔ کہ اللہ تعالےٰ نے یار کے صدقے چند گستاخوں کو فقیر کی تحریر کے ذریعے سے سرکار کا سچّا عاشق بنا دیا ہے اور مَسلک حق اہلسنّت وجماعت کا راستہ دکھایا ہے۔ مجھے یقین ہے انشاء اللہ میری بخشش کا سامان ہو گیا۔ اسی طرح ضلع اٹک کی تحصیل پنڈی گھیب سے تمام علمائے اہلسنّت کا متفقہ ایک خط آیا کہ عتیقی صاحب ذوقِ خطیب حصّہ اوّل پڑھی۔ دُوسری کا انتظار کرتے ہوئے کئی ماہ گزر چکے ہیں۔ لیکن بازار نہیں آئی۔ مہربانی کر کے ہماری درخواست ہے۔ اسے جلد مکمّل کر کے بازار بھیجنے پر آپ کا اہلسُنّت پر احسان ہوگا۔ انہی جیسے خطوط نے فقیر کو حوصلہ دیا ہمّت بڑھائی اور آگے بڑھنے کی صُورت پیدا کی۔ میں کتابیں لکھ بھی رہا تھا

اور سوچتا بھی تھا کہ شاید میری تحریر کسی کو اچھی لگتی بھی ہے کہ نہیں، کسی کو پسند آتی بھی ہے کہ نہیں، یہ میرے خالقِ کائنات کا احسان ہوا۔ میرے محبوب کی نگاہ کا صدقہ فقیر کی تحریر کو لوگوں نے بے حد پسند فرمایا اور محبّت کا اظہار فرمایا۔ جس کے نتیجے میں ذوقِ خطیب حصّہ دوئم تحریر ہو گئی۔ میں نے اس کتاب کو بڑی محنت اور تحقیق کے ساتھ لکھنے کی کوشش کی ہے۔ ہر بات باحوالہ لکھ کر کتاب صفحہ نمبر تک درج کر دیا ہے تاکہ ناظرین کرام پڑھ کر محسوس فرمائیں کہ یہ بات مؤلف کی اپنی گھڑی ہوئی نہیں بلکہ باحوالہ اور باسند ہے تاکہ وہ ڈنکے کی چوٹ پر لوگوں کے سامنے بیان کر کے ان کو محظوظ کریں۔ انشاء اللہ یہ کتاب ناظرین اور سامعین کے لئے ایک بیمثال تحفہ ثابت ہو گی۔ اگر کوئی بات غلط نظر آئے یا تحریر پسند نہ آئے تو سمجھنا یہ مصنّف کے گناہوں کا نتیجہ ہے۔ اگر بات پسند آئے تو سمجھنا یہ سب کرم ہے میرے پیارے رب العالمین کی رحمت ہے۔ میرے پیارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی اور نگاہِ پاک ہے۔ میرے مُرشد قطب زماں میاں غلام احمد شرقپوری علیہ الرحمتہ کی بات پسند آئے۔ تحریر اچھی لگے تو فقیر کو ضرور دُعاؤں سے نوازنا۔ دعائیں کرنا یہ سخیوں کی علامت ہے۔ آپ کا بگڑے کچھ نہیں جائے گا۔ فقیر کی کھوٹی قسمت انشاء اللہ سنور جائے گی۔ میں بھی دعا کرتا ہوں اے اللہ عزّ و جلّ اپنے پیارے یار کے توسّل سے پاکستان اسلام اہلسُنّت کا بول بالا فرما۔ فقیر کی تمام کتابوں کو قیامت تک ذخیرہ آخرت اور منظورِ نظر فرما۔ ناظرین اور سامعین کو اپنے محبوب کا سچّا غلام بنا۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اس بات کے ساتھ اجازت چاہوں گا کہ :۔

خدا کی عظمتیں کیا ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مصطفیٰ جانے
مقام مصطفیٰ کیا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا جانے

صدا کرنا میرے بس میں تھی میں نے تو صدا کردی
وہ کیا دیں گے میں کیا لوں گا سخی جانے گدا جانے

والسلام

خادم العلماء والاولیاء
ابوالوفا قاری فیض المصطفیٰ عتیقی
سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا وعظ مبارک

والدین کریمین رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَتَوَکَّلْ عَلَی الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلَّذِیْ یَرٰکَ حِیْنَ تَقُوْمُ ۝ وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ ۝ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ط

وَتَوَکَّلْ عَلَی الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلَّذِیْ یَرٰکَ حِیْنَ تَقُوْمُ ۝ وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ ۝

ترجمہ: اور بھروسہ کیجئے سب سے غالب ہمیشہ رحم کرنیوالے پر، جو آپ کو دیکھتا رہتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور دیکھتا رہتا ہے جب آپ چکر لگاتے ہیں سجدہ کرنے والوں کے گھروں کا۔

حضراتِ محترم! یہ ساری کائنات زمین و آسمان، عرش و فرش، کُرسی و فلک، لوح و قلم، فرشتے اور غلامان، حُور و مَلک، جنّت و دوزخ، انس و جِن، چرند و پرند، نباتات و حیوانات، یہ لہلہاتے کھیت، یہ بڑی بڑی وادیاں، یہ فلک بوس پہاڑ، یہ وسیع و عریض جنگلات، یہ کائنات کے حسین نظارے، یہ اٹھارہ ہزار عالم، یہ تمام چیزیں نہ تھیں۔ لیکن میرا رَبُّ العالمین موجُود تھا۔ میرے رَبّ کی تمام صفات اَزلی موجود تھیں۔ میرے رَبّ کی ہستی موجُود تھی۔ کیوں؟ اِس لئے کہ میرے رَبُّ العالمین کو کوئی بنانے والا نہیں، بلکہ وہ خود بخود اَزل سے ہے، اَبد تک رہے گا۔ وہ حَیٌّ قَیُّوْم ہے۔ وہ کسی کا محُتاج نہیں۔ کُل کائنات اس کی محتاج ہے۔ وہ کسی سے لیتا نہیں، لیکن دیتا ساری کائنات کو ہے۔ وہ خود کھانے سے بے پرواہ، لیکن روزی ساری کائنات کو دیتا ہے۔ جب کچھُ نہ تھا تو وہ تھا۔ میرے پروردگار عالم نے اپنی صفات کو ظاہر کرنے کے لئے یہ اٹھارہ ہزار عالم کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا۔ جو چیز خالق اَرض و سَمآء نے سب سے پہلے پیدا فرمائی وہ تھا کملی والے آقا جناب سیّدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا نورِ پاک پھر اپنے حبیب پاک علیہ السّلام کے نور سے میرے اللہ پاک نے یہ ساری کائنات کو بنایا اور اس میں خوبصورتی پیدا کرکے حضرت انسان کو اس دھرتی پر بسایا یہ ہی نہیں کہتا بلکہ خود آقائے دوجہاں والضحیٰ کے مکھڑے والے، وَاللّیل کی عنبرین زلفوں والے، مَازاغ کی نوری آنکھوں والے، طٰہٰ کے سینے والے، یٰسین کے تاج والے، مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی

کی مقدس زبان والے، جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ کُلُّھُمْ مِنْ نُّوْرِیْ،

(مدارج النبوت دوم)

میں اللہ رب العزت کے نور سے ہوں اور ساری کائنات میرے نور سے ہے۔

مطلب کیا کہ اگر اللہ پاک نہ ہوتا تو میں نہ ہوتا، اور میں نہ ہوتا تو یہ ساری کائنات نہ ہوتی۔ اللہ غنی۔ یہی بات ایک دیوانے نے کہی کہ:۔

سارا نور ظہور حضور دا اے بناں نور کیوں کائنات ہوندی
نہ ایہہ جن تارے کاروبار سارے، نہ ایہہ دن ہوندا نہ ایہہ رات ہوندی
نہ ایہہ جن ملائک نہ نبی ہوندے، نہ کوئی اوہناں دی ذات صفات ہوندی
نہ دیوانیہ رب نوں رب کہندے، جے نہ پیدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم دی ذات ہوندی

ہاں تو ساری کائنات کو بنانے سے پہلے اللہ پاک نے اپنے نور سے حضور علیہ السلام کا نور بنایا۔ پھر یہ اٹھارہ ہزار عالم بنایا۔ پھر زمین کو آباد کرنے کے لئے سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی اور اپنے محبوب کریم علیہ السلام کا نور پاک بطور امانت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں رکھا۔ آدم علیہ السلام جب زمین میں تشریف لاتے تو نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدم علیہ السلام سے منتقل ہو کر جناب شیث علیہ السلام کے پاس آیا۔ وہاں سے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس پھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس پھر سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے پاس یہاں سے چلتا ہوا۔ پشت در پشت

جناب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لایا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ عزوجل نے چھ بیویوں میں سے بارہ لڑکے اور چھ لڑکیاں عطا فرمائی تھیں۔
لڑکوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) حارث (۲) مصعب المعروف الغیداق (۳) عبدالعزی المعروف ابولہب (۴) ضرار (۵) قُثم (۶) حضرت عباس (۷) المقرم (۸) مغیرہ المعروف حجل (۹) حضرت امیر حمزہ (۱۰) زبیر (۱۱) عبدمناف یا عبدالکعبہ المعروف ابوطالب (۱۲) حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

لڑکیوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) حضرت صفیہ (۲) اُلبیضا المعروف اُمّ حکیم (۳) امیمہ (۴) بَرّہ (۵) عاتکہ (۶) اَروی۔ (طبقات ابن سعد۔ جلد اوّل)

حضرت عبدالمطلب کو اپنی تمام اولاد میں سے سیّدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والد ماجد سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت پیارے تھے کیوں؟ اس لئے کہ ایک تو نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبداللہ کی پیشانی میں تھا۔ اور دوسرا ایک عجیب واقعہ نے آپ کو مزید اپنے باپ کی محبّت کے قریب کر دیا وہ واقعہ کیا تھا تو سنیئے۔

جس مقام پر آج کعبہ شریف ہے۔ اس کو بسانے والے اللہ عزّوجل کے پیارے نبی حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السّلام کے فرزند ارجمند حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ السّلام ہیں۔ جس زمانے میں حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ السّلام

ظاہری حیات کے ساتھ مکہ شریف میں تشریف فرما تھے۔ تو آپ اپنی ظاہری حیات تک مکہ شریف کے تمام لوگوں کے سردار رہے۔ آپ کی وفات شریف کے بعد آپ کے فرزند ثابت بن اسماعیل علیہ السلام قوم کے سردار بنے۔ ثابت کے بعد اُن کے نانا مفاض بن عمرو جرہمی مکہ شریف کے سردار بنے۔ یہ سرداری چلتے چلتے عمرو بن حارث جرہمی کے پاس آگئی۔ عمرو بن حارث جرہمی کی سرداری کے زمانے میں قوم جرہم نے مکہ شریف میں ظلم کرنا شروع کر دیا۔ جو مسافر آتا اُسے لوٹ لیتے جو حاجی کعبہ شریف کے لئے خاص نذرانے ہدیئے لے کر آتا۔ اُس پر قبضہ کر لیتے۔ کعبہ شریف کے استعمال کی بجائے اپنے کام میں لاتے حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے یہ ظلم برداشت نہ ہوا انہوں نے مل کر عمرو بن حارث کا مقابلہ کیا۔ جس سے عمرو اور اس کا قبیلہ مکہ شریف چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔ جب وہ مکہ شریف سے جانے لگا تو اُس نے حجر اسود کو رکن کعبہ سے اکھاڑ کر اور دو سونے کی ہرن کی مورتیوں کو جو زر و جواہر سے مرقع تھے اور چند قیمتی ہتھیار سب ملا کر زم زم شریف کے کنوئیں میں پھینک دیئے۔ اُوپر سے اچھی طرح مٹی اور پتھروں سے جگہ کو برابر کر دیا۔ یہاں تک کہ آبِ زم زم کا نام و نشان ختم ہو گیا۔ جس زمانے میں اللہ پاک نے مکہ شریف کی سرداری نبی کریم علیہ السلام کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائی۔ تو ارادہ الٰہی ہوا کہ زم زم کا کنواں دوبارہ ظاہر ہو۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ سو رہے تھے کہ کسی نے خواب میں آپ کو فرمایا کہ عبدالمطلب صبح اُٹھ کر طیبہ کھود نا تو آپ نے فرمایا کہ وہ طیبہ کیا چیز ہے۔ لیکن جواب نہ ملا۔ دوسرے دن پھر وہ شخص آیا کہ عبدالمطلب

صبح اٹھ کر مضنونہ کھودنا۔ آپ نے پوچھا مضنونہ کیا ہے۔ جواب نہ ملا۔ تیسرے دن پھر وہی آدمی آیا۔ اُس نے کہا عبدالمطلب صبح اٹھ کر زم زم کا کنواں کھودنا۔ وہاں سے پانی نکلے گا۔ لوگ اس پانی سے سیراب ہوں گے۔ تیری عزّت میں اضافہ ہوگا۔ آپ نے پوچھا کس جگہ سے کھودوں۔ خواب میں آنے والے نے تمام مقام کی نشاندہی کی اور کہا کہ تم جب صبح کھودنے آؤ گے تو ایک کوّا زمین کو چونچ سے کریدتے تمہیں نظر آئے گا۔ جہاں اس کی چونچیں لگے وہیں سے کھودنا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھے۔ اپنے بیٹے حارث کو ساتھ لیا۔ اور کدال اٹھا کر وہاں پہنچے جہاں آب زم زم شریف ہے۔ آپ نے کوّے کو چونچ مارتے دیکھا۔ آپ نے کھدائی شروع کی تو قریش کے لوگوں نے آپ کو کہا کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ فرمایا میں یہاں سے ایک کنواں کھودوں گا تاکہ حجاج کی سہولت کے لئے پانی کا بندوبست ہو سکے۔ انہوں نے کہا کہ ہم یہاں سے آپ کو کھدائی نہیں کرنے دیں گے کیونکہ ہمارے یہاں دو معبود نائلہ اور اساف ہیں۔ ان کی پوجا ہوتی ہے۔ لوگ نذرانے وغیرہ چڑھاتے ہیں۔ ہمیں فائدہ ہوتا ہے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ یہاں میں ضرور کنواں کھودوں گا۔ چاہے کچھ ہو جائے۔ جب انہوں نے زیادہ مزاحمت کی تو آپ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اپنا ایک ہی بیٹا نظر آیا۔ آپ نے اللہ عزّوجل کی بارگاہ میں نذر مانی کہ اے ربّ لم یزل اگر تو نے مجھے دس فرزند عطا فرمائے اور وہ جوان ہوئے تو میں ایک فرزند تیری بارگاہ میں قربان کر دوں گا۔ یہ دعا مانگ کر آپ نے پھر کھدائی شروع کر دی، ابھی تھوڑی سی زمین کھودی تھی کہ وہ اسلحہ، حجر اسود، اور سونے کے ہرن نمودار ہو گئے۔ آپ نے

111419

جب اُن چیزوں کو اٹھایا تو نیچے سے پانی نکل آیا۔ لوگ دیکھ کر حیران ہو گئے اور سب لوگوں نے حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں بڑی آفرین پیش کی۔ یوں آپ کی عزّت کو مزید چار چاند لگ گئے۔ اللہ پاک نے نبی کریم علیہ السلام کے دادا پاک کو پھر دس کی بجائے بارہ فرزند عطا فرمائے پھر سب جوان بھی ہوئے ایک دن حضرت عبدالمطلب رات کو کعبہ معظّمہ کے پاس سوئے ہوئے تھے کہ خواب کے اندر کسی کہنے والے نے کہا کہ اے عبدالمطلب آج سے کئی برس پہلے جو تُو نے مَنّت مانی تھی اس کو پُورا کرو۔ حضرت عبدالمطلب کی آنکھ کھل گئی گھبرائے ہوئے اٹھے۔ ایک دُنبہ ذبح کیا اور فقراء مساکین میں تقسیم کر دیا۔ دُوسری رات پھر خواب میں کسی نے کہا کہ عبدالمطلب وہ نذر پوری کرو جو رَبّ کعبہ کے لیے تم نے مانی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے مینڈھا تو ذبح کر دیا ہے اب کیا ذبح کروں۔ آواز آئی کہ دُنبہ سے بڑی قربانی کرو۔ آپ صُبح اٹھے اللہ پاک کے نام پر ایک بیل ذبح کر کے فقراء میں بانٹ دیا۔ تیسری رات پھر حکم ہوا قربانی کرو، پُوچھا بیل تو ذبح کر دیا۔ اَب کس کی، آواز آئی بیل سے بڑی قربانی کرو، آپ صُبح اُٹھے آپ نے ایک اونٹ ذبح کر کے مساکین میں بانٹ دیا۔ چوتھے دن رات کو سوتے تو خواب میں کسی کہنے والے نے کہا کہ عبدالمطلب قربانی کرو۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے دُنبہ ذبح کیا، بیل قربان کیا، اُونٹ صدقہ کیا، اب کس کی قربانی کروں؟ آواز آئی عبدالمطلب اِن سے بھی بڑی قربانی پیش کرو۔ آپ نے پُوچھا اس سے بڑی کون سی قربانی کروں۔ کہنے والے نے کہا کہ اپنے فرزندوں میں سے ایک فرزند کی قربانی دو۔ عبدالمطلب حیران ہوئے۔ لیکن حکم دینے والے نے فرمایا۔ سردار قریش

حیران کیوں ہو۔ کیا تم نے زم زم کنواں کھودتے وقت نذر نہیں مانی تھی، کہ اگر اللہ پاک مجھے دس لڑکے عطا فرماتے اور سب میرے سامنے جوان ہو کر میرے مددگار بنے تو ایک لڑکا میں اللہ پاک کی بارگاہ میں قربان کر دوں گا۔ اب رب نے تمہاری دعا سن لی ہے۔ تم بھی اپنے وعدے کے مطابق نذر پوری کرو۔ حضرت عبدالمطلب صبح اٹھے آپ نے تمام بیٹوں کو جمع فرمایا۔ اپنا خواب بھی بتایا۔ اپنی نذر بھی بتائی۔ تمام بچوں نے کہا کہ ابا حضور آپ پریشان نہ ہوں۔ ہم حاضر ہیں۔ آپ جسے چاہیں اللہ پاک کے نام پر قربان کر دیں۔ آپ نے تمام بچوں کا نام لکھ کر اللہ عزوجل سے دعا کی کہ اے خالق ارض و سموات اے میری گودی کو اپنی نعمتوں سے بھرنے والے یہ تمام بچوں کے نام میں نے لکھ کر رکھ دیئے ہیں۔ اب میں پرچی اٹھانے والا ہوں جس کی قربانی تیری بارگاہ لم یزل میں مقبول ہو۔ اس کا نام میرے ہاتھ تھمادے تاکہ میں تیری بارگاہ میں اس کو قربان کر سکوں۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنکھیں بند کر کے ان بارہ پرچیوں میں سے ایک پرچی اٹھائی جب کھولی تو اس پر نبی کریم علیہ السلام کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام تھا۔ حضرت عبداللہ اگرچہ حضرت عبدالمطلب کو اپنی جان سے زیادہ عزیز تھے۔ لیکن اللہ عزوجل کے حکم کے سامنے سر جھکا کر یہ فیصلہ تسلیم کرتے ہوئے چھری ہاتھ میں لے لی۔ اور فرمایا عبداللہ عرض کی جی بابا جی فرمایا بیٹا چلو تیاری کرو اور اللہ عزوجل کے نام پر ذبح ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ قربان جاؤں باوفا بیٹا ہاتھ باندھ کر عرض کرتا ہے بابا میں تیار ہوں یہ تو ایک جان ہے۔ رب کے نام پر آپ اگر مجھے ہزار

بار بھی زندہ کر دا کر ذبح کریں تو میں سر نہیں پھیروں گا۔ حضرت عبدالمطلب جب چھری لے کر بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے کعبہ شریف کی طرف چلے تو تمام قریشی سرداروں، تمام آپ کے سسرال والوں نے آپ کا راستہ روک لیا اور پوچھا حضرت جی آپ کیا کرنے لگے ہیں۔ فرمایا میں نے منت مانی تھی اللہ عزوجل کی بارگاہ میں پوری کرنے لگا ہوں۔ تمام قریشیوں اور حضرت عبداللہ کے ننھیال نے عرض کی حضور آپ ایسا قدم نہ اٹھائیں اور بیٹے کی قربانی نہ کریں نہیں تو یہ ایک رسم بن جائے گی۔ جس کے لئے آپ کی قربانی حجت ہوگی۔ لوگ دلیل آپ کی قربانی کی دے کر اپنے لخت جگروں کو ذبح کریں گے۔ لہٰذا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کرو کہ اے خالق کائنات مہربانی فرمائیے کی قربانی کی بجائے کسی جانور کی قربانی قبول فرما کر راضی ہو جا۔ آپ نے فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ قریشی سرداروں نے کہا۔ خیبر کے مقام پر ایک بہت ہی عقلمند اور دانا خاتون رہتی ہے۔ جس کا نام قطبہ یا سجاح ہے۔ وہ خوابوں کی تعبیر جو بھی بتاتی ہے بالکل صحیح نکلتی ہے۔ ہمارا مشورہ ہے آپ بھی اس کے پاس تشریف لے جائیں۔ اللہ عزوجل کوئی بہترین طریقہ عطا فرمادے گا۔ حضرت عبدالمطلب تمام مکہ والوں کی بات ٹال نہ سکے آپ چند دوستوں کو ساتھ لے کر خیبر کے مقام پر اس کاہنہ عورت کے پاس پہنچے اور تمام خواب والا واقعہ سنایا اس کاہنہ عورت نے خواب سن کر کہا کہ تم یہ بتاؤ تمہارے شہر میں کوئی آدمی مارا جائے تو اس کی دیت اس کا جرمانہ قاتل سے کتنا لیتے ہو۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا کہ دس اونٹ، اس عورت نے کہا کہ آپ مکہ شریف جا کر ایک

پرچی پر عبداللہ کا نام لکھیں اور ایک پرچی پر دس اونٹ لکھیں اور ان دونوں پرچیوں کو اٹھائیں۔ اگر اونٹوں کے نام والی پرچی نکل آئے تو ٹھیک اگر عبداللہ والی پرچی نکلے تو دس اونٹ اور زیادہ کر کے دس کی بجائے بیس ۲۰ لکھیں اور پرچی ڈالیں۔ پھر اٹھائیں اگر اونٹوں والی پرچی نکل آئے تو خیر نہیں تو دس اور اضافہ کر کے تیس لکھ کر پرچی ڈالیں اسی طرح پرچی اُٹھاتے جائیں۔ اگر اونٹوں والی نہ نکلے تو دس اونٹوں کا ہر مرتبہ اضافہ کرتے جائیں۔ جب اونٹوں والی پرچی نکل آئے سمجھ لینا کہ اللہ عزوجل ہماری قربانی پر راضی ہو گیا ہے۔ وہ سارے اونٹ ذبح کر کے اللہ عزوجل کے نام کی خیرات کر دینا۔ حضرت عبدالمطلب یہ بات سُن کر اپنے دوستوں کے ہمراہ واپس مکہ شریف آ گئے اور ایک پرچی حضرت عبداللہ کا نام لکھا ایک پر دس اونٹ جب اٹھائی تو نام حضرت عبداللہ کا نام نکلا۔ پھر پرچی ڈالی ایک پر حضرت عبداللہ کا نام ایک پر بیس اونٹ۔ پرچی پھر حضرت عبداللہ والی نکلی۔ انہوں نے پھر دس کا اضافہ کر کے پرچی ڈالی۔ اسی طرح پرچی ڈالتے رہے۔ لیکن نام حضرت عبداللہ کا نکلتا رہا۔ جب پرچی پر سَو اونٹ لکھ کر ڈالا۔ تو اونٹ والی پرچی نکل آئی۔ لوگوں نے بلند آواز سے نعرہ لگایا اور قریش سردار نے اور تمام مکہ والوں نے حضرت عبدالمطلب کو مبارکباد دی کہ اے ہمارے سردار لگتا ہے اللہ عزوجل راضی ہو گیا ہے۔ لہٰذا اونٹ ذبح کیجئے حضرت عبدالمطلب نے فرمایا خدا کی قسم میرے دل کو تسلی نہیں ہوئی۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کو تسلی کب ہو گی۔ فرمایا جب تک تین مرتبہ اونٹوں کی پرچی نہ نکلے۔ آپ نے پھر پرچی ڈالی۔ خدا کی قدرت

سے اونٹوں والی پرچی نکلی۔ تیسری مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ آپ نے جب تین مرتبہ ایسے دیکھا تو فوراً سجدہ شکر بجالائے اور سَو اونٹ ذبح کرکے درندے پرندے مساکین کو کھلا دیا۔ (سیرت ابن ہشام اوّل۔ مدارج النبوّت دوم۔ مواہب لدنیہ اول۔ الوفا باحوال المصطفیٰ۔ خصائص الکبریٰ اول)

صدقہ مصطفیٰ علیہ السلام

میرے دوستو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قربانی سے بچ جانا یہ سب صدقہ تھا محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا کیونکہ آپ کی پیشانی میں حضور علیہ السلام کا نور پاک تھا۔ اللہ عزّوجلّ نے سَو اونٹ لے کر حضرت عبداللہ کی جان بچالی۔ اسی طرح حضرت عبداللہ کی قربانی کا واقعہ پیش آنے سے ہزاروں سال پہلے جب نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم سیّدنا اسماعیل علیہ السّلام کی پیشانی میں آیا تو اللہ پاک کی طرف سے خلیل علیہ السّلام کو بھی اپنے بیٹے کی قربانی کا حکم ہوا۔ خلیل اسماعیل کو لے کر منیٰ کے مقام پر پہنچتا ہے۔ بیٹے کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر لٹاتا ہے۔ گلے پہ تیز دھار چھری چلاتا ہے۔ ادھر اللہ عزّوجلّ اپنے نوری جبرئیل کو فرماتا ہے۔ جبرئیل عرض کی جی، ربّ جلیل فرمایا۔ خلیل اپنا خواب پورا کرنے کے لئے میری بارگاہ میں بیٹے کے گلے پر چھری چلانے کے لئے تیار ہے۔ تو بھی تیار ہو جا۔ جبرئیل نے عرض کی، مولا میں کیا تیاری کروں فرمایا۔ جبرئیل میرا خلیل اپنے بیٹے کے گلے پر چھری چلانے کا ارادہ کرے تو جنّت میں سے ایک دنبہ لے کر اسمٰعیل علیہ السّلام کی جگہ لٹا کر اسماعیل کو خلیل کی چھری سے بچا لے۔ یا اللہ عزّوجلّ

یہ کیوں اگر بچانا ہی تھا تو حکم کیوں دیا۔ فرمایا جبرئیل تو میرے راز نہیں جانتا۔ میں لوگوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ اے دنیا والو دیکھ لو خلیل اپنے جلیل کے حکم پر سب کچھ قربان کر کے دوستی کا حق ادا کر رہا ہے اور جلیل یار کی ہر چیز بچا کے اپنی قدرت کا اظہار فرما رہا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اسماعیل علیہ السّلام کے ماتھے میں میرے پیارے حبیب صاحب لولاک، محبوبِ کائنات، جلوہ ربِّ ارض و سموات محمد عربی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم کا نور منوّر موجود ہے۔ اگر اسماعیل آج قربان ہو گیا تو جس ہستی کے لئے میں نے کائنات تخلیق کی اس کی ذات دنیا میں کیسے جلوہ گر ہو گی۔ جبرئیل اسماعیل کو محبوب کے نور کے صدقے چھری سے بچا لے تاکہ خلیل کی آرزو بھی پوری ہو جائے۔ اسماعیل کو ذبیح اللہ کا لقب بھی مل جائے اور میرے یار کے نور کا صدقہ بھی لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔ اللہ غنی۔ گویا حضرت اسماعیل علیہ السّلام اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قربانی سے نجات ملی تو کملی والے کے صدقے قربان جاؤں آقا تیری ذات پر۔ مولانا ظفر علی خان صاحب نے کیا خوب اس مقام پر چند اشعار فرمائے کہ :-

جیسا کوئی ہوا ہے نہ ہو گا تمہیں تو ہو
بعد از خدا بزرگ وہ تمنا تمہیں تو ہو
محبوبِ کبریا شہ بطحا تمہیں تو ہو
دِل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہیں تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہیں تو ہو

پہونچی نہ عقل جنّ و بشر جس مقام پر
ٹھہری نہ قدسیوں کی نظر جس مقام پر
ہے دو جہاں کا سفر جس مقام پر
جلتے تھے جبرئیل کے پَر جس مقام پر
اس کی حقیقتوں کے شناسا تمہیں تو ہو

معلوم ہوا کہ نبی کریم علیہ السّلام دو ذبیحوں کے بیٹے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السّلام اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے یہی بات خود آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم بھی اپنے صحابہ سے فرمایا کرتے تھے۔ اَنَا ابنُ الذَّبِیحَین۔ اے میرے غلاموں میں دو ذبیحوں حضرت اسماعیل و حضرت عبداللہ کا بیٹا ہوں (مواہب لدنیہ اوّل) قربان جاؤں نبی کریم علیہ السّلام کے اِن دونوں آباء پر اِن دونوں بزرگوں پر، اِن دونوں مقدّس ہستیوں پر، اِن دونوں خدائے بزرگ کی مُطہر ہستیوں پر، اللہ عزّوجل نے حضرت اسماعیل علیہ السّلام کو نبوّت ِ رسالت کا تاج عطا فرما کر کائناتِ عالم میں ممتاز فرما دیا اور بغیر قربانی کے، بغیر جان قربان کرنے کے ذبیح اللہ کا لقب عطا فرما دیا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زمانہ جاہلیّت میں پیدا فرما کر جب کہ ہر طرف شرک ہی شرک تھا۔ ہر طرف کفر ہی کفر تھا ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ ہر طرف ظلمت ہی ظلمت تھی۔ ہر طرف بت پرستی ہی بت پرستی تھی۔ کے تاریک دور میں بھی شرک سے بچایا، کفر سے بچایا، بت پرستی سے بچایا غلط رسم و رواج سے بچایا، زنا سے بچایا، شراب سے بچایا، چوری ڈاکے

سے بچایا، اور پاکیزہ زندگی کا طرزِ عمل عطا فرما کر بغیر ذبح کرائے ذبیح اللہ کا لقب عطا فرما دیا۔ گویا ایک نبوّت عطا فرما کر نبیوں میں سجا دیا۔ ایک کو ولایت دے کر ولیوں میں بٹھا دیا۔ وہ نبی ہو کر شان والا، یہ ولی ہو کر مقام والا، وہ نبوّت میں بچ گیا، یہ ولایت میں سج گیا۔ لیکن افسوس جس طرح یہودیوں نے عداوت کی وجہ سے، حسد کی وجہ سے، دشمنی کی وجہ سے، خباثت کی وجہ سے، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مقام گھٹانے کے لئے، شان کم کرنے کے لئے، درجہ گرانے کے لئے، کہہ دیا کہ ذبیح اللہ اسماعیل علیہ السلام کا مقام نہیں، یہ مقام تو حضرت اسحاق علیہ السلام کا ہے۔ اسی طرح آج بعض کلمہ گو اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے، ایمان دار بتلانے والے دین کے ٹھیکیدار، اسلام کے داعی، ایمان ایمان کی رٹ لگانے والے کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ حضرت عبداللہ تو مسلمان ہی نہیں تھے۔ اسی طرح آپ کی امی جان سیدہ طیبہ طاہرہ عابدہ، زاہدہ، حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کی جوتی کی نوک پر تمام کائنات کی مائیں قربان کر دوں وہ بھی مومنہ نہ تھی۔ اب آپ ہی سوچیں کہ اگر حضور علیہ السلام کی پیاری اماں جان، پیارے ابو جان ہی ایمان دار نہیں تھے تو اور کون ہے جو ایمان دار ہے اور کون ہے جو مسلمان ہے۔ جب یہ باتیں ایک کملی والے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سچا غلام، سچا عاشق، سچا خادم، سچا طالب، سچا محب پڑھتا ہے یا مولویوں سے سنتا ہے تو خون کے آنسو روتا ہے۔ انہی آنسوؤں کو تھامنے کے لئے اسی خون کو عشقِ رسول علیہ السلام میں گرمانے کے لئے فقیر نے اس نازک اور مشکل موضوع پر

یہ مسئلہ چھیڑ کر پھر قرآن وحدیث و تفاسیر سے اس کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ عزوجل نبی کریم علیہ السلام کے والدین شریفین کے صدقے اس کو مقبول فرما کر ذخیرہ آخرت فرمائے۔ آمین۔

مختلف اقوال

معزز دوستو! نبی کریم علیہ السلام کے والدین شریفین کے ایمان کے بارے مختلف اقوال ملتے ہیں۔ پہلے وہ اقوال سُنئے پھر دلائل کی بات کرتے ہیں۔ بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے والدین نہ زندگی میں مومن تھے نہ موت کے وقت اور نہ اب۔ بعض علماء کا یہ خیال ہے۔ کہ اس مسئلہ میں خاموشی ہی بہتر ہے کیونکہ اُن کے مُشرکانہ اور مُومنانہ دونوں طرز طریقے کی روایات ملتی ہیں۔ بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ وہ زندگی میں بھی کافر تھے، موت کے وقت بھی، لیکن اب وہ مومن ہیں۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے ان کو زندہ کر کے کلمہ پڑھا کے صحابی بنا لیا تھا۔ لیکن اکثر مفسرین محدثین، مؤرخین اور علماء کرام کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے والدین کریمین زندگی میں بھی مومن تھے، موت کے وقت بھی مومن تھے اور اب بھی الحمدللہ اپنی قبر شریف کے اندر مومن ہیں۔ (تفسیر نعیمی ۱/۱ ص ۶۴۳) اور یہی عقیدہ تمام اہلسنت وجماعت کا ہے۔ تمام عاشقانِ مُصطفٰی علیہ السلام کا ہے، تمام دیوانوں کا ہے، تمام مستانوں کا ہے، تمام یا رسول اللہ کا نعرہ لگانے والوں کا ہے۔ تمام بریلویوں کا ہے، تمام غلامانِ حبیب خدا عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے، تمام میلاد منانے والوں کا ہے' اور یہی عقیدہ دسویں ہجری کے مجدد امام المحدثین فنا فی الرسول حضرت علامہ

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمتہ نے پیش فرمایا، کون سیوطی جو ایک نامور بلند پایہ مجتہد مفسر محدث فقیہہ ادیب مؤرخ تھے۔ کون سیوطی جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے چار سو پچاس تفاسیر احادیث اور تواریخ کی کتابیں تحریر فرمائیں، کون سیوطی جو دو لاکھ احادیث کا حافظ تھا۔ کون سیوطی جس کو پندرہ علوم پر مکمل دسترس حاصل تھی، کون سیوطی جس نے پچھتر مرتبہ جاگتی آنکھوں سے مصطفیٰ کریم علیہ السلام کا دیدار پرانوار کیا۔ (مقدمہ تاریخ الخلفاء) یہی علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب الدرج المنیفہ فی الاباء الشریفہ ص۲ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

ذَھَبَ جَمْعٌ کَثِیْرٌ مِّنَ الْاَئِمَّۃِ الْاَعْلَامِ اِلٰی اَنَّ اَبَوَیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَاجِیَانِ مَحْکُوْمٌ لَّھُمَا بِالنَّجَاۃِ فِی الْاٰخِرَۃِ

ترجمہ: اکابر آئمہ کی اکثر جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے والدین شریفین ناجی ہیں یعنی جنّتی ہیں اور آخرت میں نجات پائیں گے۔

معلوم ہوا کہ عالمِ اسلام کے اکثر مسلمان اس بات کے قائل ہیں کہ حضور علیہ السلام کے والدین کریمین بحمداللہ مسلمان تھے۔ اور یہ بات مسلمانوں نے کہاں سے سیکھی یہ عقیدہ کس لئے اپنایا۔ اس لئے کہ قرآن حدیث اور علمائے کرام کے اقوال اس بات پر گواہی دے رہے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے والدین کریمین موحد تھے۔ اللہ عزّوجل کو

وحدہٗ لاشریک سمجھتے تھے۔ جب دنیا سے جانے لگے تو پھر بھی وحدانیت ربّ پر ایمان رکھتے ہوتے دنیا سے تشریف لے گئے۔ آیئے قرآن پاک کا مطالعہ کرتے ہیں۔ قرآن پاک سے پوچھتے ہیں کہ اے اللہ عزّوجل کی پاک کتاب، اے ربّ ذوالجلال کی لاریب کتاب، اے خدائے برتر کی سچی کتاب اے کائنات کے ذرّے ذرّے کی خبر دینے والی کتاب تو بتا تو ہمیں خبر عطا فرما، تو ہمیں مطلع فرما کہ جس پیارے آقا پر تو تشریف لائی، جس مدنی آقا کی تجھے کتاب بننے کا شرف حاصل ہوا آیا اس آقا کے والدین کے بارے تو کیا خبر رکھتی ہے۔ تو ربّ کائنات کی سچی کتاب سے آواز آئی اے میرے نبی کریم علیہ السلام کے والدین کے بارے سوال کرنے والے ذرا آج سے کئی ہزار سال پہلے نبی کریم علیہ السلام کے پیارے دادا حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا مطالعہ کر تمہیں خود ہی پتہ چل جائے گا کہ وہ کس عقیدے سے تعلق رکھتے تھے۔

دعائے خلیل اللہ علیہ السلام

میرے دوستو! آج سے ہزاروں سال پہلے جب اس دنیا میں اللہ عزّوجل نے اپنے دوست حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا تو سیّدنا اسماعیل علیہ السلام کی ولادت شریف کے بعد اللہ پاک نے اپنے خلیل کو اور خلیل کے بیٹے ذبیح کو حکم فرمایا کہ میرے گھر بیت اللہ شریف کی دوبارہ تعمیر کرو۔ چنانچہ حکم خداوندی عزّوجل سن کر خلیل و ذبیح تعمیر کعبہ میں مشغول ہو گئے۔ اَللہ، اَللہ آج ہمارے مسلمان مستری معمار مکان بنانے والے جب کام پر لگتے

ہیں تو کام کے ساتھ ساتھ ٹیپ پر بے حیا، عزت و غیرت کو ختم کرنے والے نفسانی خواہشات کو ابھارنے والے عشقی گانے لگا اور مالکوں سے لڑ کر کام کرتے ہیں۔ اگر ٹیپ کا بندوبست نہ ہو سکے تو خود ہی منہ سے گانے غزلیں ماہیئے عشقی اشعار گنگناتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی منع کرے تو کہتے ہیں یار کیا کریں ٹائم جو پاس کرنا ہے۔ مجبور ہیں۔ اَسْتَغْفِرُاللّٰہ۔ لیکن قربان جاؤں میں ان اللہ عزوجل کے گھر کے مستریوں پر جو کام بھی کرتے ہیں، جو گارا بھی لگاتے ہیں جو مسالہ بھی لگاتے ہیں جو اینٹیں بھی لگاتے ہیں جو مزدوری بھی کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ اللہ عزوجل کی بارگاہِ نازنین میں دعائیں بھی کرتے ہیں، عاجزی بھی کرتے ہیں اور اپنی اور اپنی آنے والی نسلوں کے لئے اسلام میں قائم رہنے کی دعائیں بھی کرتے ہیں باپ دعا کرتا ہے بیٹا آمین کرتا ہے۔ کون سی دعا کی کون سی آرزو کی اپنے مالک سے کیا مانگا، اپنے خالق سے کیا سوال کیا اپنے پیدا کرنے والے سے کیا خواہش کی۔ آیئے قرآن پاک ا سورۃ بقرہ رکوع ۱۵ کا مطالعہ کرتے ہیں اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں اپنے دونوں رسولوں کی دعاؤں کا یوں ذکر فرمایا کہ:

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

ترجمہ: اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد کیجئے جب اٹھا رہے تھے ابراہیم علیہ السلام بنیادیں خانہ کعبہ کی

اور اسمٰعیل علیہ السّلام بھی۔

(اور دُعا کرتے ہوئے تھے کون سی کہ) اے ہمارے پروردگار قبول فرما ہم سے یہ عمل بے شک تو ہی سب کچھ سُننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ جب ابراہیم اور اسمٰعیل علیہم السّلام نے بارگاہِ ربّ العزّت میں یہ عرض کیا تو بارگاہِ صمدیّت سے آواز آئی۔ اے میرے خلیل و ذبیح مانگو جو کچھ مانگنا چاہتے ہو۔ مانگنا تمہارا کام ہے۔ دستِ سوال بڑھانا تمہارا کام ہے۔ تمہارے اُٹھے ہوئے خالی ہاتھوں کو اپنی رحمتوں سے اپنی برکتوں سے، اپنی نعمتوں سے، اپنی نوازشات سے، اپنی عطاؤں سے، اپنی کرم نوازیوں سے بھرنا وحدہٗ لا شریک کا کام ہے۔ اللہ اللہ قربان جاؤں اُن مانگنے والوں پر، اُن باپ بیٹوں پر اور نثار جاؤں اُس حقیقی داتا پر، اس خالق ارض و سما پر اس رحمٰن و رحیم پر اس کریم شفیق مولا پر جس نے اپنے محبوب نبیوں کی دعاؤں کو شرفِ قبولیّت نوازا اُن پاک پیغمبروں نے دُعا کیا مانگی آیئے یہیں سے آگے قرآن حمید کا مطالعہ کرتے ہیں کہ اُن مقدّس رسولوں نے کون سی دُعا مانگی مولا کریم کی بارگاہِ بے نیاز میں یوں عرض کیا۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا
اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ
عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ہ
رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ
يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ٥

ترجمہ: اے پیارے رب بنادے ہم کو فرمانبردار اپنا اور ہماری اولاد سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کرنا جو تیری فرمانبردار ہو اور بنادے ہمیں ہماری عبادت کے طریقے اور توجہ فرما ہم پر اپنی رحمت سے بے شک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ اے ہمارے رب بھیج اُن میں ایک برگزیدہ رسول انھیں میں سے تاکہ پڑھ کر سنائے انھیں تیری آیتیں اور سکھائے انھیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک صاف کر دے انھیں بیشک تو ہی بہت زبردست اور حکمت والا ہے۔

عزیز دوستو! ان دونوں آیۃ کریمہ کو پڑھنے سے معلوم ہوا کہ آج سے ہزاروں سال پہلے اللہ عزّوجل کے دو پاک پیغمبروں نے بارگاہِ صمدیت میں تین دعائیں مانگی تین خواہشیں ظاہر کیں، تین مُرادیں مانگیں۔ کون کون سی۔

(۱) یا اللہ عزّوجل ہمیں اپنا فرمانبردار بندہ بنا۔ ہمیں اپنا محبوب عبادت گزار بنا۔

(۲) ہماری اولاد میں سے ایک جماعت کو بھی اپنا فرمانبردار بنانا۔ اپنا برگزیدہ بنانا، اپنا پیارا بنانا۔

(۳) پھر اسی جماعت سے، اسی ہماری اولاد سے ایک شان والا کمال والا، بزرگی والا، عظمتوں والا رسول بھی مبعوث فرمانا۔

جب ربِ کائنات کے پاک رسولوں نے یہ دعائیں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں مانگیں۔ پھر قبول ہوئیں یا نہیں ہوئیں۔ ضرور ہوئیں۔ ہوتی بھی کیوں نہ۔ جب تقسیم کرنے والا، رحمتیں برسانے والا خود جو رحمت بھری آواز سے فرما رہا تھا کہ اے میرے محبوب نبیو، تم مانگو میں عطا کروں گا۔ ادھر اللہ پاک کے نبی دعا مانگ رہے ہیں ادھر صدائے خدا بلند ہو رہی ہے کہ:۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی قَدْ فَعَلْتُ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے نبیو، میں نے تمہیں اپنا برگزیدہ اپنا محبوب، اپنا پیارا بنا لیا ہے نبیوں نے عرض کی مولا کریم ہماری اولاد سے بھی ایک جماعت اپنی فرمانبردار بنانا صدائے وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ پھر بلند ہوتی ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی قَدْ فَعَلْتُ۔ اے میرے پیغمبروں میں نے یہ بھی تمہاری دعا سن کر قبول فرما لی۔ تمہاری اولاد میں سے ضرور ایک جماعت ایسی پیدا کروں گا جو میری تابعدار رہے گی۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اوّل ص۱۸۳)

محترم سامعین کرام! معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت سے نوازا اور ان کی اولاد میں چند ہستیاں ایسی بھی کفر و شرک کے دور میں رہیں۔ جنہوں نے سوائے اللہ عزوجل کے کسی کو اپنا معبود تسلیم نہیں کیا۔ سر جھکایا تو اسی کی بارگاہ میں سجدہ کیا تو اسی معبود کو حقیقی اور وَحْدَہٗ لَا شَرِیْک خالق مانا۔ تو اسی لَمْ یَزَل کو وہ ہستیاں کون تھیں، وہ بزرگ لوگ کون تھے۔

وہ حقیقی مسلمان کون تھے؟ وہ نبی کریم علیہ السلام کے آباء و اجداد تھے وہ کملی والے علیہ السلام کے خاندان کے بزرگ لوگ تھے۔ وہ محبوب کریم علیہ السلام کے معزز احباب اور عزیز و اقارب تھے۔ جن کی زندگیاں بتوں کو پوجنے کی بجائے معبودِ برحق کو پوجتی رہیں۔ چنانچہ سرکارِ دو عالم، نورِ مجسم، حبیبِ کبریا، تاجدارِ دوجہاں محبوب خدا عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس بات کو واضح فرما کر برسرِ عام اعلان فرما دیا کہ اے میرے صحابہ۔ عرض کی جی آقا۔ فرمایا تمہیں اپنے خاندان کا شاید پتہ ہو یا نہ ہو۔ لیکن میں کملی والا آدم علیہ السلام سے اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک تمام خاندان کو اپنے تمام آباؤ اجداد کو جانتا ہوں۔ صحابہ نے عرض کی آقا آپ کا خاندان کیسا تھا؟ آپ کے آباؤ اجداد کیسے تھے؟ تو سرورِ کائنات نے فرمایا صدیقِ اکبر کے یار نے فرمایا۔ سُنیوں کے تاجدار نے فرمایا:-

لَمْ يَزَلِ اللّٰهُ يَنْقُلُنِيْ مِنَ الْاَصْلَابِ الطَّيِّبَةِ وَالْاَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ حَتّٰى اَخْرَجَنِيْ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ پاک پشتوں سے، پاکیزہ رحموں سے منتقل فرماتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے (میرے والدین سے) نکالا۔ (زرقانی شریف جلد اوّل صفحہ ۱۷۴۔ خصائص الکبریٰ جلد اوّل صفحہ ۳۹۔ دلائل النبوت شفا شریف اوّل جواہر البحار چہارم۔

حضرات محترم! ان دو آیاتِ کریمہ اور احادیثِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام کے والدین شریفین دعائے خلیل و اسماعیل علیہم السلام

کی برکت سے پاک لوگوں سے منتقل ہو کر دنیا میں تشریف لاتے اور خود بھی مومن ہو کر دنیا سے تشریف لے گئے۔ آیئے اب دوسری آیۃ کریمہ سنتے ہیں۔ جس سے نبی کریم علیہ السلام کے والدین کے ایمان کا ثبوت ملتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید کے پارہ ۲۵ سورۃ زخرف میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا وہ فرمان نقل فرماتا ہے۔ جو آپ نے اپنے چچا آذر اور اپنی قوم کو تبلیغ کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۙ

اے میرے حبیب علیہ السلام وہ وقت یاد فرمایئے جب فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ یعنی چچا آذر سے اور اپنی قوم سے کہ میں بیزار ہوں اُن سے جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ۙ

سوائے اُس کے جس نے مجھے پیدا فرمایا، بے شک وُہی میری رہنمائی کرے گا۔

وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۙ

اور آپ نے بنا دیا کلمہ توحید کو باقی رہنے والی بات اپنی اولاد میں تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔

معزز دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیۃ کریمہ کے اندر اپنے

خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ فرمان نقل فرمایا۔ جب آپ آگ سے نکل کر اپنی قوم کو چھوڑ کر جانے لگے۔ تو فرمایا کہ میں بتوں کی عبادت کبھی نہیں کروں گا۔ بلکہ میں تو اس خالقِ کائنات کی پوجا کروں گا۔ جس نے پیدا فرمایا۔ اور میں دعا کرتا ہوں کہ جس توحید پر میں قائم ہوں۔ جس طرح میں اللہ پاک کو وحدہٗ لا شریک مانتا ہوں قیامت تک میری اولاد بھی اسی طرح توحید پر قائم رہے اور شرک سے بچتی رہے۔ اس آیۂ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوتے نبی کریم علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ کا مطلب یہ ہے کہ:۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بَاقِيَةٌ فِي عَقِبِهِ اِبْرَاهِيْمَ

عَقِبَ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وصال شریف کے بعد قیامت تک آپ کی اولاد کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے عقیدے پر قائم دائم رکھے گا۔

اسی طرح حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کلمہ باقیہ سے مراد ہے عقیدہ توحید، عَنْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ قَالَ التَّوْحِيْدُ وَالْاِخْلَاصُ وَلَا يَزَالُ فِي ذُرِّيَّتِهِ مَنْ يُّوَحِّدُ اللّٰهَ وَيَعْبُدُهٗ۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کلمہ باقیہ سے مراد توحید اور اخلاص ہے اور ہمیشہ سے آپ کی اولاد میں اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرنے والے اور اس کی عبادت

کرنے والے موجود رہے ہیں۔ امام ابن جریج رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

فَلَمْ یَزَلْ نَاسٌ مِّنْ ذُرِّیَّتِہٖ عَلَی الْفِطْرَۃِ یَعْبُدُوْنَ اللّٰہَ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَۃُ

کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں کچھ لوگ ہمیشہ دین فطرت پر رہیں گے اور قیامت تک اللہ عزوجل کی عبادت کرتے رہیں گے۔

حضرت علامہ امام فخرالدین رازی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت شریف کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

اَیْ فِیْ ذُرِّیَّتِہٖ فَلَا یَزَالُ فِیْھِمْ مَّنْ یُّوَحِّدُ اللّٰہَ وَیَدْعُوْا اِلٰی تَوْحِیْدِہٖ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہمیشہ ایسے لوگ رہیں جو اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مانیں گے اور دوسروں کو بھی توحید کی دعوت دیں گے۔

(الحاوی للفتاوی جلد ۲ صہ ۲۱۶۔ تفسیر طبری یہی آیت۔ تفسیر ابن کثیر یہی آیت۔ تفسیر کبیر یہی آیت۔

اس آیۃ کریمہ اور تفاسیر سے پتہ چلا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے کچھ لوگ ہمیشہ دین الٰہی پر قائم دائم رہے اور یہ سلسلہ نبی کریم علیہ السلام کی ذات پاک تک پہنچا اور یہ بات یقینی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اور آپ کا خاندان سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نسل پاک

سے ہے تو پتہ چلا کہ سرکار کے والدین شریفین الحمدللہ دعائے خلیل علیہ السلام کی برکت سے موحد تھے اور دینِ الٰہی اور دینِ فطرت کے پاسبان تھے اگر سرکار کے آباؤ اجداد کو مومن نہ مانا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون لوگ تھے جو ابراہیم علیہ السلام کی دُعا کا مظہر بن کر سرکار کی ذات تک پہنچے۔ تو آپ تاریخ کا مطالعہ کر کے دیکھیں کہ وہی لوگ تھے ان کے سوا کوئی تھا ہی نہیں۔ کیونکہ اولادِ خلیل یو یہی تھے۔ مُدعائے خلیل تو سرکار کی ذات تھی۔ جن کی زیارت خلیل علیہ السلام کے دل کی حسرت تھی۔ اللہ اکبر۔

اب تیسری آیہ شریف سنیئے۔ خالقِ کائنات ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ؕ

اے میرے حبیب علیہ السلام وہ وقت یاد فرمائیے جب عرض کی ابراہیم علیہ السلام نے کہ اے میرے پالنے والے بنا دے اس شہر کو امن والا اور بچالے مجھے اور میرے بچوں کو کہ ہم پوجا کرنے لگیں بتوں کی۔

(۱۳ سورۂ ابراہیم آیت ۳۵)

اللہ تبارک و تعالیٰ کا پیارا خلیل جب اللہ پاک کے حکم سے اپنی بیوی سیّدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور معصوم سیّدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکّہ شریف کے ویران جنگل میں چھوڑ کر جانے لگا تو بارگاہِ

خداوندی میں ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی کہ اے پروردگار میں تو جا رہا ہوں لیکن میری اولاد کو اور مجھے بُتوں کی عبادت سے بچا لینا۔ اللہ پاک کی طرف سے آواز آئی خلیل گھبراؤ نہیں، تو نے میری خاطر بیوی بچّے کو اس جنگل میں چھوڑا، بس تیری دُعا کے صدقے، تیری اولاد کو بُتوں سے بچا کر اپنا قرب عطا کروں گا۔

حضرت علامہ امام ابن جریر، تفسیر ابن جریر کے اندر اس آیۂ کریمہ کے تحت لکھتے ہیں کہ حضرت مجاہد تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے اس آیۂ کریمہ کی تشریح کے بارے میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ:۔

قَالَ فَاسْتَجَابَ اللّٰہُ لِاِبْرَاھِیْمَ دَعْوَتَہٗ فِیْ وُلْدِہٖ فَقَالَ فَلَمْ یَعْبُدْ اَحَدٌ مِنْ وُلْدِہٖ صَنَمًا بَعْدَ دَعْوَتِہٖ۔

اللہ پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دعا آپ کی اولاد کے حق میں قبول فرمائی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس دُعا کے بعد آپ کی اولاد میں سے کسی نے بھی کسی بُت کی پُوجا نہیں کی۔ اسی طرح کسی نے حضرت سُفیان بن عینیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پُوچھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی غیر اللہ کی عبادت کی تو آپ نے فرمایا نہیں پھر اُس سائل سے فرمایا کہ:۔

قَالَ اَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَہٗ وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۔

کیا تُو نے قرآن پاک میں اللہ عزّوجل کے خلیل کی دُعا نہیں

پڑھی۔ جو آپ نے کی تھی کہ یا اللہ عزّوجل مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پوجا سے بچا لینا۔ تو سائل نے عرض کی کہ حضور ہو سکتا ہے۔ یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد کی نیّت سے کی ہو فرمایا نہیں یہ اسحاق علیہ السلام کی اولاد کے لئے نہیں بلکہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے واسطے اس کی دلیل یہ ہے کہ:۔

لِاَنَّہٗ دَعَا لِاَھْلِ ھٰذَا الْبَلَدَ اَنْ لَّا یَعْبُدُوْا اِذَا اَسْکَنَھُمْ اِیَّاہُ

ابراہیم علیہ السلام نے شہر مکّہ کے باشندوں کے لئے اللہ پاک کے حضور دعا مانگی تھی کہ جب مکّہ شہر ان کی رہائش گاہ بن جائے تو یہ بتوں کی پوجا نہ کریں۔

(الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۲۱۷)

حضراتِ گرامی معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لختِ جگر سیّدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد جو نبیٔ کریم علیہ السلام تک پہنچی تو وہ بتوں کے پجاری نہیں تھے۔ خدا کے پجاری تھے۔ وہ غیر اللہ کے سامنے جھکنے والے نہیں تھے۔ بلکہ اللہ پاک کے سامنے سر جھکانے والے تھے۔ وہ اللہ پاک کی توحید کے قائل تھے۔ خدا پرست تھے اور دینِ فطرت پر قائم رہتے ہوئے وہ دنیا سے تشریف لے گئے۔ اگر حضور علیہ السلام کے والدین شریفین خدا کے ماننے والے نہ ہوتے تو اللہ پاک کبھی بھی اپنے بے مثل محبوب کا نورِ پاک ان کے اندر منتقل نہ فرماتا کیونکہ کافر مشرک دنیا کی ہر چیز سے بدتر ہیں۔ اور ناپاک ہیں۔ آج ہم چار روپے کا پاؤ دودھ ناپاک برتن میں

نہیں ڈالتے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ پاک نے پاک محبوب کا نور ناپاک لوگوں کی پشت میں رکھ دیا ہو۔ قرآن پاک کا مطالعہ فرمایئے کافر مشرک دنیا کے بدترین اور بُرے انسان ہیں۔ اور مومن مسلمان بہترین اور اچھے انسان ہیں۔

مشرک بدتر

اللہ پاک مشرکوں اور مسلمانوں کی بدتری اور بہتر سزا اور جزاء کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ۔

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اہل کتاب سے وہ اور مشرک سب جہنم کی آتش میں ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی لوگ تمام مخلوق میں بدترین ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ۔

اور یقیناً جو لوگ ایمان لاتے اور نیک عمل کرتے رہے۔ یہی لوگ تمام مخلوق میں بہترین ہیں۔ ان دو آیۃ کریمہ سے پتہ چلا کہ مشرک بدتر مومن بہتر، مشرک ذلیل، مومن شریف، مشرک گھٹیا، مومن افضل، مشرک ناپاک، مومن پاک، مشرک جہنمی، مومن جنت کا وارث۔

ایک دوسرے مقام پر ربُّ العزت مشرک کی مذمت کرتے ہوئے

فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ ۔

اے ایمان والو یہ مُشرک تو بالکل ہی ناپاک ہیں۔

(پارہ ۱۰۔ آیت ۲۸۔ سُورۃ توبہ)

قرآن مجید کی اس آیۃ کریمہ سے پتہ چلا کہ مُشرک ناپاک ہے چاہے وہ نسب وحسب کے لحاظ سے کتنا ہی اونچا کیوں نہ ہو، چاہے وہ کتنے بڑے عہدے پر فائز ہو، وہ ناپاک ہی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ سرکار کا حسب ونسب کیسا تھا۔ اللہ تعالےٰ قرآن پاک میں محبوب کی آمد کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ٥

بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک مقدّس رسُول تم میں سے گراں گزرتا ہے اس پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت ہی خواہشمند ہے تمہاری بھلائی کا مومنوں پر بڑی مہربانی کرنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

(پارہ ۱۱، سورۃ توبہ، آیت ۱۲۸)

نبیٔ کریم علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی حضرت اُنس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں جب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی تو ساری کائنات کے آقا و مولا

جانِ جہاں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس آیتہ کریمہ کو دو طریقوں سے پڑھا ایک تو مِنْ اَنْفُسِکُمْ "فا" پر پیش دے کر پڑھا۔ دوسری مرتبہ مِنْ اَنْفَسِکُمْ یعنی "فا" پر زبر دے کر پڑھا اور پھر فرمایا کہ :۔

اَنَا اَنْفَسُکُمْ نَسَبًا وَّصِھْرًا وَّحَسَبًا لَیْسَ فِیْ اٰبَآئِیْ مِنْ لَّدُنْ اٰدَمَ مِنْ سِفَاحٍ کُلُّنَا نِکَاحٌ۔

اے میرے صحابہ، عرض کی جی آقا، فرمایا سُنو۔ میں تم میں سے نہیں، بلکہ پوری رب کی مخلوق میں سے نفیس ترین ہوں میرا نسب بھی اُونچا، میرے والد سے لے کر میرے باپ آدم علیہ السلام تک کوئی بھی زانی نہیں تھا۔ سب نکاح کر کے دنیا میں تشریف لائے۔ (مدارج النبوت دوم ص ۲۔ جواہر البحار چہارم ص ۲۹۸)

حضور علیہ السلام کے چچا زاد بھائی رأس المفسرین حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے پیارے حبیب کریم علیہ السلام نے اپنے حسب ونسب کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا کہ :۔

لَمْ یَزَلِ اللّٰہُ یَنْقُلُنِیْ مِنَ الْاَصْلَابِ الطَّیِّبَۃِ اِلَی الْاَرْحَامِ الطَّاھِرَۃِ مُصَفًّی مُّھَذَّبًا لَا تَنْشَعِبُ شُعْبَتَانِ اِلَّا کُنْتُ فِیْ خَیْرِھِمَا۔

اللہ عزوجل نے مجھے ہمیشہ پاک پُشتوں سے پاکیزہ ارحام

میں منتقل فرماتا رہا۔ بڑے صاف ستھرے اور مہذبانہ
طریقے سے اور جب بھی اُن کے دو گروہ بنے میں اُن دونوں
میں سے بہتر گروہ میں تشریف لاتا رہا۔

(دلائل النبوۃ۔ مطالع المسرات۔ الحاوی للفتاوی جلد دوم صہ ۲۱۱) الوفا)

نبی کریم علیہ السلام کے ان دونوں فرمانات سے پتہ چلا کہ سرکار کا
پورا خاندان پاک کوئی بھی آپ کا باپ ناپاک نہیں تھا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے۔ کہ مُشرک ناپاک ہیں۔ کملی والا فرماتا ہے میرا پورا خاندان پاک ہے۔
اب بتائیے اگر سرکار کے والدین کو ایمان دار نہ مانا جائے تو قرآن کے
نظریے کے مطابق ناپاک لیکن سرکار فرماتے ہیں کہ پاک، تو اب نتیجہ کیا
نکلا۔ کہ نبی کریم علیہ السلام کے والدین تب ہی پاک ہو سکتے ہیں۔ جب مومن
مانا جائے۔ اگر مومن نہ مانا جائے تو سرکار کے فرمان کی تکذیب لازم آئے
گی۔ لیکن یاد رکھو دنیا کی ہر تاریخ، ہر بات غلط ہو سکتی ہے لیکن اللہ پاک
کے محبوب کی کوئی بات غلط نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ محبوب کریم علیہ السلام کی
زبان پر رَبّ بولتا ہے۔ قرآن گواہ ہے۔ اس لئے ہمارے میانوالی کے
ایک بزرگ نعت گو شاعر جناب فتح محمد ماتی کہتے ہیں کہ :-

کیوں مُنکر ہیں توں رَبّ دی عطا دا
تے پڑھ ویکھ تو رَبّ دا قرآن
نبی بول دا رَبّ دی مرضی تے !
تے خُود رَبّ دا ایویں فرمان !

چاہے نور دے بجن بجھا دیں مور دے دِن
تے دِتّے رَبّ نے کُل نظام!
مَاتی سب کچھ اختیار محمدﷺ دے
تے آقا کُل کائنات دی جان

جبرئیل گواہ

حضور علیہ السلام کے والدین شریفین کے ایمان کی گواہی اللہ عزّوجل کے محبوب فرشتے جبرئیل علیہ السلام کی زبانی سُنیئے حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ الحاوی للفتاوی جلد دوم صـ۲۲۴ پر تحریر فرماتے ہیں کہ مولا علی شیرِ خدا حسنین کریمین کے بابا جان فرماتے ہیں۔ ایک دن سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم تشریف فرما ہیں۔ صحابہ کرام بھی موجود ہیں۔ کہ اچانک حضرت جبرئیل علیہ السلام بارگاہِ نبی میں حاضر ہوتے اور آکر عرض کیا۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ یُقْرِئُکَ السَّلَامُ۔ اے میرے آقا ساری کائنات کا خالق و مالک آپ کو نبوّت کا تاج پہنا کے بھیجنے والا اللہ عزّوجل آپ کو محبّت بھرا سلام دیتا ہے قربان جاؤں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم آپ کے حُسن و کمال پر کہ جس کو ساری دُنیا کا رَبّ سلام بھیجے نبی کریم علیہ السلام اپنے پیارے خدا کا سلام سُن کر مُسکرا پڑے۔ بڑا لُطف آیا، بڑا سُرور آیا، بڑی چاشنی آئی ہوگی۔ میرے آقا نے فرمایا جبرئیل میرا پالن ہار کیا فرماتا ہے۔ کیا حکم لے کر آتے ہو۔ عرض کی آقا حکم نہیں بشارت آرڈر نہیں خوشخبری میرے آقا نے فرمایا کون سی بشارت، کون سی خوشخبری، جبرئیل نے ہاتھ باندھ کر عرض کی۔

وَيَقُوْلُ اِنِّيْ حَرَّمْتُ النَّارَ عَلٰى صُلْبٍ أَنْزَلَكَ وَبَطْنٍ حَمَلَكَ وَحِجْرٍ كَفَلَكَ

میرے آقا آپ کا شفیق رَبّ آپ کو بشارت دیتا ہے کہ میں نے ہر اس بندے پر دوزخ حرام کر دی ہے۔ جس کے صُلب یعنی پُشت میں میرے حبیب تم رہے ہو اور ہر اس پیٹ پر جس نے تمہیں اٹھائے رکھا اور اس گود پر جو تمہیں لاڈ پیار سے کھلاتی رہی۔

سُبحان اللہ! قربان جاؤں ان مقدس ہستیوں پر جنہوں نے میرے حبیب علیہ السلام کے نور کو اپنے سینوں میں چھپائے رکھا اور پھر صدقے جاؤں اس مقدس مُطہّر منوّر مائی کے جس نے نو مہینے اپنے بطن شریف میں اللہ عزّ وجلّ کے پیارے کو رکھ کر ساری کائنات کی رحمتیں لوٹ لیں۔ اس لئے تو ایک عاشق بولا کہ:۔

روضے جیّ چھاں کوئی نئیں
میرے آقا دی ماں ورگی
دو جگ وچہ ماں کوئی نئیں

ہو بھی کیسے سکتی ہے۔ ارے جس کو مکّے کے پہاڑ سلام کریں۔ درخت محبّت سے جُھک کر آداب عرض کریں۔ پتھر قدموں کے بوسے لیں۔ جانور مبارکبادیاں دیں۔ بادل سر پہ سایہ کریں۔ انبیاء کرام علیہم السّلام بشارتیں دیں۔ فرشتے طواف کریں۔ کعبہ سجدہ کرے۔ جبرئیل ہاتھ باندھ کر زیارت کرے۔ نہیں نہیں خود خدا سلام فرمائے۔ ایسی ماں نہ کوئی اس

جہاں میں ہوئی نہ ہوگی، نہ قیامت تک پیدا ہو سکتی ہے۔ اَللّٰہُ اَللّٰہ۔

اَب سوچو اُن لوگوں کے بارے جو سرکار کے والدین شریفین کو بے ایمان سمجھتے ہیں۔ ان کا ایمان کہاں ہے؛ آپ قرآن و حدیث تاریخ سیرت کا مطالعہ کر کے دیکھیں حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر حضرت عیسٰی علیہ السّلام تک کسی نبی کی ماں کافرہ مُشرک نہیں ہوتی۔ جب تمام انبیاء کرام علیہ السّلام کی مائیں کافرہ مُشرکہ نہیں تھیں تو کملی والا تو تمام انبیاء کرام علیہ السّلام کا سردار ہے، امام ہے۔ جب مقتدیوں کی ماؤں کا یہ عالم ہے تو امام اور سردار کی پیاری پیاری ماں کا کیا مقام ہوگا۔ بھلا سوچو تو سہی قیامت والے دن تمام انبیاء کرام علیہ السلام کی مائیں حضرت شیث کی ماں، حضرت نوح کی ماں، حضرت ابراہیم کی ماں، حضرت یعقوب کی ماں، حضرت یُوسف کی ماں، حضرت داؤد کی ماں، حضرت سلیمان کی ماں، حضرت موسٰی کی ماں، حضرت عیسٰی علیہم السّلام کی ماں جنّت میں جائیں اور نعوذ باللہ میرے آقا، میرے مدنی، میرے نبی، میرے سُلطان، میرے حبیب، میری جان کے مالک، میرے شفیع، میرے ہادی، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کی اُمّی جہنّم میں جائے۔ ایمان سے بتانا خدا کو حاضر و ناظر کر کے کہنا کیا یہ خدا برداشت کرے گا؟

حالانکہ قیامت والے دن جب سب نبی نفسی نفسی کریں گے میرا محبوب اُمّتی اُمّتی کرے گا۔ اگر کسی کو جنّت ملنی ہے تو صدقہ کملی والے کا یہ ہمارا ایمان ہے۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ یہ ہمارا مَسلک ہے اور یہی بات ہم کہتے ہیں کہ۔

یار میرے دی سنو نشانی اُس دے تین نشیلے
کنڈلاں والیاں زُلفاں اندر دل دو جگ دے کیلے
خلقت ساری موہ لئی صاحم ماہی رنگ رنگیلے
جنت وچہ کوئی جا نئیں سکدا اُس دے باجھ وسیلے

جب ساری دنیا کو، سارے انسانوں کو، بخشوا کے کملی والا جنت میں بس لے جائے گا تو ماں اپنی جنت نہ جائے تو بولو میرے نبی سے برداشت ہوگا؟ اِس بات پر تمام مسلمانوں کے فرقے متفق ہیں، چاہے کوئی فرقہ ہو وہابی ہوں یا دیوبندی، شیعہ ہو یا مودودی، احراری ہو یا غلام خانی مقلد ہوں یا غیر مقلد، یارسول اللہ کا نعرہ لگانے والے ہوں یا منکر کہ جس جگہ میرے آقا علیہ السلام کا مزار شریف ہے۔ جس مٹی کے ساتھ دو جہاں کے والی کا جسم پاک لگا ہوا ہے۔ وہ جگہ عرش معلیٰ سے افضل، وہ خدا کے عرش سے اعلیٰ ہے۔ ایمان والو ذرا غور و فکر تو کرو کہ مٹی کے جس ٹکڑے میں میرے آقا تشریف فرما ہوں وہ تو سارے مکان عرش سے افضل و اعلیٰ ہے۔ تو جس باپ کی پشت میں آپ رہے ہے۔ جس ماں کے بطن میں آپ نو مہینے جلوہ گر رہے ہے۔ پھر اس کا دودھ نوش فرمایا وہ جہنم کے قابل ہو وہ دوزخ میں جائیں؟ توبہ توبہ ایسا اندھیر نہیں ہو سکتا۔

میرے دوستو! قرآن مجید فرقان حمید کی چند آیات کریمہ اور احادیث شریفہ نے مسئلہ واضح کر دیا کہ میرے محبوب علیہ السلام کے والدین شریفین پکے موحد اللہ پاک کے پجاری اور خدائے لم یزل کو وحدہٗ لا شریک ماننے والے تھے۔ اب آیئے ایک اور قرآنی دلیل سنیئے جس سے سرکار کے والدین

کا ایمان ثابت ہوتا ہے۔

قرآنی دلیل

اللہ عزّ وجل نے قرآن پاک پارہ ۱۹ سورۃ شعرا رکوع ۱۵، آیت ۲۱۸ میں اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو مخاطب کر کے فرمایا۔

وَتَوَکَّلْ عَلَی الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ○ اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ○ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ○ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○

اور بھروسہ کیجئے سب سے غالب ہمیشہ رحم کرنیوالے پر۔ وُہ ذات آپ کو دیکھتی رہتی ہے۔ جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور دیکھتا رہتا ہے۔ جب آپ چکر لگاتے ہیں سجدہ کرنے والوں کے گھروں کا بے شک وہی سب کچھ سُننے والا جاننے والا ہے۔

ان تمام آیۃ کریمہ کے مفسرین نے چند اقوال پیش فرماتے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ مضبوط قول وہ ہے جو میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ حضرت علامہ امام احمد صاوی مالکی علیہ الرحمۃ، کون صاوی جس کی تفسیر ہر دینی ادارے میں تفسیر جلالین کے حاشیہ پر پڑھائی جاتی اور جس کے ہر ہر سانس میں سرکار کا عشق کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ اپنی تفسیر صاوی جلد ۳ صـ۱۸۲ میں بھی آیۃ کریمہ کے تحت لکھتے ہیں۔

اَلْمُرَادُ بِالسَّاجِدِیْنَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمَعْنٰی یَرٰىكَ مُتَقَلِّبًا فِیْ اَصْلَابِ وَ اَرْحَامِ

الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ لَّدُنْ اٰدَمَ اِلٰی عَبْدِ اللّٰہِ
فَاُصُوْلِہٖ جَمِیْعًا مُؤْمِنُوْنَ ۔

ساجدین سے مراد مؤمنین ہیں اور آیت کا معنی یہ ہے کہ
حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک
آپ جن مؤمنین کے رحموں اور پشتوں میں گردش کرتے
رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو بھی ملاحظہ فرمایا۔

اس تفسیر سے پتہ چلا کہ سرکار کا نسب شریف حضرت آدم علیہ السّلام
سے جناب عبداللہ تک کفر و شرک سے پاک تھا۔ اب دوسری تفسیر
ملاحظہ فرمائیں۔ صاحب تفسیر جمل اپنی تفسیر جمل جلد ۳ ص ۲۹۴ میں اسی
آیۂ کریمہ کے تحت لکھتے ہیں:۔

اَیْ یَرَاکَ مُتَقَلِّبًا فِیْ اَصْلَابِ وَاَرْحَامِ
الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ لَّدُنْ آدَمَ وَحَوَّا اِلٰی
عَبْدِ اللّٰہِ وَاٰمِنَۃَ فَجَمِیْعُ اُصُوْلِہٖ رِجَالًا
وَنِسَآءً مُؤْمِنُوْنَ ۔

اے میرے حبیب علیہ السّلام حضرت آدم علیہ السّلام سے
لے کر حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ تک جن جن مومن
مردوں اور عورتوں کے رحموں اور پشتوں میں منتقل
ہوتے رہے ہر ان سب کو آپ کا رب ملاحظہ فرما
رہا ہے۔ یقیناً آپ کے تمام آباء و اجداد یعنی باپ
دادا پردادا خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں تمام کے تمام

ایماندار ہیں۔

میرے دوستو! ان دو تفاسیر کی روشنی سے مسئلہ ثابت ہوا کہ سرکار کے والد ماجد بھی ایماندار تھے اور آپ کی پاک امّی جان بھی مومنہ تھیں۔ اب جو سرکار سے سچّا عشق، سچّا پیار کرتا ہے وہ تو ضرور آپ کے والدین شریفین کو مومن تسلیم کرے گا اور اگر سرکار سے پیار نہیں تو پھر اس کی مرضی پھر یہ بھی یاد رہے سرکار سے محبّت ایمان کی جان ہے محبّت نہیں تو ایمان بھی نہیں اور یہی سُنّی کہتے ہیں کہ

؎ اُلفت نبی دی عین ایمان سمجھ جے نئیں آپ دی اُلفت تے ایمان بھی نئیں
جناں آپ دی اُلفت دے سمجھ اندر آسکدی آپ دی شان بھی نئیں
اُلفت آپ دی جے کر نہ ہووے دل وچ تے مِل سکدا کدی رحمان بھی نئیں
اُلفت آپ دی جس انسان نوں نئیں اوہ انسان کی بلکہ حیوان بھی نئیں

ایمانداروں کے لئے یہی دو حوالے کافی ہیں۔ لیکن ضعیف الایمان لوگوں کی تسلّی کے لئے مزید تفاسیر سے حوالے حاضر خدمت ہیں۔ امام اجل امام العاشقین حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ جن کے علم جن کی فضیلت، جن کے فنافی الرسول ہونے میں کسی کو شک نہیں وہ اپنی تفسیر دُرِّ منثور جلد ۵ صفحہ ۹۸ میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن سرکار مسجد نبوی میں تشریف فرما ہیں۔ صحابہ کرام سرکار کی زیارت سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ میں نے ہاتھ باندھ کر کہا سرکار مجھے ایک بات تو بتاؤ۔

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ ۔

میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے قدموں پر میرے ماں باپ قربان ۔

مجھے ایک بات تو بتایئے میرے آقا نے فرمایا۔ عبداللہ کونسی بات پوچھنا چاہتے ہو۔ میں نے کہا آقا جب آدم علیہ السلام جنّت میں تھے تو آپ اس وقت کہاں تھے۔ قربان صحابہ تمہارے عقیدے پر گویا حضرت عبداللہ کا یہ عقیدہ ہے۔ جب آدم علیہ السّلام جنّت میں تھے۔ دنیا میں انسان کا نام ونشان نہیں تھا۔ میرے آقا اس دور کی بات کو بھی جانتے ہیں۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو اپنے آپ کو سپاہِ صحابہ صحابہ کا سپاہی کہلاتے ہیں۔ صحابہ زندہ باد کے نعرے لگاتے ہیں۔ خدا کے لئے صحابہ کا عقیدہ دیکھو۔ صحابی ہزاروں سال پہلے کی بات پوچھ رہا ہے۔ جب کوئی انسان دنیا میں نہیں تھا۔ یہ غیب کی خبر ہے کہ نہیں اور سپاہ صحابہ کا عقیدہ کیا ہے۔ جو رسول کو غیب دان سمجھے وہ مشرک ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ یقین نہ آئے تو اٹھایئے فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی صہ ۶۵ پر اس کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں۔ جو شخص اللہ جلّ شانہٗ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ تعالیٰ کے برابر کسی دوسرے کا علم جانتے بے شک وہ کافر ہیں۔ اس کی امامت

اور اس سے میل جول محبت و مروّت سب حرام ہیں۔ اسی طرح مولوی غلام خان دیوبندی اپنی تفسیر جواہر القرآن جلد ا کے مقدمہ کے صفحہ ۴۲ پر لکھتا ہے۔ جو ایسے عقائد باطلہ پر مطلع ہو کر جو ایسے لوگوں (یعنی سرکار کے علم غیب ماننے والوں) کو کافر مشرک نہ سمجھے وہ بھی ویسا کافر ہے۔ حضور علیہ السّلام کے علم غیب ماننے والا پکّا کافر ہے اس کا نکاح نہیں۔

میرے دوستو! خدا کے لئے سوچو اور صحابہ کے سپاہی بننے والوں سے سوال کرو کہ تم کہتے ہو سرکار کے علم غیب کا قائل مشرک ہے۔ پکّا کافر۔ لیکن صحابی ہزاروں سال پہلے کی بات پوچھ رہا ہے بتاؤ یہ غیب کی خبر ہے کہ نہیں؟۔ اگر نہیں تو بتاؤ پھر یہ کیا ہے؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو صحابی نے سوال سرکار کے علم شریف کو جان کر کیا۔ تو تمہارا فتویٰ اب کیا کہتا ہے؟ کچھ خیال کر دیتے چلا صحابہ کا عقیدہ اور تھا نام نہاد سپاہِ صحابہ کا عقیدہ اور ہے۔ صحابہ کرام سرکار کے علم غیب کو جان کر سرکار کی آمد سے پہلے اور سرکار کی وفات شریف کے بعد کی باتیں پوچھتے تھے۔ تم ایسے انسان کو کافر مشرک کہتے ہو۔ اب دو ہی راستے ہیں۔ یا تو صحابہ کے عقائد اختیار کر کے اپنے مولویوں کی عبارت سے تائب ہو کر پکّے صحابہ کے سپاہی بن جاؤ یا پھر یہ نام بدل کر سپاہِ یزید۔ سپاہِ ابنِ زیاد وغیرہ نام رکھو۔ اگر نام بھی نہیں بدلتے اور عقائد بھی نہیں بدلتے تو پھر کہنا پڑے گا۔ یہ جماعت سپاہ صحابہ نہیں سپاہ خرابہ ہے' اور

ہے بھی حقیقت یہ مسلمانوں کے دشمن، یہ ولیوں کے دشمن، یہ نبیوں کے گستاخ، یہ پاکستان کے دشمن، آپ پاکستان کی تاریخ کا مطالعہ کر کے دیکھیں پاکستان میں جتنی فرقہ پرستی کی ہوا چلی ہے۔ یہی سپاہِ صحابہ والوں کی مہربانیاں ہیں۔ میں یہ بات پورے وثوق سے عرض کر رہا ہوں تقریباً آج سے بیس سال قبل ۱۹۷۷ء میں جھنگ شہر میں ایک دیوبندی مولوی نمودار ہوا نام تھا حق نواز۔ اس نے اپنی سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے اہلسنّت وجماعت بریلوی کے خلاف اپنی مسجد پیلیانوالی سے آواز اٹھائی۔ کہ سُنّی بریلوی مشرک ہیں، کافر ہیں۔ یہ گستاخان انبیاء کرام علیہم السّلام ہیں۔ گستاخِ رسول علیہ السلام ہیں۔ یہ یہ ہیں وہ ہیں؟ جس طرح ان کی عادت ہوتی ہے۔ تین سال تک یہ سُنّی علماء اولیاء صوفیاء کے خلاف شرانگیز اور بدزبانی استعمال کرتا رہا آپ جانتے ہیں جب باطل عروج پر جاتا ہے تو میرا رب عزّوجل اس کو ذلیل ورسوا بھی کرتا ہے۔ یہی ہوا کہ ۱۹۷۹ء ۲۷ر اگست کو اسی مولوی حقنواز دیوبندی کا مناظرہ امام المناظرین نبوت اہلسنّت وجماعت پیرسیال کے پروردہ شیخ الحدیث حضرت علاّمہ قبلہ محمّد اشرف سیالوی سے گستاخِ رسول کون؟ پر سرکاری حکام کی زیرِ نگرانی چھ گھنٹے تک ہوا۔ چھ گھنٹے کے بعد منصفین نے فیصلہ کر دیا کہ مولانا محمد اشرف سیالوی بھاری دلائل کی وجہ سے فاتح ہیں۔ لہٰذا ہمارا فیصلہ ہے کہ سُنّی بریلوی جیت گئے۔ بس پھر کیا تھا۔ حق نواز پسینہ میں غرق ہو گیا۔ پہلے یہی کہتا تھا۔ اگر میں نے بریلویوں کو نہ ہرایا تو مجھے کسی کُتّی نے جنا ہے۔ اب

شکست سن کر پینترا نہیں کیا بن گیا۔ کئی دیوبندی تائب ہو کر سُنّی ہو گئے۔ یُوں حق نواز نے سُنّی بریلویوں کا پیچھا چھوڑا۔ اب اُس نے دیکھا کہ میری یہاں تو دال نہیں گلی۔ اب اُس نے شیعوں کے خلاف محاذ کھولا۔ اور ایک تنظیم بنائی۔ سپاہ صحابہ اور پھر شیعوں کے خلاف لوگوں کو اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ کہتا کیا کہ شیعہ صحابہ کے دشمن ہیں۔ اگر تمہارے اندر غیرت ایمانی ہے تو یا مارو، یا مر جاؤ۔ یا غازی یا شہید، یہ ٹھیک ہے شیعہ صحابہ کے دشمن ہیں۔ لیکن ان کو قائل کرنے کا یہ طریقہ نہیں۔ کہ ہاتھ میں بندوقیں، پستول، مشین گن، کلاشنکوف، بم اٹھا کر ان کے گھروں کو جلا دیا۔ ان کے امام واڑوں میں لوگوں کو قتل کر دیا۔ یہ منوانے کا طریقہ نہیں۔ آخر شیعہ حضرات پہلے بھی اسی زمین پر رہتے تھے۔

الحمدللہ! اہلسنت وجماعت کے علماء اولیاء نے کئی کامیاب مناظرے کر کے کئی شیعہ حضرات کو سُنّی کیا۔ اگر آپ کو بھی صحابہ کی سچی محبّت ہے تو بات دلائل سے، قرینے سے سلیقے سے، پیار سے، محبت سے کریں۔ انشاءاللہ آپ دیکھیں کئی دشمن سجن بن جائیں گے۔ کئی شیعہ سُنّی بن جائیں گے۔ کئی دشمن صحابہ غلام صحابہ بن جائیں گے، پر اس کا طریقہ بدلنا پڑے گا۔ انداز بدلنا پڑے گا۔ لیکن ان لوگوں نے پیار کے بجائے ہتھیار کی زبان استعمال کی تو نتیجہ کیا نکلا آپ اندازہ فرمائیں جب حق نواز دیوبندی کے کہنے پر شیعہ قتل ہونے لگے تو وہ بھی ان ماموں تو نہیں لگتے تھے حیا کرتے۔ انہوں نے پہلا نشانہ حق نواز کا بنایا پھر ایثار قاسمی کا، اب ان کا نشانہ طارق اعظم۔ آج ۲۳ ستمبر ۱۹۹۶ء

کا اخبار پڑھ کر دیکھیں شیعہ حضرات نے حملہ کر کے ملتان میں دیوبندیوں کی مسجد خیر العلوم میں بیٹھے وہابیوں کو قتل اور اکثر کو شدید زخمی کر دیا۔ صبح کی جماعت میں اب آپ سوچیے کیا اس طرح شیعہ ختم ہو جائیں گے نہیں، بلکہ پاکستان میں مذہبی فرقہ پرستی بڑھے گی۔ جنگ و جدل کا بازار گرم ہو گا۔ بجائے اسلام پھیلنے سے لوگ اسلام سے، علماء سے متنفر ہوں گے۔ میری دعا ہے۔ اللہ پاک سرکار کی تبلیغ جیسی تبلیغ کا ڈھنگ عطا فرمائے آمین۔

یہ ضروری تھا۔ اب آیئے میں کیا عرض کر رہا تھا۔ کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے عرض کی۔ آقا میرے ماں باپ آپ کے قدموں پر نثار مجھے یہ بتائیں۔ کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تھے تو آپ اس وقت کہاں تھے۔ مٹی تھے یا نور۔ پیدا بھی ہوتے تھے کہ نہیں۔ فرش پر تھے یا عرش پر۔ سرکار اپنے صحابی کی بات سن کر غصّے میں نہیں آئے۔ کہ عبداللہ یہ کیا پوچھنے بیٹھ گئے ہو۔ یہ غیب کی خبریں ہیں۔ اللہ عزّوجل کے علاوہ کوئی نہیں جانتا نہ نہ۔ بلکہ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں۔

فَتَبَسَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ	کہ میری بات سُن کر میرے آقا اتنے ہنسے اتنے ہنسے کہ آپ کی مبارک داڑھیں نظر آنے لگیں۔
ثُمَّ قَالَ اِنِّیْ کُنْتُ فِیْ صُلْبِهٖ وَهَبَطَ اِلَی	پھر آپ نے مسکرا کر فرمایا جب آدم علیہ السلام جنت میں تھے

اَلْاَرْضِ وَاَنَا فِیْ صُلْبِہٖ۔

میں اُن کی پُشت میں تھا۔ پھر جب وہ جنّت سے نکل کر زمین پر تشریف لائے پھر بھی میں اُن کی پشت میں تھا۔

حضرت عبداللہ کا سوال یہی تھا۔ جو جواب دے دیا گیا۔ لیکن سرکار نے فرمایا۔ عبداللہ آ۔ آگے بھی میں تمہیں بتاؤں پھر کیا ہوا فرمایا:۔

وَرَکِبْتُ السَّفِیْنَۃَ فِیْ صُلْبِ اَبِیْ نُوْحٍ۔

پھر میں نوح علیہ السّلام کی پشت میں ہوتے ہوئے۔ نوح علیہ السّلام کی کشتی میں سوار ہوا۔

جب میرے باپ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو جلتی آگ میں ڈالا گیا۔ میں اس وقت بھی ان کی پشت میں تھا۔ حضرت آدم علیہ السّلام سے حضرت عبداللہ تک جتنے بھی میرے والدین گزرے کسی نے کبھی کوئی حرام کاری نہیں کی کیوں ؟

اس لئے کہ :۔

لَمْ یَزَلِ اللّٰہُ یَنْقُلُنِیْ مِنَ الْاَصْلَابِ اِلَی الْاَرْحَامِ الطَّاھِرَۃِ مُصَفًّی مُھَذَّبًا لَا تَتَشَعَّبُ شُعْبَتَانِ اِلَّا کُنْتُ فِیْ خَیْرِ۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے ہمیشہ پاک پُشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل فرمایا۔ میرے تمام والدین چاہے مرد تھے یا عورتیں تھیں صاف اور مہذّب تھے۔ جب اللہ پاک ایک قبیلہ کی دو شاخیں

بناتا۔ مجھے بہترین شاخ اور قبیلہ میں رکھتا۔

یہی علامہ سیوطی علیہ الرحمتہ اپنی کتاب الحاوی للفتاوی جلد ۲۔ صفحہ ۲۱۲ میں یہی آیتہ کریمہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔

قِيْلَ مَعْنَاهُ اَنَّهُ كَانَ يُنْقَلُ نُوْرُهُ مِنْ سَاجِدٍ اِلٰى سَاجِدٍ وَبِهٰذَا التَّقْدِيْرِ فَالْاٰيَةُ دَالَّةٌ عَلٰى اَنَّ جَمِيْعَ اٰبَآءِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ۔

کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ بیشک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پاک ایک ساجد سے دوسرے ساجد۔ (یعنی سجدہ کرنے والے) کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ اس روایت کی رُو سے یہ آیت کریمہ اس بات پر دلیل ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے تمام آبائے کرام یعنی باپ دادا پردادا وغیرہ مسلمان تھے۔

معلوم ہوا کہ سرکار کے تمام والدین ساجدین تھے۔ اللہ پاک کی بارگاہ میں ہمیشہ نیاز جبین جھکانے والے تھے۔ کیوں نہ ہوتے۔ ان کی پشتوں میں، ان کی گودوں میں وہ نبی تشریف لانے والا تھا۔ جو جہاں قدم رکھے گا۔ وہی جگہ جنت بن جائے گی یہی سُنی کہتے ہیں۔ کیسا کہ :-

اُوہ تھاواں بن گئیاں جنت جتھے کملی والے دا ٹیرا اے
اُوہ دل وی عرش معلیٰ جہدے وچ مدنی دا ڈیرا اے

جس دل وچ عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم دا اوکسے دا شان اُچیرا اے

ایہہ عرش نواز چیز ہے کیا اوڈے عرش تے اوہدا فریرا اے

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کون؟ ثناء اللہ جو ولی کامل غوث زمان حضرت مرزا مظہر جاناں شہید علیہ الرحمۃ کے مرید تھے۔ مرزا صاحب کے مرید تو بڑے تھے۔ لیکن آپ کو قاضی صاحب سے بڑا پیار تھا۔ آپ قاضی صاحب پر فخر فرمایا کرتے تھے کہ میرے مُریدین کی جماعت میں قاضی جیسا فاضل بھی میرا مرید ہے ایک مرتبہ کسی نے مرزا صاحب سے پُوچھا۔ کہ سرکار قیامت کو اللہ پاک نے جب آپ سے سوال کیا۔ کہ مرزا میں نے تمہیں انسان بنایا مسلمان بنایا یار کا غلام بنایا، اپنی ولایت عطا فرمائی میرے لئے تم کیا لائے ہو۔ آپ کیا جواب دیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ جب میرے رَبّ نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا لائے ہو تو میں ثناء اللہ کو بارگاہِ خداوندی میں پیش کر کے عرض کروں گا۔ میں ثناء اللہ لے کر آیا ہوں۔

(سیرت نبی بعد وصال نبی جلد سوم صـ۲۲۷)

قاضی صاحب اپنے مُرشد کی مُراد تھے۔ یعنی آپ کے مُرشد نے اللہ پاک سے دُعا فرمائی۔ اور مانگ کر قاضی صاحب کو اپنا مرید بنایا۔ ایک ہوتا ہے مُرید۔ ایک ہوتی ہے مُراد۔ مرید وہ جو خود چل کر اپنے مرشد کی بیعت کرے۔ مراد وہ جس کو مُرشد اپنے اللہ پاک سے مانگ کر اپنا مرید کرے۔ جیسے میرے ہادی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابی تھے۔ تمام صحابی سرکار

کے مرید تھے۔ لیکن فاروق اعظم سرکار کی مراد تھے۔ تمام صحابہ نے خود آ کر کملی والے کا کلمہ پڑھ کر بیعت اختیار کی۔ لیکن فاروق اعظم کو میرے ہادی نے اللہ پاک سے مانگ کر لیا۔ تو قاضی ثناء اللہ مرزا صاحب کے خاص مرید تھے۔ جن کے بارے دیوبندی حضرات کہتے ہیں۔ کہ وہ اپنے زمانے کے ابو حنیفہ تھے۔ بیہقی وقت تھے۔ یہی قاضی صاحب اپنی تفسیر مظہری جلد ۷ صہ ۸۹ پر اسی آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں۔

اَلْمُرَادُ مِنْهُ تَقَلُّبُكَ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِيْنَ السَّاجِدِيْنَ لِلّٰهِ اِلٰى اَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ السَّاجِدَاتِ وَمِنْ اَرْحَامِ السَّاجِدَاتِ اِلٰى اَصْلَابِ الطَّاهِرِيْنَ اَىْ الْمُوَحِّدِيْنَ وَالْمُوَحِّدَاتِ حَتّٰى يَدُلَّ عَلٰى اَنَّ آبَاءَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔

اس آیت کریمہ سے مراد یہ کہ آپ کا نور پاکیزہ اور اللہ پاک کو سجدہ کرنے والوں کی پشتوں سے اُن عورتوں کے رحم کی طرف منتقل ہوا۔ جو پاک تھیں سجدہ کرنیوالی تھیں۔ پھر ان پاکیزہ اور سجدہ کرنے والیوں کے رحم سے ایسے طاہر لوگوں کی طرف منتقل ہوا۔ جو تمام اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل تھے۔ یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء و اجداد بچے موحد اور مومن تھے

رئیس المفسرین حضرت علامہ امام سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ اپنی شہرہ آفاق تفسیر روح المعانی جلد ۱۹ ص ۱۳۷ ۔ ۱۳۸ میں اسی آیۃ کریمہ کے تحت لکھتے ہیں کہ :۔

حضرت ابونعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیۃ کریمہ کا مقصد مطلب اور تفسیر پوچھی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ نبی کریم علیہ السلام اپنے آباء و اجداد کی پشتوں میں منتقل ہوتے رہے۔

حَتّٰی وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

یہاں تک نبی کریم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے سرکار کو پیدا فرمایا۔

یہ تفسیر بیان کرنے کے بعد علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

وَاسْتُدِلَّ بِاٰیَۃٍ عَلٰی اِیْمَانِ اَبُوَیْہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔

کہ اس آیت کریمہ سے رسول کریم رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے ایماندار ہونے پر استدلال کیا گیا۔ یعنی سرکار پاک کے والدین کے ایمان کو ثابت کیا گیا۔

فرماتے ہیں یہی میرا عقیدہ ہے میرا ہی عقیدہ نہیں بلکہ :۔

کَمَا ذَھَبَ اِلَیْہِ کَثِیْرٌ مِّنْ اَجِلَّۃِ اَھْلِ

اہل سنت وجماعت کے جلیل القدر اور اکثر علماء کرام کا یہی مذہب

ہے ۔

معلوم ہوا جو سُنّی ہوگا ۔ جو بزرگ ہوگا ، جو اللہ پاک کا پیارا ہوگا ، جو ان کا غلام ہوگا ۔ وہ سرکار کے پیارے والدین کو پکّا سچّا مُوحد مومن مسلمان تسلیم کرے گا ۔ جو نہیں تو پھر گِلہ شکوہ بھی نہیں ۔ جب علامہ آلوسی یہ تفسیر بیان کر رہے تھے تو کسی نے کہا علامہ صاحب شاہ صاحب آپ کا عقیدہ سمجھ آگیا ۔ جلیل القدر ہستیوں کے عقیدے کا پتہ چل گیا ۔ سُنّی عاشق کے عقیدے کی وضاحت ہوگئی ۔ سرکار عرض یہ کرنا ہے اگر کوئی سرکار کے والدین کے ایماندار ہونے کے دلائل پڑھ کر یا سُن کر بھی نبی کریم علیہ السلام کے والدین شریفین کو ایماندار تسلیم نہ کرے ۔ مسلمان نہ مانے مُوحّد نہ کہے تو اس کے بارے آپ کا کیا حکم ہے ۔ کیا فتویٰ ہے کیا جرمانہ ہے کیا سزا ہے ۔ تو علامہ آلوسی نے کیا فرمایا ۔

سنو فرمایا :-

وَ اَنَا اَخْشَی الْکُفْرَ

جو میرے آقا کے والدین کو مومن نہیں مانتا ۔ میں نگاہِ ولایت سے دیکھ رہا ہوں کہ کہیں سرکار کے والدین کو کافر کہنے والا خود کافر ہو کر نہ مرے ۔ اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ ۔

حضرات محترم ! ان تمام حوالہ جات کو پڑھنے کے بعد ایک ایماندار آدمی کے لئے کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ وہ سرکار کے والدین کو ایماندار تسلیم نہ کرے ۔ ویسے ذرا خدا کو سامنے جان کر دل سے کہیئے جب

کوئی بدبخت میرے آقا علیہ السلام کے والدین کو کافر کہتا ہوگا نبی کریم علیہ السّلام کے دل کو تکلیف نہیں ہوتی ہوگی، ضرور ہوتی ہوگی۔ تو پھر سوچئے اس وقت میرے آقا علیہ السّلام کیا کہتے ہوں گے۔ حضرت علاّمہ جلال الدّین سیوطی علیہ الرحمۃ الحاوی للفتاوی جلد دوم ص ۲۱۱ پر مُسند بزاز کے حوالے سے یہ صحیح حدیث نقل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ قریش کے چند سردار نبی کریم علیہ السّلام کی پھوپھی حضرت سیّدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس کسی کام کے لیئے آئے وہیں بیٹھے بیٹھے خاندان کے حسب نسب کا ذکر چھڑ گیا تو اُن قریشیوں نے کہا کہ ہمارا حسب بھی سب سے اونچا ہے۔ ہمارا نسب بھی سب سے اونچا ہے۔ کوئی بھی ہمارے حسب و نسب کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ جب ان کی باتیں نبی کریم علیہ السّلام کی پھوپھی جان نے سنیں تو آپ نے اُن قریشیوں سے فرمایا کہ تمہارا حسب نسب ٹھیک ہے، بڑا اونچا ہے لیکن پوری دنیا میں اس خدا کی خدائی میں نبی کریم علیہ السّلام کے حسب نسب کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ میرے آقا کا حسب ہی سب سے اعلیٰ ہے۔ نسب ہی سب سے اونچا ہے۔ کوئی ان کی برابری نہیں کرسکتا تو وہ قریشی بُرا منا گئے اور کہنے لگے کہ نبی کریم علیہ السلام کا حسب نسب تو ایسے ہے۔ جیسے کسی کوڑے کرکٹ سے کوئی کھجور کا درخت قدرتی طور پر پیدا ہو جاتے۔ حضرت صفیہ کو بڑا بُرا لگا۔ آپ نے یہ بات نبی کریم علیہ السلام کو بتائی۔ اللہ اکبر۔ سرکار یہ سُن کر جلال میں آ گئے۔

فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ — نبی کریم علیہ السلام ان کی یہ بات

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔	سُن کر سخت ناراض ہوتے۔

سرکار نے آواز دی یَا بِلَال اے بلال کہاں ہو، حضرت بلال میرے آقا کی آواز سُن کر دوڑتے آتے عرض کی۔

لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ	یا رسول اللہ آپ کے قدموں پر میرے ماں باپ قربان میں حاضر ہوں۔

کیا حکم ہے۔

وَاَمَرَ بِلَالًا فَنَادٰى فِي النَّاسِ۔	نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا بلال جاؤ پورے مدینے شریف میں منادی کرا دو۔

اور لوگوں کو کہو کہ تمہیں مسجد نبوی میں اللہ پاک کا آخری نبی بُلا رہا ہے حضرت بلال دوڑے پورے شہر میں مُنادی کر دی۔ مسجد نبوی شریف لوگوں سے کھچا کھچ بھر گئی۔ سرکار کے تمام غلام آ گئے۔ وہ قریشی بھی آ گئے۔ جنہوں نے بات کی تھی۔

فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ	نبی کریم علیہ السلام منبر ختم نبوت پر جلوہ افروز ہوئے۔

اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

يَا اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ اَنَا۔	اے لوگو! بتاؤ میں کون ہوں؟

قَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔

تمام صحابہ بولے آپ اللہ عزوجل کے پیارے رسول ہیں۔

فرمایا کوئی شک نہیں۔لیکن میرا نسب بیان کرو۔

فَقَالُوْا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِبْ

صحابہ نے عرض کی آقا آپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم ہیں۔حضرت عبداللہ کے بیٹے ہیں حضرت عبدالمطلب کے پوتے ہیں۔

نبی کریم علیہ السلام نے جب یہ سُنا تو آپ سرکار بولے فرمایا۔

فَمَا بَالُ اَقْوَامٍ۔

فرمایا اُن قوموں کا کیا حال ہوگا۔

جو میرے نسب کو معمولی اور کم سمجھتے ہیں۔خدا کی قسم انھیں کیا پتہ حسب کا میرے نسب کا، میری شان پوچھنی ہے۔میرے اللہ عزوجل سے پوچھو۔میرا مقام پوچھنا ہے۔میرے رب سے پتہ کرو۔

فَوَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَفْضَلُھُمْ اَصْلًا وَفِیْہِ خَیْرُھُمْ مَوْضِعًا۔

اللہ عزوجل کی قسم میں کملی والا ہر لحاظ سے حسب کے لحاظ سے، نسب کے لحاظ سے، شان ومقام کے لحاظ سے، شکل وصورت کے لحاظ سے، گھربار کے لحاظ سے، تمام کائنات سے افضل واعلیٰ ہوں۔اللہ اکبر۔

اور یہ بات ہے بھی سچی کہ سرکار کا مقام وشان کی حدود جانے،

جو مالک و خالق دینے والا ہے یا وہ محبوب جانتے جو شان مقام والا ہے۔
ہیں یا آپ کیا جانیں۔ اور یہی بات سُنّی بھی کہتے ہیں کہ:۔

۵ تسُّبں کر دے اعتراض کیوں رَبّ نے نیّیں تے جو محبوب دی شان ودھائی جاوے
وَرَفَعنَا کہہ کے قرآن اندر رکھیہ تہاڈیاں سِراں چہ پانی جاوے
صِفتاں سُن سُن کے مدنی حضور دیاں تے تہاڈا سِر کیوں ایویں چکرائی جاوے
حافظ کہندا ایہہ چھڈ دیو ہٹ دھرمی روز روز دی مُک لڑائی جاوے

مشرق تا مغرب

نبی کریم علیہ السّلام کی سب سے زیادہ محبوب بیوی سب سے زیادہ عالمہ بیوی، سب سے زیادہ فقیہ بیوی، سب سے زیادہ عالمہ فاضلہ بیوی، صدیقہ بنت صدیق جو خود بھی سچی، جس کا باپ بھی سچّا، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار تشریف فرما ہیں۔ نبی کریم علیہ السّلام کے جانثار صحابہ بھی آپ کے پاس زیارت کر رہے ہیں کہ اچانک حضرت جبرائیل علیہ السّلام میرے آقا کے پاس تشریف لائے۔ اللہ پاک کا سلام پیغام پہنچایا۔ جب جانے لگے تو میرے آقا مختارِ کل، نورِ مجسّم ہادیٔ دو جہاں رَبّ کے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا۔ جبرئیل۔ عرض کی جی آقا۔ فرمایا۔ اگر ایک بات پوچھوں بتاؤ گے۔ عرض کی آقا۔ اگر پتہ ہوا تو ضرور۔ فرمایا۔ اچھا یہ بتاؤ رَبّ کی ساری مخلوق تم نے دیکھی، عرض کی دیکھی۔ آدم علیہ السّلام تو نے دیکھے، عرض کی دیکھے۔ فرمایا نوح علیہ السّلام تو نے دیکھے، عرض کی دیکھے۔ فرمایا ابراہیم علیہ السّلام تو نے دیکھے عرض کی

کی جی دیکھے۔ فرمایا کلیم علیہ السلام تم نے دیکھے، عرض کی جی، فرمایا سارے انبیاء علیہ السلام تم نے دیکھے۔ سرکار دیکھے۔ فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ کوئی میرے جیسا یا میرے خاندان جیسا نظر آیا۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے کیا جواب دیا۔ ذرا توجہ کیجئے۔ عرض کی:-

قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَرَ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔

اے میرے آقا میں نے تمام زمین دیکھی، آسمان دیکھے، عرش دیکھا، فرش دیکھا، مشرق دیکھا، مغرب دیکھا، دنیا کا چپہ چپہ دیکھا، لیکن اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام تجھ سے افضل انسان کوئی نہیں دیکھا۔

(دلائل النبوۃ۔ مواصب لدنیہ۔ طبرانی شریف۔ نشر الطیب ص ۱۹ الحاوی للفتاوی دوم ص ۲۱۲)

دیکھتا تو تب جب اللہ پاک نے میرے آقا جیسا یا حضور سے افضل کسی کو پیدا کیا ہوتا خدا کی قسم اللہ پاک نے وہ قلم ہی توڑ دی۔ جس سے پیارے کے حسن و جمال صورت و شکل کو بنایا تھا۔ ہاں تو کملی والے نے کیا فرمایا۔ کہ اے جبرائیل بتا کوئی ہم سے بہتر بھی نظر آیا ہے۔ تو جبرائیل نے کیا جواب دیا۔ عربی میں آپ نے جواب سنا۔ اردو میں اس کا جواب امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے یوں دیا کہ۔

؎ اک روز جبرئیل سے کہنے لگے شاہِ اُمم　　تم نے پھرا ہے جہاں بتلائیے کیسے ہیں ہم

کہنے لگے نورُ الامین اے مہ جبین تیری قسم

* آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام *

بسیارِ خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری !

نبی کریم علیہ السلام جواب سُن کر بڑے خوش ہوئے فرمایا۔ یہ تو میری بات تھی بتا کوئی میرے خاندان جیسا خاندان دیکھا۔ حضرت جبرائیل نے عرض کی آقا جس طرح آپ کی شخصیت جیسی شخصیت مجھے نظر نہیں آئی۔ اسی طرح آپ کے خاندان جیسا کوئی خاندان نظر نہیں آیا۔ آقا اس پورے جہان میں آپ بھی بے مثل ہیں۔ آپ کا خاندان بھی بے مثل ہے۔ بے مثل خالق نے اپنا یار بھی بے مثل بنایا۔ وہ خالق ہونے میں بے مثل ہے یہ مخلوق ہونے میں بے مثل ہے۔ وہ رازق ہو کر بے مثل یہ مرزوق ہو کر بے مثل، وہ بنانے میں بے مثل، یہ بننے میں بے مثل، وہ خدائی میں بے مثل، یہ مصطفائی میں بے مثل، سرکار کا سارا خاندان قیامت تک بے مثل۔

؎ تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ السلام کی شان بیان کرتے ہوئے قرآن مجید کے تیسویں پارے میں ارشاد فرمایا کہ :۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ (پ ۳۰ سورۃ بلد)	مجھے قسم ہے اس شہر کی (مکہ پاک) کی کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔
وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۙ	مجھے قسم ہے والد کی اور مولود کی۔

پہلی آیتہ کریمہ میں رب العزت نے یار کے شہر مکہ شریف کی قسم اٹھائی۔ کیونکہ ان گلیوں نے میرے حبیب علیہ السلام کی تلیوں کے بوسے لیئے دوسری آیتہ کریمہ میں اللہ پاک نے اپنے حبیب علیہ السلام کے ہر اُس والد کی قسم اٹھائی جو آدم علیہ السلام سے لے کر حضور علیہ السلام کی ذات پاک تک سرکار کے نور کا امین اور وارث بنتا آیا۔ حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر مظہری جلد ۱۰ صفحہ ۲۶۴ اسی آیتہ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

اَلْمُرَادُ بِالْوَالِدِ اٰدَمُ وَاِبْرَاهِیْمُ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ اَوْاَیُّ وَالِدٍ كَانَ وَمَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

اسی آیت میں لفظ والد سے مراد یا تو حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں یا ہر والد مُراد ہے۔ اور وما ولد سے مراد نبی کریم علیہ السلام کی ذات مراد ہے۔

گویا اس آیتہ کریمہ میں ایک تفسیری قول کے مطابق اللہ پاک نے اپنے یار کے ہر والد کی قسم اٹھائی۔ آپ جانتے ہیں قسم اس کی اٹھائی جاتی ہے جو قسم اٹھانے والے کے نزدیک باعزت ہو۔ پیاری ہو، محبوب ہو۔ اگر سرکار کے آباء و اجداد اللہ پاک کو پیارے ہیں۔ تو ماننا پڑے گا وہ تمام کے تمام اللہ پاک کی توحید کے قائل تھے، مؤحد تھے۔ جنت کے حقدار رب کے پیارے تھے۔

کبھی کوئی بھی اپنے کسی دشمن کی اپنے مخالف کی، اپنے نہ ماننے والے کی، قسمیں نہیں اٹھاتا۔ اللہ پاک کا قسمیں اٹھانا سرکار کے والدین کے ایمان پر زبردست دلیل ہے۔ اللہ پاک حق پہچاننے والی آنکھیں عطا فرمائے آمین۔ ثم آمین۔

میرے دوستو! یہاں تک فقیر نے سرکار کے والدین کریمین کے ایمان شریف پر تقریباً آٹھ قرآن پاک کی آیاتِ شریفہ۔ گیارہ قرآن پاک کی تفاسیر اور سات احادیث مبارکہ پیش کی ہیں اُمید ہے، سامعین کرام ان دلائل سے مطمئن ہوں گے۔ اب آیئے سرکار کے والدین کریمین کے ایمان کو دوسرے زاویئے سے دوسرے نقطہ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

دوسرا نقطہ نگاہ

معزز سامعین کرام تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ نبی کریم علیہ السلام کے والدین کریمین آپ کے اعلانِ نبوت سے پہلے ہی اس فانی دنیا سے تشریف لے گئے۔ سرکار ابھی اپنی اُمی جان کے بطن میں تھے۔ تو سرکار کے والد فوت ہو گئے۔ جب نبی کریم علیہ السلام کی عُمر شریف چھ برس کی ہوئی تو سرکار کی پیاری والدہ ماجدہ بھی فوت ہو گئیں۔ گویا آپ کے والدین نے اپنے نورِ نظر کے اعلانِ نبوت کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا۔ اعلانِ نبوت سے پہلے ہی رُخصت فرما گئے۔ تمام علمائے کرام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر سرکار کے اعلانِ نبوت فرمانے تک کے دور کو فترت کا دور کہتے ہیں۔

اور اسلام کا یہ متفقہ قانون ہے کہ جو لوگ سرکار کے اعلانِ نبوّت سے پہلے دنیا سے پردہ کر گئے اور اُن کی زبان سے پوری زندگی کفر اور شرک کے الفاظ نہ نکلے ہوں تو وہ جہنّم میں نہیں جائیں گے بلکہ اُن کا ٹھکانہ جنّت ہے، بہشت ہے، وہ ناجی ہیں جنّتی ہیں۔

اور نبی کریم علیہ السلام کے والدین بھی دورِ فترت میں اللہ پاک کو پیارے ہو گئے اور پوری زندگی اُن کی زبان سے کبھی کفر شرک کے الفاظ نہ نکلے نہ انہوں نے کسی بُت کو سجدہ کیا۔ لہٰذا وہ بھی جنّتی ہیں۔

اور اللہ پاک کے حکم سے بہشتی ہیں۔ انشاء اللہ اس بات پر قرآن مجید کے چند دلائل چند آیات کریمہ پیش کرتا ہوں اللہ پاک اس کو ہدایت کا، نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین۔

پہلی آیت

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید کے پ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۲ آیت ۱۵ میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۔	ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

امام المحدّثین حضرت علامہ جلال الدّین سیوطی علیہ الرحمۃ مسالك الحنفاء صفحہ ۳ میں یہ آیۃ کریمہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

هِيَ الَّتِيْ اَطْبَقَتْ اَئِمَّةُ السُّنَّةِ عَلَى الْاِسْتِدْلَالِ	اُن آیات میں سے یہ آیت وہ ہے جس کے بارے تمام اہلسنّت

بِھَا فِیْ اَنَّہٗ لَا تَعْذِیْبَ قَبْلَ الْبِعْثَۃِ ۔	کا اتفاق ہے کہ بعثت سے پہلے کسی کو عذاب نہیں ہوگا ۔

اس عقیدہ پر جس سے استدلال کیا جاتا ہے اور اسی آیۃ کریمہ سے معتزلہ کا رد کیا جاتا ہے ۔ آگے فرماتے ہیں کہ علامہ امام ابن جریر علیہ الرحمۃ ۔ علامہ امام ابن ابی حاتم اپنی اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ حضرت قتادہ نے فرمایا ۔

قَالَ اِنَّ اللّٰہَ لَیْسَ یُعَذِّبُ اَحَدًا حَتّٰی یَسْبِقَ اِلَیْہِ مِنَ اللّٰہِ خَبَرٌ اَوْ یَاتِیَہٗ مِنَ اللّٰہِ بَیِّنَۃٌ ۔	کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بھی عذاب نہیں دے گا ۔ جب تک اس کے پاس کوئی خبر نہیں آجاتی یا اللہ پاک کی طرف سے کوئی نشانی نہیں آجاتی ۔

اللہ تبارک و تعالیٰ یہی بات دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے ۔

پ سورۃ انعام آیت ۱۳۱ ۔

ذٰلِکَ اَنْ لَّمْ یَکُنْ رَّبُّکَ مُھْلِکَ الْقُرٰی بِظُلْمٍ وَّ اَھْلُھَا غٰفِلُوْنَ ۔	یہ اس لئے کہ نہیں ہے آپ کا رب ہلاک کرنے والا بستیوں کو ظلم سے اس حال میں کہ ان کے باشندے بے خبر ہوں ۔

خالق کائنات اس آیۃ کریمہ میں اپنا طریقہ اور قانون بیان فرما رہا ہے ۔ کہ ہر کسی کو اچانک بے خبری میں ہلاک نہیں کرتے ۔ بلکہ ان کے پاس ہادی اور رسول روانہ فرماتے ہیں ۔ جو ان کو صراط مستقیم بتاتے

ہیں اگر وہ نہ سیدھے راستے پر چلیں تو پھر ہم ان کو عذاب دیتے ہیں علامہ امام ابن کثیر علیہ الرحمۃ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۷۸ پر یہی بات درج کرتے ہیں۔

اَیْ اِنَّمَا اَعْذَرْنَا اِلَی الثَّقَلَیْنِ بِاِرْسَالِ الرُّسُلِ وَ اِنْزَالِ الْکُتُبِ لِئَلَّا یُؤَاخَذَ اَحَدًا بِظُلْمِهٖ وَهُوَ لَمْ تَبْلُغْهُ دَعْوَتُهٗ

کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ہم نے جن اور انسانوں کی طرف اپنے رسول اور کتابیں بھیج کر حجت تمام کردی یہ اس لئے تاکہ یہ سب کسی کا مواخذہ ہو پکڑ ہو تو ظلم نہ بن جائے۔ جبکہ اس کے پاس اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو۔ اللہ اکبر۔

اسی بات کو رب العزت نے تیسرے مقام پر مزید کھول کر بیان فرمایا پ ۱۶ رکوع ۱۷ سورۃ طٰہٰ آیت ۱۳۴۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّا اَهْلَکْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِکَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰی۔

اگر ہم انہیں کسی رسول کے آنے سے پہلے ہلاک کر دیتے، کسی عذاب سے تو وہ ضرور کہتے اے ہمارے رب کیوں نہ بھیجا تو نے ہماری طرف کوئی رسول تاکہ ہم پیروی کرتے تیری آیتوں کی اس سے پہلے کہ ہم ذلیل اور رسوا ہوتے۔

مفسرین کرام علیہم الرحمتہ یہ آیت لکھ کر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

نے کفار مکہ اور دیگر کفار کو گویا عذر پیش کرنے اور حیلے بہانے کرنے کا راستہ بند کر دیا۔

اَیْ لَوْ اَهْلَكْنَا كُفَّارَ مَكَّةَ مِنْ قَبْلِ نُزُوْلِ الْقُرْآنِ وَبِعْثَةِ مُحَمَّدٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا اَیْ لَقَالُوْا يَا رَبَّنَا هَلَّا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا حَتّٰى نُؤْمِنَ بِهٖ وَنَتَّبِعَهٗ۔

(تفسیر صفوۃ التفاسیر جلد ۲ ص ۲۵۲)

یعنی ہم اگر کفارِ مکہ کو قرآنِ کریم کے اتارنے اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت مبارکہ سے قبل ہلاک کر دیتے تو وہ قیامت کو کہتے اے ہمارے پروردگار تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم اس پر ایمان لاتے اور اس کی پیروی کرتے۔ انتہا بلفظہ

اسی بات کو ربِ کائنات چوتھے مقام پر بیان فرماتا ہے۔ پ ۲۰ سورۃ قصص آیت ۴۷۔

وَلَوْلَا اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ

اور کہیں ایسا نہ ہو کہ جب پہنچے انھیں کوئی مصیبت اُن اعمال کے باعث جو انہوں نے کئے ہیں تو وہ یہ نہ کہنے لگیں۔ کہ اے ہمارے رب کیوں نہ بھیجا تو نے ہماری

وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

طرف کوئی رسول تاکہ ہم پیروی کرتے تیری آیات کی اور ہم ہو جاتے ایمان لانے والوں میں سے

حضرت علامہ امام ابن کثیر علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر ابنِ کثیر جلد ۳ صـ ۳۹۲ میں اسی آیۃ کریمہ کے تحت لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے گویا فرمایا کہ:۔

اَیْ وَاَرْسَلْنٰكَ اِلَیْھِمْ لِتُقِیْمَ عَلَیْھِمُ الْحُجَّةَ

ہم نے آپ کو (اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو) ان کی طرف اس لئے بھیجا تاکہ اُن کافروں پر حُجّت قائم ہو جائے۔ اور اُن کا عُذر ختم ہو جائے۔

کیونکہ جب اُن کے پاس اُن کے کُفر کے سبب سے اللہ پاک کا عذاب آیا تو وہ یہ بہانہ پیش کر سکتے ہیں کہ:۔

لَمْ یَاْتِھِمْ رَسُوْلٌ وَلَا نَذِیْرًا۔

ہمارے پاس نہ تو کوئی رسول آیا اور نہ ہی کوئی ڈرانے والا آیا۔

قرآن مجید کی ان چار آیۃ کریمہ اور چار تفاسیر کے حوالے سے بات ثابت ہوئی کہ اللہ عزّ و جلّ کی یہ سُنّت ہے، یہ عادت مبارکہ ہے کہ جب تک کسی قوم میں نبی نہ بھیجے اس وقت تک ان کو عذاب نہیں دیتا۔ ان سے ناراض نہیں ہوتا۔ انھیں جہنّم کا مستحق نہیں بناتا۔ جب قرآن یہ کہتا ہے کہ جن کے پاس اللہ پاک کا رسول نہ تشریف لے جائے وہ جہنّم سے بری ہیں، وہ عذاب کے سزاوار نہیں تو میرے آقا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے

والدین شریفین تو اس وقت دنیا سے تشریف لے گئے۔ جب سرکار کی نبوّت کا ظہور ہی نہیں ہوا تھا۔ وہ کیسے جہنّم کے مستحق ہو گئے۔ وہ کیسے عذاب میں گرفتار ہوں گے؟ اللہ اکبر۔

ان تمام دلائل کے بعد بھی کوئی بدنصیب، کوئی قسمت کا مارا ہوا انسان کوئی سنگدل میرے آقا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے والدین شریفین کے ایمان میں شک کرنے بیٹھے اور کہے کہ نہیں جی وہ جنّت میں جب جاتے جب حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا کلمہ پڑھتے بغیر کلمہ شریف کے کوئی جنّت میں نہیں جا سکتا۔ تو آیئے ہم آپ کو دکھاتے ہیں کہ میرے آقا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنے والدین شریفین کریمین کو کلمہ بھی پڑھایا تھا وہ کیسے تو سُنیئے۔

حیات کریمہ ابوین مصطفیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

اُم المؤمنین سیّدہ طیبہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا فرماتی ہیں:۔

قَالَتْ حَجَّ بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ حَجَّۃَ الْوِدَاعِ۔	کہ سیّد المرسلین رحمۃ للعٰلمین حضور پرنور سرکار مدینہ سرورِ قلب و سینہ جناب محمد رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے آخری حج اپنی ظاہری زندگی مبارک کا ہمارے ساتھ کیا۔
فَمَرَّ بِیْ عَلٰی عُقْبَۃٍ	پھر آپ میرے ساتھ حجون

اَلْحَجُوْنِ۔	(یعنی مکۂ معظمہ کے قبرستان جنّت المعلیٰ) میں تشریف لے گئے۔
وَھُوَ بَاكٍ حَزِيْنٌ مُّغْتَمٌّ۔	اور آپ کی یہ حالت مُبارک تھی کہ آپ رو رہے تھے (یعنی قبرستان میں اہلِ قبُور کو دیکھ کر آپ نے رونا شروع کر دیا) اور بہت زیادہ مغموم اور پریشان ہو گئے۔ اللہ اکبر۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں سرکارِ مدینہ کی آنکھوں سے جب آنسُو موتیوں کی طرح بہنے لگے تو سرکار کی کیفیّت دیکھ کر میں بھی رونا شروع ہو گئی۔ میری آنکھیں بھی چھم چھم رونے لگیں۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے روتے روتے فرمایا۔ عائشہ، میں نے عرض کی جی آقا۔ فرمایا۔ تم یہیں ٹھہرو میں قبرستان میں سے ہو کر آتا ہوں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ میں اونٹ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ سرکار دو عالم نور مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم قبرستان میں تشریف لے گئے۔ کافی دیر کے بعد میرے پاس تشریف لائے اور کیفیّت کیا تھی۔ حالت کیا تھی۔ منظر کیا تھا۔ سماں کیا تھا۔

ثُمَّ عَادَ اِلَیَّ وَھُوَ فَرِحٌ مُّتَبَسِّمٌ۔	جب رحمتِ کائنات میرے پاس تشریف لاتے تو آپ بڑے مسرُور تھے۔ چہرہ والضحیٰ موتیوں کی طرح کھلا ہوا تھا۔ سُبحان اللہ۔

میرے دوستو! سرکار کا مسکرانا یوں سمجھو گویا ساری کائنات کا مسکرانا ہے، اور سرکار کا رونا گویا ساری کائنات کا رونا ہے۔ شاعر اہلسنت جناب عبدالستار نیازی نے کیا خوب بات کہی کہ:۔

ہلکے ہلکے جو دل کو سرور آتے ہیں
بزم میں کملی والے مزور آتے ہیں
ہاتھ پھیلاؤ کشکول لے کر سبھی
بٹ رہے ہیں کرم ہر کسی کے لئے
چار سُو رحمتوں کی ہوائیں چلیں!
ہو گئی جس سے ساری فضا دلنشیں
مسکراؤ سبھی، آ گئے ہیں نبی!
غم کے مارو تمہاری خوشی کے لئے

ہاں تو حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ جب میرے آقا گئے تھے تو شدید غمگین تھے، نہایت افسردہ تھے۔ لیکن جب قبرستان سے تشریف لائے تو بہت ہی خوش تھے۔ بہت ہی مسرور تھے۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی تو میں حیران ہو گئی۔ یہ کیا معاملہ ہے کہ سرکار گئے روتے ہوئے اور آ رہے ہیں مسکراتے ہوئے مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے عرض کی آقا آپ کے قدموں پر میرے ماں باپ قربان یہ کیا؟ فرمایا عائشہ کیا مطلب۔ عرض کی آقا جب آپ گئے تو کیفیت کچھ اور تھی، آتے ہیں تو منظر کچھ اور ہے میرے آقا مسکرا پڑے۔ عاشق سرکار کی مسکراہٹ کو یوں بیان کرتا ہے۔

۔ دَنداُس دے سُچے موتی تے اَکھیاں مست خماری
تے جد ٹردا عرشی فرشی آکھن واہ واہ ٹور پیاری

سرکار نے مسکرا کر فرمایا۔ عائشہ جانتی ہو میں کیوں خوش ہو رہا ہوں۔ میرے آقا اللہ عزوجل جانے یا اس کی عطا سے آپ جانیں۔ فرمایا بات یہ ہے کہ :۔

• فَقَالَ ذَهَبْتُ لِقَبْرِ اُمِّیْ ۔ | میں تجھے چھوڑ کر اپنی امی جان حضرت آمنہ کی قبر پر گیا تھا۔ ~~حضرت عائشہ~~

حضرت عائشہ نے عرض کی آقا پھر کیا ہوا۔ فرمایا میں والدہ کی قبر کے پاس بیٹھ گیا پھر،

فَسَأَلْتُ رَبِّیْ اَنْ یُّحْیِیَهَا ۔ | میں نے ہاتھ اٹھا کر مالکِ کُل سے دُعا مانگی۔

آقا کون سی فرمایا۔ میں نے عرض کی اے میرے پالنے والے میری امی آمنہ کو قبر میں زندہ کر کے میرے سامنے کھڑا کر دے۔ اللہ اکبر۔

حضرت عائشہ نے عرض کی آقا پھر جواب کیا ملا۔ میرے آقا نے فرمایا عائشہ ہونا کیا تھا۔ میرے رَبّ نے دُعا قبول کر لی۔ میاں قبول ہوتی بھی کیوں نہ مانگنے والا محبوب، قبول کرنے والا مُحِبّ مانگنے والا رحمۃ للعالمین قبول کرنے والا رب العالمین اعلیٰحضرت فرماتے ہیں :۔

۔ اجابت نے جُھک کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دُعائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اِجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دُلہن بن کے نکلی دعائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا جب میں نے دُعا مانگی تو

فَاَحْیَاھَا

تو اللہ تعالےٰ نے میری اُمّی کو زندہ کر دیا۔

آقا پھر کیا ہوا فرمایا :۔

فَاٰمَنَتْ بِیْ وَرَدَّھَا اللّٰہُ اِلَی الْمَوْتِ۔

میری اُمّی نے میری نبوّت کا اقرار کیا۔ میرا کلمہ پڑھ کے مجھ پر ایمان لے آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے پھر میری اُمّی کو موت عطا کر کے قبر میں واپس بھیج دیا۔ سُبحان اللہ۔

اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی والدہ نے دوبارہ زندہ ہو کر کلمہ شریف پڑھا۔ دوسری روایت میں اسی طرح حدیث میں موجود ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کریم سے دونوں والدہ اور والد کے زندہ ہونے کی دُعا کی۔

سَأَلَ رَبَّہٗ اَنْ یُّحْیِیَ اَبَوَیْہِ۔

نبی کریم نے دُعا مانگی کہ اے خالقِ کائنات میرے والدین کو زندہ فرما۔ پھر کیا ہوا؟

فَاَحْیَاھُمَا لَہٗ۔

اللہ تعالیٰ نے یار کی خاطر دونوں

	حضرت آمنہ، حضرت عبداللہ کو زندہ کیا۔
فَاٰمَنَا بِہٖ ثُمَّ اَمَاتَھُمَا	پھر دونوں بزرگوں نے سرکار کی نبوت کو مان کر کلمہ شریف پڑھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو موت عطا کر دی۔

قربان جاؤں والدین مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر، میاں محمد کھڑی شریف کے قلندر فرماتے ہیں کہ :۔

؎ کیڑا یا اُچیا بختاں والا تے چڑھا دلبر گھر آجاوے
واہ مقدر اُس دھرتی دے تے جتھے قدم جا یار ٹکاوے

زرقانی شریف جلد ا صـ۱۶۸۔ الحاوی للفتاوی جلد ۲ صـ۲۴۰۔ حجۃ اللہ علی العالمین صـ۱۲۸۔ دارقطنی۔ ابن عساکر فی غرائب مالک۔ ابن شاہین فی الناسخ والمنسوخ۔ الخطیب بغدادی فی السابق واللاحق۔ جواہر البحار جلد ۴ صـ۳۰۳۔ روح البیان پ صـ۴۸۵۔

میرے دوستو! اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ماں باپ کو اللہ پاک کے حکم سے زندہ کر کے دوبارہ کلمہ پڑھا کر اپنا صحابی بنا کر دنیا سے با ایمان دنیا سے رخصت فرمایا۔

الحمد للہ! ہو سکتا ہے کوئی منکر اس حدیث کو موضوع کہہ کر یہ حدیث صحیح نہیں، گھڑی ہوئی ہے۔ جیسے ابنِ تیمیہ اور اُن کے پیروکار کہتے ہیں۔ لیکن آپ کہیں کہ ایک طرف ابن تیمیہ اور دوسری طرف خطیب بغداد، ابن شاہین

امام سہیلی جیسے مایۂ ناز محدثین، ہم ایک ابن تیمیہ کی بات مانیں یا گروہ محدثین کی ایک عاشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب ابن تیمیہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اور سرکار کے والدین کی احیاء والی حدیث کو موضوع لکھا دیکھا تو آنکھوں میں آنسو آگئے۔ رو کر اپنی محبت کا اظہار یوں کیا کہ:۔

ے أَيْقَنْتُ أَنَّ أَبَا النَّبِيِّ وَأُمَّهُ
أَحْيَاهُمَا الرَّبُّ الْكَرِيْمُ الْبَارِيْ

ترجمہ: میں یقین جان کر کہتا ہوں کہ بے شک نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماں باپ۔ ان دونوں کو ان کے رب کریم نے زندہ کیا۔

ے حَتّٰى لَهُ شَهِدَا بِصِدْقِ رِسَالَتِهٖ
سَلِّمْ فَتِلْكَ كَرَامَةُ الْمُخْتَارِ

ترجمہ: یہاں تک کہ دونوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سچے رسول ہونے کی تصدیق کی۔ اے مومن اس بات کو مان لے یہ تیرے نبی کی کرامت ہے (یہ سرکار کی عزت افزائی کے لئے ہے)

ے هٰذَا الْحَدِيْثُ وَمَنْ يَقُوْلُ بِضُعْفِهٖ
فَهُوَ الضَّعِيْفُ عَنِ الْحَقِيْقَةِ عَادِيْ

ترجمہ: دوبارہ زندہ ہو کر ایمان قبول کرنا یہ حدیث پاک سے ثابت ہے اور جو کوئی اس حدیث پاک کو ضعیف کہے وہ خود ضعیف ہے (اس کا ایمان ضعیف ہے) ایسا شخص حقیقت سے ناواقف ہے۔ حجۃ اللہ علی العالمین ص۱۳۱۔

قولِ فیصل

عاشقِ مدینہ فنافی الرسول حضرت علامہ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمتہ نے سرکارِ مدینہ سرورِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے والدین شریفین کی حیات کرنے والی حدیث مبارکہ تحریر کرنے کے بعد بڑی پیاری بات فرمائی تاکہ حدیث پاک کو موضوع کہنے والے ضعیف کہنے والے دوست پڑھ کر یا سن کر اندازہ لگائیں کہ یہ حدیث موضوع نہیں، ضعیف نہیں بلکہ بالکل صحیح ہے فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ اَحْیَاھُمَا لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ حَتّٰی اٰمَنَا بِہٖ۔

اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اللہ تعالٰی نے یار کے اعزاز کے لئے آپ کے والدین کو زندہ فرمایا وہ دونوں اللہ تعالیٰ پر اور سرکارِ مدینہ پر ایمان لے آئے۔

آگے فرماتے ہیں:۔

وَھٰذَا السَّبِیْلُ مَالَ اِلَیْہِ طَائِفَۃٌ کَثِیْرَۃٌ مِّنَ الْاَئِمَّۃِ الْحُفَّاظِ۔

یہ حدیث پاک اور اسی طرح کی احادیث کو بہت سارے اماموں اور حُفّاظ حدیث نے بیان فرمایا ہے۔ سُبحان اللہ۔

ایک ہوتا ہے حافظ قرآن۔ ایک ہوتا حافظ حدیث قرآن پاک کی یہ کرامت ہے کہ سات سال کا بچہ بھی یاد کر لیتا ہے۔ لیکن احادیثِ مبارکہ کو تمام راویوں کے ناموں سمیت حفظ کرنا بہت مشکل کام ہے۔

امام بنھانی فرماتے ہیں کہ حافظانِ حدیث نے اس حدیث کو اپنی اپنی مسانید میں ذکر فرمایا۔ لوگوں نے پوچھا حضور وہ کون سے حافظانِ حدیث اور امام ہیں۔ جنہوں نے یہ حدیث بیان کی ہے فرمایا۔

مِنْهُمُ الْحَافِظُ اَبُوْبَكْرٍ الْخَطِيْبُ الْبَغْدَادِیُّ وَالْحَافِظُ اَبُو الْقَاسِمِ ابْنُ عَسَاكِرٍ وَالْحَافِظُ اَبُوْحَفْصٍ بِنُ شَاهِيْنٍ وَالْحَافِظُ اَبُو الْقَاسِمِ السُّهَيْلِیُّ وَالْاِمَامُ الْقُرْطُبِیُّ وَالْحَافِظُ مُحِبُّ الدِّيْنِ الطَّبَرِیُّ وَالْعَلَّامَةُ نَاصِرُ الدِّيْنِ بْنُ الْمُنَيِّرِ وَالْحَافِظُ فَتْحُ الدِّيْنِ بِنُ سَيِّدِ النَّاسِ۔

ان حافظانِ حدیث میں سے چند حفّاظ حدیث یہ ہیں (۱) حافظ الحدیث ابوبکر خطیب بغدادی (۲) حافظ الحدیث ابوالقاسم ابن عساکر (۳) حافظ الحدیث ابوحفص بن شاھین (۴) حافظ الحدیث ابوالقاسم سُھیلی (۵) امام قرطبی (۶) حافظ الحدیث محب الدین طبری (۷) علّامہ ناصر الدین بن منیر (۸) حافظ الحدیث فتح الدین بن سیّد الناس۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ص ۲۳۱۳ ۔ زرقانی شریف جلد ا ص ۱۴۹)

میرے دوستو! الحمدللہ اہلِ ایمان کے لئے اتنے محدّثین کی گواہیاں سرکار کے والدین کے ایمان کے لئے کافی ہیں۔ لیکن بعض حضرات جو ہر بات عقل سے تولتے ہیں کہ یہ ہماری عقل میں آتی ہے کہ نہیں اگر آگئی تو مان لیتے ہیں اگر نہ آئے تو انکار۔ اسی طرح منکرین

مصطفےٰ اکریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام جب اتنے محدّثین کے حوالے سنتے ہیں تو بجائے ماننے کے آخری حُجّت بازی کے لئے پتہ کیا کہتے ہیں۔ ٹھیک ہے جی! پر کیا بھئی! پر عقل میں یہ بات نہیں آتی یہ کیسے ہو گیا۔ مر کر بھی بندہ زندہ ہو سکتا ہے۔ نہیں، نہیں عقل میں نہیں آتا؟

عقل میں نہیں آتا

میرے دوستو! الحمدللّٰہ ہماری عقلیں دلیل کے تابع ہیں۔ اگر دلائل مِل جائیں تو ہم مان جاتے ہیں۔ لیکن یہ دلائل کے تابع نہیں۔ عقل کے تابع عقل میں نہ آئے نہیں مانتے۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے قلندر لاہوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:-

؎ خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

اچھا صاحب آپ کی عقل میں یہ تو ضرور آتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے زمانے میں ایک امیر مر گیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس مردے کو زندہ کرنے کے لئے اپنے نبی کو فرمایا کہ ایک گائے جو خاص شکل والی تھی کو ذبح کر کے اس کا ایک حصہ مارو وہ زندہ ہو جائے گا۔ پارہ ۱ سورۃ بقرآیت ۷۲۔ جب اللہ تعالےٰ کے نبی نے حصہ مارا مقتول زندہ ہو گیا۔ صاحب یہ تو عقل میں آگیا۔ قرآن کا جو مسئلہ ہے۔ اچھا یہ بھی عقل میں آتا ہو گا۔ کہ عیسیٰ علیہ السّلام مردے زندہ کرتے تھے۔ قرآن کہتے ہیں یہ بھی آتا ہے۔

میرے دوستو! اب ان سے پُوچھو کہ اے عقل والو مقام کس کا بلند ہے۔ حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ علیہم السّلام کا یا ہمارے پیارے نبی

کا؟ تو لازماً کہنا پڑے گا۔ شان ہمارے نبی کا زیادہ ہے۔ کیونکہ یہ بھی قرآن پ کا حصہ ہے۔ اب سوچو جب ہمارے نبی سے کم مرتبے والے انبیاء کا یہ مقام ہے تو میرے آقا کا کیا مقام ہوگا۔ معراج کی رات یہ نبی میرے نبی کے پیچھے تھے۔ ہمارا نبی سب سے آگے تھا تو غور کرو جب مقتدیوں کی یہ شان ہے تو امام کا کیا عروج ہوگا۔ سارے نبی اُمتی میرا نبی سب کا رسول جب اُمتیوں کو اللہ پاک نے اتنی عظمت عطا فرمائی ہے تو رسول کو کتنی رفعت عطا فرمائی ہوگی۔ اللہ اکبر۔

علامہ امام اسماعیل حقی حنفی علیہ الرحمتہ اپنی شہرہ آفاق تفسیر روح البیان جلد ا صـ۲۱۷ میں علامہ امام زرقانی شرح مواھب زرقانی جلد ا صـ۱۷۰ علامہ امام نبھانی علیہ الرحمتہ حجۃ اللہ علی العالمین صـ۴۱۴ امام قرطبی کا فرمان درج کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

وَلَيْسَ اِحْيَاءُهُمَا وَاِيْمَانُهُمَا بِهٖ ۔	نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین شریفین کا زندہ کیا جانا اور ان دونوں بزرگوں کا کلمہ پڑھ کے سرکار پہ ایمان لانا۔
يَمْتَنِعُ عَقْلًا وَلَا شَرْعًا ۔	یہ بات نہ تو شرع کے خلاف ہے اور نہ عقل کے خلاف ہے کیوں؟

اس لئے کہ۔

فَقَدْ وَرَدَ فِى الْقُرْاٰنِ اِحْيَاءُ قَتِيْلِ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ	قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے ایک مقتول کے زندہ کئے جانے

وَاِخْبَارُہٗ بِقَاتِلِہٖ ۔	اور اس کا اپنے قاتل کے بارے میں خبر دینے کا واقعہ موجود ہے ۔
وَکَانَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یُحْیِی الْمَوْتٰی ۔	اور اسی طرح حضرت عیسٰی علیہ السّلام مُردے زندہ کرتے تھے ۔
وَکَذٰلِکَ نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَحْیَاءَ اللّٰہُ عَلٰی یَدِہٖ جَمَاعَۃٌ مِّنَ الْمَوْتٰی ۔	اسی طرح ہمارے نبی امام الانبیاء سرکار دو عالم صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم نے ایک مُردہ نہیں بلکہ مُردوں کی جماعت کو زندہ کیا ۔ سُبحان اللّٰہ ۔

جماعت جمع کا صیغہ ہے اور جمع میں کم از کم تین ، زیادہ کی حد نہیں تو محدثین کرام فرماتے ہیں ۔ ہمارے رسول نے ایک نہیں ، دو نہیں بلکہ کئی مُردے زندہ کئے (مثلاً جابر کے دو بچے زندہ کئے ۔ بچوں کا بکرا زندہ کیا ۔ شواھد النبوۃ ایک یہودی کی بیٹی زندہ کی (حجۃ اللّٰہ علی العالمین والدین کا زندہ کرنا وغیرہ ۔

وَاِذَا ثَبَتَ ھٰذَا	جب یہ سب کچھ ثابت ہے ۔

جب یہ تمام حقائق موجود ہیں ۔ جب یہ سب کمالات موجود ہیں تو پھر کون سی رکاوٹ ہے کہ سرکار کے والدین اپنے زندہ کئے جانے کے بعد ایمان لے آئیں ۔

زِیَادَۃٌ کَرَامَۃٌ فِیْ فَضِیْلَتِہٖ ۔	اس سے تو سرکار مدینہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کی عظمت اور فضیلت میں اضافہ ہی ہوتا ہے

(الحاوی للفتاوی جلد ۲ صفحہ ۲۳)

میرے دوستو! ان دلائل سے پتہ چلا کہ بالفرض محال مان بھی لیا جائے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین اپنی زندگی میں مومن نہیں تھے۔ تو پھر بھی ماننا پڑے گا کہ سرکار کے والدین ایماندار ہیں۔ کیونکہ میرے آقا نے اپنی خداداد طاقت سے ان کو زندہ کر کے دوبارہ کلمہ پڑھا کے صحابی بنا کے دنیا سے رخصت فرمایا۔ اللہ اکبر۔

لیکن اگر بنظرِ غایت دیکھا جائے تحقیق کی نگاہ سے دیکھا جائے محبتِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عینک لگا کر دیکھا جائے تو ان کے فرمودات سے ان کے ملفوظات سے ان کے کلمات طیبات سے ان کے ایمان کا سورج جگمگا رہا ہے تو کیسے تو آئیے ہم آپ کو محبت والی نگاہ سے دکھائیں۔

محبت کی نگاہ

ساری کائنات کے ملجا، ماوی، شفیع المذنبین امام المرسلین، خاتم النبیین، نورِ مجسم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے بطن شریف میں تھے کہ آپ کے والد مکرم دنیا سے پردہ فرما گئے۔ جب آپ کی عمر مبارک چھ برس کی ہوئی تو آپ کی لاڈلی اور پیاری امی جان کا بھی وصال ہو گیا۔ جب آپ کی وفات شریف ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امی جان کے پاس تشریف فرما تھے۔ آخری لمحات میں جدائی کا وقت قریب آ گیا۔ ماں اپنے لختِ جگر کو دیکھ رہی ہیں۔ بیٹا ماں کے چہرے کو دیکھ رہا ہے۔ اچانک حضرت آمنہ کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے حضرت اسماء بنت ابی رہم فرماتی ہیں میری والدہ حضرت

آمنہ کے پاس اس وقت موجود تھیں ۔حضرت آمنہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے سینہ سے لگا لیا اور بیٹے کو مخاطب کر کے چند عربی میں اشعار پڑھے ۔ان میں سے کچھ اشعار آپ بھی سنیئے اور پڑھیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے وصال شریف کے وقت کون سے اشعار پڑھے ۔فرمایا ۔

؎ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ مِنْ غُلَامٍ

اے میرے لختِ جگر! اللہ تعالےٰ تجھے برکتیں عطا فرماتے ،

اِنْ صَحَّ مَآ اَبْصَرْتُ فِي الْمَنَامِ

بیٹا جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا اگر وہ صحیح ہے ؟

تو پھر کیا کہ :۔

فَاَنْتَ مَبْعُوْثٌ اِلَى الْاَنَامِ

یقیناً آپ لوگوں کی طرف عظمت اور جہالت والے

مِنْ عِنْدِ ذِي الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

خدا عزّ وجل کی طرف سے (نبی) مبعوث ہوں گے

تُبْعَثُ فِي الْحِلِّ وَفِي الْحَرَامِ

آپ مبعوث ہوں گے حِلّ وحرم (ساری کائنات کی طرف)

تُبْعَثُ فِي التَّحْقِيْقِ وَالْاِسْلَامِ

اور آپ مبعوث ہوں گے حق وباطل ظاہر کرنے اور اسلام پھیلانے کے لئے ۔

کون سا دین پھیلانے کے لئے ؟

دِیْنُ اَبِیْكَ اِبْرَاہَامْ

وہ دین جو تیرے باپ ابراہیم علیہ السّلام کا دین ہے

فَاللّٰہُ اَنْہَاكَ عَنِ الْاَصْنَامْ

وہ ابراہیم جو محسن اور مطیع تھے

اَنْ لَّا تَوَالِیْہَا اِلَی الْاَقْوَامْ

آپ کو اللہ تعالیٰ بتوں سے محفوظ رکھے کہ آپ دوسرے لوگوں کے ساتھ ان کی پیروی کریں۔

اِن اشعار کے بعد حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے لختِ جگر کا چہرہ چوم کر فرمایا کہ:۔

کُلُّ حَیٍّ مَیِّتٌ	ہر زندہ مرے گا۔ ہر نئی چیز پرانی ہوگی۔ ہر بڑے سے بڑا فنا ہوگا۔
اَنَا مَیِّتَۃٌ	میں بھی اَب مرنے والی ہوں مگر
وَذِکْرِیْ بَاقٍ	میرا ذکر قیامت تک رہے گا۔
کیوں!	
وَقَدْ تَرَکْتُ خَیْرًا وَّوَلَدْتُ طُھْرًا۔	میں خیرِ عظیم (حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام) کو چھوڑ کر جا رہی ہوں اور میں نے طیّب طاہر کو جنا ہے۔

سُبحان اللہ! قربان جاؤں آقا کی پاک ماں کی نگاہ کرامت پر فرما رہی ہیں میرا جسم تو جا رہا ہے۔ لیکن میرا ذکر قیامت تک رہے گا۔ دیکھ آج چودہ سو سال اس بات کو کہتے ہوئے گزر گئے۔ لیکن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم

کی والدہ ماجدہ کا فرمان کیسے صحیح ثابت ہو رہا ہے۔ ہر لمحہ، ہر لحظہ، ہر گھڑی، جب بھی سرکار کی ولادت پاک کا تذکرہ ہوتا ہے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے گیت زبان پر شروع ہو جاتے ہیں۔ اور خصوصاً ربیع الاوّل شریف میں تو ہر طرف یہی ترانے ہوتے ہیں کہ:۔

؎ اج آمنہ دے بچّن دی تشریف آوری اے
ہونا جہدے طفیلوں سب مجرماں بری اے
سارے نبی خدا توں منگدے گئے دعائیں
یا رب اساں نوں اُمتی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم دا بنائیں
اللہ عزّوجل نے جہنوں بخشی کیہو جہئی پیغمبری اے
اج آمنہ دے بچّن دی تشریف آوری اے

اور کوئی یوں ترانے گا رہا ہوتا ہے۔

؎ رب رونقاں نے لائیاں اج آمنہ دے ویہڑے
جنت چوں حوراں آئیاں گاون نبی دے سہرے
کردا اے سجدے کعبہ اج آمنہ دے گھر نوں
نوری دین پئے سلامی نبیاں دے تاجور نوں
بچّن آمنہ دا چڑھیا ہویا چانن چوفیرے
رب رونقاں نے لائیاں اج آمنہ دے ویہڑے

اور کوئی یوں گیت گاتا ہے۔

؎ بارہ ربیع الاوّل آئی کیتا کرم کریم
آمنہ مائی دی گودی وچہ آیا دُرِّ یتیم

نبی جی اللہ اللہ اللہ، لا الٰہ الا ہو

اوہ آیا ہر اک دی ویکھو بتھہ ہے جس دے لاج

مشرق مغرب راج ہے جس دا نبیاں دا سرتاج

نبی جی اللہ اللہ اللہ، لا الٰہ الا ہو

ہاں تو عرض یہ کر رہا تھا کہ سیدہ طیبہ طاہرہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں تو دنیا چھوڑ کر مالک حقیقی کی بارگاہ میں جا رہی ہوں لیکن میرا ذکر، میرے چرچے، میری شان، میری عظمت کے ترانے میرے بیٹے کے صدقے قیامت تک لوگ گاتے رہیں گے۔ حضرت اسما کی والدہ فرماتی ہیں یہ بات کرنے کے بعد

ثُمَّ مَاتَتْ	حضرت آمنہ دنیا سے پردہ فرما گئیں آپ کا وصال ہو گیا۔

آپ کی وفات پر ہم نے کیا سُنا اور دیکھا کہ:۔

فَكُنَّا نَسْمَعُ نَوْحَ الْجِنِّ عَلَيْهَا۔	ہم نے آپ کی وفات کے صدمے میں جنوں کو روتے ہوئے سُنا وہ بھی رو رہے تھے۔ اور اونچی آواز میں جدائی کے اور فراق کے

اشعار بھی پڑھ رہے تھے کون سے اشعار کہ:۔

سہ نَبْكِي الْفَتَاةَ الْبَرَّةَ الْأَمِينَةَ !

ہم اُس جوان معزز عورت کی موت پر روتے ہیں

ذَاتَ الْجَمَالِ وَالْعِفَّةِ الرَّزِينَةَ

جو نیکوکار، امانتدار، صاحب جمال عفیفہ اور وقار والی تھی۔

وہ کون تھی۔

زَوْجَةُ عَبْدِاللّٰهِ وَالْقَرِيْنَةِ

وہ حضرت عبداللہ کی بیوی محترمہ اور ان کی رفیقہ حیات تھیں

اُمُّ نَبِيِّ اللّٰهِ ذِي السَّكِيْنَةِ

اور صاحب سکینہ اللہ تعالےٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ ہیں

کون سا نبی ؟

وَصَاحِبُ الْمِنْبَرِ بِالْمَدِيْنَةِ

وہ نبی جو مدینہ شریف میں صاحب منبر ہوگا

صَارَتْ لَدٰى حُفْرَتِهَا رَهِيْنَةً

ان کی والدہ مکرمہ اپنی قبر میں ہمیشہ کے لئے چلی گئیں

(دلائل النبوۃ ابونعیم۔ خصائص کبریٰ اوّل ص۱۹۰، زرقانی شریف اوّل ص۱۶۵)

والحاوی للفتاوی دوم ص۲۲۲۔

حضرت علامہ امام زرقانی علیہ الرحمتہ یہ اشعار کلمات و واقعات لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔ یہ تمام اقوالِ آمنہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ مسلمان یعنی موحدہ تھیں اگر موحدہ نہ ہوتیں تو کبھی آپ دینِ ابراہیم کی بات نہ کرتیں۔ اپنے بیٹے کی نبوت کی طرف اشارے نہ فرماتیں اور بتوں سے دور رہنے کی دعائیں اپنے بیٹے کے لئے نہ کرتیں۔ اللہ اکبر۔

میرے دوستو! اتنے دلائل اور شہادتوں کے بعد بھی کوئی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ایمان کے بارے شک کرے تو یہ اس کی بدقسمتی ہے۔

کہ نہیں ؟ ضرور ہے ایمان سے بتایئے ۔ جب کوئی انسان میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو کافر کہتا ہوگا ۔ تو میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف نہیں ہوتی ہوگی ۔ سرکار کی روح بیقرار نہیں ہوتی ہوگی ۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض نہیں ہوتے ہوں گے ؟ ہوتے ہوں گے ، ضرور ہوتے ہوں گے ۔ جس پر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوں کیا وہ خوش قسمت ہے یا بدبخت ؟ بدبخت کیوں اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت نہیں دی ۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کو اذیت دی ہے ۔ حضور پاک کو ناراض نہیں کیا ۔ اللہ پاک کو ناراض کیا ہے ۔ کیسے تو سنیئے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابولہب کے مرنے کے بعد جب سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ شریف فتح فرمالیا تو فتح مکہ کے بعد مکہ شریف کے تقریباً سارے لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا ۔ ان میں ابولہب کی ایک بیٹی جس کا نام سبیعہ تھا ۔ وہ بھی مسلمان ہوگئیں ۔

سبحان اللہ ! باپ ساری زندگی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرتا رہا اور بیٹی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلام ہوگئی ۔ جب سبیعہ نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال لیا تو ایک مرتبہ کسی صحابی نے سبیعہ کو طعنہ دیا کہ تو دوزخ کے ایندھن (جلانے والا سامان) کی بیٹی ہو ۔ حضرت سبیعہ نے جب یہ بات سُنی تو آنکھوں میں آنسو آگئے ۔ اگرچہ بات حق تھی لیکن باپ تھا برداشت نہ کر سکی ۔ روتی روتی دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور شکایت کے طور پر عرض

کی :-

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ ۔	اے اللہ عزّوجل کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا۔ سبیعہ کیا بات ہے ۔عرض کی آقا لوگ مجھے طعنہ دیتے ہیں ۔

فرمایا کس بات کا ۔ عرض کی یہ کہتے ہیں ۔

اَنْتِ بِنْتُ حَطَبِ النَّارِ	کہ اے سبیعہ تو دوزخ کے ایندھن والے کی بیٹی ہے ۔ اللہ اکبر

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سُنا تو جلال میں آگئے نہیں نہیں بلکہ خود یار کو دیکھ کر میرا اللہ عزّوجل بھی جلال میں آگیا ہوگا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور صحابہ فرماتے ہیں حالت یہ تھی ۔

وَھُوَ مُغْضَبٌ	کہ آپ بہت غصّے کی حالت میں تھے

منبر پر کھڑے ہوکر میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابی کو مخاطب کرکے فرمایا۔

فَقَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ	اس اقوام یعنی قوموں کا لوگوں کا کیا بنے گا ۔
یُؤْذُوْنَنِیْ فِیْ قَرَابَتِیْ	جو مجھے میری قرابت کے حوالے سے تکلیف دیتے ہیں ۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قوم نہیں فرمایا ۔ اقوام جمع کا صیغہ فرمایا مجھے میری قرابت کے بارے طعنے دینے والو سُنو !

مَنْ اٰذٰی قَرَابَتِیْ فَقَدْ اٰذَانِیْ۔	جس نے میرے قریبی رشتے داروں کو تکلیف دی اُس نے مجھے اذیت دی تکلیف دی۔
وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَا اللّٰہَ۔	جو مجھے اذیت دے گا تکلیف دے گا۔ اس نے حقیقت میں اللہ پاک کو تکلیف دی۔

(زرقانی شریف جلد ۱ صـ۱۸۶ ، الدرجۃ المنفیۃ فی آباد الشریفہ صـ۱۷)

میرے دوستو! توجہ فرماؤ اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ ابولہب جہنمی ہے دوزخی ہے۔ لیکن جب کسی نے اس کی بیٹی کو دوزخی کی بیٹی کہا اسے اذیت ہوئی پھر اس کی اذیت سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اذیت کا سبب بنی، یہاں تک آپ کو یہ فرمانا پڑا کہ میرے قریبی رشتے داروں کو اس قسم کی باتیں کرکے اذیت دے کر مجھے ایذا نہ دو۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ جو شخص آپ کے جنتی والدین کو دوزخی کہتا ہے تو وہ کتنا بڑا گستاخ ہے۔ کتنی سرکار کو اذیت دیتا ہے۔ اسی لئے بعض محدثین کرام نے سرکار کے والدین کو نعوذ باللہ کافر کہنے والے کو لعنتی کہا۔

بعض محدّثین کا فرمان

حضرت علامہ امام قاضی ابوبکر مالکی علیہ الرحمۃ تشریف فرما ہیں۔ شاگردوں کو حدیث پاک پڑھا رہے ہیں۔ پڑھانے کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مختلف مسائل مختلف سوال پوچھ رہے ہیں۔ ایک سائل کھڑا ہے عرض کرتا ہے۔ حضور ایک مسئلہ مجھے بھی بتائیے

فرمایا کون سا۔ سائل کہتا ہے۔ حضور اس آدمی کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ کیا فتویٰ ہے۔ کیا فرمان ہے۔ کیا خیال ہے۔ جو سرکار دو عالم، نور مجسم وارث کون ومکاں جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین کے بارے یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ دوزخ میں ہیں۔ قاضی ابو بکر یہ بات سُن کر جلال میں آگئے۔ اور فرمایا کہ:۔

اِنَّہٗ مَلْعُوْنٌ۔	بیشک ایسی بات کہنے والا لعنتی ہے

سوالی عرض کرتا ہے۔ حضور اتنا سخت فتویٰ۔ یہ فتویٰ کون سی فقہ کی کتاب سے دیا ہے۔ کس مفتی کے فتاویٰ سے دیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میاں سوالی یہ فتویٰ میں نے کسی فقہ کی کتاب سے، کسی مفتی کے فتاویٰ کی کتاب سے نہیں دیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی پاک کلام سے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی لاریب کتاب میں فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔	بے شک وہ لوگ جو تکلیف دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو، ان کی سزا کیا ہے فرمایا۔
لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ	ان پر دنیا میں بھی لعنت ہے اللہ تعالےٰ کی اور قیامت کو بھی لعنت ہوگی۔

اور ان کا ٹھکانہ کیا ہوگا؟ فرمایا:۔

وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا	اور تیار کر رکھا ہے۔ اللہ تعالےٰ

مُهِيْنًا۔	نے اُن کے لئے دردناک عذاب۔

سوالی نے کہا حضور یہ تو سزا اُن کے لئے ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایذا دیتے تکلیف دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میاں سوالی۔

وَلَا اَذٰى اَعْظَمُ۔	اس سے بڑھ کر اور کیا ایذا ہو گی، تکلیف ہو گی۔
مِنْ اَنْ يُّقَالَ اَبَوَيْهِ فِي النَّارِ۔	کہ یہ کہا جائے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین شریفین جہنمی تھے دوزخی تھے۔

(الحاوی للفتاوی جلد ۲ صـ۲۳۱، زرقانی شریف جلد ۱ صـ۱۸۶، روح البیان پ صـ۴۸۷، مجموعہ فتوی جلد ۳ صـ۱۶۰)

فقہ حنبلی کے بہت بڑے امام حضرت علامہ امام موفق الدین بن قدامہ حنبلی علیہ الرحمتہ نے اپنے فتاوی میں اور اہلحدیث کے امام و پیشوا علامہ ابن تیمیہ نے الصارم المسلول علی شاتم الرسول صـ۵۲۵ میں تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو جہنمی کہنے والے کے لئے فتوی دے کر جھگڑا ہی ختم کر دیا ہے یہ دونوں بزرگ اپنی اپنی تصانیف میں لکھتے ہیں کہ جو آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی اہانت کرتا ہے۔ ان کی شان میں بے ادبی گستاخی کرتا ہے تو اس کی سزا کیا ہے۔ فرمایا کہ

قُتِلَ	اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

پوچھا گیا اگرچہ وہ مسلمان ہو، فرمایا۔

مُسْلِمًا كَانَ اَوْ كَافِرًا۔	چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر اللہ اکبر۔

(الحاوی للفتاویٰ جلد ۲ ص ۲۳۳)

میرے دوستو! ویسے خیال تو کرو، جس نبی کو میرا رب آپ فرمائے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔

اے میرے پیارے اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ رب سے راضی ہو جائیں گے۔

سُبحان اللہ! اب آپ بتائیں، عقل سے سوچیں، تحمل سے فیصلہ کریں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب سے راضی ہوں گے۔ کہ ان کی نظروں کے سامنے میرے نبی کے والدین جہنم میں چلے جائیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم جو نبی ہم جیسے بدکاروں، خطاکاروں، سیاہ کاروں، نکموں کی شفاعت کے بغیر جنت میں نہیں جاتے گا۔ وہ نبی اپنے پیارے ماں باپ کو چھوڑ کر کیسے جنت میں جاسکتا ہے۔ کیا میرا اللہ عزوجل یہ برداشت کرے گا۔ کہ سارے نبیوں کی مائیں تو جنت میں جائیں پر یار کے والدین جہنم میں جائیں وہ جہنم میں جائیں جن کی پشت اور بطن شریف میں میرے نبی نے آرام فرمایا حالانکہ کتابیں پڑھ کے دیکھو۔

میرے نبی کی پشت مبارک

جب مکہ شریف فتح ہو گیا۔ ایک دن میرے کریم آقا اپنے ایک غلام کو ساتھ لے کر مکہ شریف کی گلیوں میں ٹہل رہے ہیں۔ اچانک ایک کافرہ عورت کے مکان کے ساتھ میرا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پشت مبارک کی ٹیک لگا کر اپنے غلام کے ساتھ گفتگو فرمانے لگے۔ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز اس کافرہ

کے کانوں تک پہنچی۔ اُس نے کھڑکی سے چہرہ نکال کر دیکھا یہ کون ہے۔ میرے گھر کے قریب باتیں کرنے والا۔ اس نے جب سرکار کو دیکھا کافرہ تھی۔ بغض حسد اور کفر کی وجہ سے مکان کی کھڑکی بند کر لی تاکہ آپ کی آواز سنائی نہ دے۔ اِدھر اُس نے مکان کی کھڑکی بند کی۔ اُدھر میرے رب کی قدرت مسکرا پڑی۔ فرمایا جبرئیل عرض کی جی۔ رب جلیل نے فرمایا۔ ذرا مکہ کی گلیوں میں میرے یار کو دیکھ۔ عرض کی مولا کریم میں نے دیکھ لیا ہے۔ فرمایا میرا یار جس مکان کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہے۔ وہ کافرہ کا مکان ہے۔ اس نے حسد کی وجہ سے کھڑکی بند کر لی ہے۔ اب میں نہیں چاہتا۔ جس مکان کے ساتھ میرا یار ٹیک لگائے وہ مکان والے جہنم میں جائیں۔ یا اللہ عزّوجل اب کیا کہیں فرمایا کرنا کیا ہے۔ ہم نے یار کی پشت مبارک کی برکت سے اس کافرہ پر جہنم کی آگ حرام کر دی ہے۔ یا اللہ عزّوجل اگر اجازت ہو تو تیرا پیغام تیرے یار کو سناؤں۔ فرمایا بالکل تو یار کو پیغام سنا دیں میں اس کافرہ کی تقدیر بدلتا ہوں۔ پہلے کافرہ ہے اب مسلمان کرتا ہوں۔ پہلے مشرکہ ہے یار کی پشت انور کی برکت سے مومنہ کرتا ہوں۔ اِدھر جبرئیل پیغام لے کر گئے اُدھر اُس کے دل کی دنیا بدل گئی۔ دوڑتی دوڑتی آئی قدموں میں گر گئی۔ رو کر کہنے لگی، اے بلال و سلمان کو رنگنے والے، اے دشمنوں کو سینے سے لگانے والے۔ اے بتوں کے پجاریوں کو خدا عزّوجل کا پجاری بنانے والے مجھ پر بھی ایک نگاہ کر کے خدا عزّوجل کا پجاری بنا لے۔ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلمہ پڑھایا وہ مسلمان ہو گئی۔ میرے دوست جس نبی کی پشت کافرہ کے مکان سے

لگ جائے تو رب اس کو مسلمان کر کے جنت عطا کر دیتا ہے۔ ذرا خیال کرو جس بطن میں اس کا ماہی نو مہینے رہا، جس گود میں چھ سال کھیلتا رہا۔ میرا رب عزوجل اس ماں کو جہنم میں جاتا کیسے برداشت کرے گا۔

(نزہۃ المجالس جلد ۲ ص ۷۸)

پھر میں کیوں نہ کہوں کہ:

؎ جدھر جدھر بھی گئے وہ کرم ہی کرتے گئے
کسی نے مانگا نہ مانگا وہ جھولیاں بھرتے گئے
میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا!
ارے دریا بہا دیتے ہیں دُرّ بے بہا دیتے ہیں

حضرت علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ تفسیر روح البیان جلد ۵ ص ۲۲۶ میں فرماتے ہیں کہ سیدنا یونس علیہ السلام جس مچھلی کے پیٹ میں تین دن یا دس دن یا چالیس دن جتنے بھی دن رہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کو فرمائے گا۔ یہ مچھلی جنت میں لے جاؤ۔ فرشتے کہیں گے۔ مولا کریم مچھلی کیوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اس لئے کہ اس مچھلی کے پیٹ میں میرا نبی یونس علیہ السلام چند دن مہمان بن کر رہا تھا۔ جس مچھلی نے یونس علیہ السلام کو پیٹ میں رکھا وہ مچھلی تو جائے جنت میں ایمان سے بتانا۔ جس ماں نے امام الانبیاء کو جس کے صدقے یونس علیہ السلام کو بھی نبوت ملی، پیٹ میں نو ماہ رکھا وہ جہنم میں جائے گی۔ تیرا ایمان گوارہ کرتا ہے؟ لیکن بعض بد باطن برسر منبر میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ماں کو جہنمی، کافر، مشرک کہتے ہیں۔ سیالکوٹ کی ایک بستی میں ایک

دیوبندی مولوی نے وعظ کیا۔ نبی پاک کی عظمت کا انکار کرتے کرتے کہنے لگا تم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی شفاعت کی آس لگائے بیٹھے ہو۔ وہ نبی تو قیامت میں ماں باپ کی شفاعت نہ کرسکے گا کہ وہ دونوں نعوذ باللہ جہنمی ہیں۔ وعظ ختم ہو گیا۔ جلسے میں سے ایک جاہل کسان جٹ نے کھڑے ہو کر سوال کیا کہ مولوی صاحب یہ بتاؤ کہ اسلام میں ایک عالم اور حافظ کا کیا درجہ ہے۔ وہ گستاخ دیوبندی کہنے لگا۔ عالم قیامت کو اپنی ساٹھ پُشت کی شفاعت کر کے جنّت میں لے جائے گا۔ اور حافظ اپنی تین پشت بخشوا لے جائے گا۔ کسان بولا او بدنصیب خیال کر مولوی تو ساٹھ پشت بخشوا کر جنّت میں لے جائے اور معراج کا دُولہا، نبیوں کا امام، کائنات کا سردار اپنے والدین کو بھی نہ بخشوا سکے گا۔ مولوی چپ کر گیا۔ لاجواب ہو گیا۔ لوگوں نے خوب ذلیل کر کے وہاں سے نکالا۔ تفسیر نعیمی پ ص ۲۴۸ کیوں نہ نکالتے ان کا ایمان پختہ تھا اور آج ہمارا کیا حال ہے۔ ہم سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ میں بدبختوں کی زبان سے بے ادبی گستاخی کے الفاظ سُنتے رہتے ہیں۔ کیا مجال ہے ٹس سے مس ہوں۔ ہمارے والدین کو کوئی گالی دے تو ہم مرنے مرانے کے لئے تیار ہوں، پر جس کے صدقے ہمارے والدین کو عزت ملی۔ اس آقا کے والدین کو دوزخی جہنمی کہا جاتا ہے۔ ہم محسوس تک نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں غیرت ایمانی عطا فرمائے آمین، ثم آمین۔

میرے دوستو! اتنے دلائل اور برھان کے بعد ایک ایماندار آدمی کے لئے گنجائش نہیں رہتی کہ وہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے والدین

کے ایمان کے بارے شک کرے۔ لیکن بعض نام نہاد مسلمان اہلسنت پر چند اعتراضات پیش کرتے ہیں۔ جس کا جواب بعض دفعہ خاموشی ہوتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کے مشہور اعتراضات بھی لکھوں، ساتھ جوابات بھی عرض کر دوں۔ تاکہ کسی سُنی کو جواب دینے میں مشکل پیش نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ فقیر کی اس سعی کو قبول فرما کر ذریعہ نجات بنائے۔ آمین۔

پہلا اعتراض

سرکار دو عالم نور مجسم سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والدین شریفین کو مومن نہ ماننے والے پہلا اعتراض یہ کرتے ہیں کہ مسلم شریف جلد اوّل کتاب الایمان کے اندر یہ حدیث پاک موجود ہے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار کی بارگاہ میں ایک غلام حاضر ہوا۔ عرض کی آقا فرمایا کیا بات ہے۔ عرض کی،

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیْنَ اَبِیْ۔	میرا والد فوت ہو چکا ہے میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اب میرا والد کس مقام پر ہے، جنت میں یا دوزخ میں؟
فَقَالَ فِی النَّارِ	میرے نبی نے فرمایا۔ دوزخ میں

یہ جواب سن کر وہ جانے لگا تو میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کو آواز دی۔

قَالَ اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاكَ	اور فرمایا پریشان نہ ہو میرا باپ

فِی النَّارِ ۔ | اور تیرا باپ دوزخ میں ہیں۔

مخالف کہتے ہیں۔ اس حدیث سے پتہ چلا کہ سرکار کے "والد دوزخی ہیں" نعوذ باللہ ۔

جواب ہم دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں کہ یہ حدیث پاک مسلم شریف میں موجود ہے۔ اس حدیث پاک کا جواب عرض کرنے سے پہلے مخالفین سے ایک گذارش ہے کہ اس حدیث پاک کا ذرا اندازہ کر کے دیکھئے کہ صحابی رسول حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے کیا سوال کرتا ہے۔ آقا میرے والد فوت ہو گئے۔ مجھے اس کے ٹھکانے کا پتہ بتائیے۔ پتہ چلا کہ صحابی کا یہ عقیدہ تھا کہ میرے نبی کی آنکھ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اگر یہ عقیدہ نہ ہوتا تو کبھی یہ سوال نہ کرتا اور وہابی دیوبندی کا عقیدہ کیا ہے۔ کہ نبی کو معاذ اللہ دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں' براہین قاطعہ ص۵۱ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی صحابی جانتا تھا۔ مانتا تھا۔ اگرچہ یہ نبی بیٹھے میرے سامنے ہیں لیکن عرش معلّیٰ سے تحت الثریٰ تک ہر چیز کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی یہ نہیں فرماتے۔ مجھے کیا پتہ تیرا باپ کہاں ہے' یہ تو غیب کی خبر ہے؟ اللہ عزّوجل ہی جانے ناں ناں غیب کی خبریں جاننے والے میرے کریم آقا جن کے بارے میرا رب آپ فرماتا ہے۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ پ۳۰ سورۃ تکویر آیت ۲۴۔ | اور یہ نبی غیب بتانے میں بخل سے کام نہیں لیتے ' نے فرمایا

	کہ تیرا باپ اور میرا باپ دوزخ میں ہیں۔

میرے دوستو! میرے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ میرا باپ دوزخی ہے۔ اس سے میرے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سگے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ مراد نہیں، بلکہ آپ کے چچا ابوطالب مراد ہیں۔ جن کو میرے نبی باپ کر کے بتلاتے اور ابوطالب میرے نبی کو بیٹا کر کے پکارتے۔ حضرت علامہ شہاب الدین شافعی مصری علیہ الرحمتہ نسیم الریاض شرح شفاء میں حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمتہ الحاوی للفتاوی جلد ۲ صـ ۲۲۷ میں اسی حدیث پاک کے جواب میں فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اپنی صحابی کو فرمایا کہ:۔

اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ	میرا اور تیرا باپ دوزخ میں ہیں۔
اَرَادَ بِاَبِیْهِ عَمَّهٗ اَبَا طَالِبٍ۔	تو اس سے مراد آپ کے چچا ابوطالب ہیں۔

کیونکہ:

لِاَنَّ الْعَرَبَ تُسَمِّیْ الْعَمَّ اَبًا۔	عرب کے لوگ چچا کو باپ کہتے ہیں۔

اس کی تصدیق قرآن بھی کرتا ہے کہ عرب میں چچا کو بھی باپ کہتے ہیں۔ مثلاً جب یعقوب علیہ السّلام کی وفات شریف کا وقت

آیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میں تو دنیا سے جانے لگا ہوں۔ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے۔ تو آپ کی اولاد نے جواب دیا۔ قرآن پ۱، آخری رکوع اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ آپ کی اولاد نے کہا:۔

قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ	ہم عبادت کریں گے۔ اس کی جو معبود ہے آپ کا۔
وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا۔	اور آپ کے آباء کا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق کا ایک خدا۔

توجہ فرمائیے اولاد کہتی ہے کہ ہم آپ کے آباء کے خدا کی عبادت کریں گے۔ آباء میں ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق کا نام لیا ہے۔ اسحٰق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام کے والد ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام کے چچا ابراہیم علیہ السلام دادا۔ پتہ چلا کہ آباء کا لفظ عام ہے۔ والد، دادا، چچا سب پر بولا جاتا ہے۔ اور میرے نبی نے جو فرمایا میرا باپ بھی دوزخ میں تو اس سے بھی مراد آپ کے چچا ابو طالب ہیں۔ الحمد للہ!

دوسرا اعتراض

مخالفین کہتے ہیں کہ مسلم شریف کتاب الجنائز میں یہ حدیث پاک موجود ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالےٰ سے عرض کی، مولا کریم اگر آپ اجازت فرمائیں تو میں اپنی امی جان جناب سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبرِ انور کی زیارت کر لوں،

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے حبیب ضرور کر لو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ جب سرکار نے اپنی والدہ کی زیارت کی تو ہجر کیا ہوا۔ فَبَکٰی میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رو پڑے۔ اللہ اکبر۔ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روتا دیکھ کر سارے صحابہ بھی رو پڑے۔ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے دے دی۔ مگر بخشش کی دعا کی اجازت نہیں ملی۔ مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۲۔ مخالفین کہتے ہیں۔ اگر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ مسلمان ہوتی تو بخشش کی اجازت بھی مل جاتی۔ پتہ چلا کہ وہ مسلمان نہیں تھیں۔

جواب

میرے دوستو! اگر بنظر غایت گہری نظر سے دیکھیں تو اس حدیث پاک سے تو مسئلہ حل ہو رہا ہے کہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسلمان تھیں۔ وہ کیسے؟ تو سنیئے اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ مشرکہ ہوتی کافرہ ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ کبھی بھی یار کو اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت نہ دیتا اور نہ ہی میرا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو پہلے خبردار کر دیا تھا۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا۔	اے میرے حبیب آپ کسی کافرہ کا جنازہ کبھی بھی نہ پڑھیں۔
وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ (پ۱۰، سورۃ توبہ)	اور نہ کھڑے ہوں۔ آپ کافروں کی قبروں پر

ہو سکتا ہے کہ اللہ پاک نبی کو کسی کام سے روکے اور نبی نہ رکے نہیں۔ سرکار کا اجازت مانگنا اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ مومنہ تھیں۔ رہا یہ مسئلہ کہ میرا نبی ماں کی قبر کو دیکھ کر روئے کیوں اور ہزار صحابہ کو رلایا کیوں تو بات یہ ہے کہ آپ اپنی والدہ کے فراق میں روتے کہ آج میری والدہ زندہ ہوتی ہماری شان دیکھ کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرتیں۔ اب رہ گیا یہ معاملہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بخشش کی اجازت مانگی۔ تو کیوں نہ ملی۔ اجازت کا نہ ملنا اس وجہ سے نہیں تھا کہ وہ کافرہ تھیں۔ بلکہ اس وجہ سے تھا کہ وہ بے گناہ تھیں اور گنہگار تو وہ ہے جس کو شرعی احکام پہنچیں۔ وہ ان کی مخالفت کرے۔ ان تک تو شریعت کے احکام پہنچے ہی نہیں تھے۔ دیکھو ناں چھوٹا بچہ فوت ہو تو اس کی بخشش کی دعا نہیں کی جاتی۔ کیونکہ اس نے گناہ کیا۔ نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میرے حبیب زیارت کر لے دعا نہ مانگ اگر تو دعا مانگے گا کوئی نجدی یہ نہ سمجھے کہ نبی کی ماں گناہ گار تھی۔ اللہ اکبر۔ (الفتح الربانی لترتیب مسند امام احمد حنبل تیبانی جلد ۸ ص ۱۵۹)

تیسرا اعتراض

مخالفین کہتے ہیں امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی کتاب فقہ اکبر میں یہ بات موجود ہے۔ کہ امام نے فرمایا۔

مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ۔ | نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کفر پر مرے۔

ملا علی قاری نے اس کی شرح فقہ اکبر میں بھی یہی ثابت کیا ہے۔ کہ آپ کے والدین کافر تھے۔ نعوذ باللہ۔ اگر حنفی ہو تو اپنے امام کی بات تسلیم کرو؟

جواب

میرے دوستو اس شبہ کے چند جوابات ہیں۔ پہلا جواب تو یہ ہے۔ فقہ اکبر کے نسخوں میں بڑا فرق ہے کسی ایڈیشن میں یہ بات ہے کہ:۔

مَا مَاتَا عَلَى الْكُفْرِ۔	سرکار کے والدین کفر پر مرے۔

کسی ایڈیشن میں ہے۔ مَا مَاتَا عَلَى الْكُفْرِ۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کفر پر نہیں مرے۔ کسی ایڈیشن میں ہے۔ مَاتَا عَلَى الْفِطْرَةِ کہ سرکار کے والدین دین فطرت یعنی توحید پر فوت ہوئے۔ کسی ایڈیشن میں ہے۔ مَاتَا عَلَى الْاِيْمَانِ۔ سرکار کے والدین بحالت ایمان پر فوت ہوئے۔ اتنے اختلافات ہونے پر آپ کیا فتویٰ دیں گے۔

(۲) اگر بالفرض محال مان بھی لیں کہ آپ نے فرمایا مَاتَا عَلَى الْكُفْرِ تو پھر اس کا مطلب اور معنی یہ ہوگا کہ آپ زمانہ کفر میں مرے۔ یعنی اسلام سے قبل آپ فوت ہوتے۔ یہی بات علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ نے اپنے فتویٰ میں فرمائی فرماتے ہیں۔

وَعَلَى التَّسْلِيْمِ اَنَّ الْاِمَامَ قَالَ ذَالِكَ۔	اگر یہ بات مان لی جائے کہ یہ الفاظ امام نے ہی فرمائے، تو پھر
فَمَعْنَاهُ اَنَّهُمَا مَاتَا فِي زَمَنِ الْكُفْرِ۔	اس کا معنی یہ ہوگا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین کا انتقال زمانہ کفر میں ہوا۔
وَهٰذَا لَا يَقْتَضِيْ اِتِّصَافُهُمَا بِهٖ۔	لیکن اس معنی سے یہ لازم نہیں آتا کہ سرکار کے والدین کفر سے متصف تھے

المستند المعتمد بناء نجاۃ الابد ص۱۷۵۔ نور العنین فی ایمان آبای سید الکونین ص۴۶۔

(۳) اب جو فقہ اکبر کے ایڈیشن شائع ہوئے ہیں مثلاً حیدر آباد دکن کے مطبع دائرۃ المعارف ۱۳۴۲ھ کا ایڈیشن قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی والوں کا ایڈیشن ان دونوں میں اس عبارت کا نام و نشان تک نہیں یہی وجہ ہے کہ علامہ احمد بن محمد طحطاوی علیہ الرحمۃ طحطاوی شریف جلد ۲ ص۸۰ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وَمَا فِی الْفِقْہِ۔	کہ فقہ اکبر میں جو الفاظ کہیں ملتے ہیں کون سے۔
مِنْ اَنَّ وَالِدَیْہِ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ۔	کہ بقول امام اعظم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کفر پر مرے۔
فَمَدْسُوْسٌ عَلَی الْاِمَامِ۔	تو یہ الفاظ امام اعظم پر کسی نے جھوٹے منسوب کئے ہیں کیوں؟
وَعَلَی النُّسَخِ الْمُعْتَمَدَۃِ لَیْسَ بِھَا شَیْئٌ مِنْ ذٰلِکَ۔	کہ قابلِ اعتماد نسخہ جات فقہ اکبر میں ان الفاظ کا نام و نشان تک نہیں۔ نور العنین ص۴۴۔

(۴) ملّا علی قاری نے جو سرکار کے والدین کے کفر کے بارے لکھا ہے علامہ فرماتے ہیں۔ یہ ملّا علی قاری سے بہت بڑی غلطی ہوئی۔ چنانچہ بہت بڑے فقہ کے امام حضرت علامہ محمد مرغنتی علیہ الرحمۃ نے جب ملّا علی قاری کی یہ عبارت

پڑی تو آپ بڑے غصہ میں آئے اور فرمایا کہ مُلّا علی قاری پر افسوس ہے کہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین کے کفر پہ رسالہ لکھ مارا۔ فرماتے ہیں ہو سکتا ہے کہ:۔

فَلَعَلَّهُ الْبَرْدَةُ۔	مُلّا علی قاری کو رسالہ لکھتے وقت برسام ہو گیا ہو اور
فِيْ رَأْسِهٖ فَاخْتَلَّ عَقْلُهٗ۔	اُس بیماری کی وجہ سے عقل میں خلل پڑ گیا ہو۔ ارشاد البغی۔ نور العنین صـ۹۸۔

امام المفسرین حضرت علامہ امام سید محمود آلوسی علیہ الرحمہ نے جب مُلّا علی قاری کی یہ بات پڑھی تو آپ نے فرمایا کہ:۔

اَقُوْلُ	میں محمود آلوسی کہتا ہوں۔
اِنَّهُمَا اَفْضَلُ مِنْ عَلِيِّ الْقَارِيْ وَاَضْرَابِهٖ	نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین مُلّا علی قاری اور اُن کے ہمنواؤں سے بہت درجہ بلند و بالا ہیں۔ سبحان اللہ۔

(روح المعانی جلد۱ صـ۷۱ ۳)

(۵) حضرت علامہ محمد عبد العزیز فرہاری علیہ الرحمۃ نے شرح عقائد کی شرح کی انبراس کے نام پر وہ فرماتے ہیں کہ مُلّا علی قاری نے سرکار کے والد کے کفر کے بارے لکھ کر بڑی غلطی کی اور سیدھے راستے سے ہٹ گئے۔

وَنُقِلَ تَوْبَتُهٗ عَنْ	اور قول مستحن میں اس نظریئے کی

ذالك في قول المستحسن | ان سے توبہ منقول ہے۔ حاشیہ نبراس ص۵۲۶ ۔ نورالعینین ص۱۰۴ ۔

میرے دوستو! پتہ چلا کہ حضرت امام اعظم نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے بارے کوئی کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ اگر کسی کتاب میں یہ بات مل جائے تو یہ امام اعظم پر جھوٹ اور بہتان ہوگا۔ ملا علی قاری نے ضرور یہ بات لکھی لیکن ان سے بھی بہت بڑی غلطی ہوئی۔ پھر اُن سے توبہ کرنا بھی ثابت ہے۔ لیکن افسوس کہ دیوبندیوں کے چوٹی کے عالم اور ان کے قطب کتنی بڑی زیادتی کر گئے۔ بلاتحقیق انہوں نے امام اعظم پر بہتان لگا دیا۔ کیا تو سنیئے، فتاویٰ رشیدیہ ص۱۰۴۔ کسی سوالی نے سوال کیا کہ مولوی جی یہ بتلایئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین مسلمان تھے یا کہ نہیں؟ تو دیوبندیوں کے قطب وقت، غوث اعظم، شیخ المشائخ کیا جواب دیتے ہیں۔ سنیئے کہتے ہیں۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے ایمان میں اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم صاحب کا مذہب یہ ہے کہ ان کا انتقال حالتِ کفر میں ہوا۔ استغفراللہ۔ تحقیق خود نہ کی اور الزام امام صاحب پہ لگا دیا:

میرے دوستو! حد ہو گئی دشمنی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی۔ یار ان سے تو اہلحدیثوں کے مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی اچھے رہے۔ جنہوں نے سرکار کے والدین کریمین کے بارے بڑی کھلی اور پیاری بات کی وہ لکھتے ہیں۔ کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد ماجد پاکدامنی اور طہارت نفس میں اپنے بزرگوں کی صحیح یادگار تھے۔ اسی طرح آپ کی والدہ ماجدہ عفت و حیاء کی پیکر تھیں۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہوتے ہوئے

ان کے دل اور اعمال نجاستِ شرک و بُت پرستی سے ملوّث ہوں تو واللہ اللہ تعالیٰ کی قسم یہ جوڑا موزوں نہیں ہوگا۔ باقی رہا مذہبی طور پر اعتقادی حالت سو اس کے لئے اگر کسی کے پاس کوئی ایسی شہادت موجود ہو کہ معاذاللہ انہوں نے کبھی کسی بت کو سجدہ کیا یا اس کے نام کی نذر قربانی چڑھائی یا کسی بُت سے دُعا والتجا کی تو بے شک لا دے لیکن ہم وثوق اور کمال سے کہہ سکتے ہیں کہ ایسی شہادت کہیں سے دستیاب نہیں ہو سکے گی۔ میں کسی معین پاکباز اور صالح الاعمال شخص کے متعلق اس کی بزرگی کے برخلاف کوئی ایسی رائے قائم کرنی جس کی تائید میں کوئی دستاویز نہ ہو ہرگز ہرگز درست نہیں۔ اور آخر میں لکھتے ہیں کہ جس دن میں سیّد الثقلین کے والدین مکرمین کے متعلق مضمون لکھنے والا تھا، طاقتور مطالعہ کتب کرنے کے بعد تازہ غسل کیا، وضو کیا دو رکعت نماز طلب مغفرت اور مدد کے لئے پڑھی۔ اور سجدوں اور استھیان میں شرح صدر کی دعائیں مانگیں۔

الحمدللہ! کہ خدا تعالیٰ نے مجھے طمانیت بخشی اور اب میں پورے ثلج خاطر سے مضمون لکھنے والا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اسے میرے لئے ذخیرہ عاقبت بنائے اور قیامت کے روز اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے تلے جگہ دیوے۔ جن کے والدین کی عظمت و محبت سے اس نے میرے دل و دماغ مامور و پُرنور کر دیا ہے۔

سُبحان اللہ۔ سیرتِ مصطفیٰ ص ۷۹۔ ۸۳۔ مصنّف اہلحدیث کے جیّد عالم علاّمہ محمد ابراہیم سیالکوٹی۔

میرے دوستو! مولوی صاحب ہیں اہلحدیث لیکن سرکار کے والدین

شریفین کے بارے کتنی پیاری دلنشیں، کتنی من بھاونی بات لکھ گئے۔ دیوبندیوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کی قبروں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں برس رہی ہیں۔ انشاء اللہ تا قیام قیامت رحمتیں برستی رہیں گی۔ آپ مدینہ شریف جائیں تو الحمدللہ آج کل تو مسجد نبوی شریف بہت ہی زیادہ کشادہ اور وسیع ہو گئی ہے۔ جب مسجد نبوی شریف وسیع نہیں ہوتی تھی تو سرکار کے مزار پاک سے تھوڑے فاصلے پر میرے پیارے نبی کے والد ماجد حضرت عبداللہ کا مزار شریف تھا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُمتی جب مدینہ شریف جاتے تو سرکار کے والد پاک کی قبر پاک پر جا کر ان کو سرکار کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرتے تھے۔ ہمارے پاکستان کے ایک بہت بڑے جید عالم مناظر حضرت علامہ مولانا محمد علی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں میں ۱۹۶۸ء میں سرکار کے روضہ پاک پر حاضر ہوا۔ ساتھ ہی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد ماجد کی قبر پاک تھی وہاں بھی حاضری ہوئی۔ میں نے ایک کتبہ دیکھا جو سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمۃ کے ہاتھوں کا لگا ہوا تھا۔ اس پر لکھا ہوا تھا اے صاحب قبر آپ کے حضور کمینہ محمود کھڑا ہے۔ آپ اپنے صاحبزادے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے میری سفارش کر دیں تا کہ میری بخشش ہو جائے۔ عبداللہ نام کے تو لاکھوں ہوں گے۔ مگر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کا والد کہلانے کا حق صرف تمہیں کو حاصل ہے۔ نور العینین ص ۱۵۴۔ سبحان اللہ۔

مسجدِ نبوی کی توسیع

۱۹۷۸ء میں جب سعودی حکومت نے مسجدِ نبوی شریف کی توسیع کا پروگرام بنایا تو مسجد نبوی شریف کی کھدائی کے درمیان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد ماجد اور کچھ دیگر صحابہ کرام کی قبریں بھی کھودائی کے درمیان آگئیں۔ اخبار نوائے وقت ۲۱ جنوری لاہور نے یہ خبر شائع کی آپ پڑھیں اور اگر یقین نہ آئے تو اخبار والوں سے تصدیق کرلیں اور الحمدللہ! ہمارے پاس اخبار کی کٹنگ بھی موجود ہے۔ اخبار کیا لکھتا ہے کہ یہاں پہنچنے والی ایک اطلاع کے مطابق مدینہ شریف میں مسجد نبوی شریف کی توسیع کے سلسلے میں کی جانے والی کھدائی کے دوران نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدِ گرامی حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا جسم مبارک جس کو دفن ہوتے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے بالکل صحیح وسلامت برآمد ہوا علاوہ ازیں صحابی رسول حضرت مالک بن سونانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر کچھ صحابہ کرام کے اجساد مبارک بھی اصلی حالت میں پائے گئے جنہیں جنت البقیع میں نہایت عزت واحترام کے ساتھ دفنایا گیا۔ جن لوگوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ان کا کہنا ہے کہ تمام صحابہ کرام کے اجسام نہایت تروتازہ اور اصلی حالت میں تھے۔ سیرت امام الانبیاء ص ۱۲۵ نور العینین ص ۲۵۰۔ پتہ چلا کہ صحابہ کرام اور میرے آقا کے والد ماجد کا جسم پاک اصلی حالت میں تھا۔ یہ جسم کا اصلی حالت میں چودہ سو سال کے بعد قبروں سے نکلنا اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ولی بزرگ ہستیاں اور نیک لوگ بعد وفات کے بھی قبروں میں بھی زندہ ہوتے ہیں

اگر مُردہ ہوتے تو اُن کی لاش کبھی صحیح سلامت نہ نکلتی۔ اس لیئے تو ہم سُنی بریلوی حنفی کہتے ہیں کہ:۔

مرنے والے مرتے ہیں فنا ہوتے نہیں
اور حقیقت میں وہ ہم سے جُدا ہوتے نہیں

ولی اللہ دے مَردے ناہیں ستے کردے پردہ پوشی
کی ہویا جے دنیا اُتوں تنے جاندے نال خموشی

میرے دوستو! جب میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے صحابہ اور والد چودہ سو سال کے بعد بھی اپنی قبر میں اپنی اصلی حالت میں تروتازہ تھے تو خود سوچو میرے آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حیات طیبہ کا کیا کمال ہوگا اور پھر اس پر غور کرو میرے آقا کے والد اگر مُشرک ہوتے تو ان کا جسم کیا اصلی حالت میں رہ سکتا تھا؟ تازہ اور ٹھیک ہو سکتا تھا؟ نہیں ہرگز نہیں جسم کا اصلی حالت میں نکلنا ان کے ایمان اور پرہیزگاری کی علامت ہے۔ نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے والدین کے ایمان کے بارے علامہ احمد بن محمد قسطلانی۔ علامہ اسماعیل بن کثیر محمد بن احمد القرطبی علاّمہ علی بن محمد البغدادی۔ علامہ محمد بن یونس شامی۔ علامہ ابن جوزی۔ شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی۔ شاہ عبدالحق محدّث دہلوی۔ علاّمہ جلال الدّین سیوطی۔ علاّمہ اسماعیل نبھانی۔ علاّمہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی۔ اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہم الرحمتہ نے اس مسئلہ پر تائید کی اور تمام علماء نے مستقل سرکار کے والدین کے بارے اثبات ایمان پر کتابیں لکھیں۔

اللہ تعالیٰ تمام بزرگوں کی اس محنت کو اور فقیر پُر تقصیر کی اس سعی کو قبول فرما کر ذریعہ نجات بنائے آمین ثم آمین۔ جو دوست اس کو پڑھ کر آگے پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی تمام دینی و دنیاوی حاجتیں پوری فرمائے آمین۔ ثم آمین۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دُوسرا وعظ مُبارک

آمدِ مُصطفٰے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

اَمَّا بَعْدُ !

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر رحمت سارے جہانوں کے لئے۔

حضراتِ محترم! قرآن مجید، فرقانِ حمید کی ایک آیتِ کریمہ آپ حضرات کی خدمت میں تلاوت کی ہے۔ انشاء اللہ اس بابرکت محفل میں امام الانبیاء حبیبِ کبریا مالک ارض وسماء، شافع روزِ جزاء، ساقیٔ کوثر، والیٔ جنت، شب معراج کے دولہا، کائنات کے ماوی وملجاء میرے اور آپ کے حامی، بے سہاروں کے سہارا۔ اللہ پاک کے پیارے حبیب سیّدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی ولادت باسعادت کے چند واقعات قرآن و حدیث وتاریخ کے حوالہ سے عرض کروں گا دعا کرو اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حق سُن کر عمل کرکے استقامت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

میرے دوستو! الحمدللہ ہم اہلسنّت وجماعت ہیں۔ ہماری ہر محفل ذکرِ مصطفیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے ہی سجتی ہے کوئی کسی کا ذکر کرکے محفل سجاتا کوئی کسی کا لیکن سُنّی جب محفل سجاتے ہیں تو ذکرِ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سجاتے ہیں۔ ہماری محفل کو اس وقت تک رنگ چڑھتا ہی نہیں۔ جب تک ذکرِ رسول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی ضربیں نہ لگائیں۔ ہمارا کوئی پروگرام اس وقت تک جچتا ہی نہیں، جب تک آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لال پر درُود وسلام نہ پڑھیں کیوں؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ کملی والے کا ذکر ہمارے دلوں کی، ہماری رُوح کی غذا ہے۔ جیسے پیاسا پانی کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بلبل کو پھولوں کے بغیر چین نہیں آتا۔ پروانے کو شمع کے بغیر سکون نہیں ملتا۔ اسی طرح سُنّی کی یہ مجبوری ہے کہ اِسے ذکرِ مصطفیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے بغیر چین نہیں آتا۔ کسی عاشق نے کسی طالب نے، کسی دیوانے کتنی اچھی بات کہی کہ:۔ ؎

نبی کا ذکر کرنے میں ترا احسان ہے مولا
ہمارے پاس بخشش کا یہی سامان ہے مولا

اور مدینے کی گلی چھوڑ دیں جنت کے بدلے میں

یہ سودا ہم نہیں کرتے، ہمیں نقصان ہے مولا

ایک تمہیدی بات

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت پاک کے واقعات عرض کرنے سے پہلے ایک تمہیدی بات عرض کر دوں تاکہ پوری گفتگو کا خلاصہ آپ کو سمجھ میں آجائے۔ میرے اور آپ کے آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی تین جہتیں ہیں، تین صورتیں ہیں۔

(۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق کب ہوئی ہے

(۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کب ولادت شریف ہوئی؟

(۳) سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کب ہوئی؟

میرے اور آپ کے نبی کی تخلیق یعنی وجودِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری کائنات سے پہلے بنا، کب بنا، کیسے بنا؟ یہ فقیر کی ذوقِ خطیب حصہ اوّل کا مطالعہ فرمائیں۔

(۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کب ہوئی سارے نبیوں کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت یعنی اعلانِ نبوت کب ہوا، چالیس برس کے بعد۔ ہم انشاء اللہ اس محفل میں ولادت پاک کے سلسلے میں گزارشات پیش کریں گے۔

رحمتِ عالم

قرآن مجید کی جو آیتہ شریفہ آپ کی خدمت میں تلاوت کی ہے، خالقِ کائنات ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ (پ۱۷ ۔ رکوع ۷)

اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم نے آپ کو ساری کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ کریمہ میں اپنے محبوب کی اپنے یار کی ایک صفت رحمت کا ذکر فرمایا ہے ۔ یہاں خالقِ کُل نے یار کی شان بیان فرمائی یار کی تعریف کی، محبوب کا ذکر کیا اور جب قرآن شروع کیا ۔ اپنی کتاب کا افتتاح کیا تو فرمایا ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تمام تعریفیں اللہ عزّوجل کے لئے ہیں جو پالنے والا ہے عالمین کا ۔

جب اپنے محبوب کی شان بیان کی تو فرمایا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ جب اپنی شان بیان کی تو فرمایا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ" یار ہے رحمۃ للعالمین اور آپ ہے رَبُّ العالمین ۔

میرے دوستو! پڑھے لکھے حضرات جانتے ہیں عالمین جمع ہے عالم کا اللہ تعالیٰ نے عالم نہیں فرمایا بلکہ عالمین فرمایا ۔ یا یوں کہہ دیجئے کہ واحد کا صیغہ نہیں فرمایا ۔ بلکہ جمع کا صیغہ فرمایا ہے ۔ عالم کا معنی ہے ایک جہان اور عالمین کا معنی ہیں بہت سے جہان پتہ چلا اللہ تعالیٰ نے صرف انسانوں کا جہان نہیں بنایا بلکہ اور بھی جہان بناتے ہیں ۔ مفسّرین کرام فرماتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ہر جنس کا جہان الگ بنایا ہے ۔ انسانوں کا جہان الگ بنایا ہے، جنوں کا جہان الگ بنایا، حیوانوں کا جہان الگ بنایا ۔ جمادات کا جہان الگ بنایا ۔ فرشتوں کا جہان الگ بنایا، عرشیوں کا جہان الگ بنایا ۔ نوریوں کا جہان الگ بنایا،

علماء فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پوری کائنات میں اٹھارہ ہزار عالم بنائے ہیں۔ اللہ اکبر۔

اب آیۃ کریمہ کا ترجمہ کیا ہوگا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔	تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ عزوجل کے لائق ہیں۔ جو اٹھارہ ہزار جہانوں کو پالنے والا ہے۔

اور دوسری آیت کا معنیٰ کیا ہوگا۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔	اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم نے آپ کو اٹھارہ ہزار جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

سبحان اللہ! معلوم ہوا میرا نبی ربّ عزوجل کی ساری مخلوق کے لئے رحمت ہے۔ اب بتایئے رحمت کی حاجت کس کو ہوتی ہے؟ اس کے لئے جس کو رحمت کی ضرورت ہو۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ساری کائنات میرے یار کی رحمت کی حاجت مند ہے۔ پتہ چلا ساری کائنات محتاج ہے اور میرا نبی مُحتَاجٌ اِلَیْہِ ساری کائنات رحمت لینے والی ہے، میرا نبی رحمت دینے والا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ محتاج کو بعد میں بناتا ہے اور محتاجٌ الیہ کو پہلے،

ایک مثال

مثلاً میں اور آپ زمین کے محتاج تھے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پہلے بنائی۔ ہمیں بعد میں بنایا۔ میں اور آپ ہوا کے محتاج تھے اللہ تعالیٰ نے ہوا پہلے بنائی ہمیں بعد میں بنایا میں

اور آپ پانی کے محتاج تھے۔ اللہ تعالیٰ نے پانی پہلے پیدا کیا ہمیں بعد میں۔ ہم اور آپ غذا کے محتاج تھے۔ اللہ تعالیٰ نے غذا پہلے پیدا کی۔ ہمیں بعد میں۔ ہم روشنی کے محتاج تھے اللہ تعالیٰ نے سورج پہلے بنایا ہمیں بعد میں۔ اب بلا تشبیہ و بلا مثال ہیں اور آپ رحمت کے محتاج تھے۔ اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں رحمت تقسیم کرنے والے تو قرآن کی اس آیت کی رُو سے ماننا پڑے گا کہ ساری کائنات بعد میں بنی۔ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سب سے پہلے بنے۔ اگر آپ سرکار صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو سب سے پہلے تسلیم نہ کریں تو بتائیے پھر ساری کائنات کو رحمت ملی کیسے؟ کیوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آپ سب کو رحمت تقسیم کرنے والے ہیں۔

میرے نبی کب بنے

اب دیکھنا یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کب بنے، زمین پر کیسے جلوہ فگن ہوئے۔ آئیے ان تمام باتوں کا حل، ان تمام مسائل کا جواب خود کملی والے علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے پوچھ لیتے ہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپ کب بنے ہیں کیسے پیدا ہوئے اور کب زمین پر تشریف لائے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف فرما ہیں۔ صحابہ کرام اِرد گرد بیٹھے ہیں، ایسے لگتا ہے کہ چودھویں کا چاند آسمانوں سے اُتر کر زمین پر آگیا ہو۔ سُبحان اللہ قربان جاؤں صحابہ پر جنہوں نے اس سِراجاً مُنیرا کی دید کی کون صحابہ؟ جن کے بارے میرا اللہ عزّوجل آپ فرمایا ہے۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ کہ میں یار کے صحابہ سے راضی ہوں یار کے صحابہ مجھ سے راضی ہیں۔ ساری دنیا ربِّ عزّوجل کو راضی کرتی ہے۔ ربّ یار کی نسبت

کی خاطر محبوب کے صحابہ کی رضا کا اعلان کر رہا ہے، کون صحابہ ؟ جو رات کو رب کی عبادت کرتے ہیں۔ دن کو اس کے یار کی زیارت کرتے ہیں رات کو تلاوت کرتے ہیں دن کو قرآن والے آقا کی زیارت کرتے ہیں کون صحابہ ؟ جن کی خوش بختی کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ جن کے بارے محمد حفیظ جالندھری مرحوم فرماتے ہیں کہ :۔

؎ صحابہ وہ صحابہ جن کی ہر صبح کو عید ہوتی تھی
خدا کا قرب حاصل تھا نبی کی دید ہوتی تھی

ہماری سال کے بعد عید ہوتی ہے۔ لیکن صدیق و عمرؓ، عثمان و حیدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقدر پر قربان ان کو ہر روز عید نصیب ہوتی تھی۔ ہماری رمضان اور ذوالحجہ میں عید ہوتی ہے پر صحابہ کو ہر روز جلوے نصیب ہوتے تھے۔ لیکن یہ عید کی قدر، جلوؤں کا لطف ان سے پوچھو جنہوں نے دیدار کے مزے لئے ہیں۔ جنہوں نے پیار کیا ہی نہیں، محبت کی ہی نہیں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلوے دیکھے نہیں ان کو کیا پتہ۔ اسی واسطے محمد اعظم چشتی علیہ الرحمۃ رو کر کہتے ہیں کہ

؎ لکھاں عیداں نالوں چنگا تے سانوں اک، دیدار کسے دا
اونہوں ساڈی قدر کی ہووے تے جہڑا نئیں بیمار کسے دا
ساڈے دل دا حال اوہ جانے تے جنہوں ہووے پیار کسے دا
اعظم رو رو منگ دعائیں تے شالا وچھڑے نہ یار کسے دا

ہاں تو میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میرے نبی کی دید کے مزے لوٹ رہے ہے اور سرکار

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے ملفوظات طیّبہ سے دِلوں کو منوّر کر رہے ہیں۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی گفتگو ختم ہوئی۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے ایک صحابی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم اگر اجازت ہو تو ایک بات نہ پوچھ لوں۔ ایک مسئلہ نہ حل کرا لوں۔ ایک گتھی نہ سلجھا لوں۔

میرے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا ضرور۔ اب صحابی بولا کہ:۔

قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ۔	حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں۔ میں نے بارگاہِ نبوّت میں یُوں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلّم میرے ماں باپ تیرے قدموں پہ قربان۔ سُبحان اللہ!

بولنے کا انداز دیکھو۔ سوال کرنے کا طریقہ دیکھو بات کرنے کا سلیقہ دیکھو یہ صحابی ہے۔ کوئی وہابی تو نہیں تھا۔ بے ادبی کرتا نبی کو اپنے جیسا سمجھ کر گفتگو کرتا۔ وہ صحابی رسول دربارِ مصطفیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ادب آداب جانتا تھا۔ وہ جانتا تھا۔ میں جس کی بارگاہ میں سوال کر رہا ہوں یہ وہ نبی ہے۔ جس کی انسانوں میں کیا اُمتیوں میں کیا، انبیاء میں بھی کوئی برابر کا نہیں پر افسوس آج اُمتی سرکار کی مثل بنے پھرتے ہیں۔ لیکن ہمارا اہلسنّت وجماعت کا تو عقیدہ یہ ہے کہ

سہ اُس دی مثل کوئی بنے تے پھرے بن دالے پر ذرّے تے سُورج دا جوڑ کوئی نئیں
آفتاب رسالت دے باجھ ہرگز ڈُبے سُورج نوں سکدا موڑ کوئی نئیں

سدّھی جیئی اِک گل ہاں کرن لگا جس دا عالماں کول بھی توڑ کوئی نئیں
اُمت اُمت تے نچیا اے نبی کا تم بھائی چارہ بناؤن دی لوڑ کوئی نئیں

ہاں تو صحابی نے عرض کی، آقا تیرے قدموں پر میرے ماں باپ قربان

اَخْبِرْنِیْ عَنْ اَوَّلِ شَیْءٍ خَلَقَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی قَبْلَ الْاَشْیَاءِ۔	مجھے بتلائیے اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا۔

میرے دوستو! صحابی کے سوال کی طرف غور کرو۔ نماز کا مسئلہ نہیں پوچھا۔ بیت اللہ کے طواف کا مسئلہ نہیں پوچھا۔ روزے کی قضا کا مسئلہ نہیں پوچھا۔ بلکہ پوچھا تو یہ پوچھا کہ آقا اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کو پیدا کرنے سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا۔ اس سوال سے پتہ چل رہا ہے کہ صحابی کا عقیدہ یہ تھا کہ میں جس نبی کا کلمہ پڑھتا ہوں، وہ بے خبر نہیں وہ لاعلم نہیں۔ بلکہ اس کی شان تو یہ ہے کہ بیٹھا تو فرش پر ہے۔ لیکن خبریں عرش کی رکھتا ہے بیٹھا تو مکان میں لیکن خبریں لامکاں کی رکھتا ہے۔ پیدا تو ابھی ہوا ہے لیکن علم روزِ ازل سے روزِ قیامت تک ہے۔ اگر یہ عقیدہ نہ ہوتا، یہ ایمان نہ ہوتا، تو انصاف سے بتانا وہ یہ سوال کرتا؟ نہیں ہرگز نہ کرتا۔ یہ وہ صحابی تھا اور آج ایک جماعت بنی پھرتی ہے سپاہِ صحابہ کوئی دفاعِ صحابہ یعنی صحابہ کے سپاہی، صحابہ کے غلام، صحابہ کا عقیدہ آپ نے سنا۔ اب سپاہِ صحابہ کے بزرگ مولوی خلیل احمد دیوبندی کا بھی سنیئے لکھتا ہے کہ نبی کو تو دیوار کے پیچھے بھی خبر نہیں توبہ، توبہ۔ براہین قاطعہ ص ۵۱۔

اب بتائیے ان کا صحابہ سے عقیدہ ملتا ہے؟ نہیں تو اب اس جماعت

کو یا نام بدلنا چاہیئے یا عقیدہ بدلنا چاہیئے۔ اگر نام بھی نہیں بدلتے عقیدہ بھی نہیں بدلتے تو پھر سُن لو یہ سپاہِ صحابہ نہیں سپاہِ خرابہ ہے۔ یہ دفاعِ صحابہ نہیں نرا خون خرابہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے خون خرابے سے اپنی امان میں رکھے۔ آمین۔

ہاں تو صحابی کا عقیدہ کیا تھا کہ میرا نبی باخبر ہے باعلم ہے۔ لیکن آج کل شور مچا ہوا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ۔ نبی بے خبر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے بدنصیبوں کو دیکھ کر میاں محمد علیہ الرحمتہ کھڑی شریف قلندر فرما گئے کہ:۔

شعر
قدر نبی دا ایہہ کی جانن دنیا دار کمینے
قدر نبی دا جانن والے تے سو گئے نی وچ مدینے
قدر نبی دا ایہہ کی جانن تے نجدی لوک کمینے
قدر نبی دا ایہہ سُنی جانن تے صاف جنہاں دے سینے

میرے نبی کا جواب

ہاں تو صحابی نے عرض کیا کہ اے آقا مجھے بتایئے کہ اللہ پاک نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا ہے تو نبی پاک نے یہ سوال سُن کر یہ نہیں فرمایا کہ اے جابر یہ کیا پوچھتے ہو میاں یہ تو غیب کی خبر ہے اور تو نے قرآن نہیں پڑھا اور سُنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ عٰلِمُ الْغَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ | بے شک اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ غیب آسمانوں اور زمینوں کا کیا یہ بات فرماتی نہیں ہرگز نہیں۔ ایسی

بات فرماتے بھی کیوں؟ جبکہ میرا اللہ عزّ وجل یار کو آپ فرماتا ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔
(پ۵، رکوع ۱۴)

اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سکھا دیا میں نے آپ کو، کیا سکھا یا فرمایا جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے۔

بعض حضرات لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں کہ اس سے مُراد دین کے احکام ہیں اور بس، میرے دوستو! ایسے چالبازوں سے بچو آؤ تفسیروں کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں۔ علامہ امام ابن جریر طبری علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر ابن جریر میں اسی آیتہ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ

اور سکھا دیا اللہ تعالےٰ نے آپ کو جو آپ نہ جانتے تھے کیا سکھایا۔

امام فرماتے ہیں :-

وَمَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ قَبْلَ ذٰلِكَ۔

اور سکھا دیا جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے پہلے اس سے،
(تفسیر ابن جریر جلد۵، صـ۱۹۳)

پتہ چلا صرف دین کے احکام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے یار کو سب کچھ سکھا دیا تو عرض کیا کر رہا تھا کہ صحابی نے سوال کیا۔ میرا نبی سُن کے مُسکرا پڑا، سُبحان اللہ۔ میرے دوستو یاد رکھو نبی جب مسکراتا ہے تو ساری کائنات مسکراتی ہے۔
کیونکہ :-

دند اُس دے سُچّے موتی تے اکھیاں نے مست خماری
جد نُور دا عرشی فرشی آکھن تے واہ واہ نُور پیاری

سرکار نے سوال سُن کر فرمایا، بتاؤں میرے رب نے سب سے

پہلے کیا چیز بنائی۔ عرض کی آقا ضرور۔ فرمایا۔

يَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْيَاءِ نُوْرَ نَبِيِّكَ مِنْ نُوْرِهٖ۔	اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے سُورج سے پہلے چاند سے پہلے ستاروں سے پہلے آسمانوں سے پہلے

نُوریوں سے پہلے فرش سے پہلے عرش سے پہلے جنّت سے پہلے حُور و غلمان سے پہلے فرشتوں سے پہلے زمیوں سے پہلے کائنات کی ہر چیز سے پہلے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے تیرے نبی کا نور بنایا۔ (الدرّ المبہجۃ ص ۲، زرقانی شریف مواہب لدنیہ اوّل ص ۹۹، نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۸، مدارج النبوّت انوارِ محمدیہ ص ۲۶۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور بنایا۔ اس وقت کچھ بھی نہیں تھا یا اللہ تعالیٰ کا نور تھا یا تیرے نبی کا نور تھا۔ کسی مُحبّ نے کیا ہی خوب فرمایا کہ :-

سارا جگ چمکایا اے
کملی دی جھب مار کے
نور ازلاں دا آیا اے

پتہ چلا میرا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کائنات سے پہلے وجُود میں آیا۔ نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی اس حدیث پاک کی تصدیق قرآن مجید کی آیتہ کریمہ سے بھی ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

(پ ۲۲، رکوع ۱۷)

قرآنی تصدیق :-

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔	وہی اوّل وہی آخر، وہی ظاہر وہی باطن، وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

یہ آیتہ کریمہ حمد عزّ و جل بھی بیان کر رہی ہے۔ اور نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی بیان کر رہی ہے۔ یہی بات شیخ محقق حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے مدارج النبوت جلد اوّل ص۷ میں بیان فرمائی۔ یہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کوئی معمولی عالم نہیں بلکہ یہ وہ ہستی ہے جن کو ہر روز جاگتے ہوئے۔ دہلی میں کملی والے کی زیارت ہوتی تھی۔ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی اپنے ملفوظات جلد۷ ص۷ میں یہی بات تحریر کرتے ہیں شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہی آیت شان خدا عزّ و جل بھی بیان فرما رہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ بھی اوّل۔ کملی والا بھی اوّل۔ وہ اسی طرح کہ اللہ تعالیٰ بنانے میں اوّل۔ کملی والا بننے میں اوّل۔ وہ پڑھانے میں اوّل۔ یہ پڑھنے میں اوّل۔ وہ سکھانے میں اوّل۔ یہ سیکھنے میں اوّل۔ وہ لانے میں اوّل۔ یہ آنے میں اوّل۔ وہ دینے میں اوّل۔ یہ لینے میں اوّل۔ وہ تخلیق میں اوّل۔ یہ تقسیم میں اوّل۔ وہ خدائی میں اوّل۔ یہ مصطفائی میں اوّل۔ وہ بھی اوّل۔ یہ بھی اوّل۔ ڈاکٹر محمد اقبال علیہ الرحمۃ نے جب یہ منظر پڑھا تو آواز دی کہ عربی سمجھ نہیں آتی تو آؤ میں تمہیں اپنی بولی میں سمجھا دوں کہ :-

؎ نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ
وہ دانائے سُبل ختم رُسل مولائے کُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

ایک اور عاشق بولا کہ :-

؎ میری انتہائے نگارش یہی ہے
تیرے نام سے ابتداء کر رہا ہوں

ایک اور سُنّی بولا کہ :-

کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے
ہے مکاں تیرے لئے اور لامکاں تیرے لئے
رونقِ بزمِ جہاں این و آں تیرے لئے
محفلِ ہستی کی جنسِ بیش قیمت ہے تو ہی
ہے سجائی زندگی نے یہ دکاں تیرے لئے

ہاں تو بات یہاں سے نکلی کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا پھر ساری کائنات کو اللہ تعالیٰ نے میرے نور سے پیدا کیا پھر میرا نور پشت در پشت چلتا ہوا میرے والد مکرم حضرت عبداللہ کے پاس امین بن کے ان کی پشت پاک میں آیا۔

ثُمَّ اَخْرَجَنِیْ اِلَی الدُّنْیَا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس دنیا میں

بھیجا۔ صحابی نے سوال کیا۔ آقا کیسے بھیجا، کس شان سے بھیجا۔ کس طریقے سے بھیجا۔ میرے آقا نے فرمایا۔

فَجَعَلَنِیْ سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ	اللہ تعالیٰ نے مجھے سارے رسولوں کا سردار بنا کر بھیجا۔
وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ	اور ختم نبوّت کا تاج پہنا کے بھیجا۔
وَرَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ	اور اٹھارہ ہزار مخلوقات کے واسطے رحمت بنا کے بھیجا۔
ھٰذَا کَانَ بَدْءُ نُوْرِ نَبِیِّکَ یَا جَابِرُ۔	یہ ہے تیرے نبی کے نور کی ابتدا اے جابر۔

سُبحان اللہ! کیسا پیارا اور من موہنا جواب دیا۔ میرے آقا کا یہ جواب سُن کر جابر صحابی تو خاموش ہو گئے۔ لیکن میرے نبی کا ایک اور صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے۔ عرض کی اے جابر کو اپنی شان بتانے والے نبی اگر اجازت ہو تو میں بھی ایک بات پُوچھ لوں۔ فرمایا پُوچھ۔

ابن عباس کا سوال

عرض کی آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آپ یہ بتائیں کہ جب حضرت آدم علیہ السّلام جنّت میں تشریف فرما تھے۔ آپ کا قیام کہاں تھا۔ آپ نے ڈیرا کہاں لگایا ہوا تھا۔ آپ کی سکونت کہاں تھی۔ نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اپنے صحابی کا سوال سُن کر ناراض نہیں ہوتے یہ نہیں فرمایا۔

میرے صحابہ یہ کیسے اُلٹے سیدھے سوال کرنے شروع کر دیتے ہیں۔ سوال کرنا ہے تو دین کے احکامات کے بارے کرو۔ نماز، زکوٰۃ کے مسئلے پوچھو، مرنے جینے کے بارے پوچھو۔ ناں ناں ایسی کوئی بات نہیں فرمائی۔ کیوں اس لئے کہ میرے اللہ عزّوجل نے خود یار کو فرمایا کہ

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ
(پ۳۰، سورۃ والضحیٰ)

اے میرے حبیب تیرے دروازے پر جو بھی سوالی آئے۔ جس قسم کا منگتا آئے، جو حاجت لے کر آئے وہ خالی نہ جائے وہ جھڑکیاں نہ کھائے، کیونکہ میں نے تیرا در اپنا در بنا دیا ہے

کسی طالب نے کتنی اچھی بات کہی کہ:۔

؎ چھت پر چڑھ سکتا نہیں کوئی بھی زینہ چھوڑ کر
حق کو پا سکتا نہیں کوئی بھی مدینہ چھوڑ کر

تو صحابی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام عرض کرتے ہیں آقا بتلایئے جب حضرت آدم علیہ السلام جنّت میں ٹہل رہے تھے۔ جنّت کی نعمتیں کھا رہے تھے۔ جنّت کے گل و گلزار دیکھ رہے تھے سرکار آپ کہاں تھے؟ آپ کا مقام کہاں تھا؟ آپ کس جگہ جلوہ فگن تھے میرے نبی پاک نے فرمایا۔ ابن عباس۔ جی آقا! فرمایا جب سارے نسلِ انسانی کے والد جنّت میں تھے تو

كُنْتُ فِيْ صُلْبِهٖ میں اس وقت ان کی پُشت مبارک

میں تھا۔

آقا جب آدم علیہ السّلام زمین پر تشریف لائے تو پھر آپ کہاں تھے ؟
فرمایا :۔

وَاُھْبِطَ اِلَی الْاَرْضِ وَ اَنَا فِیْ صُلْبِہٖ ۔	جب آدم علیہ السّلام کو زمین پر اُتارا گیا تو میں اس وقت بھی آدم علیہ السّلام کی پُشت میں تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں ۔ آقا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت نوح علیہ السلام کو پانی کے سیلاب سے بچا کر کشتی میں بٹھا کر بچایا تو اس وقت آپ کہاں تھے ؟ میرے نبی نے فرمایا۔

وَرَکِبْتُ السَّفِیْنَۃَ فِیْ صُلْبِ اَبِیْ نُوْحٍ ۔	جب نوح علیہ السّلام کشتی میں سوار تھے تو میں بھی اپنے والد نوح علیہ السّلام کی پُشت کے ذریعے کشتی میں سوار تھا۔

سرکار جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نارِ نمرود میں تشریف لے گئے اس وقت آپ کہاں تھے ؛ تو میرے آقا نے فرمایا۔

وَقُذِفْتُ فِی النَّارِ فِیْ صُلْبِ اَبِیْ اِبْرَاھِیْم	میں اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی پُشت میں تھا۔ مجھے بھی آگ میں پھینکا گیا۔ اللہ اکبر۔

الوفا صفحہ ۴۹، تفسیر کبیر جلد ۲۴، صفحہ ۱۷۴، شفاء شریف جلد اوّل صفحہ ۱۴۶، خصائص کبریٰ جلد اوّل صفحہ ۹۹، تفسیر دُرِّ منثور جلد ۵ صفحہ ۱۹۲) اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ میرے اور آپ کے نبی حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر حضرت ابراہیم علیہ السّلام تک تمام نبیوں کے ساتھ رہے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے، سوچنا یہ ہے کہ ساتھ کیوں رہے اس کی وجہ کیا تھی حکمت کیا تھی۔

ساتھ رہنے کی حکمت

میرے دوستو! اس کی وجہ اس کی حکمت یہ تھی کہ ان تمام نبیوں نے میرے نبی کے وسیلے سے اپنی دُعائیں قبول کرانی تھیں۔ اپنے درجات بلند کرانے تھے۔ اور اپنی حاجات پوری کرانی تھیں۔ اس لئے میرے پاک خدا عزّوجل نے یار کے نور کو ہر نبی کے ساتھ رکھا تاکہ جب بھی کوئی مشکل وقت آئے، کوئی دکھ درد آئے۔ کوئی نازک لمحہ آئے۔ میرا ہر نبی میرے یار کے توسّل سے دُعا کرے، میں اپنے نبیوں کی ہر مشکل حل فرما دوں۔ ہو سکتا ہے یہاں کوئی نجدی کوئی گستاخ، کوئی بے ادب، کوئی نام نہاد مُوحِّد کہے۔ نور پر تو بڑی غلط بات لکھ دی۔ کتنے مشرک ہیں یہ سُنّی بریلوی آئیے ہم بات باحوالہ کرتے ہیں۔ امام المحدّثین حضرت علامہ امام عبدالرحمٰن ابن جوزی علیہ الرحمہ کون جوزی؟ جس نے اپنی زندگی میں دو لاکھ کافروں کو کلمہ پڑھایا۔ جو ہر علم پر پوری مہارت رکھتے تھے۔ جن کا دعویٰ تھا کہ میرے نبی کے زمانے سے لے کر آج تک جو بھی حدیث بیان کرے میں بتا دوں گا

کہ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف۔ ذکرِ میلادِ رسول ص۱۰۔ جو کملی والے کی حدیث کا متوالا تھا۔ جس نے تین سو چالیس سے زیادہ کتابیں لکھیں ایک ایک کتاب بیس بیس جلدوں پر مشتمل۔ جو ضعیف حدیث کو ماننے ہی نہیں تھے۔ وہ اپنی کتاب مَولِدُ العُرُوس ص۱۳ اور ص۴ پر اپنی دوسری کتاب اَلبَیان مَولِدُ النَّبی ص۳ پر اور ص۷ پر تحریر فرماتے ہیں۔

کُلٌّ وَاحِدٍ مِنْھُمْ اِلٰی رَبِّہٖ مُسْتَجِیْرًا	اللہ تعالیٰ کا ہر نبی اپنے رب کے حضور (اُس نور محمدی) کے توسّل سے پناہ مانگتے رہے۔
ذَادَمُ تِیْدُ. عَلَیْہِ۔	چنانچہ سیّدنا آدم علیہ السّلام کی توبہ انہیں کے وسیلہ سے قبول ہوئی۔
وَاِدْرِیْسُ بِسَبَبِہٖ رَفَعَہٗ۔	حضرت ادریس علیہ السّلام کو کملی والے کے وسیلہ سے بلند مقام ملا۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن کہتا ہے۔

وَرَفَعْنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا۔ (پ۱۶، سورۃ مریم، رکوع ۷)	اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے ادریس علیہ السّلام کو بلند مکان پر اٹھا لیا۔

علامہ ابنِ جوزی فرماتے ہیں، یہ بلندی سرکار کے وسیلے سے

ملی آگے فرماتے ہیں۔

وَنُوْحٌ بِہٖ فِی الْفُلْکِ تَوَسَّلَ	اور نوح علیہ السّلام نے کشتی میں انھیں کا وسیلہ پکڑا۔
وَیُوْنُسُ فِی الدُّعَاءِ عَلَیْہِ عَوَّلَ	اور یونس علیہ السّلام نے مچھلی کے پیٹ میں اپنی دُعا میں اِسی وسیلہ پر اعتماد کیا۔
نَارُ اِبْرَاھِیْمَ بِاَحْمَدٍ قَدْ اُخْمِدَتْ	حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر نار نمرود حضور علیہ السّلام کے طفیل ٹھنڈی کی گئی۔
لَوْلَاہُ زَادَتْ فِی الْوُقُوْدِ سَعِیْرًا۔	اگر حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نہ ہوتے تو وہ آگ اور زیادہ بھڑکتی۔

آخر میں علامہ ابن جوزی فرماتے کہ:۔

بُشْرَاکُمْ یَا اُمَّۃَ الْھَادِیْ بِہٖ۔	ایسی ہدایت کرنے والے نبی کی اُمّت تمہیں مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تجھے ایسا عظمت والا، شان والا، مقام والا، یَدُ اللہ کے ہاتھوں والا، وَجْھُہُ اللہ کے چہرے والا، یٰسین کے تاج والا، نبی عطا فرمایا۔ اللہ اکبر۔

ایسے نبی کی شان میں ہم کیوں نہ کہیں کہ:۔

؎ اُن کے دربارِ اقدس میں جب بھی کوئی غمزدہ آگیا تشنہ کام آگیا
دور غم ہو گئے معصیت دُھل گئی مغفرت عافیت کا پیام آگیا
کشتیِ نوح میں نارِ نمرود میں بطنِ ماہی میں یونس کی فریاد پر
آپ کا نام نامی اے صَلِّ علیٰ ہر جگہ ہر مصیبت میں کام آگیا

یہی بات حنفیوں کے امام، سراج الائمہ، امام الائمہ سیدنا و مولانا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی۔ حنفیوں کے لئے امام نے کتنی محبت بھری باتیں فرمائیں۔ اس سے امام کا عقیدہ ظاہر ہوتا ہے۔

امام اعظم کا عقیدہ

پوری دنیا کے حنفیوں کے پیشوا، سیدنا امام اعظم، کون امام اعظم؟ جنہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سات صحابہ کرام کی زیارت کی جو تابعی ہیں۔ جنہوں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث پاک کی سند حاصل کی۔ جن کا پوری دنیا پر احسان ہے۔ جن کا سینہ مدینہ تھا۔ جن کو خواب میں سو مرتبہ خالقِ کائنات کی زیارت ہوئی وہ امام امام المرسلین کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں۔

؎ اَنْتَ الَّذِیْ لَوْلَاكَ مَا خُلِقَ امْرُءٌ
كَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰى لَوْلَاكَ

ترجمہ: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ کی ذات نہ ہوتی تو ہرگز کوئی آدمی پیدا نہ ہوتا اور نہ ہی کوئی مخلوق پیدا کی جاتی۔

اَنْتَ الَّذِیْ مِنْ نُوْرِكَ الْبَدْرُ اكْتَسَا
وَالشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ بِنُوْرِ بَهَاكَ

ترجمہ: اور آپ وہ نورِ اعظم ہیں کہ چاند آپ ہی کے نور سے روشن ہے اور سورج کی چمک بھی آپ کے ہی نور سے ہے۔

سبحان اللہ! کیسی پیاری بات فرماتے ہیں کہ چاند سورج اگر جگمگا رہے ہیں تو آپ ہی کے نور کے توسل سے اسی بات کا ترجمہ اعلیحضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ:۔

ے نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
اُٹھتی ہے کس شان سے گردِ سواری واہ واہ

ایک جگہ یوں فرماتے ہیں کہ:۔

ے یہ شمس و قمر، یہ شام و سحر، یہ برگ و شجر، یہ باغ و ثمر
یہ تیغ و سپر، یہ تاج و کمر، یہ حکم رواں تمہارے لئے

امام اعظم آگے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں یوں عرض کرتے ہیں آقا آپ وہ ہیں کہ:۔

ے اَنْتَ الَّذِیْ لَمَّا تَوَسَّلَ اٰدَمُ
مِنْ زَلَّةٍ بِكَ فَازَ وَهُوَ اَبَاكَ

ترجمہ: اے میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ وہ ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جب آپ کا وسیلہ پکڑا تو وہ اپنی مراد کو پہنچے۔ حالانکہ وہ آپ کے باپ ہیں۔

وَبِكَ الْخَلِيْلُ دَعَا فَعَادَتْ نَارُهٗ
بَرْدًا وَّ قَدْ خَمِدَتْ بِنُوْرِ سَنَاكَ

ترجمہ: اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آپ ہی کے نور کے سبب سے آگ گل وگلزار ہوئی تھی۔

وَدَعَاكَ اَيُّوْبُ لِضُرٍّ مَسَّهٗ
فَاُزِيْلُ عَنْهُ الضُّرُّ حِيْنَ دَعَاكَ

ترجمہ: اور حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی تکلیف اور مصائب میں آپ ہی کو پکارا، تو اس پکارنے سے ان کی تکلیف ومصیبت دور ہو گئی۔ (مجموعۃ القصائد ص۴۰، ذکر حسین ص۳۵، ۳۴)

پتہ چلا کہ آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تو میرے نبی کے صدقے ادریس علیہ السلام کو بلند مقام ملا تو میرے حبیب کے صدقے، حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پار لگی تو میرے کملی والے کے صدقے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نارِ نمرود ٹھنڈی ہوئی تو میرے محبوب کے صدقے حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے تو میری سرکار کے صدقے حضرت اسماعیل علیہ السلام چھری سے بچے تو میرے شفیع کے صدقے پھر میں کیوں نہ کہوں کہ:

اے محبوبِ کُل سوہنا ختمِ رُسل
جنھوں لنگدا گیا رنگ لاندا گیا
اے سائیں عبداللہ دا چَن دکھیاں دا سجن
کبوہیں توحید نوں ورتاندا گیا

جھنوں لگدا گیا رنگ لاندا گیا

یا یُوں کہہ لیجئے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کا نور جبینہ پیشانی میں آیا تو پیشانی آدم سے چلتے چلتے آدم علیہ السّلام کی توبہ قبول کراتے ہوتے نوح علیہ السّلام کی کشتی کنارے لگاتے ہوتے۔ ابراہیم علیہ السّلام کو آگ سے بچاتے ہوئے اسماعیل علیہ السّلام کو چھُری سے بچاتے ہوتے۔ اپنے تمام آباؤ اجداد پر رنگ چڑھاتے ہوتے، اپنے والد ماجد سیّدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی پشت میں تشریف لایا۔ نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے دادا پاک کو اللہ تبارک و تعالےٰ نے اٹھارہ بچّے بچیاں عطا فرمائیں۔ بارہ لڑکے اور چھ بچیاں۔ لیکن ان تمام بچوں سے شان نرالی تھی تو سیّدنا عبداللہ والد ماجد جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تھی۔ کیونکہ ان کی پیشانی میں سرکار کا نور پاک جلوہ گر تھا۔ بچے سارے حضرت عبدالمطلب کے حسین و جمیل تھے۔ لیکن جو حسن و جمال سرکار کے والد پاک [illegible] میں تھا وہ دوسروں میں کہاں ؟

ولادت حضرت عبداللہ

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے

گھر جب میرے آقا کے والد پاک تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سرکار کے چچا فرماتے ہیں۔ میں اپنے بھائی کی زیارت کرنے کمرے میں گیا تو کیا دیکھا سارا کمرہ نور سے منوّر ہے اور حضرت عبداللہ کا چہرہ ایسے چمک رہا ہے، جیسے سُورج چمکتا ہے۔

كَانَ وَجْهُهُ نُوْرًا يَظْهَرُ كَنُوْرِ الشَّمْسِ۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دادا پاک کو اطلاع دی گئی کہ اے سردارِ مکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک چاند سا لڑکا عطا فرمایا ہے۔

آپ دوڑتے دوڑتے تشریف لاتے جب چہرے میں سے نور کی لہٹیں دیکھی تو اٹھا کر سینے سے لگا لیا اور فرمایا۔ میرے دوستو میں نگاہِ بصیرت سے دیکھ رہا ہوں یہ بچہ بڑی شان والا ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد پاک جب حضرت عبداللہ دنیا میں تشریف لاتے تو پوری دنیا کو پتہ چل گیا کہ سرورِ کونین نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے والد ماجد دنیا میں تشریف لا چکے ہیں وہ کیسے پتہ چلا؟ بچہ مکہ میں پیدا ہوا ہو پتہ پوری دنیا کو چل جاتے یہ نہیں ہو سکتا؟ میرے دوستو ٹھیک ہے یہ ہو نہیں سکتا۔ لیکن وہ بچہ کوئی عام بچہ نہیں تھا۔ میرے کملی والے آقا کے والد گرامی تھے حضرت علامہ حسین بن محمد دیار بکری علیہ الرحمتہ اپنی کتاب تاریخ الخمیس جلد ا صہ ۱۸۲، حضرت علامہ ابوالمحسن حسن کاکوری علیہ الرحمتہ تفریح الاذکیا جلد ۲ صہ ۸ علامہ معین الدین کاشفی علیہ الرحمتہ معارج النبوت جلد اوّل صہ ۳۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے جتنی بھی آسمانی کتابیں نازل فرمائیں، جتنے بھی صحائف نازل فرمائے۔ ہر صحیفے میں ہر آسمانی کتاب میں یہ بات موجود تھی کہ جب سردار مکہ حضرت عبدالمطلب کے گھر عبداللہ نامی لڑکا پیدا ہوگا تو

نبوت۔ بنی اسرائیل میں سے ختم ہو کر بنی اسماعیل میں آجائے گی اور ختمِ نبوت کا تاج حضرت عبداللہ کے لختِ جگر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ پہنائے گا اور حضرت عبداللہ کی ولادت کی نشانی بھی آسمانی کتابوں میں موجود تھی وہ کیا تھی۔ کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کے ہم عصر نبی حضرت سیدنا یحییٰ علیہ السلام جو کہ کافروں کے ہاتھوں بے گناہ شہید ہو گئے تھے۔ اُن کا کرتہ مبارک جبّہ مبارک آپ کے غلاموں نے سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔ جس میں آپ کو شہید کیا گیا تھا۔ آسمانی کتابوں میں لکھا تھا۔ جس دن حضرت یحییٰ علیہ السلام کے جبّے سے خون کے تازہ قطرے گریں سمجھ لینا کہ مکہ پاک میں نبی آخرالزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد پیدا ہو چکے ہیں۔ اللہ اکبر۔

ادھر جناب عبداللہ پیدا ہوتے ہیں اُدھر خدا عزّ وجل کی قدرت سے ملک شام میں جہاں سیدنا یحییٰ علیہ السلام کا کُرتہ مبارک تھا، جُبّہ مبارک تھا وہ سارے کا سارا خون میں تربتر ہو جاتا ہے اور اس کُرتے سے خون مبارک کے قطرے گرنے شروع ہو جاتے ہیں۔ بنی اسرائیل کے علماء راہب سمجھ جاتے ہیں کہ مکہ شریف میں نبی آخرالزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والد پیدا ہو گئے ہیں۔ علماء یہود، پادری بڑے حیران ہوئے اب کیا کیا جائے انہوں نے یہودی علماء کے تمام راہبین، تمام معززین اور تمام پڑھے لکھے یہودیوں کی میٹنگ بلائی کہ اب کیا کیا جائے۔ جب تمام یہودی،

پادری اکٹھے ہو گئے، مشورے شروع ہوتے تو بات یہاں ختم ہوتی کہ اگر عبدالمطلب کا بیٹا زندہ رہا۔ اس کی شادی ہو گئی اور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہو گئے تو بنی اسرائیل میں سے نبوت، ولایت، شرافت، شجاعت، سیادت، قیادت، حتیٰ کہ تمام عزت کے باب بند ہو جائیں گے۔ ہماری وہ عزت، وہ شان و شوکت وہ دبدبہ نہیں رہے گا جو اب ہے۔ اب لوگ ہمارے ہاتھ چومتے ہیں۔ قدموں کو بوسے دیتے ہیں کہ نبیوں کی اولاد ہیں۔ جب نبی آخرالزمان آ گئے تو پھر تمام عزتیں تمام شانیں تو ادھر منتقل ہو جائیں گی۔ لہٰذا ایک ہی حل ہے کہ عبدالمطلب کے بیٹے کو قتل کر دیا جائے تاکہ نہ یہ ہوگا نہ یہ شادی کرے گا نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوں گے۔ نہ ہمارے پاس سے نبوت کے برکات جائیں گے۔ چنانچہ اس کام کے لئے ملک شام کے نوّے یا ستر یہودی جو پورے علاقے کے نامی گرامی بہادر تھے۔ جن کو اپنی جوانی پر ناز تھا اور سخت لڑاکے اور جنگجو تھے مقرر کئے گئے کہ یہ حضرت عبداللہ کو موقعہ پا کر قتل کر دیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَر۔ ادھر یہودی جناب عبداللہ کو قتل کرنے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں۔ ادھر قدرت خداوندی ساری کائنات کے محبوب نبی کریم کو بھیجنے کا پروگرام بناتی ہے۔

جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ کی جوانی

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچپن کے ایام گزار کر جوانی کی طرف بڑھنے لگے۔ جوانی ہر انسان پر آتی ہے۔ پر قربان جاؤں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جوانی پر آپ جب چلتے ہیں تو آپ کی پُشت

انور سے نور نکل کر بادل کی طرح آپ کے سر پہ سایہ کر لیتا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چہرہ آسمان کی طرف کرتے ہیں تو مکّہ کی زمین پر کھڑے کھڑے آسمان نظر آجاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا دیکھتے ہیں کہ آسمانوں کے دروازے کھل گئے وہ نور دروازوں میں داخل ہو گیا ہے۔ اندر جاکر پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف آجاتا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن گلیوں سے گزرتے ہیں وہ گلیاں وہ بازار وہ پہاڑ وہ راستے وہ کنکر وہ جمادات نباتات میرے نبی کے والد مکرم کو کہتے ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَی النُّوْرِ الَّذِیْ فِیْ ظَهْرِكَ یَا عَبْدَ اللهِ۔

اے عبداللہ آپ کی پشتِ انور میں جو نور جلوہ فگن ہے ہمارا اس پر سلام ہو، اور اے جناب عبداللہ ہمارا آپ پر بھی سلام ہو۔

جن بتوں کے پاس سے گزرتے ہیں وہ آپ کو دیکھ کر چیخ کر کہتے ہیں کہ عبداللہ ہمارے قریب مت آنا۔ کیونکہ ہمیں آپ سے خوف آتا ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کیوں؟ تو بت کہتے ہیں کہ آپ کی پیشانی میں نبی آخر الزمان کا نور جلوہ فگن ہے جو بتوں اور بت پرستوں کو دنیا میں آکر ختم کر دے گا۔ حضرت عبداللہ جب بھرپور جوان ہوتے ہیں تو نورِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کی پیشانی میں چاند کی طرح چمکتا ہے۔ اتنے حسین ہیں۔ اتنے جمیل ہیں۔ اتنے پیارے ہیں، اتنے خوبصورت ہیں، اتنے دلپسند ہیں جو دیکھتا ہے دیکھتا ہی رہتا ہے۔ جو تکتا ہے تکتا ہی رہتا ہے۔

دیکھنے والے تکنے والے آگے بتلاتے ہیں۔ بار الٰہ تعالیٰ نے جناب عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیٹے تو بڑے دیئے ہیں لیکن ایک بیٹا ایک لڑکا ایک بچہ دیکھنے کے قابل ہے دنیا دُور دُور سے آپ کے حُسن و جمال کے تذکرے سُن کر آپ کی زیارت کو آتی ہے ہر دیکھنے والا، ہر تکنے والا دیکھ کر گویا یوں کہتا ہے کہ :۔

س

وہ جسے دید کا اِک جام پلا دیتے ہیں
فرش تا عرش سبھی پردے اٹھا دیتے ہیں
میرے محبوب کے دیوانے نیازی اکثر
نام محبوب پہ ہر چیز لٹا دیتے ہیں

جب حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حُسن و جمال کے چرچے ہونے لگے تو عرب کے لوگ آپ کی زیارت کرتے محوِ حیرت ہو جاتے کہ کیسا چمکتا دمکتا چہرہ ہے۔ عرب کے یہودی بھی آنے لگے۔ تورات انجیل کے عالم بھی آنے لگے۔ زبور و صحائف کے لیکچرار بھی آنے لگے۔ یہودیوں کے پادری بھی آنے لگے۔ جب پادریوں نے عالموں نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے کی زیارت کی تو کہنے لگے یہ نور عبد اللہ کا نہیں، لوگوں نے کہا کس کا ہے۔ راہبوں نے کہا کہ یہ نور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہے۔ جو پیشانی عبد اللہ میں لائٹیں مار رہا ہے یہودیوں کی یہ بات سُن کر لوگوں نے کہا آپ کو کیسے پتہ چلا۔ یہودی پادریوں نے کہا ہم یہ کسی سے سُن کر نہیں کہہ رہے ہیں۔ بلکہ تمام آسمانی کتابوں میں یہ بات موجود ہے۔ اب تو پورے علاقے میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ حضرت عبد اللہ

کے چہرے میں نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا نور ہے۔ بڑی خوش نصیب ہو گی وہ لڑکی جو کملی والے آقا کی ماں بنے گی۔ اب تو ہر قریشی کی، ہر سردار کی، ہر زمیندار کی، ہر مالدار کی یہ تمنا تھی کہ جناب عبداللہ ہمارے داماد بنیں، کوئی کہتا ہمارے داماد بنیں۔ حتیٰ کہ پورے عرب کی مختلف ریاستوں کے سلطان بادشاہ بھی حضرت عبدالمطلب کی طرف پیغام دینے لگے کہ اگر آپ اپنے بیٹے عبداللہ کے لئے ہماری بیٹی کا رشتہ طلب فرمائیں تو زہے نصیب۔ اِدھر حضرت عبداللہ کے رشتے آرہے ہیں۔ ادھر یہودی حضرت عبداللہ کے قتل کی تجویزیں کرنے لگے کہ کیسے نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے والد کو قتل کیا جائے۔ پورے عرب کے یہودیوں نے حضرت عبداللہ کو قتل کرنے کے کئی منصوبے بنانے شروع کر دیئے۔ ملک شام میں ایک بہت بڑا نجومی اور بہادر اس کو پتہ چلا کہ مکہ میں ایک جوان پیدا ہوا ہے۔ عبداللہ اس کی پشت سے ایک لڑکا پیدا ہو گا جو بڑا ہو کر تمام مذاہب کو ختم کر دے گا اسلام کے پرچم لہرائے گا۔ اپنی رسالت کے ڈنکے بجائے گا۔ اس کے دل میں حضرت عبداللہ کے بارے حسد پیدا ہوا کہ میں اس نوجوان کو ختم کرتا ہوں۔ تاکہ وہ بچہ پیدا ہی نہ ہو جو ہمارے مذہب کو مٹائے وہ ملک شام سے جناب عبداللہ کو قتل کرنے کے لئے مکہ شریف کی طرف روانہ ہوا۔ جب چلنے لگا تو ایک یہودی عالم نے کہا اگر تو نے عبداللہ کو قتل کر دیا تو میں تجھے دس ہزار انعام دوں گا وہ سن کر چلا۔

شام کا نجومی

چلتے چلتے مکہ شریف میں ایک مسجد ہے مسجد عمرہ اس کے قریب آکر ٹھہرا کہ معلومات

کمر کے گھات لگا کے اپنا کام کروں گا۔ اتفاق دیکھئے کہ سب سے پہلے اس کی ملاقات ہی حضرت سیدنا عبداللہ سے ہوئی۔ آپ سیر و تفریح کی غرض سے تشریف لاتے تو اس بہادر نجومی کو دیکھ کر آپ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے بڑی محبت سے، بڑے پیار سے اس سے پوچھا کہ بھائی جان آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں کیا نام ہے۔ کس سے ملنا ہے۔ اس کافر نجومی نے صرف اتنا کہا کہ میں ملک شام سے آیا ہوں اور عبداللہ بن عبدالمطلب سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ برائے کرم ان کا پتہ بتا دیجئے۔ حضرت عبداللہ حیران ہو گئے یہ ہے کون مجھے تلاش کرنے والا۔ خیر آپ کے پاس ایک تھیلا تھا۔ جس میں تازہ قسم کی بہترین کھجوریں تھیں، انگور تھے، آپ نے وہ کھجوریں اور انگور نکال کر اس کے سامنے رکھے اور فرمایا بھائی آپ لمبا سفر کر کے آئے ہیں بھوک لگی ہو گی۔ عبداللہ کو بھی مل لو گے۔ پہلے یہ تناول فرمایئے۔ اس نے کہا حضور بڑی نوازش فرمایا نہیں آپ یہ کھائیں۔ میں شہر میں جا کر عبداللہ کے بارے پوچھتا ہوں۔ کہ عبداللہ ہیں کہاں اور انشاء اللہ میں تلاش کر کے ساتھ لے کے آؤں گا آپ یہ کھائیں وہ کافر نجومی کھجوریں کھانے لگا۔ حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ شریف میں تشریف لائے۔ اس کے لئے بہترین قسم کے مختلف کھانے تیار کرائے اور مختلف قسم کے بازار سے پھل خریدے۔ اور تمام سامان لے کر خود ہی اٹھا کر آپ اس کافر نجومی کے پاس تشریف لائے کھانا سامنے رکھا کہا بھائی کھانا کھایئے۔ نجومی نے کہا۔ جناب میں نے عبداللہ بن عبدالمطلب کا پوچھا ہے اور آپ ہیں کہ خدمت میں

مصروف ہو گئے۔ مجھے پہلے عبداللہ کا بتلیئے ان کا پتہ چلا ہے کہ نہیں۔ نہیں تو میں کہیں اور سے پتہ کروں۔ مسکرا کر فرمایا آپ فکر نہ کریں کھانا کھائیں۔ میں اس کا پتہ کر کے آیا ہوں کھانا کھا لیں ابھی بلوا تا ہوں۔ وہ نجومی بڑا خوش ہوا کہ چلو زیادہ محنت نہیں کرنا پڑی، پتہ چل گیا ہے وہ کھانا کھا بیٹھا۔ جب فارغ ہوا تو حضرت عبداللہ نے فرمایا۔ بھائی جان، مجھے یہ تو بتلیئے کہ آپ کو عبداللہ بن عبدالمطلب سے کام کیا ہے۔ وہ کافر نجومی جو پہلے ہی آپ کے اخلاق حسنہ سے مہمان نوازی سے خدمت سے بہت ہی متاثر ہو چکا تھا۔ کہنے لگا جناب آپ سے کیا چھپانا میں شام کا رہنے والا ہوں۔ مجھے ایک یہودی عالم نے دس ہزار روپے کے انعام کے بدلے جناب عبداللہ کو قتل کرنے کے سلسلے میں بھیجا ہے۔ میں یہاں عبداللہ بن عبدالمطلب کو قتل کرنے اور سر لینے آیا ہوں۔ حضرت عبداللہ نے مسکرا کر فرمایا۔ بھائی پھر نکال لو تلوار اور اتار لو میری گردن، اس کافر بہادر نے کہا حضور شرمندہ نہ کریں آپ تو میرے محسن ہیں فرمایا ٹھیک ہے۔ پر عبداللہ بن عبدالمطلب میرا نام ہی ہے نکالیئے تلوار اتاریئے میری گردن اور جا کر دس ہزار انعام حاصل کیجئے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ قدموں میں گر پڑا۔ رو کر کہنے لگا یا حضرت مجھے معاف فرما دیں آپ جیسے مہمان نواز پیکر اخلاص کی غلامی باعث نجات ہے۔ میں لعنت بھیجتا ہوں اس یہودی پر اور اس کی دولت پر پھر روتا ہوا معافی مانگنے لگا۔ فرمایا۔ بھائی جا میں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر معاف کیا۔ اللہ اکبر

(الوین مصطفیٰ صفحہ ۱۵۰-۱۵۱)

میرے دوستو! توجہ فرمائیں اخلاق عبداللہ کی طرف میرے پاک نبی کے والد مکرم کا حسنِ اخلاق دیکھیئے ہوتا بھی کیوں نا، والد جو میرے کملی والے کے تھے۔ جن کے بارے میرا اللہ عزّوجل آپ فرماتا ہے۔

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ | اے میرے حبیب آپ بیشک بہت بڑے اخلاق کے مالک ہیں۔

ساری دنیا اخلاق لے کر آئی میرا نبی اخلاق کا تاج پہن کے آیا، مجسمہ اخلاق بن کے آیا، پیکر محبت و حیا بن کے آیا۔ اسی بات کی طرف میرے اعلیحضرت کشتۂ عشقِ رسالت مولانا الشاہ احمد رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ:

؎ تیرے خُلق کو حق نے عظیم کہا
تیری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا
شہا تیرے خالقِ حُسن و اَدا کی قسم

محمد حفیظ جالندھری مرحوم بھی بڑی پیاری بات فرماتے ہیں کہ:۔

؎ گالیاں دیتا تھا کوئی تو دُعا دیتے تھے
دشمن آ جاتے تو کملی بھی بچھا دیتے تھے

حضرت عبداللہ سیر کر کے تشریف لا رہے ہیں۔ چہرے پر نور محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لشکارے جو تکتا ہے، دیکھ کر کہتا ہے سبحان اللہ کیونکہ نورِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے آپ جس درخت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ بھی جھک جاتا ہے۔ جن پتھروں کے پاس سے گزرتے

ہیں۔ وہ پتھر بھی سلام پڑھتے ہیں جانور بھی درود پڑھ رہے ہیں، آپ آ رہے ہیں۔

قریشی عورت

ایک قریشی عورت رقیعہ یا قتیلہ بھی یہ منظر دیکھ رہی ہے۔ جب حضرت عبداللہ اس کے گھر کے پاس سے گزرنے لگے تو وہ آپ کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا بی بی کیا بات ہے میرا راستہ کیوں روکا ہے۔ اس بی بی نے کہا عبداللہ سونا مانگو، سونا دیتی ہوں۔ اونٹ مانگو تو سو اونٹ دیتی ہوں۔ مال مانگو تو مال دیتی ہوں۔ فرمایا کس کے بدلے۔ عرض کی میری نفسانی خواہش پوری کر دو۔ میرے دل کی حسرت مٹا دو۔ میرے دوستو یہ وہ دور تھا جس دور میں زنا کرنا کوئی عیب نہیں تھا۔ ہر طرف جہالت ہی جہالت، گناہ ہی گناہ، اندھیرا ہی اندھیرا ایسا کام کرنا عرب کے لوگوں کا شیوہ تھا وہ خوش ہو کر ایسے کام کرتے پھر فخر کے طور پر ایک دوسرے کو بتاتے۔ لیکن قربان جاؤں میں سرکار کے والد مکرم پر آپ نے بات سن کر چہرہ انور موڑ لیا۔ ہوتا آج کل کا کوئی نجدی نبی کو اپنی مثل کہنے والا سرکار کا چھوٹا بھائی بننے والا فوراً منہ مارتا مگر وہ ابا جان تھے۔ میرے ہادی نبی کے وہ والد تھے۔ ربّ عزّوجل کے یار کے وہ باپ تھے۔ اس نبی کے جس کے بارے میرا پاک خدا عزّوجل اعلان فرماتا ہے۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ۔

میرا پاک نبی لوگوں کو کتاب بھی سکھاتا ہے، دانائی بھی اور ان کا ظاہر باطن پاک بھی فرماتا ہے۔

پتہ چلا میرا نبی خود بھی پاک ہے اس کا جسم پاک، اس کا سونا پاک، اس کا جاگنا

پاک، اس کا اٹھنا پاک، اس کا بیٹھنا پاک، اس کا چلنا پاک، اس کا چہرہ پاک، اس کا سر پاک، اس کی آنکھیں پاک، اس کے ہونٹ پاک، اس کا لعاب پاک، اس کے ہاتھ پاک، اس کا بطن پاک، اس کا پسینہ پاک، اس کے فضلات پاک، اس کے صحابہ پاک، اس کی بیویاں پاک اس کی آل پاک، اس کے قیامت تک غلام پاک، میرے نبی کے والدین پاک، تو جو پاک ہو وہ پلید کام کیسے کر سکتا ہے مائی نے کہا عبداللہ کیا بات ہے۔ منہ کیوں موڑ لیا ہے۔ مال کم ہے قیمت تھوڑی تو خود ہی بنا میرے نبی کے والد مکرم جلال میں آگئے اور فرمایا کہ:۔

ہٹ جا دور ہو کرتے نہیں اشراف کام ایسا
سمجھتا ہوں میں بدتر موت سے فعلِ حرام ایسا
اگر تو عقد کہتی شاید مان بھی جاتا
مطابق رسم قومی کے تجھے بیوی بنا لیتا
مگر تو نے تو بے شرمی دکھائی اور بہکایا
فریب و مکر سے مجھ کو گناہ کرنے پر اکسایا
تیری صورت سے ہے مجھ کو بے حد احساس نفرت کا
شریف انسان پہ لازم ہے بچانا دین عزت کا

فرمایا خبردار میرے ساتھ ایسا کلام نہ کرنا تجھے پتہ نہیں میں کون ہوں عبداللہ بیٹا عبدالمطلب کا بی بی حرام کام کرنا تو ایک طرف میں اس کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ اللہ اکبر (مدارج النبوت جلد ۲ صنہ ۲، معارج النبوت جلد اول صنہ ۳۹، صنہ ۴۰)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد مکرم، پیکر حسن و جمال کے ساتھ

ساتھ شجاعت و بہادری کے بھی پیکر تھے اور شکار کھیلنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ ایک دن حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد معظم سردار مکہ حضرت عبدالمطلب سے عرض کی حضور اگر آپ اجازت فرمائیں تو میں مکہ شریف کے جنگلات میں شکار پر نہ چلا جاؤں باپ نے بخوشی اجازت دی۔ حضرت عبداللہ اکیلے شکار کے لئے جنگل کی طرف روانہ ہوئے مکہ شریف کے ساتھ ہی ایک جنگل میں تشریف لے گئے۔

جناب عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شکار

اُسی جنگل میں اتفاق سے حضرت وہب بن عبدِمناف بھی شکار کھیلنے کے لئے تشریف لے گئے ہوتے تھے حضرت وہب نے دُور سے دیکھ لیا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب بھی شکار کے لئے آئے ہیں حضرت وہب فرماتے ہیں ہم دونوں اپنے اپنے شکار کے لئے پھرنے لگے کہ اچانک میں نے کیا دیکھا کہ ستر آدمی ہاتھوں میں تلواریں لئے جناب عبداللہ کی طرف بڑھے میں نے ان کا راستہ روک کر پوچھا بھائی صاحبان آپ کون ہیں۔ اور کہاں جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ

نَقْتُلُ عَبْدَ اللّٰہِ | ہم عبداللہ کو قتل کرنے جا رہے ہیں

حضرت وہب فرماتے ہیں میں بڑا حیران ہوا کہ وجہ کیا ہے۔ میں نے ان سے پوچھا کیا بات ہے۔ اُن کا جُرم کیا ہے، کیا قصور ہے، کیا گناہ ہے کیا خطا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ :۔

لَیْسَ لَہٗ ذَنْبٌ۔ | ان کا کوئی گناہ نہیں، کوئی جُرم نہیں

میں نے کہا پھر بھی قتل کرتے ہو، یہ تو ظلم ہے انہوں نے جواب دیا کہ عبداللہ

کا تو کوئی جرم نہیں لیکن،

وَلٰكِنْ فِيْ ظَهْرِهٖ نَبِيٌّ | عبداللہ کی پشت میں ایک نبی کا نور ہے۔

وہ نبی جب دنیا میں تشریف لائے گا تو اس کا دین تمام نبیوں کے دین کو منسوخ کر دے گا۔ حضرت وہب فرماتے ہیں۔ میں نے پوچھا وہ کون سا نبی ہے۔ جس کا نور جناب عبداللہ کی پیشانی میں ہے۔ انہوں نے کہا اس نبی کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت وہب فرماتے ہیں میں نے دل میں خیال کیا اگر اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمانا چاہتا ہے تو یہ کون ہیں اس کا راستہ روکنے والے۔ کیونکہ

؎ فانوس بن کے جس کی حفاظت خدا کرے
اسے وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

اسی بات کو قلندر کھڑی شریف حضرت میاں محمد علیہ الرحمتہ اپنی زبان میں پیش فرماتے ہیں کہ

؎ تیری اوٹ پناہ دے خدایا تے کون کوئی جو سجھدا
جس دیوے نوں تو آپے بالیں تے کد کسے تھیں بجھدا

حضرت وہب فرماتے ہیں کہ وہ ستر نوجوان تلواریں لئے ہوئے جناب عبداللہ کی طرف جا بھی رہے ہیں اور کہتے بھی جاتے ہیں کہ

فَنَحْنُ نَقْتُلُ عَبْدَ اللّٰهِ | ہم آج عبداللہ کو قتل ہی کر کے چھوڑیں گے۔

حَتّٰی لَا یَظْهَرُ مُحَمَّدٌ | تاکہ محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کا دنیا میں ظہور ہی نہ ہو۔ آپ دنیا
میں تشریف ہی نہ لائیں۔

تاکہ ہمارے بزرگوں بنی اسرائیل سے نبوت کا اختتام نہ ہو حضرت وہب فرماتے ہیں کہ میں نے یقین کر لیا آج عبداللہ کا بچنا محال ہے۔ مشکل ہے ادھر جناب وہب یہ سوچ رہے ہیں ادھر خدا عزوجل کی قدرت مسکرا رہی ہے گویا یہ فرما رہی ہے۔ وہب تو نے مارنے والوں کی قوت دیکھ لی ہے قتل کرنیوالوں کو دیکھ لیا ہے تو نے بچانے والے کی شان نہیں دیکھی تو نے خالقِ کائنات کی قدرت کا نظارہ نہیں کیا۔ تو نے حَیٌّ قَیُّوْمٌ کی قوت نہیں دیکھی جو صرف کُنْ کرتا ہے۔ جو صرف اشارہ کرتا ہے کائنات حکم کی منتظر ہو جاتی ہے یہ مارنے جا رہے ہیں اب ہمیں بچاتے بھی دیکھنا سبحان اللہ۔

میرے اعلیحضرت پیکرِ عشقِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میرے آقا

؎ مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے سب اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

کیوں نہیں چرچا مٹے گا اس لئے کہ

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر
ذکر اونچا ہے تیرا بول ہے بالا تیرا

حضرت وہب فرماتے ہیں۔ اب میں دور کھڑا کیا دیکھ رہا ہوں کہ وہ ستر نوجوان اسلحہ سے لیس جناب عبداللہ کے پاس پہنچے اور ارد گرد گھیرا بنا کے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے، اے نوجوان تیرا ہی نام عبداللہ

ہے۔ فرمایا جی میرا ہی نام عبداللہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ پھر قتل ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ مرنے کے لئے تیاری کر و۔ جناب عبداللہ کے حوصلے پر قربان میرے دوستو ہوتا آج کل کا کوئی انسان پیروں تلے زمین نکل جاتی۔ جسم کے اعضاء سُن ہو جاتے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی جسم کانپنے لگتا کون ہے وہ انسان جو موت کو دیکھ کر نہ کانپے لیکن صدقے جاؤں جناب عبداللہ کی ثابت قدمی پر آپ نے بڑے حوصلے کے ساتھ بڑے وقار کے ساتھ، بڑے سکون کے ساتھ فرمایا بھائی صاحبان قتل کرنے سے پہلے مجھے آپ یہ بتائیں کہ آپ ہیں کون؟ آپ آئے کہاں سے ہیں؟ میرا جرم کیا ہے انہوں نے کہا عبداللہ ہم یہودی ہیں اور ہم شام کے رہنے والے ہیں تمہارا جُرم کوئی نہیں۔ فرمایا جب جُرم کوئی نہیں قصور کوئی نہیں تو قتل کیوں کرتے ہو۔ یہودیوں نے کہا کہ اے عبداللہ ہمارے بزرگوں نے تمام آسمانی کتابوں میں یہ بات پڑھی ہے کہ جب نبی آخر الزمان دنیا میں تشریف لائیں گے تو بنی اسرائیل سے نبوّت ختم ہو جائے گی وہ نبی تمام نبیوں کے دین منسوخ کر کے اپنی نبوّت کے ڈنکے بجائے گا۔ فرمایا پھر مجھے قتل کرنے کیوں آئے ہو۔ میں نے کوئی نبوّت کا، رسالت کا، پیغمبری کا اعلان تو نہیں کیا جاؤ اس نبی کو تلاش کرو۔ یہودی کہنے لگے۔ عبداللہ اس نبی کا نور تیری پیشانی میں جگمگا رہا ہے۔ وہ نبی تیری پشت سے تیری اولاد میں ہو گا۔ ہم تمہیں اس لئے قتل کرنے آتے ہیں کہ تو نبی آخر الزمان کا والد ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تجھے قتل کر دیں تاکہ وہ نبی پیدا ہی نہ ہو۔ پتہ چلا یہودی بھی نور نبی مانتے تھے۔ ان کو بھی یقین تھا کہ آمنہ کے

لال کی حقیقت نور ہے اور اب لبادہ بشری پہن کے دنیا میں تشریف لائے گا لیکن افسوس کلمہ پڑھنے والے نبی کے نور سے بڑے گھبراتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نور کہہ دیا جائے تو نجدی فتوے برسنے شروع ہو جاتے ہیں کہ یہ نور ماننے والے مشرک ہیں بدعتی ہیں، فلاں ہیں، فلاں ہیں۔ لیکن اے سُنّی مسلمان یہ نجدی کچھ کہتے رہیں تو اپنا عقیدہ رکھ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت نور ہے اور لباس بشری ہے اور یہ دونوں باتیں قرآن سے ثابت ہیں اور ہم تو یوں کہتے ہیں کہ :-

پُتلے نور دے نوں خاکی توں آکھیں
تیری مُورکھا مت کیوں ماری گئی اے

ایہہ ہے نوری تے آقا اے نوریاں دا
جگہ جگہ آواز پکاری گئی اے

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ ویکھیں
آیت وچہ قرآن اُتاری گئی اے

حافظ نوری نہ جتھے کوئی جا سکیا
ایس نوری دی اوتھے سواری گئی اے

قتل کی کوشش

خیر تو یہودیوں نے کہا کہ اے عبداللہ ہم تمہیں اس لئے قتل کرنے آئے ہیں کہ تیری پیشانی میں کملی والے کا نور ہے۔ یہودیوں کا جواب سُن کر میرے آقا کے والد مسکرا پڑے۔ یہودی کہنے لگے

عبداللہ موت کو دیکھ کر بندہ روتا ہے، غم کرتا ہے، پریشان ہوتا ہے لیکن تو ہے کہ مسکرا رہا ہے۔ فرمایا میں موت کی وجہ سے نہیں مسکرا رہا بلکہ میں تو تمہاری بات سن کر مسکرا رہا ہوں کہ تم کتنے بدنصیب، کتنے بیوقوف ہو کہ انسان، انسان سے ٹکر لیتا ہے، وزیر، وزیر سے ٹکر لیتا ہے۔ بادشاہ، بادشاہ سے ٹکر لیتا ہے۔ اور تم بندے ہو کر ربّ سے ٹکر لے رہے ہو۔ مخلوق ہو کر خالق سے ٹکرا رہے ہو۔ عاجز ہو کر قادر سے لڑائی کر رہے ہو۔ حادث ہو کر حَیّ قَیُّوم سے جھگڑ رہے ہو۔ انہوں نے کہا وہ کیسے فرمایا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ میرا نبی دنیا میں آئے۔ تم چاہتے ہو نہ آئے خالق کائنات کی تجویز ہے کہ میرا یار رحمت کی چادر پہن کر آئے۔ تم چاہتے ہو، ہم نے آنے ہی نہیں دینا وہ قادر چاہتا ہے نبی آخر الزمان زمانے کو میرے پیغام پہنچائے۔ تمہارا منصوبہ ہے ہم اُسے نہ آنے دیں میں ہنس اس لئے رہا ہوں۔ مسکرا اس لئے رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کیا ہے۔ تمہاری تجویز کیا ہے۔ اب دیکھتے ہیں اس کی تقدیر غالب آتی ہے یا تمہاری تجویز کام آتی ہے۔ اللہ اکبر۔ یہودیوں نے کہا کہ اے عبداللہ یہ تقریر کا وقت نہیں تیری موت کا وقت ہے۔ تیار ہو جا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ اگرچہ اکیلا ہوں۔ لیکن بہادر ابن بہادر ہوں۔ شجاع ابنِ شجاع ہوں سردار مکہ کا فرزند ہوں۔ ہتھیار نہیں ڈالوں گا۔ لڑ کے مروں گا بہادری سے موت کو گلے لگاؤں گا۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت وہب فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں نے ارادہ کیا کہ عبداللہ اکیلا ہے

وہ سمجھتے ہیں دوڑو کچھ نہ کچھ تو مدد کروں۔ فرماتے ہیں میں نے دوڑنے کا ارادہ کیا۔ نہ جانے کیا ہوا میرے پیر آگے اٹھتے نہیں بالکل بھاری ہو گئے۔ میں نے ارادہ کیا پہاڑ سے کوئی پتھر وغیرہ پھینکوں تاکہ دشمنوں کو پتہ چل جائے یہ اکیلے نہیں ہیں جس پتھر پر ہاتھ رکھتا ہوں وہ زمین میں دھنس جاتا ہے۔ فرماتے ہیں میں بڑا حیران ہوا۔ پھر میں نے ارادہ کیا چلو میں کھڑے کھڑے آواز دوں۔ عبداللہ گھبرانا نہیں ہم تیری مدد کو آ رہے ہیں۔ لیکن فرماتے ہیں۔ جب آواز دینے لگا تو ایسے لگا جیسے کسی نے میرا گلا دبا دیا ہے۔ علماء فرماتے ہیں عاشقانِ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جناب عبداللہ کی جناب وہب کو مدد کرنے پر اس لئے قادر نہ ہونے دیا تھا کہ کل وہب لوگوں کو یہ نہ کہتے پھریں کہ عبداللہ تو قتل ہو جاتا اگر میں نہ بچاتا میری جان کو یہ دعا دیں جس نے بروقت اس کی مدد کی۔ یہ طعنہ حضرت عبداللہ کی ذات پہ نہ آتا۔ براہ راست کملی والے کی ذات پہ آتا۔ میرا اللہ عزّوجل یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہب جناب عبداللہ کو احسان کر کے جتلاتا پھرے۔ ہم یار کے والد کی خود مدد کریں گے تاکہ کائنات کو پتہ چل جائے میرا نبی کسی کا احسان لے کے نہیں آیا۔ بلکہ پوری کائنات والوں کے لئے محسن بن کے آیا ہے۔ اِدھر لڑائی شروع، اُدھر حضرت وہب عبداللہ کی زندگی سے مایوس ہو گئے وہ اکیلے ہیں یہ سمجھتے ہیں۔ اُدھر میرے پاک خدا عزّوجل نے آواز دی جبرائیل جی، مولا کریم فرمایا، زمین پر دیکھ رہا ہے مکہ کے جنگلات کا منظر دیکھ رہا ہے۔ یہودی یار کے والد کو ختم کر کے نورِ نبوت کو ختم

کرنا چاہتے ہیں۔ یا اللہ عزّوجل دیکھ رہا ہوں۔ اب تیری منشاء کیا ہے۔ تیرا ارادہ کیا ہے۔ فرمایا میں یار کے والد کو بچا کر اپنے حبیب کے نور کی حفاظت کرنا چاہتا ہوں۔ عرض کی مولا کریم اب میرے لئے کیا حکم ہے۔ کیا ارشاد ہے۔ فرمایا خود بھی تلوار پکڑ لے تین فرشتوں کو اور ساتھ لے لے، جا کر میرے یار کے والد کے دشمنوں سے دست بدست لڑائی کر تاکہ پتہ چل جائے کہ ربِّ عزّوجل نے یار کے والد کو بچا کر اپنے نبی کے نور کی کیسے حفاظت فرمائی۔ سبحان اللہ۔ اِدھر یہودیوں نے تلواریں جناب عبداللہ کو قتل کرنے کے لئے اٹھائیں اُدھر جناب وہب فرماتے ہیں کہ میں نے کیا دیکھا۔

وَاِذَا بِعَسْكَرٍ مِنَ السَّمَاءِ	کہ اچانک آسمانوں سے ایک نوری لشکر اُترا۔

انہوں نے آتے ہی کیا کیا۔

فَقَتَلُوا الْيَهُوْدَ۔	تمام یہودیوں کو ایک لحظہ میں قتل کر کے جہنّم پہنچا دیا۔

معارج النبوّت جلد اوّل صـ ۳۵-۳۴، نزہتہ المجالس جلد دوم صـ ۱۸۹، البیان المیلاد النبوی صـ ۲۸-۲۷۔ مواعظ نعیمیہ صـ ۸۶-۳۸۵۔

میرے دوستو! خیال کرو اللہ تعالیٰ نے یار کے والد کو کیسے یہودیوں سے بچایا۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ پ ۱۰، سورۃ توبہ

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا	یہ کفار چاہتے کہ بجھا دیں اللہ تعالیٰ

نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ۔

کے نور کو اپنی پھونکوں سے اور انکار فرماتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ مگر یہ کہ کمال تک پہنچا دے اپنے نور کو اگرچہ کافر اس کو ناپسند کریں ۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمتہ تفسیر دُرِّ منثور جلد ۳ صہ ۲۳۱ میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور سے مراد جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مراد ہے ۔ جن کو کافر ہلاک کرنا چاہتے ہیں ۔ پر وہ نور کیسے بجھ سکتا ہے ۔ جس کی رکھوالی میرا رب کریم آپ فرماتے ۔ کہتے ہیں ناں "جس کو رَبّ رکھے اُسے کون چکھے" اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت میاں محمد علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ

سہ پھوکاں مار بجھایا لوڑن نے نور محمد والا
نور محمد کدی نہ بجھ سی تے وعدا حق تعالیٰ

جب تمام یہودی قتل ہو گئے تو حضرت جبرائیل علیہ السّلام جوکہ اِنسانی لباس میں تشریف لائے تھے ۔ جناب عبداللہ کو بڑے پیار سے دلاسا دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جناب ذرا احتیاط سے نِکلا کریں ۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کی بڑی ضرورت ہے ۔ اب گھر تشریف لے جائیں ۔ اور اکیلے گھر سے نہ نکلا کریں جاتے اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو ۔ حضرت وہب دور سے یہ منظر دیکھ رہے ہیں ۔ جب حضرت عبداللہ کی اس طرح شان دیکھی ۔ آپ کی خدائی حفاظت ۔ دیکھی تو آپ گھر تشریف لائے اپنی بیوی جن کا نام برّا بنت عزّیٰ تھا ۔ اُن کو تنہائی میں بُلایا اور فرمایا برّا

آج میں نے جو کمال عبداللہ بن عبدالمطلب کا دیکھا ہے۔ آج تک کسی میں نہیں دیکھا ایسے لگتا ہے کہ عبداللہ کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی خاص مقام ہے حضرت وہب کی بیوی نے پوچھا۔ حضور آپ کو کیسے پتہ چلا تو آپ نے سارا واقعہ اپنی بیوی کو سنایا۔ حضرت بَرّا بھی بڑی حیران ہوئی واقعی عبداللہ بڑی شان والا ہے۔ بڑی عظمت والا ہے۔ حضرت وہب نے فرمایا بَرّا اگر تم مناسب سمجھو اگر تم اچھا سمجھو تو عبداللہ کو اپنا داماد نہ بنا لیں۔ کیونکہ ہماری بیٹی آمنہ بھی بڑی پیاری، بڑی عقلمند، بڑے سلیقے والی بہت خدمت گزار بڑی باحیا۔ ہے۔ حضرت بَرّا نے کہا میرے سرتاج میں بھی آپ کی اور آمنہ بھی آپ کی جیسے بہتر ہو کر لیں۔ چنانچہ ادھر دونوں میاں بیوی مشورے کر رہے ہیں۔ اُدھر حضرت عبداللہ بھی گھر تشریف لے گئے۔ سارا واقعہ جناب عبدالمطلب کو سنایا۔ آپ کے والد بڑے پریشان ہو گئے۔ دل میں خیال آیا کہ اب عبداللہ کی شادی کر دی جائے۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا عبداللہ عرض کی، جی حضور فرمایئے۔ فرمایا بیٹا اگر تمہاری شادی کر دی جائے تو تمہیں تو کوئی اعتراض نہیں۔ حضرت عبداللہ شرم کی وجہ سے خاموش ہو کر اُٹھ کر چلے گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے سوچا اب ان کی رائے کیسے معلوم کی جائے۔ حضرت عبدالمطلب نے ایک طریقہ سوچا۔

شادی کا مشورہ

کہ حضرت عبداللہ کے دوستوں کو بلایا جائے اور اُن کے ذمے یہ ڈیوٹی لگائی جائے کہ وہ کسی طریقے سے عبداللہ کی رائے پوچھیں کہ وہ شادی کرنا چاہتے ہیں کہ نہیں حضرت عبدالمطلب نے مکّہ شریف کے اُن تمام نوجوانوں کو بلایا۔

جن سے جناب عبداللہ کا جی پیار رہتا، آنا جانا تھا' دوستی یاری تھی۔ جب تمام نوجوان آ گئے تو حضرت عبدالمطلب نے فرمایا۔ بیٹیا میں نے آپ لوگوں کو اس لئے زحمت دی ہے کہ آپ میرے بیٹے عبداللہ کے ہم نوالہ، ہم پیالہ ہیں، اکٹھے اٹھنا بیٹھنا ہے، پیار او ریارانہ ہے کہ تمہارے ذمہ ایک کام لگایا جائے۔ تمام نوجوانوں نے بڑے ادب سے عرض کیا۔ حضورؐ آپ ہمارے بزرگ ہیں، سردار مکہ ہیں آپ حکم فرمائیں۔ ہم آپ کے حکم پر عمل کی کوشش کریں گے۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا آپ لوگ اپنے دوست سے صرف یہ پوچھ کر بتا دیں کہ وہ شادی کرنا چاہتا ہے کہ نہیں ؟ اگر چاہتا ہے تو کس خاندان میں اور کس لڑکی سے، انہوں نے کہا حضور ٹھیک ہے۔ آپ فکر نہ کریں ہم جلد ہی یہ بات جناب عبداللہ سے معلوم کر لیں گے۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا اگر تم اس مشن میں کامیاب لوٹے تو میں تمام بچوں کو اپنی طرف سے بطورِ انعام دس دس دینار دوں گا۔

تمام نوجوان اٹھے اور سیدھا جناب عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہوتے چند باتوں کے بعد دوستوں نے پوچھا یار عبداللہ کیا آپ شادی نہیں کریں گے ؟ حضرت عبداللہ مسکرا پڑے فرمایا، میری شادی تو ہو گئی ہے ؟ اب دوسری شادی کیسی ؟ سارے دوست حیران عبداللہ کیا کہہ رہے ہو، شادی ہو گئی ہے۔ نہ برات نہ شادی کے رسم و رواج نہ رشتے دار نہ ہم آئے یہ کیسے شادی ہوئی ؟ کب ہوئی ؟ کس طرح ہوئی ؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا، بھائی میری بات پوری سنو پھر آگے کرنا۔ انہوں نے کہا سنایئے، حضرت عبداللہ نے فرمایا رات کو

میں جب سویا تو خواب میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے خلیل میرے دادا جناب سیدنا ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے۔ فرمایا بیٹا عبداللہ! میں نے عرض کی جی حضور، فرمایا بیٹا میں تمہیں مبارک دینے آیا ہوں۔ میں نے عرض کی، حضور کس بات کی فرمایا، بیٹا اللہ تعالیٰ نے تیرا نکاح عرش معلیٰ پر وہب بن عبد مناف کی بیٹی آمنہ بی بی سے کر دیا ہے۔ اب اپنے والدین کو بتا دو وہ اس بات کا اعلان وہب بن عبد مناف کے مکان پر چل کر کر دیں! جب دوستوں نے یہ بات سنی تو بڑے خوش ہوئے۔ جناب عبداللہ سے اُٹھ کر سیدھا حضرت عبدالمطلب کے پاس آئے آکر تمام بات بتائی حضرت عبدالمطلب بہت ہی زیادہ خوش ہوئے اور خوشی میں تمام نوجوانوں کو دس۱۰ دس۱۰ سیر بہترین کھجوریں اور بیس۲۰ بیس۲۰ دینار بطور انعام عطا فرمائے یہ انعام آج سے چودہ سو سال پہلے ایک بہت بڑا انعام تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے تمام خاندان والوں کو بلایا۔ ان کو جناب عبداللہ کا خواب سنایا۔ اور مشورہ لیا کہ اب اس سلسلے میں کیا قدم اٹھایا جائے۔ تمام خاندان والوں نے کہا۔ جناب ہمارا مشورہ تو یہ ہے۔ آپ چند آدمی ساتھ لے کر وہب کے پاس چلے جائیں، رشتہ مانگ کر پتہ کرلیں۔ ساری حقیقت کا پتہ چل جائے گا اگر خواب صحیح ہوا تو رشتہ مل جائے گا اگر نہ ہوا تو انکار ہو جائے گا اور کیا ہونا ہے! جناب عبدالمطلب چند معززین مکّہ کو ساتھ لے کر حضرت وہب کے گھر تشریف لائے دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے آواز آئی مَنْ دَقَّ الْبَابَ دروازہ کھٹکھٹانے والا کون ہے۔ باہر سے آواز گئی،

اَنَا عَبْدُ الْمُطَّلِبْ میں عبدالمطلب ہوں۔ دروازہ کھلا حضرت وہب دوڑتے ہوئے تشریف لائے فرمایا۔ مَرْحَبًا اَھْلًا سَھْلًا۔ خوش آمدید ویلکم۔ جو بھی خوشی کے الفاظ تھے۔ حضرت وہب نے کہے تمام مہمانوں کو بٹھایا۔ اس دور کے مطابق خدمت کی پھر پیار سے پوچھا آج کیسے کرم نوازی کی۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا وہب ہم آپ سے اپنے بیٹے کے لئے آپ کی بیٹی آمنہ کا رشتہ مانگنے کے لئے آتے ہیں۔ لیکن خیال کرنا یہ رشتہ لینے کے لئے اپنی مرضی سے نہیں آتے بلکہ کعبہ شریف کے معمار اللہ تعالیٰ کے خلیل سیّدنا ابراہیم علیہ السّلام کے حکم پر آتے ہیں، سوچ کر جواب دینا پھر سارا خواب سنایا جب خواب ختم ہوا تو حضرت وہب نے فرمایا۔ اے سردارِ مکّہ مجھے قسم ہے خدا کی لَمْ یَزَلْ کی یہی بات خواب میں مجھے بھی سیّدنا ابراہیم علیہ السّلام بتا گئے ہیں۔ میں تو بڑا بیتاب تھا کہ کب آپ آتے ہیں۔ اگر زمانے کے دستوروں کا پاس نہ ہوتا تو میں خود چل کر آتا بیٹی کا رشتہ طے کر جاتا۔ لیکن دستور یہ ہے کہ لڑکے والے لڑکی والوں کے گھر جاتے ہیں۔ اس لئے میں خاموش تھا۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ جو بشارت مجھے ہوئی ہے یقیناً آپ کو بھی ہوئی ہو گی۔ اَللہُ اَکْبَر (الوین مصطفیٰ صد ۱۵۴-۱۵۲)

حضرت عبدالمطلب یہ سن کر بڑے خوش ہوئے فرمایا۔ وہب پھر دیر کس بات کی آپ تاریخ مقرر کر دیں۔ ہم بارات لے کر آ جائیں گے۔ حضرت وہب نے اپنے احباب سے مشورہ کرنے کے بعد حضرت عبدالمطلب کو نو ۹ ذوالحج بروز پیر کی تاریخ مقرر کر دی۔ معارج النبوّت

جلد اول صد ۳۹؎۔ حضرت عبدالمطلب واپس گھر تشریف لائے تمام احباب تمام رشتے داروں کو تاریخ سے آگاہ کیا، شادی کی تیاری شروع ہو گئی پھر شادی بھی سردار مکہ کے لختِ جگر کی تمام مکے والے خوش تھے کہ حضرت عبداللہ بھی گھر والے بن جائیں گے۔ شادی کا دن آ گیا، تاریخ آ گئی تمام برادری، تمام قبیلے والے، تمام رشتے دار، تمام دوست احباب اکٹھے ہو گئے۔

شادی کا منظر

میرے دوستو ذرا سوچو کیا سماں ہو گا، کیا منظر ہو گا جب جناب عبداللہ دولہا بنے ہوں گے۔ دولہے تو آج بھی ہزاروں لاکھوں بنتے ہیں قیامت تک بنتے رہیں گے مگر قربان جاؤں اس دولہا پر جس کی پیشانی میں میرے اور آپ کے نبی کا نور جگمگا رہا تھا۔ جناب عبداللہ نے غسل کیا نئے کپڑے پہنے عرب کے رواج کے مطابق دولہا بن گئے اب بارات تیار ہے والد بھی موجود، بھائی بھی موجود، پھوپھیاں بھی موجود، ماں بھی موجود تھیں بہنیں بھی موجود، چاچے بھی موجود، تمام کنبے والے موجود ہیں سارا مکہ اس منظر کو دیکھ رہا ہے۔ آسمان والے بھی دیکھ رہے ہیں عرش والے بھی دیکھ رہے ہیں، جنت کی حوریں بھی دیکھ رہی ہیں۔ رضوان جنت بھی دیکھ رہے ہیں کہ آنے والے کے ابا جان کی بارات تیار ہے میرا دل کہتا ہے [illegible] یہ کتابی مسئلہ نہیں، پیار کا مسئلہ ہے، محبت کی بات ہے کہ جبریل نے بھی عرض کیا ہو گا۔ اے ربِ کریم فرمایا، کیا بات ہے روح الامین عرض کی میری ایک عرض ہے۔ میری ایک گزارش ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ جبریل نے عرض کی اے خالق ارض و سما، اے مالک

جن و بشر آج اگر اجازت دے تو میں بھی انسان کے روپ میں تیرے یار کے والد پاک کا باراتی نہ بن جاؤں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جبرئیل تو ہے نوری۔ بارات ہے خاکیوں کی یہ جوڑ کیسے بنے گا۔ جبرئیل نے عرض کی مولا کریم اگر تیرے حکم سے حضرت مریم کے پاس بشر بن کر ان کے جسم میں پھونک مار سکتا ہوں تو آج بھی بشری کرتہ پہن کے، بشری لباس پہن کے تیرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد محترم کا براتی بن سکتا ہوں۔ میرے کریم کی قدرت مسکرا پڑی۔ فرمایا اچھا جبرئیل پھر جا پر اکیلا نہ جا فرشتوں کو بھی لے جا، میکائیل کو بھی لے جا، اسرافیل کو بھی لے جا، عزرائیل کو بھی لے جا حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی مولا کریم تیرا صد بار شکر ہے کہ تو نے یار کے والد کا باراتی بنایا ہے۔ لیکن مولا کریم وہاں تو بڑی دیر لگے گی۔ فرمایا پھر کیا ہوا۔ عرض کی اے موت حیات کے مالک میں نے تیرے حکم سے اتنی ماؤں کو ان کے بچوں سے جدا کرنا، اتنی عورتیں بیوہ کرنی ہیں۔ اتنے بچے یتیم کرنے ہیں، اتنے لوگوں کو رلانا ہے، اتنے گھروں کو برباد کرنا ہے۔ اگر بارات میں چلا گیا تو یہ کام کون کرے گا۔ یہ ڈیوٹی کون ادا کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا عزرائیل خبردار آج کسی ماں سے اس کا لخت جگر نہ چھیننا، آج کسی کو یتیم نہ کرنا، آج کسی کو نہ رلانا، آج کسی کا گھر برباد نہ کرنا مولا کریم کیوں؟ فرمایا عزرائیل آج برباد کرنے والی رات نہیں، آج آباد کرنے والی رات ہے۔ آج کسی کو رلانے والی رات نہیں بلکہ یار کے والد کی خوشیوں کی برات والی رات ہے عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی مولا کریم کیا تقدیر بدل گئی ہے؟ فرمایا ہاں آج یار کے صدقے بدل گئی ہے۔ اب میرے نبی کے پاک والد کی برات چلی سبحان اللہ ایک طرف حضرت عبداللہ کے خاندان والے باراتی ہیں۔ دوسری طرف جبرائیل

بھی براتی، میکائیل بھی براتی، اسرافیل بھی براتی، عزرائیل بھی باراتی، کئی ہزار فرشتے بھی براتی۔ اب ایسے لگ رہا تھا کہ ہر طرف نور ہی نور ہے۔ اب دیکھنے والے کہہ رہے ہیں کہ دیکھو برات بھی نور، براتی بھی نور، شہر بھی نور، مقام بھی نور، دولہا بھی نور، دلہن بھی نور، اب کائنات میں آنے والا نبی بھی نور علیٰ نور اور قیامت تک نبی کی ساری اولاد بھی نور، یہی بات اعلیٰحضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلی علیہ الرحمتہ فرما گئے کہ:۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا
میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

برات چلتی چلتی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نانا جان حضرت وہب بن عبد مناف کے دروازے پر پہنچ گئی۔ حضرت عبدالمطلب نے ملت ابراہیم علیہ السلام کے مطابق نکاح پڑھایا۔ برات نے کھانا کھایا۔ اب میرے پاک نبی کی پیاری پیاری امی جان کی ڈولی تیار ہو گئی۔ حضرت وہب نے فرمایا عبدالمطلب تیرے بیٹے کی امانت تیار ہے۔ ڈولی میں بیٹھ چکی ہے۔ اب بھیج کہار، اب بھیج مزدور جو ڈولی کو اٹھائیں لیکن عبدالمطلب مزدور وہ بھیجنا، کہار وہ بھیجنا جو پاک صاف ہوں۔ کیونکہ میری بیٹی بھی پاک ہے، پاکیزگی کا مجسمہ ہے۔ حضرت عبدالمطلب اب مزدور دیکھنے لگے جو گناہوں سے پاک ہو، ظاہر باطن صاف ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آواز دی، جبرائیل نے عرض کی جی مولا کریم، فرمایا میرے یار کی والدہ کی ڈولی مزدور بن

کو شرا اٹھانے دینا۔ عرض کی اے خالق کل پھر کون اٹھاتے۔ فرمایا جبرائیل میکائیل اسرافیل، عزرائیل کو ساتھ لے کر تم اپنے آپ کو مزدور ظاہر کر دو۔ پھر میرے یار کے والد کی امانت تم اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے جاؤ تا کہ عصمت آمنہ میں کوئی فرق نہ آئے اللہ اکبر، اب چاروں مقرب فرشتے مزدور بن کر میرے نبی کی والدہ کی ڈولی اٹھا کر چلے۔ کیسا حسین منظر ہوگا، کیسا پیارا سماں ہوگا۔ والدہ میرے آقا کی اٹھانے والی نوری مخلوق اس منظر کو دیکھ کر حوریں جنت میں خوش ہوئیں۔ رضوان فردوس میں خوش ہوئے، فرشتے آسمانوں پر خوش ہوتے۔ خالق کائنات عرش بریں پر خوش تھا۔ جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل ڈولی اٹھا کے خوش تھے۔ قربان جاؤں ان راہوں پر جہاں میرے کملی والے کا خاندان آباد تھا۔ جہاں میرے نبی کے والد چلتے تھے۔ پیاری امی چلتی تھیں میرے نبی کے قدم لگتے تھے۔

سہ دیس عرب دیئے ٹھنڈیئے ولئے تے کدی شاد کریں دل میرا
بے پیغام وصل دا آویں تے ہوے غم دا دور ہنیرا
ہر دم تانگ دِلاں نوں جس دی تے کدوں ہیں دل پاسن پھیرا
خوش وسّتے اوہ بستی اعظم تے جتھے میرے نبی دا ڈیرہ

جب رخصتی ہوئی تو جناب عبدالمطلب نے فرمایا کہ پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر بجانے کے لئے برات خانہ کعبہ چلے گی۔ تمام برات خانہ کعبہ پہنچی۔ حضرت عبداللہ نے اور حضرت آمنہ نے شکرانے کے طور پر کعبہ شریف کا طواف کیا۔ پھر مقام ابراہیم پر دو، ۲ دو رکعت نماز پڑھی پھر ساری برات جناب عبدالمطلب کے گھر پہنچی۔ الوین مصطفیٰ ص ۱۵۵

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اہلیہ جنابہ حضرت سیدہ آمنہ

کے ساتھ بڑے خوش، بڑے مسرور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا پیارا جوڑا ملایا تھا۔ شادی کے چند روز بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکار کے لئے مکّہ شریف سے باہر وادی مکّہ میں مکّہ کے جنگلات میں تشریف لے گئے۔ راستے میں ایک بی بی جس کا نام تھا فاطمہ آپکی اس سے ملاقات ہوئی یہ بی بی ملک شام کے بادشاہ کی بیٹی تھی۔ بڑی حسین وجمیل اللہ تعالیٰ نے بے پناہ حُسن کی دولت سے اس بی بی کو نوازا تھا اور پھر شام کی شہزادی یہ فاطمہ توریت، زبور، انجیل اور تمام آسمانی کتابوں کی عالمہ تھی، فاضلہ تھی، اس نے تمام کتابوں میں یہ بات پڑھی تھی کہ فلاں وقت سردارِ مکّہ حضرت عبدالمطلب کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام ہوگا عبداللہ اس کی پیشانی میں نبی آخرالزمان صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا نور پاک ہوگا۔ اس کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ جن راہوں سے گزرے گا وہ راہیں، وہ پتھر، وہ جانور، وہ درخت بھی اس کو سلام کریں گے۔ بڑی خوش نصیب ہوگی وہ بی بی جس کا نکاح حضرت عبداللہ سے ہوگا اور وہ نبی آخرالزمان بننے کا شرف حاصل کرے گی۔ وہ فاطمہ شامیہ سوچنے لگی کیوں نہ میں اس کی قسمت آزمائی کروں۔ شاید وہ نور مصطفیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی دولت میرے حصّے میں آجاتے اللہ تعالیٰ وہ رحمت عالم میرے نصیب میں کر دے وہ دولت عظمیٰ وہ نعمت عظیم میری قسمت میں میرے گھر میں آجائے وہ ملک شام سے بہت سا مال ودولت اور نوکر لے کر مکّہ شریف کے ساتھ اُسی راستے میں ڈیرے لگا بیٹھی۔ جن راہوں سے مکّہ شریف کے لوگ آتے جاتے تھے۔ اسی نیّت سے کہ کبھی حضرت عبداللہ ان راہوں سے گزریں ملاقات ہو جائے تو

میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں۔ اتفاق سے حضرت عبداللہ شکار کر کے اسی راستے سے گزرے جس راستے پر فاطمہ شامیہ نے ڈیرا ڈالا ہوا تھا۔ فاطمہ نے کیا دیکھا حضرت عبداللہ کے چہرے سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں نور کے جلوے ظاہر ہو رہے ہیں۔ ہر چیز جناب عبداللہ کو دیکھ کر سجدہ ریز ہو رہی ہے۔ ہر پتھر سے، ہر درخت سے، ہر ذرے سے درود و سلام کی صدائیں آرہی ہیں۔ فاطمہ شامیہ نے اس عالمہ فاضلہ نے اس راہبہ نے جب یہ حسین و جمیل منظر دیکھا سمجھ گئیں یہی وہ عظیم ہستی ہے جن کی تعریف توریت، زبور، انجیل اور تمام آسمانی کتابوں میں موجود ہے۔ یہی وہ سردار مکہ کا فرزند ارجمند ہے۔ جس نے نبی آخر الزمان کا والد بننے کا شرف حاصل کرنا ہے۔ فوراً خیمے سے باہر آئی۔ جناب عبداللہ کو بلایا۔ عرض کی حضور اگر آپ ناراض نہ ہوں تو تھوڑی دیر کے لئے میری جھونپڑی میں تشریف لاکر میری جھونپڑی کو بھی اپنے قدموں سے منور فرما کر میری حوصلہ افزائی فرمائیں حضرت عبداللہ نے اس کی دعوت قبول فرماتے ہوئے اس کے ڈیرے میں تشریف لے گئے۔ اس نے بڑے ادب کے ساتھ، احترام کے ساتھ بٹھایا بہت ہی خدمت کی حاضر ما طعام پیش کیا۔ بڑی خاطر اور تواضع کی جب خدمت سے فارغ ہوئی تو حضرت عبداللہ نے فرمایا بی بی صاحبہ آپ نے مجھے کیوں اندر بلایا کیا بات ہے؟ اس عالمہ فاطمہ نے شامیہ نے کہا حضور میں بات کرتے ہوئے شرم محسوس کر رہی ہوں۔ لیکن بات غلط بھی نہیں لہذا کہہ دیتی ہوں۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا۔ ہاں، ہاں آپ بلا جھجک کہیئے۔ حضرت عبداللہ کی بات سن کر فاطمہ شامیہ نے کہا حضور

میں چاہتی ہوں آپ مہربانی کریں کرم کریں تو میرے ساتھ نکاح کر کے مجھے اپنی ہمیشہ خدمت کا شرف بخشیں تو زہے نصیب۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا بی بی صاحبہ مجھے آپ کے اخلاق نے آپ کی طبیعت نے آپ کی باتوں نے بڑا متاثر کیا ہے دل چاہتا ہے کہ میں ابھی آپ کی بات پر عمل کر لوں۔ لیکن چونکہ یہ ساری زندگی کا مسئلہ ہے۔ اس واسطے اس مسئلہ میں مجھے اپنے والد مکرم جناب عبدالمطلب سے مشورہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں مشورہ کر کے آپ کو اس کی اطلاع دے سکتا ہوں! اس عالمہ فاضلہ راہبہ نے کہا حضور بہت اچھا آپ مشورہ کر لیں میں آپ کا یہیں انتظار کروں گی۔ آپ اس بی بی سے اجازت لے کر گھر آئے۔ خدا عزّوجل کی شان دیکھئے اُسی رات نور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء حضرت عبداللہ کی پیشانی سے منتقل ہو کر حضرت سیّدہ طیبہ طاہرہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن پاک میں تشریف لے آیا۔ صبح کا وقت ہوا۔ حضرت عبداللہ جناب عبدالمطلب کی خدمت میں پیش ہوئے۔ فاطمہ شامیہ سے ہونے والی ساری بات والد صاحب کو سنائی۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اگر تمہارا پروگرام دوسری شادی کا ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں، حضرت عبداللہ بڑے خوش ہوئے اجازت لے کر اُسی راہبہ عالمہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا فاطمہ مبارک ہو میرے والد مکرم نے آپ کے ساتھ شادی کرنے کی بخوشی اجازت دے دی ہے۔ فاطمہ شامیہ بڑی خوش ہوئی لیکن جب حضرت عبداللہ کے چہرے کو دیکھا تو وہ نور کے جلوے وہ نور کی شعاعیں وہ نور کی تجلیات نظر نہ آئیں۔ وہ نور محمد صلّی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے لشکارے نظر نہ آئے۔ اس عالمہ فاطمہ نے کہا اے عبداللہ کیا آپ کی کوئی اور پہلے بیوی ہے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا۔ ہاں میری شادی چند دن پہلے آمنہ بنت وہب کے ساتھ ہوئی ہے تو اس عالمہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ رو پڑی اور رو کر کہنے لگی۔ اے عبداللہ میں اب آپ سے شادی نہیں کرسکتی۔ آپ کو پہلی بیوی مبارک ہو حضرت عبداللہ بڑے حیران ہوتے کہ کل اتنا تقاضا اور آج بالکل انکار، کل اتنا اصرار، آج بالکل جواب فرمایا بی بی صاحبہ بات کیا ہے۔ مجھے بھی تو پتہ چلے اتنی جلدی کیوں انکار کر دیا ہے۔ راتوں رات یہ انقلاب کیسے پیدا ہوا، تو اس عالمہ نے کہا۔ اے سردارِ مکہ کے لختِ جگر میں کوئی بدکار نہیں، میں فاحشہ نہیں، بے حیاء نہیں، خراب نہیں۔ بلکہ میں نے آج تک کسی غیر مرد کے ساتھ کلام تک نہیں کیا۔ میں عالمہ ہوں، فاضلہ ہوں۔ توریت، زبور، انجیل تمام آسمانی صحائف کی حافظہ ہوں۔ ملک شام کی شہزادی ہوں۔ بادشاہ شام کی لختِ جگر ہوں بات یہ ہے۔ اُس دن جو میں نے آپ کے ساتھ نکاح کرنے کا، شادی کرنے کا پروگرام بنایا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ رَاَیْتُ نُوْرَ النُّبُوَّۃِ فِیْ وَجْهِكَ اُس دن میں نے آپ کے چہرے میں نبی آخرالزمان کا نور دیکھا تھا فَاَرَدْتُ اَنْ یَّكُوْنَ ذٰلِكَ فِیَّ میں نے چاہا تھا کہ وہ نورِ محمدؐ مجھ میں آجائے تاکہ میں اس نور کی امین بن جاؤں پر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں تھا اس قادر نے اس خالق نے جہاں چاہا اپنے یار کا اپنے حبیب کا نور رکھ دیا۔ اے عبداللہ

وہ جس کے نور سے تیری چمکتی تھی یہ پیشانی
اُسی کی تھی میں طالب، اُسی کی تھی میں دیوانی

مگر میں رہ گئی محروم قسمت میری پھوٹی ہے!
سُنا ہے کہ وہ نعمت آمنہ نے تجھ سے لُوٹی ہے

یہی بات ایک پنجابی شاعر نے یوں بیان کی کہ:۔

آکھے یا عبداللہ تیری تے کجھ نئیں حاجت مینوں
دولت مِل گئی مالک تائیں تے مِلنی آہی مینوں!
دیکھیا سی کل پاس تساڈے نے جلوہ پاک نورانی
چلا گیا اَج کول مائی دے تے اوہ محبوب حقانی

اے عبداللہ میں نے بڑے دھکے کھائے، بڑی مصیبت برداشت کی، بڑی صعوبتیں جھیلیں، بڑے دور دراز کا سفر کیا اس واسطے کہ وہ کملی والے کا نور میرے حصے میں آئے گا۔ مگر افسوس اس محبوب کا نور، اس نورِ مجسّم کی والدہ بننے کا شرف مجھے نصیب نہیں ہوا۔ اب میں روتی ہوئی دل میں حسرت لے کر مایوس ہو کر اپنے وطن جاؤں گی۔ باوجود اس کے میں اس نعمت سے محروم رہی ہوں۔ لیکن پھر بھی دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کا مستقبل تابناک کرے۔ آپ دونوں ہمیشہ خوش و خرم رہیں آپ کی زندگی میں کبھی کوئی دکھ نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر بلا سے ہر مصیبت سے ہر حادثہ سے ہمیشہ محفوظ فرمائے۔ آمین معارج النبوت جلد اوّل صفحہ ۴۲-۴۰۔

میرے دوستو وہ فاطمہ شامیہ روتی ہوئی ملک شام کی طرف چلی گئی بلکہ آپ کتابیں پڑھ کے دیکھیں جس دن نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور پاک جناب عبداللہ سے منتقل ہو کر جنابہ آمنہ کے بطن پاک میں تشریف

لے گیا تو ۲۰۰ دو سو عورتیں رشک کی وجہ سے، حسد کی وجہ سے مر گئیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور پاک ہمارے حصے میں کیوں نہ آیا۔ اللہ اکبر۔ معارج النبوت جلد اول صـ۴۳، تفریح الاذکیا جلد ۲ صـ۱ ۔

نور کی جلوہ گری

میرے دوستو امام الانبیاء حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور پاک حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی پیشانی سے منتقل ہو کر جب جنابہ سیدہ طیبہ طاہرہ مقدسہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن پاک میں آیا تو رجب شریف کا مہینہ تھا۔ رات جمعہ کی تھی قربان جاؤں اس مقدس رات پر نثار جاؤں اس شب پر، صدقے جاؤں ان ساعتوں کے جن ساعتوں میں، جس شب میں، جس رات میں میرے اور آپ کے آقا کا نور حضرت آمنہ کے بطن پاک میں تشریف لایا یہی وجہ ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمتہ فقہ حنبلی کے بہت بڑے امام اور فقہ حنبلی کے بانی تشریف فرما ہیں۔ ایک آدمی نے سوال کیا حضور ایک بات تو بتایئے فرمایا کون سی؟ سوالی نے عرض کی، حضور شب قدر جو رمضان شریف میں آتی ہے وہ افضل ہے یا جمعہ کی رات افضل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے نزدیک جمعہ کی رات افضل ہے۔ سوالی بڑا حیران ہوا۔ عرض کی حضور وہ کیسے حالانکہ شب قدر کی شان اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ذکر کرتے ہوتے فرماتا ہے۔

لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ۔ پارہ ۳۰۔ سورہ قدر	شب قدر بہتر ہے ہزار مہینوں سے۔

قرآن کہتا ہے ۔ شب قدر ہزار مہینوں کی راتوں سے بڑھ کر ہے ۔ آپ کہتے ہیں شب جمعہ افضل ہے ۔ ہوتا آج کل کا کوئی خشک مُلاّں فتویٰ لگا دیتا حضرت امام احمد بن حنبل پر کہ دیکھو جی قرآن کیا کہتا ہے ۔ لیکن امام صاحب کیا کہتے ہیں ۔ ان کی عقل کی بات مانیں یا قرآن کی بات مانیں ۔ ان کا فتویٰ تسلیم کریں یا اللہ عزّ وجل کا پاک قرآن مانیں لیکن وہ تھا امام احمد بن حنبل کا مقلد سرکار کا شیدائی ' حیرانگی ضرور ہوئی لیکن وجہ پوچھی حضور آپ کے نزدیک جمعہ کی رات کیوں افضل ؟ آپ نے مسکرا کر فرمایا ۔ آپ کے نزدیک شب قدر کیوں افضل ہے ؟ اُس نے عرض کی حضور اُس لئے کہ شب قدر میں قرآن نازل ہوا ، شب قدر میں جبرئیل زمین پر آتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کے معصوم فرشتے زمین پر آتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں ۔ آپ مُسکرا پڑے فرمایا ۔ بھائی بیشک تیری تمام باتیں حق ہیں ' سچی ہیں ' صحیح ہیں اس سوالی نے عرض کی حضور اب آپ بتائیں کہ شب قدر سے شب جمعہ جمعہ کی رات کیسے افضل ہوئی ؟ امام احمد بن حنبل نے فرمایا بھائی سُنو ، شب قدر کو قرآن آیا لیکن شب جمعہ کو قرآن والا آقا اپنی ماں کے بطن میں تشریف لایا ۔ شب قدر کو جبرئیل آتا ہے ۔ شب جمعہ کو جبرئیل کا آقا والدہ کے پاس تشریف لایا ۔ قدر کی رات فرشتے آتے ہیں ، جمعہ کی رات فرشتوں کا نبی والدہ کے بطن میں تشریف لایا ۔ شب قدر کو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں سلامتیاں نازل ہوتی ہیں ۔ شب جمعہ کو رحمتہ للعالمین اپنی ماں کے پاس تشریف لاتے بتا شب قدر افضل ہوئی یا شب جمعہ اگر یہ محبوب نہ آتا تو نہ شب قدر آتی نہ رمضان آتا ۔ اگر رمضان ملا تو سرکار کے صدقے ، اگر قرآن ملا تو سرکار کے

صدقے، اگر ایمان ملا تو سرکار کے صدقے، ایمان والو اگر سچ پوچھو نور رحمان ملا تو سرکار کے صدقے، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ کون شاہ عبدالحق جس کو ہر روز جاگتے ہوئے سرکار کی دہلی میں زیارت ہوتی تھی وہ اپنی کتاب اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ فارسی جلد ۱ صلے۵ میں مدارج النبوت دوم مترجم صنلے۲ میں علامہ شیخ فتح اللہ نبانی علیہ الرحمۃ مولد خیر خلق اللہ صـ۱۵۸ میں دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے جمعہ کے فضائل و احکام صـ۴ ۔ میں لکھتے ہیں۔

" از امام احمد منقول است ۔ امام احمد بن حنبل سے منقول ہے ۔ کہ گفت شبِ جمعہ فاضل تر است ۔ از شبِ قدر کہ شبِ جمعہ شب قدر سے افضل ہے ۔ کہ در و ے علوق آنحضرت در رحم آمنہ در آمدہ ۔ کیونکہ جمعہ کی رات سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا نور پاک اپنی والدہ سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مبارک رحم میں تشریف لایا ۔ جو دنیا اور آخرت میں ایسی برکات وخیرات کا سبب ہے جو کسی گنتی اور شمار میں نہیں آسکتا اللہ اکبر ۔ محترم سامعین کرام جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا نور پاک اپنی والدہ ماجدہ کے پاس تشریف لایا تو دنیا میں بڑے بڑے عجائبات کا ظہور ہوا۔"

عجائبات کا ظہور

حضرت علاّمہ شاہ عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ مدارج النبوّت جلد دوم میں علامہ امام یوسف بن اسماعیل نبھانی علیہ الرحمۃ انوار محمدیہ صـ۳۵ میں علامہ عبدالرحمٰن صفوری علیہ الرحمۃ نزہتہ المجالس جلد دوم صـ۱۸۹

میں علامہ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر مکی علیہ الرحمۃ النعمۃ الکبریٰ ص۲۲ میں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ خصائص کبریٰ جلد اوّل ص۱۲ میں علامہ امام شیخ قسطلانی علیہ الرحمۃ نے مواہب لدنیہ جلد اوّل ص۳۴ میں علامہ امام حلبی علیہ الرحمۃ سیرت حلبیہ میں فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور اپنی والدہ ماجدہ کے بطن پاک میں تشریف لایا تو

اَمَرَ رِضْوَانَ الْجَنَّةِ	اللہ تعالیٰ نے جنت کے سردار فرشتے کو فرمایا، اے رضوانِ جنت

عرض کی جی مولا کریم فرمایا آج رات تمام جنت کے دروازے کھول دو اور پوری دنیا میں جنت کی خوشبو کو چھڑک کر ساری کائنات کو خوشبو سے معطر کر دو ہر طرف خوشبو پھیلا دو تاکہ ساری دنیا میں خوشبو ہی خوشبو ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے جہنم کے سردار فرشتے سے فرمایا، اے جہنم کے نگہبان عرض کی جی ربِّ کائنات فرمایا جہنم کے سارے دروازے بند کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرئیل عرض کی جی ربِّ جلیل فرمایا سدرۃ المنتہیٰ پر کھڑے ہو کر اعلان کر دو یا اللہ عزوجل کس بات کا فرمایا۔

اَلَا اِنَّ النُّوْرَ الْمَخْزُوْنَ الَّذِیْ یَكُوْنُ مِنْهُ النَّبِیُّ الْهَادِیْ یَسْتَقِرُّ فِیْ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ فِیْ بَطْنِ اُمِّهٖ۔	اے زمین و آسمان کے رہنے والو سنو، آگاہ ہو جاؤ ساری کائنات کے ہادی، ساری دنیا کو سیدھی راہ دکھلانے والے نبی کا نور آج رات اپنی والدہ ماجدہ کے بطن میں تشریف لے جا چکا ہے۔

وہ نبی جب دنیا میں تشریف لائے گا تو بشیر بن کر، نذیر بن کر، سراج منیر بن کر، داعی الی اللہ بن کر آئے گا۔ وہ نبی کائنات میں سب سے بڑا امین ہوگا، دیانتدار ہوگا، ساری مخلوق سے بہتر ہوگا، رحمتہ للعالمین ہوگا۔ شافع اور مشفع ہوگا۔ طٰہٰ اور یٰسین کا سہرا سجا کے آئے گا۔ ختم نبوت کا تاج پہن کے آئے گا۔ غریبوں کا ماویٰ و ملجا ہوگا۔ آسمانوں میں احمد نام ہوگا، جنت میں قاسم ہوگا۔ زمین میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم بن کے جلوہ گر ہوگا۔ سُبحان اللہ۔ جامع معجزات صہ ۹۸۔ ۲۹۷۔ کتاب الانوار صہ ۲۵۔

جب جبرئیل نے یہ اعلان کیا تو جنت کے غلمان وجد میں آگئے۔ حوریں مست ہوگئیں۔ جنتی درختوں پر بہاروں پر بہاریں آگئیں۔ جنت کی نہریں خوشی میں پہلے سے زیادہ روانگی میں آگئیں۔ فرشتے حضور علیہ الصّلوٰہ والسّلام پر جھوم جھوم کر صلوٰۃ والسّلام کی لڑیاں نچھاور کرنے لگے۔ غرضیکہ میرے آقا کے نور جب والدہ ماجدہ کے پاس تشریف لائے تو ہر طرف بہاریں ہی بہاریں آگئیں۔ ہر طرف مسرت ہی مسرت چھا گئی۔ اسی بات کو ایک شاعر نے یوں بیان کیا کہ سرکار جب والدہ کے پاس تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا۔

؎ کھول دیو دروازے جنت تے حکم خدا فرمایا
نور نبی دا وچہ بطن مائی دے اج راتیں ہے آیا
ہر گھر چمک گیا اُس راتیں تے نور نبی دے پاروں
جگہ منور ہوگئی ساری تے برکت نبی غفاروں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرئیل، عرض کی جی ربِّ جلیل فرمایا۔ ایک لاکھ فرشتہ ساتھ لے لو اور زمین پر چلے جاؤ۔ پوری زمین میں، خشکی میں تری

ہیں، پہاڑوں میں ہموار زمینوں میں سارے پھیل جاؤ اور اعلان کرتے جاؤ۔ زمین والو تمہیں مبارک ہو، تمہیں پاک کرنے والا، صاف کرنے والا، طاہر بنانے والا، اللہ تعالیٰ کا مقدس رسول تشریف لا رہا ہے۔ جامع معجزات ص۲۹۸۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور پاک کے آنے سے پہلے مکہ شریف میں ہر طرف سخت قحط پڑا ہوا تھا۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے جانور تو کیا انسان بھی مر رہے تھے۔ درخت سوکھ کر کانٹا بن چکے تھے۔ لیکن قربان جاؤں جب میرے نبی پاک کا نور اپنی والدہ کے پاس تشریف لایا تو اللہ تعالیٰ نے ہر طرف رحمتوں کی بارشیں برسانا شروع کر دیں۔ زمین شاداب ہو گئی، درخت ہرے بھرے ہو گئے۔ فصلیں پیدا ہو گئیں۔ ہر طرف بہار ہی بہار آ گئی۔ مدارج النبوت انوار محمدیہ۔ مواہب لدنیہ۔

آسمانوں سے ندا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلیل القدر صحابی سرکار کے چچا زاد بھائی حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جس رات نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور پاک اپنی والدہ ماجدہ کے پاس تشریف لایا تو اس دن ہر آسمان سے فرشتے یہ آوازیں دے رہے تھے کہ:

اَلْبِشَرُوْا فَقَدْ آنَ اَنْ يَظْهَرَ اَبُوالْقَاسِمِ مَيْمُوْنًا مُبَارَكًا

اے ساری کائنات کے بسنے والو، اب خوب خوب خوشیاں مناؤ کیونکہ کائنات کا محبوب نبی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تقسیم کرنے والا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لا رہا ہے۔ انوار محمدیہ

مواہب لدنیہ۔ گویا فرشتے ساری کائنات کو کہتے تھے کہ :۔

؎ غم کے بادل چھٹ گئے ابرِ بہاراں چھا گیا
مومنو خوشیاں مناؤ کملی والا آ گیا
رَبِّ سلّو گن گناؤ کملی والا آ گیا
مومنو خوشیاں مناؤ کملی والا آ گیا
جشن میلاد النبی ہیں اُن کے ذکر پاک سے
دشمنوں پر قہر ڈھاؤ کملی والا آ گیا
یا رسول اللہ کا نعرہ لگا کر دوستو
انجمن اپنی سجاؤ کملی والا آ گیا

یہی بات ایک اور عاشق نے یوں بیان کی کہ :۔

عیدِ نبوی کا زمانہ آ گیا
لب پہ خوشیوں کا ترانہ آ گیا
نعرہ صَلِّ علیٰ کی دھوم ہے
وجد میں سارا زمانہ آ گیا
پرچم دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے بلند
کفر کو گردن جھکانا آ گیا

یہی بات کسی نے پنجابی میں بیان کی کہ :۔

خوشیاں مناؤ لوکو بھاگاں والی رات آئی
آمنہ دے ویہڑے وچ جگ دی برات آئی

دکھیاں دے دُکھ جا سن سب دی نجات آئی
خوشیاں مناؤ لوگو بھاگاں والی رات آئی

اُدھر آسمانوں سے فرشتوں نے خوشیاں کرنے کا اعلان کیا۔ اِدھر کائنات میں سرکار کی آمد پہ ہر چیز خوشی میں جھومنے لگی۔ علامہ قسطلانی علیہ الرحمۃ مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے صحابی حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جس رات سرکار اپنی والدہ ماجدہ کے بطن پاک میں تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مکّہ شریف کے تمام جانور بول پڑے اور ایک دوسرے کو سرکار کی آمد پہ مبارکبادیاں پیش کرنے لگے اور کہنے لگے کہ:۔

حُمِلَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ وَ رَبِّ الْکَعْبَۃِ وَھُوَ اِمَامُ الدُّنْیَا وَسِرَاجُ اَھْلِھَا

اے کائنات میں بسنے والے جانورو! مبارک ہو آج اُس نبی کا اس اللہ تعالیٰ کے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا نور اپنی والدہ ماجدہ کے بطن میں تشریف لا چکا ہے۔ جو رب کعبہ کی قسم پوری دنیا کا سردار ہوگا۔ کائنات والوں کے لئے چمکتا ہوا چراغ ہوگا۔

اِدھر جانور مبارکبادیاں ایک دوسرے کو دے رہے تھے۔ اُدھر مچھلیاں پانی میں خوشیاں منا رہی تھیں۔ پرندے درختوں پر سرکار کے گیت گا رہے تھے۔ جنگلی جانور جنگلوں میں خوشیاں منا رہے تھے۔ مدارج النبوّت دوم، انوار محمدیہ، سیرت حلبیہ، مواہب لدنیہ۔ ابھی نبی آیا نہیں کائنات کے جانور خوش مچھلیاں

خوش مکہ کے چوپائے خوش، بیل خوش گدھے خوش، لیکن پندرھویں صدی کا مُلّاں ناراض بہت چلا کہ دشمنِ نبی تو مکے کے گدھوں سے بھی بدتر ہے کہ اس کو نبی کی آمد پر خوشی ہوئی پر اس دو پیروں والے گدھے کو خوشی نہ ہوئی۔ کسی نے کیا خوب کہا کہ :-

بول اُٹھے حیوان مکّے دے تے سب نے آکھ سُنایا
پیٹ مائی دے قسم خدا دی تے اَج کملی والا آیا
ادب نبی دا تے خوشی نبی دی تے کیتی سب حیواناں
پر افسوس شرم نہ آوے تینوں بے عقل انساناں
سب حیوان خوشی نے کر دے تے ادب نبی دے پار دل
بے ادباں نوں سوگ پیا اَج تے سڑ سن دوزخ ناردل

برکاتِ رسالت

میرے دوستو! صاحبِ اولاد حضرات جانتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی عورت کو اولاد سے نوازنا چاہتا ہے تو عورت کو پتہ چل جاتا ہے کہ میرے پیٹ میں بچہ یا بچی آچکا ہے۔ اس کی چند نشانیاں ہیں، عورت کو اُلٹیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ طبیعت خراب رہنے لگتی ہے۔ ہر وقت اُداس اُداس چہرہ رہتا ہے۔ کمزوری شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن قربان جاؤں آمدِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سرکار کی امّی جان حضرت سیّدہ آمنہ فرماتی ہیں۔ جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے بطن میں تشریف لائے تو مجھے عورتوں جیسی کوئی علامت نظر نہ آئی۔ مجھے محسوس ہی نہیں ہوتا تھا کہ میرے بطن میں کوئی بچی یا بچہ آچکا ہے یا نہیں۔ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

آمد کا پتہ اپنے بطن میں دو وجہوں سے ہوا۔ دو نشانیوں سے ہوا۔ پہلی نشانی یہ تھی کہ ایک رات میں سوئی ہوئی تھی کہ خواب میں میں نے ایک حسین وجمیل فرشتے کو دیکھا۔ جس نے مجھے کہا کہ اے بی بی کیا آپ کو اس بات کا پتہ ہے کہ آپ کے بطن میں آپ کے پیٹ میں امام الانبیاء وسیّد العالمین تمام جہانوں سے افضل ترین اس کائنات کا نبی، اِس اُمّت کا رسول تشریف لا چکا ہے؟ میں نے کہا نہیں تو اُس فرشتے نے کہا بی بی آپ کو مبارک، واقعی وہ عظیم ہستی آپ کے بطن میں تشریف لا چکی ہے۔ جب وہ ہستی جب وہ مقدّس رسول پیدا ہوں تو اُن کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) رکھنا پھر اس نے مجھے سونے کا ایک تعویذ دیا۔ کہا یہ تعویذ اپنے چاند کے گلے میں ڈال دینا۔ وہ تعویذ میرے سرہانے رکھ کر چلا گیا۔ پھر میں نے سنا آوازیں آرہی تھیں کہ:-

هٰذَا وَقَدْ حَمَلَتْ اُمُّ الْحَبِيْبِ بِهٖ
وَلَيْسَ فِيْ حَمْلِهَا كَرْبٌ وَّلَا ضَرَرٌ

بے شک حبیب کی والدہ اس حبیب کے ساتھ حاملہ ہو گئی۔

اور اس کے حمل میں کسی قسم کی نہ کوئی تکلیف ہے نہ نقصان۔ حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں یہ خواب تھا، خواب کی بات تھی لیکن جب میری آنکھ کھلی تو میں نے کیا دیکھا میرے سرہانے تکیہ کے نیچے وہی سونے کا صحیفہ، سونے کا تعویذ پڑا ہے۔ میں دیکھ کر بڑی حیران ہوئی۔ میں نے اٹھایا دیکھا تو اس صحیفے پر، اس تعویذ پر یہ لکھا ہوا تھا۔

سہ اُعِیْذُہٗ بِالصَّمَدِ الْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ

میں پناہ مانگتا ہوں اُس اللہ تعالیٰ سے جو ذات صفات میں یکتا ہے اور بے نیاز ہے۔ ہر حاسد کے شر سے، محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی حفاظت اور نگہبانی چاہتا ہوں۔ طبقات ابن سعد جلد اوّل صفحہ ۱۴۰۔ سیرت ابن ہشام جلد اوّل صفحہ ۱۰۸۔ معارج النبوت جلد اوّل صفحہ ۴۵۔ زرقانی شریف جلد اوّل صفحہ ۱۰۶۔ خصائص کبریٰ جلد اوّل صفحہ ۴۲۔ دلائل النبوۃ صفحہ ۱۲۵۔

دوسری نشانی یہ تھی کہ میں اپنے گھر سے اپنی سہیلیوں کے ساتھ زم زم شریف سے پانی بھرنے کے لئے جب جاتی تھیں تو سخت گرمیاں ہوتیں۔ پھر گھڑے ڈول رسی ساتھ لے کر ایک میل کا فاصلہ طے کر کے بڑی مشکل سے، بڑی مشقت سے پانی بھر کے لاتی لیکن جب حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم میرے بطن میں تشریف لائے تو عجیب تبدیلیاں آگئیں، عجیب باتیں دیکھیں وہ کون سی تبدیلیاں فرماتی ہیں۔ جب میں گھڑے اٹھا کر رسی ڈول لے کر پانی بھرنے کے لئے چلتی تو سخت گرمیوں میں میرے سر پہ بادل سایہ کر لیتے ساری میری سہیلیاں دھوپ میں چلتی ہیں بادلوں کے سائے میں، پہلے پتھروں سے پیر زخمی ہو جاتے لیکن جب سرکار میرے بطن میں تشریف لائے تو جس پتھر پہ قدم رکھتی موم کی طرح میرے قدموں میں نرم ہو جاتا۔ جب میں کنوئیں پہ پہنچتی تو میری ساری سہیلیاں رسی ڈول کے ذریعے پانی کھینچ کر نکالتی، گھڑے بھرتی، اپنے برتن بھرتی۔ لیکن جب میرا نمبر آتا میں ارادہ کرتی کہ میں بھی ڈول سے رسی باندھ کر کنوئیں میں لٹکا کر پانی نکالوں لیکن میں کیا دیکھتی پانی نیچے سے خود بخود اوپر کناروں تک آجاتا۔ آواز آتی اے مقدس بی بی تو زحمت نہ کر، تو تکلیف نہ کر، تو پریشان نہ ہو پانی خود بخود تیرے قدموں میں ہی آجاتا ہے

حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ ایک دن میں بڑی حیران ہوئی۔ یہ بادل میرے سر پہ سایہ کرتا ہے۔ پتھر موم کی طرح نرم ہو کر قدم چومتا ہے۔ پانی خود بخود اُوپر آجاتا ہے۔ یہ ماجرا کیا ہے۔ یہ معاملہ کیا ہے۔ یہ قِصّہ کیا ہے۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ پانی سے پتھروں سے بادلوں سے آواز آتی۔ اے آمنہ آپ کو پتہ نہیں آپ کے بطن پاک میں آنے والا مقدّس نبی، پیارا رسول، عظمت والا پیغمبر صرف انسانوں کا ہی نبی نہیں رسول نہیں بلکہ پتھروں کا بھی وہ رسول ہے۔ بادلوں کا بھی وہ نبی ہے۔ پانیوں کا بھی وہ پیغمبر ہے۔ قرآن بھی یہی کہتا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ | اے میرے حبیب علیہ الصّلوٰۃ والسلام ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام خود بھی فرماتے ہیں۔

اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً۔ | میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں مشکوٰۃ شریف

قربان جاؤں سیّدہ آمنہ کے مقدّر پہ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک شاعر کہتا ہے کہ:۔

پانی خاطر جہاں اوہ کھوہ تے خود تشریف لے آوے
پانی نکل کے کھوہ تھیں فوراً تے قدماں دے وِچ آوے

سیرت حلبیہ نزہتہ المجالس دوم صفحہ ۱۹۰ ۔ زرقانی شریف۔

ذکرِ الٰہی عزّوجلّ

حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ جب رات کا وقت ہوتا۔ میں اپنے کمرے میں اپنے بستر پہ آرام کرنے کے لئے لیٹتی رات سونے کے لئے چارپائی پر سوتی تو میرے کمرے سے اللہ اللہ عزّوجل اللہ ہو اللہ ہو عزّوجل کی آوازیں آتیں۔ میں اُٹھ کے چارپائی پہ بیٹھ جاتی۔ دائیں طرف دیکھتی بائیں طرف دیکھتی آگے پیچھے دیکھتی آوازیں آرہی ہیں۔ لیکن آواز دینے والا کوئی نظر نہیں آرہا۔ میں حیران ہوجاتی یہ آوازیں کہاں سے آرہی ہیں۔ تو غیب سے آواز آتی اے آمنہ گھبرا نہیں، پریشان نہ ہو یہ ذکرِ الٰہی کی صدائیں تیرے بطن سے اللہ تعالیٰ کا حبیب لگا رہا ہے تو سوئی ہوئی ہے۔ سارا جگ سویا ہوا ہے، ساری دنیا سوئی ہے۔ مکہ عرب کا ماہی، سدرہ کا راہی خالقِ کائنات کا یار اپنے پالنے والے کی اپنے خالق کی اپنے بھیجنے والے معبود کی حمد و ثنا کر رہا ہے۔ اپنے رب العالمین کا ذکر کر رہا ہے۔ مولد العروس صـ ۸۔ سبحان اللہ قربان جاؤں خالق کائنات کے یار پہ ابھی پیدا نہیں ہوا ذکرِ الٰہی کی ضربیں لگ رہی ہیں۔ جب پیدا ہوا ہوگا تو ذکرِ الٰہی کی کیا بات ہوگی۔

میرے دوستو خیال کرو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ابھی اپنی امّی جان کے بطن پاک میں ہیں۔ ابھی پیدا نہیں ہوئے ابھی دنیا میں تشریف نہیں لائے۔ لیکن پھر بھی ذکرِ الٰہی سے غافل نہیں لیکن وہ لوگ کتنے بدنصیب ہیں۔ کتنے محروم ہیں جو پیدا ہونے کے بعد، جوان ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرح طرح کی نعمتیں کھانے کے بعد بھی ذکرِ الٰہی عزّوجل سے غافل ہیں یاد رکھو

ہمارے گھروں میں آج بے سکونی ہے۔ ہمارے دل بے قرار ہیں۔ ہماری محفلیں بے رونق ہیں۔ کیوں اس لئے کہ ہمارے گھر، ہمارے دل، ہماری محفلیں ذکر الٰہی سے خالی ہیں۔

محترم سامعین! اگر سکون گھر چاہیئے، سکون محفل چاہیئے، سکون دل چاہیئے تو دنیا سے نہیں، کھیل تماشوں سے نہیں، سونے چاندی میں نہیں، مربعے اور کوٹھیوں میں نہیں، بنگلے اور کاروں میں نہیں بلکہ ذکرِ الٰہی میں ہے اللہ تعالیٰ یہی بات فرماتا ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔

اے سکون تلاش کرنے والے، اے اطمینانِ قلب ڈھونڈنے والے خیال کرو اگر تمہیں سکونِ قلب چاہیئے، سکونِ دل چاہیئے تو ذکرِ الٰہی کر تمہیں دنیا اور آخرت کا سکون مل جاتے گا کیونکہ:۔

؎ نہ دولت سے نہ دنیا سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلّی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

اِسی بات کی طرف عارفوں کے بادشاہ، سلطان العارفین نے انسان کو متوجہ کرتے ہوتے اشارہ فرمایا کہ:۔

؎ جو دم غافل سو دم کافر سانوں مُرشد ایہہ پڑھایا ہُو
سُنیا سُخن گئیاں کُھل اکھاں اَساں چِت مولا ول لایا ہُو
کیتی جان حوالے رَبّ دے اَساں ایسا عشق کمایا ہُو
مَرن توں اَگے مر گئے باہو تاں مَطلب نوں پایا ہُو

حضرت عبداللہ کی وفات

میرے دوستو جب امام الانبیاء
حبیب کبریا مالک ارض وسما
اپنی والدہ ماجدہ کے بطن میں تشریف لاتے چھٹا مہینہ سرکار کی آمد کو ہے ۔
نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دادا جان حضرت عبدالمطلب کو بھی پتہ چل
گیا۔ اب سرکار کی ولادت کا وقت قریب آ رہا ہے تو جناب عبدالمطلب نے
اپنے بیٹے جناب عبداللہ کو فرمایا بیٹا تمہارے بچے اور ہمارے پوتے کی ولادت
کا وقت قریب آگیا ہے ۔ اُس ولادت پہ ہم نے پورے مکہ کی دعوت کرنی
ہے خوب جشن منانا ہے ، بیٹے کی ولادت پر پُرتکلف کھانا دینا ہے لہٰذا
تم ملک شام کی طرف جاؤ بہترین قسم کے پھل اور کھجوریں لے کر آؤ۔ تاکہ پہلے
سے اس کا انتظام کیا جائے ۔ حضرت عبداللہ نے عرض کی ٹھیک ہے بابا جان آپ
ایک قافلے کے ساتھ ملک شام کی طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت
پاک پر جشن میلاد کا سامان لینے کے لئے گئے ۔ ملک شام میں تجارت کی بہترین
قسم کے پھل کھجوریں خریدی ۔ واپس مکہ شریف کی طرف چل پڑے جب مدینہ
شریف کے قریب پہنچے تو آپ کی طبیعت خراب ہوگئی ۔ آپ بیمار ہوگئے
اور بڑے سخت بیمار ہوئے ۔ اپنے قافلے والوں سے فرمایا کہ آپ لوگ مکہ شریف
جائیں میرے والد مکرم کو بتا دینا یہ سامان بھی لیتے جاؤ اگر میں ٹھیک ہوگیا
تو انشاء اللہ مکہ پہنچ جاؤں گا نہیں جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا وہی ہوگا ۔
تمام قافلے والے مکہ شریف واپس پہنچ گئے ۔ حضرت عبداللہ مدینہ شریف
اپنے والد ماجد کے ننھیال میں تشریف لے گئے کیونکہ آپ کی دادی امّی
جان حضرت سلمیٰ کا میکہ مدینہ شریف میں تھا ۔ آپ وہاں ٹھہر گئے ۔ ایک مہینہ

تک بیمار رہے۔ بڑا علاج کیا، دوائیاں کیں لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ایک مہینہ بیمار رہنے کے بعد آپ کا وصال ہو گیا آپ فوت ہو گئے۔ آپ کو دفن کر دیا گیا۔ ادھر وہ قافلہ پہنچا جناب عبدالمطلب کو پتہ چلا کہ ملک شام سے قافلہ آ گیا آپ قافلے سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔ کیا دیکھا سارے مکّہ کے تاجر موجود ہیں۔ لیکن جناب عبداللہ موجود نہیں۔ آپ نے قافلے والوں سے پُوچھا۔ انہوں نے ساری بیماری کا واقعہ سنایا۔ حضرت عبدالمطلب بیقرار ہو گئے۔ آپ نے اپنے بیٹے حارث کو فرمایا کہ جاؤ جا کر بھائی کا پتہ کرو۔ اور اس کو ساتھ لے کر آؤ۔ جب حارث مدینہ شریف پہنچے بھائی کی وفات کی خبر سُنی تو روتے ہوئے واپس مکّہ میں تشریف لاتے۔ آبا جان کو بتایا جنابہ آمنہ کو بتایا میرے دوستو سوچو ایسی عورت کو کتنا صدمہ ہوتا ہے جس کا سہاگ پہلے بچّے کی ولادت سے پہلے ہی اُجڑ جائے مٹّی میں چلا جائے آغوشِ قبر ہو جائے یہ وہ عورت جانتی ہے یہ وہ بی بی جانتی ہے جس کے ساتھ یہ واقعہ گزرے جس کا ہنستا بستا گھر اُجڑ جائے اللہ اکبر۔

جب حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عبداللہ کی وفات کی خبر سُنی تو آنکھوں تلے اندھیرا آ گیا۔ ہوش اُڑ گئے پھر اب ہو بھی کیا سکتا تھا اب سیّدہ آمنہ آنسو بہانے کے علاوہ کر ہی کیا سکتی تھی وہ خالق مالک جو ہوا وہ اپنی مرضی کا مالک ہے جو چاہے کرے اُسے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں حتیٰ قیتو مر جو ہوا، بادشاہ جو ہوا، حضرت آمنہ نے حضرت عبداللہ کی وفات پر چند اشعار فرمائے۔ جس میں سے ایک شعر حاضرِ خدمت ہے۔

ے عَفَا جَانِبُ الْبَطْحَاءِ مِنِ ابْنِ هَاشِمٍ
وَجَاوَرَ لَحْداً خَارِجاً فِي الْغَمَاغِمِ

بطحا کی زمین مکہ کی زمین آلِ ہاشم (حضرت عبداللہ) سے خالی ہو گئی اور وہ کفن میں لپیٹے ہوئے اپنے گھر والوں سے بہت دُور قبر میں چلے گئے۔ جامع معجزات صہ۹۹-۲۹۸۔ المولود العروس صہ۱۲۔ طبقاتِ ابن سعد جلد اوّل صہ۱۰۱۔

کائنات رو پڑی

علاّمہ ابن جوزی محدّث کبیر علیہ الرحمۃ اپنی کتاب مولد العروس صہ۱۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ اِدھر سیّدہ آمنہ روئیں اُدھر جنگلوں میں جانور رو پڑے، پہاڑوں میں جنّات رو پڑے۔ مچھلیاں دریا میں رو پڑیں، فرشتے آسمانوں میں رو پڑے، کائنات کا ذرّہ ذرّہ رو پڑا۔ خالقِ کائنات نے فرمایا 'اے جنّات' اے حیوانات 'اے میرے ملائکہ کیا بات ہے تم روتے کیوں ہو؟ تمام کائنات بولی، اللہ تعالیٰ کے معصوم فرشتے بولے 'اے ربِّ کائنات' اے بے پرواہ مالک ابھی تیرا محبوب دنیا میں آیا نہیں' ابھی والدہ کے بطن پاک میں ہے کہ والد پچیس ۲۵ برس کے ہو کے فوت ہو گئے۔ سرکار کی والدہ کی عمر بمشکل سولہ ۱۶ برس ہے۔ تیرا حبیب، تیرا یار، تیرا محبوب، تیرا ماہی، تیرا پیارا پیدا ہونے سے پہلے ہی یتیم ہو گیا ہے۔ اب تیرے ماہی کا کیا بنے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سب خاموش ہو جاؤ یہ سب میری مرضی سے ہوا ہے۔ یہی میری تقدیر تھی۔ اگر والد فوت ہو گیا ہے تو کیا ہوا میں محبوب کا خالق جو ہمیشہ سے زندہ ہوں۔ ہمیشہ زندہ رہوں گا۔ اے میرے فرشتو جتنا مجھے اپنے

یارسے پیار ہے، اتنا پیار اس کی ماں آمنہ، باپ عبداللہ کو بھی نہیں ہوگا کوئی بات نہیں پریشان نہ ہو۔

اَنَا وَلِیُّہٗ اَنَا حَافِظُہٗ اَنَا نَاصِرُہٗ	میں خود اس کا مولا ہوں اس کی حفاظت کرنے والا ہوں، میں خود اس کا مددگار ہوں، جس کا میں مولا بن جاؤں حافظ و ناصر بن جاؤں، اس کو کوئی پرواہ ہے، کوئی ڈر ہے، کوئی خطرہ ہے۔

عرض کی مولا کریم نہیں فرمایا تم اس پریشانی کو چھوڑ دو اس غم کو چھوڑ دو اگر کچھ لینا چاہتے ہو، برکت حاصل کرنا چاہتے ہو تو میرے یار پر، میرے حبیب پر درود پڑھو، سلام پڑھو، سُبحان اللہ۔ مدارج النبوت۔ انوارِ محمدیہ سیرت حلبیہ۔ میرے دوستو گویا سرکار ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ ماں کے بطن شریف میں ہی یتیم ہو گئے۔ یتیم اس بچے کو کہتے ہیں جو بچپن ہی میں اپنے والد کے پیار سے، شفقت سے محروم ہو جائے ہمارے معاشرے میں اس بچہ کا کوئی مقام نہیں ہوتا۔ کوئی عزت نہیں ہوتی جس کا والد نہ ہو، جو یتیم ہو جو باپ کی محبت سے محروم ہو پھر وہ بچہ والد کے سہارے کے بغیر کسی وقت بھی اصل راستے سے بھٹک سکتا ہے۔ کیونکہ والدین ہی بچے کی تعلیم و تربیت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس لئے والد کا سہارا بچپن میں بہت اہم ہے پھر کیا وجہ ہے؟ کیا حکمت ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا سے محبوب ترین نبی کو، ساری کائنات سے محبوب رسول کو ساری مخلوق سے

زیادہ عزیز پیغمبر کو پیدا ہونے سے پہلے ہی یتیم کر دیا۔ والد کا سایہ اٹھا لیا؟

شانِ یتیمی کی حکمت

تو آیئے اس کی حکمت میں عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے یار کو ماں کے بطن میں یتیم کیوں کیا۔ اس کی پہلی حکمت یہ تھی، پہلی وجہ یہ تھی کہ یار کو اپنے محبوب کو دوسروں کے احسانات سے بچانے کے لئے یتیم کیا۔ اللہ تعالیٰ بتانا چاہتا تھا یہ میرا ہی، یہ میرا رسول اپنے رب کا احسان مند ہے اور کسی کا نہیں، اپنے خالق کا محتاج ہے اور کسی کا نہیں، اپنے مالک کا تربیت یافتہ ہے کسی اور کا نہیں۔ اگر ماں باپ دادا میرے آقا کی پرورش کرتے، سرکار کو پڑھاتے، سرکار کے ناز نخرے اٹھاتے تو قیامت کے دن ماں کہہ سکتی تھی باپ دعویٰ کر سکتا تھا، دادا اعلان کر سکتا تھا اے مالک الملک، اے خالقِ کُل ہم نے تیرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پرورش کر کے پڑھا کے اس کے ناز نخرے اٹھا کے، پال کے، جوان کر کے تیرے محبوب پہ احسان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پیدا ہونے سے پہلے محبوب کے والد کا سایہ اٹھا لیا۔ چھ سال کے ہوتے تو والدہ ماجدہ کی وفات ہو گئی۔ آٹھ برس کے ہوئے تو دادا بھی فوت ہو گئے۔ تاکہ نہ یہ رشتے رہیں گے نہ قیامت کو احسان جتلا سکیں گے۔ میرا محبوب کسی کا احسان لینے کے لئے نہیں جا رہا بلکہ ساری نسلِ انسانی کی طرف محسن بن کے تشریف لے جا رہا ہے۔ یہی بات کسی نے سیدنا و مولانا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھی کہ حضور کیا بات ہے سرکار پیدا نہیں ہوتے والد فوت ہو گئے۔ چھ سال کے ہوئے والدہ چلی گئی۔ آٹھ برس کے ہوتے دادا بھی جدائی دے گیا۔ میرے امام

مسکرا پڑے فرمایا بات یہ تھی کہ :-

اِنَّمَا یُتِّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِئَلَّا یَکُوْنَ عَلَیْہِ حَقٌّ لِّمَخْلُوْقٍ -

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے یتیم فرمایا تاکہ آپ پر کسی مخلوق کا (حتیٰ کہ والدین دادا کا بھی) آپ پر احسان نہ رہے
مواہب لدنیہ، خصائص کبریٰ جلد اص۷۲
سبل الہدیٰ جلد اوّل ص۳۹۹

اِسی بات کو کسی شاعر نے اپنے الفاظ میں یوں پیش کیا کہ :-

پیدا ہوتے تو باپ کا سایہ اٹھا لیا
بڑھنے لگے تو مادرِ و غم ہو گئے جُدا
چلنے لگے تو دادا عدم کو روانہ ہوا
ایک ایک سایہ یونہی اٹھتا چلا گیا
سائے پسند نہ آتے پروردگار کو
بے سایہ کر دیا اس بسایۂ دار کو!

دُوسری حکمت یہ تھی اپنے محبوب کو یتیم پیدا کرنے کی ۔ اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے وہ جانتا تھا میں نے قیامت تک لاکھوں کروڑوں بچوّں کو یتیم بنانا ہے ۔ اپنے محبوب کو یتیم بنایا تاکہ یار کے صدقے قیامت تک آنے والے یتیموں کی شان بلند ہو جائے، عظمت بلند ہو جائے ۔ لوگ یتیموں سے پیار کریں، رحم کریں، یتیموں کو جب اپنی یتیمی پر رونا آنے لگے تو میرے محبوب کی یتیمی کو یاد کر کے صبر کر جائیں کہ جب خالقِ کائنات

نے اپنے محبوب کو یتیم پیدا کیا تھا۔ تو ہم کون ہیں ہماری حیثیت کیا ہے۔

تیسری حکمت یہ تھی اگر سرکار کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ زندہ رہتے ان کی وفات نہ ہوتی تو آپ کے بھائی بہنیں اور بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پیدا ہوتے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو بھائی کر کے بلاتے۔ وہ سرکار کی برابری کا دعویٰ کرتے کہتے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جس باپ کے تم بیٹے ہو اسی کے ہم ہیں۔ جس ماں کے تم لخت جگر ہو اس کے ہم بھی لہٰذا ہم تم برابر ہیں پھر سرکار کی وہ شان وہ بے مثل حیثیت برقرار نہ رہتی۔ جس حیثیت پر اللہ تعالیٰ نے یار کو پیدا کیا تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے محبوب کو یتیم کر دیا۔ نہ ماں باپ ہوں گے نہ کوئی برابری کرنیوالا ہم مثل بننے والا پیدا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے تو برداشت نہ کیا کہ محبوب کی برابری کرنیوالا کوئی پیدا ہو۔ لیکن بدقسمتی سے کلمہ پڑھنے والا نبی کی ہم مثل بنا پھرتا ہے۔ نبی کا چھوٹا بھائی بنا پھرتا ہے۔ آپ حیران ہوں گے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کلمہ پڑھنے والا نبی کی مثل کیسے بن سکتا ہے۔ تو سنیئے مولوی اسماعیل وہابی دیوبندی اپنی رسوائے زمانہ کتاب تقویۃ الایمان ص۵۶ پر یہ عبارت لکھتے ہیں یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اُس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے۔ بندگی اس کو چاہیئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء، انبیاء امام اور امام زادے پیر اور شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو اُن کی فرمانبرداری کا حکم کیا ہے۔ ہم ان کے چھوٹے ہیں۔ تو سُن لو مولوی صاحب نبی کے چھوٹے بھائی بننے کا اعلان کر رہے ہیں۔ میرے دوستو!

اہلسنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے جو آدمی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا بڑا بھائی کہتا ہے وہ بہت بڑا گستاخ ہے۔ یہ سرکار کی بارگاہ میں بے ادبی ہے۔ سرکار ہمارے بڑے بھائی نہیں بلکہ ہمارے آقا ہیں، ہمارے مولا ہیں، ہمارے مالک ہیں، ہمارے حاکم سردار ہیں۔ یہی بات عاشقوں کے امام نے فرمائی کہ

؎ سرور کہوں کہ مالک و مولا کہوں تجھے
باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے
تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے آقا کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

یہی بات ایک غیور سنی نے یوں کہی کہ:۔

؎ اپنے جیہا نہ اوسنوں آکھ ملاں جس دی مثل کوئی نئیں مثال کوئی نئیں
اوہنوں حد بشریت وچہ قید کرنا جیہدے نور دا حد حساب کوئی نئیں
لگا رہویں تنقیص حضور اندر تیرے جیہا خانہ خراب کوئی نئیں
سڑدے رہناں حافظ نار حسد اندر ایہدے جیہا ہی سخت عذاب کوئی نئیں

ہاں تو عرض یہ کر رہا تھا کہ سرکار جب اپنی والدہ ماجدہ کے بطن میں تشریف لائے تو کرم ہی کرم ہو گیا۔ میرے آقا اپنی والدہ ماجدہ کے بطن میں نو ۹ ماہ تک قیام پذیر رہے۔ ہر مہینے جب بھی چاند چڑھتا تو اللہ تعالیٰ مخصوص فرشتوں کو فرماتا، اے میرے ملائکہ فرشتے عرض کرتے جی رب جلیل اللہ تعالیٰ فرماتا آسمانوں پر کھڑے ہو کر اعلان کر دو، صدا لگا دو کہ اے آسمانوں اور زمینوں

میں رہنے والی مخلوق تم سب کو خوشخبری ہو۔ عنقریب اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ابوالقاسم سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لانے والے ہیں۔ جن کے دم سے، جن کے صدقے سے، ساری کائنات میں بہار آئے گی ہر طرف ہر سو رحمت ہی رحمت ہو گی، برکت ہی برکت ہو گی، کرم ہی کرم ہو گا۔ النعمۃ الکبریٰ ص۲۴ ۔ یہی بات ایک عاشق نے یوں کہی:۔

ملائک آمنہ خاتون کو مژدہ سناتے ہیں
ابوالقاسم محمد مصطفےٰ تشریف لاتے ہیں
حبیب اللہ کی اُمُّ القریٰ میں آمد آمد ہے
شواہد قدرت حق کے خلائق کو دکھاتے ہیں
اگر کعبہ کی دیواریں کریں سجدہ عجب کیا ہے
کہ مصداق دعائے حضرت ابراہیم آتے ہیں
فرشتے منتظر تھے آمنہ خاتون کے گھر میں
کہ اب حضرت جمالِ حق نما اپنا دکھاتے ہیں
حرم سے تا بہ مُلک شام روشن ہے زمیں یکسر
کہ دارالملک جن کا شام ہے وہ شاہ آتے ہیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب حضرت آمنہ کے بطن میں تشریف لائے تو سیدہ آمنہ کو ہر مہینے اللہ تعالیٰ کے مقدس نبیوں نے بشارتیں اور مبارکباد یاں دیں۔

انبیاء علیہم السلام کی بشارتیں :۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی والدہ ماجدہ سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔
رجب شریف کا مہینہ تھا جب نور محمدی علیہ التحیۃ والثناء میرے بطن میں
تشریف لاتے جب مہینہ ختم ہوا رات کو میں اپنے بستر پر لیٹی آنکھ لگ
گئی عالم خواب میں میں نے کیا دیکھا۔

رَأَیْتُ رَجُلاً طَوِیْلاً	ایک مرد جس کا قد لمبا تھا۔

چہرے سے نور کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ جسم سے بڑی پیاری خوشبو آرہی تھی
اس کے انوار نے پورے میرے گھر کو منور کر دیا تھا۔ میرے پاس آیا اور آکر
کہنے لگا۔

فَقَالَ اَلْبُشْرٰی	اے آمنہ مبارک ہو خوشخبری ہو

میں نے کہا سرکار کس بات کی، انہوں نے کہا تجھے پتہ نہیں۔

فَقَدْ حَمَلْتِ بِسَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ	بے شک تو تمام رسولوں کے سردار سے حاملہ ہو چکی ہے۔

تمام رسولوں کا سردار تیرے بطن میں تشریف لا چکا ہے۔ پھر اس بزرگ
نے فرمایا۔

مَرْحَبًا مَرْحَبًا مَرْحَبًا یَا مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ	خوش رہو خوش آمدید، صد بار خوش آمدید اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت آمنہ فرماتی ہیں میں بڑی حیران ہوئی۔ مجھے پتہ نہیں میرے
پیٹ میں کیا بچی ہے یا بچہ یہ کون ہے جو میرے بطن سے دیکھ کر لڑکے
کی خوشخبریاں سنا رہا ہے۔ حضرت آمنہ نے پوچھا۔

مَنْ اَنْتَ ۔	حضورِ آپ کون ہیں ۔

کیا نام ہے ۔ آپ نے کیسے پہچان لیا ۔ میرے بطن میں لڑکا ہے یا لڑکی ' اس بزرگ نے جواب دیا بیٹی تو نے مجھے نہیں پہچانا میں کون ہوں ؟ عرض کیا نہیں ، فرمایا ۔

قَالَ اَنَا آدَمُ اَبُوالْبَشَرْ	میں آدم ہوں تمام نسلِ انسانی کا باپ ۔

سُبحان اللہ ! اس بات کو ایک شاعر نے یُوں پیش کیا کہ حضرت آدم علیہ السّلام نے گویا یوں فرمایا کہ :۔

؎ اوہ فرزند دِتّا رَبّ تینوں تے جو سردار رسُولاں
شاہی تاج مبارک جس نوں تے وچہ نبیاں مقبولاں
نام حبیب محمد سوہنا تے روشن دوہیں سرائیں
راج سلامت جس دا کلمہ تے روز قیامت تائیں

اسی بات کو دائم اقبال صاحب نے یُوں پیش کیا کہ :۔

؎ اللہ دے خاص محبوب دیاں تے دُھماں دُھمیاں زمین آسمان اُتے
اولیاء صدقے ' انبیاء صدقے لال آمنہ دے عالی شان اُتے !
جسم خاک افلاک تھیں پار جا کے تے سیراں کیتیاں عرش یزداں اُتے
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا دائم ساڈا عین ایمان قرآن اُتے

میرے دوستو ! یہاں غور فرمائیں ایک باریک نکتہ عرض کرتا ہوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہیں اپنے بطن میں اور حضرت آدم علیہ السّلام اس وقت تھے اپنے مزار میں کئی ہزار سال پہلے آپ کا وصال ہوا ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت

دیکھیئے آدم علیہ السلام اپنے مزار شریف سے نکل کر سیدہ آمنہ کے پاس تشریف لاتے ہیں اور سرکار کی آمد کی خوشخبری سناتے ہیں۔ حالانکہ قرآن یہ کہتا ہے۔

مَا تَدْرِیْ ۔	کوئی نہیں جانتا ۔
مَا فِی الْاَرْحَامِ ۔	ماں کے بطن میں کیا ہے ۔

لڑکی ہے یا لڑکا، نر ہے یا مادہ، بچی ہے یا بچہ، لیکن اللہ تعالیٰ کا نبی فرماتا ہے۔ آمنہ مبارک ہو تیرے بطن میں، تیرے پیٹ میں لڑکا ہے، بچہ ہے، بیٹا ہے اور بیٹا بھی کوئی معمولی نہیں، کوئی عام نہیں بلکہ تمام نبیوں کا سردار ہے پتہ چلا یہ کہ ماں کے بطن میں کیا ہے، لڑکا یا لڑکی، یہ قانون تیرے میرے لئے ہے یہ بات عوام کے لئے ہے۔ لیکن جو اللہ تعالےٰ کے مقدس رسول ہوتے ہیں نبی ہوتے ہیں، ولی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن سے کوئی چیز چھپاتا نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مقدس بندوں کی آنکھیں وہ آنکھیں ہیں جن آنکھوں کو خود میرا رب کریم اپنی آنکھ فرماتا ہے۔ صحیح بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے۔ میرے پاک پیغمبر نے فرمایا جو بندہ اللہ تعالیٰ کا مقبول ہو جاتا ہے۔ محبوب ہو جاتا ہے پیارا ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے ہاتھ خدا کے ہاتھ ہوتے ہیں۔ اس کے کان خدا کے کان ہوتے ہیں۔ اس کی آنکھیں خدا کی آنکھیں ہوتی ہیں۔ وہ مقدس بندہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا مظہر بن جاتا ہے۔ سبحان اللہ! میرے دوستو، ذرا سوچو جب آدم علیہ السلام کی نگاہ پاک کا یہ کمال ہے کہ وہ ماں کے بطن میں سے دیکھ رہے تھے کہ یہ لڑکا ہے اور لڑکا بھی وہ جو سب سے بلند شان والا ہے۔ ایمانداری سے بتانا جب نگاہ آدم علیہ السلام کا یہ کمال ہے تو نگاہِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا کیا کمال ہوگا۔ کیا وہ ماں کے بطن سے نہیں دیکھ

سکتے تھے کہ ماں کے بطن میں لڑکا ہے یا لڑکی دیکھ لیتے تھے ضرور دیکھ لیتے تھے صرف ایک حدیث پاک سنیئے اور ایمان تازہ کیجئے۔ امام المحدثین حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کون سیوطی جن کے بارے دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی ملفوظات یومیہ جلد ۷ ص ۱۲۲ میں لکھتے ہیں کہ بعض اہل اللہ ایسے بھی گزرے ہیں جن کو ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشاہدہ (زیارت) رہتا تھا۔ سیوطی علیہ الرحمۃ جب کوئی حدیث سنتے تو فوراً فرماتے یہ حدیث ہے اور یہ حدیث نہیں۔ کسی نے پوچھا آپ کو کیسے پتہ چل جاتا ہے۔ فرمایا میں حدیث سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرہ انور پہ نظر کرتا ہوں۔ اگر بشاش (خوش۔ مہکتا ہوا) پاتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ہے اگر منقبض (چہرے پر خوشی کا نہ ہونا) دیکھتا ہوں تو سمجھ جاتا ہوں کہ یہ حدیث نہیں ہے۔ پتہ چلا علامہ سیوطی نے ہر حدیث تحقیق کر کے لکھی وہ اپنی معرکۃ الآرا کتاب تاریخ الخلفاء ص ۷۹ میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دن اپنی چچی اُمِ فضل حضرت عباس کی بیوی سے ملے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت اُمِ فضل سے فرمایا۔

اِنَّكِ حَامِلٌ بِغُلَامٍ۔	اے چچی تیرے پیٹ میں ایک لڑکا ہے۔

جب یہ بچہ پیدا ہو تو اسے میرے پاس لے آنا عرض کی آقا ٹھیک ہے۔ حضرت اُمِ فضل نے کوئی اعتراض نہیں کیا آقا یہ غیب کی خبر ہے۔ ماں کے بطن میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ اللہ عزوجل ہی جانے آپ کو کیا پتہ۔ نا نا۔ بلکہ عرض کی ٹھیک ہے۔ حضرت اُمِ فضل فرماتی ہے مجھے یقین ہو گیا پیدا لڑکا ہی ہو گا۔

کیونکہ یہ میرے نبی کی زبان سے نکل چکا ہے اور جو بات میرے پیغمبر کے مُنہ سے نکلے وہ کبھی جھوٹی نہیں ہو سکتی کیونکہ میرا نبی اپنی مرضی سے نہیں بولتا۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے بولتا ہے۔

مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی۔ پ ۲۷	وہ نبی کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

یہی بات کسی نے یوں بیان کی کہ:۔

؎ تیرے مُنہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی
کہا جو دن کو کہ شب ہے تو رات ہو کے رہی

چند دنوں کے بعد حضرت اُمِّ فضل کے ہاں ایک چاند سا لڑکا پیدا ہوا۔ حضرت اُمِّ فضل فرماتی ہیں۔ مَیں وہ لڑکا لے کر سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اس بچّے کے دائیں کان میں اذان بائیں کان میں اقامت کہی اور اپنا لعابِ پاک اس بچّے کے مُنہ میں ڈالا۔ فرمایا چچّی، عرض کی جی آقا۔ فرمایا میں نے اس کا نام عبداللہ رکھا ہے۔ عرض کی بہت اچھا، فرمایا اَب اس خلفاء کے باپ کو لے جاؤ۔ حضرت اُمِّ فضل فرماتی ہیں میں بڑی حیران ہوئی۔ یہ سرکار نے کیا فرمایا۔ میں نے تحقیق نہیں کی، سو واپس گھر آئی۔ حضرت عباس کو بتایا کہ سرکار نے اس کا نام عبداللہ رکھا ہے اور فرمایا ہے یہ خلفاء کا باپ ہے لے جاؤ۔ حضرت عباس یہ بات سُن کر سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ عرض کی آقا آپ نے میرے بیٹے کو خلفاء کا باپ کیوں فرمایا ہے۔ ابھی جوان نہیں ہوا، شادی نہیں کی، اولاد نہیں یہ

خلفاء کا باپ کیسے بن گیا۔ میرے آقا مسکرا پڑے۔ مسکرا کر فرمایا۔ چچا جو میں کہہ رہا ہوں۔ بالکل یہ سچ ہے۔ عرض کی آقا میں جھوٹ تو نہیں کہتا پر اس کی تشریح فرما دیجئے۔ میرے نبی نے فرمایا چچا تو اس کا بچپن دیکھ رہا ہے۔ پر میں اس کی نسل دیکھ رہا ہوں۔ چچا اس کی نسل میں بڑے بڑے خلیفے پیدا ہوں گے جو زمین پر سلطنت کریں گے۔ چچا اس کی اولاد میں سفاح ہوگا۔ اس کی نسل میں سے امام مہدی ہوگا۔ اسی کی اولاد میں سے وہ آدمی بھی ہوگا جو قیامت کے قریب عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز ادا کرے گا۔ اللہ اکبر۔ قربان جاؤں نگاہ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر۔ میاں یہ تو دنیا ہے۔ جس کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ دنیا قلیل ہے یہ تو کچھ بھی نہیں جن نگاہوں سے خود خدا نہیں چھپا۔ جن نگاہوں سے خالق نہیں چھپا ان نگاہوں سے مخلوق کیسے چھپ سکتی ہے۔ ان نگاہوں سے یہ زمین و آسمان کیسے چھپ سکتے ہیں۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ:۔

ے سارے غیب اوہ جانے سوہنا تے اوہنوں دو عالم دیاں خبراں
ساڈے دل دیاں تفسیراں دیاں اوہدی نظر جیہ زیراں زبراں
اوہ ہے شاناں والا سوہنا کی خبر ہوندے بے خبراں
خبر ہوندے گی فیر نیازی جدوں جاون گے وچہ قبراں

تو عرض یہ کر رہا تھا جب پہلا مہینہ تھا نورِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو والدہ کے بطن پاک میں تو سیدنا آدم علیہ السلام نے آکر مبارک دی اور چلے گئے۔ جب دوسرا مہینہ آیا تو اسی طرح کا ایک مقدس انسان حضرت آمنہ کے پاس تشریف لائے اور آتے ہی کہا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا

رَسُوْلَ اللّٰہ ۔ اے اللہ تعالیٰ کے مقدس رسول آپ پر میرا سلام ہو پھر اس آنے والے نے فرمایا، اے آمنہ آپ کو اوّلین اور آخرین کے سردار کی آمد پر مبارک ہو، آپ کے بطن میں تمام کائنات کا سردار تشریف لا چکا ہے ۔ آپ صاحبِ تاویل اور صاحبِ حدیث کی والدہ ماجدہ بننے والی ہیں حضرت آمنہ فرماتی ہیں :۔

فَقُلْتُ لَہٗ، مَنْ اَنْتَ ۔ | میں نے اُس مقدس ہستی سے سوال کیا ۔ آپ کون ہیں ۔ تو اس نے آگے سے جواب دیا ۔

قَالَ شِیْثٌ عَلَیْہِ السَّلَامُ | کہ میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں میرا نام شیث علیہ السلام ہے ۔

اسی بات کو ایک شاعر نے یوں الفاظ میں بیان کیا کہ آپ نے فرمایا۔

ے اوّل آخر سب نبیاں دا تے ہے سردار توں جایا
ایسا رتبہ کسے نہ عورت تے رب اپنے توں پایا

حضرت سیّدہ آمنہ فرماتی ہیں جب تیسرا مہینہ آیا تو ایک اور مقدس ہستی میرے پاس تشریف لائی ۔ انہوں نے بھی مجھے مبارک دی اور فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ ۔ اے اللہ عزّ و جل کے نبی آپ پر سلام ہو ۔ میں نے پوچھا حضور آپ کون ہیں ۔ فرمایا میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں ، میرا نام ادریس علیہ السلام ہے ۔ میں تمہیں تمام نبیوں کے رئیس تمام نبیوں کے امیر کی بشارت دینے آیا ہوں ۔ پھر چوتھا مہینہ آیا تو ایک عظیم ہستی میرے پاس تشریف لائی آکر یوں فرمایا ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

اے اللہ عزوجل کے حبیب آپ پر سلام ہو۔ پھر فرمایا۔ اے آمنہ آپ کو فاتح اور ناصر نبی کی آمد پہ مبارک ہو میں نے پوچھا حضور آپ کون ہیں۔ آپ کا نام کیا ہے۔ فرمایا میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں میرا نام نوح علیہ السلام ہے۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں۔ پھر پانچواں مہینہ آیا تو ایک مقدس انسان میرے پاس تشریف لاتے اور میرے پاس کھڑے ہو کر فرمایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَفْوَۃَ اللّٰہِ۔ اے اللہ تعالیٰ کے دوست آپ پر سلام ہو، پھر فرمایا اے آمنہ آپ کو مبارک آپ اس مقدس رسول کی ماں بننے والی ہیں جو محبوب خدا ہے، امام الانبیاء ہے اور شفاعت کبریٰ کا حقدار ہے۔ میں نے پوچھا حضور آپ کون ہیں۔ فرمایا میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں میرا نام ہُود علیہ السلام ہے۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں۔ پھر چھٹا مہینہ آگیا تو پھر کسی نے خواب میں آکر میرے پاس کھڑے ہو کر یوں کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَحْمَۃَ اللّٰہِ، اے رحمت خداوندی آپ پر میرا سلام ہو پھر اس بزرگ نے فرمایا، آمنہ تمہیں مبارک ہو تو عزت والے نبی کی ماں بننے والی ہے۔ میں نے پوچھا حضور آپ کون ہیں فرمایا اللہ کا نبی ہوں میرا نام ابراہیم علیہ السلام ہے۔ اللہ اکبر۔ حضرت سیدہ آمنہ فرماتی ہیں۔ جب ساتواں مہینہ آیا تو ایک مقدس بزرگ میرے پاس تشریف لاتے اور آتے ہیں فرمایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنِ اصْطَفَاہُ اللّٰہِ۔ اے اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے محبوب آپ پر سلام ہو، پھر اس بزرگ نے فرمایا، اے آمنہ آپ کو مبارک ہو آپ بردبار تحمل مزاج اور حسن وجمال کے شہنشاہ کی والدہ بننے والی

ہیں حضرت آمنہ فرماتی ہیں میں نے پوچھا سرکار آپ کون ہیں۔ مجھے مبارکبادیاں پیش کرنے والے فرمایا۔ اَنَا اِسْمَاعِیْلُ میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں میرا نام اسماعیل علیہ السلام ہے۔ حضرت سیدہ آمنہ فرماتی ہیں۔ پھر آٹھواں مہینہ چڑا تو خواب میں مجھے ایک نورانی بزرگ کی زیارت ہوئی۔ اس نے میرے پاس آکر سب سے پہلے یوں فرمایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ اے ساری مخلوق سے بہتر آپ پر میرا سلام ہو۔ پھر اس بزرگ نے فرمایا اے آمنہ آپ کو مبارک، حضرت آمنہ نے فرمایا کس بات کی آنے والے بزرگ نے فرمایا کہ آپ صاحب قرآن کی ماں بننے والی ہیں۔ حضرت آمنہ نے پوچھا حضور آپ کون ہیں مجھے مبارک دینے والے، فرمایا میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ میرا نام موسیٰ علیہ السلام ہے۔ سبحان اللہ قربان جاؤں آمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ابھی دنیا میں جلوہ گر نہیں ہوتے۔ دنیا میں قدم انور نہیں رکھا۔ جلیل القدر نبی پہلے ہی سیدہ آمنہ کو مبارکبادیاں پیش فرما رہے ہیں۔ سلام اس مقدس مطہر منورہ ماں کے جن کو عظمتوں والے، عزتوں والے نبی بشارتیں دیتے رہے، مبارکبادیاں دیتے رہے، نثار جاؤں اس اپنے جانی نبی، محبوب نبی پر مقدس رسول پر جس پر اللہ تعالیٰ کے چنے ہوتے پیغمبر سلام بھیجتے رہے۔ دائم صاحب اسی طرف اشارہ کرتے ہوتے یوں بولے کہ:۔

~ حق برحق رسول عربی چن تارے سلامیاں دین آتے
عیسیٰ موسیٰ سلیمان یعقوب یوسف وارد واری سلامیاں دین آتے
احمد روح تخلیق تصدیق کر کے یار پیارے سلامیاں دین آتے
عرشی فرشی درود سلام پڑھدے دائم فرشتے سلامیاں دین آتے

حضرت سیدہ آمنہ فرماتی ہیں۔ جب نواں مہینہ طلوع ہوا تو عالمِ خواب میں ایک اور بزرگ تشریف لاتے اور آتے ہی یوں کہا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَاتَمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اے سلسلہ نبوت کو ختم کرنیوالے، اے خاتم المرسلین آپ پر سلام ہو، پھر اس بزرگ نے فرمایا، اے آمنہ تمہیں مبارک ہو تیری گودی میں خاتم النبیین رسول تشریف لانے والے ہیں۔ جس کی برکت سے تیری تمام تکالیف، تمام مصیبتیں، تمام پریشانیاں، سارے دکھ درد دُور ہو جائیں گے۔

۵ ہوسی اُس تے ختم نبوّت تے پاک قرآن نساوے
اِس توں پچھے دنیا اندر تے کوئی ہور نبی نہ آوے
جس دا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم عربی تے روشن دوہیں جہانیں
آگیا فضلوں شکم تیرے وچہ تے سوہنا بچن نورانی

مولدالعروس ص۶۵، نزہتہ المجالس جلد ۲ ص۱۹۰، جامع معجزات ص۲۹۹۔۳۰۲ النعمتہ الکبری ص۴۷۔۴۸۔ غرضیکہ یکم رجب شریف سے لے کر ربیع الاوّل شریف تک ہر مہینے میں حضرت آمنہ کو کسی نہ کسی مقدس نبی کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا رہا۔

حضرت سیدہ آمنہ کا مقام

حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ سرکار میرے بطن میں تشریف فرما ہیں۔ آٹھواں مہینہ ہے۔ شام کے وقت میں گھر سے نکلی، چلتی چلتی میں حرم پاک میں آئی اور آکر کعبہ کا طواف کرنا شروع کر دیا۔ جب میں طوافِ کعبہ سے

فارغ ہوئی تو میں نے کیا دیکھا۔ کعبہ نے میرا طواف کرنا شروع کر دیا ہے میں بڑی حیران ہوئی۔ میں نے کعبہ کو مخاطب کر کے کہا۔ اے کعبہ کیا بات ہے، ساری دنیا تیرا طواف کرے، ساری مخلوق تیرے چکر لگاتے، ساری نسلِ انسانیت تیرے پھیرے لگاتے تو میرا طواف کر رہا ہے۔ میرے پھیرے لگا رہا ہے۔ کعبہ سے آواز آئی بی بی! بے شک ساری دنیا کا کعبہ میں ہوں۔ نبیوں کا کعبہ میں ہوں رسالے نبیوں کے صحابہ کا کعبہ میں ہوں۔ ولیوں کا کعبہ میں ہوں۔ غوثوں قطبوں کا کعبہ میں ہوں۔ ابدالوں کا اوتاروں کا کعبہ میں ہوں۔ مومنوں کا کعبہ میں ہوں۔ پر میرا کعبہ وہ بچہ ہے جو تیرے بطن پاک میں جلوہ فرما ہے سبحان اللہ! عظمتِ نبی پہ قربان شان مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نثار جن کے صدقے سے جن کی برکت سے کعبہ بھی سیدہ آمنہ کے پھیرے لگا رہا ہے۔ چکر کاٹ رہا ہے طواف کر رہا ہے، ہو سکتا ہے کوئی عقل پرست کوئی معترض اعتراض کرے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پتھر بے جان، دیواریں بے جان، کیسے چلیں، کیسے حضرت آمنہ کا چکر کاٹا کیسے پھیرے لگاتے۔ میرے دوستو بے شک پتھر بے جان، دیواریں بے جان پہ وہ ربِ عزّوجل جو پتھروں سے محبوب کے کلمے پڑھوا سکتا ہے۔ کنکریوں سے شہادت دلوا سکتا ہے۔ درختوں سے یار کی رسالت کی گواہیاں دلوا سکتا ہے۔ وہ خالق وہ مالک وہ قادر کعبہ شریف کی بے جان دیواروں سے بے جان پتھروں سے محبوب کی ماں کے ارد گرد پھیرے بھی دلوا سکتا ہے۔ پر یہ بات وہ مانے جو محبت والا ہو عشق والا ہو، آنکھ والا ہو،

کیونکہ،

؎ آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
اے دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے!

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی والدہ ماجدہ کا تو بڑا مقام ہے۔ بڑی شان ہے ہوئی جو ربّ عزّ وجل کے یار کی ماں آیئے ہم سرکار کے غلاموں کی شان کا ایک واقعہ سناتے ہیں۔ سنو گے ایمان تازہ ہو جائے گا۔ امام الاولیاء حضرت سیدنا ابراہیم ابن ادھم بلخی علیہ الرحمتہ بہت بڑے بادشاہ تھے۔ علاقہ بلخ کی سلطنت آپ کے پاس تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ آپ بلخ کی بادشاہی چھوڑ کر ولایت کی سلطنت میں آجائیں آپ نے سلطنت چھوڑ دی بادشاہت کو اللہ تعالیٰ کی محبت پہ قربان کر دیا۔ پھر جنگلوں میں غاروں میں کئی سال تک اللہ تعالیٰ کی ریاضت عبادت میں لگے رہے۔ امام سفیان ثوری کے مرید بن گئے۔ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمتہ جیسے زمانے کے امام آپ کو سیدنا اے ہمارے سردار کر کے بلاتے تھے۔ آپ ایک غار میں نو۹ سال تک عبادت کرتے رہے۔ نو۹ سال کے بعد خیال آیا اب مکّہ شریف جا کر خانہ کعبہ شریف کی زیارت کرنی چاہیئے۔ چل پڑے کیسے چلے۔ میرے دوستو! میں اور آپ حج پہ جائیں تو بحری جہاز، ہوائی جہاز، موٹروں، کاروں، بسوں کے ذریعے جائیں۔ لیکن حضرت ابراہیم کے چلنے پہ قربان، آپ جب چلے تو ہر قدم پہ دو رکعت نفل پڑھ کر چلے صرف ایک بار نہیں بلکہ بلخ سے لے کر کعبہ شریف تک جتنے قدم رکھے اتنے ہی نفل پڑھے، سوچیئے کتنے نفل پڑھے ہوں گے۔ لاکھوں کروڑوں اربوں چودہ سال کے بعد آپ مکّہ شریف پہنچے۔ لیکن جب آپ حرم پاک میں پہنچے

مسجد حرام میں پہنچے تو کیا دیکھا وہاں کعبہ شریف ہے ہی نہیں، خانہ کعبہ غائب ہے۔

میرے دوستو! یہاں یہ سوال پیدا ہوگا۔ جب کعبہ نہیں تھا تو لوگ طواف کس کا کر رہے تھے۔ یاد رکھو! یہ چیزیں مجھے اور آپ کو نظر نہیں آتی۔ اللہ پاک نے جس کو یہ منظر دکھانا ہو اُسی کو دکھاتا ہے۔ حضرت ابراہیم بڑے حیران ہوتے کہ کعبہ کہاں ہے۔ پھر سر آسمان کی طرف کیا اور کہا اے ربِّ لم یزل، اے بے نیاز تیرا کعبہ نظر نہیں آرہا کدھر ہے۔ ہاتف غیبی سے آواز آئی۔ اے ابراہیم تھوڑی دیر صبر کرو ابھی کعبہ اپنی جگہ پہ آجاتا ہے عرض کی مولا کریم پردہ کیا کہاں ہے۔ آواز آئی ابراہیم کعبہ ہماری ایک بوڑھی ضعیفہ بندی کی زیارت کرنے گیا ہے۔ حضرت ابراہیم یہ سُن کر اور حیران ہو گئے مولا کریم پردہ کون ہے، ضعیفہ وہ کون ہے، بوڑھی وہ کون ہے تیری بندی جس کی زیارت کے لئے تیرے کعبہ کو بھی چل کر جانا پڑا۔ فرمایا دیکھنا ہے تو تم بھی جاؤ دیکھو وہ کون ہے۔ حضرت ابراہیم دوڑے جنگل میں پہنچے تو کیا دیکھا حضرت رابعہ بصری علیہ الرحمۃ جنگل میں بیٹھی ہیں اور کعبہ ان کے ارد گرد چکر لگا رہا ہے۔ رابعہ بصری کا طواف کر رہا ہے۔ حضرت ابراہیم جلال میں آگئے فرمایا رابعہ، فرمایا ابراہیم کیا بات ہے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا تم نے یہ کیا تماشہ بنا رکھا ہے۔ تم نے یہ کیا ہنگامہ بنا رکھا ہے۔ تم نے یہ کیا شور مچا رکھا ہے۔ سارے لوگ حرم میں اس کے منتظر ہیں اور تم یہاں کعبہ سے طواف کرا رہی ہو حضرت رابعہ بصری بھی جلال میں آگئیں۔ فرمایا شور میں نے نہیں مچایا۔ شور تو تم نے مچا دیا ہے لوگ کہہ رہے ہیں دیکھو ابراہیم ہر قدم پہ دو نفل پڑھتا ہوا،

چودہ سال میں کعبہ کے پاس پہنچا ہے۔ ابراہیم دیکھ لو تم چودہ برس میں آتے ہو لیکن پھر بھی کعبہ کی زیارت سے محروم رہے۔ لیکن ہم مکہ پہنچے نہیں لیکن دیکھ لو کعبہ خود چل کر ہمارے پھیرے لگا رہا ہے۔ حضرت ابراہیم کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ فرمایا رابعہ اس کی کیا وجہ ہے میں کعبہ دیکھ نہیں سکا۔ لیکن تیرا کعبہ طواف کر رہا ہے۔ فرمایا تیری میری نیت میں فرق ہے۔ تو جب چلا تھا تو تیرا ارادہ تھا میں کعبہ دیکھوں گا تو کعبہ دیکھ لو۔ لیکن جب میں بصرے سے چلی تھی یہ ارادہ لے کے چلی تھی مولا کریم ساری دنیا کعبہ دیکھنے آرہی ہے۔ میں نے کعبہ نہیں دیکھنا بلکہ میں نے کعبہ کے خالق کو، کعبہ کے مالک کو دیکھنا ہے۔ یا اللہ عزوجل میں نے تیری دید کرنی ہے۔ سبحان اللہ۔ انیس الارواح ص۳۴-۳۳۔ مصنف خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ۔ اسرار الاولیاء ص۱۷۳-۱۷۲ ملفوظات خواجہ شیخ فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمۃ۔

ایک دن خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ اجمیر شریف ہندوستان میں اپنے مریدوں کے پاس تشریف فرما ہیں۔ سلسلہ کلام ہو رہا ہے۔ سارے مریدین زیارت سے مشرف ہو رہے ہیں۔ دورانِ گفتگو خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ مدت ہوگئی ہے میں خانہ کعبہ کا طواف کرتا تھا۔ لیکن اب حالت یہ ہے کہ کعبہ میرے گرد طواف کرتا ہے۔ دلیل العارفین ص۱۹۰۔ مصنف خواجہ خواجگان خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ ہو سکتا ہے کوئی خواجہ کا منکر اس بات کا انکار کر دے ہم نہیں مانتے جی ہمیں کوئی معتبر کتاب کا حوالہ دو تو سنیئے علامہ شامی علیہ الرحمۃ درمختار جلد اوّل ص۲۶۳ میں فرماتے ہیں۔ یہ علامہ شامی کون ہے جس

کو تمام سُنّی حنفی دیوبندی مانتے ہیں۔ اسی کتاب سے فتوے دیتے ہیں علامہ شامی فرماتے ہیں۔ کسی نے مفتی جن و انس حضرت علامہ امام نسفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ حضور کیا کعبہ اولیاء اللہ کی زیارت کے لئے اپنا مقام چھوڑ کر جا سکتا ہے۔ کیا یہ کہنا شرعاً جائز ہے امام نسفی نے فرمایا۔

خَرْقُ الْعَادَةِ عَلٰی سَبِیْلِ الْکَرَامَةِ لِاَھْلِ الْوِلَایَةِ جَائِزٌ عِنْدَ اَھْلِ السُّنَّةِ۔	خرقِ عادت یعنی کرامت کے طور پر اولیاء اللہ کے لئے یہ بات اہلسنّت کے نزدیک جائز ہے۔

آگے فرماتے ہیں اگر کعبہ ولی اللہ کی زیارت کے لئے چلا جائے تو کوئی بات نہیں۔ فضا اور سمت تو اپنی جگہ موجود ہے کعبہ نام ہے فضا کا اور سمت سجدہ کعبہ کو نہیں بلکہ خالق کائنات کو کیا جاتا ہے۔ درمختار جلد ۲ صفحہ ۲۹ جلد ۲ صفحہ ۸۶۷۔

میرے دوستو! پتہ چلا کعبہ شریف نے رابعہ بصری کے طواف کئے چکر کاٹے پھیرے لگائے، سوچو غور کرو ایمان کی نگاہ سے توجہ کرو اگر رابعہ بصری کے کعبہ پھیرے لگا سکتا ہے، طواف کر سکتا ہے تو کیا امام الانبیاء محبوب کبریا سدرہ کے راہی، اللہ عزوجل کے ماہی کی ماں کا طواف نہیں کر سکتا۔ اللہ اکبر حضرت سیدہ آمنہ فرماتی ہیں۔ جب میں کعبہ شریف کا طواف کر کے گھر کی طرف چلی تو جو جانور مجھے دیکھتا مجھے مبارکبادیاں، جو پتھر دیکھتا خوشخبریاں دیتا۔

ربیع الاوّل کی بارہ راتیں

سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ آمنہ فرماتی ہیں۔ جب ربیع الاوّل شریف کا چاند طلوع ہوا پہلی شب تھی۔ میرے لختِ جگر کی ولادت کا وقت نزدیک آ پہنچا تھا۔ یکم ربیع الاوّل کی شب میں نے بڑی خوشی اور عجیب کیف و سرور کے ساتھ گزاری۔ حالانکہ صاحبِ اولاد جانتے ہیں۔ جوں جوں بچے کی ولادت کا وقت قریب آتا ہے۔ عورت شدّت درد سے بے چین ہو جاتی ہے۔ بعض کمزور عورتیں بیہوش تک ہو جاتی ہیں۔ اور ایسی حالت میں ہر عورت بڑی بیتابی سے کہتی ہے یا اللہ عزّوجل جلدی مجھے اس تکلیف سے اس پریشانی سے نجات عطا فرما لیکن قربان جاؤں آمدِ مصطفٰی علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر جوں جوں ولادت کے دن نزدیک آرہے ہیں۔ اپنی امّی جان کو تکلیف نہیں دے رہے۔ بلکہ خالقِ کائنات کی عطا سے خوشیاں ہی خوشیاں، راحت ہی راحت عطا فرما رہے ہیں۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں جب ربیع الاوّل شریف کی دوسری رات آئی میں سوئی مجھے پوری رات آسمانوں کے فرشتے مبارکبادیاں دیتے رہے اور میرے دل کے ٹکڑے کی آمد کی بشارتیں دیتے رہے دن گزر گیا۔ تیسری شب آئی میں اپنے بستر پر سوئی آنکھیں بند ہوگئیں لیکن دل کی آنکھیں کھل گئیں۔ عالمِ خواب میں خود خالقِ کائنات خود مالک زمین و آسمان نے مجھے فرمایا۔ اے آمنہ آپ کو مبارک ہو۔ آپ کے بطن میں میرا وہ محبوب، میرا وہ حبیب، میرا وہ پیارا رسول تشریف لاچکا ہے جو کما حقّہٗ جو پورے طریقے سے ہماری

نعمتوں، ہمارے احسانات کا، ہماری عطاؤں کا، مہربانیوں کا شکر ادا کرے گا۔
سبحان اللہ۔

میرے دوستو! آپ قرآن پڑھیں، احادیث مبارکہ دیکھیں، سیرت کی کتابیں کھولیں۔ کہیں یہ بات موجود نہیں کہ کوئی انسان، کوئی فرشتہ، کوئی فرد اللہ تعالیٰ کے احسانات کا کماحقہٗ دنیا میں شکر ادا کر سکتا ہو۔ لیکن واہ رے کملی والیا تیری عظمت کو سلام تو وہ اللہ تعالیٰ کا پیارا نبی ہے جو خالق کائنات کی عطاؤں کا شکر ادا کر کے دنیا سے گیا۔ اسی واسطے تو جناب مقصود صاحب نے یہ بات کہی کہ؎

سے ساریاں حمداں سب ثناواں نے میرے سوہنے رب جلی نوں
صبح سویرے کھڑناں دتیاں تے جس نے کلی کلی نوں
جے توں راہ اللہ دا لبھناں تے مل پوہ پاک نبی نوں
چھڈ مقصود ناں دیوے کدھرے تے یار دی پاک گلی نوں

حضرت آمنہ فرماتی ہیں رات ختم ہو گئی دن چڑھ آیا، پھر شام ہوئی رات آئی میں حسبِ معمول بستر پر لیٹی لیکن خدا گواہ ہے میں مکے میں لیٹی لیٹی ساری رات آسمان کے فرشتوں کی تسبیح سنتی رہی کہ فرشتے کیسے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کر رہے ہیں۔

میرے دوستو! کہاں مکہ کہاں آسمانوں کی بلندیاں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیاری امی جان کی سماعت کا یہ عالم ہے تو حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سماعت کا کیا عالم ہو گا۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امی جان اللہ تعالیٰ کی عطا سے مکہ شریف میں لیٹے لیٹے آسمانوں سے فرشتوں

کی تسبیح کی آواز سن سکتی ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ کا محبوب اللہ تعالیٰ کی عطا سے مدینہ پاک میں جلوہ فرما کر پوری امت کی آوازیں نہیں سن سکتے۔ اہلسنت وجماعت کا ایمان ہے سن سکتے ہیں۔ ایک حدیث پاک سنیئے انشاء اللہ ایمان والوں کا ایمان تازہ ہو جائے گا۔ جن کے سینوں میں ایمان ہے ہی نہیں ان کا میں ذمہ دار نہیں۔ حضور اکرم نور مجسم سرکار مدینہ سرور قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے چچا سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جب سرکار کے صحابی بنے کلمہ پڑھ کے اسلام قبول کر لیا تو اسلام قبول کرنے کے بعد ایک دن حضرت عباس سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے کوئی بات نہیں کی۔ کوئی مسئلہ نہیں پوچھا بس چہرہ والضحیٰ وجہ اللہ کے نوری مکھڑے کی زیارت کرتے رہے سرکار نے جب اپنے چچا جان کو اس طرح بغور دیکھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو میرے نبی نے فرمایا۔

يَا عَمُّ هَلْ لَكَ حَاجَةٌ	اے چچا جان کیا بات ہے آج اس طرح کیوں غور سے دیکھ رہے ہو۔

کوئی بات ہے تو پوچھو، حضرت عباس نے عرض کی آقا اگرچہ میں نے کلمہ آپ کا اب پڑھا ہے۔ لیکن میں آپ کی ذات سے، آپ کی شخصیت سے اس وقت سے متاثر ہوں۔ جب آپ کی عمر شریف صرف چالیس دن کی تھی۔ فرمایا وہ کیسے عرض کی حضور ایک رات چاندنی پورے جوبن پر تھا میں کسی کام کے لئے آپ کے گھر حاضر ہوا کیا دیکھا کہ آپ چاند سے باتیں کر رہے ہیں اور وہ آپ سے کر رہا ہے۔ لیکن میں آپ دونوں کی بولی، آپ دونوں کی گفتگو نہیں سمجھ سکا۔ آپ کیا فرما رہے ہیں اور وہ آپ کو کیا جواب دے رہا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسکرا پڑے۔ فرمایا چچا جان چلو اس وقت نہیں سمجھے تھے تو اب میں آپ کو سمجھائے دیتا ہوں۔ عرض کی ضرور، فرمایا چچا جان اس رات میری والدہ ماجدہ تھکی ہوئی تھی۔ مجھے انہوں نے پنگھوڑے میں ایک کپڑے سے باندھ دیا تھا تاکہ میں نیچے زمین پر نہ گر پڑوں وہ سو گئیں۔ میرے جسم کو تھکاوٹ کی وجہ سے تکلیف ہوئی میرا ارادہ بنا کہ میں رو پڑوں۔ اللہ تعالیٰ نے چاند سے فرمایا، اے چاند عرض کی جی رب جلیل فرمایا خیال کر میرے یار کو باتوں میں لگا لے اسے رونے نہ دینا اگر یہ رو پڑا اس کے آنسوؤں کے معصوم قطرے زمین پر گر پڑے تو قیامت تک زمین سے کوئی سبزہ پیدا نہیں ہوگا۔ اس وجہ سے چاند مجھے بہلا رہا تھا کہہ رہا تھا سرکار رونا نہیں۔ وہ مجھے دلاسے دے رہا تھا میں نے رونے کا ارادہ ترک کر دیا چاند سے باتیں کرنے لگا۔ حضرت عباس نے جب سرکار کی بات سنی تو زبان سے پکار اٹھے اللہ اکبر۔ حضرت عباس فرماتے ہیں، میں نے سرکار سے عرض کی حضور آگے میں نے ایک اور منظر بھی دیکھا فرمایا کون سا کہا آقا جدھر جدھر آپ کی انگلی جاتی ہے۔ چاند بھی ادھر ادھر مڑتا جاتا ہے۔ سبحان اللہ۔ اعلیحضرت امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلی علیہ الرحمہ اسی حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

اعلیحضرت اسی بات کو مزید کھول کے بیان کرتے ہیں کہ سرکار چاند سے کیوں کھیلتے تھے۔ فرماتے ہیں۔

سہ کھیلتے تھے چاند سے بچپن میں آقا اس لئے
یہ سراپا نور تھے وہ تھا کھلونا نور تھا

ہم ہیں مٹی کے ہمارے کھلونے بھی مٹی کے 'سٹیل کے' لوہے کے' لیکن میرے آقا تھے نور کے پیکر' اس لئے اللہ تعالیٰ نے یار کا کھلونا بھی نور کا بنایا حضرت عباس یہ بات کر کے جواب سُن کے گھر کی طرف جانے لگے تو میرے پاک نبی نے فرمایا' چچا عرض کی جی حضور فرمایا یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ میں تمہیں اس سے بھی پہلے کی باتیں نہ بتاؤں عرض کی حضور ضرور بتائیے۔ فرمایا یہ باتیں اس وقت کی ہیں جب میں پیدا نہیں ہوا تھا اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے بطن پاک میں تھا۔ سرکار نے فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ	مجھے قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔
لَقَدْ کُنْتُ اَسْمَعُ صَرِیْرَ الْقَلَمِ عَلَی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ	میں ماں کے بطن میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے قلمِ قدرت کی آواز سُنتا تھا۔ جب وہ لوح محفوظ پر چلتی تھی۔

جب چاند اور فرشتے عرش اعظم کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تو میں ان کی تسبیح کی آواز ماں کے پیٹ میں سنتا تھا۔ سبحان اللہ۔ خائص کبری اوّل صفحہ ۱۴۷ نزہتہ المجالس دوم ماثبت بالسنہ صفحہ ۸۸۔ تفسیر مظہری پ ۱۸ صفحہ ۳۴۴۔ مجموعۃ الفتاوی جلد دوم مواہب لدنیہ اوّل صفحہ ۱۶۴۔ شواہد النبوۃ صفحہ ۶۸۔ معارج النبوت دوم صفحہ ۱۲۳-۱۲۲۔

میرے دوستو! ذرا انصاف سے، ذرا ایمان سے، بتانا وہ نبی جو ولادت سے پہلے عرش عظیم سے قلم کے چلنے کی آواز، چاند کے سجدے کی آواز، فرشتوں کی تسبیح کی آواز سن لیتا تھا کیا وہ نبی ولادت کے بعد آج روضہ انور میں زندہ سلامت، ہمارے درود و سلام کی آوازیں نہیں سُن سکتا، ضرور سنتا ہے، سُنتا رہے گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں دور سے آواز سننا یہ اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ نبیوں ولیوں کا نہیں، جو ایسا عقیدہ رکھے وہ مشرک ہے۔

میرے دوستو! ان نادانوں سے، ان توحید کے ٹھیکیداروں سے پوچھو سوال کرو کہ اللہ تعالیٰ دور ہے یا نزدیک اگر کہے دُور ہے تو کافر کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بارے فرماتا ہے۔

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (قرآن) | میں خدا عزوجل ہر بندے کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب۔

کہیں فرمایا میں پکارنے والے کی پکار سے بھی زیادہ قریب ہوں، جب وہ ہمارے اتنے قریب ہے تو پھر دور سے سننا اس کا کمال تو نہ ہوا۔ کیونکہ جب وہ دور ہے نہیں نبی ولی ہم سے دور ہیں وہ ہماری آوازیں اللہ تعالیٰ کی عطا سے سُنیں تو پھر کمال ہے۔ نبیوں ولیوں کا یہ کمال حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا ہی کمال ہے کہ اس نے اپنے محبوبوں کو یہ قوتیں، یہ طاقتیں عطا فرماتی ہیں تو بات کہاں سے نکلی تھی۔ سرکار کی والدہ فرماتی، جب ربیع الاوّل کی چوتھی رات آئی تو میں نے آسمان کے ملائکہ کی تسبیح سُنی چاند طلوع ہوا، رات ختم ہو گئی صبح کا سویرا ہوا۔ پھر ربیع الاوّل شریف کی پانچویں شب آ گئی۔ حضرت آمنہ

فرماتی ہیں رات کو سوئی مجھے اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا دیدار ہوا۔ آپ نے فرمایا بیٹی آمنہ تمہیں بشارت ہو تمہیں مبارک ہو تیری گودی میں عنقریب اللہ تعالیٰ کا پیارا حبیب تشریف لانے والا ہے۔ ربیع الاول کی چھٹی رات کو میں ساری رات نور کی برسات دیکھتی رہی رسا تویں رات میرے سکون اور اطمینان میں مزید اضافہ ہوا میں اپنے کو بڑی ہلکی پھلکی محسوس کرنے لگی، ربیع الاوّل شریف کی آٹھویں شب میں سوئی تو عالم خواب میں میں نے کیا دیکھا بہت سارے نوری چہرے والے، پیارے پیارے مکھڑے والے لوگ میرے ارد گرد طواف کر رہے ہیں۔ میرے چکر کاٹ رہے ہیں میں بڑی حیران ہوئی یہ کون لوگ ہیں جو میرا طواف کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا اے مقدس جماعت آپ کون ہیں اور میرا طواف کیوں کر رہے ہیں۔ اُن مقدس ہستیوں نے جواب دیا۔ اے بی بی ہم اللہ تعالیٰ کے معصوم فرشتے ہیں۔ ہم تیرا طواف اس لئے کر رہے ہیں کہ امام الانبیاء، حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت کا وقت قریب آگیا ہے۔ جناب الحاج عبدالستار نیازی فرماتے ہیں کہ:-

ے رات ولادت دی جد آئی تے ہوئے جگ توں دُور ہنیرے
رقص کریندی پھر دی رحمت سے سائیں عبداللہ دے ڈیرے
آمنہ دے گھر وَلّے مڑ مڑ تے حُوراں مارن پھیرے
لے نشانان والفجر نیازی چن چڑھیا صُبح سویرے

جب ربیع الاوّل کی نویں شب آئی تو حضرت آمنہ فرماتی ہیں میں پوری رات خوشبوؤں کے لمحات دیکھتی رہی۔ جب دسویں شب آئی۔

تو فرشتوں نے ایک دوسرے کو مبارکبادیاں دینی شروع کر دی کہ مبارک ہو رحمۃ للعالمین کی ولادت کا وقت قریب آگیا ہے۔ گیارہویں رات آئی تو میری ساری تکلیفیں دور ہو گئیں۔ جب بارہویں شب آئی تو دعا تے خلیل بشارت عیسٰی علیہ السلام دنیا میں تشریف لے آئے۔ مولد العروس صفحہ ۲۵-۲۴۔ نعمت کبریٰ صفحہ ۸۷۔ جامع معجزات صفحہ ۳۰۲۔

موسم بہاراں

جب حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ولادت کا وقت قریب آیا تو حضرت عیسٰی علیہ السلام کو دنیا سے آسمانوں کی طرف گئے ہوئے چھ سو سال گزر چکے تھے۔ حضرت ذوالقرنین کو وفات پائے ہوئے آٹھ سو بیاسی سال ہو چکے تھے۔ سیدنا داؤد علیہ السلام کو دنیا سے پردہ فرمائے ہوئے ایک ہزار آٹھ سو سال ہو چکے تھے سیدنا موسٰی علیہ السلام کو وفات پائے ہوئے دو ہزار تین سو سال ہو چکے تھے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو دنیا سے پردہ فرمائے ہوئے تین ہزار ستر سال ہو چکے تھے۔ سیدنا نوح علیہ السلام کو دنیا سے رحلت فرماتے ہوئے چار ہزار چار سو ننانوے برس ہو چکے تھے۔ سیدنا آدم علیہ السلام کو دنیا سے پردہ کئے ہوتے چھ ہزار سات سو پچاس سال بیت چکے تھے جب میرے اور آپ کے آقا نے دنیا میں قدم رکھا۔ معارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۸۴۔

جس رات نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت ہوتی اس رات نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دادا جناب حضرت

عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبہ شریف کی زیارت کے لئے طواف کعبہ کے لئے حرم پاک چلے گئے ادھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ بالکل گھر میں اکیلی کیوں کہ ساس بھی وفات پا چکی تھی۔ خاوند کا سایہ بھی اٹھ چکا تھا سسر کعبہ شریف کی زیارت کے لئے جا چکا تھا سارے دیور اپنے اپنے گھروں میں بچوں کے ساتھ موجود تھے۔ اچانک دردِ ولادت شروع ہوتے سیّدہ آمنہ نے ایک اپنے رشتہ دار خاتون کو مکّہ شریف کی دائیوں کی طرف بھیجا کہ جو دائی مل جائے بلا لاؤ آدھی رات کا وقت وہ بی بی جس دائی کے پاس گئی اس دائی نے آنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ یتیم ہے پیدا ہونے والا کیا ملے گا۔ یتیم کے گھر سے کوئی دائی بلانے پر بھی نہ آئی۔ حضرت سیّدہ طیبہ طاہرہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔ ادھر حضرت آمنہ روئیں ادھر فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں سر جھکا کر عرض کی مولا کریم فرمایا کیا بات ہے۔ جبرئیل نے عرض کی تیرے یار کی ولادت کا وقت قریب ہے۔ حضرت آمنہ اکیلی ہے تنہا ہیں کوئی دائی بلانے پر بھی نہیں آئی خالق کائنات نے فرمایا جبرئیل مکّے کی دائیاں کیوں آئیں ہم نے انہیں خود یار کے پاس آنے ہی نہیں دیا، یا اللہ عزّوجل کیوں؟ فرمایا دائیاں ہیں ناپاک یار میرا ہے پاک، میں پاک یار کے لئے دائیاں بھی پاک بھیجوں گا۔ پھر خالقِ کائنات نے فرمایا۔ جبرئیل عرض کی، جی ربِّ جلیل فرمایا جلدی کر یار کی خدمت کے لئے چار دائیوں کا انتظام کر، چار دائیوں کا بندوبست کر عرض کی مولا کریم وہ دائیاں کس قبیلے سے ہوں

کس خاندان سے ہوں۔ کس شہر سے تعلق رکھتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ دائیاں وہ عورتیں منتخب کرنی ہیں جو آج تک کسی انسان کی دائیاں نہ بنی ہوں۔ ان کے ہاتھ بھی پاک ہوں آنکھیں بھی پاک ہوں، جسم بھی پاک ہو، کپڑے بھی پاک ہوں، دل بھی پاک ہو، عقیدہ بھی پاک ہو کیونکہ یار کا میلاد ہے ہی پاک لوگوں کے لئے کسی پلید کے لئے نہیں۔ عرض کی مولا کریم فہرست تو عطا فرما نام تو بتا بلا میں لاتا ہوں۔ فرمایا جاؤ حوّا کو حاجرہ کو، مریم کو، آسیہ کو بلاؤ۔ یا اللہ عزّوجل یہ حوّا، یہ حاجرہ، یہ مریم تو نبیوں کی مائیں ہیں۔ فرمایا کیا ہوا آنے والا بھی امام الانبیاء ہے۔ علیہم السلام۔ اے خالق کائنات یہ آسیہ کو کیوں بلا رہا ہے۔ فرمایا ہم نے آسیہ سے وعدہ کیا تھا تو میرے کلیم کو پال، ہم تمہیں اپنے حبیب کی دائی بننے کا شرف عطا فرمائیں گے۔ حضرت جبرئیل نے عرض کی۔ مولا کریم یہ تمام بیبیاں تو فوت ہو چکی ہیں۔ اپنی اپنی قبروں میں آرام فرما ہیں۔ کیا میں قبروں پر جاؤں، پھر کیسے لاؤں؟ فرمایا گھبرا نہیں میں مسئلہ بتانا چاہتا ہوں۔ محبوبوں کی، ولیوں کی قبروں پہ جانا بدعت نہیں جبرائیل کی سنت ہے۔ جبرائیل تو آواز مارتے جانا میں ان کو جگاتا جاؤں گا۔ تاکہ پتہ چل جائے اللہ تعالیٰ کے پیارے بعد وفات کے بھی اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں حیات ہیں۔ سنتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے جہاں چاہیں آجا سکتے ہیں۔ اسی واسطے تو محمد اعظم چشتی مرحوم فرما گئے کہ:۔

؎ اَج وی زندہ عاشق رب دے تے ذرا ویکھ نظر اُٹھا کے
قبراں اندر شاہی کردے آ ویکھ کدی اَزما کے!

سب کجھ سُن دے تے سب کجھ وِیہندے سب کجھ دین بُلا کے
اعظمؔ رب نال واصل کر دے اے اکھ نال اکھ ملا کے

میاں یہ تو اللہ تعالیٰ کے مقدس نبیوں کی مقدس ازواج ہیں۔ ہمارا تو عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر ولی اپنی قبر میں زندہ حیات ہے کچھ دوست نہیں مانتے، چلو جی ہماری نہیں مانتے نہ مانو کم از کم اپنے بزرگوں کی تو مان جاؤ۔ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبند کے حکیم الامت ہیں۔ ان کے بارے دیوبندیوں کے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند اپنی کتاب عالم برزخ میں صہ ۲۵ پر لکھتے ہیں۔ حضرت تھانوی صاحب وفات سے دو سال قبل دانت درست کرانے کے لئے لاہور تشریف لے گئے۔ واپسی سے ایک دن قبل لاہور کے قبرستانوں کی زیارت کے لئے بھی نکلے ایصالِ ثواب کیا۔ حضرت علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر پہنچ کر دیر تک مراقب رہے۔ وصل بلگرامی صاحب بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے ہی یہ واقعہ تھانہ بھون میں بیان فرمایا تھا کہ جب حضرت صاحب داتا گنج بخش کے مزار سے لوٹے تو فرمایا یہ صاحب مزار کوئی بہت بڑے شخص معلوم ہوتے ہیں میں نے ہزارہا ملائکہ کو ان کے سامنے صف بستہ دیکھا ہے یہ بھی فرمایا کہ میں جب سلاطین (بادشاہوں) کے مزاروں پر پہنچا تو انہیں مساکین کی صورت میں دیکھا۔ جیسے کوئی پرسانِ حال نہ ہو اور مساکین کو سلاطین کی صورت میں پایا۔ پتہ چلا کہ علی ہجویری داتا گنج بخش علیہ الرحمتہ اپنے مزار میں زندہ ہیں اور ہزاروں فرشتے آپ کی خدمت میں غلاموں کی

طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہیں۔ اگر داتا صاحب مُردہ ہوتے تو کبھی بھی فرشتے ان کی خدمت میں کھڑے نہ ہوتے ہو سکتا ہے کوئی چالاک یہ کہہ دے کہ یہاں کہاں لکھا ہے کہ داتا صاحب اپنی قبر میں زندہ ہیں تو آیئے ہم اس بات کو تھانوی صاحب کی کتاب امداد المشتاق ص۱۱۳ سے واضح دکھا کر اپنی بات کی طرف واپس جاتے ہیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کہتے ہیں۔ ایک دن ہمارے مُرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ علیہ الرحمت نے اپنے پیر کی بات سناتے ہوئے ہمیں فرمایا کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا فقیر مرتا نہیں، صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے (منتقل ہونا ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ بدل لینا) فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہو گا جو ظاہری میں میری ذات سے ہوتا تھا۔ حضرت صاحب نے فرمایا میں نے حضرت کی قبر سے وہی فائدہ اٹھایا جو حالتِ حیات میں اٹھاتا تھا۔

میرے دوستو! پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام ولی اپنی قبروں میں حیات ہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ نے قانون پورا کرنے کے لئے انہیں موت عطا فرما کر زمین کی اوپر والی سطح سے اٹھا کر زمین کی نیچے سطح میں بھیج دیا صرف جگہ ہی بدلی ہے، مکان بدلا ہے، زندگی وہی برقرار ہے جب سارے ولی زندہ ہیں تو نبیوں کی حیات کی کیا بات ہے پھر امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ علیہ التحیتہ والثنا کی حیات کا کیا عالم ہو گا کتنے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو اُمتی ہو کے بھی نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات

کے قائل نہیں ہم تو کہتے ہیں کہ:۔

؎ مرگئے جنہاں دے اوہو ای کہن مر گئے
ساڈا ہے ہر اک تاجدار زندہ
ساڈا نبی زندہ ساڈے ولی زندہ
ہر مزار زندہ ہر دربار زندہ!

میاں صاحب کھڑی شریف والے ایسے ہی لوگوں کو مخاطب کر کے فرما گئے کہ:۔

؎ جنہاں دلاں دے ٹٹ گئے پُرزے تے ٹٹ گئیاں سب تاراں
اندر عشق نبی دا ماہیں تے رل گئے سنگ مرداراں!

ہاں تو عرض یہ کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ حوّا، ہاجرہ، مریم آسیہ ان تمام بیبیوں کو ہماری بارگاہ میں حاضر کرو۔ چاروں بیبیاں حاضر ہوگئیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ حوّا جی رَبِّ جلیل ہاجرہ جی مولا کریم مریم جی رَبِّ جلیل آسیہ جی رَبِّ جلیل فرمایا تم چاروں بیبیاں اپنے ساتھ جنت کی حوریں بھی لے لو اور فرشتوں کی ایک ایک جماعت بھی لے لو سیدھا مکہ میں میرے یار کی والدہ آمنہ کے گھر چلے جاؤ۔ جب میرے محبوب کی اُمی پوچھے تم کون ہو، کہنا ہم محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی دائیاں بن کے آئیاں ہیں۔ حضرت حوّا نے عرض کی مولا کریم ہم تو دائیاں بن کے تیرے محبوب کی جائیں گی۔ پر یہ حوریں، یہ فرشتے کیوں بھیج رہا ہے۔ فرمایا تم دائیاں بننا جنّت کی حوریں میرے محبوب کے قصیدے پڑھیں گی۔ فرشتے یار کی آمد پہ یار کی ولادت کی خوشی میں جلوس نکال کر خوشی کا اظہار کریں گے تا کہ پتہ

چل جائے یار کی خوشی منانا بدعت نہیں نوریوں کی سُنّت ہے۔ اِدھر خالق کا حکم سن کر چاروں بیبیاں جنتیں حوریں اور فرشتوں کی جماعتیں لے کر چلیں اُدھر حضرت آمنہ اپنی تنہائی پر رونے لگیں۔ جب حضرت آمنہ کی بند آنکھ، آنسوؤں والی آنکھ کھلی تو کیا دیکھا۔ حضرت آمنہ کا سارا صحن سارا گھر عورتوں سے بھرا ہوا ہے۔ حضرت آمنہ حیران ہوگئیں یا اللہ عزّوجل یہ عورتیں یہ حسین و جمیل بیبیاں میرے گھر کہاں سے آگئیں۔ دروازہ بند ہے کنڈی لگی ہوئی ہے۔ ابھی یہ سوچ ہی رہی تھی کہ ایک بی بی نے حضرت آمنہ کے قدموں کو بوسہ دیا۔ ایک بی بی نے ہاتھ چُومے۔ ایک نے ماتھے کو بوسہ دیا۔ ایک نے سر کو چُوما۔ حضرت آمنہ نے فرمایا اے بیبیوں تم کون ہو؟ بڑی پیاری ہو، تمہارے ماتھے میں نور ہے، تمہارے لبوں میں نور ہے، تمہارے چہرے پہ نور ہے۔ ان چاروں بیبیوں نے پُوچھا کہ آپ یہ کیوں پُوچھ رہی ہیں۔ حضرت آمنہ نے فرمایا۔ تم مجھے مکّے کی نہیں لگتی۔ مدینہ کی نہیں لگتی۔ عرب کی نہیں لگتی۔ عجم کی نہیں لگتی۔ ان بیبیوں نے پوچھا آپ کو کیسے پتہ چل گیا۔ حضرت آمنہ نے فرمایا ہر سال یہاں مکّہ پاک میں پوری نسلِ انسانی کے لوگ آتے ہیں، میں دیکھتی ہوں تم جیسا آج تک کوئی حسین و جمیل مجھے کوئی انسان نظر نہیں آیا۔ پیروں والی بی بی بولی کہ آمنہ میرا نام آسیہ ہے۔ ہاتھ چومنے والی بی بی بولی میرا نام مریم ہے ماتھا چومنے والی بولی، میرا نام ہاجرہ ہے۔ سر چومنے والی بولی میرا نام حوّا ہے۔ حضرت آمنہ نے فرمایا۔ اے مقدس بیبیوں تم تو میری مائیں ہو، مقدس انبیاء کرام علیہم السلام کی مقدّس مائیں ہو۔ میرے لئے قابلِ تعظیم ہو چاروں

بیبیاں بولیں ٹھیک ہے مائیں ہم ہیں پر مرتبہ تیرا زیادہ ہے۔ ہم تو عام نبیوں کی مائیں بنیں تو نبیوں کے سردار کی ماں بننے والی ہے۔ آمنہ آج ہم تیرے پاس مائیاں بن کے نہیں آئیں بلکہ محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دائیاں بن کے آئیں ہیں۔ کیونکہ

بیشک اس وچہ شک نہیں کوئی تے اسیں ہاں نبیاں دیاں مائیاں
پر آمنہ تینوں مبارک ہووے تیرے لال دیاں اسیں دائیاں

حضرت آمنہ فرماتی ہیں ان چاروں بیبیوں کے قد لمبے لمبے تھے سفید رنگ کے لباس میں وہ ملبوس تھیں۔ رَائِحَةُ الْمِسْكِ ان چاروں بیبیوں کے جسم میں کستوری اور مشک کی خوشبوئیں آرہی تھیں۔ حضرت حوا نے فرمایا آمنہ عورتیں تو دنیا میں بڑی آئیں اور قیامت تک آتی رہیں گی۔ پر تیرے جیسی عورت دنیا میں کوئی نہیں آئے گی۔ کیونکہ سیّد البشر تمام انسانوں کے سردار کی ماں بننے والی ہیں۔ حضرت ہاجرہ نے فرمایا، اے آمنہ تیری شان جیسی کوئی شان والی بی بی دنیا میں نہیں آئے گی۔ کیونکہ تو نورِ مجسّم والی کائنات کی والدہ بننے والی ہے۔ حضرت مریم بن عمران نے فرمایا اے آمنہ تیرے جیسے کوئی خوش نصیب عورت دنیا میں نہیں آسکتی کیونکہ تو زمین و آسمان ساری کائنات کے محبوب کی ماں بننے والی ہے۔ حضرت آسیہ نے کہا اے آمنہ تیرے مقدر پہ قربان تو کتنی خوش بخت ہے کہ کہ اللہ تعالیٰ کے حبیبِ اعظم کی والدہ بننے والی ہے۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں۔ میں اُن پاک بیبیوں کی باتیں سن کر اتنی مانوس ہوئی۔ اتنی خوش ہوئی کہ میں تمام پچھلی باتیں بھول گئی۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں۔ میں نے اُن

چاروں بیبیوں کو کہا کہ آپ کا تو پتہ چل گیا۔ آپ کون ہیں کہاں سے آئی ہیں۔ لیکن یہ دوسری عورتیں کون ہیں۔ یہ حسین وجمیل بیبیاں کہاں سے آئی ہیں حضرت حوا نے فرمایا۔ آمنہ یہ دنیا کی عورتیں نہیں، یہ جنت کی حوریں ہیں۔

حضرت آمنہ فرماتی ہیں۔ پھر میں نے کیا دیکھا دنیٰ حوروں نے میرے گھر میں نور کی صراحیوں سے نور کے پانی کا چھڑکاؤ کرنا شروع کر دیا جس سے میرا سارا گھر نور سے معطر ہو گیا۔ ہر طرف نور ہی نور، ہر طرف خوشبو ہی خوشبو، بہاریں ہی بہاریں۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں پھر میں نے کیا دیکھا، چھوٹے چھوٹے پرندے سبز چونچوں والے، سنہری پروں والے میرے گھر آ گئے۔ انہوں نے میرے گھر پر موتیوں کی، ہیروں کی بارش برسانا شروع کر دی۔ میں نے ان پرندوں کو مخاطب کر کے کہا، او پرندو یہ کیا کر رہے ہو۔ یہ موتی یہ ہیرے کیوں لٹا رہے ہو۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں وہ پرندے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بولنے لگے۔ میرے ساتھ کلام کرنے لگے کہنے لگے اے پاک بی بی آپ کے گھر میں ایک بڑا قیمتی لاثانی حبیب آنے والا ہے آج تیرے گھر میں اللہ تعالیٰ کے یار کی آمد ہے۔ ہم سرکار کی آمد کی خوشی میں ہم کملی والے کی ولادت کی خوشی میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے موتی برسا رہے ہیں۔ ہیروں کی بارش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یار کی ولادت پہ کیا تقسیم کیا؟ ہیرے موتی آج ہم بارہ ربیع الاوّل کو زردے اور پلاؤ کی دیگیں تقسیم کریں تو کچھ لوگوں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ عقل دے، محبت رسول دے۔ المولد العروس صـ۱۷، ۲۹۔ النعمۃ الکبری صـ۷۹، ۸۱ معارج النبوت دوم صـ۹۳-۹۲۔ انوار محمدیہ، زرقانی شریف۔

حضرت سیّدہ طیبہ طاہرہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ پھر میں نے کیا دیکھا۔

وَیَدْخُلُ الْمَلٰئِکَۃُ اَفْوَاجاً	فرشتے فوجوں کی فوجیں میرے گھر کے ارد گرد گھیرا ڈالے کھڑے ہیں

ان کے ہاتھوں میں سونے اور چاندی کے برتن ہیں جو کستوری مشک اور عنبر کے بھرے ہوئے ہیں وہ خوشبوئیں پورے مکّہ میں بکھیر رہے ہیں اور بلند آواز سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود و سلام کی لڑیاں نچھاور کر رہے ہیں۔ النعمۃ الکبریٰ ص ۸۱۔

حضرت سیّدہ آمنہ فرماتی ہیں۔ جب سرکار کی ولادت کا وقت قریب آیا تو میں نے کیا دیکھا۔

رَاَیْتُ الْجَمَاعَۃَ	ایک بہت بڑی فرشتوں کی جماعت ہے۔
قَدْ نَزَلُوا مِنَ السَّمَاءِ	جو آسمانوں سے اتری آسمانوں سے نازل ہوئی حالت کیا تھی۔
وَمَعَھُمْ ثَلَاثَۃُ اَعْلَامٍ	ان فرشتوں کے پاس تین جھنڈے تھے۔ ان کا رنگ سفید تھا۔ ان جھنڈوں کا فرشتوں نے کیا کیا۔

فرماتی ہیں۔

وَعَلَمًا عَلٰی سَطْحِ دَارِیْ	ایک جھنڈا انہوں نے میرے مکان کی چھت پہ گاڑ دیا۔

وَعَلَمًا عَلٰی ظَهْرِ الْكَعْبَةِ	ایک جھنڈا فرشتوں نے کعبہ کی چھت پر گاڑ دیا۔
وَعَلَمًا عَلٰی بَيْتِ الْمُقَدَّسِ	تیسرا جھنڈا فرشتوں نے بیت المقدس کی چھت پر گاڑ دیا۔

زرقانی شریف۔ مواہب لدنیہ۔ خصائص کبریٰ۔ مدارج النبوت۔ نزہۃ المجالس النعمۃ الکبریٰ صد۱۸۔ مولد العروس صد۱۷۔

میرے دوستو! ہم بارہ ربیع الاوّل کے موقع پر سرکار کی ولادت کی خوشی میں چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں لگائیں تو شرک اور بدعت کے فتوؤں کی زد میں آجاتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جھنڈیاں نہیں لگوائیں جھنڈے لگوائے گویا اللہ تعالیٰ نے اشارہ کر دیا میرے محبوب کے غلاموں ان بدنصیب کے فتوؤں کو نہ دیکھنا۔ ان کے فتوؤں سے نہ ڈرنا۔ ان کے شرک اور بدعت کے طعنوں سے نہ ڈرنا تمہیں بدعتی کہنے والے تمہیں مشرک کہنے والے خود مشرک ہیں۔ خود بدعتی ہیں تم یار کی آمد پر محبوب کی ولادت پر جھنڈے لگاتے جاؤ، خوشیاں مناتے جاؤ یہ شرک نہیں بلکہ تمہارے خالق کی تمہارے مالک کی تمہارے پالنے والے کی، تمہارے معبود کی سنت ہے۔ اسی لئے ہم ہر سُنّی کو کہتے کہ:۔

محفل نوں ہور سجا چھوڑو گھر گھر تے جھنڈیاں لا چھوڑو
کئی جھنڈیاں لان توں بیٹے سڑدے پر جبرئیل نے جھنڈے لاتے نے

شاعر اسلام جناب محمد مقصود مدنی صاحب نے یہی بات یوں کہی کہ:۔

۵ پاک نبی جد آیا تے سوہنے رب نے جہان سجایا
آ جبریل نے کعبے اُتے تے پرچم ہتھیں لایا
سب دیاں آساں پوریاں ہویاں تے سب نے مقصد پایا
اَج مقصود خدا دا بن کے تے جگ دا مقصد آیا

میرے دوستو ! ویسے خیال تو کرو۔ جب اللہ تعالیٰ جھنڈے دے کر فرشتوں کے لشکر روانہ کر کے جب یار کے آستانے، یار کے دروانے، یار کے دربار پر بھیجنے لگا ہوگا۔ تو جبرئیل نے ضرور پوچھا ہوگا ضرور سوال کیا ہوگا۔ یا اللہ عزّ وجل یہ جلوس کیوں نکلوا رہا ہے۔ حوریں کیوں بھیج رہا ہے۔ جھنڈے کیوں لگوا رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا ہوگا جبرئیل میں بھی چاہتا ہوں اپنے محبوب کی ولادت میں شریک ہو جاؤں۔

یہی وجہ ہے کہ :۔

حکم ہویا اَج جھنڈے لاؤ تے محبوب میرے نے آونا
محبوباں دی آمد اُتے اَج اَساں وی جشن مناونا
ہویاں خوشیاں عرشاں فرشاں تے رب چودہ طبق سجائے نے
محبوب دی سوہنی آمد تے رب کعبے تے جھنڈے لائے نے
ہمارے نبی کی محفل سجی ہوتی ہے ہر دم سجی رہے گی
ہمارے سینے سے سنہری جالی لگی ہوتی ہے لگی رہے گی

میرے دوستو ! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کی خوشی ہر صاحبِ ایمان دل و جان سے کرتا ہے اور انشاء اللہ قیامت

تک کرتا رہے گا۔ ہر بندہ ہر انسان سرکار کی آمد پر خوشی اپنی استطاعت کے مطابق کرتا ہے۔ کوئی صرف جھنڈیاں لگا کر خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ کوئی لائٹیں لگا کر خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ کوئی اشتہار چھپوا کر خوشی مناتا ہے کوئی شامیانے لگا کر خوشی کرتا ہے۔ کوئی جلسے کرا کر خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ کوئی صرف نعرے لگا کر خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی یار کا میلاد منایا، خالقِ کائنات نے بھی یار کی آمد پر جشن منایا، کیسے منایا؟ تو یوں سمجھیئے کہ خالقِ کائنات نے فرمایا میرے محبوب کے غلاموں تم محفلِ میلاد مناؤ گے کپڑے کی دریاں بچھا کے، میں محفلِ میلاد مناتا ہوں زمین کی دری بچھا کے۔ تم شامیانے لگاؤ گے کپڑوں کے، میں شامیانے لگاؤں گا آسمانوں کے۔ تم خوشی کرو گے لائٹیں لگا کے، میں نے خوشی منائی تارے لگا کے۔ تم خوشیاں مناؤ گے ٹیوبیں اور بلب لگا کے، میں نے خوشیاں منائیں سورج اور چاند سجا کے۔ تم جھنڈے لگاؤ گے جھنڈیاں لگاؤ گے کاغذ کے، میں جھنڈیاں لگا رہا ہوں گلاب کی، موتیے کی۔ تم اشتہار چھپاؤ گے پریسوں سے، میں یار کے اشتہار بھیجوں گا صحیفوں کی شکل میں، کتابوں کی شکل میں۔ اے میری مخلوق تمہاری خوشیاں عارضی ہوں گی، میری خوشیاں باقی ہوں گی۔ تم کئی سال یار کا ذکر کرو گے، میں ہمیشہ سے ہمیشہ تک یار کا ذکر کرتا رہوں گا۔

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ابھی میرے بیٹے کی ولادت نہیں ہوئی میرا سارا گھر جنتی حوروں سے، فرشتوں سے بھر گیا۔ میں نے جس طرف نگاہ اٹھائی نور ہی نور ہوتا بھی کیوں

نہ آنے والا جو نور علی نور تھا۔

ایک عاشق کہتا ہے کہ:۔

؎ رَبّ رونقاں نے لایاں اَج آمنہ دے ویہڑے
جنّت چوں حوراں آیاں گاون نبی دے سہرے
اُجڑے وَساون آیا روندے ہسان آیا!
چنگیاں تے ماڑیاں نوں گل نال لان آیا
بن حامی بیکساں دا پائے نے سوہنے پھیرے
رب رونقاں نے لایاں اَج آمنہ دے ویہڑے

ایک طرف سرکار کا گھر اور ایک طرف نوریوں کی بارات، قربان جاؤں اس گھر کے صدقے جاؤں۔ اس مقدّس آستانے کے جنہیں اس وقت وہاں کی حاضری نصیب ہوئی۔ سرکار کی ولادت سے چند گھڑیاں پہلے سرکار کی امّی جان کو مبارکباد دیاں ملنی شروع ہوگئیں کیسے کہ

؎ آئی نِدا کہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جاگے تیرے نصیب
آئیں گے تیری گود میں اَب اللہ کے حبیب
گودی میں تو کھلائے گی اُس اپنے لعل کو
اللہ نے کیا مہہ کامل ھلال کو!

اِدھر سے حُوریں بولیں کہ:۔

؎ کہا حُوروں نے یہ محبوب رب العالمین ہونگے
فرشتوں نے کہا سرکار ختم المرسلین ہوں گے
زمین بولی کہ یہ اسرارِ قدرت کے اَمین ہوں گے
فلک بولا ان کے بعد پیغمبر نہیں ہوں گے

جبرئیل یوں کہنے لگا کہ:۔

ے مبارک ہو کہ وہ شاہ پردے سے باہر آنے والا ہے
گدائی کو زمانہ جس کے در پر جانے والا ہے

پُرنور ساعتیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب پیدا ہوئے تو اپریل کی بائیس ۲۲ تاریخ تھی جلیھ کی پہلی تاریخ تھی۔ ربیع الاوّل شریف کا مہینہ تھا۔ پیر کا دن تھا۔ صبح صادق کا وقت تھا۔ جب سرکار رحمت کی نوری چادر پہن کے دنیا میں تشریف لائے۔

میرے دوستو! خیال کرو میرے اور آپ کے نبی ربیع الاوّل شریف میں آئے رمضان میں نہیں آئے۔ ذوالحجہ میں نہیں آئے۔ شعبان میں نہیں آئے۔ شب برات میں نہیں آئے۔ شب قدر میں نہیں آئے۔ آئے تو ربیع الاوّل میں آئے کیوں؟ اس کی وجہ کیا تھی۔ اس کی حکمت کیا تھی مفسرین فرماتے ہیں۔ محدثین فرماتے ہیں۔ سرکار کے غلام فرماتے ہیں کہ اس میں دو حکمتیں تھیں۔ دو وجہات تھیں۔ دو اشارے تھے۔ پہلی حکمت یہ تھی کہ ربیع الاوّل کا معنی ہیں بہار۔ سرکار کا ربیع الاوّل میں تشریف لانا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ انسانیت کے جس گلشن میں صدیوں سے خزاں تھا۔ مایوسی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے اس گلشن میں اس باغ میں بہار آگئی رونقیں لگ گئیں شادابی آگئی۔ مسکراہٹ بکھر گئی۔ دوسری حکمت یہ تھی۔ اگر سرکار رمضان میں آتے شعبان میں آتے۔ ذوالحجہ میں آتے۔ شب برات میں آتے۔ شب قدر میں آتے تو کوئی منکر، کوئی گستاخ

کوئی عقل پرست، کوئی دنیا دار، کوئی بے بصیرت کہہ سکتا تھا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو جو مقام ملا ہے، جو عزت ملی ہے۔ جو مرتبہ اور شان عطا ہوئی ہے ان مہینوں کے صدقے سے، ان راتوں کے طفیل۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یار کو رمضان میں نہیں، شعبان میں نہیں۔ شب برات میں نہیں، شب قدر میں نہیں ربیع الاوّل میں بھیجا۔ تاکہ پتہ چل جائے، میرے یار کو، میرے حبیب کو، میرے محبوب کو میرے رسول کو، میرے نبی کو، میرے پیغمبر کو شعبان رمضان کے صدقے مقام نہیں ملا۔ بلکہ پوری کائنات کو اگر عظمت ملی تو میرے یار کے صدقے میرے محبوب کے طفیل۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام پیر کو پیدا ہوئے، ربیع الاوّل شریف کے مہینے میں کس تاریخ کو پیدا ہوئے۔ دو کو آٹھ کو، دس کو، یا بارہ کو اس مہینے میں اختلاف ہے۔ کسی نے ۲ دو ربیع الاوّل کہا، کسی نے آٹھ کہا، کسی نے دس کہا، لیکن

مشہور روایت یہ ہے کہ سرکار بارہ ۱۲ ربیع الاوّل شریف کو ہی پیدا ہوئے۔ اسی پر تمام عالم اسلام کے مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بارہ ربیع الاوّل کو ہی پوری دنیا کے مسلمان اپنے پیارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا یوم میلاد مناتے ہیں۔ جشن آمدِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا دن مناتے ہیں۔ شارح بخاری حضرت علامہ امام احمد بن محمد قسطلانی شافعی مصری علیہ الرحمتہ اسی بات کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَالْمَشْهُوْرُ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ	اور مشہور یہی ہے کہ نبی کریم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وُلِدَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ ثَانِیَ عَشَرَ رَبِیْعُ الْاَوَّلِ۔

علیہ الصلوٰۃ والسلام پیر کے دن بارہ ۱۲ ربیع الاوّل کو پیدا ہوتے۔

یہی بات محمد بن اسحٰق اور دیگر علماء نے فرمائی۔

وَقَالَ عَلَیْہِ عَمَلُ اَھْلِ مَکَّۃَ قَدِیْمًا وَحَدِیْثًا وَفِیْ زِیَارَتِھِمْ مَوْضِعَ مَوْلِدِہٖ فِیْ ھٰذَا الْوَقْتِ

اور اسی بات پر تمام مکّہ والوں کا قدیماً حدیثاً عمل ہے۔ اور مکہ والے آج تک بارہ ۱۲ ربیع الاوّل کو آپ کے پیدا ہونے کی جگہ کی زیارت کرتے ہیں۔ زرقانی شریف جلد اوّل ص۱۳۲۔ مدارج النبوّت۔

مکّہ شریف والوں کا ہر سال بارہ ۱۲ ربیع الاوّل کو سرکار کی جائے ولادت پر حاضر ہونا وہاں جا کر زیارت کرنا اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ حضور انور نورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم بارہ ربیع الاوّل کو ہی پیدا ہوتے علامہ ابن الیثر نے تاریخ ابن الیثر جلد ۱ ص۲۰۵۔ علامہ محمد ابن اسحاق نے تاریخ ابن ہشام اوّل ص۱۶۷۔ علامہ طبری نے تاریخ طبری جلد ۳ ص۳۲۹۔ علامہ عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمتہ نے شواہد النبوۃ ص۲۲ پر بھی یہی بات لکھی کہ سرکار بارہ ۱۲ ربیع الاوّل شریف کو پیدا ہوتے۔ جب سرکارِ مدینہ سرورِ قلب وسینہ رحمت عالم نورِ مجسّم سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ولادت کا وقت قریب آیا تو پوری دنیا میں محفلِ میلاد سج گئی عرش پر بھی محفلِ میلاد ہو رہی تھی۔ فرش پر بھی، جنّت کے باغات میں بھی فرشتوں

کی محفلوں میں بھی۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ جبرئیل عرض کی جی، ربّ جلیل نے فرمایا۔ یار کی آمد کا وقت ہونے والا ہے۔ لہٰذا آسمانوں کے دروازے کھول دو، جنّت کے گیٹ بھی ہر طرف نور ہی نور کی برسات کر دو۔ پوری دنیا میں خوشیوں کے شادیانے بجا دو تاکہ ساری کائنات کو پتہ چل جاتے۔ وہ آرہا ہے۔ جس کے صدقے یہ ساری بزمِ کائنات سجائی گئی ہے۔ اب زمین کو بھی پتہ چل گیا سرکار آرہے ہیں۔ آسمانوں کو بھی زمین نے گڑگڑا کر بڑی عاجزی کے ساتھ انکساری کے ساتھ بارگاہِ لم یزل میں دُعا کی اپیل دائر کی کہ اے خالقِ کائنات، اے مالک الملک فرمایا کیا ہے۔ عرض کی مولا کریم یہ بڑے بڑے پہاڑ میرے سینے پر ہیں۔ ہل میرے سینے پر چلتے ہیں۔ ظلم میرے سینے پہ ہوتے ہیں۔ قتل و غارت میرے اوپر ہوتے ہیں۔ کفر و شرک میرے اوپر ہوتے ہیں۔ شراب مجھ پر پی جاتی ہے۔ زنا مجھ پر ہوتا ہے۔ ہر طرح کے گناہ مجھ پر ہوتے ہیں یا اللہ عزّوجل مجھ پر بڑی زیادتی ہو رہی ہے۔ میرا کلیجہ مصیبت سے لبریز ہو چکا ہے۔ میرے حصّے میں زحمت ہی زحمت ہے اب مہربانی فرما رحمت والا محبوب میرے اوپر بھیج دے تاکہ میرا سینہ ٹھنڈا ہو جاتے۔ آسمان بولا اے ربّ کریم میں پاک ہوں، کرسی پاک ہے، لوح پاک ہے، جنّت پاک ہے، عرش پاک ہے، یہ سارے پاک میرے پاس ہیں تیرا یار بھی پاک ہے۔ اس پاک نبی کو اس پاک حبیب کو میرے اُوپر بھیج اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ جبرئیل جی، ربّ جلیل فرمایا یہ کیا کہتے ہیں۔ جبرئیل نے عرض کی مولا کریم آسمان کہتا ہے۔ تیرا یار میرے پاس آتے، زمین کہتی ہے میرے پاس آتے۔ فرمایا جبرئیل تیرا کیا خیال ہے۔ عرض کی مولا کریم

دونوں تیرے حبیب کے طالب ہیں۔ دونوں تیرے یار کے سوالی ہیں۔ اب تو ہی حاکم ہے، قادر ہے فیصلہ فرما۔ ویسے میں تو اتنا جانتا ہوں جس نے تیرے محبوب کی خیرات مانگی تو نے اُسے کبھی خالی نہیں موڑا۔ یا اللہ عزّوجل اب کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرئیل زمین کو بھی مبارک دے دے آسمان بھی مبارک دے دے، یا اللہ عزوجل محبوب دو دینے ہیں کیا؟ فرمایا نہیں محبوب تو ایک ہے۔ پھر ہوگا کیا، پھر کرے گا کیا؟ فرمایا زمین کو کہہ دے میلاد تجھ پہ ہوگا۔ آسمانوں کو کہہ دے معراج تجھ پہ ہوگا۔ زمین کو خوشخبری سنا دے محفلِ میلاد تجھ پہ ہوگی۔ آسمان کو کہہ محفل معراج تجھ پہ ہوگی۔ زمین کو کہہ دے جشنِ میلاد تیرے سینے پہ آسمان کو کہہ دے جشن معراج تیرے سینے پہ خالقِ کائنات کا فیصلہ سُن کر آسمان بھی خوش ہو گیا، زمین بھی مسکرا پڑی۔ اِدھر رات بولی یا اللہ عزّوجل یار کو میرے دامن میں بھیج کیونکہ میں کالی ہوں۔ دن کہنے لگا۔ مولا کریم اپنا یار میری روشنی میں بھیج کیونکہ میں بھی تیرے یار کا غلام ہوں۔ اللہ پاک نے فرمایا جبرئیل یہ کیا کہتے ہیں۔ عرض کی مولا کریم یہ بھی وہی بات کہہ رہے ہیں۔ جو زمین آسمان کہہ رہے تھے فرمایا ان دونوں کو بھی مبارک دے دو یا اللہ عزّوجل ان کو کیسے راضی کرے گا فرمایا جبرئیل میں قادر ہوں میں دونوں کو خوش کر دوں گا، عرض کی کیسے فرمایا جبرئیل رات جا رہی ہوگی۔ دن آ رہا ہوگا۔ میرا محبوب دنیا میں ظاہر ہوگا قربان جاؤں۔ سرکار کی آمد پہ نثار جاؤں محبوب کی عظمت پہ محمد مقصود صاحب نے کتنی پیاری بات فرمائی کہ:۔

نورِ ظہور نبی دا ہویا تے رب نے کرم کمایا
چمکیا نور نبی دا ایسا تے گھر گھر چانن لایا

؎ اپنے سوہنے یار دا رَبّ نے تے آپ ہے جشن منایا
اَج مقصود میرے سب مل گئے تے عربی ڈھولا آیا

حضرت علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی محدّث علیہ الرحمتہ البیان
المیلاد النبوی ص۳۲ میں فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم
کی والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ طیبہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں۔ جب میرے فرزند ارجمند کی ولادت باسعادت کا وقت
قریب آیا تو مجھے پیاس محسوس ہوئی۔ اُسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السّلام
میرے پاس ایک شربت کا پیالہ لے کر آئے جس کا رنگ دودھ سے
زیادہ سفید تھا۔ کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔ شہد سے زیادہ
میٹھا تھا۔ میرے ہاتھ میں دے کر بڑی محبت سے مجھے کہا کہ اِشْرِبِیْ
اے بی بی یہ شربت نوش فرمالو۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں۔ فَشَرِبْتُ میں
نے اس پیالہ سے شربت پیا حضرت جبرئیل نے کہا بی بی جی اور پیئیں میں
نے اور پیا۔ پھر اس نے کہا اور پیئیں میں نے پھر پیا حتیٰ کہ میں سیراب ہو
گئی کوئی گنجائش نہ رہی۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں میں نے اس قدر شربت پیا
لیکن اس شربت میں کمی نہیں ہوئی کمی آتی بھی کیسے وہ کوئی دنیا کا شربت
تھوڑا تھا جو کم ہوجاتا ختم ہوجاتا۔ میرے اللہ عزّوجل نے آپ جنت سے
یار کی والدہ کے لئے بھیجا تھا۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں جب میں نے
شربت پی لیا پھر حضرت جبرئیل علیہ السّلام میرے سامنے کھڑے ہوگئے۔
اور یوں کہنا شروع کر دیا کہ:۔

اِظْھَرْ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْن	اے سارے رسولوں کے سردار

اِظْهَرْ یَا خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ۔

اب دنیا میں تشریف لے آیئے اے ختمِ نبوّت کے سلطان اب دنیا میں ظاہر ہو جایئے۔

اِظْهَرْ یَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ
اِظْهَرْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔

اے ساری کائنات کی رحمت اب دنیا میں آجایئے۔ اے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول اب دنیا میں جلوہ گر ہو جایئے۔

گویا جبرئیل کہہ رہا تھا۔

؎ آجا ہن سردار رسولاں تے جبرئیل پیا الاوے
آجا ہن نبیاں دے خاتم تے بول آواز سناوے
آجا ہن رحمت عالم تے یا رسول سنائے
کرن زیارت عرشاں تائیں ملک نورانی آتے

لیکن ابھی سرکار نے اپنے نورانی قدم دنیا میں نہیں رکھے۔
جبرئیل بھی ہاتھ باندھ کر پکار پڑا کہ۔

اِظْهَرْ یَا نُوْرٌ مِّنْ نُوْرِ اللّٰہِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ
اِظْهَرْ یَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ۔

اے اللہ تعالیٰ کے نور سے بننے والے اب آجایئے۔ اللہ تعالیٰ کی برکت سے اے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم دنیا میں تشریف لے آیئے۔ جب حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے بِسْمِ اللّٰہ کہہ کے سرکار

کو آواز ماری۔

پھر کیا ہوا حضرت آمنہ فرماتی ہیں۔ مجھے آثارِ ولادت شروع ہو گئے۔ اِدھر جبرئیل آوازیں مار رہا ہے۔ اُدھر رات ختم ہو رہی ہے۔ صبح صادق کا وقت ہو گیا۔ پاکستانی ٹائم کے مطابق بارہ ربیع الاوّل بائیس اپریل کو صبح چار بج کر بیس منٹ کا ٹائم تھا۔ فَوَلَدَتْ مُحَمَّدًا حضرت آمنہ فرماتی ہیں محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے رات جا رہی تھی دن آ رہا تھا، ظلمت جا رہی تھی، نور آ رہا تھا، اندھیرا جا رہا تھا، سویرا آ رہا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے کتنا حسین پیدا فرمایا۔ میرے آقا کتنے خوبصورت ہوں گے۔ کتنی پیاری صورت ہو گی میرے محبوب کی ہمارا تو عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یار کو جب بنایا تو یار کی مرضی سے بنایا جیسے جیسے میرے آقا کہتے گئے خالقِ کائنات بناتا گیا۔ ہمارا یہ عقیدہ بناوٹی نہیں گھڑا ہوا نہیں مصنوعی نہیں بلکہ ہم نے یہ عقیدہ صحابی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیا ہے۔ میرے پاک نبی تشریف فرما ہیں۔ صحابہ بھی ارد گرد موجود ہیں کسی بے ایمان نے کسی گستاخ نے، کسی بے ادب نے، میرے نبی کی شان میں اعتراض کیا حضرت حسان تڑپ گئے۔ عرض کی آقا فرمایا حسان کیا بات ہے، عرض کی اگر اجازت دو تو چند اشعار نعت شریف کے آپ کی خدمت میں پیش کروں تاکہ دشمنانِ نبی کو پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی کتنی شان ہے فرمایا حسان اگر نعت پڑھنی ہے تو ذرا ٹھہرو میں تمہارے لئے منبر بچھاؤں آقا اس کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا اس پہ

کھڑے ہو کر تم میری نعت شریف پڑھنا تاکہ پتہ چل جائے نعت خوانوں کی، میرے گیت گانے والوں کی، میرے ترانے پڑھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا، ان کی خدمت کرنا۔ ان کے لئے منبر و محراب بچھانا یہ محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ ام المؤمنین سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ حضرت حسان کے لئے مسجد میں منبر رکھتے تھے۔ کرسی بچھاتے مسند بچھاتے کیوں؟

تاکہ،

فَائِمًا يُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

اس سیج پہ، اس مسند پر، اس منبر پہ کھڑے ہو کر حضرت حسان اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان بیان کریں، اپنے نبی کے گیت گائیں۔ امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصیدے پڑھیں۔ جب حضرت حسان نعت پڑھتے تو صدارت نبی پاک خود کرتے اور صحابہ کرام سامعین بن کر سنتے۔ سبحان اللہ کتنی پیاری وہ محفلِ نعت ہوتی ہوگی۔ جس کی صدارت خود والیِ دوجہاں فرما رہے ہوتے ہوں گے۔ جب حضرت حسان نعت شریف پڑھ لیتے تو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خوش ہو کر حضرت حسان کو دعاؤں سے اور انعامات سے نوازتے پھر صحابہ سے فرماتے میرے صحابہ آواز آتی، جی آقا فرمایا جاتا جانتے ہو جب

تک میرا حسان میری نعت پڑھتا رہا ہے اس پہ کتنا کرم ہوتا رہا ہے ؟ آواز آئی آقا ہمیں کیا پتہ آپ خود ہی اس کی تفصیل بیان فرما دیں ۔ میرے پاک نبی فرماتے جب تک میرا حسان میری شان کے قصیدے ترانے گاتا رہا ہے دشمنوں کو میرے ذکر سے جلاتا رہا ہے ۔ زمین پر میری نعت پڑھتا رہا ہے ۔ تو اِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوحِ الْقُدُسِ اللہ تعالیٰ جبرئیل کے وسیلے سے جبرئیل کے واسطے سے حسان کی مدد کرتا رہا ہے بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف مثلا سبحان اللہ یعنی مدد تو اللہ تعالیٰ کرتا رہا ہے لیکن کرتا جبرئیل کے وسیلے سے ۔ اگر اللہ تعالیٰ حضرت حسان کی مدد جبرئیل کے وسیلے سے کرسکتا ہے ۔ تو ہم غلامانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی مدد اپنے یار کے وسیلے سے نہیں کرسکتا ؟ کرسکتا ہے کوئی مدد مانگ کر تو دیکھے تو خیر حضرت حسان نے عرض کی آقا میں چاہتا ہوں آپ کی تعریف کروں نعت شریف پڑھوں تو نعت پڑھیں مسند بچھواتا ہوں ۔ منبر بچھ گیا ۔ سیج سج گئی ۔ کرسی لگ گئی ۔ میرے نبی کی صدارت حضرت سیدنا عمر حضرت سیدنا عثمان حضرت سیدنا مولا علی حضرت سیدنا بلال حضرت سیدنا جابر حضرت سیدنا حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور دیگر صحابہ کبار محفل نعت میں موجود ہیں حضرت حسان نے نعت پڑھی اور کمال کر دیا ۔ آقا کے سامنے آقا کے رُو برو کہا کہ وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِيْ ۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری آنکھوں نے آج تک تجھ سے زیادہ کوئی حسین و جمیل دیکھا ہی نہیں آگے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ حسان یہ کہہ سکتا ہے

تیری آنکھ نے نہ دیکھا یہ تیری آنکھوں کا قصور ہے کوئی نبی سے بڑھ کر اس دنیا میں حسین موجود ہو اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وَاَکْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ۔ آقا میں نے یہ بات اس لئے کہی ہے کہ تجھ سے بڑھ کر آج تک کسی ماں نے ایسا حسین و جمیل جنا ہی نہیں۔ اللہ اکبر آج کل کا گستاخ نجدی مُلّاں کیا کہتا ہے نبی ہماری مثل ہے پر صحابی کہتا ہے آقا تیرے جیسا کوئی نہیں ان کو شانِ نبوت کی کیا خبر اگر شانِ نبوت پوچھنی ہے تو کسی عاشق سے پوچھو قلندر گولڑہ نے جب جاگتے ہوئے سرکار کی زیارت کی تو کسی نے پوچھا سرکار نبی پاک کی زیارت کی ہے۔ فرمایا ضرور کی ہے سرکار نبی پاک کی صورت پاک کیسی تھی ہونا آج کل کا کوئی گستاخ کہتا مجھے دیکھ لو پر وہ سیّد ابن سیّد تھا۔ ولی ابنِ ولی تھا۔ سچا عاشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام تھا۔ فرمایا بس اور کیا بتاؤں اتنا سمجھ لو کہ:-

مُکھ چند بدر لاثانی اے
متھے چمکے لاٹ نورانی اے
کالی زلف تے اکھ مستانی اے
مخمور اکھیں ہن مدھ بھریاں!

حضور اور بھی بتا دیتے فرمایا اس کی شان کیا بتاؤں۔ اس کی حقیقت کیا بتاؤں، جس کی شان، جس کی حقیقت صدیق اکبر نہیں سمجھ سکے۔ پھر سرکار کیا کریں فرمایا

؎ کوئی مثل نہ ڈھولن دی!
چپ کر مہر علی ! ایتھے جاہ نئیں بولن دی

یہی بات شاعر اہلسنت محمد صائم چشتی نے بیان فرمائی کہ :-

مدنی میرا سب توں سوہنا تے زلفاں چھلّے ای چھلّے
سارے لوکی رب نوں لبھدے رب اس نوں سنہڑے گھلّے
شاناں اُس دیاں سب توں اُچیاں تے بلّے بلّے بلّے
صائم سوہنے ہور وی ہوسن پر میرے مدنی نوں تھلّے ای تھلّے
یار میرے دی سنو وے نشانی تے یار میرا لاثانی
سورج توں ودھ گورا مکھڑا تے چن توں ودھ پیشانی
سب قرآن اُسے دی صورت تے او مورت قرآنی
جبریل جہے سپاہی نوری صائم تے اوہدے در دی کرن گدائی

حضرت حسّان نے عرض کی آقا آپ سب سے زیادہ حسین [illegible] ہیں اس لئے کہ خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ آپ جب پیدا کئے گئے تو ہر عیب، ہر داغ ہر غلطی سے پاک پیدا کئے گئے وجہ کیا تھی کہ: كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ گویا آپ جیسے چا[illegible] گئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ویسے ہی پیدا کیا۔ محبوب ساری کائنات، ساری مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی سے پیدا فرمایا۔ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ۔ اللہ تعالیٰ آپ فرماتا ہے۔ وہی رب ہے جس نے تمہاری ماؤں کے بطن میں تمہاری صورتیں بنائیں، جیسے وہ چاہتا رہا محبوب ساری اس نے اپنی مرضی سے بنائی آدم کو بنایا تو اپنی مرضی سے نوح کو بنایا تو اپنی مرضی سے، ابراہیم کو بنایا تو اپنی مرضی سے، یوسف کو بنایا تو اپنی مرضی سے، موسیٰ کو بنایا تو اپنی مرضی سے، عیسیٰ کو بنایا تو اپنی مرضی سے

دلیوں غوثوں قطبوں کو بنایا تو اپنی مرضی سے جس کو جس طرح چاہا بنایا گیا۔ کسی کو گورا کسی کو کالا، کسی کو بینا کسی کو نابینا کسی کو دو آنکھ والا کسی کو ایک آنکھ والا کسی کو صحیح آنکھوں والا، کسی کو بھینگی آنکھ والا۔ لیکن محبوب جب تیری باری آئی تو بتاتا گیا وہ بناتا گیا۔ پگڑی لولاک کی پہنائی، زلفاں واللیل کی سجائیں۔ پیچ پیچ حسن کے بناتے۔ پیشانی والفجر کی بنائی۔ ابرو قوسین کے بنائے سرمہ زاغ کا پہنایا۔ لب یوحی کے بنائے۔ سینہ الم نشرح کا بنایا۔ کملی مزمل کی پہنائی میں یوں نہ کہوں اللہ تعالیٰ کے بنانے پر قربان تیرے آنے پر قربان بھی تو سنی کہتے ہیں

دونوں عالم کے حاجت روا آگیا
سارى دنیا کا مشکل کشا آ گیا
گود میں تیری نورِ خدا آگیا
آمنہ تیری قسمت پہ لاکھوں سلام
پھول ہنسنے لگے کھل اٹھی ہر کلی!
رشکِ جنت بنی آمنہ کی گلی!
گود میں آمنہ کے جو ظاہر ہوئی
اس رسالت کی دولت پہ لاکھوں سلام

جب دنیا میں سرکار تشریف لائے تو ادھر اللہ تعالیٰ نے بھی آواز دی۔ وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ مجھے قسم ہے اس فجر کی جس فجر میں میرا یار آیا۔ اللہ تعالیٰ نے صرف فجر نہیں فرمایا بلکہ فرمایا والفجر الف لام لگایا فرمایا مجھے ہر فجر کی قسم نہیں بلکہ اس فجر کی قسم جس فجر میں

میرا محبوب دنیا میں تشریف لایا ادھر سرکار آئے، ظلمت ختم ہو گئی نور ہی نور ہو گیا۔ کیونکہ

؎ چراغ طور جلاؤ بڑا اندھیرا ہے
نقاب رُخ سے اٹھاؤ بڑا اندھیرا ہے

قربان جاؤں سرکار کی آمد پر نثار جاؤں حضرت آمنہ کے مقدر پر کیونکہ۔

کیڈیاں اچیاں نجتاں والے تے جیدھا دلبر گھر آجاوے
واہ مقدر اس دھرتی دے تے جتھے قدم چا یار ٹکاوے

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رخ پاک جبرئیل نے دیکھا تو کیا کہا علامہ ابن جوزی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ وہ کہنے لگا۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اے اللہ تعالیٰ کے رسول آپ پر درود و سلام ہوں۔

پتہ چلا یہ درود پڑھنا بریلویوں کی ایجاد نہیں بہ وہ درود ہے، جو ولادت کی رات حضرت جبرئیل بھی پڑھتا رہا۔ حضرت سیدہ آمنہ فرماتی ہیں۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے تو مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ میرے جسم سے کوئی خون نہیں نکلا بلکہ جب محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو خَرَجَ مِنِّیْ نُوْرٌ میرے بطن سے نور نکلا۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں، میں نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا تو وہ سراپا نور تھا سر سے لے کر پاؤں تک حسن و جمال کا پیکر آنکھیں بھی حسین ماتھا بھی حسین، چہرہ بھی حسین، ہاتھ بھی حسین، پیر بھی

حسین ایسا حسین ایسا جمیل میں نے آج تک کوئی بچہ دیکھا ہی نہیں، ایسا جمیل کسی ماں نے جنا ہی نہیں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

؎ اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن
اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو ساری کائنات میں شور مچ گیا۔ کائنات کا ذرّہ ذرّہ خوشی سے جھومنے لگا۔ حوریں بولیں کملی والا آگیا۔ رضوان بولے والضحیٰ کے چہرے والا آگیا۔ فرش بولا میرے سینے کو آباد کرنے والا آگیا۔ مخلوق بولی ہمیں خالق سے ملانے والا آگیا۔ خود خالق کل بولا میری اُمت کو رو رو کر بخشوانے والا آگیا۔ قصور کا بُلھا بولا

؎ عرش کرسی نے بانگاں ملیاں تے مکے پے گیا شور
بُلھے شاہ اساں مرناں ناہیں تے مر جاسی کوئی ہور

اِدھر ٹھنڈی ٹھنڈی بادِ صبا چلی اور پھر

؎ ناگہاں ساکن ہواؤں میں روانی آگئی!
چمن کے پتے پتے پر جوانی آگئی!
رحمت حق کو یکایک اِک بہانہ مل گیا
حضرت آمنہ کو کُنتُ کَنزًا کا خزانہ مل گیا
حضرت حسنین کو بے مثل نانا مل گیا
ہم گناہ گاروں کو بخشش کا بہانہ مل گیا

عرش سے آواز آتی رہی کہ:۔

؎ نور ازلی چمکیا غائب اندھیرا ہو گیا
کملی والا آگیا تھاں تھاں سویرا ہو گیا

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے تو عرش نے کہا میرا نبی آگیا۔ کرسی نے کہا میرا نبی آگیا۔ قلم نے کہا میرا نبی آگیا۔ بہشت نے کہا میرا نبی آگیا۔ اسرافیل نے کہا میرا نبی آگیا۔ جبرائیل نے کہا میرا نبی آگیا خالق کائنات نے مسکرا کر فرمایا میرا نبی آگیا۔ تذکرۃ الواعظین صہ ۲۳۱۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے حبیب ساری کائنات تیری تو میرا، میرے نبی نے عرض کی اے رب کائنات ساری دنیا اپنے پاس رکھ لے۔ مجھے صرف امت کی بخشش کا پروانہ عطا کر دے۔ سبحان اللہ۔

؎ میں زلف واللیل توں صدقے ہاں طٰہٰ دا تاج مٹھا آیا
نوری کملی پاک مزمل دی مازاغ دا سرمہ پایا آیا!
یٰسین دا سہرا سجدا اے سائیں بشریٰ ویس وٹا آیا
ممتاز کریم دا کرم ہویا سوہنا بھار امت دا چا آیا

مجسمہ طہارت

حضرت سیدہ آمنہ فرماتی ہیں۔ دنیا میں بڑے بڑے بچے پیدا ہوتے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ لیکن محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کا انداز نرالا تھا وہ کیسے فرماتی ہیں۔ وَضَعتُہٗ مُطَھُوْرًا جب پیدا ہوئے تو بالکل پاک صاف مَدْھُوْنًا جسم پاک پر تیل لگا ہوا مُطَیَّبًا معطر اور خوشبودار مَکْحُوْلًا آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا۔ مَسْرُوْرًا ہنستا مسکراتا چہرہ مَخْتُوْنًا ختنہ کیا ہوا۔ مولد العروس صہ

الوفا۔ خصائص کبریٰ اول ص۱۳۶۔ شفاء شریف اوّل ص۱۲۸۔ شواہد النبوۃ۔
قربان جاؤں ہے کوئی دنیا میں ایسا شان والا بچہ جو اس طریقے سے، اس شان سے پیدا ہوا ہو۔ لوگ کہتے ہیں ہم نبی کی مثل ہیں۔ ان مثل بننے والے بدنصیبوں سے پوچھو، کیا تم اور تمہاری اولاد اس شان اس عزت کے ساتھ دنیا میں آئی ہے۔ جیسے میرے آقا جناب محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں تشریف لائے تھے۔ مولوی پیدا ہو روتا ہوا۔ مالدار پیدا ہو روتا ہوا۔ سلطان پیدا ہو روتا ہوا۔ عوام پیدا ہو روتی ہوئی۔ خالقِ کائنات کا یار پیدا ہوا مسکراتا ہوا، ہنستا ہوا، ساری دنیا کے انسان جب پیدا ہوتے ہیں تو نکلتی ہے خون کی دھار میرے نبی پیدا ہوئے تو نکلی نور کی چمکار مولوی غلام رسول صاحب بھی یہی بات اپنی زبان میں کہہ گئے۔

؎ اکھاں وِچ قدرتی سُرمے دی دھاری
دِلاں نوں قتل کردی جیویں کٹاری
زلیخاں اُس نوں جے ویکھ لیندی
نہ تکّے یُوسف مصری دے پلیندی

وہ نبی ہے کون کہاں کا رہنے والا ہے۔ کس شان کا مالک ہے۔

؎ مدینہ طیبہ دے وِچ رہن والا
خدا دے عرش تے جا کے بہن والا
قدیمی شہنشاہ عالی گھرانہ
حسین و حسن دا غمخوار نانا!

سرکار پیدا ہوتے تو مُسکراتے آتے اعلیحضرت اسی بات کی طرف

اشارہ کر کے فرماتے ہیں۔

جس کی تسکین سے روتے ہوتے ہنس پڑے
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام!

حضرت سیدہ آمنہ فرماتی ہیں جب محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے تو وَاَعْلَنَتِ الْمَلٰئِکَۃُ سِرًّا وَجَھْرًا فرشتوں نے آہستہ اور بلند آواز سے اعلان کرنا شروع کر دیا کس بات کا کہ جَاءَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔ اے لوگو، اے کائنات میں بسنے والی اللہ تعالیٰ کی مخلوق مبارک ہو محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں تشریف لا چکے ہیں۔ مولد العروس ص۲۹ فرشتے ایک دوسرے کو مبارکبادیاں دے رہے تھے۔ خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ حضرت آمنہ سُن کر مسکرا رہی تھی۔

بصد انداز یکتائی بغایت شانِ زیبائی
امین بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی!
فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج گاتی تھی
جنابِ آمنہ سنتی تھی تو یہ آواز آتی تھی
سلام اے آمنہ کے لال اے محبوبِ سبحانی
سلام اے فخرِ موجودات فخرِ نوعِ انسانی

یہی بات کسی نے پنجابی میں یوں بیان کی کہ۔

تارے گئے اُڈیکدے پوہ پھٹی چڑیاں بولیاں دُرِ یتیم آیا
کعبہ جھکیا ٹھکیا بُت ڈگے مکے وچہ جاں نبی کریم آیا

حضور اکرم نورِ مجسم سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری پھوپھی جنابہ سیّدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں تشریف لائے تو ولادت کے وقت میں بھی وہیں موجود تھی۔ میں نے کئی بچوں کی ولادت دیکھی۔ کئی بچوں کا پیدا ہونا دیکھا لیکن امام الانبیاء علیہم السلام کی ولادت پر قربان میں نے چھ کمالات چھ عجیب چیزیں دیکھیں۔ صحابہ نے پوچھا۔ مکہ کی عورتوں نے پوچھا سوال کرنے والوں نے سوال کیا بی بی وہ چھ کون سے کمالات تھے۔ چھ کون سی متعجب چیزیں تھیں۔ فرمایا جب سرکار دنیا میں تشریف لائے تو میں نے سب سے پہلے دیکھا

۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور سے سارا گھر منوّر ہو گیا۔ روشن ہو گیا۔ سارا گھر جگمگا اٹھا۔

۲۔ دوسری بات میں نے یہ دیکھی جب سرکار پیدا ہوئے تو آپ نے آتے ہی سجدہ کیا۔

میرے دوستو! غور کرو سرکار کی پھوپھی جان کیا فرما رہی ہیں۔ حضور نے سجدہ کیا کیوں کیا؟ کس لئے کیا؟ اس لئے کیا بتانا تھا کہ میرے امتیوں میں تم جیسا نہیں تم پیدا ہو۔ تمہیں ہوش نہیں ہوتی۔ اپنی خبر نہیں ہوتی۔ لیکن دیکھو میں وہ ہوں جو پیدا ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی پہچان رکھتا ہوں۔ اس کی معرفت رکھتا ہوں، پھر خیال کرو سجدہ کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ جسم بھی پاک ہو، جگہ بھی پاک ہو، لباس بھی پاک ہو، سرکار نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کرکے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ میں بھی پاک ہوں میری جائے ولادت بھی پاک ہے۔ میری والدہ بھی پاک

ہے۔ کائنات کا ہر بچہ پیدا ہوتے وقت خود بھی ناپاک ہوتا ہے۔
جاتے ولادت بھی ناپاک کر دیتا ہے۔ والدہ کو بھی ناپاک کر دیتا ہے
لیکن قربان جاؤں ولادتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر۔ آمدِ مصطفیٰ
علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جب میرے اور آپ کے رسول آئے نبی آئے
محبوب آئے خود ہی پاک ہو کر نہیں آئے۔ بلکہ میرے نبی کے آنے سے
میرے نبی کی برکت سے ساری زمین پاک ہو گئی۔ ساری زمین سجدہ گاہ
بن گئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ مجھ سے پہلے ساری زمین
ناپاک تھی لیکن جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا بخاری شریف
ابو داؤد شریف جلد اوّل ص ۲۲۳۔ اللہ تعالیٰ نے ساری زمین میرے
لئے پاک کر دی سجدہ گاہ بنا دی ہے۔ پتہ چلا جہاں حضرت آدم
کے قدم لگے وہ عرفات پاک ہوا جہاں حضرت ابراہیم کے قدم لگے
وہ مقام ابراہیم پاک ہوا جہاں حضرت ہاجرہ کے قدم لگے۔ وہ صفا مروہ
پاک ہو گئیں۔ جہاں حضرت اسماعیل کے قدم لگے وہ زمزم کا کنواں پاک
ہوا جب میرے نبی کے قدم لگے ساری کائنات پاک ہو گئی۔ جب نبی
کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سر سجدے میں رکھا تو سجدے میں سر رکھ
کر کیا پڑھا۔

میرے دوستو! میں سجدہ کروں آپ سجدہ کریں دنیا کا کوئی
مسلمان سجدہ کرے وہ کہتا ہے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پاک ہے
میرا پالنے والا جو سب سے بلند و بالا ہے۔ لیکن میرے نبی نے سجدہ
میں کیا کہا۔ یَا رَبِّ هَبْ لِیْ اُمَّتِیْ۔ اے میرے پالنے والے۔

اے خالقِ کائنات فرمایا کیا بات ہے میرے حبیب عرض کی مجھے میری اُمت بخش دے۔ میری اُمّت کی خطاؤں کو معاف کر دے۔ سرور القلوب ص۱۲ نصرت الواعظین ص۱۵۵ معارج النبوت۔

سبحان اللہ! قربان جاؤں اپنے نبی کی شفقت پر۔ اپنے نبی کی یادگیری پر جس نے ولادت کے وقت بھی ہمیں نہیں بھلایا جس نے جوانی میں ہمیں نہیں بھلایا۔ جس نے معراج کی شب ہمیں نہیں بھلایا جس نے وفات کے وقت بھی ہمیں نہیں بھلایا۔ جو قبر میں ہمیں نہیں بھولا جو حشر میں ہمیں نہیں بھولے گا۔ کتنے بدنصیب ہیں وہ اُمتی کتنے بدبخت ہیں وہ کلمہ پڑھنے والے کتنے بیوفا ہیں وہ مسلمان جو زندگی بھر جو اپنی حیات میں نبی کو بھول جاتے کچھ تو ایسے بھی بدنصیب ہیں جو نبی کے ذکر سے گھبراتے ہیں۔ نبی کے نام سے پریشان ہوتے ہیں۔ جشن ولادت سے ڈرے ہوتے ہیں نبی کے جلوس سے پریشان ہیں لیکن جو باوفا اُمتی ہیں جو غلام کلمہ گو ہیں وہ تو یوں کہتے ہیں کہ:۔

؎ جن کے لب پہ رہا اُمتی اُمتی یاد اُن کی نہ بھولو نیازی کبھی
وہ کہیں اُمتی تم کہو یا نبی میں حاضر ہوں تیری چاکری کیلئے

اعلیحضرت یوں عقیدت کے گجرے پیش کرتے ہیں کہ:۔

؎ پہلے سجدے پہ روزِ ازل سے درود
یادگاریِ اُمّت پہ لاکھوں سلام!

کسی نے یوں کہا کہ:۔

؎ ولادت ہوندیاں سوہنے نے سر سجدے وچہ رکھیا
گناہ گاراں نوں بخشن آیا خطاواں مُسکرا پیّیاں

اے خالقِ کائنات فرمایا کیا بات ہے میرے حبیب عرض کی مجھے میری اُمت بخش دے۔ میری اُمت کی خطاؤں کو معاف کر دے۔ سرور القلوب صد ۲۱ نصرت الواعظین صد ۱۵۵ معارج النبوت۔

سبحان اللہ! قربان جاؤں اپنے نبی کی شفقت پر، اپنے نبی کی یادگیری پر جس نے ولادت کے وقت بھی ہمیں نہیں بھلایا جس نے جوانی میں ہمیں نہیں بھلایا۔ جس نے معراج کی شب ہمیں نہیں بھلایا جس نے وفات کے وقت بھی ہمیں نہیں بھلایا۔ جو قبر میں ہمیں نہیں بھولا جو حشر میں ہمیں نہیں بھولے گا۔ کتنے بدنصیب ہیں وہ اُمتی کتنے بدبخت ہیں وہ کلمہ پڑھنے والے کتنے بیوفا ہیں وہ مسلمان جو زندگی بھر جو اپنی حیات میں نبی کو بھول جائے کچھ تو ایسے بھی بدنصیب ہیں جو نبی کے ذکر سے گھبراتے ہیں۔ نبی کے نام سے پریشان ہوتے ہیں۔ جشن ولادت سے ڈرے ہوتے ہیں نبی کے جلوس سے پریشان ہیں لیکن جو باوفا اُمتی ہیں جو غلام کلمہ گو ہیں وہ تو یوں کہتے ہیں کہ :-

؎ جن کے لب پہ رہا اُمتی اُمتی یاد اُن کی نہ بھولو نیازی کبھی
وہ کہیں اُمتی تم کہو یا نبی میں حاضر ہوں تیری چاکری کیلئے

اعلیٰحضرت یوں عقیدت کے گجرے پیش کرتے ہیں کہ :-

؎ پہلے سجدے پہ روزِ ازل سے درود
یادگاری اُمت پہ لاکھوں سلام!

کسی نے یوں کہا کہ :-

؎ ولادت ہوندیاں سوہنے نے سر سجدے وچ رکھیا
گناہ گاراں نوں چین آیا خطاواں مُسکرا بیٹیاں

محمد اعظم چشتی یوں بولے کہ:۔

؎ رب کے پہلو میں غمِ اُمّتِ نادار آئے
اُمّتی اُمّتی کہتے ہوئے سرکار آئے
سُن کے سرکار مدینہ کی ولادت کی خبر
ہر گناہ گار پکارا میرے غم خوار آئے
فرش والوں کے مقدر کا ستارہ چمکا
شور اُٹھا کہ غریبوں کے مددگار آئے
وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
وہ مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

کوئی یوں کہنے لگا کہ:۔

؎ آیا رب دا حبیب لے پیارا عرب دا ستارہ تے دکھاں دیاں ماریاں دی گل بن گئی
وگے نکلے وچہ رحمت دا دھارا تے جیہدا انیتیں کنارہ تے پیاسیاں دچاریاں دی گل بن گئی
سوہنا دنیا اُتے جدوں آیا پہلوں سجدے وچہ سر نوں جھکایا
پھر بنی مصطفیٰ ہنجو اکھیوں بہا لب نکے بھتے ہلا!
کیتا اُمّت دے درداں دا چارا مکا دکھ سارا
تے عاصیاں نکاریاں دی گل بن گئی!

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سجدے میں سر رکھ کر عرض کی اے مالک، اے رازق، اے معبود میری اُمّت مجھے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جا سبحان ہم نے تیری اُمّت تجھے بخش دی۔ خالقِ کائنات نے پھر فرشتوں کو آواز ماری۔ اے میرے فرشتو! عرض کی

جی ربِ کریم فرمایا۔

اُشْهِدُ یَا مَلَائِکَتِیْ — تم سارے گواہ ہو جاؤ

فرشتوں نے کہا مولا کس بات پر فرمایا، اس پر کہ،

اَنَّ حَبِیْبِیْ لَا یُنْسٰی اُمَّتَہٗ عِنْدَ الْوِلَادَۃِ فَکَیْفَ یُنْسَاھَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ — جب میرا حبیب ولادت کے وقت اپنی اُمّت کو نہیں بھولا۔ تو قیامت کے دن کیسے اُمّت کو بھلا سکتا ہے۔

اللہ اکبر، میرے دوستو! بعض نجدی وہابی دیوبندی کہتے ہیں، او دیکھو جی سُنّیوں نے عوام کو خوش کرنے کے لئے کیسے کیسے واقعات گھڑے ہوتے ہیں۔ یہ سب موضوع ہیں۔ من گھڑت ہیں کیوں؟ کہ دیکھو ناں جی نبی بھی انسان تھے اور انسان جب پیدا ہوتا ہے تو اس کو تو پتہ نہیں ہوتا بڑا ہو کر بولتا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا اُمّت کی بخشش کی دعا مانگی۔

محترم سامعین کرام بیٹ ہے یہ سوال گستاخانِ نبی کو کیوں سُوجھے؟ اس لئے کہ انہوں نے نبیوں کو اپنی طرح محض بندہ سمجھ رکھا ہے۔ جس طرح ہم ہیں۔ اسی طرح نبی بھی تھے۔ یہی بدنصیبی ہے، یہی بدبختی ہے، یہی سے شیطان بندے کو گمراہ کرتا ہے۔ میرے دوستو یاد رکھو نبی اور اُمتی میں بڑا فرق ہے کہاں اُمتی کہاں نبی، قرآن پاک کا پارہ ۱۶ کا مطالعہ کر کے دیکھو سورہ مریم پڑھو اللہ تعالیٰ نے جب اپنی قدرت کا ملہ کا دنیا کو نظارہ کرانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرائیل سے فرمایا۔ جبرائیل جی ربِّ جلیل فرمایا

میرا پروگرام ہے کہ میں ایک نبی پیدا کردوں اور وہ بھی بغیر باپ کے تاکہ
دنیا کو ہیبت چل جائے میں خالق قادر بغیر والد کے بغیر باپ کے بھی لڑکا عطا
کرسکتا ہوں اور لڑکا بھی نبی۔ عرض کی، یا اللہ عزّوجل میرے لئے کیا حکم
ہے فرمایا تو جا بیت المقدس میں ہماری ایک بندی مریم رہتی ہے۔ اس
کے گریبان میں پھونک مار آ۔ یا اللہ عزّوجل وہ کیوں فرمایا میں بتانا چاہتا
ہوں۔ میں پھونکوں سے بھی بیٹے دے سکتا ہوں۔ حضرت جبرائیل گئے حضرت
مریم کے گریبان میں پھونک مارا اور فرمایا مریم یہ پھونک معمولی نہ سمجھنا اس
پھونک کی برکت سے اللہ تعالیٰ تجھے بغیر شادی کے ایک بڑا پیارا لڑکا
عطا فرمائے گا اور وہ ہوگا وہ نبی گھبرانا نہیں، جب بیٹا پیدا ہو تو بیت المقدس
سے باہر جنگل میں چلی جانا اللہ تعالیٰ کا حکم تھا دن پورے ہو گئے۔ حضرت مریم
بیت المقدس سے دور جنگل میں ایک مقام بیت لحم میں چلی گئیں۔ وہیں
حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا
ہوئے تو حضرت مریم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ خالق کائنات نے فرمایا
مریم بیٹا دیکھ کتنا پیارا ہے، روتی کیوں ہے مسکرا کر عرض کی، اے خالقِ کائنات
بیٹا تو بڑا پیارا ہے۔ بڑا حسین و جمیل چاند کو شرمانے والا ہے حسن و جمال
کا پیکر ہے۔ پر رو اس لئے رہی ہوں میری شادی نہیں ہوئی۔ میری
ڈولی نہیں اٹھی۔ میرا نکاح نہیں ہوا۔ میری بارات نہیں آئی۔ بچہ ہو گیا
لوگ دیکھیں گے، طعنے دیں گے ڈر رہی ہوں کیا کروں گی۔ کیا جواب
دوں گی۔ خالقِ کائنات نے فرمایا گھبرا نہیں مولا کریم کیوں فرمایا جب تو
بیٹے کو لے کر اپنے گھر جائے اپنے ڈیرے پر پہنچے کوئی بندہ کوئی انسان

کوئی بشر تجھ سے سوال کرے تو تم نہیں بولنا یا اللہ عزّوجل جب قوم بلائے گی بولنا تو پڑے گا۔ فرمایا تو نہ بولنا بلکہ اشارے سے ہاتھ کرنا، کنایوں سے کہہ دینا

فَقُوْلِیْٓ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا۔ | تو اشاروں سے کہہ دینا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خاموشی کا روزہ رکھا ہے۔

لہٰذا مجھ سے بات نہ کرو کیونکہ

فَلَنْ اُکَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا | میں آج کسی انسان سے بات نہیں کروں گی۔

پ۱۶ سورۃ مریم رکوع ۵

اشارہ کرنا تیرا کام آگے کام دکھانا میرا کام ہے۔

شان بیان نہ کریں بتی دلّے تے رکھیں بھید پوشیدہ
آپ جواب سُنا سی اُس نوں تے جس دا بُرا عقیدہ

اللہ تعالیٰ کا حکم سن کر مریم خاموش ہو گئیں۔ پیارے بیٹے جناب عیسٰی علیہ السلام کو گودی میں اٹھایا اور بیت المقدس میں تشریف لے آئیں۔ جب سیدہ مریم بیٹے کو لے کر اپنے شہر پہنچی تو لوگ حیران ہو گئے کہ مریم نے یہ بچہ کہاں سے لیا ہے کیونکہ ابھی یہ دلہن نہیں بنی، شادی نہیں ہوئی یہ بچہ آیا کہاں سے ہے تحقیق کی پتہ کیا یہ بچہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ کس کا بیٹا ہے؟ تحقیق کرنے کے بعد پتہ چلا کہ یہ بچہ تو مریم کا ہے۔ یہ تو اس کا اپنا لخت جگر ہے اس کا اپنا بیٹا ہے۔ قوم حیران ہو گئی کہ یہ کیا ہوا سارے شہر کے معززین، راہبین، علماء، عوام الناس اکٹھے ہو کر حضرت مریم علیہا السلام کے پاس آتے سوال کرنے لگے، پوچھنے لگے کہ اے مریم تم

نے یہ کیا غضب کیا ہے۔ تمہاری شادی نہیں ہوئی تم بغیر شادی کے بغیر نکاح کے بیٹے کی ماں بن گئی ہو تمہارا خاندان تو ایسا نہیں تھا۔ تمہارے قبیلے میں تو کوئی ایسا آدمی نہیں تھا۔ تیری ماں نیک تھی۔ تیرا باپ ولی تھا۔ تم ولیوں کی اولاد ہو۔ بولو جواب دو۔ یہ کیوں گناہ کیا' یہ کیوں جرم کیا۔ جیسے منہ ویسی باتیں اللہ تعالیٰ کا قرآن ان لوگوں کی باتوں کی ترجمانی کرتے ہوئے اشارہ فرماتا ہے کہ:۔

قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْئًا فَرِیًّا

لوگوں نے کہا اے مریم تو نے یہ بہت بُری بات کی ہے

یٰاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا۔

اے ہارون کی بہن تیرا باپ بُرا آدمی نہیں تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی۔ پھر تو نے یہ قدم کیوں اٹھایا۔

اللہ اکبر۔ میرے دوستو! گھر گھر میں ہر انسان کی زبان پر یہی بات تھی۔ یہی سوال تھا کہ مریم نے بہت بڑا جرم کیا ہے۔ کوئی بدکار کوئی عام آدمی کر لیتا تو کوئی بات نہ تھی یہ تو ولیوں کی نیک لوگوں کی اولاد ہے۔ اس نے یہ کیوں کیا۔

ابہہ گل چار چوفیرے ٹر پئی تے خلقت منہ پئی جوڑے
کرن ملامت بی بی تائیں تے کون انہاں نوں موڑے

سارے ظاہر بین لوگ تھے۔ سب ظاہر دیکھنے والے تھے۔ کوئی دیکھنے والا نہ تھا۔ کسی کو حضرت مریم کی شان کا مقام کا عظمت کا پتہ نہ تھا۔ سب معترضین تھے۔ سب سوال کرنے والے سب الزام لگانے والے تھے۔ کوئی صفائی پیش کرنے والا کوئی جواب دینے والا نہ تھا۔ حضرت مریم لوگوں

کے سوال سن کر اعتراض سن کر پریشان ہو گئیں۔ آنکھوں میں آنسو، سر آسمان کی طرف اٹھایا۔ عرض کی اے خالقِ کائنات اب بتائیں کیا قوم کو جواب دوں۔ یہ تو سوال پر سوال کر رہے ہیں۔ الزام تراشیاں کر رہے ہیں۔ خالقِ کائنات نے فرمایا۔ مریم گھبرا نہیں پریشان نہ ہو۔ جو مالک جو خالق جو قادر تجھے بغیر باپ کے بیٹا دے سکتا ہے۔ وہ تیری عزت بھی تیری عصمت بھی لوگوں سے بچا سکتا ہے۔ فَاَشَارَتْ اِلَیْہِ۔ تو نہ بول بلکہ اپنے بیٹے کی طرف میرے نبی کی طرف اشارہ کر دے قوم کو کہہ دے۔ اے میری قوم مجھ سے نہ پوچھو کہ یہ بچہ کہاں سے لائی ہوں۔ بلکہ خود اس بچہ سے پوچھو اے گود ی میں کھیلنے والے اے حسن وجمال کے پیکر تو کون ہے کہاں سے آیا ہے کیوں آیا ہے؟ اللہ غنی۔

اوڑک جس دم کول بی بی دے تے شور پیو نے بھارا
ہو لاچار بی بی ول لڑکے تے کیتا اودوں اشارا

مالکِ کُل کا حکم سن کر حضرت مریم نے اپنے بیٹے کی طرف اشارہ کیا کہ اے معترضین مجھ پر اعتراض نہ کرو بلکہ اس بچہ سے خود ہی پوچھ لو۔ جب لوگوں نے یہ بات سنی تو غصہ میں آ گئے کہنے لگے کہ قَالُوْا کَیْفَ نُکَلِّمُ اے مریم یہ کیا مذاق کر رہی ہو ہم اس بچہ سے کیسے کلام کریں، کیسے پوچھیں، کیسے سوال کریں کیونکہ:۔

مَنْ کَانَ فِی الْمَھْدِ صَبِیًّا۔ | جو ابھی پنگھوڑے میں کھیلنے والا ہے۔

خیال کر کبھی بچے بھی بولے ہیں دودھ پینے والے بھی کلام کرتے ہیں۔ انہوں

نے یہ بات کیوں کہی۔ اس لئے کہ انہوں نے حضرت عیسٰی کو اپنے بچوں جیسا تصوّر کیا۔ جیسے ہمارے بچے بچپن میں دودھ پینے کی حالت میں نہیں بولتے یہ بھی نہیں بولے گا۔ جیسے آج کل کلمہ پڑھنے والوں نے نبی پاک کو اپنے جیسا سمجھا ہوا ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان صہ ۵۶ پر یہ عبارت لکھتا ہے۔ اولیاء، انبیاء، امام، امام زادے، شہید جتنے بھی اللہ کے مقرب بندے ہیں۔ وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز ہیں اور ہمارے بھائی ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو اُن کی فرمانبرداری کا حکم کیا ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں۔ شکل نہ دیکھو ان بدنصیبوں کی جو نبیوں کے بھائی بننے کے دعویدار ہیں۔ ویسے میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ایک منٹ کے لئے نبی پاک کو اپنا بڑا بھائی مان لیا جائے تو اس میں کیا خرابی لازم آئے گی؟ بتایئے؟ نہیں پتہ تو آیئے میں آپ کو بتاتا ہوں۔ بھائی کو بندہ جیسے بلائے کوئی پابندی نہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے نبی کو جب بھی بلاؤ تو ادب سے بلاؤ۔ نام لے کر نہ بلاؤ۔ بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہہ کے بلاؤ بھائی کے سامنے بندہ چیخ کر بلند آواز سے بولے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ دربارِ نبوت میں بولنے کا طریقہ بتاتے ہوئے فرماتا ہے کہ اپنی آواز میرے نبی کی آواز سے اونچا نہ کرنا۔ وگرنہ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ تمہارے اعمال برباد کردونگا تمہیں پتہ ہی نہیں چلے گا بھائی کی بیوی بھابی ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَزۡوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمۡ میرے نبی کی بیویاں ایمان والوں کی مائیں ہیں۔ ہمیشہ کے لئے حرام ہیں۔

ہم کھائیں پئیں تو پیشاب پاخانہ بنتا ہے نبی کھائے پیئے تو نورِ الٰہی بنتا ہے ہم چلیں تو ہمارا سایہ بنے چلے تو سرکار کا سایہ نہ تھا۔ ہم ایمان لینے آئے نبی

ایمان دینے آیا اسی طرح آپ تحقیق کرتے جائیں تو ہزاروں فرق نظر آئیں گے تو میرے دوستو! اپنا ایمان رکھو ہم نبی کے بھائی نہیں، نبی کے غلام ہیں تو بات کہاں سے نکلی۔ قوم نے کہا کہ ہم اس بچے سے کیسے سوال کریں کبھی بچے بھی بولے ہیں۔ حضرت مریم نے اشارہ فرمایا کہ تم بلا کر تو دیکھو یہ عام بچہ نہیں، یہ تمہارے بچوں جیسا نہیں، بلکہ یہ بڑا عظمت والا ہے، وقار اور مقام والا بچہ ہے۔ قوم نے مجبور ہو کر بچے سے سوال کیا۔ اس مجمع میں ان لوگوں میں حضرت سیدنا یحییٰ علیہ السلام بھی موجود تھے تو سب سے پہلے حضرت سیدنا یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

يَا سَيِّدِي كَلِّمُو	اے میرے سردار

اے میرے بھائی اب بول اب کلام کر اس وقت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک صرف بارہ گھنٹے تھی۔ تفسیر نور العرفان ص ۴۸۹ ظہر کا وقت تھا آپ اپنی امی کی گود میں پردے کے نیچے دودھ نوش فرما رہے تھے۔ قوم کا سوال سن کر جناب یحییٰ علیہ السلام کی بات سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے امی جان کا دودھ پینا چھوڑ دیا۔ ماں نے بیٹے کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو سرخ و سفید چہرہ چمکتی پیشانی، دمکتی آنکھیں حسن قدرت کا شاہکار جناب عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، اے میری ماں پر برائی کا الزام لگانے والو، میری ماں پر طرح طرح کی باتیں کہنے والو سنو میں کون ہوں کیا لے کر آیا ہوں۔ کیا بن کے آیا کہاں سے آیا ہوں اِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔

اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ	اس نے مجھے کتاب دی ہے۔

وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۔ اور میں نبی بن کے آیا ہوں ۔

نبی بن کے آیا ہوں تفسیر نعیمی پ۱۶ ص۱۹۹ ۔

؎ عیسیٰ بولے میں بندہ رب دا تے نال کتاب لیایا
برکت عظمت والا مینوں نے رب نے نبی بنایا

میرے دوستو ! خیال کرو قرآن کہتا ہے جناب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام صرف بارہ گھنٹے کی عمر میں بولے تو کیا بولے میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں ۔ نبی بن کے آیا ہوں ۔ کتاب لے کے آیا ہوں ۔ یہ عیسیٰ علیہ السلام کون ہیں جو اب آسمانوں پر زندہ ہیں ۔ میرے پاک نبی نے فرمایا صحابہ عرض کی جی آقا فرمایا جب قیامت قریب آئے گی ۔ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں سے زمین پر نازل فرمائے گا ۔ صحابہ نے عرض کی آقا آپ تو کہتے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا ۔ فرمایا عیسیٰ نبی بن کے نہیں آئے گا ۔ میرا امتی بن کے آئے گا ۔ جب امتی کا یہ مقام ہے جب مقتدی کا یہ حال ہے کہ پیدا ہوتے ہی بول پڑا تو امام الانبیاء کا کیا مقام ہوگا ۔ اگر سرکار ولادت کے وقت اپنی اُمت کی بخشش کے لئے بولیں تو کون سی تعجب کی بات ہے تو عرض یہ کر رہا تھا کہ نبی کریم علیہ السلام کی پھوپھی جان فرماتی ہیں کہ جب سرکار پیدا ہوئے تو آپ نے آتے ہی سر سجدے میں رکھ دیا ۔ جب سر سجدے سے اٹھایا تو بلند آواز سے یہ فرمایا ۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰـهِ ۔	اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں ۔

تیسرا کمال میں نے یہ دیکھا میرے نبی کا جسم انور بالکل صاف تھا۔ حضرت صفیہ فرماتی ہیں۔ میرا ارادہ ہوا کہ میں اپنے بھتیجے کو نہلاؤں غسل دوں لیکن پردہ غیب سے آواز آئی۔ اے صفیہ میرے محبوب کو غسل نہ دینا۔ حضرت صفیہ نے عرض کی، اے خالق کائنات دنیا کے ہر بچے کو ولادت کے بعد نہلایا جاتا ہے۔ غسل دیا جاتا ہے۔ اس کو کیوں نہ دوں۔ فرمایا میرے یار کو عام بچوں کی طرح خیال نہ کر وہ عام ہیں یہ خاص ہے۔ وہ با مثل ہیں یہ بے مثل ہے۔ وہ خاکی ہیں یہ نوری ہے۔ وہ اُمتی ہیں یہ رسول ہے وہ ناپاک ہو کے آتے ہیں۔ یہ پاک ہو کے آیا ہے وہ پاک ہونے آتے ہیں۔ یہ پاک کرنے آیا ہے۔ وہ لینے آتے ہیں یہ دینے آیا ہے۔ وہ سیکھنے آتے ہیں یہ سکھلانے آیا ہے۔ وہ روتے آتے ہیں یہ مسکراتا آیا ہے۔ وہ روتے ہیں یہ چپ کرانے آیا ہے۔ وہ یہاں آ کے پڑھتے لکھتے ہیں یہ سب پڑھ کے آیا ہے۔ وہ لا الٰہ پڑھنے آتے ہیں یہ پڑھا کر جنت دینے آیا ہے اسی لئے تو سُنّی کہتے ہیں کہ:۔

پاک نبی دے درتے آجاتے مہہ جا دھون نوا کے
راہ شریعت والا ہلا سی نتے سارے راہ بھلا کے
دیوے دعاواں کملی والا نے خیر کرم دا پا کے
ہے مقصود توں سارے دل دا نہ ورا دہرتے جا کے

حضرت صفیہ فرماتی ہیں پھر میں نے سرمہ ڈالنے کا ارادہ کیا تو آواز آئی صفیہ کیا کرنے لگی ہے۔ میں نے کہا اپنے بیٹے کو سرمہ ڈالنے لگی ہوں فرمایا تو سرمہ لگائے گی مکہ کا تو سرمہ لگائے گی۔ یمن کا تو سرمہ لگائے گی۔

شام کا تو سُرمہ لگ گئے گی ۔ ابیران کا میں نے یار کو سُرمہ پہنایا ہے ۔ مَا زَاغ کا تیرا سُرمہ صبح تک آنکھوں سے نکل جائے گا ۔ میرا سرمہ حشر تک نکل سکتا ہی نہیں ۔ قربان جاؤں آقا تیری آمد پر جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو ماں بچہ کو نہلاتی ہے سنوارتی ہے، سجاتی ہے، بناتی ہے پر تجھے خود خالق کائنات نے بنا سنوار کر دنیا میں بھیجا ۔ حضرت صفیہ فرماتی ہیں جب سرکار پیدا ہوتے تو میں نے خیال کیا کہ یہ لڑکا ہے ۔ یا لڑکی دیکھوں تو سہی جب میں نے دیکھا تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ختنہ بھی کیا ہوا تھا اور ناف بھی کٹی ہوئی تھی ۔ حضرت صفیہ فرماتی ہیں ۔ پھر میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کرتہ پہنانے کا ارادہ کیا تو میں نے کیا دیکھا ۔ سرکار کی پشت انور پر مہر نبوت لگی ہوئی ہے اور اس پر لکھا ہوا ہے ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔ معارج النبوت جلد ۲ صـ ۹۸ ۔ شواہد النبوت صـ ۵۵ ۔ خصائص کبریٰ ۔ انوار محمدیہ ۔

مختارِ کل نبی

سرکار پیدا ہوئے تو بہار ہی بہار آ گئی ۔ حضرت سیدہ آمنہ فرماتی ہیں جب میرے لخت جگر دنیا میں تشریف لائے تو اچانک ان کو میری نظروں سے چھپا لیا گیا ۔ حضور میری نظروں سے غائب ہو گئے ۔ میں بڑی پریشان ہوئی ۔ غائب سے آواز آئی آمنہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں تیرا لخت جگر ابھی تیری گود میں واپس تشریف لائے گا ۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں ۔ پھر میں نے ایک آواز سنی کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ :-

طُوْفُوْا بِہٖ مَشَارِقَ	کملی والے کو زمین کے مشارق

الْاَرْضِ وَمَغَارِبِهَا | اور مغارب کی طرف یعنی پوری زمین میں پھیراؤ۔ پوری زمین کی

سیر کراؤ۔ خشکی میں بھی لے جاؤ۔ تری میں بھی، پہاڑوں کی بھی سیر کراؤ، دریاؤں اور سمندروں کی بھی سیر کراؤ۔ یا اللہ عزوجل کیوں پھیرائیں کیوں سیر کرائیں فرمایا:۔

لِيَعْرِفُوْهُ بِاسْمِهٖ | تاکہ ساری کائنات کو پتہ چل جائے

ساری کائنات کو معلوم ہو جائے، رب کا ماہی، سدرہ کا راہی، بے سہاروں کا سہارا، یتیموں کا ماویٰ و ملجا، بے کسوں کا کس، بے بسوں کا بس، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لا چکے ہیں۔ کملی والا دنیا میں آچکا ہے۔ اللہ اکبر۔ قربان تیری آمد پہ۔

؎ دو جگ دے وچہ چانن ہویا تے فضل خدا فرمایا
میرا سوہنا مدنی ماہی تے مکے دے وچہ آیا
آمنہ بی بی دے گھر اندر تے حوراں نی ڈیرا لایا
مل گیا اج مقصود دلاں دا تے نور خدا برسایا

حضرت سیدہ آمنہ فرماتی ہیں تھوڑی دیر کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری گود میں تشریف لائے۔ آپ کے جسم پاک کو جبرئیل نے جنتی لباس میں لپیٹا ہوا تھا۔ جب سرکار میرے پاس تشریف لائے تو آواز آئی میرے محبوب اللہ تعالیٰ نے آپ کو آدم علیہ السلام کا اخلاق عطا فرمایا ہے۔ شیث علیہ السلام کی معرفت عطا فرمائی ہے نوح علیہ السلام کی بہادری عطا فرمائی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی خلت اور حلم عطا فرمایا

ہے۔ اسماعیل علیہ السّلام کی زبان عطا فرمائی۔ اسحاق علیہ السّلام کی رضا عطا فرمائی۔ صالح علیہ السّلام جیسی فصاحت عطا فرمائی۔ لوط علیہ السّلام جیسی حکمت عطا فرمائی۔ یعقوب علیہ السّلام جیسی بشارت عطا فرمائی ہے۔ موسیٰ علیہ السّلام جیسی قوت عطا فرمائی ہے۔ یوشع علیہ السّلام جیسا جذبہ جہاد عطا فرمایا ہے۔ داؤد علیہ السّلام جیسی پیاری اور خوبصورت آواز عطا فرمائی ہے۔ ایوب علیہ السلام جیسا صبرِ جمیل عطا فرمایا ہے۔ یونس علیہ السّلام جیسی تسبیح عطا فرمائی ہے۔ سلیمان علیہ السّلام جیسی ہیبت اور شان و شوکت عطا فرمائی ہے۔ دانیال علیہ السلام جیسی محبّت عطا فرمائی ہے۔ الیاس علیہ السلام کی طرح وقار عطا فرمایا۔ یحییٰ علیہ السلام کی عصمت جیسی عصمت عطا فرمائی ہے۔ زکریا علیہ السّلام جیسا زہد عطا فرمایا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام جیسا تقویٰ عطا فرمایا ہے۔ خضر علیہ السّلام جیسا علم عطا فرمایا ہے۔ گویا محبوب سارے نبیوں کو جو میں نے فرداً فرداً کمالات عطا فرمائے ہیں وہ تمام کمالات اکٹھے کر کے محبوب تیری رحمت والی جھولی میں ڈال دیتے ہیں۔ اسی بات کی طرف محمد اعظم چشتی مرحوم اشارہ کرتے ہوئے کہہ گئے کہ:۔

؎ اِک پلّے محبوب خدا دا تے اِک پاسے کل خدائی
ایڈی شان تے ایڈی عظمت کسے ہور انسان نہ پائی
سارے نبیاں نالوں اُچا تے ایڈا اُچا ہور نہ کائی
اعظم اس نوں کون گھٹا وے جہدی رب کرے وڈیائی

حضرت آمنہ فرماتی ہیں پھر غائب سے آواز آئی کہ:۔

يَقُوْلُ قَبَضَ مُحَمَّدٌ عَلٰی مَفَاتِيْحِ النُّصْرَةِ۔

کوئی کہہ رہا تھا محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نصرت کی چابیوں پر قبضہ کرلیا ہے۔

وَمَفَاتِيْحِ الرِّبْحِ۔

اور نفع کی چابیوں پر قبضہ کرلیا ہے۔

وَمَفَاتِيْحِ النُّبُوَّةِ۔

اور نبوت کی چابیوں پر قبضہ کرلیا ہے۔

بَخٍ بَخٍ

واہ واہ کملی والیا

قَبَضَ مُحَمَّدٌ صلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الدُّنْیَا کُلِّھَا

واہ واہ محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ نے ساری کائنات کے خزانوں کی چابیاں اپنے قبضے میں لے لی ہیں۔

لَمْ یَبْقَ خَلْقٌ مِنْ اَھْلِھَا اِلَّا دَخَلَ فِیْ قَبْضَتِہٖ۔

اللہ تعالیٰ کی کوئی مخلوق ایسی نہیں رہی۔ محبوب جو اللہ تعالیٰ نے تیرے قبضے میں تیرے تصرف میں، تیری ملک میں نہیں کی۔ خصائص کبریٰ اوّل ص ۲۵-۱۲۴۔ اللہ اللہ اختیارِ نبی مختارِ نبی پر قربان میرے اعلیٰحضرت بولے،

ہیں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

ایک جگہ یوں فرمایا کہ:۔

؎ خالقِ کُل نے آپ کو مالکِ کُل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

ایک مقام پر یوں فرمایا کہ:۔

؎ لَا وَرَبِّ الْعَرْش جس کو ملا جو ملا اُن سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

ایک عاشق نے یُوں کہا کہ:۔

؎ دلِ شکستہ وہ جوڑ دیتے ہیں!
بات ان پہ جو چھوڑ دیتے ہیں!
ان کے کرم کا کیا کہنا
لاکھ مانگوں کروڑ کر دیتے ہیں

پتہ چلا میرے اور آپ کے نبی جب پیدا ہوئے تو اللہ تعالے نے یار کو ساری کائنات کا مالک و مختار بنا دیا یہ تو عقیدہ ہے اہلسنّت کا، اب سنیئے وہابیوں اہلحدیثوں دیوبندیوں کے متفقہ محدّث کا عقیدہ وہ کہتا ہے۔ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں جو یہ عقیدہ رکھے کہ محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام مختار ہیں تو اس سے شرک ثابت ہوتا ہے۔ تقویۃ الایمان صـ۴۴ـ۴۳ ۔

میرے دوستو! خدا را سوچیے محدّث ہے مولوی ہے عالم لیکن عقیدہ کتنا بُرا ہے۔ خیالات کتنے خراب ہیں اور کہتے کیا ہیں جی مولوی اسماعیل بہت بڑے محدّث تھے آپ ان کو ماننے والوں سے پوچھیں کہ صاحب اچھے محدّث تھے جن کو حدیث پاک نظر نہ آئی۔ جن کو سرکار کا فرمان

نظر نہ آیا میرے پاک نبی نے فرمایا۔

اِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا فرمادی ہیں۔
مسلم شریف، بخاری شریف جلد ا ص ۵۰۸

ایک مرتبہ یوں فرمایا کہ:۔

اُوْتِیْتُ مَفَاتِیْحَ کُلِّ شَیْئٍ

اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا کی ہر چیز کی چابیاں عطا کر دی ہیں۔
مسند احمد طبرانی، خصائص کبریٰ جلد ا ص ۱۹۵

نبی پاک تو فرما رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے زمین کے خزانوں کی بلکہ کائنات کے ہر خزانے کی چابی دے دی ہے۔ لیکن وہابی اہلحدیث اور دیوبندی دونوں کے مولوی محدّث کہتے ہیں کہ نہیں جی حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے اختیار میں تو کچھ بھی نہ تھا۔ اب فیصلہ سامعین اور ناظرین پر ہے کہ دل کرے تو ما ینطق عن الھویٰ کی زبان والے نبی کی بات مان لیں چاہے تو وہابیوں کے نام نہاد محدّث کی بات مان لیں فیصلہ آپ پر ہے لیکن ہم تو یہ کہتے ہیں۔

؎ خوشبواں دے ہُلے آون تے جیہڑے راہوں یار گذردا
اُس دی زلف تے رُخ توں بن دا نقشہ شام سحر دا
رب نے یار نوں کنجیاں دے کے کیتا مالک زیر زبر دا
اوہنے اِک اشارے نال نیازی تے دِتّا سینہ چیر قمر دا

حضرت سیّدہ آمنہ فرماتی ہیں۔ جب محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام میری گود میں تشریف لاتے تو میں نے کیا دیکھا ایک فرشتہ میرے لختِ جگر کے

بوسے لے رہا ہے۔ بوسے بھی لیتا جاتا ہے اور محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کانوں میں یہ بھی کہا جاتا ہے۔

اَلْبُشْرِ یَا مُحَمَّدُ	اے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو مبارک ہو۔

بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں کے علم کے برابر آپ کو علم عطا فرما دیا ہے نہیں نہیں بلکہ:۔

فَاَنْتَ اَکْثَرُھُمْ عِلْمًا	اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام نبیوں کے علم سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے۔ انوار محمدیہ ص۳۹۔ مولد العروس ص۶۷-۹ مدارج النبوت۔

میرے دوستو! خیال کرو کتنی خوش نصیب تھی وہ مائی آمنہ جن کی گود میں ایسا عظمتوں والا، ایسی شانوں والا، ایسے مرتبے والا، عظیم بچہ تشریف لایا:۔

زندگی آ گئی رونقیں آ گئیں بزم عالم میں کیف و سرور آ گیا
آمنہ کے مقدر پہ قربان میں جن کی گودی میں خالق کا نور آ گیا
سب سے پہلے تھا ان کو بنایا گیا نور رحمت سے ان کو سجایا گیا
ایسی تصویر محبوب کی کھینچ لی خود خدا کو بنا کر سرور آ گیا

کعبے کا کعبہ

امام الانبیاء حبیب کبریا سرور عالم نور مجسم سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے قبل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

کے دادا جان حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ طریقہ تھا کہ آپ ہر روز پچھلی رات سحری کے وقت گھر سے اٹھتے اور کعبہ شریف میں آجاتے وہاں بیٹھ کر اللہ اللہ کرتے یادِ الٰہی میں اپنے لمحات گزارتے پھر کعبے شریف کے پردے پکڑ کر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی آمد کی دعائیں کرتے اپنے بیٹے عبداللہ کو یاد کر کے رو کر کہتے، اے خالقِ کائنات میرے مرحوم بیٹے کے گھر کو آباد کر دے۔ میرے بیٹے کے گھر ایسا بچہ عطا فرما جس کا چرچا جس کا ذکر قیامت تک ہوتا رہے اللہ اکبر۔

دُعا یہ تھی کہ یارب نعمتِ موعود مِل جائے
بنی ہاشم کا مرجھایا ہوا گلزار کھل جائے

سیّدنا عبدالمطلب فرماتے ہیں۔ جس دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں تشریف لائے اُس دن،

اَنَا اَطُوْفُ بِالْکَعْبَۃِ	اس رات میں کعبہ شریف کا طواف کر رہا تھا۔

رات جا رہی تھی، دن آرہا تھا، اچانک میں نے کیا دیکھا کہ کعبہ اپنے چاروں جانب جُھکا پھر مقام ابراہیم، جہاں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے قدموں والا پتھر پڑا ہے۔ اس کی طرف جھک گیا اور سجدہ ریز ہو گیا۔

میرے دوستو! کعبہ شریف کے چار کونے ہیں۔ حجرِ اسود۔ رُکنِ شامی۔ رُکنِ غربی۔ رُکنِ یمانی۔ کعبہ نے سجدہ کیا۔ کعبہ سجدے میں گرا تو چار کونوں میں سے کسی کونے کی طرف سجدہ ریز نہیں ہوا۔ سجدہ کیا تو مقامِ ابراہیم کی طرف آخر کیوں؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ مقامِ ابراہیم کے بالکل سامنے حبیبِ

دو عالم، رحمتِ عالم، سرورِ کونین، دلوں کے چین، سیّدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا مقدّس گھر تھا۔ مقدس آستانہ تھا۔ جہاں والیٔ رحمت تشریف لاچکے تھے۔ کعبہ مقامِ ابراہیم کو سجدہ نہیں کر رہا تھا بلکہ حضور پاک کو سجدہ کر رہا تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے جب کعبہ کو سجدہ کرتے دیکھا تو حیران ہوگئے۔ سر آسمان کی طرف اٹھایا۔ ہاتھوں کو بلند کر کے کہا۔ اے ربِّ جلیل اے کعبہ کے وارث فرمایا کیا بات ہے، عرض کی یہ کعبہ آج سجدے کیوں کر رہا ہے۔ فرمایا مجھ سے کیوں پوچھتے ہو، سجدہ کرنے والے سے خود پوچھ۔ عرض کی کعبہ بولے گا، فرمایا پہلے تو کبھی نہیں بولا۔ لیکن آج یار کی خوشی میں ضرور بولے گا۔ حضرت عبدالمطلب نے کعبے سے پوچھا اے ابراہیم واسماعیل کی دعاؤں سے آباد ہونیوالے آج کیا وجہ ہے سجدہ ریز کیوں ہوگیا، یہ کس کو سجدے کر رہے ہو۔ کیونکہ ساری دنیا تیرے چکر کاٹتی ہے، ساری دنیا تیرے طواف کرتی ہے، ساری دنیا تجھے کعبہ تصوّر کرتی ہے۔ کعبہ سے آواز آئی اے سردارِ مکّہ ٹھیک ہے ساری دنیا کا کعبہ میں ہوں، نبیوں کا کعبہ میں، ولیوں کا کعبہ میں، غوثوں قطبوں کا کعبہ میں، ساری نسلِ انسانی کا کعبہ میں، پر میرا کعبہ آمنہ کا لال۔ سبحان اللہ۔ گویا ساری دنیا کعبے کو سجدے کرتی ہے۔ کعبہ مسلمان تیرے نبی کو سجدے کرتا ہے۔

ع دنیا دا سجدہ ہے کعبے دے وَتّے
تے کعبے دا سجدہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دے وَتّے

امام اہلسنّت، کشتۂ عشقِ رسالت، تاجدارِ بریلی مولانا شاہ احمد رضا خاں رحمت اللہ تعالیٰ حج کرنے گئے تو کعبہ کا طواف کیا۔ صفا مروہ پہ دوڑ لگائی حج کے ارکان پورے کئے، حج کر کے قافلے مدینہ پاک کی جانب چلے تو مولانا احمد رضا

خاں چوک پر کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے کہا احمد رضا کیا بات ہے۔ کیوں کھڑے ہو فرمایا میں حاجیوں کو ایک پیغام دینا چاہتا ہوں پوچھا کون سا تو آپ نے فرمایا کہ:

؎ حاجیوں آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
اے کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو
آبِ زم زم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں!
آؤ جودِ شاہِ کوثر کا بھی دریا دیکھو!!

پوری نعت پڑھی، ہر مصرعہ بے مثال، ہر لفظ پہ حاجی جھومے آخر میں جو مصرعہ فرمایا تو حد کر دی فرمایا۔

؎ غور سے سُن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے میرے پیارے کا روضہ دیکھو

سُنیوں کا امام کیا کہہ رہا ہے۔ سرکار کعبے کے بھی کعبہ ہیں۔ مکہ شریف جب فتح ہوا نماز ظہر کا وقت آ گیا۔ میرے آقا نے فرمایا بلال، عرض کی جی آقا۔ فرمایا اذان دو۔ عرض کی آقا کس مقام پر کھڑا ہو کر اذان دوں۔ فرمایا کعبہ کی چھت پر۔ بلال کعبہ کی چھت پر چڑھ گئے۔ البدایہ والنہایہ جلد ۴ ص ۳۰۳ عرض کی آقا اب اذان دیتے وقت چہرہ کس طرف کروں؟ کیونکہ میں نے مدینہ شریف اذان دی منہ کعبہ کی طرف کیا۔ بدر میں اذان دی چہرہ کعبہ کی طرف کیا۔ حنین میں اذان دی چہرہ کعبہ کی طرف کیا۔ جنگلوں میں اذانیں دیں چہرہ کعبہ کی طرف کیا۔ سفر میں اذان دی چہرہ کعبہ کی طرف کیا۔ لیکن اے سلطانِ کائنات آج آپ نے بلال کو کعبہ کی چھت پر چڑھا دیا ہے۔

آج چہرہ کس طرف کروں۔ میرے نبی مسکرا پڑے۔ فرمایا بلال پہلے جہاں بھی اذان دی چہرہ کعبے کی طرف کیا۔ آج کعبہ پر کھڑے ہو کر اذان دے رہے ہو۔ چہرہ میں محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف کر لو۔ سبحان اللہ۔ گویا پہلے چہرہ کعبے کی طرف کرتے تھے۔ اب چہرہ کعبہ کے کعبہ محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف کر لو۔ سرکار کعبے کے بھی کعبہ ہیں۔ ساری دنیا چاہتی ہے کبھی اللہ تعالیٰ موقعہ دیتا۔ کبھی نصیب جاگتا تو میں کعبہ کی زیارت کرتا۔ میں کعبہ شریف کی چوکھٹ کو بوسے دیتا لیکن کعبہ ترستا ہے۔ میں کائنات کے سردار اللہ تعالیٰ کے محبوب جناب محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی خدمت میں حاضری دیتا۔ حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ تفسیر عزیزی میں یہ بات درج فرماتے ہیں کہ سرکار مدینہ سرور قلب وسینہ مجسمہ رحمت سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے جلیل القدر صحابی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میرے صحابہ عرض کی جی آقا فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا محشر برپا ہوگی۔ ساری نسل انسانی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوگی تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے چند مقدس فرشتے کعبہ معظمہ کے پاس آئیں گے۔ کعبہ شریف کو ایسے سجائیں گے ایسے بنائیں گے جیسے پہلی رات کی دلہن کو بنایا سجایا اور سنوارا جاتا ہے پھر فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کعبہ شریف کو کہیں گے۔ اے کعبہ چل۔ کعبہ شریف کہے گا کہاں چلوں فرشتے کہیں گے میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کعبہ چل پڑے گا۔ راستے میں کعبہ شریف فرشتوں سے کہے گا کہ

اے مقدس ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مجھے حاضر کرنے سے پہلے دربارِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر لے چلو۔ فرشتے کہیں گے کیوں کعبہ کہے گا، میں مزارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم پر حاضری دے کر بارگاہِ نبوّت میں سلام کے سجرے درود کی لڑیاں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ فرشتے کعبہ شریف کو سرکار کی بارگاہ میں لے کر مدینہ شریف آئیں گے۔ کعبہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دربارِ پاک پر حاضر ہوگا تو باآواز بلند زور سے کہے گا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ، اے اللہ تعالیٰ کے مقدّس مطہر منوّر رسول تجھ پر میرا اسلام ہو۔ میرے آقا فرماتے ہیں ہیں اپنی قبرِ پاک میں سے آواز دوں گا۔ وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ یَا بَیْتُ اللّٰہِ۔ اے کعبہ، اے اللہ تعالیٰ کے پیارے گھر تجھ پر بھی میرا اسلام ہو، قربان جاؤں۔ نبی پاک کے علم غیب پر جو کام قیامت کو ہونے والا ہے وہ کام میرا نبی اپنے صحابہ کی محفل میں بیٹھ کر آج سے سینکڑوں سال پہلے بتا رہا ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرمائیں گے۔ اے کعبہ اب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جا رہے ہو۔ وہاں جا کر میری اُمّت کے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔ شکوے کرو گے یا شفاعت کرو گے۔ قربان پیارے محبوب تیری فکرِ امت پر نسلِ انسانی کے ہر فرد کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ پر میرے نبی کو اپنی اُمّت کی فکر پڑی ہوگی۔ کعبہ عرض کرے گا آقا آپ فکر نہ کریں۔ گھبرائیں نہیں، پریشان نہ ہوں آپ کا جو اُمتی اپنی پوری زندگی میں میرے پاس ایک مرتبہ آیا اس کی میں شفاعت کروں گا۔ اس کی میں بخشش کراؤں گا۔ اس کو میں جنّت میں ساتھ لے جاؤں گا۔ جو مجھ تک نہیں پہنچا اس کا ہاتھ آپ تھام کر جنّت میں آجانا۔ اللہ اکبر۔ اگر حاجی جنت میں

جاتے بغیر نہیں رہے گا تو وہ کیسے رہ سکتا ہے۔ جس کی شفاعت میرا آپ نبی کرے گا۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہم سے راضی ہو جائے اگر وہ راضی تو بیڑا پار اگر اللہ نہ کرے وہ ناراض تو بیڑا برباد کیوں کہ :۔

؎ پڑھ پڑھ عالم فاضل ہو یوں تے نام رکھایا قاضی
تلے واری توں لج دی کیتی تے نام رکھایا حاجی
پھڑ تلوار بہادر ہو یوں تے نام رکھایا غازی
احمد دیناں کجھ نہ کھٹیا جے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہویا راضی

الترغیب والترھیب۔ تفسیری عزیزی ۱/۲ صہ ۸۱۷

ہاں تو عرض یہ کر رہا تھا حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوتے تو کعبہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سجدہ ریز ہو گیا۔ میں نے کہا اے کعبہ آج تو کیوں خوش۔ آج تجھے کیا خوشی مل گئی ہے کہ جھوم رہا رقص کر رہا ہے۔ سجدے کر رہا ہے۔
مولد العروس صہ ۱۳۔

کعبہ شریف سے آواز آئی "اے سردارِ مکہ میں کیوں نہ خوشیاں مناؤں، میں کیوں نہ جھوموں میں کیوں نہ رقص کروں۔

اِنَّ اٰمِنَۃَ قَدْ وُلِدَتْ مُحَمَّدًا۔	بے شک آج آمنہ بی بی کے گھر آج آمنہ بی بی کے ویہڑے آج تیری بھو کی گودی میں محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو تشریف

لا چکے ہیں پھر کعبہ بآواز بلند پکار کر کہنے لگا۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط	اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے بڑی ہے۔
رَبُّ مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰی	اللہ تعالیٰ وہ ہے جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا پالنے والا ہے۔
اَلْاٰنَ قَدْ طَھَّرَنِیْ رَبِّیْ مِنْ اِنْجَاسِ الْاَصْنَامِ وَاَرْجَاسِ الْمُشْرِکِیْنَ	اب مجھے پاک کرے گا میرا رب بتوں کی پلیدی اور مشرکوں کی نجاست سے۔

اللہ تعالیٰ اب مجھے اپنے نبی کے صدقے ہر پلیدی سے پاک کرے گا۔ مطہر کرے گا سنیوں کے امام اسی بات کی ترجمانی کرتے ہوتے بولے کہ:۔

ے جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی
ان بھووں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
جب ہوا منو فگن دین و دنیا کا چاند
آیا خلوت سے جلوت میں اسریٰ کا چاند
نکلا جس وقت مسعود بطحا کا چاند
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں۔ جب حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوتے تو اس وقت کعبہ شریف کے اندر کعبہ کے کمرے میں تین سو ساٹھ بُت پڑے تھے۔ جن کو کفارِ مکہ پوجتے تھے۔ جن ے دن رات عبادت کی جاتی تھی کوئی لکڑی کا تھا کوئی لوہے کا کوئی پیتل کا تھا تو کوئی چاندی کا، کوئی سونے کا تھا تو کوئی ہیرے جواہرات کا ان تمام بتوں میں سے سب بڑا بُت جو تھا اُس کا نام تھا حُبل یہ سونے سے بنا ہوا تھا۔ اس پہ ہیرے جواہرات لگے ہوتے تھے۔ کافروں کا دل عزیز بُت تھا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کی خبر سُن کر تمام بُت منہ کے بل گر پڑے حُبل بُت کو میں نے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بولنے لگا۔ اس میں سے آواز آئی کہ:۔

اَلَا وَقَدْ وَلَدَ النَّبِیُّ آخِرُ الزَّمَان۔	اے عبدالمطلب مبارک خبردار ہوجا آگاہ ہوجا تجھے خوشخبری ہو کہ محمد کریم نبی آخرالزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تیرے گھر میں تشریف

لا چکے ہیں۔ اللہ اکبر۔

اعلیٰ حضرت تاجدارِ اہلسنت فاضل بریلوی بولے کہ:۔

؎ تیری آمد تھی کہ بیتُ اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بُت تھرتھرا کر گر گیا

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا اے حُبل اس محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد پہ تو بھی بول پڑا۔ وہ اتنا عظیم ہے بت میں سے آواز آئی ہاں عبدالمطلب بڑی شان والا ہے بڑا عظیم ہے کیونکہ ا۔

اس کا نور مشرق میں بھی پھیلے گا مغرب میں بھی پھیلے گا۔	وَنُوْرَ نُوْرُہٗ اِلَى الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ۔

پوری کائنات میں لوگ اس کے دیوانے مستانے ہوں گے۔ قیامت تک اس کی عظمت کے ترانے گائیں گے۔ یہ بت ہے بے جان ہے۔ جہنم کا ایندھن لیکن میرے نبی کے انوار کے گیت گا رہا ہے۔ میرے نبی کے نور کو تسلیم کر کے سجدے کر رہا ہے۔ میرے نبی کی خوشی میں ترانے گا رہا ہے، کتنے بدنصیب ہیں وہ لوگ کتنے کم ظرف ہیں وہ بندے جو کلمے بھی پڑھتے ہیں۔ نبی کی نورانیت کے بھی منکر ہیں نبی کے انوار و تجلیات کے منکر ہیں۔ شواہد النبوۃ مدارج النبوۃ جلد دوم۔ معارج النبوت، نزہتہ المجالس ۱۹۳/۲، جامع معجزات ص ۳۰۶۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دادا جان فرماتے ہیں۔ میں کعبے کے سجدے دیکھ کر اور بتوں کی آوازیں سن کر خوشی خوشی گھر کی طرف دوڑا کہ دیکھو تو سہی وہ کون سا ایسا بچہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے گھر بھیجا ہے جس کی آمد پر کائنات کا ذرہ ذرہ، کائنات کی ہر چیز جھوم رہی ہے۔ حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں۔ جب میں گھر کی جانب چلا تو صفا مروہ کے پاس چند فرشتوں نے مجھے کہا عبدالمطلب مبارک ہو۔ میں نے کہا کس بات کی فرشتوں نے کہا۔

تیرے گھر اللہ تعالیٰ کے مقدس رسول تشریف لا چکے ہیں۔	قَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

میں حیران ہو گیا کہ میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں۔ میں نے ہاتھ آنکھوں پہ ملے

کہ یہ خواب دیکھ رہا ہوں یا بیداری کا منظر ہے۔ فرشتوں نے مسکرا کر کہا عبدالمطلب یہ خواب نہیں ہے یہ بیداری ہے۔ ذرا آسمان کی طرف نظر اٹھا۔ تمہیں ہر طرف فرشتے ہی فرشتے نظر آئیں گے۔ حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں۔ میں نے نگاہ اٹھائی تو ہر طرف اللہ تعالیٰ کے معصوم فرشتے چکر لگا رہے ہیں۔ اعلیحضرت اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

؎ صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا
ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تجھ کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں۔ جب میں اپنے مکان کے قریب گیا۔ تو میں نے کیا دیکھا کچھ پرندے میرے گھر کے ارد گرد چکر کاٹ رہے ہیں۔ میرے مکان سے کستوری اور عنبر کی خوشبو آرہی ہے اور ایک منور چہرے والا انسان ہاتھ میں تلوار لئے میرے گھر کے دروازے کے سامنے کھڑا پہرہ دے رہا ہے۔ میں بڑا حیران ہوا یہ پہریدار کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ کیوں کھڑا ہے؟ حضرت عبدالمطلب نے اس پہریدار سے پوچھا۔

مَنْ اَنْتَ | جناب من آپ کون ہیں ؟

میرے گھر پہرے کیوں دے رہے ہیں ؟ اس پہرے دار نے آگے سے جواب دیا۔ باباجی آپ کون ہیں۔ مجھ سے سوال کرنے والے آپ نے فرمایا میں اس گھر کا مالک ہوں۔ میرا نام عبدالمطلب ہے۔ میں مکہ کا سردار ہوں۔ پہریدار مسکرا پڑا کہنے لگا اچھا آپ ہیں عبدالمطلب فرمایا ہاں اچھا آپ کون ہیں۔ پہریدار نے جواب دیا۔

اَنَا مَلَکٌ مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ عَلَیْہِ السَّلَام۔ | حضور میں اللہ تعالیٰ کے مقدس فرشتوں میں ایک فرشتہ ہوں۔

آسمانوں کا باسی ہوں، آسمانوں کا مکین ہوں۔ خالقِ کائنات نے میری ڈیوٹی لگائی ہے کہ میں آپ کے مکان کا پہرہ دوں تاکہ کوئی عام انسان اندر نہ چلا جائے۔ فرمایا کیوں فرشتے نے فرمایا۔ اس لئے کہ آج آپ کے گھر آپ کے دیہڑے ربِّ عزّوجل کا ماہی، سدرہ کا راہی، ابراہیم علیہ السّلام کی دعا حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی بشارت تشریف لا چکی ہے۔ آسمانوں کے فرشتے ربِّ کائنات کے ماہی کی زیارت کر رہے ہیں۔ اِدھر فرشتے زیارت کر رہے ہیں۔ اُدھر آوازیں آرہی تھیں۔ کون سی آوازیں شاعرِ مشرق علّامہ ڈاکٹر محمد اقبال علیہ الرحمۃ نے ترجمہ بیش کیا کہ :۔

ندا آئی دریچے کھول دو ایوانِ قدرت کے
نظارہ خود کرے گی قدرت شانِ قدرت کے

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں۔ جب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کرنے کے لئے مکان میں داخل ہوا تو سرکار ریشمی لباس میں ملبوس

تھے۔ چہرے سے انوارِ الٰہی کے تجلیات پھوٹ رہے تھے۔ فرشتے زیارت کے لئے آرہے تھے جارہے تھے میں گنتی نہیں کر سکتا۔

جامع معجزات ص۳۰۷، ۳۰۶۔ مولد العروس نصرت الواعظین ص۱۵۸

میں قربان جاؤں اس کچی گلی پر، اس کچے کمرے پر، جس کمرے میں، جس گلی میں دونوں جہانوں کا والی تشریف لایا۔ جس گھر میں میرے آقا تشریف لاتے۔ اس کی دیواریں بھی کچی، اس کا صحن بھی کچا۔ اس کی چھت بھی کچی۔ لیکن سرکار کی آمد سے اس گھر کو بھاگ لگ گئے۔ اس کی قسمت جاگ گئی، کہ کعبہ بھی اُسے جھک جھک کر سلام کر رہا تھا۔ عرش کی بلندیاں بھی اُسے سلامیاں دے رہی تھیں۔ آسمانوں کے تارے بھی جھک رہے تھے تمام ملائکہ بھی درود کی لڑیاں نچھاور کر رہے تھے پورے مکّہ میں سرکار کی ولادت کی خبر پھیل گئی کہ عبدالمطلب کے مرحوم کے بیٹے جناب عبداللہ کے ہاں بڑا حسین و جمیل بچّہ پیدا ہوا ہے۔ لوگوں کو پتہ چلا تو پورے مکّے کے لوگ مبارکبادیاں دینے آرہے تھے۔ ہر بندہ مبارک دیتا۔ کہتا اے سردارِ مکّہ بڑی خوشی ہوتی ہے۔ بڑی مسرّت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چاند جیسا حسین و جمیل پوتا عطا فرمایا ہے۔ جناب عبدالمطلب تمام لوگوں کی مبارکبادیاں وصول کر کے شکریہ ادا کر رہے تھے۔ مرد حضرات تو باہر سے مبارک دے کر جا رہے تھے۔ لیکن مکّہ کی قریش زادیاں، امیر زادیاں جمع ہو کر، بن سنور کر، حضرت آمنہ کو مبارک دینے گھر آئیں، جب گھر میں پہنچیں تو حضرت آمنہ چارپائی پر لیٹی ہوئی ہیں کائنات کے والی دونوں جہانوں کا سردار ایک بہترین لباس میں ملبوس آرام فرما رہے ہیں۔ تمام عورتوں

نے جب سرکار کا چہرہ والضحیٰ دیکھا مازاغ کی آنکھوں پر نظر پڑی۔ ید اللہ کے گورے گورے ہاتھ دیکھے سو جان سے قربان ہوگئیں دیکھ لیا کہ آنے والا لڑکا ہے، بیٹا ہے اور بیٹا بھی چاند سے حسین کائنات کو شرمانے والا پھر بھی ماں کی ماملتا کو آزمانے کے لئے امتحان کے لئے حضرت سیّدہ آمنہ سے پوچھنے لگیں، آمنہ کیا حال ہے۔ فرمایا خدا کا شکر ہے۔ جس نے میری گود کو اولاد کی نعمت سے مالامال کیا ہے قریشی عورتوں نے کہا آمنہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کس نعمت سے نوازا ہے؟ لڑکا یا لڑکی؟ حضرت آمنہ مسکرا پڑیں اور بڑا پیارا جواب دیا، یہ نہیں فرمایا، بیٹا پیدا ہوا، لڑکا تشریف لایا ہے۔ یہ نہیں فرمایا۔ چاند کا ٹکڑا آیا ہے۔ یہ نہیں فرمایا، ہیرا آیا ہے۔ بلکہ فرمایا۔

خَرَجَ مِنِّیْ نُوْرٌ	میرے بطن سے میرے بیٹے سے نور نکلا ہے۔

دنیا حیران ہے کہ سرکار کی والدہ نے اپنے لختِ جگر کو، اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کو چاند نہیں کہا، ہیرا نہیں کہا کیوں؟

میرے دوستو یاد رکھو میرے آقا کی والدہ جانتی تھی یہ آنے والا وہ عظیم بچہ ہے کہ اشارہ کرے گا تو چاند کے دو ٹکڑے کر دے گا۔ اشارے سے سورج کو پھیرے گا۔ کائنات کے ہیرے جواہرات موتی اس کے قدموں میں ہوں گے۔ مکہ کی امیرزادیوں نے پوچھا۔ آمنہ تیرے ہاں کیا پیدا ہوا ہے۔ تو حضرت آمنہ نے کیا جواب دیا۔

خَرَجَ مِنِّیْ نُوْرٌ	مجھ سے نور نکلا ہے۔
اَضَاءَ لَهٗ قُصُوْرٌ	جس کی برکت سے میں نے مکہ میں

الشَّامُ	بیٹھے بیٹھے شام کے محلات دیکھ لیئے۔

حجۃ اللہ علی العالمین صـ۲۲۷ ۔ طبقات ابن سعد جلد اوّل صـ۱۴۶ ۔ الوفا صـ۵۲ مواھب لدنیہ جلد اوّل صـ۱۴۳ ۔

۵ وقت تولد صبح دے اندر تے آیا نبی سوھارا
چانن نور نبی دے کولوں تے نکل گیا چمکارا
شام ملک سب نظری آیا حضرت آمنہ تائیں
ہر ہر شہر جو شام زمینے ہر دستی ہر جائیں !

میرے دوستو ! ذرا توجہ فرماؤ حضرت آمنہ کیا فرماتی ہیں ۔ میرے بطن سے نور نکلا ؟ کیا نکلا نور ؟ پھر ہوا کیا اس کی برکت سے میں نے شام کے محلات دیکھ لئے میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ مکہ شریف سے شام کتنی دور ہے ؟ سینکڑوں میل دور ہے خیال کرو ۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کی برکت سے حضرت آمنہ مکہ شریف میں بیٹھ کر سینکڑوں میل دور محلات دیکھ سکتی ہیں تو اس مجسمہ نور نبی کی اپنی نگاہ کا کیا عالم ہوگا ؟ کیا وہ نبی مدینہ شریف میں اپنی قبر پاک میں آرام فرما ہو کر پاکستان والوں کو نہیں دیکھ سکتا ؟ ضرور دیکھ سکتا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک دیکھتا رہے گا ۔ تو حضرت آمنہ کیا فرماتی ہیں ۔ میرے بطن سے نور نکلا " یہ آمنہ کون ہے " سرکار کی والدہ ماجدہ پیدا کرنے والی جنم دینے والی کہتی ہے میں نے نور جنم دیا ۔ اب آیئے اس آقا سے پوچھتے ہیں جو دنیا میں تشریف لاتے ۔ کیا بن کے آئے ۔ حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ صحابہ کرام بھی سرکار کی خدمت پاک میں بیٹھے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی آقا دین کے مسئلے تو بڑے بتائے ہیں، ذرا

اَخْبِرْنَا عَنْ نَفْسِكَ	ہمیں اپنی ذات کے بارے اپنی حقیقت میں بھی کچھ فرمائیے۔

میرے پاک نبی نے فرمایا:۔

اَنَا دَعْوَةُ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ	میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السّلام کی وہ دُعا ہوں، جو انہوں نے

کعبہ شریف کی تعمیر کی تکمیل کے بعد مانگی تھی۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا۔ پ آخری رکوع سے پہلی آیت	اے ہمارے رب بھیج ان میں ایک عظمت والا، شان والا مقام والا رسول۔
وَبُشْرٰی عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَام	اور حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی بشارت ہوں۔

جو انہوں نے مجھ سے پہلے اپنی قوم کو سناتی تھی۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ۔ سورۃ صف ۲۸/۱	اے میری قوم میں تمہیں اس رسُول کی خوشخبری سناتا ہوں جو میرے بعد دنیا میں تشریف لائے گا۔ جس کا نام احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوگا۔
وَرَاَتْ اُمِّیْ حِیْنَ حَمَلَتْهُ	اور جب میری والدہ مجھ سے حاملہ

ہوتیں۔

تو انہوں نے دیکھا کیا کہ:۔

اَنَّہٗ خَرَجَ مِنْھَا نُوْرٌ اَضَاءَتْ لَہٗ قُصُوْرُ الشَّامِ۔	ایک نور ان سے نکلا ہے جس سے ان پر شام کے محلات بھی روشن ہو گئے ہیں وہ نور ہوں۔

مشکوٰۃ شریف ص۵۱۳۔ دلائل النبوت ص۱۲۶۔ دارمی شریف خصائص کبریٰ اوّل ص۲۴ تفسیر ابن کثیر جلد۴۔ زرقانی شریف، البدایہ والنہایہ، سیرت حلبیہ، مواہب لدنیہ اوّل ص۱۴۳۔

حضرات توجہ فرمائیں۔ حضرت سیّدہ آمنہ کے بطن سے جنم لینے والے پیدا ہونے والے تمہارے میرے نبی کیا فرماتے ہیں کہ میں نور ہوں۔ اب آیئے بھیجنے والے خالقِ کائنات سے پوچھتے ہیں کہ اے خالقِ ارض وسماء اے مالک و ملک تیرے نبی کی حقیقت کیا ہے۔ خالقِ کائنات نے ارشاد فرمایا۔

قَدْ جَاءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ۔	بیشک تمہارے پاس آ گیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور۔

تمام مفسرین کرام کی تفسیرین پڑھ کے دیکھو ہر مفسر نے اس آیۃ کریمہ کے تحت ہی لکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے نور ہیں۔ اللہ اکبر۔

میرے دوستو! ذرا خیال کرو۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں۔ میرے بطن سے نور نکلا سرکار فرماتے ہیں۔ میں نور ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اے دنیا والو میرا یار نور ہے نور۔ مُلّاں ہوش کر۔ تجھے کیوں پڑ گیا ہے فتور۔ حضرت سیّدہ آمنہ فرماتی ہیں۔ میرا بیٹا نور کا پیکر تھا۔ آنکھیں بھی نور، لب بھی نور، ہونٹ بھی نور، آنکھیں بھی نور، چہرہ بھی نور، پیر بھی نور، تلیاں بھی نور، جسم بھی نور، نورِ علیٰ نور، اسی واسطے ہم کہتے ہیں کہ۔

بشری لباس وچہ نور ہے آیا تے دسّی صاف قرآن نے گل اے
اہنوں اپنے درگا توں کھلیا آکھیں تے کیوں دماغ گیا ای ہل اے
جاءکُم مِنَ اللّٰہ نور دی آیت نے تے کر دِتّا مسئلہ حل اے
اس نور دے صدقے آمنہ بی بی تے ڈِٹھے تمام دے مُلک محل اے
پڑھ پڑھ علم ہزار کتاباں تے تیری عقل تیکر نوں مار اے
رب نور فرماوے نبی نور آکھے تے پڑھ ویکھ قرآن پیارے
باہجوں حُبِ نبی دے نہ آندی بخاری تے باہجوں اُلفت چڑھے بخار اے
مالی چاہے ساری کائنات نہ منّے تاں وی نور خدا دا یار اے

نام مبارک

میرے دوستو جب سرکارِ مدینہ سرورِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم دنیا میں تشریف لائے تو میرے نبی کے پورے خاندان کو بڑی خوشی ہوئی۔ سرکار کے خاندان کا ہر فرد خوشی میں معمور تھا۔ لیکن سب سے زیادہ خوشی میرے پاک نبی کے محترم ومکرم دادا کو ہوئی۔ حضرت عبدالمطلب نے ایک منادی کو بلایا اور فرمایا کہ جاؤ۔ پورے مکّہ میں ہر محلّہ میں، ہر گلی میں، ہر بازار میں ندا کر دو، اعلان کر دو کہ تمام مکّہ والے تین دن تک اپنے گھروں میں کھانا نہیں پکائیں گے۔ بلکہ رئیسِ مکّہ، سردارِ مکّہ

عبدالمطلب کے گھر تمہارا کھانا ہوگا۔ کوئی پوچھے تو بتا دینا کہ یہ کھانا عبداللہ کے بیٹے اور عبدالمطلب کے پوتے کی ولادت کی خوشی میں پکایا جارہا ہے۔ ادھر منادی اعلان کر رہا ہے۔ ادھر جناب عبدالمطلب نے ایک اور آدمی کو فرمایا کہ تم جاؤ حرم پاک میں اعلان کرو کعبہ شریف کے پاس کھڑے ہو کر ندا کر دو۔ پوری دنیا سے جتنے بھی مہمان کعبہ شریف کی زیارت کے لئے آئے ہوتے ہیں وہ بھی عبدالمطلب کے مہمان ہوں گے۔ سبحان اللہ۔ پھر کیا ہوا۔ اونٹ، بیل، بکرے ذبح ہونے شروع ہو گئے۔ پھر پکنے لگے پوری دنیا سے آئے ہوئے مہمان اور مکہ کا ہر فرد سرکار کی ولادت کی خوشی میں کھانا کھا رہا تھا اور جشنِ ولادت کی خوشی منا رہا تھا۔

(دلائل النبوت ص ۱۲۷)

تین دن کے بعد حضرت عبدالمطلب گھر تشریف لاتے سرکار دو جہاں کو اپنے سینے سے لگایا سر منہ اور ماتھا چوم کر کہا بیٹا آج اگر تمہارے والد حیات ہوتے تو دیکھتے کہ ہم نے اس کے بیٹے کا کتنا جشن منایا ہے کتنی خوشی کی ہے۔ حضرت سیدہ آمنہ بولیں بابا اپنے پوتے کا نام بھی کوئی تجویز کیا ہے۔ فرمایا بیٹا ہاں نام تجویز کر لیا ہے بابا کون سا، فرمایا بیٹا میرا بڑا گرام ہے میں پوتے کا نام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکھوں کیسا ہے؟ پسند ہے یا کوئی تمہارے ذہن میں اور ہے؟ عرض کی بابا جان بہت ہی اچھا ہے یہی رکھنا چاہیئے تھا۔ فرمایا بیٹا کیوں عرض کی باباجان ابھی میرا بیٹا آپ کا پوتا دنیا میں جلوہ گر نہیں ہوا تھا۔ مجھے چھٹا مہینہ تھا۔ رات کو میں سوئی ہوئی تھی کہ اچانک میرے پاس ایک نورانی چہرے والا انسان تشریف لایا۔

اُس نے کہا: اے بی بی آپ کو مبارک ہو، آپ کے پیٹ میں خیر العالمین تشریف لا چکے ہیں۔ جب یہ رحمتوں والا، عظمتوں والا بچہ دنیا میں تشریف لائے تو اس کا نام محمد رکھنا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم، میں نے کہا آپ کو میں نے پہچانا نہیں آپ کون ہیں؟ اس نے کہا بی بی میں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کے پاس آیا ہوں۔ مواہب لدنیہ اوّل ص ۱۴۰

حضرت عبد المطلب اپنے پوتے کو اٹھائے ہوئے سینے سے لگائے ہوئے باہر تشریف لائے پھر کعبہ شریف کی حاضری دی سرکارِ دوجہاں کو ہاتھوں میں اٹھا کر ہاتھ بلند کر کے خالقِ کائنات کا شکر ادا کیا۔ اے ربِّ کائنات تیرا لاکھ لاکھ بار شکر ہے۔ تو نے ہمیں بے مثل پوتا عطا فرمایا ہے۔ پھر گھر تشریف لائے۔ مکّہ والوں نے سوال کیا حضور بیٹے کا نام کیا رکھا ہے فرمایا میں نے اس کا نام محمد رکھا ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سارے مکّہ والے حیران کہا حضور ہمارے پورے علاقے آپ کے پورے خاندان میں کسی بچّے کا نام محمد نہیں تھا۔ آپ کو یہ نام کیسے پسند آیا۔ کیسے خیال آیا۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے شفیق دادا مسکرا پڑے فرمایا جانتے ہو میں نے یہ نام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کیوں رکھا ہے۔ حضور ہمیں پتہ نہیں آپ ہی بتائیے فرمایا میں چاہتا ہوں میرے اس بچّے کی قیامت تک تعریف ثنا ہوتی رہے زمین والے اس کی شان بیان کریں۔ آسمان والے اس کے گیت گائیں۔ مشرق والے اس کی توصیف کریں۔ مغرب والے اس کے چرچے کریں۔

انسان اس کے ترانے گاتیں، جنات اس کی نعتیں پڑھیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ پتہ پتہ میرے محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی شان بیان کرتا ہے نہیں نہیں سچ پوچھو مخلوق تو ایک طرف مملوک تو ایک طرف مقدور تو ایک طرف میرے پوتے کی خود خالق مالک قادر بھی تعریف کرے سبحان اللہ خصائص کبریٰ اوّل ص ۱۲۸۔ ۱۲۷۔ رحمت للعالمین اول ص ۱۴۱۔

میرے دوستو! حضرت عبد المطلب نے جو سوچا تھا جو کہا تھا اللہ تعالیٰ نے پورا کر دکھایا۔ آج دیکھ لو میرے مدنی رسول علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو دنیا سے پردہ فرمائے چودہ سو سال بیت چکے ہیں۔ ان چودہ سو سالوں میں کئی وزیر آئے سفیر آئے سلطان آئے جابر آئے حاکم آئے ان کا نام مٹ گیا۔ ان کے چرچے ختم ہو گئے۔ ان کے چاہنے والے نہ رہے۔ لیکن قربان جاؤں ثنائے پیغمبر پر صدقے جاؤں۔ شان مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آپ کا چرچا آپ کی تعریف آپکی عظمت آپکے چرچے ختم نہیں ہوئے بلکہ جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے چرچے بڑھتے جاتے ہیں شان بلند ہو رہی ہے دنیا قبر میں جاتی ہے ذکر ختم ہوتا ہے۔ میرا نبی روضے میں گیا شان بلند ہوتی جاتی ہے کیوں؟ اس لئے کہ یہ کملی والے سے خود خالق کائنات کا وعدہ ہے محبوب جوں جوں وقت گزرتا جائے گا ہم تیری شان کے جھنڈے بلند کرتے جائیں گے۔

وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ۔ پ ۳۰ سورۃ والضحیٰ	اے میرے محبوب ہر آنے والی گھڑی آپ کے لئے پہلی گھڑی سے بدرجہا بہتر ہو گی۔

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ
پ۳۰ سورۃ الانشراح

ہم نے بلند کر دیا ہے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رَفَعْنَا ہم نے بلند کیا ہے تیرے ذکر کو خیال کرو رَفَعْنَا ماضی کا صیغہ فرمایا۔ مضارع کا صیغہ نہیں فرمایا یہ نہیں فرمایا محبوب اب ہم تیرا ذکر بلند کریں گے یا کرتے ہیں بلکہ ماضی کا صیغہ استعمال کیا ماضی کا معنیٰ ہے ذکر بلند کر دیا۔ کب کیا کب سے کیا یہ نہیں بتایا۔ بلکہ مطلق فرمایا ذکر بلند کر دیا اس وقت کیا جب نہ زمین تھی نہ آسمان تھا نہ فرش تھا نہ عرش تھا نہ جن تھا نہ ملک تھا کائنات کی کوئی چیز نہ تھی کملی والے کا ذکر اس وقت بھی بلند تھا اسی بات کو تاجدار بریلی نے یوں پیش کیا کہ :۔

؎ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کا ہے سایہ تجھ پر
ذکر اونچا ہے تیرا بول ہے بالا تیرا
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے گا
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

میرے دوستو ! یاد رکھو سرکار کے دو ذاتی نام ہیں۔ محمد، احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے علاوہ بہت سے صفاتی نام بھی ہیں۔ جیسے رحیم، کریم، شافع، قاسم، بشیر، نذیر، خبیر علامہ اسماعیل حقی حنفی علیہ الرحمہ نے تفسیر روح البیان پ۳۰/۲ صـ۳۵۵ میں لکھا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے صرف قرآن پاک میں اپنے محبوب کے چار ہزار صفاتی نام ذکر کئے ہیں۔ کچھ صراحتہً کچھ کنایتہً تو عرض کیا کر رہا تھا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں تشریف لائے تو پورے مکّے والوں نے سرکار کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اِدھر سرکار کی آمد پر مکّہ شریف میں خوشیاں ہو رہی تھیں اُدھر کملی والے کی ولادت پر ساتوں آسمانوں کے فرشتے خوشیاں منا رہے تھے۔ ایک دوسرے کو مبارکبادیاں دے رہے تھے مبارک ہو رحمت عالم آ گئے کوئی کہہ رہا تھا کہ عظیم نبی آ گئے کوئی کہہ رہا تھا فاتح رسول آ گئے کوئی کہہ رہا تھا شاکر نبی آ گئے۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ المولد العروس ص۲۰۔

ے اے نبی اُچیاں شاناں والا اے
جس کیتا جگ اُجالا اے
اُو رحمت دا دو شالا اے
پڑھو لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ محمد پاک رسول اللہ
جبرئیل جہندا دربان ہووے
اُتے عاشق خود رحمان ہووے
ساتھوں صفت کیہہ اُس دی بیان ہوئے
پڑھو لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ محمد پاک رسول اللہ

سامعین کرام! کملی والے کی آمد پر فرشتوں نے خوشی کی سرکار کا تو بہت بڑا مقام ہے کیونکہ آپ باعث ایجاد دو عالم ہیں۔ آپ حدیث پاک کا مطالعہ کریں۔ سرکار کے صدقے قیامت

تک ہر مومن کی ولادت پر ہر مسلمان کے مولود پر فرشتے خوشیاں مناتے رہیں گے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میری امت میں سے کوئی ایمان دار بچہ پیدا ہوتا ہے تو فرشتے اس بچے کی ولادت پر خوشیاں مناتے ہیں ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں کہ وہ دیکھو سرکار مدینہ کا فرمانبردار، ایماندار امتی بچہ دنیا میں تشریف لے آیا ہے سبحان اللہ۔ روح البیان ۲۵ صفحہ ۳۱۷۔

جب امتی کی ولادت پر فرشتے خوشیاں کرتے ہیں۔ تو سوچو امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت پر فرشتے کتنے خوش ہوئے ہوں گے۔ پوری کائنات کے فرشتے سرکار کی آمد پر بہت ہی خوش ہیں خالق کائنات نے آواز دی۔ جبرئیل عرض کی اجی رب جلیل فرمایا یہ سارے فرشتے کیوں خوش ہیں؟ مولا کریم تو علیم بذات الصدور ہے تو خود ہی جانتا ہے تیرے محبوب کی آمد پر خوشیاں منا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جبرئیل جب دنیا میں کسی انسان کے ہاں پہلے بچے کی ولادت ہوتی ہے تو وہ کیسے خوشیاں کرتے ہیں۔ عرض کی مولا کریم ایک دوسرے کو مبارکبادیاں دیتے ہیں۔ مسرت کا اظہار کرتے ہیں ہر آدمی اپنی حیثیت کے مطابق شیرینی کا انتظام کرتا ہے کوئی لڈو بانٹتا ہے۔ کوئی دیگیں پکاتا ہے۔ کوئی مٹھائی تقسیم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے محبوب کی آمد پر خوشی بھی ہو رہی ہے مبارکبادیاں بھی ہو رہی ہیں۔ لیکن یہاں کی خوشی میں کوئی چیز تقسیم نہیں کی وہ بھی کرو۔ یا اللہ عزوجل کون سی چیز تقسیم کریں۔ مٹھائی۔ لڈو۔ بریانی۔ فروٹ۔ میٹھا۔ نمکین۔ خالق کائنات

نے فرمایا یہ چیزیں تو وقتی ہیں تھوڑی دیر میں ختم ہو جاتے گی۔ کوئی ایسی چیز تقسیم کرو جو کچھ عرصہ باقی بھی رہے۔ عرض کی مولا کریم پھر تو ہی بتا کیا تقسیم کروں فرمایا ایسے کہ یار کی خوشی میں محبوب کی ولادت پر پوری دنیا میں جس عورت کے ہاں بچہ ہونے والا ہے لڑکے تقسیم کر دے تاکہ دنیا والوں کو پتہ چل جائے اللہ تعالیٰ نے یار کی ولادت کی خوشی میں لڈو نہیں لڑکے تقسیم کئے تھے۔ علامہ امام نبہانی انوار محمدیہ ص ۳۸ میں علامہ امام حلبی علیہ الرحمتہ سیرت حلبیہ ص ۷۸ میں علامہ امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں علامہ امام زرقانی شریف میں یہی بات لکھتے ہوئے تحریر فرمائی

وَ اُذِنَ لِنِسَاءِ الدُّنْيَا تِلْكَ السَّنَةِ۔	اللہ تعالیٰ نے یار کی ولادت کی خوشی میں پوری دنیا کی عورتوں میں آنے والے بچوں کو حکم دیا

کون سا۔

اَنْ يَحْمِلْنَ الذُّكُوْرَا	کہ اس سال ہر عورت کے گھر لڑکا ہی پیدا ہو۔

کیوں ؟

لِكَرَامَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ	تاکہ محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت عظمت اور بزرگی ظاہر ہو جائے۔

ے ساری عمر اولاداں کا رن تے آہی طلب جنہاں نوں
بخشے رب طفیل محمد خوش فرزند اونہاں نوں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

وہ آیا جس کے آنے سے یہ قانونِ جہاں بدلا
زمیں بدلی زماں بدلا مکیں بدلے مکاں بدلا

حضرت جبرئیل نے عرض کی مولا کریم یہ لڑکے تقسیم کرنے کا حکم کیوں دے رہا ہے فرمایا جبرئیل یہ عرب کے لوگ بڑے سنگدل ہیں۔ بڑے ظالم ہیں، بڑے قاتل اور جلاد ہیں یہ بیٹیاں پیدا ہوتے ہی مار کر قبروں میں دبا دیتے ہیں یہ بچیوں کو زندہ درگور کرنے والے ہیں۔ یہ بیٹیوں کے قاتل ہیں آج میرے یار کی ولادت کا جشن ہے آج رحمۃ للعالمین دنیا میں تشریف لا چکا ہے۔ آج سینے میں ٹھنڈک دینے والا محبوب آچکا ہے۔ آج اگر کسی کے ہاں بچی پیدا ہوئی تو اس نے بیٹی کو مار کر قبر میں دفن کر دینا ہے میں نہیں چاہتا کوئی بیٹی کو قتل کر کے بیٹی کو مار کے میرے یار کی رحمت والی چادر پر دھبہ لگائے جبرئیل لہٰذا جا آج یار کی رحمت کے صدقے یار کے قدموں کی برکت سے جہاں جہاں بچہ پیدا ہوتا ہے کسی کو بیٹی نہیں دینی ساری ماؤں کو بیٹے تقسیم کر دے۔ اللہ اکبر۔ پھر کیوں نہ ہم کہیں کہ:

؎ یہ بارہ نہ ہوتی تو کچھ بھی نہ ہوتا
محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا
دو عالم کی بستی بسی اس کے صدقے
گلوں کو ملی تازگی اس کے صدقے
ولی اس کے صدقے نبی اس کے صدقے
یہ بارہ نہ ہوتی تو کچھ بھی نہ ہوتا

یہ محفل ہے نعتیں سنانے کی محفل
یہ محفل ہے آقا کے آنے کی محفل
یہ محفل ہے خوشیاں منانے کی محفل
یہ محفل ہے قسمت بنانے کی محفل
یہ بارہ نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا
محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

شیطان کی آہ وزاری

اِدھر ساری مخلوق سارے فرشتے ساری دنیا نہیں بلکہ خود مالک خالق رازق یار کی آمد پر محبوب کی ولادت پر خوشیاں منا رہے ہیں ادھر شیطان ابلیس پوری زمین پہ دوڑتا پھرتا ہے روتا ہے واویلا کرتا ہے سر پیٹتا ہے ہائے ہائے کرتا پھرتا ہے۔ پوری زمین کا چکر کاٹ کر مکہ شریف میں ایک پہاڑ ہے ابی قبیس اُس پہ بیٹھ کر رونے لگا اس کی چیخ و پکار سن کر دنیا کے تمام شیاطین جمع ہو گئے اور شیطان سے پوچھنے لگے۔

مَا الَّذِیْ اَصَابَکَ — اے گرو، اے استادِ محترم اے ہمارے سردار کیا بات ہے آپ رو کیوں رہے ہیں آج تک ساری کائنات کو ہم نے تیرے حکم سے رلایا ہے اور آج تم خود رو رہے ہو، کیا وجہ ہے کیا بات ہے ہمیں بھی تو پتہ چلے شیطان نے کہا اب میں رو رہا ہوں میری بات سنو گے تو تم بھی رو گے چیخو گے شیطان کی اولاد نے کہا استادِ محترم بتاؤ تو

سبھی وجہ کیا ہے؟ شیطان نے کہا میں اس لئے روتا ہوں کہ محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام آج دنیا میں تشریف لا چکے ہیں۔ اللہ اکبر پتہ چلا جس دن میرے اور آپ کے آقا دنیا میں تشریف لائے تھے اُس دن ساری کائنات خوش تھی شیطان رو رہا تھا۔

؎ نثار تیری چہل پہل پہ ہزار عیدیں ربیع الاوّل
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ میری ولادت کے وقت شیطان جتنا رویا اور پریشان ہوا تھا اتنا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا بلکہ یہ قیامت تک پریشان ہوتا رہے گا یہی وجہ ہے جب بھی سرکار کے غلام مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیوانے مستانے سرکار کی آمد پر خوشی کرتے ہیں۔ جشن مناتے ہیں۔ جلوس نکالتے ہیں تو شیطان اور شیطان کی جماعت مسلمانوں پر فتوؤں کی بارش کر دیتی ہے یہ بدعت ہے۔ یہ شرک ہے یہ حرام ہے۔ یہ ناجائز ہے یہ اسراف ہے یہ فضول خرچی ہے۔ میرے دوستو تم ان کے فتوؤں سے نہ ڈرو بلکہ عشقِ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد تازہ کرتے رہو کیونکہ :-

میلاد دا موسم آیا اے ہر پاسے رحمت چھائی اے
شیطان دے ساتھی رفلے نے اوہناں نوں رواوّں گج وج کے
سرکار دی آمد آمد سی جبریئل نداواں کردا سی !
اے رحمت عالم نور خدا جلوہ فرماؤ گج وج کے

ایہہ شمع نئیں فانوس نئیں قسمت دے تارے چمکے نے
کرکرکے چراغاں گھر گھر وچ قسمت جگاؤ گج وج کے

میرے دوستو! یاد رکھو محفل میلاد کرنا یہ محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دلیل ہے۔ جس کو محبت ہو گی۔ سرکار کی خوشی کرے گا۔ جس کو نہیں وہ نہیں کرے گا۔ دیوبندیوں کے امام اوّل بانی دیوبند مولوی قاسم نانوتوی محفل میلاد نہیں مناتے تھے۔ لیکن ان کے استاد بھائی پیر بھائی علامہ عبدالسمیع علیہ الرحمتہ ہر سال محفل میلاد مناتے تھے کسی آدمی نے جب یہ منظر دیکھا تو بڑا حیران ہوا کہ ایک مولوی صاحب محفل میلاد کرتے ہیں۔ ایک نہیں کرتے وہ دوڑتا ہوا مولوی قاسم نانوتوی کے پاس آیا اور سوال کیا یا حضرت یہ کیا وجہ ہے۔ مولوی عبدالسمیع صاحب تو مولود شریف کرتے ہیں۔ لیکن آپ کیوں نہیں کرتے فرمایا بھائی انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ محبت معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے دعا کرو مجھے بھی اللہ تعالیٰ محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نصیب کرے۔ قصص الاکابر صـ ۶۳۔ پتہ چلا کہ جشن میلاد اللہ تعالیٰ نے محبت والوں کے حصے لکھ دیا ہے۔ خیر تو عرض کیا کر رہا تھا کہ سرکار کی ولادت پر کملی والے کی آمد پر شیطان رو دیا۔ شیطان کی نسل نے شیطان کی اولاد نے پوچھا تو کہا۔

اے کہن لگا ہن پیدا ہویا تے ذات مبارک عالی
روز ازل توں رب نے بخشی تے جہنوں کنجی جنت والی

مولد العروس صـ ۲۰۔ معارج النبوت اوّل صـ ۳۴۷۔ شواہد النبوۃ صـ ۵۱

نعمتہ کبریٰ ص۲۱ ۔ البدایہ والنھایہ دوم ص۵۷ ۔

شیطان جب رویا تو اس کی نسل نے دلاسہ دیا کہ استادِ محترم خاموش ہو جاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں ۔ گھبراؤ نہیں فکر نہ کرو پریشان نہ ہو ۔ پھر کہنے لگے اے ہمارے سردار ہم تو سمجھتے تھے تو بڑا بہادر ہے بڑا دلیر ہے بڑا طاقتور ہے پر آج پتہ چلا کہ تو بزدل ہے ۔ شیطان نے کہا ۔ اے میری نسل میں بزدل نہیں میں تو بڑا بہادر ہوں اگر میری بہادری پوچھنی ہے تو آدم علیہ السلام سے پوچھو ، میں نے آدم کو جنت سے نکلوایا ۔ ان کے بیٹوں کو آپس میں لڑوایا ۔ نوح کے بیٹے کو ان سے جدا کرایا ۔ موسیٰ کی قوم کو میں نے گمراہ کرایا ۔ شیطان کی نسل نے کہا ، اے ہمارے سردار پھر اس نبی سے کیوں پریشان ہو ۔ شیطان نے کہا تمہیں کیا پتہ یہ اور نبی ہے وہ اور نبی تھے وہ کلیم تھے یہ حبیب ہے یہ ایسا نبی ہے جو بتوں کو توڑے گا ۔ مشرکانہ رسموں کو ختم کرے گا ۔ شراب جوئے کو حرام کرے گا ۔ ظلم و ستم کو ختم کرے گا یہ کفر و شرک کو مٹائے گا توحید و رسالت کے ڈنکے بجائے گا ۔ پتھروں اور کنکروں سے ا کلمے پڑھائے گا ۔

اے گنگیاں تھیں گلاں کرا جان دا اے

اے ان بولیا نوں بلا جان دا اے

ایہہ سڑیاں تحیوراں اگا جان دا اے

اے پتھراں تھیں کلمے پڑھا جان دا اے

محمد صلی اللہ علیہ وسلم دا رتبہ خدا جان دا اے
خدا دی قدر مصطفیٰ جان دا اے

پڑھا بے زبانوں نے کلمہ تمہارا
ہے سنگ و شجر میں بھی چرچا تمہارا

اذانوں میں خطبوں میں شادی و غم میں
غرض ذکر ہوتا ہے ہر جا تمہارا

فتوضیٰ کی یہ پیاری پیاری صدا ہے
کہ ہوگا قیامت میں چالا تمہارا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد پر ساری کائنات خوش خدا کی خدائی خوش۔لیکن شیطان اور شیطان کے چاہنے والے پریشان۔ادھر شیطان پریشان تھا ادھر کافر اللہ تعالیٰ کے منکر پریشان تھے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے قبل پوری دنیا میں دو سپر طاقتیں تھیں۔قیصر اور کسریٰ۔جیسے آج کل سمجھ لو امریکہ اور روس اللہ تعالیٰ نے روس کا تو بیڑا غرق کر دیا ہے۔ان شاء اللہ امریکہ کا بیڑا بھی تباہ کرے گا۔قیصر روم اٹلی عرب کے علاقے اور دیگر علاقے اس میں شامل تھے۔اس کو قیصر کہتے تھے۔اس علاقے کے بادشاہ کا نام بھی قیصر ہوتا تھا۔کسریٰ ایران عراق افغانستان بلوچستان یہ سارے علاقے کو کسریٰ کہتے تھے۔اس علاقے کا بادشاہ بھی کسریٰ ہوتا تھا۔بغداد شریف سے تیس میل دور ایک بہت بڑی عمارت تھی۔جس پر کروڑوں اربوں روپیہ لگا ہوا تھا۔

اور بڑے بڑے مینار تھے۔ اس کو ایوانِ کسریٰ کہتے تھے۔ قیصر کے علاقے کے لوگ اکثر عیسائی تھے۔ کسریٰ کے اکثر لوگ مجوسی آگ کو پوجنے والے تھے۔ جب میرے اور آپ کے آقا رحمت عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم دنیا میں تشریف لاتے تو سرکار کی آمد کی ہیبت سے ایوانِ کسریٰ پھٹ گیا اور اس کے جو بڑے بڑے مینار اور کنگرے تھے جن کی تعداد چودہ تھی زمین پر گر پڑے۔

اِنْشَقَّ اَیْوَانُ کِسْریٰ وَسَقَطَ مِنْہُ اَرْبَعَ عَشَرَ شَرَافَتَہٗ۔

ان میناروں کا گرنا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ چودہ بادشاہوں کے بعد یہ علاقہ اسلام میں داخل ہو جائے گا۔

پھر اسلام کی تاریخ پڑھ کر دیکھیں یہ سارا علاقہ سیدنا و مولانا امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں دورِ خلافت میں فتح ہو کر اسلام کی سرحدوں میں داخل ہو گیا۔ ہمدان اور قم یہ ایران کے علاقے ہیں ان کے درمیان ایک بہت بڑا تالاب بنا ہوا تھا۔ چھ چھ میل لمبا تھا اور چھ میل چوڑا تھا۔ اس کے اردگرد کناروں پر بڑے بڑے بت خانے گرجے کلیسے بنے ہوتے تھے یہ تالاب کئی صدیوں سے ہمیشہ بھرا رہتا تھا لوگ بتوں کی پوجا کرتے دن رات شرک کفر کا مظاہرہ کرتے صبح شام اللہ تعالیٰ کا رزق کھا کر اس کی ناشکری کرتے کھاتے ربّ کا پیتے وحدہٗ لاشریک کا لیکن گیت گاتے بتوں کے سر جھکاتے، پتھروں کے سامنے قربان جاتے۔ اس کی بے پرواہی پہ

پھر بھی ان کے رزق میں صحت میں دولت میں کچھ فرق نہ آتا۔

؎ تمنا گو بیتہ ہے خدایا دم بدم تیرا
یہ زمین و آسماں تیرے ہیں موجود و آدم تیرا
جو دنیا میں کھا کر کرے شکوہ تیرا یا رب
تعجب ہے کہ ان پر بھی ہو لطف و کرم تیرا

یہ تالاب پانی سے ہمیشہ بھرا رہتا جس کی وجہ سے آس پاس کا علاقہ بڑا شاداب اور ہرا بھرا تھا۔ لوگ بڑے خوش دن رات پنڈت پادری اپنے اپنے مذہب کے لوگوں میں اپنے مسلک کی ترویج کرتے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں تشریف لاتے تو اچانک وہ تالاب خشک ہو گیا۔ ساری رونقیں اس تالاب سے تھیں وہ بھی ختم ہو گئیں۔ مجوسی لوگ آگ کے پجاری تھے۔ ان کا ایک بہت بڑا آتشکدہ تھا جس میں برابر دن رات چوبیس گھنٹے آگ جلتی رہتی تھی کبھی نہ بجھی۔ ایک ہزار سال سے آگ کے پجاری اس کو روشن کر کے اس کی پوجا کرتے رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جب رحمت عالم کو دنیا میں بھیجا سرکار کی برکت سے آگ اسی وقت ٹھنڈی بالکل بجھ گئی۔ مجوسیوں نے بڑی کوشش کی لیکن آگ جلنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ زرقانی شریف۔ خصائص کبریٰ۔ سیرت الرسول عربی صـ۴۵ مدارج النبوت دوم صـ۲۴۔ انوار محمدیہ صـ۲۶۔ سیرت حلبیہ وہ آگ ایسی بجھی کہ جلی نہیں، بجھتی بھی کیوں نہ جس رحمت للعالمین نے شفیع المذنبین نے قیامت کے دن جہنم کی آگ کے شعلے ٹھنڈے

کرتے ہیں وہ اپنی ولادت کے موقعہ پر فارس کو آگ کیسے نہ ٹھنڈی فرماتے۔

سے دہ جگ وچہ ہوتے اُجالے آتے محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمتاں والے
رحمتاں والے برکتاں والے آتے محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمتاں والے
تعجب کی جا ہے کہ فردوس اعلیٰ بناتے خدا اور بساتے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
تماشا تو دیکھو کہ دوزخ کی آتش لگائے خدا اور بجھاتے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

الحمدللہ فقیر نے اپنی استطاعت کے مطابق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پاک کے چند موتی آپ کی خدمت میں پیش کئے اللہ تعالیٰ قبول فرما کر ہمیں دین و دنیا کی نعمتوں سے مالا مال کرے۔

(آمین)

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ؕ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جشنِ میلاد کا جواز

تیسرا وعظ مبارک

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ۔ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمُ وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ

(پ ۴ سورۃ آلعمران رکوع ۲)

ترجمہ :- اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت جو اس نے تم پر فرمائی،

حمد و صلوٰۃ کے بعد قرآن مجید فرقان حمید کی ایک آیۂ کریمہ کے چند الفاظ حصول برکت کی خاطر آپ حضرات کی خدمت میں تلاوت کئے ہیں۔ انشاء اللہ آج کی اس نورانی، روحانی، وجدانی بلکہ لاثانی محفل میں یہ عرض کروں گا کہ میلاد مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء کے موقعہ پر جشن منانا، خوشی کرنا، مسرت کا اظہار کرنا یہ کس کا طریقہ ہے۔ یہ کس کی سنت ہے۔ یہ کس کی ایجاد ہے؟ دعا کرو ربِّ کائنات مجھے صحیح صحیح بیان کرنے اور سن کر اس پر عمل کرنے اور استقامت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

اہلسنت کا طریقہ

میرے دوستو! ہم بحمد اللہ سُنّی حنفی، بریلوی ہر سال جشنِ میلاد مناتے ہیں اور انشاء اللہ تاقیامت تا حیات مناتے رہیں گے۔ ہم ہر سال جشنِ میلاد منا کر اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارے پیارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم خالق نہیں مخلوق ہیں، رازق نہیں مرزوق ہیں معبود نہیں عابد ہیں۔ اگر ہم نبی کو خالق مانتے تو اپنے نبی کا کبھی بھی جشن میلاد نہ مناتے ہم ہر سال جشنِ میلاد منا کر شرک کی جڑیں کاٹتے ہیں۔ شرک کی دیواریں گراتے ہیں۔ ہم اس لئے جشن مناتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا لاڈلا نبی پیارا حبیب محبوب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمیں عطا کر کے ہم پر احسان فرمایا ہے ہمیں اپنی قسمت پر ناز ہے کہ خالقِ کائنات نے ہمیں یار کی غلامی کے لئے یار کی محبت کے لئے چن لیا ہے۔ کسی عاشق نے بڑی ہی پیاری بات فرمائی کہ:۔

ے خدا عزوجل کی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی مہربانی
ہمارے حصّے میں آئی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناخانی
نبی کو نور کہنا یہ ادنیٰ سی عقیدت ہے
جہاں پہ ذکر ہو اُن کا وہ ساری بزم نورانی

میرے دوستو! یاد رکھو ذکر نبی کی محفلیں سجانا، کملی والے کا ذکر کرنا یہ خود خالقِ کائنات کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ | یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو

یا اللہ عزّوجل کون سی نعمت کو فرمایا۔ عَلَیْکُمْ جو نعمت ہم نے تم پہ فرمائی۔ حضرات محترم! اللہ تعالیٰ کے فرمان پاک پہ توجّہ کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نعمت یاد کرو کون سی نعمت؟ خالقِ کائنات نے اپنی نعمت کا نام نہیں لیا کیوں؟ اس لئے کہ اس کی نعمتیں بے شمار ہیں گنتی سے باہر ہیں، کوئی گنتی کرنا چاہے کوئی شمار کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ (پ۱۳) | اور اگر تم گننا چاہو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تو نہیں شمار کر سکتے۔

پتہ چلا اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت زیادہ نعمتیں عطا فرمائیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ لیکن قرآن پڑھ کے دیکھو نعمتیں دینے والا نعمتیں دیتا رہا۔ لیکن کہیں یہ نہیں فرمایا۔ اے انسان فلاں فلاں نعمت میں نے دے کر تجھ پہ بڑا احسان کیا۔ میری نعمت ہر وقت یاد کرتا رہ نہ نہ کہیں یہ بات نہیں فرمائی

لیکن یہاں اس مقام پر اس آیت میں فرمایا جا رہا ہے یاد کرو آخر کوئی وجہ تو ہو گی کوئی حکمت تو ہو گی جس کی وجہ سے اس نعمت کو یاد دلایا جا رہا ہے وہ وجہ کیا ہے وہ حکمت کیا ہے یہ خود خالقِ کائنات نے بیان فرما دی کیوں یاد کرو کہ

اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً	جبکہ تم تھے آپس میں دشمن
فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ	پھر اس نے پیار پیدا کر دیا تمہارے دلوں میں۔
فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا	پھر بن گئے تم اس نعمت کے صدقے بھائی بھائی۔ اللہ اکبر۔
وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ	اور تم کھڑے تھے دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر،
فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا	پھر بچا لیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس نعمت کے صدقے اس میں گرنے سے۔ (پ ۴ رکوع ۲)

یہ نعمت کون سی نعمت تھی جس کے صدقے سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو بھائی بھائی بنایا۔ جہنم کے شعلوں سے بچایا۔ تمام مفسرین کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس نعمت سے مراد سیدالانبیاء حبیب کبریا فخرِ دو عالم نور مجسم سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات پاک مراد ہے۔ جس کے صدقے سے پوری دنیا میں انقلاب آگیا ایک دوسرے کے

دشمن ایک دوسرے کے بھائی بن گئے۔ ہمیشہ لڑنے والے ہمیشہ کے خیر خواہ بن گئے۔ خون کے دشمن خون کے محافظ بن گئے۔ عداوت کی جگہ محبّت آگئی وحشت کی جگہ پیار آگیا۔ انتقام کی جگہ معافی کا جذبہ پیدا ہوگیا خود غرضی کی جگہ اخلاص اور ایثار نے جگہ لے لی۔ غرور و تکبّر کی جگہ عاجزی انکساری آگئی۔ یہ وہ انقلاب تھا جس نے پوری دنیا خاص کر عرب کا کایا پلٹ دی۔ سرکار کی آمد کائنات کے لئے رحمتِ خداوندی بن کر برسی اسی لئے تو ڈاکٹر اقبال بولے کہ :

؎ جس طرف چشمِ محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارے ہو گئے
جتنے ذرے سامنے آئے سب ستارے ہو گئے

قرآن مجید کی اس آیۂ کریمہ سے پتہ چلا سرکار مدینہ سرورِ قلب سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ میرے اور آپ کے نبی کائنات کے لئے نعمت بن کے تشریف لائے۔ اب قرآن ہی سے پوچھتے ہیں کہ اے لاریب کتاب! اے سچی کتاب اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب جب اللہ تعالیٰ نعمت عطا فرمائے تو کیا کرنا چاہیئے۔ خوشی کرنی چاہیئے یا نہیں؟ مسرت کا اظہار کرنا چاہیئے یا نہیں؟ تو خالقِ کائنات کی پاک کتاب نے ہمیں بتایا کہ،

اے مسلمانو! اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے غلامو اپنے ربّ کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔	وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔ (پ ۳۰)

ایک ہوتا ہے اظہارِ نعمت ایک ہوتا ہے پرچارِ نعمت، اظہار اور پرچار میں فرق ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے تجھے مال دیا ہے۔ خیرات کر صدقہ کر یہ خیرات کرنا یہ صدقہ کرنا اظہار ہوگا۔ لیکن آگے بیان کرنے کی اجازت نہیں بتانے کی ضرورت نہیں یہ نہ ہو جہاں بیٹھے کہتا پھرے کہ میں نے غریبوں مسکینوں فقیروں کو مال دیا ہے، لباس پہنایا ہے اس کی اجازت نہیں کیونکہ یہ دکھلاوا ہے ریا ہے اور پرچار کا مطلب یہ ہے کہ گلی گلی تھاں تھاں، شہر شہر، گاؤں گاؤں جہاں جہاں جائے اعلان کرتا جائے یہ ہے پرچار تو اللہ تعالیٰ نے یار کو نعمت فرمایا۔ نعمت فرما کر پرچار کرنے کا حکم دیا۔ اسی لئے سُنّی نبی کی آمد پر جگہ جگہ پرچار کرتے پھرتے ہیں اور کہتے پھرتے ہیں کہ :۔

آیا سوہنا عربی ماہی تے مہک پیاں گلزاراں
دنیا دے ہر گلشن اندر تے آیاں ہین بہاراں
آتشکدیاں دے وچہ ہویاں نے ٹھنڈیاں ساریاں ناراں
آمنہ دے مقصود نوں ویکھن تے آیاں حوراں بنھ قطاراں

اب دیکھنا یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پرچار سرکار کی شان کتنی بیان کرنی چاہیئے۔ اس کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں کوئی حد نہیں بتائی کوئی لکیر نہیں بتائی۔ بلکہ مطلقاً فرمایا پرچار کرو۔

اللہ غنی

امام بوصیری علیہ الرحمۃ

آج سے آٹھ سو سال پہلے ایک قاری نے یہی بات پڑھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے۔ میرے محبوب کی آمد پر خوب پرچار کرو کتنا کریں، کہاں تک کریں یہ سمجھ نہیں آتا۔ مسجد سے اٹھا زمانے کے امام علامہ بوصیری علیہ الرحمتہ کی خدمت اقدس میں آیا کون بوصیری زمانے کا بہت بڑا علامہ ولی کامل فنا فی الرسول، کشتہ عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سرکار کے سچے عاشق، دنیا میں بڑے بڑے عاشق آئے لیکن بوصیری کے عشق پہ قربان جایئے ساری زندگی سرکار کی غلامی میں گزاری۔ آپ پر ایک مرتبہ فالج کا حملہ ہوا آدھا حصہ ختم ہو گیا۔ آدھا جسم بیکار ہو گیا بڑے بڑے ڈاکٹروں طبیبوں حکیموں سے علاج کرایا لیکن بجائے صحت کے مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی حالت یہ ہو گئی کہ زندگی سے مایوس ہو گئے۔ ڈاکٹروں نے آپ کو لاعلاج قرار دیا کہ اب بوصیری کا بچنا محال ہے بارہ سال تک اس مرض میں مبتلا رہے ہے۔ ہاتھوں سے پانی کا پیالہ نہیں پکڑ سکتے۔ روٹی کا ٹکڑا نہیں توڑ سکتے آپ کے گھر والے آپ کو ہسپتال سے گھر لے آئے رو پڑے امام بوصیری نے فرمایا کیوں روتے ہو گھر والوں نے کہا کہ ڈاکٹروں نے جواب دے دیا۔ اب آپ کا بچنا محال ہے۔ آپ مسکرا پڑے فرمایا پیدا کرنیوالے نے تو نہیں جواب دیا۔ زندگی موت میرے پاک مالک کے پاس ہے گھبراؤ نہیں وہ کریم وہ رحیم کرم اور رحم فرمائے گا۔ شام ہوئی پھر رات ہوئی ساری دنیا سو گئی۔ لیکن امام ابوعبداللہ شرف الدین بوصیری کو کہاں نیند آئے۔ منہ کیا مدینہ پاک کی طرف دل سے آہ نکلی پھر آنکھوں سے محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چشمے پھوٹ پڑے رو کر کہا آقا آپ اللہ تعالیٰ کی عطا سے جانتے ہیں۔

بارہ سال سے بیمار ہوں آج ڈاکٹروں نے لاعلاج کر کے ہسپتال سے فارغ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساری کائنات کے لئے علیم اور حکیم بنا کر بھیجا ہے

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ | آپ معلّم بھی ہیں حکیم بھی ہیں علم سکھانے والے بھی ہیں حکمت کرنے والے بھی ہیں۔

آقا اب آخری تیری اُمید ہے۔ تیری آس رہ گئی ہے۔ آج اگر تو نے بھی علاج سے جواب دے دیا تو دنیا طعنے دے گی۔ دیکھو نبی پاک کا عاشق نبی پاک کا ثنا خوان نبی پاک کے قصیدے پڑھنے والا نبی پاک کی نعتیں پڑھنے والا لاعلاج ہو کے دنیا سے چلا گیا ہے۔ اب آپ ہی اس اپنے غلام کا علاج کیجئے پھر آپ نے فی البدیہہ اُسی وقت سرکار کی بارگاہ میں ایک عربی نعتیہ قصیدہ پڑھنا شروع کر دیا۔ آپ روتے بھی رہے اور نعت بھی پڑھتے رہے۔ تقریباً اسی وقت ایک سو اکسٹھ اشعار سرکار کی بارگاہ میں قصیدے کے پیش کئے وہ قصیدہ کیا تھا محبّت کی مالا تھی عشق کے موتی تھے، آہوں کی لڑیاں تھیں دو چار اشعار تبرک کیلئے پیش کرتا ہوں۔ سنیئے اور ایمان تازہ کیجئے پہلا شعر یہ تھا۔

أَمِنْ تَذَكُّرِ جِيرَانٍ بِذِي سَلَمٍ
مَزَجْتَ دَمْعًا جَرَىٰ مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمٖ

کیا ہمسایوں کی یاد سے جو ذی سلم تھے تیری آنکھوں سے خون آلودہ آنسو جاری ہیں۔ ذی سلم جہاں کثرت سے درخت ہوں یہ اشارہ تھا

مدینہ پاک کی طرف کیونکہ وہاں کثرت سے کھجوروں کے درخت تھے
پھر آگے یوں عرض کرتے ہیں۔

؎ مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ساری کائنات کے سردار ہیں،
اور ماویٰ وملجا ہیں دنیا آخرت کے جن اور انس کے اور دونوں
جماعتوں کے عرب سے اور عجم سے۔

؎ هُوَالْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ
لِکُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

وہ ہی حبیب لبیب ہیں کہ امید کی گئی اُن کی شفاعت کی ہر شدت و
مصیبت میں شدتوں اور مصیبتوں سے جو سختی کے ساتھ اُن کے غلاموں
پر نازل ہو چکی ہیں۔ آگے عرض کرتے ہیں۔

؎ مَاسَامَنِیْ الدَّهْرُ ضَیْمًا وَّاسْتَجَرْتُ بِهٖ
اِلَّا وَنِلْتُ جِوَارًا مِّنْهُ لَمْ یُضَمِ

جب کبھی زمانہ نے مجھے تکلیف تو میں نے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی حمایت حاصل کر لی اور ظلم زمانہ سے محفوظ رہا۔

کَمْ اَبْرَاَتْ وَصِبًا بِاللَّمْسِ رَاحَتُهٗ
وَاَطْلَقَتْ اَرِبًا مِّنْ رِّبْقَةِ اللَّمَمِ

بارہا اچھے ہو گئے بیمار اُن کی ہتھیلی پاک کے چھونے سے اور آزاد ہو گئے،
حاجت مند جنون سے آخر میں یوں کہا کہ۔

يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِيْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ
سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

اے بہترین کریم عالم آپ کے سوا میرے لئے کوئی جگہ نہیں جہاں پناہ لوں، مصیبتوں کے عام نزول کے وقت ۔ اللہ اکبر ۔

جب سارا قصیدہ پڑھ لیا تو ساری نعت دربار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پیش کر لی تو آپ کو قدرتی سکون آگیا ۔ دل میں عجیب کیفیت پیدا ہو گئی ۔ پھر بادِ صبا چلی ۔ ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے چلے ۔ حضرت امام بوصیری کی آنکھ لگ گئی سر کی آنکھیں بند ہو گئیں دل کی آنکھیں کھل گئیں، نصیب جاگ گیا ۔ مقدّر کا ستارہ چمک پڑا، سوئے بھاگ بیدار ہو گئے پھر کیا ہوا مصر کے شہر بوصیر میں سرکار مدینہ، سرور قلب و سینہ، بے سہاروں کا سہارا، بے بسوں کے بس، بیکسوں کے کس، غریبوں کے ماویٰ و ملجا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی امام شرف الدین کو زیارت ہو گئی ۔ قربان جاؤں شرف الدین تیرے سچے عشق پر کہ ایک ہی صدا ماری کملی والا تیرے ویہڑے آگیا ۔ تیرے اُجڑے گھر کو گلشن بنانے آگیا ۔ عاشقوں کے پیشوا، عارفوں کے بادشاہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو علیہ الرحمۃ مدینہ شریف کی طرف منہ کر کے رو کر کہنے لگے، اے عبد القادر جیلانی کو زیارت کرانے والے محبوب، اے شرف الدین کو شفا دینے والے مدنی ماہی کبھی مجھے بھی دیدار کرا جا، کبھی مجھے بھی اپنی زیارت سے گرما جا ۔ پھر خود ہی کہنے لگے کہ میں اس قابل کہاں کہ وہ سلطان کائنات میرے گھر آئے ۔

کیونکہ :-

؎ میں کوہجی میرا دلبر سوہناتے ہیں کیونکہ اُس نوں بھاواں ہُو
وہڑے ساڈے وڑدا نا ہیں پئی لکھ وسیلے پاواں ہُو
نہ میں سوہنی نہ زر پلّے میں کیونکہ یار مناواں ہُو
ایہہ دُکھ ہمیشہ رہسی حضرت باہو میں روندی ہی مرجاواں ہُو

امام شرف الدین کو خواب میں اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت ہوگئی۔ امام بوصیری نے خواب میں سرکار کے قدموں کو بوسہ دیا۔ ہاتھوں کو چوما نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ بوصیری عرض کی جی آقا۔ فرمایا کھڑا ہو جا۔ وہ بوصیری جو بارہ سال تک دوائیوں سے نہیں اُٹھ سکا۔ میرے نبی کریم کی ایک صدا پر اٹھ کے کھڑا ہو گیا سرکار بیٹھ گئے بوصیری نے دیکھا کملی والے کے اِرد گرد اور بھی اللہ تعالیٰ کے ولی موجود ہیں۔ میرے نبی نے فرمایا۔ بوصیری، عرض کی جی آقا، فرمایا مجھے میری نعت تو سناؤ۔ قربان جاؤں بوصیری تیری قسمت پر کہ تجھے نعت سنانے کی فرمائش کملی والا آپ فرما رہا ہے۔ دیکھو ناں آج میں بات کروں آپ کو اچھی لگے تو آپ فرمائش کریں گے کہ دوبارہ کرنعت خواں نعت کو پڑھے۔ کسی کو شعر پسند آجائے تو لوگ کہیں گے دوبارہ پڑھ۔ لیکن امام بوصیری کو فرمائش کرنے والا کوئی عام انسان نہیں، کوئی ملک نہیں، کوئی وزیر نہیں، کوئی سفیر نہیں بلکہ اللہ عزّوجل کا حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ سبحان اللہ۔ میرے نبی نے فرمایا بوصیری نعت سناؤ، بوصیری نے دست بستہ عرض کی آقا میں نے تو آپ کی شان میں بڑی نعتیں لکھی ہیں کون سی سناؤں۔ اللہ اکبر۔

میرے دوستو! امام بوصیری کے عقیدے کو دیکھو آپ سرکار کی وفات شریف کے بعد ۶۰۸ھ میں پیدا ہوتے ۶۹۴ھ میں فوت ہوئے گویا کملی والے کی وفات شریف کے چھ سو سال بعد دنیا میں تشریف لائے لیکن عقیدہ کیا ہے کہ میں نے جتنی بھی آج تک نعتیں لکھی یا پڑھی ہیں۔ میرے نبی اگرچہ جسمانی طور پر مدینہ شریف میں رہتے ہیں لیکن باذن الہٰی اللہ تعالیٰ کی عطا سے جانتے ہیں۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ ہمیں بھی بوصیری والا عقیدہ عطا فرمائے۔ امام بوصیری کی بات سن کر میرے نبی نے یہ نہیں فرمایا۔ بوصیری مجھے نہیں پتہ تم نے کون کونسی نعت لکھی ہے۔ تم سب نعتیں بتاؤ جو زیادہ اچھی ہو وہ تمہیں سنانے کا حکم دوں گا۔ نا نا۔ ایسی بات نہیں جب بوصیری نے پوچھا آقا کون سی نعت پڑھوں۔ میرے نبی نے مسکرا کر فرمایا وہ نعت سناؤ جو ابھی ابھی ہماری شان میں ہماری تعریف میں پڑھ رہے تھے۔ بوصیری نے نعت پڑھنا شروع کر دی۔ میرے آقا سنتے بھی جاتے ہیں خوش بھی ہوتے جاتے ہیں کہ بوصیری کا کتنا پیارا عقیدہ ہے۔ ہمارے بارے جب قصیدہ ختم ہوا نعت مکمل ہو گئی۔ میرے نبی نے فرمایا۔ بوصیری! عرض کی جی آقا فرمایا تم نے میری نعت پڑھی ہے۔ میرا قصیدہ پڑھا ہے تجھے انعام نہ دیں۔ سبحان اللہ۔ آقا فرماتے ہیں۔ فرمایا ہاں تاکہ پتہ چل جائے۔ میرے نعت خوانوں کو میرے گیت گانے والوں کو میری شان بیان کرنے والوں کو میری عظمت کے جھنڈے بلند کرنے والوں کو انعام دینا خوش کرنا یہ میں محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے اللہ اکبر! بوصیری نے عرض کی آقا اگر کرم کرنا ہی ہے۔ انعام دینا ہی ہے تو مجھے صحت تندرستی انعام عطا کر دو۔ میرے پاک نبی نے فرمایا میں چاہتا

ہوں۔ اپنی مزمل والی چادر تحفہ دیں دو ول اپنا ٹھیک ہے۔ تمہاری مرضی صحت لینی ہے یا چادر لینی ہے امام بوصیری نے عرض کی اے سلطانوں کے سلطان اے مختار کائنات صحت بھی مرضی پہ دے دو، چادر اپنی مرضی پر دے دو۔ میرے آقا مسکرا پڑے دعا کرنے مانگنے کا طریقہ بتا آتا ہو جب تو نبی دیتا کچھ نہیں قصور ان کا نہیں، کیونکہ انہیں مانگنے کا ڈھنگ ہی نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے لیکن کبھی براہ راست کبھی وسائل کے ساتھ۔ میرے آقا نے بڑا اللہ والے گورے گورے ہاتھ اٹھائے بوصیری پاک کے اس حصے پہ پھیرے جہاں بیماری تھی، جہاں فالج تھا۔ بوصیری فرماتے ہیں ادھر میرے نبی کے ہاتھ جا رہے تھے۔ اُدھر بیماری جا رہی تھی۔ سبحان اللہ۔

> اوہ دی اکھیاں دا پانی تے دل وچہ ہون ہنیرے
> مردِ مل دے ٹاواں ٹاوا ہتے لیتے جوگی پھرن بہتیرے
> میری عمر دی گل کمائی آقا دی گلیاں دے ہن پھیرے
> مل دی یار ظہوری نینوں تے کدی آوا نتے مار دے پھیرے

بوصیری کو شفا مل گئی، بیماری جاتی رہی پھر کریم آقا نے اپنے کندھے والی چادر اتار دی۔ اور بوصیری کو عطا فرما کر فرمایا یہ تو وہ روحانی انعام تھا۔ یہ جسمانی انعام ہے۔ وہ باطنی انعام تھا یہ ظاہری انعام ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صحت دے کر چادر عطا کر کے آنکھوں سے غائب ہو گئے۔ بوصیری کی آنکھ کھل گئی جسم بالکل ٹھیک۔ شفا کو دیکھ۔ یار دیکھ وہ چادر پاک بھی سرہانے کے پاس موجود تھی جو عالم خواب میں سرکار نے عطا فرمائی تھی۔ بوصیری آنکھیں بند کرتے ہیں پھر کھولتے ہیں کبھی پیار سے اس پر لپیٹتے ہیں، جسم ہلاتے ہیں۔

کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا لیکن یقین ہو گیا۔ خواب نہیں بیداری ہے
پھر سرکار کی حدیث یاد آگئی۔ میرے پاک نبی نے فرمایا کہ :۔

مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ ۔	جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے خواب میں مجھے ہی دیکھا ہے۔

بخاری شریف۔ مسلم شریف۔ مشکوٰۃ شریف۔

پھر امام بوصیری نے چادر مبارک کو اٹھا کر سر پر رکھ لیا پھر آنکھوں سے لگایا پھر چوم کر سینے سے لگا لیا بوصیری تیرے مقدر پہ قربان تاجدار بریلی مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمتہ تو سرکار کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں اے بوصیری کو چادر دینے والے محبوب ہم تو یہ کہتے ہیں کہ :۔

سرپہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاک حضور
پھر کہیں کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں !

امام بوصیری اٹھے وضو کیا شکرانے کے نفل ادا کئے۔ تہجد پڑھی صبح کی اذان ہوئی بوصیری نے کاندھے پہ سرکار کی چادر پاک رکھی اور مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے چلے جماعت کھڑی ہوئی نماز باجماعت ادا کی، لوگ حیران تھے کہ بیمار شرف الدین جو اٹھ کے چل پھر نہیں سکتا تھا کیسے ٹھیک ہو گیا، دنیا سوچ رہی لیکن بوصیری اللہ تعالیٰ کی یاد میں مست ہے۔ نماز پڑھ کے چادر مبارک کاندھے پہ رکھ کر گھر کی طرف چل پڑے۔ راستے میں ایک زمانے کے ولی حضرت ابوالرجا الصدیق ملے سلام کیا۔ سلام کے بعد حضرت ابوالرجا الصدیق نے فرمایا۔ مولوی جی اپنا قصیدہ تو سناؤ جو سرکار کی تعریف میں لکھا ہے۔ امام بوصیری نے کہا حضور کون سا قصیدہ کون سی

نعت ہیں۔ تو سرکار کی شان میں بڑے بڑے قصیدے بڑی نعتیں لکھی ہیں۔
حضرت ابوالرجا صدیقی نے فرمایا وہ قصیدہ سناؤ جو رات کو کملی والے کی
خدمت میں سنا رہے تھے۔ سرکار نے خوش ہو کر تمہیں صحت بھی دی اور
یہ چادر جو کندھے پر رکھی ہے یہ بھی عطا کی ہے۔ اللہ اکبر یہ بوصیری حیران
میں نے یہ خواب ابھی تک کسی کو بتایا نہیں یہ قصیدہ کسی کو سنایا نہیں، ان
کو کیسے پتہ چل گیا۔ عرض کی حضور آپ کو اس قصیدے کا کیسے پتہ چل گیا۔
حضرت ابوالرجا نے فرمایا مولوی صاحب،

لَقَدْ سَمِعْتُهَا | یہ میں نے خود سنا ہے۔

بوصیری اور حیران ہو گئے۔ حضور کہاں سے سنا ہے۔ فرمایا تمہاری زبان
سے۔ فرمایا جب رات کو تم میرے آقا کو یہ قصیدہ سنا رہے تھے سرکار
سن کر جھوم رہے تھے پھر چادر پاک بھی عطا فرمائی تو فقیر بھی سرکار کی محفل
میں موجود تھا۔ امام بوصیری نے سارا قصیدہ سنایا بلکہ لکھ کر پیش فرمایا یہ بات
پورے مصر میں پھیل گئی اس وقت مصر کے جو حاکم تھے، سلطان تھے ان کا
نام تھا بہاؤالدین، اُن کے وزیر اعظم کا نام تھا سعدالدین فاروقی وہ
نابینا تھے یہ وزیر رات کو سوئے تو خواب میں کسی نے انہیں کہا کہ اے سعدالدین
اگر آنکھوں کا نور چاہتے ہو تو شرف الدین سے قصیدہ لے کر اپنی آنکھوں پہ
لگاؤ ٹھیک ہو جاؤ گے۔ اس وزیر نے وہ قصیدہ لے کر آنکھوں سے لگایا
پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے اس قصیدے کی برکت سے ان کی آنکھیں ٹھیک کر دیں
پھر اس وزیر نے پورے مصر میں اعلان کرا دیا کہ جو بھی بیمار ہو وہ ہمارے پاس
آئے۔ مریض آنے لگے وہ وزیر قصیدہ لے کر بیمار کے ملتے پر لگاتا اللہ تعالیٰ

ہر مریض کو شفا دے دیتا۔ سبحان اللہ۔ شرح قصیدہ بردہ شریف ص ۲۳۔۲۲
دلائل الخیرات ص ۲۶۷۔ نشر الطیب ص ۳۲۶۔ ۳۲۵۔

قربان جائیے ان لوگوں کے پاک عقائد پہ دادرسی حاصل کی تو کہاں سے سرکار کے نام پاک سے، اگر ساتسو سال وفات شریف کے بعد سرکار بوصیری کی بگڑی بنا سکتے ہیں تو انشاء اللہ آج بھی سرکار اپنے غلاموں کی بگڑی بنا سکتے ہیں۔ اسی واسطے تو سنی کہتے ہیں کہ :۔

سوہنا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرا نئے بدل دیوے تقدیراں
اِک اِک تارے دے وچہ چمکن تے اودس دیاں تنویراں
اُس دا نام لیاں ٹٹ جاون بتے غم دیاں سب زنجیراں
راہ مقصود اوسے دا دسیا تے سدا اے سچیاں پیراں

نبی کی شان

میرے دوستو عرض کیا کر رہا تھا ایک قاری صاحب امام بوصیری کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا حضور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری نعمت کے ملنے پر پرچار کرو اور ہمارے نبی ہیں نعمت صرف نعمت ہی نہیں نعمتِ عظمیٰ ہیں اب کملی والے کا کتنا پرچار کرنا چاہیئے۔ کتنی شان بیان کرنی چاہیئے۔ کتنی عظمت بیان کرنی چاہیئے تو امام بوصیری نے اسی قصیدے کا ایک شعر پڑھ کر اس کو سنایا کہ :۔

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّهِمْ

اے مسلمان تو اپنے نبی کے بارے وہ بات نہ کہہ جو عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہی۔ کون سی بات۔ نعوذ باللہ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا بھی ہیں اور خدا کے بیٹے بھی ہیں۔

وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيهِ وَاحْتَكِمِ

باقی جو کچھ تو اپنے نبی کی شان میں کہنا چاہے جتنی تعریف کرنا چاہے کرتا جا۔

بس کملی والے کو نہ خدا کہہ نہ خدا کا بیٹا۔ باقی جو القاب دیے جائیں انہیں خلیفۃ اللہ کہو۔ مالک ارض و سما کہو۔ ساقی کوثر کہو۔ شافع محشر کہو۔ مالک کونین کہو۔ قاسم جنت کہو۔ جو بھی کہو جائز ہے۔ اسی شعر کی ترجمانی تاجدار اہلسنّت امام احمد رضا خاں فاضل بریلی علیہ الرحمۃ نے یوں فرمائی کہ آقا:۔

سرور کہوں کہ مالک و مولا کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے
تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیران ہوں میرے شاہا کیا کیا کہوں تجھے

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم آپ کی شان تو گنتی میں نہیں آتی سرور کہوں، سردار کہوں۔ مختار کہوں۔ مولا کہوں۔ لجپال کہوں۔ سدرہ کا راہی کہوں۔ ربِّ عزّوجل کا ماہی کہوں۔ آمنہ کا چاند کہوں۔ دکھیا کا سجن کہوں۔ اُمّت کا غمخوار کہوں۔ نبیوں کا سردار کہوں۔ مزمّل والا کہوں۔ مدثر والا کہوں۔ اَلَمْ نَشْرَحْ کے سینے والا کہوں یَدُاللہ کے ہاتھوں والا کہوں۔ وَجْہُ اللہ کے چہرے والا کہوں مصطفیٰ کہوں۔ مجتبیٰ کہوں یا محبوبِ خدا کہوں۔ حیران ہوں آقا کیا کیا کہوں تجھے۔

آخر میں فرماتے ہیں کہ:۔

؎ لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا مولا کہوں تجھے

سبحان اللہ کیسی عطر و گلاب سے دھلی ہوئی زبان سے اشعار پڑھتے ہیں کہ آقا مجھے تو سمجھ ہی نہیں آتی۔ کیا کیا القاب عرض کر دوں۔

نقشبندیوں کے سردار فنا فی الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمتہ بہت بڑے علامہ بہت بڑے فارسی کے شاعر عالم محقق محدث کسی مرید نے کہا حضور سرکار کی شان تو سناؤ تو آپ نے اپنا ایک شعر پڑھا اور خاموش ہوگئے کون سا:۔

؎ ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

فرماتے ہیں اگر میں ہزار بار اپنے منہ کو مشک اور گلاب کے پانی سے دھوؤں تو پھر بھی میرا منہ اس قابل نہیں کہ میں تعریف تو درکنار ان کا نام بھی زبان پہ لانا بے ادبی سمجھتا ہوں۔ اللہ اکبر۔ اتنا بڑا امام سرکار کا نام زبان پہ نہیں لاتا کہیں بے ادبی نہ ہو جائے۔ لیکن پاکستان کا فسادی ملاں سرکار کا پیوند لگا ہوا ہے (؟) بن کے سرکار کی مثل بنا پھرتا ہے۔ استغفر اللہ۔

میاں سرکار کی شان پوچھنی ہے تو ان ملاؤں سے نہ پوچھو اللہ عزوجل والوں سے پوچھو، داتا علی ہجویری سے پوچھو، خواجہ اجمیری سے پوچھو، غوث جلی سے پوچھو، مولا علی سے پوچھو، مہر علی سے پوچھو، کھڑی کے قلندر سے پوچھو، میاں صاحب سیدنا الملوک لکھ رہے تھے کسی نے کہا سرکار کیا

لکھ رہے ہو فرمایا سیف الملوک کا قصہ لکھ رہا ہوں۔ عرض کی حضور اپنے نبی کی شان میں بھی کچھ لکھو میاں صاحب رو پڑے اور فرمایا کہ:۔

سہ جے لکھ واری عطر گلابوں تے دھوییے نت زباناں
نام اُنہاں دے لائق ناہیں تے کی قلمے دا کانا!
نعت اُنہاں دی لائق پاکی تے کد اساں ناداناں!
ہیں پلیت ندی وچہ وڑیا تے پاک کرے تن جاناں

کیونکہ:۔

اوہ محبوب حبیب ربانان تے حامی روز حشر دا
آپ یتیم یتیماں تائیں تے ہتھ سرے تے دھر دا

تو عرض یہ کر رہا تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔	اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو تو،

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت بہتر چلا سرکار کی آمد پر پرچار کرنا، خوب خوشیاں کرنا یہ رب کائنات کا حکم ہے۔

شکر کرو

ایک دوسرے مقام پر خالق کائنات ایمان والوں کو شکر کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے۔

وَاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ	شکر ادا کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا۔
اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ سورۃ نمل ۱۱۴	اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

اگر تم اس کی پوجا کرتے ہو اگر تم اس کو معبود مانتے ہو۔ ہم نے سوال کیا۔ یا اللہ عزوجل تیرا شکر کیوں کریں؟ اس کا فائدہ کیا ہے؟ اگر نہ کریں تو نقصان کیا ہے تو مالک کل نے فرمایا:۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ	اگر تم ہماری نعمتوں پہ ہمارے احسانات پر شکر ادا کرو گے تو میں اپنے احسانات میں اور زیادہ اضافہ کر دوں گا۔
لَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ سورۃ ابراہیم ۱۴	اگر تم نے ناشکری کی تو پھر یقین کر لو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

میرے دوستو! ان دو آیات کریمہ سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ اپنی کرم نوازیاں بندے پر اور زیادہ فرماتا ہے۔ اگر کوئی اس کی نعمت کی ناشکری کرے قدر نہ کرے تو اللہ تعالیٰ پھر اپنی ناراضگی کا اظہار بھی فرماتا ہے اور اپنے سخت عذاب کی خبر بھی دیتا ہے۔ اب دیکھتے یہ پانی، یہ ہوا، یہ روشنی، یہ طرح طرح کے فروٹ، ہمارا جسم، ہماری صحت، یہ خوشحالی یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں کہ نہیں؟ بالکل ہیں یہ نعمتیں عارضی ہیں لیکن ان پر بھی شکر کرنا واجب ہے۔ جب عارضی نعمتوں پر فانی نعمتوں پر شکر کرنا لازمی ہے، واجب ہے تو خود بتائیے، خود سوچیے، غور فرمائیے اس محسن انسانیت، رحمت دو عالم نور مجسم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آمد پر شکر کرنا واجب نہیں، لازم نہیں، ضروری نہیں،

جس نے بندے کو اپنے رب عزوجل سے ملایا جس نے بگڑے مقدر کو سنوارا۔ جس نے پوری کائنات کو اپنی دعاؤں سے نوازا جس نے بھٹکے ہوئے لوگوں کو سیدھا راستہ بتایا جس نے رو رو کر گناہ گاروں کو بخشوایا۔ جب عارضی نعمت پر شکر نہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق ہے تو جو اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ پر شکر نہ کرے بلکہ لوگوں کو بھی شکر ادا نہ کرنے دے بتایئے وہ خالق کائنات کا کتنا بڑا مجرم ہے، کتنا بڑا ناشکرا ہے۔ یہ بات تمام دنیا جانتی ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نعمت عظیمہ ہیں۔ لیکن افسوس کچھ لوگ جان پہچان کر بھی شکر نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم موحد ہیں۔ ہم ہی اللہ تعالیٰ کو صحیح ماننے والے ہیں باقی سب مشرک ہیں کافر ہیں حالانکہ قرآن یہ بتاتا ہے کہ جو کملی والے کو اللہ تعالیٰ کی نعمت نہیں مانتا یا مان کر شکر ادا نہیں کرتا وہی منکر ہے وہی کافر ہے۔ سنیئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ	یہ کفار مکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو پہچانتے ہیں۔
ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا	لیکن پھر اس کا انکار کرتے ہیں۔

یعنی شکر خداوندی نہیں بجا لاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے گھبراؤ نہیں میں بتاتا ہوں یہ کون ہیں یا اللہ عزوجل یہ کون ہیں فرمایا۔

وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ پ۱۴ سورۃ نحل	اور ان میں اکثر کافر ہیں۔

حضرت امام سدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے مراد حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور انکار کرنے والے بے ایمان

کافر ہیں۔ تفسیر کنزالایمان صفحہ ۳۳۳ پتہ چلا جو سرکار مدینہ کا انکار کرتا ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آمد پر جسے خوشی نہیں ہوتی وہ اپنے ایمان کی جانچ پڑتال کریں، کہیں ان کا رابطہ کفار مکہ سے تو نہیں ملتا کیونکہ سرکار کی آمد پر کافروں کو تکلیف ہوتی تھی۔ کافر ہی بیتاب ہوئے تھے۔ کافر ہی پریشان تھے۔ انہوں نے ہی سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ	اے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہ دیکھا۔
بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا۔	جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا۔
وَاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ۔	اور اتارا اپنی قوم کو تباہی کے گھر دوزخ میں۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر حضرت ابن عباس اور حضرت عمرو بن دینار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَلَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا۔	امام الانبیاء حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت ابن عباس

اس آیۃ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قَالَ وَاللّٰهِ كُفَّارُ قُرَيْشٍ	خدا کی قسم اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدلنے والے قریش کافر تھے۔
وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ	اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کون تھے۔

وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نِعْمَۃُ اللّٰہِ

فرماتے ہیں نعمت اللہ سے مراد جناب محمد مصطفیٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذاتِ کریمہ مراد ہے۔

بخاری شریف دوم ص ۵۶۶

یہی بات سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمائی کہ سرکارِ مدینہ اللہ تعالیٰ کی نعمت بن کر دنیا میں تشریف لائے۔

(تفسیر مظہری جلد ۶ ص ۳۰۶)

جب سرکار مدینہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں تو پھر شکر کرو، خوشی کا اظہار کرو۔ کملی والے کی آمد پر خوب محبّتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گیت گاؤ تا کہ پتہ چل جائے ان پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا ہے۔ ایسی خوشی کرو کہ ربّ عزّوجل بھی خوش ہو۔ مدینہ کا سُلطان بھی خوش ہو ایسی خوشی کرو کہ پتہ چلے یہ انعام والے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ میرے پاک نبی نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُحِبُّ اَنْ یَّرٰی اَثَرُ نِعْمَتِہٖ عَلٰی عَبْدِہٖ۔

بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو بڑا پسند فرماتا ہے کہ اُس کی نعمت کا اثر اس کے بندے سے ظاہر ہو۔

بیہقی شریف جلد ۳ ص ۲۷۱ مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۵

الحمدللہ! اسی نعمت کے اظہار کے لئے سُنّی حنفی بریلوی بارہ ربیع الاوّل شریف کو سرکار کی آمد پر جلوس نکالتے ہیں، جلسے کرتے ہیں، نعتیں پڑھتے ہیں، خوشی کا اظہار کرتے ہیں تا کہ پتہ چل جائے اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں کو اپنا

جب جب عطا فرمایا انہی لوگوں کو اپنا یار عطا فرمایا۔ انہی لوگوں کو نعمت عظمیٰ سے مالا مال فرمایا۔ یہی لوگ سرکار کے سچے شیدائی ہیں۔ انہی لوگوں کو محبوب کی آمد پر زیادہ خوشی ہے۔ یہی لوگ سرکار کے پکے غلام ہیں۔ بارہ ربیع الاوّل کو ہر سُنّی سرکار کے ترانے گاتا ہوا یہی کہتا ہے کہ:۔

آجا عرب دیا سُلطاناں تیری دید نوں اکھیاں ترس گئیاں
آجا ہن تے اکھیاں دے وچوں ساون دیاں بدلیاں برس گئیاں
تیرے ناں دیاں دُھماں عرشاں تے تیرے ناں دیاں دُھماں فرش پیّاں
دُکھیا ہے دور نواز دے ہین میرے دل دیاں ہاواں کہن پیّاں

ویسے آپ خیال تو کریں، غور فرمائیں سوچیں تو سہی اللہ تعالیٰ نے جتنے احکامات کا ہمیں حکم دیا ہر عبادت کا ایک وقت مقرر فرمایا، ٹائم مقرر کیا مثلاً نماز، کو لیجئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (پ ۵ سورۃ النساء)	بے شک ہر نماز ایمان والوں پر فرض ہے۔ اپنے وقت پر ظہر کی نماز عصر کے وقت نہیں پڑھ سکتے۔

عصر کی نماز مغرب کے وقت نہیں، عشاء کی صبح کے وقت نہیں ادا ہو سکتی۔ صبح کی نماز ظہر کے وقت ادا نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح ہر نماز کی رکعات بھی مقرر ہیں۔ ظہر عصر کی چار مغرب کی تین عشاء کی چار، صبح کی دو، حج ہر مالدار مسلمان پر فرض ہے پر اس کے لئے بھی سال میں ایک وقت مقرر ہے یہ نہیں جب یاد آئے حج کر کے آجاؤ۔ اسی طرح روزے رکھنے کا حکم ہے اس کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے رمضان شریف کا مہینہ مقرر فرمایا آگے پیچھے

نہیں رکھ سکتے۔ بعرضیکہ جتنے بھی احکامات ہیں ان کے لئے ایک وقت مقرر ہے ہر عمل کے لئے ایک ٹائم مقرر ہے پر کملی والے کے ذکر کے لئے نہ کوئی وقت مقرر ہے نہ دن کا تعین ہے نہ مہینہ کی پابندی ہے نہ سال کی تاریخ لازمی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے سجناں ہر عبادت کے لئے وقت مقرر جگہ مقرر، مہینہ مقرر ہے تیری شان بیان کرنے کے لئے نہ جگہ مخصوص نہ ٹائم محدود جب بھی جس وقت بھی تیری یاد کے کوئی چراغ جلائے گا۔ تجھ پر درود و سلام کے گجرے پیش کرے گا۔ تیرا میلاد بیان کرے گا۔ ہماری رحمتیں ہماری کرم نوازیاں اس کا استقبال کریں گی۔ تو عرض کیا کہ رہا تھا کہ سرکار کی آمد پر خوشیاں کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ یہی بات خالقِ کائنات نے قرآن پاک کے ایک اور مقام پر فرمائی۔

خُوب خوشی کرو

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ اے میرے حبیب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم آپ فرمادیجئے۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کے ملنے پر،

فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا — خُوب خوشیاں مناؤ

هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ — پس یہ خوشیاں منانا بہتر ہے اس سے جن کو وہ اپنے گھروں میں جمع کرکے رکھتے ہیں۔

(پ۱۱ سورۃ یونس آیت ۵۸)

میرے دوستو! خالقِ کائنات نے اس آیتہ کریمہ میں ایمان والوں کو خوشیاں منانے کا حکم دیا کہ جب اللہ تعالیٰ کا فضل ملے اور اس کی

رحمت ملے۔

محترم سامعین کرام! قرآن حکیم کی اس آیتہ کریمہ کے شروع لفظ پر غور فرمائیں خالق کائنات فرما رہا ہے۔ قُلْ اے محبوب تو فرمادے۔ آپ قرآن پاک کا مطالعہ کر کے دیکھیں خالق کائنات جب اپنے بندوں سے مخاطب ہونا چاہتا ہے تو اس کے خطاب کے مختلف انداز ہیں۔ مختلف طریقے ہیں کہیں تو فرماتا ہے۔

یَا اَیُّهَا النَّاسُ	اے لوگو میری بات توجہ سے سنو!

کہیں خطاب اس انداز میں فرمایا۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا	اے میرے محبوب کا کلمہ پڑھ کے

میری توحید اور یار کی رسالت کا اقرار کرنے والے مومنو، لیکن یہاں فرمارہا ہے۔ قُلْ اے محبوب تو کہہ دے جب اپنی عبادت کا حکم دیا تو فرمایا قُلْ اے میرے حبیب آپ فرمادیں۔

اِنَّ صَلَاتِیْ	بے شک میری نمازیں،
وَنُسُکِیْ	میری قربانیاں
وَمَحْیَایَ	اور میری زندگی
وَمَمَاتِیْ	اور میری موت
لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ	اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو سارے
پ سورۃ انعام	جہانوں کا پالنے والا ہے۔

جب یار کی غلامی کا حکم دیا تو فرمایا۔ قُلْ اے سجناں تو فرمادے۔

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔	اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو میری غلامی میں آجاؤ ۔ اللہ تعالیٰ میری غلامی کے صدقے تمہیں اپنا محبوب بنائے گا ۔ جب

اپنی توحید کے اعلان کا وقت آیا تو فرمایا ۔ قُلْ اے محبوب آپ فرمادیں ۔

هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ	اللہ تعالیٰ ایک ہے ۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں دوسرے مقامات پر براہِ راست خطاب فرما کر لوگوں کو اپنی ذات کی طرف متوجہ کیا ۔ یہاں یار کی زبان سے یہ باتیں کیوں کہلائیں ۔ یا اللہ عزّوجل توحید تیری ہے تو خود براہِ راست اپنے بندوں کو کیوں نہیں اپنی وحدانیت کا سبق دیتا ۔ یار کی زبان سے یہ باتیں کیوں کہلوا رہا ہے ؟ خالقِ کائنات نے گویا جواب دیا کہ اس کی دو وجوہ ہیں ۔ پہلی وجہ تو یہ ہے ۔ کہ کائناتِ ارض و سماء کی جو جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائی ہیں یہ سب صدقہ ہے ۔ آمنہ کے لال کا صدیق کے یار کا مولا علی کے ویر کا فاطمہ کے بابے کا حسنین کریمین کے نانے کا اگر وہ نہ آتا تو کائنات کی کوئی چیز معرضِ وجود میں نہ آتی ۔ اب میں چاہتا ہوں جس کے صدقے دنیا والوں کو نعمتیں ملی ہیں ۔ وہ محبوب خود زبان سے میری وحدانیت میری محبت اپنی غلامی کا ذکر فرمائے ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ محبوب ہم چاہتے ہیں توحید میری ہو، زبان تیری ہو، کلام میرا ہو، پڑھنے والا تو ہو، شان میری ہو بیان کرنے والا تو ہو ۔ قرآن میرا ہو پر تلاوت کرنے والا تو ہو ۔ یہی بات ایک عاشق نے کہی کہ :۔

نہ اُوہندی شان نہ کوئی تولے!

کیہڑا اُوہندی رِیس کرے جہندے منہ دچّوں رَبّ بولے

اللہ تعالیٰ فرماتاہے خوشی کرو کب؟ فرمایا جب میرا فضل اور میری رحمت تمہیں نصیب ہو اب دیکھنا یہ ہے کہ اس فضل اور رحمت سے کونسا فضل کون سی رحمت مراد ہے؟ یہ بات، یہ مسئلہ قرآن حکیم نے خود بیان فرما دی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتاہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ	اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو انجام کیا ہوتا

نتیجہ کیا نکلتا فرمایا:۔

لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا۔	تم سب شیطان کے غلام ہو جاتے سوائے چند افراد کے۔

پ ۵، سورۃ نساء

اب دیکھنا یہ ہے یہاں اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے کون سا فضل اور رحمت مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وضاحت نہیں فرمائی تعلیق نہیں فرمایا، البتہ مفسرین کرام علیہم الرحمۃ نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کی تقسیم فرمائی کہ فضل ربی، رحمت ربی سے مراد کیا ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری جلد ۲ ص ۱۷۹ پر علامہ نعیم الدین مراد آبادی نے تفسیر کنزالایمان ص ۱۰۸ عارف باللہ علامہ امام علاؤالدین خازن نے تفسیر خازن جلد ۱ ص ۴۰۰، امام المفسرین علامہ امام رازی علیہ الرحمۃ نے تفسیر کبیر جلد ۱۰ ص ۲۰۸۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ فضلِ ربی سے امام الانبیاء

حبیبِ کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی ذات پاک مراد ہے اور رحمت سے مراد قرآن حکیم ہے۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان گجراتی علیہ الرحمۃ نے تفسیر نعیمی پ ۵ صہ ۳۰۳ پر اس آیہ کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ بعض مفسرین کرام علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ فضلِ ربّی سے مراد بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی ذات ہے اور رحمتِ ربّی سے مراد بھی کملی والے کی ذات مراد ہے۔ اللہ اکبر۔ بہرحال یہ بات تو یقینی ہوگئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام اس دنیا میں اس زمین پر اس آسمان کے نیچے اللہ تعالیٰ کا فضل بن کر تشریف لائے صرف فضل ہی نہیں فضل تو اور بھی اللہ تعالیٰ کے ہم پر بے شمار ہیں۔ سرکار فضل عظیم یعنی سب سے بڑا فضل بن کر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر پیار کی عظمت بیان فرمائی۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ پ ۱۷ سورۃ انبیاء	اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہم نے آپ کو کائنات کے ذرّے ذرّے کے لئے رحمت بنا کے بھیجا۔

میرے دوستو! پتہ چلا سرکار اللہ تعالیٰ کا فضل بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے۔ اگر میرا تم پر فضل نہ ہوتا میری رحمت نہ ہوتی تو کیا ہوتا ساری خدائی، ساری نسلِ انسانی، سارے بنی آدم سارے انسان اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کے پیروکار بن جاتے۔ اللہ تعالیٰ کو سجدے کرنے کی بجائے بتوں کو پوجتے۔ جنّت کی بجائے جہنّم کا ایندھن بنتے اگر ہمیں خدا کا پتہ چلا ہے اگر ہمیں اللہ تعالیٰ کی پہچان ہوئی ہے تو آمنہ کے لال

کے صدقے ہوتی یہی بات ایک دیوانے نے کہی کہ :۔

سینے وچہ حضور دا نور دسے بناں نور نہ قلب سلیم ہوندے
جے نہ نور ہوندا نہ ظہور ہوندا نہ شفا ہوندی نہ حکیم ہوندے
ابراہیمؑ خلیل نہ نوح ہوندے نے نہ عیسیٰ تے موسیٰ کلیم ہوندے
نہ دیوانیہ اللہ دا ناں ہوندا جے نہ پیدا رسول کریم ہوندے

ہاں تو اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے خوشی کرو ؟ کب جب میرا فضل اور رحمت ملے تو قرآن یہ بتاتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے شمار فضل عطا فرماتے بے شمار رحمتیں عطا فرمائیں ۔ لیکن سب سے بڑا فضل سب سے بڑی رحمت جس کے صدقے سارے فضل ساری رحمتیں ملیں وہ سرکار مدینہ سرور قلب سینہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذات مراد ہے ۔ سبحان اللہ ۔ تو جشنِ میلاد کے جواز کا مسئلہ قرآن مجید سے ثابت ہوا ۔ بشرطیکہ ایمانداری سے پڑھا جائے سرکار کی محبّت سینے میں رکھ کر پڑھا جائے ۔ عشق کی عینک لگا کر پڑھا جائے ۔ پیت چلا سرکار کی آمد پر خوشی کرنا جشن منانا یہ بدعت نہیں شرک نہیں ، بلکہ خالقِ کائنات کا حکم ہے اب کملی والے کی آمد پر کتنا جشن منانا چاہیئے ۔ کتنی خوشی کرنی چاہیئے ۔ یہ اللہ تعالیٰ نے حد نہیں لگائی طریقہ نہیں بتایا خوشی کرنے کے بڑے طریقے ہیں ۔ خوشی کا اظہار اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے کر کے بھی کیا جا سکتا ہے روزے رکھ کر بھی خوشی ہو سکتی ہے ، صدقات خیرات کر کے بھی خوشی منائی جا سکتی ہے ۔ چراغاں کر کے بھی خوشی کی جا سکتی ہے ، جلسے جلوس کر کے بھی خوشی ہو سکتی ہے ۔ اب کیسے خوشی کریں ؟ خالقِ کائنات فرماتا ہے :۔

فَلْيَفْرَحُوْا ۔	اس کے فضل اور رحمت پر خوشی کرو ۔

یا اللہ عزّوجل کیسے کریں۔ سجدے کر کے کریں۔ روزے رکھ کے کریں صدقات خیرات کر کے کریں۔ چراغاں کر کے کریں۔ جھنڈیاں جھنڈے لگا کے کریں۔ راستے سجا کے کریں۔ محفلیں سجا کے کریں۔ جلسے جلوس کر کے کریں۔ خالقِ کائنات نے فرمایا جو حیثیت ہے کرتے جاؤ جو شریعت میں جائز ہے کرتے جاؤ۔ جب میں نے قید نہیں لگائی تو تم کیوں لگاتے ہو۔ یا اللہ عزّوجل قید کیوں نہیں لگائی خالقِ کائنات نے فرمایا اگر میں قید لگا دیتا، پابندی عائد کر دیتا تو تم مجبور ہو جاتے پابند ہو جاتے۔ مجھے پتہ تھا، پتہ ہے جوں جوں وقت گزرتا جائے گا، خوشی کے انداز بدلتے جائیں گے۔ اگر قید لگا دی، اگر پابندی لگا دی یار کے اُمتی پریشان نہ ہو جائیں۔ محبوب کے جشن میں کمی نہ آ جائے۔ فرمایا خوشی کا حکم میں نے دے دیا ہے۔ اب ہر جائز خوشی تم کرتے جاؤ، کرم میں کرتا جاؤں گا۔ سبحان اللہ۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

فَلْيَفْرَحُوْا	خوشی کرو
فَلْيَسْجُدُوْا	سجدے کرو

نہیں فرمایا۔

فَلْيَعْبُدُوْا	عبادت کرو

نہیں فرمایا

فَلْيُنْفِقُوْا	خرچ کرو

نہیں فرمایا۔ فرمایا تو فَلْيَفْرَحُوْا فرمایا کیوں؟

اس لئے کہ یار کا میلاد، یار کی خوشی، محبوب کا جشن صرف سجدوں تک محدود نہ رہے۔ نمازوں تک پابند نہ ہو۔ کھانے پکانے تک محدود نہ رہے بلکہ جس کی جتنی حیثیت ہے۔ جتنی طاقت ہو وہ یار کے میلاد کا جائز طریقے سے جشن منایا جائے، خوشی کرتا جائے۔ میری بارگاہ سے رحمتوں کی جھولیاں بھرتا جائے اللہ اکبر۔ فَلْيَفْرَحُوْا یہ امر کا صیغہ ہے اور امر میں وجوب کا معنی ہے پایا جاتا ہے پتہ چلا سرکار کا میلاد منانا خوشی کرنا واجب ہے۔ اور یہ امر جمع غائب ہے اس لئے قیامت تک کے ہر مسلمان پر عید میلاد منانا واجب ہے۔ فتاویٰ نعیمیہ جلد سوم ص۱۸۔

اس آیہ کریمہ کے آخری جملوں پر غور فرمائیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ	خوشی منانا جشن میلاد منانا یہ بہتر ہے اس چیز سے جو وہ جمع کر کے رکھتے ہیں۔

جمع کیا چیز ہو سکتی ہے؟ دنیا یا دین۔ دنیا میں مال، دولت، کوٹھیاں، سرمایے کارخانے وغیرہ جمع ہو سکتے ہیں۔ دین میں نیک اعمال مثلاً نماز، روزہ، حج زکوٰۃ، صدقات، خیرات وغیرہ جمع کئے جا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس جملے نہ مال اور دولت کو خاص فرمایا نہ اعمال صالح اور تقویٰ کی طرف اشارہ فرمایا بلکہ مطلقاً فرمایا۔ مِمَّا اس مِمَّا میں دوسری میم اور الف جو کہ مَا بنتے ہیں یہ عام ہے جو کہ دنیا اور دین دونوں کی طرف اشارہ ہے دونوں کو حاوی ہے اس مَا کے عموم کو دیکھا جائے تو گویا خالقِ کائنات اس بات کی طرف اشارہ

فرما رہا ہے۔ اے میرے محبوب کا کلمہ پڑھنے والو بے شک تم دنیا جمع کرو۔ مال بناؤ، کوٹھیاں کاریں سجاؤ مربے فیکٹریاں چلاؤ لیکن اس تمام مال کے ذخیرے سے ان تمام دنیا کی دولت سے بہتر یہ ہے کہ تم یار کی آمد کی خوشی مناؤ اگر میرے حبیب کی آمد پر تمہارا مال، تمہارا پیسہ تمہاری دولت خرچ نہ ہوئی تو وہ دولت تمہاری نظروں میں کارگر ہو گی۔ تمہارے لئے تو اچھی ہو گی لیکن ہماری بارگاہ میں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں، کوئی وقعت نہیں، کوئی حیثیت نہیں، کیونکہ وہ یار کی آمد پر، محبوب کے میلاد پر، جو خرچ نہ ہوئی اگر اس مال کو قیمتی بنانا چاہتے ہو، برکتیں لینا چاہتے ہو تو اس فانی دولت کو یار کی آمد کی خوشی میں لٹا دو پھر دیکھنا ہمارا کتنا کرم کتنی مہربانی ہوتی ہے۔ اللہ غنی۔ یہی بات ہم کہتے ہیں۔ کیوں

؎ کیوں نہ دین ایمان تے جان سب کجھ اوس شاہ لولاک توں وار دیواں
لے کے دوہاں جہاناں دی شان شوکت اوہدی ساری پوشاک توں وار دیواں
جنہوں ملے جے جگ دی بادشاہی اوہدے قدماں دی خاک توں وار دیواں
اُو دیوانیہ عرش عظیم نوں ے کے تے سوہنے روضے پاک توں وار دیواں

اب اگر دوسری طرف دیکھا جائے تو گویا خالق کائنات نے اشارہ فرما دیا کہ بے شک نیک اعمال ضرور کرو اس کے بغیر چارہ نہیں نیکیوں کا ذخیرہ کر لو سجدوں کے ڈھیر لگا لو، رکوعوں کو جمع کر لو، قیام و قعود کے ذخائر کر لو غرضیکہ ہر نیکی کو جمع کر لو لیکن یار کی آمد پر جشن بھی ضرور مناؤ۔ محبوب کی ولادت پر خوشی بھی ضرور کرو کیونکہ یہ خوشی منانا سارے دنیوی اور دینی اعمال کے ذخائر سے زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ اگر تمہیں دنیا ملی تو یار کے صدقے، دین ملا

محبوب کے صدقے نماز، زکوٰۃ، حج، صدقات کی توفیق ملی تو کملی والے کے صدقے قرآن ملا تو یار کے صدقے، رمضان ملا تو اس کے صدقے، ایمان ملا تو محبوب کے صدقے، نہیں نہیں بلکہ رب رحمان ملا تو میرے حبیب کے صدقے، اسی واسطے سُنّی کہتے ہیں کہ :-

؎ جاواں صدقے مدینے دے سلطان توں
دو جہان جس دی خاطر بنائے گئے
کملی والے دی آمد توں قربان میں
بے کساں دے نصیبے جگائے گئے
در تے دربان جبرئیل ورگے کھڑے
گونگے پتھراں نے وی اوہدے کلمے پڑھے
اوہدی مرضی جے ہووے تے دن نہ چڑھے
شہنشاہ اوہدے در تے بٹھائے گئے

محترم سامعین کرام! ان چار آیات کریمہ سے پتہ چلا کہ سرکار کی آمد پر کملی والے کی ولادت پر جشن منانا خوشیاں کرنا اللہ تعالیٰ کے حضور شکر کرنا یہ خالق کائنات کا حکم ہے اور ہر مسلمان پر، ہر مومن پر ضروری ہے۔ اللہ اکبر۔ میرے دوستو جس کملی والے کی آمد پہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جشن منانے کا حکم دیا ہے وہ نبی ایسا پیارا نبی ہے کہ وہ صرف ہمارا ہی رسول نہیں، ہمارا ہی محبوب نہیں، ہمارا ہی مطلوب نہیں بلکہ خالق کائنات کا بھی رسول ہے محبوب ہے مطلوب ہے میں نے عالم تصوّرات میں، عالم تخیّرات میں عرض کی اے خالق کائنات اے ساری کائنات کے پالنے والے یار کی آمد پہ، یار کی ولادت

پر ہمیں خوشیاں منانے کا حکم دے رہا ہے۔ ہمیں جشن منانے کا حکم دے رہا ہے۔ ہم اپنی طاقت کے مطابق ساری زندگی تیرے یار کا جشن مناتے رہیں گے۔ پر وہ نبی صرف ہمارا ہی محبوب نہیں تیرا بھی تو محبوب ہے۔ تیرا بھی حبیب ہے تیرا بھی پیارا ہے کیا تو نے بھی یار کی آمد پہ جشن منایا خوشی فرمائی۔ خالقِ کائنات نے فرمایا اے مولوی تو تو سال کے بعد ایک دن یار کا جشن مناتا ہے خوشی کرتا ہے۔ میں نے یار کی آمد پر محبوب کی ولادت پر پورا سال (یار کا والدہ کے بطن میں آنے سے ولادت تک) جشن منایا پورا سال خوشی منائی کیسے خوشی کی تو سنیئے۔

میلادِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اہتمام الٰہیہ عزوجل

امام المحدثین حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمتہ نے خصائص کبریٰ جلد ۱ ص ۴۷ میں علامہ امام حلبی علیہ الرحمتہ نے سیرت حلبیہ جلد ۱ ص ۷۸ میں یہ بات درج فرماتے ہیں کہ جس سال امام الانبیاء حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور پاک سیدہ طیبہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن پاک میں تشریف لایا وہ پورا سال اللہ تعالیٰ نے کامیابی کامرانی خوشحالی کا سال بنا دیا۔

فَاِنَّ قُرَیْشًا کَانَتْ قَبْلَ ذٰلِکَ فِیْ جَدْبٍ وَّضَیْقٍ عَظِیْمٍ

حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا والدہ پاک کے بطن میں تشریف لانے سے پہلے اہلِ قریش سخت بدحال تھے اور قحط سالی میں مبتلا

تھے اور سخت تنگ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یار کی آمد کی برکت سے اس سال خوب بارشیں برسائیں جس کی وجہ سے سوکھے درخت ہرے بھرے ہوگئے زمین فصل اگانے لگی۔ ہر طرف ہریالی ہی ہریالی ہوگئی۔ باغوں میں پھل اور پھول لگنے لگے۔ قریشیوں کی ساری پریشانیاں اور تنگیاں کملی والے کے صدقے دور ہوگئیں۔ سبحان اللہ قربان جاؤں اے خالقِ کائنات تیری عطا پر یار کے صدقے تو نے عرب والوں پہ کتنا کرم فرمایا اس حبیب پاک کی برکت سے ہم پر بھی کرم فرمائے کھڑی کے قلندر حضرت میاں محمد علیہ الرحمۃ نے جب یہ بات پڑھی تو رو پڑے اور رو کر کہا کہ:۔

رحمت دا مینہ پا خدایا تے باغ سُکا کر ہریا
بوٹا آس امید میری دا تے کر دے میوے بھریا
مِٹھا میوہ بخش اجیہا تے قدرت دی گھت شیری
جو کھاوے روگ اس دا جاوے تے دُور ہووے دلگیری

یہ تو سال بھر کی بات تھی۔ اب آیئے یہ دیکھتے ہیں کہ خالقِ کائنات نے یار کی ولادت پہ کیا جشن منایا کیسے خوشی کی امام المحققین حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کون شاہ عبدالحق؟ جس کو ہر روز جاگتے ہوتے دہلی میں کملی والے کی زیارت ہوتی تھی۔ سیرۃ النبی بعد وصال النبی جلد اوّل صفحہ ۲۳۸۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب سرکار مدینہ سرور قلب وسینہ احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی ولادت باسعادت کا وقت قریب آیا تو خالقِ کائنات نے تمام فرشتوں کو آواز دی کہ دریں شب در ملک و ملکوت ندا دندکہ عالم را باانوار قدس منور

سازندہ۔ مدارج النبوت، جلد ۲ فارسی ص ۱۷ اردو ص ۲۱۔ جب آواز دی فرشتوں نے کہا جی رب جلیل ہم حاضر ہیں کیا حکم ہے۔ فرمایا سارے جہان کو نہیں نہیں بلکہ فرش سے عرش تک، آسمانوں سے زمین تک پوری کائنات کو مقدس انوار سے نور کی تجلیوں سے منور کر دو، ہر طرف نور ہی نور ہو جائے، ہر طرف روشنی ہی روشنی ہو جائے یا اللہ عزوجل تیرا حکم پورا ہو گیا۔ پورا جہاں نور سے منور ہو گیا اور حکم فرمایا۔ و ملائک زمین و آسماں را اہتزاز و ابتہاج آمدند۔ زمین اور آسمان کے تمام فرشتوں کو میرا حکم ہے کہ مسرت اور خوشی کا خوب اظہار کرو۔ جشن مناؤ خوشیاں کرو۔ اللہ تعالیٰ کا حکم سنتے ہی تمام فرشتوں نے، تمام جنتی حوروں نے تمام غلمانِ بہشت نے خوشیاں منانا شروع کر دیں یہی بات سرکار کھڑی نے فرمائی کہ:

سہ
نتے سنگار کیتے کل حوراں تے سہرے گاون پیّاں
ویکھ جمال حبیب میرے دا تے صدقے ہو ہو گئیاں

جب سارا جہان منور ہو گیا۔ تمام کائنات کے فرشتے جشن منانے لگے تو اب اللہ تعالیٰ نے جنت کے سردار فرشتے کو حکم دیا کہ و بہ خازن بہشت امر شد کہ فردوس اعلیٰ بکشا آمد۔ کہ اے خازن جنت، عرض کی جی مولا کریم فرمایا فردوس اعلیٰ کے دروازے کھول دے [illegible] اللہ تعالیٰ کے حکم سے جنت کے دروازے کھل گئے عرض کی مولا کریم جنت کے دروازے کھل گئے ہیں۔ اب کیا حکم ہے فرمایا۔ و عالم را بنوائح روائح معطر گردانند۔ جنت کی خوشبو سے سارے جہان کو معطر کر دو ہر طرف

جنت کی خوشبو ہی خوشبو کر دو۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ آخر میں فرماتے ہیں کہ، مگر آنکہ روشن گشت و نہ ہیچ ہکا نے نگہ در آمد اورا نور، سرکار کی ولادت کی رات کوئی گھر کوئی مکان دنیا میں ایسا نہ تھا جو کملی والے کی برکت سے روشن اور منور نہ ہوا تھا۔ اللہ اکبر۔ سارا جہان منور ہو گیا۔ جنت کے دروازے کھل گئے۔ ساری دنیا میں جنت کی خوشبو پھیل گئی۔ ہر مکان نور سے منور ہو گیا۔ فرشتوں نے کہا، مولا کریم تمام احکامات پر عمل ہو گیا ہے۔ فرمایا اچھا اب پہاڑوں کو حکم دے دو فخر سے سر بلند کر لیں۔ سمندروں کو کہو کہ اپنی روانی تیز کر لیں۔ فرشتوں کو کہو کہ وہ زمین پر اُتر جائیں ایک دوسرے کو مبارکبادیاں دیں۔ ستر ہزار حوروں کو بنا سنوار کر زمین کی طرف بھیج دیا جائے۔ ہر آسمان پر ایک زبرجد اور یاقوت کا ستون بنایا جائے۔ سورج کو ایک نور کی چادر اوڑھا دی جائے۔ ستاروں کو کہو کہ آسمان چھوڑ کر زمین کی طرف جھک جائیں۔ حوض کوثر کے کنارے کستوری کے ستر ہزار درخت لگا دیئے جائیں۔ خصائص کبریٰ جلد ۱ ص ۴۷

فرشتوں نے عرض کی مولا کریم تمام انتظامات مکمل ہو گئے ہیں۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ فرشتوں نے عرض کی مولا کریم اگر حکم ہو تو ایک سوال کر لیں۔ فرمایا کرو عرض کی یہ تمام احکامات کیوں صادر فرمائے؟ یہ تمام انتظامات کیوں کرائے گئے۔ فرمایا فرشتو یہ تمام انتظامات اس لئے کرائے گئے ہیں کہ میرا محبوب میرا پیارا ختم نبوت کا تاج پہن کر دنیا میں جلوہ گر ہو رہا ہے۔ یہی بات کسی عاشق نے یوں بیان کی کہ:

سہ ایہہ کی گل بنی تارے جھک گئے نی کیوں کہیے نوں خم آگیا اے

لے ہوا اُڈیاں کیوں لوہ لگی تے آتشکدے دی کون بجھا گیا اے

سروں باغاں دے وچہ پئے جھومن تے نشے انہاں نوں کون پلا گیا اے

سارے کہندے گھر عبداللہ دے تے سوہنا پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم آگیا اے!

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی ولادت پاک ہوئی تو ستارے زمین کی طرف جھک گئے۔ حضرت عثمان بن ابی العاص فرماتے ہیں کہ میری والدہ فاطمہ بنت عبداللہ فرماتی ہیں۔ کہ جب سرکارِ مدینہ پیدا ہوتے تو میں کملی والے کے گھر میں ولادت کے وقت موجود تھیں۔ میں نے اس وقت جس چیز کی طرف دیکھا وہاں انوار و تجلیات کی بارش ہو رہی تھی۔ ہر طرف نور ہی نور تھا۔ پھر میں نے آسمانوں کی طرف دیکھا تو کیا ہوا کہ :۔

اِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَی النُّجُوْمِ	میری نظر ستاروں پر پڑی۔
تَدَلّٰی	وہ میرے قریب ہو گئے۔
حَتّٰی قُلْتُ لَتَقَعَنَّ عَلَیَّ	حتیٰ کہ میں نے گمان کر لیا کہ ستارے مجھ پر گر پڑیں گے۔

دلائل النبوۃ صفحہ ۱۲۴۔ خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۸۔ زرقانی شریف جلد ۱ صفحہ ۱۱۶۔ سیرت حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۹۴۔ حضرت فاطمہ جب ڈریں تو ستارے خدا کی قدرت سے گویا مسکرا پڑے۔ فرمایا فاطمہ ہماری طرف سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہم تجھ پر گرنے کے لئے نہیں جھک رہے بلکہ کملی والے کی آمد کی خوشی میں جھک رہے ہیں اور جھک کر چہرہ والضحیٰ کی زیارت کر رہے ہیں۔ اللہ اکبر۔ ادھر حضرت فاطمہ یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔ ادھر حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ

والسلام پیدا ہوئے تو میں نے تین جھنڈے دیکھے ایک مشرق میں، ایک مغرب میں، ایک کعبہ کی چھت پر۔ مدارج النبوت صہ۱۱۔ انوار محمدیہ صہ۳۴۔ سیرت حلبیہ جلد ۱ صہ۱۰۹۔ سیرت نبویہ جلد ۱ صہ۳۹۔ علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ اپنی شہرت یافتہ کتاب بیان المیلاد النبی صہ۵۔ مولد العروس صہ۷ میں تحریر فرماتے ہیں جب سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لاتے تو،

وَكُلٌّ اِصْبَحَ بِجَمَالِ طَلْعَتِهٖ فَرِحًا مَسْرُوْرًا	پوری دنیا کا ذرہ ذرہ آپ کے حسن وجمال کو دیکھ کر مسکرا پڑا عرش والے خوش ہیں فرش والے مسرور ہیں۔

زمین وآسمان اپنے نبی کی آمد پر باغ باغ ہو رہے ہیں۔

وَرَقَصَ الْكَوْنُ فَرِحًا وَمَاتَ مَرِحًا۔	اور پوری کائنات کملی والے کی ولادت پر رقص کرنے لگی لڈیاں ڈالنے لگی ناچنے لگی۔ مسرت اور خوشی کا اظہار کرنے لگی۔
وَاهْتَزَّ الْعَرْشُ لَيْلَةَ مِيْلَادِهٖ۔	سرکار مدینہ کی ولادت پر اللہ تعالیٰ کا عرش بھی خوشی میں ہلنے لگا

جیسے سرکار کے قدموں کی برکت سے اُحد پہاڑ ہلنے لگا تھا۔ میرے نبی نے فرمایا تھا۔ اُحد رُک جا ساکن ہو جا تیرے سینے پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔ بخاری شریف مدارج النبوت۔

وَتَجَلَّى الْحَقُّ عَلٰى عِبَادِہٖ ۔	اللہ تعالیٰ نے یار کی ولادت کی خوشی میں اپنے بندوں پر جلووں کی انوار کی بارشیں برسائیں ۔
وَاَغْنٰی فَقِیْرًا ۔	اور محبوب کے صدقے غریبوں کو فقیروں کو غنی اور مالدار بنا دیا ۔

حوریں جنت سے نکل کر عطر و گلاب چھڑک رہی تھیں ۔ فرشتے سیدہ آمنہ کے ارد گرد کھڑے پر پھیلائے خوشی اور مسرت کا اظہار کر رہے تھے ۔

میرے دوستو ! علامہ سیوطی ، علامہ حلبی ، علامہ دحلان ، علامہ ابن جوزی ، علامہ شاہ عبد الحق ، علامہ نبہانی ، علامہ زرقانی علیہ الرحمتہ کے ارشادات سے نتیجہ کیا نکلا ؟

نتیجہ کیا نکلا

نتیجہ یہ نکلا کہ سرکار مدینہ راحت قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقعہ پر خود خالق کائنات نے عرب کو خوشحال کر دیا ۔ پریشانیوں اور تکلیفوں کو دُور کر دیا ۔ فرشتوں اور حوروں کو زمین پر اتارا ۔ جنت کے دروازے کھول دیئے ۔ سارے جہانوں میں چراغاں کا بندوبست فرمایا ۔ ساری کائنات کو روشن اور منور فرمایا ۔ خوشبوؤں سے جہان کو معطر بنایا ۔ آسمانی ستاروں نے جھک کر سلامی دی ۔ نور کے جھنڈے لہرائے ۔ جنتی شربت سرکار کی والدہ کو پلایا ۔ سرکار کی آمد پر پوری دنیا میں لڑکے تقسیم کئے ۔ فرشتوں نے صلوٰۃ وسلام کے نغمے گائے ۔ غرضیکہ خالق کائنات نے یار کی آمد سے پہلے اور یار کی ولادت کے دن خوب خوب خوشی کرنے کا فرشتوں

کو حکم دیا تاکہ ثابت ہو جائے محبوب کی آمد پر سرکار کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرنا یہ بدعت شرک نہیں۔ بلکہ خالقِ کائنات کی اور اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی سُنّت ہے۔

الحمدللہ! اسی لئے سُنّی میلاد بھی کرتا ہے اور منکرین میلاد کو یہ بھی کہتا ہے کہ:۔

سدا میلاد مناؤ کملی والے دا
رَل مِل سہرا گاؤ کملی والے دا
ایہہ میلاد نبی سرور دا!
سارے نبیاں دے افسر دا
ورد درود دا پاؤ! !
سدا میلاد مناؤ کملی والے دا
حوراں رَل مِل سہرا گاون!
جمن نبی دے جشن منادن
تُسی بھی جشن مناؤ!
سدا میلاد مناؤ کملی والے دا
میلاد منانا حکم خدا دا اے
اس دے صدقے ہر نوں شفا اے
سُنّیاں دی گل مَن جاؤ!
سدا میلاد مناؤ کملی والے دا

میرے دوستو! ان تمام روایات سے پتہ چلا کہ سرکارِ مدینہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا میلاد منانا خوشیوں کا اظہار کرنا یہ خالق کائنات کی بھی سُنّت ہے اور اللہ تعالیٰ کے معصوم فرشتوں کی بھی۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمت دے ذرا ایمان کی نگاہ سے دیکھا جائے تو پتہ چلے گا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا میلاد منانا یہ خود تاجدار مدینہ کی بھی سُنّت ہے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلیل القدر صحابی حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم نور مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہر پیر کو ہر سوموار کو باقاعدگی سے روزہ رکھا کرتے تھے۔ ایک دن میرے آقا کے ایک صحابی ایک غلام نے عرض کی آقا آپ ہر پیر کو روزہ رکھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا حکمت ہے؟ کیا فلسفہ ہے؟ کیا راز ہے؟ خالقِ کائنات کا یار مسکرا پڑا۔ سرکار نے مسکرا کر فرمایا کہ میں پیر والے دن روزہ اس لئے رکھتا ہوں کہ:

فِیْہِ وُلِدْتُ وَفِیْہِ اُنْزِلَ عَلَیَّ۔ مسلم شریف ص۱۷۹، مشکوٰۃ شریف ۱۷۹	میں محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پیر والے دن دنیا میں آیا ہوں۔

اور پہلی وحی، پہلی قرآن مجید کی آیت بھی پیر والے دن نازل ہوئی ہے۔ یعنی پیر والے دن اللہ تعالیٰ نے دو انعام فرمائے۔ ایک تو مجھے رحمت کی چادر پہنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا دوسرا اپنا قرآن نازل فرمایا۔ سبحان اللہ، پتہ چلا کہ سرکار کی آمد سرکار کی ولادت پر اظہارِ تشکر کرنا یہ خود رحیم کریم نبی کی سُنّت مبارکہ ہے۔ میاں ہم تو سال بعد جشنِ ولادت مناتے ہیں۔ میرے نبی نے ہر ہفتہ اپنا جشنِ میلاد منایا تاکہ پتہ چل جائے یہ

کام بدعت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سُنّت مبارکہ ہے۔ حضرت علامہ شیخ محمد علوی مالکی مقدمہ المورد الروی میں اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ سرکار نے اپنا یوم میلاد خود منایا اور اس کی عظمت کا اظہار فرمایا۔ مسلمانوں کے محفل میلاد میں یہی ہوتا ہے اگرچہ صورت مختلف ہوتی ہے۔ مگر معنوی طور پر ایک ہی چیز ہے چاہے روزہ رکھ کر خوشی کی جائے یا کھانا کھلا کر چاہے مجلس ذکر کا اہتمام کر کے یا درود و سلام پڑھ کے خوشی کی جائے یہ تمام باتیں اسی حدیث سے ثابت ہوتی ہیں۔ مقدمہ المورد الروی ص ۹۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔ سرکار نے اپنی آمد کی خوشی پر پیر کو روزہ رکھا تم سُنّی حنفی بریلوی بجائے روزہ رکھنے کے دیگیں پکاتے ہو، کھانا پکا کر کھاتے کھلاتے ہو یہ کہاں کی سُنّت ہوئی۔ تم نے یہ سارے کام کھانے پینے کے لئے گھڑے ہوئے ہیں۔

میرے دوستو! الحمد للہ سرکار کے میلاد شریف کا کھانا گیارہویں شریف کا حلوہ یہ اللہ تعالیٰ نے اہلسنّت کے ہی حصّہ میں لکھا ہے۔ انشاءاللہ تازندگی بلکہ قیامت تک اہلسنّت و جماعت پکاتے رہیں گے، کھاتے کھلاتے رہیں گے۔ یہ اپنا اپنا مقدر ہے۔ یہ اپنے اپنے نصیب کی بات ہے۔ کسی کے حصّے میں اللہ تعالیٰ نے میلاد شریف کا پاک کھانا گیارہویں شریف کا متبرک حلوہ لکھ دیا ہے اور کسی منکر کے حصّے کوا ہندوؤں کے گھر کا کھانا، ہندوؤں کی سود والی کمائی کے پیسے سے سبیل کا پانی لکھ دیا ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۵۹۷، ۵۷۵، ۵۷۶ جناب

صائم چشتی نے بڑا پیارا اس مقام پر یہ شعر فرمایا کہ:۔

حلوہ شبرات توں پکائیے تے بدعت اے
گیارہویں دا ختم جے دلایئے تے بدعت اے
سلام جے حضور نوں پچائیے تے بدعت اے
کھانے تے قرآن پڑھ کھائیے تے بدعت اے
کاں کھانے جیہڑے نے مجبتی کانواں دے شکاریوں!
بلّے او توحید دے وڈیو پجاریو!!

سلطان الواعظین مولانا محمد بشیر سیالکوٹی اپنی اکثر تقریروں میں یہ شعر پڑھتے تھے کہ:۔

یہ گھی اور سوجی کا عمدہ نوالہ
وہی کھائے جو ہووے ایمان والا!

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے پاکیزہ کھانے کھاتے ہیں پاک نبی کے گیت گاتے ہیں ان چیزوں کو حرام کہنے والوں دہابیوں غیر مقلدین اہلحدیث کی غذائیں کون سی ہیں۔ گوہ کھانی حلال ہے۔ تفسیر ستاری صفحہ ۲۶۔ کچھوا کھانا حلال ہے۔ فتویٰ ثنائیہ جلد اوّل ص ۵۵۷۔ بچھو کھانا حلال ہے۔ عرف الجادی صفحہ ۲۳۵۔ فتویٰ ستاریہ جلد دوم صفحہ ۲۱۔

اسی بات کو جناب صائم چشتی نے اشعار میں پیش فرمایا کہ:۔

حلوا بھی طیب اے سیویاں بھی طیب نے
سب کھانے جائز نے سارے کھانے طیب نے

بکرے پھترے طیب نے سب کھانے جا تر نے
تُسیں دسّو کوتے کچھوے کُتے کتھوں پیٔے کھانے اد
جھوٹھیو وہابیو حلیثاں چھڈی جاندے اد
جھوٹھا لیبل لا کے اینویں اہلحدیث کہانے اد

جیسا مُنہ ویسی غذا۔ خیر تو سرکار نے ہر پیر کو، ہر سوموار کو روزہ رکھ کر اپنا جشن میلاد منایا۔ اپنی آمد کی خوشی منائی۔ میرے دوستو۔ اگر سرکار کی محبت والی عینک سے کتب کا مطالعہ کیا جائے تو بکرے ذبح کر کے کھانا، پکا کے کھلانا اور جشن آمد رسول علیہ الصلوۃ والسلام منانا یہ بھی سرکار مدینہ سرورِ قلب و سینہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہے۔ جب سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم مکہ شریف سے ہجرت فرما کر مدینہ شریف تشریف لائے، یثرب سے مدینۃ المنورہ بنا تو میرے آقا نے ایک دن چند بکرے خرید فرمائے ان کو اپنے مبارک ہاتھوں سے ذبح فرمایا پھر باورچی کو بلایا۔ فرمایا ان کو دیگوں میں پکاؤ بکرے پکنے شروع ہو گئے۔ سرکار نے کھانا پکوایا دیگیں تیار کرائیں۔ پھر میرے آقا نے حضرت بلال کو فرمایا۔ بلال جی آقا، فرمایا جاؤ مدینہ شریف میں منادی کر دو۔ آج کھانا کملی والے کے گھر ہے۔ مدینہ شریف کے تمام مسکین، صحابہ غریب صحابہ کھانے کے وقت جمع ہو گئے۔ سرکار نے تمام صحابہ کو خوب خوب کھانا کھلوایا۔ صحابہ کھانا بھی کھاتے جاتے اور پوچھتے بھی جاتے آقا یہ دیگیں کس خوشی میں یہ کھانا کیوں کھلایا جا رہا ہے۔ میرے آقا نے فرمایا میرے صحابہ عرض کی جی حضور فرمایا یہ کھانا یہ لنگر میں محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام

اپنی ولادت کی خوشی میں، اپنے آنے کی خوشی میں، پکا کر تمہیں کھلا رہا ہوں اور اس خالق کائنات کا شکر بجا لا رہا ہوں۔ جس نے مجھے اپنا نبی بنا کر اپنا رسول بنا کر ختم نبوت کا تاج پہنا کر تمام نبیوں کا امام بنا کر اس آسمان کے نیچے اس زمین پر مبعوث فرمایا ہے۔ سبحان اللہ، بعض لوگ کہتے ہیں کہ سرکار نے اپنا میلاد نہیں منایا اپنی آمد کی خوشی نہیں منائی بلکہ سرکار نے اپنا عقیقہ کیا تھا۔ امام المحدثین فنا فی الرسول حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمتہ اس بات کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ عقیقہ نہیں تھا بلکہ سرکار کے میلاد کی خوشی تھی۔ فرماتے ہیں کملی والے آقا کا عقیقہ تو مکہ شریف میں ولادت کے ساتویں دن بعد آپ کے پیارے دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود اپنے ہاتھوں سے کر دیا تھا۔

والعقیقة لا تعاد مرة ثانیة	عقیقہ زندگی میں دوبار نہیں کیا جاتا۔

اس لئے اس حدیث کو اس حقیقت پر محمول کیا جائے گا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کام اظہار شکر کے لئے کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنایا۔

آخر میں فرماتے ہیں کہ :-

فیستحب لنا ایضاً۔	اب یہ بات میلاد شریف کرنا ہے یہ ہم سب غلاموں کے لئے عاشقان نبی کے لئے مستحب ہے کہ میلاد شریف منائیں۔

اِظْهَارُ الشُّكْرِ بِمَوْلِدِهٖ ـ الحاوی للفتاوی جلد ا صـ۱۹۶ ـ	اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادتِ پاک پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں ـ

الحمدللہ اس لئے سُنّی سرکار کی آمد پر سرکار کی ولادت پر یُوں نغمہ سرا ہوتے ہیں ـ

ے آگیا سوہنا جس دے دردی تے مُرسل کرن غلامی
من دا چن انسان دے جس دے تے تارے دین سلامی
اُس دے دَردے بہن سوال تے کیا خاصی کیا عامی
اَج مقصود جہان دے سارے تے مُک گئے دُکھ تمامی

بعض لوگ ان تمام دلائل کو سُننے پڑھنے کے بعد بھی یوں کہتے ہیں کہ کیا تم زیادہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عاشق ہو جشن مناتے ہو، میلاد مناتے ہو اگر یہی عشق کی دلیل ہے تو کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے عاشق نہیں تھے؟ محبّ نہیں تھے؟ اگر تھے تو انہوں نے جشنِ میلاد منایا؟ سرکار کے میلاد شریف کے جلسے کئے؟ اگر جشن میلاد منایا تو ثبوت دو اگر نہیں منایا تو اس بدعت کو چھوڑ دو ـ

میرے دوستو! یہ تمام باتیں کم عقلی اور جہالت کی باتیں ہیں، کیسے تو سنیئے ان لوگوں سے آپ پوچھیں کہ جب سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم دنیا میں تشریف لاتے تو کیا اس وقت صحابہ کرام موجود تھے؟ نہیں تھے کیوں؟ اس لئے کہ صحابی کی تعریف یہ ہے کہ جو ایمان کی نگاہ سے نبی پاک کی زیارت کرے ـ جس زمانے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

نے دنیا میں قدم پاک رکھا وہ زمانہ وہ دور جاہلیت کا دور تھا۔ اس دور میں تو لوگ اللہ تعالیٰ کو بھی نہیں مانتے تھے پہچانتے تھے صحابی کیسے بن جاتے چالیس سال میرے آقا نے ان لوگوں میں اپنی پاکیزہ زندگی گزاری چالیس سال بعد خالق کائنات نے فرمایا میرے حبیب، عرض کی بجی رب جلیل فرمایا محبوب اب میری وحدانیت اور اپنی رسالت کا اعلان کر دو۔ جب میرے آقا نے نبوت کا اعلان فرمایا تو وہی لوگ جو آپ کو امین صادق پاکباز کے القاب سے یاد کرتے تھے۔ اب انہوں نے ہی میرے آقا کو کاذب اور نعوذ باللہ کہنا شروع کر دیا۔ نعوذ باللہ۔ کعبے میں کھل کر عبادت نہ کرنے دیتے۔ جب تک میرے نبی مکہ شریف میں رہے وہ آپ کو ستاتے رہے۔ گالیاں دیتے رہے، پتھر مارتے رہے، جو بندہ کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو جاتا اس کا بھی حشر بڑا برا ہوتا۔ جو صحابہ کعبہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کر سکتے تھے وہ سرکار کا میلاد کیسے مناتے؟ وہ سرکار کے جشن کیسے مناتے۔ دوستو جشن منایا جاتا ہے امن میں سکون میں جب سکون ہی نہ ہو امن ہی نہ ہو تو جشن سجتے نہیں۔ ہاں جب میرے آقا اپنے غلاموں کو لے کر مکہ چھوڑ کر مدینہ شریف چلے گئے تو وہاں جا کر صحابہ نے اپنے طور طریقے سے جشن میلاد منایا۔ بلکہ صحابہ کرام نے سرکار مدینہ سے اجازت لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے جشن نبی منایا۔ میلاد پاک کی تقریریں کی سرکار سن کر خوش ہوتے کیسے میلاد منایا تو سنیے۔

نذرانہ عقیدت

سرکار مدینہ سرور قلب و سینہ مہربان کائنات غریبوں کے آقا و مولا سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب فتح مکہ ہجری میں غیرت سے نفرت تبوک

سے واپس تشریف لائے۔ مدینہ پاک میں مسجد نبوی شریف میں محفل سجی سرکار کے دیوانے مستانے سرکار کی بارگاہ میں تشریف فرما ہیں۔ سارا مدینہ خوش ہے کہ آقائے کائنات بحمد للہ خیریت سے پہنچ گئے ہیں۔ سرکار کے غلام دیدار کی لذت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں کہ اچانک نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا حضرت عباس بارگاہِ نبوی میں کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں۔ آقا اگر اجازت ہو تو تیرا میلاد نہ بیان کر دوں، تیری شان میں چند اشعار نہ پیش کر دوں کہ آپ ہم سے پہلے کہاں تھے، کیا بنے کیسے آئے۔ سرکار محفل سجی ہوئی ہے تیرے غلام جمع ہیں بڑا لطف آئے گا، بڑا کیف آئے گا، صدارت تیری ہوگی تقریر میری ہوگی، سننے والے تیرے پروانے ہوں گے، میرے آقا مسکرا پڑے فرمایا چچا ضرور میری شان بیان کرو، ضرور میرا میلاد بیان کرو۔ چچا تو میلاد بیان کرنا چاہتا تو میری شان بیان کرتا جا میں تیرے لئے دعائیں کرتا جاتا ہوں تاکہ پتہ چل جائے جو میرا میلاد بیان کرے جو میری شان کے قصیدے پڑھ کے لوگوں کو سنائے اس کے لئے نبی کے ہاتھ اٹھ جاتے ہیں۔ نبی کی دعائیں اس کے ساتھ ہوتی ہیں۔ نبی کی رحمت والا سایہ اس کے سر پہ ہوتا ہے سبحان اللہ حضرت عباس نے نعت شروع کی سرکار کا میلاد شروع کیا۔ میرے نبی نے یداللہ والے ہاتھوں سے حضرت عباس کے دعا کی کہ:۔

قُلْ لَا یَفْضُضِ اللّٰہُ فَاکَ۔	میرے چچا میری شان بیان کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کی زبان آپ کے چہرے کو ہمیشہ سلامت رکھے۔

میرے دوستو پتہ چلا جو سرکار کا میلاد بیان کرتا ہے جو نبی کی عظمت کے ڈنکے بجاتا ہے۔ میرے رسول کے قصیدے گاتا ہے۔ اس کی زبان بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آجاتی ہے۔ اس کا چہرہ بھی اللہ تعالیٰ کی امان میں آجاتا ہے اور جو منکر میلاد ہیں، جو منکر شانِ رسول ہیں جنہوں نے دن رات نبی کے گلے کرتے ہیں جو عظمت رسول سن کر جل جاتے ہیں ان کی زبانیں ان کے چہرے اللہ تعالیٰ دنیا میں ہی مسخ فرما دیتا ہے چہرے بگاڑ دیتا ہے۔ چہروں کی زینت ختم ہو جاتی، حالت یہ ہوتی ہے جب مرتے ہیں تو ڈاکٹر ان کی لاش پر لکھ دیتے ہیں اس کی شکل بعض طبی وجوہات کی بنا پر نہیں دیکھی جا سکتی لیکن جو میرے نبی کے پروانے ہوتے ہیں۔ بعض وفات کے بھی ان کے چہرے پھولوں کی طرح تازہ ہرے بھرے ہوتے ہیں۔ ایسے لگتا ہے جیسے فوت ہوتے نہیں۔ میرے محسن میرے استاذِ مکرم قبلہ قاری فیض احمد سیالوی علیہ الرحمۃ آپ کا جب دھیروسیال سرگودھا میں وصال ہوا تو پتہ نہیں چل رہا تھا کہ آپ فوت ہوتے ہیں کہ نہیں ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ اس نے نبض پہ ہاتھ رکھا کہنے لگا۔ نبض بتاتی ہے۔ قاری صاحب علیہ الرحمۃ فوت ہو گئے پر چہرہ بتاتا ہے زندہ ہیں۔ کیونکہ چہرے پہ بار بار پسینہ آرہا ہے جو مرجاتے اس کو پسینہ نہیں آتا۔ شیخ الاسلام والمسلمین غوث زماں حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ڈاکٹر صاحب قاری صاحب بظاہر فوت ہو گئے ہیں لیکن حقیقت میں زندہ ہیں۔ یہ پسینہ رحمت کا پسینہ ہے۔ یہ پسینہ نبی کی محبت کا پسینہ ہے۔ یہ پسینہ قرآن کی خدمت کا پسینہ ہے۔ تو خیر عرض کیا کر رہا تھا۔ حضرت عباس نے میرے نبی کا میلاد پڑھنا شروع کیا شان بیان کرنا شروع کی کہ :-

سہ مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِي الظِّلَالِ وَفِي
مُسْتَوْدَعٍ حَيْثُ يُخْصَفُ الْوَرَقُ

اے پیارے آقا آپ زمین پر تشریف لانے سے پہلے جنت کے سایوں میں خوشحالی اور دولت گاہ یعنی بہشت آدم علیہ السلام میں تھے۔ جب کہ وہ جنت میں تھے جہاں وہ درختوں کے پتے نیچے اُوپر جوڑ کر اپنا جسم ڈھانکتے تھے۔

سہ ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ
أَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقٌ

پھر آپ نے بلاد۔ یعنی زمین کی طرف نزول فرمایا (یہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر آنے کی طرف اشارہ ہے) کیونکہ آپ ان کی پُشت میں پوشیدہ تھے۔ اس وقت آپ نہ بشر تھے نہ مضغہ نہ علق تھے۔ یہ بچے کی ولادت سے پہلے ماں کے پیٹ کی کیفیات کی طرف اشارہ ہے۔

سہ بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِيْنَ وَقَدْ
أَلْجَمَ نَسْرًا وَّأَهْلَهُ الْغَرَقُ

میرے آقا آپ کا مادہ مائیہ کشتی نوح علیہ السلام میں سوار تھا جس کی برکت نوح علیہ السلام کی کشتی تیر رہی تھی اور نسر بت اور اس کے ماننے والے پانی میں غرق ہو رہے تھے۔

اَللہُ اکبر!

؎ تَنَقَّلُ مِنْ صَالِبٍ اِلٰی رَحِمٍ
اِذَا مَضٰی عَالِمٌ بَدَا طَبَقٌ

اسی طرح آپ پاک پشتوں اور پاک رحموں میں یکے بعد دیگرے مختلف طبقات میں منتقل ہوتے رہے۔

؎ وَرَدْتَ نَارَ الْخَلِیْلِ مُسْتَتِرًا
فِیْ صُلْبِهٖ اَنْتَ کَیْفَ یَحْتَرِقٗ

یہاں تک آپ نے نار خلیل علیہ السلام میں ورود فرمایا چونکہ آپ کا نور ان کی پشت میں پوشیدہ تھا تو وہ کیسے جل سکتے تھے۔

؎ حَتّٰی احْتَوٰی بَیْتُکَ الْمُهَیْمِنُ مِنْ
خِنْدِفَ عَلْیَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقٗ

اسی طرح آپ کا نور منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ آپ کے خاندان جو کہ خندف کی اولاد میں کو وہ شرف اور بلند مقام حاصل ہوا کہ دوسرے لوگ ان کے نیچے ہیں۔

؎ وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْ
اَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِکَ الْاُفُقٗ

میرے آقا جب آپ پیدا ہوئے تو اس وقت آپ کے نور سے زمین روشن ہوگئی اور آفاق منور ہو گئے۔

؎ فَنَحْنُ فِیْ ذٰلِکَ الضِّیَاءِ وَفِیْ
النُّوْرِ وَسُبُلَ الرَّشَادِ نَخْتَرِقٗ

ہم اسی ضیاء اور اسی نور میں رشد و ہدایت کے راستوں کو قطع کر رہے ہے

ہیں۔ الحبیب صنا۔۱۲ خصائص الکبریٰ جلد ا صہ ۹۷۔ مواہب لدنیہ اوّل صہ ۵۸۵۔ نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صنا۔۱۲۔

میرے دوستو! توجہ فرماؤ نبی پاک کی صدارت ہے صحابہ کا اجتماع حضرت عباس میرے نبی کا میلاد بیان کر رہے ہیں۔ میرا عشق کہتا ہے، کہ حضرت عباس کی اس تقریر پر صحابہ جھوم اٹھے ہوں گے۔ میرے نبی مسکرا پڑے ہوں گے۔ فرشتے داد تحسین دے رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہوگا۔ حضرت عباس نے میرے نبی کے سامنے کیسے پیارے انداز سے میلاد شریف بیان کیا کہ آقا آج تو آپ ہمارے سامنے تشریف فرما ہیں۔ آج تو آپ ہمیں اپنا فیض عطا فرما رہے ہیں۔ میرے آقا ہمارے پاس آنے سے پہلے آپ نے تمام کائنات کو فیض نبوّت عطا فرمایا۔ اگر آدم علیہ السّلام کی توبہ قبول ہوئی تو تیرے وسیلہ سے نوح کا بیڑا پار ہوا تو تیرے صدقے سے اگر ابراہیم علیہ السلام پر آگ گل و گلزار ہوئی تو تیرے طفیل میرے آقا آپ جب دنیا میں تشریف لائے تو ہر طرف نور ہی نور ہو گیا۔ اگر ہمیں ہدایت کا راستہ ملا تو تیرے صدقے، سبحان اللہ کیسا پیارا عقیدہ ہے۔ کیسا پیارا مذہب ہے۔ الحمدللہ اہلسنّت وجماعت حنفی بریلویوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ جب حضرت عباس نے بھری محفل میں میلاد بیان کیا تو نہ نبی نے اعتراض کیا نہ صحابہ نے پتہ چلا میرے نبی کا بھی یہی خیال مبارک تھا تمام صحابہ کرام کا بھی یہی عقیدہ تھا سب سے پہلے میرے نبی کا میلاد حضرت عباس نے سرکار کی موجودگی میں بیان کیا۔ پتہ چلا سرکار کی موجودگی میں صحابہ نے میلاد کیا، میلاد سنا، میلاد بیان کرنا یہ صحابہ کی سُنّت

ہے یہ حضرت عباس نبی پاک کے چچا تھے۔ اب آیئے دیکھتے ہیں حضرت عباس کے بیٹے حضرت عبداللہ ابن عباس نے سرکار کا کیسے میلاد بیان کیا۔

محفلِ میلاد

امام المحدثین حضرت علامہ ابوالخطاب عمر بن علی علیہ الرحمتہ اپنی کتاب التنویر فی مولد البشیر میں یہ روایت بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما نے ایک دن اپنے محلّے کے لوگوں کو اپنے گھر دعوت پر بلایا۔ حضرت ابن عباس کا گھر مدینہ شریف کے کونے پر تھا۔ تمام محلّہ والے آگئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ جمع ہوگئے۔ حضرت ابن عباس نے تمام مہمانوں کو بٹھانے کے بعد کھانا کھلانے سے پہلے تمام دوستوں کے سامنے اپنے نبی کا میلاد بیان کرنا شروع کر دیا۔ ولادت کے واقعات لوگوں کو سنائے۔ دورانِ تقریر ایسا ذوق پیدا ہوا۔ ایسا سماں بندھ گیا کہ سرکار کا ہر صحابی اپنے آقا و مولیٰ کی ولادت کے واقعات سن کر عش عش کر اٹھا۔

فَيَسْتَبْشِرُوْنَ وَيَحْمَدُوْنَ — تمام صحابہ کرام اپنے آقا کی شان سُن کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوگئے۔

کہ مولا کریم تیرا لاکھ لاکھ بار شکر ہے تو نے ایسا نرالا ایسا حسین و جمیل اتنی شان والا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں عطا فرمایا ہے۔

وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ — پھر اپنے نبی کی ذات پر درود و سلام پڑھنا شروع کر دیا۔

سبحان اللہ گویا صحابہ کرام کہہ رہے تھے کہ:

؎ اُو حبیبِ خدا سرورِ انبیاء
جس دا صدیاں توں سی انتظار آگیا
سُکّے ہوئے چمن وِچ بہار آگئی
روندے ہوئے دِلاں نوں قرار آگیا
جس دی خاطر بچھایا گیا فرش نوں
جس دی خاطر سجایا گیا عرش نوں
جس دی خاطر بنائے گئے دو جہاں
بن کے لولاک دا تاجدار آگیا

اِدھر صحابہ کرام سرکار مدینہ کا میلاد بیان کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لا رہے ہیں۔ اپنے محبوب کی ذات پر درود و سلام کے موتی نچھاور کر رہے ہیں۔ اُدھر کیا ہوا۔

فَاِذَا جَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ	اچانک خالقِ کائنات کے ماہی سدرہ کے راہی، غریبوں کے آقا و مولا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم بھی آگئے۔

سرکار نے دیکھ لیا کانوں سے سُن لیا کہ میرے صحابہ میرا میلاد بیان کر رہے ہیں مجھ پر صلاۃ و سلام کی لڑیاں نچھاور کر رہے ہیں۔ میرے آقا کی رحمت جلال میں آگئی۔ میرے نبی نے اپنی

مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ـــــ والی زبان سے فرمایا۔

قَالَ حَلَّتْ لَکُمْ شَفَاعَتِیْ	اے میرا میلاد بیان کرنے والو میرا

ذکر سن کر جھومنے والو میری آمد پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانے والو تمہیں مبارک ہو آقا کس بات کی فرمایا تم سب پر میری شفاعت واجب ہو گئی اب قیامت کو میں نے جنت میں قدم نہیں رکھنا جب تک میرے ساتھ نہیں ہو گے سبحان اللہ ہدیۃ الحرمین صفحہ ۴ ۔ رسول الکلام صفحہ ۴۹ ۔ جشن میلاد النبی کی شرعی حیثیت صفحہ ۱۸۴ سنیو مبارک ہو سرکار کا میلاد کرنے والے وہ خوش نصیب ہیں جن کو میرے آقا اپنی شفاعت کی خوشخبری سنا رہے ہیں ہو سکتا ہے کبھی ہم پر بھی سرکار کرم فرما دیں ہمارے جلسے میلاد پر تشریف لے آئیں اور ہمیں بھی اپنی رحمت والی زبان سے فرما دیں ۔ پاکستانیو تمہیں مبارک ہو میلاد کی برکت سے تم پر میری شفاعت واجب ہو گئی تو ہماری بگڑی بن جائے گی ۔ ہم بھی جھوم کر کہیں کہ ۔ ۔

مرحبا مرحبا آ گئے مصطفیٰ چدھیاں راہواں بڑے ویکھدے رہ گئے
گودی چکیا حلیمہ نے سرکار نوں نازاں والے کھڑے ویکھدے رہ گئے
کملی والے دی نسبت ظہوری ملی تینوں لاج میری جس نے رکھ لئی
میرے ہنجواں دی جس ویلے قیمت پئی ہیرے موتی جہڑے ویکھدے رہ گئے

اسی طرح علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمتہ سبل الھدیٰ فی مولد المصطفیٰ میں علامہ ابو الخطاب علیہ الرحمتہ التنویر فی مولد البشیر میں علامہ عبد الحق الہ آبادی مہاجر مکی علیہ الرحمہ مولد النبی میں علامہ سید دیدار علی رسول الکلام میں فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے صحابی حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک دن پیر کا دن تھا میں سرکار مدینہ کی بارگاہ عالیہ میں زیارت کے لیے حاضر ہوا میرے آقا مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے میں نے حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کے بعد زیارت کی تھوڑی

دیر کے بعد میں نے سرکار سے گھر جانے کی اجازت مانگی۔ میرے آقا نے فرمایا ابودردا کوئی جلدی تو نہیں؟ آقا نے حکم فرمایا آج میرا پروگرام ہے کہ ذرا مدینے کی گلیوں میں گھومیں، آقا میں حاضر ہوں، حضرت ابودردا فرماتے ہیں سرکار اٹھ کر آگے چل پڑے میں پیچھے پیچھے چل پڑا۔ سرکار مدینہ شریف کے بازاروں سے ہوتے ہوئے مدینے شریف کی گلیوں سے پھرتے پھرتے حضرت عامر انصاری کے مکان کے پاس سے گزرے تو ہم نے کیا دیکھا حضرت عامر اپنے گھر میں اپنے تمام خاندان والوں کے ساتھ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے ہمراہ محفل میلاد سجائے بیٹھے ہیں تمام لوگ بڑے باادب طریقے سے سر جھکائے اپنے نبی کا میلاد سن رہے تھے۔ سرکار کا صحابی میلاد شریف بیان کر رہا ہے کہ کیسے ہمارے آقا کا نور حضرت آدم علیہ السلام سے چلتے چلتے حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن میں تشریف لایا اور پھر کیسے سرکار دنیا میں تشریف لائے قربان جاؤں اس محفل میلاد پر بیان کرنے والے بھی صحابی میلاد سننے والے بھی صحابی اور حقیقت میں جیسے میرے آقا کی شان کو صحابہ نے سمجھا ہے کوئی سمجھ سکتا ہی نہیں، اسی لئے تو کھڑی کے قلندر میاں محمد علیہ الرحمۃ فرما گئے کہ:۔

قدر نبی دا ایہہ کی جانن دنیا دار کمینے
قدر نبی دا جانن والے سوں گئے نی وچ مدینے
قدر پانی دا مچھلی جانے یا جانے مرغابی
قدر نبی دا میرا اللہ عزوجل جانے یا جانن اصحابی
قدر نبی دا ایہہ کی جانن نجدی لوگ کمینے
قدر نبی دا عشقی جانن تے صاف جنہاں دے سینے

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت عامر انصاری اپنے تمام خاندان میں کھڑے ہو کر آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد بیان کر رہے تھے۔

وَيَقُوْلُ هٰذَا الْيَوْمُ هٰذَا الْيَوْمُ

آج کا دن تھا۔ آج کا روز تھا۔ جس دن ہمارے نبی دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنے صحابی کو اپنا میلاد بیان کرتے دیکھا تو فرمایا عامر عرض کی جی آقا فرمایا مبارک ہو عرض کی آقا کس بات کی فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ فَتَحَ لَكَ اَبْوَابَ الرَّحْمَةِ۔

تمہارے اس عمل کو دیکھ کر تمہاری محفل میلاد کو دیکھ کر اللہ پاک نے تیرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں۔

وَالْمَلٰئِكَةُ كُلُّهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ لَكَ۔

اور تمام فرشتے تیرے لیے بخشش کی دعائیں مانگ رہے ہیں۔

حضرت عامر نے عرض کی آقا صرف میرے لئے؟ میرے نبی نے مسکرا کر فرمایا نہیں نہیں بلکہ

مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ

قیامت تک جو بھی تیری طرح محفل میلاد سجائے گا۔ اس کو بھی ایسا ہی ثواب ملے گا جتنا اللہ تعالیٰ نے تجھے عطا فرمایا ہے۔

ہدیۃ الحرمین ص ۴۰ تا ۴۱

میرے دوستو پتہ چلا کہ سرکار کا میلاد منانا بدعت نہیں بلکہ خالق کائنات

کی رحمت لینے کا ایک بہانہ ہے۔ فرشتے ایسے آدمی کے لئے بخشش کی دعائیں کرتے رہتے ہیں اسی لئے کسی عاشق نے کہا کہ :-

قسمت نوں جگا ندے نے
جیہڑے آقا دا میلاد مناندے نے

میرے دوستو! ان روایات سے پتہ چلا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں صحابہ کرام جشنِ میلاد کے جلسے کرتے تھے اور آج ہم بھی کرتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ اس وقت خوشی اس دور کے مطابق ہوتی تھی آج خوشی اس دور کے مطابق ہوتی ہے خوشی وہی ہے صرف طریقہ کار میں فرق آگیا ہے طریقہ بدل جانے تو چیز ناجائز نہیں ہو جاتی مثلاً حج پہلے لوگ بھی کرتے تھے آج بھی کرنے جاتے ہیں پہلے لوگ پیدل چل کر گھوڑوں پہ اونٹوں پر سوار ہو کر سفر کرتے تھے۔ لیکن آج کل ہوائی جہاز پر سفر کیا جاتا ہے، حج وہی ہے لیکن آنے جانے کا سامان سفر بدل گیا۔ اسی طرح محفل میلاد کی خوشی وہی ہے۔ انداز اور طریقے بدل گئے۔ اللہ اکبر۔ یہ تو تھی بات سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور کی۔ اب آیئے میں آپ کو سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد کی بات بتاؤں کہ صحابہ کرام کیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد میلاد شریف سنتے سناتے تھے۔

حضرت کعب کا وعظ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات شریف کے بعد اور صدیق اکبر کی خلافت کے بعد جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین بنے تو حضرت عمر کبھی کبھی وقت نکال کر حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے

جانتے اور فرماتے کعب مجھے سرکار مدینہ کے وہ فضائل سناؤ جو ولادت شریف سے پہلے کے ہیں۔ مجھے وہ کمالات بتاؤ جو سرکار کی آمد سے پہلے ظاہر ہوئے کیونکہ حضرت کعب توریت وانجیل کے عالم تھے۔ اس لئے حضرت عمرؓ ان سے سرکار کا میلاد شریف سنتے ایک دن حضرت عمر حضرت کعب کے پاس تشریف لائے۔ فرمایا کعب، عرض کی جی امیر المومنین فرمایا سرکار کی شان اور کمالات نہیں سناؤ گے جو تم نے پہلی کتابوں میں پڑھے ہیں۔ عرض کی حضور آپ تشریف رکھیں میں ابھی آپ کو سرکار کے فضائل سناتا ہوں۔ حضرت عمر بیٹھ گئے۔ اب حضرت کعب نے کملی والے کی شان بیان کرنا شروع کردی۔ میرے نبی کی ولادت سے پہلے کے حالات بیان کرنا شروع کر دیئے سبحان اللہ! کیا شان ہے میرے نبی کی حضرت کعب نے تقریر شروع کر دی۔ حضرت عمر اور دیگر لوگ محفل میں بیٹھے ہیں۔ محفل سجی ہوئی ہے۔ رنگ چڑھا ہوا ہے رنگ کیوں نہ چڑھتا میاں جس محفل میں ایک مرد قلندر ہو وہ محفل رنگ والی مقبولیت والی بن جاتی ہے تو جس محفل میں میرے آقا کے صحابہ تشریف فرما ہوں کون صحابہ؟ جن کے بارے میرا اللہ عزوجل آپ فرماتا ہے محبوب میں تیرے صحابہ سے راضی ہوں تو ان کو فرما دے یہ بھی اپنے اللہ عزوجل سے راضی ہو جائیں۔ وہ محفل میلاد کتنی رنگ والی تھی کتنی مقبولیت والی تھی۔ حضرت کعب نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا اے میرے نبی کے صحابہؓ اے میرے محبوب کے غلاموں میں نے پچھلی کتابوں میں اپنے نبی کی شان کی یہ روایت پڑھی ہے کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا دور تھا آپ تبلیغ کے سلسلے میں کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ کا

گزر ایک پہاڑ کے پاس سے ہوا۔ اس پہاڑ میں آپ کو ایک پتھر نظر آیا۔ جس پر چار سطروں میں ایک عبارت لکھی ہوئی تھی۔ آپ نے وہ پتھر اٹھایا اور اس عبارت کو پڑھا۔ پہلی سطر میں یہ عبارت تھی کہ میں ہی اللہ عزوجل ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے انسانوں بس میری ہی عبادت کرو۔ دوسری سطر میں لکھا ہوا تھا۔ بے شک میں ہی اللہ عزوجل ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے رسول ہیں۔ خوشخبری ہے اس کے لئے مبارک ہو اسے جو میرے حبیب پر ایمان لایا اور میرے محبوب کی غلامی کی۔ سبحان اللہ۔ تیسری سطر میں لکھا تھا میں ہی اللہ عزوجل ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ جس نے مجھے سچے ایمان سے مان لیا۔ مجھے تھام لیا وہ دین دنیا میں کامیاب ہو گیا۔ چوتھی سطر میں لکھا تھا کہ میں اللہ عزوجل ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں حرم میرا ہے۔ کعبہ میرا گھر ہے جو میرے گھر میں آ گیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔ خصائص کبریٰ اوّل صـ ۹۴ حضرت کعب کی تقریر پر صحابہ کرام جھوم رہے ہیں۔ اپنے نبی کی عظمت سن کر اپنے نبی کا میلاد سن کر ولادت سے قبل کے واقعات سن کر صحابہ سبحان اللہ فرما رہے ہیں کہ کتنے خوش نصیب ہیں ہم کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ رسول عطا فرمایا جس کی نبوت کی گواہیاں پتھر بھی دے رہے ہیں۔ قربان جاؤں صحابہ پر جنہوں نے میرے نبی کی محفلیں سجائیں اسی لئے تو سنی صحابہ پر قربان ہوتے ہیں کہ انہوں نے نبی سے پیار ایسا کیا جیسے حق تھا اور ہم بھی ان کے قدموں پر صدقے ہو رہے ہیں اور کہتے ہیں۔

سب اصحاب نبی دے سوہنے تے سب دی شان اچیری
نبی دے یاراں اتوں صدقے سو واری جند میری

نال مقصود اصحاب دا کردا تے روشن رات ہنیری
یار بنیں اصحاب دا بندیا جے ہے قسمت چنگی تیری

پتہ چلا کہ سرکار کے میلاد کی محفلیں سجانا یہ بدعت نہیں ناجائز نہیں حرام نہیں بلکہ سیدنا فاروق اعظم سیدنا کعب اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت ہے۔ منکرو اگر نام سپاہ صحابہ رکھا ہے تو تم بھی صحابہ والے کام کر لیا کرو پر یہ شرف الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے غلامان رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سنی حنفی بریلویوں کو بخشا ہے یہ صحابہ کرام تھے۔ اب عرض کرتا ہوں کہ تابعی حضرات سرکار کا میلاد کیسے سنتے سناتے ہیں۔

حضرت عبداللہ کا وعظ

حضرت عطا بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور تابعی ہیں حضرت ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آزاد کردہ غلام بھی ہیں۔ بڑے عالم متقی بہت بڑے محدث تھے۔ آپ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ سرکار کے صحابی تھے۔ ان کی خدمت میں اکثر حاضری دیا کرتے تھے۔ اپنے آقا کی شان اپنے آقا کا میلاد سنتے تھے۔ حضرت عطا فرماتے ہیں۔ ایک دن میں حضرت عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میری آپ سے ملاقات ہوئی۔ زیارت کے بعد میں نے عرض کی حضور آپ قرآن کے بھی قاری ہیں، عالم ہیں سرکار سے سن کر آپ نے قرآن یاد کیا ہے۔ تفسیر پڑھی ہے اور ماشاء اللہ آپ توریت و انجیل کے بھی ماہر ہیں اس کا علم بھی کافی رکھتے ہیں۔ فرمایا بالکل میں توریت و انجیل کا بھی عالم ہوں۔ عرض کی حضور قرآن تو قرآن ہے وہ تو ہے ہی سارا

میرے نبی کی شان سارا قرآن میرے نبی کی صفت میرے نبی کی نعت مجھے سرکار کی وہ شان سناؤ وہ بات سناؤ جو اللہ تعالیٰ نے توریت میں میرے نبی کی شان بیان فرمائی ہے۔ حضرت عطا فرماتے ہیں۔

قُلْتُ اَخْبِرْنِیْ عَنْ صِفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فِي التَّوْرَاةِ۔

میں نے عرض کی مجھے وہ نعت سناؤ وہ بات سناؤ جو توریت میں موجود ہے۔

حضرت عبد اللہ نے سن کر فرمایا۔

قَالَ اَجَلْ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمَوْصُوْفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهٖ فِي الْقُرْآنِ۔

ہاں اللہ تعالیٰ کی قسم توریت میں بھی بعض صفات میرے نبی کی موجود ہیں۔ جو قرآن پاک میں بھی موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے توریت میں بھی

اپنے محبوب کی یہ شان بیان کی کہ اے غیب کی خبریں دینے والے محبوب ہم نے آپ کو حاضر و ناظر بنا کر دنیا میں بھیجا جنت کی بشارت دینے والا جہنم سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ان پڑھوں کو حفاظت کرنیوالا بنا کر بھیجا۔ اے میرے حبیب تم میرے بندے اور رسول ہو میں نے دنیا میں تیرا نام متوکل اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والا رکھا نہ تو سخت دل ہے نہ زبان دراز نہ بازاروں میں شور کرنے والا محبوب تم اتنے کریم ہو اگر تم سے کوئی برائی کرے تم بدلہ نیکی میں دیتے ہو اور برائی کرنے والے کو اپنے رب عزوجل کے نام پر معاف کر دیتے ہو اللہ تعالیٰ یار کو وفات عطا نہ کرے گا۔ جب

تک اس کے ذریعے ٹیڑھے دین کو سیدھا نہ کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ محبوب کے صدقے لوگوں کو ایمان نصیب کرے گا ہر طرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پرچار ہو جائے گا۔ بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف۔ باب فضائل سید المرسلین، سبحان اللہ میرے دوستو کتنا پیارا میلاد نبی پاک کا صحابی بیان فرما رہا ہے سرکار کے صحابی کی تقریر سن کر تابعی جھوم رہے ہیں کہ ہمارا نبی ایسا ممتاز نبی ہے۔ ایسا عالمگیر رسول ہے کہ قرآن تو قرآن پچھلی کتابیں بھی ہمارے نبی کا میلاد بیان کر رہی ہیں ہمارے نبی کی عظمت بیان کر رہی ہیں۔ جب پچھلی کتابوں میں سرکار کے ترانے موجود ہیں جب توریت و انجیل میرے نبی کا میلاد بیان کر رہی ہیں تو پھر ہم کیوں نہ میلاد بیان کریں، کیوں نہ سرکار کے نغمے گائیں کیوں نہ جشن میلاد کے جلسے کریں کیوں نہ محبوب کے ترانے گائیں کیوں نہ یوں کہیں کہ:۔

عرب شریف دے چن ورگا پیدا صاحب جمال نہیں ہو سکدا
بلکہ سارے زمانے دے شاعراں دا ایڈا سوہنا خیال نہیں ہو سکدا
اوہدا ثانی ایس کائنات اندر کوئی مائی دا لال نہیں ہو سکدا
ناصر اوہدی شان نے اِک پاسے بیدا دوجا بلال نہیں ہو سکدا

میرے دوستو ان تمام روایات سے پتہ چلا کہ سرکار کا میلاد پاک صحابہ کرام نے منایا۔ تابعیوں نے منایا جلسے کئے سرکار کی عظمت بیان کی۔ کملی والے کے کمالات دوستوں کو سنائے اب بھی کوئی نہ مانے تو اس کا اپنا نصیب۔ اتنے دلائل سننے کے بعد چند دوست کہتے ہیں یار کمال ہے آج تک ہم نے یہ باتیں نہیں سنی تھیں۔ اگر واقعی یہ باتیں صحیح ہیں تو پھر

تو ضرور کملی والے کے میلاد کے جلسے کرنے چاہیئے۔ عظمت نبی کے ترانے بجانے چاہیئے۔ لیکن یہ جو تم جلوس نکالتے ہو نعرے بازی کرتے ہو، گلیاں سجاتے ہو۔ بازار سجاتے ہو، محلے سجاتے ہو، یا رسول اللہ کے نعرے لگاتے ہو یہ تو کم از کم جائز نہیں؟

سامعین کرام! الحمد للہ اگر منکرین جلسے میلاد کے منانے کے قائل ہو جائیں تو انشاء اللہ ہم جلوس کا ثبوت محلے گلیاں سجانے کا ثبوت یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ثبوت بھی دکھائیں گے۔ آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تمام باتیں بھی جائز ہیں کہ نہیں۔

تُبّع بادشاہ

امام الانبیاء، حبیب کبریا، فخر دو عالم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پاک سے ایک ہزار سال پہلے ایک بادشاہ گزرا ہے جس کا نام حُمیر بن دردع اور اس کا لقب تھا تُبّع۔ بہت ذہین اور باکمال انسان تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اسے پوری روئے زمین کی سلطنت عطا فرمائی تھی۔ اس کا دار الخلافہ یمن تھا قرآن مجید میں دو جگہ تُبّع اور اس کی قوم کا ذکر خالق کائنات نے فرمایا پہلی مرتبہ پ ۲۵ سورۂ دخان آیت ۳۷۔ اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے لوگو سوچو کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا تُبّع کی قوم۔ دوسری مرتبہ پ ۲۶ سورۂ ق آیت ۱۴۔

وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَ قَوْمُ تُبَّعٍ ۔	اور آیکہ والوں نے اور تُبّع کی قوم نے۔

ایک مرتبہ یہی تبع بادشاہ پوری روئے زمین کا دورہ کرنے کے لئے یمن

سے چلا جب یہ دورے کے لئے نکلا ہوگا۔ اس کی کتنی ٹھاٹھ باٹھ ہوگی؟
کتابوں میں یہ بات موجود ہے کہ تبع نے ایک لاکھ تیس ہزار فوجی اسلحے سے
لیس سواریوں پر سوار کرائے اور آگے پیچھے پہرہ دیتے جاتے ایک لاکھ تیرہ ہزار
فوجی مسلح پیدل بادشاہ کے پیچھے جا رہے تھے چار سو علماء جو توریت زبور کے جید
عالم تھے وہ بھی رہنمائی کے لئے ساتھ تھے۔

میرے دوستو، پہلے زمانے کے سلطان جب بھی دوروں پر جاتے تو
علمائے ربانیین کو ساتھ رکھتے تاکہ ان کی رہنمائی میں صراط مستقیم سے وابستہ
رہیں اور آج کل کے بادشاہ جب دوروں پر جاتے ہیں تو سیاسی لیڈروں کو
قوم کا خون چوسنے والے بے رحم ظالموں کو قوم کو دھوکہ دینے والے چوروں کو فلمی
میراثیوں کو ساتھ لے جاتے ہیں۔ پھر ان کا جو حال ہوتا ہے وہ دنیا جانتی ہے
خیر تو تبع بادشاہ دو لاکھ تینتالیس ہزار فوجی چار سو علماء کی معیت میں دورے پر نکلا۔
دورہ کرتے کرتے وہ جہاں بھی جاتا لوگ اس کا پرجوش استقبال کرتے۔
اس کی آمد پر نعرے لگاتے ہر علاقے کے وزیر سفیر اس کا شایانِ شان استقبال
کرتے اس کی اور اس کے ساتھیوں کی خدمت کرتے بادشاہ خوش ہو کر وہاں
سے آگے چلا جاتا۔ تبع دورے کرتا کرتا مکہ شریف پہنچا تو مکہ شریف کے کسی آدمی
نے بادشاہ کا استقبال نہ کیا نہ نعرے لگائے نہ حوصلہ افزائی کی۔ تبع بڑا حیران ہوا
کہ کمال ہے میں جہاں بھی گیا ہوں لوگوں نے مجھے عزت دی میرا شاندار استقبال
کیا لیکن اس شہر میں سے کسی کو توفیق نہیں ہوئی آخر وجہ کیا ہے؟ تبع نے
ایک وزیر کو بلا کر سب بات پوچھی تو وزیر نے کہا: اے سلطانِ زمانہ بات
یہ ہے کہ مکہ کے لوگ بڑے مغرور اور متکبر ہیں یہ کسی آدمی کو اپنے برابر نہیں

سمجھتے تبع نے کہا آخر کیا بات ہے؟ وزیر نے کہا سرکار یہاں بیت اللہ شریف ہے جسے یہ لوگ خانہ خدا کہتے ہیں جس کی زیارت کیلئے لوگ دور دراز سے یہاں آتے ہیں۔ کعبہ شریف کی زیارت کے ساتھ ان کی بھی بڑی خدمت ہوتی ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ اگر یہ بات ہے تو میں کعبہ کو گرا دوں گا۔ نہ یہ رہے گا نہ یہ ایسے مغرور بن کے رہیں گے۔ وزیر بات سن کر باہر آیا۔ بادشاہ نے کعبہ شریف کو گرانے کا حکم دینے کیلئے اٹھا تو اللہ تعالیٰ کا غضب جلال میں آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اس کے سر میں درد پیدا کر دیا جس کی وجہ سے وہ ایک قدم بھی باہر نہ نکال سکا۔ درد اتنا شدید تھا کہ سنبھلے نہ سنبھالا گیا فوراً ڈاکٹروں طبیبوں کو بلایا گیا لیکن فرق ہونے کی بجائے درد بڑھتا گیا حالت یہ ہو گئی کہ بادشاہ نے سمجھا کہ اب میں زندہ نہیں رہ سکتا بادشاہ کے لشکر میں ایک روحانی طبیب بھی تھا وہ بھی بادشاہ کو دیکھنے کے لئے آیا۔ جب بادشاہ کو دیکھا تو کہنے لگا کہ مرض آسمانی ہے علاج زمین کے ہو رہے ہیں۔ اس روحانی طبیب نے کہا بادشاہ ایک بات پوچھوں ناراض تو نہیں ہو گے۔ بادشاہ نے کہا نہیں، اس نے کہا کہ تم نے کہیں کعبہ شریف کو گرانے کا پروگرام تو نہیں بنایا۔ اس نے کہا بالکل روحانی طبیب نے کہا۔ اے تبع کعبہ شریف کا مالک کوئی انسان نہیں بلکہ خالقِ کائنات ہے جو زمین و آسمان کا پروردگار ہے۔ ایک عام انسان اپنے گھر کو نہیں گرنے دیتا وہ خالقِ کل کیسے اپنے گھر کو گرتا برداشت کر سکتا ہے۔ اگر خیریت چاہتے ہو اگر صحت چاہتے ہو تو فوراً توبہ کرو کعبہ شریف کو گرانے کا خیال دل سے نکال دو، دوائی کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ بغیر دوائی کے شفاء عطا فرما دے گا۔ روحانی طبیب یہ بات کہہ کے اٹھا بادشاہ کی آنکھوں میں آنسو

جاری ہو گئے۔ سر آسمان کی طرف اٹھایا۔ عرض کی اے ربِّ کائنات میں بھول گیا ہوں۔ مجھے پتہ نہیں تھا یا اللہ تجھے اپنی عزت جلالت کی قسم مجھے معاف کر دے جب یہ بات کہیں تو اسی وقت اللہ تعالیٰ نے شفاء عطا فرما دی۔ سر درد ٹھیک ہو گیا۔ خون آنا بند ہو گیا۔ بیماری چلی گئی۔ ایسے لگتا تھا بیماری آئی نہیں سبحان اللہ مالک خالق جو ہوا بے پرواہ جو ہوا۔ اسی لئے تو کھڑی کے قلندر کہتے کہتے دنیا سے پردہ فرما گئے کہ:۔

ع

لُطف کریندا تے کرم فریندا تے ہر دے کم سنوارے
سب خلقت دا راکھا اوہی تے بھید چھپانے سارے
ہر عاجز تے اُو رحمت کر دا تے کرے قبول دُعائیں
بن منگے اُو لکھ دیون والا تے محرم دل دا سائیں

تبع کو جب اللہ تعالیٰ نے شفاء بخشی وہ بڑا خوش ہوا۔ اپنا پرانا مذہب چھوڑ کر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین کو قبول کر لیا۔ ملتِ ابراہیمی کا پروانہ بن گیا۔ کعبہ شریف کا طواف کیا۔ اس زمانے میں کعبہ پر غلاف نہیں ہوتا تھا۔ تبع نے بیماری سے شفاء ملنے کی خوشی میں سب سے پہلے کعبہ شریف پر غلاف چڑھایا جو آج تک چلا آ رہا ہے پھر حج کی سعادت حاصل کی۔ پورے مکہ والوں کی دعوت کی، کعبہ سے سارے بتوں کو صاف کرا دیا۔ ناپاک عورتوں کا داخلہ بند کر دیا۔ کعبہ شریف کا اس دور میں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ دروازہ بنوا کر کعبہ شریف کو تالا لگا کر چابی مجاور کو دی تاکہ ہر بندہ کعبہ شریف کے اندر جا کر بے حرمتی نہ کر سکے۔ چند دن کے بعد مکہ شریف سے پھر دورہ کرنے کے لئے نکلا، فوج بھی ساتھ ہے، علماء بھی ساتھ ہیں چلتے چلتے وہاں پہنچا جہاں

آج مدینہ پاک موجود ہے۔ مدینہ پاک میں چند دن گزارے۔ چند دن کے بعد فوج کو حکم دیا کہ چلو تیاری کرو۔ فوج تیار ہو گئی۔ لیکن علماء نے تیاری نہ کی بادشاہ چار سو یا چار ہزار علماء کے پاس آیا اور کہا کیا بات ہے آپ حضرات تیار کیوں نہیں ہوتے ان علماء کے سب سے بڑے سردار شامول نے فرمایا۔ بادشاہ اگر آپ ناراض نہ ہوں تو آپ ہمیں اجازت دیں ہم ہمیشہ کے لئے یہاں ڈیرے لگا لیں۔ بادشاہ بڑا حیران ہوا اور مسکرا کر کہا حضرت صاحب آپ جیسے علماء بڑے سیدھے اور بھولے ہوتے ہیں۔ شامول نے کہا وہ کیسے تو تبع نے کہا کہ ہم نے پوری زمین پورے علاقے کا پوری سلطنت کا دورہ کیا ہے۔ بڑے بڑے حسین و جمیل شہر آئے پیارے پیارے سرسبز شاداب علاقے آئے آپ نہیں رُکے تو ان علاقوں میں ان شہروں میں نہیں رکے اور اگر رکے پر آگئے ہیں تو اس جنگل میں رہنے کا پروگرام بن گیا ہے۔ تبع کی بات سن کر علماء کے سردار شامول بولے اے بادشاہ آپ کو کیا خبر اس جنگل کی شان کا آپ کو کیا پتہ اس علاقے کا اگر آپ کو پتہ ہوتا آپ کو خبر ہوتی تو آپ کبھی ایسی بات نہ کرتے۔ تبع بات سن کر حیران ہو گیا کہ واقعی کوئی بات ہے تو تبھی چار ہزار علماء کرام اس جنگل میں ہمیشہ رہنے کا پروگرام بنا رہے ہیں پوچھا مولانا آخر اس جنگل میں رہنے کا مقصد کیا ہے؟ عالم ربانی نے فرمایا دنیا کی خاطر نہیں دولت کی خاطر نہیں، زر زمین کی خاطر نہیں، سلطنت اور بادشاہی کی خاطر نہیں بلکہ صرف اور صرف نبی آخر الزمان امام الانبیاء حبیب کبریا مالک ارض و سماء حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے۔ بادشاہ نے کہا آپ کو کیسے پتہ چلا کہ اس جنگل میں نبی آخر الزمان تشریف لائیں گے۔ تو

عالم ربانی نے فرمایا کہ ہم نے توریت اور زبور میں پڑھا ہے۔ اے بادشاہ اب تو تمہیں یہ جنگل نظر آرہا ہے۔ لیکن ایک وقت آئے گا یہ جنگل منگل بن جائے گا۔ یہ دیہات یہ قصبہ کائنات کے لئے مرکز ہدایت بن جائے گا۔ سرکار آخر الزمان پیدا مکہ شریف میں ہوں گے۔ اپنی زندگی کے باون برس وہیں گزار دیں گے لیکن زندگی کے آخری دس برس یہاں آکر گزاریں گے۔ اسلام کا جھنڈا بلند کریں گے۔ بت پرستوں کو خدا پرست بنائیں گے۔ پتھروں کے سامنے جھکنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکائیں گے۔ پھر یہیں آپ کا وصال ہوگا یہیں آپ کا روضہ انور بنے گا اسی روضے پر ستّر ہزار شام کو اللہ تعالیٰ کے معصوم فرشتے نازل ہوا کریں گے۔ اسی مدینے کی گلیوں کی چوکیداری فرشتے کیا کریں۔ سرکار کے روضہ پہ دنیا بھر کے مسلمان آئیں گے۔ غوث قطب ابدال یہیں سے آکر فیض لیا کریں گے۔

میرے دوستو دیکھ لو آج میرے آقا کے روضے پر کائنات کا ہر مسلمان جانے کے لئے بیتاب ہے، سب جانے کے لئے بیقرار ہیں جو ایک مرتبہ جاتا ہے کہتا مولا کریم ہر سال یار کے در کی حاضری نصیب فرما لیکن نجدی نہیں جاتے نہ مسلمانوں کو جانے دیتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ حج کرنے جاؤ تو حج کر کے گھروں کو چلے جاؤ۔ مدینے شریف جانے کی ضرورت نہیں وہاں کیا رکھا ہے اگر جانا ہی ہے تو سرکار کے روضے کی نیت سے نہ جاؤ صرف مسجد نبوی کی حاضری کی نیت سے جاؤ۔ یہ مسئلہ اہلحدیث اور غلام خانیوں دیوبندیوں کا ہے۔ فقہ محمدیہ کلاں صد۱۰۵۔ فتح المجید شرح کتاب التوحید۔ مسئلہ زیارت نبوی صد۱۸۱۔ فتویٰ ثنائیہ اول صد۷۵۔ مقیاس وہابیت صد۲۴۰۔۲۴۲۔ حج و زیارت صد۱۹

یہ بدنصیب نہ خود دربار پر جاتے ہیں نہ جانے دیتے ہیں یہ حالانکہ میرے کملی والے نے فرمایا۔

مَنْ حَجَّ الْبَیْتَ۔ | جس میرے اُمتی نے کعبہ شریف کا طواف کیا۔ حج کی دولت سے مالامال ہوا۔ لیکن:۔

فَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ۔ | حج کے بعد میری زیارت نہ کی تو اس نے میرے ساتھ زیادتی کی۔

صحابہ نے عرض کی آقا آپ کی زیارت کا فائدہ کیا ہوگا۔ حج تو ہو گیا میرے آقا نے فرمایا میری زیارت کے میرے اُمتی کو دو فائدے ہوں گے۔ آقا کون کونسے فرمایا پہلا فائدہ یہ کہ:۔

مَنْ حَجَّ اِلٰی مَکَّۃَ | جس میرے اُمتی نے مکہ شریف کا حج کیا۔

ثُمَّ قَصَدَنِیْ فِیْ مَسْجِدِیْ | پھر وہاں سے میری زیارت کا پروگرام بنایا۔ میری مسجد میں،

کُتِبَتْ لَہٗ حَجَّتَانِ مَبْرُوْرَتَانِ۔ | اللہ تعالیٰ اس کو دو مقبول حجوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔

سبحان اللہ کیا شان ہے میرے آقا کے دیدار کا سرکار نے فرمایا۔ میرے غلاموں اگر کعبہ تک تمہاری حاضری محدود رہی تو صرف ایک حج ہو گا۔ پتہ نہیں وہ بھی قبول ہوتا ہے کہ نہیں لیکن میری زیارت کا یہ فائدہ ہو گا کہ ایک نہیں دو حج کا ثواب تمہارے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔ اور دوسرا

بھی مقبول حج اسی لئے تو محمد اعظم چشتی ساری عمر کہتے رہے کہ

یا رب ہور نہ منگاں تیتھوں تے مینوں یار دے دیس پچا دے
جتھے جھاڑو دین فرشتے اوہ سوہنا شہر وکھا دے !
جہناں گلیاں وچہ پھریا سوہنا اونہاں گلیاں دی خاک بنا دے
اعظم تے جے کرم کما دیں اینہوں یار دی دید کرا دے

دوسرا فائدہ کیا ہوگا۔ میرے آقا نے فرمایا۔

مَنْ جَاءَنِیْ زَائِراً

جو صرف اور صرف مدینہ شریف میں میری زیارت کو آئے۔ میرے دیدار کے لئے آئے اور کوئی مقصد نہ ہو اور کوئی غرض نہ ہو تو پھر کیا ہوگا۔ فرمایا:۔

کَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ لَہٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

پھر مجھ پر میرے اُمتی کا حق ہے کہ میں قیامت والے دن اس کی شفاعت کرکے اپنے ساتھ جنّت میں لے جاؤں۔ سبحان اللہ۔

جس کی شفاعت میرے آقا نے کر دی اس کے تو وارے نیارے ہوں گے۔ وہ تو نعرے لگاتا ہوا جنّت میں جاتے گا۔ صحابہ نے عرض کی آقا یہ تو زندگی کی بات ہے۔ یہ تو آپ کی ظاہری حیات کا ملہ ہے۔ جب آپ دنیا سے پردہ فرما جائیں گے۔ پھر حاجی کیا کریں آپ کی کیسے زیارت کریں۔ کیونکہ آپ تو قبر انور میں تشریف لے جائیں گے۔ میرے آقا نے فرمایا پھر بھی میرے اُمتی حج کے بعد میری زیارت کو آئیں۔ میری قبر کو دیکھیں یہاں بیٹھ کر ایسے زیارت کریں جیسے

زندہ آدمی کی زیارت کی جاتی ہے۔ اس لئے کہ،

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ ۔ كَانَ كَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ	جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو وہ ایسے سمجھے کہ میں نے زندہ نبی کی زندگانی میں زیارت کی۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہر نبی بعد وفات کے زندہ ہوتا ہے۔ تو میں بھی بعد وفات کے زندہ رہوں گا آقا جو آپ کی قبر انور کی زیارت کرے گا۔ اس کو بھی کوئی فائدہ ہوگا میرے آقا مسکرا پڑے فرمایا ضرور ہوگا آقا کون سا فائدہ فرمایا،

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ	جس میرے اُمتی نے میری قبر انور کی زیارت کی۔
كُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا شَهِیْدًا	قیامت والے دن میں خالق کائنات کی بارگاہ اس اُمتی کے ایمان کی اور اپنے در پہ حاضری کی گواہی دونگا

پھر شفاعت کرکے اس کو جنت کا مستحق بنا دوں گا۔ اللہ اکبر۔ جذب القلوب ص۲۰۳-۲۰۴۔ پتہ چلا جو حج کرنے جائے وہ مدینہ شریف ضرور جاتے پر نجدی لوگ نہیں جاتے کیوں نہیں جاتے اس لئے کہ مدینہ کے آقا ان بدنصیبوں کو اپنے در پہ آنے ہی نہیں دیتے در رسول پر قسمت والے جاتے ہیں نصیب والے جاتے ہیں۔ عاشق جاتے ہیں محبت والے جاتے ہیں جب جاتے ہیں سرکار کا در نظر آتا ہے۔ سرکار کی قبر پاک دیکھتے ہیں تو بے ساختہ یوں پکار کر

کہتے ہیں۔

؎ تیری خیر ہووے پہرے دارا
روضے دی جالی چم لین دے
اساں ویکھنا اے رب دا نظارہ
روضے دی جالی چم لین دے
نہ اوہ طور نہ عرش معلیٰ
اوتھے ہی ویہلے رب دی تجلیٰ
ایہہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دا پاک دوارہ
روضے دی جالی چم لین دے
ساڈے مولا نے ایہہ دن دکھلائے
آسے ڈیرے غریباں نے لائے
ایتھے رب دا حبیب پیارا اے
روضے دی جالی چم لین دے

عاشقوں کا حج

نجدی کہتے ہیں مدینے شریف نہ جاؤ۔ کیا ضرورت ہے۔ وہاں کیا رکھا ہے۔ وہاں جانے کا کوئی فائدہ نہیں بس حج کرنا تھا کرلیا۔ فرض ادا ہوگیا۔ پر عاشقوں سے پوچھو غلامانِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھو حج کرکے مدینہ شریف جانا چاہیے کہ نہیں قلندر گولڑہ غوث زمان سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی چشتی سیالوی علیہ الرحمۃ ہر سال حج کرنے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ حج کرکے مدینہ شریف سرکار کے درِ پاک پہ حاضری کے لئے پہنچے تو کوئی جانے والے نے اپنے ساتھی سے کہا

دیکھو یہ پیر مہر علی شاہ ہیں۔ اکثر حج کرنے آتے ہیں۔ کتنا عشق ہے ان کو کعبہ شریف سے کتنا پیار ہے۔ ان کو حج سے آپ نے سنا تو مسکرا کر فرمایا بھائی آپ کی محبت کا شکریہ آپ نے اندازہ صحیح نہیں لگایا۔ اُس نے عرض کیا حضور کیوں؟ آپ حج کرنے نہیں آتے؟ کعبہ شریف کا طواف کرنے نہیں آتے۔ حجر اسود کے بوسے لینے صفا مروہ پر دوڑ لگانے نہیں آتے۔ آپ نے فرمایا یہ سب بہانے ہیں۔ حقیقت ہمارے آنے کی کچھ اور ہے حضور حقیقت کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ

کوئی پانی دے بھر آئیاں

حج دا بہانہ اے دیکھن مدنی دا گھر آئیاں

بے مثل خزینہ اے

لوکاں دیاں مکھ مہاراں ساڈی مہار مدینہ اے

مدینہ شریف کی قدر پوچھنی ہے تو محبان رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھو ان خشک اور نجدی ملاؤں کو کیا خبر مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ بہت بڑے نقشبندی عالم فاضل ولی کامل تھے۔ آپ حج کرنے کے لئے ایران سے مکہ شریف تشریف لائے قافلہ بھی ساتھ ہے۔ حج کرنے کے بعد آپ کا قافلہ مدینہ شریف کی طرف روانہ ہوا۔ آپ اپنے گھر کی طرف روانہ ہو پڑے ساتھیوں نے کہا جامی صاحب مدینے شریف چلو سرکار کی زیارت کے لئے چلو کیونکہ ہمارے نبی پاک نے فرمایا جس نے حج کی اور میری زیارت نہیں کی اُس نے میرے ساتھ ظلم کیا مولانا عبدالرحمٰن جامی نے فرمایا میں نے بھی یہ حدیث پاک پڑھی ہے پڑھی ہی نہیں بلکہ کئی لوگوں کو پڑھائی ہے۔ لوگوں نے کہا پھر کیوں نہیں مدینہ شریف جاتے فرمایا اس لئے کہ اگر میں چلا گیا تو سرکار مدینہ

فرمائیں گے۔ حاجی حج کے بہانے ہمیں ملنے آتے ہو؟ اگر پوچھ لیا تو کیا جواب دوں گا۔ اب جاتا ہوں گھر پھر وہاں۔ سے اپنے آقا کے روضے کی نیت سے چلوں گا اور درِ انور پہ حاضری دوں گا۔ درِ رسول کی حاضری ص۱۲ سیرت النبی بعد وصال النبی دوم ص۲۰۸۔ اللہ اکبر۔

اسی لئے اعلیحضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:۔

؎ اُن کی طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
اصل مراد حاضری اُس پاک در کی ہے

سُبحان اللہ! کیا پیارے خیالات ہیں۔ اعلیحضرت جب مدینے پاک پہنچتے ہیں سرکار کا نور بھرا مینار نظر آتا ہے۔ پھر قبر پاک پہ حاضری ہوتی ہے تو آنکھوں سے بے اختیار آنسو آجاتے ہیں۔ پھر رو کر کہتے ہیں آقا شریعت اجازت نہیں دیتی۔ آقا تیرا فرمان اجازت نہیں دیتا نہیں تو آپ کا در ہوتا احمد رضا کا سر ہوتا۔ پھر بیتاب ہو کر عرض کرتے ہیں۔

؎ اے شوق دل یہ سجدہ گر ان کو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو
اِن کے سوا رضا کوئی حامی نہیں جہاں
گزرا کرے پسر پہ پدر کو خبر نہ ہو

محترم سامعین بات دُور چلی گئی عرض یہ کر رہا تھا کہ تبّع نے کہا اے علماء کی جماعت کیا بات ہے اس جنگل میں اس دیہات میں اس گاؤں میں رہنے کا اچانک کیوں پروگرام بن گیا ہے تو علمائے ربانین کے سردار عالم

شامول نے فرمایا اس لیئے کہ یہاں نبی آخرالزمان تشریف لائیں گے اور یہی ان کا آستانہ عالیہ بنے گا ہم اس لئے یہاں رہ رہیں ہیں ہو سکتا ہے۔ اس محبوب کی زیارت ہو جائے ہمارا بیڑا پار ہو جائے جب بادشاہ نے یہ سُنا سرکار کی عظمت اور آپ کی شان سنی تو وہ بھی میرے کملی والے پہ عاشق ہو گیا کہ وہ نبی کتنی شانوں کا مالک ہوگا جس کے قصیدے اللہ تعالیٰ نے توریت زبور میں بھی بیان فرمائے ہیں بادشاہ نے بھی فی الحال آگے جانے کا پروگرام ملتوی کر دیا اُن علماء کی رہائش کے لیے ایک بہترین کالونی بنوائی جس میں چار سو یا چار ہزار مکانات تعمیر کرائے پھر ان علماء کو بیوی بچوں سمیت ان مکانوں میں ٹھہرایا پھر ایک سال تک وہ بھی نبی آخر الزمان کی آمد کا انتظار کرتا رہا۔ ایک سال کے بعد اس نے اس کالونی میں ایک عالیشان ڈبل سٹوری مکان بنوایا۔ علماء نے جب دیکھا تو سمجھے کہ شاید بادشاہ کا بھی پروگرام یہیں رہنے کا ہے جب مکان بن گیا تو تُبّع نے اس کو بند کرا کے اس کو تالا لگوا دیا پھر اپنے منشی کو اپنے سیکرٹری کو بلایا اور حکم دیا کہ ایک خط لکھو' خط کیا تھا؟

تُبّع کا خط

إِلَىٰ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ نَبِيِّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ تُبَّعَ الْأَوَّلِ۔

یہ خط تُبّع اوّل حمیر بن وردع کی طرف سے محمد بن عبد اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت عالیہ میں جو اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں اور آخری نبی ہیں اور خالق کائنات کے پیغمبر ہیں۔ اے میرے آقا آپ کی خدمت میں تُبّع

کا سلام عرض ہو اور

اِنِّیْ آمَنْتُ | میں آپ کا کلمہ پڑھ کے آپ پر

آج سے ایمان لا چکا ہوں اور میں اسی دین کو اپنا دین تسلیم کرتا ہوں جو آپ دنیا میں لے کر آئیں گے۔ میں آپ کے مالک و خالق کو بھی دل و زبان سے مانتا ہوں۔ اسلام کے تمام احکامات کو بھی قبول کرتا ہوں پھر اُس نے عربی میں یوں اشعار لکھوائے کہ :۔

؎ شَہِدْتُ عَلٰی اَحْمَدَ اَنَّہٗ
رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ بَارِیَ النَّسَم

میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جو تمام روحوں کو پیدا کرنے والا ہے۔

؎ فَلَوْ مُدَّ عُمْرِیْ اِلٰی عُمْرِہٖ
کُنْتُ وَزِیْرًا لَّہٗ وَابْنُ عَمِّ

اگر میں ان کی ولادت تک زندہ رہا تو میں اُن کا مددگار بنوں گا۔ ان کی محبت میں گم ہو کر انہیں میں سے ہو جاتا) گا۔

پھر لکھا آقا اگر میں آپ کی زیارت نہ کر سکا تو مجھے بھول نہ جانا بلکہ،

فَاشْفَعْ لِیْ | قیامت والے دن مجھ کو اپنا غلام سمجھ کر اپنا اُمتی سمجھ کر میری شفاعت کرنا

تبّع نے جب خط لکھوالیا تو آخر میں اپنی سونے کی بنی ہوئی مُہر لگوا کر نیچے اپنے دستخط کر دیئے پھر وہ خط اور مکان کی چابیاں علمائے ربانین کے سردار جناب شاموُل کے حوالے کیں۔ بادشاہ نے فرمایا مولانا صاحب اگر آپ کی زندگی میں

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے آئیں تو یہ خط بھی پیش کرنا اور یہ رہائش کے لئے مکان کا تحفہ بھی میری طرف سے پیش کرنا اگر آپ کے زمانے میں نبی آخر الزمان تشریف نہ لائیں تو اپنی اولاد میں سے کسی نیک بچے کو یہ چیزیں دینا۔ ان کو بھی یہی وصیت کرنا حتیٰ کہ میرا یہ تحفہ میرے نبی تک پہنچ جائے۔ جناب شامول نے فرمایا حضور آپ فکر نہ کریں انشاء اللہ آپ کی یہ امانت سرکار کی بارگاہ تک ضرور پہنچے گی۔ اب بادشاہ وہاں سے رخصت ہونے لگا دوبارہ علماء کرام کا امتحان لینے کے لئے کہ یہ نبی آخر الزمان کے عشق میں کتنے سچے ہیں کہنے لگا کہ یہ جنگل ہے پتہ نہیں سرکار کب تشریف لائیں اب بھی وقت ہے چلو میرے ساتھ تو علماء ربانیں نے فرمایا کہ بادشاہ صاحب۔

؎ دلبر دے دروازے اُتے تے بہئیاں لاسیئے جھوکاں
نویں نویں نہ یار بنا یئے نتے وانگ کمینے لوکاں !

بادشاہ مسکرا پڑا جب جانے لگا تو بار بار مدینہ شریف کو دیکھتا ہے کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا محبوب تشریف لائے گا قسمت والے زیارت کریں گے۔ قسمت والے اُن کی دید کریں گے کتنی خوش بخت یہ جگہ ہے۔ جہاں والیٔ دوجہاں کی آمد ہو گی۔ پھر گویا کہنے لگا۔ جس کا ترجمہ اعلیحضرت بریلی نے کھینچا کہ۔

؎ مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کو ٹھہرانے والے
چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے !

بادشاہ مدینہ شریف چھوڑ کر ہندوستان کے دورے کی طرف روانہ ہوا۔ جب ہندوستان کے شہر بقلستان میں پہنچا تو اللہ تعالیٰ کو پیارا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی قبر پر کروڑہا رحمتوں کا نزول فرمائے۔ تُبّع کا وہ خط شامول سے چلتا چلتا حضرت ابو ایوب انصاری جن کا اصل نام تھا خالد بن زید کے پاس پہنچا یہ جناب شامول کے اکیسویں بیٹے تھے۔ اللہ اکبر۔

حضرت ابو ایوب انصاری نے وہ خط اپنے خاص غلام ابو یعلیٰ کو دیا ہوا تھا کہ اسے سنبھال کے رکھنا جب نبی آخر الزمان تشریف لائیں گے میں واپس لے لوں گا۔ معارج النبوت دوم صـ۳۹۔ ۴۳۔ مدارج النبوت اوّل صـ۲۰۲۔ تفسیر خازن جلد ۲ صـ۱۱۵۔ تفسیر روح البیان پـ۲۵۔ زرقانی شریف جلد ۱ صـ۳۵۔ وفا الوفا جلد ۱ صـ۱۳۳۔

حضرت تُبّع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے ٹھیک ایک ہزار سال بعد سرکار مدینہ سرورِ قلب و سینہ میری اور ساری کائنات کی جان جناب سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم مکہ شریف میں پیدا ہوئے میرے آقا نے چالیس سال کی عمر پاک میں نبوت کا اعلان فرمایا۔ تقریباً بارہ سال تک میرے نبی نے مکہ شریف میں اسلام کی احیاء کی خاطر اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر تبلیغ فرمائی۔ کفار مکہ نے بارہ سال میں میرے رسول کو اتنی تکلیفیں دیں۔ جن کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ انہوں نے کملی والے کو مجنوں کہا، مجذوب کہا، دیوانہ کہا، طرح طرح کی گستاخیاں کیں۔ پتھر مارے، راستے میں کوڑے پھینکے گالیاں دیں پر صدقے جاؤں اخلاق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم پر میرا پیغمبر گالیاں سن کے، پتھر کھا کے بھی ان کے لئے ہدایت کی دعا فرماتا۔ بارہ سال

اللہ تعالیٰ نے یار کا اور یار کے غلاموں کا دین کی خاطر امتحان لیا۔ جب بارہ سال بیت گئے۔ خالقِ کائنات نے فرمایا، سبحان، عرش کی حی مولا کریم فرمایا تو اور تیرے ساتھی دین کے پرچے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ لہٰذا اب مکہ چھوڑ کر اپنے بچپن کے ساتھی صدیق اکبر کو ساتھ لے کر مدینہ شریف چلے جاؤ۔ صحابہ کو بھی حکم دے دو وہ بھی مدینہ شریف پہنچ جائیں۔ میرے کملی والے نے اعلان عام فرما دیا سارے صحابہ مدینہ شریف چلے گئے۔ ایک رات میرے نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت صدیق اکبر کو ساتھ لے کر مدینہ شریف کی طرف ہجرت فرما گئے کفارِ مکہ دیکھتے رہے پر سرکار نظر نہ آئے۔

بُریدہ کی قسمت

صبح کفارِ مکہ کو پتہ چلا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو مکہ شریف چھوڑ کر مدینہ شریف چلے گئے ہیں۔ انہیں بڑا افسوس ہوا۔ سرکار کو بڑا تلاش کیا۔ لیکن میرے نبی کو تلاش نہ کر سکے۔ آخر کار انہوں نے اعلان کر دیا جو بندہ مسلمانوں کے نبی کو قتل کر دے یا قید کر کے ہمارے پاس لائے گا اس کو سرخ رنگ کے سو اُونٹ انعام دیئے جائیں گے۔ اس اعلان کو سن کر بڑے بڑے پہلوان، بڑے بڑے بہادر اپنے ساتھیوں کو لے کر کملی والے کی تلاش میں نکلے کہ کسی طرح وہ نبی مل جائے اور قید کر کے لائیں اور انعام حاصل کریں۔ ان تلاش کرنے والے بہادروں میں سے ایک بہادر تھے بُریدہ بن الخضیب اسلمی جو ستر آدمیوں کو ساتھ لے کر سرکارِ مدینہ کو تلاش کرنے نکلے کسی نے بتایا کہ مسلمانوں کا نبی اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ یثرب جا رہا ہے۔ بریدہ نے ساتھیوں سمیت گھوڑے دوڑائے اور مدینہ شریف سے کچھ فاصلے پر آ کر انہوں نے سرکار کا محاصرہ

کر لیا۔ اس کے ساتھی محاصرہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ بریدہ میرے کملی والے آقا کے پاس آیا۔ سرکار نے جب بریدہ کو ساتھیوں سمیت دیکھا گھبراتے نہیں پریشان نہیں ہوتے بلکہ مسکرا کر بریدہ سے پوچھا کہ میاں کیا نام ہے تمہارا ؟ بریدہ نے جواب دیا کہ میرا نام بریدہ ہے۔ میرے آقا نے نام سن کر فرمایا صدیق عرض کی جی فرمایا یہ تو ہمیں گرفتار کرنے آیا ہے۔ لیکن اس کا نام بتاتا ہے یہ ہمیں گرفتار نہیں کر سکتا بلکہ یہ ہماری محبت میں گرفتار ہو جائے گا۔

قَدْ بَرَدَ اَمْرُنَا وَ صَلُحَ ۔	ہمارا کام اچھا ہے اور اس کا آخر صلح ہے۔

فرمایا بریدہ کس خاندان سے، کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو ؟ بریدہ نے کہا قبیلہ بنی اسلم سے میرے آقا نے فرمایا صدیق جی آقا فرمایا سَلِمْنَا قبیلہ میں برکت سلامتی اور خیر ہے۔ سُبحان اللہ۔ میرے آقا نے فرمایا قبیلہ اسلم تو بہت بڑا ہے اس کی تو بڑی شاخیں ہیں۔ تم کس شاخ سے تعلق رکھتے ہو ؟ بریدہ نے کہا کہ بنی سہم سے میرے آقا نے فرمایا بریدہ مبارک ہو کہا کس بات کی فرمایا

اَصَبْتَ سَہْمُکَ	تو نے اپنا حصہ پا لیا ہے۔

میرے دوستو! تاریخ اسلام یہ بتاتی ہے کہ بریدہ میرے نبی کی میٹھی اور پیاری گفتگو سن کر بڑا متاثر ہوا۔ آیا تھا گرفتار کرنے پر ہو گیا گرفتار۔ گیا تھا قید کرنے پر زلف رسول علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا خود قیدی بن گیا۔ میرے نبی کی پیاری باتیں سن کر بریدہ نے پوچھا اے ماہ جبیں اے حسن و جمال کے پیکر، اے دلوں میں پیار گھول دینے والے پیارے تو کون ہے ؟ تیرا نام کیا ہے ؟ میرے آقا نے مسکرا کر فرمایا۔

اے بریدہ میں اللہ تعالیٰ کا آخری رسول ہوں۔	اَنَا مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ

جب سرکار کا نام سنا تو پھر کیا ہوا کہ:۔

؎ لگ گئی چوٹ محبت والی تے عشق نشے وچہ آیا
تن من دی رہی خبر نہ کائی تے ایسا عشق نے تیر چلایا
گُنڈن زلف سیاہ سجن دے تاب چھلے ہُن کیہڑا
انہاں نیناں وچہ نیناں پا کے تے لٹ کھڑیا دل میرا

جب بریدہ نے میرے نبی کا نام سنا تو قسمت جاگ گئی۔ مقدر کا ستارہ چمک گیا۔ بریدہ رحمت عالم کے قدموں میں گر پڑا اور عرض کی سرکار مجھے کلمہ پڑھایئے۔ جب ساتھیوں نے دیکھا بریدہ نے کلمہ پڑھ لیا ہے تو پوچھا بریدہ یہ کیا تو نبی کو گرفتار کر کے ستّر اونٹ انعام لینے کے لئے گھر سے نکلا تھا۔ بریدہ نے کہا ساتھیوں کیا بتاؤں نکلا تو اسی ارادے سے تھا پر سودا اب بھی گھاٹے میں نہیں سودا پہلے سے بھی بہت اونچا ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا وہ کیسے فرمایا اگر سرکار کو گرفتار کرتا تو قسمت میں ستّر اونٹ ہوتے۔ اب خود سرکار کی زلف کا قیدی بن گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جنّت انعام میں دے دی ہے جب ساتھیوں نے یہ منظر دیکھا تو وہ بھی کلمہ پڑھ کے میرے محبوب کے غلام بن گئے۔

معارج النبوت جلد ۳ صفحہ ۲۲۔ مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۱۰۵۔ سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۵۵۔

اب سرکار بریدہ کو اور اس کے ساتھیوں کو کلمہ پڑھا کر آگے چلنے لگے تو

حضرت بریدہ اور دوسرے ستر صحابہ بھی ساتھ چل پڑے۔ میرے آقا نے فرمایا۔ بریدہ اپنے ساتھیوں کو لے کر گھر جاؤ۔ عرض کی آقا کون سا گھر؟ اب تو ہمارا گھر وہی ہوگا جو آپ کا ہوگا۔ آقا جدھر آپ جائیں گے۔ اُدھر یہ غلام بھی ساتھ ہوں گے آقا کریم سینے سے لگا کر گھر سے نکالا نہیں کرتے۔ اپنی ذات سے دُور نہیں کیا کرتے۔ اگر آپ اجازت فرمائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں۔ میرے نبی نے فرمایا میں تو یثرب جا رہا ہوں۔ عرض کی حضور ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں گے۔ فرمایا کیا کرو گے آقا آپ آگے آگے ہمارے قائد بن کے چلیں گے ہم آپ کے پیچھے غلام بن کے چلیں گے۔ جلوس نکال کر آپ کے نعرے لگاتے چلیں گے۔ جھنڈا بلند کرتے اور آپ کی عظمت کے ڈنکے بجاتے چلیں گے۔ فرمایا تمہاری مرضی۔

میرے نبی نے ایک اپنے غلام اوس بن حجر اور مسعود بن ھنیدہ کو فرمایا کہ تم دونوں ساتھی تیز تیز یثرب جاؤ اور ان کو جا کر بتاؤ کہ چند دنوں کے بعد محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھیوں سمیت تمہارے پاس پہنچ رہے ہیں میرا انتظار کرو۔ جب مدینہ شریف میں سرکار کی آمد کی خبر پہنچی تو ہر گھر میں خوشی کے ترانے بجنے لگے۔ ہر صحابی مسرت میں جھوم گیا۔ ہر غلام نے سرکار کی آمد پہ تیاری شروع کر دی اپنے رواج کے مطابق اپنی حیثیت کے مطابق جیسے آج کوئی معزز ہستی ہمارے علاقے میں تشریف لائے کوئی ولی کامل کوئی سُنّی حنفی بریلوی عالم باعمل ہمارے علاقے میں آئے تو علاقے کے لوگ گلیاں سجاتے ہیں۔ مسجدوں میں جھنڈیاں لگاتے ہیں۔ طرح طرح کی لائٹنگ کرتے ہیں۔ خوش آمدید اور مرحبا اھلاً سھلاً کے استقبال کیلئے بینر لگواتے ہیں۔ مریدین چاہنے والے لوگ قطاریں بنا کر استقبال کرتے ہیں نعرے لگاتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ

کا ولی آرہا ہے۔ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا سچا عاشق آرہا ہے۔ خیال کرو جب تم اللہ تعالیٰ کے ولی کی آمد پر سرکار کے سچے عاشق پر اتنی خوشیاں مناتے ہو تو اس وقت ان لوگوں کی خوشیوں کی کیا کیفیت ہوگی۔ جہاں ولی نہیں نبی تشریف لا رہے تھے۔ خادم نہیں مخدوم آرہے تھے۔ غلام نہیں آقا تشریف لا رہے تھے۔ انصار مدینہ، کون انصار مدینہ جنہوں نے اپنی جان اپنا مال اپنی اولاد اپنی زمین سرکار کے قدموں پر نچھاور کر دی۔

میرے دوستو! میرے آقا کے تمام صحابہ شان والے ہیں، عظمت والے ہیں، کمال والے ہیں۔ ہر صحابی ایک عظمت کا مینار رکھتا ہے۔ ہر صحابی کے لئے میرے خالق کا بیان ہے۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔	محبوب تیرے تمام صحابہ سے میں راضی ہوں وہ مجھ سے راضی ہیں۔

پر انصار مدینہ کی شان میرے نبی نے کچھ انوکھی بیان فرمائی میرے آقا نے فرمایا۔

حُبُّ الْاَنْصَارِ اٰیَۃُ الْاِیْمَانِ۔ مسلم شریف جلد ۱ ص ۶۰	میرے انصاری صحابی کی محبت ایمان کی نشانی ہے۔

اور

آیَۃُ الْمُنَافِقِ بُغْضُ الْاَنْصَارِ	منافق کی نشانی یہ ہے کہ وہ انصاری صحابی سے بغض عداوت دشمنی رکھے گا۔

کیوں اس لئے کہ:۔

فَمَنْ اَحَبَّهُمْ	بس جس نے میرے انصار صحابہ سے محبّت کی۔
اَحَبَّهُ اللّٰهُ	حقیقت میں اُس نے اللہ تعالیٰ سے محبّت کی۔
وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ	اور جس نے میرے انصار سے عداوت کی بغض رکھا۔
اَبْغَضَهُ اللّٰهُ	اس نے حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے عداوت کی۔
بخاری شریف۔ مسلم شریف	

میرے دوستو! یہ میرے آقا نے انصاریوں کے بارے اس لئے فرمایا کہ اُن کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول دل وجان سے پیارے تھے وہ سرکار مدینہ کے بغیر ایک لمحہ بھی زندگی گزارنا پسند نہیں کرتے تھے۔ صحیح مسلم شریف جلد ۲ صہ ۱۰۲ میں یہ حدیث پاک موجود ہے۔ جب میرے آقا نے مکّہ شریف فتح فرمایا تو میرے آقا نے تمام دشمنوں پر مہربانی فرماتے ہوئے اعلان فرما دیا تھا کہ جو ہتھیار پھینک دے گا وہ ہماری امان میں آجائے گا جو گھر کا دروازہ بند کرلے گا۔ اس کو بھی معاف کردیا جائے گا۔ جو ابوسفیان سردار مکّہ کے گھر پناہ لے گا وہ بھی امن پا جائے گا۔ جب میرے آقا نے یہ اعلان فرمایا تو بعض انصار صحابہ نے یہ کہنا شروع کردیا کہ سرکار کو خاندان کی محبّت نے جکڑ لیا ہے ہوسکتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اب کہیں مکّہ شریف ہی نہ دوبارہ ٹھہر جائیں ادھر انہوں نے یہ کہا کہ اُدھر خالق کائنات نے فرمایا۔ میرے حبیب عرض کی جی ربِّ جلیل فرمایا تیرے انصار صحابہ تیرے اخلاقِ کریمانہ کو دیکھ کر شک میں پڑ گئے کہ کہیں ہمارا نبی مکّہ ہی میں قیام نہ کرلے۔

مجبوریاں یہ تو تیرے بغیر مر جائیں گے ان دیوانوں مستانوں کو تسلی دے۔ میرے آقا نے تمام انصار صحابہ کو جمع فرمایا اور پوچھا میں کون ہوں؟ انصاریوں نے کہا آقا آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ میرے محبوب نے فرمایا انصار۔ عرض کی جی حضور فرمایا جانتے ہو میں نے ہجرت کدھر کی ہے؟ آقا آپ ہی جانتے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف اور تمہاری طرف پھر میرے حضور نے فرمایا۔ تم شک میں پڑ گئے ہو کہیں ہمارا رسول مکہ میں ہی دوبارہ نہ آباد ہو جائے سنو۔

فَالْمَحْيَا مَحْيَاكُمْ	اگر میری زندگی گزرے گی تو تمہارے ساتھ گزرے گی۔
وَالْمَمَاتُ مَمَاتُكُمْ	اگر مجھے موت آئے گی تو تمہارے پاس آئے گی۔

میرے صحابہ پریشان نہ ہو گھبراؤ نہیں میرا جینا میرا مرنا اب تمہارے ساتھ ہے دنیا ادھر کی ادھر ہو سکتی ہے پر تمہارا نبی تم سے جدا نہیں ہو سکتا۔ انصار کی چیخیں نکل گئیں۔ جذبات پہ قابو نہ رکھ سکے۔ عرض کی آقا یہ بعض بچوں نے کلمات کہے ہیں ناراض نہ ہونا وہ بھی صرف اور صرف آپ کی محبت میں ڈوب کر ہیں میرے کریم آقا نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُصَدِّقَانِكُمْ۔	میرے انصار پریشان نہ رہنے کی بات نہیں تمہاری بات کی اللہ تعالیٰ بھی تصدیق کرتا ہے۔ اور اس کا رسول

بھی کہ تم واقعی سچے ہو میرے آقا نے فرمایا اے انصار مدینہ عرض کی جی آقا فرمایا تمہیں ایک بات نہ بتا دوں۔ عرض کی آقا حکم ہو فرمایا تم تو یونہی پریشان ہو

رہے ہو میں تو اُن لوں سے تمہارے مقدر میں لکھا گیا ہوں آقا وہ کیسے فرمایا۔

وَلَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِّنَ الْاَنْصَارِ۔
بخاری شریف جلد ا صـ۵۳۳

اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم نہ ہوتا تو میں پیدا ہی انصار میں ہوتا۔ اللہ اکبر۔

سرکار کا انتظار

تو عرض کر دیا تھا کہ انصار مدینہ نے سرکار کی آمد کی خبر سن کر بڑی خوشی محسوس کی مدینہ شریف کے راستے سج گئے۔ گلیاں سنور گئیں سارا مدینہ شریف آقا کی آمد کا منتظر ہر روز صحابہ کرام سرکار کی راہ دیکھنے کے لئے مدینہ شریف سے دور پہاڑوں پر چڑھ جاتے اور راہ تکتے رہتے پیر اٹھا کے کبھی دور دیکھتے، کبھی پہاڑوں کی اوٹ میں سے دیکھتے جب اچھی طرح دھوپ چڑھ جاتی پھر مایوس ہو کر واپس گھروں میں آجاتے روزانہ کا یہی معمول تھا۔ کنڑی کے قلندر حضرت میاں محمد علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں ان کا حال سرو کے بوٹے کی طرح تھا۔ سرو کا بوٹا آپ نے دیکھا ہو گا۔ باغوں میں ہوتا ہے۔ بالکل سیدھا ایسے لگتا ہے جیسے حیران ہے کسی کا راستہ دیکھ رہا ہے۔ کسی کا انتظار کر رہا ہے۔ کسی نے میاں صاحب سے پوچھا کہ یا حضرت یہ درخت بالکل سیدھا کیوں جاتا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ اس کا مطلب کیا ہے۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ نے اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

سرو آزاد حیران کھلوتا تے پیر زمینے گڈے
اُچّا ہو ہو رستہ دیکھے تے یار کدوں سیر کڈے

تو انصار مدینہ کا بھی یہی حال تھا۔ ہر روز آتے سرکار کا رستہ دیکھتے

رہتے جب مایوس ہو جاتے تو کہتے کہ :۔

؎ چڑھ وے چناں کر روشن خانے تے ہوون دور اندھیرے
وچھ اڈیکاں راہواں تکن تے شوق جہناں نوں تیرے

آقا کب آؤ گے کب قدم مبارک ٹکاؤ گے کب جھلک دکھاؤ گے کیونکہ

؎ ہر گھر آپ وآپ تیاری کیتی تے سوہنیا کل امیراں
مناں او دلبرا ایدھر آوے تے روشن بدر منیراں

ایک دن انصار مدینہ سرکار کا راستہ دیکھ واپس جا رہے تھے کہ ادھر سلطان کائنات کی آمد ہو گئی۔ کسی صحابی کو پتہ نہ چلا ایک یہودی ایک پہاڑی پر کھڑا بکریاں چرا رہا تھا۔ اس کی نظر پڑی کہ سرکار کائنات آ گئے ہیں۔ حضرت بریدہ نے ہاتھ میں جھنڈا پکڑا ہوا ہے۔ ستّر کے قریب صحابہ کرام ساتھ ساتھ جلوس کی شکل میں نعرے لگاتے چلے آتے ہیں۔ میرے آقا نے سفید لباس زیب تن فرمایا ہوا ہے۔ چہرے سے نور کے فوارے نکل رہے تھے اس یہودی نے جب یہ منظر دیکھا تو زور سے کہنے لگا۔ اے اپنے نبی کا انتظار کرنے والو،

هٰذَا صَاحِبُكُمُ الَّذِيْ تَنْتَظِرُوْنَ	یہ ہے تمہارا آقا و مولا۔ جس کا تم ہر روز انتظار کرتے رہے ہو۔

معارج النبوت جلد ۳ صـ ۴۴ سبل الهدی والرشاد $\frac{۳۷۷}{۳}$

جب انصار مدینہ نے یہ آواز سنی تو صحابہ کرام کے جذبات محبت قابو سے باہر ہو گئے۔ ہر صحابی نے سرکار کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ	وہ دیکھو اللہ تعالیٰ کا پیارا رسول آگیا ہے۔
جَاءَ نَبِیُّ اللّٰہِ	وہ دیکھو اللہ تعالیٰ کے نبی تشریف لائے ہوئے ہیں۔

ہر صحابی کہہ رہا تھا کہ:۔

ے اَج ہو گیا کم سوکھا لاجے او آگیا کملی والا جے
او اچیاں شاناں والا جے پڑھو لا الٰہ الا اللہ پاک محمد صلی علیٰ

جب سرکار مدینہ تشریف لائے تو پانچ سو صحابہ کرام نے تلواریں گلے میں لٹکا لیں اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے، نعرے لگاتے ہوئے جلوس کی شکل میں سرکار کے استقبال کے لئے سرکار کی طرف دوڑے ان کے پاس یہی تلواریں تھیں۔ بندوقیں نہ تھیں توپیں نہ تھیں۔ وگرنہ وہ توپوں کی سلامی دیتے ہوائی جہاز نہ تھے وگرنہ وہ جہاز سے اپنے آقا پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کرتے کاریں نہ تھیں۔ وگرنہ کاروں سکوٹروں بسوں کا جلوس ساتھ لے کر جاتے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پیر والے دن مدینہ شریف سے تین میل دور ایک بستی قبا شریف تھی وہاں تشریف لائے۔ آپ دس دن یا چودہ دن قبا میں جلوہ فرما ہوئے چودہ دن کے بعد آپ قبا والوں کو دعائیں دیتے ہوئے مدینہ شریف کی طرف چلے۔

سرکار مدینہ میں

ادھر مدینہ شریف میں اعلان ہو گیا لوگو عنقریب امام الانبیاء، حبیب کبریا، مالک ارض و سماء شافع روزِ جزا، خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ شہر میں تشریف لا رہے ہیں

ہیں۔ جب مدینہ پاک کے شہریوں نے یہ اعلان سنا تو دیوانہ وار سرکار کے استقبال کے لئے سڑکوں پر نکل آئے۔ ہر شہری سرکار کی آمد پہ خوشی کے نعرے لگا رہا تھا۔ خوبصورت لباس جسم پہ اس دور کا اسلحہ لیس کیا ہوا۔ سرکار کی آمد کا منتظر مدینہ پاک کے بچے ہاتھوں میں دف لے کر سرکار کی آمد کی خوشی میں ترانے گانے لگے عورتیں سرکار کے دیدار کے لئے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئیں۔ مدینہ پاک کے حبشی مسلمان سڑکوں پر نکل کر جسموں پر ہتھیار سجا کر جنگی کرتب دکھا کر خوشی کرنے لگے نوجوان اور بزرگ انصار صحابہ سرکار کی آمد پہ اپنی آنکھیں بچھانے لگے غرض کہ ہر طرف جشن ہی جشن، خوشیاں ہی خوشیاں سرکار کی آمد پہ پورا مدینہ جھوم جھوم کر کہہ رہا تھا۔ آمدِ مصطفیٰ ۔ مرحبا مرحبا۔ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ شریف کے قریب پہنچے تو مدینہ پاک کی معصوم بچیوں نے انصار مدینہ کی باعزت پاک بیبیوں نے یوں کہنا شروع کیا کہ :-

؎ طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا
مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوِدَاعِ

دیکھو اے کائنات والو ہم پہ وداع کی گھاٹیوں سے چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے۔

؎ وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا
مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعٍ

ہم پر شکر واجب ہے اس دعوت دینے والے آقا کی دعوت پر

؎ اَیُّھَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا
جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

لے ہمارے پاس نبی بن کر تشریف لانے والے آپ کے ہر حکم کی اطاعت کی جائے گی۔

جوں جوں سرکار مدینہ پاک کے قریب آتے جا رہے تھے۔ صحابہ کرام کا جذبہ محبت توں توں جوش میں آتا جا رہا تھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ جب ہم مدینہ شریف پہنچے تو لوگ سڑکوں پر نکل آئے اور مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے۔ مدینہ شریف کے بچے اور خادم یہ نعرے لگا رہے تھے اَللّٰہُ اَکْبَرُ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ اللہ اکبر رسول اللہ تشریف لائے ہیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ جَاءَ مُحَمَّدٌ	اللہ اکبر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ سیرت نبویہ جلد ۲ صہ ۲۶۸

حضرت برا بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے بچپن سے لے کر بڑھاپے تک ساری زندگی مدینہ شریف میں گزاری ہے میں نے ساری زندگی میں مدینہ والوں کو ایک مرتبہ جتنا خوش ہوتے دیکھا ہے اتنا کبھی نہیں، لوگوں نے پوچھا حضور وہ موقع کون سا تھا۔ جس میں سارے مدینہ شریف کے لوگ بھرپور خوشیاں منا رہے تھے فرمایا۔

مَا رَاَیْتُ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ فَرِحُوْا بِشَیْءٍ فَرَحَھُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ	یہ وہ موقع تھا جب میرے آقا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ شریف میں تشریف لائے تھے سبل الہدیٰ والرشاد جلد ۳ صہ ۳۸۶

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ جس روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ شریف تشریف لائے

فَلَمْ اَرَ يَوْمًا اَحْسَنَ مِنْهُ وَلَا اَضْوَأ۔

میں نے اس دن سے زیادہ حسین و جمیل اور روشن دن نہیں دیکھا۔
دلائل النبوۃ جلد ۲ صہ ۵۰۸

کیوں؟ اس لئے کہ سرکار کی آمد پہ مدینہ شریف کی ہر چیز منور ہو گئی ہر شئے منور ہو گئی ہوتی بھی کیوں نہ؟ آقائے کائنات جو تشریف لاتے تھے۔ محبوب خدا جو تشریف لائے تھے۔ نبیوں کے پیشوا جو آتے تھے۔ وہ محبوب آتے تھے جس کے حسن کی خیرات اللہ تعالیٰ نے سورج کو دی چاند کو عطا فرمائی ستاروں کو بخشی۔ جس کے صدقے پوری کائنات میں نور پھیلا۔ جس کے جلوے کی تاب حضرت یوسف علیہ السلام بھی برداشت نہ کر سکے۔ جس کے حسن و جمال کی تعریف کھڑی کے قلندر نے کی۔

؎ لال گلابی مکھڑے اُتّے گیسو کالے کالے
سورج رات ہیرے تے چاہئی کوئی ویکھن کرماں والے

آگے فرماتے ہیں کہ:۔

؎ توں نیتی کیا محبوب میرا نئے جہنوں ویکھ کے چن شرمادے
اُدھی راتیں دن چڑھ آوے جدوں رُخ توں نقاب اٹھاوے

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ جب محبوب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ پاک میں تشریف لاتے تو انصار مدینہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا اور سرکار کی بارگاہ میں یوں عرض کیا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَیْنَا بِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمْ۔	اولیائے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب! اللہ تعالیٰ نے آپ کے وسیلے سے آپ کے ذریعے سے ہم مدینہ والوں پر بڑا احسان کیا ہے۔ البدایہ والنہایہ جلد ۳ صہ ۱۹۹۔

سبحان اللہ جب سرکار مدینہ پاک میں تشریف لے گئے۔ مدینہ والوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ جب ربیع الاوّل میں سرکار کی دنیا میں آمد ہوئی اُس دن سُنّی بھی اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے۔ سرکار کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں آقا شکر ہے اس خالقِ کائنات کا جس نے ہمیں آپ کا اُمتی بنایا۔

شکرِ خدا محمدی ہم کو بنایا اُمتی
کس کو ملا یہ مرتبہ صَلِّ عَلٰی محمّدٍ

سرکارِ مدینہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم جب مدینہ شریف کے بازار میں داخل ہوئے تو ہجوم کی وجہ سے راستہ تنگ ہوگیا۔ سرکار کے دیدار کے متانے صحیح طریقے سے چہرہ والضحیٰ دیکھ نہ سکے۔ واللیل زلفوں کی زیارت نہ کر سکے تو مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے۔ مسلم شریف جلد ۲ صہ ۴۱۹۔

صحاح ستّہ کی معتبر حدیث پاک کا مطالعہ کر کے دیکھیں۔ حضرت برا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ الْبُیُوْتِ	مدینہ شریف کے مرد اور عورتیں مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے۔
وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ فِی	لڑکے اور غلام راستوں میں نعرے

الطَّرِيقِ ۔	لگا رہے تھے کون سے ،
نَحْنُ دُونَ يَا مُحَمَّدُ يَا	یا رسول اللہ، یا محمد صلی اللہ تعالیٰ
رَسُولَ اللّٰہِ ۔	علیہ وآلہ وسلّم ۔

پتہ چلا یا رسول اللہ کے نعرے لگانا بدعت نہیں، شرک نہیں ناجائز نہیں بلکہ انصار مدینہ کی صحابہ کرام کی سنّت ہے۔ اب جو کہے کہ میں سپاہِ صحابہ ہوں صحابی کا سپاہی ہوں اور یہ نعرہ نہ لگائے تو سمجھ لینا وہ اپنے دعوے میں سچّا نہیں اے سُنّی تمہیں مبارک ہو تیرا عقیدہ تیرا نعرہ وہی ہے جو صحابہ کرام کا تھا غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا تھا۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں۔

؎ یا رسول اللہ کے نعرے سے ہم کو پیار ہے
جس نے یہ نعرہ لگایا اس کا بیڑا پار ہے

ادھر میرے آقا دولہا بن کے اونٹنی پر سوار ہو کے صحابہ کے جلوس میں تشریف لے جا رہے ہیں۔ اُدھر پورے مدینہ میں یا رسول اللہ یا حبیب اللہ کے نعروں کی گونج میں ہوائیں معطّر ہو رہی ہیں۔ جنہوں نے ابھی تک سرکار کی زیارت نہیں کی تھی وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے یارو! وہ کملی والا وہ طٰہٰ کے چہرے والا۔ مَا زَاغَ کے سُرمے والا وَالّیل کے گیسو کے کنڈل والا۔ یُوحٰی کے لب والا۔ یٰسین کے دانتوں والا۔ اَلَمْ نَشْرَحْ کی چھاتی والا۔ یَدُ اللّٰہ کے گورے ہاتھوں والا کہاں ہے۔ ہمیں بھی دکھاؤ۔ سرکار کے صحابہ کی بیویاں بھی ایک دوسرے سے پوچھتی تھیں نی بہنوں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواری کہاں ہے۔ میں بھی زیارت کرنا چاہتی ہوں کیونکہ آج تک ایسا حسین وجمیل منظر ہم نے نہیں دیکھا۔ سرکار مسکراتے جاتے ہیں۔ اپنے غلاموں

کے نعرے بھی سنتے جاتے ہیں۔ اب سرکار کے ہر صحابی کی ہر غلام کی تمنا تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام میرے مہمان بنیں میرے گھر میں قدم رنجہ فرمائیں۔ میرے گھر کو اپنی ذات سے منوّر فرمائیں۔ مدینہ شریف کے سرداروں رئیسوں نوابوں بلکہ ہر دیوانے کی خواہش تھی اللہ تعالیٰ کا یار میرا مہمان بن کر میرے مقدر سنوارے۔ سرکار کی سواری جا رہی ہے۔ جب قبیلہ بنو حارث کے محلّے سے گزرنے لگی تو حضرت سعد بن ربیع اور آپ کے ساتھیوں نے میرے آقا کی ڈاچی کا راستہ روک لیا۔ پھر بڑے پیار سے، بڑی محبّت سے، بڑی عقیدت سے ہاتھ جوڑ کر عرض کی "اے جانِ جہاں، اے دلبرِ کائنات ہمیں خدمت کا موقع دیں۔ ہمارے ہاں قیام فرمائیں۔ آقا ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا بہت کچھ ہے ہماری برادری بھی بہت ہے۔ ہمارے پاس اسلحہ کے بھی انبار لگے ہوئے ہیں۔ ہم اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ پر تیری ذات پر کوئی آنچ نہیں آنے دیں گے۔ میرا محبوب مسکرا پڑا فرمایا:۔

جَزَاكَ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ بہترین محبت کا بدلہ عطا فرمائے۔ میرا راستہ چھوڑ دو میری اونٹنی کی مہار کو بھی چھوڑ دو، آقا کیوں؟ فرمایا۔

فَقَالَ دَعُوا النَّاقَةَ فَاِنَّهَا مَامُوْرَةٌ۔	اس کا راستہ چھوڑ دو یہ اپنی منزلِ مقصود کو جانتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے جانتی ہے۔ میرا [illegible] مہمان بننا ہے کس کا پردھنا بننا ہے۔

اللہ اکبر۔ سیرت ابن ہشام جلد ۱ صہ ۴۹۵۔

میرے دوستو خیال کرو اونٹنی جانور ہے اُسے کیا پتہ کہ میں نے کہاں

جاتا ہے اور پھر پہلی مرتبہ مدینہ شریف آئی ہے۔ لیکن میرے نبی فرماتے ہیں۔ اِسے میرے ٹھہرنے کی جگہ کا پتہ ہے اس کو کیسے پتہ چل گیا یاد رکھو یہ اونٹنی کا کمال نہیں تھا بلکہ نسبت نبی کا کمال تھا چونکہ اس کے سینے سے میرے نبی کے قدم مبارک لگے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یا سکے قدموں کی برکت سے اونٹنی کو بھی علم عطا فرما دیا کہ فلاں جگہ کملی والے نے قیام فرمانا ہے خیال کرو۔ جب میرے نبی کی سواری کے علم کا یہ مقام ہے تو سوار ہونے والے آقا امام الانبیاء کے علم کا کیا مقام ہوگا۔ سبحان اللہ۔

بنو حارث نے جب کملی والے کا فرمان سنا تو راستہ چھوڑ دیا۔ گردنیں جھکا کر عرض کرنے لگے آقا جیسے آپ کا حکم۔ میرے آقا کی سواری آگے چل پڑی۔ اب تمام صحابہ سوچ میں پڑ گئے کہ سرکار کس کے مہمان بنیں گے کون وہ خوش نصیب ہوگا۔ جس کے گھر میرا نبی پردہ ہنا بنے گا کیونکہ ہر پروانے کی تمنا ہے۔ ان پروانوں میں سے ایک پروانہ ایک دیوانہ جس کا نام تھا حضرت خالد بن زید المعروف ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی دل میں سوچ رہے تھے کہ پتہ نہیں میرا نبی کس کے ہاں قیام فرماتا ہے۔ حضرت خالد کی بیوی نے کہا ابو ایوب تم بھی کوشش کرو سرکار کو اپنے گھر بلاؤ کی دعوت دیں۔ شاید سرکار تیرے گھر کا مقدر سنوار دیں۔

حضرت ابوایوب کی آنکھوں میں آنسو آگئے فرمایا اے میری رفیقہ حیات دل تو میرا بھی کرتا ہے۔ لیکن جب میں اپنے گھر کی طرف نظر کرتا ہوں تو اپنا گھر سرکار کے قابل نہیں پایا۔ میرے گھر میں کوئی اعلیٰ بستر نہیں جو سرکار کے لئے بچھاؤں کوئی پلنگ نہیں جو خدمت کے لئے پیش کروں کوئی جگہ نہیں جو سرکار کی شایانِ شان ہو کیا کروں نہ مال ہے نہ دولت سوچ رہا ہوں۔ پھر آنکھوں میں آنسو آگئے ہاتھ

اُٹھا کر خالقِ کائنات کی بارگاہ میں دُعا کی "اے ربِّ کائنات تو اچھی طرح جانتا ہے میرے سینے میں تیرے محبوب کا کتنا پیار ہے کتنا عشق ہے پر مجبور ہوں۔ دعوت دوں تو کیسے دوں تو ہی کوئی سبب پیدا فرما ورنہ میرے بس کی بات نہیں ادھر حضرت ابوایوب رو رہے ہیں۔ ادھر میرے آقا کی سواری جا رہی ہے میرے آقا کی سواری قبیلہ بنو بیاضہ کے پاس سے گزری انہوں نے بھی سرکار کی بارگاہ میں خدمت کی عرض کی۔ میرے آقا نے ان کو بھی وہی جواب دیا جو پہلے غلاموں کو دیا۔ پھر میرے رسول کی سواری بنو ساعدہ کے پاس سے گزری۔ انہوں نے بھی قیام کی دعوت دی۔ مہمان نوازی کے لئے عرض کیا۔ میرے آقا نے ان کو بھی وہی جواب دیا جو پہلوں کو دے چکے تھے۔ پھر میرے آقا کی سواری قبیلہ بنی نجار کے محلے سے گزری یہ وہی قبیلہ ہے جو میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جان حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت سلمیٰ بنت عمرو کا میکہ تھا۔ رشتے کے لحاظ سے میرے آقا کے وہ تمام خاندان والے ماموں لگتے تھے۔ سرکار جب اس قبیلے میں سے گزرنے لگے تو تمام قبیلے کی معصوم بچیوں نے میرے نبی کے ارد گرد گھیرا ڈال لیا اور میرے نبی کی شان میں ترانے پڑھنے شروع کر دیئے۔ میرے محبوب نے جب ان بچیوں کو خوشی سے گاتے ہوئے جھومتے ہوئے دیکھا تو فرمایا بیٹا تم کون ہو؟ یہ خوشیاں کیوں کر رہی ہو تو مدینہ شریف کی ان بچیوں نے جواب دیا۔

ہم ہیں بچیاں نجار کے عالی گھرانے کی
اور خوشی سے آمنہ کے لال کے تشریف لانے کی

مسلمانوں کے بچے بچیاں مسرور تھے سارے
گلی کوچے خدا کی حمد سے مسرور تھے سارے
نبوت کی سواری جس طرف سے ہوتی جاتی تھی
درود و نعت کے نغمات کی آواز آتی تھی
ہر اک مشتاق تھا پیارے نبی کی مہمانی کا
تمنا تھی شرف بخشیں مجھی کو میزبانی کا!

نَحْنُ جَوَارٌ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ
يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارٍ

اے اللہ تعالیٰ کے حبیب ہم بنی نجار کی بچیاں ہیں ہم خوش نصیب ہیں کہ آپ ہمیں کتنے اچھے ہمسائے اور پڑوسی ملے ہیں۔

بنی نجار کی بچیوں کی یہ بات سن کر میرے آقا مسکرا پڑے اور ان بچیوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ:۔

اَتُحِبُّوْنِيْ	اے بچیوں کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟

بچیوں نے سنا تو والہانہ انداز میں پیار بھرے الفاظ میں عرض کی۔

اَیْ وَاللّٰہِ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔	ہاں ہاں اللہ تعالیٰ کی قسم ہم آپ سے محبت کرتی ہیں ۔میرے کریم

آقا کا دریائے رحمت جوش میں آگیا اور تین مرتبہ فرمایا۔

قَالَ اَنَا وَاللّٰہِ اُحِبُّکُمْ	اے بچیوں اللہ تعالیٰ کی قسم میں محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تم سے بڑی محبت کرتا ہوں ۔سبحان اللہ۔

بچیوں نے محبت کا اظہار کیسے کیا۔ سرکار کی آمد پہ جشن منا کر تو میرے آقا نے
اُن کا جشن دیکھ کر قسم کھا کر کہا اگر تمہیں میرے ساتھ پیار ہے تو میں بھی تم سے محبت
کرتا ہوں۔ پتہ چلا جو سرکار کی آمد پر خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ میرا نبی اس سے
پیار کرتا ہے سُنّی تمہیں مبارک ہو اللہ تعالیٰ کا محبوب تیرے بھی جشن میلاد کو
دیکھ کر ضرور کہتا ہوگا میرے غلاموں،

اَنَا وَاللّٰهِ اُحِبُّكُمْ	اے میرا جشن منانے والو مجھے تم سے محبت ہے۔ اَللّٰہُ اکبر۔

بنی نجار کے سردار حضرت سلیط بن قیس اپنے ساتھیوں کو لے کر سرکار کی
خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی آقا ہم آپ کے رشتے میں ماموں بھی لگتے ہیں
اور پورے مدینہ شریف میں ہماری برادری بھی بڑی پھیلی ہوئی ہے۔ آپ کی
حفاظت کرنے کی قوت بھی، اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے۔ لہٰذا مہمانی کا شرف
ہمیں عطا فرمایا جائے۔ میرے نبی مسکرا کر فرمانے لگے تمہاری عقیدت کا شکریہ
آج میرا راستہ چھوڑ دو جس کے دروازے کے سامنے میری اونٹنی بیٹھ گئی میں
اس کا مہمان بنوں گا۔ بنی نجار نے بھی سرکار کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے راستہ
چھوڑ دیا۔ اب سرکار کی سواری چل پڑی خالقِ کائنات نے فرمایا جبرئیل مدینہ
کی بھی رونق دیکھ فرمایا میرے یار کی عظمت دیکھ رہے ہو۔ مولا کریم دیکھ رہا
ہوں مکے والے پتھر مارتے تھے، گالیاں دیتے تھے۔ برا بھلا کہتے تھے پر مدینہ
کے لوگ اپنی جانیں اپنی آنکھیں میرے محبوب کے قدموں میں بچھا رہے ہیں۔
عرض کی اے ربِّ کائنات یہ سب تیرے حکم پر ہو رہا ہے۔ خالقِ کائنات نے
فرمایا اے جبرئیل عرض کی جی ربِّ جلیل فرمایا جا جا کے اونٹنی کے کان میں کہہ

دے کہ اب ابوایوب انصاری کے مکان کے سامنے بیٹھ جا۔ عرض کی مولا کریم وہ کیوں بار بار کو رئیسوں کا سرداروں کا نوابوں کا مہمان نہیں بنایا۔ ابوایوب کا مہمان کیوں بنا رہا ہے فرمایا میں بتانا چاہتا ہوں جب آسمانوں کا سورج طلوع ہوتا ہے پہلے اونچوں کو چمکاتا ہے لیکن آمنہ کا چاند جب طلوع ہوتا ہے پہلے غریبوں کو چمکاتا ہے۔ آقائے کائنات کی سواری چلتی چلتی وہاں پہنچی جہاں آج مسجد نبوی ہے سامنے حضرت ابوایوب انصاری کا گھر تھا وہاں آکر بیٹھ گئی۔ میرے نبی اترے نہیں ڈاچی پر بیٹھے رہے جب سرکار نہیں اترے ڈاچی پھر کھڑی ہو گئی پھر چند قدم آگے چلی مڑ کے پھر اسی جگہ بیٹھ گئی۔ پھر زبان سے بڑبڑانے لگی۔ میرے نبی مسکرا پڑے نیچے اتر آئے۔ صحابہ نے عرض کی آقا یہ کیا کہتی ہے۔ کیوں بولی ہے جانوروں کی بولیاں جاننے والا نبی بولا کہ یہ کہتی ہے۔ آقا اتر جائیے اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے۔ سرکار اتر آئے ادھر ابوایوب کی بیوی نے کہا، اے ابوایوب وہ دیکھ سرکار ہمارے گھر کے سامنے اونٹنی سے نیچے اتر آئے ہیں۔ حضرت ابوایوب کو صحابہ نے مبارک باد دی فرمایا۔ ابوایوب مبارک ہو کملی والا تیرا مہمان بن گیا ہے۔ تو ابوایوب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کسی صحابی نے پوچھا ابوایوب روتے کیوں ہو؟ فرمایا کہ:-

س۔ کیڈی قسمت چنگی میری تے محبوب میرے گھر آیا
مدتاں دے ایس اجڑے گھر نوں پل وچہ باغ بنایا

گھڑی کا قلندر بولا اور فرمایا:-

س۔ نیک نصیب جنہاندے ہون تے ین وبندے نیک سبب سائے
جھکی دل نوں کریے بند یا متاں بخشے رب سائے

حضرت ابوایوب سرکار کی آمد دیکھ کر بولے کہ:۔

سہ او حبیبِ خدا سرورِ انبیاء

جس دا صدیاں توں سی انتظار آ گیا

سُکّے ہوئے چمن وچ بہار آ گئی

روندے ہوئے دلاں نوں قرار آ گیا

ایس دنیا دی توقیر نوں کی کراں

ایس دنیا دی جاگیر نوں کیہہ کراں

میرے اُتّے خدا دا کرم ہو گیا

میرے حصّے محمد صلی اللہ علیہ وسلم دا پیار آ گیا

میرے جگراتیاں دا صِلہ مل گیا

رضا اعظم میرا میرے کم آ گیا

ناز کیوں نہ کراں اپنی قسمت تے

وچ غلاماں دے میرا شمار آ گیا

دلائل النبوۃ ۔ مدارج النبوۃ ۔ سبیل الھدیٰ ۔ سیرت نبوی جلد ۵ صفحہ ۶، ۶۱۲،

اسدالغابہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۹ - ۱۱۰ ۔

حضرت ابوایوب نے اپنے غلام ابویعلیٰ کو آواز دی، عرض کی جی حضور فرمایا جلدی کرو، وہ سامنے جو منوّر چہرے والا مُسافر ذمتی سے اتر رہا ہے اُس کا سامان اٹھا کر گھر لے آؤ۔ عرض کی بہت اچھا ابویعلیٰ بھی دوڑا حضرت ابوایوب بھی دوڑے، اُمِّ ایوب بھی دوڑیں کہ سرکارِ کائنات کا سامان اٹھا کر گھر لے آئیں حضرت ابوایوب انصاری اور آپ کی بیوی سامان اٹھا کر اٹھا کر بڑے فخر سے

لا رہی ہیں ۔ سرکار کھڑے مسکراتے رہے ۔ جب حضرت ابوایوب کا غلام سامان اٹھانے لگا تو میرے نبی نے اس کا بازو پکڑ لیا اور مسکرا کر اس سے پوچھا کہ :۔

اَنْتَ اَبُوْ یَعْلٰی | کیا تمہارا نام ابویعلی ہے ۔

یہ سن کر ابو یعلیٰ حیران ہو گیا ۔ سرکار مدینہ کو پہچان نہ سکا ۔ عرض کرنے لگا سرکار میں نے آپ کو نہیں پہچانا ۔ آپ کون ہیں ۔ میرا نام کیسے پہچانتے ہو ۔ زندگی میں پہلی ملاقات ہے ۔ میرے کریم آقا نے فرمایا تم نہیں جانتے تو کیا ہوا میں تجھے جانتا ہوں تم وہی نہیں ہو جس کے پاس تبع بادشاہ کا خط بطور امانت محفوظ ہے ۔ ابو یعلیٰ اور حیران ہوا عرض کی حضور واقعی لیکن آپ کون ہیں ؟

فرمایا :۔

اَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ | میں ہی اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں ۔

جا پہلے وہ خط لے آ سامان بعد میں اٹھانا ۔ قربان جاؤں کملی والے کے علم غیب پر ہزار سال پہلے کا خط لکھا ہوا میرے نبی سے پوشیدہ نہیں ۔ پھر یہ بھی جانتے ہیں کہ خط بھی اس کے پاس موجود ہے ۔ ابو ایوب سے نہیں پوچھتے ۔ اس کی بیوی سے نہیں پوچھتے ، کسی اور صحابی سے نہیں پوچھتے ، پوچھتے ہیں تو اسی سے پوچھتے ہیں جس کے پاس وہ خط تھا ۔

میرے دوستو خیال کرو اگر سرکار کی ولادت سے ہزار سال پہلے کا خط نہیں بھولا جس کے پاس ہے اس کو نہیں بھولے تو کیا وفات شریف کے بعد اپنی قبر پاک میں اپنی امت کو بھول سکتے ہیں ؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں ۔ ابو یعلیٰ نے وہ خط میرے آقا کی خدمت میں پیش کیا ۔ سرکار نے خط لے کر حضرت علی کو دیا ۔ فرمایا علی عرض کی جی آقا فرمایا اسے پڑھو حضرت علی پڑھتے جاتے ہیں میرے

بنی مسکرانے جاتے ہیں۔ جب خط مکمل پڑھ لیا گیا۔ سرکار نے فرمایا میرے صحابہ تبع میرا غلام ہے۔ اب خبردار اس کو کوئی گالی نہ دے۔ کیونکہ وہ مسلمان تھا مسلمان ہے، قیامت والے دن میری شفاعت کے جھنڈے کے نیچے ہوگا۔
تفسیر روح البیان۔ تفسیر خازن۔ تفسیر نسفی۔ تفسیر ضیاء القرآن جلد ۴ ص ۱۶۲

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سامان حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ آپ کے گھر والے اٹھا کر لے گئے۔ اب سرکار بھی تشریف لے آئے۔ سرکار نے مکان دیکھا فرمایا ابو ایوب یہ پیارا مکان ہے۔ حضرت ابو ایوب نے مکان کی چابیاں سرکار کی خدمت میں پیش کیں۔ عرض کی آقا خط والی امانت پہلے آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں اور یہ مکان والی امانت ہے یہ بھی سنبھال لیں۔ آقا یہ مکان میرا نہیں یہ تو آپ کا ہے جو بادشاہ نے آپ کی خاطر بنوایا تھا۔ میرے آقا مسکرا پڑے فرمایا نہیں تم بھی رہو میں بھی رہوں گا۔
زرقانی شریف جلد ا ص ۳۵۲۔ وفاء الوفا جلد ا ص ۱۳۳۔

میرے دوستو! ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد پر صحابہ کرام نے جلوس نکالا۔ صحابہ نے جلوس میں شرکت کی میرے آقا نے خود زیارت فرمائی۔ صحابہ کرام نے خوشی کا اظہار کیا۔ سرکار کی آمد پر نعتیں پڑھی گئیں۔ اللہ اکبر اور یا رسول اللہ کے نعرے بلند کئے گئے صحابہ کرام نے خوشی میں کرتب اور کھیل پیش کئے اس دور کے اسلحے کی نمائش کی گئی اب بتلایئے آج کل جو بارہ ربیع الاوّل کو سرکار کی آمد پہ جلوس نکالا جاتا ہے کیا یہ اس جلوس کا نقشہ نہیں ہوتا اگر نہیں تو بتلایئے؟ اگر وہی طریقہ ہوتا ہے تو آپ کیوں گھبراتے ہیں۔ آپ بھی اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اپنے

نبی کی عظمت والے جلوس میں شامل ہو کر یا رسول اللہ اور اللہ اکبر کے نعرے لگا کر صحابہ کرام کی سنت پر عمل پیرا ہو جائیں۔ انشاء اللہ دین دنیا سنور جائے گی۔

حضرات محترم! اگر ایمانداری سے ان تمام روایت کو پڑھا جائے تو پتہ چلتا ہے۔ ہمارے کملی والے کا جشنِ میلاد سرکار کی ولادت سے پہلے ہی عاشقانِ نبی مناتے آئے ہیں۔ خود میرے آقا نے جشن منایا صحابہ کرام نے منایا لیکن بعض لوگ جو جشن میلاد سے چڑتے ہیں وہ کوئی نہ کوئی عذر پیش کر دیتے ہیں۔ جی ٹھیک ہے لیکن کہا یہ لیکن! جی یہ روایت کمزور ہے ضعیف ہے ہم نہیں مانتے اب نہ ماننے کا علاج تو کوئی نہیں۔

بقول اِن کے

چلو بقول ان کے صحابہ نے جشن نہیں منایا مان لیتے ہیں! کیا صحابہ نے جشن میلاد سے کہیں منع بھی کیا ہے؟ اگر کیا ہے تو دلائل سے ثابت کریں انشاء اللہ ہم بھی نہیں منائیں گے پر قیامت آسکتی ہے یہ دلائل نہیں دکھا سکتے۔ دکھائیں بھی کیسے جب خود انہوں نے سرکار کی آمد کی خوشی کی ہے۔ خیر تو چلو جی صحابہ کرام نے جشنِ میلاد نہیں منایا۔ کیوں نہیں منایا تو اس کی کئی وجوہات بھی ہو سکتی ہیں۔

۱:۔ پہلی وجہ یہ کہ ابھی اسلام کے ابتدائی دور تھے۔

۲:۔ دوسری وجہ دن رات دینی کاموں میں مصروفیات۔

۳:۔ جہادات میں مصروفیات۔

۴:۔ اسلام کی سربلندی کی خاطر کوشش۔

۵:۔ کافروں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کی دوڑ دھوپ وغیرہ۔

جب یہ باتیں کی جائیں تو کہتے ہیں دیکھو نا جی جب صحابہ نے نہیں کیا

تو لازمی طور پر یہ جشن میلاد صحابہ کی زندگی کے بعد ہوا اور سرکار کا فرمان ہے جو میرے اور میرے صحابہ کے دور میں کام نہیں ہوا وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور بدعتی جہنمی ہے۔ اللہ اکبر۔

میرے دوستو! اگر یہ قانون ہر جگہ لاگو کیا جائے تو پھر تو اسلام کے اکثر کام بدعات میں شامل ہو جائیں مثلاً سرکار کے زمانے صحابہ کے دور میں پکی مساجد نہیں تھیں۔ اب پوری دنیا میں پکی اور طرح طرح کے خوبصورت ڈیزائن کی مساجد ہیں۔ سرکار کے زمانے میں قرآن مجید کے مختلف پارے نہیں تھے قرآن ایسی صورت میں نہیں تھا۔ زبر زیر پیش تمام اعرابات نہیں تھے لیکن اب قرآن مجید کی بڑی بڑی خوبصورت جلدیں ہیں۔ مختلف پارے ہیں ہر حرف پر اعراب ہیں۔ میرے نبی کے زمانے میں صحابہ کے دور میں بخاری مسلم ترمذی نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف امام مالک وغیرہ حدیث کی کتابیں نہیں تھیں اب ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تمام صحابہ کے دور میں یہ فقہ کی کتابیں، یہ فقہی مسائل پر عمل نہیں تھا۔ لیکن اب یہ سب کچھ موجود ہے۔ سرکار کے دور میں صحابہ کے زمانے میں جمعہ کے خطبہ میں صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کا نام نہیں لیا جاتا تھا۔ لیکن اب ہر مسجد میں جمعہ کے خطبے میں صحابہ کرام خلفائے راشدین، اہلبیت کرام کا نام لیا جاتا ہے تو کیا یہ تمام کام بدعت ہیں بھلا اگر بدعت ہیں تو لگاؤ فتویٰ! اگر بدعت ہیں تو یہ سارے کام تم بھی کرتے ہو، بتاؤ اپنے بارے تمہارا کیا خیال ہے تم جہنمی ہو کہ نہیں! اگر ان تمام باتوں پر بدعت کا فتویٰ نہیں لگاتے شرک نہیں کہتے نا جائز نہیں کہتے حالانکہ تمام کام صحابہ کے دور کے بعد ہوتے تو کیا جشن میلاد سے اتنی تکلیف

ہے۔ اتنا دکھ ہے، اتنا ڈر ہے کہ جشنِ میلاد کرنے والے تمہارے فتوؤں کی زد میں آگئے ہیں۔ کچھ سوچو، کچھ خوفِ خدا کرو، کچھ شرم نبی کرو۔

میرے دوستو! یاد رکھو حقیقت یہ ہے جو کام دورِ نبوّت میں نہ ہو سکا وہ دورِ صحابہ میں ہوا، جو کام صحابہ کے دور میں نہیں ہوا وہ مجتہدین نے کیا جو کام مجتہدین کے زمانے میں نہ ہوا، وہ محدثین نے کیا اسی طرح ان شاء اللہ قیامت تک اسلام کی شان میں ترقی میں ہے۔ اسلام تو ایسا شجر ہے ایسا پودا ہے جو طیّب بھی ہے اور پاک بھی یا درکھو درخت ایک دور میں کبھی مکمل نہیں ہو جاتا بلکہ آہستہ آہستہ اپنی منزل کی طرف جاتا ہے۔ ان شاء اللہ اسی طرح اسلام بھی قیامت تک کامیابی کی طرف گامزن رہے گا۔ جو لوگ ہر بات میں دورِ صحابہ سے ثبوت ثبوت کی رٹ لگاتے ہیں۔ ان کا اپنا کوئی کام صحابہ کے دور کے مطابق نہیں۔

میرے دوستو! یہ جشنِ میلاد جو منایا جاتا ہے جو اس میں شامل ہوتے وہ سرکار کی محبت کی خاطر سرکار کے پیار کی خاطر اس میں شامل ہوتے ہیں ہر وہ کام جو محبتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاطر کیا جائے اور بظاہر شریعت اس کام کو منع نہ کرے وہ جائز ہے چاہے وہ کام صحابہ نے کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ بزرگوں نے کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

محبّت کا کام

دیکھو جب سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا وصال مبارک ہوا تو مسیلمہ کذّاب نے بڑے زور شور کے ساتھ نبوّت کا دعویٰ کر دیا۔ صدیق اکبر کو پتہ چلا آپ نے اس بے ایمان کو جہنم رسید کرنے کے لئے ایک لشکرِ جرّار اس کے مقابلے میں بھیجا۔

لڑائی ہوئی مسلمانوں کی اور مسلمہ کذاب کے ساتھیوں میں خوب جنگ ہوئی یہ جنگ یمامہ کے نام سے اسلام کی تاریخ میں مشہور ہے۔ جب لڑائی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے سرکار کے غلاموں کو فتح عطا فرمائی۔ مسلمہ کذاب بے ایمان مارا گیا اور جہنم رسید ہوا۔ لیکن اس جنگ میں مسلمانوں کے سات سو یا اس سے بھی زیادہ سپاہی شہید ہوئے ان سپاہیوں میں اکثر قرآن پاک کے حافظ اور قاری تھے جنہوں نے براہِ راست سرکارِ مدینہ سے قرآن سُن سُن کر یاد کیا تھا۔ حضرت فاروق اعظم کو بڑی تشویش ہوئی۔ جب فوج مدینہ شریف پہنچی تو سیّدنا فاروق اعظم نے سیّدنا صدیق سے عرض کیا کہ امیرالمؤمنین اگر اسی طرح لڑائیاں ہوتی رہیں قرآن مجید کے قاری اور حافظ شہید ہوتے رہے تو اللہ تعالیٰ کا قرآن تو دنیا سے غائب ہو جائے گا لہٰذا میرا مشورہ یہ ہے کہ قرآن کو کتابی شکل میں جمع کر دیا جائے سیّدنا صدیق اکبر نے جب یہ بات سنی تو فرمایا۔

كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَّمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم	اے عمر وہ کام تم کیسے کرو گے جو اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہیں کیا۔

سیّدنا عمر نے فرمایا۔ امیرالمؤمنین آپ کا فرمان بالکل برحق ہے۔ بالکل صحیح ہے۔ یہ کام سرکار نے نہیں کیا لیکن :۔

هٰذَا وَاللّٰهِ خَيْرٌ	لیکن اللہ تعالیٰ کی عزّت و جلالت کی قسم یہ کام جو ہم کرنے لگے ہیں ہے

تو بہترین ہے تو اچھا ہے تو خوبیوں والا سیّدنا صدیق اکبر حضرت عمر کی بات کو سن کر مسکرا پڑے فرمایا عمر تیری بات نے میرے سینے کو کھول دیا ہے۔ تیری

بات واقعی بڑی پائیدار ہے۔ عمل کے قابل ہے۔ سیدنا صدیق اکبر نے اس بات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے قرآن مجید کو کتابی شکل میں جمع کرنے کے لئے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پاس بلایا اور زید سے فرمایا اے زید، عرض کی جی امیر المؤمنین۔ فرمایا میرا پروگرام ہے کہ قرآن مجید جو کہ جگہ جگہ بکھرا ہوا ہے کوئی آیت کسی کے پاس کوئی کسی کے پاس ہے۔ ان سب کو جمع کر کے ایک کتاب کی شکل میں اکٹھا کیا جائے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ تم عقلمند ہو نوجوان ہو۔ میرے کملی والے کے کاتب وحی رہے ہو لہٰذا تم تمام قرآن مجید کی آیات جمع کر کے ایک کتابی شکل میں قرآن پاک کو محفوظ کر دو۔ حضرت زید بن ثابت نے جب یہ بات سنی تو آپ نے بھی عرض کیا کہ:۔

كَيْفَ تَفْعَلُوْنَ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ۔

اے امیر المؤمنین، اے فاروق اعظم آپ وہ کام کیسے کریں گے جو میرے کملی والے نے اپنے دور میں اپنی ظاہری زندگی پاک میں نہیں کیا۔

تو سیدنا صدیق اکبر آگے سے فرمایا۔ اے زید ٹھیک ہے کملی والے نے نہیں کیا لیکن،

هٰذَا وَاللّٰهِ خَيْرٌ

ہے تو یہ کام اچھا

حضرت زید فرماتے ہیں صدیق اکبر کی بات سن کر میں نے قرآن پاک جمع کرنا شروع کر دیا پھر سارا قرآن جمع کر کے سیدنا صدیق اکبر کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ بخاری شریف ص ۷۴۵۔ باب جمع القرآن تفہیم البخاری جلد ۷، ص ۱۳۱، ۱۳۲

میرے دوستو خیال کرو، صحابہ کرام کیا جواب دیتے ہیں۔ ٹھیک ہے یہ

کام کملی والے نے نہیں کیا لیکن ہے تو اچھا کام اسی طرح ہم کہتے ہیں۔ اے منکرینِ جشنِ میلاد اگرچہ یہ کام سرکار نے نہیں کیا صحابہ کرام نے نہیں کیا ہے تو اچھا کام سبحان اللہ۔ اب دیکھئے جو اچھا کام شروع کرے جو بہترین عمل شروع کرے اس کو فائدہ کیا ہوتا ہے۔ میرے آقا نے فرمایا۔

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً۔	جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اچھا کام شروع کرے۔
فَلَهٗ اَجْرُهَا	اس کو اپنے عمل کا ثواب ملے گا۔
وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا	اور قیامت تک جو بندہ اس پر عمل کرے گا اس کا بھی اس کو ثواب ملے گا۔

جس نے شروع کیا اور کرنیوالے کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہو گی۔ مشکوٰۃ شریف کتاب العلم مراۃ شرح مشکوٰۃ جلد ا صـ ۱۹۶۔ سبحان اللہ اب دیکھیں میلاد ہے کیا اس میں ہوتا کیا ہے تلاوت کلام ہوتی سرکار کی نعت پڑھی جاتی ہے۔ آقا کی سیرت بیان کی جاتی ہے۔ نبی پاک پر درود سلام پڑھا جاتا ہے۔ اب بتائیے یہ سارے کام اچھے ہیں کہ نہیں؟ یقیناً ایک غیر آدمی بھی گواہی دے گا اچھا کام ہے تو اب پھر سلام ہو اس کی عظمت کو جس نے یہ جشن میلاد کا جلوس شروع کیا۔ کملی والے کی آمد کی خوشی کا اچھا کام کیا۔ سرکار کی آمد میں اپنے علاقوں کو سجایا۔ انشاءاللہ قیامت تک اس کو ثواب قبر میں ملتا رہے گا اور کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا رہے گا۔ اسی لئے سرکار کے دیوانے سرکار کی محفلیں سجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:

۵ آؤ سجنوں بیلیو رل مل کے اَج محفل پاک سجا لیئے
یاد نبی وچہ اصغر دکیر کے تے اپنے اپنے گناہ بخشا لیئے
مکی مدنی دے نام دا وِرد کریئے سُتّے ہوئے نصیب جگا لیئے
ہوراں کول فیضاں فیر ویکھ لاں گے کملی والے نوں پہلاں سُنا لیئے

بیدرد

میرے دوستو بعض لوگ ہمیں طعنہ دیتے ہیں کہ تم بڑے بیدرد ہو کیوں ؟ کہ بارہ کو سرکار مدینہ کی وفات شریف ہے اور تم بارہ ربیع الاوّل کو خوشیاں مناتے ہو جشن مناتے ہو، جلوس نکالتے ہو۔ میرے دوستو، یاد رکھو وفات کا غم بھی اُسی کو ہوتا ہے۔ جسے ولادت کی خوشی ہو جو آنے کی خوشی نہیں کرتا وہ جانے کا غم کیسے کرے گا۔ نہ ان کو آنے کی خوشی ہے نہ جانے کا غم یہ تو صرف سرکار کی ولادت پاک کی خوشی روکنے کے لئے یہ حیلے بہانے کرتے ہیں لوگوں کو کہتے ہیں یہ بارہ وفات کا دن ہے یہ کوئی خوشی کا دن ہے۔ اگر ان کو زیادہ ہی غم ہے تو ایسے کرتے ہیں یہ بارہ ربیع الاوّل کو غم منا لیا کریں ہم خوشی منا لیا کریں گے یہ پھوڑی بچھا لیا کریں ہم جلوس نکال لیا کریں گے۔ یہ صف ماتم بچھا لیا کریں ہم جشن کر لیا کریں گے کچھ تو کریں پر ان کو پتہ ہے غم بھی وہ کرے۔ جسے سرکار کے آنے کی خوشی ہے۔ ہمارا نبی سے کیا تعلق ہم برائے نام نبی کا نام لیتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ولادت پہلے ہوتی ہے، وفات بعد میں آنا پہلے ہوتا ہے جانا بعد میں، زندگی پہلے مرگ بعد میں ہم کہتے ہیں کہ عاشقوں کو، سرکار کے دیوانوں کو پہلے جی بھر کے حضور پاک کی آمد کی خوشی تو کر لینے دو پھر وفات کی بات بھی کریں گے۔ تیسری بات یہ ہے کہ سرکار کی وفات شریف بارہ ربیع الاوّل

کو نہیں بلکہ ربیع الاوّل شریف کی دو کو، یا تین کو، یا سات کو، یا نو کو صحیح ہے۔
چوتھی بات یہ ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ سرکار کو موت آئی لیکن چند لمحوں کے
لئے چند گھڑیوں کے لئے پھر اللہ تعالیٰ نے یار کو اسی وقت زندہ کر دیا۔
جیسے چاند ہو چودھویں کا پوری آب و تاب سے چمک رہا ہو، اچانک اس
پر بادل کا ٹکڑا آجائے لوگوں کی نگاہوں سے چھپ جائے لوگ کہیں
چاند کہاں گیا پھر بادل ہٹ جائے تو فوراً وہی آب و تاب لوگ کہیں
وہ دیکھو پھر نکل آیا۔ اسی طرح میرے نبی پر موت کا ہلکا سا بادل آیا معمولی
سا پردہ آیا پھر اسی طرح حیات طیبہ وہی زندگی پہلے سے بھی بہتر، یہی بات
میرے اعلیٰحضرت امام اہلسنت نے فرمائی کہ:۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اُسی آن کے بعد اُن کی حیات
مثل سابق وہی جسمانی ہے
یہ ہیں حیّ اَبدی ان کو رضا
صدق وعدہ کی قضا مانی ہے

حیات النبی کا مسئلہ میرے آقا نے اپنی زبان پاک سے خود ہی حل فرما
دیا سرکار تشریف فرما ہیں۔ میرے آقا کے غلام بھی زیارت سے مشرف ہو
رہے ہیں۔ میرے کملی والے نے فرمایا میرے صحابہ عرض کی جی آقا فرمایا مجھ پہ ہمیشہ
درود و سلام پڑھا کرو لیکن جب جمعہ کا دن آئے تو کثرت سے زیادہ سے
زیادہ درود و سلام کا ورد کیا کرو آقا کیوں؟ فرمایا جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ

نے حضرت آدم کو پیدا فرمایا اسی دن آپ کی وفات ہوئی جمعہ کو کثرت سے ساتھ فرشتے آسمانوں سے زمین پر آتے ہیں قیامت بھی جمعہ والے دن آئے گی لہٰذا یہ دن بڑا بابرکت ہے۔ صحابہ نے عرض کی آقا آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔ لیکن سرکار یہ آپ کی زندگی کا وظیفہ ہے یا آپ کی وفات کے بعد بھی اس پر عمل کریں۔ کیونکہ بعد وفات انسان کی وہ حالت نہیں رہتی جو اس دنیا میں ہوتی ہے۔ انسان کا جسم گل سڑ جاتا ہے۔ ہڈیاں رہ جاتی ہیں ماس گل جاتا ہے انسان کی حالت بدل جاتی ہے۔ میرے آقا نے فرمایا۔ میرے غلاموں یہ حالت عام انسانوں کے ساتھ تو ہو سکتی ہے لیکن میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں سرکار نبیوں کو کوئی خاص رعائتیں ہوتی ہیں۔ میرے آقا نے فرمایا ہاں آقا کون سی فرمایا جب اللہ تعالیٰ کے نبی دنیا سے پردہ کرتے ہیں تو خالقِ کائنات زمین کو حکم دیتا ہے۔ مٹی کو آرڈر دیتا ہے۔ اے زمین اے مٹی خیال کرنا یہ آنے والا کوئی عام انسان نہیں بلکہ یہ میرا نبی ہے میرا رسول ہے اس کے جسم کو کھانا تو درکنار اس کو چھونا بھی نہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ ۔	بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر یہ بات حرام کر دی ہے ۔
کون سی کہ :۔ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ	نبیوں کے اجسام کو کھائے آقا جب زمین نبیوں کے جسم کو نہیں کھاتی تو
پھر ہوتا کیا ہے۔ فرمایا ہوتا کیا ہے۔ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ	اللہ تعالیٰ کا ہر نبی اپنی قبر میں

زندہ ہوتا ہے۔ آقا دنیا میں انسان زندہ ہیں پر یہ تو کھاتے بھی ہیں پیتے بھی ہیں۔ میرے آقا مسکرا پڑے فرمایا کیا ہوا۔

حَیٌّ یُرْزَقُ	اللہ تعالیٰ کا ہر نبی بھی زندہ رہ کر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتیں کھاتا ہے۔ پیتا بھی ہے۔ سبحان اللہ۔

ابن ماجہ شریف ص۷۷، مشکوٰۃ شریف ص۱۲۱، ابوداؤد شریف، نسائی شریف سنن کبریٰ۔ ابن شیبہ۔

صحابہ نے کہا آقا اللہ تعالیٰ کے نبی دنیا میں ہر وقت اللہ اللہ عزوجل کرتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں کیا بعد وفات کے بھی یہ کام کرتے ہیں۔ میرے آقا نے فرمایا بیشک کیونکہ

اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِہِمْ یُصَلُّوْنَ	اللہ تعالیٰ کا ہر نبی اپنی قبر میں زندہ ہے اور اپنی اپنی قبروں میں نماز بھی پڑھتے ہیں۔

شفاء السقام ص۱۳۴۔ حیات الانبیاء۔ امام بیہقی۔ فتح الباری۔ خصائص کبریٰ مدارج النبوت۔ نیل الاوطار۔

میرے آقا نے فرمایا۔ میرے صحابہ عرض کی جی حضور فرمایا۔

حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ وَمَمَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ	میری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔

صحابہ کرام حیران ہو گئے کہ زندگی تو واقعی بہتر ہے پر موت کیسے بہتر

ہو گی۔ سیدنا فاروقِ اعظم نے عرض کی آقا زندگی تو واقعی بہتر ہے۔ آپ کی حیات تو واقعی بڑی اچھی چیز ہے پر موت کیسے اچھی ہو گی۔ وفات کیسے بہتر ہو گی۔ میرے نبی مسکرا پڑے فرمایا کہ میری زندگی تمہارے لئے اس طرح بہتر ہے کہ میں تمہیں حلال حرام کی خبر دیتا ہوں۔ اس کی پہچان بتاتا ہوں اس کی سزا جزا بتاتا ہوں۔ اور میری موت تمہارے لئے یوں بہتر ہو گی کہ:۔

تُعْرَضُ عَلَیَّ اَعْمَالُکُمْ	تمہارے تمام اعمال ہر روز میری بارگاہ میں قبر میں میرے رُوبرُو پیش کئے جاتیں گے۔ میں اپنی اُمت

کے اعمال و افعال دیکھا کروں گا جب تمہاری نیکیاں اچھائیاں تمہارے اچھے کام میں دیکھوں گا تو

حَمِدْتُ اللّٰہَ عَلَیْہِ	تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاؤں گا اس کی تعریف کروں گا۔ خالقِ کائنات

کی تعریف کروں گا کہ شکر ہے میری اُمت اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کر رہی ہے اور اگر اُمت کے بُرے اعمال، ان کے گناہ دیکھوں گا، بدیاں اور خطائیں دیکھوں گا تو پھر کیا ہو گا۔

اَسْتَغْفَرْتُ اللّٰہَ لَکُمْ	میں تمہارے لئے بخشش کی دُعا کروں گا معافی کے لئے درخواست

کروں گا کہ اے خالقِ کائنات میری اُمت کو بخش دے۔

مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۲۴۔ حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۷۱۳۔ شواہد الحق صفحہ ۲۶۲

سبحان اللہ کتنا رحیم شفیق نبی ہے ساری دنیا گناہ کر رہی ہے پر وہ لجپال

رسول قبر پاک میں رو رو کر امت کے لئے دعائیں فرما رہا ہے۔ پر امت میں چند ایسے بھی بدنصیب ہیں جو اس شافع نبی کو زندہ بھی تسلیم نہیں کرتے تف ہے ایسی مسلمانی پر خیر تو سرکار فرماتے ہیں کہ میں قبر میں تمہارے لئے بخشش کی دعا کروں گا ادھر اللہ تعالیٰ نے بھی اعلان فرما دیا۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا | اے انسان اگر تو اپنی جان پر ظلم کر بیٹھے تو میرے یار کے دروازے

پر آجا تو بھی دعا مانگ میرا محبوب بھی تیرے لئے دعا مانگے گا پھر ہوگا کیا فرمایا پھر میں نے تیرے گناہ نہیں دیکھنے یار کے گورے گورے ید اللہ والے ہاتھوں کی برکت سے تیرے گناہوں پر قلم پھیر کر رحمتوں کی برسات کر دوں گا۔

(پ۵، سورۃ نساء)

پتہ چلا ہم سرکار کا جشن اس لئے مناتے ہیں کہ ہمارا نبی کل بھی زندہ تھا آج بھی زندہ ہے۔ انشاء اللہ ہمیشہ زندہ ہی رہے گا۔ میرے دوستو عرض یہ کر رہا تھا کہ سرکار مدینہ سرور قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد پاک حضور پاک کی آمد سے پہلے بھی منایا گیا۔ میرے آقا نے خود بھی منایا صحابہ کرام نے بھی منایا۔

میلاد پاک اور اولیاء امت

اور میرے کملی والے کی امت نے منایا اور اولیاء کرام نے بھی منایا اور آج تک سنی مسلمان سرکار کے میلاد میں شریک ہوتے آتے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک جشن میلاد میں شریک ہوتے رہیں گے۔ چھٹی صدی کے مجدد بہت بڑے محدث

حضرت علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ غوث پاک کے زمانے میں تشریف لاتے اور پھر غوث پاک کے مرید بھی بنے۔ جنہوں نے قرآن و حدیث کی بڑی خدمت کی اپنی زندگی میں ایک ہزار کتابیں لکھی اور دو لاکھ کافروں کو اپنی تبلیغ سے سرکار کا غلام بنا کر مسلمان کیا۔ جن کے ہزاروں شاگرد تھے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ جیسے ولی بھی آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ آپ ایک دن اپنے مدرسہ میں شاگردوں کو قرآن و حدیث کا درس دے رہے تھے۔ فارغ ہو چکے تو ایک آدمی نے کہا حضور اگر اجازت دیں تو ایک مسئلہ نہ پوچھ لوں۔ آپ نے اجازت دی سوالی نے عرض کیا حضور مسئلہ یہ ہے کہ بعض لوگ سرکار کا میلاد مناتے ہیں بعض منع کرتے ہیں۔ اس کے بارے وضاحت فرمائیں۔ منانا چاہیئے کہ نہیں اور یہ محفل میلاد کا سلسلہ کب سے شروع ہوا ہے۔

میرے دوستو! توجہ کرو یہ مسئلہ آج سے ایک ہزار سال پہلے پوچھا جا رہا ہے کیونکہ علامہ ابن جوزی کی ولادت ۵۱۱ ہجری اور وفات ۱۲ رمضان شریف ۵۹۷ ہجری کو بغداد شریف میں ہوئی۔ آپ نے جو جواب دیا سنیئے، آپ نے فرمایا، میاں سوالی یہ محفل میلاد کا سلسلہ کوئی نیا تو نہیں سرکار کب سے ہے فرمایا:

فَلَا زَالَ اَھْلُ الْحَرَمَیْنِ الشَّرِیْفَیْنِ۔	یہ میلاد شریف کی محفلیں ہمیشہ سے یعنی ہماری ولادت سے پہلے تیرے پیدا ہونے سے پہلے ہمیشہ سے جب

سے میرے آقا تشریف لائے ہیں۔ اس وقت سے بلکہ سرکار کی آمد سے،

پہلے سے حرمین شریفین کے لوگ یعنی مکہ شریف اور مدینہ شریف کے لوگ مناتے آرہے ہیں سرکار فرماتے ہیں مکہ اور مدینہ والے محفل میلاد مناتے ہیں فرمایا نہیں نہیں بلکہ

وَالْمِصْرِ وَالشَّامِ — مصر والے بھی میرے آقا کا میلاد مناتے ہیں۔

یمن والے بھی سرکار کا جشن مناتے ہیں شام والے بھی حضور کی آمد کی خوشی کرتے ہیں۔ وَسَائِرِ بِلَادِ الْعَرَبِ مِنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اور تمام دنیا کے مسلمان چاہے وہ مشرق میں بستے ہوں یا مغرب میں تمام کے تمام محفل کا اہتمام کرتے ہیں۔ يَحْتَفِلُوْنَ بِمَجْلِسِ مَوْلِدِ النَّبِيِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ساری دنیا کے مومن سرکار مدینہ کی محافل سجاتے ہیں۔ وَيَفْرَحُوْنَ بِقُدُوْمِ هِلَالِ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ جب دنیا میں ربیع الاول کا چاند دکھائی دیتا ہے تو پوری کائنات کے مسلمان خوشیاں مناتے ہیں۔ سرکار کیسے خوشیاں مناتے ہیں فرمایا۔

وَيَغْتَسِلُوْنَ وَيَلْبَسُوْنَ بِالثِّيَابِ الْفَاخِرَةِ — اچھی طرح غسل کرتے ہیں اچھے پیارے پیارے عمدہ قسم کے لباس پہنتے ہیں۔ خوب

بن سنور کر ایک دوسرے پر عطر و گلاب چھڑکتے ہیں۔ پھر سرکار کی آمد پر جو جس ———

کے پاس ہوتا ہے دل کھول کر سرکار کی خوشی میں خرچ کرتے ہیں یعنی ہر آدمی اپنی طاقت کے مطابق خوشیاں کرتا ہے کوئی مٹھائی بانٹتا ہے کوئی کھانا تقسیم کرتا ہے کوئی دیگیں پکاتا ہے کوئی نقدی تقسیم کرتا ہے۔ جتنی اللہ تعالیٰ نے جس کو طاقت دی ہوتی ہے خرچہ کرتا ہے سرکار کی ولادت کی خوشی کرتا ہے گھر گھر میں میلاد ہوتا ہے علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ یہ ساری تقریر کرنے کے بعد فرماتے ہیں اے سوالی جانتے ہو اس محفل میلاد کا فائدہ کیا ہوتا ہے؟ عرض کی حضور آپ ہی بتائیں فرمایا۔

وَمِمَّا جُرِّبَ مِنْ ذَالِكَ — جہاں جہاں محفل میلاد ہوتی ہے وہاں وہاں تجربہ کیا گیا آزمایا گیا ہے آنکھوں سے دیکھا گیا ہے کیا کہ

كَثْرَةُ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ — وہاں اللہ تعالیٰ خوب خیر و برکت کا نزول فرماتا ہے سلامتی اور عافیت نازل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سرکار کے میلاد کے صدقے رزق میں مال میں دولت میں اولاد میں خوب زیادتی فرماتا ہے اور پورا سال جہاں میلاد ہوتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ امن و امان فرماتا ہے اور گھروں میں سکون اور قرار نازل فرماتا ہے کیونکہ فرمایا۔

بِبَرَكَةِ مَوْلِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ — یہ سرکار کے میلاد کی برکت سے۔

المیلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ص ۵۷۔ ص ۵۸

سوالی نے عرض کیا حضور جو منع کرے جو بدعت شرک کے فتوے لگاتے اس

کا کیا جواب دیا جائے فرمایا تم بجائے جواب دینے کے سرکار کا میلاد مناتے جاؤ درود پہنچاتے جاؤ کملی والے کو خوش کرتے جاؤ۔ انہیں اپنا کام کرنے دو تم اپنا کام کرتے جاؤ حضور اگر ہم میلاد کریں تو ہمیں کتنا نفع ہوگا۔ فرمایا میں فتویٰ دیتا ہوں جو دنیا میں کملی والے کا میلاد مناتے۔ اللہ تعالیٰ اس کو تین فائدے عطا فرمائے گا۔ دو آخرت میں ایک دنیا میں عرض کی گئی حضور وہ آخرت کے کیا فائدے ہیں فرمایا جو میرے نبی کا دنیا میں میلاد شریف منائے پہلے تو وہ جہنم میں ان شاء اللہ نہیں جائے گا اگر کسی خطا کی وجہ سے کسی گناہ کی وجہ سے وہ جہنم میں چلا گیا تو پھر کیا ہوگا فرمایا:۔

حِجَابًا مِّنَ النَّارِ وَسِتْرًا۔	وہ میلاد شریف کی خوشی وہ میلاد پر خرچ ہونے والا مال دوزخ کے سامنے آگ کے سامنے ڈیک بن کر پردہ بن کر کھڑا ہو جائے گا۔ اس کو

جہنم میں جلنے سے بچائے گا وہ خوشی جہنم کو کہے گی۔ اے دوزخ خیال کرنا یہ وہ ہے جس نے دنیا کی زندگی میں حبیب خدا سرورِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا میلاد منایا تھا۔ سبحان اللہ۔ دوسرا فائدہ کیا ہوگا فرمایا:۔

وَمَنْ اَنْفَقَ فِیْ مَوْلِدِہٖ دِرْھَمًا	جو سرکار کی خوشی میں ایک درہم درہم کہتے ہیں چار آنے کے سکے

کو فرمایا روپیہ نہیں، پچاس نہیں، سو نہیں، ہزار نہیں، لاکھ نہیں صرف ایک چونی خرچ کرے۔

پھر ہوگا کیا۔

كَانَ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ لَهٗ شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا

قیامت والے دن میرا نبی اس میلاد منانے والے کی شفاعت کر کے اپنے ساتھ جنّت میں لے جائے گا کیونکہ سرکار کی شفاعت ہی ایسی شفاعت ہو گی جو ٹھکرائی نہیں جائے گی۔ تیسرا فائدہ دنیا میں ہو گا۔ کون سا فرمایا۔

فَاَخْلَفَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِكُلِّ دِرْهَمٍ عَشَرًا

جو سرکار کے میلاد پر ایک درہم خرچ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے دس درہم زیادہ ثواب عطا کرے گا۔

مولد العروس ص۸

میرے دوستو! سرکار کے میلاد شریف کے کتنے فائدے ہیں۔ یہ فائدے احمد رضا خاں بریلوی نے نہیں بتائے۔ مولانا سردار احمد فیصل آبادی نے نہیں بتائے کسی سُنّی حنفی بریلوی مفتی محدّث عالم واعظ نے نہیں بتائے بلکہ یہ فائدے آج سے ایک ہزار سال پہلے حنبلی مذہب کے چوٹی کے محدّث چھٹی صدی کے مجدّد نے بتائے اگر جشن میلاد بدعت ہوتا، شرک ہوتا تو کیا اتنے اللہ تعالیٰ انعامات فرماتا بدعت شرک کرنے پر انعامات نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہوتا ہے پر ابن جوزی فرماتے ہیں کہ جس گھر میں میلاد شریف منایا جائے وہاں خیر و برکت سلامتی عافیت اور قرار نازل ہوتا ہے میلاد کرنے والا جہنّم سے بچ جائے گا۔ مدنی سرکار کی شفاعت کا مستحق ہو گا۔ دنیا میں رزق میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے گا ہوش کریں وہ لوگ جو کہتے ہیں یہ میلاد بریلویوں کی ایجاد ہے یہ ہندوستانی رسم ہے۔ عرب شریف میں پوری دنیا میں کہیں

یہ میلاد شریف نہیں ہوتا یہ بدعتیوں نے نیا کام شروع کیا ہے۔ ان نجدی ملّاؤں سے پوچھو کہ اے گستاخانِ نبی یہ ابن جوزی ہندوستان کی بات کر رہے ہیں نہیں، نہیں بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی بات کر رہے ہیں۔ کب یہ تمہاری گستاخ روحیں ابھی والدین کے پُشتوں میں بھی نہیں آئی تھیں۔ لہٰذا اے سُنّی عیدائیو مسلمان ان گستاخانِ رسول کی بات نہ مان آ سرکار کا میلاد منا اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے مالا مال ہو جا اور کہتا جا کہ:۔

> شعر گھر گھر جشن نبی دا ہووے تے تھاں تھاں محفل سج دی
> سارے سال مہینیاں نالوں تے گھڑی اے سوہنی اج دی
> مکھڑا ویکھ حبیب ربّ دا تے خلقت جاوے رَج دی
> رحمت ہے مقصود نبی دی تے سب دے پردے کج دی

میرے دوستو! آپ کتابیں پڑھ کر دیکھیں ہر صدی میں مسلمان اپنے اپنے دستور کے مطابق اپنے اپنے رسم و رواج کے مطابق سرکار مدینہ کا میلاد مناتے آتے اور اُس دور کے محدّث اور مفسّر ان لوگوں کو داد تحسین دیتے رہے۔ اور جو جو اللہ تعالیٰ کی لوگوں پر اپنی عنایات کی بارشیں برساتا رہا وہ بھی اپنی اپنی کتابوں میں درج فرماتے رہے نویں صدی کے مجدد عاشق الرسول امام المحدثین حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جس گھر میں یا محلہ میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد شریف منایا جاتے تو اس مسجد کو اور محلے کو اللہ تعالیٰ کے معصوم فرشتے اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں اور کیا کرتے ہیں؟

فرماتے ہیں:۔

وَصَلَّتِ الْمَلَائِكَةُ عَلٰی اَھْلِ ذٰلِکَ الْمَکَانِ	فرشتے اُن گھر والوں پر نزول رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر محبوب کا میلاد منانے والوں

کے لئے رحمت و بخشش کی دعائیں کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کی دعاؤں پر یار کے اُن اُمتیوں پر رحمتوں کی برسات کر دیتا ہے۔ سبحان اللہ علامہ سیوطی فرماتے ہیں جہاں کملی والے کا میلاد منایا جائے وہاں اللہ تعالیٰ کیا کرم فرماتا ہے؟ فرماتے ہیں۔

مَا مِنْ مُسْلِمٍ قَرَأَ فِیْ بَیْتِہٖ مَوْلِدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمَ۔	کہ جس مسلمان کے گھر سرکار مدینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا میلاد شریف بیان کیا جائے۔ جشنِ میلاد منایا جائے تو'
اِلَّا رَفَعَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی الْقَحْطَ وَالْوَبَاءَ وَالْحَرْقَ وَالْغَرْقَ وَ الْاٰفَاتِ وَالْبَلِیَّاتِ وَالْبُغْضَ وَالْحَسَدَ وَعَیْنَ السُّوْءِ وَاللُّصُوْصَ عَنْ اَھْلِ ذٰلِکَ الْبَیْتِ۔	اللہ تبارک وتعالیٰ اس گھر سے قحط کے خطرے کو، وباء کے خطرے کو، گھر میں آگ لگنے کے خطرے کو، مال ضائع ہونے کے خطرے کو، ہر قسم کی آفتوں اور پریشانیوں کے خطرات کو اور بغض وحسد کے خطرے کو بری نگاہ اور چوروں کے خطروں سے پاک کر دیتا ہے۔
فَاِذَا مَاتَ ھَوَّنَ اللّٰہُ	اور جب میلاد کرنے والا عاشق

عَلَیْہِ جَوَابَ مُنْکَرٍ وَ نَکِیْرٍ۔

رسول مسلمان فوت ہوتا ہے دنیا سے پردہ کرتا ہے قبر میں تشریف لے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ حساب لینے والے فرشتوں منکر نکیر سے فرماتا ہے

خبردار اس بندے سے حساب ذرا محبت کے ساتھ لینا پیار سے لینا کیونکہ یہ میرے یار کا میلاد خواں تھا محبوب کی آمد پر جشن منایا کرتا تھا۔ نعمت کبریٰ ص۱۰۱
سبحان اللہ صدقے جاؤں آقا تیرے میلاد پر اسی لئے محمد اکرم دردی صاحب بولے کہ:۔

گل عشق دی مالا پا لیئے تاں گل بن دی اے
محبوب دے ای سَدْ دا لیئے تاں گل بن دی اے
سب ورد وظیفے چھڈ کے یار دے ناں والا!
بس اِکّو ورد پکا لیئے تاں گل بن دی اے
جس یار دا صدقہ دردی نیں کھانے آں
اُس یار دے ای گُن گا لیئے تاں گل بن دی اے

میلاد کی چھٹی

امام المحدثین حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمتہ نے سرکار مدینہ کے میلاد پاک پر ایک رسالہ لکھا ہے حُسْنُ الْمَقْصَدِ فِیْ عَمَلِ الْمَوْلِدْ اس کے ص۴۲ پر لکھتے ہیں کہ ساتویں ہجری کے بہت بڑے محدث حضرت علامہ امام محمد بن ابراہیم مالکی علیہ الرحمتہ ہر سال بارہ ربیع الاول کو سرکار کا جشن منایا کرتے تھے۔ حضرت علامہ تاج الدین علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں ہم اس زمانے میں اس

دور میں مدرسے میں دینی کتابیں پڑھا کرتے تھے۔ دن رات صبح شام درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہتا ہر وقت قرآن و حدیث کی تعلیم ہوتی نماز کی اور کھانے کی چھٹی ہوتی تھا یا وقت پڑھائی میں گزرتا ایک دن بارہ ربیع الاوّل کو ہم کو ہمارے استاد محترم پڑھا رہے تھے کہ ہمارے مدرسے کے پاس سے علامہ محمد بن ابراہیم مالکی علیہ الرحمتہ کا گزر ہوا آپ نے دیکھا کلاسیں لگی ہوئی ہیں۔ تعلیم کا سلسلہ جاری ہے پڑھائی ہو رہی ہے۔ علامہ محمد بن ابراہیم مالکی ہمارے استاد کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:۔

یَا فَقِیْہُ ھٰذَا الْیَوْمَ سُرُوْرًا۔	اے فقیہ اے قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیم دینے والے استادِ محترم آج کا دن تو بڑی خوشی کا دن ہے۔ بڑی

مسرت کا دن ہے، سرکار کی ولادت کا دن ہے۔ کملی والے کی آمد کا دن ہے۔ آج تو سرکار کی ولادت کی خوشی میں بچوں کو، طالب علموں کو، قرآن و حدیث فقہ کی تعلیم حاصل کرنے والوں کو چھٹی دے دو۔ علامہ ناصر الدین فرماتے ہیں، کہ علامہ محمد بن ابراہیم مالکی محدّث علیہ الرحمتہ کی بات کو سن کر ہمارے استاد ہم کو سرکار کے جشن کی خوشی میں چھٹی کر دیتے۔ ہم سب گھروں کو چلے جاتے۔ اللہ اکبر اب سنیئے گیارہویں صدی کے مجدّد، کشتۂ عشقِ رسالت حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمتہ کیا فرماتے ہیں؟ کون عبدالحق؟ جنہیں ہر روز جاگتے ہوئے دہلی میں سرکار مدینہ کی زیارت نصیب ہوتی تھی۔ جنہوں نے ہندوستان کی سرزمین پر اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دین کی احیاء کی خاطر دن رات کام کر کے اسلام کے پرچم کو بلند کیا

جن کی قبر پہ آج بھی اللہ تعالیٰ کی کروڑہا رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

لَا یَزَالُ اَھْلُ الْاِسْلَامِ یَحْتَفِلُوْنَ بِشَھْرِ مَوْلِدِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔

تمام دنیا کے مسلمان ہمیشہ سے ربیع الاوّل شریف میں سرکار کا میلاد مناتے آئے ہیں میلاد کی محفلیں سجاتے آئے ہیں۔ جشن میلاد کرتے آئے ہیں۔

وَیَعْمَلُوْنَ الْوَلَائِمَ

اور سرکار کی ولادت کی خوشی میں خوب دعوتوں کا اہتمام کرتے آئے ہیں۔

وَیَتَصَدَّقُوْنَ فِیْ لَیَالِیْہِ بِاَنْوَاعِ الصَّدَقَاتِ۔

اور ربیع الاوّل شریف کی راتوں میں طرح طرح کے صدقے اور خیرات کرتے آئے ہیں۔

وَیُظْھِرُوْنَ السُّرُوْرَا

اور سرکار کی آمد پر خوب خوب خوشیاں کرتے آئے ہیں۔ جیسے آج کل ربیع الاوّل شریف کا چاند نظر آتے ہی ہر سُنّی کے

گھر خوشیوں کی بہار آجاتی ہے ہر عاشق کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے کیوں؟ اس لیئے کہ ہمارا آقا آرہا ہے۔ ہمارے مولا کی آمد آمد کا موسم آگیا ہے۔ گناہ گاروں کے شافع آرہے ہیں۔ جب ربیع الاوّل شریف کی یہ سہانی گھڑی آتی ہے تو ہر طرف ایک ہی آواز گونجتی ہے کون سی کہ:۔

فلک کے نظارو زمیں کی بہارو سب عیدیں مناؤ حضور آگئے ہیں
اٹھو غم کے مارو چلو بے سہارو خبر یہ سناؤ حضور آگئے ہیں!

سماں ہے تناتے حبیبِ خدا کا یہ میلاد ہے سرورِ انبیاء کا
نبی کے گداؤ سب ایک دوسرے کو گلے سے لگاؤ حضور آگئے ہیں
کہاں میں ظہوری کہاں اُن کی باتیں کرم ہی کرم ہے یہ دن اور راتیں
جہاں پہ بھی جاؤ دلوں کو جگاؤ یہی کہتے جاؤ حضور آگئے ہیں !

ہاں تو عرض یہ کر رہا تھا کہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب ربیع الاوّل شریف آتا ہے تو لوگ خوب خوشیاں کرتے ہیں سرکار کا میلاد کر کے خوب نیکیاں کماتے ہیں ہر گھر میں میلاد پڑھا جاتا ہے ہر گھر کو دلہن کی طرح سجایا جاتا ہے۔ میلاد کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتوں کا نزول فرماتا ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

فَرَحِمَ اللّٰهُ اِمْرأً۔	اللہ تعالیٰ اس آدمی پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے۔
اِتَّخَذَ لَيَالِيَ شَهْرِ مَوْلَدِهِ الْمُبَارَكِ اَعْيَاداً	جو میلاد شریف کے مہینہ کی راتوں کو عید بنائے۔
لِيَكُوْنَ اَشَدَّ عِلَّةً عَلٰى مَنْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ عِنَادٌ۔	اُس آدمی کی خوشی دیکھ کر جن لوگوں کے دلوں میں بغض رسول کی بیماری ہے وہ اور بڑھ جاتے۔

ماثبت بالسنۃ ص۱۰۲ مواہب لدنیہ جلد ۱ ص۲۷ ۔ تاریخ خمیس جلد ۱ ص۲۲۳

محدث دہلوی کی دعا

میرے دوستو پتہ چلا جو سرکار کا میلاد مناتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوتا ہے اور میلاد نہ کرنے والے میلاد کی محفلیں دیکھ کر میلاد کا جلوس دیکھ کر دل میں جلتے رہتے ہیں اور انشاء قیامت تک یہ جلتے ہی رہیں گے۔ اعلیحضرت یہی

تو فرما گئے کہ :-

؎ رہے گا یونہی اُن کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جَل جانے والے

شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ نے اس فانی دنیا میں پورا نوے[۹۴]
سال زندگی گزاری تیرہ سال کی عمر سے آپ نے دین کی خدمت شروع کی پوری
زندگی قرآن وحدیث پڑھتے پڑھاتے گزری ایک سو سولہ[۱۱۶] مختلف موضوعات پر
کتابیں تحریر فرمائیں۔ کبھی تہجد اور اشراق چاشت کے نوافل بھی نہ چھوڑے
آخر کار موت کا وقت آگیا وہ موت جو کسی کا لحاظ نہیں کرتی۔ امیر غریب کا فرق
نہیں کرتی۔ اکیس ۲۱ تاریخ ربیع الاوّل شریف کا مہینہ ۱۰۵۲ھ ہجری کا سال زمانے
کے محدث قطب زماں کو پتہ چل گیا کہ اب میرا آخری وقت آگیا ہے۔ آپ
نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا مصلّے پر بیٹھ کر دعا کی، کون سی دعا کی۔ اے
اللہ عزّوجل میرا کوئی عمل ایسا نہیں ہے جسے میں آپ کے دربار میں پیش کرنے
کے لائق سمجھوں۔ میرے تمام اعمال میں فساد نیّت موجود رہتی ہے۔ اللہ اکبر
ہر روز سرکار کے جلوے دیکھنے والا دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں زندگی
گذارنے والا زمانے کا محدث دیکھو کیا کہہ رہا ہے۔

میرے دوستو! خیال کرو جب ان جیسے بزرگوں کی یہ عاجزی اور انکساری
ہے تو ہم جو دن رات گناہوں میں زندگی بسر کرتے ہیں کس عمل پر ناز کر سکتے ہیں
خیر تو شاہ صاحب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں مولا کریم میرے پاس
کوئی ایسا عمل نہیں جو تیرے دربار میں پیش کر کے اپنی نجات کے لئے دعا کروں۔
آگے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں مولا کریم ہاں مجھ حقیر فقیر کا ایک عمل

بڑا اچھا عمل ہے جو تیری کرم نوازی سے مجھے عنایت ہوا وہ کون سا وہ یہ کہ میں مجلس میلاد کے موقع پر کھڑے ہو کر تیرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ درود و سلام پڑھا کرتا تھا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ محترم سامعین پتہ چلا کہ یہ کھڑے ہو کر درود و سلام مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام اور یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک پڑھنا یہ کوئی نئی بدعت نہیں نیا کام نہیں بلکہ یہ تو پرانے بزرگوں کا طریقہ کار چلا آرہا ہے ہاں تو شاہ صاحب عرض کرتے ہیں یا اللہ عزوجل میرے پاس ایک ہی اچھا عمل ہے وہ یہ کہ میلاد شریف کے موقع پر کھڑے ہو کر تیرے یار پہ درود و سلام کی لڑیاں نچھاور کیا کرتا تھا۔ اے اللہ عزوجل وہ کون سا مقام ہے وہ کون سی جگہ ہے جہاں تیرے یار کا میلاد مبارک ہو وہاں تیری رحمت نازل نہ ہوتی ہو؟ نہیں بلکہ اس مقام پہ سب سے زیادہ تیری خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے۔ اس لئے اے کائنات پہ رحم فرمانے والے مجھے پکا یقین ہے میرا یہ عمل کبھی ضائع نہیں جائے گا۔ بلکہ یقیناً تیری بارگاہ عالیہ میں قبول ہوگا اور دنیا کا کوئی انسان تیرے یار پہ درود و سلام پڑھے اور اس کے صدقے اس کے وسیلے سے دعا کرے تو کبھی بھی وہ دعا رد نہیں کرتا بلکہ ضرور قبول فرماتا ہے۔ لہٰذا میری بھی دعاؤں کو قبول فرما اپنی رحمتوں میں جگہ عطا فرما۔ اخبار الاخیار ص ۶۲۴۔

میرے دوستو پتہ چلا کہ سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے بھی جشن میلاد منایا گیا۔ سرکار نے خود بھی میلاد منایا۔ صحابہ کرام نے بھی منایا اور اولیائے امت نے بھی منایا ہر دور کے مسلمان بھی جشنِ میلاد مناتے آئے۔

ہر دور کے تقاضے

مگر ہر دور کے لوگ اپنے اپنے رسم کے مطابق رواج کے مطابق جشن میلاد کرتے رہے کیونکہ ہر دور کے اپنے اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔ ایک ہی عمل مختلف دور میں مختلف شکل اختیار کر لیتا ہے۔ مگر اصل میں اُس عمل کی روح ایک ہو۔ آگے شکلیں الگ ہو جائیں تو کوئی فرق نہیں پڑھتا۔ چیز حرام نہیں ہو جاتی وہ کام ناجائز نہیں ہو جاتا کیوں؟ اس لئے کہ اس کی حقیقت تو ایک ہے دیکھئے قرآن مجید پ۱۰ سورۃ انفال آیت ص۶۰ میں خالقِ کائنات ارشاد فرماتا ہے۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ۔	اے میرے محبوب کے غلاموں تیار رکھو ان کے لئے (یعنی کافروں کیلئے) جتنی استطاعت رکھتے ہو قوت اور طاقت۔
وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ۔ فرمایا!	اور بندھے ہوئے گھوڑے کیوں؟
تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ۔	تاکہ تم ڈرا سکو اپنی جنگی تیاریوں سے اللہ تعالیٰ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو۔

پتہ چلا اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ہر وقت جہاد کے لئے تیار رہنے کی اور سامان حرب کی نمائش اور طاقت قوت کے مظاہرے کی اجازت دی ہے کیوں تاکہ کافر ہر وقت مسلمانوں سے خوف زدہ رہیں۔ اب دیکھنا یہ

ہے کہ صحابہ کرام نے اور ہمارے اسلاف نے کیسے جہاد کا سامان تیار کیا کیسے خوفزدہ کافروں کو کیا تو تاریخ اسلام یہ بتاتی ہے۔ قرآن حدیث گواہ ہے کہ صحابہ کرام نے میدانِ جہاد کے لئے تیر کمان، نیزے، بھالے، تلواریں برچھے تیار کئے۔ لیکن صحابہ کرام کے دور کے بعد جوں جوں وقت گزرا تو یہ تمام چیزیں ختم ہوگئیں۔ ان کی جگہ توپوں اور بندوقوں نے لے لی۔ پھر وقت آگے چلا تو یہ بھی ختم ہوگئیں اس کی جگہ جنگی بیڑے بحریہ کی آبدوزیں، بمبار طیارے الیف ۱۶ میزائل ٹینک کلاشنکوفیں ریڈاروں نے لے لی۔ حالانکہ یہ تمام جدید آلات استعمال کر رہے ہیں۔ کروڑوں اربوں روپے لگا کر تیار کر رہے ہیں اب یہاں کوئی ایسا عالم کھڑا ہو جائے۔ شرک و بدعت کا مخالف کھڑا ہو جائے اور یہ کہے کہ یہ تمام چیزیں جو مسلمان تیار کر رہے ہیں یہ بدعت ہے کیوں؟ اس لئے کہ یہ سامان حرب سرکار نے نہیں استعمال کئے۔ صحابہ کرام نے دوران جنگ نہیں استعمال کئے۔ ہمارے اسلاف نے نہیں بنائے۔ لہٰذا یہ بدعت ہے اور ہر بدعتی جہنمی ہے تو آپ ایسے آدمی کو کیا جواب دیں گے؟ یہی جواب دیں گے مولانا ٹھیک ہے۔ ہمارے پیارے نبی نے نہیں استعمال کئے۔ صحابہ کرام اور بزرگوں نے نہیں بنائے یہ ہیں تو آلات حرب، ہیں تو کافروں کو ڈرانے دھمکانے کے لئے اور اللہ تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا کہ کافروں کو خوفزدہ کرنے کے لئے اپنی طاقت جمع کرو۔ لہٰذا ہم تو قرآن مجید پر عمل کرتے ہوئے اپنے جدید دور کے مطابق اپنی قوت جمع کر رہے ہیں۔ اپنی طاقت کافروں کو دکھا رہے ہیں اگر پھر بھی مولانا نہ مانیں تو لازماً آپ کہیں گے اس کا دماغ خراب ہے۔ اس کے دماغ

کا علاج کرایا جائے تو کوئی مولانا کے کہنے پر یہ آلات چھوٹے گا نہیں! اسی طرح بلا تشبیہ و مثال دورِ جدید نے اظہارِ مسرت کے طریقے بدل دیئے۔ اگرچہ سرکار نے صحابہ کبار نے ہمارے اسلاف نے اسی طرح جشن نہیں منایا۔ پر منایا تو ہے روح تو ایک ہے پیچھے اصل تو ایک ہے انداز بدل گئے۔ پر حقیقت نہیں بدلی۔ اللہ تعالیٰ نے اسی واسطے مطلقاً فرمایا۔ فَلْيَفْرَحُوْا کہ میری رحمت میرے فضل کی عطا پر خوشیاں مناؤ اگرچہ انداز بدل گئے پر روح حقیقت تو ایک ہی ہے۔ اب مولوی لاکھ زور لگائیں فتوے بازی کریں، مسلمانوں کو مشرک بدعتی کہیں پر مسلمان سرکار کا جشن چھوڑ نہیں سکتے ہر سُنّی یہی کہے گا ان مولویوں کا دماغ خراب ہے ان کا علاج کراؤ کیونکہ یہ ہمیں سرکار کے جشن سے، سرکار کی محبّت سے، سرکار کے پیار سے دور کر رہے ہیں۔ کیسی پیاری بات کہی ناصر صاحب نے کہ:

؎ جیہڑا کہیے حضور توں دور تینوں ایسے پاپی توں چہرہ وٹ کے بہو
جیہڑا رستہ مدینے نوں جاوندا نئیں ایسے رستے توں ذرا ہٹ کے بہو
جیہڑی تینوں مدینے تک لے چلّے اوہو جئی کوئی کھٹی کھٹ کے بہو
رَٹے لا دنے چھوڑ دے ہور ناصر صرف نام حضور دا رٹ کے بہو

میرے دوستو! ہوشیار رہو ان لوگوں سے یہ لوگ تمہیں سرکار کی محبت سے خالی کرنا چاہتے ہیں۔ سرکار سے دور کرنا چاہتے ہیں یہ جب سے پیدا ہوئے ہیں فتوے لگا رہے ہیں اور ہر سال جب بھی ربیع الاول شریف کا چاند طلوع ہوتا ہے یہ سرگرم ہو جاتے ہیں۔ ان کے فتوؤں میں تیزی آجاتی ہے۔

میلاد کے دشمن

تقریباً آج سے سو سال پہلے جب دیوبند بنا تو پہلے دیوبندیوں کے قطب ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی نے میلاد شریف کے خلاف اپنا منہ کھولا کہا کہ یہ میلاد منانے والے ہندوؤں کی طرح ہر سال میلاد مناتے ہیں۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

"پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنھیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں"

فتاویٰ میلاد وعرس ص۱۱ براہین قاطعہ ص۱۴۸

اس عبارت کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان بھی اپنے نبی کا یوم ولادت اسی طرح مناتے ہیں جیسے ہندو کنھیا ان کا اوتار تھا اس کا دن مناتے ہیں توبہ توبہ کہاں سرکار کی ولادت کہاں ہندوؤں کے جھوٹے خدا کی پیدائش۔ کہاں جا کر ملایا۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں ایک سوال کے جواب میں کہ

سوال:۔ مروجہ مجلس میلاد بدعت ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مجلس مولود مروجہ بدعت ہے اور بسبب خلط امور منکرہ ہے کے مکروہ تحریمی ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ ص۱۱۵۔

بس یہیں سے تمام دیوبندیوں نے حرام حرام کی رٹ لگانا شروع کر دی جہاں جہاں مولوی رشید کے پیروکار پھیلتے گئے یہ نعرے لگاتے گئے۔ ہمارے پاکستان میں جہاں بھی دیوبندی ہیں یہی فتوے لگاتے ہیں۔ ہمارے یہاں سرگودہا میں ایک خارجی مولوی ہے وہ بھی ہر سال میلاد شریف کے آنے سے پہلے جل کر ایک پمفلٹ شائع کرتا ہے۔ اس میں بھی یہی لکھا

ہوتا ہے کہ میلاد کا جشن کیوں منایا جاتا ہے۔ صحابہ نے منایا، صدیق نے منایا، عمر نے، عثمان نے، علی نے، عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے منایا؟ نہیں منایا تو تم کیوں مناتے ہو؟ اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ یہ خارجی مولوی اس پمفلٹ کے شروع میں یہ بات بھی لکھتا ہے کہ اس کا جواب ہم دیوبندی ندوی علماء سے نہیں صرف بریلوی اور ان کے دوستوں سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ عید میلاد النبی۔ علماء کرام سے دست بستہ سوال ص۲، ص۳۔ انشاء اللہ مولوی صاحب جواب ہم ہی دیں گے کیونکہ نبی جو ہمارا ہی ہوا تم اور تمہارے کارندوں کا تو اس کے ساتھ تعلق نہیں، تعلق ہے تو الحمد للہ ہم سُنّی حنفی بریلوی مسلمانوں کا ہے ہم یہاں بھی اس آقا کے گیت گاتے ہیں۔ قبر میں بھی اس کے گیت گائیں حشر کو بھی اس نبی کے نعرے لگاتے ہوئے پلصراط سے دوڑتے ہوئے گزریں گے۔ اے سُنّیوں کو میلاد منانے والوں کو مشرک کہنے والو اگر یہ کام بدعت ہے شرک ہے حرام ہے ناجائز ہے تو ایمانداری سے یہی فتویٰ سب پر لگانا جنہوں نے بھی سرکار کا میلاد منایا ہے تاکہ تمہاری مساوات کا پتہ چل جائے تمہاری مسلمانی کا پتہ چل جائے۔ آیئے سُنیئے تاریخ دیوبند کیا کہتی ہے۔

حاجی امداد اللہ کے گھر محفل میلاد

تمام دیوبندیوں کے متفقہ پیر حاجی

امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ فقیر کا طریقہ کار تو یہ ہے کہ محفل میلاد شریف میں شریک ہوتا ہے؟ شریک ہی نہیں بلکہ محفل میلاد کو ذریعہ برکات سمجھ کر خود بھی اپنے گھر میں منعقد کرتا ہوں اور قیام (یعنی بوقت ولادت کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا) میں لطف و لذت پاتا ہوں۔

کلیاتِ امدادیہ صفحہ ۸۔ سبحان اللہ پیر میلاد میں شریک ہوتا ہے۔ مرید فتوے لگاتے ہیں۔ پیر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے مرید ناجائز اور بدعت کہتا جاتا ہے حاجی صاحب فرماتے ہیں مجھے قیام میں بڑا لطف آتا ہے کیوں آتا ہے؟ اس لئے کہ سرکار سے نسبت جو قائم ہے آقا سے تعلق جو قائم ہے ایک مرتبہ سرکار کے ایک دیوانے کے گھر محفل میلاد ہو رہی تھی حضرت علامہ سید دیدار علی شاہ علیہ الرحمتہ خالق کائنات کے حبیب کی ولادت بیان فرما رہے تھے ایک جمِ غفیر موجود ہے ان لوگوں میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی بھی تشریف فرما ہیں سرکار کی ولادت پاک کا حال سُن رہے ہیں آنکھیں بند ہیں لبوں پر درود وسلام کی لڑیاں، دل میں سرکار کے عشق کی شمع جلاتے بیٹھے ہیں۔ اچانک حاجی صاحب میلاد سنتے سنتے کھڑے ہو گئے آپ کی وجہ سے پوری محفل میں وَجد کی کیفیت طاری ہو گئی جب محفل میلاد اختتام کو پہنچی تو آپ کے مریدوں نے سوال کیا حضور آپ دورانِ تقریر کھڑے کیوں ہو گئے تھے۔ حالانکہ ابھی درود وسلام پڑھنے کا وقت ہی نہیں آیا تھا ابھی وعظ ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا میرے مرید تمہیں کیا بتاؤں۔ جب شاہ صاحب تقریر فرما رہے تھے۔ سرکار کی عظمت بیان فرما رہے تھے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا سرکار خود اپنی شان سننے کے لئے ہماری محفل میں تشریف لاتے ہیں میں برداشت نہ کر سکا کہ میرا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور امداد اللہ بیٹھا رہے میں سرکار کی تعظیم کی خاطر کھڑا ہو گیا تھا اور درود وسلام پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ ماہنامہ رضوان لاہور سات اپریل ۵۲ ۱۹ء۔ شرح حدائق بخشش جلد ۳ صفحہ ۸۔ پتہ چلا جہاں سرکار کا میلاد ہو آقا خود بنفس نفیس تشریف لاتے

ہیں پر قوم کو پتہ نہیں چلتا ہاں اگر کوئی اس محفل میں صاحب دل بیٹھا ہو وہ سرکار کی زیارت ضرور کرتا ہے اسی لئے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ :۔

سہ
سر محفل کرم اتنا میری سرکار ہو جائے
نگاہیں منتظر رہ جائیں اور دیدار ہو جائے
فنا اتنا تو ہو جاؤں میں تیری ذات عالی میں
جو مجھ کو دیکھ لے اس کو تیرا دیدار ہو جائے

حاجی امداد اللہ علیہ الرحمتہ جب تک ہندوستان میں رہے آپ باقاعدگی سے میلاد شریف کی محفلوں میں جاتے بھی رہے اور گھر پر بھی محفل میلاد کا اہتمام کرتے رہے ایک دن ایک مرید نے پوچھا حضور آپ خود بھی میلاد کرتے ہیں میلاد کی محفلوں میں بھی جاتے ہیں لیکن بعض علماء اس میلاد کو ناجائز کہتے ہیں ؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں مولود شریف سرکار کا اس لئے کرتا ہوں کہ تمام اہل حرمین (مکہ شریف، مدینہ شریف) والے کرتے ہیں ۔ اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور سرکار کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے البتہ جو زیادتیاں (مثلاً ڈھول گانے خلاف شرع کام) لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہئیں ۔
شمائم امدادیہ صفحہ ۸۷-۸۸ ۔

حاجی امداد اللہ صاحب پھر مکہ شریف میں چلے گئے وہاں پر بھی آپ باقاعدگی کے ساتھ محفل میلاد مناتے اور لوگوں کے گھروں میں بھی تشریف لے جاتے مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کے افاضات یومیہ جلد ۱۰ صفحہ ۱۲ میں یہ بات موجود ہے کہ ایک مرتبہ مولوی رشید احمد گنگوہی مکہ شریف گئے تو حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ایک آدمی آیا جو کہ مکہ شریف

کا رہنے والا تھا کہ حضور میرے گھر میں آج سرکار کا میلاد ہے۔ آپ نے
ضرور تشریف لانا ہے۔ آپ نے فرمایا ضرور آؤں گا وہ چلا گیا۔ حاجی صاحب
جب میلاد شریف کی محفل میں جانے لگے تو رشید احمد سے فرمایا مولوی صاحب
محفل میلاد میں چلو گے! تو مولوی رشید احمد دیوبندی نے جواب دیا کہ نا،نا
حضرت میں نہیں جاتا کیونکہ میں ہندوستان میں لوگوں کو منع کرتا ہوں اگر
یہاں شریک ہوگیا تو وہاں کے لوگ کہیں گے کہ یہاں منع کرتے ہو وہاں شریک
ہوگئے تھے۔ حاجی صاحب خود تو چلے گئے پر مولوی جی نہ گئے۔ اب سوال
یہ پیدا ہوتا ہے اگر یہ کام ناجائز تھا ہندوؤں اور عیسائیوں کا طریقہ تھا بدعت
تھا تو مولوی رشید کا یہ فرض تھا کہ حاجی صاحب کو بُرے کام سے ناجائز کام
سے منع کرتے کہ حضرت شرعاً یہ حرام نہ کریں مولوی جی نے منع نہیں کیا بلکہ جانے
کا دل تو کرتا تھا لیکن رُک اس لیے گئے کہ لوگ کیا کہیں گے۔ کیا یہی ان کی
شریعت ہے؟ کیا یہی ان کی مسلمانی ہے؟ کیا یہی ان کی ایمانداری ہے؟
ان سے سوال کرو کہ کیا حاجی صاحب ساری زندگی حرام کا ارتکاب کرتے
رہے۔ شریعت کے خلاف کرتے رہے۔ اگر جواب ہاں میں ہے تو پوچھیے
مولوی رشید مولوی قاسم مولوی اشرف علی تھانوی مولوی خلیل تمام دیوبندی
علماء نے ایسے خلاف شریعت کام کرنے والے پیر کی بیعت کیوں کی؟
اگر کہو کہ وہ جائز کرتے تھے ٹھیک کرتے تھے تو ان سے پوچھو کہ ہم نے
تمہارا کیا بگاڑا ہے کیا قصور کیا ہے ہم پر کیوں فتوے لگاتے ہو؟ پتہ چلا
شریعت ان کے گھر کیا ہے جس پر چاہا حرام کا فتویٰ لگا دیا جو چاہا حلال
کر دیا۔ پر الحمد للہ سُنی ایسے نہیں ہونے دیں گے۔ شریعت دیوبندیوں

نجدیوں کی نہیں اللہ عزوجل اور ان کے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ اللہ اکبر۔

میرے دوستو! صرف حاجی امداد اللہ صاحب ہی نہیں آپ دیوبندی تاریخ کا مطالعہ کریں آپ کو کئی مولوی ملیں گے جو میلاد شریف کیا کرتے تھے دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے مہتمم حاجی سید عابد حسین جو کہ دارالعلوم کے بانیوں سے ہیں جب انہوں نے دارالعلوم دیوبند بنا لیا تو ۱۲۸۲ھ میں ان کو خواب میں سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت ہوئی سرکار نے فرمایا حاجی صاحب مدرسہ تو بنا لیا ہے پر مسجد نہیں بنائی۔ یہاں ایک مسجد بھی بناؤ۔ حاجی صاحب صبح اٹھے سرکار کے حکم پر مدرسہ میں جہاں آقا نے اشارہ فرمایا تھا وہیں مسجد بنوائی پھر ہر جمعہ کو بعد نماز مغرب اسی مسجد میں میلاد شریف ہوا کرتا تھا۔ جس میں بہت زیادہ پیسے خرچ ہوتے تھے، حاجی صاحب اکتالیس برس تک دارالعلوم کے مہتمم رہے جب تک زندہ رہے میلاد شریف ہمیشہ کرتے رہے۔ سیرت النبی بعد از وصال جلد ۲ صہ ۱۸۱۔

اب پوچھیے ان سے جو میلاد شریف کو حرام کہتے ہیں کیا دیوبند کے مہتمم اور بانی اکتالیس برس تک حرام کرتے رہے عیسائیوں اور ہندوؤں والا طریقہ اپناتے رہے یا ان کو آپ کے مسئلے کا علم نہیں تھا۔ چلو نہیں تھا تو مولوی قاسم نانوتوی ہی بتا دیتے کیونکہ وہ سب سے پہلے دیوبند کے شیخ الحدیث تھے کہ حاجی صاحب یہ بدعت ہے ناجائز ہے ہم تو سال بعد میلاد شریف کی شیرینی حلوہ مٹھائی تقسیم کرتے ہیں پھر دیوبند کے بانی پورے اکتالیس برس ہر ہفتہ بعد مغرب میلاد پر کثرت سے روپے خرچ کرتے رہے، لگائیے فتویٰ کیا کہتے ہیں علمائے

دیوبندان کے بارے ؟ میرے دوستو، محفلِ میلاد میں شریک ہوتا وہاں پر تبرّک وغیرہ کھانا باعثِ برکت ہے۔ ہم تو کھاتے ہیں برکت سمجھ کر یہ کھا یہ بھی جاتے ہیں ناجائز سمجھ کر میلاد کی محفل میں ہم شامل ہوتے ہیں ثواب سمجھ کر یہ بھی حاضر ہوتے ہیں تقیہ کے ساتھ کیسے تو آیئے ہم آپ کو دیوبند کے چوٹی کے حکیم الاُمّت کی بات بتاتے ہیں۔

اشرف علی تھانوی کا طریقہ واردات

مولوی اشرف علی تھانوی جب دیوبند سے علم دین پڑھ کر فارغ ہوئے تو پڑھانے کے لئے جگہ تلاش کرتے رہے کوئی جگہ نہ ملی کیونکہ دیوبند مسلک کے مدرسے تھے ہی نہیں اگر کچھ تھے تو بہت ہی تھوڑے مولوی صاحب نے روزی کمانے کے لئے سُنّیوں والا لبادہ اوڑھا اور کانپور میں ایک سُنّی مدرسہ میں سُنّی بن کر پڑھانے لگے۔ اندر اندر سے اپنی وہابیوں والی تبلیغ بھی کرتے رہے لوگوں کو اپنا ہمنوا بھی بناتے رہے ساتھ ساتھ میلاد شریف کی محافل میں جاتے صلوٰۃ و سلام پڑھتے ختم درود پڑھتے سارے سُنّیوں والے کام کرتے تاکہ لوگوں کو پتہ نہ چلے کہ یہ وہابی ہے اندر سے ان تمام باتوں کو حرام بھی سمجھتے ادھر ان کے استاد مولوی رشید احمد گنگوہی کو پتہ چل گیا کہ ہمارا چوٹی کا شاگرد سُنّیوں کے مدرسہ میں سُنّی بن کر پڑھا بھی رہا ہے اور میلاد شریف پڑھتا ہے قیام میں صلوٰۃ وسلام بھی پڑھتا ہے فاتحہ قل بھی کرتا ہے بڑا غصہ آیا مولوی رشید نے اشرف علی صاحب کو خط لکھا بھئی یہ کیا ہم نے تمہیں کیا پڑھایا سکھایا تم نے کیا جا کر شروع کر دیا ہے۔ مولوی صاحب نے جواب جو دیا وہ تذکرۃ الرشید ص ۱۱۵ میں عربی

عبارت میں موجود ہے ہم اس کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

اشرف علی صاحب نے مولوی رشید احمد کو خط میں یوں لکھا۔

"اے میرے سردار خدا کے لئے میری معذرت قبول کیجئے اور اپنے خلق عظیم کی وجہ سے مجھے اپنا (دیوبندی وہابی) جماعت سے خارج نہ کیجئے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن بھی آپ کے ساتھ ہوں گا۔ گزارش یہ ہے کہ میں کانپور کے مدرسہ میں اپنے عقیدے کا کھل کر اظہار نہیں کر سکتا کیونکہ میں عوام کی مخالفت برداشت نہیں کر سکتا۔ میں بہتری اسی میں سمجھتا ہوں اپنا عقیدہ چھپائے رکھوں تاکہ عوام کی طرف سے نقصان اور تکلیف نہ پہنچے۔ انشاء اللہ ایک وقت آئے گا میں اپنے آپ کو ظاہر کر دوں گا۔" اللہ اکبر

میرے دوستو! دیکھو دیوبندیوں کا حکیم الامت کیسے سنیوں کو دھوکا دینے کے لئے سنی بن کر میلاد کر کے ختم درود پڑھ کے، صلوٰۃ و سلام پڑھ کے بیوقوف بنا رہا ہے۔ اسی اشرف علی تھانوی کی سنت پر عمل کرتے ہوئے کئی وہابی جب ان کو اپنے ملک میں مساجد اور مدرسے نہیں ملتے تو سنی حنفی بریلوی بن کے ہماری مسجدوں میں آجاتے ہیں اور آہستہ آہستہ لوگوں کو اندر سے وہابی بناتے رہتے ہیں نتیجہ کیا نکلتا ہے کہ چند سالوں کے بعد وہ مسجد ہی وہابیوں کے قبضے میں چلی جاتی ہے۔ فقیر الحمد للہ پورے پاکستان میں تقریروں پر جاتا ہے کئی دوستوں نے بتایا کہ عتیقی صاحب یہ مسجد سنیوں کی تھی۔ لیکن ایک مولوی وہابی سنی بن کے آیا اس نے چند سال کے بعد تمام

محلے کو وہابی بنا دیا اب یہ مسجد بھی وہابیوں کے قبضے میں، ہمارے سرگودہا کے ساتھ تحصیل ساہیوال ہے وہاں ایک دیوبندی مولوی سید عبدالشکور دیوبند کا فارغ بیس سال تک سُنی بن کے شاہانی مرکزی مسجد میں جمعہ پڑھاتا رہا اندر سے اپنا وہابیت کی تبلیغ کرتا رہا۔ بیس سال کے بعد اس کا پردہ چاک ہوا لوگوں نے مسجد کے امام جو کہ سید بھی تھے دل کامل بھی سید منظور شاہ علیہ الرحمۃ نے دھکے دے کر مسجد سے نکال دیا۔ اب اس نے ایک ساہیوال میں دیوبندیت اور وہابیت کا مرکز بنایا ہوا ہے۔ جس کی شاخیں پورے سرگودہا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ عزّ وجل نجدیوں خارجیوں رافضیوں کی وبا سے محفوظ رکھے آمین۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ اشرف علی تھانوی نے اپنے استاد کو یہ جواب دیا آگے سے استاد نے بھی کیا کہا۔

"کہ بہر حال یہ کام جائز نہیں" تو مولوی صاحب نے پھر جواب دیا۔ وہاں کانپور میں بدوں شرکت ان مجالس (میلاد) کے کسی طرح قیام (رہنا) ممکن نہیں ذرا انکار کیا لوگ وہابی کہہ دیتے ہیں اور ذلیل کرتے ہیں زبانی جسمانی توہین کرتے ہیں حیلہ بہانہ ہر وقت ممکن نہیں، بعض اوقات ممکن ہے اور انکار کرتا ہوں نوے فیصد موقع پر عذر کر دیا اور دس جگہ شرکت کر لی۔ تذکرۃ الرشید جلد ۱ صـ ۱۱۸۔ محفل میلاد میں شرکت کرتے ہیں اسی صفحہ پر یہ عبارت ہے۔ بہر حال وہاں بدوں (بغیر) شرکت (محافل میلاد) کے قیام کرنا (رہنا) قریب بہ محال دیکھا اور منظور تھا وہاں رہنا کیونکہ دنیاوی منفعت (فائدہ) بھی ہے کہ مدرسہ سے تنخواہ ملتی ہے۔ پتہ چلا کہ مولوی اشرف علی تھانوی صرف پیسے کی خاطر محفل میلاد میں جاتے تھے اب بتائیں عاشقانِ دیوبند کیا فتویٰ

لگتا ہے مولوی اشرف علی تھانوی صاحب پردہ حرام کرتے ہیے یا حلال ان کی محافل میں شرکت جائز تھی یا ناجائز ذرا سوچ سمجھ کر قلم اٹھانا کہیں گھر کے چراغ سے ہی گھر کو آگ نہ لگ جائے۔ قربان اعلیحضرت تیری تحریر پہ کیا خوب فرما گئے کہ:۔

سب سے مفتر ہیں یہ وہابی
سُنّی بن کے رہنا نے یہ ہیں
سُنّی سنفی پیشن بن بن !
کے بہکاتے یہ ہیں !

میرے دوستو! پتہ چلا جب ان کو دنیاوی مطلب ہوتا ہے۔ لوگوں سے مفاد اپنا ہوتا ہے تو سب کچھ جائز ہو جاتا ہے۔ جب مطلب نکل گیا تو وہی چیز حرام ہو جاتی ہے۔ آیئے ہم آپ کو پاکستان کی ایک مشہور مثال بتاتے ہیں۔

عید میلاد کا جلوس اور مفتی محمود کی قیادت

جب ۱۹۷۷ء میں بھٹو کے خلاف تحریک چلی تو تمام پاکستان کی مذہبی جماعتوں نے اتحاد کر لیا نام رکھا گیا قومی اتحاد اس اتحاد کے صدر مولوی محمود دیوبندی اس اتحاد میں سُنّی دیوبندی وہابی اہلحدیث رافضی خارجی تمام لوگ شامل تھے۔ اس اتحاد کے زمانے میں جب ربیع الاوّل شریف کا چاند طلوع ہوا تو گیارہ ربیع الاوّل کو اخباروں میں یہ خبر لگی۔ کون سی سنیئے۔ اسلامی قوانین کے نفاذ کے بعد قومی اتحاد کی تحریک کا مثبت مقصد حاصل ہوگا۔ مفتی محمود معاشرے کو مکمل

طور پر اعلان بنانے میں کچھ وقت لگے گا۔ عید میلاد کے موقع پر مفتی محمود کی قیادت میں عظیم الشان جلوس نکالا جائے گا۔ روزنامہ جنگ ۱۱ فروری ۱۹۷۹ء قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود اور نائب صدر نوابزادہ نصر اللہ خان کل یہاں عید میلاد النبی کے جلوس کی قیادت کریں گے یہ جلوس نیلا گنبد سے نکل کر مسجد شہداء لاہور میں ختم ہوگا۔ روزنامہ مشرق کراچی ۱۰ فروری ۱۹۷۹ء۔ جب تک یہ اتحاد رہا تو دیوبندیوں کے چوٹی کے مفتی محمود صدر جمعیت علماء اسلام جلوس کی قیادت کرتے رہے۔ اگر یہ حرام تھا تو مفتی محمود نے یہ حرام کام کیوں کیا۔ حرام کام کرنے کا حکم کیوں دیا۔ بدعت کا حکم کیوں دیا۔ خود بدعتی کیوں بنا۔ اب فیصلہ دیوبندی حضرات پر ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی دیوبندی کہے کہ مفتی محمود نے جلوس کی قیادت نہیں کی تو آج بھی اخباروں کو دیکھا جا سکتا ہے نہیں نہیں آپ دور نہ جائیں آپ ربیع الاول شریف میں مفتی محمود کے آبائی شہر ڈیرہ اسمٰعیل خان میں جائیں تو آپ کو قد آدم بڑے اشتہارات دیواروں پر چسپاں نظر آئیں گے جس پر سب سے بڑی سرخی یہ ہوگی عید میلاد النبی کے سلسلے میں جلسے اور جلوس خطبات مولوی فضل الرحمن جو کہ بیٹے ہیں مفتی محمود کے، مولوی عبدالستار تونسوی اور دیگر دیوبندی علماء نیچے لکھا ہوگا۔ منجانب تنظیم اہلسنت و جماعت (دیوبندی) ڈیرہ اسماعیل خان اگر کوئی صاحب اشتہار دیکھنا چاہے تو ہم دکھا سکتے ہیں ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہر سال یہ جلوس نکالا جاتا ہے۔ جب ۱۹۹۲ء میں بارہ ربیع الاول کو یہ جلوس نکالا گیا تو ڈیرہ اسماعیل خان سے ہفت روزہ دوست نکلتا ہے اس نے جو رپورٹ پیش کی وہ پڑھنے کے قابل ہے۔

"ڈیرہ اسماعیل خان میں تنظیم اہلسنّت و جماعت کی طرف سے نکالے گئے میلاد النبی کے جلوس سے مختلف علماء کرام نے خطاب کیا" علماء کرام نے مزید بتایا کہ یہ جلوس ہماری ملّی شان و شوکت کا مظہر ہوتا ہے۔ جبکہ دین میں اس کا کوئی درجہ نہیں۔ ہم اس جلوس کے ذریعے اپنی یکجہتی اور روافض کا توڑ کرتے ہیں۔ ہم مسلک میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی۔ رشید احمد گنگوہی شیخ الہند مولانا محمود حسن کی روحانی اولاد ہیں۔ ان کی تعلیمات کو اجاگر کرنا ہمارا ملّی فریضہ ہے۔ ہفت روزہ دوست۔ ڈیرہ اسماعیل خان یکم اگست

ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ستمبر ۱۹۹۶ء ص ۱۵۔

میرے دوستو! خیال کرو علماء دیوبند کیا کہتے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں، چور چوری سے گیا ہیرا پھیری سے نہ گیا" اب ذرا سوال کرو ان نادان مولویوں سے کہ جب یہ جلسے جلوس دین کی بات ہی نہیں تو خواہ مخواہ پیسہ کیوں ضائع اور پاسبر باد کرتے ہو۔ تم تو رشید احمد گنگوہی کی روحانی اولاد ہو وہ تو میلاد کو ناجائز اور حرام کہہ رہے ہیں تم کیوں حرام اور ناجائز کام کر رہے ہو۔ پتہ چلا تم یہ سب کام سنّیوں کو دھوکہ دینے کے لئے منافقوں والا کردار ادا کر رہے ہو۔ اے دیوبندیو دورنگی کو چھوڑ دو۔ شریعت کے ساتھ مذاق نہ بناؤ

لاہور سے روزنامہ جنگ اخبار چھپتا ہے۔ جمعہ کو میگزین بھی چھپتا ہے جس میں اسلامی سوال وجواب کا صفحہ بھی ہوتا ہے ان سوالوں کا جواب جامعہ اشرفیہ لاہور کا شیخ الحدیث مولوی عبدالرحمٰن اشرفی دیوبندی دیتا ہے۔ ۱۹۹۲ء اگست میں ایک سوال آیا۔

سوال:۔ جو لوگ عید میلاد النبی مناتے ہیں، جلسے جلوس کرتے ہیں کیا شرعاً

اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے ؟

جواب :۔ یہ تمام چیزیں ایسی ہیں کہ انہیں بطور مصلحت کے جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ دین کا جز نہ سمجھ لیا جائے ورنہ بدعت ہو جائے گا۔ دین کے واسطے کوئی عمل کرنا اور چیز ہے اور دین کا جز سمجھ کر کرنا اور چیز ہے۔ دونوں کے فرق کو ذہن میں محفوظ رکھنا ضروری ہے۔

دیکھا آپ نے دیوبندی شیخ الحدیث عوام کو چکر دے گئے۔ اگر انکار کروں تو سُنی علماء کا سامنا ہے۔ اقرار کروں تو انہوں نے نہیں چھوڑنا ایسی بات کی کہ دونوں گھر راضی ہو جائیں۔ اس کو کہتے ہیں اٹکل پچّو سے بات کرنا تاکہ کوئی ناراض نہ ہو۔

ہندو پنڈت

یہ تو وہی بات ہوئی ہندوستان میں ایک راجہ رہتا تھا اس نے ایک پنڈت پال رکھا تھا جو راجہ کو اٹکل پچّو سے یعنی قیاس سے باتیں بتایا کرتا تھا۔ پنڈت راجہ کو کبھی کہتا یہ مہینہ تیرے لئے اچھا ثابت ہوگا۔ فلاں مہینہ تیرے لئے منحوس ثابت ہوگا۔ یہ سال تیرے لئے خوشیوں کا سال ہوگا۔ اگلا سال تیرے لئے برا سال ہوگا غرضیکہ اٹکل پچو سے باتیں کر کر کے اپنی روٹیاں کھری کرتا ایک بار ایسا ہوا کہ راجہ کی بیوی امید سے ہوگئی بچہ یا بچی ہونے والی تھی۔ راجہ نے پنڈت صاحب کو بلایا اور کہا کہ پنڈت جی صاحب میری بیوی تیرے سے امید والی ہوگئی ہے۔ اب آپ بتائیں کہ میرے گھر میں لڑکا ہوگا یا لڑکی۔ پنڈت صاحب نے جب سنا تو پریشان ہو گیا کہ اب کیا جواب دوں لیکن تھا بڑا چالاک جیسے نجدی مولوی چالاک

ہوتے ہیں کہنے لگا کہ دیکھو راجہ صاحب جو آپ کی بیوی کے پیٹ میں اولاد ہے۔ میں اسے جانتا ہوں لیکن میں بتاؤں گا نہیں کیونکہ لوگ آپ کے مخالف بھی ہیں کہیں کوئی جادو وغیرہ نہ کردے۔ میں ایسے کرتا ہوں ایک کاغذ پر لکھ دیتا ہوں آپ چھپا کر رکھ دیں جب آپ کے ہاں اولاد ہو تو کاغذ کھول کر دیکھنا وہی ہوگا جو میں نے لکھا ہوگا۔ لیکن ولادت سے پہلے نہیں کھولنا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ پنڈت نے ایک کاغذ پر لکھا۔ لڑکا نہ لڑکی۔ پھر راجہ کو دے دیا کہ اس کو چھپا کر رکھ دو۔ اب پنڈت کی عبارت کا مطلب یہ تھا کہ جب راجہ کے گھر بچہ پیدا ہوگا ہوا لڑکا تو میں کہہ دوں گا کہ دیکھ راجہ میں نے پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ لڑکا نہ لڑکی۔ اگر ہوگئی لڑکی تو میں کہہ دوں گا کہ راجہ میں نے تو پہلے ہی لکھ دیا کہ لڑکا نہ لڑکی یعنی لڑکا نہ پر وقف کر کے کہوں گا اور اگر نہ لڑکا ہوا نہ لڑکی درمیانی جنس ہوئی تو میں کہہ دوں گا کہ راجہ میں نے پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ لڑکا نہ لڑکی۔ دونوں نہیں۔ میرے دوستو! اسی طرح مولوی صاحب نے نہ صاف انکار کیا نہ صاف اقرار۔ اگر کسی نے پوچھا مولوی صاحب آپ نے ناجائز کیوں کہا ہے۔ تو میں کہوں گا کیا ناجائز کہا۔ اگر کسی نے کہا کہ یہ کیسے آپ نے جلسے جلوس جائز کر دیئے ہیں تو میں کہوں گا میں نے کب شریعت کی رُو سے جائز کہا ہے۔ جیسے پنڈت نے چال چلی۔ مولوی جی نے بھی چلی پر خدا کی قدرت دیکھئے راجہ کی بیوی کے گھر لڑکا اور لڑکی دونوں پیدا ہو گئے۔ راجہ نے پنڈت کو کہا یہ کیا تو کیا کہتا تھا تو نے کیا لکھا تھا۔ ہو کیا گیا ہے۔

میرے دوستو! انشاء اللہ جب تک دنیا قائم رہے گی سرکار کا میلاد ہوتا رہے گا یہ نجدی بھی کریں گے پر کریں گے بھی اور حرام بھی کہتے جائیں گے۔

یہ بھی قدرت کا انتقام ہے۔ ہمارے سرگودھے سے فیصل آباد کو جو راستہ جاتا ہے۔ اس راستے میں ایک شہر آتا ہے ربوہ۔ اب اس کا نام چناب نگر حکومت نے رکھ دیا ہے۔ کیونکہ یہاں قادیانی کثرت سے رہتے ہیں اور پورے پاکستان میں قادیانیوں کا یہ مرکز ہے۔ آپ بارہ ربیع الاول شریف کو چناب نگر جائیں ہر سال چناب نگر میں دیوبندی وہابی جلوس سرکار کے میلاد کی خوشی میں نکالتے ہیں۔ جس کی قیادت مولوی منظور احمد دیوبندی چنیوٹی مجلس ختم نبوت کے مرکزی قائد مولوی اللہ وسایا دیوبندی اور ان کی جماعت کے پیر خان محمد کندیاں والے کرتے ہیں اسی طرح ہمارے سرگودہا شہر میں چند سال پہلے مفتی محمد شفیع فاضل دارالعلوم دیوبند بلاک نمبر ۱۰ کے خطیب ہر سال سرکار کی آمد کی خوشی میں جلوس نکالا کرتے تھے۔ مفتی صاحب سر پر پگڑی باندھ کر گھوڑے پر سوار ہو جاتے اور پورے سرگودھے کے بازاروں کا جلوس کی شکل میں چکر لگاتے پھر ان کی موجودگی میں سر قلندر سید حامد علی شاہ گجراتی علیہ الرحمتہ سرگودہا میں تشریف لائے آپ نے مفتی شفیع صاحب کو للکار کر کہا۔ مفتی صاحب تم جلوس نکالتے ہو لیکن تمہارے بڑوں نے تم جہاں سے پڑھ کے آئے ہو دیوبند نے تو جلوس کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے اگر جلوس میں شامل ہونا ہے تو دیوبند سے رابطہ ختم کر کے اپنے پکے سنی ہونے کا اعلان کرو ورنہ دوغلا پالیسی چھوڑ کر اپنے بزرگوں کے فتویٰ پر عمل کرو۔ اللہ اکبر۔ تو مفتی شفیع نے کہا شاہ صاحب آپ سید ہیں اب جلوس کی قیادت آپ سنبھال لیں یہ کام ہمارے بس کا نہیں۔ بتلائیے کیا جواب دیا۔ آپ دیکھیں جب محرم شریف کا چاند طلوع ہوتا ہے تو دیوبندی

تنظیم سپاہ صحابہ پورے پاکستان میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر جلوس نکالتی ہے۔ کیا یہ جلوس جائز ہے اور سرکار کی ولادت پر جلوس نکالنا ناجائز ہے۔ اگر ناجائز ہے تو ایمانداری سے فتویٰ لگائیں کہ جو لوگ بھی جلوس نکالتے ہیں مشرک ہیں بدعتی ہیں۔ علماء دیوبند سے فرقہ دیوبند سے اُن کا کوئی تعلق نہیں لُطف بھی آئے حق پرستی کا۔ پر یاد رکھو سُنّیوں یہ شرک بدعت کے فتوے صرف اور صرف تمہارے لئے اپنے جو مرضی کرتے رہیں ان کی توحید میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ حق و انصاف کا دامن تھامنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ یہ اُوپر سے اور ہیں اندر سے اور ہیں۔ اس لئے سُنّی کہتے ہیں۔

ایہہ نورِ نبی دے مُنکر نے ایمان اہناں دے ہلّے نے
ایہہ اُتوں اُتوں پکّے نے پر وِچوں وِچوں ہلّے نے
کتے چمکاں ویکھ نہ بُھل جاویں ایہہ بالکل جھوٹے تلّے نے
اصغر ایہہ اُلٹ زمانہ ایں ہُن دودھ دے راکھے بلّے نے

بہر حال علمائے دیوبند کی دوغلا پالیسی ہے کہ ناجائز بھی کہتے ہیں کرنے بھی جاتے ہیں۔ حرام بھی کہتے ہیں کھاتے بھی جاتے ہیں۔ الحمد للہ سُنّی جائز سمجھ کر جلوس نکالتے ہیں اور حلال سمجھ کر بزرگوں کے تبرک کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ مسلک حق اہلسنت کا دامن نصیب فرمائے۔ آمین۔ پاکستان میں ایک اور جماعت نکل آئی ہے جو اپنے آپ کو اہلحدیث کہلاتے ہیں حقیقت میں یہ غیر مقلدین اور گستاخ لوگوں کا ٹولہ ہے یہ بھی وہی بات کہتے ہیں جو دیوبندی کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا باپ دادا ایک ہی ہے۔ الحمد ثبوت

کے عقائد اور دیوبندیوں کے عقائد بالکل ایک جیسے ہیں۔ فرق صرف نام کا ہے۔ اور کچھ نہیں۔ تقلید آئمہ یہ عقائد میں داخل نہیں۔ جب ربیع الاول شریف آتا ہے تو یہ بھی وہی کہتے ہیں جو دیوبندی کہتے ہیں۔ کراچی کا ایک نجدی اہلحدیث مولوی عبدالرحمٰن سلفی نے میلاد شریف کے خلاف اپنی خباثت کا یوں اظہار کیا۔ یوم پیدائش منانا اسلام میں جائز نہیں۔ بلکہ یہ عیسائیوں کی رسم ہے مسلمانوں کو غیر مسلموں کے کسی فعل کی پیروی یا مشابہت سے منع کیا گیا ہے روزنامہ جنگ بروز اتوار ۲۳ ستمبر ۱۹۹۰ء بتلایئے یہ بھی وہی بات کر گیا جو دیوبندی کہتے ہیں۔ مولوی عبدالرحمٰن اتنا جاہل ہے کہ اس نے اپنے بزرگوں کی کتابوں کا مطالعہ بھی نہیں کیا اگر کر لیتا تو یہ حماقت نہ کرتا۔ اہلحدیثوں کے بہت بڑے محدث اور عالم شیخ الاسلام جن کا لقب ہے مولوی صدیق حسن بھوپالی اپنی کتاب الشمامۃ العنبریہ صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں کہ جس کو حضرت (یعنی نبی کریم علیہ السلام) کے میلاد کا حال سن کر فرحت (خوشی) حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں۔ اہلحدیثوں کا چوٹی کا بزرگ لکھتا ہے کہ جو سرکار کی آمد کی خوشی نہ کرے، سرکار کی آمد پر اللہ تعالیٰ کا شکر نہ بجا لائے وہ مسلمان نہیں۔ لیکن آج کل کے نجدی مولوی کہتے ہیں یہ عیسائیوں کی رسم ہے۔ بتایئے صدیق حسن بھوپالی مسلمانوں کے رسم و رواج سے واقف نہیں تھے۔ تم زیادہ دین کے ٹھیکیدار ہو کچھ خوفِ خدا کرو۔ اسی کتاب میں ایک مقام پر نواب صاحب یوں لکھتے ہیں کہ اس میں کیا برائی ہے کہ اگر ہر روز ذکر حضرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں کر سکتے تو ہر اسبوع (یعنی ہر ہفتہ) یا ہر ماہ میں التزام اس کا کریں۔ کسی نہ کسی

دن بیٹھ کر یا وعظ و سیرت یا ولادت ذات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کریں۔ پھر ماہ ربیع الاوّل شریف کو بھی خالی نہ چھوڑیں (اشاعۃ العنبر صد ۵) صدیق حسن صاحب تو فتویٰ دے رہے ہیں کہ سرکار کا ذکر پاک سرکار کی ولادت شریف ہر روز بیان کرو نہیں تو ہفتہ بعد یا مہینہ میں تو ایک مرتبہ لازمی کرو۔ لیکن یہ کیا کہتے ہیں کہ عیسائیوں کی رسم ہے۔ تُف ہے ایسی مسلمانی پر۔ اسی طرح ایک اور جماعت ہے جماعت اسلامی جو دیوبندیوں دہابیوں، تبلیغیوں، خارجیوں کا مجموعہ ہے۔ اس جماعت کے بانی تھے۔ مودودی صاحب وہ میلاد شریف کے بارے لکھتے ہیں کہ:۔

مودودی اور میلاد شریف

سب سے پہلے تو آپ کو یہ پوچھنا چاہیئے تھا کہ:۔

اسلام میں عید میلاد النبی کا تصور بھی ہے یا نہیں اس تہوار کو جسے ہادیٔ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کیا جاتا ہے۔ حقیقت میں اسلامی تہوار ہی نہیں۔ اس کا کوئی ثبوت اسلام میں نہیں ملتا حتیٰ کہ صحابہ کرام نے بھی اس دن کو نہیں منایا۔ افسوس اس تہوار کو دیوالی اور دسہرہ کی شکل دے دی گئی ہے۔ لاکھوں روپے برباد کر دیئے جاتے ہیں۔

(تنزیل ۳ جولائی ۱۹۶۶ء۔ توضیح البیان صد ۲۹۰) بقول مودودی صاحب کے اسلام میں عید میلاد کا تصور ہی نہیں۔ وقت کا ضیاع، پیسہ کا ضیاع اگر کوئی میلاد کرے تو وہ اسلام کے خلاف کرے گا۔ وقت اور پیسہ کا ضیاع ہوگا۔ پیسہ برباد ہوگا۔

اب آئیے دیکھتے ہیں کہ جماعت اسلامی نے اس فتوے پر عمل کیا ہے

یا نہیں؟ وہ ان تمام کاموں سے ہندوانہ رسموں سے بچیں ہیں کہ نہیں؟

سنیئے جماعت اسلامی کا اپنا اخبار روزنامہ جسارت کراچی کی خبر ہے کہ پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود نے کہا ہے کہ ملک میں اسلامی قوانین کے بعد قومی اتحاد نے وہ مثبت مقصد حاصل کر لیا ہے جس کے لئے اس نے انتھک اور مسلسل تحریک چلائی تھی وہ آج یہاں مسجد نیلا گنبد پر نماز ظہر کے بعد قومی اتحاد کے زیر اہتمام عید میلاد النبی کے عظیم الشان جلوس کے شرکاء سے خطاب کر رہے تھے۔ اس موقع پر قومی اتحاد کے نائب صدر نوابزادہ نصر اللہ خان امیر جماعت اسلامی پاکستان میاں محمد طفیل دفاقی وزیر قدرتی وسائل چودھری رحمت الٰہی اور مسلم لیگ چٹھہ گروپ کے سیکرٹری جنرل ملک محمد قاسم نے بھی خطاب کیا تقریروں کے بعد مفتی محمود اور دیگر رہنماؤں نے مسجد نیلا گنبد میں ہی نماز عصر ادا کی جس کے بعد ان رہنماؤں کی قیادت میں یہ عظیم الشان جلوس مختلف راستوں سے مسجد شہداء پہنچ کر ختم ہوا جہاں شرکاء جلوس نے مولانا مفتی محمود کی رفاقت میں نماز مغرب ادا کی۔ روزنامہ جسارت ۱۱ فروری ۱۹۷۹ء۔ آگے سنیئے۔ جماعت اسلامی کے ہیڈ کوارٹر منصورہ میں پہلی مرتبہ ۱۲ ربیع الاول کو جشن عید میلاد النبی منایا گیا۔ اس موقع پر منصورہ کے باہر سڑک کے دونوں طرف چراغاں کیا گیا تھا۔ فٹ پاتھوں پر جماعت کے جھنڈے بھی بڑی تعداد میں نصب کئے گئے تھے منصورہ لاہور کے اندر بھی چراغاں تھا۔ جب کہ جلسے کے اختتام پر لنگر کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔ جامع مسجد منصورہ میں نماز عصر کے بعد شروع ہونے والا جلسہ مغرب اور عشاء کی نمازوں کے وقفے کے ساتھ رات پونے گیارہ بجے تک جاری رہا

عصر سے مغرب تک محفل نعت خوانی میں معروف نعت خوان حضرات نے شرکت کی۔ جلسہ کے دوران فضا میں نعرہ تکبیر کے علاوہ نعرہ رسالت یا رسول اللہ۔ غلام ہیں رسول کے غلام ہیں۔ غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے۔ جو ہو نہ عشق مصطفیٰ تو زندگی فضول ہے۔ جیسے نعرے بھی گونجتے رہے۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور۔ ۲۰ جولائی ۱۹۹۷ء۔ اب لگائیے فتوی تمام جماعت والوں پر یہ بدعتی ہوئے کہ نہیں؟ انھوں نے ہندوؤں والا کام کیا کہ نہیں؟ مودودی صاحب کی روح تڑپی یا نہیں؟ بتلائیے ان کے فتوے غلط ہیں یا ان کا کردار غلط ہے؟ فیصلہ عوام پر ہے۔ الحمد للہ جو سُنّی کرتے ہیں وہ کہتے اور جو کہتے ہیں وہ کرتے ہیں۔ ان کی طرح نہیں کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔ اللہ تعالیٰ منافقانہ چال سے بچائے آمین۔

میرے دوستو! انشاء اللہ قیامت تک سرکار کے دیوانے مستانے اپنے آقا کا میلاد مناتے رہے ہیں اور مناتے رہیں گے اپنے تو اپنے، مسلمان تو مسلمان جب ربیع الاوّل شریف کا چاند طلوع ہوتا ہے۔ غیر مسلم جنہیں اسلام نصیب نہیں ہوا۔ جو سرکار پر ایمان نہیں لائے وہ بھی میلاد شریف کی خوشیوں میں شریک ہوتے ہیں کیونکہ میرا نبی عالمین کے ذرے ذرے کے لئے رحمت ہے۔ جو میرے نبی کے برکات محسوس کرتے ہیں وہ بھی بیتاب ہو کر سرکار کی بارگاہ میں عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں، کیسے تو سنیئے ایک ہندو جگن ناتھ کمال کرتار پوری یوں سرکار کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے۔

ربیع الاوّل آتے ہی جہاں میں تازگی آئی
گلستان تمنّا میں بہار سرمدی آئی!

اسی کی بارھویں شب بھی شبانِ دلبری آئی
ندا یہ غیب سے آئی کہ روحِ زندگی آئی
مجسّم ہو کے نورِ سرمدی آیا بشر ہو کر
جنابِ آمنہ کی گود میں آیا پسر ہو کر

ایک غیر مسلم سردار لچھمن سنگھ بسمل سرکار کی بارگاہ میں یوں عرض کرتا ہے۔

اِک جہالت کی گھٹا تھی چار سُو چھائی ہوئی تھی
ہر طرف خلقِ خدا پھرتی تھی گھبرائی ہوئی
شاخِ دینداری کی تھی بے طرح مرجھائی ہوئی
لہلہا اٹھی تری جب جلوہ آرائی ہوئی
تیرے دم سے ہو گئیں تاریکیاں سب منتشر
پا گئی راحت ترے آنے سے چشمِ منتظر

کالی داس گپتا یوں سرکار کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے۔

شگفتہ ہے کلی کلی حسین پھول پھول ہے
یہ روزِ بے مثال ہے ولادتِ رسول ہے

نوبت رائے شوخ یوں مدح سرائی کرتے ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم حبیبِ خدا بن کے آئے
وہ ہر دل کے دکھ کی دوا بن کے آئے

شیام سندر باصر کشمیری یوں عرض کرتے ہیں۔

دنیا کو تم نے آکر پُرنور کر دیا
اور ظلمتوں کو یکسر کافور کر دیا!

چرن سرن ناز مانک پوری بھی بولے کہ:۔

؎ جس پر بشر کو ناز ہے ایسا بشر پیدا ہوا
صاحب خرد پیدا ہوا صاحب نظر پیدا ہوا

ضیائے حرم رحمت للعالمین ص۳۹۵، ۳۹۷

غیر مسلم تو سرکار کی بارگاہ میں نذرانے پیش کر رہے ہیں۔ عقیدت کی لڑیاں نچھاور کر رہے ہیں پر کلمہ پڑھنے والے مومن کہلانے والے اعتراض کر رہے ہیں، سوال کر رہے ہیں عموماً آپ نے دیکھا ہوگا۔ جب ربیع الاوّل شریف آتا ہے سرکار کے غلام میلاد شریف کی محفلیں سجاتے ہیں تو چند سوالات کئے جاتے ہیں ایک سوال یہ ہوتا ہے۔

ایک سوال کہ تم لوگ سرکار کے میلاد پر کہتے ہو کہ ہم عید میلاد النبی کی خوشی کر رہے ہیں۔ یہ عید کا لفظ کہاں سے لگا لیا ہے۔ عیدیں تو سال میں صرف دو ہیں۔ عید الفطر یا عید الاضحیٰ یہ تیسری عید تم نے کہاں سے بنا لی ہے؟ خارجی مولوی اس پر بڑا شور مچاتے ہیں۔ لوگوں سے کہتے ہیں میلاد منانے والوں سے پوچھو۔

جواب میرے دوستو! جواب عرض کرنے سے پہلے یہ عرض کر دوں کہ یہ لوگ شور کیوں برپا کرتے ہیں کہ بس جی عیدیں دو ہی ہیں اور کوئی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ جانتے ہیں کہ ہم جتنا زیادہ شور مچائیں گے ہمیں فطرانہ اور کھالیں اتنی ہی زیادہ ملیں گی۔ عید الفطر پہ فطرانہ اور قربانی پر کھالیں۔ عید میلاد النبی کا نام نہیں لیتا کیونکہ اس عید پہ ملتا کچھ نہیں بلکہ لوگ کہیں گے مولوی صاحب کچھ آپ بھی حصہ ملا لیں یہ دینے سے

گھبراتا ہے۔ اس لئے شور مچاتا ہے حرام ہے نہ حلال کہوں گا نہ کچھ دینا پڑے گا۔ اب آیئے لفظ عید کی تحقیق کی طرف۔ عید کا معنی ہے خوشی کا دن۔ میرے دوستو سرکار کے غلاموں کے نزدیک کملی والے کی ولادت کے دن سے بڑھ کر اور کوئی خوشی کا دن نہیں اور کوئی عید کا دن نہیں۔ یہ کہنا کہ اسلام میں صرف دو عیدیں اور کوئی نہیں یہ جاہلوں والی بات یہ کم عقلی اور دین سے دوری والی بات ہے۔

آیئے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ عیدیں سال میں دو نہیں، بلکہ دو سے زیادہ ہیں۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلیل القدر صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا

اے میرے صحابہ جمعہ کا روز عید کا روز ہے۔	يَوْمُ الْجُمُعَةِ عِيدٌ

لہٰذا عید کے دن روزہ نہ رکھا کرو۔ ہاں اگر پہلے یا بعد میں رکھو تو جمعہ کے دن بھی روزہ رکھ لیا کرو۔ المستدرک شریف جلد ۱ ص ۶۰۳۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ عید جمعہ کے دن آگئی۔ جیسے ہمارے دور میں بھی اکثر آتی رہی ہے۔ بعض لوگ بڑے گھبراتے ہیں کہ دو خطبے اکٹھے ہو جائیں گے یہ عید ہم پر بھاری ہو جاتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے دو خطبے سننے سے اس کی رحمت اور زیادہ ہو گی لیکن جاہل لوگوں نے طرح طرح کی باتیں بنا رکھی ہیں۔ خیر تو حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں جب جمعہ کو عید آئی تو سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبے کے درمیان اپنے صحابہ سے فرمایا اے میرے صحابہ عرض کی گئی۔ جی آقا فرمایا۔

قَدْ اِجْتَمَعَ فِیْ یَوْمِکُمْ هٰذَا عِیْدَانِ | اللہ تعالیٰ نے آج تمہارے لیے دو عیدیں جمع فرما دی ہیں۔ ایک عید اور دوسرا جمعہ ہر جمعہ بھی عید

ہی ہے۔ المستدرک شریف۔ کتاب الجمعہ۔

پتہ چلا کہ جمعہ بھی عید ہے۔ اب سرکار فرماتے ہیں کہ جمعہ بھی عید ہے۔ یہ مولوی کہتا ہے نہیں جی صرف دو عیدیں ہیں۔ اب نتیجہ کیا نکلا کہ عید الفطر ایک عید، عید الاضحیٰ دوسری عید اور جمعہ تیسری عید اچھا صاحب عید الفطر اور عید الاضحیٰ تو سال بعد عید آتی ہے، جمعہ کتنے دن بعد آتا ہے۔ آٹھ دن بعد اب مہینے میں چار جمعے آئیں تو سال میں تقریباً باون ۵۲ جمعے آئیں گے تو باون عیدیں تو یہ ہو گئیں۔ دو پہلے والی چون ۵۴ اسی طرح حج کا دن بھی مسلمانوں کے لئے عید کا دن ہے۔ حضرت عمار بن ابی عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی شریف میں اپنے شاگردوں کو درسِ قرآن دے رہے تھے بہت سارے لوگ یہ درس سننے کے لئے بیٹھے تھے۔ اُن سننے والوں میں ایک یہودی بھی تھا۔ حضرت ابن عباس نے قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں اور ان کا مطلب اور مقصد شاگردوں کو سمجھایا اُن آیتوں میں سے ایک آیت یہ بھی تلاوت کی،

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ | اس کا مطلب شانِ نزول شاگردوں کو بتایا وہ یہودی بول اٹھا اے ابن عباس

لَوْ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ عَلَیْنَا اگر یہ عظمت والی شان والی آیت ہمارے نبی سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوتی تو لَاتَّخَذْنَا یَوْمَهَا

عیسٰی اگر تو ہم یہودی لوگ اس کے نازل ہونے والے دن کو عید بنا لیتے۔ ترمذی شریف جلد ۲ تفسیر سورۃ المائدہ۔ سیدنا ابن عباس نے جب اس یہودی کی بات سنی تو فرمایا۔ فَاِنَّھَا نَزَلَتْ فِیْ یَوْمِ عِیْدَیْنِ اے یہودی تم تو ایک عید کی بات کرتے ہو جس دن ہمارے آقا پر یہ آیت نازل ہوئی تھی اس دن ہماری دو عیدیں جمع تھیں۔ یہودی بولا وہ دو عیدیں کون سی۔ فرمایا فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ وَیَوْمِ عَرَفَۃَ اس دن جمعہ تھا۔ جمعہ بھی مسلمانوں کے نزدیک عید ہے اور حج کا دن تھا۔ حج کا دن بھی مسلمانوں کے نزدیک عید کا دن ہے۔ مولوی کہتا ہے عیدیں صرف دو ہیں۔ سرکار کا صحابی فرماتا ہے عرفہ کا دن بھی عید ہے۔ بولو سنیو وہابی کی بات مانیں یا صحابی کی؟ ہم تو صحابی کی بات مانیں گے کیوں؟ اس لئے کہ وہابی جھوٹا فراڈیا اور شاطر ہو سکتا ہے پر میرے نبی کا صحابی ان چیزوں سے پاک ہے۔ کتنی عیدیں ہو گئیں چھپن اب چھپن نمبر پہ ہے۔ عید میلاد النبی اگر یہ عید نہ ہوتی اگر آمنہ کا لال دنیا میں تشریف نہ لاتا تو نہ عید الفطر ملتی نہ عید الاضحٰے ملتی نہ حج کا دن بنتا نہ جمعہ کی عید نصیب ہوتی۔ یہ سب عیدیں صدقہ ہے۔ سیدہ آمنہ کے لال کا کسی عاشق نے کیا خوب کہا کہ۔

ایک پلڑے میں وہ سب اور ایک پلڑے میں یہ ایک
ساری عیدوں سے نہیں کم عید میلاد رسول
جس دل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں ہوتی
اس پر برسے اللہ عزوجل کی رحمت نہیں ہوتی
یہ میرا عقیدہ ہے کہ اگر ذکرِ خدا میں!
یہ نام نہ ہو شامل تو عبادت نہیں ہوتی

پتہ چلا عید صرف دو نہیں سال میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ بہت سی عیدیں نصیب فرماتا ہے۔ عید الفطر، عید الاضحیٰ، جمعہ کے علاوہ میرے نبی نے فرمایا ایام تشریق کے دن بھی ہمارے نزدیک عید کے دن ہیں۔ ایام تشریق نو۹ ذوالحجہ سے لے کر تیرہ۱۳ ذوالحجہ کی عصر تک ہیں ان میں ہر نمازی فرض نماز کے بعد تکبیریں پڑھتا ہے۔ المستدرک شریف جلد ۱ صفحہ ۶۰۰۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے آمین۔ ایک دوسرا سوال کیا جاتا ہے۔

دوسرا سوال کہ جشن میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے جلوس اور اجتماعات صرف پاک و ہند میں ہی منائے جاتے ہیں اور کسی جگہ پر نہیں۔ مکہ شریف مدینہ شریف جہاں سرکار تشریف لائے وہاں نہیں منائے جاتے۔

جواب اس کے بارے گزارش یہ ہے کہ پاک و ہند میں جو جلوس اور اجتماعات کا طریقہ شروع ہوا ہے۔ اس کا آغاز بھی مکہ شریف اور مدینہ شریف سے ہی ہوا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ آج کل یہ جشن میلاد نہیں منایا جاتا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلے بھی کبھی نہیں ہوا تھا۔ سعودی اور نجدی حکومت سے پہلے جب ترک حکومت تھی اس وقت وہاں جلوس بھی نکلتے اور محافل میلاد بھی ہوتیں۔ ۱۹۲۵ء کو جب نجدیوں نے راتوں رات حملہ کر کے ترکیوں سے بزور طاقت حکومت چھین لی تو انہوں نے یہ سلسلہ بند کر دیا۔ سعودی اور نجدی حکومت کی آمد سے پہلے آپ تاریخ عرب اور اخبارات کا مطالعہ کریں تو آپ کو پتہ چلے گا عرب کے لوگ کیسے اپنے آقا کا جلوس اور جشن مناتے تھے۔ مکہ شریف سے ایک اخبار عربی میں شائع ہوتا ہے اَلْقِبْلَة

اس اخبار نے ۱۹۱۷ء جنوری میں ترکی حکومت کے دور میں جو جلوس نکلا اس کی آنکھوں دیکھی رپورٹ پیش کی اس کا ترجمہ اور خلاصہ لاہور سے ماہنامہ طریقت رسالہ نکلتا اس نے پیش کی ہم وہی عبارت من وعن پیش کرتے ہیں۔

"گیارہویں ربیع الاوّل کو مکہ مکرمہ کے در و دیوار عین اس وقت توپوں کی صدائے بازگشت سے گونج اٹھے۔ جبکہ حرم شریف کے مؤذن نے نماز عصر کے لئے اللہ اکبر، اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ سب لوگ آپس میں ایک دوسرے کو عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر مبارک باد دینے لگے۔ مغرب کی نماز ایک بڑے مجمع کے ساتھ شریف حسین نے حنفی مصلّٰی پر ادا کی۔ نماز سے فراغت پانے کے بعد سب سے پہلے قاضی القضاۃ نے حسب دستور شریف صاحب کو عید میلاد کی مبارک باد دی۔ پھر تمام وزراء ارکان سلطنت ایک عام مجمع کے ساتھ جس میں دیگر اہلیان شہر بھی شامل تھے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام ولادت کی طرف روانہ ہوتے۔ یہ شاندار مجمع نہایت انتظام واحتشام کے ساتھ کے ساتھ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی ولادت والی جگہ کی طرف روانہ ہوا۔ قصر سلطنت سے سرکار کی ولادت گاہ تک راستے میں دو رویہ اعلیٰ درجے کی روشنی کا انتظام تھا۔ اور خاص کر سرکار کی ولادت گاہ تو اپنی رنگ برنگ روشنی سے رشک جنّت بنا ہوا تھا۔ زائرین کا یہ مجمع وہاں پہنچ کر مؤدّب کھڑا ہو گیا۔ ایک آدمی نے بڑے پیارے طریقے سے سرکار مدینہ کی سیرت پاک پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد شیخ فواد نائب وزیر خارجہ نے ایک پیاری سی تقریر کی۔ آخر میں ایک نعتیہ قصیدہ پڑھا گیا۔ جس کو سن کر سامعین وجد میں آ گئے۔ عید میلاد کی خوشی میں تمام دفاتر، کچہریاں، اور مدارس بارہ ربیع الاوّل

کو ایک دن کے لئے بند کر دیئے گئے" اس طرح یہ خوشی اور سرور کا دن ختم ہو گیا۔
خدا سے دعا ہے کہ وہ اسی سرور اور مسرت کے ساتھ یہ دن پھر نصیب فرمائے
آمین۔ ماہنامہ طریقت لاہور مارچ ۱۹۱۷ء ص ۲۳-۲۱۔ ضیائے حرم رحمت للعالمین
نمبر ص ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ جشن میلاد النبی کی شرعی حیثیت ص ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ اسی
طرح مدینہ شریف میں بھی سرکار کا میلاد ہوتا تھا۔ حضرت علامہ مفتی عنایت اللہ
کاکوروی تاریخ حبیب الٰہ ص ۱۵ پر لکھتے ہیں۔ حرمین شریفین اور اکثر بلاد اسلامیہ
میں عبارت ہے کہ ماہ ربیع الاوّل میں محفل میلاد شریف کرتے ہیں اور
تمام مسلمان اکٹھے ہو کر سرکار کا میلاد پڑھتے ہیں اور درود پاک کی کثرت کرتے
ہیں اور کھانا شیرینی تقسیم کرتے ہیں۔ بارھویں ربیع الاوّل کو مدینہ منورہ
میں یہ محفل متبرک مسجد نبوی شریف میں ہوتی ہے۔ جشن میلاد النبی کی شرعی
حیثیت ص ۲۰۳۔ پتہ چلا مکہ شریف میں مدینہ شریف میں ہمیشہ میلاد شریف
ہوتا تھا۔ لیکن جب سے نجدی حکومت حرمین شریفین پر مسلط ہوئی ہے سرکاری
طور پر یہ سلسلہ بند کر دیا گیا ہے۔ لیکن آپ ربیع الاوّل میں مدینہ شریف مکہ شریف
جائیں اب بھی جائیں تو لوگ اپنے اپنے گھروں میں اپنی طاقت کے مطابق
سرکار کی خوشی مناتے ہیں۔ لیکن ظاہر نہیں کرتے کہیں نجدی حکومت تکلیف
نہ دے۔ نجدی حکومت ہمیشہ تو نہیں رہے گی۔ ان شاء اللہ ایک دن یہ بھی ختم
ہو جائے گی۔ مگر سرکار کا میلاد قیامت تک ہوتا رہے گا۔ یہ تو سعودی عرب
کی بات ہے۔ عرب کے دوسرے علاقے مثلاً مصر، یمن، شام میں ہر سال سرکاری
طور پہ بارہ ربیع الاوّل کو چھٹی ہوتی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جشن
میلاد منایا جاتا ہے۔ اسی طرح لیبیا، ایران، جنوبی افریقہ، عراق اور دیگر اسلامی

ممالک میں چلے جائیں۔ بڑی دھوم دھام سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جشن میلاد منایا جاتا ہے۔ میرے دوستو کوئی منائے یا نہ منائے تو اپنے آقا کا جشن مناتے جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی دعائیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں لیتے جاؤ یہ جو منع کرتے ہیں ان کو کملی والے سے دشمنی ہے یہ اور کاموں سے منع نہیں کرتے۔ لیکن جب سرکار کے پیار کی بات کی جائے فوراً بدعت شرک کے فتوے ان کو یاد آجاتے ہیں۔ دیکھو ناں مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندیوں کا قطب الوقت یہ کیا دشمنی رسول کا مظاہرہ کرتا ہے۔ مولوی رشید احمد صاحب سے کسی نے پوچھا کہ میلاد شریف کی مجلس کرنا یہ درست ہے کہ نہیں۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ انعقاد مجلس مولود بہر حال ناجائز ہے۔ تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۳۰، ۱۳۰ یہ میلاد شریف کیوں منع کیا گیا کہ سرکار کی آمد کی خوشی میں مسلمان صدقہ خیرات کرتے ہیں۔ سرکار کی سیرت طیبہ کے جلسے کرتے ہیں گھروں اور مسجدوں کو سجایا جاتا ہے یہ ہمارے ساتھ دشمنی نہیں بلکہ براہِ راست سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دشمنی ہے۔ اچھا صاحب ایک آدمی آیا۔ اس نے سوال کیا کہ حضرت بچوں کی سالگرہ کرنا اور خوشی میں کھانا کھلانا جائز ہے کہ نہیں؟ جواب ملتا ہے۔ سالگرہ یادداشت عمر اطفال کے واسطے کچھ حرج معلوم نہیں ہوتا اور سال کے بعد وجہ اللہ تعالیٰ کھانا کھلانا بھی درست ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۵۶۸ حد نہیں ہو گئی۔ مولوی صاحب کے دوغلا پالیسی کی کہ میلاد شریف تو ناجائز ہے اور سالگرہ جائز ہے۔ میلاد شریف میں بھی کھانا کھلایا جاتا ہے مکان مسجد سجائی جاتی ہے خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ دوستوں کو بلا کر کھانا کھلایا جاتا ہے۔ وہاں بھی خوشی

یہاں بھی خوشی میلاد نا جائز، سالگرہ جائز۔ اگر میلاد نا جائز ہے کہ سرکار نہیں منایا صحابہ نے نہیں منایا۔ ولیوں نے نہیں منایا۔ تو مولوی صاحب ذرا وہ کتاب ہمیں بھی دکھائیں جس میں یہ بات موجود ہو کہ سرکار نے اپنی سالگرہ منائی ہو۔ صحابہ نے منائی ہو اولیاء کرام نے منائی۔ لیکن کسی کتاب میں یہ مسئلہ موجود نہیں، بلکہ سالگرہ تو عیسائی مناتے ہیں۔ انگریزوں کا طریقہ ہے۔ ہمیں طعنہ دیا جاتا ہے یہ میلاد منانا ہندوؤں اور عیسائیوں کا طریقہ ہے۔ الحمدللہ ہم تو عیسائیوں اور ہندوؤں والا طریقہ نہیں اپناتے۔ یہ نجدیوں اور دیوبندیوں کا طریقہ ہے۔ یہ سب مولوی صاحب نے کیوں لکھا کہ میلاد نا جائز اور سالگرہ جائز اس لئے کہ یہ اصل میں نبی کے دشمن انگریز کے ایجنٹ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سرکار کی گستاخی بے ادبی سے محفوظ فرمائے۔ جب تک ہم جئیں تو نبی پاک کے غلام ہو کر، جب مریں تو سرکار کے غلام ہو کر، حشر میں اٹھیں تو کملی والے کے گدا ہو کر۔ زبان پر کلمہ ہو، سینے میں اللہ تعالیٰ اور پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کی شمع ہو پھر سب سنیوں کا بیڑا پار ہو۔ ان شاء اللہ۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ o

طالبِ دعا:

ابوالوفا قادری فیض المصطفیٰ عتیقی

حال خطیب جامع مسجد غوثیہ، غوثیہ چوک مقام حیات سرگودھا

۲۸ شوال المکرم بروز ہفتہ ۱۴۲۰ھ

علماء خطباء مقررین اور عوام کے لیے انمول خزانہ

علامہ قاری فیض المصطفےٰ اعتقی

ذوق خطیب

اول
میلاد شریف کی اہمیت
انگوٹھے چومنے کا جواز
میلاد کے فوائد نور نبی ﷺ پر بحث

دوم
سرکار کے والدین ؓ۔ ولادت شریف
جشن میلاد کا جواز

سوم
دائی حلیمہ رضی اللہ عنہا
شریعت مصطفیٰ ﷺ پر بحث

چہارم
ذکر مصطفیٰ ﷺ ۔ وفات مصطفیٰ ﷺ
حیات مصطفیٰ ﷺ پر نفیس دلائل

ماہ اجمیر

شان ولایت۔ ولی کی تعریف
خواجہ معین الدین چشتی ؒ کی سیرت پر مکمل بحث

امامت کا حقدار کون؟

اہلسنت وجماعت کی نماز کس امام
کے پیچھے ہوسکتی ہے بہترین رسالہ

سلطان کربلا

اول
مقام اہلبیت۔ اہلبیت کون
محبت صحابہ واہلبیت
شان حسنین ؓ پر مکمل بحث

دوم
ولادت حسین ؓ۔ رخصتی مدینہ
ماتم حسین ؓ پر نفیس بحث

سوم
امام مسلم ؓ کی شہادت بچوں کی
مکہ سے کربل یوم عاشورہ

چہارم
شہادت حضرت حر ؓ حضرت وہب
حضرت علی اکبر ؓ حضرت عباس ؓ حضرت
شہادت حضرت امام حسین

پنجم
شہادت کے بعد کے واقعات
ابن زیاد کا دربار
یزید کا دربار۔ واپسی

ششم
قاتلان حسین ؓ
یزید اپنے آئینے میں
یزید کے حامیوں کا

خطبات فیض عتیقی — مکہ اور مدینہ

خطبات فیض عتیقی — سیرت امام اعظم

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد
041-2626046

ذوقِ خطیب

تالیف

ابوالوفا قاری

فیض المصطفےٰ عتیقی

مکتبہ نوریہ رضویہ

ذوقِ خطیب

سوئم

تالیف

ابوالوفا قاری فیض المصطفےٰ اعتیقی

مکتبہ نُوریہ رضویہ۔ گلبرگ اے فیصل آباد
☎ 626046

نام کتاب ——— ذوقِ خطیب (حصہ سوئم)

مولف ——— ابوالوفا قاری فیض المصطفیٰ عتیقی

خطیب جامع مسجد عزیزیہ

واٹر سپلائی روڈ سرگودھا فون 700405

طابع ——— سید حمایت رسول قادری

کتابت ——— عبدالعزیز خوشنویس فیصل آباد

ایڈیشن ——— اوّل

تعداد ——— ایک ہزار

صفحات ——— ۴۴۸

سن اشاعت ——— دسمبر ۲۰۰۲ء

ناشر ——— مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

قیمت ——— روپے

ملنے کے پتے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ لاہور فون 7313885

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد فون 626046

عتیقی کتب خانہ جامع مسجد عزیزیہ واٹر سپلائی روڈ سرگودھا

الانتساب۔

فقیر اپنی اس تالیف کو امام الانبیاء، حبیبِ کبریا، سرکارِ مدینہ، سُرورِ قلب و سینہ، راحتِ دل و جاں، جانِ کائنات، بے سہاروں کے سہارا، یتیموں کے ماویٰ و ملجا، شفیع المذنبین، سدرہ کے راہی، اللہ تعالیٰ کے پیارے ماہی، صدیق کے آقا عمر کے مولا، عثمان کے سردار، علی کے دیر، فاطمہ کے بابا حسنین کریمین کے پیارے نانا سیدنا و مولانا حضرت

محمد رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

کے نام منسوب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یار فقیر کی اس کاوش کو قبول فرما کر ایک نظر رحمت فرما دے تو بیڑا پار ہو جائے۔

سگِ کوچۂ دیارِ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

ابوالوفا قاری فیض المصطفےٰ اعتیقی،

اَلنَّذر

فقیر اپنی یہ تالیف سرکارِ مدینہ، نورِ مجسم، کائنات کے والی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیاری رضاعی اماں، سیدہ، طیبہ، طاہرہ، حضرت اماں،

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کے نذر کرتا ہے۔ تاکہ سیدہ حلیمہ کی وساطت سے کملی والا خوش ہو جائے۔

سیدہ حلیمہ کے توسل سے پھر فقیر اپنی تالیف اپنی سگی والدہ محترمہ مخدومہ، جنابہ، عزت مآب،

حلیمہ بی بی صاحبہ

کی نذر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری والدہ ماجدہ پر اپنی کروڑ کروڑ ہا رحمتوں کا نزول فرمائے۔

آمین ثم آمین

ابوالوفا قاری فیض المصطفٰے اعتیقی

الاھدا۔

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، عُمدۃ الواصلین، زُبدۃ العارفین، حامیِ سُنّت، ماحیِ بدعت، عاشقِ مدینہ، صُوفی باصفا، فنا فی الرسول

حضرتِ علامہ مولانا محمد الیاس قادری امیرِ دعوتِ اسلامی دامت برکاتہم العالیہ

کے حضور ہدیہ پیش کرتا ہوں۔

جنہوں نے پاکستان کے چپے چپے پر پاکستان میں نہیں پوری دنیا میں دعوتِ اسلامی کے جھنڈے گاڑ کر لوگوں کے دِلوں میں عشقِ مُصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی گرمی پیدا کردی، اللہ تعالیٰ قبلہ قادری صاحب کو عُمرِ نوح علیہ السّلام عطا فرمائے۔

آمین ثُم آمین

سگِ غوثیت:۔

ابوالوفا قاری فیض المصطفےٰ عتیقی نقشبندی قادری سیالوی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

ھدیۂ تبریک

آج سے تقریباً پانچ سال پہلے کی بات ہے۔ بندہ ناچیز چاندنی مسجد محمدی کالونی گلی نمبر ۴، سرگودھا میں نماز جمعہ پڑھنے کے لئے گیا۔ جمعہ کے بعد مسجد کے خطیب صاحب نے اعلان کیا کہ آج رات بعد نمازِ عشاء اسی مسجد میں شانِ اولیاء پر ایک جلسہ ہوگا جس میں خطیب پاکستان، مناظرِ اسلام، حضرت علامہ قاری ابوالوفا فیض المصطفےٰ عتیقی خطاب فرمائیں گے۔ تمام دوست ضرور تشریف لائیں۔

میں نے اس سے پہلے بھی علامہ عتیقی صاحب کا بڑا نام سنا تھا لیکن سننے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ میں نے سوچا آج ان شاء اللہ ضرور علامہ عتیقی صاحب کو سننا ہے۔ رات کو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے حاضری ہوئی۔ حسبِ معمول تلاوت، نعت کے بعد علامہ عتیقی صاحب کی تقریر شروع ہوئی۔ تقریر مختصر تھی مگر سن کر بڑا لطف آیا، بڑا سرور آیا۔ جلسے کے بعد ہر بندہ کہتا تھا کہ واقعی عتیقی عتیقی ہے۔

اس تقریر کے بعد میں نے مکمل ارادہ کر لیا کہ اب ان شاء اللہ جمعہ عتیقی صاحب کے پیچھے پڑھنا ہے۔ جب جمعہ پر حاضری ہوئی تو مسجد بظاہر بڑی چھوٹی تھی لیکن لوگ بڑے تھے۔ بڑی مشکل سے جگہ ملی۔ میں بیٹھ گیا۔ تقریر شروع کی تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ علامہ عتیقی نے خطاب فرمایا۔ تقریر کیا تھی ہر حرف عشقِ رسول

علیہ الصّلوٰۃ والسّلام میں ڈوبا ہُوا تھا۔ پھر سوال آنے شروع ہو گئے۔
علامہ عتیقی نے ایسے جواب دیئے کہ مسلکِ حق اہلسنت وجماعت بریلوی سُورج کی طرح واضح روشن کر دیا۔ دِل کو بڑا کیف آیا کہ یار علامہ عتیقی صاحب صرف مقرر ہی نہیں بلکہ یہ تو بہت بڑے علامہ اور مناظر بھی ہیں۔ میں نے اس کے بعد ارادہ کر لیا کہ اب میں جہاں بھی ہُونگا جُمعہ علامہ عتیقی کے پیچھے ہی پڑھنا ہے۔

اَلحمدُ لِلّٰہ پانچ سال ہو گئے ہیں۔ علامہ عتیقی کے خطابات سُنتے ہُوئے ہر جُمعہ پر نیا خطاب، نیا موضوع، نئی تقریر، وقت ختم ہو جاتا ہے پر علامہ عتیقی کا بیان ختم نہیں ہوتا۔ پھر بیان میں بڑی چاشنی بڑی شیرینی بڑی لذت ہے۔ یہ سب میرے اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔ علامہ عتیقی صاحب پہ دِل کرتا ہے علامہ صاحب تقریر کرتے رہیں ہم سُنتے رہیں۔ خطاب کا انداز نرالا، تقریر کے بیان کا سٹائل منفرد، تحقیق بھی، عشق بھی، قرآن بھی، حدیث بھی، گرج بھی، سُر بھی، پھر ہر خطاب مُفصّل۔

پچھلے دنوں علامہ عتیقی نے حضرت یُوسف علیہ السّلام کی شان شروع فرمائی۔ اٹھارہ جمعے پر خطاب فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی شان شروع فرمائی۔ گیارہ جُمعے خطاب فرمایا۔ پھر ہر جُمعہ کے خطاب پر پونے دو دو گھنٹے۔ کمال ہے۔ اتنی تحقیق، اتنی تفصیل ہم نے نہیں سُنی۔ پھر جب خطاب شروع ہوتا تو اسی طرح عشقِ رسُول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام میں ڈُوب کر ہوتا ہے کہ ہر آنکھ پُرنم ہو جاتی ہے۔ ہر دِل پر چوٹ لگتی ہے۔ لگتا ہے یہ محفل پاکستان میں نہیں سرکارِ مدینہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے شہر مدینہ پاک میں سرکارؐ کے در کے سامنے ہو رہی ہے۔ ہمارے سرگودھا شہر میں اور آس پاس بڑے بڑے خطیب ہیں پر علامہ عتیقی

صاحب وہ سدابہار خطیب ہیں جن کے علم اور خطبات کی گواہی غیر مسلک والے بھی دیتے ہیں کہ یار واقعی عتیقی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بڑا ملکہ بڑا بیان کا طریقہ عطا فرمایا ہے کہ دنیا ان کے خطاب پر کھینچی چلی آرہی ہے۔ جمعہ پر مسجد عزیزیہ کا باہر والا روڈ بلاک ہو جاتا ہے۔

علامہ عتیقی صاحب کا سب سے بڑا کمال یہ ہے۔ آپ نہایت سادے کوئی فخر نہیں کوئی غرور نہیں کوئی وڈیائی نہیں پھر یاروں کے یار ہیں جس نے بلایا جب بلایا اگر ٹائم ہے تو انکار کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔

۵ اگست ۱۹۹۸ء کو میری والدہ ماجدہ وفات فرما گئیں، اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔ میں نے اُن کا چالیسواں جمعہ کے دن رکھا۔

علامہ عتیقی صاحب کے پاس حاضر ہوا۔ حضور آپ نے صبح دس بجے تشریف لا کر میری والدہ کے ختم میں شریک ہو کر تھوڑا سا خطاب بھی فرمانا ہے۔ ٹائم بڑا مختصر تھا لیکن اس کے باوجود آپ تشریف لائے۔ خطاب فرمایا۔ سوال جواب بھی ہوئے۔ لوگ سن کر جھومتے رہے۔

اسی طرح پھر سال کے بعد ختم شریف آیا۔ علامہ عتیقی صاحب کو پھر دعوت دی۔ آپ تشریف لائے اور محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مفصل بیان فرمایا جو کہ وڈیو آڈیو میں خطاب بھرا گیا۔ پورے علاقے کے لوگ آج بھی سن کر محظوظ ہو رہے ہیں۔

آپ کے خطاب کے بے شمار آڈیو ڈیو کیسٹیں دستیاب ہیں ہر جمعہ پر لوگ دُور دُور سے جب جمعہ پڑھنے کے لئے آتے ہیں ہر خطاب کی کیسٹیں لے جاتے ہیں۔ آپ اندازہ فرمائیں صرف پانچ ماہ کے جمعوں پر علامہ عتیقی صاحب کی پندرہ سو کیسٹیں خطاب کی لوگ لے چکے ہیں۔

علامہ عتیقی صاحب جس جگہ پر خطیب ہیں ان کے ساتھ ہی ایک دوسرے فرقے کے خطیب بھی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے علامہ عتیقی صاحب نے اپنی مسجد میں عشقِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ شمع جلا رکھی ہے کہ لوگ اُس ظلمت کی طرف دیکھتے بھی نہیں پھر کمال یہ ہے کہ جس موضوع پر تقریر شروع کرتے ہیں وہی موضوع آخر تک چلتا ہے۔

مقررین کی عادت ہوتی ہے کہ تقریر کے دوران کوئی واقعہ اِدھر کا لیا۔ کوئی اُدھر کا ٹائم پورا ہو گیا۔ لیکن علامہ عتیقی کا یہ منفرد انداز ہے جو شروع کیا وہ ہی ختم بھی کیا۔

مَیں دعوے سے کہتا ہوں کہ میری نظر نے علامہ عتیقی صاحب جیسا بے باک، نڈر، حسنِ صورت، حسنِ سیرت جیسا حافظ قاری مقرر، مناظر، خطیب، علامہ نہیں دیکھا۔ اِس لئے مَیں دوستوں کو بھی کہتا ہوں کہ جمعہ پر سُرور لینا ہے تو عزیزیہ مسجد میں جمعہ آکر پڑھو۔ انشاء اللہ پورا ہفتہ دل باغ باغ رہے گا۔

مَیں آخر میں دِل کی گہرائیوں سے دُعا کرتا ہوں کہ خالقِ کائنات اپنے محبوب کے صدقے سیدنا غوث پاک کے توسل سے سیدنا امام حسین کے وسیلے سے علامہ عتیقی جیسے عاشقِ مدینہ کے عِلم میں، عمل میں، آواز میں، عُمر میں، جان میں، کاروبار میں، بال بچوں میں، دِن رات ترقی عطا فرمائے۔ اِن کا سایہ ہم پر تا دیر دائم قائم فرما، اور اِن جیسے عالموں کے صدقے سے اللہ تعالیٰ مجھ فقیر پر بھی اپنا خصوصی کرم فرما کر دین دُنیا کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین ثم آمین

والسلام

خادم اہلسنت، ٹھیکیدار محمد اشرف نقشبندی مُغل المعروف بھولا
مکان نمبر ۱۸ بی گلی نمبر ۲، برہان کالونی سرگودھا

۲۸ ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ
بروز بُدھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ط

نگاہِ اوّل

تمام تعریفوں کے لائق وہ ذات ہے جس نے ساری کائنات تخلیق فرما کر اُس کے حُسن وجمال کو دوبالا فرمایا۔ پھر کروڑہا درود و سلام ہوں اُس آمنہ رضی اللہ عنہا کے دُرِّ یتیم پر جس کے صدقے خالقِ کائنات نے اس ساری بزم کو سجایا۔

معزز ناظرینِ کرام! فقیر نے آج سے چند سال پہلے تحریری میدان میں قدم رکھا۔ اِس میدان میں آنے سے پہلے فقیر کو اِس کی کوئی سُوجھ بُوجھ نہیں تھی بس خالقِ کائنات کے کرم پر اور اس کے سہارے پر اور اس کے پیارے حبیب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی رحمت کے پیشِ نظر یہ سلسلہ شروع کیا۔ مَیں سوچتا تھا کہ تحریری میدان بڑا وسیع اور گہرا ہے۔

اِس میدان میں بڑے بڑے تحریر کے سلطان اور بادشاہ موجود ہیں۔ مَیں کیا میری اوقات کیا۔ پر میری سوچ پر خالقِ کائنات کی قدرت مسکرا رہی تھی گویا وہ فرما رہی تھی۔ عتیقی ٹھیک ہے تو کچھ بھی نہیں ٹھیک ہے۔ تو ناتجربہ کار ہی سہی ٹھیک ہے۔ تیرے پاس کچھ ہی نہ سہی۔ پر ہے تو میرے یار کا غلام ہے تو کملی والے کا ثناء خواں ہے تو میرے حبیب کے گیت گانے والا۔ اگر تجھے یار کے صدقے محبوب کے طفیل کملی والے کے وسیلے سے

عزتیں نہ دوں، شانیں نہ دوں، شہرت نہ دوں، سوسائٹی میں مقام اور مرتبہ نہ دوں تو پھر کہنا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! واقعی چند سالوں میں خالقِ کائنات نے فقیر پر بڑا ہی کرم کیا ہے۔ بڑی ہی مہربانی فرمائی ہے۔ بڑی ہی عزت دی ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کا سبب کیا ہے۔ اس کی حکمت کیا ہے۔ اس کی وجوہات کیا ہیں۔ وجہ یہ ہے سبب یہ ہے۔ حکمت یہ ہے کہ جب تک بکے نہ تھے کوئی پوچھتا نہ تھا۔ آقا تو نے خرید کر انمول کر دیا۔

"ماہ اجمیر" چھپی، پھر "ذوقِ خطیب" اوّل چھپی، پھر "امامت کا حقدار کون" چھپی، پھر "ذوقِ خطیب" دوم چھپی، جہاں بھی یہ کتابیں پہنچیں، جس نے بھی پڑھیں وہ دادِ تحسین دیئے بغیر نہ رہا۔ وہ محبت کا خط لکھنا نہ بھولا۔

خاص کر "ذوقِ خطیب" دوم کے بعد تو دوستوں کا اصرار بہت ہی زیادہ ہو گیا کہ عتیقی صاحب "ذوقِ خطیب" کا تیسرا حصہ کب چھپے گا؟ کیوں نہیں آپ جلدی لکھ رہے۔

میرے کرم فرما بھائی سید حمایت رسول قادری صاحب جو فقیر کی تصانیف کو بڑی محنت اور محبت سے چھاپ رہے ہیں وہ بھی فرمانے لگے کہ عتیقی صاحب، جلدی سے "ذوقِ خطیب" کا تیسرا حصہ لکھیں۔ لوگوں نے ہمیں بڑا مجبور کیا ہوا ہے کہ "ذوقِ خطیب" کا تیسرا حصہ کیوں نہیں آ رہا۔

پورے پاکستان سے دوستوں کے احکامات آ رہے ہیں۔ صرف پاکستان نہیں بلکہ انگلینڈ تک دوستوں کے احکام ملے ہیں۔ لیکن میری مجبوری ہے۔ باہر پورے پاکستان میں تقاریر کے لئے جانا۔ پھر مطالعہ کرنا۔ پھر باحوالہ بات لکھنا پھر مناسبت پر اشعار تلاش کر کے لکھنا یعنی کتاب میں

تحقیق بھی ہو اور عشق کا رنگ بھی ہو۔ یہ دونوں چیزیں کتاب میں نہ ہوں تو لُطف نہیں آتا۔ فقیر اپنی لکھی ہوئی بات کو کئی کئی مرتبہ پڑھتا ہے۔ اگر لُطف آئے تو ٹھیک ہے نہیں تو قلم پھیر دیتا ہوں کیونکہ جب مجھے ہی لُطف نہیں آئے گا تو ناظرین اور سامعین کو کیا لُطف آئے گا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ثُمَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے سرکارِ مدینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے صدقے سے میرے مُرشد قطبِ زماں میاں غلام احمد شرقپوری علیہ الرحمتہ کی نگاہ کی بدولت مسلسل محنت رات کو ایک ایک بجے تک لکھنے کے بعد یہ کتاب مکمّل ہوئی ہے۔

اگر دوستوں کا اصرار نہ ہوتا تو شاید ایک سال اور لیٹ ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تیسرا حصّہ بھی مکمّل ہو گیا۔ اب کتاب لکھی کیسے ہے؟ تحریر کیسی ہے؟ تالیف کا انداز کیسا ہے؟ یہ تو آپ کے حُسنِ نظر پر منحصر ہے۔ اگر کہیں بات اچھّی نہ لگے۔ تحریر میں سُرور نہ آئے تو سمجھ لینا یہ سب نکمّے عتیق کے گناہوں کی نحوست ہے۔

اگر بات اچھی لگے تحریر میں سُرور آئے، دِل کو کیف ملے تو پھر یہ میرا کمال نہ سمجھنا، یہ سب کا سب میرے پیارے ربّ العالمین کا کرم ہے جس نے مجھ جیسے بدعمل، بے علم سے اپنے سوہنے میٹھے مدنی کی شان لکھوا لی ہے۔

اگر کتاب پسند آ جائے، تحریر میں کیف محسوس ہو تو کنجوسی نہ کرنا۔ بخیلی نہ کرنا کیونکہ یہ بات کملی والے کے غلاموں میں نہیں ہوتیں، بلکہ سخاوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہیں بیٹھے ہاتھ اُٹھا کر دِل سے دُعا مانگ دینا۔ کہ خالقِ کائنات، فقیر عتیق کے علم میں، عمل میں، تحریر میں، سوز میں، آواز میں، جان میں، مال میں، اولاد میں، گھر بار میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

آپ دُعا کریں گے۔ آپ کا بگڑے گا کچھ نہیں۔ فقیر کی کھوٹی قسمت ہری بھری ہو جائے گی۔ مَیں بھی دُعاگو ہُوں۔

اَے خالق کائنات اَپنے یار کے صدقے سے پُوری دُنیا کے سُنّی حنفی بریلوی مُسلمانوں کی جان و مال اَولاد، گھر بار میں برکتیں عطا فرما۔ آمین ثم آمین۔ آخر میں اَپنے کرم فرما مہربان دوست جناب محمد اشرف نقشبندی کا میں بڑا ہی احسان مند ہُوں جنہوں نے اخلاقی اَور مالی طور پر بھرپُور میری مدد فرمائی اَور بھائی چارے کا حق ادا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ ان کی تمام پریشانیاں دُور فرما کر ان کی محبت میں اور اَضافہ فرمائے آمین۔ اَب آخر میں یہ بات کہتے ہُوئے اَور دُعا کرتے ہُوئے اجازت چاہوں گا کہ

؎ اِلٰہی نبی دے سفینے چہ ہوواں
پَرو ہنا اُوہدا ہر مہینے چہ ہوواں
اَکھ میٹاں تے ہووے گھر میرا
اَکھ کھولاں تے بیٹھا مدینے چہ ہوواں

آمین

وَالسَّلام

خادم العلماء والاولیاء
ابوالوفا قاری فیض المصطفیٰ عتیقی
خان روڈ سرگودھا

پہلا وعظ مبارک

دائی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ؕ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الم یجدک یتیما فاٰوٰی۔ صدق اللہ مولانا العظیم۔ بلغنا رسولہ النبی الکریم ؕ

"الم یجدک یتیما فاٰوٰی" ؕ

(پ ۳۰ سورۃ الضحیٰ آیت نمبر ۵)

ترجمہ: کیا اُس نے نہیں پایا آپ کو یتیم پھر اپنی آغوشِ رحمت میں جگہ دی۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی ایک مقدس آیتِ کریمہ حصولِ برکت کی خاطر آپ حضرات کی خدمت میں تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ انشاء اللہ آج کی اِس بابرکت محفل میں سید الاولین، امام المرسلین،

حبیبِ کبریا، باعثِ کون و مکاں، نورِ مجسم، شفیعِ معظّم، تاجدارِ مکان و لامکاں، کائنات کے آقا و مولا سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی رضاعت پاک اور بچپن مقدس کا تذکرہ کروں گا۔ دعا کرو خالقِ کائنات مجھے حق سچ بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو اس پر عمل کرنے اور استقامت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

میرے دوستو! سارے نبیوں کے بعد جب تمہارے، میرے آقا کی دنیا میں جلوہ گری ہوئی تو ہر طرف بہار ہی بہار آگئی، چہار سو خوشبوؤں کی لہر دوڑ گئی۔ کائنات کا ذرہ ذرہ مسرت میں جھوم اٹھا۔ حوروں نے درود پڑھا، فرشتوں نے سلامی دی، خود خالقِ کائنات کی قدرت مسکرا پڑی اور ہر طرف یہ صدا آنے لگی کہ

چار سو رحمتوں کے اُجالے ہوئے بزمِ کونین کے پیشوا آگئے
ذرے افلاک سے باتیں کرنے لگے مصطفیٰ آگئے مصطفیٰ آگئے
غم کے مارے ہوئے مسکرانے لگے ظلمتوں کے مکیں جگمگانے لگے
بے کسوں کے مقدر ٹھکانے لگے سب کے محسن حبیبِ خدا آگئے

صدائے خداوندی عزوجل

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلیل القدر صحابی، مفسرِ قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب ساری کائنات کے ماوی و ملجا، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو خالقِ کائنات نے صدا دی۔ بڑی خوش قسمت ہے وہ دائی جو میرے یار کو

دُودھ پلائے گی۔ بڑے برکت والے ہیں وُہ پستان جو میرے یار کے پاک دھن میں آئیں گے۔ بڑے مقدّر والا ہے وُہ گھر جہاں میرا حبیب اپنے بچپن کے دن گزارے گا۔

اِس صدا کو سُن کر اس آواز کو سُن کر پرندوں نے کہا: اَے خالقِ کائنات اگر اجازت ہو تو تیرے یار کو ہم اپنے آشیانے میں اُٹھا کرلے جائیں اور زمین کی ہر پاک چیز تیرے یار کو پلا کر کھلا کر تیرے محبوب کی پرورش کریں؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَے پرندوں یہ تمہارے بس کی بات نہیں؛

بادل کہنے لگے:

اَے ربِ کائنات اگر اجازت ہو تو ہم تیرے حبیب کو اپنے سینے سے لگا لیں۔ مشرق، مغرب، شمال، جنوب، ساری کائنات میں پھرائیں اور تیرے یار کی پرورش کریں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَے بادلو یہ تمہارے بس کی بھی بات نہیں؛

فرشتے کہنے لگے: اَے خالقِ کائنات، اگر اجازت ہو تو ہم تیرے محبوب کو اُٹھا کرلے آئیں۔ ہم اُسی کی پرورش کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَے فرشتو! یہ ڈیوٹی ہم نے تم سے بھی نہیں لینی۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں، کائنات کی ہر مخلوق نے محبوب کی خدمت کے لئے اپنی خدمات پیش کیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو فرمایا یہ تمہارے بس کی بات نہیں؛

آخر کار فرشتوں نے عرض کی، مولا کریم وُہ کون خوش نصیب ہے جو تیرے محبوب کی پرورش کرے گا۔ تیرے محبوب کو اپنا دُودھ پلائے گی تیرے یار کے ناز اُٹھائے گی۔ تیرے حبیب کو اپنی گودی کھلائے گی۔ اپنے دیہڑے

کو گُل و گلزار بنائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یہ تمام عزتیں، یہ تمام بلندیاں، ہم سب حلیمہ سعدیہ کو عطا فرمائیں گے۔ میرا محبوب، حلیمہ سعدیہ کا دُودھ پیئے گا۔ اُس کی گودی میں کھیلے گا۔ اُسی کے گھر کو جنت کا باغ بنائے گا۔ اُسی کی سوئی ہوئی قسمت جگائے گا۔

اَللہُ اکبر!

{ نزہت المجالس دوم ص۱۹۷ مواہب لدنیہ اوّل ص۱۵۹ ص۱۶۰
زرقانی جلد اوّل ص۱۴۱ معارج النبوت دوم ص۱۹۰ ص۱۱۱ }

جب میرے آقا حضرت آمنہ کی گود میں تشریف لائے تو سیّدہ طیبہ طاہرہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، مجھے غیب سے آواز آئی۔ آمنہؓ اَے طاہرہ اَے کریمہ اپنا لال، اپنا لختِ جگر، اپنا نورِ نظر کسی عام دائی کے حوالے نہ کر دینا بلکہ میرا یار حلیمہ سعدیہ کا پالک، دُودھ پیئے گا۔ سُبحان اللہ!

(جامع معجزات ص۲۳۲)

کیا شان ہے سیّدہ حلیمہ کی، کیا مقام ہے میرے آقا کی دائی کا جس کا نام عرشوں پر بھی گونج رہا تھا۔ جس کے چرچے آسمانوں پر بھی ہو رہے تھے۔ جب فرشتوں نے جب آسمان کے ملائکہ نے سیّدہ حلیمہ کی شان سُنی کہ اُن کی گود میں اللہ تعالیٰ کا حبیب تشریف لائے گا تو تمام فرشتوں نے سیّدہ حلیمہ کو مُبارک دیتے ہوئے یوں کہا کہ

؎ واہ واہ نی حلیمہ تیرے تے اَج کرم کمایا جانا اِیں
اَج یکتا تیری جھولی وِچہ اِک گوہر پایا جانا اِیں
ایہہ تیرے حق پہچانے گا نالے چارے گا تیریاں بکریاں نوں
ایسے نوں اِک دِن عالم دا مختار بنایا جانا اِیں

سے ویکھیں کی قیمت پیندی اِسے تیرے الیس کھجور دی چھیڑ دی!
تینوں الیس دے بدلے جنّت وچہ اِک محل دوایا جاناں ایں

عرب کا دستور :-

سرکارِ مدینہ، سُرورِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم جب پیدا ہوئے تو میرے آقا نے سات دن تک اپنی امّی جان سیّدہ آمنہ کا دُودھ پیا۔ پھر چند دِن حضرت ثُوَیبَہ کا دُودھ پیا اُس کے بعد یہ سعادت یہ شرف خدمت حضرت سیّدہ حلیمہ کو نصیب ہوئی۔

(مدارج النبوت دوم صنہ ۳۰ الوفا ص ۱۳۷)

ذہن میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ میرے آقا نے اپنی امّی جان کا بچپن کے زمانے کا دُودھ کیوں نہ پیا؟ کیا وجہ تھی؟ کیا حکمت تھی؟

تو اس کے بارے گزارش یہ ہے کہ اُس زمانے میں اُس دور میں پورے عرب کا یہ دستور تھا عرب والوں کی رسم اور رواج تھا کہ بچے کی ولادت کے بعد بچوں کی مائیں اپنا دُودھ نہیں پلاتی تھیں۔ بلکہ بچوں کو دیہات کی عورتوں کے حوالے کر دیا جاتا تھا جو دُودھ پلانے کے قابل ہوتی جن کو دائی کر کے پکارا جاتا تھا اس کی تین وجوہات تھیں تین حکمتیں تھیں۔

پہلی وجہ یہ تھی کہ پیدا ہونے والا بچہ دیہات میں جب پالے گا تو اُس کی صحت بڑی اچھی رہے گی کیونکہ شہر کی بجائے دیہات میں کھلی اور صحت مند آب و ہوا ہوتی ہے وہاں جسم کی مناسب نشو و نما ہو سکتی ہے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ بچوں کی زبان خالص عربی اور فصاحت و بلاغت پیدا ہو۔

ہوتی یہ کہ دودھ پلانے والی دائی کی خدمت ہو جائے تاکہ وہ بھی اپنے بچوں کو صحیح طریقے سے پرورش کر سکیں۔

اسی رسم کے مطابق سال میں دو مرتبہ دیہاتی عورتیں بچے لینے کے لئے شہروں میں آتی تھیں اور معصوم بچوں کو ان کے والدین سے لے کر اپنے ساتھ دیہات میں لے جاتیں اور ان کی پرورش کرتیں۔

اسی دستور کے مطابق اس سال جس سال سرکار تشریف لائے تھے مختلف علاقوں سے مختلف دیہات سے بہت سی دائیاں بچے لینے کے لئے مکہ شریف آئیں۔ ان دائیوں میں وہ دائی بھی تھی جس نے سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضاعی ماں بھی بننا تھا۔

اس بی بی کا نام، اس دائی کا نام حلیمہ تھا آپ کا خاندان اس طرح تھا حلیمہ بنت عبداللہ بن حارث بن شجنہ بن جابر بن ازام بن ناصرہ آپ کے ساتھ آپ کا خاوند بھی تھا جس کا نام حارث بن عبدالعزیٰ بن رفاعہ بن ہلال بن ناصرہ تھا (طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۱۵۰، معارج النبوۃ دوم صفحہ ۱۱۳)

حضرت سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں جس سال میں مکہ شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو لینے کے لئے آئی۔ اس سال ہمارے علاقے میں شدید قحط سالی تھی۔

بارش نہ ہونے کی وجہ سے جنگل میں گھاس خشک ہو گئی باغوں میں درخت مرجھا گئے جو پائے لاغر اور کمزور ہو گئے ہر آدمی بے قرار تھا۔ اناج کی شدید قلت ہو گئی۔ لوگ بھوک سے مرنے لگے۔

پورے علاقے میں ہر طرف مایوسی ہی مایوسی تھی۔ اس قحط سالی نے مجھے بڑا متاثر کیا کیونکہ میں پہلے ہی غریب تھی۔ اس قحط سالی کی وجہ سے مزید

پریشان اپنا ابر ڑھ گئیں۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں ان دنوں ہمیں کئی کئی دن تک کھانا نصیب نہیں ہوتا تھا۔ میں اور میرے بچے کی سوتیں اپنی بھوک مٹانے کے لیئے باہر جنگل میں چلی جاتیں وہاں جاکر درختوں کے سبز پتے توڑ کر کھاتیں اور اپنی بھوک مٹاتیں۔

حالت یہ ہوگئی کہ دودھ خشک ہوگیا جسم سے گوشت غائب ہوگیا۔ لیکن اتنی تکلیفوں کے باوجود حضرت حلیمہ فرماتی ہیں میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتی کہ یا اللہ عزوجل تیرا کروڑہا بار شکر ہے جس حال میں رکھے۔ ہم تیری رضا پر راضی ہیں۔ سبحان اللہ!

میرے دوستو! اللہ اس کو ہمیشہ اپنے پروردگار کا شکر کرنا چاہیئے جو بندہ شکر کرتا ہے۔ پھر اس کا بڑا کرم ہوتا ہے جو ناشکری کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بندے پر بڑا ناراض ہوتا ہے کہ دیکھو ساری زندگی میری نعمتیں کھانے والا تھوڑی سی تکلیف پر پریشان ہوگیا ہے۔

یہ میرے رب کی سنت ہے کہ وہ اپنے بندے کو آزمانا ضرور ہے کسی کو دے کر آزماتا ہے کسی سے سب کچھ لے کر آزماتا ہے۔ بڑے پیارے ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی ہر آزمائش پر پورا اترتے ہیں۔ اسی لیئے خالق کائنات نے فرمایا:

"فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ"

"اے انسان تو مجھے ہمیشہ یاد کر میں قیامت تک تیرے چرچے کردوں گا۔"

"وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ"

"اور ہمیشہ میرا شکر کر میری ناشکری نہ کر۔"

تو عرض کر رہا تھا کہ حضرت سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں کہ قحط سالی کی وجہ سے میں بڑی کمزور ہوگئی۔
ایک مرتبہ مجھے تین دن تک کچھ کھانے کو نہ ملا میں بھوک کی وجہ سے زمین پر لیٹنے لگی کہ یا اللہ عزوجل کرم فرما کوئی بندوبست فرما۔
سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں زمین پر لیٹے لیٹے میری آنکھ لگ گئی۔ عالم خواب میں میں نے کیا دیکھا ایک سفید ریش والا بابا میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ حلیمہ تجھے بھوک پیاس لگی ہے۔ میں نے کہا ہاں۔
فرمایا: میرے ساتھ چل تیری بھوک پیاس کا بندوبست کرتا ہوں۔
میں نے کہا، باباجی میں تو چل بھی نہیں سکتی۔
بابا میری بات سن کر مسکرا پڑا۔ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ساتھ لے چلا۔ چند قدموں کے بعد میں نے کیا دیکھا ایک بہت بڑی نہر ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ میں اس کے کنارے پر کھڑی ہوں۔
بابا نے کہا: بیٹا اس نہر میں سے پانی پی لو۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں۔ میں نے ایک گلاس پیا۔ بڑا لذیذ پھر دوسرا پیا بڑا لطف آیا۔ پھر تیسرا پیا تو میری ساری بھوک۔ پیاس دور ہوگئی اور میرے پستانوں سے دودھ ایسے آگیا۔ جیسے فوارے سے پانی آتا ہے۔
پھر اس بزرگ نے فرمایا: اس نہر میں غسل کر لو۔ میں نے غسل کیا تو میرے حسن و جمال میں اتنا اضافہ ہو گیا کہ لگتا تھا کہ میں کسی سلطان کی بیٹی ہوں۔ میں بڑی حیران ہوئی۔ اس بابا نے کہا:
بیٹی اب تو خوش ہے۔ میں نے کہا۔ باباجی بڑی خوش ہوں فرمایا:

اب مجھے اجازت دو۔ میں نے کہا بابا جی جانے سے پہلے یہ تو بتاتے جاؤ کہ یہ نہر کون سی نہر ہے یہ مجھے مقام کیوں ملا اور آپ کون ہیں؟

اس بابا نے فرمایا: بیٹی اس نہر کا نام نہر حیات ہے۔ اس نہر کا یہ کمال ہے کہ مردے کو بھی اس میں ڈال دیا جائے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو جائے۔ یہ نہر جنت میں ہے۔ قیامت والے دن اسی نہر میں اللہ تبارک تعالیٰ کے آخری رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے ان لوگوں کو جو کسی وجہ سے جہنم میں چلے جائیں گے۔ پھر آپ کی شفاعت سے جہنم سے باہر آئیں گے۔ غوطہ دیں گے تو وہ ایسے ہو جائیں گے جیسے کہ چودھویں کا چاند ہوتا ہے۔ پھر اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے تجھے اس نہر کا پانی اس لئے پلوایا ہے کہ تو اسی آخرالزمان نبی سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دائی بننے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا محبوب تیری گودی میں آنے والا ہے تو اس کو اپنا دودھ پلائے گی۔

حلیمہ تجھے اس نبی پاک کی وجہ سے بڑے رنگ لگیں گے حلیمہ قیامت تک تیری شان، تیری عظمت کے ڈنکے بجتے رہیں گے حلیمہ ساری دائیاں بچوں کو پالیں گی وہ کملی والا تجھے بلکہ تیرے سارے خاندان کو پالے گا۔ سبحان اللہ!

دنیا کہتی ہے یہ حلیمہ تو نے نبی کو پالا ہے
پر میں کہتا ہوں تجھ کو حلیمہ میرے نبی نے پالا ہے
ایسا طالب کوئی نہیں ہے جیسا حق تعالیٰ ہے
کوئی نہیں محبوب بھی ایسا جیسا کملی والا ہے؟

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں:

میں نے کہا بابا جی! وہ بچہ جس کا مرتبہ شان عظیم ہے آپ مجھے بیان فرمائیے وہ مجھے ملے گا کہاں سے۔

اس بزرگ نے فرمایا: مکہ شریف سے۔

اے حلیمہ تو اپنے خاوند کو اپنے پیچھے لو، اور ہاتھ لے کر مکہ شریف چلی جا اللہ تعالیٰ تیرے لئے رزق کے رحمت کے کرم کے بخشش کے ہر نعمت کے دروازے وہاں کھول دے گا۔ پھر اس بزرگ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔ حلیمہ اللہ تعالیٰ تیری دنیا میں، تیرے رزق میں، تیرے مال میں برکتیں عطا فرمائے تو ہمیشہ کامیاب رہے۔

بیٹی! یہ سارا خواب کا واقعہ کسی کو بتانا نہیں۔

میں نے کہا: بابا جی! انشاء اللہ کسی کو نہیں بتاؤں گی، مگر آپ کون ہیں جنہوں نے میرے ساتھ اتنی بھلائی کی، اتنا احسان کیا، اتنی مہربانی کی۔

اس بزرگ نے فرمایا۔ بیٹا میں تیرا وہ شکر ہوں، میں تیرا وہ صبر ہوں، جو تو مشکل کے وقت خالق کائنات کی بارگاہ میں کیا کرتی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے تجھے شکر اور صبر کا یہ صلہ عطا فرمایا ہے کہ تجھے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دائی بننے کا شرف ملا ہے۔ سبحان اللہ۔

(معارج النبوت دوم صفحہ ۱۱۲ احسن المواعظ صفحہ ۳۵ صفحہ ۳۶
جامع معجزات صفحہ ۳۳۲ صفحہ ۳۳۱)

حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جب وہ بابا مجھے چھوڑ کر گیا تو اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ کیا دیکھتی ہوں اپنے گھر کا صحن ہے وہ نہر بھی نہیں وہ کھجوریں بھی نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی

عزت و جلالت کی قسم مجھے یوں محسوس ہونے لگا۔ میرے سینے میں دودھ کی نہریں جاری ہوگئیں ہیں۔ بھوک، پیاس ختم ہوچکی ہے۔ لاغرپن دور ہوگیا ہے چہرے پر ایک تازگی اور حسن وجمال کی بہار آچکی ہے۔ جب میں محلہ کی عورتوں سے ملی تو ہر عورت نے مجھ سے سوال کیا کہ

حلیمہ یہ چند گھنٹے میں کیا انقلاب آگیا ہے۔

میں نے کہا: کیسے۔

وہ عورتیں کہنے لگی کہ تو تو ایسے محسوس ہو رہی ہے۔ جیسے کسی بادشاہ کی بیٹی ہے۔ یہ روپ، یہ حسن وجمال یہ ترو تازگی حلیمہ کہاں سے اچانک ملی ہے۔ یہ جاذبیت، یہ کمال کہاں سے حاصل کیا ہے۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں: میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ بس ہنس کر ٹال دیا۔ سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں۔ ایک دن میں عورتوں کے ساتھ باہر جنگل میں درختوں کے پتے توڑ رہی تھی کہ اچانک جنگل میں سے آواز آئی۔ ہم نے دائیں بائیں آگے پیچھے سب دیکھا۔ آواز آرہی ہے۔ مگر آواز دینے والا نظر نہیں آرہا۔ وہ غیبی آواز یہ تھی کہ

اے بنی سعد کی عورتو جنگل میں سے پتے توڑنا چھوڑو اور اس کی طرف جاؤ۔ مکہ شریف میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو کہ قبیلہ قریش سے تعلق رکھتا ہے نام اس کا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہے وہ بچہ بڑی شان والا ہے۔ بڑی عظمت والا ہے۔ اور بڑی خوش نصیب ہے وہ دائی جو اس کو اپنا دودھ پلائے گی۔

اس بچہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس دائی پر بڑا کرم فرمائے گا۔ دین و دنیا کی نعمتیں اللہ تعالیٰ اس دائی کے حصے میں لکھ دے گا۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں، تمام دائیوں نے جنگل میں پتے توڑنے چھوڑ دیئے۔ گھاس کاٹنا چھوڑ دیا۔ واپس گھروں کو آ گئیں، ہر عورت نے ہر دائی نے یہ واقعہ اپنے اپنے گھر بتایا۔

میں نے بھی اپنے خاوند حارث کو بتایا۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں میرا خاوند سن کر بڑا حیران ہوا۔

پوچھا حلیمہ اب کیا پروگرام ہے۔

میں نے کہا: حارث دوسری دائیاں مکے جا رہی ہیں میں بھی ضرور مکہ شریف جاؤں گی۔ شاید اللہ تعالیٰ ہماری بگڑی اس بچے کے صدقے سنوار دے۔ ہمارے سوئے ہوئے نصیب جاگ جائیں۔ ہم پر بھی کرم ہو جائے ہو سکتا ہے وہ باعظمت باکمال بچہ ہماری جھولی میں آ جائے۔

(جامع معجزات ص ۲۲۱، ۲۲۲)

تیاری مکہ شریف

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں۔ اس صدا کے چند روز بعد میرے قبیلہ بنی سعد کی دس دائیاں مکہ شریف جانے کے لئے تیار ہوگئی میں بھی تیار ہوگئی۔ تمام دائیوں نے اپنے گھر والوں کو اور اپنے شیر خوار بچوں کو ساتھ لے لیا اور تیز ترین سواریاں تیز چلنے والی اونٹنیاں سواری کے لئے منتخب کیں۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں میرے پاس ایک ہی اونٹنی تھی جو بے حد کمزور اور لاغر تھی ہم اس اونٹنی کی پسلیاں گن لیتے تھے۔

میں اپنے بچے عبداللہ اپنے خاوند حارث کو ساتھ لے کر اس اونٹنی پر سوار ہو کر چلی میرے خاوند نے لگام پکڑی میں اور بیٹا اونٹنی پر سوار

ہو گئے۔

حضرت حلیمہ کی بستی کا نام العتیق المعروف وادی بنی سعد تھا جو کہ طائف سے ۵۰ کلومیٹر دور تھی آج بھی یہ بستی قائم ہے۔ انشاء اللہ قیامت تک میرے آقا کی امی کی بستی قائم رہے گی۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں، تمام دائیاں اپنی تیز رفتار اونٹنیوں پر سوار ہو کر آگے نکل گئیں لیکن میری سواری کا یہ عالم ہے کہ چند قدم چلتی ہے پھر رک جاتی ہے۔ پھر چلتی ہے، پھر رک جاتی ہے۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں، قصور اونٹنی کا نہیں قحط سالی نے اس کو بالکل کمزور اور لاغر کر دیا تھا۔ جب تمام دائیاں آگے نکل گئیں تو حضرت حلیمہ نے پیچھے سے تمام دائیوں کو آواز ماری۔ بہنوں ذرا رکو تو سہی۔

حضرت حلیمہ کی بات سن کر تمام دائیاں رک گئیں۔ کہا کیا بات ہے۔

حضرت حلیمہ نے فرمایا، یہ دستور سفر نہیں کہ میں پیچھے رہ گئی ہوں تم سب آگے جا رہی ہو۔ ذرا آہستہ چلو مجھے بھی ساتھ لے چلو۔

حضرت حلیمہ کی بات سن کر تمام بنی سعد کی دائیوں نے کہا کہ حلیمہ تیرا ہمارا مقابلہ نہیں تو غریب ہے ہم امیر ہیں، تو کمزور ہے، ہم طاقت ور ہیں، تیری سواری دبلی ہے۔ ہماری موٹی سواریاں ہیں۔

غریب اور امیر کا کمزور اور قوی کا دبلے اور موٹے کا۔ تیز اور سست کا نہ ساتھ ہوا ہے نہ ہوگا۔

لہٰذا تم اپنی حیثیت پر رہو۔ پیچھے پیچھے آؤ۔ اللہ اکبر!

میرے دوستو! حضرت حلیمہ خاموش ہو گئیں اور آنکھوں میں آنسو آگئے۔ مگر سیدہ حلیمہ کو کیا خبر تھی، میری سست رفتاری میری بخت

آوری کا سبب بنے گا۔

میرا پیچھے رہ جانا مجھے کائنات کی شہزادیوں میں سے بھی آگے بڑھا دے گا۔ حلیمہ کو کیا پتہ تھا کہ آسمان کا سورج جب طلوع ہوتا ہے تو پہلے اونچوں کو چمکاتا ہے۔ مگر نبوت کا یہ سورج پہلے نیچوں کو غریبوں کو چمکائے گا۔

حلیمہ قافلے بھر میں غریب اور سب سے کمتر تھی۔ پھر اس کی اونٹنی بھی دبلی پتلی اور لاغر تھی۔

بیچاری قافلے کے پیچھے پیچھے چلتی آتی تھی۔ حلیمہ چپ تھی، بچہ ساتھ تھا اور خشک چھاتی تھی۔

تیز رفتار سوار دائیاں آگے نکل گئیں، حضرت حلیمہ پیچھے رہ گئیں یہ منظر دیکھ کر یہ تنہائی دیکھ کر سیدہ حلیمہ کی آہ نکل گئی۔

رو کر کہا: اے حلیمہ تیری قسمت؟

تو کہاں وہ بچہ کہاں۔

جس نے پیدا ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ کیا اور گنہگار امت کے لئے بخشش کی دعا کی اور خالق کائنات کی بارگاہ میں عرض کیا۔

"رَبِّ هَبْ لِیْ اُمَّتِیْ"

اے ساری کائنات کو پالنے والے مالک خالق میری امت کو بخش دے۔ حلیمہ تیرا مقدر؟

شاید تو مکہ شریف سے خالی واپس آجائے۔

حضرت حلیمہ کی ان باتوں پر خالق کائنات کی قدرت مسکرا پڑی۔

غیب سے آواز آئی!

حلیمہ غم نہ کر تیری گود میں کونین کی دولت آئے گی۔
حلیمہ تیری قسمت پر حوریں رشک کریں گی۔ حلیمہ رحمت اور برکت کا خزانہ تیرے ہی ساتھ آئے گا۔
حلیمہ دین و دنیا کی نعمتیں تیری ہی جھولی میں آئیں گی۔

~ حلیمہ فکر نہ کر تو غریبی دا تیرے گھر وچ رب دا یار آیا
ہے مالک کل خزانیاں دا سوہنا پاک نبی مختار آیا!
بے کساں دے سر کجن لئی سوہنا پاک نبی غم خوار آیا
مالی خوشی اے خدائی ساری کل نبیاں دا سردار آیا

ہاتف غیبی نے آواز دی۔
حلیمہ پریشان نہ ہو اگر تو سب قافلے سے پیچھے رہ گئی ہے تو کیا ہوا میں بھی تجھے وہ نبی عطا کروں گا جو تمام نبیوں سے پیچھے تشریف لا رہا ہے۔

~ غیب آواز حلیمہ تائیں تے سننے اندر آیا!
دلیساں تینوں سردار رسولاں تے پاک خدا فرمایا
(عزوجل)

تمام دائیاں دور نکل گئیں۔ حضرت حلیمہ کی اونٹنی بمشکل مکہ شریف کی سڑک تک پہنچی تو وہیں بیٹھ گئی۔
حضرت حلیمہ کے شوہر حارث نے کہا: حلیمہ یہ اس کے بس کی بات نہیں، یہ مکہ شریف نہیں پہنچ سکتی، چلو واپس گھر چلتے ہیں۔
حضرت حلیمہ نے اپنے شوہر حارث سے کہا۔ حارث ہمت نہ ہارو۔ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چلتے رہو۔ جلدی نہ سہی دیر سے سہی، آخر مکہ شریف

پہنچ ہی جائیں گے۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں جب میں نے یہ بات کہی تو ساتھ ہی ایک گھاٹی تھی، اس گھاٹی سے ایک آدمی نکلا۔ سر سے لے کر پاؤں تک نور چمک رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جو چمک رہی تھی، اس نے آتے ہی میری سواری کو ایک وہی چھڑی ماری اور میری اونٹنی کو فرمایا چلتی کیوں نہیں، جلدی چل تجھے پتہ نہیں تیری پشت پر امام الانبیاء، حبیب کبریا، نورِ مجسم، شفیعِ معظم، سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے سواری کرنی ہے۔

پھر اس نورانی انسان نے مجھے فرمایا: حلیمہ تمہیں مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تجھے سید المرسلین رحمت اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے دودھ پلانے کے لئے چن لیا ہے۔ تجھے پسند کر لیا ہے۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں، جب اس اجنبی انسان نے میری اونٹنی کو چھڑی مار کر تیز چلنے کا حکم دیا تو میری اونٹنی اجبل گھوڑے کی طرح دوڑنے لگی۔

میں نے پوچھا: مجھے مبارکبادیاں دینے والے تو کون ہے؟

فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا معزز فرشتہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تیری خدمت کے لئے بھیجا ہے تاکہ شیطانوں کو تجھ سے دور رکھوں۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں، جب میری سواری چلی تو دائیں بائیں طرف سے مجھے آوازیں آتی تھیں۔

اے حلیمہ تو بڑی خوش نصیب ہے۔ تیری گودی میں اللہ تعالیٰ کا حبیب آئے گا۔ جسے تو اپنا دودھ پلائے گی۔

(معارج النبوت دوم ص۱۳۰ ۱۴۱، جامع معجزات ص۳۳۴ ص۳۳۵)

حضرت حلیمہ پورے راستہ میں پیاری پیاری آوازیں سنتے سنتے انوار وبرکات کے ساتھ مکہ شریف کے قریب پہنچی۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں، میں نے رات وہیں بسر کی جب رات کو سوئی تو میں نے عالم خواب میں کیا دیکھا کہ بہت سارے کھجوروں کے درخت مجھ پر سایہ کئے ہوئے کھڑے ہیں اور میرے قبیلے کی تمام دائیاں ہاتھ باندھ کر میرے سامنے کھڑی ہیں اور کہتی ہیں۔

اے حلیمہ آج کے بعد تو ہماری ملکہ ہے ہم تیری باندیاں ہیں، تو ہماری سردار ہے۔ ہم تیری نوکرانیاں ہیں۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں، اچانک ان کھجور کے درختوں سے ایک بڑی پیاری کھجور میری گودی میں گری۔ آواز آئی:

حلیمہ اسے اٹھا کر کھالو۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں، جب میں نے وہ کھجور کھائی تو وہ شہد سے زیادہ میٹھی اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھی۔ بڑی لذیذ، جب میں اٹھی تو میرے منہ میں اس کھجور کا ذائقہ موجود تھا۔ میں بڑی حیران ہوئی یہ کھجور آئی کہاں سے بڑی لذیذ تھی۔

غائب سے آواز آئی، حلیمہ یہ جنتی کھجور تھی یہ اس لئے تمہیں کھلائی ہے تاکہ تیرے دودھ میں برکت ہو، کسی قسم کی کمی نہ آئے کیونکہ تو نے حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دائی بننا ہے۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں اس کھجور کا ذائقہ، میں اس وقت تک محسوس کرتی رہی جس وقت حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے پاس رہے ہے۔ جس دن آپ مجھ سے جدا ہوئے وہ ذائقہ بھی ختم ہو گیا۔

قربان جاؤں حلیمہ تیرے مقدر پر، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو

اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو فرمایا۔
مریم گھبرا نہیں، پریشان نہ ہو۔
"وَهُزِّيٓ إِلَيۡكِ بِجِذۡعِ ٱلنَّخۡلَةِ"
کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا۔
یا اللہ عزوجل پھر کیا ہوگا۔ فرمایا:
"تُسَٰقِطۡ عَلَيۡكِ رُطَبٗا جَنِيّٗا"
"جب تو ہلائے گی تو تجھ پر تازہ پکی ہوئی کھجوریں گریں گی"۔
(پ ۱۶ سورۃ مریم آیت نمبر ۲۵)

لیکن میرے آقا کی دائی حلیمہ کو اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا۔ حلیمہ کھجور ہلا بلکہ حلیمہ سوتی ہے تو خود خالقِ کائنات حلیمہ کی گودی میں جنتی کھجور ڈالتا ہے کہ حلیمہ تجھے کھجوریں ہلانے کی ضرورت نہیں ہم خود تجھ کو جنت کی کھجور کھلا دیتے ہیں تاکہ تجھے ہلانے کی تکلیف نہ ہو۔

سُبۡحَانَ اللّٰه

کیا مقام ہے حضرت حلیمہ کا۔ کیا شان ملی سیدہ حلیمہ کو یہ سب کرم نوازیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے ہوئیں۔

؎ جنہاں ربّ رسول نوں منّ لیا اونہوں آندی جگ وچ تھوڑ نہیں
جنہوں عشق نبی دا اہل جاوے اونوں ہور کسے دی لوڑ نہیں
بناں حُبّ نبی دے جو کرے عبادت تے اس دا کوئی جوڑ نہیں
مالی ایتھے اودھے دو جہان اساڈا تے پاک نبی بناں ہور نہیں!

⁂ ⁂ ⁂

دائی حلیمہ مکّہ شریف میں:۔

سیّدہ حلیمہ فرماتی ہیں جب میں مکّہ شریف پہنچی تو پیر کا دِن تھا میرے قبیلے کی تمام دائیاں مجھ سے پہلے مکّہ شریف پہنچ گئی تھیں اُنہوں نے تمام مکّہ شریف کے مالداروں، نوابوں، زمینداروں، رئیسوں، تاجروں کے بچّے اپنی اپنی گود میں لے لئے تھے۔ سارے بچّے تقسیم ہو چکے تھے سوائے محمّد عربی صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے۔

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو کسی دائی نے کیوں نہیں اپنی گودی میں لیا۔

اس کی کیا وجہ تھی؟

اکثر کتابوں میں یہ بات موجود ہے کہ تمام دائیاں میرے نبی کے دروازے پر آئیں ضرور لیکن جب سُنتیں کہ یہ بچّہ یتیم ہے اس بچّے کا والد نہیں ہے تو واپس چلی جاتیں کہ یتیم کو پالنے کا فائدہ کیا ہے؟

اس کی خدمت سے ہمیں کیا نفع ہوگا۔

اس کی پرورش کرنے سے ہمیں کیا ملے گا۔

بھلا اِس کی ماں ہمیں کیا دے گی۔

؎ کی دلیسی لڑکے دی مائی تے موئے خاوند والی!
ہر دائی جاتا خدمت اِسدی تے مُفت مصیبت خالی

لیکن میرے دوستو! عاشقانِ نبی کہتے ہیں صوفیائے کرام فرماتے ہیں یہ بات صحیح نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اِن کی قسمت میں سرکار کی خدمت اللّٰہ تعالیٰ نے لکھی ہی نہیں تھی، یہی وجہ ہے کہ وہ گھر کے اندر جاتی ہی نہیں تھیں۔

اگر وہ چلی جاتیں اور سرکار کے چہرۂ انور کو دیکھ لیتیں تو پھر ساری عمر کے لئے میرے آقا پر قربان ہوجاتیں، صدقے ہوجاتیں، لیکن کملی والے نے اِن دائیوں کو اپنے گھر داخل ہی نہیں ہونے دیا؟ اِس لئے کر

اُو دائیاں سُن لالچ ماریاں تے دین ایمان توں خالی

بابجھ نصیب نہ نظریں آوے تے شان حبیباں والی

میرے کملی والے نے ان کو اپنی خدمت کی خاطر پسند ہی نہیں فرمایا تھا۔ بلکہ میرے آقا کو تو اُس دائی کا انتظار تھا جس کا اِنتخاب جس کا چناؤ میرے اللہ عزّوجل نے صدیوں پہلے یار کے لئے کیا ہوا تھا۔

میرے دوستو یاد رکھو نبی کا بچپن میرے اور آپ کے بچپن کی طرح نہیں ہوتا۔ بلکہ نبی پیدا ہوتے ہی نبی ہوتا ہے۔ صرف نبوّت کا اِظہار اپنے مخصوص وقت میں کرتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے۔

نبی کو بچپن سے ہی پتہ ہوتا ہے وہ پیدا ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی عطا سے جانتا ہے۔ مَیں نے کس کی گود میں پرورش پانی ہے۔ کس گھر میں بچپن گزارنا ہے کس کس مائی کا دودھ پینا ہے!

دیکھو ناں جب سیّدنا موسیٰ علیہ السّلام بچپن میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرعون کے پاس پہنچے تو فرعون نے سیّدنا موسیٰ علیہ السّلام کو دودھ پلوانے کے لئے مصر کی تمام دائیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو باری باری دودھ پلانے کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ کا پاک پیغمبر کسی دائی کا دودھ پیتا ہی نہیں۔

قربان جاؤں نگاہِ کلیمی پر صرف تین مہینے کی عمر مبارک ہے لیکن پہچان دیکھو کسی دائی کا دودھ نہیں پیتے، کیوں نہیں پیتے؟

اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا پیارے تم نے سوائے اپنی امی جان

کے کسی کا دُودھ پینا بھی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن فرماتا ہے۔

"وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ"

(پ ۲۰ سورۃ قصص آیت نمبر ۱۲)

"ہم نے پہلے ہی سے سب دائیاں اپنے نبی پر حرام کردی تھیں"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام روتے ہیں، فرعون پریشان ہو جاتا ہے۔ اب کیا کیا جائے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ جناب مریم اپنے بھائی کو دیکھنے کے لئے فرعون کے محل میں تشریف لاتی تھیں۔ فرعون کو پتہ نہیں تھا کہ موسیٰ علیہ السلام مریم کے بھائی ہیں اور آپ اپنے بھائی کو دیکھنے کے لئے آتی ہیں۔ حضرت مریم نے جب اپنے ویر کو اپنے بھائی کو بے قرار دیکھا روتے ہوئے دیکھا تو حضرت مریم نے فرعون سے فرمایا کیا

"فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ"

موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے فرمایا کیا تمہیں خبر دوں۔

"عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ"

ایسے گھر ایسی دائی کو جو اس کو اپنا دُودھ پلا کر اس کی پرورش کرے تو فرعون نے کہا ہاں ہاں ضرور بیٹی جلدی کرو اگر تمہاری نگاہ میں ایسی کوئی دائی ہے تو اُس کو بُلا لاؤ تاکہ وُہ اس بچے کو دُودھ پلائے اور یہ خاموش ہو۔

حضرت مریم دوڑتی دوڑتی گھر گئیں امّی جان کو کہا امّی جلدی کرو بھائی رو رو کر بے حال ہو چکا ہے کسی عورت کا دُودھ نہیں پیتا۔ میں نے فرعون سے تیرا تذکرہ کیا ہے۔ وُہ راضی ہو گیا۔ اب چلو اور اس کو اپنا دُودھ پلاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت یوحانند فرعون کے محل میں

تشریف لے گئے جونہی فرعون کے محل میں قدم رکھا۔ اللہ تعالیٰ کا پاک پیغمبر خاموش ہوگیا اور اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پینے لگ گیا۔

میرے دوستو! خیال کرو یہ کون ہیں، یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں، یہ وہ موسیٰ ہیں جن کو نبوت ملی تو میرے نبی کے صدقے سے یہ وہ موسیٰ علیہ السلام ہیں جو معراج کی رات میرے نبی کے مقتدی تھے۔ یہ وہ کلیم ہیں جو میرے اور آپ کے آقا کے اُمتی بننے کی دعائیں کیا کرتے تھے۔

یہاں جب مُقتدی کی نگاہ کا یہ عالم ہے، جب کلیم کی بصارت کا یہ عالم ہے تو امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ اور بصارت کا کیا عالم ہوگا۔

جب کلیم جانتا ہے کہ میں نے سوائے اپنی اُمّی کے کسی کا دودھ نہیں پینا تو کیا حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پتہ نہیں ہوگا کہ میں نے کس دائی کا دودھ پینا ہے؟

پتہ تھا ضرور پتہ تھا۔ کلیم نے کسی دائی کے پستان کو منہ نہ لگایا۔ حبیب نے کسی دائی کو اپنے گھر داخل بھی نہیں ہونے دیا۔ سُبحان اللہ! پتہ چلا دائیوں نے نہیں بلکہ میرے نبی نے خود ہی سیّدہ حلیمہ کے سوا کسی اور دائی کو پسند ہی نہیں فرمایا۔

؎ لوکی کہندے دائیاں نیں چایا ایہہ تاں سب دا غلط خیال اے
کملی والے نے نہیں منظور کیتا باقی دائیاں دی کی وے مجال اے
دائی حلیمہ پاک منظور ہوئی ہویا رب دا فضل کمال اے
مالی ہتھ ملدیاں رہ گئیاں دائیاں لے گئی حلیمہ نبی لجپال اے

اگر میرے نبی، میرے آقا، میرے رسول کائنات کے مولا کسی اور کو

پسند کرتے تو سو وار قربان ہو کے سرکار کو اٹھا کر لے جاتی۔ مگر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ میرا ماہی حلیمہ کی کچی کُلّی کو رنگ چاڑے۔

کئی دائیاں نیں چایا لِسے تاں اَیویں وہم گمان لِسے!
سائیں آپ نہیں قبول کیتا اَیویں بکھیا رَبّ رحمان اِسے
قربان ونجاں میں حلیمہ توں تے اِیہا دو جگ دا سلطان اِسے
مالی ازل توں دائی منظور آئی قربان ہوسے جند جان لِسے

حضرت حلیمہ جب مکہ شریف میں پہنچی تو آپ نے پورے مکے میں امیروں، جاگیرداروں کے گھر چکر لگایا تاکہ کوئی بچہ مل جائے تو میں بھی اُسے گودی لے لوں۔

لیکن کسی نواب، کسی سیٹھ کا بچہ سیدہ حلیمہ کے ساتھ نہ آیا کیونکہ سارے بچے دائیاں لے کر جا چکی تھیں۔ حضرت حلیمہ کو جب کوئی بھی بچہ نہ ملا تو آپ مایوس ہو گئی۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے رو کر سر آسمانوں کی طرف اٹھایا۔ اور عرض کی واہ مولا کریم کتنا بے پرواہ ہے۔ کتنا بے نیاز ہے جو مالدار دائیاں تھیں، وہ مالدار بچے لے گئیں۔

میں غریب تھی، مجھے کسی غریب کا بچہ بھی ہاتھ نہیں آیا۔ اِدھر حلیمہ روئی اُدھر خالق کائنات کی قدرت مسکرا پڑی فرمایا:

حلیمہؓ تجھے کیا پتہ تیری گودی کون آباد کرنے والا ہے؟
تیری جھگی کون بسانے والا ہے۔
تیرے ویہڑے کس کے قدم آنے والے ہیں۔

حلیمہ تیری گودی میں وہ حبیب آنے والا ہے جو اللہ تعالیٰ کے کھلے خزانوں کا مالک ہو گا جو انگلی کا اشارہ کرے گا تو سورج پھر آئے گا۔ چاند

دو ٹکڑے ہو جائے گا۔ کائنات کی ہر چیز اس کی حرکت کی منتظر ہوگی۔

اللہ اکبر!

حضرت حلیمہ کو جب کوئی بچہ نہ ملا تو دل میں سوچا چلو کعبہ شریف کا طواف کرتے ہیں۔ حجرِ اسود کے بوسے لیتے ہیں۔ مقامِ ابراہیم کی سلامی کرتے ہیں وہاں جاکر دعا مانگتے ہیں کیونکہ کعبہ شریف کے پاس دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

سیدہ حلیمہ کا طوافِ کعبہ:

حضرت حلیمہ حرمِ پاک میں تشریف لائیں، کعبہ شریف کا طواف کیا۔ حجرِ اسود کے بوسے لئے پھر رو رو کر اور گڑگڑا کر خالقِ کائنات کی بارگاہ میں دعا کی کہ

"اے ربِ کائنات میں تیری عاجز بندی ہوں، بڑا دور کا سفر طے کر کے تیرے گھر میں پہنچی ہوں۔ غریب بھی ہوں اور کمزور بھی میری التجائیں سن، میری دعائیں قبول فرما۔ ہمارے حال پر رحم فرما۔ میری پریشانیاں دور فرما۔ میری اولاد اور گھر پر رحمت فرما۔ ساری دائیاں بچے لے کر خوش ہیں، مجھ پر بھی کرم فرما اور مجھے بھی کوئی انمول بچہ عطا فرما۔ جس کی خدمت کر کے جس کی پرورش کر کے میں بھی خوش حال ہو جاؤں۔"

حضرت حلیمہ نے دعا کے ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرے جب پیچھے مڑیں تو ایک بزرگ جن کی سفید داڑھی مبارک ہے۔ سفید لباس ماتھے پر نور کی شعاعیں ہاتھ میں عصا جسم خوشبوؤں سے معطر ہے سامنے کھڑے

مُسکرا رہے ہیں۔ اُس بزرگ نے سیدہ حلیمہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: بیٹی کیوں رو رہی ہو۔ کیا وجہ ہے، کیا پریشانی ہے؟

حضرت حلیمہ نے عرض کی، بابا جی میں دائی ہوں، بڑا دور کا سفر طے کر کے آئی ہوں۔ لیکن میری قسمت تمام بچے دائیاں لے گئی ہیں۔ میں خالی کی خالی ہوں۔ اُس بزرگ نے فرمایا: بیٹی تمہارا نام کیا ہے؟

عرض کی حضور حلیمہ فرمایا کس قبیلے سے تعلق رکھتی ہو۔ قوم کیا ذات کیا ہے برادری کون سی ہے؟

عرض کی حضور میں قبیلہ بنی سعد سے تعلق رکھتی ہوں، وہ بزرگ سن کر بڑے مسرور ہوئے۔ سیدہ حلیمہ نے عرض کی حضور آپ کون ہیں۔ فرمایا: میرا نام عبدالمطلب ہے مکہ کا سردار ہوں، رونے کی ضرورت نہیں۔ عرض کی، سرکار کیوں فرمایا: اِس لئے کہ

سعادت اور حلیمی خوبیاں دو پاس ہیں تیرے
اِنہی دونوں کے باعث کام سارے راس ہیں تیرے
مرے پاس ایک بچہ ہے پدر جس کا نہیں زندہ!
مگر اِک خاص جلوے سے ہے چہرہ اُس کا تابندہ
ہک فرزند یتیم اساڈا تے جے تسی شیر پلاؤ !!
بہت احسان تہاڈا ہوسی تے جے کر بھار اٹھاؤ

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدہ حلیمہ کو یہ پیشکش کیوں فرمائی اِس لئے کہ حضرت عبدالمطلب کو خالقِ کائنات کا حکم ہو چکا تھا۔ علامہ امام محمد عبدالباقی علیہ الرحمۃ زرقانی شریف فرماتے ہیں کہ

حضرت عبدالمطلب کو ہاتف غیبی نے یہ حکم دیا۔ غیب سے یہ آواز آئی۔
کونسی آواز کہ

"اِنَّ ابْنَ اٰمِنَۃَ الْاَمِیْنَ مُحَمَّدًا خَیْرُ الْاَنَامِ وَخَیْرُ الْاَخْیَارِ"

بیشک آمنہ بی بی کا بیٹا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہت بڑا امین ہے۔ اور تمام کائنات سے بہتر ہے بلکہ سارے بہتروں کا سردار ہے۔

"مَا اِنَّ لَہٗ غَیْرُ الْحَلِیْمَۃِ مُرْضِعَۃً نِعْمَ الْاَمِیْنَۃُ ھِیَ عَلَی الْاَبْرَارِ"

بی بی حلیمہ کے سوا اس کو کوئی دودھ پلانے والی نہیں کیونکہ وہ بڑی نیک اور بہت ہی امانت دار ہے۔

"مَاْمُوْنَۃٌ مِنْ کُلِّ عَیْبٍ فَاحِشٍ وَنَقِیَّۃُ الْاَثْوَابِ وَالْاَزْوَارِ"

حلیمہ ہر برائی سے ہر عیب سے بالکل محفوظ ہے اور بہترین پاک صاف لباس والی ہے۔

قربان جاؤں حلیمہ تیری امانت دیانت تیری صورت اور سیرت پر کہ تیری پاکیزگی کی گواہیاں خود خالق کائنات آپ دے رہا ہے
دیکھو ناں آج اولاد والدین کی طہارت کی گواہیاں دیتے ہیں۔
استاد شاگرد کی گواہی دیتا ہے۔
مرید پیر کی گواہی دیتا ہے۔ مگر
میرے نبی کی دائی کی گواہیاں خود خالق مالک دے رہا ہے۔

سُبحان اللہ!

خالقِ کائنات نے جب محبوب کی دائی حلیمہ کی شان بیان فرمائی، سیّدہ حلیمہ کی پاکیزگی کا تذکرہ فرمایا تو پھر یہ بات بھی فرمائی کونسی

"لَا تُسَلِّمْهُ اِلٰی سِوَاهَا اَنَّهٗ۔ اَمْرٌ وَّحُکْمٌ جَاءَ مِنَ الْجَبَّارِۃٖ"

اے عبدالمطلب، میرے محبوب کو حلیمہ بی بی کے علاوہ کسی اور دائی کے سپرد نہ کرنا کیوں کہ یہ حکم خدائے جبّار کی طرف سے ہے۔

(ذکرِ حسین ص۱۱۱ ص۱۱۸، سیرت نبویہ جلد نمبر۱ ص۴۷)

حضرت عبدالمطلب نے سیّدہ حلیمہ کو تسلّی دیتے ہوئے حوصلہ دیتے ہوئے فرمایا: بیٹی پریشان نہ ہو کیونکہ تیرے پاس دو بہترین خصلتیں ہیں، ایک سعادت اور دوسری حلیمی۔

میرے دوستو! عرب کے اندر یہ رواج تھا بلکہ اب بھی ہے کہ وہ ہر بات کو سُن کر اُس کے معانی پر غور کرتے کہ اس کے معنی اچھے ہیں تو انجام بھی اچھا ہوگا اگر معانی بُرے ہیں تو نتیجہ بھی بُرا ہوگا۔

سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورِ خلافت آپ مسجدِ نبوی میں تشریف فرما ہیں، ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ نے اُس سے پوچھا:

"مَا اِسْمُكَ" تیرا نام کیا ہے۔

اُس نے جواب دیا: "قَالَ جَمْرَةٌ"

کہ میرا نام جمرہ ہے۔ جمرہ کے معنی آگ کی چنگاری، آپ نے فرمایا:

تیرے باپ کا نام کیا ہے۔

عرض کی، شہاب۔ شہاب کا معنیٰ بھی آگ کا چنگارہ۔

آپ نے فرمایا: کون سے قبیلہ سے، کس برادری سے تعلّق رکھتے ہو تُمہاری قوم کیا ہے۔ اُس نے کہا: حُرقَہ میری قوم ہے۔ حُرقَہ کا معنیٰ ہیں گرمی، فرمایا: تیرا گھر کہاں ہے اُس نے کہا، مدینہ شریف کے ساتھ ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ حرّہ۔

حرّہ کے معنیٰ میں آگ کا مادہ پایا جاتا ہے۔ فرمایا: حرّہ بستی کے کون سے محلّے میں رہتے ہو۔ عرض کی لظیٰ میں۔

لظیٰ کے بھی معنیٰ ہیں شُعلہ والی آگ۔

جب سیّدنا فاروقِ اعظم نے اس کی یہ باتیں سُنیں تو آپ حیران ہو گئے کہ نام ہے جمرہ والا ہے

شہاب خاندان ہے حُرقہ بستی ہے۔ حرّہ محلّہ ہے۔ لظیٰ جس میں آگ ہی آگ کا معنیٰ ہے۔

اُس آدمی نے عرض کی امیرالمؤمنین آپ حیران کیوں ہیں فرمایا: مَیں سوچ رہا ہُوں کہ تمام نام آگ والے۔ تمام نام گرمی والے، تم بچے کیسے ہُوئے ہو۔

عرض کی حضور دیکھ لیں، فرمایا: اچھّا شُکر کر تو میرے دربار میں ہے۔

عرض کی حضور وُہ کیوں فرمایا۔ اِس وقت تم اپنی بستی میں ہوتے تُم بھی جل جاتے جل کر راکھ ہو جاتے۔ سرکار میں سمجھا نہیں، فرمایا: تیرے گھر کو آگ لگ چُکی ہے۔ تیرا سارا گھر جل کر راکھ ہو چکا ہے۔

یقین نہ آئے تو خُود جاکر دیکھ لے۔ سرکار آپ کو کیسے پتہ چلا۔ فرمایا میں کملی والے کا غُلام ہُوں، اللہ تعالیٰ کی عطا سے میں نے یہاں بیٹھے بیٹھے تیرے

گھر کو جلتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔

سُبْحَانَ اللہ

میاں غور کرو۔ جب نگاہِ فاروقی کا یہ حال ہے تو نگاہِ مُصطفےٰ عَلَیہِ الصَّلوٰۃ وَالسَّلام کا کیا حال ہوگا۔ جب اُمّتی کی نگاہ مدینہ شریف سے میلوں دُور کی چیز دیکھ رہی ہے تو نگاہ نبی کی قوّت کا آپ خُود اندازہ لگالیں۔

سیّدنا فاروقِ اعظم کی بات سُن کر وُہ آدمی دوڑا جب گھر پہنچا تو سارا گھر جل کر راکھ ہوچکا تھا۔

(ازالتہ الخفاء جلد نمبر ۲ صـ۹۴)

پتہ چلا کہ نام اگر بُرا ہوگا تو اُس کا انجام بھی بُرا ہوگا۔ نام جتنا پیارا ہو گا جتنا خُوبصورت ہوگا۔ انجام اِنشاءَ اللہ اتنا ہی اچھّا ہوگا۔

اِس لئے میرے آقا بُرے نام کو پسند نہیں فرماتے تھے بلکہ اس کو اچھّے نام سے بدل دیتے تھے مُسلمانوں کو بھی چاہیئے کہ اپنی اَولاد کے نام اسلامی رکھیں اَور خوبصورت اَور بامعنی نام رکھیں، لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اپنے بچّوں کے نام ہندوؤں اور انگریزوں والے رکھتے۔ پھر بڑا ہوکر بچّہ کام بھی وُہی کرتا ہے جو ہندوؤں اَور انگریزوں کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ نبی پاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے پیارے دادا جان حضرت عبدُالمطلب نے فرمایا: بیٹی پریشان نہ ہو غم نہ کر، فکر نہ کر میرے پاس ایک بچّہ ہے۔ بچّہ کیا ہے بس سمجھ لو نُور کا ٹکڑا ہے۔ دیکھو گی تو دیکھتے ہی رہ جاؤ گی۔ اگر خیال میں آئے تو وُہ لے جاؤ۔

سیّدہ حلیمہ نے عرض کی حضُور مجھے لے چلو میں دیکھوں تو سہی فرمایا:

ایک بات ہے۔ عرض کی کون سی؟ فرمایا: ہے تو نور کا پیکر، مگر ہے یتیم، باپ اس کا بچپن میں فوت ہو گیا تھا میں اس بچے کا دادا ہوں اگر اب چاہو تو لے چلوں۔

سیدہ حلیمہ نے سنا تو عرض کی حضور اگر میں اکیلی ہوتی تو میں ضرور ابھی ساتھ چلتی، بچہ کو ابھی گود میں اٹھا لیتی، ابھی اپنے سینے سے لگا لیتی، لیکن میرے ساتھ میرا شوہر بھی ہے، میرے بچے بھی ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے شوہر سے مشورہ کر لوں۔ اس کی رائے، اس کی مرضی نہ پوچھ لوں۔ حضور مجھے امید ہے میرا شوہر ضرور اس بچے کی خدمت کی اجازت دے گا۔ آپ فکر نہ کریں، گھر بتا دیں، میں ابھی اجازت لے کر آئی۔

حضرت عبدالمطلب نے مسکرا کر فرمایا۔ ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں، ضرور اپنے خاوند سے پوچھو۔ مشورہ کر لو بعد میں پریشان نہ ہو جاؤ۔ حضرت عبدالمطلب نے گھر کا ایڈریس بتا دیا۔ پتہ سمجھا دیا۔ سیدہ حلیمہ اپنے شوہر کی طرف مشورہ کے لئے چل پڑی۔

سیدہ حلیمہ کا مشورہ:۔

تھوڑی دیر کے بعد سیدہ حلیمہ اپنے ڈیرے پر پہنچ گئی۔ آپ کے خاوند حارث نے کہا حلیمہ سناؤ کیا ہوا۔ جیسے خالی گود گئی تھیں، ویسے ہی خالی گود آ گئی ہو کوئی بچہ نہیں ملا؟

حضرت حلیمہ نے فرمایا: حارث سارے بچے تقسیم ہو گئے ہیں، لیکن ایک بچہ ہے۔ حارث نے کہا تو اسے لائی کیوں نہیں؟

سیدہ حلیمہ نے فرمایا: بچہ تو سنا ہے بڑا حسین و جمیل ہے۔ بڑا پیارا

ہے۔ نُور کا ٹکڑا ہے۔ پیکرِ نُور ہے مگر ہے یتیم یہی صرف اور صرف تیرے ڈر کی وجہ سے نہیں لائی کہ کہیں تم ناراض نہ ہو جاؤ کہ یہ یتیم کیوں اُٹھا کے لائی ہو۔ اب اگر اجازت دو تو میں اُس بچے کو لے آؤں؟

حارث سوچ میں پڑ گیا۔ سیدہ حلیمہ نے فرمایا: حارث تم نے جواب نہیں دیا۔ کیا سوچ رہے ہو۔ حارث نے کہا۔ حلیمہ سوچ رہا ہوں، ہم بھی کتنے بدنصیب ہیں کہ ہمیں کوئی بچہ ہی نہیں ملا۔

حضرت حلیمہ نے فرمایا: بچہ تو ہے، اب تم بھی تو اجازت دو۔ حارث نے کہا حلیمہ ذرا سوچو تو سہی ہم پہلے ہی غریب ہیں، قحط کے مارے ہوئے ہیں، صبح کا ملتا ہے تو شام کا نہیں ملتا۔ ہم یتیم بچے کو لے کر کیا کریں گے۔

حضرت حلیمہ نے فرمایا: حارث اس بچے کے دادا نے مجھے بہت تسلی دی ہے اور انعام و اکرام کا وعدہ بھی کیا ہے۔

حارث نے کہا: حلیمہ دائیاں ہمیشہ بچے کے والد سے انعام و اکرام لیتی ہیں۔ دادا سے نہیں۔ اس یتیم بچے کی پرورش کر کے تم دادا سے انعام لو یہ نہیں ہو سکتا۔

میرا خیال ہے کہ اس بچے کو نہ ہی لے آؤ تو بہتر ہے۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں، میں شوہر کی بات سن کر بڑی مایوس ہوئی میرا دل ٹوٹ گیا۔ آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔ حارث نے جب مجھے روتا ہوا دیکھا تو کہا حلیمہ کیوں رو رہی ہو؟

حضرت حلیمہ نے فرمایا: حارث رو اس لئے رہی ہوں کہ تمام بنو سعد کی دائیاں، تمام میرے قبیلے کی عورتیں جب گھروں کو جائیں گی تو بچے لے کر جائیں گی اور میں جیسے خالی آئی تھی، ویسے ہی خالی جاؤں گی تو قبیلے والے

کیا کہیں گے۔ بنی سعد کی عورتیں طعنے دیں گی کر دیکھو حلیمہ کتنی بدقسمت ہے اتنی محنت بھی کی لیکن ہاتھ کچھ بھی نہ آیا۔

حارث نے کہا: حلیمہ اب تم کیا چاہتی ہو کھل کر بات کرو۔ حضرت حلیمہ نے فرمایا: میں چاہتی ہوں وہی یتیم بچے کو گودی میں اٹھاؤ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس یتیم کی برکت سے ہماری قسمت بدل دے۔ ہمارے دن پھر جائیں، ہماری کھوٹی تقدیر سنور جائے۔

حارث نے کہا: آج تک تم نے میری بات کبھی نہیں ٹھکرائی، جو کہتا ہوں تم کر لیتی تھی۔ لیکن اس بچے کے معاملے میں تم بڑی ضد کر رہی ہو۔ آخر وجہ کیا ہے۔ حضرت حلیمہ نے فرمایا: حارث تمہیں کیا بتاؤں، مجھے غیب سے آوازیں آ رہی ہیں، حلیمہ اگر کامیابی چاہتی ہو اگر سویا ہوا مقدر جگانا چاہتی ہو اگر اپنی قسمت بدلنا چاہتی ہو تو اس یتیم بچے کو گودی میں اٹھا لو۔ اس کو اپنے سینے سے لگا۔ حلیمہ

اس یتیم کو گودی میں اٹھانا تیرا کام ہے
تیری بگڑی کو بنانا میرا کام ہے

پھر سیدہ حلیمہ نے جو جو خوابوں میں سرکار کے متعلق دیکھا وہ بھی بتایا۔ سیدہ حلیمہ کے شوہر نے جب یہ ساری باتیں سنیں تو فرمایا: حلیمہ اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے میری طرف سے اجازت ہے۔ جاؤ ضرور جاؤ۔ میں تو تیری خوشی چاہتا ہوں، تیری بہتری اور آسانی چاہتا ہوں۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں، جب میرے شوہر نے جانے کی اجازت دی۔ سرکارِ کائنات کو دودھ پلانے کی اجازت دی تو میں اتنی خوش ہوئی کہ زندگی میں اتنی خوشی نہ ہوئی۔ ادھر سیدہ حلیمہ چلی ادھر میرے آقا

کی والدہ ماجدہ سیّدہ طیبّہ طاہرہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پریشان کہ سارے بچے دائیاں لے گئی ہیں، میرے یتیم کو کسی دائی نے نہیں اٹھایا۔

خالقِ کائنات کی آواز آئی۔ آمنہ گھبراؤ نہیں، پریشان نہ ہو محبوب بھی ہمارا ہے۔ دائی بھی ہم خود بھیجیں گے۔

سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی مولا کہ وہ کون سی دائی ہے۔ کب آئے گی۔ خالقِ کائنات نے فرمایا: نام اس کا حلیمہ ہے۔ قوم کی سعدیہ ہے اور اپنے ڈیرے سے چل پڑی ہے۔ عنقریب تیرے بیٹے کو اٹھا کر سینے سے لگائے گی۔ اللہ اکبر

سیّدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا جب ڈیرے سے چلی تو ادھر میرے آقا کے دادا کو بھی فکر ہوئی۔ حلیمہ رضی اللہ عنہا ابھی تک نہیں آئی۔ پتہ تو کرو آپ بھی تلاش میں نکلے۔ ادھر سے سیّدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا چلی ادھر میرے نبی کے پیارے دادا چلے۔ گلی کے ایک موڑ پر دونوں کی ملاقات ہو گئی۔

سیّدہ حلیمہ نے سلام عرض کیا اور کہا حضور کہاں جا رہے ہو۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: بیٹی میں تو تمہاری طرف ہی جا رہا تھا۔ تم کہاں جا رہی ہو۔

سیّدہ حلیمہ نے عرض کی حضور میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہونے جا رہی تھی۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: سناؤ شوہر سے مشورہ کیا ہے؟ عرض کی حضور مشورہ ہو گیا ہے۔ فرمایا: اجازت ملی ہے کہ نہیں؟

سیّدہ حلیمہ نے عرض کی حضور اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے آپ کی دعا سے اجازت مل گئی ہے۔ فرمایا: اچھا تو آؤ میں تمہیں اپنے گھر لے چلوں۔ عرض کی حضور چلو۔

(جامع معجزات ص۲۳۷، ص۳۳۹، معارج النبوت دوم ص۱۱۵ا ص۱۱۴)

حضرت حلیمہ درِ آمنہ رضی اللہ عنہا پر:-

سیّدہ حلیمہ فرماتی ہیں، مَیں نبیٔ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دادا جان کے ساتھ چلتی چلتی اس مکان میں پہنچی، جس مکان میں خالقِ کائنات کا حبیبؐ پیدا ہوا تھا۔

میرے دوستو! قربان جاؤں اس مکان پر جس مکان میں محبوب کا امام تشریف لایا۔ صدقے جاؤں اس کچی گلی کے جس گلی میں غریبوں کو سینے سے لگانے والا لجپال ہی تشریف لایا۔

اللہ تعالیٰ حج کی توفیق دے تو آپ جاکر دیکھیں، کعبہ شریف میں جہاں مقام ابراہیم والا پتھر موجود ہے اُس کے بالکل سامنے ایک کلو میٹر دور وُہ مکان شریف اَب تک موجود ہے۔

سرکار کے مکان کے ساتھ محلّہ بنی ہاشم ہے حاجی زیارت کرتے ہیں، سعودی حکومت نے اِس مکان کو لائبریری کی شکل میں بدل دیا ہے خیر تو سیّدہ حلیمہ فرماتی ہیں جب مَیں اس مکان پر پہنچی تو حضرت عبد المطلب مجھے گھر کے اندر لے گئے۔

مَیں جب گھر میں داخل ہوئی تو گھر نہایت ہی سادہ بالکل صاف شفاف لیکن صحن میں کستوری کی بھینی بھینی بہت پیاری خوشبو آرہی تھی۔ اس گھر کے صحن میں ایک نوجوان عورت تشریف فرما تھیں جس کا چہرہ ایسے چمک رہا تھا جیسے چودھویں کا چاند چمکتا ہے۔ سر سے لے کر پاؤں تک شرم و حیاء کی پیکر تھی۔ اُس پاک عورت نے اُٹھ کر مجھے سلام دیا۔

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: حلیمہ یہ میرے بیٹے عبداللہ کی بیوی ہے۔ میری بہو ہے۔ میرے پوتے کی امی ہے، نام اس کا آمنہ ہے۔

پھر حضرت عبدالمطلب نے حضرت آمنہ سے فرمایا: بیٹی یہ حلیمہ ہے۔ قبیلہ بنی سعد سے تعلق رکھتی ہے۔ ہمارے بچے کو دودھ پلانے کے لئے اس کی خدمت کے لئے آئی ہے۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں۔ سیدہ آمنہ میرا نام سن کر بڑی خوش ہوئی جیسے وہ مجھے پہلے ہی سے جانتی ہو۔

سیدہ آمنہ نے فرمایا: حلیمہ واقعی تم ہی میرے بچے کی دائی ہو۔ حلیمہ بڑی دیر کر دی ہے۔ میں تیرا کب سے انتظار کر رہی تھی۔ جلدی کرو میرے بیٹے کو اٹھا کر گودی میں لے لو اور سینے سے لگا لو۔

حضرت حلیمہ نے عرض کی وہ آپ کا لختِ جگر ہے۔ کہاں آپ کا نورِ نظر، کہاں آرام فرما ہے؟

سیدہ آمنہ نے فرمایا: وہ سامنے کمرے میں میرا لختِ جگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہے۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں: میں اس کمرے کی طرف چلی لیکن علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ "مولد العروس" ص ۳۰ پر لکھتے ہیں۔

جب حضرت حلیمہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لینے کے لئے حضرت عبدالمطلب کے گھر تشریف لے چلیں تو سات دائیاں جو حضرت حلیمہ کے بھی بعد مکہ شریف پہنچی تھیں وہ بھی ساتھ تھیں، انہوں نے بھی حضرت عبدالمطلب کو عرض کی سرکار بچے کی خدمت کا ہمیں موقعہ عطا فرمائیں ہم بھی بچہ لینے کے لئے آئی ہیں ہمیں نظر انداز نہ فرمائیں۔ بچوں کا

لگرانہ تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا:

بیبیو! بچہ ایک ہے تم ماشاءاللہ آٹھ ہو اب کس کس کو بچہ دوں ایسے کرتے ہیں تم باری باری میرے پوتے کی طرف ہاتھ بڑھاؤ جس کی طرف میرا پوتا خود بخود آگیا وہی اپنے ساتھ لے جائے تمام دائیوں نے کہا حضور ہمیں آپ کی بات منظور ہے۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں میں بیٹھ گئی میں نے تمام دائیوں کو کہا تم اپنی اپنی قسمت آزماؤ اگر تمہاری طرف وہ بچہ آگیا تو ٹھیک ہے نہیں تو میں جاؤں گی۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں تمام دائیاں باری باری سرکار کے نور بھرے کمرے میں گئی ہر دائی سرکار کو اٹھانے کی کوشش کرتی تو خالق کائنات کا حبیب اپنا رخ پاک دوسری طرف پھیر لیتے۔ قربان جاؤں نگاہ نبوت پر پہچان نبوت پر، میرے نبی کو پتہ تھا ابھی اپنے بھاگ جگانے والی اپنے مقدر سنوارنے والی دائی حلیمہ نہیں آئی عمر مبارک کتنی ہے صرف چند دن یہ نبی کی مثل بننے والے جو کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے بڑے بھائی ہیں ہم چھوٹے بھائی ہیں۔

"جیسا کہ مولوی اسماعیل دہلوی وہابی اہلحدیث نے تقویۃ الایمان ص ۵۶ پر لکھا کہ اولیاء انبیاء امام اور امام زادے پیر اور شہید جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز ہیں اور ہمارے بھائی ہیں، مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہمیں ان کی فرمانبرداری کا حکم کیا ہے۔ ہم ان کے چھوٹے ہیں ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیئے۔"

ان سے پوچھو او نبیوں ولیوں کے بھائی بننے والو کیا تمہاری بھی

اور تمہارے بچوں کی بھی بچپن میں یہ شان تھی کہ وہ سوائے اپنی والدہ کے کسی اور کا دودھ نہیں پیتے تھے اگر تھی تو پھر واقعی بڑی شان ہے نہیں تو پھر سرکار کی مثل کیسی۔

میرے دوستو! سرکار کسی دائی کی طرف دیکھتے نہیں اور نبی کی مثل بننے والوں کی یہ حالت ہے یہ بچپن میں رو رہے ہوتوان کو کسی گدھی کا کسی جانور کا دودھ بھی پلا دیں تو یہ ماں کا دودھ سمجھ کر پی جائیں گے۔

لیکن قربان جاؤں سرکار کی معرفت پر چند دن کی عمر پاک ہے۔ لیکن دائی کو پہچان رہے ہیں کہ یہ وہ نہیں جس کی گود میں میں نے جانا ہے۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں۔ تمام دائیاں گئیں "فَاَعْرَضَ عَنْهُنَّ" میرے کملی والے نے تمام دائیوں سے اپنا چہرۂ انور پھیر لیا۔ ساری دائیاں جب سرکار کے کمرے سے نکل آئیں تو حضرت عبدالمطلب نے فرمایا۔ حلیمہ اب تم بھلا جاؤ میرا پوتا تمہاری طرف بھی آتا ہے کہ نہیں۔

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں، دھڑکتے دل کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ فرماتی ہیں جب میں کمرے میں داخل ہوئی تو سارا کمرہ نور سے جگمگا رہا تھا۔ عنبر اور کستوری کی خوشبو سے سارا کمرہ مہک رہا تھا۔ میں نے کہا۔ سیدہ ایسے لگتا ہے کہ آسمان کے ستارے اُتر کر تیرے بیٹے کے ارد گرد جگمگ کر رہے ہیں۔ حضرت آمنہ نے فرمایا؛ حلیمہ یہ ستاروں کا نور نہیں بلکہ یہ تو میرے بیٹے کے چہرے سے نکلنے والی نور کی شعاعیں ہیں۔

مولوی عبدالستار وہابی سرکار کے نور کا اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ

؎ حضرت آمنہ دے گھر اُمنوں تے دادا نبی لیایا!
چند نورانی حجرے اندر تے چانن نور لگایا

سیّدہ حلیمہ فرماتی ہیں: میں نے کیا دیکھا۔ سرکار ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔ نیچے ایک نرم و نازک گدیلا بچھا ہوا ہے۔ اس گدیلے پر ریشم کا سبز ٹکڑا، سبز چادر بچھی ہوئی ہے۔ سرکار اُس پر تشریف فرما ہیں۔ سفید سفوف کا لباس پہنا ہوا ہے اور پورے جسم پر سفید چادر تنی ہوئی ہے۔ پیٹھ کے بل لیٹے اپنی اُنگلیاں مُنہ مُبارک میں لئے سوئے ہوئے ہیں اور خراٹوں کی دھیمی دھیمی آواز آرہی ہے۔

سیّدہ حلیمہ فرماتی ہیں، جب میں نے سرکار کے قریب ہوکر چہرۂ انور سے پردہ اُٹھایا تو چہرۂ انور سے نور کی چمکار نکلی مجھے ہوش ہی نہ رہا کہ میں کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ کیونکہ میں نے دُنیا کے بڑے بڑے حسین و جمیل بچے دیکھے ہیں، پر اس مُحمّد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جیسا حسین و جمیل بچہ میں نے نہیں دیکھا۔

اے سیّدہ تُو دیکھتی بھی کیسے اللہ تعالیٰ نے ایسا حسین و جمیل کوئی بچہ پیدا ہی نہیں فرمایا۔

؎ وَالضُّحیٰ مُکھڑا وَاللَّیل زُلف مَازَاغ دَا کجلا پایا اے
ایہو رَل مِل سارے کہندے نے وَاہ وَاہ رَب نے یار سجایا اے

میرے دوستو!

حُسنِ مُصطفےٰ عَلَیہِ الصَّلوٰۃ وَالسَّلام کے جلوے پُوچھنے ہیں تو اُن سے پوچھو جنہوں نے سرکار کے حُسن و جمال کو دیکھا ہے۔ سرکار کے جمال کی بات پوچھنی ہے تو قلندرِ گولڑہ سیّدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی عَلَیہِ الرَّحمۃ سے پوچھو جب آپ نے وادیِ حمرا میں جاگتے ہوئے بغیر کسی حجاب کے بغیر کسی پردے کے سرکار کی زیارت کی تو آپ بے ساختہ بول پڑے تھا کہ

؎ اِس صُورت نوُں مَیں جان آکھاں جان آکھاں کہ جانِ جہان آکھاں
سچ آکھاں تے ربّ دِی شان آکھاں جِس شان توں شاناں سب بنیاں
ایہناں سکدیاں تے کرلاندیاں نے لکھ وار صدقے سے جاندیاں تے!
انہاں بردیاں مفت دکاندیاں تے شالا آون وت بھی اوہ گھڑیاں
مکھ چند بدر لاثانی ایں متھے چمکدی لاٹ نورانی ایں
کالی زلف تے اکھ مستانی اے مخمور اکھیں ہین مدھ بھریاں
لاہو مکھ تھیں مخفط بردیمن من بھاوندی جھاک دکھلاو سجن
اوہو مٹھیاں گالی الاو سجن جو حمرا وادی سن کریاں
ایہہ شالا صورت پیش نظر رہے وقت نزع تے روز حشر
وچ قبر تے پل تھیں جدہوسی گذر سب کھوٹیاں تھیسن تدکھریاں

سیّدہ حلیمہ فرماتی ہیں، میں سرکار کا چہرہ دیکھ کر اور حسن وجمال دیکھ کر سو جان سے عاشق ہو گئی۔ ہزار جان سے قربان ہو گئی۔ پھر میں نے سرکارِ کائنات کے سینہ مبارک پر اپنا ہاتھ رکھا تو فَفَتَحَ عَیْنَیْہِ کملی والے نے اپنی چشمانِ مبارک کھولیں، میری طرف دیکھا۔ سُبحان اللہ!

میری طرف دیکھ کر کیا کیا فَتَبَسَّمَ ضَاحِکًا آپ نے مسکرانا شروع کر دیا۔ جب سرکار مسکرائے تو آپ کی مسکراہٹ کے ساتھ اتنا نور نکلا کہ پورا کمرہ منور ہو گیا۔ آپ کے نور کی شعاعیں آسمانوں کی طرف بلند ہوتی گئیں۔

سرکار مسکرائے کیوں؟

صوفیائے کرام فرماتے ہیں اس لئے کہ آپ نے اپنی دائی حلیمہ کو مسکرا کر اشارہ فرما دیا کہ حلیمہ گھبرا نہیں، پریشان نہ ہو اگر تو سب دائیوں کے بعد آئی

ہے تو میں بھی سب نبیوں کے بعد آیا ہوں۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں جب سرکارؐ ہنسے تو میں نے بے ساختہ نیچے جھک کر کملی والے کے مبارک چہرۂ انور کو چوم لیا۔ صد رشک جاؤں حلیمہ تیرے مقدر پر قربان جاؤں تیری قسمت پر تو اُس نبیؐ کے لبوں کو چوم رہی ہے تو اُس رسول کے چہرے کو بوسے دے رہی ہے جس کے قدموں کو چومنے کے لئے جبرئیل ترستا تھا۔ جس کی دید کے لئے کائنات بیقرار ہے۔

؎ ویکھو دائی حلیمہ دے بھاگ جاگے گھر وچ دُرِّ یتیم لیاؤندی اے
جیہدے ہیراں دی دُھوڑ نوں نبی ترسن اوہدیاں لباں تے لب ٹکاؤندی اے

سیدہ حلیمہ تو سرکار کے حسن و جمال کو دیکھ کر انوار و برکات کو دیکھ کر مست ہے۔ سوچ میں پڑی ہوئی ہے ادھر حضرت آمنہ دروازے پر کھڑی سوچ رہی ہیں کہ شاید حلیمہ کا پروگرام بچہ نہ لے جانے کا تو نہیں بن گیا۔ حضرت آمنہ نے پیچھے سے آواز دی کہ

؎ کہیا آمنہ مائی حلیمہ نوں لال گود وچ پا لے چپ کر کے
لے رحمت عالم سرکار دی سینے نال لا لے چپ کر کے
ایہنوں سمجھ یتیم نہ چھڈ جاویں جھولی وچوں لال نہ کڈھ جاویں!
نی ایہہ لال میرا ان مُلّا اے پلڑے وچ پا لے چپ کر کے

سیدہ حلیمہ کو حضرت آمنہ نے فرمایا: حلیمہ کیا سوچ رہی ہو کیوں نہیں میرے لختِ جگر کو اُٹھاتی، کیوں نہیں اس کو سینے سے لگاتی۔

کر فکر نہ پچھوں آون دا دائیاں توں مگر رہ جاون دا
نبی ایہہ سب نبیاں توں بعد آیا ایہدے ناز اُٹھالے چپ کر کے

ایہدے رُخ توں پردہ چک کے تے سہی بیر چن دا مکھڑا ویکھ تے سہی
ایس نور مجسم تھیں گھر دی ظلمت نوں مٹا لے چپ کر کے

سیدہ آمنہؓ نے فرمایا: حلیمہؓ فکر کیوں کرتی ہے۔ پریشان کیوں ہوتی ہے۔ اگر تو سب دائیوں کے بعد آئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے تیری قسمت میں وہ بچہ لکھا ہے جو کائنات میں سب سے زیادہ شان والا ہے۔

ویکھن وچہ ایہہ عبد اللہ لیے پر اصل دے وچہ ایہہ ظل اللہ ایہے
نبی ایہہ اُدھراں پردیاں وچہ آیا ایہنوں جگ توں لکا لے چپ کر کے

دولتِ کونین حلیمہؓ کی گود میں:-

اُدھر سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ فرما رہی ہیں۔ لیکن اِدھر سیدہ حلیمہ سرکار کے حسن و جمال کے نظارے کر رہی ہیں۔ آخر کار سیدہ حلیمہ نے اپنے دونوں بازو اپنے دونوں ہاتھ سرکار کو اُٹھانے کے لئے پھیلا دیئے جو حضرت حلیمہ نے ہاتھ بڑھائے۔ میرے آقا حضرت حلیمہ کے ہاتھوں میں تشریف لے آئے۔

سیدہ حلیمہ نے سرکار کو اپنی گودی میں لے کر سرکار کے نوری رخسار کو بوسے لینے شروع کر دیئے۔ سبحان اللہ!

جب سیدہ حلیمہ نے سرکار کو اپنی جھولی میں اُٹھایا تو ساری کائنات میں خوشی کی لہر دوڑ گئی فرش والے خوش، عرش والے خوش، جنت کی

حُوریں خُوش، غلمانِ جنت خُوش، پیارے فرشتے خُوش، سردارِ ملائکہ جبرائیل خُوش نہیں، بلکہ خُود خالق و مالک خُوش پھر ہوا کیا ایک عاشق اس کی ترجمانی کرتا ہے۔ کہ ساری کائنات حضرت حلیمہ کو مبارک دینے لگی۔

مُبارک مُبارک حلیمہ حلیمہ مُبارک مُبارک حلیمہ حلیمہ
(صلی اللہ علیہ وسلم) (صلی اللہ علیہ وسلم)
بنی تو محمدؐ کی دائی حلیمہ! بنی تو محمدؐ کی دائی حلیمہ
ملا دین دُنیا کا سردار تجھ کو تیری بات حق نے بنائی حلیمہ

کِسی نے پنجابی زبان میں یہی بات کہی کہ

؎ حلیمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نوں پایا جاں پلّے
عرش والے جھک جھک کے وینڈے سی تھلّے
حلیمہ توں لٹ لئی خدا عزوجل دی خدائی!
ملائکہ نے دِتی آسماناں دُھائی

کسی عاشق نے اسی بات کو یُوں پیش فرمایا کہ ساری خُدائی حضرت حلیمہ کو کیا کہہ رہی تھی کہ

؎ بھاگ جاگ پئے نی تیتھے تیتھے آون والیئے
بھاگ جاگ پئے نی تیتھے تیتھے آون والیئے
توں تاں رب (عزوجل) دیاں رحمتاں نوں لُٹیا!
دائیاں ساریاں دا مان توڑ سُٹیا
بچے نوں گودی چان والیئے!

؎ نرشاں اُتے سعدیہ نوں دین پئے مبارکاں
آخری رسول دیاں ہویاں تینوں زیارتاں
اُس ہاشمی گھرانے دے یتیم نوں چم!
توڑ دے نیں جیہڑے ہوئے دِلاں دے حکیم نوں
گلے دے نال لا دے نی واسطے!
یاد رکھیں روز دی سلامی تینوں ملے گی
کملی والے آقا دی غلامی تینوں ملے گی!
تیرے نال نال حوراں پیّاں آؤندیاں
صفتاں آمنہ دے لال دیاں گاؤندیاں
نبی نوں جھولا جھلاں واسطے!

قربان جاؤں سیدہ حلیمہ کے مقدر پر جن کی گود میں ساری کائنات کی دولت سمٹ کر آگئی تھی، ساری خدائی کا دولہا حلیمہ کی جھولی میں تشریف لاچکا تھا۔ حضرت حلیمہ اپنے مقدر پہ اپنے بخت پہ جتنا ناز کرتی وہ کم تھا کیوں؟ اس لئے کہ کسی کے حصے علاقے کا زمین دار آتا ہے، کسی کے حصے علاقے کا جاگیردار آتا ہے، کسی کے نصیب میں وزیر، سفیر آتا ہے۔ پر واہ نی حلیمہ مائی تیرے حصے اللہ تعالیٰ کا حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام آیا ہے۔

؎ مرحبا مرحبا آگئے مصطفےٰ جسدیاں راہواں بڑے ویکھدے رہ گئے
گودی چکیا حلیمہ نے سرکار نوں ناراں والے کھڑے ویکھدے رہ گئے
چمک پئے حلیمہ اج لیکھ تیرے رونقی آگئی سی گھراں نوں ہسدی جا
کھڑے ڈاچی نوں ہوئیں جوان مڑ کے ہسدی کھیڈدی نچدی نس دی جا

ے لے کے رحمت نوں رحمت دی بن بدلی صائم ہکدیاں راہواں تے وسدی جا
کیویں چُن کھڈالویں گی آمنہ دا بھاگاں والیئے اینہاں تے دس دی جا

سیّدہ حلیمہ فرماتی ہیں بھوک اور قحط کی وجہ سے میں بڑی کمزور تھی، میری دونوں چھاتیاں دُودھ نہ ہونے کی وجہ سے بالکل خشک ہو چکی تھی، میرا بچہ ساری ساری رات دُودھ نہ ہونے کی وجہ سے روتا تھا۔ لیکن ہم مجبور تھے لیکن جب میں نے سرکارِ مدینہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو اپنی گودی میں اُٹھایا تو میری چھاتیاں دُودھ سے بھر گئیں، اتنا دُودھ آگیا کہ خُود بخود پستانوں سے گرنے لگا۔ میں بڑی حیران ہُوئی کہ یہ دُودھ کہاں سے آگیا ہے۔

غیب سے آواز آئی حلیمہ جس اللہ تعالیٰ کے یار کو تُو نے اپنی گودی میں اُٹھایا ہے اُسی خالقِ کائنات نے یار کی خاطر تیرے جسم میں دُودھ کی نہر جاری فرمادی ہے۔ سُبحان اللہ!

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں، میں نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو گودی میں لے کر دایاں پستان سرکار کے مُنہ میں دیا۔ کملی والے نے وہ نوش فرمایا۔ پھر میں نے بائیں طرف والا پستان منہ میں دینے کے لئے آگے کیا تو آقائے کائنات نے چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ حضور بائیں طرف کیوں نہیں دُودھ نوش فرماتے تو سرکار نے میری طرف نگاہِ محبت سے دیکھ کر مسکرانا شروع کر دیا۔

گویا آنکھوں آنکھوں میں اشارہ کر دیا۔ امّی جان مجھے پتہ ہے صرف آپ کا دُودھ میں نے ہی نہیں پینا۔ بلکہ آپ کا بیٹا عبداللہ بھی ہے اُس نے

بھی آپ کا دُودھ پینا ہے۔ امّی جان اگر بائیں پستان کا دُودھ بھی میں نے پی لیا تو اُس کا کیا بنے گا۔ وُہ کیا پئے گا۔ میں دُنیا میں کسی کا حق لینے نہیں آیا بلکہ مظلوموں کو حق دلانے آیا ہُوں۔ میں کسی کو رُلانے نہیں آیا۔ بلکہ میں روتوں کو ہنسانے آیا ہُوں۔ عدل وانصاف کا پیکر بن کے آیا ہُوں۔

(اللہ اکبر)

اِسی بات کو تمام عُلمائے اُمّت نے اپنی اپنی کتابوں میں درج فرمایا کہ

"لِاَنَّہٗ عَلِمَ اَنَّ لَہٗ شَرِیْکًا فِی الرَّضَاعَۃِ"

(سبل الہدیٰ والرّشاد جلد نمبر ۱، صـــ ۳۷۷)

سرکارِ مدینہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو پتہ تھا کہ میرے ساتھ دُودھ پینے میں دوسرا بھائی بھی شریک ہے۔ اِسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہُوئے امام اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں فرما گئے۔

بھائیوں کے لئے ترکِ پستان کریں!
بچپنے کی عدالت پہ لاکھوں سلام

میرے دوستو! توجہ فرمائیے۔ سرکار کی عُمر شریف کتنی ہے۔ صِرف چند دِن لیکن آپ کے عدل پُر انصاف پر قُربان جائیے کہ سرکار دوسرا پستان مُبارک نہیں پیتے تاکہ حلیمہ کا بطن جایا کہیں بھُوکا نہ رہ جائے۔ حالانکہ جب سیّدہ حلیمہ میرے آقا کو اُٹھانے آئی تھی، اکیلی تھی، بچّہ ساتھ نہیں تھا بلکہ وُہ اپنے ڈیرے جو کہ مکّہ شریف سے دُور خیمے کی صُورت میں تھا۔ وہاں خاوند کے پاس چھوڑ آئی تھیں۔ اب سرکار کو جب گودی میں اُٹھاتی ہے تو سرکار ایک ہی پستان سے دُودھ پیتے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حلیمہ کا بچّہ ہے ڈیرے پر کملی والے ہیں۔

حلیمہ کی گود میں اب سرکار کو کیسے پتہ چل گیا کہ حلیمہ کا بچہ بھی ہے؟ بولنے کے قابل نہیں کہ کسی نے پڑھا سکھا دیا ہو کہ اے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام، خیال کرنا حلیمہ کا ایک اور بھی دودھ پیتا بچہ ہے۔

سرکار چل بھی نہیں سکتے کہ جا کر خود دیکھ لیتے کہ حلیمہ کا بچہ ایک اور بھی ہے۔ اب بتلایئے سرکار کو کیسے پتہ چل گیا؟

دنیا حیران ہے پر خالقِ کائنات نے آواز ماری۔

اے دنیا والو حیران کیوں ہو۔ سوچتے کیا ہو یہ بچہ کوئی عام بچہ نہیں، بلکہ میرا حبیب ہے، میرا یار ہے۔ میرا پیارا رسول ہے۔ ساری دنیا کے بچے دنیا میں آکر پڑھتے ہیں۔ دنیا میں آکر سیکھتے ہیں۔ پر میرا یار اپنے خدا عزوجل سے پڑھ کر آیا ہے۔ سیکھ کر آیا ہے۔

"اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ"

رحمان وہ ہے جس نے یار کو سب کچھ پڑھا کے سکھا کے سمجھا کے بھیجا ہے۔

مولوی حیران کیسے؟ قرآن سے آواز آئی۔ مولوی حیران نہ ہو اگر عیسٰی علیہ السلام پیدا ہوتے ہی اعلان کر سکتا ہے کہ "اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ ؕ" میں کتاب لے کر آیا ہوں، تو عیسٰی علیہ السلام کا امام کیوں نہیں، خدا عزوجل سے پڑھ کر آسکتا ہے۔ سبحان اللہ!

اب پوچھئے ان بدنصیب مولویوں سے، ان قسمت کے مارے ہوئے لوگوں سے جن کا پیشوا جن کا مقتداء مولوی خلیل احمد انبیٹھوی "براہین قاطعہ" صلاھ پر یہ لکھ گیا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں۔ توبہ استغفر اللہ!

میرے دوستو! دیوبندیوں، وہابیوں کا تو یہ عقیدہ ہو سکتا ہے۔ لیکن

ہمارا عقیدہ تو رہی ہے جو اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ

؎ اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

سُبحان اللہ! کیا پیارا عقیدہ ہے تو عرض یہ کر رہا تھا۔ سرکار نے ایک پستان پیا۔ دوسرا چھوڑ دیا۔

حضرت حلیمہ قسم کھا کے فرماتی ہیں جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرا دودھ بچپن شریف میں پیتے رہے۔ ہمیشہ دایاں لیتا ان ہی پیا۔ بائیں کے قریب کبھی نہ گئے۔

(خصائص کبریٰ جلد نمبر ۱ ص ۵۹ شواہد النبوۃ' مدارج النبوۃ سیرت حلبیہ جلد اوّل ص ۲۸۵)

میرے دوستو! آج ہمیں اپنا کردار دیکھنا چاہیئے اور سرکار کی سیرت بھی کہ ہمارے نبی نے ولادت کے بعد حالت رضاعت میں بھی کسی کا حق نہیں کھایا۔ غضب کیا نہیں تو اگر ہم جوان ہو کر، سمجھ دار ہو کر، عاقل بالغ ہو کر کسی کا حق مار لیں، کسی کا مال غصب کر لیں تو بتائیں قیامت کے دن ہم اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ اس کے پیارے رسول کے پاس کس منہ سے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے حبیب کے اُمتی تم کیوں کسی کا مال غصب کرتے رہے ہو کسی کی زمین پر ناجائز کیوں قبضہ کیا کسی کا حق کیوں چھینا۔ کیا تم نے میرے یار کی سیرت سے سبق حاصل نہ کیا۔ جس نے بچپن میں ہی اپنے بھائی کے حصّے کو نہ چھیڑا۔

تو بتایئے ہم کیا جواب دیں گے؟ خدا کے لئے سوچیں اللہ تعالیٰ ہمیں یار کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں جب سرکار میری گودی میں تشریف لائے

تو میرے جسم کا بال بال خوشی سے جھومنے لگا۔ میں بتا نہیں سکتی، بس اندازہ نہیں کر سکتی کہ اُس دن مجھے کتنی خوشی ہوئی۔ میں نے اُس دن اپنے آپ کو کائنات میں سب سے زیادہ خوش نصیب سمجھا۔

(جامع معجزات صا۳۲)

واقعی سیدہ حلیمہ اُس دن سے خوش نصیب بنی ایسی بنی کہ قیامت تک نصیب سیدہ کی قدم بوسی کرتا رہے گا کیونکہ جگ کے سردار رحمتِ عالم سے نسبت جو ہو گئی۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں، میں نے سرکار کو اُٹھایا، دودھ پلایا۔ سینے سے لگایا۔ جب کمرے سے باہر نکلی تو حضرت عبدالمطلب نے آواز ماری حلیمہ میں نے کہا جی حضور فرمایا: ذرا ٹھہرو تو سہی۔

میں نے کہا حضور کیوں؟ فرمایا: ہمارے بیٹے کو سینے سے لگایا ہے۔ گودی میں اُٹھایا ہے۔ کچھ خرچہ پانی تو لے لو۔ کچھ زادِ سفر تو لے لو۔

حضرت حلیمہ نے کہا حضور مجھے اب مال و دولت کی کوئی ضرورت نہیں، سرکار کے دادا نے فرمایا۔ کیوں؟

حضرت حلیمہ نے عرض کی اب میرے لئے دونوں جہانوں میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام اور وسیلہ کافی ہے۔ اللہ اکبر!

حضرت حلیمہ سرکار کو سینے سے لگائے بھی جا رہی ہے اور کہتی بھی جا رہی ہے۔ کیا کہ

؎ مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیئے
فضل ربّ العلیٰ اور کیا چاہیئے

جن کے ہاتھوں میں ہے دامن مصطفےٰ
اُن کو روزِ جزا اور کیا چاہیئے
ہر جرم پہ کرم ہر خطا پہ عطا
پھر بھی پوچھتے ہیں اور کیا چاہیئے

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں جب میں صحن میں آئی تو سیدہ آمنہ نے فرمایا۔ حلیمہ ذرا بیٹھو۔ میں بیٹھ گئی تو سیدہ آمنہ نے فرمایا۔ حلیمہؓ کیا تم میرے اس یتیم کو پال لو گی۔

میں نے عرض کیا میری سردار کیوں نہیں؟ ضرور پالوں گی بلکہ ہر حال میں اس کی خدمت کروں گی۔ سیدہ آمنہ نے فرمایا: حلیمہ تم تو پالو گی لیکن میں تمہاری کما حقہٗ خدمت نہیں کر سکوں گی یہ نہ ہو تم ناراض ہو جاؤ۔

حضرت حلیمہ نے فرمایا: میری سردار گھبراؤ نہیں، اللہ تعالیٰ بڑا کریم اور سخی ہے اس کی عطاؤں اور برکتوں میں کوئی کمی نہیں، انشاءاللہ! اس بچے کے طفیل وہ مہربان مجھ غریبنی پر ضرور رحم فرمائے گا۔

آپ مطمئن ہو جائیں ساری دائیاں بچے اس نیت پر لے جا رہی ہیں ہمیں مال ملے گا۔ دولت ملے گی، مال و زر ملے گا لیکن میری یہ نیت نہیں، میں تو اس بچے کو اس واسطے لے جا رہی ہوں۔ دیکھتی ہوں اس کے طفیل اللہ تعالیٰ مجھ پر کتنا کرم کرتا ہے۔ میرے گھر میں کتنی رحمت ہوتی ہے۔

(جامع معجزات ص۳۴۲، سیرت رسول دوم ص۳۷۷ ص۳۷۸)

میرے دوستو! حضرت حلیمہ کیا فرماتی ہیں کہ میں اجرت کے لئے نہیں بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ کا کرم لینے کے لئے اس بچے کو لے جا رہی ہوں، بتائیے،

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت حلیمہ پر کرم کیا کہ نہ کیا؟ کہا اتنا کیا کہ کرم کی بارشیں برسا دی۔ دیکھو ناں حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں جب میں سرکار کو لینے کے لئے مکہ شریف آئی تو میری عمر ۳۵ برس تھی۔ میرے ساتھ مختلف علاقوں سے تین سو دائیاں آئیں۔

(خطابات دین پوری اوّل ص۸۵)

لیکن کرم دیکھو ان تین سو دائیوں کا نام کوئی نہیں جانتا۔ ان کے گھر والوں کے نام کسی کو یاد نہیں، قبیلہ کوئی نہیں جانتا۔ پر قربان جاؤں حلیمہ تیرے مقدر پر تو نے جب سے سرکار سے تعلق جوڑا ہے۔ نسبت قائم کی ہے تیرے پورے خاندان کو کملی والے کے غلام جانتے ہیں۔ مانتے ہیں، بلکہ پہچانتے ہیں کہ سیدہ کا نام حلیمہ۔ خاوند کا نام حارث، بیٹے کا نام عبداللہ بیٹی کا نام شیما۔ آنسہ، حذیمہ۔ قبیلے کا نام سعدیہ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حج کرائے۔ سرکار کے روضے کی حاضری نصیب فرمائے۔ آپ جب، مدینہ شریف جائیں تو سرکار کے روضے کے سامنے، جنت البقیع قبرستان ہے۔ اس قبرستان میں میرے آقا کے ہزاروں صحابہ کرام کے مزارات ہیں، پہلے تو ہر صحابی کی مزار شریف پر چھوٹے چھوٹے قبے بنے ہوئے تھے۔ لیکن جب سے نجدی حکومت آئی ہے اس نے تمام قبے گرا دیئے ہیں۔

البتہ چند مزارات ہیں وہ بھی محفوظ نہیں، اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے ان مزارات میں آپ نگاہ ماریں سب مزارات پر کنکر اور روڑے پڑے ہیں۔ پر حضرت سیدہ حلیمہ کے مزار کو آپ دیکھیں گے۔ وہاں ہری بھری گھاس لگی ہوئی ہے اس قبر کو دیکھ کر اماں حلیمہ کی سیرت طیبہ یاد آجاتی ہے۔

ہر حاجی اللہ کا بار ہو جاتا ہے۔ ہر حاجی وجد میں آ جاتا ہے۔
سبحان اللہ!

سیّدہ حلیمہ اپنے ڈیرے پر:-

سیّدہ حلیمہ فرماتی ہیں۔ میں نے حضرت آمنہ سے اجازت لی کہ میں آپ کے لختِ جگر کو اپنے ڈیرے پر لے جاؤں تو آپ کی والدہ ماجدہ اور آپ کے دادا جان نے دعائیں دیتے ہوئے مجھے اجازت فرمائی۔

میں سرکارِ مدینہ، سرورِ قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے سینے سے لگائے اللہ تعالیٰ کا شکر کرتی اپنے ڈیرے کی طرف چلی۔

بس بچے کو لے کر حضرت حلیمہ چلی، جس کے صدقے چاند کو چاندنی ملی، ستاروں کو روشنی ملی، سورج کو چمک ملی۔ فرشتوں کو نورانیت ملی۔

چلی ڈیرے کی جانب آج ایسے نور کو لے کر
مہ و خورشید صدقے ہو رہے تھے جس کے قدموں پر

حضرت حلیمہ جب سرکار کو لے کر اپنے ڈیرے پر پہنچی تو آتے ہی کہا حارث مبارک ہو ہماری قسمت کا ستارہ چمک گیا ہے۔ ہمیں اللہ پاک نے وہ دولت و نعمتِ عظمیٰ نصیب فرمائی ہے جو آج تک کسی کے حصہ میں نہیں آئی اور ان شاء اللہ قیامت تک ایسی دولت کسی کو مل سکتی ہی نہیں!

حضرت حلیمہ کے خاوند نے کہا: حلیمہ کس چیز کی مبارک بادیاں دے رہی ہو۔ کون سی دولت ملی ہے۔ کون سی نعمتِ عظمیٰ ہاتھ لگی ہے۔

حضرت حلیمہ نے فرمایا، حارث ذرا قریب تو آؤ دیکھو تو سہی، جب حارث قریب آئے تو سیدہ حلیمہ نے سرکار کے رُخِ انور سے پردہ اٹھایا تو حارث کملی والے کے حسن و جمال کو دیکھ کر سرکار پر عاشق ہو گیا۔ سرکار کے ہاتھ کو بوسہ دے کر کہنے لگا۔

یہ شہزادہ کہاں سے لائی ہو۔ یہ حسن و جمال کا پیکر کہاں سے ملا ہے۔ حلیمہ میں نے پوری زندگی ایسا حسین و جمیل بچہ کہیں نہیں دیکھا یہ حسن کا سلطان ہے حسینوں کا بادشاہ ہے۔ حضرت حلیمہؓ نے اپنے خاوند کو بتایا کہ یہ سیدہ آمنہ کا لختِ جگر ہے۔ حضرت عبداللہ مرحوم کا بیٹا ہے۔ سردارِ مکہ حضرت عبدالمطلب ہاشمی کا پوتا ہے۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں جب میرے خاوند نے سرکار کا حسب نسب سنا تو فوراً سجدہ شکر بجالایا کہ اے خالقِ کائنات تیرا لاکھ لاکھ بار شکر ہے کہ ہمیں ایسا حسین و جمیل بچہ عطا فرما کر ہمیں اسکی خدمت کا موقعہ نصیب فرمایا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہ!

(تاریخ ابن کثیر جلد نمبر ۲ صفحہ ۵۸،)

(معارج النبوت دوم صفحہ ۱۱۸، سیرت رسول دوم صفحہ ۲۷۸)

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں جب میں حضور علیہ السلام کو لے کر اپنے ڈیرے پہنچی تو اسی وقت سرکار کے فیوض و برکات کا ظہور شروع ہو گیا۔

کیسے فرماتی ہیں، میں نے اپنے خاوند حارث سے کہا۔ حارث! اس نے کہا۔ کیا بات ہے۔ حلیمہ میں نے کہا بھوک بڑی لگی ہے۔ کھانے کو بڑی دیر لگ جائے گی۔ ایسے کرو اونٹنی کا دودھ نکالو تاکہ دودھ پی کر رات گزارہ کر لیں۔

حضرت حارث نے کہا:

حلیمہ تمہیں پتہ ہے کہ وہ دودھ دینا تو درکنار وہ تو اُٹھائے اُٹھتی نہیں کمزور، لاغر، ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے۔

سیدہ حلیمہ نے فرمایا:

حارث تجربہ تو کرو، شاید اللہ تعالیٰ کرم فرمائے اور وہ دودھ کچھ دے دے۔ حضرت حارث نے کہا کہ اُمید تو نہیں اگر تم کہتی ہو تو تجربہ کر لیتے ہیں۔ حارث نے برتن دھو یا لے کر اُونٹنی کے پاس پہنچے۔ اُونٹنی حارث کو دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی۔ حارث اُونٹنی کے نیچے بیٹھے، اُونٹنی نے دودھ والا حصّہ کھول دیا۔

حضرت حارث نے دودھ نکالنا شروع کیا وہ برتن بھر گیا۔ پھر دوسرا اُٹھایا وہ بھی بھر گیا۔ گھر میں جتنے برتن تھے سب دودھ سے بھر گئے مگر دودھ ابھی بھی تھنوں میں موجود ہے۔ سبحان اللہ!

حارث نے حضرت حلیمہ سے کہا۔

حلیمہ یہ کیا یہ وہی اُونٹنی ہے جو اُٹھ نہیں سکتی تھی، آٹھ دن بعد ایک دن دودھ دیتی وہ بھی ایک، دو گلاس لیکن آج یہ کیا کمال ہو گیا ہے۔

سیدہ حلیمہ نے فرمایا:

حارث یہ میرا کمال نہیں یہ میرا کمال نہیں یہ اس بچے کا کمال ہے جو ہمارے گھر میں مہمان بن کر تشریف لایا ہے۔

(معارج النبوت دوم ص۱۱۸)

حضرت حلیمہ نے حارث سے جو فرمایا:

شاعر کہتا ہے کہ

؎ دیکھو تماشا قدرت والا بولی حمد و ثنائیں!
عالی دولت بخشی رب نے تیرا اساں غریباں تائیں

حضرت حلیمہ، حضرت حارث اور آپ کے بچوں نے خوب پیٹ بھر کر دودھ پیا۔ ساری بھوک دور ہو گئی رات کو خوب نیند آئی۔ سارے سو گئے جب آدھی رات کا ٹائم ہوا تو حضرت حلیمہ کی آنکھ کھلی کیا دیکھا کر سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارد گرد نور ہی نور ہے۔ نور کی شعاعیں نکل رہی ہیں، ایک سبز لباس والا آدمی کملی والے کے سر کی طرف ہاتھ باندھ کر مؤدب کھڑا ہے۔ سبحان اللہ!

میرے دوستو!

جانتے ہو یہ نور کیا تھا اور یہ آدمی کون تھا۔ یہ نور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہو رہا تھا اور وہ آدمی فرشتوں کا سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے جو ہاتھ باندھ کر کملی والے کی خدمت میں حاضر تھے تاکہ کوئی دشمن کملی والے کو تکلیف نہ پہنچائے۔

حضرت حلیمہ نے اپنے خاوند حارث کو جگایا۔ حارث جاگو اور یہ دیکھو یہ کیا منظر ہے۔ حارث کی آنکھ کھل گئی، حارث کافی دیر تک دیکھتے رہے پھر فرمایا:

حلیمہ یہ منظر کسی کو نہ بتانا یہ کرامات کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ کتنا اچھا ہے یہ بچہ۔ ہے جس کی آمد کی خبر سارے نبی سناتے آئیں یہ وہی بچہ جس کی جان کے دشمن یہودی اور عیسائی ہیں۔

حلیمہ میں نے سنا ہے جس دن سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے اس دن سے یہودی عیسائی پریشان ہیں۔ عیسائی ہاتھ ملتے پھرتے ہیں کہ ولایت

نبوت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم سے دنیا میں آ کر چھین لی ہے۔ اگر تم نے یہ منظر بتا دیا تو ڈر ہے کہیں عیسائی تیرے بچے کو تکلیف نہ پہنچائیں۔

(مدارج النبوت، شواہد النبوت، معارج النبوت دوم صہ۱۱۸ صہ۱۱۹)

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں، ہم تین دن، ایک روایت میں ہم سات دن مکہ شریف میں رہے۔ سات دن کے بعد تمام میرے قبیلے کی دائیاں تیار ہو گئیں، میں بھی تیار ہوئی۔ انہوں نے جلدی کی اور چلنے لگیں۔
میں نے کہا کہ ٹھہر دمیں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی، مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ لیکن انہوں نے کہا۔ حلیمہ تیرا ہمارا جوڑ کوئی نہیں، تو آہستہ آہستہ آئے گی۔ ہم نے تیز چلنا ہے۔
تیری سواری سست ہے ہماری سواریاں تیز ہیں۔ لہٰذا ساتھ چلنے کا کوئی فائدہ نہیں، بہتر ہے تو آرام سے پیچھے آجانا۔
حضرت حلیمہ بڑی مایوس ہوئی فرمایا: اچھا تمہاری مرضی تمام دائیاں صبح صبح سورج نکلنے سے پہلے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہو گئیں۔
حضرت حلیمہ نے سرکار کو گودی میں اٹھایا اور آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ کے پاس آخری ملاقات کے لئے اور اجازت کے لئے حاضری دی۔

حضرت حلیمہ نے عرض کی، اے میری سردار میں نے بڑے بچوں کو دودھ پلا کر ان کو پالا پوسا ہے۔ لیکن تیرے نور نظر کا مقام سب سے نرالا ہے۔ پھر سرکار کی برکات اور انوار و تجلیات کے تمام واقعات سنائے جو آپ نے دیکھے تھے

سیدہ آمنہ نے سنا تو فرمایا:
حلیمہ تو نے کیا شان دیکھی ہے۔ شان اور مقام میرے بچے کا پوچھنا ہے تو مجھ سے پوچھ پھر آپ نے تمام واقعات ولادت شریف کے سنائے۔

حضرت حلیمہ سنتی بھی جاتی سبحان اللہ سبحان اللہ بھی کہتی جاتی حضرت آمنہؓ نے فرمایا: حلیمہ میرے بچے کا خاص خیال رکھنا میں نگاہ ولایت سے دیکھ رہی ہوں، میرا بچہ ایک خاص مقام والا بنے گا۔

اللہ تعالیٰ میرے بچے کو وہ کمال وہ شان وہ مرتبہ عطا کرے گا کہ ازل سے لے کر ابد تک کسی بچے کو نہیں ملا ہو گا۔

(طبقات ابن سعد اوّل ص۱۵۶)

؎ دولت ملی حلیمہ عظیم تینوں دل دے خانے اینوں سنبھال رکھیں
بُری نظر تے لگی نہیں اینوں نیڑوی گوڈری دے اندر لال رکھیں
جنہاں چروی رہوے اینہہ کول تیرے نال نال رہ کے نال نال رکھیں!
مائی آمنہ روندیاں کہیا صائم میرے لال دا خاص خیال رکھیں

سیّدہ حلیمہ کی وطن واپسی:

سیدہ آمنہ نے آخری بار اپنے لختِ جگر کائنات کی جان سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے سینے لگایا۔ قدم چومے ہاتھ چومے، رخسار اور مازاغ کی آنکھوں کو چوما پھر والضحیٰ کے چہرے پر بوسے دینے پھر دیا۔ یا لفوں و چوم کر حضرت حلیمہ کی گودی میں لٹا دیا۔

حضرت حلیمہ نے اجازت مانگی سیدہ آمنہ نے دعائیں دیتے ہوئے خوشی سے اجازت دی۔

سیدہ حلیمہ کونین کے والی کو گود میں اٹھا کر اپنے ڈیرے کی طرف چلی۔ راستے میں خیال آیا۔ پتہ نہیں پھر مکہ شریف آنا ہو یا نہیں، کعبہ شریف کی زیارت نصیب ہو کہ نہیں آخری بار کعبہ شریف کا طواف کر کے حجرِ اسود کو بوسہ دے لوں۔

سیدہ حلیمہ بجائے ڈیرے پر جانے سے پہلے کعبہ شریف کی زیارت کے لئے سیدھا کعبہ شریف پہنچی، طواف شروع کر دیا۔ سبحان اللہ گودی میں کائنات کے والی بھی جلوہ گر ہیں۔

گویا سیدہ حلیمہ کعبے کے کعبے کو گودی میں اٹھا کر کعبہ شریف کا طواف کر رہی ہے۔ پہلا چکر کاٹا ارادہ کیا کہ حجرِ اسود کو چوم لوں۔ لیکن رش بہت زیادہ ہے۔ ہجوم کی وجہ سے چوم نہ سکی۔

دوسرا کاٹا پھر بھی یہی صورت حال تھی کہ سات مرتبہ طواف کیا لیکن حجرِ اسود کو بوسہ نہ دے سکی۔

سیدہ حلیمہ نے دل میں سوچا کہ اب کیا کیا جائے۔ چلو میری تو خیر تھی اس حسین و جمیل گورے گورے چہرے والے کو بھی کم از کم حجرِ اسود کا بوسہ دلوا دیتی۔ جب سیدہ حلیمہ نے یہ بات سوچی تو حجرِ اسود سے آواز آئی۔ حلیمہ اگر سرکار کو بوسہ دلانا چاہتی ہو تو پھر تمہیں آگے آنے کی ضرورت نہیں میں خود حاضر ہو کر سرکار کے بوسے لے لیتا ہوں۔ سبحان اللہ!

حجرِ اسود اپنی جگہ سے اکھڑا کعبہ شریف کی دیوار سے نکل کر ہوا میں پرواز کرتا ہوا سرکار کے رخ پاک کے بوسے لینے لگ گیا۔

حاجی منظر دیکھ کر تڑپ گئے۔

(قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ تفسیر مظہری عربی جلد نمبر ۶ صفحہ ۵۲۸

پ ۱۸ صفحہ ۳۶۷ اردو میں تحریر فرماتے ہیں کہ)

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں کہ

وَجَاءَتْ بِهٖ اِلَى الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ

میں سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لے کر حجرِ اسود کے

پاس پہنچی کیوں؟ اس لئے کہ

لِيُقَبِّلَهٗ تاکہ وہ حجرِ اسود کو بوسہ دے تو ہوا کیا فرماتی ہیں۔

"فَخَرَجَ مِنْ مَكَانِهٖ"

وہ اپنی جگہ سے نکلا اور سرکار کی طرف دوڑتا ہوا آیا۔

"حَتّٰى الْتَصَقَ بِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ"

"حتیٰ کہ سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخساروں سے

چمٹ کر آپ کے بوسے لینے لگا۔"

سُبْحَانَ اللّٰہ!

گویا حجرِ اسود نے کہا ہوگا۔ حلیمہ تو سرکار کو یہاں لانے کی زحمت نہ کریں خود ہی حاضر ہو جاتا ہوں۔

حلیمہ ساری دنیا سارے انسان میرے بوسے لیتے ہیں۔ ساری دنیا مجھے چوم کر اپنی محبت کی پیاس بجھاتی ہے۔ میں سرکار کے بوسے لے کر اپنی عشق کی پیاس بجھاتا ہوں۔

واہ واہ کیا بات ہے حجرِ اسود تیری شان کے تو اس رُخِ پاک کو چوم رہا ہے جس کی قسمیں میرا اللہ عزوجل آپ قرآن میں اُٹھاتا ہے۔

"وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى"

"سبحان مجھے تیرے نُوری چہرے کی قسم اور ان زُلفوں کی قسم جو تیرے چہرے پر چھا جاتی ہیں"

اللہ اکبر۔

حضرت حلیمہ طواف کعبہ کے بعد سرکار کو لے کر ڈیرے پر پہنچی، حارث نے اُونٹنی پر کجاوہ کسا ، زادِ راہ گوشت کو تیار کیا۔ سارا سامان اُٹھا کر کے سواریوں پر لاد دیا گیا۔

حضرت حلیمہ اونٹنی پر سوار ہو گئی۔ سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سیدہ حلیمہ کی گودی میں بٹھا دیا گیا۔ کیا عجیب منظر ہو گا۔ کیا حسین سماں ہو گا۔ میرا آقا سردو کا رَاہی، اللہ پاک کا اپنا ماہی چھوٹی سی عمر پاک میں دائی حلیمہ کی گودی میں جلوہ گر ہے۔

کتنی خوش بخت تھی وہ سواری کتنی مقدر والی تھی وہ اُونٹنی جس کی پُشت پر سارے نبیوں کا امام سوار تھا۔

ایہہ کون آیا جیہدے آیاں بہاراں مُسکرا پئیاں
کھڑے نے پھل تے کلیاں ہزاراں مُسکرا پئیاں

بڑی خوش بخت سی ڈاچی سواری کملی والے دی!
حلیمہ ہتھ جد پھڑیاں مُہاراں مُسکرا پئیاں

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں، جب میں اونٹنی پر سوار ہوئی۔ سرکار کائنات میری گودی میں تشریف فرما ہوئے تو میں نے اونٹنی کی تکمیل کو اشارہ کیا کہ اٹھ چل۔ سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں اونٹنی اٹھ کے کھڑی ہو گئی۔ بجائے چلنے کے اس نے کعبہ شریف کی طرف چہرہ کیا۔ پھر تین بار سجدہ کیا۔ اللہ اکبر!

میرے دوستو!

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں، میں بڑی حیران ہوئی کہ یہ سجدے کس کو کر رہی ہے؟ تو غیب سے آواز آئی۔

حلیمہ یہ سجدے اس لئے کر رہی ہے کہ اے خالق اکبر، اے وحدہٗ لاشریک تیرا بے حساب شکریہ کہ تو نے مجھ کمزور ناتواں عاجز مسکین کی پشت پر دونوں جہانوں کا سلطان بٹھا دیا ہے۔ کہاں میں کہاں تیرا پیارا ماہی، سبحان اللہ!

اپنے اپنے مقدر دی ہوندی اے گل!
آیشاں دائیاں ہزاراں سی مکے دے ول
جس دی ڈاچی قدم دی نہ سکدی سی چل
او عرش دے شہسواراں دے سے نم آ گئی

سیدہ حلیمہ فرماتی ہے پھر میری سواری چلنے لگی ایسی تیز دوڑی کہ میں حیران ہو گئی وہ کمزور نہیں وہ سست نہیں، بلکہ بجلی کی طرح فراٹے بھرتی ہوئی صحرائے عظیم کو ایسے طے کر رہی تھی، جیسے ہوا کے دوش پر سوار ہو۔

سیدہ فرماتی ہیں، جب میں آئی تھی چلتی نہیں، اب جب جانے لگی،

رکتی نہیں۔

اُسے حلیمہ رُکتی بھی کیوں؟

اُس کو پتہ تھا میرے جسم کے ساتھ اس نبیؐ کے قدم لگے ہیں جو مُردوں پر آ جائیں تو وُہ بھی زندہ ہو جائیں۔

(بخاری شریف جلد نمبر ا صفحہ ۲۱۶) میں یہ حدیث پاک موجود ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں۔ ایک جنگ میں میں سرکار کے ساتھ کفار کے مقابلے کے لئے نکلا۔ لیکن میری سواری میرا اُونٹ بڑا کمزور تھا وُہ کمزوری کی وجہ سے پیچھے رہ گیا۔ سارے صحابہ کرام آگے نکل گئے میں آہستہ آہستہ پیچھے آرہا تھا۔ اچانک پیچھے سے سرکارِ مدینہ، سُرورِ قلب و سینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم تشریف لائے تو مجھے دیکھ کر فرمایا:

جابر کیا بات ہے تم سب سے پیچھے کیوں رہ گئے ہو۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

میں نے عرض کی آقا میرا اُونٹ بڑا لاغر کمزور اور سست ہے جس کی وجہ سے میں سب سے پیچھے رہ گیا ہوں، میرے کریم نبی مُسکرا پڑے گویا فرمایا: جابر کوئی بات نہیں اگر یہ کمزور ہے تو ہم ابھی اِس کو طاقت ور بنا دیتے ہیں۔ اگر یہ سست ہے تو ابھی اس کو تیز کر دیتے ہیں۔

میرے آقا کے ہاتھ میں ایک باریک سی لکڑی کی چھڑی تھی۔ میرے آقا نے وُہ چھڑی ہلکی سی اُونٹ کو ماری، ماری کیا جسم کے ساتھ مَس کی اور فرمایا: اُسے اُونٹ تیز ہو جا۔ اب رُکنا نہیں اب کمزوری

دُور کر دے۔ اَب سُستی ختم کر دے۔ اللہ اکبر!

پھر میرے آقا نے فرمایا: جابر میں نے عرض کی جی آقا، فرمایا: میں آگے جا رہا ہوں، لشکر سے ملتا ہوں، تم بھی اس پہ سوار ہو جاؤ۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں، کملی والے آقا یہ فرما کر آگے نکل گئے میں اُس پر سوار ہو گیا تو ربِ کعبہ کی قسم وُہ اُونٹ اتنا تیز ہوا کہ وہ روکے نہیں رُکتا تھا اُس نے دوڑنا شروع کر دیا۔ تمام صحابہؓ کی سواریوں کو کراس کر کے آگے نکل گیا سرکار کی سواری کے پاس پہنچ گیا۔

میں نے بڑی مُشکل سے روکا کہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواری سے بھی آگے نہ نکل جائے۔ کہیں میں بے ادب نہ ہو جاؤں۔

سُبحان اللہ!

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں، جب میرا اُونٹ تمام سواریوں کو کراس کر کے سب سے آگے نکلا تو میرے کملی والے نے چہرہ والضحیٰ موڑ کر فرمایا:

"کَیفَ تَرٰی بَعِیرَکَ"

اے جابر سناؤ تیری سواری کیسی ہے؟
تُو نے اُونٹ کو کیسے پایا ہے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں، میں نے عرض کی:

اے کملی والیا، اے والضحیٰ کے چہرے والے
واللیل کی زلفوں والے، مازاغ کے کاجل والے
اَلم نشرح کی چھاتی والے، یداللہ کے ہاتھوں والے آقا
میرا اُونٹ بڑا تیز ہو گیا آقا، اتنا تیز، اتنا سپیڈ والا، روکے نہیں رُکتا۔

میرے آقا نے اپنے صحابی کا امتحان لینے کے لئے کہا بھلا یہ کیسا کیا ہے فرمایا یہ کیسے تیز ہو گیا؟

تو حضرت جابر نے کیا جواب دیا۔ عرض کی:

"قَدْ اَصَابَتْهُ بَرَکَتُكَ"

میرے آقا یہ تیز کیوں نہ ہوتا اس کو آپ کی برکت نصیب ہو گئی ہے یہ آپ کی برکت سے تیز ہو گیا۔ سُبحان اللہ!

ہوتا آجکل کا کوئی گستاخ تو کہتا جی اللہ تعالیٰ ہی کی برکت ہے، نبی کی کیا برکت نبی تو خود محتاج ہیں۔ سب برکتیں تو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔

میرے دوستو!

سب برکتیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں پر وہ رازق جس کو چاہے برکتیں عطا بھی کر سکتا ہے۔ صحابیٔ رسول کا عقیدہ تھا کہ میرا رسول بھی برکتیں عطا کرتا ہے پر کتنا برا عقیدہ ہے گستاخوں کا جو کہتے ہیں نبی کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ پر وہ صحابی تھا وہابی نہیں تھا۔

قدر گھٹاؤں تے نہ شرماؤں تے شرماں دور ہٹایاں!
بے قدراں نوں محشر دے دن تے بھل جاون وڈیائیاں

تو عرض کیا کر رہا تھا کہ حضرت جابر فرماتے ہیں، میرے اونٹ کو سرکار کی برکت پہنچ گئی ہے کیوں؟

اس لئے کہ اس کو سرکار کے یداللہ والے ہاتھوں کی چھڑی جو مس ہو گئی ہے۔ میاں جس اونٹ کو میرے نبی کے ہاتھوں کی چھڑی لگ جائے وہ روکے نہیں رکتا تو جس اونٹنی پر میرا نبی آپ سوار تھا وہ کیسے

دائی حلیمہ سے رکتی۔ اللہ اکبر!

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں صرف اس کی رفتار ہی نہیں بدلی بلکہ اس کا حلیہ بھی بدل گیا پہلے وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ تھی، اب گوشت پوست سے آراستہ ہو گئی، پہلے دبلی تھی اب خوب موٹی ہو گئی۔ پہلے بدصورت تھی اب بڑی خوبصورت ہو گئی۔

؎ جتھوں جتھوں سی لنگھدی جاندی سواری کملی والے دی!
اوہ راہواں بن گئیاں جنت او تھاں نوں مسکرا پیاں

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں کہ میری اونٹنی بجلی کی طرح دوڑتی جا رہی تھی یہاں تک کہ وہ دائیاں جو مجھ سے بہت پہلے مکہ شریف سے نکلی تھیں، میری اونٹنی نے ان کو ایک جگہ بھی وادی سرر وہاں جا کر پالیا۔ ان کو جا لیا پھر باد صبا کے جھونکے کی طرح خراٹے بھرتی ہوئی ان کے قریب سے گزر گئی وہ مجھے تکتی رہ گئیں۔ سبحان اللہ!

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں، یہ منظر دیکھ کر میری سواری کی تیز رفتاری دیکھ کر مجھے پیچھے سے آوازیں مارنے لگیں۔

اے حلیمہ ذرا ٹھہر جا، ذرا رک جا۔ ایک بات تو بتاتی جا۔ سیدہ فرماتی ہیں، میں نے بڑی مشکل سے اپنی اونٹنی کو روکا وہ تمام دائیاں میرے قریب آئیں اور کہنے لگیں۔

اے حلیمہ کیا یہ وہی سواری ہے جس پر تو مکہ شریف آئی تھی؟

سیدہ نے فرمایا: ہاں یہ وہی سواری ہے!

تو دائیوں نے کہا نہیں، حلیمہ یہ وہ نہیں کیونکہ وہ سواری تو بالکل کمزور تھی، ہڈیوں کا ڈھانچہ تھی بالکل لاغر اور شکستہ تھی۔ یہ وہ نہیں۔

سیدہ نے فرمایا: واللہ، اللہ تعالیٰ کی عزت و جلالت کی قسم یہ
وہی سواری ہے وہ بڑی حیران ہوئیں۔ انہوں نے کہا کہ تو جھوٹ بھی نہیں
بولتی، لیکن دل بھی نہیں مانتا کہ یہ وہی ہے۔
ڈاچی نے اونٹنی نے سر آسمانوں کی طرف اٹھایا۔
عرض کی اے رب کائنات آج مجھے زبان عطا فرما کہ میں ان عورتوں
کو بتاؤں کہ میں وہی ہوں پر میرے اندر تبدیلیاں کیوں آگئیں ہیں۔
خالق کائنات نے فرمایا: اے ڈاچی، جانور کبھی بولا تو نہیں کرتے۔
اونٹنیاں باتیں تو کبھی نہیں کرتی پر آج یار کے قدموں کے صدقے یار کی
تلیوں کی برکت سے بول اور ایسا بول کہ میرے یار کی دائی کی بات سچی ہو
جائے۔ سُبْحَانَ اللهِ!
اونٹنی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بول کہ اے بنی سعد کی عورتو! اللہ
کی عزت و جلال کی قسم، اللہ تعالیٰ نے مجھے بڑی شان، بڑا مقام، بڑا رتبہ
عطا فرمایا ہے۔ میں مردہ تھی، مجھے اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندگی دی۔ میں لاغر
اور کمزور تھی۔
اللہ تعالیٰ نے مجھے دوبارہ قوت، طاقت بخشی، تمام دائیاں حیران،
انہوں نے کہا۔ اے ڈاچی یہ مقام یہ شان تجھے کیوں ملا ہے۔
آواز آئی: یہ سب صدقہ ہے اس حسین و جمیل بچے کا جو میری
پشت پر سوار ہے۔

"یَا نِسَاءَ بَنِیْ سَعْدٍ اِنَّکُنَّ لَفِیْ غَفْلَۃٍ"

اے بنی سعد کی عورتو تم غفلت میں ہو تمہاری آنکھوں پر پردے آچکے

ہیں کہ یوں کہ

"وَهَلْ تَدْرِيْنَ مَنْ عَلٰى ظَهْرِيْ"

جانتی ہو میری پشت پر میری کمر پر کون ذات سوار ہے؟

"خِيَارُ النَّبِيِّيْنَ وَسَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَيْرُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَحَبِيْبُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ط"

"سارے نبیوں سے بہترین نبی سارے رسولوں کا سردار رسول ازل سے لے کر ابد تک انسانیت میں چنا ہوا پیغمبر اللہ تعالیٰ کا پیارا حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ پر سوار ہے"۔

(مدارج النبوت جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۵، معارج النبوت جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۱۹، سیرت حلبیہ جلد نمبر ۱ صفحہ ۲۸۵، جامع معجزات صفحہ ۳۴۳، مواہب لدنیہ جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۶۲)

ڈاچی نے جو جواب دیا۔ عاشق نے اسے یوں پیش فرمایا کہ ڈاچی نے دائیوں سے یوں کہا۔

تیز میری اس لئے رفتار ہے
بیٹھا مجھ پر اب خدا کا یار ہے
میری قسمت اس لئے بیدار ہے
بیٹھا مجھ پر سید الابرار ہے

تمام دائیاں حیران مگر آسمانوں سے نوری مخلوق بول پڑی کہ

ے کون آیا اَج دُنیا اُتّے ہویاں گلی گلی روشنایاں!
ابراہیمی گلشن اندر اَج عجب بہاراں آئیاں!
جس نُوں حاصل کرن دی خاطر پتّیاں مُکّے وچ دھائیاں
اعظم لال حلیمہ لے گئی ہتّھ مَلدیاں رہ گئیاں دائیاں

سیّدہ حلیمہ نے فرمایا: اُو دائیو! یہ وُہی بچّہ ہے جس کو تم یتیم سمجھ کر چھوڑ آئیں تھیں یہ اسی بچّے کی برکات کا ظہور ہے۔

مَیں نے اسے اپنا مقدّر سمجھ کر قبول کر لیا۔ مَیں اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہُوں کہ ساری کائنات کا سُلطان میرے حصّے میں آیا ہے۔

سارے جہان کی عزّتیں اور عظمتیں اللہ تعالیٰ نے میری جھولی میں ڈال دی ہیں۔ مَیں کیوں نہ اللہ تعالیٰ کا شُکر کروں، کیوں نہ اسکے سجدے کروں کہ مجھ غریبنی کی جھولی میں اللہ تعالیٰ نے اپنا یار بھیج دیا ہے۔ تُم یتیم سمجھتی تھیں مگر یہ تو دُرِ یتیم ہے۔ تُم لاوارث سمجھتی تھیں پر یہ تو ساری کائنات کا وارث ہے۔

دائیوں نے دیکھا۔ حضرت حلیمہ کے سَر پر نُور ہی نُور ہے۔ آگے نُور پیچھے نُور دائیوں نے کہا؟ نیں حلیمہ یہ نُور کہاں سے آیا ہے۔ تیری ہر طرف نُور ہی نُور ہے۔

حضرت حلیمہ نے فرمایا: یہ نُور نہیں بلکہ یہ نُوری مخلُوق ہے۔ دائیوں نے کہا یہ نُوری مخلُوق کدھر سے آئی ہے تو سیّدہ حلیمہ نے جواب میں فرمایا کہ

ے آمنہ دا چن مَیں تے جھولی پائی وِیہنی ھَاں
جھنوں تُساں نیئں چایا مَیں تے چائی وِیہنی ھَاں

ڈاچی جد دل آمنہ دے ویہڑے وِچوں چلّی لے

ایدھر دل ایہہ نوری مخلوق نال چلّی اے

سارے نوریاں دے نقش پکائی ویہنی ھاں
جہنوں تُساں نیئں چایا میں تے چائی ویہنی ہاں

کملیوں تُساں چائے خاکیاں دے بال نے
میں تے سوہنا نوری چایا نوری میرے نال نے

سارے نوریاں دی سنگت بنائی ویہنی ھاں
جہنوں تُساں نیئں چایا میں تے چائی ویہنی ھاں

جدیاں ویلے سوہنا لب وی ھلیندا ھاں
اُمّت دے کیتے سر سجدے جھکیندا ھاں

مینوں فخر کہ نبی ایہندی دائی ویہنی ھاں
جہنوں تُساں نیئں چایا میں تے چائی ویہنی ھاں

کلّی میں نہیں لُٹّی لُٹّی خلق تمامی اے

ایہو ساڈا ناصر اے دُنیا دا حامی اے

ایہندے چہرے اُتّے نظر جمائی ویندی ھاں
جہنوں تُساں نیئں چایا میں تے چائی ویہنی ھاں

سیّدہ حلیمہ نے جب یہ سرکار کے کمالات، سرکار کی شان بتائی تو تمام دائیاں افسوس سے ہاتھ ملنے لگی پر اب افسوس کا کیا فائدہ۔ اب سیّدہ حلیمہ بازی جیت چکی تھیں، تمام دائیاں بازی ہار چکی تھیں۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں، میری شان دیکھ کر میری حالت دیکھ کر وہی عورتیں جو مجھے غریبی، مسکینی کے طعنے دے کر چلی تھیں، اب حسد کی آگ میں جلنے لگیں۔

سیّدہ فرماتی ہیں:

"رَاَیْتُ الْحَسَدَ مِنْ بَعْضِ نِسَائِنَا"

"میری باتیں سن کر بعض دائیاں حسد کرنے لگیں۔"

(سیرتِ رسول جلد نمبر ۲ ص ۳۸۱)

حضرت حلیمہ نے بات پوری کر کے ڈاچی کو پھر اشارہ کیا وہ مستی کے عالم میں رقص کرتی ہوئی، چھلانگیں لگاتی ہوئی تمام سواریوں کو پیچھے چھوڑتی ہوئی بجلی کی طرح اپنی منزلِ مقصود کی طرف بھاگنے لگی تمام دائیاں حسرت سے دیکھتی رہ گئیں۔

کملی والے میں صدقے تیری شان توں !!
ساری دھرتی تے رحمت وڈیندا گیا!
ہے مدح خواں جس دی خدا دی خدائی
سوہنا ہر نوں خدا دا بنیندا گیا !!
دائی حلیمہ عجب پا گئی شان اے
جیہندے گھر آیا شاہِ سلطان اے

مہ وَدھ گئی شاہ سواری توں ڈاچی اُدھے آ
جس تے آقا قدم خود ٹِکیندا گیا

جانوروں کی سلامیاں۔

سیّدہ حلیمہ اپنی سواری لے کر تمام دائیوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔ سیّدہ فرماتی ہیں کہ میں جن راستوں سے گزری وہ تمام علاقہ قحط کی وجہ سے بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے خشک اور ویران تھا۔ لیکن جب میں سرکار کو لے کر واپس انہی راستوں سے گزری تو وہ تمام راستے سرکار کی برکت سے سرسبز اور شاداب ہوتے گئے۔

(تفسیر مظہری پ ۱۸ ص ۳۶۶)

سیّدہ فرماتی ہے کہ میں جب سرکار کو گودی میں لے کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئی تو جس درخت کے پاس سے جس پہاڑ کے قریب سے جس مکان کے قریب سے جس پتھر کے نزدیک سے گزرتی تو وہ درخت، وہ پہاڑ، وہ مکان، وہ پتھر مجھے سلام دیتے اور کہتے حلیمہ تجھے مبارک ہو تو اپنے قبیلے کی تمام دائیوں سے زیادہ شان والی عظمت والی اور مال والی اور غنی ہو گئی۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں، میری سواری جا رہی ہے اچانک میں نے کیا دیکھا چند بکریاں میری سواری کے قریب آگئیں اور زبانِ حال سے کہنے لگیں۔

اے حلیمہ تو جانتی ہے تیری گود میں کون آیا ہے؟
تو کسے سینے سے لگا کر اپنا دودھ پلا رہی ہے؟

میں یہ بات سُن کر خاموش تھی کہ وُہ بکریاں اِنسانوں کی طرح بول کر مجھے کہنے لگیں!

اَے حلیمہ تیری گود میں خالقِ کائنات کا پیارا حبیب تمام انسانوں سے بہترین ہستی جناب محمّد رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم تشریف لا چکے ہیں۔ سُبحان اللہ!

(مولد العروس صـ۸۶ مدارج النبوّت، معارج النبوت جلد۲ صـ۱۱۹)

پڑھن تیرا کلمہ پتھر کملی والے
اِیہہ تیرے نے سب بحر و بر کملی والے
جنے ہو جاوے تیری نظر کملی والے
مدینے دا کر سہاں سفر کملی والے

سیّدہ حلیمہ فرماتی ہیں، سفر کرتے کرتے راستے میں ہم کو رات آ گئی۔ ہم ایک جگہ ٹھہرے وہاں ایک قبیلہ تھا۔ قبیلہ ہُذیل،
اس قبیلہ کا ایک کاھن نجومی تھا جو لوگوں کو الٹی سیدھی باتیں بتایا کرتا تھا۔ لوگوں کا اس پر بڑا پختہ عقیدہ تھا کہ یہ کاھن جو بات بتا دیتا ہے وُہ ضرور پوری ہو جاتی ہے۔

جب سیّدہ حلیمہ وہاں ٹھہری تو صُبح کو دوسری عورتوں نے جو کملی والے کے کمالات اور انوار و تجلیات کا نظارہ کر چکی تھیں، کہنے لگی حلیمہ رض یہ کاہن بڑا علم رکھتا ہے یہ لوگوں کو آنے والے حالات بتا دیتا ہے تم بھی محمّد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اس کے پاس لے جاؤ۔ پُوچھو تو سہی بھلا یہ کیا تیرے بچّے کے بارے کہتا ہے۔

سیّدہ حلیمہ فرماتی ہیں: مَیں نے اُن عورتوں کی بات کو مان کر کملی والے کو گود میں اُٹھایا اور مَیں کاہن کے ڈیرے پر پہنچ گئی، مَیں نے دیکھا وُہ کاہن اپنے مُریدوں میں بیٹھا کہہ رہا تھا۔

دوستو! عنقریب ایک شخص دُنیا میں ظاہر ہوگا جس کا نام مُحَمَّد ہوگا (علیہ الصلوٰۃ والسّلام)

وُہ نبوّت کا اعلان کرے گا۔ بتوں کو توڑے گا۔ تمہارے مذہب کو ختم کردے گا۔

اَے میرے دوستو! اگر وُہ مُحَمَّد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تمہیں مل جائے تو اُس کو زندہ نہ چھوڑنا وُہ تمہارے خُداؤں اور تمہارے مذہب کا دشمن ہوگا۔

سیّدہ حلیمہ فرماتی ہیں، مَیں نے جب اُس کی یہ بات سُنی تو مَیں کانپ گئی کہ وُہ بچّہ کہیں یہی مُحَمَّد علیہ الصلوٰۃ والسّلام نہ ہو جس کو مَیں نے اپنی گودی میں اُٹھایا ہُوا ہے۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں: مَیں نے ہمّت کرکے اس کاہن کو کہا: جناب میرے پاس یہ ایک بچّہ ہے اس کے بارے کچھ بتائیں کاہن نے کہا کیا پُوچھنا چاہتی ہو۔

سیّدہ حلیمہ نے فرمایا کہ اِس بچّے کی والدہ کا نام آمنہ ہے اس کے والد کا نام عبداللہ ہے جو دُنیا سے پردہ کرچکے ہیں، اِن کے دادا کا نام عبدالمطلب ہے جو کہ مکّہ کا سَردار ہے۔

اِس بچّے کا نام مُحَمَّد صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم ہے۔ اِن کی والدہ نے مجھے بتایا ہے کہ جب یہ بچّہ پیدا ہُوا تھا تو اِتنا نُور نکلا کہ ساری

کائنات میں نور پھیل گیا۔

میں نے مکہ شریف میں بیٹھے شام کے محلات دیکھ لیے۔ بتائیے یہ بچہ کس شان کا مالک ہو گا۔

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں اس کاہن نے جب یہ بات سنی تو وہ زور زور سے چیخنے لگا اور کہنے لگا۔

اے آلِ ھذیل، اے ھذیل والو اس بچہ کو قتل کر دو یہ وہی بچہ ہے جس کے بارے میں تمہیں بتا رہا تھا کہ وہ شخص تمہارے بتوں کو توڑے گا۔ تمہارے مذہب کو ختم کرے گا۔

اگر تم نے اس کو قتل نہ کیا تو یہ اللہ تعالیٰ کی ساری زمین کا سردار ہو گا۔ اس پر جبرئیل وحی لے کر آئے گا یہ ساری خدائی کا نبی ہو گا۔

اللہ اکبر!

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں: میں نے جب اس کاہن کی بات سنی تو میرے پیروں تلے زمین نکل گئی۔

ے آکھن اندر جدوں کفاراں نے اتنی بات سنائی
کہے حلیمہ سُن کے میرے تے جان لباں تے آئی!

میری آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔

میری آہ نکل گئی کہ

اے خالق کائنات اب کیا بنے گا یہ تو بے ایمان چالیس پچاس آدمی ہیں، میں اکیلی ہوں۔

اِدھر سیدہ حلیمہ کے آنسو نکلے اُدھر ان کافروں نے کاہن کے

کہنے پر تلواریں جو زہر میں بجھی ہوئی تھیں۔ نیاموں میں سے نکال لیں اور میری طرف دوڑے۔

سیدہ فرماتی ہیں، میں نے کملی والے کو اپنے سینے سے لگا لیا اور رو کر کہا۔ ہائے میری آنکھوں کی ٹھنڈک محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام اب کیا بنے گا۔

سیدہ فرماتی ہیں۔ سرکار میری گود میں سوئے ہوئے تھے۔ جب میں نے رو کر ہائے کر کے سرکار مدینہ کو سینے سے لگایا تو کملی والے آقا نے آنکھیں مازاغ والی کھولیں، دیکھا اماں رو رہی ہیں۔ چالیس یا پچاس آدمی تلواریں لے کر قتل کرنا چاہتے تھے تو میرے کملی والے آقا نے مسکرا کر آسمانوں کی طرف دیکھا۔ اللہ اکبر!

میرے نبی کا آسمانوں کی طرف دیکھنا تھا۔ سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں، اچانک آسمانوں سے بجلی کڑکی جس نے تمام کافروں کو اور اس بے ایمان کاہن کو جلا کر راکھ کر دیا۔

غیب سے آواز آئی اُو کملی والے کو قتل کرنے والو اُو سرکار کے دشمنو تم مٹ سکتے ہو۔ مر سکتے ہو، فنا ہو سکتے ہو، قتل ہو سکتے ہو، مگر کملی والے کو کوئی کانٹے کے برابر بھی تکلیف نہیں پہنچا سکتے۔

(جامع معجزات ص۳۴۲، نزہۃ المجالس دوم ص۱۹۹، معارج النبوت جلد۲ ص۱۲۰)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے سب اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر !!
ذکر اونچا ہے تیرا، بول ہے بالا تیرا

سیدہ حلیمہ اپنے وطن میں

سیدہ حلیمہ یہ منظر دیکھ کر کملی والے کی خدائی حفاظت دیکھ کر پھر اونٹنی پر سوار ہوئی۔ اونٹنی چلی چند گھنٹے کے بعد حضرت حلیمہ اپنے وطن پہنچ گئیں، اپنے گھر تشریف لے آئیں۔

سیدہ فرماتی ہیں، جب میں اپنے گھر سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لے کر پہنچی تو رب کعبہ کی قسم ہمارے محلے میں ہمارے خاندان میں کوئی ایسا گھر نہ تھا جہاں کستوری، مشک اور عنبر کی خوشبو نہ گئی ہو۔ ہر طرف ہر مکان میں پورے گاؤں میں خوشبو ہی خوشبو ہوگئی۔

سیدہ حلیمہ نے میرے آقا کو ساری کائنات کی جان کو صدیق کے آقا کو فاطمہ کے بابا کو حسنین کے نانا پاک کو، دکھیوں کے سہارے کو، غریبوں کے آقا و مولا کو ایک کمرے میں سلا دیا۔ پھر کمرہ بند کر دیا۔

جب سرکار کمرے میں لیٹ گئے۔ تمام گاؤں کی عورتیں، تمام محلے کی بیبیاں کہنے لگیں کہ یہ کستوری کی یہ عنبر کی یہ مشک کی خوشبو کہاں سے آ رہی ہے۔

ایک مائی دوسری سے پوچھتی ہے۔ ایک پڑوسن دوسری پڑوسن سے پوچھتی ہے کہ یہ خوشبوئیں کہاں سے آ رہی ہیں۔ ہر عورت جواب نفی میں دیتی ہے۔ ہر عورت کہتی ہے پتہ نہیں یہ خوشبو کہاں سے آ رہی ہے۔ تمام بیبیاں پوچھتی ہوئیں سرکار کی دائی سیدہ حلیمہ کے گھر

پہنچیں، پوچھا: بی حلیمہ تیرے گھر سے بڑی خوشبو آرہی ہے۔ کیا کہیں سے خوشبو تو نہیں خرید کے لائی۔

سیدہ نے فرمایا: نہیں، مَیں غریب ہُوں میرے اندر کہاں اتنی طاقت کہ خوشبوئیں خریدوں۔ تمام عورتیں حیران کہ یہ خوشبو کہاں سے رہی ہے۔ جب وہ اس کمرے کے پاس سے گزریں جہاں سرکار جلوہ فرما تھے وہ رُک گئیں۔

کہا: حلیمہ! یہ دروازہ تو کھولو آپ نے کھولا تو اندر سے خوشبوؤں کی مہک آنے لگی۔ دیکھا سارا کمرہ میرے آقا کے نور سے جگمگا رہا ہے

انہوں نے کہا: بی حلیمہ یہ بچہ کتنا حسین و جمیل ہے اس کو اتنی خوشبو نہ لگایا کر۔

سیدہ حلیمہ نے فرمایا: اے بیبیو! یہ میری لگائی ہوئی خوشبو نہیں یہ تو اس بچے کے جسم کی ذاتی خوشبو ہے۔ سبحان اللہ!

گاؤں کی عورتوں نے کہا: بی حلیمہ کتنا پیارا ہے یہ بچہ دیکھ سارا کمرہ اس کے حُسن سے چمک رہا ہے۔

سیدہ حلیمہ نے فرمایا: بہنوں تم تو اب دیکھ رہی ہو۔ مجھ سے پوچھو میں جب سے اسے لے کر چلی ہوں۔ میں نے کبھی اندھیرا دیکھا نہیں، انہوں نے کہا رات نہیں آئی؟

فرمایا: ضرور آئی! انہوں نے کہا کہ رات کو اندھیرا ہو جاتا ہے۔

فرمایا: ضرور ہو جاتا ہے پر جب سے یہ حُسن و جمال کا پیکر میرے پاس تشریف لایا ہے اس کے نور کی برکت سے اندھیرا ہوا ہی نہیں، بلکہ نور ہی نور پھیلا ہوا ہے۔ اللہ اکبر!

گاؤں کی عورتیں آپ کے قبیلے کی عورتیں یہ سن کر حیران ہو گئیں؟ پوچھا حلیمہ یہ کائنات میں نور بانٹنے والا یہ اندھیروں کو روشنی میں بدلنے والا بچہ لائی کہاں سے ہے۔ فرمایا مکہ شریف سے۔

(مولد العروس ص۸۶ افضل المواعظ ص۵)

جب شام کا وقت ہوا تو سیدہ حلیمہ نے حضرت حارث سے کہا۔ حارث نے فرمایا کیا بات ہے۔ کیا دودھ کا ٹائم ہو گیا ہے۔ دودھ اونٹنی کا دودھ لو۔

حضرت حارث برتن لے کر اونٹنی کے پاس تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اونٹنی کے نیچے بیٹھے دودھ نکالنا شروع کیا۔

ایک برتن بھرا پھر دوسرا بھرا پھر تیسرا بھرا۔ حتیٰ کہ گھر کے سارے برتن دودھ سے بھر گئے پر اونٹنی کا دودھ ختم نہیں ہوا۔ میاں ختم ہوتا بھی کیوں؟ اس کے جسم سے میرے کملی والے آقا کے معصوم قدم جو لگ چکے تھے۔

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں، وہ سال جس سال میں سرکار کو لینے کے لئے مکہ شریف گئی تھی وہ سال بڑا خشکی کا سال تھا۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے ہر طرف قحط پڑا ہوا تھا۔ شدید گرمی تھی تالابوں اور کنوؤں کا پانی خشک ہو چکا تھا۔ گھاس اور درخت خشکی کی وجہ سے ختم ہو چکے تھے۔ جانور لاغر ہو چکے تھے۔ جانور تو ایک طرف انسان بھوک پیاس سے تڑپ رہے تھے۔ ہر طرف مایوسی کا عالم تھا۔ میری بکریاں قحط سالی کی وجہ سے اتنی کمزور اور لاغر ہو چکی تھیں کہ دودھ کا ایک قطرہ تک نہیں دیتی تھیں۔

ہر طرف ہو کا عالم تھا لیکن قربان جاؤں سید الابرار پر صدقے جاؤں

امام الانبیاء پر نثار جاؤں، رحمتِ عالم پر جب سرکار نے میرے ویہڑے قدم رکھا۔ میری کچی گلی کو آباد فرمایا تو پھر سرکار کے صدقے ہر طرف بہار ہی بہار ہو گئی۔ کملی والے کے صدقے اللہ تعالیٰ نے ہم پر برکتوں کے دریا بہا دیئے۔ قحط دُور ہو گیا۔ بارشیں ہونے لگیں، کھیت ہرے بھرے ہو گئے۔ چراگاہیں سر سبز و شاداب ہو گئیں۔

(جامع معجزات صلہ ۳۴)

میرے دوستو! خیال تو کرو سیدہ حلیمہ کے بخت کتنے بلند تھے کہ وہ سارا سارا دن اِس محبوب کو گودی میں لے کر بوسے لیتی۔ اس کملی والے آقا کو پیار کرتی جس کے قدم چومنے کے لئے فرشتوں کا سردار، ملائکہ کا استاد تمام نبیوں کو پیغام پہنچانے والا جبرئیل بھی ترستا تھا جب میرے آقا سیدہ حلیمہ کی کچی گلی میں تشریف لائے تو مفلسی چلی گئی، غریبی دُور ہو گئی، کرم ہی کرم ہو گیا۔

سیدہ حلیمہ سارا دن محلے کی عورتوں کے ساتھ دن خوشی خوشی بسر کرتی، کوئی کام نہیں، کوئی مصروفیت نہیں۔ بنی سعد کی عورتوں نے کہا۔ حلیمہ تو سارا دن ہمارے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتی رہتی ہے۔ کھانا نہیں پکاتی۔ کیا تجھے بھوک نہیں لگتی۔ کیا کھاتی ہے؟

سیدہ حلیمہ مسکرا پڑی، فرمایا بہنوں بھوک تو بڑی لگتی ہے۔ پر اب پکانے کی ضرورت نہیں رہی انہوں نے کہا وہ کیسے فرمایا جب مجھے بھوک لگتی ہے میں کملی والے کے چہرے کو دیکھ لیتی ہوں، میری ساری بھوک اُتر جاتی ہے۔ سبحان اللہ!

؎ اُسے حاجت نہیں تھی اب کوئی کھانے پکانے کی
کہ وہ تو بن گئی مالک خُدا کے ہر خزانے کی !
صُبح سے شام تک تو شہر بھر میں گُھوم لیتی تھی !
مگر جب بھُوک لگتی تھی لبوں کو چُوم لیتے تھی !!

یہ کمال ہے نبی کے چہرے کی زیارت کرنے کا ہمارے کملی والے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری سے کئی سو سال پہلے سیّدنا یُوسف علیہ السّلام نبوت کا تاج پہن کر مصر کے نبی بنے۔

آپ صرف نبی ہی نہیں بلکہ آپ مصر کے بادشاہ بھی اُور وزیر بھی بنے۔ آپ کے دورِ سلطنت میں مصر اور آس پاس کے علاقوں میں کئی سالی بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط پڑا اُور شدید قحط پڑا۔ لوگوں کے گھروں سے اناج ختم ہو گیا لوگ بھوکے مرنے لگے۔

سیّدنا یُوسف علیہ السّلام کو پتہ چلا آپ نے اعلانِ عام فرما دیا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں، حکومت کے گوداموں میں غلّہ موجود ہے۔ ہر آدمی آئے۔ گھر کے تمام افراد کا راشن لے جائے۔ دنیا دُور دُور سے غلّہ لینے کے لئے مصر کی طرف دوڑی یہاں تک کہ حکومت کے گوداموں میں سے بھی گندم ختم ہو گئی۔

ابھی نئی فصل آنے میں چار مہینے باقی ہیں۔ دُنیا غلّہ کے لئے بے تاب سیّدنا یُوسف علیہ السّلام بڑے پریشان ہوئے۔ آپ نے چہرہ آسمان کی طرف اُٹھایا۔ عرض کی۔ اے خالقِ کائنات لوگ بھوک سے مر رہے ہیں، اب بتا تیری مخلوق کو کیا جواب دوں؟

جب حسینوں کے سردار سیدنا یوسف علیہ السلام نے خالقِ اکبر کی بارگاہ میں یہ گزارش پیش کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جبریل۔ عرض کی جی ربِ جلیل، فرمایا، جا میرے نبی کو تسلی دے اور ساتھ بھوکوں کی بھوک مٹانے کا طریقہ بھی بتا۔

ابھی یوسف علیہ السلام نے چہرۂ انور زمین کی طرف نہیں کیا۔ فرشتوں کا پیشوا پہلے ہی بارگاہِ یوسفی میں پہنچ گیا۔ سلام عرض کیا۔ تسلی دی اور عرض کیا، حضور اُمت کو فرما دو۔

صبر کرو۔ عنقریب فصل پکنے والی ہے۔

سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا،

جبریل ٹھیک ہے وہ تو چار مہینے کے بعد کی بات ہے۔

اب صرف تسلیوں سے تو کام نہیں بنے گا۔ اب قوم کو کھانا چاہیئے۔

تو حضرت جبریل نے عرض کی اس کا بھی طریقہ عرض کرتا ہوں۔

فرمایا کون سا طریقہ۔ جبرئیل نے کہا کہ

؎ اوسے وقت جناب الٰہوں تے وحی پیام لیاندا
یا نبی اللہ حکم تساں نوں تے پاک خدا فرماندا
کون سا حکم؟

کون سا آرڈر؟ عرض کی کہ۔

؎ برقعہ کھول زیارت بخشو جو بھکھا بھی آدے!
دیکھ جمال مبارک تیرا تے بھکھ تمامی جاوے

یعنی اے اللہ تعالیٰ کے نبی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے یوسف میں

نے حُسن کے دس حصّے بنائے۔ ایک حصّہ پوری مخلوق میں تقسیم کیا' نو حصّے حُسن کے تجھے عطا فرمائے ہیں۔

اے حُسن و جمال کے پیکر۔

اے حسینوں کے بادشاہ۔

فکر کرنے کی ضرورت نہیں، مصر سے باہر نکل کر میدان میں ایک کرسی پر بیٹھ جاؤ، جو بھی غلّہ کا سوال کرے۔ جو بھی گندم مانگے، جو بھی بھوکا آئے اُسے غلّہ دینے کی ضرورت نہیں، گندم دینے کی ضرورت نہیں، کھانا دینے کی ضرورت نہیں، بس چہرے سے اپنے رُخ سے کپڑے کا جو نقاب ڈالا ہوا ہے۔ اُٹھا کر بے پردہ چہرے کی زیارت کراتا جا۔

جبرئیل پھر کیا ہوگا۔ فرمایا: اے حسینوں کے سلطان جو تجھے بے پردہ دیکھے گا اُسے چار مہینے تک بھوک پیاس لگے گی نہیں۔

سُبحان اللہ!

یہ ہے نبیؑ کا چہرہ۔

یہ ہے نبیؑ کا رُخِ پاک۔ اور ایک وہ بھی ہیں جو نبی کی شکل بنے پھرتے ہیں۔ اگر خدانہ کرے، صبح صبح سامنے آجائیں تو ان کے منحوس چہرے کی بدولت سارا دن کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ روٹی ملتی ہی نہیں۔

ایک رسول کا چہرہ ہے کہ زیارت کرنے سے ساری تھکاوٹ دُور ہو جاتی ہے۔

جبرئیل علیہ السلام پیغام دے کر چلے گئے۔

سیّدنا یوسف علیہ السّلام نے تمام غلّہ لینے والوں کو فرمایا: چلو میدان میں چلو، دُنیا میدان میں چلی گئی۔ حضرت یوسف علیہ السّلام کرسی پر بیٹھ گئے چہرے

سے نقاب اُٹھا کر تمام لوگوں کو اپنے جمال کی اپنے رُخِ پاک کی زیارت کرائی

پھر کیا ہُوا۔

علامہ عبدالرحمٰن علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

"اِسْتَغْنٰی اَهْلُ مِصْرَ"

تمام مصر والے بے پرواہ ہو گئے۔ مستغنی ہو گئے۔

کِس سے فرمایا:

"عَنِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ"

کھانا کھانے سے پانی پینے سے کتنی دیر کے لئے فرمایا:

"اَرْبَعَۃَ اَشْهُرٍ"

چار مہینے کے لئے۔

وجہ کی تھی؟ اِنہیں بھوک لگی کیوں نہیں، اِس لئے کہ

"بِالنَّظْرِ اِلٰی یُوْسُفَ عَلَیْهِ السَّلَامُ"

اُنہوں نے ایک مرتبہ بغیر پردے کے، بغیر حجاب کے سیدنا یوسف علیہ السلام کی زیارت کر لی تھی۔

سُبْحَانَ اللہ!

(نزہتہ المجالس جلد نمبر ا صفحہ ۵۲ ماہ کنعان صفحہ ۲۶۷)

میرے دوستو! توجہ کرو۔ جس نے یوسف علیہ السلام کو ایک مرتبہ بغیر پردے کے دیکھا وہ چار مہینے تک کھانے پینے سے بے نیاز ہو گیا۔ پھر اِس سیدہ حلیمہ کی کیا شان ہو گی۔

جس نے یوسف علیہ السلام کے بھی امام کو دیکھا۔

یوسف علیہ السلام کے بھی نبی کو دیکھا۔

پھر ایک مرتبہ نہیں بلکہ پورے تین سال دیکھا۔

صرف دیکھا ہی نہیں بلکہ پورے جسم پاک کے بوسے لئے۔ ماتھے کو چوما۔ رخساروں کے بوسے لئے۔ ہونٹوں کو چوما۔ سینا چوما، ہاتھ چومے، قدم چومے۔ سیدہ حلیمہ کو پھر کیسے بھوک لگ سکتی تھی۔

یوسف علیہ السلام کا واقعہ جب کھڑی کے قلندر نے پڑھا۔ وادی کشمیر کے شہزادے نے پڑھا۔ لوگوں کو سنایا تو۔

لوگوں نے کہا سرکار جب یوسف علیہ السلام کے حسن وجمال میں جب آپ کے چہرۂ پرانوار میں اتنی تاثیر ہے تو اس محبوب کے حسن کی اس کملی والے کے جمال کی۔

اس آمنہ کے لال کے حسن کی کیا شان ہو گی۔ جس کے چہرے کی قسمیں میرا اللہ عزوجل آپ اٹھاتا ہے۔

"وَالضُّحٰی وَاللَّیۡلِ اِذَا سَجٰی" (پ ۳۰)

محبوب مجھے تیرے چہرۂ انور کی قسم تیری کالی کالی زلفوں کی قسم جو تیرے نوری چہرے پر چھا جاتی ہیں تو میاں صاحب نے جواب دیا اور بڑا پیارا جواب دیا فرمایا کہ

؎ تین مہینے رجی خلقت دیکھ یوسف کنعانی
جنہاں محمد عربی ڈٹھا او رجے دونویں جہانی!
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

ایک اور عاشق بولا کہ

؎ بھکی قوم رجا دن لئی بنی یوسف رخ اتوں نقاب سرکا چھڈیا
صدقے جاداں محمد رسول اتوں کائنات نوں جیئں رجا چھڈیا

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم)

؎ لبھ پچھے ہنیرے چوں سُوئی جس دم
کملی والے تبسّم فرما چھڈیا!
لشکر ہویا پیاسا تے انگلیاں چوں
یوسف سوہنے نے چشمہ چلا چھڈیا!

کملی والے کو لوریاں:

عرض کیا کر رہا تھا کہ حلیمہ کے کتنے بخت بلند تھے جن کے گھر خالق کائنات کا یار جلوہ فرما تھا۔ ساریاں دائیاں رات کو امیروں، وزیروں، نوابوں کے بیٹوں کو لوریاں دے کر سلاتی ہیں۔ پر سیدہ حلیمہ اللہ تعالیٰ کے یار کو لوریاں دے کر سلاتی ہے۔

سیدہ حلیمہ کملی والے کو لوریاں دے دے کر یوں کہتی ہے کہ

؎ پیاری پیاری صورت تے گھنگھریالے وال!
لوری دیوے مائی حلیمہ لا لا سینے نال
نبی جی اللہ اللہ اللہ لا الٰہ الا ہو!!
ہن پوشاک نرالی ویکھو اللہ دا او یار
(عزوجل)
چن تھییں کرے ہس ہس گلاں میں صدقے بلہار
نبی جی اللہ اللہ اللہ لا الٰہ الا ہو!!
(عزوجل)

اُدھر جنّت کی حوریں بھی لوریاں دیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ

حوراں رَل مِل آیاں عرشوں لے جنّت دے ہار
پا گل وِچ آکھن پیّاں تیرے اُتیں نثار
نبی جی اللہ اللہ اللہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُو!!
(عزّوجل)

اُدھر حوریں سہرا گا رہیں ہیں۔

اِدھر حضرت جبریل اور فرشتے سلامی دے رہے ہیں کیا کہ

تارے سارے جھک جھک فلک توں اُونوں کرن سلام
جبرئیل جھولا جھولا دے گاون ملک تمام
نبی جی اللہ اللہ اللہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُو!!
(عزّوجل)
(افضل المواعظ ص ۸)

جبرئیل آئے جھولا جھلانے لوری دے ذیشان
سو جا سو جا رحمت عالم دو جگ کے سلطان
نبی جی اللہ اللہ اللہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُو!
(عزّوجل)
(نشر الطیب ص ۳۹)

سیّدہ حلیمہ، جنّت کی حوریں تمام فرشتے، فرشتوں کے پیشوا جبرئیل علیہ السلام جب سرکار کو اللہ تعالیٰ اسکے نام کی لوریاں دیتے ہیں تو میرے آقا اپنی آنکھیں بند کر لیتے۔ محوِ آرام ہو جاتے ہیں۔

سیدہ حلیمہ بھی کملی والے کے والضحیٰ چہرے کو تکتی تکتی سو جاتیں ہیں۔ سبحان اللہ!

دُوسرے بچے رات کو روتے ہیں۔ چیختے ہیں اپنی اپنی ماؤں کو سونے نہیں دیتے پر کملی والے آقا رات کو کبھی بھی اپنی دائی کو رو کر نہیں جگاتے تاکہ میری دائی ماں کی نیند میں خلل نہ آجائے۔

سیّدہ حلیمہ فرماتی ہیں میں حیران تھی سوچا کرتی تھی کہ سارے بچے رات کو رو کر دو چار مرتبہ اپنی ماؤں کو جگاتے ہیں پھر دُودھ پیتے ہیں تب جاکر وُہ سوتے ہیں پر محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام رات کو کبھی نہیں جاگے اور نہ ہی مجھے جگاتے ہیں۔

آخر وجہ کیا ہے؟ سیّدہ فرماتی ہیں ایک رات چاند کی چودہ تاریخ تھی میں نے سوچا آج سرکار کو دیکھوں گی۔ یہ جاگتے بھی ہیں کہ نہیں فرماتی ہیں جب آدھی رات کا وقت ہوا۔ میری آنکھ کھلی میں نے کہا دیکھا سرکار جھُولے میں لیٹے مُسکرا رہے ہیں۔ میں نے سوچا کہ یہ مُسکراتے کیوں ہیں۔

جب میں نے غور سے دیکھا تو سرکار نے اپنے ید اللہ والے گورے گورے ہاتھ کی ایک اُنگلی اُٹھائی ہے اور آسمانوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ میں نے آسمانوں کی طرف دیکھا تو آسمانوں کا چاند کبھی اِدھر چلا جاتا ہے کبھی اُدھر چلا جاتا ہے۔ جیسے کوئی ڈور سے پتنگ ہلاتا ہے۔ جدھر ڈور پھیرتا ہے۔ پتنگ بھی پھرتا ہے۔

اِسی طرح سرکار کی جدھر اُنگلی پھرتی ہے اُدھر ہی چاند پھرتا ہے کسی نے امام اہلسنّت کُشتہ عشقِ رسالت، مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ سے پُوچھا حضور آپ امام اہلسنّت ہیں، سرکار کے عشق

میں رنگے ہوئے ہیں۔ کئی سو کتابوں کے مصنف ہیں۔ ایک بات تو بتائیں؟ فرمایا: کونسی، عرض کی سرکار بچپن میں پنگھوڑے میں لیٹے ہوئے تھے۔ اشارہ کرتے، انگلی پھرتی، چاند بھی پھر جاتا۔ آپ مسکرا پڑے۔

فرمایا: میاں یہ چاند اسلئے ادھر اُدھر جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے چاند ستارے میرے محبوب کے کھلونے بنائے تھے ہم مٹی کے ہیں کھلونے بھی مٹی کے، پلاسٹک کے، سٹیل کے۔ مگر میرے آقا نوریوں کے سلطان ہیں، نور علیٰ نور ہیں، اس لئے میرے کملی والے آقا کے کھلونے بھی نوری تھے۔

اللہ اکبر! فرماتے ہیں:

کھیلتے تھے چاند سے بچپن میں آقا اس لئے
یہ سراپا نور تھے وہ تھا کھلونا نور کا!!
چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا!

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا حضرت عباس نے جب کملی والے آقا کا کلمہ پڑھا تو عرض کرنے لگے۔ سرکار میں نے کلمہ تو آپ کا پڑھا۔ اب ہے پر آپ کی عظمت، آپ کی شان میرے دل میں بچپن سے موجود ہے۔

سرکار نے فرمایا: وہ کیسے عرض کی ایک رات چاندنی رات تھی، میں کسی کام کے لئے ابا حضور جناب عبدالمطلب سے ملنے کے لئے آیا۔ میں نے دیکھا۔ آپ چاند کی طرف اشارہ کرتے ہیں، چاند ادھر کو جھک جاتا ہے۔

میرے آقا نے فرمایا: چچا اس رات میں پنگھوڑے میں لیٹا تھک گیا تھا۔ امی جان نے اٹھایا نہیں، پروگرام ہوا روؤں امی جاگ جائیں گی اور مجھے اٹھائیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کو حکم دیا۔ چاند جی، رب جلیل، فرمایا: میرے یار

کو رونے نہ دینا۔ بلکہ میرے یار کو باتوں میں لگا لے تاکہ میرا یار روتے نہیں،
سرکار فرماتے ہیں: چچا جان اُس دن

"اِنِّی کُنْتُ اُحَدِّثُہٗ وَیُحَدِّثُنِیْ ط"

میں چاند سے باتیں کر رہا تھا اور چاند مجھ سے باتیں کر رہا تھا کیوں،

"وَیُلْہِیْنِیْ عَنِ الْبُکَاءِ"

اس لئے تاکہ میں رو نہ پڑوں، وہ مجھے رونے سے روک رہا تھا۔

(خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۳۷)

ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی ولادت شریف سے پانچ سو سال پہلے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے۔ آپ نے سرکار کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

لوگو! میرے بعد ایک ایسا پیغمبر دنیا میں تشریف لانے والا ہے جس کی دنیا میں کوئی مثل بھی نہیں اور مثال بھی نہیں"۔

عیسیٰ علیہ السلام کے غلاموں نے کہا: سرکار اُس نبی کی کیا شان ہوگی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے میرے آقا کے کمالات، معجزات کا تفصیلاً ذکر فرمایا: لوگ عش عش کر اٹھے۔ فرمایا: میرے صحابہ اس نبی کی یہ شان ہوگی جب پیدا ہوگا۔ تورات کو اُس کی والدہ سو جایا کرے گی لیکن اُس نبی کو آسمانوں کا چاند لوریاں دے دے کر سلایا کرے گا۔ سُبحان اللہ ط

(انجیل برنباس صفحہ ۱۱ انبیاء سابقین اور بشارت سید المرسلین صفحہ ۲۳)

؎ آگیا پاک طبیب رُوحانی تے مُکے جگ دے روگ تمامی
پاک محمد شاناں والا ہے اُس دا نام گرامی!
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم)

؎ چن کھڈونا جس دا بنیا، جہنوں تارے دین سلامی
کرے نیازی اودھرے در دی تے ملک جبرئیل غلامی!

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ سرکار کو سیدہ حلیمہ لوریاں دے دے کر سلاتی ہے اور جب صبح سحری کا وقت ہوتا تو سیدہ حلیمہ دودھ دینے کی غرض سے کملی والے کو پھر پیاری پیاری صدائیں جگاتی ہے اور کہتی ہے۔

قُمْ قُمْ یَا حَبِیْبِیْ کَمْ تَنَامُ
طَالِبُ الْجَنَّۃِ لَا یَنَامُ !!
قُمْ قُمْ یَا حَبِیْبِیْ کَمْ تَنَامُ

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں، میری پڑوسی عورتیں بچوں کے خوف سے کہیں ڈر نہ جائیں، جب تک جاگتے رہتے ہیں چراغ بجھنے نہیں دیتی جب وہ اچھی طرح سو جاتے ہیں تب چراغ بجھاتی ہیں۔ لیکن میری یہ حالت ہے کہ میں نے چراغ کبھی گھر میں جلایا ہی نہیں، کیوں کہ میرے گھر میں کملی والے کے نور کے صدقے کبھی اندھیرا ہوا ہی نہیں۔

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں میری ایک پڑوسن تھی جس کا نام تھا ام خولہ سعدیہ ایک دن وہ صبح کے وقت میرے گھر میں آئیں اور کہنے لگیں حلیمہ میں نے کہا کیا بات ہے۔ کہنے لگیں کہ تیرے گھر کیا لکڑیاں کچھ زیادہ تو نہیں آگئیں۔ میں نے کہا کیوں اس نے کہا۔

میں ہر روز دیکھتی ہوں۔ جس دن سے تو محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے گھر لائی ہے۔ ساری ساری رات آگ جلائے رکھتی ہے۔ ساری رات تیرے گھر سے آگ کے شعلے نکلتے رہتے ہیں۔

میرے آقا کی دائی اماں مسکرا پڑی۔ سیدہ حلیمہ نے فرمایا: وَاللّٰہِ

لا اُوقِدُ نَارًا "اللہ تعالیٰ کی عزت و حُرمت کی قسم میں نے تو کبھی آگ جلائی نہیں، جب سے یہ حُسن و جمال کا پیکر محمّد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں تشریف لائے ہیں۔

اُمّ ِخولہ جیران حلیمہ کیا کہہ رہی ہو؟ فرمایا: بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں! پھر اُمّ ِخولہ نے کہا کہ یہ شعلے یہ روشنی کہاں سے آتی ہے۔ کس چیز کی روشنی ہے۔ سیّدہ حلیمہ نے فرمایا: اے اُمِّ خولہ یہ روشنی یہ چانن یہ شعلے آگ کے نہیں بلکہ وَلٰکِنَّہٗ نُورُ مُحَمَّدٍ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام یہ شعلے یہ چانن یہ روشنی تو محمّد عربی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے نور کی ہوتی ہے۔

سیّدہ حلیمہ نے فرمایا: نی اُمّ ِخولہ تُو نے تورات سے میرے عربی کا نور دیکھا ہے۔ مجھے قسم ہے خالقِ کائنات کی "مَا کُنَّا نَحْتَاجُ اِلَی السِّرَاجِ" جب سے میں نے محمّد عربی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو گودی میں اُٹھایا ہے۔ اُس دن سے ہمیں چراغ کی ضرورت ہی نہیں رہی کیونکہ سرکار کے چہرے سے اتنا نور نکلتا ہے کہ چراغ کی کیا مجال ہے۔ میرے بیٹے محمّد عربی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے نور کا مقابلہ کرے۔

سیّدہ حلیمہ نے فرمایا: "اِذَا اَرْضَعْتُہٗ فِی الْمَنْزِلِ" جب سے میں نے اس حُسن و جمال کے سلطان کو دُودھ پلانا شروع کیا ہے۔

"اِسْتَغْنَیْ بِہٖ عَنِ الْمِصْبَاحِ" اس نے ہمیں چراغ جلانے سے مستغنی کر دیا ہے بے پرواہ کر دیا ہے۔ ہمیں ضرورت ہی نہیں پڑتی۔

اُمّ ِخولہ نے کہا: حلیمہ تیرے اِتنے کمرے ہیں، اتنا بڑا صحن ہے چلو جس کمرے میں تم ہو وہاں تو اس بچے کا نور چمکتا ہے۔ روشنی رہتی ہے اگر کسی دوسرے کمرے میں جا کر رات کو کوئی چیز تلاش کرنی پڑے

اندھیرے میں جانا پڑے تو پھر کیا کرتی ہو۔

فرمایا: پھر میں اِسی بچے کو اپنی گود میں اُٹھا لیتی ہوں۔ اس کے نور کی برکت سے وہ کمرہ بھی وہ مکان بھی روشن ہو جاتا ہے۔ سبحان اللہ!

(بیان المیلاد النبی صہ ۵۳، تفسیر مظہری جلد ۲ صہ ۵۲۸ پ ۱۱ صہ ۳۶۷، سیرت رسول جلد ۲ صہ ۲۱۵)

سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بکریاں

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں: میں اپنے پورے خاندان بنوسعد میں سے سب سے زیادہ غریب تھی، باقی خاندان کے پاس بڑا مال تھا۔ میرے پاس صرف سات بکریاں تھیں اور وہ بھی کمزور لاغر، دبلی پتلی اور دودھ تو بالکل ہی نہیں دیتی تھیں۔ ہم بڑے پریشان تھے۔

لیکن جب امام الانبیاء حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے گھر تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے قدموں کی برکت سے ان میں بڑی برکت ڈال دی، وہ فربہ موٹی تازی ہو گئیں اور سب بکریاں دودھ دینے لگیں۔ چند دن کے بعد ان میں اتنی برکت ہوئی کہ وہ سَو کے قریب پہنچ گئیں اور دودھ بھی دیتیں۔ حالانکہ ہمارے خاندان میں کسی کی بکری دودھ نہیں دیتی تھیں۔

چھوڑ گئے سب تنگی فاقے تے برکت نبی گرامی
دودھ تھیں بھر گئے برتن سارے تے روشن گھر تمامی

دنیا حیران تھی کہ حلیمہ کی بکریاں اتنی جلدی موٹی کیسے ہو گئیں اور اتنا دودھ کہاں سے آجاتا ہے۔ سارے سب قبیلے کی عورتیں اکٹھی ہو کر سیدہ

حلیمہ کے پاس آئیں کہ آؤ پوچھیں کہ یہ راز کیا ہے۔ یہ حکمت کیا ہے تیرے گھر میں اتنی برکات کہاں سے آگئیں۔ یہ دودھ کی نہریں کیسے جاری ہو گئیں، تمام عورتوں نے سیّدہ حلیمہ سے کہا کہ

؎ مال تمامی لاغر ساڈے تے عاجز خلقت ساری!
توکاں دودھ نصیب ہوئے تے نہر تیرے گھر جاری

سیّدہ حلیمہ رضی نے جب ان کی یہ بات سنی تو فرمایا: بہنو یہ میرا کمال نہیں یہ اس محمد عربی ہاشمی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کمال ہے۔ جب سے یہ میرے گھر آیا ہے بس ہر طرف برکت ہی برکت، ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی رحمت ہے۔ جب بکریاں صبح خشک جنگلوں میں ویران وادیوں میں چرنے جاتی ہیں تو جہاں جہاں ان کے قدم پڑتے ہیں، نیچے سے ہری بھری سرسبز گھاس پیدا ہو جاتی ہے۔ جسے بہ چر کے پیٹ بھر لیتی ہیں اور اگر کبھی کمی رہ جائے تو یہ میرے بچے کا چہرہ دیکھتی رہتی ہیں۔ ان کی بھوک ختم ہو جاتی ہے سُبحان اللہ!

سیّدہ حلیمہ نے یہ بات کر کے کہا کہ

؎ بے شک میں ماڑی ہاں میری کُلّی بھی ماڑی اے
پر میری گود وچہ نبیاں دائر دار بڑا سوہنا!
سب دائیاں حلیمہ توں حیرت نال پچھ رہیاں نیں!
کتھوں لے کے آئی ایں دلدار بڑا سوہنا

تمام دائیاں سن کر بڑی حیران ہوئیں۔ تمام دائیوں نے کہا بی حلیمہ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر بڑا فضل فرمایا ہے۔ تیرے نصیب جاگ پڑے ہیں۔ اگر تو اجازت دے تو ہم اپنے چرواہوں کو بکریاں دے کر تیری بکریوں کے

ساتھ بھیجا کریں۔ تاکہ تیرے بچے کے صدقے ہم پر بھی کرم ہو جائے تے ہماری بکریاں بھی دُودھ دینے لگیں ہم بھی قحط سالی کے شکار سے بچ جائیں۔

سیدہ حلیمہ نے فرمایا:

مجھے کیا اعتراض ہے آپ بھیج دیا کریں۔ اب تمام قبیلے کی بکریاں سیدہ حلیمہ کی بکریوں کے ساتھ چرنے جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یار کے صدقے ان کی بکریوں پر بھی کرم فرمایا وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے مالا مال ہو گئیں۔

؎ جدوں حلیمہ دے گھر آیا تے پاک محمد عالی
فضلوں ساری بستی لٹے تے کرم کیتا رب والی
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم)

(جامع معجزات ۲۲۴، ذکرِ حسین ص۱۲۲، معارج النبوت جلد ۲ ص۱۲۰، افضل المواعظ جلد ۷ ص۸)

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں جب میرے خاندان نے اپنے مال میں برکتیں دیکھیں تو سمجھ گئے یہ تمام صدقہ ہے محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔ اس کی وجہ سے ان کے دلوں میں سرکار کی بڑی عزت، بڑی عظمت پیدا ہو گئی تمام قبیلے کے لوگ آتے میرے بچے کی زیارت کرتے اور سرکار کو بوسے دیتے، کوئی پیشانی چومتا، کوئی ہاتھ چومتا، کوئی قدموں کو بوسہ دیتا۔ سیدہ حلیمہ کملی والے کی آمد پر فخر کرتی، اپنی قسمت پہ ناز کرتی اور ہر فرد کو ہر بندے کو فرماتی کہ

؎ یہ کہتی تھی گھر گھر میں جا کر حلیمہ میرے گھر میں خیر الوریٰ آ گئے ہیں!
بڑے اوج پر ہے میرا مقدر میرے گھر حبیبِ خدا آ گئے ہیں

لوگ کہتے تھے، جاننے والے کہتے ہیں، معرفت والے جواب دیتے

تھے کہ حلیمہ جانتی ہو یہ بچہ کون ہے، کس ہستی کا مالک ہے۔ کس شان کا مالک ہے؟

سیدہ فرماتی کس شان کا ہے جواب ملتا کہ جن کی خاطر یہ عالم بنایا۔

اپنے گھر جن کو رب نے بلایا۔

اے حلیمہ یہ تیرا مقدر۔ وہ تیرے گھر میں آئے ہوئے ہیں۔

سیدہ حلیمہؓ نے تمام بکریوں میں سے جو سب سے زیادہ خوبصورت سب سے زیادہ موٹی تازی، سب سے زیادہ دودھ دینے والی بکری تھی اس کو سرکار کے نام پر وقف کر دیا۔ تمام گھر والوں کو سمجھا دیا یہ بکری محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ اس کا دودھ سوائے اس کے کوئی نہ پیئے۔

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں، ایک دن میں سرورِ کونین کو اپنے سینے سے لگائے گودی میں لئے بیٹھی ہوں، تمام بکریاں باہر سے چر کر واپس آئیں میرے پاس سے گزر اپنے اپنے مقام پر جا رہی ہیں وہ بکری جو میں نے سرکار کے نام پر وقف کی ہوئی تھی وہ دوڑتی دوڑتی میرے پاس آئی، آتے ہی پہلے کملی والے کو سجدہ کیا پھر جانِ کائنات کے نوری ماتھے کو بوسہ دیا۔ پھر چھلانگ لگاتی ہوئی خوشی کا اظہار کرتی ہوئی اپنے مقام پر چلی گئی۔ سبحان اللہ!

حضرت حلیمہ حضرت حارث، دونوں میاں بیوی نے جب یہ منظر دیکھا تو حیران ہو گئے۔ سیدہ حلیمہ کے خاوند حضرت حارث نے فرمایا:

"وَاللّٰہِ یَا حَلِیْمَۃُ"

اے حلیمہ فرمایا: کیا بات ہے۔ حضرت حارث نے کہا کہ خدا کی قسم تو بڑی ہی برکت والا، شان والا، عظمت والا بچہ لے کر آئی ہے جس کو بکریاں بھی سجدے کر رہی ہیں۔

(سیرت حلبیہ جلد ۱ ص ۲۸۶، سیرتِ نبویہ جلد ۱ ص ۴۹،
محمد رسول اللہ ص ۳۵، سیرتِ رسول دوم ص ۳۸۵)

یہ تو بکری تھی، آپ کتابیں پڑھ کر دیکھیں میرے کملی والے کو اونٹوں نے سجدے کئے، جانور تو ایک طرف درختوں نے سجدے کئے پہاڑوں نے سجدے کئے۔ کنکروں نے میرے آقا کے کلمے پڑھے۔

سیّدہ حلیمہ فرماتی ہیں، پورے خاندان کے لوگ مجھے پہلے حقیر نظروں سے دیکھتے تھے۔ لیکن جب سے سرکار میرے گھر تشریف لائے تمام خاندان نے متفقہ طور پر ہمیں اپنا سردار بنالیا۔ جب بھی کسی کو تکلیف ہوتی، کوئی پریشان ہوتا۔ کوئی بیمار ہوتا میرے پاس شکایت لے کر آتا پھر میں اُس بیمار کو پریشان حال کو اپنے پاس بٹھالیتی۔ پھر میں جانِ کائنات، دکھیوں کے آقا، غریبوں کے ماویٰ وملجا جناب محمد رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اُٹھا کر اپنی گودی میں بٹھاتی، پھر سرکار کا ننھا سا ہاتھ جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "یَدُ اللّٰہ" میرے حبیبؐ میرے پیارے یہ تیرا ہاتھ تیرا نہیں، یہ تو اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔

ے اوہدا ہتھ رب اپنا ہتھ آکھے
ہووے کافر جیہڑا دکھ آکھے
جیہدے نال اشاریاں رُخ ٹردے
چن توڑ کے جوڑ دکھایا اِسے

میں سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقدس ہاتھ لے کر اس بیمار، اس پریشان، اس مصیبت زدہ کے جسم پہ پھیرتی، پھر ہوتا کیا۔

"بِاِذْنِ اللّٰہِ تعالیٰ سَرِیْعًا"

اللہ تعالیٰ بیمار کے ہاتھ کی برکت سے اُسی وقت شفا دے دیتا۔
بیمار کی بیماری، پریشان کی پریشانی فوراً دُور ہو جاتی۔
(سیرت نبویہ جلد نمبر ۱ ص ۴۹ زرقانی شریف جلد ۱ ص ۱۴۵،
مواہب لدنیہ جلد ۱ ص ۱۶۳)

سُبْحَانَ اللہ! کیا شان ہے میرے نبی کے ہاتھوں کی کہ جہاں پھرتے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرم کرتا جاتا ہے، یہاں یہ تو ہاتھ ہیں، آپ حدیثِ پاک پڑھ کر دیکھیں، جن کپڑوں کو میرے مکی والے سے نسبت ہو جائے۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ شفا رکھ دیتا ہے۔
نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلے صحابی یارِ غار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بیٹی تھی جس کا نام تھا حضرت اسماء وہ فرماتی ہیں، ہمارے پاس سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک جُبہ مبارک کُرتیہ مبارک تھا ہم نے اُسے تبرک کے طور پر، برکت کے لئے گھر میں رکھا ہوا تھا اس کا فائدہ کیا تھا۔ اِس جُبّے کا کمال کیا تھا۔ فرماتی ہیں جب بھی کوئی مدینہ شریف میں بندہ بیمار ہوتا وہ ہمارے پاس آتا تو ہم آگے سے دیا کرتے سیدہ اسماء فرماتی ہیں:

"فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى"

ہم اُس جُبّے کو پانی میں ڈال دیتے جس سے سارا پانی اُس جُبّے میں داخل ہو جاتا پھر ہم اُسے نچوڑتے جب رکھ دیتے وہ پانی ہم اُس مریض کو پلا دیتے پھر کیا ہوتا۔

سیّدہ اسماء فرماتی ہیں :

"یَسْتَشْفِیْ بِھَا" اُسی وقت اس مریض کو شفا ہو جاتی۔

(مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۱۹۰)

میرے دوستو ! الفاظ کی طرف غور کرو۔ پانی پینے سے شفا ہو جاتی وہ پانی شفا والا کیوں ہوتا۔ اس لئے کہ سرکار کے کرتے سے مس ہوا تھا۔ وہ کرتہ کیوں شفا والا بنا۔ اس لئے کہ اُسے سرکار کی صحبت نصیب ہوئی سرکار کے جسم پاک سے لگنے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ میاں جب کرتے کا یہ مقام ہے کہ بیماروں کو شفا دیتا ہے تو اس کرتے والے آقا کی اپنی کتنی شان ہو گی۔ سُبحان اللہ !

پتہ چلا میرے نبی کو اللہ تعالیٰ نے مشکل کشا بنا کے بھیجا کہ جس بیمار سے سر پہ ہاتھ رکھتے اس کی مشکل حل ہو جاتی وہ بیماری سے شفا پا جاتا یہ تو تھا صحابی کا عقیدہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کرتے میں شفا ہے اب وہابی کا عقیدہ سُنیئے مولوی اسمٰعیل غیر مقلد وہابی اپنی بدنام زمانہ کتاب تقویتہ الایمان ص ۳۳ پر کہتا ہے کہ "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک مختار نہیں اُن سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔"

بتلایئے صحابی کیا کہتا ہے۔ میرے آقا کے یار غار سیّدنا صدیق اکبر کی بیٹی کیا فرماتی ہے کہ سرکار کے کرتے سے مس ہونے والا پانی مریضوں کو شفا دیتا ہے اور یہ کیا کہتے ہیں "نہیں نبی کے پلے ہے ہی کچھ نہیں"۔

میرے دوستو ! کتنی عداوت ہے کلمے والے سے کتنی دشمنی ہے سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات سے کلمہ بھی پڑھتے جاتے ہیں اور سرکار کے گلے شکوے بھی کرتے جاتے ہیں اگر

سرکار کی ذات سے اتنے ہی تنگ ہو تو کلمہ کیوں پڑھتے ہو۔ چھوڑو کلمہ، چھوڑو سرکار کا دامن کیا فائدہ ایسے کلمے کا جس میں کلمے والے کی تعظیم نہیں، محبت نہیں، پیار نہیں۔

؎ جے تساں نام پیارا ناہیں تے متھے ملک لگاؤ!
دھوتی بن کر اڑا والی تے گل وچ جنجو پاؤ!

دیوبندیوں کے بہت بڑے عالم، وحید العصر مولوی حسین احمد مدنی نے ایک کتاب لکھی ہے۔ شہاب ثاقب، جس میں انہوں نے ہم سُنیوں بریلویوں کو خوب خوب کوسا ہے اور اعلیٰ حضرت کو بڑی بڑی گالیاں دی ہیں۔ انشاء اللہ یہ گالیاں اعلیٰ حضرت تک تو پہنچتی نہیں کیونکہ وہ سرکار کی رحمت کے سایہ میں پڑے ہیں، قیامت تک ان کی قبر پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں برستی رہیں گی۔ جس نے گالیاں لکھی ہیں اُس کی روح کو یہ عذاب پہنچتا رہے گا تو مولوی حسین احمد مدنی نے اپنی کتاب شہاب ثاقب ص۴۷ پر وہابیوں اور غیر مقلدوں کے بارے لکھا ہے کہ ان کا سرکار کی ذات کے بارے کیا عقیدہ ہے۔ دل تو نہیں کرتا بیان کردوں، دل تو نہیں کرتا لکھوں، مگر مجبور ہوں۔ تاکہ میرے بھولے بھالے سُنی مسلمان بھائیوں کو پتہ چل جائے کہ ان انسان نما بھیڑیوں کا، جانِ کائنات، سید رحمۃ راحی اللہ تعالیٰ کے پیارے ماہی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے کیا عقیدہ ہے۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں "ان کے بڑے کا مقولہ ہے۔ معاذ اللہ، معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے ہم اس سے کتے کو دفع کر لیتے ہیں، اور ذات فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں ہو سکتا۔"

(شہاب ثاقب مطبوعہ دیوبند ص۴۷)

میرے دوستو! حد ہوگئی دشمنی کی، حد ہوگئی عداوت کی، تم کہتے ہو سرکار نفع نہیں دے سکتے۔ خدا کی قسم میں کہتا ہوں، جس چیز پر میرے نبی کے قدم لگ جائیں وہ چیز بھی نفع دیتی ہے۔

دیکھو ناں میرے آقا کی ہجرت سے پہلے مدینہ شریف کا نام تھا۔ یثرب، یہ شہر بیماریوں کا گڑھ تھا۔ لیکن جب میرے آقا تشریف لائے، رحمتِ عالم کے قدموں کو یثرب کی مٹی نے چوما تو یثرب جو بیماریوں کا گڑھ تھا اس کا ذرہ ذرہ شفا بن گیا۔

میرے آقا نے یثرب کا نام بدل دیا۔ فرمایا: خبردار آج کے بعد یہ یثرب نہیں یہ مدینہ ہے۔ یہ طیبہ ہے یہ طابہ ہے برتنا یہ ہے۔ اللہ اکبر! صحابہ کرام نے عرض کی آقا آپ نے یثرب کا نام طابہ کیوں رکھا ہے۔ میرے آقا نے فرمایا: میں نے نہیں رکھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ نام رکھنے کا حکم دیا ہے۔" اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ

بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کس بات کا فرمایا:

"اَنْ اُسَمِّیَ الْمَدِیْنَۃَ طَابَۃَ"

"کہ میں یثرب کا نام طابہ رکھوں۔" (جذب القلوب ص۱۴)

میں مدینہ کا نام طابہ رکھوں، طابہ کا معنی پاک۔ یہ شہر پاک ہوتا کیوں نہ وَیُزَکِّیْہِمْ کا پیکر جو مدینہ میں تشریف لا چکا تھا یہ تو مدینہ تھا۔

میرے نبی نے جس پر نگاہ کرم اٹھائی اسے بھی پاک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے محبوب تیرے قدم لگ چکے ہیں۔ اب یہ طیبہ بھی بن گیا ہے طابہ بھی بن گیا۔ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ یار کے شہر کو پیار سے فرمایا کرتا تھا کہ

"یَا طَیِّبَۃُ یَا طَابَۃُ" اے پاک زمین، اے پاک مقام،

"یَا مَسْکَنَۃُ" اے مسکین ٹھکانے، اے مسکینوں کو پناہ دینے

والے ٹھکانے "لَا تَقبَلِی اُلکُنُوزَ"
دُنیا کے خزانے قبول نہ کرنا بلکہ اپنی مسکینی پر ہی قائم رہنا۔ اس مسکینی کے صدقے تو میرا یار تمہیں ملا ہے۔

(جذب القلوب ص۲۰)

مدینہ شریف شافیہ بھی ہے کیوں؟ اس لئے کہ میرے آقا جب بھی اپنے غلاموں کے ساتھ باہر کسی سفر پر تشریف لے جاتے تو واپسی پر مدینہ شریف کے قریب پہنچتے تو اپنی سواری کو کمال شوق سے مدینہ میں جلدی پہنچنے کے لئے تیز فرما دیا کرتے تھے اور چادر مبارک کو چہرۂ والضحیٰ سے ہٹا کر اپنے کاندھوں پر رکھ لیتے تھے اور فرماتے کہ
"هٰذِهٖ اَرْوَاحٌ طَيِّبَةٌ"
میرے صحابہؓ مدینہ کی ہوائیں کتنی پیاری اور پاکیزہ ہیں۔ چہرۂ مبارک پر اگر مدینہ شریف کی گرد و غبار پڑتی تو چہرۂ انور صاف نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی صحابیؓ گرد و غبار سے بچنے کے لئے اپنا چہرہ چھپاتا تو میرے آقا فرماتے تھے صحابہؓ مدینہ کی گرد و غبار سے بچنے کے لئے اپنا چہرہ نہ چھپایا کرو۔
آقا یہ مٹی ہے، یہ گرد و غبار ہے یہ اندر جائے گی۔ بیماری پیدا ہو جائے گی۔ سرکار فرماتے تھے میرے صحابہؓ پوری زمین کی مٹی میں بیماری ہے پر میرے مدینے کی خاک میں شفا ہے۔ اللہ اکبر!

(جذب القلوب ص۲۸)

آقا کس بیماری کی شفا ہے۔ میرے کملی والے آقا نے فرمایا "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ" مجھے قسم ہے اُس ربّ کائنات کی جس کے قبضے میں محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جان ہے۔ اَنَّ فِیْ غُبَارِهَا شِفَاءٌ

مِنْ كُلِّ دَآءٍ شِفَآءٌ مدینہ کی مٹی میں ہر ہر مرض کی ہر ہر بیماری کی شفاء ہے۔
(وفاء الوفا جلد نمبر ا صـ ۴۷ جذب القلوب صـ ۲۳
شرح حدائق بخشش جلد نمبر ۲ صـ ۳۵۲)

میرے دوستو توجہ کرو۔ میرے آقا قسم اٹھا کر فرما رہے ہیں، مدینہ شریف کی مٹی میں ہر مرض کی شفاء ہے۔ ہر بیماری کا علاج ہے۔

سرکار نے قسم کیوں اٹھائی ویسے ہی فرما دیتے پر میرے آقا نگاہِ نبوت سے دیکھ رہے تھے۔ بعض لوگ ہوں گے، مسلمان ہوں گے، کلمہ گو پر میری بات کو نہیں مانیں گے۔

سرکار نے قسم اٹھائی فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں، جھوٹ تو بول نہیں سکتا۔ لیکن پھر بھی قسمیں اٹھا رہا ہوں۔ یقین کرنا مدینہ کی مٹی میں شفا ہے۔ پھر بھی کچھ لوگ نہیں مانتے۔ حدیث دکھائیں تو کہیں گے یہ بخاری میں نہیں، یہ مسلم میں نہیں یہ صحاح ستہ میں نہیں۔ یہ فلاں کتاب میں نہیں۔

پتہ چلا ان کا ایمان کملی والے کے فرمان پر نہیں، بخاری، مسلم پر ہے لیکن ہم کتابیں نہیں دیکھتے بلکہ سرکار کا فرمان دیکھتے ہیں اگر کسی رسالے میں صحیح فرمان ہو آنکھوں سے لگا کر دل و جان سے مان جاتے ہیں۔ مگر یہ مانتے نہیں۔

علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ بہت بڑے عالم، محدث، مفکر، شارح، ولیٔ کامل تھے۔ ان سے کسی نے پوچھا حضور بعض آدمی کہتے ہیں کہ ہم نہیں مانتے کہ مدینہ شریف کی مٹی میں ہر مرض کی شفا ہو۔

علامہ زرقانی نے جواب دیا وہ ٹھیک کہتے ہیں۔ شفاء اگر مدینہ پاک کی مٹی میں ہے تو ایمان والوں کے لئے، سرکار کے غلاموں کے لئے عاشقانِ

مدینہ کے لئے، ماننے والوں کے لئے ہے منکروں کے لئے۔ گستاخوں کے لئے، بے ادبوں کے لئے، مدینہ پاک کی مٹی میں کوئی شفا نہیں۔
(زرقانی شریف جلد نمبر ۸، صفحہ ۳۳۵)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلی کے بھائی مولانا حسن رضا خاں نے تو ہمیں یہ سبق پڑھایا۔ کہا کہ

نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے
اُٹھا لے جائے تھوڑی خاک اُن کے آستانے سے

وہابی نجدی کہتے ہیں، سرکار کی ذات نفع نہیں دیتی۔ دیکھو میرے آقا کے قدموں کے جوڑوں سے لگنے والی مٹی دافع البلاء ہے۔ دافع الامراض ہے۔ میاں یہ تو میرے آقا کے قدموں سے لگنے والی مٹی ہے ہم اُس کی بات کرتے ہیں۔ جو میرے آقا سے لگی نہیں، سرکار کو دیکھا نہیں صرف سرکار کی ذات کی طرف نسبت ہے۔ اُس میں بھی اللہ تعالیٰ نے شفاء رکھ دی ہے۔

حافظ الحدیث علامہ تلمسانی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب فتح المتعال فی مدح خیر النعال میں علامہ امام نبھانی نے جواہر البحار جلد نمبر ۳ میں دیو بندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے زاد السعید ص ۴۶ میں لکھا کہ سرکار مدینہ سرور قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے جوڑوں کا مثالی فوٹو جو عام اب بازاروں میں دینی کتب کے سٹال پر مل جاتا ہے۔
اس کے بارے لکھتے ہیں کہ جو آدمی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نعل پاک کی تصویر سرکار کے جوڑے مقدس کا خیالی فوٹو اپنے پاس رکھے تو اللہ تعالیٰ اس آدمی کو ساری کائنات کے نزدیک محبوب بنا دے گا۔

جس لشکر میں ہوگا اُس لشکر کو کبھی شکست نہیں ہوگی۔ جس قافلے میں ہوگا۔ اُس کو کوئی چور، کوئی ڈاکو کوئی لٹیرا لوٹ نہیں سکے گا۔
جس گھر میں ہوگا اُس میں کبھی آگ نہیں لگ سکتی اور سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ جب کوئی قسم کی مشکل آجائے۔ مصیبت آجائے، دکھ درد آجائے کوئی آفت آجائے تو

"وَمَا تُوُسِّلَ بِصَاحِبِہٖ فِی حَاجَۃٍ اِلَّا قُضِیَتْ"

سرکار کے اس نقشِ پاک کے توسّل سے جو بھی دعا مانگے گا خالقِ کائنات ضرور پوری فرما کر اس کی ہر حاجت پوری فرمائے گا۔

سُبحان اللہ!

مولوی اشرف علی نے زادِ السعید کے صفحہ نمبر ۴۱ پر سرکار کے جوڑے پاک کے توسّل سے دعا مانگنے کا طریقہ لکھا۔ سنیئے اور جھوم جائیے لکھتے ہیں کہ انسان پچھلی رات کو اُٹھے، وضو کرے تہجد ادا کرے اس کے بعد گیارہ مرتبہ درود پاک پڑھے۔ گیارہ مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھے۔ گیارہ مرتبہ استغفار پڑھے۔ اس کے بعد سرکار کی نعل پاک کا نقشہ با ادب طریقے سے اپنے سر پر رکھے اور رو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں دعا کرے۔

اے اللہ عزّوجل جس مقدس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نقش نعل پاک میں سر پر لئے کھڑا ہوں میں اس کا ادنیٰ درجے کا غلام ہوں۔ الٰہی اس نسبت غلامی پر نظر فرما کر صدقہ اس نعل پاک کا میری فلاں فلاں حاجت پوری فرما۔ پھر سرکار کی نعل پاک والا نقشہ سر سے اتار کر اپنے چہرے پر

ملے۔ محبت سے بوسہ دے پھر کوئی اچھا سا سرکار کی محبت والا شعر پڑھے۔ اِنشاءاللہ عجیب کیفیت پائے اور اس کی حاجت بھی پوری ہو جائے گی۔

کیوں بھئی ایمان سے بتانا یہ خیالی فوٹو جو کملی والے کی ذات سے مس نہیں ہوا۔ زیارت نہیں کی صرف منسوب ہوا۔ بولو اس کا فائدہ ہوا کہ نہیں؟ ہوا ضرور ہوا۔ اور انشاءاللہ قیامت تک ہوتا رہے گا۔ پھر سوچو جو چیز میرے آقا کی ذات کی طرف منسوب ہو جائے۔ وہ اتنا نفع دے تو خود ذات پاک مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کتنی نفع بخش ہوگی۔ مگر یہ بات اس کو سمجھ آئے جس کے دل میں ایمان ہو۔ عشق نبی کی شمع ہو اور جو ہو ہی اندھا اُس کو کیا نظر آئے گا۔

؎ انّے نوں بازار پھیرایا تے سارا شہر پھیرایا!
مُڑ کے پچھیا انّے کولوں تے کہندا کجھ نئیں نظریں آیا

آنکھ کے اندھے کو جہاں نظر نہیں آتا اور ایمان کے اندھے کو مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام نظر نہیں آتا۔ دُعا کرو اللہ تعالیٰ ظاہری آنکھیں بھی عطا فرمائے اور باطنی نور بھی عطا فرمائے۔ آمین۔

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی گود میں بٹھا لیتی تھی جو بیمار آتا جو دکھی آتا جو درد وں کا مارا آتا۔ میں سرکار کا ننھا مبارک ہاتھ لے کر اس دکھی اس بیمار کے جسم پر پھیرتی اللہ تعالیٰ اسی وقت شفا دے دیتا۔

قربان جاؤں ان ہاتھوں پر، صدقے جاؤں ان ہاتھوں کی انگلیوں

پر جس میں اللہ تعالیٰ نے شفا رکھی۔ رحمت رکھی۔

میرے دوستو! جب بچپن کا یہ عالم ہے کہ درِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دُکھی دکھ دُور کرا رہے ہیں، بیمار شفاء حاصل کر رہے ہیں، پریشان پریشانیاں دُور کروا رہے ہیں تو سوچو جوانی کا کیا عالم ہوگا۔

حضرت علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اپنی مشہورِ زمانہ کتاب ازالۃ الخفاء میں فرماتے ہیں۔ حضرت علامہ امام حلبی علیہ الرحمۃ، سیرت حلبیہ جلد اوّل صفحہ ۲۲۵ میں تحریر فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک جب پچیس ۲۵ برس کی ہوئی تو سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک خاص معاہدے کے مطابق سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تجارتی مال ملک شام کی طرف لے کر روانہ ہوئے حضرت خدیجہ کا ایک غلام تھا میسرہ ہر بار وہی تجارتی مال لے جاتا۔ حضرت خدیجہؓ کو اُس پر بڑا اعتماد تھا لیکن جب سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت خدیجہؓ کا تجارتی مال لے کر شام کی طرف چلے تو سیدہ خدیجہؓ نے اپنے غلام میسرہ کو بلا کر کہا کہ میسرہ! عرض کی جی حضور، سیدہ خدیجہؓ نے فرمایا کہ اس بار محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میرے تجارتی مال کو لے کر جا رہے ہیں میں نے تمام اختیارات ان کو دے دیئے ہیں۔

یہ جیسے کریں ان کی مرضی تُو نے ان کے کسی کام میں مداخلت نہیں کرنی بلکہ یہ آقا بن جائیں گے تو تُو نوکر بن کر جائے گا۔ یہ مالک بن کے جائیں گے تو تُو غلام بن کر جائے گا۔ تیرا کام ہے صرف راستہ بتانا، منڈی بتانا۔ باقی یہ جانیں ان کا کام عرض کی ٹھیک ہے۔ حضور ایسا ہی ہوگا۔

اب کائنات کے والی، بے سہاروں کے سہارا، حضرت سیدہ خدیجہؓ

الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تجارتی مال لے کر زندگی میں پہلی مرتبہ تجارت کے لئے مُلکِ شام کی طرف چلے۔

سُبحان اللہ! کتنا حسین منظر، کتنا دلربا وقت ہوگا جب سدرہ کا راہی، اللہ تعالیٰ کا ماہی تجارت کے لئے مکّہ شریف سے مُلکِ شام کی طرف روانہ ہُوا ہوگا۔ جب سرکار چلے تو گرمیوں کا موسم، شدید گرمی، سُورج پُوری آب و تاب سے گرمی برسا رہا تھا۔

اِدھر میرے آقا اُونٹ پر سوار ہو کر نکلے۔ ربِّ کائنات نے فرمایا، جبرئیل! عرض کی، جی ربِّ جلیل فرمایا: دیکھ میرا ماہی تجارت کے لئے شام کی طرف جا رہا ہے۔

عرض کی: ربِّ لم یزل دیکھ رہا ہُوں۔ فرمایا: دُھوپ بھی ہے، گرمی بھی ہے۔ اگر اسی طرح گرمی میں میرا حبیب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام چلتا گیا تو بڑی تکلیف ہوگی، بڑی پریشانی ہوگی۔

یا اللہ عزوجل میرے لئے کیا حکم ہے فرمایا: جلدی کر، بادل کو حکم دے دے، جب تک میرا حبیب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام دُھوپ میں چلتا جائے تو میرے یار کے سر پر سایہ کرتا جا..... تاکہ میرے ماہی کو گرمی کا دُھوپ کا احساس نہ ہو۔ سُبحان اللہ!

میرے آقا چلے، بادل نے سرکارِ مدینہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے سر پر سایہ کر لیا۔ سارے قافلے والے، سارے تاجر دُھوپ میں جا رہے ہیں مگر ساری کائنات کے محبوب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام بادل کے سائے میں اللہ تعالیٰ کے ترانے گاتے جا رہے ہیں، دُنیا حیران کہ ہم دُھوپ میں محمدِ عربی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام بادل کے سایہ میں، مگر اُن کو کیا پتہ تھا یہ وُہ ہے جس کے

صدقے اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات بنائی ہے۔ سفر کی منزلیں طے ہوتی جاتی ہیں۔ میرے آقا سارے قافلے سے آگے آگے قیادت فرما رہے ہیں، اچانک میسرہ غلام دوڑتا دوڑتا سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوا کہ اے محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام ذرا ٹھہر یئے۔ سرکار رک گئے فرمایا: کیا بات ہے عرض کی حضور ہمارے اونٹوں میں سے دو اونٹ جن پر تجارتی سامان لدا ہوا تھا۔ وہ بیمار ہو کر گر پڑے ہیں۔ میسرہ سرکار کو ساتھ لے کر اونٹوں کے پاس آیا سرکار نے دیکھا سارے تاجروں نے دیکھا واقعی اونٹ مرنے کے قریب ہیں، کوئی دم خم نہیں بالکل لاغر ہیں۔

میسرہ نے کہا: سرکار اب کیا بنے گا۔ میرے کملی والے نے فرمایا: بننا کیا ہے یہی اونٹ ہمارے ساتھ سامان لے کر چلے گے حضور کیسے فرمایا: ابھی دیکھو میرے کملی والے آقا نے اپنے یداللہ والے گورے گورے ہاتھ پھیلائے۔ ایک ہاتھ ایک اونٹ کی پشت پر رکھا۔ دوسرا ہاتھ دوسرے اونٹ کی پشت پر رکھا اور پھر زبان سے کچھ پڑھا۔ پڑھ کر اونٹوں پر دم کیا۔ پھر تاجروں نے دیکھا کہ وہی اونٹ جو مرنے کے قریب پہنچ چکے تھے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

میرے آقا نے فرمایا: ان پر سامان لوڈ کرو۔ سامان رکھ دیا گیا۔ قافلہ چلا تو وہی اونٹ دوڑے، تمام تاجروں کے اونٹوں کو کراس کر کے کملی والے کے اونٹ کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ علامہ حلبی سیرت حلبیہ میں لکھتے ہیں کہ اونٹ چلتے بھی جاتے ہیں اور زبان سے آوازیں بھی نکالتے جاتے ہیں۔ گویا کہتے جاتے تھے کہ

ساقی دل تسکم ہے وَنڈناں، کوئی ہووے یا نہ ہووے
اوہ نہیں یاد ڈنڈا غیر دے تَر لے جیہڑا مالک راضی تھیوے
جنہاں نوں سوہنا آپے بالے اوہ بلدے رہن گے دیوے
اوہ نہیں فیئر نیازی مردا تے جیہڑا یار دا ہو کے جیوے

میرے دوستو! یہ کملی والے کے ہاتھوں کا کمال ہے۔ مُردے پر پھیرے تو زندہ۔ لیکن نبی کی مثل بننے والوں کا کیا حال ہے۔ کسی مریض کو لگ جائیں تو مُردہ آپ کتابیں پڑھ کے دیکھیں، سیرت کا مطالعہ کر کے میرے نبی کے جسم پاک کے ہر ہر عضو میں ہر ہر حصے میں رحمت ہی رحمت، شفا ہی شفا، کمال ہی کمال، کرم ہی کرم ہے۔

لعابِ دہن:-

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک جب سات برس کی ہوئی تو سرکار کی آنکھیں دُکھنے لگیں۔ کملی والے کے دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا بڑا علاج کرایا۔ مگر سرکار کی آنکھیں ٹھیک نہیں ہوئیں۔
حضرت عبدالمطلب بڑے پریشان کہ اب کیا کیا جائے۔ بڑا علاج کرایا ہے میرا پوتا ٹھیک نہیں ہو رہا۔ آپ پریشان بیٹھے سوچ رہے تھے کہ کسی جاننے والے نے کہا کہ
اے سردارِ مکہ پریشان نہ ہو۔ مکہ شریف کے قریب عکاظ بازار ہے۔ اس بازار کے ساتھ ایک طبیب کا گھر ہے۔ بڑا قابل وہ دوائی بھی دے گا اور آپ کے پوتے کو دم بھی کرے گا۔ یہ یقیناً ٹھیک ہو جائے گا۔ ہم

نے کئی مرتبہ اُس کو آزمایا ہے۔

حضرت عبدُالمطلب بڑے خوش ہوئے آپ نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو ساتھ لیا اُس طبیب، اُس راہب کے پاس تشریف لے گئے۔ شام کا وقت تھا آپ اُس کے مکان پر پہنچے دروازہ بند آپ نے وہاں کے لوگوں سے اُس طبیب، راہب کے بارے پوچھا کہ وہ کیسا ہے۔ لوگوں نے بڑی تعریف کی کہ راہب صاحب کے ہاتھ میں بڑی شفا ہے جو مریض بھی آئے، یہ دوا بھی دیتے ہیں، دم بھی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کرم کرتا ہے۔ بیمار ٹھیک ہو جاتا ہے۔ فرمایا: اَب ہے کہاں؟ لوگوں نے کہا۔ حضور ہے تو گھر یہ اَب دروازہ نہیں کھلے گا۔ فرمایا کیوں؟ لوگوں نے کہا: سرکار یہ موجی بندہ ہے۔ دروازہ بند کے عبادت کرتا رہتا ہے۔ کئی کئی دن تک دروازہ بند رہتا ہے۔ جب موج میں ہو تو دروازہ کھلتا ہے۔

فرمایا: کوئی پتہ ہے۔ اَب دروازہ کب کھلے گا۔ لوگوں نے کہا: سرکار اَب تو یہ کھلنا مشکل ہے کیونکہ آج ہی دروازہ بند ہوا ہے۔ اَب چھ/۲ مہینے سال کے بعد ہی کھلے گا۔

حضرت عبدالمطلب بڑے پریشان ہوئے کہ اَب کیا ہو گا۔ اچانک راہب کے مکان میں زلزلہ آیا۔ دیواریں ہلنے لگیں۔ چھت لرزنے لگی۔ قریب تھا کہ اس طبیب اس راہب کا مکان گر جاتا اور راہب مکان کے نیچے آجاتا وہ فوراً دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ جب وہ باہر آیا تو اُس نے حضرت عبدُالمطلب کو پہچان لیا کہ یہ مکے کے سردار ہیں۔ راہب نے کہا کہ سرکار کیسے آنا ہوا۔ حضرت عبدُالمطلب نے فرمایا: میرا یہ پوتا بیمار

تھا۔ آنکھیں ٹھیک نہیں ہو رہی تھیں۔ سُنا ہے آپ دوا بھی دیتے ہیں دَم بھی کرتے ہیں، مہربانی کرو کوئی دَوائی دو اور دَم بھی کرو تاکہ یہ ٹھیک ہو جائے۔ راہب نے جب سرکارِ مدینہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے چہرۂ انور کو دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ پھر کمرے میں گیا۔ غسل کیا، نئے کپڑے پہنے، خوشبو لگائی پھر ایک آسمانی صحیفہ کے چند اوراق اُٹھا کر لایا۔

سرکار کے پاس آکر دیکھنے لگا کبھی اپنی کتاب دیکھتا، کبھی سرکار کا چہرہ وَالضُّحٰی دیکھتا کبھی کتاب دیکھتا، کبھی وَاللَّیل کی زلفوں کو دیکھتا۔ سارے اوراق بھی دیکھے کملی والے کو سر سے لے کر پاؤں تک بھی دیکھا پھر قدموں میں گر کر کہنے لگا۔

اَے مُحَمَّد مُصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے آخری رسُول ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

سُبحان اللہ! عظمتِ مُصطفےٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر قربان، ابھی اعلانِ نبوّت فرمایا نہیں لیکن راہب پہلے کلمہ پڑھ کر گواہی دے رہا ہے۔

میاں سوچو! اگر مکّے کا راہب جانتا ہے کہ یہ نبی آخرالزمان ہے تو کیا کملی والے کو پتہ نہیں ہو گا کہ میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں؟ پتہ ہو گا۔ ضرور ہو گا۔

حضرت عبدُالمطلب راہب کی بات سُن کر بڑے خوش ہوئے پھر فرمایا: راہب صاحب جس کام کے لئے میں حاضر ہوا ہوں وہ جلدی کریں۔ راہب نے کہا: کون سا؟ فرمایا: میرے پوتے کو دوا بھی دو اور دم بھی کرو تاکہ اس کی آنکھیں ٹھیک ہو جائیں۔

راہب نے کہا حضرت آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں اس کا علاج کروں؟ حضرت عبدُالمطلب نے فرمایا: راہب صاحب میں تو آیا ہی اسی خاطر

ہوں۔ راہب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہا سرکار: آپ نے محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی عظمت کو سمجھا ہی نہیں۔ آپ طبیب کو مریض کے پاس لے آئے ہیں۔ مقدّس کو گنہگار کے پاس لے آئے ہیں۔ شفائے کائنات کو مرض مجسّم کے پاس لے آئے ہیں۔ داتا کو بھکاری کے پاس لے آئے ہیں۔ مختار کو مجبور کے پاس لے آئے ہیں۔ نبی کو اُمتی کے پاس لے آئے ہیں۔

اے عبدالمطلب میں اپنے عبادت خانے میں بیٹھا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہا تھا کہ اچانک میرا سارا مکان لرزنے لگا۔ اگر میں باہر نہ آتا تو مکان کے نیچے آ کر مر جاتا۔

اے سردارِ مکہ تیرا یہ پوتا بڑی شان والا ہے۔ بڑی عظمت والا ہے۔ بڑے مقام والا ہے۔ دیکھ اس کے چہرے سے نور کے فوارے نکل رہے ہیں۔ کائنات کے یہودی اس کے دشمن ہیں۔ اسی طرح لے کر اس کو نہ پھرا کرو کہیں کوئی یہودی تکلیف نہ دے۔ جاؤ اس کو اپنے گھر لے جاؤ۔

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: راہب صاحب آپ نے میری بڑی رہنمائی فرمائی شکریہ! لیکن اصل مسئلہ تو اپنی جگہ رہا۔ جس مقصد کے لئے میں آیا تھا وہ تو حل نہ ہوا تو راہب نے مسکرا کر کہا۔

اے سردارِ مکہ ان کی آنکھوں کا علاج خود انہی کے پاس موجود ہے۔ تمہیں پتہ ہی نہیں، فرمایا: کہاں ہے علاج؟

راہب نے کہا کہ اے سردارِ مکہ محمد عربی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا لعاب شریف، تھوک مبارک نکال کر ان کی آنکھوں میں لگاؤ۔ یہ بالکل

ٹھیک ہو جائیں گے۔

حضرت عبدُالمطلب نے اُسی وقت سرکار کے مُنہ مُبارک سے لعاب نکال کر آپ کی آنکھوں میں لگایا آپ کی آنکھیں اُسی وقت ٹھیک ہو گئیں جیسے دُکھی ہی نہیں تھی، خراب ہُوئی نہیں تھیں۔ سُبحان اللہ!

حضرت عبدُالمطلب بڑے حیران ہُوئے۔ اُس راہب کا شُکریہ ادا کیا۔ چلنے لگے تو راہب نے کہا: حضُور شُکریہ تو آپ کا کہ آپ نے سرکارِ کائنات کی مجھے زیارت کرائی ہے۔

حضرت عبدُالمطلب نے فرمایا: راہب صاحب آپ کا دم بڑا مشہور ہے سُنا ہے کہ آپ جس کو دم کرتے ہیں وُہ مریض اُسی وقت ٹھیک ہو جاتا ہے۔ وُہ دم کیا کرتے ہیں؟

وُہ الفاظ کیا پڑھتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اِتنی تاثیر رکھ دی ہے۔

راہب مُسکرا پڑا مُسکرا کر کہا: حضُور جب مریض میرے پاس آتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اُٹھا کر کہتا ہُوں۔

"یا اللہ عزّوجل تجھے آخری نبی کی عظمت، رفعت کی قسم تجھے اُس کے پیار کا واسطہ اُس کی محبُوبیت کا واسطہ اِس بیمار کو شفا دے دے پھر مَیں مریض پر دم کرتا ہُوں، اللہ تعالیٰ بیمار کو شفا دے دیتا ہے"۔ سُبحان اللہ!

(سیرتِ حلبیہ اوّل ص۳۵ ص۳۵۲، ماہنامہ مُسلمان سوہدرہ اہلحدیث، ربیع الآخر ۱۹۳۱ء ماہنامہ ماہ طیبہ سیالکوٹ جولائی ۱۹۹۶ء صفحہ نمبر ۴۰)

جب نبیٔ کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے نام میں اِتنی شفا ہے کہ آپ کا

نام لے کر دم کیا جاتے مریض ٹھیک ہو جائیں۔ بیماروں کی بیماریاں چلی جائیں تو سرکار خود جب ہاتھ پھیرتے ہوں گے تو شفا کیوں نہ ہوتی ہو گی۔ اللہ اکبر۔

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں کہ ہر بچہ بچپن میں کپڑوں میں پیشاب پاخانہ کر دیتا ہے۔ لیکن قربان جاؤں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آپ نے کبھی کپڑوں میں بستر پر پیشاب نہیں کیا بلکہ آپ کا ایک وقت مقرر تھا جس میں آپ بول براز سے فارغ ہوتے تھے۔

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں جب میں سرکار کو دودھ پلا لیتی تو ارادہ کرتی کپڑا لے کر آپ کا چہرہ والضحیٰ صاف کروں یا پانی سے دھوؤں ابھی میں ارادہ کر رہی ہوتی۔ کوئی غیب سے آقا کملی والے علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ پاک صاف کر جاتا۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ستر سے کپڑا ہٹ جاتا تو سرکار رونا شروع کر دیتے میں دوڑتی اور آکر کملی والے کے ستر کو کپڑے سے ڈھانپ دیتی۔

میرے دوستو! غور کرو سرکار کی عمر مبارک ابھی چند ماہ ہے لیکن اپنا ستر اپنا جسم ننگا نہیں ہونے دیتے لیکن آج کلمہ پڑھنے والے مسلمان عاقل بالغ ہو کر ننگے پھر رہے ہیں۔ یاد رکھو آدمی کو ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک کپڑا پہننا فرض ہے۔ اگر اس جگہ سے ایک بال کے برابر بھی جگہ ننگی ہو گی تو گنہگار ہو گا۔ لیکن آج انگریز کو روحانی اولاد، انگریز کو دیکھا دیکھی ننگی پھر رہی ہے۔ چھوٹے چھوٹے پاجامے پہن کر جس سے ستر نظر آتا ہے، پھرتے ہیں، خاص کر ہاکی کے کھلاڑی سخت گنہگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ سرکار کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں، میرے پورے محلے کے بچے روتے تھے۔

ضد کرتے تھے۔ چیختے چلاتے تھے۔ مگر سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب تک میرے پاس رہے کبھی ضد نہیں کی کبھی روئے نہیں۔

میاں روتے بھی کیوں؟ میرا آقا تو روتوں کو چُپ کرانے آیا تھا۔ غم کے ماروں کو خوشیاں دینے آیا تھا۔ اعلیٰ حضرت، کشتۂ عشقِ رسالت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

؎ جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اُس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

آپ کی نشوونما:-

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں، نبیٔ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نشوونما دُوسرے بچوں سے بالکل مختلف تھی، جُدا تھی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دن میں اتنے بڑھتے، جتنے دوسرے بچے ایک ماہ میں بڑے ہوتے۔ ایک ماہ میں اتنے بڑے ہوتے، جتنے دوسرے بچے ایک سال میں بڑے ہوتے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب تین ماہ کے ہوئے تو اپنے قدموں پر اُٹھ کر کھڑے ہو جاتے۔ جب چار ماہ کے ہوئے دیوار کے ساتھ ہاتھ رکھ کر چلتے۔ پانچ ماہ کے ہوئے تو بغیر سہارا چلنا شروع کر دیا۔ جب چھ ماہ کے ہوئے تو تیز تیز چلتے تھے۔ سات ماہ کے ہوئے تو دوڑنے لگے۔ آٹھ ماہ کے ہوئے تو فصیح و بلیغ، صاف اور پیارے انداز سے بولنے لگے۔ جب دس ماہ کے ہوئے تو تیر اندازی کرنی شروع کر دی۔

(مدارج النبوت دوم ص، معارج النبوت دوم ص۳۲،
الوفا باحوال مصطفیٰ، زرقانی شریف)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت اِسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

؎ اُٹھتے بُوٹوں کی نشو و نما پر درُود!!
کھلتے غُنچوں کی نکہت پہ لاکھوں سلام

جب نبیٔ کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام بولنے کے قابل ہوئے تو سب سے پہلے آپ نے اپنے ربّ کی عظمت کا، کبریائی کا، رفعت کا ذکر فرمایا۔
سُبحان اللہ! ہمارے بچّے بولنے کے قابل ہوتے ہیں تو امّی، ابّا، ماموں، چچا، خالہ سے کلام شروع کرتے ہیں۔ پر صدقے جاؤں کملی والیا۔ تیری شان پر تُو نے سب سے پہلے اپنے ربّ کی کبریائی کا نعرہ بُلند کیا۔ میرا نبی جب بولا تو کیسے بولا۔ حضرت ابن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سرکار نے سب سے پہلے یہ کلام فرمایا:

"اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا سُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ؕ"

"اللہ تعالیٰ سب سے بڑا اور بزرگ ہے اور تمام تعریف اُسی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ صُبح و شام اُسی کی تسبیح ہے"۔

(سیرۃ نبویہ جلد اوّل صـ ۲۲۸، زرقانی شریف جلد اوّل صـ ۱۲۸، تفسیر مظہری پـ ۱۸ صـ ۳۶۷)

ایک روایت میں ہے۔ سرکار نے یوں اپنے ربّ کی عظمت کا نعرہ لگایا: "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قُدُّوْسًا نَامَتِ الْعُیُوْنُ وَالرَّحْمٰنُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ" (مدارج النبوّت دوم صـ ۱۲۱)

"اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اِس قابل نہیں کہ اس کی عبادت کی جائے وہ ذات پاک ہے۔ آنکھیں سو گئی ہیں لیکن اس ذاتِ رحمت کو نہ اُونگھ آتی ہے نہ نیند"

(مدارج النبوت دوم ص۳۲، ۳۳، مولد العروس ص۸۸)

سیدہ حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بھی کسی کام کو شروع فرماتے یا کسی چیز کو اُٹھانے لگتے تو پہلے پڑھتے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پھر کام شروع فرماتے۔ سبحان اللہ!

عمر مبارک صرف سال کے قریب ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی پہچان کتنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کتنی ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہیں پھر کام کرتے ہیں۔ اسی لئے میرے آقا نے فرمایا:

اے میرے غلاموں ہر نیک کام شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھ لیا کرو۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا آقا کیوں؟ فرمایا:

"لَا یُبْدَاُ فِیْہِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَھُوَ اَبْتَرُ"

"جو اچھا کام بسم اللہ شریف سے شروع نہ کیا جائے۔ وہ بے برکت ہوتا ہے"

(مطالع المسرات ص۵۵)

اگرچہ وہ کام بظاہر مکمل ہو جائے۔ لیکن حقیقت میں وہ مکمل نہیں ہوتا۔ لہٰذا ہر مسلمان کو ہر نیک کام شروع کرتے وقت بسم اللہ شریف ضرور پڑھنی چاہیئے۔

حضرت سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر

مبارک دو سال کی ہوئی تو ایک دن مجھ سے پوچھنے لگے کہ

"یَا اُمَّاہ مَالِی لَا اَرٰی اِخْوَتِی فِی الْحَیِّ نَہَارًا"

"اے امّی جان دن کے وقت آپ کے بیٹے میرے رضاعی بھائی عبد اللہ نظر نہیں آتے۔ کہاں چلے جاتے ہیں؟"

تو سیدہ نے کملی والے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا والضحیٰ چہرہ چوم کر کہا کہ

"اِنَّھُمْ یَرْعَوْنَ الْاَغْنَامَ"

اے میرے چاند، اے والضحیٰ کے چہرے والے، واللیل کی زلفوں والے، یٰسین کے دانتوں والے "مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی" کی زبان والے، الم نشرح کے سینے والے، یداللہ کے ہاتھوں والے، پیارے! وہ جنگل میں بکریاں چرانے جاتے ہیں۔ کون سی بکریاں؟ فرمایا،

"اَلَّتِیْ رَزَقْنَا اللّٰہُ اِیَّاھَا بِبَرَکَتِکَ"

وہ بکریاں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے، آپ کے صدقے سے، آپ کے وسیلے سے ہمیں عطا فرمائی ہیں۔

سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سن کر کہا: امّی جان کتنی سخت گرمی ہے۔ کتنی شدید دھوپ ہے۔ میرا بھائی، کیسے بکریاں چراتا ہوگا۔ امّی جان آپ ایسے کریں۔

"اَبْعَثِیْنِیْ مَعَھُمْ"

"کل مجھے بھی اپنے بھائی کے ساتھ بکریاں چرانے بھیجیں۔"

سیدہ حلیمہ نے عرض کی، بیٹا کیوں؟ فرمایا: امّی جان میں تو سارا دن

ٹھنڈی چھاں کے نیچے بیٹھے گھر میں ٹھنڈا پانی پیئوں، آرام کروں، کھاؤں۔ لیکن میرا بھائی سارا دن شدید گرمی میں بکریاں چرائے۔ یہ میں برداشت نہیں کر سکتا۔ سبحان اللہ!

جو نبی اپنے رضاعی بھائی کو گرمی میں پھرتا نہیں دیکھ سکتا۔ وہ نبی اپنی گنہگار امت کو جہنم کی آگ میں کیسے برداشت کرے گا۔ اللہ اکبر! میرے پیارے آقا نے کہا: امی جان میں بھائی کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا۔ مجھے بھی کل جنگل میں بکریاں چرانے جانے دیں کیونکہ

دل چاہے میں ساتھ بھراواں تے مال چراون جاواں
ہو قربان حلیمہ بولی تے جیویں محبت ماواں!

سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بیٹا عبداللہ! انہی صحراؤں، پہاڑوں میں، چٹانوں میں پیدا ہوا ہے۔ پلا پوسا ہے۔ یہ گرمی اس کے لئے نئی نہیں وہ گرمی برداشت کرنے کا عادی ہو چکا ہے لیکن تم ایک عالی بلند خاندان کے چشم و چراغ ہو تمہارے لئے یہ بات زیب نہیں کہ تم بکریاں چراؤ۔ (جامع معجزات ص ۳۲۵ ص ۳۲۶، نزہتہ المجالس دوم ص ۱۹۹، زرقانی شریف، معارج النبوت، مولد العروس ص ۸۹)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب حلیمہ رضی اللہ عنہا کی یہ بات سنی تو منہ چوم کر فرمایا: امی جان! آپ کی محبت، شفقت کا شکریہ! آپ مجھے کل ضرور بھیجیں۔ سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

بیٹا میں ڈرتی ہوں: فرمایا! امی جان کس بات سے عرض کی کہ کہیں کسی حاسد کی نظر نہ لگ جائے۔ کوئی دشمن تجھے نقصان نہ پہنچائے۔

میرے آقا نے فرمایا: اُمّی جان گھبرائیں نہیں، جس کا نگہبان، جس کا محافظ، جس کا ناصر ربِّ کائنات ہو اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔
سیّدہ حلیمہؓ نے بڑے حیلے کیئے۔ بڑی کوشش کی، بڑے طریقے لڑائے کہ محمدِ عربی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کسی طریقے جنگل میں تشریف نہ لے جائیں لیکن میرے آقا ہر بات کا جواب اس طریقے سے، اس سلیقے سے پیش فرمایا کہ سیّدہ حلیمہؓ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو بکریاں چرانے کے لئے جنگل میں بھیجنے پر راضی ہو گئیں۔

بکریاں چرانا۔

دوسرا دن آیا۔ صبح ہوئی، سرکار بکریاں چرانے کے لئے تیار ہو گئے۔ سبحان اللہ!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اپنے صحابہؓ کی محفل میں جلوہ گر ہیں۔ نبوّت کی رسالت کی بات چل پڑی تو کملی والے آقا نے فرمایا:
صحابہؓ! عرض کی، جی آقا! فرمایا: مجھ سے پہلے جتنے بھی اللہ تعالیٰ کے نبی دنیا میں تشریف لائے ہیں۔ ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔
صحابہؓ نے عرض کی آقا۔ کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں، فرمایا: ہاں میں نے بھی اماں حلیمہؓ کی بکریاں چرائی ہیں۔

(سیرت حلبیہ اوّل صفحہ ۳۹۲)

علامہ حلبی علیہ الرحمتہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ عالم ہیں، محدث ہیں، مفسر ہیں، مصنف ہیں یہ تو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی بکریاں کیوں

چراتے تھے؟

علامہ حلبی نے بڑا پیارا جواب دیا۔ فرمایا: بکری چونکہ کمزور اور ضعیف ترین جانور ہے جو انسان بکریاں چراتا ہے اس میں قدرتی طور پر نرمی محبت، پیار، شفقت اور انکساری کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ کام نبیوں سے اس لئے کرایا کیونکہ ہر نبیؑ نے مخلوق کی تربیت کرنی ہوتی ہے۔ تربیت وہی کر سکتا ہے جو نرم مزاج ہو۔ محبت و پیار کا پیکر ہو۔ خوش اخلاق ہو۔ کیونکہ یہ صفتیں انسان کا دل موہ لیتی ہیں اور ہر انسان ایسے آدمی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

(سیرت حلبیہ جلد اوّل ص۳۹۶ ص۳۹۷)

میرے دوستو! بکریاں چرانا اس زمانے میں شرم کی بات نہیں تھی بلکہ بڑے بڑے زمیندار، خاندانی لوگ بھی بکریاں چرایا کرتے تھے لیکن آجکل چونکہ بکریاں چرانا یہ عیب سمجھا جاتا ہے۔

لہٰذا آج کل کوئی بکریاں چرائے تو کوئی اسے طعنہ مارے اور ٹے بکریوں کے چرواہے تو وہ یہ جواب نہ دے کیا ہوا جو میں بکریاں چرا رہا ہوں۔ کملی والے نے بھی تو بکریاں چرائی تھیں۔

علامہ حلبیؒ فرماتے ہیں: ایسے بے ادب آدمی کو ڈانٹا جائے اس کو شرم دلایا جائے کہ غیرت کھا۔ کہاں تو کہاں کملی والے آقا کی ذات اوئے بے حیا تو نبی سے مقابلہ کرتا ہے۔ نبی کا بکریاں چرانا یہ نبی کی عظمت کی دلیل ہے اور تیرا بکریاں چرانا یہ کمزوری کی دلیل ہے۔

علامہ حلبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ اسی طرح ہر وہ کام جو سرکار کے لئے تو کمال تھی، امتی کے لئے کمزوری اگر کوئی امتی نبیؐ کی مثال دے

تو اُسے شرم دلایا جائے۔ اُس کو ڈانٹا جائے۔ اُس کو غیرت دلائی جائے۔ سُبحَانَ اللّٰہ!
(سیرت حلبی اوّل ۳۹۵)

نجدیوں کو وہابیوں کو غیر مقلدین کو دیو بندیوں کو شرم کرنی چاہیئے۔ غیرت کرنی چاہیئے۔ حیاء کرنا چاہیئے۔ جو کہتے ہیں جیسے ہم کھاتے ہیں، نبی بھی کھاتا تھا۔ جیسے ہم پیتے ہیں نبیؐ بھی پیتا تھا۔ جیسے ہم نے شادی کی۔ نبی نے بھی کی۔ جیسے ہمارے ہاتھ، نبی کے بھی ہاتھ۔ جیسے ہمارے دو پیر، نبی کے بھی دو پیر۔ اُن میں ہم میں کوئی فرق نہ رہا۔
ڈوب مرو، شرم کرو، ایسی باتیں حلالی اُمتی کو زیب نہیں دیتی میرے دوستو! یاد رکھو! اللّٰہ تعالیٰ چاہے تو اپنی مہربانی کے صدقے، اپنی رحمت کے صدقے ہر گنہگار کو بخش دے۔ مگر جس نے اُس کے یار کی بے ادبی کی، توہین کی، شان میں گستاخی کی۔ اللّٰہ تعالیٰ اُس کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔
یہی بات ناصر صاحب نے فرمائی کہ

؎ دعوے نال میں کہناں واں بخش دیسی مولا
چور اُچکے شرابیاں نُوں
نظر رحمت حضور دی صاف کردی
عیباں والیاں دیاں خرابیاں نُوں
اُلفت کم سرکار دی آوُناں ایں اوتھے!
تکناں نہئیں کسے نوابیاں نُوں

ے ناصر ساریاں نوں معافی ہو ونی ایں
پر نہیں چھڈناں مولا وہابیاں نوں

ہاں تو عرض کر رہا تھا جب دُوسرا دِن آیا۔ سرکار نے ارادہ فرمایا کہ بھائی کے ساتھ بکریاں چرانے جاؤں تو سیّدہ حلیمہ نے عرض کی۔
اے میرے چاند! اگر ضرور ہی جانا ہے تو آؤ پہلے غسل کر لو۔
سیّدہ حلیمہؓ نے میرے آقا کو غسل کرایا۔ سفید لباس پہنایا۔ وَاللیل کی زُلفوں میں کنگھی کی، آنکھوں میں سُرمہ لگایا۔ پھر سرکار کو رُخصت کرنے کے لئے گھر سے باہر تشریف لائیں۔ پھر اپنے بیٹے عبداللہ سے فرمایا: بیٹا۔ عرض کی، جی امّی جان۔ فرمایا: بیٹا۔ اپنے مکّی بھائی کا خاص خیال رکھنا کہیں کوئی تکلیف نہ ہو عرض کی امّی جان آپ فکر نہ کریں۔ مکّی بھائی کی حفاظت میں اپنی جان سے زیادہ کروں گا۔
سیّدہ حلیمہؓ نے فرمایا: عبداللہ عرض کی، جی امّی جان، فرمایا: بیٹا جب بکریاں چرانے جنگل میں جاؤ گے۔ جنگل کے چار کونے ہیں بائیں طرف نہ جانا کیونکہ اس طرف شیر رہتے ہیں۔ باقی طرف چلے جانا۔ عرض کی امّی جان ٹھیک ہے۔
اِدھر میرے آقا نے ڈنڈا کاندھے پر رکھ لیا۔ چلنے لگے۔ صدقے جاؤں کملی والے کی چال پر جب بچہ بچپن میں چلتا ہے ماں دیکھ کر کہتی ہے۔ بہن دیکھ کر کہتی ہے۔ سُبحان اللہ!
لیکن جب اللہ تعالٰی کا ماہی چلا تو عرشوں سے اللہ تعالٰی نے فرمایا: سُبحان اللہ، نُورانی مخلوق بولی سُبحان اللہ! ادھر حضرت حلیمہ کہتی ہے۔

سُبحان اللہ! صدقے جاؤں ان راہوں پر، نثار جاؤں اُن راستوں پر جہاں جہاں میرے نبی کے قدم لگے۔

ایک عاشق نے جب یہ منظر پڑھا۔ اَتھرو ڈھل گئے اور رو کر کہا۔

؎ مُدتاں دِی آرزو ہے سُن لے دُعا الٰہی
اُو دیس تے وکھا جتھے ٹُردا سی تیرا ماہی

حسّانِ پاکستان محمد اعظم چشتی علیہ الرحمۃ بھی بولے کہ

؎ یارب تیتھوں ہور نہ منگاں تے مینوں یار دے دیس پہنچا دے
جتھے جھاڑو دین فرشتے اُو سوہنا شہر وکھا دے

جنہاں گلیاں دے وچ سوہنا پھریا اُنہاں گلیاں دی خاک بنا دے
اعظم تے جے کرم کماویں اینہوں یار دے دیس پہنچا دے

جب سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بکریاں چرانے کے لئے چلے۔ تو حضرت حلیمہؓ نے سرکار کا چہرۂ انور چوما۔ آنکھوں سے موتیوں جیسے آنسو آ گئے اور سینے سے لگا کر کہا بیٹا اللہ عزوجل حافظ!

سیدہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: عبداللہ! عرض کی جی اَمّی جان۔ فرمایا، بیٹا گرمی ہے۔ اپنے منّی دیر کو گرمی سے بچا کر کسی سایہ دار درخت کے نیچے بٹھا دینا۔ تاکہ تیرے منّی دیر کو تکلیف نہ ہو۔ عرض کی اَمّی جان گھبرائیں نہیں، ایسا ہی ہوگا۔ سرکارؐ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں چرانے جا رہے ہیں۔ سُبحان اللہ!

وہ کملی والا جس نے معراج کی رات سارے نبیوں کی امامت کرنی تھی، جس کے قدم مبارک جبرئیلؑ نے چومنے تھے۔ جس نے بغیر حجاب کے

لامکانوں میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا تھا جو ساری کائنات کا مالک و مختار بن کر دنیا میں آیا تھا۔ وہ نبی دو کملی والا آج اپنی ماں حلیمہؓ کی بکریاں چرانے جا رہا تھا۔ واہ بی حلیمہؓ تیرے مقدر پہ قربان، تیری قسمت پر نثار۔

یہ حلیمہؓ بھید کھلا نہیں، یہ مقام چون و چرا نہیں
تو خدا سے پوچھ وہ کون تھے، تیری بکریاں جو چرا گئے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بھائی عبداللہ کے ساتھ جا رہے ہیں، جب تک سرکار نظر آتے رہے۔ سیدہ حلیمہ وہیں کھڑی سرکار کو دیکھتی رہی اور دعا کرتی رہی۔ یا اللہ عزوجل میرے بیٹے محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی پناہ میں رکھنا۔ اس کی آپ حفاظت کرنا۔

دھپ گرمی دا خطرہ اس نوں تے دسے مشکل حالا
کرے دعائیں خیریں آوے تے سوہنی صورت والا

جب سرکار پہاڑ کی اوٹ میں چھپ گئے سیدہ حلیمہ گھر واپس آ گئیں۔ سرکار جنگل کی طرف جا رہے ہیں۔ بکریاں آگے آگے اللہ تعالیٰ کا ماہی پیچھے پیچھے۔ قربان جاؤں ان بکریوں پر جن کو چرانے والا ایسا پیارا رسول نصیب ہوا۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدہ حلیمہؓ کا بیٹا عبداللہ بکریوں کے پیچھے جا رہے ہیں۔ بکریاں جنگل کی طرف اس طرف مڑ گئیں، جس طرف خطرناک درندے اور شیر رہتے تھے۔ عبداللہ نے بکریوں کو موڑنے کی بڑی کوشش کی۔ لیکن بکریاں مڑتی نہیں، بلکہ ادھر ہی جاتی ہیں، جس طرف شیر اور درندے رہتے ہیں۔ کیوں؟

اس لئے کہ بکریوں کو بھی پتہ چل گیا تھا آج ہمارے ساتھ وہ نبی ہے جو شیروں کا بھی نبی ہے۔ آخر کار بکریاں وہیں پہنچیں جہاں شیر رہتے تھے۔ جہاں سے سیدہ حلیمہؓ نے منع کیا تھا۔ بکریاں جنگل میں چرنے لگیں، اچانک ایک ببر شیر خطرناک آواز نکالتا ہوا بکریوں کی طرف دوڑا۔ سیدہ حلیمہؓ کے بیٹے عبداللہ کی بیچ نکل گئی۔

کملی والے نے فرمایا: عبداللہ پریشان کیوں ہو گئے ہو۔ عبداللہ نے کہا۔ سرکار وہ سامنے دیکھیئے شیر آ رہا ہے۔ اب بکریاں بھی کھا جائے گا اور خیر ہماری بھی نہیں، میری تو خیر ہے۔ میں تو آپ کی وجہ سے پریشان ہوں اگر کوئی آپ کو تکلیف پہنچی تو میری ماں تو جیتے جی مر جائے گی۔

میرے آقا مسکرا پڑے۔ سبحان اللہ! عمر کتنی ہے صرف دو برس پر صدقے جاؤں سرکار کی جرأت پر، بہادری پر۔ فرمایا: عبداللہ گھبرا نہیں۔ بکریاں کھانا تو ایک طرف وہ ہماری طرف ٹیڑھی آنکھ بھی نہیں دیکھ سکتا جب شیر قریب آیا اس کی نگاہ چہرہ والضحیٰ پر پڑی۔ واللیل زلفوں کو دیکھا۔ سدرہ کے راہی کو دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کے ماہی کو دیکھا۔ سارا خمار اتر گیا۔ سارا نشہ ختم ہو گیا۔ سیدھا کملی والے کے قدموں میں آیا۔ اسی طرح قدم چومنے لگا۔ جیسے باوفا راکھا کتا مالک کے قدم چومتا ہے اور زبان حال سے کہتا ہے۔ "السلام علیک یا محمدﷺ"

اے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی آپ کی خدمت میں میرا سلام عرض ہو۔ ہے شیر ہے۔ جنگل کا خطرناک درندہ پر اتنی پہچان ہے کہ یہ دو سال کا بچہ اللہ تعالیٰ کا نبی ہے۔ رسول ہے خیال کرو۔ جب جنگل کے شیروں کو پتہ ہے کہ یہ بچہ اللہ تعالیٰ کا نبی ہے تو کیا سرکار کو خود پتہ نہیں ہو گا کہ

مَیں اللہ تعالیٰ کا رسُول ہُوں؟

افسوس ہے اُن مُسلمانوں پر جو یہ کہتے ہیں کہ جی نبی، کو تو چالیس سال تک پتہ ہی نہیں تھا کہ مَیں نبی ہُوں، جب پہلی وحی آئی تو سرکار کو پتہ چلا۔

اُو نادانو! کچھ خیال کرو۔ سرکار ابھی دو برس کے ہیں، جنگل کے درندے کملی والے کو سلام کر رہے ہیں۔ تجھے بھی کبھی توفیق ملے تو تو بھی سرکار کی بارگاہ میں سلام عرض کر لیا کر۔

تو شیر دوڑتا ہُوا آیا۔ سرکار کے قدم چُومنے لگا۔

دھریا سر قدماں دے اُتّے تے جیویں مُرید نماناں
نظریں آیا بھائیاں تائیں تے شان رسُول ربانا

نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اُس شیر کے کانوں کو پکڑ لیا۔ کچھ کان میں بات فرمائی۔ کیا فرمایا؟ یہی فرمایا ہوگا کہ اے شیر تجھے پتہ نہیں یہ بکریاں محمد عربی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی اُمّی کی بکریاں ہیں۔ خبردار بھاگ جا پھر ان بکریوں کی طرف مُنہ نہ کرنا۔ اللہ اکبر!

"فَذَهَبَ الْاَسَدُ يَعْدُوْهُ"

جب شیر نے کملی والے کا فرمان سُنا تو جنگل کی طرف دَوڑ گیا۔ سُبحان اللہ! (نزہۃ المجالس دوم ص۲۵۵، جامع مُعجزات ص۳۴۸)

میرے دوستو! یہ تو سرکار کی ذات خُود موجود تھی۔ کتابوں کو پڑھ کر دیکھو۔ غُلامانِ رسُول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اگر شیر کے سامنے سرکار کا نام لے دیں۔ تو شیر غُلامی کرتا ہُوا نظر آتا ہے۔

نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ایک غُلام تھے۔ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ کے اصل نام میں اختلاف ہے۔ آپ کا اصلی نام مہران تھا

یا رومان تھا۔

ایک مرتبہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے غلاموں کے ساتھ کہیں سفر پر جا رہے تھے۔ حضرت سفینہ نے کملی والے کا سامان مبارک اٹھایا ہوا تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یار میرا بھی تھوڑا سا سامان اٹھا لو۔ آپ نے فرمایا: رکھ دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ازراہِ محبت کہا۔ یار میرا بھی سامان اٹھا لو۔ آپ نے کہا: تم بھی رکھ دو۔ کئی صحابۂ کرام نے حضرت سفینہ کے سر پر اپنا سامان رکھ دیا۔ پھر سرکار کی بارگاہ میں عرض کی آقا ذرا اپنے غلام کو دیکھئے۔ سرکار نے دیکھا۔ مسکرا پڑے فرمایا: یہ ہمارا سفینہ ہے یعنی کشتی ہے۔ سامان اٹھانے والی۔

حضرت سفینہ فرماتے ہیں۔ سرکار کے فرمان پر اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی طاقت عطا فرما دی کہ میں تین اونٹوں کا بوجھ اکیلا ہی اپنی کمر پر اٹھا لیتا تھا۔ لیکن مجھے محسوس نہیں ہوتا تھا۔ تین ہی نہیں بلکہ سات اونٹوں کا سامان اٹھا لوں تو بوجھ محسوس ہی نہیں ہوتا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ص ۴۳۶)

سبحان اللہ: کیا شان ہے میرے آقا کی زبان کی جو نکل گیا۔ اٹل ہو گیا۔ ہو بھی کیوں نہ یار کی زبان پر خالقِ کائنات جو بولتا ہے۔ تو حضرت سفینہ کی بات کر رہا تھا۔ سرکار کی وفات شریف کے بعد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دور تھا۔ حضرت سفینہ اپنے دوستوں کے ساتھ روم کے علاقے میں کفار سے جنگ کرنے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ اتفاق سے اپنے لشکر سے بچھڑ گئے۔ قافلہ چلا گیا۔ آپ قافلہ تلاش کرتے کرتے ایک جنگل سے گزرے۔ اچانک آپ کے سامنے ایک شیر

جھاڑیوں سے نکل آیا۔ جب شیر نے حضرت سفینہ کو دیکھا بڑا خوش ہوا کہ آج تکلیف نہیں کرنی پڑی۔ خود بخود شکار ہاتھ آگیا ہے مستی میں آوازیں نکالنے لگا۔ دھاڑیں مارنے لگا۔

میرے دوستو! سوچو اگر کوئی ہم جیسا ہوتا تو کیا حشر ہوتا۔ وضو ٹوٹ جاتا۔ جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی۔ موت سامنے آجاتی۔ ماں باپ یاد آجاتے۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا۔

کئی ایسے بھی ہیں نبی کی مثل بننے والے چوہے کو دیکھیں تو گھر چھوڑ کر باہر بھاگ جاتے ہیں۔ پر قربان جاؤں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی رضی اللہ عنہ پر آپ نے شیر دیکھا۔ کوئی خوف نہیں، کوئی ڈر نہیں۔ ارے خدا عزوجل سے ڈرنے والے شیروں سے نہیں ڈرا کرتے۔ جب شیر حضرت سفینہ کے بالکل قریب آیا۔ ارادہ کیا کہ پنجہ ماروں اور شکار کروں تو حضرت سفینہ نے شیر سے فرمایا:

"یَا اَبَا الْحَارِثِ اَنَا مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ"

(مشکوٰۃ شریف ص۵۵۵)

اے شیر میرے نزدیک آنے سے پہلے میرا شکار کرنے سے پہلے یہ سن لے میں ہوں کون فرمایا: میں کملی والے کا غلام ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے در کا نوکر ہوں۔

(اسد الغابہ جلد۲ ص۱۳۵)

؎ سفینے کہیا شیر دے تائیں تے بے شک مینوں کھاویں
میں غلام رسول اللہ ﷺ دا تے ذرا سوچ کے ہتھ مینوں پاویں

میرے دوستو! توجہ کرو صحابیؓ کیا کہتا ہے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا غلام ہوں۔ ہے مشکل وقت، ہے جان جانے کا خطرہ۔ صحابیؓ کو تو چاہیئے تھا اُس وقت یا اللہ عزوجل مدد کا نعرہ لگاتا۔ یا صحابیؓ شیر کو دیکھ کر یوں کہتا۔

اَرے شیر خبردار! میرے نزدیک نہ آنا۔ "اَنَا غُلَامُ اللّٰہِ" میں اللہ تعالیٰ کا غلام ہوں۔ لوگ کہتے ہیں۔ وہابی نجدی، دیوبندی کہتے ہیں۔ یا اللہ مدد! باقی سب شرک و بدعت، کیوں بھئی کہتے ہیں کہ نہیں؟ کہتے ہیں اور پھر دلیل بھی دیتے ہیں۔

"اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ"ط

"ہم اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔"

کیوں بھئی! صحابیؓ کو یہ آیت یاد نہیں تھی؟ تھی تو پھر اِس پر عمل کیوں نہیں کیا؟ مگر وہ صحابیؓ تھا۔ وہابی نہیں تھا۔ وہ صرف اسی آیت کو نہیں مانتا تھا۔ بلکہ وہ سارا قرآن مانتا تھا۔ اُس کی نظر اس آیت پر بھی تھی۔

"اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ"ط (پ ۶)

بیشک تمہارا مددگار اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ہے۔ صحابیؓ کو پتہ تھا۔ اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے اس کی عطا سے اس کے حکم سے۔ اُس کا محبوب بھی مدد کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ضرور مدد کرتا ہے لیکن جب اُس کی مرضی چاہے وہ کسی کا محتاج نہیں، کسی کے سامنے مجبور نہیں، چاہے تو مدد کرے، چاہے تو

نہ کرے۔ لیکن صحابیؓ کو پتہ تھا کہ اگر اس کی بارگاہ میں اس کے یار کا
واسطہ دیا جائے تو وہ یار کے صدقے ضرور کرم کرتا ہے۔ سبحان اللہ! صحابیؓ
نے کہا:

"اَنَا مَولٰی رَسُولِ اللّٰہِ"

میں اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غلام ہوں۔

ویسے خیال تو کرو۔ صحابیؓ نے یوں کیوں نہ کہا کہ

"اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ" میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔

تو بعض علما فرماتے ہیں کہ ہمارا عشق کہتا ہے کہ اگر حضرت سفینہ
یوں کہتے کہ "اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ" میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں تو شیر آگے سے
جواب دیتا۔ "اَنَا اَسَدُ اللّٰہِ" میں اللہ تعالیٰ کا شیر ہوں۔ کام برابر۔
اللہ تعالیٰ نے تجھے بھیجا ہی اسی لئے ہے کیونکہ بندے سارے اللہ
تعالیٰ ہی کے ہیں۔ صحابیؓ نے سوچا آج جان بچانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ میں
یوں کہوں کہ "اَنَا مَولٰی رَسُولِ اللّٰہِ" میں کملی والے کا غلام ہوں کیوں کہ جو کملی
والے کا غلام ہے اسے کوئی کتا بلا کوئی جانور نہیں چھیڑ سکتا۔

یہی بات اعلیٰ حضرت امام اہلسنت، کشتۂ عشق رسالت، مولانا الشاہ
احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے فرمائی۔

؎ خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفےٰ
تیرے لئے امان ہے، تیرے لئے امان ہے

حضرت سفینہؓ نے شیر سے فرمایا! اے جنگل کے بادشاہ سن لے
میں کائنات کے بادشاہ کا غلام ہوں۔ میں کملی والے کا غلام ہوں۔ جب حضرت
سفینہؓ نے نام لیا تو ہوا کیا وہ شیر جو پنجہ اٹھا کر حضرت سفینہ پر حملہ کرنا

چاہتا تھا۔ منہ کھول کر لقمہ بنانا چاہتا تھا۔ اس کے تمام اعضاء سرکار کا نام سن کر ٹھنڈے ہو گئے۔

جس دم شیر اٹھایا پنجہ تے طاقت رہی نہ کائی
میں غلام رسول اللہ دا تے بس اتنی خبر سنائی

وہ شیر جو کھانے کے لئے آرہا تھا اب قدموں میں لیٹنے لگا۔ پیر چومنے لگا۔ حضرت سفینہؓ نے فرمایا، اے شیر کیا بات ہے تو تو شکار کے لئے آیا تھا۔ تو تو مجھے کھانے کے لئے آیا تھا۔ تجھے ہو کیا گیا ہے تو میرے کیوں قدم چومنے لگا ہے۔ اللہ اکبر! تو شیر نے گویا زبانِ حال سے جواب دیا کہا کہ

شیر نے کہیا سفینے تائیں تے سن راہی راہ جاندے
جو غلام رسول اللہ دے ہے اسیں غلام انہاندے!

حضرت سفینہؓ فرماتے ہیں، میں چل پڑا تو شیر بھی میرے ساتھ مجھے راستہ بتاتا ہوا میرے آگے چل پڑا۔ حتیٰ کہ میں اپنے قافلے کے قریب پہنچ گیا۔ جب شیر نے قافلہ دیکھا رک گیا۔ میں آگے چلنے لگا تو اس نے دو تین بار آواز نکالی پھر وہ جنگل کی طرف چلا گیا۔

(دلائل النبوۃ ص۵۲۰ ص۵۲۱، اسد الغابہ جلد ۲ ص۱۳۵)

علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ شیر نے اپنی آواز میں حضرت سفینہؓ کو الوداعی سلام کیا اور چلا گیا۔ لیکن میرا عشق کہتا ہے کہ شیر نے حضرت سفینہؓ سے کہا ہوگا۔ سفینہ جب مدینہ شریف جانا تو میرا سلام سرکار کی بارگاہ میں عرض کرنا اور دیکھنا میری شکایت نہ کرنا۔ کہیں سلطانِ کائنات ناراض نہ ہو جائیں۔ میں جو بری نیت سے تجھے شکار کرنے کے لئے آرہا تھا یہ میری غلطی تھی۔ مجھے کیا پتہ تھا تو کائنات

کے سُلطان کا غلام ہے اور غلطیاں ہو جائیں تو کریم معاف کر دیتے ہیں"۔ کیونکہ

چنگی مندی سجناں کولوں تے ہووے اخیرے ویندی
دلوں ویر کماندے ناہیں تے اصل پریت جنہاں دی

تو عرض یہ کر رہا تھا۔ میرے کملی والے آقا نے شیر کے کان میں کوئی بات کہی شیر وہاں سے دوڑ کر جنگل کی طرف چلا گیا۔ سرکار اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ شام تک جنگل میں بکریاں چراتے رہے۔ ادھر سیدہ بڑی فکر مند کہ یا اللہ خیر فرمانا۔ میرا چاند آج بکریاں چرانے گیا ہوا ہے۔

جنگل دے وچ بکریاں چار دے تے پاک رسول پیارا
فکراں وچ حلیمہ دائی تے گزر گیا دن سارا

آخر کار شام کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں لے کر گھر پہنچے۔ سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا راستے میں کھڑے دیکھ رہی تھی سرکار آرہے ہیں۔ سیدہ حلیمہ نے کیا دیکھا کہ انوار و تجلیات کی بارش سرکار کے آگے آگے ہو رہی ہے۔ جب سرکار پہنچے۔

سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے سینے سے لگا لیا۔ سر منہ چوما۔ ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ پھر پوچھا بیٹا بتاؤ دن کیسا گزرا۔ میرے آقا نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، امی جان، آج بکریاں چرانے میں بڑا لطف آیا۔ بڑا سرور آیا۔

سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے عبداللہ سے پوچھا بیٹا۔ سناؤ دن کیسے گزارا۔ تیرا مکی بھائی پریشان تو نہیں ہوا۔ عبداللہ نے کہا: امی جان میرے مکی بھائی کی بڑی شان ہے۔ بڑا مقام ہے۔ بڑی عظمت ہے۔

فرمایا: کیسے؟ عرض کی امی جان پہلے میں بکریاں چرانے جاتا تھا سارا دن گرمی اور دھوپ کی شدت برداشت کرتا تھا۔ لیکن آج مکی بھائی کے صدقے

گرمی کا پتہ ہی نہیں چلا۔ فرمایا: بیٹیا، کیسے۔ عرض کی، اُمّی جان جب ہم یہاں سے چلے تو سُورج اپنی آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ لیکن جب ہم جنگل کی طرف چلے تو

"رَاَیْتُ غَمَامَۃً تُظِلُّہٗ"

مَیں نے دیکھا: ایک بادل نے میرے مکّی بھائی پر سایہ کر لیا جب تک سُورج رہا۔ بادل سر سے ہٹا نہیں۔

"اِذَا وَقَفَ وَقَفَتْ"

جب مکّی بھائی ٹھہر جاتے تو بادل بھی ٹھہر جاتا۔ جب یہ چلتے تو بادل بھی چل پڑتا۔

"وَاِذَا سَارَ سَارَتْ مَعَہٗ"

اُمّی جان جب، میرے مکّی بھائی کے قدم پتھروں پر پڑتے وہ آٹے کی مانند نرم ہو جاتے جب زمین پر قدم پڑتے تو اُسی وقت مکی بھائی کے قدموں کی برکت سے سبزہ اُگ آتا۔

"لَا یَمُرُّ عَلٰی شَجَرٍ وَلَا حَجَرٍ اِلَّا سَلَّمَ عَلَیْہِ"

میرے مکّی بھائی جس درخت کے پاس سے گزرتے، جب پتھر کے پاس سے گزرتے وہ درخت وہ پتھر میرے بھائی کی خدمت میں سلاموں کے گجرے پیش کرتے۔ سُبْحَانَ اللہ!

ہر پتھر	ہر ڈھیلا
ہر پہاڑ	ہر درخت
ہر جانور	ہر پرندہ

ہر زمین کا ذرہ ذرہ۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں عرض کرتا۔

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ" اے اللہ تعالیٰ کے مقدس رسول آپ کی بارگاہ میں ہماری طرف سے سلام عرض ہو۔ امّی جان!

"اِذَا جَاءَ اِلَی الْبِئْرِ ؕ" جب ہم بکریوں کو پانی پلانے کے لئے کسی کنویں پر چلے جاتے تو "یَعْلُوْا الْمَاءُ اِلٰی فَمِ الْبِئْرِ ؕ" تو ہمیں پانی نکالنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی بلکہ پانی میرے مکی بھائی کو دیکھ کر خود بخود اوپر آجاتا جس سے ہماری ساریاں بکریاں پانی پی لیتی وہ پانی پھر نیچے چلا جاتا۔ سبحان اللہ!

(تفسیر مظہری پ ۱۸ ص ۳۶۶، المیلاد النبوی ص ۵۵، مولد العروس ص ۸۹، نزہۃ المجالس دوم ص ۲۵۵، جامع معجزات ص ۳۴۷ مدارج النبوت دوم ص ۳۳)

سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے نے کہا، امّی تیرے بیٹے کی اس سے بھی عجیب شان ہے۔ فرمایا: کیسے۔ عرض کی امّی جان جب تیرا بیٹا بکریوں سے کہتا رک جاؤ وہ رک جاتی۔ اگر کہتا چلو تو چل پڑتی۔ بکریاں ہر بات تیرے بیٹے کی مانتی۔ امّی جان ہم بکریاں چراتے چراتے اس جنگل میں پہنچ گئے۔ جہاں شیر رہتے تھے پر کیا مجال ہے کسی شیر کی کہ آنکھ اٹھا کر بھی بکریوں کی طرف دیکھے امّی جان جب ہم اس جنگل میں پہنچے تو میرا مکی بھائی ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ میں بکریاں چرانے لگا۔ اچانک جھاڑیوں سے ایک شیر نکلا تو بکریاں ڈر کے مارے بھاگیں تو ایک بکری کی ٹانگ ٹوٹ گئی اس سے چلا نہیں جا رہا تھا۔

سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر کیا ہوا؟

عرض کی، امّی جان! ہونا کیا تھا وہ بکری لنگڑاتی ہوئی گر پڑتی مکی بھائی کی خدمت میں آئی: "کَالشَّاکِیَۃِ اِلَیْہِ ؕ" وہ تیرے بیٹے کی بارگاہ میں اپنے درد کی شکایت کرنے لگی کہ

"اے حکیمِ کائنات، اے طبیبِ زمانہ میں دردماری تیری بارگاہ میں حاضر ہوئی ہوں۔ کرم فرمائیے۔ میرے درد دور کیجئے۔" سبحان اللہ!

بکری کو مشکل پڑی، کہاں آتی ہے۔ بارگاہِ مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام میں، بکری نے چہرہ اٹھا کر اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں درد کی شکایت نہیں کی بلکہ آئی تو سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں کیوں، اس لئے کہ بکری کو پتہ تھا۔ شفاء خدا عزوجل دیتا ہے۔ مگر دیتا یار کے صدقے سے، یار کے وسیلے، یار کی نگاہِ کرم سے۔

دیکھو ابھی سرکار نے نبوت کا اعلان نہیں کیا۔ عمر صرف دو سال ہے۔ پر بکری جانتی ہے۔ یہ وہ نبی ہے جو اللہ تعالٰی کی عطا سے، حاجت روا، مشکل کشا ہے۔ اگر یہ عقیدہ نہ ہوتا تو، لولو سرکار کی بارگاہ میں آتی۔ نہ آتی مولوی کچھ ہوش کر تو کہتا ہے۔ نبی کے پاس کچھ بھی نہیں، سب کچھ ہے مانگ کر تو دیکھ۔ اللہ تعالٰی کی عطا سے سب کچھ ہے۔ جب بکری نے شکایت کی تو میرے کریم آقا نے کیا کیا:

"فَقَبَضَ بِيَدِهِ الْكَرِيمَةِ عَلٰى سَاقِهَا"

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے بکری وہ ٹانگ پکڑلی جس میں درد تھا جو ٹوٹی ہوئی تھی۔ سرکار نے پکڑ کر پھر چھوڑ دیا۔ "فَكَانَ الْوَجَعُ لَمْ يَكُنْ" اس بکری کا درد جاتا رہا۔ ٹانگ ٹھیک ہو گئی۔ جیسے تکلیف ہوئی نہیں تھی۔

(نزہۃ المجالس دوم ص ۲۰، جامع معجزات ص ۳۴۸)

سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بیٹیا وہ شیر کدھر گیا۔ عرض کی امی جان، وہ

سیدھا میرے مکی بھائی کی خدمت میں سر قدموں میں رکھ کر قدم چومنے لگا۔ میں یہ منظر دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیر چلا گیا۔ میں نے کہا مکی بھائی شیر نے کوئی تکلیف تو نہیں دی۔ مکی بھائی نے مسکرا کر فرمایا۔ بھائی شیر محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف دینے نہیں آیا تھا بلکہ زیارت اور قدم بوسی کے لئے آیا تھا۔ سبحان اللہ!

عبداللہ کی باتیں سن کر سیدہ حلیمہؓ نے محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سینے سے لگا لیا۔ پیار کرنے لگی۔ کہنے لگی، اے محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں میں نے بڑے بڑے انسان دیکھے ہیں، پر تیری شان جیسا کوئی انسان مجھے نظر نہیں آیا۔

اے اماں حلیمہؓ نظر آتا بھی کیسے، جب تھا نہیں، جب رب نے یار کا ثانی بنایا نہیں تو نظر کیسے آتا۔ بلکہ میرا عشق تو یہ کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ قلم ہی توڑ دی جس سے یار کی تصویر بنائی تھی۔

میرے دوستو! دنیا میں بڑے بڑے حسین و جمیل انسان آئے اور قیامت تک آتے رہیں گے۔ پر آمنہؓ کے لال کا ثانی، صدیقؓ کے یار جیسا حسین و جمیل کوئی نہیں آ سکتا۔

کیونکہ

اوہدے حسن دی بات کی پچھیاں اوہدے سوہنے سوہنے گولے
اوہدی صورت تے سوہتاں بنیاں سوہنا بولے یا نہ بولے!
تو تنقیداں اوس تے کرناں جیہڑا تیرے عیب نہ پھولے
پھل کھڑدے نیں اوہدوں نیازی سوہنا جدوں زبان نوں کھولے

⁂ ⁂ ⁂

شیر اور بکری۔

میرے دوستو! رات گزر گئی۔ سورج نکلا۔ سرکار پھر بکریاں چرانے کے لئے تیار ہو گئے۔ سیّدہ حلیمہؓ نے سرکارؐ کا منہ چوم کر گودی میں بٹھالیا اور کہا میرے لال آج تم جنگل میں نہیں جاؤ گے۔ فرمایا: امّی جان کیوں؟

سیّدہ حلیمہؓ نے کہا: اے میرے مکّی چاند۔ میں تیری سارا دن کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی پھر جنگل میں تم سارا دن بھوکے پیاسے رہتے ہو۔ لہٰذا آج تم نہ جاؤ۔ سرکار مسکرا پڑے۔

فرمایا: امّی جان ٹھیک ہے اگر آپ نہیں چاہتیں تو میں نہیں جاتا۔ سیّدہ حلیمہؓ کا بیٹا بکریاں لیکر جنگل میں چرانے کے لئے چلا گیا۔ سرکار ایک دن نہیں گئے۔ دوسرے دن بھی نہیں گئے۔ تیسرے دن بھی نہیں گئے۔ کیوں؟ امّاں حلیمہ اجازت دے تو تب جائیں۔ جب چوتھا دن آیا شام کو سیّدہ حلیمہؓ کا بیٹا بکریاں چرا کر واپس آیا تو زار و قطار روتے جا رہا ہے۔

سیّدہ حلیمہؓ نے دیکھا تو فرمایا: عبداللہ کیا بات ہے روتے کیوں ہو؟ کیا ہوا۔ عرض کی امّی جان جس بکری کا دودھ عربی دیر محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پیتا تھا۔ آج اس بکری کو جنگل کا ایک شیر اٹھا کر لے گیا ہے اللہ اکبر

سیّدہ حلیمہؓ نے فرمایا: بیٹا تم نے خیال کیوں نہ کیا۔ عرض کی امّی جان خیال تو بڑا کیا۔ لیکن وہ شیر تھا۔ زبردستی اٹھا کر لے گیا۔ سیّدہ حلیمہؓ نے جب سنا تو وہ بھی رو پڑیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر گئے ہوئے تھے۔ جب تشریف لائے کیا دیکھا۔ امّاں حلیمہؓ رو رہی ہیں۔ میرے آقا نے اپنی ماں کے رونے کو

برداشت نہ کر سکے۔ سُبحَانَ اللہ!

میرے دوستو! خیال کرو۔ آج ہماری مائیں، ہمارے باپ روتے رہتے ہیں ہم پرواہ نہیں کرتے۔ ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہوتی بلکہ بعض گستاخ، بعض بے ادب اپنے والدین کو گالیاں دیتے ہیں۔ برا بھلا کہتے ہیں بعض ایسے بھی بدنصیب ہیں جو والدین کو مارتے بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

اللہ تعالیٰ والدین کی بے ادبی سے گستاخی سے محفوظ رکھے۔ قرآن مجید پڑھ کر دیکھو۔ خالق کائنات ارشاد فرماتا ہے۔

"وَاعبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشرِکُوا بِہٖ شَیئًا"

اے انسانو، اے اللہ کے بندو۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔

"وَبِالوَالِدَینِ اِحسَانًا"

اور ماں باپ سے بہترین سلوک کرو، غور کرو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد والدین سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا کیوں؟

اس لئے کہ اللہ پاک نے انسانوں کو پیدا فرمایا۔ والدین نے اللہ پاک کی عطا سے اس کی پرورش کی تعلیم و تربیت کی گھر بار بنایا۔ سوسائٹی میں اس کو مقام دلایا۔ اس کے ناز نخرے اٹھائے۔ اس کی ہر فرمائش پوری کی۔ اب وہ بڑا ہو کر اپنے پیروں پر کھڑا ہو کر والدین کو آنکھیں دکھلائے۔ والدین سے بدتمیزی کرے۔ بے ادبی کرے تو اس جیسا بے غیرت انسان کوئی نہیں ہو سکتا۔ بھلا جو والدین کا حق ادا نہیں کر سکتا وہ خالق کائنات، وہ پیدا کرنے والے اپنے ربّ العالمین کا کیسے حق ادا کرے گا۔ اللہ اکبر!

سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مرتبہ جہاد پر جانے لگے۔ آپ کی

فوج کے جوان آنے لگے اور سرکار کی بارگاہ میں اپنا نام لکھوانے لگے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ جوانوں کا نام لکھتے جاتے ہیں۔ نبی پاک کا ایک صحابیؓ جس کا نام تھا۔ حضرت جاہمہ ان کی والدہ ماجدہ گھر میں اکیلی تھیں والد کا سایہ اٹھ چکا تھا اور کوئی بہن بھائی بھی نہ تھا جو کہ آپ کی والدہ کی خدمت کرتا۔

آپ نے اپنی امی سے کہا۔ امی جان سرکار جنگ پر جا رہے ہیں صحابہ کرامؓ اپنے نام لکھوا رہے ہیں۔ اگر اجازت دیں تو میں بھی سرکار کی خدمت میں حاضر ہو کر فوج میں شامل ہو کر جہاد پر نہ چلا جاؤں۔ سُبْحَانَ اللّٰہ!

ماں بھی صحابیہ تھی، بیٹے کا جذبۂ جہاد دیکھ کر رہ نہ سکی۔ اجازت دے دی۔ حضرت جاہمہ سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ عرض کی آقا میرا نام بھی مجاہدوں میں لکھ دیں۔ غیب کی خبریں جاننے والے نبیؐ نے فرمایا: جاہمہ تیری ماں زندہ ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہ!

عرض کی آقا زندہ ہے۔ فرمایا: جاؤ فَالْزِمْهَا اس کو لازم پکڑو۔ اس کی خدمت کرو۔ اس کی نوکری کرو۔ آقا لیکن میں تو جہاد کے لئے بڑے جذبے سے آیا تھا۔ میرے آقا نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ جہاد پر جانے سے تمہیں ملے گا کیا؟ صحابیؓ نے کہا: سرکار! میں میدانِ جنگ میں جاؤں گا۔ کافروں سے لڑوں گا۔ کئی بے ایمانوں کو جہنم میں پہنچاؤں گا۔ پھر اگر بچ گیا تو غازی اگر آپ کے قدموں پر موت آ گئی تو شہید۔

آپ کے فرمان کے مطابق شہید کو جنت ملتی ہے۔ پھر سیدھا جنت چلا جاؤں گا۔ سرکار مسکرا پڑے۔ فرمایا: اتنی تکلیف کے بعد تو نے جنت لینی۔ تمہیں جنت لینے کا آسان طریقہ نہ بتاؤں کہ تو زندہ بھی رہے اور جنت بھی مل جائے۔ آقا وہ کون سا طریقہ ہے۔

میرے آقا نے فرمایا : جا اپنی ماں کی تابعداری کر۔ ماں کی خدمت کر۔ آقا پھر کیا ہوگا۔ فرمایا : "فَاِنَّ الْجَنَّةَ رِجْلِهَا" تیری جنّت تیری ماں کے قدموں تلے ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۲۱)

سُبْحَانَ اللّٰه ! پتہ چلا جنّت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ اب جو اولاد والدین کو تنگ کرے۔ ایمان سے بتاؤ وہ جنّت میں جا سکتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ سرکارِ مدینہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام تشریف فرما ہیں۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا : آقا

"مَا حَقُّ الْوَالِدَيْنِ عَلٰى وَلَدِهِمَا"

یہ فرمائیں والدین کا اولاد پر کیا حق ہے؟ کائنات کے والی سدرہ کے راہی اللہ تعالیٰ کے پیارے ماہی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا :

"هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ"

"وہ دونوں تیرے لئے جنّت بھی ہیں اور جہنّم بھی"۔
(مشکوٰۃ شریف ص۴۱۹)

یعنی اگر تو والدین کی خدمت کرے گا۔ عزّت کرے گا۔ تابعداری کرے گا ادب کرے گا تو والدین کے صدقے جنّت تیرا مقام ہوگا اور اگر گستاخی کرے گا۔ ماں باپ کو تنگ کرے گا۔ ان کے حقوق ادا نہیں کرے گا۔ بے ادبی کرے گا تو پھر جہنّم تیرا ٹھکانہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بچائے۔

دعا کرو اللہ تعالیٰ والدین کی، بزرگوں، اولیاء کرام، صحابہ کرام کی اہلبیت کی، سارے نبیوں کی، خاص کر مدینے والے آقا کی عزّت، ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

یہ ادب بڑی چیز ہے۔ حسّانِ پاکستان محمد اعظم چشتی علیہ الرّحمۃ نے

بڑی اچھی بات فرمائی کہ

؎ مٹی نوں اکسیر بنا دے تے واہ واہ بات ادب دی
ادب مُراد تے ادب حضوری بڑی اُچی ذات ادب دی
اپنا آپ گوایاں باجھوں نہ ملے خیرات ادب دی
اعظم مر کے حاصل ہوئی تے مینوں ایہہ سوغات ادب دی

تو عرض کیا کر رہا تھا کہ سرکار اپنی اماں حلیمہؓ کے رونے کو برداشت نہ کر سکے آکر گودی میں بیٹھ گئے اپنی ماں کے چہرے کو چوم کر فرمایا: اماں رو نہیں، میرے ہوتے بھی روتی ہے؟

سیدہ حلیمہؓ نے کہا: بیٹیا میں کیوں نہ روؤں، آج تیرا بھائی بکریاں چرانے کے لئے جنگل گیا تو ایک شیر نے وہ بکری اُٹھالی، جس کا تو دودھ پیتا تھا۔ بیٹیا آج اُس نے ایک اُٹھائی ہے اُس کو تو عادت پڑ جائے گی وہ تو ایک ایک کر کے سب اُٹھالے جائے گا۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اِسی کاروبار سے ہمارے گھر کا نظام چل رہا ہے۔

سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: امی جان چپ کر، ایک بکری کی بات ہے ناں۔ اللہ کرم کرے گا۔ آئندہ اُس شیر کو جرأت نہیں ہوگی کہ وہ ہماری بکریاں اُٹھائے۔

سیدہ حلیمہؓ خاموش ہو گئیں، رات ہوئی سارے گھر والے سو گئے جب آدھی رات کا ٹائم ہوا تو سرکارؐ نے دیکھا۔ سیدہ حلیمہؓ پھر رو رہی ہے میرے آقا نے فرمایا: امی اب پھر کیوں رو رہی ہو۔

عرض کی بیٹیا: مجھے بکری یاد آرہی ہے۔ سرکار نے دلاسا دے کر

فرمایا: اُمّی جی کوئی بات نہیں، ایک بکری تھی۔ اللہ تعالیٰ اور عطا فرمائے گا سو جاؤ۔ سیّدہ حلیمہؓ نے کہا: کیا کروں مجھے نیند ہی نہیں آتی۔ جب کملی والے نے دیکھا ناں کہ امّاں حلیمہؓ چپ نہیں کرتی تو آپ جلال میں آ گئے فرمایا: امّاں رو نہیں، صبح ہو لینے دو۔ میرے ساتھ جنگل میں چلنا میں شیر سے تیری بکری واپس لے کر دوں گا۔

سیّدہ حلیمہؓ نے کہا: بیٹا کیا کہہ رہے ہو، کبھی شیروں نے بھی چیزیں واپس کیں ہیں؟ وہ شیر میری بکری کھا گیا ہو گا۔ اب وہ کیسے واپس آ سکتی ہے۔ میرے آقا نے جلال میں آ کر فرمایا: امّاں میرا نام میرے ربّ عزّوجل نے محمّد علیہ الصّلوٰۃ والسّلام رکھا ہے۔ اگر میں نے صبح تیری بکری شیر سے واپس نہ کرائی ناں تو مجھے محمّد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نہ کہنا۔ سُبحان اللہ!

امّاں صبر کر تیری بکری دیکھتا ہوں، شیر کیسے واپس نہیں کرتا۔ امّاں جن کے سائیں، جن کے مالک، جن کے وارث زندہ ہوں، اُن کی بکریاں کوئی نہیں کھا سکتا۔ خواجہ غلام فرید علیہ الرّحمتہ فرماتے ہیں کہ

؎ عملاں والے لنگھ پار گئے تے کوئی غافل گوتے کھاندے
غلام فریدا ڈُبن نہ دیندے تے ہوندے کامل پیر جنہاں دے

جب صبح ہوئی، سورج نکلا میرے کریم آقا نے فرمایا: امّاں تمہیں پتہ ہے بکری کس جگہ سے شیر نے اٹھائی تھی۔ عرض کی بیٹا تیرا بھائی عبداللہ جانتا ہے۔ میرے آقا نے فرمایا: امّاں تو بھی چل، بھائی عبداللہ بھی چلے۔ شیر سے بکری میں لوں گا۔ نظارا تم دونوں دیکھنا۔

سیّدہ حلیمہؓ نے کہا ٹھیک ہے۔ سیّدہ فرماتی ہیں کملی والے نے

میری انگلی پکڑلی ساتھ عبداللہ کو لے لیا چل پڑے۔ جب چلے ناں دھوپ تھی۔ ایک بادل آیا اس نے ہم پر سایہ کرلیا۔ میں نے دیکھا نور کی شعاعیں میرے چاند محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرے سے نکل کر آسمانوں کی طرف جارہی ہیں۔ سبحان اللہ!

؎ لمّی زلف محبوب میرے دی تے جیویں لمّی رات ہجر دی
متھے وچّوں، لاٹاں نکلن تے جیویں طلعت مہر سحر دی
نین نرالے مست رسیلے وچ جھلک مازاغ بصر دی
اعظم چمک دنداں دی آگے تے کی قیمت قدر گہر دی!

سیّدہ حلیمہ فرماتی ہیں وہ مقام آگیا وہ جنگل آگیا جہاں سے شیر نے بکری اٹھائی تھی۔ عبداللہ نے کہا امّاں یہ وہ جگہ ہے جہاں سے شیر نے بکری اٹھائی تھی ہم اسی جگہ رک گئے۔ سرکار کائنات نے فرمایا: امّی جان اگر آپ کو ڈر نہ لگے تو میں جنگل کے شیروں کو بلا کر پوچھ نہ لوں۔ کس نے میری ماں کی بکری اٹھائی تھی سیّدہ حلیمہؓ نے کہا بیٹا شیر تیری آواز سن کر آئیں گے۔ اللہ اکبر!
میرے آقا مسکرا پڑے۔ فرمایا: امّاں یہ تو شیر ہیں، یہ تو جاندار ہیں مجھے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی قسم اگر میں پہاڑوں کو درختوں کو آواز ماروں تو یہ بھی دوڑتے ہوئے میرے قدموں میں پہنچ جائیں۔ سُبحان اللہ!

تو سرکار نے فرمایا: امّی جان ماروں آواز ڈرو گی تو نہیں؟ سیّدہ حلیمہ نے کہا بیٹا بھلا شیروں سے کیسے نہیں ڈر لگتا۔ میرے آقا مسکرا پڑے۔ فرمایا، امّی جان آپ میرے قریب دائیں طرف کھڑی ہو جائیں۔ بھائی عبداللہ تم میرے بائیں طرف کھڑے ہو جاؤ انشاءاللہ آپ کو ڈر بھی نہیں لگے گا۔ اور شیر بھی آپ کے قریب نہیں آئیں گے۔ اب سرکار کائنات نے اپنی لسان اللہ والی زبان سے آواز ماری کہ

او شیرو! جلدی آؤ تمہیں آمنہ کا لال، عبداللہ کا دُرِّ یتیم، اُمّت کا غمخوار، صدیق رضی اللہ عنہ کا یار، سِدرہ کا راہی، اللہ تعالیٰ کا ماہی، محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام بُلا رہا ہے۔

سیّدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے دیکھا ابھی سرکار کی آواز ختم نہیں ہوئی کہ جنگل کے چاروں طرف سے شیروں کے جتھے دوڑتے آئے۔ سُبحان اللہ!

قطار در قطار شیر سرکار کی بارگاہ میں آ گئے۔ سیّدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے جب اتنے شیر دیکھے تو دل میں خوف محسوس ہوا۔ جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔

میرے کملی والے آقا نے فرمایا: امّاں ڈر نہیں۔ سیّدہ نے کہا بیٹا یہ شیر ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں کہیں یہ نقصان نہ پہنچائیں۔ سرکار نے فرمایا: امّاں گھبرا نہیں تیرے ساتھ وہ محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑا ہے جو شیروں کا بھی نبی ہے۔ ان کی کیا مجال ہے یہ نقصان پہنچائیں۔ شیر جب سرکار کے قریب پہنچے تو آہستہ ہو گئے ڈرتے ڈرتے قدم اُٹھاتے ہیں اور کملی والے کی طرف چلتے ہیں جب چند فٹ کے فاصلے تک شیر پہنچے تو میرے آقا نے اشارہ فرمایا: بس میاں یہاں سے آگے نہیں آنا جہاں تک آ چکے ہو۔ یہیں کھڑے ہو جاؤ۔ جب کملی والے نے حکم فرمایا تو شیروں کے قدم وہیں رک گئے ایسے لگتا ہے جیسے کسی نے زنجیر سے باندھ دیا ہو۔ قربان جاؤں آقا تیری عظمت پر تیری شان پر تیری رفعت پر۔

نجدیو! گستاخو! نبی کی مثل بننے والو یہ ہے میرے آقا کا مقام کہ اُنگلی کے اشارے سے شیر بھی رُک جاتے ہیں اور تم بھی ہو کہ کہتے ہو کہ نبی ہمارے بڑے بھائی، ہم اُن کے چھوٹے بھائی ہیں۔

(تقویۃ الایمان ص ۵۶)

او نبی کو اپنا بڑا بھائی کہنے والو! نجدیو، گستاخو بتاؤ کیا تمہارے

ہاتھ کی انگلی میں بھی یہ کمال ہے کہ شیروں کو اشارہ کرو وہ وہیں رک جائیں ؟ ایمان سے بتانا ؟ اللہ تعالیٰ کو گواہ کر کے بتانا ؟ اگر تمہاری بھی یہ شان ہے تو پھر تو واقعی بڑی شان ہے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر نبی کی برابری کیسے کرتے ہو۔

ارے، شیر تو ایک طرف تم اشارہ کرو تو تیرے اشارے پر تیری بیوی بھی نہیں رکتی۔ تیرے اشارے پر تیری اولاد نہیں رکتی۔ بنتے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے برابر ہو۔ اللہ اکبر!

ے میرے عرب شریف دے بے چن ورگا تے

پیدا صاحب جمال نہیں ہو سکدا

بلکہ سارے زمانے دے بے شاعراں دا

ایہڈا سوہنا خیال نہیں ہو سکدا

اوہندا ثانی تے اس کائنات اندر

کوئی مائی دا لال نہیں ہو سکدا

ناصر اودھی مثال تے اک پاسے

پیدا دوجا بلال رضی اللہ عنہ نہیں ہو سکدا

میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اشارے پر سارے شیر رک گئے۔ سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا : اے شیرو تم میں وہ کون سا شیر ہے جس نے میری امی حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بکری اٹھائی ہے۔ سارے شیر خاموش ایک بوڑھا سا شیر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زبان حال سے بولا کہ اے جان کائنات وہ میں ہوں۔ جس نے یہ بے ادبی کی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا : تمہیں حیاء نہیں آئی۔ تم نے میری اماں حلیمہ رضی اللہ عنہا کو پریشان کیا۔ دیکھ میری اماں بکری کے غم سے ساری رات سوئی

نہیں۔ شیر نے کہا آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اگر ناراض نہ ہو تو پہلے یہ بتایئے کہ آپ تین دن جنگل میں آئے کیوں نہیں؟

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امی جان کا حکم تھا اس لئے نہیں آیا۔ شیر رو پڑا۔ عرض کرنے لگا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر یہ بات ہے تو مجھے اجازت دیجئے میں آپ کا طواف بھی کر لوں۔ آپ کے قدم بھی چوم لوں۔ آپ کو سجدہ بھی کر لوں۔ سُبحَانَ اللہ!

جنگل کے درندے بھی میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ عَلَیہِ وآلہ وسلم کو سجدہ کرتے ہیں۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارد گرد پھیرے لگاتے ہیں یہ شان ہے میرے کریم آقا عَلَیہِ الصَّلوٰۃ والسَّلام کی۔

حضور علیہ الصَّلوٰۃ وَالسَّلام کے جلیل القدر صحابی حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ ہم حضور اکرم علیہ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام کے ساتھ کہیں جارہے تھے۔ راستے میں ہم ایک درخت کے پاس سے گزرے۔ اس درخت پر ایک چڑیا کا گھونسلا تھا۔ گھر تھا۔ اس میں چڑیا کے بڑے پیارے دو بچے بیٹھے تھے۔ چڑیا خود وہاں نہیں تھی۔ ہم نے دونوں بچوں کو اٹھا لیا۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے چل پڑے۔ جب چڑیا پیچھے آئی تو بچے موجود نہیں تھے۔ وہ سمجھ گئی کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ عَلَیہِ وآلہ وسلم کے صحابہؓ نے اٹھا لئے ہیں۔ وہ چڑیا پرواز کرتی ہوئی سرکار علیہ الصَّلوٰۃُ والسَّلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ سرکار صلی اللہ عَلَیہِ وآلہ وسلم کے ارد گرد چکر کاٹتی ہے اور کچھ بولتی ہے۔ پھر گھر کی طرف چلی جاتی ہے۔ پھر آتی ہے۔ سرکار عَلَیہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام کا طواف کرتی ہے اپنی بولی میں بولتی ہے پھر چلی جاتی ہے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ عَلَیہِ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہؓ

سے فرمایا: میرے صحابہؓ نے عرض کی، جی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: فرمایا: اس چڑیا کے بچے کس نے اٹھائے ہیں؟ کیونکہ یہ تمہاری شکایت میری بارگاہ میں لگا رہی ہے۔ سبحان اللہ!

پتہ چلا میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرندوں کی بھی بولی جانتے ہیں۔ کیوں نہ جانتے۔ کائنات کے ذرّے ذرّے کے رسول جو تھے۔ میاں یہ تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سات لاکھ بولیاں سکھائی تھیں۔
(مدارج النبوت ص)

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو نوسو زمین کی زبانیں سکھائیں۔ نوسو آسمان کی زبانیں سکھائیں، نوسو ہوائی پرندوں کی زبانیں سکھائی۔ نوسو کیڑے مکوڑوں کی زبانیں عطا فرمائیں۔ چھتیس سو زبانوں کا علم اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو عطا فرمایا۔
(تفسیر نعیمی پ۱۲ ص۴۲۸)

یہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام وہ نبی ہیں جن کو نبوت ملی ہے تو صدقہ کملی والے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔ میاں جب صدقہ لینے والوں کے علم کا یہ عالم ہے تو صدقہ دالے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی شان کا کیا عالم ہوگا۔

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ "شفا شریف" میں فرماتے ہیں کہ سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صرف عربی نہیں بلکہ دنیا کی ہر زبان پر مکمل عبور حاصل تھا کوئی بھی بندہ کسی ملک کا آتا کسی زبان کا ہوتا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی بات سن کر اس کی زبان میں جواب دیتے۔

(شفا شریف ص۴۴ شرح حدائق بخشش پنجم ص۱۵۸)

تو عرض کر رہا تھا چڑیا آئی۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچی تو کہاں؟ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں کیوں؟ اُس کو پتہ تھا یہی سُپریم کورٹ ہے۔ یہیں میری اپیل سُنی جائے گی۔ یہیں میری حاجت روائی ہوگی۔ یہیں میری مشکل حل ہوگی۔

میرے دوستو! سب عقل مند ہو۔ پڑھے لکھے ہو۔ سوچو چڑیا پہنچتی ہے تو بارگاہِ مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وُہ چڑیا کعبہ شریف نہیں جا کر پہنچتی۔ مسجد نبوی میں نہیں پہنچتی۔ محراب میں نہیں پہنچتی۔

جنہوں نے اس کے بچے اُٹھائے تھے وہاں جا کر نہیں پہنچتی، پہنچتی ہے تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں پھیرے لگاتی ہے تو کریم آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طواف کرتی ہے۔ تو آمنہ رضی اللہ عنہا کے لال کے کیوں؟ اس لئے کہ چڑیا کو یقین تھا۔ اگر میری جھولی بھرتی ہے تو سدرہ کے راہی نے میری آس پوری کرنی ہے تو اللہ تعالیٰ کے پیارے ماہی نے وُہ چڑیا ہو کر بے عقل ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سہارا مان گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا آسرا مان گئی۔ یہ انسان ہو کر، عالم ہو کر، پڑھ لکھ کر نہیں مانتا۔ اللہ تعالیٰ ماننے کی توفیق دے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ

؎ آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر وُہ مان گیا

تو چڑیا کہاں آئی۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس۔ سُبحان اللہ! میاں کملی والے کا مقام تو بڑا بلند ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام

بھی۔ اللہ تعالیٰ کی عطا سے سرکار عَلَیہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام کے فیض سے پرندوں کی حاجت روائی فرما دیتے ہیں۔

میرے اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری عَلَیہِ الرَّحمۃ تشریف فرما ہیں۔ مُریدین زیارت سے اور آپ کے ملفوظات سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ اچانک ایک پرندہ گوگھی آئی اور آکر میاں صاحب کے دائیں کاندھے پر بیٹھ گئی۔ اپنی بولی میں بولی پھر بائیں کندھے پر آ بیٹھی، اپنی بولی میں کچھ بولی۔ غوثِ زماں، قطبِ دوراں، میرے اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد علیہ الرحمۃ مسکرا پڑے۔ سر ہلا کر فرمانے لگے جا ٹھیک ہو جائے گا۔ وہ گوگھی اُڑ گئی۔ کسی مُرید کو پتہ نہ چلا یہ کیا کہہ گئی ہے۔

اعلیٰ حضرت نے کیا جواب دیا ہے۔ عصر کی نماز کا ٹائم ہو گیا۔ آپ نے باجماعت نماز ادا فرمائی۔ نماز پڑھ کر چادر کندھے پر رکھی۔ مُریدوں سے فرمایا۔ ساتھیو! آؤ ذرا باہر چلتے ہیں۔ میاں صاحب مُریدوں کو ساتھ لے کر باہر سڑک پر تشریف لائے۔ کیا دیکھا کہ ایک آدمی دو مزدوروں کو ساتھ لے کر کلہاڑا آرا سمیت کہیں جا رہا ہے۔ آپ نے اُس آدمی سے پوچھا بھائی کہاں جا رہے ہو؟ اُس نے کہا۔

حضور آج فلاں جگہ ایک شیشم یعنی ٹالی کا درخت خریدا ہے۔ وہ کاٹنے جا رہا ہوں۔ پوچھا۔ بیچ کر کتنے پیسے مل جائیں گے۔ عرض کی حضور تقریباً پانچ کے قریب ہو جائیں گے۔ آج سے سو سال پہلے پانچ روپے بہت بڑی رقم تھی۔

میاں صاحب نے جیب میں سے پانچ روپے نکالے اُس آدمی کے ہاتھ میں رکھے۔ فرمایا: بھائی یہ لو پیسے درخت نہ کاٹو۔ اُس نے کہا

سرکار آپ نے کیا کرنا ہے۔

فرمایا: تم یہ بات چھوڑ دو پیسے لو اور واپس گھر جاؤ۔ وہ آدمی چلا گیا۔ مریدوں نے کہا: حضور آپ نے اس درخت کو کیا کرنا ہے۔

فرمایا: کچھ نہیں۔ عرض کی پھر لیا کیوں ہے۔ میاں صاحب نے فرمایا۔ تمہیں یاد ہوگا۔ صبح کے وقت ایک گوگھی میرے کندھے پر آکر بیٹھی تھی عرض کی جی حضور بیٹھی تھی۔ فرمایا: جانتے ہو اس نے مجھے کیا کہا تھا۔ حضور ہمیں تو کوئی پتہ نہیں، فرمایا: اس نے مجھے کہا تھا کہ مجھے اجڑنے سے بچالو۔ فلاں ٹالی کے درخت کو فلاں آدمی نے خرید لیا ہے۔ وہ شام کو آج اسے کاٹنے آئے گا۔ حضور اس درخت پر میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اگر درخت کٹ گیا میرا گھونسلا گر جائے گا میرے بچے مرجائیں گے۔ سرکار جب اس درخت کا سودا ہوا میں درخت پر بیٹھ کر سوچنے لگی کہ اب کیا کروں؟ اب کیسے اپنا گھر بچاؤں؟

سرکار مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ ہوا کہ آپ کے دربار میں حاضر ہوکر مدد کی درخواست کرو۔ حضور اب اس درخت کو کٹنے سے بچا کر میرے بچے بچالو نہیں تو وہ رل جائیں گے مرجائیں گے۔ اس لئے میں نے یہ کام کیا ہے۔ سبحان اللہ!

میاں یہ شان ہے خدمت گاروں کی سرکار کا عالم کیا ہوگا؟ تو چڑیا پہنچتی کہاں آئی۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کیوں کہ چڑیا کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ

ساڈا وسیلہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دا در ہے\
تے کعبہ دا کعبہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دا گھر ہے

میاں اگر چڑیا کی مشکل سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حل ہو سکتی ہے تو غلام مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مشکل کیوں نہیں حل ہو سکتی۔ آ ذرا دامن پھیلا تو سہی میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام' اللہ تعالیٰ کی عطا سے تجھ پر کیسے کرم فرماتے ہیں' کیسے نظر کرم فرماتے ہیں۔

ے ہزاراں رنگاں دچہ رنگیندے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
توں دی در محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تے آ بڑ نصیباں!

تو سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرے صحابہؓ عرض کی' جی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' فرمایا: کس نے اس کے بچے اٹھائے ہیں' کیونکہ یہ تمہاری شکایت کر رہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں' ہم نے عرض کی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بچے تو ہم نے اٹھائے ہیں میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اس کے بچے اس کے گھونسلے میں رکھ آؤ۔
حضرت عبداللہ فرماتے ہیں' ہم واپس آئے اس کے بچوں کو اس کے گھونسلے میں رکھا۔

(خصائص کبریٰ جلد دوم ص۱۵۴، ۱۵۲، حجۃ اللہ علی العالمین ص۷۵۵)

میرے دوستو! پتہ چلا کہ شیر بھی میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا طواف کرتے ہیں۔ پرندے بھی میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارد گرد چکر کاٹتے ہیں۔ میاں شیر اور پرندے تو جاندار ہیں آپ کتابیں پڑھ کر دیکھیں' بے جان چیزیں بھی میرے آقا کا طواف کرتی ہیں۔ سلام عرض کرتی ہیں

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک عظیم صحابی حضرت یعلیٰ بن مرہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جارہے تھے۔ سفر کے دوران ایک جنگل میں ہم ٹھہرے۔

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام صحابہؓ کو فرمایا: تھوڑی دیر آرام کرلو۔ پھر آگے چلیں گے۔ حضرت یعلیٰ فرماتے ہیں، جہاں جس صحابیؓ کو مناسب جگہ ملی وہ وہیں لیٹ گیا۔

حضرت یعلیٰ فرماتے ہیں، سرکار نے مجھے فرمایا: یعلیٰ میں نے عرض کی جی حضور، فرمایا: میں بھی تھوڑی دیر آرام نہ کرلوں۔

میں نے عرض کیا: غریب نواز ضرور آرام فرمائیے۔ میں جاگ کر آپ کی خدمت میں رہوں گا۔ حضرت یعلیٰ فرماتے ہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آرام فرما تھے میں جاگ رہا تھا اچانک میں نے کیا دیکھا کہ

"فَجَاءَتْ شَجَرَةٌ تَشُقُّ الْاَرْضَ ط"

ایک درخت جو دور کھڑا تھا زمین کو چیرتا ہوا سیدھا سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس پہنچا۔ جہاں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آرام فرما تھے اس نے کیا کیا۔ فرماتے ہیں۔

"حَتّٰی غَشِیَتْہُ ط" کہ اس نے آکر اپنی ٹہنیوں سے سرکار پر سایہ کرلیا اور کافی دیر تک سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں کھڑا رہا۔ "ثُمَّ رَجَعَتْ" پھر اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ جب واپس جانے لگا تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارد گرد طواف کرنے لگا۔

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسمِ پاک کے چکر کاٹنے لگا جیسے حاجی کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ درخت میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا طواف کرنے لگا۔ سُبحانَ اللہ!

حضرت یعلیٰ فرماتے ہیں۔ تھوڑی دیر آرام فرمانے کے بعد سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جاگ گئے۔ بیدار ہوئے تو میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، فرمایا: کیا بات ہے۔ عرض کی آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ جو سامنے درخت کھڑا ہے ناں، جب آپ آرام فرما تھے میں نے دیکھا یہ زمین کو چیرتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کا طواف بھی کیا۔ آپ پر سایہ بھی کیا پھر واپس چلا گیا ہے۔

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرا پڑے۔ فرمایا: جانتے ہو یہ میرے پاس آکر میرا طواف کر کے مجھ پر سایہ کر کے کیوں کھڑا رہا۔

عرض کی آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے تو کوئی پتہ نہیں، میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے یعلیٰ جب میں اس جنگل میں پہنچا میں آرام کرنے کے ارادے سے لیٹا تو اس درخت نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء کی آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کس بات کی فرمایا:

"اِستَاذَنَتْ رَبَّھَا"

اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا۔

اے خالقِ کائنات آج تیرا حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس جنگل میں تشریف لایا ہے۔ پتہ نہیں پھر کبھی یہاں سے گزر ہو گا کہ نہیں، پھر تیرا محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہاں آئے گا کہ نہیں۔

آج مجھے تھوڑی دیر کے لئے اجازت دے کہ

"فِیْ اَنْ تُسَلِّمَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ"

"میں تیرے حبیب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر زیارت بھی کرلوں، طواف بھی کرلوں اور درود وسلام کے گجرے بھی پیش کرلوں"

"فَاَذِنَ لَھَا"

تو اللہ تعالیٰ نے یہ تمام کام کرنے کی اجازت اس درخت کو دی اِس لئے یہ درخت میرے پاس آیا تھا۔ سُبحان اللہ!

(حجۃ اللہ علی العالمین ص۴۲۵، مراۃ شرح مشکوٰۃ جلد نمبر ۸ ص۲۲۹، ۲۴۰، مشکوٰۃ شریف ص۵۴)

میرے دوستو! خیال کرو کتنی شانوں والا، کمال والا اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول عطا فرمایا۔ پھر کیوں نہ ایسے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گیت ہم گائیں، کیوں نہ اُس کی عظمت کے جھنڈے بلند کریں۔

سے آپ جنہاں نوں راضی کر دیتے تے
کی زندگی دا اعتبار اے
نام اودھے نوں ورد بنالیئے
تے جیہڑا عاصیاں دا غم خوار اے
اوہ سوہنا ہر سوہنے نالوں نے
دو جگ دا سردار اے
اوہ دل دار نیازی ساڈا تے
جیہڑا پاک خدا دا یار اے

تو عرض کیا کرتا تھا کہ شیر نے عرض کی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اگر اجازت دو تو آپ کے قدم بھی چوم لوں، سجدہ بھی کر لوں، طواف بھی کر لوں، ساتھ آپ کی امی حلیمہؓ کے بھی قدم چوم لوں جس کی گودی میں کملی والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو کھیلتا ہے؟

پھر بکری اٹھانے کی بات کروں گا۔ میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی۔ سیدہ حلیمہؓ ڈرنے لگی۔

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اماں گھبرا نہیں، ڈر نہیں، خوف نہ کر، ڈرے تو وہ جو اکیلا ہو، جو تنہا ہو، جس کے ساتھ محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو اُسے ڈرنے کی ضرورت نہیں، شیر قریب آیا۔ سیدہ حلیمہؓ کی بارگاہ میں عرض کرنے لگا۔ بی بی جی گھبرا نہیں، میں تیری بارگاہ میں بھلا کیسے گستاخی کر سکتا ہوں کیونکہ تو میرے سردار کی ماں ہے۔

حلیمہؓ میں تیرا ہی نہیں تیرے کتوں کا بھی غلام ہوں۔ شیر قریب آکر سرکار کا طواف کرنے لگا۔ قدم چومے سر قدموں میں رکھ کر رو کر کہنے لگا۔ سجناں میں نے بکری اس لئے نہیں اٹھائی تھی کہ اس بکری کو کھاؤں اس کو اپنی خوراک بناؤں۔

میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر اٹھائی کیوں تھی؟ عرض کی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ جو سامنے غار ہے اس میں مجھے رہتے ہوئے اسی ۸۰ سال ہو گئے ہیں۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج سے اسی ۸۰ سال پہلے میں اسی جنگل میں شکار کے لئے پھر رہا تھا کہ اس جنگل کے ساتھ ایک عیسائیوں کا گرجا تھا۔ اس میں ایک عیسائی عالم رہتا تھا وہ کبھی کبھی اپنے دوستوں میں وعظ کیا کرتا تھا۔

آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اُس دِن وُہ تقریر کر رہا تھا۔ میرے کانوں
میں اُس کی آواز آئی میں بھی چھپ کر اس کی تقریر سُننے لگا۔ اُس نے تقریر
شروع کی تو آپ کی شان بیان کرنے لگا۔

کہنے لگا دوستو! تمہیں مبارک ہو چند سالوں کے بعد وُہ رسُول دُنیا
میں تشریف لانے والے ہیں جن کی خوشخبری ہمارے پیارے نبی سیّدنا
عیسیٰ علیہ السّلام ہمیں دیتے رہے اب وُہ رسُول آنے والا ہے جو ختم
نبوّت کا بادشاہ ہوگا۔ بڑی عظمتوں رفعتوں کا مالک ہوگا۔

یہ وُہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہے جس کے دَم قدم سے اللہ تعالیٰ
نے جہان میں رونقیں لگائی ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتا تو کائنات کی کوئی چیز نہ بنتی، یہ
سب صدقہ ہے اُسی محمد کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا یہ وُہ رسُول ہے
جس کی تعریف زمین والے بھی کریں گے۔ آسمان والے بھی کریں گے۔ فرش
والے بھی اس کے گیت گائیں گے۔ عرش والے بھی، یہ وُہ نبی ہے جس کے
ناز مخلوق تو کیا خُود خالقِ کائنات بھی اُٹھائے گا۔

ساری دُنیا اللہ تعالیٰ کو راضی کرتی ہے۔ وُہ خالق ہو کر محبوب کے
ناز اُٹھاتے ہوئے فرمائے گا۔ محبوب ہم تجھے عطا فرمائیں گے تو اپنے اللہ
تعالیٰ سے راضی ہو جائے گا۔ (پ۳۰)

سرکار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم! پھر اُس نے آپ کے کمالات معجزات
کے واقعات بیان کئے۔ میں تو آپ کا نام سُن کر آپ کے کمالات سُن کر
آپ پر عاشق ہو گیا۔ وُہ عالم جب تقریر کر رہے تھے تو ایک آدمی نے اُٹھ
کر پُوچھا کہ مولوی صاحب وُہ رسُول کہاں پیدا ہوگا۔

اُس عالم نے فرمایا: دوستو! وُہ پیدا مکّے میں ہوگا۔ لیکن دُودھ اُس کو

اس علاقے کی دائی حلیمہؓ پلائے گی اور کبھی کبھی وہ نبی اس جنگل میں جس میں آپ تقریر سن رہے ہیں۔ بکریاں بھی چرانے آیا کرے گا۔ اللہ اکبر!

تقریر ختم ہو گئی لیکن میں نے ارادہ کر لیا۔ نیت کر لی کہ میں ساری زندگی اس جنگل میں گزاروں گا۔ بھوک پیاس برداشت کر لوں گا۔ لیکن یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں نے سر سجدے میں رکھ کر دعا کی تھی، اے خالق کائنات، اے مالک کائنات مجھے اتنی زندگی ضرور دینا تاکہ میں تیرے محبوب تیرے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کر لوں!

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ پچھلے دنوں اس جنگل میں اپنی امّاں حلیمہؓ کی بکریاں چرانے تشریف لائے۔ جنگل کے سارے پتھروں نے مجھے آکر بتایا کہ آج اس جنگل میں اللہ تعالیٰ کے آخری نبی غریبوں بے سہاروں کو سینے سے لگانے والا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لایا تھا۔ ہم نے جی بھر کے اس محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کی ہے۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے دل میں ایک ہوک اٹھی، درد اٹھا، میری آہ نکلی کہ میں کتنا بدنصیب ہوں کہ سارے شجر زیارت سے مستفیض ہوتے مگر میں نہ آپ کی زیارت کر سکا۔ میری زندگی کا مقصد ہی فوت ہو گیا۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے ساری رات نیند نہیں آئی، بار بار میں غار سے نکلتا اور دیکھتا کہ صبح ہوتی ہے کہ نہیں، کب صبح ہو آپ بکریاں لے کر جنگل میں آئیں۔ میں بد نصیب بھی آپ کی جی بھر کے زیارت کر لوں۔

آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب صبح ہوئی بکریاں آئیں لیکن آپ نہ آئے۔ میں پریشان ہو گیا۔ اب کیا ہوگا عمر میری ختم ہے۔ بیمار بھی ہوں، کہیں ہیں دیکھے مجھے موت نہ آجائے۔ میری مدتوں کی حسرت دل ہی میں نہ رہ جائے۔

میں نے سوچا اب کیا کروں؟

کیا طریقہ اختیار کروں جس سے کملی والے کی زیارت ہو جائے۔

میں کافی دیر سوچتا رہا آخر کار میرے دل میں یہ مشورہ آیا۔ یہ تجویز آئی کہ سرکار کی زیارت کا اور کوئی راستہ نہیں۔ ایک ہی راستہ ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس بکری کا دودھ پیتے ہیں وہ بکری اٹھا لوں جب حضرت حلیمہ بکری کو نہیں دیکھے گی لازمی طور وہ آپ کو بتلائے گی۔ آپ ضرور اپنی اماں کو تسلی دینے کے لئے جنگل میں تشریف لائیں گے۔ جب آپ جنگل میں آئیں گے۔ میں بکری کے بہانے آپ کی زیارت بھی کر لوں گا۔ طواف بھی کروں گا سجدہ بھی کر لوں گا۔ قدم بوسی بھی ہو جائے گی۔

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیری عزت وعظمت کی قسم بکری کھانے کے لئے نہیں اٹھائی۔ بکری کا بہانہ تھا تیری زیارت کا نشانہ تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر میں شہر میں گیا۔ لوگ ڈر جائیں گے۔ بکری اٹھا لیتے ہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکری کے بہانے آئیں گے وہ بکری لے جائیں گے۔ میں جی بھر کے زیارت کر لوں گا۔

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے بکری اٹھائی ضرور ہے میں لے ضرور گیا ہوں لیکن اس کو ایک خراش بھی نہیں آئی۔ میں نے لاٹھی نہیں ماری۔ کوئی ضرب نہیں لگائی میں نے اس کا گوشت نہیں کھایا۔ ہاں اتنی بے ادبی کی ہے۔ اٹھا کر لے گیا ہوں۔

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر میری باتوں پر یقین نہیں تو اپنی بکری سے پوچھ لیں۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں ساری رات بکری کی آنکھیں دیکھتا رہا ہوں۔

بکری، کہنے لگی: اے ابوالحارث میری آنکھیں کیوں دیکھتا ہے میں نے کہا اس لئے کہ تیری آنکھوں نے سدرہ کا راہی رب عزوجل کا ماہی دیکھا ہے۔ وادیٔ کشمیر کا شہزادہ میاں محمد علیہ الرحمۃ اسی طرف گئے کہ

؎ جنہاں اکھیاں نے دلبر ڈٹھا
اساں اوہ اکھیاں تک لئیاں
تو ملیوں تے خالق ملیا
تے ہن آساں لگ پئیاں

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آ بیٹھے آپ خود بکری سے پوچھ لیں۔ میرے آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جیسے اٹھا کر لے گیا تھا ویسے ہی اٹھا کر لے آ اور میری ماں کے قدموں میں پیش کر۔ میں نے امی سے وعدہ کیا تھا۔ اماں روتی جا رہی ہو۔ ہنستی نہ آؤ ناں تو میرا نام بھی محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں۔ سبحان اللہ!

شیر دوڑتا گیا۔ بکری لے آیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ اماں دیکھ یہی بکری ہے۔ سیدہ حلیمہ نے عرض کی بیٹا واقعی یہی بکری ہے۔ سیدہ نے بڑھ کر کملی والے کا ماتھا چوم کر کہا بیٹا۔ میں مان گئی تم تو جو کہتا ہے کر کے دکھاتا ہے۔

(مواعظ قادریہ صفحہ ۲۲۳)

پتہ چلا کہ

؎ دل کو کیف و سرور ملتا ہے
قرب رب غفور ملتا ہے

تجربہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ ہے
جو بھی مانگو ضرور ملتا ہے

ہے تو بس نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سہارا اپنا
اُن کے صدقے سے ہی چلتا ہے گزارا اپنا
ہم کو طوفان کی موجوں کا کوئی خوف نہیں
ہم اسی نام سے پالیں گے کنارا اپنا

میرے دوستو!
معلوم ہوا کہ جنگل کے درندے بھی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی ذات کو پہچانتے ہیں اور اُن جانوروں کا بھی ادب کرتے ہیں جن کو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے نسبت ہو جائے۔

ناقۂ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام

میرے دوستو! سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، نورِ مجسّم، والیٔ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے جلیل القدر صحابی، مفسرِ قرآن، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

ایک دن تاجدارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد نبوی شریف میں اپنے غلاموں کے سامنے تقریر فرما رہے تھے۔ موضوع تھا صدقہ خیرات کرنے کا ثواب جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے وعظ فرمایا تو صحابہؓ کے دِل میں صدقہ خیرات کرنے کا جوش اور جذبہ پیدا ہوا۔ ہر آدمی، ہر صحابیؓ نے اپنی استطاعت کے مطابق صدقے میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ ایک دیہاتی اعرابی جس نے سرکار

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نیا نیا کلمہ پڑھا تھا۔ ایک بڑے پیارے خوبصورت اونٹ پر سوار ہو کر وہ بھی تقریر سننے کے لئے اور زیارت کے لئے حاضر تھا۔ جب میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ خیرات کے فضائل بیان فرمائے تو صحابہؓ جھوم اٹھے۔

میاں آجکل کوئی اچھی آواز، رنگ ڈھنگ والا ایک مقرر خطاب کرے تو لوگ اللہ تعالیٰ کے نام پر سب کچھ قربان ہونے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں وہ تو شہنشاہِ مدینہ تھے۔ وہ تو کائنات کے سلطان تھے وہ تو واعظین، مقررین، محدثین میں علم کے خزانے تقسیم فرمانے والے تھے۔ خود میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

"وَاللّٰہُ یُعْطِیْ وَاَنَا قَاسِمٌ" (بخاری شریف)

اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے۔ میں کائنات میں تقسیم کرتا ہوں۔

جب علم لینے والوں میں یہ تاثیر ہے۔ دینے والے مدنی ماہی کی زبان میں کتنی کشش اور تاثیر ہو گی۔ تو سرکار کی تقریر سن کر اس اعرابی نے کہا آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اونٹ جو مجھے بڑا پیارا ہے۔ میں اسے اللہ تعالیٰ کے نام پر صدقہ کر کے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، اسے بیچ کر فقراء، مساکین میں اس کا مال خرچ فرما دیں قبول فرمایئے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت بلالؓ سے فرمایا۔ بلال، عرض کی جی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فرمایا: اس کی نکیل پکڑ لو۔ تقریر کے بعد اس کی بولی لگاؤ۔ بیچ کر سارا پیسہ غرباء، فقراء میں تقسیم کر دو۔ عرض کی ٹھیک ہے میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

تقریر ختم ہو گئی، اس اونٹ کی بولی شروع ہو گئی۔ میرے آقا صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت عمرؓ کو قریب بُلا کر فرمایا ، عمرؓ عرض کی ، جی آقا : فرمایا : جاؤ ۔ اُس اُونٹ کو تم خریدو لیکن ہوگا میرا مال بھی میرا ہوگا ۔ صرف تم نے خریدنے میں اپنا آپ ظاہر کرنا ہے ۔ سُبحان اللّٰہ !

میرے آقا صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خود کیوں نہ خریدا تو عُلماء فرماتے ہیں ۔ اگر سرکار خریداروں میں شامل ہوتے تو کسی صحابیؓ نے تعظیم کی وجہ سے حیاء کی خاطر سرکار صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بولی پر بولی نہیں لگانی تھی اِس لئے میرے آقا صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت عمرؓ کو اپنی جگہ آگے فرمایا : بولی شروع ہو گئی ۔ سب سے زیادہ قیمت سیّدنا عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ نے لگا کر سرکار صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لئے وہ اونٹ یا اونٹنی خرید لی ۔

میرے آقا صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا اسے وہاں باندھ دو جہاں دوسرے جانور بندھے ہوئے ہیں ۔ اونٹ باندھ دیا گیا ۔ سرکار صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم جب صبح کو تہجد کی نماز پڑھ کر صبح کی جماعت کرانے کے لئے گھر سے نکلے تو آپ کا گزر اُسی اُونٹ کے پاس سے ہُوا ۔ جو دن کو خریدا گیا تھا ۔ سرکار صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم اس کے پاس سے گزرے تو اُس نے چہرہ آسمان کی طرف کیا ۔

عرض کی اے ربّ کائنات آج مجھے انسانوں والی زبان عطا فرما تاکہ میں تیرے یار کی بارگاہ میں دُرود و سلام کی لڑیاں نچھاور کر لوں اور میں اپنا تعارف کراؤں کہ میں کیسے آپ تک پہنچا ہوں ۔ اللّٰہ اکبر ۔

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں ، وہ سرکار صلّی اللّٰہ عَلَیہ وآلہٖ وسلّم کو دیکھ کر کہتے ۔

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاخَیْرَ الْبَشَرْ"

"اے سارے انسانوں میں بہترین انسان، میرا آپ کی خدمت میں سلام عرض ہو۔"

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَازَیْنَ الْقِیَامَۃ"

"اے قیامت والے دن کی زینت، آپ کی خدمت میں میرا سلام عرض ہو۔"

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاشَافِعَ الْاُمَمْ"

"اے ساری اُمتوں کی شفاعت کرنے والے آقا تیری بارگاہ میں میرا سلام عرض ہو۔"

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ رَبِّ الْعَالَمِیْن"

"اے کائنات کے ذرّے ذرّے کو پالنے والے ربّ کے رسول میرا آپ کی خدمت میں سلام عرض ہو۔"

سُبْحَانَ اللّٰہ!

صدقے جاؤں مدنی ماہی پر جس کو جانور بھی سلام کے دُردود ل کے گجرے پیش کر رہے ہیں۔ جب جانور سلام پڑھتے ہیں تو ہمارا حق تو زیادہ بنتا ہے کہ ہم دن رات کملی والے کی بارگاہ میں صلوٰۃ و سلام کے ہار پیش کریں۔ بلکہ ہر سُنّی یوں کہے کہ

؎ میں سو جاؤں یا مصطفےٰ کہتے کہتے!
کھلے آنکھ صلِّ علیٰ کہتے کہتے!

؎ جو اٹھوں تو کہتا اٹھوں یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
جو بیٹھوں تو صلِّ علیٰ کہتے کہتے
کٹے عمر یا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے کہتے
قضا آئے صلِّ علیٰ کہتے کہتے
جیئیں مصطفےٰ مصطفےٰ کہتے کہتے
مریں ہم تو صلِّ علیٰ کہتے کہتے
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب درود وسلام کی آواز سنی تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اونٹ کی طرف متوجہ ہوئے۔ پیار سے محبت، لاڈ سے اس کا حال پوچھا، خیریت پوچھی، پتہ چلا جو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں صلاۃ وسلام کے گجرے پیش کرتے ہیں۔ کملی والے کی توجہ اس غلام کی طرف ضرور ہوتی۔

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس غلام سے ضرور پوچھتے ہیں، اے میرے غلام سنا تیرا کیا حال ہے۔ کوئی حاجت تو نہیں، کوئی سوال تو نہیں؟ جو اللہ کی بارگاہ سے حل کروانا ہو میں کرا دوں۔

میرے مسلمان بھائی جب بھی فرصت ملے درود وسلام ضرور پڑھا کرو۔ کملی والے کی نگاہ کرم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہوتا ہے تو اونٹ نے جب صلاۃ وسلام کا تحفہ پیش کیا تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ کھڑے ہو کر اس سے خیریت پوچھی۔ سارا حال پوچھا کہ کہاں کہاں رہے ہو۔ بچپن کیسے گزرا ہے تو اونٹ نے کہا: آقا جس

اعرابی نے مجھے بیچا ہے میں اُس کے پاس آنے سے پہلے ایک یہودی کی ملکیت میں تھا عمر بھی میری کوئی زیادہ نہیں تھی۔ وہ یہودی مجھے اکیلا جنگل میں چھوڑ کر آتا تاکہ میں چارا کھا کے اپنا پیٹ بھر سکوں۔

آقا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام میں کئی کئی دن راتیں جنگل میں بسر کرتا تھا خوب کھاتا تھا۔ سرکار صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا جنگل میں تو بڑے درندے ہوتے ہیں تو پھر کیسے یہاں پہنچا ہے؟

اُس اونٹ نے کہا، آقا میرا بچنا تو مشکل تھا۔ پر اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے صدقے جنگل کے درندوں سے بچائے رکھا۔ فرمایا وہ کیسے عرض کی آقا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جب رات کا ٹائم ہوتا جنگل کے بھیڑیئے، شیر، ریچھ ہر قسم کے درندے میرے ارد گرد آ کر کھڑے ہو جاتے میری زیارت کرتے کافی دیر زیارت کرنے کے بعد جب جاتے تو ایک دوسرے کو کہتے۔

"لَا تُؤْذُوْهَا"

خبردار! کوئی درندہ اس جانور کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔ کیوں!

"فَاِنَّهٗ مَرْکَبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ" صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کہ عنقریب اس اونٹ پر مکّی مدنی والے آقا سواری فرمانے والے ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰه!

میرے دوستو! خیال کرو ابھی وہ اونٹ سرکار صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں آیا نہیں میرے آقا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اس پر سوار ہوئے نہیں پر جنگل کے درندے پہلے بتا رہے ہیں، یہ سرکارِ مدینہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے۔

میاں جب جنگل کے درندوں کے علم کا یہ عالم ہے تو اُن درندوں، پرندوں بلکہ ساری کائنات کے امام محبوب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے علم کا کیا عالم

ہوگا۔ اونٹ نے کہا۔

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے صدقے اللہ پاک نے درندوں سے ایسے بچایا اور جنگل میں خوراک بھی آپ کے صدقے خوب اچھی ملتی۔ فرمایا وہ کیسے عرض کی، آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب میں جنگل میں چرتا تو جنگل میں سے

"فینادی النبات الیّ"

ہر سبز چیز، ہر پودے سے، ہر ٹہنی سے آواز آتی۔ اے چرنے والے ہماری طرف آ ہمیں آکے چر جا کیوں

"فانک لمحمد"

کہ تو محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے خاص ہے۔

میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں اُس دن سے آپ کے ہجر میں آپ کی جدائی میں رو رہا ہوں کہ کب وہ وقت آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کرم فرمائے گا میں اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کروں گا جس کی نبوت کی عظمت کی شان کی گواہیاں جنگل کے درندے پرندے، سبزیاں گھاس، درخت، شجر و حجر دے رہے ہیں۔

آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آج میں بڑا خوش ہوں۔ اپنی قسمت پر نازاں ہوں کہ آپ کی ملکیت میں آگیا ہوں۔ آپ کی زیارت کر رہا ہوں۔ سبحان اللہ میرے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد ہاں یہی چاہتی ہے ہرنی داد
اسی در پر شتران ناشاد گلہ رنج و عنا کرتے ہیں

سے اپنے مولیٰ کی بس شانِ عظیم جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں

میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب اس اونٹ کی باتیں سنیں تو بڑے خوش ہوئے۔ بڑی خوشی کا اظہار فرمایا۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر اس کا نام رکھا۔ "غضبا" اس کا معنی غضبناک ہونا (المنجد ص۸۰۲)

اس اونٹ پر میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر سواری فرماتے۔ ایک دن اسی اونٹ نے عرض کی۔ آقا میری ایک آپ کی خدمت میں عرض ہے۔ اگر قبول فرمائیں تو زہے نصیب۔ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کون سی؟

عرض کی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ میرے لئے۔ اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں۔ گزارش کریں کہ جس طرح آپ مجھ پر دنیا میں سواری فرماتے ہو اسی طرح کل قیامت میں آپ مجھ پر سواری فرمائیں گے۔ اور جب جنت میں آپ سواری فرمائیں تو یہ اعزاز بھی آقا مجھے ہی حاصل ہو۔

دوسری عرض یہ ہے کہ دعا کریں کہ مجھے آپ سے پہلے موت آجائے میں اپنی آنکھوں سے آپ کی وفات نہ دیکھوں۔ اگر آپ مجھ سے پہلے وفات فرما جائیں تو اپنے غلاموں کو حکم دے جائیں کہ آپ کے بعد مجھ پر کوئی سواری نہ کرے۔ کیونکہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ رسول کائنات کی سواری بننے کے بعد کوئی غیر نبی مجھ پر سوار ہو۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب غضبا اونٹ کی یہ باتیں سنیں تو مسکرا پڑے۔ مسکرا کر فرمایا: اے غضباء گھبرا نہیں تیری دونوں

درخواستیں قبول ہو گئیں ہیں۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑی کرم نوازی۔ سبحان اللہ!
جو نبی، جو رسول اونٹوں کی حاجتیں، مشکلیں حل کرا سکتا ہے۔ میرا
ایمان ہے وہ اپنے غلاموں کی کلمہ پڑھنے والے عاشقوں کی حاجتیں، مشکلیں
حل کرا سکتا ہے۔ انشاء اللہ!

جب سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف کا وقت آیا
تو سرکار کائنات نے اپنی بیٹی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا۔ فرمایا:
بیٹی عرض کی جی بابا جی، فرمایا: بیٹی میرا آخری وقت آن پہنچا ہے۔ میں چند
گھڑیوں کا مہمان ہوں تمہارے پاس، بیٹی جب میں وصال پا جاؤں میرے
اونٹ عضباء پر کسی کو سواری نہ کرنے دینا۔ کیونکہ میں نے اس سے وعدہ کیا
ہوا ہے تم خود اس اونٹ کا خیال کرنا۔

سیدہ، طیبہ، طاہرہ، عابدہ، زاہدہ حضرت سیدہ فاطمہ کے آنسو آ گئے۔
رو کر کہا باباجان آپ کی وصیت پر انشاء اللہ عمل ہو گا۔

چند دنوں کے بعد خالق کائنات کا ماہی بظاہر دنیا چھوڑ کر پردہ فرما
گئے۔ مدینہ شریف میں قیامت صغریٰ برپا ہو گئی۔ ہر انسان، ہر صحابی، کملی
والے کی وفات پر رو رہا ہے۔ آنسو بہا رہا ہے۔ انسان تو ایک طرف
مدینہ شریف کا ذرہ ذرہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر غم سے نڈھال
ہے۔ وہ اونٹ جس کے بارے میں میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
وصیت فرمائی تھی۔ جب اس کو پتہ چلا کہ امام المرسلین سید المرسلین دنیا سے
پردہ فرما گئے ہیں۔

اس کا حال بڑا عجیب ہو گیا۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کھانا پینا چھوڑ
دیا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غم میں ہر وقت گم سم رہنے لگا کسی طرف

دیکھتا نہیں۔ بس سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، سرکار کے پیار میں روئے جاتا ہے۔ کوئی اٹھائے اٹھتا نہیں۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات شریف کے چند دن بعد ایک رات کو سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار شریف پر حاضری دینے کے بعد گھر کی طرف تشریف لا رہی تھی کہ آپ کا گزر اسی غضباء اونٹ کے پاس سے ہوا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر اونٹ نے آواز ماری۔

اے سیدہ ذرا میرے قریب آ کر میری عرض سنتی جانا۔ جب سیدہ قریب ہوئیں تو اس اونٹ نے سیدہ کی بارگاہ میں پہلے ادب سے سلام کہا کہ

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَابِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ"

"اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری بچی، پیاری بیٹی تیری خدمت میں میرا سلام عرض ہو"

سیدہ فاطمۃ الزہرا نے جب اونٹ کو سلام کرتے دیکھا تو جواب دیا کہ "وَعَلَیْکَ السَّلَامُ" اے میرے باباجان کی پیاری سواری تجھ پر بھی میرا سلام ہو۔ سبحان اللہ!

سیدہ نے فرمایا: اے بابا کی سواری تیرا کیا حال ہے تو اس اونٹ نے سیدہ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ اے بی بی جی!

"مَاشَاءَ لِیْ عَلَفٌ وَلَا شَرَابٌ مِنْہُ تُوُفِّیَ"

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ "۔

کیا بتاؤں جب سے آپ کے باباجان کا میرے آقا کا' اللہ تعالیٰ کے ماہی کا وصال ہوا ہے۔ اُس دن سے مَیں نے محبّت ، رسُول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام میں فرقت نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام میں گھاس کھانا، پانی پینا چھوڑ دیا ہے۔

اَے بی بی جی اَب میرا آخری وقت پہنچ گیا ہے۔ مَیں دیکھ رہا ہُوں میں چند گھڑیوں کا مہمان ہُوں۔

"اَلَکِ حَاجَۃٌ اِلٰی اَبِیْکِ"۔

اگر کوئی پیغام کوئی سَنِیْتاً دینا ہے تو دے دو کیُوں کہ

"فَاِنِّیْ ذَاھِبَۃٌ اِلَیْہِ"۔

کہ مَیں مَرنے کے بعد سَب سے پہلے آپ کے باباجان کی خدمت میں حاضری دُوں گا۔ اللہ اکبر!

ہے اُونٹ لیکن کہتا ہے میری وفات ، کا وقت آگیا ہے۔ مَیں مَرنے کے بعد سرکار صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہُوں گا۔
لوگ کہتے ہیں۔ ولیوں کو پتہ نہیں کہ کب مَریں گے۔ کب فوت ہوں گے۔ میاں اگر اُونٹ اپنی موت جانتا ہے تو رسُول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا غلام نہیں جانتا کہ مَیں نے کب وصال کرنا ہے؟
اگر اُونٹ بعد وفات کے سرکار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی زیارت سے مشرّف ہوگا تو کیا ساری زندگی کملی والے کے پیار میں، عشق میں زندگی بسر کرنے والا۔ سرکار صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زیارت نہیں کرے گا۔

ہوش کرو منکر وں۔ جب اونٹ نے کہا کہ میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں جارہا ہوں تو

"فَبَکَتْ فَاطِمَۃُ"

سیدہ فاطمۃ الزہرا کی آہیں نکل گئیں، آنسو نکل گئے۔ سیدہ نے روتے ہوئے پیار بھرے، شفقت بھرے ہاتھ بابا جان کی سواری پر پھیرے۔ سیدہ بھی اس اونٹ کے پاس زمین پر بیٹھ گئیں اس کا سر پیار سے اپنی گود میں رکھ لیا۔

قربان جاؤں، اے غضبا تمہیں محبوب خدا جل جلالہ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیاری لخت جگر کی گود نصیب ہوئی۔ جب سیدہ نے اس اونٹ کا سر اپنی گود میں رکھا تو پھر ہوا کیا۔

"حَتّٰی مَاتَتْ فِیْ تِلْکَ السَّاعَۃِ"

وہ اونٹ اسی وقت فوت ہوگیا۔ اس کی روح پرواز کر گئی اللہ اکبر! سیدہ فاطمۃ الزہرا نے اس کے لئے ٹاٹ کا کفن تیار کرایا۔ اس کفن میں لپیٹ کر اس کے لئے ایک قبر بنائی گئی اسے کفن دے کر دفن کر دیا گیا۔ تین دن کے بعد اس کی قبر کو کھودا گیا تو وہ قبر میں نہیں تھا۔ کہاں چلا گیا؟ عاشق کہتے ہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں۔ سرکار کی خدمت میں چلا گیا۔ سبحان اللہ!

"معارج النبوت جلد سوم ص ۶۱، ص ۶۲، جامع معجزات ص ۹۷ ص ۹۹ نزہتہ المجالس جلد دوم ص ۱۵۴، نسیم الریاض شرح شفاء، شرح حدائق پنجم ص ۳۰، ص ۳۰، سفینۂ نوح دوم ص ۴۷"

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات تو بہت ہی وراء الوریٰ ہے وہ سواری جس پر میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری ہوتا تھی۔ جنگل کے درندے، بھیڑیئے، شیر اس کا بھی حیا کرتے ہیں۔ پر کچھ لوگ عالم ہو کر مسلمان کہلا کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حیا نہیں کرتے۔ مولوی خیال کر، پھر کہنا پڑے گا۔ تیرے سے وہ جنگل کے درندے بھیڑیئے اچھے جو نبی کی عظمت و رفعت شان کو پہچان گئے پر تو اس کا صدقہ کھانے کے باوجود شانِ نبی نہیں سمجھ سکا۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق دے۔ آمین!

میرے دوستو! بات بڑی دور چلی گئی۔ عرض کر رہا تھا کہ سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امی حلیمہؓ کے ساتھ جنگل میں تشریف لائے۔ اور سیدہ حلیمہؓ کی گم شدہ بکری شیر سے واپس دلائی اور واپس گھر تشریف لائے۔ اب میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر روز اپنے بھائی عبداللہ کے ساتھ جنگل میں بکریاں چرانے کے لیے تشریف لے جاتے۔

انشراحِ صدر

سیدہ حلیمہؓ فرماتی ہیں۔ ایک دن محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بھائی عبداللہ کے ساتھ بکریاں چرانے جنگل میں تشریف لے گئے۔ دوپہر کا وقت تھا میرا بیٹا سیدُ اللہ دوڑتا ہوا اور روتا ہوا میرے پاس آیا پسینہ پسینہ اور ہانپتا کانپتا ہوا کہنے لگا۔ امی جان آج قریشی بھائی کا بچنا بڑا محال ہے بڑا مشکل ہے

سیدہ حلیمہؓ نے سنا تو آہیں نکل گئیں، آنسو آ گئے۔ رو کر فرمایا: بیٹا اسے

ہُوا کیا ہے۔

عبداللہ نے کہا: امّی جان ہم بکریاں چرا رہے تھے کہ اچانک آسمانوں سے تین آدمی اُترے اُنہوں نے سفید کپڑے پہنے ہُوئے تھے سبز چادریں لی ہُوئی تھیں۔ اُنہوں نے آتے ہی ہمارے عربی بھائی محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُٹھا لیا۔ اور سامنے پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے۔ وہاں سے جا کر ہمارے قریشی بھائی کو لِٹا کر چھُری سے پیٹ چاک کر دیا۔ وُہ لوگ ابھی تک وہیں تھے کہ ہم دوڑتے ہُوئے آپ کو بتانے آئے ہیں۔

سیّدہ حلیمہؓ نے جب یہ بات سُنیں تو اپنے خاوند کو لے کر اُس پہاڑ کی طرف بھاگی جس پہاڑ کا پتہ عبداللہ نے بتایا تھا۔ جب سیّدہ حلیمہؓ اپنے خاوند کو لے کر اُس جنگل میں اُس پہاڑ کے قریب پہنچی تو کیا دیکھا جانِ کائنات، سیّد المرسلین، شفیع المذنبین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم بڑے سکون کے ساتھ بڑے وقار کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر تشریف فرما ہیں اور ٹکٹکی باندھ کر آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں اور ہونٹوں پر تبسم بھی کھل رہا ہے اور چہرے سے نور کی شعاعیں نکل کر آسمان دُنیا کو منوّر کر رہی ہیں۔

سیّدہ حلیمہؓ فرماتی ہیں، جب مَیں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بالکل ٹھیک دیکھا تو میری جان میں جان آئی مَیں نے آگے بڑھ کر آپ کو بوسے دینے شروع کر دیئے اور کہا کہ اے ساری کائنات سے بڑھ کر عظمت و شان والے تیرے قدموں پر ہم قربان ہو جائیں۔ تمہارا کیا حال ہے۔ تمہیں کس نے تکلیف پہنچائی ہے۔ تیرا پیٹ کس نے چیرا ہے۔ بیٹا بتا:

سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: امّی جان آپ گھبرائیں پریشان نہ ہوں۔ الحمد للہ! مَیں بالکل خیریت سے ہُوں۔ دیکھیں مجھے کچھ

بھی تو نہیں۔

عرض کی بیٹا اب تو تم خیریت سے ہو جو واقعہ پہلے ہو چکا ہے اُس کے بارے بتادو۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مسکرا پڑے۔ فرمایا: امی جان میں اپنے بھائیوں کے ساتھ جنگل میں بکریاں چرا رہا تھا۔ اچانک تین آدمی آسمان سے اُترے اُن کے پاس ایک سونے کا طشت تھا۔ ٹرے تھا جو برف سے بھرا ہوا تھا۔ اُنہوں نے مجھے اُٹھایا پہاڑ پر لے آئے۔ اُنہوں نے بڑے پیار سے محبت، شفقت سے نرمی سے کہا۔ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہاں لیٹ جائیں۔ سیدھا سو جائیے۔ میں سو گیا۔ لیٹ گیا۔ اُنہوں نے میری ہنسلی وہ ہڈی جو گردن کے نیچے ہوتی ہے کے گڑھے سے لے کر پیٹ تک سینہ چاک کیا۔

سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے کہا بیٹا تمہیں تکلیف تو بڑی ہو گی؟ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسکرا پڑے فرمایا: امی جان مجھے تو ذرہ بھر بھی تکلیف نہیں ہوئی۔ میں سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہا۔ اللہ اکبر!

سیدہ نے کہا! بیٹا پھر کیا ہوا۔ عرض کی امی جان پھر اُن میں سے ایک آدمی نے میرے پیٹ میں ہاتھ ڈالا۔ اور میرے پیٹ سے میری آنتیں میرے گردے باہر نکال لئے پھر اُن کو برف سے خوب دھویا۔ صاف کیا پھر اس کو اپنی جگہ رکھ دیا۔ سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بیٹا پھر کیا ہوا۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

"وَقَامَ الثَّانِیْ" پھر دوسرا آدمی اُٹھا۔

"وَاَخْرَجَ قَلْبِیْ" اُس نے میرے پیٹ سے میرے دل کو نکالا۔

"فَصَدَعَہٗ" اُس نے میرے دل کو چاک کیا۔ اُس کو چیر دیا میرے

دِل کو چیر کر اس میں سے ایک سیاہ رنگ کا کالے رنگ کا لوتھڑا نکال کر باہر پھینک دیا۔ کہا کہ یہی وہ لوتھڑا ہے جہاں شیطان اپنا اثر اپنے بُرے خیالات پیدا کرتا ہے۔

اَے محمد صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم یہ لوتھڑا نکال کر ہم پھینک رہے ہیں۔ نہ یہ لوتھڑا ہو گا نہ بے ایمان شیطان اپنے بُرے خیالات تیری ذات تک پہنچائے گا۔ سُبحَانَ اللّٰہ!

اسی لئے میرے آقا فرمایا کرتے تھے کہ اَے میرے غلاموں ہر انسان کے ساتھ اُس کا شیطان ہوتا ہے جو اُسے بُرائی کی طرف مائل کرتا ہے۔ بُرے کاموں کا حکم دیتا ہے۔

"وَلٰکِنْ اَسْلَمَ" لیکن میرے ساتھ جو شیطان ہے۔ وہ میری صحبت کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی عطا سے مسلمان ہو چکا ہے۔

"فَلَا یَاْمُرُنِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ" وہ مجھے نیکی اور اچھی بات کے علاوہ اور کچھ کہتا ہی نہیں۔ سُبحَانَ اللّٰہ!

(دلائل النبوت ص۱۶۴، ذکر حسین ص۱۳۱)

سرکارِ مدینہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں۔ سینہ کا چاک ہونا پیٹ میں سے آنتیں نکالنا۔ گُردے نکالنا۔ دِل کو نکال کر چیرنا۔

"وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْہِ" یہ سب منظر میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہا ہوں۔ اَللّٰہُ اَکبَرُ

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے یہ باتیں خود اپنی زبانی اپنے صحابہؓ کو بتائیں۔ اَب میں آپ سے پوچھتا ہوں بتلیئے؟

کسی عام انسان کا آپریشن ہو کیا وہ بغیر بیہوشی کے سب کچھ اپنی

آنکھوں سے بغیر تکلیف کے گوارا کر سکتا ہے؟ نہیں بلکہ دل کا آپریشن بڑا نازک معاملہ ہے۔ پہلے مریض کو بیہوشی کا ٹیکہ لگایا جاتا ہے۔ پھر مریض کے رشتے داروں سے لکھوایا جاتا ہے کہ مر گیا تو ہم ذمہ دار نہیں پھر آپریشن ہوتا ہے۔ مریض دو چار دن بیہوش رہتا ہے۔ پھر ہوش آتا ہے تو کئی دن ڈاکٹر کہتے ہیں اس سے بولنا نہیں کوئی اس سے کلام نہیں کر سکتا۔ آہستہ آہستہ وہ ٹھیک ہوتا ہے تب جاکر وہ بات کرنے کے قابل ہوتا ہے پر صدقے جاؤں آمنہ کے لال پر صدیق اکبر کے یار پر عمر صرف چار سال ہے۔

فرماتے ہیں میں سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہا ہوں۔ نہ مجھے تکلیف ہوئی نہ میرا خون بہا۔ کیوں تکلیف نہیں ہوئی، کیوں خون نہیں بہا؟ اللہ تعالیٰ بتانا چاہتا ہے کہ میرا حبیب، میرا یار صرف بشر ہی نہیں بلکہ نور بھی ہے۔ سینہ کا چاک ہونا یہ بشریت کی دلیل ہے۔ خون کا نہ نکلنا، تکلیف کا نہ ہونا یہ نور کی دلیل ہے۔

کملی والے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت بھی حق ہے۔ نورانیت بھی حق ہے۔ یہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو صفتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کبھی اپنی حکمت عمل سے یار کی بشریت کو نورانیت پر غالب کر دیتا۔ کبھی نورانیت کو بشریت پر غلبہ دے دیتا۔

دیکھو ناں میدانِ احد میں کافر پتھر مارتے ہیں۔ طائف کے میدان میں بے ایمان روڑے مارتے ہیں تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پاک سے خون پاک جاری ہو جاتا ہے۔ یہ بشریت کا غلبہ تھا۔

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چار مرتبہ سینہ مبارک چاک کیا جاتا

ہے۔ گوشت نکالے جاتے ہیں۔ دل مبارک باہر نکالا جاتا ہے۔ پر خون نہیں آتا۔ تکلیف نہیں ہوتی یہ نورانیت کی بہاریں تھیں۔

پھر توجہ فرمائیں، ہر انسان روح کا محتاج ہے۔ روح دل کے ٹھکانے کا نام ہے۔ دل انسان کے جسم میں نہ ہو انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

دیکھو دنیا والو! میرے یار کا دل جسم میں نہیں لیکن پھر بھی زندہ ہے جو نبی دنیا میں بغیر دل کے زندہ رہ سکتا ہے وہ وفات کے وقت بغیر روح کے بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ سبحان اللہ!

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں کتنی شان والا، عظمت والا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام عطا فرمایا۔ ایسے نبی کے گیت کیوں نہ گائیں، ایسے محبوب پر دن رات درود وسلام کیوں نہ پڑھیں کیونکہ

جو سجائیں درود کی محفل!
وہ بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں
سبز گنبد کو دیکھتے ہیں وہی
جن کے اچھے نصیب ہوتے ہیں
جو نبی کے قریب ہوتے ہیں
وہ خدا کے حبیب ہوتے ہیں
جو مصطفٰے کا ذکر کرتے ہیں
کتنے اچھے وہ خطیب ہوتے ہیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں جب میرا دل چیرا گیا تو میرے دل پر اس آدمی نے مہر لگا دی۔

"فَخَتَمَ بِہٖ فِیْ قَلْبِیْ" جب مُہر لگی تو میرا دل نور سے بھر گیا اُس مُہر پر لکھا ہُوا کیا تھا۔ عُلما فرماتے ہیں کہ اُس پر لکھا ہُوا تھا۔

"تَوَجَّہْ حَیْثُ شِئْتَ فَاِنَّکَ مَنْصُوْرٌ"

اے میرے حبیب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام آپ جدھر چہرۂ انور پھیریں گے۔ کامیابی آپ کے قدم چُومے گی نُصرت اور فتح آپ کا استقبال کرے گی۔ سرکارِ مدینہ نے فرمایا: امّی جان جب سے وُہ مُہر میرے دل پر لگی ہے مَیں اُس وقت سے خُوشی و فرحت اور مسرّت کو محسوس کر رہا ہُوں۔ سرکار صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے ہیں۔

"ثُمَّ اَعَادَ مَکَانَہٗ" پھر میرے دِل کو اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا۔ سیّدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بیٹا پھر کیا ہُوا۔ فرمایا: امّی جان اس کے بعد تیسرا آدمی میرے قریب آیا۔

"فَاَمَرَّ یَدَہٗ" اُس نے میرے سینے پر ہاتھ پھیرا۔

"فَالْتَامَ ذٰلِکَ الشَّقُّ"

پھر وُہ سارا کھلا ہُوا حِصّہ وُہ شگاف فوراً جُڑ گیا۔ ٹھیک ہو گیا۔ ایسے لگا جیسے کچھ ہُوا ہی نہیں۔

سیّدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا سُن رہی ہے، حیران ہو رہی ہیں، عرض کی بیٹا پھر کیا ہُوا۔ امّی جان پھر ایک ترازو لایا گیا۔ ایک پلڑے میں مجھے بٹھایا گیا ایک پلڑے میں دس آدمی کو بٹھایا گیا۔ جب تولا گیا تو وزن میرا زیادہ تھا۔ پلڑا میرا بھاری تھا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

پھر مجھے سو آدمی کے ساتھ تولا گیا۔ میرا وزن پھر بھی بھاری نکلا پھر

ایک ہزار آدمی کو ایک پلڑے میں دوسرے پلڑے میں مجھے بٹھایا گیا پھر وزن کیا گیا پھر بھی وزن میرا زیادہ تھا۔ پھر وہ تینوں آدمی آپس میں کہنے لگے دَعُوْهُ اِسے چھوڑ دو کیوں؟ کہ

"فَوَاللّٰهِ لَوْوَزَنْتُمُوْهُ بِاُمَّتِهٖ"

اللہ تعالیٰ کی عزت وجلالت کی قسم، اگر محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ساری اُمت کے ساتھ بھی تولو تو "لَوَزَنَهَا" سب سے زیادہ بھاری سب سے زیادہ وزنی لیں نکلیں گے۔

"طبقات ابن سعد اوّل ص۱۵۷ ص۱۵۸ مواہب لدنیہ اوّل ص۱۶۵
سیرت ابن ہشام اوّل ص۱۱۱، مدارج النبوت دوم ص۳۴ ص۳۵
معارج النبوت دوم ص۱۲۶ ص۱۲۱، تفسیر مظہری پ۱۸ ک۳۶ ص۳۶۸"
میرے دوستو غور کرو!

یہ آسمانوں سے آنے والے تین آدمی کون تھے۔ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ایک حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے باقی دو معاون فرشتے تھے۔ (الوفا ص۱۴۳، سیرت رسول دوم ص۳۹۸)

حضرت جبرئیل علیہ السلام کیا کہتے ہیں۔ "دَعُوْهُ" محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ دو یہ تو ایک ہزار انسان ہیں۔ اگر کائنات کے سارے انسان ایک پلڑے میں رکھ دیئے جائیں تو پلڑا وہی وزنی ہوگا جس پلڑے میں سرورِ کائنات اللہ تعالیٰ کا پیارا ماہی ہوگا۔ یہ وزن جسمانی نہیں تھا۔ بلکہ روحانی اور نوری تھا۔ کیونکہ جوانی میں ہجرت کی رات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آقا و مولا کو اپنے کاندھوں پر اٹھا لیا تھا اگر جسمانی ہوتا تو صدیق اکبر نہ اٹھا سکتے۔ کیونکہ جب بچپن میں ساری دنیا کے انسان میرے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتے ہیں تو جوانی میں کیسے کوئی انسان اٹھا سکتا تھا۔ پتہ چلا یہ وزن نبوت کا تھا۔ یہ وزن رسالت کا تھا یہ بھار نورانیت کا تھا۔ سرکار کی عظمت کو سرکار کی رفعت کو سرکار کی شان کو، سرکار کے بھار کو دیکھ کر سیدنا جبرئیل علیہ السلام بھی بول پڑے کر

؎ اک پاسے محبوب خدا تے اک پاسے کل خدائی
ایڈی شان تے ایڈی عظمت کسے ہور انسان نہ پائی
سارے نبیاں نالوں اُچّا ایڈا اُچّا ہور نہ کائی
اعظم اُسنوں کون گھٹاوے جسدی رب کرے وڈیائی

میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تیری عظمت کو سلام۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ایک دن طور پہاڑ پر حاضری دی۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی۔ اے خالق کائنات مجھے کوئی ایسا وظیفہ عطا فرما تاکہ میں ہر وقت پڑھوں، دل کو قرار رہے۔ دل کو سکون ملے۔
خالق کائنات نے فرمایا: پیارے "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کا وظیفہ کیا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا مولا کریم بس یہی چھوٹا سا وظیفہ چھوٹا سا ورد۔ رب کائنات کی قدرت مسکرا پڑی۔
خالق کائنات نے فرمایا: موسیٰ بظاہر یہ کلمہ بڑا مختصر ہے۔ بڑا چھوٹا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے اگر اس کلمہ کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دو۔ دوسرے پلڑے میں پوری کائنات رکھ دو۔ پلڑہ وہی بھاری ہوگا جس پلڑہ میں "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" ہوگا۔ سُبحان اللہ!
پتہ چلا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سارے جہان سے بھاری ہے اور

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ سارے انسانوں سے بھاری ہے۔ میاں جب انسان کے نامۂ اعمال میں یہ دو وزنی کلمے ہوں گے۔ قیامت والے دن اس کا نیکیوں والا پلہ کیوں نہ بھاری ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ سُنّی حنفی بریلوی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ذکر کثرت سے کرتے ہیں۔ نماز کے بعد ذکر کرتے ہیں۔ عموماً گھروں میں محفل ہو تو ذکر کرتے ہیں۔ ہر جمعرات کو بزرگوں کے آستانوں پر یہی ذکر ہوتا ہے۔ یہ ذکر دُکھی دلوں کی دوا ہے۔ اُجڑے ہوئے گھروں کی بہار ہے۔ بے قراروں کے لئے قرار ہے سب بے سکونوں کے لئے سکون ہے۔

ایہہ کلمہ نوری پھل میاں
رکھ یاد کدی ناں بھل میاں
سانوں دس گئے ختم رسل میاں
کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ

ایہدا ہر دم ورد کمال میاں
ایہنوں پڑھیا نبی دی آل میاں
دے گئے حکم علیؓ دے لال میاں
کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ

ایہہ سینہ نور و نور کرے !!
ایہہ سب دکھاں نوں دور کرے
شالا سوہنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم منظور کرے
کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں، جب میرا سینہ چر گیا تو شگاف

مل گیا۔ تو اُن میں سے ایک آدمی نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھڑا کر دیا میں بیٹھ گیا پھر اُن تینوں آدمیوں نے میرے سر کو چوما۔ میرے چہرے پر پیار کیا۔ پیار بھی کرتے جاتے ہیں اور کہتے بھی جاتے ہیں۔ اے اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ پریشان نہ ہوں۔ آپ ڈریں بھی نہیں بالکل خوف نہ کریں ہم آپ کے دشمن نہیں دوست ہیں اگر آپ کو معلوم ہو کر آپ کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا کیا سعادتیں۔ کیا کیا درجات، کیا کیا رحمتوں کے خزانے رکھے ہیں تو آپ یقیناً بڑی خوشی کا اظہار فرمائیں۔ آپ کی آنکھیں خوشی سے روشن ہوں۔ آپ کی تمام پریشانیاں دور ہو جائیں۔ آپ خوشی سے جھومنے لگ جائیں پھر مجھے یہ کہہ کر ہوا میں پرواز کرتے کرتے آسمانوں کی بلندیوں میں غائب ہو گئے ہیں۔ امی جان جب آپ آئیں تھیں میں انہیں کو دیکھ رہا تھا۔

سبحان اللہ!

"شواہد النبوت ص۶۶، معارج النبوت دوم ص۱۲۸، الوفا ص۱۴۲، نشر الطیب ص۳۱ ص۳۲"

سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات سنی تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو پھر سینے سے لگا لیا۔ پیار کیا۔ سیدہ نے سرکار کا کرتہ مبارک اٹھایا تو کیا دیکھا۔ سرکار کے سینے پر نشان موجود ہے۔

سیدہ حلیمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اٹھا کر گھر لے آئیں۔ محلے کی عورتیں، مرد، بوڑھے، جوان، بچے سارے میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خیریت پوچھنے کے لئے آئے کہ مکی بھائی محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کیا حال ہے۔ محلے کے تمام لوگوں نے سیدہ حلیمہ سے کہا۔ حلیمہ یہ واقعہ بڑا عجیب و غریب ہے کہ محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سینہ چاک کیا گیا۔ دل

گردے نکالے گئے انہیں کچھ بھی نہیں ہوا حلیمہؓ ہمیں تو ڈر لگ رہا ہے پھر کوئی ایسا واقعہ پیش نہ آجائے کہیں محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ ہمارا مشورہ یہ ہے کہ اس بچے کو واپس ان کے دادا جناب عبدالمطلب اور اُن کی والدہ حضرت آمنہؓ کے حوالے کر آؤ۔

سیدہ حلیمہؓ فرماتی ہیں، میں محلے والوں کی باتیں سن کر سوچنے لگی کہ اب کیا کروں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے پاس رکھوں یا مکے شریف چھوڑ کر آؤں۔ دل تو نہیں چاہتا تھا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے دور ہو جائیں۔ لیکن مجبور ہو کر میں نے فیصلہ کر لیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو والدہ ماجدہ کے حوالے کر دوں۔

جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس مکہ میں

سیدہ حلیمہؓ فرماتی ہیں: میں خاندان کے لوگوں کے کہنے پر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب لے کر واپس مکے چلی تو سارا خاندان، میرا سارا قبیلہ، میرے عربی چاند محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری زیارت کرنے، آخری دیدار کرنے کے لئے آئے کوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ چومے، کوئی رخسار چومے، کوئی ماتھا چومے کوئی زلفوں کو بوسہ دے، کوئی قدم چومے ہر آنکھ میں آنسو جاری ہو گئے۔ ہر بندہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی پر رونے لگا۔

میرے دوستو! خیال کرو ایک عام آدمی دو چار سال ساتھ رہے جب وہ بچھڑنے لگے تو انسان رو پڑتا ہے۔ وہ کوئی عام انسان تو نہیں تھے۔ وہ تو ساری کائنات کے انسانوں کے سردار تھے۔

بنو سعد قبیلے نے چار سال تک میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کے کمالات و معجزات دیکھے تھے۔ وہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی پر کیسے نہ روتے یہ جدائی کا درد یہ بچھڑنے کا غم اُن سے پوچھو جن کے سینے محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معمور ہیں۔ جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلے تو بنو سعد قبیلے کا کیا حال ہوا؟

قلندر کھڑی شہزادہ کشمیر حضرت میاں محمد علیہ الرحمۃ اس کا نقشہ پیش فرماتے ہیں کہ

سہ الوداع ٹرے دل جانی تے مار کلیجے کانی!
حال حقیقت رب نوں معلم تے کی گل کراں زبانی
تیرا میرا اَح اللہ عزوجل بیلی تے سونپ دِتا اُدس تائیں
صحیح سلامت میںنوں تینوں تے پھیر ملائے سائیں
ہور بلائیں سر یہہیاں تے خطرہ نہیں کسے دا!
اک وچھوڑا جھلّن اوکھا تے دائم خوف اسے دا

حضرت سیدہ حلیمہؓ فرماتی ہیں میں سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لے کر جب چلی تو میں نے غائب سے آواز سنی کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ رحمتوں برکتوں کے خزانے قبیلہ بنو سعد سے جا رہے ہیں۔ مکے والے بڑے خوش نصیب ہیں کہ محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر مکے شریف تشریف لا رہے ہیں۔ سیدہ فرماتی ہیں، میری آنکھوں میں آنسو آ گئے لیکن مجبور تھی اس لئے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ شریف لے جانا پڑا۔

سیدہ فرماتی ہیں، جن جن راستوں سے میری سواری گزرتی مجھے دائیں بائیں سے آوازیں آتی کہ کوئی محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں درود وسلام کی لڑیاں پیش کر رہا ہے۔

سیّدہ حلیمہؓ فرماتی ہیں، جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو لے کر مکّہ شریف آ رہی تھی تو راستے میں، مَیں نے ایک عورت کو دیکھا وہ ایک کنوئیں کے کنارے پر بیٹھی زار و قطار رو رہی ہے۔ مَیں نے سواری روکی، مَیں نیچے اُتری، سرکارِ مدینہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام بھی میرے ساتھ نیچے تشریف لائے۔ ہم دونوں ماں بیٹا اُس عورت کے پاس گئے۔

مَیں نے پوچھا بی بی کیوں رو رہی ہو؟ تو اُس عورت نے کہا میرا ایک ہی بیٹا تھا وہ اِس کنوئیں میں ڈوب کر مر گیا ہے۔ اِس لئے رو رہی ہُوں کہ اَب میرا کون ہے اس دُنیا میں، مَیں کیسے زندہ رہوں گی۔ مَیں اُجڑ گئی، مَیں لُٹ گئی، ہائے میرے بچے، میرے لختِ جگر۔

سیّدہ حلیمہؓ نے فرمایا: پر وہ گِر کیسے گیا؟ تو اُس عورت نے کہا۔ حلیمہؓ مَیں اپنے بچے کو لے کر جا رہی تھی وہ میرے کاندھے پر بیٹھا تھا جب اِس کنوئیں کے قریب سے گزری تو اُس نے آگے ہو کر دیکھنے کی کوشش کی توازن بگڑ گیا وہ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا آگے لڑکا تو سیدھا کنوئیں میں جا گرا۔ پانی میں ڈوب کر مر گیا۔ وہ دیکھو اُس کی لاش تیر رہی ہے۔

پھر اِس بی بی نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ سیّدہ حلیمہؓ نے فرمایا: بہن صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ اَب رونا بیکار ہے، جو ہونا تھا ہو گیا۔ مرے ہُوئے زندہ نہیں ہوتے۔ دُنیا سے گئے ہُوئے کبھی واپس نہیں آتے۔ لہٰذا صبر کرو۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مُسکرا پڑے۔

سیّدہ نے سرکار کو مُسکراتا دیکھ کر پوچھا میرے چاند تم کیوں مُسکرائے ہو۔ فرمایا امّی جان کیا کہہ رہی ہو، گئے ہُوئے واپس نہیں آتے۔ فرمایا: ہاں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: امّی جان اگر تم کہو تو اِس گئے ہُوئے بچے کو

میں اللہ تعالیٰ کی عطا سے واپس نہ لے آؤں۔ فرمایا: بیٹا وہ کیسے۔ فرمایا: دیکھو میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کنوئیں کے کنارے پر کھڑے ہو کر اشارہ کیا کہ اے پانی محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہیں حکم دیتا ہے کہ تو خود بخود اللہ تعالیٰ کے حکم سے کناروں تک آجا۔

سیدہ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے دیکھا پانی چھلانگیں مارتا ہوا کنوئیں کے کناروں سے بھی باہر آگیا۔ جب پانی اوپر آیا تو اس مائی کا بچہ جو مردہ تھا وہ بھی تیرتا ہوا کناروں تک پہنچ گیا۔

میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بچے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں، جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا تو بچہ اللہ پاک کے حکم سے کھڑا ہو گیا اور یہ کہنے لگا۔

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

"اے اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام تجھ پر میرا سلام عرض ہو"

عورت نے جب اپنے بچے کو زندہ دیکھا تو دوڑ کر بچے کو سینے سے لگا لیا۔ پیار کیا۔ پھر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں گر کر قدم چوم کر شکریہ ادا کرنے لگی۔

سیدہ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں وہ عورت اپنے بچے کو چومنے لگی۔ میں اپنے چاند کے بوسے لینے لگی۔ سبحان اللہ!

(جامع معجزات ص۳۵ ص۲۵۱)

قربان جاؤں عمر کتنی ہے صرف چار برس پر مائی کا رونا برداشت نہیں کر سکے۔ اشارہ کیا تو پانی بھی قدموں میں آگیا۔ مردہ بچہ بھی زندہ ہو گیا وہ مائی

جو پہلے رو رہی تھی اب وہی مسکرانے لگی اور گویا کہنے لگی کہ

؎ نہ ہیر دگایاں بن دی اے
نہ درد سنایاں بن دی اے
اللہ عزوجل دیا سوہنیا محبوباں!
گل تیرے بنایاں بن دی اے

سیدہ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لے کر مکہ شریف پہنچ گئی۔ جب مکہ شریف کے قریب پہنچی تو مجھے قضائے حاجت ہوئی۔ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک درخت کے نیچے بٹھایا اور عرض کی، اے میرے پیارے آپ یہاں بیٹھو میں ابھی قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آئی۔ سیدہ حلیمہ رض فرماتی ہیں جب میں قضائے حاجت سے فارغ ہو کر واپس آئی تو کیا دیکھا محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں موجود نہیں، جہاں میں بٹھا کر گئی تھی۔ میں بڑی پریشان ہوئی۔ تلاش کیا۔ لیکن سرکار نہیں ملے۔ میں نے رونا شروع کر دیا اور زبان سے بلند آواز سے کہنا شروع کر دیا۔

"وَا مُحَمَّدَا وَا مُحَمَّدَاہ"

ہائے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کہاں چلے گئے۔ آپ کدھر تشریف لے گئے۔ میں نے بڑا تلاش کیا۔ لیکن سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملے نہیں۔ سیدہ حلیمہ رض فرماتی ہیں۔ میں مایوس ہو گئی کہ اب کیا ہو گا۔ اب میں سرکار کے دادا اور ان کی والدہ کو کیا جواب دوں گی۔

سیدہ حلیمہ رض فرماتی ہیں۔ میں نے قسم کھا لی اگر مجھے محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ ملے تو میں خودکشی کر لوں۔ لیکن واپس نہیں جاؤں گی۔ سیدہ حلیمہ رض

نے وہیں بیٹھ کر بلند آواز سے رونا شروع کر دیا اور کہنا شروع کر دیا۔ اے میری آنکھوں کے نور، اے میرے دل کے سرور، اے میری دل کی راحت، اے دکھیوں کے دکھ دور کرنے والے، اے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے والے، اے میرے گھر کے چراغ۔ اے روتے ہوئے کو ہنسانے والے۔ محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تم کہاں چلے گئے دیکھو تیری دکھی ماں تجھے دو سال اپنا شیر پلانے والی حلیمہ تجھے لوریاں دینے والی دائی تجھے سینے سے لگانے والی سعدیہ تجھے بلا رہی ہے۔ اب آ بھی جا کملی والیا۔ اب آ بھی جا رب کے ماہی اب آ بھی جا سدرہ کے راہی، اب آ بھی جا اللہ تعالیٰ کے پیارے ماہی اب آ بھی جا۔ سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں۔ میرے رونے کے اثر سے وہاں کے درخت رونے لگے۔ زمین رونے لگی۔ ذرات رونے لگے، جتنے قریب انسان موجود تھے وہ رونے لگے۔ اللہ اکبر!

سیدہ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رو رو کر کملی والے کو بلاتی ہے۔ جب یہ بات خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ نے پڑھی تو وہ بھی رو پڑے اور رو کر کہا کہ۔

آوے ماہی تینوں اللہ عزوجل دی لے آوے
تے ہن مدتاں ہو گیاں بڑیاں!
ہجر تیرے وچ مدنی ماہی تے
میری اکھیاں لائیاں نیں جھڑیاں
ایہناں اکھیاں رونا اس دن سکھیا
تے جدوں واقف تیریاں بنیاں
یار فریدا روناں او دوں وی نہیں مکنا
تے جدوں نجھڑن کفن دیاں کڑیاں

سیدہ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رو رو کر کملی والے کو بلا رہی ہے۔ اچانک ایک بوڑھا آدمی ہاتھ میں ڈنڈا پکڑے سیدہ حلیمہؓ کے پاس آیا۔ اور آکر کہنے لگا۔ بیٹی کیوں رو رہی ہو؟

سیدہ نے فرمایا: بابا جی میں نے دو سال تک محمد بن عبداللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دودھ پلایا تھا۔ اب اس کو لے کر اس کے دادا عبدالمطلب کے حوالے کرنے جارہی تھی۔ میں نے اسے یہاں بٹھایا تھا۔ جب واپس آئی تو وہ یہاں موجود نہیں تھا۔ رو رہی ہوں کہ اب کیا بنے گا۔ اب میں ان کے دادا جان کو کیا جواب دوں گی؟

اس بوڑھے نے کہا بیٹیا رو نہیں، آئیں تجھے ایک ایسی ہستی کے پاس لے جاتا ہوں جو تیرے بیٹے کا پتہ بھی جانتی ہے اور تیرا بیٹیا تجھے ملا دے گی۔ سیدہ حلیمہؓ نے سنا خوش ہوگئی۔ فرمایا: بابا تیرے قدموں پر میری جان قربان جلدی بتا وہ کون سی ہستی ہے۔ جسے میرے بیٹے کا پتہ ہے۔ اس بوڑھے نے کہا کہ وہ سامنے دیکھ ہمارا عبادت خانہ ہے۔ اس میں ہمارا سب سے بڑا خدا جس کا نام ہبل ہے تو اس کے پاس چل اسے تیرے بچے کا پتہ ہے۔ وہ تجھے اس کا پتہ بھی بتادے گا۔

سیدہ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب یہ بات سنی تو جلال میں آ گئیں فرمایا: بابا تیرا بیڑہ غرق ہو تیرا ستیاناس ہو۔ تجھے پتہ نہیں کہ یہ وہ محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جس دن یہ پیدا ہوئے تھے تمہارے بت تھرتھرا کر گر گئے تھے اور ٹوٹ گئے تھے۔ تیرا خدا اس محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سامنا بھی نہیں کر سکتا تو کہتا ہے کہ وہ مجھے ان کا پتہ بتائے گا۔ سیدہ حلیمہؓ فرماتی ہیں، وہ بوڑھا کہنے لگا۔ مائی تو دیوانی تو نہیں تو

کیسے الفاظ ہمارے معبودوں کے بارے کہہ رہی ہو۔ یہ غلط ہے تو میرے ساتھ چلو تو سہی، تجربہ تو کرو تم کچھ نہ کہنا۔ سب کچھ میں کہوں گا تم پاس کھڑی رہنا۔ سیدہ حلیمہؓ فرماتی ہیں وہ بوڑھا زبردستی مجھے اپنے خداؤں کے پاس لے گیا اور اپنے بڑے خدا کے سامنے ہاتھ باندھ کر کہنے لگا۔

اے میرے آقا، اے میرے معبود آپ کا لطف و کرم اور فضل ہمیشہ قریش پر رہا ہے اور کوئی حاجت مند آپ کے دروازے سے کبھی خالی نہیں گیا۔ حضور اس مائی حلیمہ سعدیہ کا بیٹا محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کہیں گم ہو گیا ہے۔ اس بیچاری کا حال برا ہے۔ آپ مہربانی فرمائیں، اسے بتائیں کہ اس کا بیٹا اس وقت کہاں ہے۔

سیدہ حلیمہؓ فرماتی ہیں جب ہبل اور دوسرے بتوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پاک سنا تو سارے منہ کے بل گر پڑے۔ اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت شان رفعت اور کمالات بیان کرنے لگے کہ سرکار کو اللہ تعالیٰ کیا درجے مرتبے عطا فرمائے گا۔ پھر کہنے لگے۔ اے بوڑھے خبیث ہماری نظروں سے دور ہو جا تم لوگوں نے ہمیں زبردستی خدا بنایا ہوا ہے۔ حالانکہ ہم خدا کے قابل نہیں عنقریب اسی محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ باقی رہ گیا محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں، رسول ہیں، نبی ہیں، پیارے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا محافظ ہے۔ ناصر ہے، پالنہار ہے۔ ساری دنیا گم ہو سکتی ہے لیکن محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کہیں گم نہیں ہو سکتے۔

سیدہ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب اس بوڑھے نے یہ بات سنی۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ڈنڈا ہاتھوں سے گر پڑا پھر مجھے کہنے لگا۔ بیٹی

تیرا بیٹا بڑی شان والا ہے۔ بڑی عظمت والا ہے۔ تیرے بیٹے کو خالق کائنات کبھی پریشان نہیں ہونے دے گا۔ تیری امانت جہاں بھی ہے۔ صحیح سالم ہے۔ گھبرا نہیں، پریشان نہ ہو اس کو تلاش کر یہی کہیں مل جائے گا۔

(معارج النبوت دوم ص۱۲۹ تا ۱۳۲، جامع معجزات ص ۳۵۱ تا ۳۵۳، شواہد النبوت ص۶۷، مدارج النبوت دوم ص۲۵)

سیدہ حلیمہؓ سرکار کو تلاش کر کر کے تھک گئیں۔ آخر روتی ہوئی پکارتی ہوئی سیدنا عبدالمطلب کی خدمت میں پہنچیں۔ حضرت عبدالمطلب نے جب حلیمہؓ کو روتے ہوئے، آہ و زاری کرتے دیکھا تو فرمایا:

حلیمہؓ کیا بات ہے۔ رو کیوں رہی ہو۔ میرے پوتے محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تو خیر ہے؟ سیدہ حلیمہؓ نے روتے ہوئے کہا۔

اے سردارِ مکہ میں آپ کے پوتے محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لے کر آ رہی تھی تاکہ آپ کے حوالے کروں۔ جب میں فلاں جگہ پہنچی، خود قضائے حاجت کے لئے گئی جب واپس آئی تو محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں نہیں تھے میں تو تلاش کر کر کے تھک گئی ہوں۔ اللہ تعالیٰ جانے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہاں چلے گئے ہیں۔

سیدہ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، حضرت عبدالمطلب نے جب یہ بات سنی تو کوہ صفا پر چڑھ گئے اور بلند آواز سے آپ نے اپنے قبیلے کو پکارا۔ اے آلِ طالب جلدی آؤ۔ تمہیں سردارِ مکہ عبدالمطلب بلا رہا ہے۔ سیدہ حلیمہؓ فرماتی ہیں۔ حضرت عبدالمطلب کی آواز سنتے ہی تمام قبیلے والے جمع ہو گئے۔ کہنے لگے۔

اے ہمارے سردار خیر تو ہے ہمیں کیوں بلایا ہے؟ حضرت عبدالمطلب

نے فرمایا۔ میرا بیٹا محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کہیں گم ہو گیا سارے چلو اُسے تلاش کریں۔ حضرت عبدالمطلب اپنے قبیلے کے ساتھ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو تلاش کرتے کرتے جنگلوں، پہاڑوں، ریگستانوں میں پہنچے۔ لیکن سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں ملے۔ سیدنا عبدالمطلب نے فرمایا۔ اے میرے ساتھیو! تم محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تلاش کرو میں ابھی آتا ہوں حضرت عبدالمطلب تمام ساتھیوں کو چھوڑ کر سیدھا کعبہ شریف تشریف لائے۔ غلافِ کعبہ پکڑ کر رو کر کہا۔

اے ربِ کائنات میرا بیٹا تیرا محبوب محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں مل رہے۔ کرم فرما وہ ہمیں ملا۔ جب دعا کر کے ہاتھ چہرے پر پھیرے تو آسمانوں سے آواز آئی۔ اے عبدالمطلب گھبرا نہیں رونے کی ضرورت نہیں پریشان نہ ہو۔

"اِنَّ لِمُحَمَّدٍ رَبًّا لَنْ یَّخْذُلَہٗ وَلَنْ یُّضِیْعَہٗ"

"بیشک محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ربّ عزوجل ہرگز اپنے محبوب کو ضائع نہیں ہونے دے گا۔ رسوا نہیں ہونے دے گا۔ وہ خود اس کا محافظ ہے۔ ناصر ہے۔"

حضرت سیدنا عبدالمطلب نے عرض کی، اے ربِ کائنات تیرا محبوب میرا بیٹا اس وقت ہے کہاں۔ خالقِ کائنات کی طرف سے آواز آئی گھبرا نہیں۔

"اِنَّہٗ بِوَادِیْ تِہَامَۃَ عِنْدَ الشَّجَرَۃِ الْیُمْنٰی"

"دیکھنا ہی چاہتے ہو تو جاؤ۔ میرا حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام وادیٔ تھامہ

میں یمنی درخت کے نیچے اُس کے پتّے چُن رہا ہے۔"

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے جب یہ آواز سُنی بڑے ہی خوش ہوئے حضرت ورقہ بن نوفل کو ساتھ لیا جب وادی تھامہ میں پہنچے تو کیا دیکھا میرے آقا ساری کائنات کے لجپال، اُمّت کے غم خوار یمنی درخت کے پتّے چُن رہے ہیں۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے سرکار کو دیکھا تو پوچھا:

"مَنْ اَنْتَ یَا غُلَامُ؟"

"اے بیٹے، اے لڑکے تم کون ہو؟" میرے آقا نے فرمایا:

"اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ"

"میرا نام محمد ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) میں عبداللہ کا بیٹا اور عبدالمطلب کا پوتا ہوں۔"

سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے سُنا آنکھوں میں آنسو آگئے۔ فرمایا: اے بیٹے تجھ پر میری جان قربان ہو جائے۔ مجھے پہچانیئے میں تمہارا دادا عبدالمطلب ہوں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مُسکرا پڑے۔ اپنے پیارے دادا ابو کے سینے سے لپٹ گئے۔ سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے سینے سے لگا کر کافی دیر تک پیار کرتے رہے۔ چہرۂ والضحیٰ کے بوسے لیتے رہے۔ ہاتھوں کو چومتے رہے۔ سینے پر پیار کرتے رہے۔

پھر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے آگے اونٹ پر سوار کیا۔ مکہ شریف تشریف لے آئے۔ مکہ شریف پہنچ کر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد کی خوشی میں بہت سا سونا اور بہت سے اونٹ غریبوں، فقیروں میں تقسیم فرمائے۔

(معارج النبوۃ دوم صفحہ ۱۳۰۔۱۳۳، مدارج النبوت دوم صفحہ ۳۶، سیرتِ نبویہ، سیرتِ حلبیہ اوّل صفحہ ۲۹۷۔۲۹۸، حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۵)

میرے دوستو! نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام، سیدہ حلیمہؓ سے گم ہو گئے؟ علماء فرماتے ہیں، یہ راز اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے پھر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ملے کس شان سے اللہ تعالیٰ بتانا چاہتا تھا۔ کہ ساری دنیا میرے یار سے غافل ہو سکتی، ساری کائنات سے میرا نبی غائب ہو سکتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ یار سے غافل نہیں۔ کملی والا اللہ تعالیٰ کے ہر وقت روبرو رہتا ہے۔

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بچپن میں دو مرتبہ گم ہوئے۔ ایک مرتبہ سیدہ حلیمہؓ کے پاس سے ایک مرتبہ سیدنا عبدالمطلبؓ کے پاس سے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم خود فرماتے ہیں۔ میں دادا جان کے پاس تھا میں گم ہو گیا۔ میرے دادا بڑے پریشان ہوئے وہ روتے ہوئے کعبہ شریف کے پاس پہنچے۔ غلافِ کعبہ پکڑ کر دعا کی۔

"اے ربِ کائنات میرے بیٹے محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جہاں کہیں بھی ہے۔ میرے پاس پہنچا دے۔"

اللہ اکبر!

ادھر سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دادا جانی نے دعا مانگی۔ ادھر میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک جنگل میں اکیلے پھر رہے ہیں۔ اتفاق سے اسی جنگل سے ابوجہل اونٹنی پر سوار کہیں سے آ رہا تھا۔ جب اس کی نگاہ سرکار پر پڑی تو اس نے اونٹنی روکی۔ سرکار کو بلا کر پوچھا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آپ یہاں کیوں پھر رہے ہو۔ فرمایا بس ویسے ہی۔ ابوجہل نے کہا ہو سکتا ہے۔ آپ کے دادا جان آپ کو نہ پا کر کتنے پریشان ہوں گے۔ آیئے میں آپ کو ساتھ لے جاؤں۔

میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ ابوجہل نے ڈاچی کو بٹھایا اور کہا۔ اے محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام آیئے میرے پیچھے سوار ہو جایئے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ابوجہل کے پیچھے سوار ہو گئے۔ اب ابوجہل نے اپنی ناقہ کو ڈاچی کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔ مہار کھینچی لیکن اونٹنی اٹھتی نہیں۔ عصا مارا نہیں اٹھی، چابک مارا نہیں اٹھی علامہ رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔

"فَابَتِ النَّاقَۃُ اَنْ تَقُوْمَ"

ناقہ نے، ڈاچی نے اٹھنے سے انکار کر دیا۔ ابوجہل بڑا حیران ہوا کہ میری ناقہ کو ہوا کیا ہے۔ پہلے بالکل ٹھیک آ رہی تھی اب اسے کیا ہو گیا ہے۔ میرے دوستو!

علما فرماتے ہیں کہ پتہ ہے ڈاچی کیوں نہیں اٹھی، کیوں نہیں چلتی اس لئے کہ ڈاچی کو بھی پتہ چل گیا تھا کہ میری پشت پر سلطان کائنات سوار ہو چکے ہیں، پر بدنصیب ابوجہل نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بٹھایا۔ اپنی پشت کے پیچھے ہے۔ میں کیسے چلوں، میں کیسے اٹھوں، میں یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیچھے ہو، نوکر آگے ہو، مالک پیچھے ہو، غلام آگے ہو، نبی پیچھے ہو۔ ابوجہل آگے ہو۔

مجھے محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زلف کی قسم، جب تک ابوجہل میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے آگے نہیں بٹھائے گا میں نہیں اٹھوں گی۔ اللہ اکبر!

ہے ڈاچی ہے۔ اونٹنی ہے، جانور ہے ادب ہی دیکھو کتنا ہے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی معمولی سی بے ادبی بھی برداشت نہیں کر سکی۔

افسوس انسان ہو کر مسلمان کہلا کر، مولوی بن کر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی کرے اور یوں کہے۔ "نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے بڑے بھائی ہیں، ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں، ان کی اتنی تعظیم کرنی چاہیئے جتنی بڑے بھائی کی۔"

(تقویۃ الایمان، ص ۵۶)

افسوس ہے ایسی مسلمانی پر۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی انسانوں کے بارے فرمایا: "اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ ط" یہ تو جانور ہیں بلکہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ

جنہاں دلاں وچ ادب نہ کوئی
تے حیوان اونہاں تھیں چنگے
کرن بے ادبی نبی ولی دی
مذہب انساں دے گندے

ابوجہل اونٹنی کو مارتا ہے پر اونٹنی اٹھتی نہیں، جب اس نے زیادہ اونٹنی کو مارنا شروع کیا تو اونٹنی نے چہرہ آسمان کی طرف کیا۔ عرض کی اے خالق کائنات! بدنصیب ابوجہل مجھے مار کر اٹھانا چاہتا ہے پر میں نے اٹھنا نہیں۔ اے رب کائنات مجھے اجازت عطا فرما۔ مجھے بولنے والی زبان عطا فرما تاکہ میں اس بے ایمان، بے ادب کو بتاؤں کہ میں اٹھتی کیوں نہیں ہوں؟

اللہ تعالیٰ نے یار کے صدقے اونٹنی کو بولنے والی زبان عطا فرمائی۔ اونٹنی زبانِ حال سے بولی کہ "یا احمق" اے احمقوں کے سردار، اے

جاہلوں کے باپ۔

"هُوَ الْإِمَامُ فَكَيْفَ يَقُوْمُ خَلْفَ الْمُقْتَدِيْ"

"میں کیسے اُٹھوں میں کیسے چلوں، او بے ادبا تجھے پتہ نہیں تیری پشت کے پیچھے سارے نبیوں کا امام، ساری کائنات کا سردار، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں"۔

ڈاڈی کہنی سن بے ادبا!!
تے تینوں عقل نہ کوئی!
پچھے تیرے سرکارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم)
جس تے ختم رسالت ہوئی!

اے ابوجہل اگر مجھے اٹھانا چاہتا ہے۔ اگر مجھے چلانا چاہتا ہے تو پہلے محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے آگے بٹھا پھر میں اٹھ کے چلوں گی نہیں تو قیامت آسکتی ہے میں اٹھ نہیں سکتی۔

سُبحان اللہ

جب تک اگے بٹھاویں ناہیں
تے پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم تائیں
ٹکڑے کر دے بیرے کر دے
تے اٹھساں ہرگز ناہیں

ابوجہل نے جب اونٹنی کی بات سنی تو حیران ہو گیا۔ کہنے لگا۔ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تیری بڑی شان ہے، جانور بھی تیرا ادب

کرتے ہیں، تعظیم کرتے ہیں، تجھے پہچانتے ہیں۔ ابوجہل خود کہتا ہے۔

"فَلَمَّا اَرْکَبْتُہٗ اَمَامِیْ"

کہ جب میں نے محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگے بٹھایا تو

"قَامَتِ النَّاقَۃُ"

اونٹنی خود بخود اٹھ کر بجلی کی طرح بھاگنے لگی۔

(تفسیر کبیر جلد نمبر ۸ ص ۴۳۵، تفسیر عزیزی پ ۳۰، سیرت حلبیہ اول ص ۲۹۹

نصرت الواعظین ص ۳۳۲، گستاخ رسول کی سزا ص ۸۶ ص ۸۷)

ے اَگّے جاں بٹھایا سرور!
تے واگ جدوں پکڑائی!
سوہنی چال وکھاوے ڈاچی!
تے بہت خوشی وچ آئی
بے شک سب حیوانات معلم
تے عزت ادب رسولاں
پر اتنا ہوش نہیں انساناں
تے بے دیناں مجہولاں

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ابھی کعبہ کے پاس تشریف فرما ہیں، ابوجہل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لے کر مکہ شریف پہنچ گیا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دادا کے حوالے کیا اور کہنے لگا اے سردار مکہ پتہ نہیں تیرا بیٹا بڑا ہو کر ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔ فرمایا کیوں؟

ابوجہل نے کہا: میں نے تیرے بیٹے کو اونٹنی پر اپنی پشت کے پیچھے بٹھایا تو اونٹنی اس وقت تک نہیں چلی جب تک میں تیرے پوتے کو اپنے

آگے نہیں بٹھایا۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا مسکرا پڑے۔ فرمایا، ابوجہل واقعی میرا بیٹا بڑی شان والا ہے۔ سبحان اللہ!

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سیدنا عبدالمطلب جنگل سے جب تلاش کر کے لائے تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ملنے کی خوشی میں حضرت عبدالمطلب نے سونا غریبوں میں تقسیم کیا کئی اونٹ ذبح کر کے مسکینوں میں گوشت بانٹ دیا۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے جب اپنا لخت جگر دیکھا تو سینے سے چمٹالیا۔ مسرت اور محبت کے آنسو آنکھوں سے چھلک پڑے۔ چار سال کی جدائی کے بعد میرے کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج اپنی سگی ماں سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں تشریف فرما ہیں۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا بہن تیری بڑی مہربانی تو نے چار سال تک میرے لخت جگر کو بڑی محنت سے پالا ہے ہم تیرا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو عرض کی، اے سردار زادی شکریہ تو آپ کا کہ اتنے بختوں والا، شان والا، عظمت والا بچہ چار سال میری کچی کلی میں رہا جس کے قدم کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بلکہ میرے پورے قبیلے پر اپنا کرم فرمایا ہے۔ ہم کنگلے تھے اللہ تعالیٰ نے تیرے شہزادے کی برکت سے ہم کو لکھ پتی بنا دیا ہے۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پھر خدمت کے بدلے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو بہت سا سونا، چاندی، کپڑے، جوتے، طرح طرح کے تحائف دیئے پھر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے خوب انعام واکرام سے نوازا۔ سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے اور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے مجھے اتنا انعام دیا۔ میں بیان

نہیں کر سکتی۔ اللہ اکبر!

حضرت حلیمہؓ نے سیدہ آمنہؓ سے کہا۔ اے میری سردار زادی اب مجھے اجازت ہے۔ میں اپنے وطن جا سکتی ہوں۔ سیدہ آمنہؓ نے فرمایا: بہن بالکل جا سکتی ہو۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ جب حضرت حلیمہؓ جانے لگی تو دل میں محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام رکھنے والو ذرا سوچو ایمان سے بتانا اس وقت حضرت حلیمہؓ کے دل کی کیا کیفیت ہو گی اس وقت سیدہ حلیمہؓ کے دل پر کیا گزری ہو گی جب سیدہ حلیمہؓ جانے لگی تو کملی والے کو سینے سے لگا لیا۔ روتی بھی جاتی ہے اور کہتی بھی جاتی ہے۔ اے محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں نے بڑے بچوں کو دودھ پلایا ہے پر میں نے تجھ جیسا کوئی بچہ نہیں دیکھا۔ کملی والیا تو تو ہمارے گھر کا چراغ تھا۔ ہمارے گھر کی رونق تھی ہمارے گھر کی برکت تھی، ہماری آنکھوں کا نور تھا۔ اب میں جب گھر میں جاؤں گی تو نظر نہیں آئے گا تو میں محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کر کے کسے بلاؤں گی۔ بیٹیا تو مجھے اپنی اولاد سے زیادہ عزیز تھا۔ مجھے اپنی جان سے زیادہ پیارا تھا۔ میں نے چار سال تیری خدمت کی ہے۔ بیٹیا انسان ہوں بشر ہوں اگر کوئی غلطی ہو گئی ہو تو اپنی دائی حلیمہؓ کو معاف کرنا۔

سیدہ حلیمہؓ باتیں کر رہی ہے۔ کریم رحیم آقا کی پیاری پیاری آنکھوں سے موتیوں جیسے آنسو نکل نکل کر رخساروں پر بہہ رہے ہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روتا دیکھ کر میرا دل کہتا ہے زمین بھی رو پڑی ہو گی۔ آسمان بھی سیدہ حلیمہؓ نے آخری بار سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رخساروں پر پیار دیا۔ سیدہ آمنہؓ کو سلام عرض کیا۔ جناب عبدالمطلبؓ کی خدمت میں آداب پیش کیا اور چل پڑی۔

؎ آگیا وقت جُدائیاں والا تے دَردوں ہنجوں جاری
چُپ کر کے جُدوں کول مائی دے تے بیٹھا نبی غفاری

سیّدہ حلیمہؓ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو مکّہ شریف والدہ ماجدہ کے پاس چھوڑ کر اپنے وطن واپس تشریف لے گئیں۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم عمرِ مُبارک کی منزلیں طے کرتے ہوئے جب چالیس برس کے ہوئے تو میرے کریم نبی نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر اعلانِ نبوّت فرمایا: اپنی نبوّت کا اظہار فرمایا۔ یہ نہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو چالیسؒ سال کے بعد نبوّت ملی۔ ناں ناں بلکہ نبوّت کا اظہار فرمایا۔

میرے کریم آقا نبی تو پہلے کے تھے، رسُول تو ہزاروں سال پہلے کے تھے۔ پیغمبر تو لاکھوں سال پہلے کے تھے۔ نبوّت کی سَند نبوّت کا تمغہ نبوّت، خزانہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اللہ کریم نے اُسوقت عطا فرمایا، جب ابھی حضرت آدم علیہ السّلام بھی نہیں بنے تھے۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خُود فرمایا،

"کُنتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ"

مَیں اُس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السّلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے یعنی وہ ابھی بنے ہی نہیں تھے، مَیں نبی تھا۔

"کُنتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ"

(ترمذی شریف، خصائص کبریٰ، مشکوٰۃ شریف ص۵۱۳، جواہر البحار جلد نمبر ۱ ص۱۲۷، نورانی مواعظ اوّل ص۱۳۳)

مَیں اُس وقت بھی نبی تھا۔ جب آدم علیہ السّلام رُوح اور جسم کے درمیان تھے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے ہیں، ابھی نسلِ انسانی کا باپ نہیں بنا ئیں

اللہ تعالیٰ کی عطا سے اُس وقت بھی نبی تھا۔ تو سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے چالیس سال کے بعد جو لوگوں کو بتایا کہ میں نبی ہوں تو وہ اظہار فرما رہے تھے۔ اعلان فرما رہے تھے۔

میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی آواز سُن کر جن کے مقدر میں اسلام لکھا تھا وہ اسلام لے آئے جن کے مقدر میں ایمان نہیں تھا وہ چاند کے دو ٹکڑے ہوتے دیکھ کر سورج کو اُلٹا پھرتا دیکھ کر بھی مسلمان نہ بنے۔

حضرت حلیمہؓ حضرت حارث کا ایمان:۔

میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جب اعلانِ نبوت فرمایا؛ تو سرکار کا اعلان پورے مکے میں ہر انسان نے سُنا۔ صرف مکے والوں نے نہیں بلکہ مدینہ والوں نے سُنا یمن والوں نے سُنا شام والوں نے سُنا۔ ایران والوں نے سُنا۔ عرب والوں نے سُنا۔ عجم والوں نے سُنا۔ ناں! ناں پوری زمین کے ذرات نے سُنا۔ فرش نے سُنا، عرش نے سُنا۔ کائنات کے ذرے ذرے نے میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اعلان کو سُنا۔ کسی نے سُن کر غلامی کا پٹہ گلے میں ڈال کر اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیا۔

کسی نے سُن کر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے فرمان پر عمل نہ کر کے شیطان کو خوش کیا۔ میرے نبی کی آواز سیدہ حلیمہؓ کی بستی العتیق جو وادی بنی سعد کے نام سے مشہور تھی۔ طائف سے ۵۰ کلومیٹر دور وہاں بھی پہنچی۔

سیدہ حلیمہؓ کے خاوند حارث بن عبد العزیٰ نے ایک دن سیدہ حلیمہؓ سے فرمایا؛ حلیمہؓ آج میرا دل کرتا ہے۔ میں مکہ شریف جاؤں اللہ تعالیٰ کا گھر بھی دیکھ آؤں۔ اپنے رضاعی بیٹے محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے بھی مل آؤں تیرا کیا خیال ہے؟

سیّدہ حلیمہؓ نے سُنا تو تڑپ گئیں۔ فرمایا: حارث اکیلے جاؤ گے، مجھے نہیں لے جاؤ گے۔ حضرت حارث نے فرمایا تم بھی ضرور چلنا لیکن سفر بڑا ہے پہلے مَیں جاتا ہوں، حالات کا جائزہ لے کر پھر تمہیں بھی ساتھ لے جاؤں گا۔ سیّدہ حلیمہؓ نے فرمایا ٹھیک ہے۔

حضرت حارث مکّہ شریف پہنچے، کعبہ شریف کا طواف کیا لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں، سارا مکّہ حضرت حارث کو جانتا تھا کہ سرکار صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو آپ کی بیوی نے چار سال بڑی محنت سے بڑے پیار سے پالا تھا۔ اپنا دُودھ پلایا تھا۔ قریش جب حضرت حارث سے ملے تو اُنہوں نے حضرت حارث سے کہا۔

"اَلَا تَسْمَعُ یَا حَارِثُ مَا یَقُوْلُ اِبْنُکَ ھٰذَا"

اے حارث کیا تُو نے سُنا ہے کیا تجھے پتہ چلا ہے۔ تجھے کچھ خبر ہے۔ تیرا بیٹا محمّد کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کیا کہتا ہے۔

حضرت حارث نے فرمایا: مجھے کیا خبر کیا کہتا ہے مَیں تو مکّہ شریف سے دُور رہتا ہوں، تم شہر میں رہتے ہو۔ تمہیں زیادہ خبر ہو گی۔ اچھا وہ کیا کہتا ہے؟

کفارِ مکّہ نے، نبی پاک کے منکروں نے، سرکار کے بے ادبوں نے کہا۔ حارث تیرا بیٹا کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْک ہے۔ محمّد کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اُس کے رسُول ہیں جو اللہ تعالیٰ کو وَحْدَہٗ لَاشَرِیْک مانے گا مجھے اللہ تعالیٰ کا رسُول تسلیم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس کو قیامت کے دِن خوش ہو کر جنّت کے محلّات عطا فرمائے گا اور جو نہیں مانے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن اِنہیں جہنّم میں ڈالے گا۔ جہاں طرح طرح کے عذاب ہوں گے

لوگوں نے کہا قریشِ مکہ نے کہا ہم نے تو بزرگوں سے سنا تھا بس یہی دنیا کی زندگی ہے پھر سب چیزیں ختم، لیکن تیرا بیٹا کہتا ہے نہیں مرنے کے بعد پھر حشر کو قیامت کو اللہ تعالیٰ ساری کائنات کو دوبارہ زندہ کر کے سند اجزا عطا فرمائے گا۔

اے حارث اس کی یہی باتیں سن کر ہم اس کے مخالف ہو گئے ہیں۔ کچھ لوگ اس کے ساتھ ہیں اور اکثر لوگ ہمارے ساتھ ہیں۔ حضرت حارث نے فرمایا، بھئی بات یہ ہے کہ یہ باتیں ہیں تو عجیب، بہر حال میں خود اپنے بیٹے سے مل کر یہ باتیں پوچھتا ہوں۔ سبحان اللہ!

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے دربارِ نبوت پر تشریف فرما ہیں اپنے آستانہ عالیہ میں جلوہ فرما ہیں، اپنے غلاموں کو اسلام کی اہمیت سے دین کے ارکان سے آگاہ فرما رہے ہیں۔

ادھر میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کسی غلام نے آکر با ادب طریقے سے عرض کی حضور آپ کے رضاعی والد حضرت حارث آپ کی رضاعی والدہ سیدہ حلیمہؓ کے شوہر آپ سے ملنے کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بڑے خوش ہوئے ادھر غلام نے خبر سنائی ادھر میرے آقا کے رضاعی والد بھی تشریف لے آئے میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب حضرت حارث کو دیکھا تو استقبال کے لئے آپ کی تعظیم کے لئے میرے نبی کھڑے ہو گئے۔ معانقہ فرمایا۔ گلے سے لگایا۔ بڑا پیار بڑی محبت سے اپنی رحمت والی چادر اتار کر سامنے بچھا کر اپنے رضاعی والد کو اس پر بٹھایا۔ خیریت پوچھی، امی حلیمہ کے بارے پوچھا جب گھر کے حال پوچھ کر فارغ ہوئے تو حضرت حارث نے عرض کی، حضور میں جب کعبہ تشریف

کے طواف سے فارغ ہُوا تو لوگوں نے مجھے آپ کے بارے عجیب باتیں بتائی ہیں کیا یہ صحیح ہیں۔

میرے آقا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا۔ کون سی؛ عرض کی لوگ کہتے ہیں آپ نے فرمایا ہے جب سب لوگ دُنیا سے چلے جائیں گے جب سب انسان فوت ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پھر سب کو زندہ فرمائے گا۔ نیک جنّت میں جائیں گے۔ بُرے دوزخ میں جائیں گے۔ میرے آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم مُسکرا پڑے فرمایا؛ ہاں بالکل دُرست میں نے یہ اعلان کیا ہے۔

پھر سرکار صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت حارث کا ہاتھ بڑے پیار سے پکڑ کر کہا۔ اے ابّا جان آج اگر قیامت کا دِن ہوتا تو میں آپ کو بتاتا کہ کیسے لوگ جنّت میں اور جہنّم میں جا رہے ہیں۔ ابّا جان اگر آپ بھی جنّت میں جانا چاہتے ہو تو میری بات تسلیم کر لو۔ سُبحانَ اللہ!

حضرت حارث نے جب کملی والے کی بات سُنی؛ یہ گفتگو سُنی تو دِل پر اُتر گئی اُسی وقت کلمہ پڑھ کر مُسلمان ہو گئے۔ پھر مُسکرانے لگے۔ کِسی نے کہا حارث مُسکراتے کیوں ہو۔ فرمایا؛ بیٹا اِس لئے کہ میرے بیٹے محمّد کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے میرا ہاتھ پکڑا ہے۔ اب مجھے یقین ہے یہ اِس وقت چھوڑے گا جب مجھے جنّت میں پہنچائے گا۔ سُبحانَ اللہ!

(سبل الھدیٰ جلد ۱ صفحہ ۴۶۹، سیرت حلبیہ اوّل صفحہ ۲۸۱)

میرے دوستو! یہ حقیقت ہے جس نے سرکار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا دامن پکڑ لیا۔ اِن شاء اللہ اس کا بیڑا پار ہے وہ جنّت میں جانے سے کبھی نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ جنّت میرے ربِّ کریم نے بنائی۔ یار کے

غلاموں کے لئے ہے۔

اِسی لئے تو ہم کہتے ہیں کہ

؎ اللہ اللہ عزوجل کریئے تاں گل بن دی اے

کلمہ نبی دا پڑھیئے تاں گل بن دی اے

بندیا رب دیا رب نوں لبھنا سوکھا نہیں

مرن توں پہلاں مریئے تاں گل بن دی اے

ایدھر اودھر کھجل ہونا چنگا نہیں !!

راہ اہل سنت دے چلیئے تاں گل بن دی اے

دولت، عزت، شہرت دا کوئی فائدہ نہیں !

اِدھر میرے آقا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے رضاعی والد نے کلمہ پڑھا اُدھر اللہ تعالٰی اُن پر راضی ہو گیا۔

سرکار صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کے رضاعی والد اپنے بیٹے کا کلمہ پڑھنے کے بعد چند دن رہے پھر وطن تشریف لے گئے۔ سیّدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سرتاج کو دیکھا بڑی خوشی ہوئی، سب سے پہلے اماں حلیمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا حارث پہلے یہ بتا میرے مکّی بیٹے کا کیا حال ہے۔ کیسے گزر رہی ہے۔ میرے لال کی حضرت حارث نے فرمایا :

حلیمہ تمہیں مبارک ہو تیرے بیٹے کو اللہ تعالٰی نے ختمِ نبوّت کا تاج پہنا دیا ہے وہ تو اللہ تعالٰی کا آخری رسول ہے۔ وہ امام الانبیاء ہے سارے نبیوں کا سلطان ہے۔ اُس نے اعلان کر دیا ہے۔

لوگو ! اللہ تعالٰی وحدہٗ لاشریک ہے میں اُس کا رسول ہوں۔ لوگ اس کا کلمہ پڑھ رہے ہیں۔ اسلام قبول کر رہے ہیں۔

حضرت حلیمہؓ نے فرمایا: حارث تم نے کلمہ نہیں پڑھا۔ حضرت حارث نے فرمایا: بخت آور میں کلمہ نہ پڑھتا تو کون پڑھتا۔ لوگ ایک ایک کمال دیکھ کر اسے رسول مان رہے ہیں۔ ہم تو وہ ہیں جنہوں نے اس کے ہزاروں کمال بچپن میں دیکھیں ہیں۔ حلیمہؓ اب میں کافر نہیں مسلمان ہوں۔ بے ایمان نہیں باایمان ہوں۔

حضرت حلیمہؓ نے سنا تو کہا: میرے سرتاج اب مجھے بھی اجازت دو میں بھی مکہ شریف جاؤں، بیٹے کی زیارت بھی کر آؤں، کلمہ پڑھ کے جنت کے ٹکٹ بھی لے آؤں۔ فرمایا: اجازت ہے۔ چند دنوں کے بعد سیدہ طیبہ، طاہرہ، عابدہ، زاہدہ حضرت سیدہ حلیمہؓ بھی مکہ شریف تشریف لے آئیں۔ سرکار کے درِ دولت پر حاضر ہوئی۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امی جان کو دیکھا۔ والہانہ طریقے سے گلے سے چمٹ گئے۔ فرمایا: لوگو میری امی آگئی یہ دیکھو میری امی حلیمہؓ آگئی۔ سبحان اللہ!

جب سیدہ حلیمہؓ تشریف لائیں تو حافظ ابو محمد المنذری اپنی کتاب مختصر سنن ابو داؤد میں فرماتے ہیں۔

"حَلِیمَۃُ اُمُّہٗ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اَسْلَمَتْ"

سیدہ حلیمہؓ سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔

علامہ المنذری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ سیدہ حلیمہؓ نے امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئی احادیث بھی روایت فرمائی ہیں۔

(سبل الہدیٰ جلد نمبر ۱ ص ۴۶۷)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی احادیث سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا سے نقل فرمائی ہیں۔

مسند ابو یعلیٰ۔ طبرانی شریف، ابن حبان' میں حضرت عبداللہ بن جعفر جب روایت بیان فرماتے ہیں تو یوں کہتے ہیں۔

"حَدَّثَتْنِی حَلِیْمَۃُ"

مجھے حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے احادیث رسول کا درس دیا۔

(الاستیعاب جلد ۲ ص ۲۷، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضاعی مائیں ص ۴۶ ص ۴۷)

علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ اپنی شہرہ آفاق کتاب الوفا جلد ۱ صفحہ نمبر ۱۱۲، میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعلانِ نبوت فرمایا تو اعلانِ نبوت کے بعد سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حارث دونوں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔

"فَاَسْلَمَتْ زَوْجُهَا وَبَایَعَا"

انہوں نے بھی اسلام قبول کیا۔ آپ کے خاوند نے بھی اسلام قبول کیا اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں پر بیعت بھی کی۔

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی مائیں، ص ۴۶)

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب ہم تمام دائیاں بچپن میں سرکار کو لینے کے لئے مکہ معظمہ پہنچیں تو حضرت عبدالمطلب نے ہمارے قبیلے کی سردائی کو کہا کہ آؤ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کرو اور اگر آئے تو لے جاؤ۔

امام زرقانی علیہ الرحمۃ یہ روایت لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ دیکھو ابھی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچے ہیں نبوت کا اعلان کیا نہیں لیکن حضرت

حلیمہؓ نبئ پاک کو رسول اللہ بھی کہہ رہی ہیں اور آپ پر درود وسلام بھی پڑھ رہی ہیں۔ امام زرقانی فرماتے ہیں۔

"ھٰذَا صَرِیْحٌ فِیْ اِسْلَامِھَا"

یہی تو سیدہ حلیمہؓ کے اسلام لانے کی واضح اور کھلی دلیل ہے کیونکہ حَیْثُ قَالَتْ رَسُوْلُ اللّٰہِ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) وہ رسول اللہ بھی کہہ رہی ہیں اور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کہہ رہی ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ!

(زرقانی شریف جلد ۱ صفحہ ۱۴۲، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضاعی مائیں صفحہ ۵۱)

مولوی عبدالمجید سوہدروی، غیر مقلد وہابی، ماہنامہ مسلمان سوہدرہ ۴ ربیع الاول ربیع الآخر ۱۹۳۱ء کے حبیب نمبر پر یوں لکھتے ہیں کہ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوت کا دعویٰ فرمایا تو آپ کی رضاعی ماں حلیمہؓ اور اس کا شوہر حارث بن عبدالعزیٰ اور ایک رضاعی بھائی اور رضاعی بہن آپ پر ایمان لائے۔ (ماہ طیبہ سیالکوٹ جولائی ۱۹۹۶ء صفحہ ۳۹)

بی بی شیما کا ایمان۔

فتح مکہ کے بعد ایک غزوہ ہوا جس کا نام غزوہ حنین اس غزوہ میں دو قبیلے بنو ہوازن اور ثقیف عرب کے مشہور قبیلے تھے۔ جرأت اور بہادری ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ دونوں قبیلے کافروں کے قبیلے تھے۔ جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ فرما لیا تو انکو بھی اسلام کی دعوت دی لیکن ان کو اپنی بہادری پر ناز تھا۔ انہوں نے اسلام لانے سے انکار کر دیا۔ اور سرکار کے ساتھ لڑنے کے لئے جمع ہو گئے۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتہ چلا تو سرکار بھی اپنے بارہ ہزار

سپاہی لے کر ان کے مقابلے میں پہنچ گئے یہ دونوں قبیلے جب لڑنے کے لئے آئے تو اپنے بچے بیوی مال سونا چاندی سارا مال متاع لے کر آئے اس نیت سے تاکہ میدان چھوڑ کر کوئی گھروں کی طرف نہ جائے لڑائی شروع ہوئی اُن دو قبیلوں نے اتنے سخت حملے کئے کہ کئی صحابہ کرامؓ شہید ہو گئے۔ صحابہؓ کے پیر اکھڑ گئے۔

جب میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ منظر دیکھا تو میرے کریم نے زمین سے ایک مٹی کی مٹھی اُٹھائی اس پہ قرآن مجید پڑھا۔ پھونک مار کر جب اُن بے ایمانوں کی طرف پھینکی تو فرمایا:

"شَاھَتِ الْوُجُوہ" ط یہ چہرے کافروں کے چہرے قبیح ہو گئے بس یہ کہنا تھا مٹی پھینکی سارے کافر میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔
سُبْحَانَ اللّٰہ!

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

میں تیرے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعتہً منہ پھر گیا

جب بھاگے تو نہ مال دیکھا نہ بچے دیکھے نہ بیویاں یاد رہی، نہ زیورات یاد رہے۔ بس جان بچا کر بھاگ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے یار کے صدقے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ ساری بیبیاں گرفتار ہو گئیں۔ سونا چاندی زیورات سب سرکار کے غلاموں کے قبضے آ گیا۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کئی دن تک وہاں رہے تاکہ کوئی ان قبیلوں کا معزز بندہ آئے، وفد آئے اور ان کو چھڑوا کر لے جائے لیکن کوئی نہ آیا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم واپس تشریف لے آئے سارا

سامان، سارے قیدی آپ نے غلاموں میں تقسیم کر دیئے۔ ان قیدیوں میں سیدہ حلیمہؓ کی بیٹی شیما بھی تھیں۔ اُس نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابیؓ سے پوچھا کہ تمہاری فوج کا سپہ سالار کون ہے، جرنل کون ہے۔ نبی پاک کے صحابیؓ نے فرمایا: بی بی تمہیں پتہ نہیں؟ کہا پتہ ہوتا تو پوچھتی؟

فرمایا، ہماری فوج کے جرنل امام الانبیاء حبیب کبریا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ شیما نے کہا کہ مہربانی فرما کر مجھے اپنے نبی کی بارگاہ میں لے چلو۔

صحابیؓ نے فرمایا، بی بی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصروف ہیں تم ہی کوئی پیغام ہے تو دے دو میں پیغام وقت ملتے ہی پہنچا دوں گا۔ وہ بولی کہ نہیں بھائی میری تمنا ہے۔ تمہارے نبی سے براہِ راست ملوں؟

صحابیؓ نے فرمایا، وجہ کیا ہے بی بی شیما رو پڑی فرمایا۔ میں نے تمہارے نبی کی بڑی شان، بڑی عظمت، بڑی شہرت سنی ہے اور تھوڑا بہت میں بھی جانتی ہوں صحابیؓ مسکرا کر فرمانے لگے اچھا جانتی ہو تو بتاؤ ہمارا نبی کیسا ہے۔ سبحان اللہ!

تو بی بی شیما بولی کہ

میں مسلماناں دے نبی نوں جانتی آں
بڑا رحم تے کرم کمان والا!
آپ بہند اکھبور دیے صف لُتے
تے چادر دشمناں تھلے وچھان والا

؎ خالی آئے سوالی نوں موڑدا نہیئں
تے ہتھیں آپ خزانے لٹاؤن والا
گنہگاراں دی لج اسے ہتھ اوہدے
تے روزِ حشر امت بخشاؤن والا

صحابیؓ نے جب بات سنی تو وجد میں آ گئے۔ فرمایا: بی بی ہو کافرہ ہو۔ بے ایمان ہو۔ نبی کی دشمن کی فوجی کی سپاہی پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جانتی ہے۔ کیسے؟

بی بی شیما نے فرمایا یہ بات یہاں نہیں بتانی۔ تمہارے نبی کے سامنے بتاؤں گی تم بھی وہاں سن لینا۔ ایک مرتبہ مجھے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس لے تو چلو کیوں کہ تمنا ہے کہ
یہ بندہ ہو وہ آقا ہو، یہ منگتا ہو، وہ داتا ہو!

ہوں میرے ہاتھ پھیلے جوش میں ہو رحمت باری

سبحان اللہ!
آج ہر سنی بھی یہی تمنا کرتا ہے کہ

؎ میرے عربی ماہی در تے بلاد
میرا رہنے تے آون نوں جی کردا
اللہ کدی تاں اپنا چہرہ دکھا
میرا دکھڑے سناؤن نوں جی کردا

جب بی بی نے زیادہ اصرار کیا تو سرکار کے غلام کو ترس آ گیا۔ رحیموں کے غلام بھی رحیم ہوتے ہیں۔ وہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سپاہی بی بی کو ساتھ لے کر سرکار کے حجرے پر آیا۔ سرکار اندر آرام فرما ہیں، غلام باہر

پہرہ دے رہا ہے۔ بی بی اندر داخل ہونے لگی۔ دربانوں، غلاموں نے روکا۔ بی بی خیال کرو کہاں جا رہی ہے؟

رک جا بی بی شیما، بڑے فخر کے ساتھ فرماتی ہے تم رک جاؤ تمہیں پتہ نہیں میں کون ہوں؟ میرا تمہارے نبی سے رشتہ کیا ہے؟

غلاموں نے دربانوں سے پوچھا بی بی کیا ہے؟ فرمایا،

"وَاعْلَمُوا اِنِّی اُخْتُ نَبِیِّکُمْ"

یقین کر لو، آگاہ ہو میں تمہارے آقا کی بہن ہوں۔ سبحان اللہ!

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں نے سارے پردے ساری رکاوٹیں دور کر دیئے۔ بی بی اندر چلی گئی یہ حضرت شیما اور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساٹھ سال کے بعد پہلی ملاقات تھی۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ یہ میری شیما بہن ہے۔ پر امت کو مسئلہ سمجھانے کے لئے پوچھا، بی بی کون ہو؟ شیما رو پڑی اور کہا کہ

جے اسیں غریب کنگال نمانے!!
تے تسیں سرداز اچیرے
درد دکھاں دیاں گلاں کرنیاں
تے میں کجھ نال نے تیرے

سرکار نے فرمایا، مائی کیا بات کرنی ہے کہ عرض کی میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچپن میں تیری پیاری شکل دیکھی تھی جب آپ تین چار سال کے تھے اس کے بعد آج پھر زیارت ہو رہی ہے۔

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمر بڑی گزری پر تیرے چہرے پر پہلے سے

بھی زیادہ نُور کی لاٹیں ہیں۔ آقا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ابھی تک آپ نے نہیں پہچانا تو سُنیں میں آپ کی رضاعی بہن شیماں ہوں۔

تُو ساڈے گھر پرورش پائی
تے گلاں یاد کرائیاں
میں شیماں میری ماں حلیمہؓ
تے اسیں ہاں تیریاں دائیاں
ماں میری تینوں دُودھ پلاندی
تے میں سی تینوں چاوندی
نال محبت تینوں چاہندی
تے سارا دن کھڈاوندی

میرے آقا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آپ نے ہمارے گھر پرورش پائی۔ میری امّی آپ کو دُودھ پلاتی تھی میں آپ کو سارا دِن کھیلاتی تھی۔ آقا وہ وقت یاد کرو۔

میں حلیمہؓ دِی ہاں جائی
تے اوہ ہے تیری دائی
اوہ وی دائی تے میں وی دائی
اُتے نال دعوے تے آئی

آقا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں تیری دائی کی بیٹی ہوں، میں بھی تیری دائی ہوں اور تیرے دربار میں بڑے دعوے کے ساتھ آئی ہوں کہ میرا نبی دیر میرے ہانے کی لاج رکھ کر مجھے سُرخرو کر کے دربار سے بھیجے گا۔ وہ کون سے دعوے کے ساتھ آئی ہوں، عرض کی۔

؎ اَج میں وی ڈیرا قیدی بن کے
تے آئی تیرے وچ دوارے
ایہہ گل سُن کے چھم چھم رہین
تے پاک رسول سہارے

جب میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سُنا کر میری بہن شیما بھی قیدیوں میں شامل ہے۔ سرکار کے رحمت والے اٹھ دا گئے پھر ہوا کیا کہ

؎ ووڈیاں اُتوں کمبل لاہ کے
تے پاک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الٰہی
ہیٹھ وچھا یا شیماں دارن
تے اُتے ادباں نال بٹھائی

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رحمت والی چادر اُتار کر زمین پر بچھا دی۔ اپنی رضائی بہن کو اس پر بٹھایا۔ پھر میرے آقا پر رقت طاری ہوگئی۔ میرے آقا کافی دیر روتے رہے۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روتے دیکھ کر سارے صحابہؓ رو پڑے۔ نہیں مکہ رو پڑا۔ مدینہ رو پڑا۔ زمین رو پڑی، آسمان رو پڑا، فرشتے رو پڑے۔ ناں ناں مجھے کہنے دو۔ میرے آقا کو روتے دیکھ کر کائنات کا ذرہ ذرہ رو پڑا۔

میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز ماری صحابہؓ میرے آقا کی آواز سُن کر سب جمع ہو گئے۔ عرض کی لبیک یا رسول اللہ!
اے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا حکم ہے فرمایا،

یہ بی بی میری رضاعی بہن ہے اور اس نے بچپن میں میرے ساتھ دودھ پیا۔ اس نے میری بڑی خدمت کی ہے۔ یہ پہلی مرتبہ زندگی میں ملی ہے۔ اور وہ بھی قیدی کی صورت میں۔

میرے صحابہؓ قیدیوں کے معاملات میں پہلے تم سے مشورہ کرتا تھا لیکن آج میری بہن سوالی بن کے آئی ہے آج کسی سے مشورہ نہیں ہوگا۔ میری بہن کو اور اس کے تمام قیدیوں کو اللہ واسطے رہا کر دیا جائے میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حکم تھا۔ فوراً سارے قیدی بلا معاوضہ آزاد کر دیئے گئے۔

میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سپاہیوں سے فرمایا کہ میری بہن کو تین غلام دو نوکرانیاں، باندھیاں، پندرہ اونٹ اور جتنی بکریاں لے جا سکتی ہے میری طرف سے تحفے کے طور پر ادا کر دو۔ سب چیزیں حاضر ہوگئیں۔ بی بی شیماں رونے لگی۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، بہن رو نہیں یہ دربار رونے والا نہیں، یہ مسکرانے اور لبوں پر مسکراہٹ دینے والا دربار ہے۔ اگر مال کم ہے اور بتا تجھے ملے گا۔ عرض کی آقا تیری یہ تھوڑی کرم نوازی ہے کہ آپ نے ہمیں قید سے آزاد کر دیا۔ اپنا کلمہ پڑھا کے جہنم سے بھی آزادی دلا دے۔ سبحان اللہ!

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمام قیدیوں کو کلمہ پڑھایا۔ اور جنت کا وارث بنا دیا۔ بی بی شیما تو قدموں پہ گر پڑی۔

گر گئے قدموں پہ وہ تو قربان ہوگئیں
پڑھ لیا کلمہ اور وہ مسلمان ہوگئیں

میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے قید سے آزاد کر دیا۔ جہنم سے بھی آزادی دلا دی۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ میرے نبی نے بی بی شیماں کو دین و دنیا کی نعمتیں عطا کر کے فَاَغْنَاھَا غنی کر دیا۔ اللہ اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے۔ اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ پ۱۰۔ اللہ تعالیٰ نے اور اُس کے محبوب نے انہیں غنی کر دیا۔

؎ عزتاں نال نبی نے ٹوریا تے کافی مال دلایا
اُونٹ لدوا کے نال سی بھیجیا تے راوی ذکر لیایا

(الوفا ص۳۳، ص۳۵، مدارج النبوت دوم ص۵۲۵، ص۵۲۶،
معارج النبوت سوم ص۳۹۲، رسائل نعیمیہ ص۲۲، ماہِ کنعان ص۹۲،۹۴
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضاعی مائیں ص۹، ۸، تاریخ ابنِ ہشام دوم ص۲۹۸)

میرے دوستو توجہ فرماؤ:

خالقِ کائنات کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی رضاعی بہن کی کتنی خدمت کی، کتنی عزت کی، کتنا مقام دیا، کتنی شان عطا فرمائی۔

کاش ہم مسلمان سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اُسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے اسی طرح اپنے عزیز و اقارب، اپنے خاندان، اپنے رشتے داروں سے اپنی بہن بھائیوں سے سلوک کرتے، جیسے میرے کملی والے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنی رضاعی بہن سے فرمایا۔

لیکن افسوس کہ خاندان کے قریبی لوگ ایک دوسرے سے عداوت کرتے ہیں، حسد کرتے ہیں، کوئی عزیز اچھا کھالے، اچھا پہن لے، اچھے مرتبے پر چلا جائے۔ برداشت نہیں کر سکتے۔ حالانکہ خاندان کے کسی فرد کا بلند مقام پر چلے جانا۔ یہ پورے خاندان، پورے قبیلے کی عزت ہے

پھر اس آدمی کو بھی اپنے خاندان کا خیال رکھنا چاہیئے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے عزت، شرافت، مقام عطا فرمایا ہے۔ اکثر خاندانوں میں رقابت دیکھی جاتی ہے۔ اِلّا ماشاءاللہ۔ اللہ تعالیٰ سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت وعظمت کے صدقے ہمیں اپنے اور اپنے بندوں کے حقوق کما حقہٗ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بہن شیماں کی کتنی عزت فرمائی۔

میرے دوستو، خیال کرو۔ جب میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی رضاعی بہن کی اتنی عزت فرماتے تھے تو اپنی رضاعی والدہ سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کتنی عزت فرماتے ہوں گے۔

اللہ اکبر!

سیدہ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تعظیم:

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما ہیں، صحابہ کرام کا جمِ غفیر موجود ہے۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلاموں کے درمیان جلوہ فرما ہیں، آگے بھی غلام پیچھے بھی غلام دائیں طرف بھی صحابہ بائیں طرف بھی صحابہ کے درمیان ایسے لگ رہے ہیں، جیسے چاند ستاروں کی جھرمٹ میں موجود ہو۔

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلاموں کو اسلام کی اہمیت، دین کے مسائل سے آگاہ فرما رہے ہیں۔ میرے نبی کے غلام بڑی ہی توجہ سے سن بھی رہے ہیں اور دیدار کی لذت بھی لے رہے ہیں۔ میرے آقا غلاموں کے

سامنے رحمت کے موتی بکھیر رہے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ وعظ کرتے کرتے اچانک سرکار کھڑے ہو گئے اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر تبسم آگیا مسکراہٹ آگئی۔ سبحان اللہ!

دنیا کا ہر انسان ہنستا ہے پر تیرے میرے ہنسنے میں اور نبی کے ہنسنے میں بڑا فرق ہے۔ نبی ہنسے تو جنت کا منظر بن جاتا ہے۔ نبی ناراض ہو تو جہنم کا منظر بن جاتا ہے۔ کیونکہ نبی کی ناراضگی جہنم میں لے جاتی ہے۔

ابوبکر سے نبی راضی ہوا تو بیڑا پار۔ ابوجہل سے ناراض ہوا تو فی النار۔ ابوبکر نے اقرار کیا قیامت تک صدیق بن گیا۔ ابوجہل نے انکار کیا قیامت تک زندیق بن گیا۔

صحابہ فرماتے ہیں، خالق کائنات کا یار درس چھوڑ کر واعظ چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں ہم بڑے حیران ہوئے کہ وہ کون ہے وہ کس شخصیت کا مالک ہے کہ جس کے استقبال کے لئے رب عزوجل کا ماہی کھڑا ہو گیا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دائیں طرف دیکھا۔ بائیں طرف دیکھا آگے پیچھے دیکھا۔ کوئی ایسی شخصیت کوئی نو وارد کوئی نیا مہمان ہمیں نظر نہیں آیا۔ صحابہ فرماتے ہیں اب ہم تلاش کرنے لگے کہ وہ کون سی ہستی ہے۔ وہ کون معتبر ہے جس کے لئے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے ہیں؟ صحابہ فرماتے ہیں ہم دیکھنے لگے دیکھتے دیکھتے جب ہماری نگاہ باب جبرئیل پر پہنچی تو ہم نے بڑا عجیب منظر دیکھا کہ ایک دیہاتی، ایک پینڈو، ایک بدو کی عورت دروازے کے درمیان کھڑی ہے۔ لمبا قد ہے۔ رنگت

سانولی ہے اور چوڑی اور کشادہ پیشانی ہے۔ صحت مند ہے سفید چادر سے پورا جسم لپٹا ہوا ہے۔ ادھیڑ عمر ہے اور بغل کے نیچے ایک سامان کی گٹھڑی بھی لئے ہوئے ہے۔ اونٹنی پر سوار ہے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد سے نکلے۔ صحابہؓ بھی نکلنے لگے میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشارہ فرمایا: تم یہیں رکو۔ صحابہؓ رک گئے میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بی بی کی اونٹنی کے قریب پہنچے۔ اونٹنی بیٹھنے لگی۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا کندھا پیش فرمایا: جس طرح بوڑھا آدمی ٹیک لگا کر اترتا ہے وہ بی بی بھی اسی طرح سرکار کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اترنے لگی۔

صحابہؓ حیران کہ یہ بی بی ہے کون؟ جس کا استقبال جس کے ناز وہ نبی اٹھا رہا ہے جس کے قدموں کو چومنے کے لئے جبرائیل علیہ السلام ترستے جس کو سلامی دینے کے لئے فرشتے بے قرار ہیں حوریں غلامی کے لئے ترسیں، جب بی بی نیچے اتری تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر مسکرا پڑی۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مسکرائے بی بی نے محبت سے پیار سے میرے نبی کی پیشانی چوم لی۔ بی بی نیچے بیٹھنے لگی۔ میرے کملی والے نے اپنی مزمل مدثر والی چادر کملی اتاری اور زمین پر بچھا دی۔ اس مائی کو اپنی چادر پر بٹھایا۔ خود میرے نبی ننگی زمین پر ایسے بیٹھے جیسے باوفا شاگرد استاد کے سامنے بیٹھتا ہے۔ باوفا مرید پیر کے سامنے بیٹھتا ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو زانو ہو کر بی بی کے سامنے بیٹھ گئے۔ صحابہؓ فرماتے ہیں ہم یہ منظر دیکھ رہے ہیں۔ پھر اس مائی نے میرے نبی

سے باتیں کرنا شروع کر دیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سرِ انور جھکایا ہوا ہے۔ بڑی خاموشی سے سن رہے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہمیں اس بی بی کی شان دیکھ کر بڑا رشک آیا۔ کہ کتنی شان والی ہے خود چادر پر بیٹھی رب عزوجل کا اہی جگ کا سلطان ننگی زمین پر بیٹھا ہے۔ صحابہؓ فرماتے ہیں۔ بی بی باتیں بھی کرتی ہے اور میرے آقا کی زلفوں میں پیار سے ہاتھ بھی پھیرتی ہے پھر کبھی کبھی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھوں کو چوم بھی لیتی ہے۔ اپنا سر سرکار کے کانوں سے لگا کر باتیں کرتی ہے۔

صحابہؓ فرماتے ہیں کئی منٹ تک وہ بی بی خالق کائنات کے یار سے راز و نیاز کی باتیں کرتی رہیں پھر وہ مائی اٹھی، سرکار بھی ادب کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ مائی پیچھے ہٹی میرے نبی نے کملی جھاڑ کر کے اپنے کندھے پر رکھ لی پھر مائی کو اندر گھر لے گئے۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آواز ماری، عائشہ، حفصہ، ام سلمہ، جویریہ، میمونہ، ام حبیبہ، زینب، سودہ، جی حضور، فرمایا: جلدی آؤ۔ یہ دیکھو یہ کون ہے۔ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام بیویوں سے بی بی کا تعارف کرایا۔ اس بی بی نے میرے آقا کی تمام ازواج کو پیار کیا۔ سر منہ چوما۔ سینے سے لگایا۔

میرے کملی والے نے فرمایا: عائشہ، جی آقا! فرمایا: میرے حصے کا دودھ کہاں ہے۔ آقا پڑا ہے۔ فرمایا: جلدی گرم کر کے لاؤ۔ میرے حصے کا کھانا بھی لاؤ۔ ادھر بی بی کھانا کھا رہی ہے ادھر میرے آقا نے آواز ماری، فاطمہ، رقیہ، زینب، ام کلثوم کہاں ہو بیٹی۔ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چاروں بیٹیاں

دوڑتی آئیں۔ فرمایا، آماں جی کو سلام کرو، ان کی خدمت میں بڑا ثواب ہے۔ صحابہؓ باہر سن رہے ہیں۔ ادھر میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستانہ پر یہ منظر ہے۔

صحابہؓ فرماتے ہیں، وہ بی بی صاحبہ ایک دو دن مدینہ شریف رہی پھر وہ بی بی اپنے وطن جانے کے لئے تیار ہوگئی۔ صحابہؓ فرماتے ہیں، بی بی تمام نبی کے گھر والوں کو مل کر جب نکلی ماں۔

وہ بڑھیا، وہ بی بی آگے، پیچھے کائنات کا والی، غریبوں کا لجپال نبی، حالت کیا ہے۔ میرے نبی نے اس مائی کی سامان کی گٹھڑی اٹھائی ہوئی ہے۔ اس گٹھڑی میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں نے کیا تحفے باندھے۔ کچھ کھجوریں، کچھ ستو، کچھ کپڑے اور چند تحفے تحائف، آگے وہ بی بی، بی بی پیچھے رب عزوجل کا ماہی، ساتھ شہزادے حسن و حسین کھیلتے آتے ہیں۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بی بی کی سواری کے قریب تشریف لائے۔ مائی کو بڑی تعظیم کے ساتھ، عزت کے ساتھ، اونٹنی پر بٹھایا۔ پھر اونٹنی کی مہار پکڑ کر میرا نبی ساتھ چل پڑا۔

جب مدینہ شریف سے بی بی کے علاقے کا راستہ شروع ہوا تو میرے نبی نے بی بی کو آخری سلام کیا۔ بی بی چل پڑی، جب تک بی بی کی سواری نظر آتی رہی میرا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑا دیکھتا رہا۔ سرکار دیکھتے بھی رہے، رحمت والی آنکھوں سے آنسو بھی آتے رہے۔ جب بی بی نظر سے غائب ہوگئی تو سرکار واپس مسجد نبوی میں تشریف لائے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں نے کہا آقا اگر اجازت ہو تو ایک بات پوچھیں، فرمایا: پوچھو۔ عرض کی سرکار یہ بی بی صاحبہ کون تھیں؟ جس کی آپ نے

اتنی عزت، اتنی تکریم، اتنی تعظیم کی ہے؟

میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سُنا تو اٹھ کر دوڑ آ گئے۔ فرمایا: مدینے والو تم نے مائی کو پہچانا نہیں، یہ پہلی مرتبہ مدینہ شریف آئی ہے۔ اس مائی کے مجھ پر بڑے احسان ہیں، بڑے دینی ہیں، اس نے میری بڑی خدمت کی ہے۔ اس نے مجھے گودی میں چار سال کھلایا۔ اپنا شیر پلایا۔ میرے ناز اٹھائے تو آقا نام کیا ہے؟ فرمایا یہی تو میری اماں حلیمہ ہے حلیمہ سعدیہ ہے۔ سُبحان اللہ!

(خطبات دین پوری جلد نمبر ۲، صفحہ ۲۸۴، صفحہ ۲۸۷، سُنی علماء کی پنجابی تقریریں اوّل صفحہ ۳۸۵، صفحہ ۳۸۹)

میرے دوستو! توجہ کرو۔ یہ حلیمہ میرے نبی کی سگی ماں نہیں بلکہ دائی ہے۔ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نرس ہے۔ میرے نبی کی آیا ہے۔ حلیمہؓ نے میرے نبی کو جب دودھ پلایا تو میرے کملی والے کے دادا جان نے با قاعدہ معاوضہ دیا۔ انعام دیا۔ اجرت دی۔ اب حلیمہ کا بظاہر اکوئی حق نہیں تھا۔ پر صدقے جاؤں معلم کائنات پر میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں، میرے صحابہؓ۔ میں نے حلیمہؓ کا دودھ پیا ہے۔ اب قیامت تک حلیمہؓ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ماں بن گئی ہے۔ اب جو عزت میری سگی ماں کی ہو گی وہی دائی حلیمہ کی ہو گی۔ سُبحان اللہ!

جناب مقصود مدنی نے کتنی پیاری بات کہی کہ

ماواں جنت والیاں چھاواں
تے کہندا اے جگ سارا
ماں میری نُور دِتا ہے سی
تے ربّ نے شان نیارا

؎ میں ساں ذرہ گود اوہدی نے
تے کر دِتا اے تارا !!
کر مقصود دعاواں اوہنے
بھار دِتا لاہ سارا !

سامعین محترم!
دل کی گہرائیوں سے پڑھیں، محبت کی نگاہوں سے دیکھیں کہ رسولِ ہاشمی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دائی کو اپنی رضاعی ماں کو کتنی عزت، کتنی عظمت عطا فرمائی۔

سیدہ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اعلانِ نبوت سے پہلے اور اعلانِ نبوت کے بعد مکہ شریف، مدینہ شریف سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے کئی بار تشریف لائیں۔ صحابہ کرام نے اپنی مقدس نگاہوں سے دیکھا کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ماں کی عزت کی تعظیم کر دی۔
جب میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ حنین سے فارغ ہوئے تو میدانِ حنین کے ساتھ ایک مقام تھا جعرانہ میرے نبی یہاں ۱۶ سولہ دن غزوے کے بعد ٹھہرے رہے۔ صحابہ کرام بھی ساتھ ہیں۔ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی حضرت ابو طفیل عامر ابن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن اپنے غلاموں میں گوشت تقسیم فرما رہے تھے میں بھی شامل تھا۔

"اِذَا اَقْبَلَتِ امْرَاَۃٌ"

کہ اچانک ایک بی بی سرکار کو ملنے کے لئے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔

"حَتّٰی دَنَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ"

یہاں تک کہ وُہ سرکارِ مدینہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے قریب تشریف لے آئیں۔ جب میرے آقا کی نگاہ اس بی بی پر پڑی تو میرے آقا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے گوشت کو تقسیم کرنا چھوڑ دیا۔ سارے کام وہیں روک دیئے۔ اس بی بی کے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے۔ وُہ بی بی بیٹھنے لگی تو

"فَبَسَطَ لَهَا رِدَآءَهٗ"

میرے آقا کائنات کے والی نے بے سہاروں کے سہارے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فوراً اپنی چادر مبارک کندھے مبارک سے اتار کر زمین پر بچھا دی۔ پھر سرکار نے اس بی بی سے فرمایا۔ امّی جان یہاں تشریف رکھیں۔ حضرت ابوطفیل فرماتے ہیں۔

"فَجَلَسَتْ عَلَيْهِ"

وُہ پاک بی بی وُہ محترم ماں میرے آقا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مزمل والی چادر پر بیٹھ گئی۔ حضرت ابوطفیل نے جب یہ منظر دیکھا تو بڑے حیران ہوئے دِل میں سوچنے لگے آخر یہ کون بی بی ہے؟ جس کی اتنی عزت میرے نبی نے کی ہے۔ اتنی تعظیم میرے رسُول نے کی ہے۔

حضرت ابوطفیل نے ایک سرکار کے بزرگ صحابیؓ سے پوچھا کہ اے میرے آقا کے غلام، اے پیر بھائی۔ اے میرے نبی کے صحابیؓ مَنْ هِيَ یہ کون ہے؟ یہ بی بی کہاں سے آئی ہے؟ اس بی بی کی اتنی تعظیم میرے آقا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے کس وجہ سے فرمائی ہے۔ سُبْحَانَ اللہ!

میرے آقا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بزرگ صحابیؓ نے سابقین غلاموں نے جاننے والے غلاموں نے فرمایا۔ ابوطفیل تمہیں نہیں پتہ؟ فرمایا: نہیں تو

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

اُمُّہُ الَّتِیْ اَرْضَعَتْہُ

(ابو داؤد شریف، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۲۱، طبقات ابن سعد اوّل ص)

کہ یہ ہمارے آقا کی وہ ماں ہیں جنہوں نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا دودھ پلایا تھا۔ ان کا نام سیدہ حلیمہ ہے۔ اللہ اکبر!

ے دسیا اِک صحابیؓ ایہہ تے شاناں پاؤن والی
سوہنے پاک رسول اللہ نوں تے دودھ پلاون والی
مائی حلیمہؓ سی اِک واری تے کول حضور دے آئی
استقبال اودھے لئی اُٹھیا تے فوراً مدنی ماہی!
اَھْلاً سَھْلاً مائی تائیں تے سوہنے نے فرمایا
اپنی چادر پاک بچھا کے تے اُتے سی بٹھایا
آمنہ پاک نوں لکھ سلاماں تے لکھ لکھ ہون ودھایاں
جس دے لال دے صدقے ہر اِک تے ماں نے شاناں پایاں
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم)

میرے دوستو! نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف سیدہ حلیمہؓ کا ہی ادب نہیں کرتے تھے بلکہ سیدہ حلیمہؓ کے تمام گھر والوں کا میرے آقا ادب فرماتے۔ سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت عمرو بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے آقا اپنے آستانۂ عالیہ پر تشریف فرما ہیں۔ صحابہ کرامؓ بھی زیارت سے مستفیض ہو رہے ہیں کہ اچانک سیدہ حلیمہؓ کے خاوند حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے ملنے کے لئے تشریف لائے تو آپ نے اپنے رضاعی والد کا بڑا احترام فرمایا۔ کوئی چیز ایسی نہیں

جو بچھائی جاتی۔ حضرت حارث اس پر بیٹھتے۔

میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا کمبل اپنی چادر مبارک بچھا دی۔ حضرت حارث کو اس پر بڑی عزت کے ساتھ بٹھایا۔ خدمت فرمائی تھوڑی دیر کے بعد میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امی حلیمہ بھی تشریف لے آئیں۔ سرکار نے ان کا بھی والہانہ شاندار استقبال فرمایا۔ جو چادر بچی ہوئی تھی وہاں اماں حلیمہ کو بٹھایا۔ میرے آقا کے والد اور والدہ نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی حضور ہم آپ کی زیارت کے لئے آپ کا چہرہ والضحیٰ دیکھنے کے لئے آئیں ہیں۔ ہم سے دور نہ بیٹھیں بلکہ ہمارے درمیان جلوہ فرما ہوں تاکہ جی بھر کے آپ کا دیدار کر لیں۔

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدہ حلیمہ اور حضرت حارث کے درمیان بیٹھ گئے۔ سارے گھر کے حالات پوچھے، خیریت دریافت کی مزاج پوچھا۔ ابھی سرکار باتیں کر ہی رہے تھے کہ سیدہ حلیمہ کے بیٹے حضرت عبداللہ جو میرے آقا کے ساتھ بچپن میں بکریاں چرانے جاتے تھے وہ بھی تشریف لے آئے۔ میرے آقا نے ان کو بھی پیار سے گلے لگایا ان کی بھی عزت تکریم فرمائی اور انہیں وہاں بٹھا دیا جہاں آپ خود جلوہ فرما تھے۔ سبحان اللہ!

(سیرت حلبیہ جلد ۱ ص ۲۸۲)

کیا شان ہے سیدہ حلیمہ کے گھرانے کی کہ جن کی تعظیم، جن کی عزت اللہ تعالیٰ کا ماہی خود فرماتا تھا۔ جب میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ کا ادب فرماتے۔ صحابہ کرام سب کچھ دیکھ کر سیدہ حلیمہ کے گھرانے پر رشک فرماتے۔ سارے صحابہ بھی میرے آقا کی والدہ سیدہ حلیمہ کا بڑا احترام فرماتے تھے۔ جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے پردہ فرما گئے میرے آقا

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال ہو گیا تو سیدہ حلیمہؓ پھر اپنے علاقے سے اپنی بستی سے مدینہ شریف، سرکار کے روضے کی زیارت کے لئے تشریف لاتی تو سیدنا صدیق اکبرؓ بھی میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ حلیمہؓ کی بڑی عزت فرماتے اُن کی ہر ضرورت کو پورا فرماتے۔ پھر فاروق اعظمؓ امیر بنے تو وہ بھی سیدہ حلیمہؓ کا بڑا خیال فرماتے ہر طرح کی مدد فرماتے۔ بڑی عزت و تکریم کے ساتھ پیش آتے۔

(طبقات ابن سعد جلد اوّل ص ۱۶۱، الشفاء شریف جلد دوم ص)

سیدہ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں جب مدینہ پاک میں تشریف لائیں تو یہیں آپ کا وصال مبارک ہوا۔ آپ کو مدینہ شریف کے قبرستان جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار شریف کی زیارت کے لئے جائیں تو بائیں طرف چند ہاتھ کے گز کے فاصلے پر سیدہ حلیمہؓ کا مزار شریف ہے۔ نجدیوں، وہابیوں کی حکومت ۱۹۲۵ء سے پہلے جنت البقیع میں ہر صحابیؓ کے مزار پر ایک چھوٹا سا گنبد بنا ہوا تھا لیکن نجدیوں نے سارے صحابہ کے قبے گرا دیئے ہیں، ہر صحابی کے مزار پر پتھر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں۔ مزے کی بات ہے یہ پتھریلا علاقہ ہر صحابیؓ کی قبر پر سنگریزے ہیں۔ لیکن فقیر عتیقی نے خود آنکھوں سے سیدہ حلیمہؓ کے مزار کو دیکھا کہ آپ کی قبر پر ہرا بھرا گھاس سبزہ اُگا ہوا تھا یہ بھی سیدہ حلیمہؓ کی محبت شفقت کا نتیجہ ہے کیوں کر

بڑی تو نے توقیر پائی حلیمہؓ!
بنی تو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دائی حلیمہؓ

میرے دوستو!

فقیر نے اپنے ناقص علم کے مطابق چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ سیدہ

حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں پیش کئے۔ اللہ تعالیٰ یار کی زلفوں کے صدقے فقیر کی اس سعی کو قبول فرمائے اور یہ الفاظ سیدہ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پسند آجائیں تو انشاء اللہ فقیر کی نجات کا بہانہ بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے یار کی سچی غلامی نصیب فرمائے۔

آمین!

"وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ"

دوسرا وعظ مبارک

بے مثل بشر علیہ الصلوٰۃ والسلام

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

"قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ط صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ط"

"قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ط"

(پ ۱۶ سورۃ الکہف آیت نمبر ۱۰۹)

"اے سراپا کمال محبوب آپ فرما دیں۔ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔ مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے"

حمد و صلوٰۃ کے بعد قرآنِ مجید، فرقانِ حمید کی ایک آیتِ کریمہ کا ایک حصّہ مقدسہ آپ کی خدمت میں تلاوت کیا ہے۔ اِنشاءاللہ آج کی اِس بابرکت محفل میں امام الانبیاء، حبیبِ کبریا، باعثِ کون و مکاں، شافعِ روزِ جزاء، والیٔ جنّت، ساقیٔ کوثر، بے سہاروں کے سہارے، بے بسوں کی بس، بے کسوں کی کس، یتیموں کے ماویٰ و ملجاء، غریبوں کے حامی، گنہگاروں کے لجپال، شفیعِ معظّم، نورِ مجسّم سیّدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بے مثل بشریت کے متعلق قرآن و حدیث اور بزرگانِ دین کے اقوال کی روشنی میں چند گزارشات پیش کرنی ہیں۔ دعا فرمائیں، ربُّ العزّت اپنے یار کے صدقے فقیر کو حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں سُن کر عمل کی اور استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین!

نبیوں کا مقام

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے اپنی انسانی مخلوق کی ہدایت کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السّلام دنیا میں مبعوث فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کا ہر نبی شان والا ہے۔ ہر رسول مقام والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو نبوت عطا فرمائی۔ رسالت عطا فرمائی۔ اُس کو عظمت اور رفعت بھی عطا فرمائی۔ ہر پیغمبر رفعتوں کا، عزتوں کا تاج پہن کر دنیا میں تشریف لایا۔ پوری دنیا کے سُنّی حنفی بریلوی علماء اور عوام کا یہ عقیدہ ہے۔ یہ ایمان ہے کہ کسی نبی، کسی رسول کی شان میں رائی برابر بھی کمزور گفتگو کرنا بے ادبی ہے اور کفر ہے کیونکہ ہر نبی عظمت کا مینار رکھتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت، کشتۂ عشقِ رسالت مولانا الشاہ احمد رضا خاں، فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہٗ اپنے آستانہ میں تشریف فرما ہیں۔ دوست احباب اور مریدین بھی حاضرِ خدمت ہیں۔

ایک صاحب نے ایک آدمی نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں عرض کی، حضور میں فلاں جگہ سے حاضر ہوا ہوں۔ میں نے سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں ایک نعت لکھی ہے وہ سنانا چاہتا ہوں اگر آپ اجازت دیں تو زہے نصیب۔

اعلیٰ حضرت کبھی عام شعراء کا کلام نہیں سنتے تھے۔ کیونکہ شعرا اپنے کلام میں افراط اور تفریط یعنی شانِ رسالت، شانِ صحابہ کرام میں کمی اور زیادتی کے الفاظ بول جاتے ہیں، جس سے بے ادبی کا خطرہ ہوتا ہے لیکن آپ نے اُسے اجازت فرمائی کہ کہیں دل نہ ٹوٹ جائے اور دوست احباب یہ نہ سمجھیں احمد رضا سرکار کی نعت کیوں نہیں سنتے؟

اُس شاعر نے اس نعت خوان نے اعلیٰ حضرت کے سامنے نعت پڑھنی شروع کر دی۔ نعت پڑھتے رہے لوگ بھی سنتے رہے۔ نعت پڑھتے پڑھتے اُس نے یہ مصرعہ پڑھا کہ "شانِ یوسفؑ جو گھٹی وہ یہاں آ کے گھٹی" یعنی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام اتنا بلند ہے۔ اتنا ارفع اور اعلیٰ ہے کہ یوسف علیہ السلام کی شان بھی یہاں آ کر گھٹ نظر آتی ہے۔

اعلیٰ حضرت نے جب یہ مصرعہ سنا جلال میں آ گئے فرمایا، نعت خوان صاحب یہ مصرعہ صحیح نہیں غلط ہے۔ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی بے ادبی ہے۔ ارے میاں میراثی، میرا رسول کسی کو دبانے نہیں آیا۔ کسی کو کمزور کرنے کے لئے نہیں آیا۔ کسی کی شان گھٹانے کے لئے نہیں آیا بلکہ میرا

آقا صلی اللہ تعالیٰ والہٖ وسلّم تو مُصَدِّقٌ لِّمَا کا تاج پہن کر آیا ہے۔ وُہ تو نبیوں کی عزّت عظمت شان بڑھانے آیا ہے۔ اپنی رِسالت کی مُہر لگا کر ان کی عزّت کے چرچے کرنے آیا ہے اگر مصرعہ پڑھنا ہے تو یُوں پڑھو کہ "شانِ یُوسفؑ جو گھٹی وُہ یہاں آ کے بڑھی"۔ سُبحَانَ اللہ !

کیا ادب ہے، کیا عزّت ہے، سینے میں انبیاء کرام علیہم السّلام کی۔ اعلیٰ حضرت کے دَور میں ایک مشہور شاعر تھے جناب اطہر ہاپوری وُہ اعلیٰ حضرت کی خِدمت میں حاضر ہُوئے۔

عرض کی سرکار ایک نعت لکھی ہے اگر حکم ہو تو پڑھ کر سُناؤں تاکہ میری نعت کی تصحیح ہو جائے۔ جناب اطہر صاحب نے جب یہ عرض کی تو فرمایا پڑھو۔ اطہر صاحب نے نعت پڑھنا شروع کی پڑھتے پڑھتے یہ مصرعہ پڑھا کہ

؎ کب ہیں درخت حضرتِ والا کے سامنے !
مجنوں کھڑے ہیں خیمۂ لیلیٰ کے سامنے !

نجدیوں کی حکومت سے پہلے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے روضے کے سامنے کھجوروں کے درخت لائن دار بہت سے لگے ہوئے تھے جب ہوا چلتی تو کھجور کی ٹہنیاں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے روضے کے سامنے جھک جاتیں۔ بڑا عجیب منظر لگتا تھا جناب اطہر صاحب نے اپنی نعت میں اُن کھجور کے درختوں کا ذکر کیا۔

اطہر صاحب کہتے ہیں کہ میرے آقا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام یہ درخت ایسے آپ کی بارگاہ میں لگے رہتے ہیں، جیسے مجنوں لیلیٰ کے خیمے کے سامنے کھڑا ہو۔ جب اعلیٰ حضرت نے یہ مصرعہ سُنا تو تڑپ کر فرمایا: اطہر صاحب

یہ مصرعہ یہ شعر میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی شایانِ شان نہیں بلکہ یہ میرے رسُول کی بارگاہ میں بے ادبی اور گستاخی ہے۔ سوچیئے کہاں کملی والے کا گنبدِ خضریٰ، کہاں لیلیٰ کا خیمہ کیا یہ بات میرے نبی کی بارگاہ میں سجتی ہے کہ آپ نے سرکار کے گنبدِ خضریٰ کو خیمۂ لیلیٰ سے تشبیہہ دی ہے۔ ناں ناں یہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بے ادبی ہے اگر درختوں کا نعت میں ذکر کرنا چاہتے ہو تو یُوں کرو کہ

سے کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے
قدسی کھڑے ہیں عرشِ مُعلّٰی کے سامنے!

سُبحان اللہ!

کیسی پیاری تشبیہہ دی۔

(شرح حدائقِ بخشش حصہ چہارم ص۳۳۲ تا ص۳۳۳)

تو عرض کیا کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ہر رسُول کو عزتوں اور عظمتوں کے گجرے پہنا کے دین میں بھیجا مگر قرآن و حدیث کے دلائل کی روشنی میں یہ بات بھی اٹل ہے، یہ بات بھی پکّی اور پختہ ہے کہ سارے نبیوں کو سارے رسُولوں کو اللہ پاک نے جو الگ الگ جو فرداً فرداً شانان عطا فرمائی جو کمالات عطا فرمائے جب آمنہ کے لال کی باری آئی سِدرہ کے راہی کی باری آئی اُس کے اپنے ماہی کی باری آئی تو تمام شانوں کی تمام رفعتوں کی گٹھڑیاں باندھ کر یار کی جھولی میں ڈال دیں ہیں۔

ہر نبی عظمت والا ہر نبی شان والا مگر کوئی نبی مرتبے اور مقام کے لحاظ سے ہمارا نبی سب سے بلند و بالا ہے۔ یہی بات مجدّدِ دین و ملّت مولانا الشاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے فرمائی کہ

؎ سب سے اُولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی
خلق سے اولیاء اولیاء سے رُسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
مُلکِ کونین میں انبیاء تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبیؐ
(صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم)

قرآن مجید کا مطالعہ کر کے دیکھیں اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ہر رسول کو معجزے عطا فرمائے۔ کمالات عطا فرماتے۔ کسی نبی کے کلام میں معجزہ، کسی کے نام میں معجزہ، کسی کے دَم میں معجزہ، کسی کے قدم معجزہ، کسی کے عصا میں معجزہ، کسی کے یدِ بیضا میں معجزہ، کسی کی نگاہ میں معجزہ، کسی کی دُعا میں معجزہ۔ غرضیکہ کسی کو ایک معجزہ کسی کو دو معجزے، کسی کو پانچ معجزے، کسی کو سات معجزے اور کسی کو نو معجزے، کسی کو بارہ معجزے، کسی کو تیرہ پھر وہ بھی وقت آیا۔ اللہ پاک کا حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آیا۔ حضرت فاطمہؓ کا بابا آیا۔ علی کا وسیہ آیا۔ سنیوں کا پیر آیا۔ میں نے عالم تصورات میں عالم تخیلات میں عرض کی مولا کریم کسی نبی کو ایک معجزہ دیا کسی کو دو کسی کو پانچ کسی کو گیارہ یار کو کتنے معجزے دیتے ہیں؟

قدرت نے آواز دی۔ مولوی یہ کیا کہہ رہا ہے ساتھ یار بھی کہتا ہے ساتھ گنتی بھی کرتا ہے۔ جہاں دل لگ جائے وہاں لیکھے نہیں ہوتے۔ یاروں کے ساتھ کبھی کسی نے حساب نہیں کیا۔ سب کو معجزے دے کر بھیجا۔ یار کو مجسمہ معجزہ بنا کر بھیجا۔ مجسمہ کمال بنا کر بھیجا۔

؎ حُسنِ یُوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خُوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یہی وجہ ہے کہ میرے نبی کا حُسن وجمال معجزہ، جودونوال معجزہ خدوخال معجزہ، بال بال معجزہ، میرے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی گفتار معجزہ، رفتار معجزہ، کردار معجزہ، رُخسار معجزہ، رُخِ وَالضُّحیٰ معجزہ، زلف دوتا معجزہ، آنکھوں کی حیاء معجزہ، چہرے کی ضیاء معجزہ، پیارے پیارے لبوں پر دُعا معجزہ کملی والے کی ہر اک ادا معجزہ،
میرے آقا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا سارا بدن معجزہ۔

؎ دیئے معجزے انبیاء کو خُدا نے
ہمارا نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم معجزہ بن گیا

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو بے شمار کمالات عطا فرمائے اُن میں ایک کمال یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو دُنیا میں بے مثل اور بے مثال بنا کر بھیجا۔
اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت مولانا الشاہ احمد رضا خاں علیہ الرّحمۃ فرماتے ہیں۔

؎ لَمْ یَاتِ نَظِیْرُكَ فِیْ نَظَرٍ
مثلِ تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے
تجھ کو شہِ دوسرا جانا

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں، اے سیّد الکونین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم آپ جیسا پوری کائنات میں کسی نے نہیں دیکھا۔ دیکھے بھی کوئی کیوں جب آپ جیسا کوئی پیدا ہی نہیں ہُوا۔ میرے آقا اللہ تعالیٰ نے کائنات کی حکومت کا

تاج آپ کے سر پر رکھا ہے کیونکہ آپ ہی شاہی تاج کے قابل ہیں یہی وجہ ہے میں نے آپ کو دونوں جہانوں کا بادشاہ تسلیم کرلیا ہے۔ سبحان اللہ

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے اس پوری کائنات میں اٹھارہ ہزار مخلوقات کو پیدا فرمایا ہے۔ ایک سے ایک حسین ایک سے ایک خوبصورت ایک سے ایک سوہنا۔ پر رب عزوجل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قسم کوئی ایسا حسین نہیں، کوئی ایسا پیارا نہیں، کوئی ایسا بے مثل بے مثال نہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا ہے۔

اہلسنّت کا عقیدہ

یاد رکھئے پوری دنیا کے اہلسنّت وجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ سرکارِ مدینہ سرورِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ خدا ہیں نہ خدا کا جز ہیں نہ آپ فرشتے ہیں بلکہ آپ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اور محبوب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انسان بنا کر انسانوں میں بشری لباس میں، بشری صورت میں مبعوث فرمایا میرے آقا بشر ضرور ہیں مگر آپ کی بشریت بے مثل بے مثال ہے اور ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ کسی امتی کو کسی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی مثل بشر کہے یا اپنا بھائی کہے یا بادا کہے یا عام انسان یا عام آدمی کہے جو آدمی سرکار کی مثل بنے یا سرکار کی کسی خاص صفت کی مثل کسی کو کہے وہ آدمی گمراہ ہے اور کافر ہے۔

(بہارِ شریعت جلد اول ص ۱۵، شانِ حبیب الرحمٰن ص ۲۱، تفسیر نعیمی پ ۱۶ ص ۱۰۴)

خالقِ کائنات قرآنِ مجید میں اسی بات کی تصدیق کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

"وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ"

میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ ناز نین میں ایسے چلا کر بات نہ کرو۔ جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ نہ میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں چلا کر بولو نہ میرے یار کو عام القاب سے پکارو جن سے تم ایک دوسرے کو بلاتے اور پکارتے ہو۔ مثلاً چچا۔ ابا۔ بھائی۔ بشر۔ یہ نہ کہو۔

یا اللہ عزوجل اگر کوئی باز نہ آئے۔ ضد کرے۔ ہٹ دھرمی کرے۔ کہے نہیں میں تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بشر کہوں گا۔ اس کے بارے تیرا کیا حکم ہے؟ خالق کائنات نے فرمایا: اگر کوئی میرے یار کو عام الفاظ سے پکارے گا تو فکر نہ کرو میری طرف سے اس کو بتا دو کہ

"اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ"

اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال برباد کر دے گا۔ اس کے اعمال ضبط کر لئے جائیں گے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔ نماز پڑھے گا پر ثواب نہیں ملے گا۔ روزے رکھے گا مگر جزا نہیں ملے گی۔ حج کرے گا مگر بدلہ نہیں ملے گا۔ زکوٰۃ دے گا پر اجر نہیں ملے گا۔ تبلیغ کرے گا مگر فائدہ نہیں ہوگا۔ اللہ اللہ کرے گا۔ ہو ہو کی ضربیں لگائے گا۔ پر نیکیاں نہیں ملیں گی۔

یا اللہ عزوجل ایسے لوگ تو اپنے عمل پر بڑے ناز کرتے ہیں، کہتے ہیں ہم بڑے پارسا ہیں بڑے موحد ہیں۔ فرمایا کہتے رہیں جب ان کے پاس ہے ہی کچھ نہیں۔

"وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ"

(پ۲۶ سورۃ حجرات، تفسیر نور العرفان ص۸۲۲)

نیکیاں کرتے رہیں۔ اللہ اللہ عزوجل کرتے رہیں، جب ان کے پاس ہے

ہی نہیں ہیں نے سب کچھ اُن کا برباد کر دیا ہے۔ انہیں اپنی بے ادبی کے بدلے اپنے اعمال ضبط ہونے کی خبر ہی نہیں۔ اللہ اکبر!

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی طرح بشر نہیں کہہ سکتے۔ اپنی طرح عام انسان نہیں کہہ سکتے تو خالق کائنات نے کیوں قرآن مجید میں فرمایا۔ "بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" میرا یار میرا محبوب میرا کملی والا تم جیسا ہے۔ تمہاری مثل ہے؟

بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کیوں کہا؟

میرے دوستو! آپئے اس سلسلے میں میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یار کو کیوں فرمایا کہ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ سبحان ان کو کہہ دے میں تمہاری مثل ہوں!

سامعین کرام! ہم دل وجان سے مانتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے یار کو یہ الفاظ کہنے کا حکم دیا۔ لیکن آپ تمام آسمانی کتابیں پڑھ کر دیکھیں تمام آسمانی صحائف کا مطالعہ کر کے دیکھیں اللہ تعالیٰ نے اسی طرح کی آیت نہ توریت میں نازل فرمائی نہ زبور میں اتاری نہ انجیل میں اُتاری نہ آدم علیہ السلام کے صحائف میں بیان فرمائی نہ ابراہیم علیہ السلام کے صحائف میں ارشاد فرمائی نہ موسیٰ علیہ السلام کے صحائف میں پھر مزے کی بات ہے یہ جملہ "بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" نہ آدم علیہ السلام کی زبان سے کہلوایا نہ نوح علیہ السلام سے کہلوایا نہ ابراہیم علیہ السلام سے کہلوایا۔ نہ یعقوب علیہ السلام سے کہلوایا۔ نہ یوسف علیہ السلام سے کہلوایا۔ نہ داؤد علیہ السلام سے کہلوایا۔ نہ سلیمان علیہ السلام سے کہلوایا۔ نہ زکریا علیہ السلام سے کہلوایا۔ نہ عیسیٰ علیہ السلام سے کہلوایا۔ بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام

علیہم السلام یا کم و بیش نبی علیہ السلام جتنے بھی دنیا میں تشریف لائے۔ خالق کائنات نے کسی کی زبان سے یہ جملہ نہیں کہلوایا۔ اگر کہلوایا تو اپنے پیارے حبیب سے اگر کہلوایا تو اپنے محبوب سے اگر کہلوایا تو جانِ کائنات ، سے سدرہ کے راہی سے اپنے پیارے ماہی سے فاطمہؓ کے بابے سے حسنین کریمین کے نانے سے سارے نبیوں کے امام سے! یہ نبی ہے کون؟ یہ رسول ہے کس شان کا مالک؟ یہ وہ نبی ہے جس کی شان کی گواہیاں فرش والے بھی دے رہے ہیں عرش والے بھی کائنات کا ذرہ ذرہ دے رہا ہے۔ یہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے جس کی بے مثلیت قرآن مجید کی ہر ہر سورت سے ہر ہر جملے سے ہر ہر لفظ سے ہر ہر حرف سے ظاہر ہو رہی ہے۔ یہ وہ پیغمبر ہے جس کا مثل انسانوں میں تو کیا زمین والوں میں کیا پورے انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعت میں کوئی نہیں جس کے پاس

"عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط"

کا تمغہ علوم الٰہیہ موجود ہے۔ جس کے پاس اللہ تعالیٰ کے غیب کے خزانے موجود ہیں جو سر سے لے کر پیروں تک اللہ تعالیٰ کی برہان معجزہ بن کے آیا جو بے پناہ عظمتوں کا مالک ہے جس کی رفتار کو جبرائیل علیہ السلام نہ پہنچ سکے جو کردار کے لحاظ سے پوری کائنات میں لاثانی جس کے در کے فرشتے چوکی داری جس کی غلامی سورج اور چاند کریں۔ جس کے حکم پر بلال بریں جس کے دیدار کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام ترسیں، جس کی ہیبت سے شیاطین لرزیں حیرانگی ہے۔ تعجب ہے۔ کمال ہے۔ ایسے بے مثل بے مثال کی زبان سے کہلوایا جا رہا ہے۔

"قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ط"

محبوب پیارے سبحان حبیبا تو کہہ دے میں تمہاری طرح بشر ہوں۔ بعض لوگوں نے یہ آیت پڑھی نہ اُن کے دماغ چکرا گئے۔ ان کی عقلیں جواب دے گئیں ان کے ہوش و حواس ختم ہو گئے۔

کہنا شروع کر دیا کہ نبی ہماری طرح ہے یہ رسول ہماری طرح انسان ہے۔ مگر جب سرکار کے غلاموں نے پڑھی۔ عاشقانِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے، جب شمعِ رسالت کے پروانوں نے یہ آیت پڑھی یہ فرمایا:

اُو میرے رسول کی ہم مثل بننے والو۔ اُو میرے نبی کو اپنے جیسا سمجھنے والو یہ آیت یہ قرآن کے الفاظ تو میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کو بلند کر رہے ہیں۔ شانِ رسالت کے پرچم لہرا رہے ہیں۔ میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت، عظمت و رفعت، شان کے نعرے لگا رہے ہیں کیوں؟ اسلئے کہ وہ قرآن وہ کلام وہ پیاری کتاب وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان جو اپنے ہر ہر حرف میں ہر ہر لفظ میں ہر ہر جملے میں ہر ہر رکوع میں ہر ہر آیت میں، ہر ہر سیپارے میں کملی والے کی شان بیان کرے جو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جبرئیل میکائیل علیہ السلام سے بھی بلند اعلیٰ بیان فرمائے پھر وہی کتاب وہی قرآن آناً فاناً سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک عام آدمی کے برابر کر دے ایک عام انسان کی صف میں لا کر کھڑا کر دے۔ یہ عقل نہیں مانتی، ایمان نہیں مانتا، عشق تسلیم نہیں کرتا۔ دِل گواہی نہیں دیتا۔

پتہ چلا اِس آیت کی تفسیر کرنے والوں نے اِس کا مفہوم بیان کرنے والوں نے اس کی صحیح تفسیر نہیں سمجھیں، صحیح مفہوم نہیں سمجھا۔ صحیح مطلب نہیں سمجھا۔ اگر صحیح مطلب سمجھ جاتے۔ صحیح تفسیر بیان کر دیتے تو کبھی اختلاف نہ ہوتا۔ کبھی کوئی بدنصیب میرے نبی کو میرے رسول کو میرے کملی والے

کو اپنی طرح نہ کہتا۔

آیئے صحیح تفسیر بیان کرتے ہیں۔ صحیح مفہوم بیان کرتے ہیں۔ صحیح مطلب بیان کرتے ہیں تاکہ سارے شکوک ختم ہو جائیں، سارے ابہام دور ہو جائیں۔ سارے اعتراضات رفع ہو جائیں، سارے اشکال ختم ہو جائیں۔

صحیح تفسیر:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ اے میرے حبیب، اے میرے پیغمبر اے جانِ کائنات، ساری انسانیت میں ساری آدمیت میں ساری کائنات میں اعلان کر دو، بلا جھجک اعلان فرما دو کیوں؟ اس لئے کہ یہ اعلان کوئی دنیا کا انسان تجھ سے نہیں کرا رہا۔ کوئی نمبر دار نہیں کر رہا۔ کوئی کونسلر نہیں کرا رہا۔ کوئی ایم پی، ایم این اے نہیں کرا رہا۔ کوئی وزیر سفیر نہیں کرا رہا۔ کوئی گورنر، وزیر اعلیٰ نہیں کرا رہا۔ کوئی وزیر اعظم اور کسی ملک کا صدر نہیں کرا رہا۔ بلکہ اس بات کا اعلان تجھ سے وہ اللہ تعالیٰ کرا رہا ہے۔ جو خالق بھی ہے۔ مالک بھی، رازق بھی ہے۔ رافع بھی، جبار بھی ہے۔ ستار بھی ہے۔ قہار بھی ہے۔ غفار بھی ہے۔ قادر بھی ہے۔ علیٰ کل شیئ قدیر بھی، کس بات کا اعلان کر "اِنَّمَا اَنَا"

اللہ تعالیٰ کی پوری مخلوق میں فقط میں ہی وہ بشر ہوں جو تم سب کی مثل ہوں کیسے؟ وہ اس طرح کہ جو کمالات جو عزتیں جو عظمتیں جو شانیں جو قوتیں جو طاقتیں جو لیاقتیں جو فضیلتیں، جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائیں ہیں، یا قیامت تک تمہیں عطا فرمائے گا۔ خواہ وہ وہبی ہوں یا کسبی فطرتی ہوں یا جبلی یا تم نے اپنی محنت سے حاصل کی ہوں یہ تمام نعمتیں یہ

تمام کمالات اللہ تعالیٰ نے میں محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ازل سے ہی عطا کر کے دنیا میں بھیجا ہے اس لئے یہ دعویٰ مثلیت کا میں ہی کر سکتا ہوں کہ میں تمہاری مثل ہوں یہ دعویٰ یہ چیلنج نہ کوئی مجھ سے پہلے کر سکا نہ میرے بعد قیامت تک کوئی کر سکے گا۔

دیکھو ناں دنیا میں بڑے بڑے عقل مند انسان، بڑے بڑے ذہین لوگ موجود ہیں وہ اپنی عقل سے اپنی ذہانت سے اپنی محنت سے اپنی فہم سے اپنی کوشش سے زیادہ سے زیادہ دس یا بارہ ڈگریاں حاصل کر کے دس بارہ زبانوں پر عبور حاصل کر سکتے ہیں۔ اب کوئی محفل ہو کوئی جلسہ ہو تو وہ بارہ زبانیں جاننے والا یہ دعویٰ نہیں کر سکتا تم میں سے کون ہے جو میری مثل ہو۔ ہو سکتا ہے کوئی اس سے بھی بڑا عقل مند ہو زیادہ زبانیں جاننے والا ہو۔ وہ کھڑا ہو جائے کہ میں بھی تمہاری طرح ہوں۔ میں تم سے زیادہ زبانیں جانتا ہوں۔ میرے پاس تم سے زیادہ ڈگریاں ہیں وہ دعویٰ کرنے والا وہ اعلان کرنے والا وہ اپنی شان کے قصیدے پڑھنے والا جب اپنے مدِمقابل کی بات سنے گا۔ تو خاموش ہو جائے گا۔

لیکن صدقے جاؤں آمنہؓ کے لال پر، صدیقؓ کے یار پر، عمرؓ کے آقا پر، عثمانؓ کے مولا پر، علی کے ویر پر، سنیوں کے پیر پر، میرے کملی والے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے یہ اعلان فرمایا تھا کہ

اے لوگو! میں محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ ذات ہوں جو اس پوری دنیا میں اکیلا تم سب کی مثل ہوں وہ کون سی نعمت کون سا کمال وہ کون سی ڈگری ایسی ہے جو تمہارے پاس ہو۔ لیکن میں محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس نہ ہو، ہے کوئی میرے مقابلے میں آنے والا۔ ہے کوئی میرے

دعویٰ کو رد کرنے والا ہے کوئی چیلنج کا جواب دینے والا؟
اگر کوئی دنیا میں ایسا ہے تو آئے میرا جواب دے! مگر خدا عزوجل گواہ ہے اِن چودہ صدیوں میں کوئی ایسا نہیں اُٹھا جو میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دعویٰ کا جواب دیتا۔ زمین تو ایک طرف، آسمان والوں کی بھی مجال نہیں، نہ کوئی مشرق سے بولا، نہ مغرب سے، نہ شمال سے نہ کوئی جنوب سے، نہ فرش سے کوئی بولا، نہ عرش سے، نہ خاکیوں میں سے کوئی بولا نہ نوریوں میں سے۔

سُبحَانَ اللہ!

پتہ چلا یہ آیت یہ قرآنی کلمات اگر ایمان کی نظر سے محبت کی نگاہ سے پیار کی نظر سے پڑھیں جائیں تو عظمتِ رسول کا پتہ بتاتے ہیں۔ شانِ نبی کو ظاہر فرما رہے ہیں۔ (تفسیر نعیمی پ ۱۶ ص ۹۹ ص ۱۰۱)
مگر افسوس عقل کے اندھوں نے عقل کے بیچاریوں نے ظاہری نظر والوں نے یہ آیت دیکھ کر سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے جیسا کہنا شروع کر دیا۔ اپنی مثل بتانا شروع کر دیا۔
دوستو! لفظ بشریہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بہت بڑی نعمت ہے۔ بہت بڑی صفت ہے۔ کیوں کہ بشر کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے بنایا ہوا۔
دیکھو ناں ساری کائنات بنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے پر بنائی فرشتوں نے مگر سیدنا آدم علیہ السلام وہ عظیم ہستی ہے جن کو میرے رب کریم نے اپنے خاص یدِ قدرت سے بنایا۔ اسی لئے بشریت انسان کی سب سے بڑی صفت ہے۔ جانِ کائنات چونکہ ساری کائنات کے انسانوں سے افضل ترین انسان ہیں۔ اس لئے بشریتِ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سب سے بڑی صفت

ہوئی۔

اب اعتراض پیدا ہوتا ہے جب بشریت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سب سے بڑی صفت ہے تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بشر کر کے بلانا کیوں جائز نہیں؟

میرے دوستو! بات یہ ہے کہ لفظ بشر ہے تو بڑا اعلیٰ، مگر ہم نے اپنی بشریت کو گناہوں سے گندہ کر لیا ہے۔ اس لئے یہ لفظ گویا بدنام ہو چکا ہے۔ اس لئے ہمیں انبیاء کرام علیہم السلام کو اس لفظ سے یاد کرنے سے روک دیا گیا۔ (شانِ حبیب الرحمٰن صفحہ ۱۲۶)

بشریت اور نبوت

نقشبندیوں کے روحانی پیشوا سیدنا پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمۃ تشریف فرما ہیں۔ مریدین آپ کی زیارت بھی کر رہے ہیں۔ آپ کے مقدس ملفوظات سے بھی مستفیض ہو رہے ہیں۔ جب آپ نے اپنی گفتگو ختم فرمائی تو ایک آدمی نے کہا حضور ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ ایک بات دریافت کرنی ہے۔ اگر اجازت فرمائیں تو پوچھ لوں۔

سیدنا پیر جماعت علی شاہ صاحب نے فرمایا: ہاں میاں پوچھو، سوالی نے مسئلہ پوچھنے والے نے عرض کی حضور یہ بتائیں کہ بشریت میں اور نبوتِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کیا فرق ہے اور کتنا فرق ہے۔ سبحان اللہ!

سوال بھی بڑا پیارا تھا لیکن جس ہستی سے پوچھا جا رہا تھا وہ بھی صرف برائے نام پیر نہیں تھے۔ بس نذرانے .... لئے سال کے بعد عرس کرا دیا۔ بات ختم۔ ناں ناں وہ پیر بھی تھے۔ عالم بھی وہ مرشد بھی تھے۔ علامہ

بھی، وہ سید بھی تھے۔ محدث بھی جب سوالی نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: میاں سوالی بشریت میں اور کملی والے کی نبوت میں ستائیس درجے کا فرق ہے۔ میرے نبی کے بعد بس درجہ صرف الوہیت کا رہ جاتا ہے۔ فرمایا پہلے درجہ ہے بشر کا پھر مومن پھر صالح پھر شہید پھر متقی پھر مجتہد پھر اوتاد پھر ابدال پھر قطب پھر قطب الاقطاب پھر غوث پھر غوث الاعظم پھر غوث الثقلین پھر تبع تابعی پھر تابعی پھر صحابی پھر انصاری پھر مہاجر پھر صدیق، پھر نبی پھر رسول پھر اولوالعزم رسول پھر خلیل پھر خاتم النبیین پھر رحمت اللعالمین پھر حبیب پھر مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(جاء الحق اول ص ۱۷۶، شان حبیب الرحمٰن ص ۱۲۴، ص ۱۲۵)

سبحان اللہ! کتنی پیاری بات فرمائی کہ کہاں عام بشر اور کہاں اللہ تعالیٰ کا حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام بس اگر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اب اگر کسی کا مرتبہ یا شان بلند و بالا ہے تو وہ صرف خالق کائنات کی ذات ہے۔ باقی ساری کائنات میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نیچے ہے۔

میرے دوستو! یاد رکھو جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی ذات اور صفات میں وحدہ لاشریک ہے اسی طرح خالق کائنات کی عطا سے اس کا حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اپنی ذات میں اپنی صفات میں بے مثل بے مثال ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک بنانا یہ شرک فی التوحید ہے۔

اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اور صفات میں کسی کو آپ کی مثل بنانا یہ شرک فی النبوۃ ہے جو توحید میں کسی کو شریک بنائے

وُہ بھی ظالم ہے۔ جو نبوت میں کسی کو مثل بنائے وُہ بھی ظالم ہے۔ ہر مسلمان کے لئے ہر مومن کے لئے یہ ضروری ہے کہ وُہ دونوں شرکوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے آج لوگ شرک فی التوحید کی تو بات کرتے ہیں پر شرک فی النبوۃ کا خیال نہیں رکھتے۔ پر سنی تمہیں مبارک ہو تو شرک فی التوحید بھی نہیں کرتا شرک فی النبوۃ سے بھی بچا ہوا ہے۔ وُہ لوگ جن کے سینے میں عداوت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے جن کے دل میں بغض نبی ہے وُہ جب یہ آیت کریمہ "قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ" پڑھتے ہیں تو اپنے گلے پھاڑ پھاڑ کر چلا چلا کر کہتے ہیں۔

لوگو دیکھو قرآن کہ رہا ہے نبی ہماری طرح ہے۔ نبی ہم جیسا ہے پھر ہم کیوں نہ کہیں؟

میرے دوستو! بندہ ان نادانوں سے یہ پوچھے کہ کبھی اس بات پر بھی غور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے اپنے ماہی سے یہ الفاظ کہلائے کیوں؟ یہ بات کہلوائی کیوں؟

بشر کہلانے کی وجہ

تو سنیئے رب کائنات نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے پہلے ہر نبی کو ہر رسول کو معجزات عطا فرمائے۔ کسی کو ایک کسی کو دو کسی کو تین کسی کو پانچ کسی کو بارہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چند نبیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ساتھ ساتھ ان کے کمالات اور معجزات کا بھی ذکر فرمایا۔

مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کا یہ کمال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعظیم کے لئے آپ کے سامنے فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام

کا یہ کمال تھا کہ آپ نمرود کی آگ میں تشریف لے گئے لیکن آگ آپ کے لئے گُل و گلزار بن گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ کمال تھا کہ آپ نے اپنا ڈنڈا اپنا عصا دریا میں مارا بارہ رستے بن گئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ کمال تھا کہ لوہا آپ کے ہاتھ میں آتا تو موم کی طرح ہو جاتا۔ حضرت سُلیمان علیہ السلام کا یہ کمال تھا کہ جِنّ، انسان، پرندے، ہوا آپ کے تابع کر کے آپ کے لئے غلام بنا دیئے گئے۔ حضرت عُزیر علیہ السلام کا یہ کمال ہے کہ آپ سو سال سوئے رہے جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑے ہوئے تو آپ کا کھانا جو ساتھ لے کر چلے تھے وُہ بالکل تازہ تھا جیسے ابھی تیار کیا گیا ہو، جب آپ اپنے گھر اپنی قوم میں تشریف لے گئے۔ لوگ آپ کو بھول چکے تھے۔ آپ نے یاد کرایا اپنا تعارف کرایا تو لوگ بڑے حیران ہوئے۔

یہ نبوت کا کمال سمجھتے، اپنے نبی کی شان سمجھتے مگر اُن نادانوں نے اپنے نبی کا کمال دیکھ کر حضرت عُزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنا شروع کر دیا۔ نعوذ باللہ!

اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے پہلے جب نبوت کا رسالت کا تاج پہنا کر بھیجا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ جب تیس سال کی عمر مبارک ہوئی تو آپ نے اپنی قوم سے فرمایا:

اے میری قوم میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول بن کر آیا ہوں۔ آپ کی قوم نے کہا اگر آپ نبی ہیں تو آپ کے پاس نبوت کی دلیل کیا ہے؟

"سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس کچھ دلیلیں، کچھ کمالات، کچھ معجزات لے کر آیا ہوں۔"

لوگوں نے کہا وہ کون کون سے کمالات ہیں؟ آپ نے فرمایا، کہ میرا پہلا کمال، پہلا معجزہ، پہلی دلیل یہ ہے کہ

"اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ"

مَیں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی مثل صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں، پھر ہوتا کیا ہے؟ فرمایا:

فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ

"وہ مٹی کا پرندہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اصلی پرندہ بن جاتا ہے"

سُبْحَانَ اللّٰہ!

میرے دوستو! عظمت نبی کے منکر کہتے ہیں، نبی ولی سارے مل جائیں تو مکھی بھی نہیں بنا سکتے۔ دلیل بھی قوم کو دھوکہ دینے کے لئے قرآن کی دیتے ہیں کہ دیکھو جی اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔

"لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ"

(پ ۱۷ آیت نمبر ۷۳، سورۃ حج)

حالانکہ آپ قرآن پاک کی تفاسیر کا مطالعہ کر کے دیکھیں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بتوں اور کافروں کے بارے نازل فرمائی کہ یہ بت اتنے مجبور اور لاغر ہیں کہ یہ سارے مل جائیں تو مکھی بھی نہیں بنا سکتے۔

بدنصیبو! شرم کرو، آؤ ان کو چھوڑ کر اس خالق کائنات کی عبادت کرو جو کائنات کے ذرے ذرے کا خالق بھی ہے، مالک بھی۔ پر افسوس یہ

نبیوں ولیوں پر فٹ کرتے ہیں۔ کتنے ظالم ہیں یہ لوگ، کتنے بدنصیب ہیں۔ یہ گستاخ کتنے فتنے پرور ہیں یہ نجدی کہ اللہ تعالیٰ نے کن کو خطاب فرمایا۔ کن کو مجبور معذور فرمایا۔ یہ کن پر چسپاں کر رہے ہیں۔

اسی لئے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ دنیا میں سب سے بڑا شرارتی وہ انسان ہے جو بتوں والی آیات، ایمان والوں پر چسپاں کرتا ہے۔ (بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۱۰۲۴)

یہ کہتے ہیں نبی ولی مل کر مکھی نہیں بنا سکتے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے آواز دی او نبیوں ولیوں پر ہٹ کرنے والو کہ یہ مکھی نہیں بنا سکتے۔ آؤ میں تمہیں دکھاؤں نبوت کی اللہ تعالیٰ کی عطا سے کتنی طاقت ہے۔ کتنا زور ہے۔ کتنی قوت ہے تم مکھیوں کا رونا رو تے ہو۔ میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے پرندے بنا رہا ہوں، کبوتر بنا رہا ہوں، باز بنا رہا ہوں، چڑیاں بنا رہا ہوں، طوطے بنا رہا ہوں۔

پتہ چلا بت کچھ نہیں بنا سکتے۔ نبی ولی اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھونک مار کر پرندے بھی بنا سکتے ہیں، پر بے ادب نہیں مانتے۔

میاں صاحب فرماتے ہیں، نہیں مانتے تو نہ مانیں، اصل بات یہ ہے کہ ان کے سینے عشق نبی سے محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خالی ہیں، کیونکہ

جنہاں دلاں دے ٹٹ گئے پرزے
تے ٹٹ گئیاں سب تاراں!
اندر عشق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناہیں
تے رل گئے سنگ مرداراں!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میری نبوت کی دوسری دلیل یہ ہے کہ "وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ" میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھوں کو جو ماں کے بطن سے

نابینا پیدا ہوں، دُنیا میں آکر کسی کی آنکھیں چلی جائیں تو اس کا علاج موجود ہے۔ فرمایا: مَیں اُن کو آنکھیں دیتا ہُوں جن کا علاج دُنیا میں ہے کوئی نہیں۔ سُبحان اللہ!

فرمایا: میری رسالت کی تیسری دلیل یہ ہے کہ "وَالْاَبْرَصَ" مَیں شفاء دیتا ہُوں کوڑھ اور جذام کے مریضوں کو۔ فرمایا: میری چوتھی دلیل یہ ہے کہ "وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ"

"مَیں مُردے زندہ کرتا ہُوں اللہ تعالیٰ کے حکم سے"۔

میرے دوستو! ایمان داری سے بتانا مادر زاد اندھوں کو شفاء دینا، کوڑھ کے مریضوں کو ٹھیک کر دینا۔ مُردوں کو زندہ کر دینا یہ بندوں کی مشکل کشائی ہے کہ نہیں، حاجت روائی ہے کہ نہیں؟ بالکل ہے۔

پتہ چلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اپنی قوم کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطا سے حاجت روا، مشکل کشا بن کر آئے۔

میاں جب حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اللہ تعالیٰ کی عطا سے اپنی اُمّت کے حاجت روا مشکل کشا ہو سکتے ہیں تو کیا امام الانبیاء، حبیبِ کبریا، سرکارِ مدینہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اپنی اُمّت کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطا سے حاجت روا، مشکل کشا نہیں ہو سکتے؟ انصاف شرط ہے یہ مسئلہ قرآن نے بتایا ہے کسی مولوی، پیر، فقیر کا نہیں۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ہیں کون؟

میاں محمّد علیہ الرحمۃ "قلندر کھڑی شریف" بتاتے ہیں کہ

؎ عیسیٰ خاک در تھیں تیری تے کُھن تیمم کردا
تائیوں دستِ مبارک اُس دا تے نافع ہر ہر ضر دا

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا کہ میری نبوّت کی پانچویں دلیل یہ ہے کہ "وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ" مَیں تمہیں اُس چیز کی خبر دیتا ہُوں جو تم

گھروں سے کھا کر آئے۔ سُبحان اللہ!

گھر سے کیا کھا کر آئے ہو۔ بریانی کھا کے آئے ہو یا گوشت دال کھا کے آئے ہو یا چاول سبزی کھا کے آئے ہو یا فروٹ انڈے کھا کے آئے ہو۔ یا پھر انڈے سب کچھ میں اپنے آستانے پر بیٹھے بیٹھے تمہیں بتاتا ہوں۔

فرمایا: میری چھٹی دلیل یہ ہے کہ

"وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ؕ"

اور میں خبر دیتا ہوں اُن چیزوں کی جو گھروں میں چھوڑ آتے ہو۔

"اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ ؕ"

بیشک اِن کمالات میں میری حقانیت کی نشانی ہے۔

"اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ؕ" (پ۳ رکوع نمبر ۱۳)

"اگر تمہارے سینے میں ایمان موجود ہے"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان پر اللہ پاک کے قرآن پر غور کرو۔ کیا فرمایا جو کھا کے آتے ہو وہ بھی پوچھ لو بتاؤں گا جو گھروں میں رکھ کر آتے ہو وہ بھی بتاؤں گا۔ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اِس بات کا اعلان کر کے یہ بتا رہے ہیں کہ جو کچھ ہو چکا ہے وہ بھی جانتا ہوں جو ہونے والا ہے وہ بھی جانتا ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے "مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ ؕ" کا علم عطا کر کے بھیجا ہے۔

یہ عیسیٰ علیہ السلام کون ہیں جو معراج شریف کی رات میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقتدی بن کر پیچھے کھڑے تھے جن کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ مریم میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت پر سرکار کی دائی بن کر آئی تھی جو خود قیامت کے قریب میرے نبی کے اُمتی بن کر آئیں گے۔

میاں جب مقتدی کے علم کا یہ حال ہے۔ جب اُمتی کے علم کا یہ مقا
ہے تو سوچ کر ایمان داری سے بتانا امام اور نبی کے علم کا کیا حال اور کیا
مقام ہو گا۔ پر

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب یہ کمالات یہ معجزات اپنی قوم کو دکھائے
تو آپ کی قوم نے آپ کو ابن اللہ، خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا۔ نعوذ باللہ
یہودی ایک کمال دیکھ کر نبی کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا بیٹھے۔ عیسائی چھ
کمال دیکھ کر اپنے نبی کو خدا کا فرزند سمجھ بیٹھے۔ خالق کائنات نے یہودیوں کی
اور عیسائیوں کی اسی بات کو نقل کرتے ہوئے فرمایا:

"وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ"

اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔

"وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ"

اور عیسائیوں نے نصرانیوں نے کہا۔ مسیح عیسیٰ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے

"ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم ان پر الزام نہیں لگا رہے بلکہ یہ باتیں وہ اپنے
منہ سے بکتے رہتے ہیں۔ (پ۱۰ سورۃ توبہ آیت نمبر ۲۹)

میرے دوستو! غور فرماؤ! یہودی ایک معجزہ دیکھ کر اور عیسائی
چھ کمالات دیکھ کر اپنے اپنے نبی کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہہ بیٹھے۔
جب باری آئی آمنہ کے لال کی، غریبوں کی لجپال کی، بے سہاروں کے
سہارے کی، خالق کائنات نے فرمایا۔ سجناں عرض کی، جی مولا کریم، فرمایا، یہودی

میرے نبی عُزیر کا ایک کمال دیکھ کر اُسے میرا بیٹا کہنے لگے عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کے کچھ کمالات دیکھ کر خُدا کا فرزند کہنے لگے۔

حالانکہ مَیں نے اُن کو مُعجزات دے کر بھیجا پر سجناں تُو میرا مُعجزہ بن کر آیا ہے۔ وُہ کمالات لے کر آئے تو سراپا کمال بن کے آیا وہ گنتی کے مُعجزات لے کر آئے۔ لیکن تیری تو ہر اَدا سے مُعجزہ ظاہر ہوگا۔ کیونکہ تیری تدبیر ہو گی میری تقدیر ہو گی۔ تیری حرکت ہو گی میری برکت ہو گی۔ تیری زبان ہو گی میرا قرآن ہو گا۔ تُو چلے گا تو پتھر تیری سلامی کریں گے تُو بیٹھے گا تو دَرخت خُود بخُود آ کر تجھ پر سایہ کریں گے تُو چلے گا تو پہاڑ جُھک کر تجھ پہ دُرود و سلام پڑھیں گے۔ تیری اُنگلی اُٹھے گی تو ڈُوبا ہُوا سُورج واپس آ جائے گا۔ تُو اشارہ کرے گا تو چودھویں کا چاند دُو ٹکڑے ہو کر تیری سلامی کرے گا۔ تُو زبان ہلائے گا تو درخت تیرے حُکم پہ دوڑتے تیری بارگاہ میں آئیں گے۔ تیرے فراق میں لکڑیاں روئیں گی۔ تیری اُنگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوں گے۔ تُو حکم کرے گا۔ مُردے زندہ ہوں گے۔ تیری تھوک میں رحمت ہی رحمت ہو گی۔ جن گلیوں سے گزرے گا وُہ کئی کئی دِن تک مُعطّر رہیں گی۔ محبُوب تُو تو میری مخلوق کو بے شمار معجزات دِکھلائے گا۔

علّامہ ابو بکر قریشی علیہ الرّحمۃ فرماتے ہیں۔ میرے آقا صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنی زندگی مبارکہ میں اعلانِ نبوّت کے بعد اَسّی ہزار مُعجزات دِکھائے۔

(اُنیس الواعظین ص۲۲)

سُبحانَ اللّٰہ! خالقِ کائنات نے فرمایا۔ تُو تو اپنے غُلاموں کو لاتعداد کمالات دِکھلائے گا بعرض کی مولا کریم یہ تیری مہربانی ہو گی۔ اَب میرے لئے کیا حُکم ہے؟

خالق کائنات نے فرمایا: سبحان دیکھ لو، سوچ لو کہیں تیرے کمال
تیرے معجزات دیکھ کر تجھے بھی خدا یا خدا کا کوئی بیٹا نہ کہنا شروع کر دے
عرض کی مولا کریم اس کا حل کیا ہے۔ فرمایا: اس کا حل یہ ہے۔
اعلان کر دے۔

"اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ"
"اے لوگو! میں تمہاری طرح بشر ہوں"

عرض کی مولا کریم میں کہوں تو آپ کیوں نہیں میرے بارے کہتا: فرمایا جب
میں تمہیں بشر نہیں کہوں گا۔

یا اللہ عزوجل تو مجھے کیسے پکارے گا۔ فرمایا: سبحان ہم تو جب بھی تجھے
پکاریں گے۔ پیارے القاب دے کر پکاریں گے۔ خوبصورت صفتوں سے بلائیں
گے۔ کملی والیا میں جب بھی تجھے بلاؤں گا۔ تجھے اعزاز کے ساتھ بلاؤں گا۔

یا اللہ عزوجل کیسے؟ فرمایا: کبھی ہم آپ کو یوں بلائیں گے "یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ"
اے غیب کی خبریں دینے والے میرے محبوب کبھی ہم آپ کو یوں بلائیں گے
"یٰسٓ" اے ساری کائنات کے سردار۔ کبھی ہم آپ کو یوں پیار سے بلائیں
گے۔ "طٰهٰ" اے چودھویں چاند کے چہرے والے جب تو سردی میں کمبل اوڑھے
گا۔ تو ہم تیرے کمبل کو دیکھ کر کہیں "یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ" اے کمبل اوڑھنے والے
محبوب، جب گرمی میں تو اپنے اوپر چادر اوڑھے گا تو ہم یوں کر کے تجھے بلائیں
گے۔ "یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ" اے چادر اوڑھنے والے حبیب، محبوب تیری
ادائیں بدلتی جائیں گی۔ ہماری صدائیں بدلتی جائیں گی۔ سُبْحَانَ اللہ!

عرض کی مولا کریم تو تو نہیں بشر کر کے بلاتا۔ پر تیری مخلوق تیرے بندے
جو بشر کر کے بلائیں گے۔ فرمایا، محبوب فکر نہ کر ہم خود تجھے بشر کر کے بلائیں گے

نہ اپنے بندوں کو بشر کر کے بلانے دیں گے۔ بلکہ اعلان کر دیں گے۔

"لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا" (پ ۱۸ سورۃ نور آیت نمبر ۶۲)

اے لوگو! اے میرے بندو! اے میرے محبوب کے غلامو! میرے رسول کو میرے محبوب کو ایسے نہ پکارو، ایسے نہ بلاؤ جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔ ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

خبردار! یہ کوئی معمولی انسان نہیں، معمولی بندہ نہیں۔ میرا حبیب ہے۔ میرا محبوب ہے۔ میرا پیارا رسول ہے۔

یا اللہ عزوجل کیسے پکاریں؟ فرمایا: ایسے پکارو جیسے پکارنے کا حق ہے۔ ایسے بلاؤ جیسے بلانے کا حق ہے۔

اے ربّ کائنات کیسے بلائیں، فرمایا: ایسے بلاؤ کہ پتہ چل جائے کہ امتی نبی کو بلا رہا ہے۔ غلام آقا کو بلا رہا ہے۔ نوکر مالک کو بلا رہا ہے۔ کلمہ پڑھنے والا اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلا رہا ہے۔

اے ربّ کائنات پھر تو ہی سلیقہ بتا دے، تو ہی طریقہ بتا دے۔ تو ہی بلانے کا انداز بتا دے۔ فرمایا: بلانا ہے تو یا رسول اللہ کر کے بلاؤ۔ یا نبی اللہ کر کے پکارو۔ یا حبیب اللہ کر کے صدا لگاؤ۔ یا شفیع المذنبین کر کے آواز دو یا رحمۃ اللعالمین کہہ کر مخاطب کرو۔

میں نے عالم تصورات میں، عالم تخیلات میں عرض کی، مولا کریم تیرے محبوب کو اے بشر کر کے نہ بلائیں، اے انسان کر کے نہ پکاریں؟ فرمایا، نہ مولوی نہ

عرض کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا: جب میں خالق ہو کر، مالک ہو کر، قادر ہو کر، جبار ہو کر

ستار ہو کر، غفار ہو کر، "عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر" ہو کر اپنے نبی کو اپنے رسول کو بشر کر کے، اے انسان کر کے نہیں بلاتا ہے پکارتا تو تمہیں کیا حق حاصل ہے کہ اے بشر اے انسان کر کے بلاؤ۔ کیونکہ تم اُمتی ہو تم اس کا کلمہ پڑھنے والے ہو تم غلام ہو تم خادم ہو۔ اگر حلال حرام کی تمیز تمہیں ملی تو اسی کے صدقے قرآن ملا تو اسی کے در سے رمضان ملا تو اسی کے در سے ایمان ملا تو اسی کے در سے بلکہ رب رحمان کا پتہ چلا تو اسی کے در سے تمہیں کیا حق ہے کہ میرے یار کو اے بشر اور انسان کر کے بلاؤ۔ اللہ اکبر!

میرے دوستو! آپ کتابوں کا مطالعہ کر کے دیکھیں سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابا جان کر کے نہیں بلاتی تھیں۔ سیدہ عائشہ اور تمام ازواج سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا میاں، اپنا شوہر کر کے نہیں بلاتی تھیں۔ حضرت عباسؓ حضور کو اے بھتیجا کر کے نہیں بلاتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اے بھائی کہہ کر نہیں بلاتے تھے۔ بلکہ یہ تمام بزرگ ہستیاں جب بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلاتی تو یا رسول اللہ کہہ کر بلاتیں یا حبیب اللہ کر کے پکارتیں جب رشتے دار، جب بیٹیاں، جب بیویاں، جب چچا، جب بھائی، اے ابا، اے ہمارے میاں، اے بھتیجے، اے بھائی کہہ کر نہیں بلاتے تو ہم غلاموں کو ہم کمینوں کو ہم خطا کاروں کو کیا حق ہے کہ نبی کو اپنا بھائی کہیں یا اپنے جیسا بشر یا انسان کہیں۔

تو عرض یہ کر رہا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا، حبیب تم کہہ دو میں تمہاری طرح بشر ہوں، تمہاری مثل ہوں۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے صحابی، قرآن مجید کے پہلے مفسر ترجمان القرآن، حضرت عبداللہ ابن عباس کون عبداللہ؟

جس کے لئے میرے نبی نے اپنی زبان پاک سے یوں دعا فرمائی کہ

"اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ"

"اے ربِ کائنات میرے بھائی ابنِ عبّاس کو دین کا فقیہہ بنا"

"اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ"

"اے خالقِ کائنات! ابنِ عبّاس کو کتاب اور حکمت کا عالم بنا"

(بخاری شریف اوّل ص ۱۴، بخاری شریف دوم ص ۱۸۸)

سُبحانَ اللہ! کیا شان ہے حضرت ابنِ عبّاس کی، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی وفات شریف کے بعد حضرت ابنِ عبّاس مسجد نبوی شریف میں لوگوں کے درمیان تشریف فرما ہیں۔

عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر وعظ فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کو یہ عظمت عطا فرمائی یہ شان عطا فرمائی یہ مرتبہ عطا فرمایا۔ یہ مقام مرحمت فرمایا۔ جب وعظ ختم ہو گیا۔ تقریر ختم ہو گئی تو ایک آدمی نے کہا حضور آپ نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی شان پر بڑا پیارا خطاب فرمایا ہے بڑی پیاری تقریر فرمائی ہے۔

واقعی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی شان جیسا اس پوری کائنات میں کوئی نہیں، لیکن ایک ذہن میں اشکال پیدا ہوا۔ ایک سوال ایک اعتراض دل میں آیا ہے اگر ناراض نہ ہوں، اجازت دیں تو وہ سوال ظاہر نہ کر دوں؟

حضرت ابنِ عبّاس مسکرا پڑے۔ فرمایا، بھائی کوئی ناراضگی والی بات نہیں، سوال کرو اچھا ہے۔ آپ کے سوال کا جواب سن کر کئی لوگ مطمئن ہو جائیں گے۔

سوالی نے معترض نے اعتراض کیا۔ سرکار   آپ نے

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی شان بڑی بیان فرمائی ہے۔ جس سے مسئلہ واضح ہو گیا۔

آمنہ کے لال جیسا۔ ربّ عزّوجل کے ماہی جیسا اس پوری کائنات میں کوئی نہیں
لیکن خالقِ کائنات نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا:

"قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ"

"اے حبیب آپ فرما دیں میں تمہاری طرح بشر ہوں"

آپ کا بیان ربّ عزّوجل کا قرآن ٹکرا رہا ہے۔ بات مل نہیں رہی۔ دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ بس اسی بات کا جواب لینا ہے؟

میرے کملی والے کے صحابی مسکرا پڑے، تبسم فرمایا اور معترض سے فرمایا۔ بھائی آپ کا سوال بڑا وزنی ہے۔ بڑا معقول ہے۔ بڑا جامع ہے۔ مگر جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے یار کو کیوں فرمایا کہ اے حبیب تو کہہ دے تو لوگوں سے فرما دے کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں؟ عرض کی حضور نہیں، فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے یہ کلمے یہ جملے۔

"قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ"

اس لئے کہلا دے کہ

"عَلَّمَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلتَّوَاضُعَ"

(تفسیر خازن سوم ص ۳۲۸، تفسیر مظہری پ ۱۶ سورۃ کہف)

اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو تواضع عاجزی، انکساری کے واسطے یہ بات فرمائی، یہ کلمے سکھائے۔ یہی بات جنتی جوانوں کے سردار، سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لختِ جگر امام الاولیاء کے جگر گوشے۔ امام الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نواسے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی کہ

"قَالَ الْحَسَنُ عَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی لِتَوَاضُعِهٖ"

(تفسیر خازن جلد نمبر۴ ص۸۰)

سیدنا امام حسن فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کلمات اس لئے سکھلائے تاکہ آپ میں تواضع عاجزی کا جذبہ پیدا ہو۔ اسی بات کو امام المفسرین حضرت علامہ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمتہ نے اپنی تفسیر میں نقل فرمایا کہ

"بِاَنْ یَسْلُکَ طَرِیْقَةَ التَّوَاضُعِ"

(تفسیر کبیر جلد نمبر۷ ص۲۶۱) یہی آیت، یہ کلمات، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس لئے کہلوائے تاکہ آپ عاجزی اور انکساری کے راستے پر چلیں۔

میرے دوستو! پتہ چلا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلمات اللہ تعالیٰ کی عطا سے اللہ تعالیٰ کے حکم پر تواضع کے لئے انکساری کے لئے، عاجزی کے لئے فرمائے کیوں؟

تاکہ میری اُمت میرے غلام، میرا کلمہ پڑھنے والے میری سُنت پر چلتے ہوئے میرے راستے پر عمل کرتے ہوئے وہ بھی کہا کریں۔ میری اُمت میں بھی عاجزی کا انکساری کا جذبہ پیدا ہو کہ جب سدرہ کا راہی عرش معلّیٰ کا سیاح اللہ تعالیٰ کا ماہی، اتنے کمالات، اتنے معجزات، اتنی عظمتوں پر فائز ہونے کے باوجود اپنے آپ کو بشر کہہ رہا ہے۔ تو ہم تو آپ کے اُمتی ہیں، ہم تو آپ کے غلام ہیں۔ ہمیں اس سے بھی زیادہ عاجزی اور انکساری کرنی چاہیئے۔

لیکن افسوس بجائے عاجزی کرنے کے انکساری کرنے کے ہم نبی کی مثل بننے بیٹھے۔ نبی کو اپنے جیسا کہنا شروع کر دیا۔ تُف ہے ایسی عقل پر۔ افسوس ہے ایسی زندگی پر۔ حیرانگی ہے ایسی سمجھ پر۔

سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ الفاظ یہ جملے فرمائے ناکہ میں تمہاری طرح بشر ہوں تو پہچاننے والوں نے پہچان لیا۔ جاننے والوں نے جان لیا۔ دیکھنے والوں نے دیکھ لیا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کلمات تواضع کے لئے انکساری کے لئے فرمارہے ہیں تو سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ

"بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ"

اے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے قدموں پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے تو عاجزی کی انکساری کی حد کردی ہے۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ عرش کے باسی ہوکر فرش پر جلوہ فرما ہیں۔ ہماری خاطر آپ نے دنیا میں شادیاں فرمائیں۔

ہمارے لئے آپ نے کھایا پیا یہ دنیا کا لباس زیبِ تن فرمایا۔ ہماری خاطر آپ نے گھوڑے پر سواری فرمائی اور ہم جیسوں کو اپنے ساتھ سوار فرمایا۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان تمام چیزوں کے محتاج نہیں تھے لیکن ہماری تعلیم و تربیت کی وجہ سے یہ سب کرم فرمایا ہے۔ سبحان اللہ!

(الرسول ص۲۲، شہکار ربوبیت ص۱۲۶)

کیا پیارا عقیدہ ہے۔ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ ہر صحابی کا یہی عقیدہ تھا۔ مگر وہابی کا عقیدہ، نجدی کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی ہماری طرح ہے۔ ہماری طرح نہ ہوتا تو کھاتا کیوں، پیتا کیوں، شادیاں کیوں کیں؟

دوستو! ان نجدیوں سے پوچھو یہ باتیں تمہیں چودہ سو سال بعد یاد آگئیں، نظر آگئیں، صحابہ کرام کو نظر نہ آئیں۔ فاروقِ اعظم کو نہ آئیں؟ ان کو نظر آئیں پر وہ

حقیقت کو سمجھ گئے یہ نہیں سمجھے تو پھر ہم کیوں نہ کہیں کہ

امتی اُدنہوں سداوں دا حق نا ہیں!
تے جیہڑا نبی صلی اللہ علیہ وسلم دی بھرسے توہین کردا
کدی عشق تے شرک دا فتویٰ!!
تے بشر وانگ ابلیس لعین کردا
کدی نور نوں بشر مناون خاطر!
تے گج گج کے وعظ بے دین کردا
ابوبکر عمر آں صدیق بن دا!
تے سن نبی صلی اللہ علیہ وسلم دی گل آمین کردا

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپ کو بشر اس لئے کہا کہ عاجزی کا اظہار ہو ویسے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرح نہیں تھے ہم تو کیا کائنات کا کوئی انسان کوئی خاکی، نوری۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل نہیں۔ یہ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کرم نوازی ہے کہ آپ نے آپ کو ہم جیسے نکموں کی طرح کہہ رہے ہیں۔

دیکھو ناں بادشاہ بادشاہ ہی ہوتا ہے اگر بادشاہ اپنی رعایا سے کہے کہ میں تمہارا خادم ہوں تو یہ بادشاہ کا کمال ہے۔ اگر رعایا کہے گی تو سزا پائے گی۔
اسی طرح میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپ کو ہم جیسا کہا تو یہ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کمال ہے۔ اگر امتی کہے گا تو سزا پائے گا۔
سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آپ کو بشر کہیں، کہتے رہیں ہم نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ آپ کی عاجزی انکساری ہے۔ اگر نبی علیہ السلام عاجزی کے طور پر ایسے کلمے کہیں تو اس کو تو اجازت ہے اگر امتی کہے گا۔ تو

بے ادبی کا خطرہ ہے۔

بعض دفعہ کافر ہونے کا بھی خطرہ ہے۔ دیکھو ناں جب سیّدنا آدم علیہ السّلام اور سیّدہ حوّا علیہا السّلام جنّت سے گندم کا یا انگور کا دانہ کھانے کے بعد جنّت سے نکال کر زمین کی طرف بھیج دیئے گئے تو سیّدہ حوّا جدّہ میں اُتاری گئیں۔ سیّدنا آدم علیہ السّلام ہری لنکا میں اُتارے گئے تو سیّدنا آدم علیہ السّلام تین سو سال تک روتے رہے۔ تین سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا میاں بیوی کی مُلاقات کرائی، توبہ قبول فرمائی، جب دونوں میاں بیوی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا کرنے لگے تو یہ کلمات اُن کی زبان پر تھے۔

"رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا ﴿ط﴾"

"اے ہمارے پالنے والے ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔"

"وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا ﴿ط﴾"

اور اگر تُو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا۔

"لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿ط﴾"

(پ ۸ سُورۃ اعراف آیت نمبر ۲۲)

"تو ہم ضرور نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔"

اسی طرح قرآن مجید پڑھ کر دیکھیں، جب حضرت سیّدنا یُونس علیہ السّلام اپنی قوم سے ناراض ہو کر اُن کو عذاب کی خبر سُنا کے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر اپنی بستی نینوا سے نکال کر دریا رُوم کے پاس تشریف لے گئے تو کشتی پر سوار ہوئے کشتی درمیان دریا میں جا کر خود بخود ٹھہر گئی۔ آگے چلتی نہیں لوگوں نے کہا ملّاح صاحب کیا بات ہے۔ کشتی روک کیوں دی ہے۔ آگے کیوں نہیں چلاتے۔ ملّاح نے کہا دوستو! میں تو بڑی کوشش

کر رہا ہوں، مگر کشتی آگے چلتی نہیں۔ لوگوں نے وجہ پوچھی۔

ملاح نے کہا کہ لگتا ہے اس پوری کشتی میں کوئی ایسا بندہ سوار ہے جو اپنے مولا سے بغیر اجازت کے کشتی میں سوار ہے۔ اب ہر آدمی ایک دوسرے کو تعجب سے دیکھنے لگا کہ ہم میں سے کون ہے؟

لیکن کوئی بتاتا نہیں آخر کار تمام مسافروں کا نام لکھ کر قرعہ اندازی کی گئی، سیدنا یونس علیہ السلام کا نام نکلا۔ دوسری مرتبہ، تیسری مرتبہ، ہر مرتبہ سیدنا یونس علیہ السلام کا نام ہی نکلا۔ جب سیدنا یونس علیہ السلام نے تینوں مرتبہ اپنا نام دیکھا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

رو کر فرمایا: دوستو! واقعی میں اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اس کشتی پر سوار ہوا ہوں، یہ فرما کر آپ نے دریا روم میں چھلانگ لگا دی۔

خالق کائنات نے ایک بہت بڑی مچھلی جو کئی فٹ لمبی، اور کئی فٹ چوڑی تھی اس کو حکم دیا کہ اے مچھلی میرا روٹھا ہوا پیغمبر تشریف لا رہا ہے۔ بغیر کسی تکلیف کے اس کو اپنے پیٹ میں چند دنوں تک مہمان بنا لے لیکن خبردار میرے یار کو میرے نبی کو میرے پیارے کو کسی قسم کی تکلیف نہ دینا۔ سیدنا یونس علیہ السلام کو مچھلی نے نگل لیا۔ جب آپ مچھلی کے پیٹ میں تشریف لے گئے تو ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا، ظلمت ہی ظلمت، رات کا اندھیرا، دریا کے پانی کا اندھیرا، مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا تو خالق کائنات کا نبی اللہ تعالیٰ کا پیارا رسول علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے پکارا، مچھلی کے پیٹ میں بولا مچھلی کے پیٹ میں صدا لگائی کون سی

"فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ ط"

جب حضرت یونس علیہ السلام اندھیروں میں سے پکارے کیا؟ کہ

"اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖۗ

"کوئی معبود نہیں تیرے سوا، تیری ذات پاک ہے"۔

"اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۚۖ (پ۱۷ سورۃ انبیاء آیت نمبر ۸۷)

"بے شک میں ہی قصور داروں میں سے ہوں"۔

میرے دوستو! توجہ فرماؤ: حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ اپنے آپ کو ظالم کہہ رہے ہیں۔

یا اللہ! ہم ظالم ہیں۔ بتایئے کیا کوئی مسلمان حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام کو ظالم کہہ سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! اگر کوئی مسلمان کوئی مومن حضرت آدم علیہ السلام کو یا حضرت یونس کو ظالم کہہ دے تو آپ شریعت کے مطابق اس کو کیا کہیں گے کہ یہ کافر ہے۔

(تفسیر نور العرفان ص۵۲۵)

اگر وہ آدمی جس کو آپ کافر کہہ رہے ہیں وہ کہے کہ مجھے کافر کیوں کہہ رہے ہو۔ میں تو وہی بات کہہ رہا ہوں جو حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام نے خود اپنی زبان سے فرمائی۔ قرآن گواہ ہے۔ پھر آپ اس کو کیا جواب دیں گے؟ یہی جواب دیں گے تاکہ او بدنصیب منہ سنبھال کے بات کر حضرت آدم علیہ السلام نے اور حضرت یونس علیہ السلام نے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ الفاظ کہے تو نہایت ہی عاجزی کا اظہار کیا۔ انکساری کا مظاہرہ کیا یہ الفاظ ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہوئے سجتے ہیں۔ لیکن میں اور آپ اور کوئی مسلمان یہ الفاظ نہیں کہہ سکتا۔ اگر کہے گا تو دائرہ ایمان سے خارج ہو گا وہ اسلام سے نکل جائے گا۔

اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو فرمایا: "اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ"

میں تمہاری طرح ہوں یہ بھی میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عاجزی تھی، انکساری تھی ورنہ کہاں ہماری ناپاک بشریت، کہاں نورِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بے مثال، جیسے حضرت آدم علیہ السلام نے اور حضرت یونس علیہ السلام نے عاجزی کا مظاہرہ کیا۔

ایسے ہی میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عاجزی فرمائی۔ جیسے ان کو ظالم کہنے والا بے ادب اور کافر ہے۔ ایسے ہی سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے جیسا بشر کہنے والا بے ادب اور کافر ہے۔

جیسے سُنّی حضرات، حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام کی عزت و عظمت کے قائل ہیں، اسی طرح سُنّی حضرات سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں سے لگنے والی مٹی کو بھی سلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

؎ واہ لجپال مدینے والا!
تے اودہے ورگا ہور نہ کوئی
شان نبی صلی اللہ علیہ وسلم وچ فرق جو پاوے
تے اودہے ورگا چور نہ کوئی!
من ماہی دِچ میں کیویں بھاواں
تے میری چنگی ٹور نہ کوئی!
اودہے کرم دی بات نیازی
تے میرا اپنا زور نہ کوئی

پتہ چلا سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آپ کو بشر اس لئے کہا تاکہ عاجزی اور انکساری کا اظہار ہو۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آپ کو کہہ سکتے ہیں۔ ہمیں یہ حق نہیں ہے اگر کوئی کہے گا تو وہ بے ادب اور گستاخ

کہلائے گا۔

لیکن جو لوگ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے جیسا بشر کہتے ہیں وہ ان باتوں کے قائل نہیں، وہ کہتے ہیں کہ عاجزی کیا یہ سب بہانے ہیں، جب سرکار مدینہ نے بشر اپنے آپ کو کہہ دیا تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں۔

میرے دوستو اگر ان کی اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہہ دیا تو ہمیں بھی اجازت ہے یہ تو زیادتی والی بات ہے اچھا صاحب ہم آپ کو ایک مثال دیتے ہیں۔ دیوبندیوں کے بہت بڑے عالم جن کو دیوبندی حجۃ الخلف راس الفقہاء والمحدثین تاج العلماء الکاملین مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کہتے ہیں۔ یہ مولوی صاحب براہین قاطعہ ص۱ پر لکھتے ہوئے کہتے ہیں۔ بندہ احقر الناس خلیل احمد انبیٹھوی، اب احقر کا معنی ذلیل کمینہ، اور احقر الناس کا معنی ہے سارے لوگوں میں ذلیل کمینہ فیروز اللغات ص۵۱،

اب کوئی دیوبندی وہابی یہ کہہ سکتا ہے۔ مولوی خلیل احمد صاحب بڑے ذلیل تھے کمینہ تھے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اور اگر کوئی مولوی صاحب کو کہہ دے کہ مولوی خلیل سارے لوگوں میں سے ذلیل تھے کمینہ تھے تو دیوبندی یہ کلمہ برداشت کریں گے؟

مولوی صاحب کے ماننے والے یہ بات گوارا کریں گے؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ کہنے والے سے کہیں گے او میاں منہ سنبھال کر بات کرو کیا کہہ رہے ہو تمہیں پتہ نہیں خلیل احمد صاحب بہت بڑے علامہ تھے محدث تھے، فقیہہ تھے۔ استاذ العلماء تھے تم ان کو ذلیل کہہ رہے ہو۔ حیاء کرو، شرم کرو۔

اب مولوی صاحب کو ذلیل کہنے والا کمینہ کہنے والا آگے سے جواب یہ دے رہا ہے کہ یار تم مجھ سے کیوں ناراض ہو رہے ہو خود مولوی صاحب نے اپنے آپ کو

اَحْقَرُالنَّاس" لوگوں میں سے ذلیل کمینہ لکھا ہے کہا ہے۔ میں تو نہیں کہہ رہا بلکہ ان کے اپنے الفاظ دہرا رہا ہوں۔ ایمان سے بتانا۔ انصاف سے کہنا۔

او نبی پاک کو اپنی مثل کہنے والو تم اس کو جواب دو گے کہ نہیں؟ یا یہ کہو گے کہ تم ٹھیک کہتے ہو کیونکہ مولوی صاحب نے خود کہا ہے؟ کیا کہو گے؟ انسان شرط ہے۔ یہی جواب دو گے ناں کہ مولوی صاحب نے یہ الفاظ بطور عاجزی کے کہے ہیں۔ انکساری کے کہے ہیں۔

لہٰذا مولوی خلیل صاحب اپنے آپ کو احقر النّاس کہہ سکتے ہیں۔ کوئی دوسرا انسان ان کو نہیں کہہ سکتا۔ مولوی صاحب احقر النّاس کہیں تو عاجزی عام آدمی یا دوسرا آدمی کہے تو گستاخی اور بے ادبی۔ اسی طرح سُنّی حنفی بریلوی کہتے ہیں او دیوبندیوں او وہبیوں اور جماعت اسلامی والو، او غیر مقلدو میرا نبی بشر اپنے آپ کو کہے تو جائز ہے دوسرا انسان کہے تو بے ادبی ہے سرکار مدینہ اپنے آپ کو بشر کہیں تو عاجزی ہے۔ اُمّتی کہے تو بے حیائی اور بے غیرتی ہے کیوں کہ

؎ کتھے ہے ذرّہ تے آفتاب کتھے!
تینوں ڈیکھن دی مورکھا تاب کتھے!
جھڑے جان دے جان دے جہان دسے کے
ایسیں بشر کتھے میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کتھے

میرے دوستو! سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل کہنا تو درکنار آپ قرآن وحدیث کا مطالعہ کر کے دیکھیں جن چیزوں کی نسبت، جن چیزوں کا تعلق جن چیزوں کا واسطہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کی طرف ہو گیا۔ وہ چیزیں بھی بے مثل، بے مثال ہو گئیں۔

نسبتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام

دیکھو ناں زمین ساری خالق کائنات نے بنائی ہے مگر جس زمین پر میرے مدنی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم لگے وہ زمین دوسری زمینوں سے بے مثال ہوگئی یار کے قدم کی برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قسمیں قرآن پاک میں اٹھائی۔

"لا اقسم بھذا البلد"

خالق کائنات نے فرمایا: سجناں مجھے اس مکہ شہر کی قسم ہے میں نے عرض کی مولا کریم کیوں مکہ کی قسم اٹھائی ہے کیا دوسری زمین تیری نہیں ؟ فرمایا، مولوی زمین تو ساری میری ہے۔ خالق تو ساری دھرتی کا میں آپ ہوں پر قسم اس لئے اٹھا رہا ہوں کہ

"وانت حل بھذا البلد"

(سورۃ بلد آیت نمبر ۱-۲)

اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام تم اس شہر میں جو تشریف فرما ہو۔ گویا سجناں مجھے مکہ کی گلیاں اس لئے حسین اور بے مثال لگی ہیں کہ ان گلیوں میں سجناں تیاں جو تیری لگی ہیں۔

پتہ چلا جس زمین پر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم لگے۔ وہ زمین بے مثال، جس جانور پر میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواری فرمائی وہ جانور دوسرے جانوروں میں بے مثال، جس چیز کو میرے نبی نے چھو دیا وہ وہ چیز دوسری چیزوں سے بے مثال، جس پتھر کو میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے چوم لیا وہ پتھر دوسرے پتھروں سے بے مثال، دیکھو ناں سارے حاجی حجرِ اسود کو چومتے ہیں کیوں؟ کیونکہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو چوما ہے۔

عورتیں ساری قابلِ احترام ہیں۔

مگر حضرت عائشہ، حضرت خدیجہ، حضرت حفصہ، حضرت زینب، حضرت ماریہ، دیگر سرکار کی ازواجِ پاک، ان کی شان ہی نرالی ہے۔ ان کا مقام بھی بلند ہے۔ جب تک یہ عورتیں میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکاح میں نہیں آئیں تھیں، خدیجہ خدیجہ تھی، عائشہ عائشہ تھی، حفصہ حفصہ تھی، زینب زینب تھی، ماریہ ماریہ تھی، ان میں اور دوسری عورتوں میں کوئی فرق نہ تھا۔ کوئی امتیاز نہ تھا۔ مگر جب یہ بیبیاں میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکاح میں آ گئیں، سرکار کے حق میں آ گئیں، کملی والے سے منسوب ہو گئیں تو پھر سارے جہان کی عورتوں سے بے مثال ہو کر بے مثل ہو کر سارے مسلمانوں کی مائیں بن گئیں

خالقِ کائنات نے عرشوں سے آواز ماری کہ

"یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ"

اے میرے محبوب کی بیویو!

"لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ"

"تم دوسری عورتوں کی مثل نہیں ہو"

(پ ۲۲ سورۃ احزاب آیت نمبر ۳۱)

کیوں نہیں ہو، دوسری عورتوں کی طرح اس بات کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر بیان فرمایا کہ

"اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ"

"نبی کریم ایمان والوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں"

"وَاَزْوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمْ ؕ"

"اور اُس کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔"

(پ ۲۱ سُورۃ الاحزاب آیت نمبر ۶)

پتہ چلا جو عورت میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکاح میں آگئی وہ سرکار کی نسبت کی وجہ سے دوسری عورتوں سے بے مثل کپڑے ہے دُنیا میں ہزاروں قسم کے موجود ہیں، ریشمی، سُوتی گرم، ٹھنڈے قیمتی کم قیمت کے ہر قسم کا کپڑا موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کسی کپڑے کی کوئی حیثیت نہیں، کوئی وُقعت نہیں، کوئی قیمت نہیں، کوئی قدر نہیں، مگر قرآنِ پاک پڑھ کر دیکھو، جن کپڑوں کی نسبت میرے آقا سے ہو گئی، میرے رسول سے ہو گئی وہ کپڑے دوسرے کپڑوں سے ممتاز ہو گئے۔ وہ کپڑے بے مثل ہو گئے، بے مثال ہو گئے۔

خالقِ کائنات نے اُن کپڑوں کا ذکر بڑے پیار سے، بڑی محبت سے قرآن میں کیا۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سردی محسوس کی تو آپ نے اپنے جسمِ انور کو ایک کمبل میں چھپالیا تاکہ سردی نہ لگے۔ اللہ تعالیٰ کو یار کی یہ ادا بڑی پسند آئی فرمایا:

"یٰۤاَیُّہَا الْمُدَّثِّرُ ؕ"

"اے کمبل میں لپٹنے والے میرے حبیب۔" سُبحان اللہ!

جب صبح ہوئی، دھوپ نکلی، سردی کم ہوئی۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کمبل شریف اُتار کر اپنی کملی شریف، چادر شریف اپنے اوپر لے لی خالقِ کائنات نے پھر آواز ماری۔

"یٰۤاَیُّہَا الْمُزَّمِّلُ ؕ" "اے چادر اوڑھنے والے محبوب۔"

جیسے جیسے کملی والے کی ادا بدلتی گئی۔ خالقِ کائنات کی صدا بدلتی گئی۔

میرے دوستو! پتہ چلا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جس کی نسبت ہو گئی وہ بے مثال ہو گئی۔ اب ایمان داری سے بتاؤ کوئی مومن، کوئی مسلمان، کوئی سرکار کا غلام یہ کہہ سکتا ہے کہ میری عورت نبی کی عورت کی مثل ہے۔ میری بیوی حضرت عائشہ جیسی ہے۔ حضرت خدیجہ جیسی ہے؟ مومن تو نہیں کہہ سکتا مسلمان تو یہ بات نہیں کر سکتا عاشق تو ایسی بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

ہاں جو بے ادب ہو، گستاخ ہو، عشقِ نبی سے خالی ہو وہ کر سکتا ہے۔ کر سکتا نہیں بلکہ بے ادب کر گئے ہیں۔

سنیئے تمام دیوبندیوں کے متفقہ حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے بڑھاپے میں آخری عمر میں اپنی ایک کم سن چھوٹی عمر کی شاگردنی سے نکاح کیا۔ اس نکاح سے پہلے ان کے کسی مرید نے خواب دیکھا کہ مولوی اشرف علی کے گھر حضرت عائشہ صدیقہ آنے والی ہے۔ جب یہ خواب اس مرید نے مولوی اشرف علی کو بتایا تو سنیئے وہ تعبیر کیا دیتے ہیں؟

مولوی اشرف علی نے کہا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ میرے ہاتھ کوئی کم سن چھوٹی عمر کی عورت آئے گی۔ کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ کا نکاح جب حضور علیہ السلام سے ہوا تو آپ کی عمر سات سال تھی وہ ہی نسبت یہاں ہے کہ میں بڈھا ہوں اور بیوی لڑکی۔

(رسالہ الامداد ۱۳۱۵ھ ہجرہ ص۸۵، بحوالہ جاء الحق اول ص۴۲۰، ۴۲۱، مقیاس حنفیت ص۲۷)

میرے دوستو! کتنی گستاخی ہے، بے ادبی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جس کو خالقِ کائنات مومنوں کی ماں فرما رہا ہے۔ مولوی اشرف علی اس پاک بی بی کو اپنی عورت سے اپنی کمسن بیوی سے ملا رہا ہے۔ افسوس ایسی سوچ پر ایسے ذہن پر ایسی عقل پر، مگر جنہوں نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ادب نہیں کیا۔ انہوں نے نبی کی بیوی کا کہاں ادب کرنا ہے تو بات ہو رہی تھی مسلمان کی کہ کوئی مسلمان تصور نہیں کر سکتا۔ میری عورت نبی کی عورت کی مثل ہے کوئی ایمان دار یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا کمبل نبی کے کمبل جیسا ہے۔ میری چادر اللہ تعالیٰ کے یار کی چادر کی طرح ہے۔

سوچو غور کرو، خیال کرو۔ دھیان دو، جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم سے لگنے والا کپڑا دوسرے کپڑوں سے بے مثال ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکاح میں آنے والی عورتیں دوسری عورتوں سے بے مثل ہیں تو پھر وہ نبی خود ہماری مثل کیسے ہو سکتا ہے؟

پھر وہ لوگ کتنے بدنصیب ہیں جو نبی کی برابری کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ نبی کی برابری کا دعویٰ کافر نہیں کرتے، مشرک نہیں کرتے، عیسائی نہیں کرتے، یہودی نہیں کرتے، ہندو نہیں کرتے کیونکہ ان لوگوں کو تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت کا پتہ ہی نہیں وہ ہمارے رسول کو جانتے نہیں پہچانتے نہیں نبی کی برابری کا دعویٰ وہ کرتے ہیں جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جو اپنے آپ کو موحد کہلاتے ہیں جو اپنے آپ کو توحیدی کہلاتے ہیں۔ اللہ اکبر!

جناب صائم چشتی علیہ الرحمتہ نے ایسے ہی نام نہاد موحدوں کی بڑی خبر لی، بڑی اچھی بات فرمائی، صائم چشتی فرماتے ہیں کہ

ے لہندے نے توحیدی آں۔ توحید ساڈی جان اے
نبی ساڈے جیہا اے۔ ایہہ اساں دا اعلان اے

ے رب جھوٹھ بول سکے۔ ساڈا ایہہ ایمان اے
نبی کہیئے بھلا اتے۔ کاھدا نقصان اے
عقیدہ اے کہ کوڑا اے۔ ایہہ کوڑ دیے گ بیماریو
بلے اوڑ توحید دیو۔ وڈیو پچھاریو!

ویسے خیال کرو۔ اللہ تعالیٰ نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرمایا۔ میرے حبیب تم کہہ دو ہمیں نہیں فرمایا کہ اے میرے حبیب کے غلاموں تم کہو۔ اگر ہمیں حکم ہوتا تو نبی کو اپنے جیسا کہنا جائز تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سبحان تو کہہ یہ صرف نبی کے لئے جائز ہے۔ اُمتی کے لئے نہیں۔

جب واضح نے لفظ ہی یار کے لئے کہا ہے تو غلاموں کو کیا جرأت ہے کہ وہ اس کے یار کو ان الفاظ سے پکاریں جو صرف نبی کے لئے خاص ہے بعض دفعہ مخصوص الفاظ دوسرے پر بولے جائیں تو بے ادبی کا خطرہ بھی ہو جاتا ہے۔

مثلاً ایک آدمی باہر سے گھر میں آتا ہے تو اس کی ماں اُسے دیکھ کر کہتی ہے میرا بیٹا آگیا۔ بیوی دیکھ کر کہتی ہے میرا خاوند آگیا۔ بٹیا دیکھ کر کہتا ہے میرا ابا آگیا۔ بہن دیکھ کر کہتی ہے میرا بھائی آگیا۔

اب دیکھیئے بٹیا کہتی ہے ماں، ابا کہتے ہیں بچے۔ بھائی کہتی ہے بہن خاوند کہتی ہے بیوی۔ یہ تمام افراد اپنے اپنے مقام پر سچے ہیں۔ آنے والا ہے ایک لیکن اس کے القاب، خطاب، الفاظ ہر فرد نے جدا جدا ادا کئے۔ حق بھی یہی بنتا ہے۔ لیکن اگر ماں کہے میرا خاوند آگیا۔ بیوی کہے میرا بیٹا آگیا تو یہ ایک غیر شریفانہ، غیر فطری بات ہو گی۔ کیونکہ بیٹے کا لفظ اللہ پاک نے ماں کے لئے بنایا ہے۔ خاوند کا لفظ بیوی کے لئے۔ بیوی بیٹا نہیں کہہ سکتی، ماں خاوند نہیں کہہ سکتی۔ اسی طرح بلا تشبیہ، بلا مثال بشر کا لفظ اللہ تعالیٰ نے یار کے

لئے بنایا ہے کہ اُسے کملی والے محبوب تو اپنے آپ کو بشر کہہ سکتا ہے لیکن کسی اور کے لئے جائز نہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں نہیں جی سب انسان برابر ہیں نبی بھی انسان ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ بھی ہمارے برابر کوئی فرق نہیں۔

میرے دوستو! ایسی سوچ غلط ہے دیکھئے ناں بہن بیوی ماں ہر تینوں عورتیں ہونے میں برابر ہیں ہم مثل ہیں کوئی فرق نہیں لیکن ہم تینوں کو ایک ہی نظر سے نہیں دیکھ سکتے۔ ایک ہی لفظ سے نہیں بلا سکتے۔ ایک ہی لقب سے مخاطب نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر کوئی سرپھرا اپنی بیوی کو کہے کہ تو میری ماں یا میری بیٹی کی مثل ہے تو اس پر اس کی عورت حرام ہو گئی۔ اب اگر عورت کو اپنے لئے حلال کرنا چاہتا ہے تو سزا کے طور پر ساٹھ مسلسل روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

(قرآن مجید، پ ۲۸ سورۃ مجادلہ آیت ۳-۴)

اگر کوئی بدنصیب اپنی ماں کو یا بہن کو کہے کہ اماں تو تو میری بیوی جیسی ہے۔ باجی تو تو میری اہلیہ جیسی ہے تو سننے والا کہے گا او بے ایمان توبہ کر نہیں تو ایمان سے نکل جائے گا اب وہ کہنا شروع کر دے۔ کیوں کروں توبہ جیسے ماں کے دو ہاتھ ویسے بیوی کے دو ہاتھ جیسے ماں کھاتی ہے۔ بیوی کھاتی ہے۔ جیسے ماں سوتی ہے۔ بیوی سوتی ہے جیسے ماں چلتی ہے۔ بیوی چلتی ہے۔ برابری نہیں تو کیا ہے؟ دونوں برابر تو سننے والا کہے گا او بدعقل ٹھیک ہے وہ بھی عورت، یہ بھی عورت، پر وہ ماں ہے یہ بیوی ہے اس کے قدموں میں تیری جنت، تیری رضا میں تیری بیوی کی جنت برابری کیسی؟ کر توبہ نہیں تو بے ایمان ہو جائے گا۔

دوستو! اگر گھر میں ماں بیوی میں برابری کرو۔ بندہ بے ایمان ہو جاتا ہے۔ کوئی سرکارِ مدینہ سے برابری کرے تو کیسے مسلمان رہ سکتا ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَر!

پر یہ بات وہ جانے جو پہچان رکھتا ہو جو معرفت رکھتا ہو کیوں کہ

نہ کچ وِچے منکا تے لعل وِی منکا
تے اِکو رنگ دوہاں دا
پر جدوں کول صَرافاں جاوے
تے فرق سیاں کوہاں دا

متشابہ آیت:

میرے دوستو! قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ قرآنِ پاک میں بتیس لاکھ چھتیس ہزار ستر حروف موجود ہیں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہیں، اِن آیتوں میں سے کچھ آیتیں محکم ہیں کچھ آیتیں متشابہات ہیں۔ خالقِ کائنات نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔

"هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ ط"

اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے نازل فرمائی آپ پر کتاب۔

"مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ ط"

اس کی کچھ آیتیں محکم ہیں وہی کتاب کی اصل ہیں۔

"وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ط"

اور دوسری آیتیں متشابہ ہیں۔

(پ ۳ سورۃ آلِ عمران آیت نمبر ۷)

مُحکم وُہ آیات کریمہ ہیں، جن کے معنیٰ بالکل ظاہر ہیں کسی قسم کی تاویل تفسیر کی ضرورت نہیں۔ متشابہات وُہ آئتیں ہیں جس کی مُراد عقل میں نہ آسکے۔ بس ظاہری الفاظ کو پڑھ کر مان لیا جائے۔

پھر متشابہات کی دو قسمیں ہیں، ایک وُہ جن کے معنیٰ بالکل سمجھ میں نہ آسکے۔ جیسے الٓمٓ۔ طٰسٓ۔ یٰسٓ۔ ان کو حُروفِ مُقطعات بھی کہتے ہیں۔ دوسری وُہ آیات جن کے لغوی معنیٰ تو سمجھ میں آجائیں مگر یہ پتہ نہ چلے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں کیا مُراد لیا ہے۔ مثلاً:۔

یَدُ اللّٰہِ۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ۔

وَجْہُ اللّٰہِ۔ اَللہ تعالیٰ کا چہرہ۔

حالانکہ تمام مُسلمانوں کا یہ مُتفقہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہاتھوں سے چہرے سے پاک ہے۔ اَب اِس کا مقصد کیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے پتہ چلا قرآنِ مجید میں چند آئتیں ایسی بھی ہیں جو متشابہات کہلاتی ہیں اور قرآنِ مجید فرماتا ہے۔

"وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ؕ"

اُور نہیں جانتا اس کے صحیح معنیٰ مگر اللہ تعالیٰ۔ اَللہ تعالیٰ کے سوا اس کا معنیٰ کوئی نہیں جانتا۔ اسی لئے محدثین فرماتے ہیں، مُفسّرین فرماتے ہیں کہ متشابہات کو مان لو اس کی تاویلیں تلاش نہ کرو کہ اس کا معنیٰ کیا ہے۔ اس کا مطلب کیا ہے اِس کا مفہوم کیا ہے۔ بس کوئی پُوچھے تو صرف اِتنا کہہ دو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب ہمیں سمجھانا ہی نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیوں کی؟ یہ آیات اُتاری کیوں؟ تو یاد رکھو، یہ آیاتِ کریمہ اُتار کر اللہ تعالیٰ نے ہمارا امتحان لیا کہ آیا مجھے ماننے والے مجھے وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ کہنے والے

میری بارگاہ میں اپنی جبینِ جھکانے والے میرے کلام کو مانتے ہیں کہ نہیں، ایمان لاتے ہیں کہ نہیں، میرے فرمان کو چاہے سمجھ آئے نہ آئے دل وجان سے اقرار کرتے ہیں کہ نہیں۔ سبحان اللہ!

جن کو اپنی عقل پر ناز تھا شعور پر غرور تھا وہ سوچتے رہ گئے گمان کرتے رہ گئے پر جن پر خالقِ کائنات کا کرم ہوا۔ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظرِ کرم ہوگئی۔ انہوں نے کہا:

"اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَاہُ"

یا اللہ ہم تیرے کلام پر دل وجان سے ایمان بھی لائے اور دل سے یقین بھی کرلیا۔ تو عرض کر رہا تھا کہ خالقِ کائنات نے دو قسم کی آیتیں قرآن پاک میں نازل فرمائی ہیں محکم اور متشابہات محکم وہ جن کا معنیٰ بالکل صاف ہیں تاویل کی تفسیر کی ضرورت نہیں اور متشابہات کی دو قسمیں ایک وہ جن کا بالکل معنیٰ بھی نہیں سمجھ آتا وہ ہیں مقطعات، دوسری وہ آیات جن کا معنیٰ تو پتہ چلتا ہے پر اس سے مراد کیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اگر وہی معنیٰ مراد لیا جائے تو گندہ ہے جیسے یَدُ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ۔ اب خالقِ کائنات دوسرے مقام پر فرماتا ہے۔ "لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ" خالقِ کائنات کسی کی مثل نہیں نہ کوئی مخلوق اس کی مثل ہے۔

پتہ چلا جو ظاہری معنیٰ ہے وہ مراد نہیں لے سکتے اب توجہ کرو خالقِ کائنات نے فرمایا: قُلْ اے محبوب تو کہہ دے۔ کیا کہ "اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ" میں تمہاری طرح بشر ہوں۔

محقق علی الاطلاق شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ یہ آیۃ کریمہ محکم نہیں بلکہ متشابہات ہے۔

(مدارج النبوت اوّل ص۱۶۱ ص۱۶۳، تفسیر نعیمی پ۳ ص۳۰۸، ط ص۳۰۹)

جب یہ آیت کریمہ متشابہات ہے تو ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ ظاہری معنی دیکھے۔ بس حقیقت میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کیا تھے یہ اللہ تعالیٰ جانے یا اُس کا محبوب، یہی بات خالقِ کائنات نے ہمیں فرمائی کہ

"فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ"

بس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے۔ زنگ ہے وہ کرتے کیا ہیں؟ خالقِ کائنات فرماتا ہے۔

"فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ"

بس وہ پیروی کرتے ہیں صرف ان آیتوں کی جو متشابہ ہیں کیوں؟ فرمایا: اس لئے کہ ان کا مقصد فتنہ انگیزی ہے۔

"وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ" اور غلط معنی تلاش کرنا ہے۔

(پ۳ سورۃ آلِ عمران آیت نمبر ۷)

خالقِ کائنات فرماتا ہے کہ متشابہ آیات کے پیچھے نہ پڑھو اس کی تفصیل اور تاویل تلاش نہ کرو کیوں؟ اس لئے کہ یہ تمہارے بس کی بات نہیں متشابہات کا معنی اور مطلب صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

میرے دوستو! غور فرماؤ! جب متشابہ آیات کا معنی و مطلب اللہ تعالیٰ کے سوا جانتا کوئی نہیں تو پھر بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ بھی متشابہ آیت ہے۔ اس کا مطلب، اس کی حقیقت، اس کا مفہوم اُن لوگوں کو کیسے پتہ چل گیا جو کہتے ہیں سرکار ہماری مثل ہیں، ہماری طرح ہیں۔

پتہ چلا جو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی مثل کہتے ہیں وہ جھوٹے ہیں، کیوں کہ آیت متشابہ ہے اور متشابہ کی حقیقت صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جو لوگ پھر بھی باز نہ آئیں سمجھ لو ان کے دل میں کجی ہے زنگ ہے۔ اِن کے دل ٹیڑھے ہیں جو ٹیڑھے دل والے ہیں، جو زنگ آلودہ دل والے ہیں وہ تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی طرح کہتے ہیں لیکن جن کا سینہ مدینہ ہے وہ تو کہتے ہیں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کی ذات تو ہے ہی بے مثل، بے مثال ہم تو ان کتوں کی طرح بھی نہیں جو تیرے شہر مدینے میں پھرتے ہیں۔

سبحان اللہ! امام اہلسنت کشتۂ عشق رسالت تاجدار بریلی مولانا الشاہ احمد رضا علیہ الرحمۃ تو یوں عرض کرتے ہیں کہ

؎ تجھ سے در در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

ایک مرید نے ایک غلام نے جب یہ سنا تو کہا حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی کا پٹہ گلے میں کیوں ڈالا ہے۔ فرمایا کہ

؎ اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا!

مخاطب کون؟

میرے دوستو! ذرا غور فرماؤ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ"

اُسے میرے حبیب آپ فرما دیں، مَیں تمہاری مثل ہوں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کن سے فرمایا، کہہ دو میں تمہاری مثل ہوں؟ مخاطب کون تھے؟ اپنے تھے یا پرائے؟ ایمان دار تھے یا بے ایمان؟ مسلمان تھے یا کافر؟ ماننے والے تھے یا منکر؟ غلام تھے یا مخالف؟ دوست تھے یا دشمن۔ سجن تھے یا ویری؟ کون تھے؟

لازمی بات ہے جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی تو سرکارِ مدینہ نے پوچھا ہوگا کہ اے ربّ کائنات کن سے کہوں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہوں؟ فرمایا ناں۔ عرض کی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کہوں فرمایا ناں، عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے کہوں؟ فرمایا ناں، عرض کی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہوں؟ فرمایا ناں، صہیب رومی سے کہوں؟ فرمایا ناں۔ عرض کی سلمان فارسی سے کہوں؟ فرمایا ناں۔ بلال حبشی رضی اللہ عنہ سے کہوں؟ فرمایا ناں۔ عرض کی جابر سے کہوں؟ فرمایا ناں۔ عرض کی کملی میں چھپنے والوں کو کہوں؟ فرمایا ناں؟ عرض کی مولا کریم پھر کن سے کہوں؟

خالقِ کائنات نے فرمایا: سجناں اُن سے نہ کہو جو تمہارے قدموں پر اپنی گردنیں کٹوا رہے ہیں بلکہ اُن کو کہو جو تیرے راستے پر کانٹے بچھا رہے ہیں۔ اے محبوب اُن سے کہو جو تیرے مخالف ہیں، محبوب ابوجہل سے کہو، ابولہب سے کہو۔ عتبہ کو کہو، عتیبہ کو کہو، شیبہ کو کہو۔ عقبہ کو کہو۔ ولید کو کہو۔ عاص بن وائل کو کہو۔ اُمیّہ کو کہو، جتنے کافر، مشرکین، بے ایمان ان سے کہو۔ اب میرے کملی والے نے فرمایا:

"اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ"

"اے سننے والو، سن لو میں تمہاری طرح بشر ہوں۔"

میرے دوستو! آپ بتائیے حکم کے مخاطب کون ہیں؟ مسلمان یا

کافر؟ کہہ دیجئے کہ کافر۔ (جاء الحق اول ص۱۷۶)
تُم کے مخاطب ہیں مشرکین تُم کے مخاطبین ہیں بے ایمان، تُم کے مخاطب ہیں کفار۔

میرے دوستو! ایمان داری سے بتانا کیا کسی مسلمان کی یہ جرأت ہے کہ کملی والے کو ابوجہل کی طرح کہے؟ کیا کوئی ایسا مومن ہے جو یہ آیت پڑھ کر سرکار کو مشرکینِ مکہ کی طرح کہے؟

توبہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے کسی مومن کی، کسی مسلمان کی جرأت نہیں یہ کلمات کہے، جرأت تو ایک طرف سوچنا بھی گناہ ہے۔

اب دوسری طرف آجایئے آج کوئی ہندو کوئی کافر، کوئی بے ایمان، کوئی ابوجہل یا ابوجہل کی اولاد میں سے کوئی ابوجہل آجائے اور کہے کہ مسلمانو، تمہارا رسول ہماری طرح ہے۔

اے ایمان والو! اے مسلمانو، اے رسول کا کلمہ پڑھنے والو، تمہارا رسول تو ہماری طرح ہے تم برداشت کر جاؤ گے؟ یہ بات سن لوگے؟ نہیں ہرگز نہیں، ہم اس بے ایمان کی زبان نہ کھینچ لیں، اگر وہ آگے سے کہے کہ یار لڑتے کیوں ہو، تمہارا قرآن یہ مسئلہ بتا رہا ہے۔ سولہ پارہ بول رہا ہے کہ تمہارے رسول نے خود ہمیں کہا تھا۔

"اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ"

کہ اے کافرو، میں تمہاری طرح بشر ہوں۔ دیکھو کتنی وزنی دلیل ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ اس کو نبی کی طرح کہنے نہیں دو گے۔ نبی کی مثل بننے نہیں دو گے۔ میاں توجہ جن کو نبی نے کہا تھا کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں۔ جب تم ان کو نبی کی مثل نہیں کہنے دیتے تو جن کو نبی نے اپنی طرح کہا بھی نہیں

ان کو کیسے حق ہے کہ وہ کہے نبی ہماری طرح ہے۔ اب اگر کوئی مسلمان ہو کر مومن ہو کر کہے کہ تُم کے مخاطب ہم لوگ ہیں تو سمجھ لینا یہ بھی اُن ہی لوگوں سے ہے جن کو نبی نے خطاب کر کے فرمایا: "مِثْلُکُمْ" ایمان والے نہ پہلے مُخاطب تھے نہ آج مخاطب ہیں"۔

میں حیران ہوں۔

میرے دوستو! میں حیران ہوں یہ لوگ نبی کی مثل بن کیسے گئے۔ حالانکہ قرآن پڑھو، حدیث کا مطالعہ کرو، سیرت دیکھو، عقل سے سوچو۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ تو شرعًا ہماری مثل ہیں اور نہ عقلًا ہماری طرح ہیں۔ شرعًا تو اس لئے نہیں کہ ایمان میں، اعمال میں، احکام پر معاملات میں کسی چیز میں بھی ہم سرکار کی مثل نہیں۔ دیکھیں ہم کلمہ پڑھتے ہیں۔

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ"

اور اللہ تعالیٰ کے حبیب کا کلمہ تھا۔

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ"

"اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسُول ہوں"۔

اگر ہم یہ کلمہ پڑھیں تو کافر ہو جائیں۔ دن رات میں ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں مگر سُلطانِ مدینہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر چھ نماز فرض تھیں۔ تہجد بھی میرے آقا پر فرض تھی۔ خالقِ کائنات ارشاد فرماتا ہے۔

"وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ"

اے میرے حبیب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام رات کے بعض حصے میں

اُٹھیئے اور نماز تہجد ادا کیجئے۔

خالقِ کائنات کے حبیب نے عرض کی مولا کریم میں ہی اُٹھوں یا میرے سارے غلام اُٹھیں، ربِّ کائنات نے فرمایا:

"نَافِلَةً لَّكَ"

سبحان اللہ یہ نماز زائد ہے۔ آپ کے لئے یعنی محبوب تجھ پر فرض ہے۔ تیرے غلاموں پر تیری سُنّت ہوگی۔

(تفسیر نور العرفان ص ۴۶۲، تفسیر القرآن دوم ص ۶۷۷)

ہمارے لئے اسلام کے پانچ ارکان فرض ہیں۔ ایمان۔ نماز۔ روزے حج، زکوٰۃ، لیکن سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر چار فرض ہیں۔ زکوٰۃ فرض نہیں شامی شریف کتاب الزکاۃ۔ ہم صرف ایک وقت چار عورتیں نکاح میں رکھ سکتے ہیں۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جتنی چاہیں عورتیں ایک وقت نکاح میں رکھیں کوئی ممانعت نہیں۔

خالقِ کائنات نے ارشاد فرمایا:

"تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ"

اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کو اختیار ہے دور کر دیں جس کو چاہیں۔ "وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ" اور اپنے پاس رکھیں جس کو چاہیں۔

(تفسیر نور العرفان ص ۶۷۷ حاشیہ نمبر، مواعظِ نعیمیہ ص ۱۱۸)

ہماری موت کے بعد ہماری بیویاں جہاں چاہیں نکاح کریں کوئی روک نہیں مگر سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیویاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

وفات شریف کے بعد کسی سے نکاح نہیں کر سکتی۔ کیوں کہ وہ ہماری مائیں ہیں۔
خالقِ کائنات ارشاد فرماتا ہے۔

"اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ"
میرا محبوب ایمان والوں کی جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔
"وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّہٰتُہُمْ"
"اور آپ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں"

(پ ۲۱ سورۂ احزاب آیت نمبر ۶)

ہماری وفات کے بعد ہمارا مال وارثوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ مگر میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات شریف کے بعد سرکار کا مال تقسیم نہیں ہوا۔

(بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۵۰)

ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں مگر قربان جاؤں شانِ نبوت پر اللہ تعالیٰ یار کے بولنے کا منتظر محبوب جو کہتا جائے گا ہم اپنا قانون بناتے جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو مالک کل بنا کے بھیجا۔ محبوب جو چاہے حکم جاری کرے ہم اس کی توثیق کرتے جائیں گے۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سیدہ فاطمہ کی موجودگی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو دوسری شادی سے منع کر دیا۔

(ترمذی شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۸)

حضرت سلمہ انصاری روزہ توڑ بیٹھے ان کا کفارہ اُن ہی کو کھلا دیا۔

(بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۶)

حضرت عقبہ کو قربانی کے دن چھ مہینے کا بکرا ذبح کرنے کی اجازت دے دی۔ (بخاری شریف جلد ۲ ص ۸۳۲، مسلم شریف جلد ۲ ص ۱۵۵)

عقلاً بھی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم جیسے نہیں کیوں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت دیکھی، دوزخ دیکھی، ساتوں آسمان دیکھے۔ سدرہ دیکھی، اللہ تعالیٰ کا عرش دیکھا۔ لوح دیکھی قلم دیکھی نہیں نہیں بلکہ ساری کائنات کا خالق مالک بھی دیکھا۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت نے بڑی پیاری بات فرمائی کہ

؎ وُہی ہے اوّل وُہی ہے آخر
وُہی ہے باطن وُہی ہے ظاہر
اُسی کے جلوے اُسی سے ملنے
اُسی سے اُس کی طرف گئے ہیں

خُدا کی قدرت کہ چاند حق کے
کروروں منزل میں جلوہ کر کے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی
کہ نُور کے تڑکے آ لئے تھے

میاں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری مثل کیسے ہو سکتے ہیں، ہم کھائیں تو پیشاب پاخانہ اور نجس چیزیں بنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کھاتے ہیں تو اُس سے نورِ الٰہی ہوتا ہے۔

عارف باللہ مولانا روم علیہ الرحمتہ یہی بات فرماتے ہیں کہ

؎ ایں خورد گردد پلیدی زیں جدا
آں خورد گردد ہمہ نورِ خدا!

سُبحان اللہ! مولانا فرماتے ہیں اُمرنبی کی مثل بننے والے تو کھائے تو نجاست نکلتا ہے۔ رب کا ماہی کھائے تو نور نکلتا ہے۔ برابری کیسے

فرماتے ہیں کہ دیکھو جن خوراک شہد کی مکھی بھی کھاتی ہے۔ خوراک زنبور بھی کھاتی ہے۔ پر شہد کی مکھی کھائے تو شہد نکلتا ہے۔ زنبور کھائے تو زہر بنتا ہے۔

سرکار رحمۃ اللعالمین ہیں، ہم نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سراپا ایمان ہیں۔ ہم کلمہ پڑھ کر مومن بنتے ہیں۔ سرکار کے جسم کا سایہ نہ تھا۔ ہمارا سایہ ہے۔ سرکار چلتے تھے۔ بادل سایہ کرتا تھا۔ دھوپ سے بچاؤ کے لئے۔

ہمیں یہ مقام حاصل نہیں، اتنے فرق ہونے کے باوجود بھی کوئی بدعقل، کوئی بے وقوف، کوئی بدنصیب، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی مثل کہے تو پھر اللہ عزوجل ہی حافظ ہے۔

ہم سنی تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں کہ

تے اودھی اک تجلی جدوں پیندی
تے سڑ جاندے پہاڑ تے طور ورگے
کھولن لگے حقیقتاں اودھے یار نوں
سولی جاندے نے چڑھ منصور ورگے
نبیاں نال مقابلہ کرن لگیاں
رد ہو جاندے نے بلعم باعور ورگے
صدف کوئی نہیں اودھے بلال ورگا
تسی بن دے او میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ورگے

اعلان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت عمران حضرت ابوہریرہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین یہ تینوں بزرگ سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں یہ تینوں صحابہ

کرام فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے وصال کے روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ وصال کا معنیٰ ہے کہ اسی طرح روزہ رکھنا کہ بندہ نہ سحری کرے نہ افطاری کرے مُسلسل یہ طریقہ رکھے۔ اس کو کہتے ہیں وصال کا روزہ۔ اب میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بھی یہی طریقہ شروع کر دیا نہ صبح کھاتے نہ شام۔ بس روزے پہ روزہ۔

علامہ ابنِ قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام جب وصال کے روزے رکھتے تو اکیس اکیس دِن بلکہ بعض دفعہ چالیس چالیس دِن نہ کھاتے نہ پیتے بلکہ مُسلسل روزے رکھتے۔ سُبحَانَ اللّٰہ؟

یہ میرے آقا کی شان ہے۔ کمال ہے یہ تو کائنات کے آقا ہیں، آقا پھر آقا ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے کئی غلاموں کو بھی یہ طاقت بخشی ہے کہ وہ بھی کئی کئی دِن تک نہ کھائیں نہ پیئیں تو زندگی گزار سکتے ہیں۔

ایک بہت بڑے بزرگ تھے حضرت سیّد شرف الدین المعروف بابا بلبل شاہ علیہ الرحمتہ آپ ایک دِن سحری کھا رہے تھے۔ مُرید بھی ساتھ ہیں، مُسکرانے لگے۔ تو غلاموں نے مُریدوں نے پُوچھا سرکار مُسکراتے کیوں ہو فرمایا: اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی رحمت کاملہ سے اتنی نُورانی قوّت عطا فرما دی ہے اگر میں ساری زِندگی بھی نہ کھاؤں نہ پیئوں تو زندگی گزار سکتا ہوں۔

مُریدوں نے کہا سرکار پھر آپ کیوں کھا رہے ہیں۔ فرمایا: یہ رمضان شریف کا مہینہ ہے اور رمضان شریف میں سحری کھا کر روزہ رکھنا میرے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سُنّت ہے تو یہ سحری میں اپنے نفس کو راضی کرنے کے لئے کھا رہا بلکہ سرکارِ مدینہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی سُنّت سمجھ کر کھا رہا ہوں اور میرے

نزدیک سُنّت پر عمل کرنا یہ ایک ہزار سال کی عبادت سے زیادہ بہتر ہے۔

(فیضانِ سُنّت ص۱۰۶۷ ص۱۰۶۸)

توخیر عرض یہ کر رہا تھا کہ سُلطانِ کائنات نے وصال کے روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ صحابۂ کرامؓ نے جب اپنے آقا صلّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو اس طرح روزے رکھتے دیکھا تو اداۓ محبوب بڑی پسند آئی۔ انہوں نے بھی سرکار صلّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی سُنّت سمجھ کر وصال کے روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ جس کی وجہ سے صحابۂ کرام بڑے کمزور ہو گئے۔

میرے آقا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا: صحابہؓ عرض کی، جی آقا۔ فرمایا تم کمزور بڑے ہو گئے ہو۔ کیا بات ہے؟ صحابہؓ نے عرض کی، سرکار ہم نے بھی آپ کی طرح، آپ کی سُنّت سمجھ کر وصال کے روزے رکھنے شروع کر دیئے ہیں تو میرے آقا نے سُنا تو

"نَهٰى عَنِ الْوِصَالِ"

فرمایا: آج کے بعد تم وصال کے روزے نہ رکھا کرو بلکہ اگر شوق ہو تو سحری بھی کھایا کرو اور افطاری بھی یہ وصال کے روزے رکھنے سے تم کمزور ہو رہے ہو۔ لہٰذا اِن روزوں سے پرہیز کرو۔

"قَالُوْا اِنَّكَ تُوَاصِلُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ"

صحابہؓ نے میرے آقا صلّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے غلاموں نے بڑے ادب سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم آپ ہمیں تو منع فرما رہے ہیں لیکن آپ رکھتے ہیں یہ بات سمجھ نہیں آئی۔ میرے آقا صلّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم یہ بات سُن کر جلال میں آ گئے فرمایا:

"اَيُّكُمْ مِثْلِىْ" "تم میں سے کون ہے جو میری مثل ہو" اگر

کوئی ہے تو کھڑا ہو جائے۔

بخشیاں شاناں رب نے لولاک لما
اَیُّکُم مِثلی سوہنے نے خود آکھیا
کہڑے منہ نال آکھاں میں اپنے جہیا
انگلیاں چوں جو چشمے چلاؤندا گیا

میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لَستُ کَاَحَدٍ مِنکُم"

میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں ہوں۔

میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی ہے تو کھڑا ہو جائے۔ اب اس محفل میں صدیق اکبرؓ موجود، فاروق اعظمؓ موجود، حضرت عثمانؓ بیٹھے ہیں، حضرت علیؓ بیٹھے ہیں، حضرت سعدؓ تشریف فرما ہیں۔ حضرت جابرؓ سن رہے ہیں۔ حضرت انسؓ تشریف فرما ہیں۔ کم از کم بیس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، مدینہ شریف میں موجود ہیں سب سن رہے ہیں۔

کملی والا فرما رہا ہے کہ تم میں سے کون ہے جو میری مثل ہو۔ آپ بخاری پڑھیں، مسلم پڑھیں، ترمذی کھولیں، نسائی کا مطالعہ کریں۔ ابن ماجہ کو اٹھائیں۔ ابو داؤد پڑھیں۔ حدیث شریف کی ساڑھے چار سو کتب موجود ہیں سب کو اٹھائیں، میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلان سن کر سب صحابہؓ خاموش کوئی نہیں بولا۔ چاہیئے تھا صدیق اکبرؓ کھڑے ہو جاتے۔ عرض کرتے آقا میں بچپن کا ساتھی، لڑکپن کا ساتھی، جوانی کا ساتھی، سفر کا ساتھی، حضر کا ساتھی میں آپ کی مثل ہوں۔ چلو حضرت عمرؓ بڑے بہادر تھے۔ بڑے نڈر تھے۔ بڑے قوی تھے۔ بڑے دلیر تھے۔ جن کے سائے سے شیطان بھی کانپتا ہے۔ وہی کھڑے ہو جاتے

سرکار میں آپ کی مثل ہوں، چلو حضرت عثمانؓ غنی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے داماد تھے وُہی کھڑے ہوجاتے ہیں۔ آقا میں تیری طرح ہوں کیوں کہ میں آپ کا داماد ہوں، دو بیٹیاں باری باری آپ کی میرے نکاح میں آئی ہیں، چلو جی حضرت علیؓ ہی کھڑے ہوجاتے۔ سرکار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام آپ میرے چچا کے بیٹے ہیں، جو دادا آپ کا تھا وُہی میرا ہے۔ جو دادی آپ کی تھی میری ہے جو قبیلہ آپ کا ہے۔ وُہی میرا ہے جو خاندان آپ کا ہے وُہی میرا ہے آپ میرے چچازاد ہیں۔ میں آپ کا بھائی ہوں۔ میں آپ کی مثل ہوں۔

لیکن خدا گواہ ہے۔ اس پوری زمین پر سے اس پورے آسمان کے نیچے میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اعلان سُن کر کسی نے نہیں کہا۔ میں آپ کی مثل ہوں۔ کوئی صحابیؓ نہیں بولا۔ پر وہابی بول پڑا کہ میں نبی کی مثل ہوں میں نبی کی طرح ہوں۔

بابا بلھے شاہ قصوری علیہ الرحمۃ نے بڑی پیاری بات فرمائی کہ

پڑھ پڑھ شیخ مشائخ کہاویں
اُلٹے مسئلے گھروں بناویں
بے علماں نوں لُٹ لُٹ کھاویں
جھوٹھے سچے کریں اقرار
علموں بس کریں او یار!
پڑھ پڑھ مسئلے پیا سناویں
کھانا شک شبہے دا کھاویں
دسّیں ہور تے ہور کماویں
اندر کھوٹ تے باہر سچیار
علموں بس کریں او یار

تو نبیٔ کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے کیا فرمایا کہ

"اِنّی لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ"

(بخاری شریف جلد نمبر ا صفحہ ۲۶۳، ۲۶۵، ترمذی شریف جلد نمبر ا صفحہ ۹۷،

مسلم شریف جلد نمبر ا صفحہ ۳۵۱، مشکوٰۃ شریف جلد صفحہ ۱۷۵)

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ نبی کیا کہتا ہے میں تمہاری نہیں ہوں۔ نجدی کیا کہتے ہیں نہیں جی وہ تو ہماری طرح کھاتے تھے، پیتے تھے، چلتے تھے، پھرتے تھے۔

سنیو تم ان کو کہا کرو تمہارا ماما ابوجہل بھی تو تمہاری طرح کھاتا تھا۔ پیتا تھا۔ چلتا تھا۔ پھرتا تھا اس کی مثل کیوں نہیں بنتے؟ نبی کی طرح کیوں بنتے ہو۔ وہ کہیں گے کہ نہیں جی وہ مسلمان تو نہیں تھا۔ ہم مسلمان ہیں۔ ان کو کہو کہ ہمارے آقا تو اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں تم نبی تو نہیں ہو وہ رسول ہیں تم رسول تو نہیں ہو۔ وہ آخری نبی ہیں تم آخری نبی تو نہیں ہو۔ وہ رؤف و رحیم تھے تم رؤف و رحیم تو نہیں ہو۔ وہ رب کے محبوب ہیں تم محبوب خدا تو نہیں ہو۔

شرم کرو، جب صحابی نہیں مثل بن سکا تم کیسے بن سکتے ہو۔ نبی کی عزت کرو۔ نبی کی تعظیم کرو۔ نبی کی شان کے چرچے کرو۔ گھٹاؤ نہیں پر ان کے گھٹانے سے میرے نبی کی شان گھٹ نہیں سکتی۔ انشاء اللہ یہ مٹ جائیں گے۔ میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذکر کے جھنڈے بلند رہیں گے۔ میاں صاحب نے بڑی پیاری بات فرمائی کہ

؎ قدر گھٹاؤن تے نہ شرماون شرماں دُور ہٹایاں
محشر دے دِن بے قدراں نوں بھل جاون وڈیائیاں

؎ قدر یوسف دا معلم ہویا تے بھائیاں مصر گیاں نوں
قدر نبی دا معلم ہوسی تے قبراں وچ گیاں نوں

سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:
"اَیُّکُمْ مِثْلِیْ" تم میں سے کون ہے جو میری مثل ہو۔
صحابہ نے عرض کی آقا کیوں؟ فرمایا:
"اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ"
جب رات ہوتی ہے تم گھروں میں چلے جاتے ہو۔ میں رات کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں چلا جاتا ہوں۔ وہاں رات گزارتا ہوں۔ سبحان اللہ! فرمایا تم گھروں میں ہوتے ہو میں ہر روز رب کا مہمان ہوتا ہوں پروہنا ہوتا ہوں، میری تو ہر روز لامکانوں میں دعوتیں ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ مجھے کھلاتا بھی دیتا ہے پلاتا بھی دیتا ہے۔ اب جو نبی کی مثل بنتے پھرتے ہیں ان سے پوچھو۔
مولوی صاحب تم جو نبی کی مثل ہو، سرکار تو ہر روز لامکانوں میں اللہ تعالیٰ کے ہاں مہمان بنتے تھے۔ دعوتیں کھاتے تھے کبھی تمہاری بھی اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر بلا کر دعوت کی ہے اگر کی ہے تو پھر تو بڑی شان ہے۔ نہیں کی یقیناً نہیں کی تو پھر کس منہ سے نبی کی مثل بنتے ہو۔ یار حیا کرو۔ شرم کرو۔ بندے کے بتر بنو۔ باوفا امتی بنو۔ غلام بنو۔ خادم بنو۔

؎ جیہدا ناں کوئی ثانی جگ وچ تے جیہدا کلمہ پڑھے خدائی
اوس نوں نجد یاتوں گھٹاویں تے جیہدی عاشق ذات الٰہی
دو جگ تے ہے سایہ اسدا تے جہڑا دیس عرب دا ماہی
یارب ہور نواز نہیں منگدا بس مل جائے مدنی ماہی

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا کہ میں رات کو اللہ تعالیٰ کے ہاں گزارتا

ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے کھلابھی دیتا ہے پلا بھی دیتا ہے۔

میرے دوستو! اِس حدیثِ پاک سے پتہ چلتا ہے کہ سرکار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام دُنیا میں کھانے پینے کے محتاج نہیں پر کھایا کیوں؟ اس کا جواب علامہ امام حجر عسقلانی اسی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے دیتے ہیں کہ سرکار صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا کھانا پینا یہ تعلیمِ اُمّت کے لئے تھا۔ یعنی یہ بتانے کے لئے تھا کہ کھانے کا طریقہ کیا ہے۔ دائیں ہاتھ سے کھاؤ بیٹھ کر مل کر کھاؤ۔ بسم اللہ شریف پڑھ کر کھاؤ اپنے آگے سے کھاؤ۔ اچھی طرح چبا کر کھاؤ۔

علامہ عسقلانی علیہ الرّحمۃ فرماتے ہیں۔ صرف کھانا پینا ہی نہیں بلکہ ہر معاملے میں چلنے پھرنے تجارت کرنے لینے دینے میں یہ سب تعلیمِ اُمّت کے لئے تھا۔ وگرنہ میرے آقا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی۔ سُبحان اللہ!

(فتح الباری شرح بخاری ص ــــ)

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ سرکار نے فرمایا کہ اے صحابہ تم میں سے میری مثل کون ہے۔ میاں میں تو رات کے وقت اللہ تعالیٰ کے پاس مہمان ہوتا ہوں وہ مجھے دیدار کی لذت دے کر مجھے سیراب کر دیتا ہے پھر کھانے کی پینے کی ضرورت نہیں وہی میرا کھانا ہے وہی میرا پینا ہے۔

میرے دوستو! جب صحابہ کرام نے کملی والے کالی کملی والے آقا کا اپنے نبی کا یہ پیغام سُنا تو سب صحابہ بولے سب غلام بولے سارے پروانے بولے سب مستانے بولے کہ

"قَالُوْا اِنَّا لَسْنَا کَھَیْئَتِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ"

(بخاری شریف جلد نمبر ا ص ــــ)

واقعی یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہم آپ کی مثل نہیں ہیں میرے

دوستو! اب ذرا عشق کی بات سن لو۔ پیار کی بات سن لو محبت کی بات سن لو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ

اُدھر لوگو! سن لو میری مثل کوئی نہیں، اِدھر مصطفیٰ کریم زمین پر بولے۔

"اِنِّیْ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ"

اے دنیا والو! میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ وہ کہتا ہے میں بھی بے مثل ہوں یہ کہتا ہے میں بھی بے مثل ہوں، بھیجنے والا کہتا ہے میں بے مثل ہوں بھیجے جانے والا کہتا ہے میں بے مثل ہوں۔ خدا کہتا ہے میرا ثانی کوئی نہیں، مصطفیٰ بھی کہتا ہے میرا ثانی کوئی۔ غلاموں نے کہا۔ عاشقوں نے سن کر کہا کہ وہ بھی سچا یہ بھی سچا وہ اپنی خدائی میں بے مثل ہے یہ اپنی مصطفائی میں بے مثل ہے۔

محبوب خدا کا کوئی ہم پایہ ہی نہیں ہے
اس شان کا مرسل کوئی آیا ہی نہیں ہے
بے مثل نے محبوب بھی بے مثل بنایا
واں جسم نہیں ہے تو یہاں سایہ ہی نہیں ہے

سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بشر کس نے کہا؟

میرے دوستو! پتہ چلا خالق کائنات کے حبیب جیسا کوئی نہیں لیکن لوگوں نے شور مچا رکھا ہے کہ سرکار ہم جیسے تھے ان کی مانیں یا کملی والے کی؟ ان کی مانیں یا اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی؟

دوستو! جانتے ہو مخلوق میں سے نبی کو سب سے پہلے بشر کس نے کہا؟ یہ بیماری کب سے شروع ہوئی ہے نبی کو بشر کہنے کی؟ میں تلاش کرتا رہا

کہ یہ کام کب سے شروع ہوا ہے جب قرآن پڑھا تو پتہ چلا کہ نبی کو بشر سب سے پہلے کس نے کہا۔ آپ بھی سنیں، خالق کائنات سے جب سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم فرمایا کہ میرے نبی کو میرے نائب کو، میرے رسول کو سجدہ کرو۔ اس زمانے میں شیطان تمام فرشتوں کا استاد تھا۔ تمام ملائکہ کو تعلیم دیتا تھا یہ بھی اس حکم میں شامل تھا۔ خالق کائنات کا قرآن کہتا ہے۔

"فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝"

پس جتنے فرشتے تھے سب کے سب سجدے میں گر پڑے سارے فرشتے جھک گئے لیکن "اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۝" شیطان اکڑ گیا۔ فرشتوں کا ہیڈ ماسٹر اکڑ گیا۔ خالق لم یزل نے جب ابلیس کو اکڑتے دیکھا۔ سجدہ نہ کرتے دیکھا تو خالق کائنات نے شیطان سے پوچھا۔

"قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ ۝"

"کہ اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا۔"

"اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۝"

"کہ تو اس کو سجدہ کرے جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔"

میرے دوستو! توجہ کرو۔ اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے۔ دلوں کے بھید جاننے والا ہے۔ ساری کائنات کا علیم ہے خبیر ہے لیکن شیطان سے پوچھتا ہے کہ تو نے میرے نبی کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟

ہوتا آجکل کا کوئی سرپھرا کہتا دیکھو جی، اللہ جی کو بھی پتہ نہیں کہ شیطان نے سجدہ کیوں نہیں کیا۔ شیطان نے بتایا تو تب پتہ چلا۔ جیسے دیوبندیوں کے شیخ القرآن، شیخ الحدیث والتفسیر، راس المفسرین، پتہ نہیں کیا کہا۔ مولوی حسین علی

وہاں بچھراں نے "بلغتہ الحیران صفحہ ۱۵۷" پر لکھا کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے پتہ نہیں ہوتا۔ بندہ کر لیتا ہے تو پتہ چلتا ہے۔ معاذ اللہ؟

اسی طرح غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے متفقہ شہید مولوی اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان صفحہ ۲۹" پر لکھتے ہیں کہ غیب کا دریافت کرنا اس کے اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب کی شان ہے۔ معاذ اللہ؟

یہ تو نجدیوں کا عقیدہ ہے۔

اب سنیئے اہلسنت کا عقیدہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ شرح فقہ اکبر میں اہلسنت کا عقیدہ درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"من اعتقد ان اللہ لا یعلم الاشیاء قبل وقوعها فهو کافر" (شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۰)

جو بندہ یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کے واقع ہونے سے پہلے کا پتہ نہیں ہوتا وہ کافر ہے۔

تو خیر عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے پوچھا۔ کیوں پوچھا؟ تاکہ پتہ چل جائے کہ سوال ہمیشہ لاعلمی کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ کبھی سوال میں حکمت بھی ہوتی ہے۔

جیسے بعض بے وقوف اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھو جی نبی کو علم ہوتا تو حضرت عائشہ پر زنا کا الزام لگا تو صحابہؓ سے پوچھا کیوں؟ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم معراج پر گئے ہر آسمانی چیز کو دیکھتے تو جبرئیل علیہ السلام سے پوچھتے پتہ ہوتا تو پوچھتے کیوں؟

میرے دوستو! یاد رکھو یہ کیوں کرنے والے کبھی مطمئن نہیں ہوتے لیکن جو سرکار کے غلام ہیں وہ کہتے ہیں کہ سرکار کے پوچھنے میں بھی حکمت تھی کونسی

حکمت ہے؟ سُنئیے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیوی پر الزام لگا۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ بتاؤ عمر، عثمان، علی، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تمہارا میری بیوی کے بارے کیا خیال ہے؟ تو سرکار کا پُوچھنا، صحابہ کا بتانا اسمیں اُمّت کے لئے سبق تھا کہ جب بھی کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے تو دوستوں سے قریبی احباب سے مشورہ کرنا یہ کریم آقا کی سُنّت ہے۔ اسی طرح میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے معراج کی شب جبرئیل علیہ السلام سے ہر چیز کے بارے پُوچھا۔ اگر سرکار نہ پُوچھتے۔ جبرائیل نہ بتاتے تو ہم غلاموں کو کیسے پتہ چلتا۔

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پُوچھنا اپنے لئے نہیں تھا۔ اُمّت کے لئے تھا۔ اِسی طرح خالقِ کائنات، شیطان سے نہ پُوچھتا وہ نہ بتاتا تو ہمیں اس کی خباثت کا، بے ایمانی کا، بے حیائی کا، بے ادبی کا کیسے پتہ چلتا کریم خالق پُوچھتا گیا۔ شیطان بتاتا گیا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمّت کو پتہ چلتا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے پُوچھا او ابلیس بتا او نے میرے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کیوں نہیں کیا تو سُنئیے شیطان نے کیا جواب دیا۔

"قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ"

(پ ۱۴ سورۃ الحجر آیت نمبر ۳۳)

"اے ربِّ کائنات مجھے یہ بات زیب نہیں دیتی سجتی نہیں، جچتی نہیں کہ میں بشر کو سجدہ کروں"

میرے دوستو! غور کرو! ربّ کا قرآن کہہ رہا ہے۔ شیطان نے سجدے سے انکار کیوں کیا کہ یا اللہ یہ بشر ہے۔ اب قرآن پڑھیں، حدیث کا مطالعہ

کریں۔ سیرتِ طیبہ پڑھیں تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کو سب سے پہلے بشر، شیطان نے کہا۔ سب سے پہلے بشر ابلیس نے کہا۔ سب سے پہلے بشر عزازیل نے کہا۔

خالقِ کائنات نے فرمایا: عزازیل میرے نبیِ کریم کو سجدہ کر۔ عزازیل شیطان نے کہا: یا اللہ اِس بشر کو، اِس خاکی کو، اِس مٹی کے پتلے کو میں سجدہ نہیں کروں گا۔ میں نے ساری زندگی تجھے سجدے کئے ہیں اب بھی کرنے کے لئے تیار ہوں۔

تیرے بندے تو صرف زمین پر سجدہ کریں گے۔ لیکن مولا کریم میں زمین کی پستیوں میں، پہاڑوں کی بلندیوں میں، دریاؤں کی لہروں میں، آگ کے شعلوں میں آسمان کی بلندیوں میں اب بھی سجدہ کے لئے تیار ہوں پر اِس بشر کو سجدہ نہیں کروں گا۔ اللہ اکبر۔

اللہ تعالیٰ یہ سن کر جلال میں آگیا۔ غصے میں آگیا۔ صفتِ قہاری کا اظہار ہونے لگا۔ خالقِ کائنات نے فرمایا، اے ابلیس تو نے میرے نبی کو بشر کہا۔ تو نے میرے نبی کو خاکی کہا ہے۔ تو نے میرے نبی کو مٹی کا پتلہ کہا ہے۔

"فَاخْرُجْ مِنْهَا"

میری جنت سے نکل جا۔ میری جنت سے بھاگ جا۔ میری بہشت سے دفعہ ہو جا۔ میرے دوستو غور کرو! اللہ تعالیٰ نے شیطان کو جنت سے کیوں نکالا؟ کیوں دفعہ کیا؟

کیا توحید کا جھگڑا تھا؟ کیا نماز میں اختلاف تھا؟ کیا روزوں کا منکر تھا؟ کیا حج زکوٰۃ سے انکار کیا تھا؟ نہیں نہیں، ان تمام چیزوں میں سے کسی کا جھگڑا نہیں تھا بلکہ جھگڑا تھا تو عظمتِ نبوت کا تھا۔ شانِ رسالت کا مقام

رسُول کا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میری جنت سے نکل جا۔ شیطان نے عرض کی مولا کریم نکل جاتا ہوں۔ لیکن میری محنت تو دیکھ، میری عبادت تو دیکھ، میری خدائی خدمت گاری تو دیکھ۔ مَیں نے تیری زمین کے چپے چپے پر سجدے کئے بیت المعمور کا مَیں خطیب رہا۔ تیرے ملائکہ کا مَیں ماسٹر رہا۔

یا اللہ! اگر مجھے نکالنا ہی چاہتا ہے۔ مجھے ریٹائرڈ بھی کرنا چاہتا ہے۔ کچھ تو بدلہ دے، کچھ تو انعام دے۔ کچھ تو صلہ دے۔ فرمایا: اچھا اس کا صلہ لینا ہے تو سُن

"فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝" (پ ۱۴ آیت نمبر ۳۴ سُورۃ الحجر)

"بیشک تُو میری بارگاہ سے مَردُود ہے۔"

"وَاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝"

"اور قیامت تک تجھ پر میری طرف سے لعنت ہے۔" اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

میرے دوستو! شیطان کتنا بڑا عالم تھا۔ صُوفی تھا، زاہد تھا، عبادت گزار تھا۔ نیک تھا، مُعلّم الملکوت تھا۔ پر جب نبی کی عظمت کا انکار کیا تو سب کچھ تباہ و برباد ہو گیا۔ میاں محمد علیہ الرّحمتہ نے بڑی پیاری بات فرمائی کہ

؎ پڑھ پڑھ کے تُو عالم ہوئیوں
تے مان نہ کر ئیں پڑھیا!
جبّار قہّار سداون والا
تے روڑھ دیوے دُودھ کڑھیا

اللہ تعالیٰ نے شیطان کو جنت سے کیوں نکالا کہ اُس نے جنّت

میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کے نبی کو صرف ایک مرتبہ بشر کہا۔ خیال کرو جس نے جنت میں کھڑے ہو کر نبی کو بشر کہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت سے نکال دیا تو جو بندہ پانچ ٹائم وضو کر کے درسِ قرآن کے بہانے لوگوں کو کہے نبی بشر تھے۔ نبی ہماری طرح انسان تھے۔ نبی ہماری طرح تھے۔ کیا وہ جنت میں چلا جائے گا؟ ایمان داری سے بتانا؟ انصاف شرط ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابلیس میری جنت سے میری بہشت سے نکل جا۔ شیطان نے اکڑ کر کہا۔ مولا کریم مجھے تو نے جنت سے نکال دیا ہے۔ لہٰذا اب میرا تیرا مقابلہ ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو میرے ساتھ مقابلہ کرے گا؟ عرض کی ضرور، فرمایا: کیسے عرض کی:

"قَالَ فَبِعِزَّتِكَ ۙ"

مولا مجھے تیری عزت، تیری عظمت، تیری شان کی قسم۔

"لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ" (پ ۲۳ سورۃ ص آیت نمبر ۸۱)

"میں ضرور بر ضرور آدم کی ساری اولاد کو گمراہ کروں گا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیسے گمراہ کرے گا؟ عرض کی بس یہی مسئلہ بتاؤں گا۔ یہی بات سمجھاؤں گا۔ کہ نبی بشر ہے۔ نبی خاکی ہے۔ نبی ہماری طرح ہے۔ یہ بات لوگوں کو اچھی طرح یاد کراؤں گا۔ بازاروں میں دوکانوں میں، محلوں میں گلیوں میں، شہروں میں، دیہاتوں میں ہر گھر میں ہر بندے کو یہی مسئلہ پکواؤں گا کیوں؟ تاکہ سارے لوگ، سارے انسان، ساری نسل، انسانیت سارے، بندے میرے، ساتھی بن جائیں۔

میرے دوستو! بتلیئے شیطان نے یہ سبق اپنے ماننے والوں کو

یاد کرایا ہے کہ نہیں؟ کرایا ہے۔ ایسا کرایا ہے کہ گلی گلی، کوچے کوچے، نگر نگر، ڈگر ڈگر یہی کہتے پھرتے ہیں۔

لوگو! نبی ہماری طرح تھا۔ اگر نہیں تھا تو کھاتا کیوں تھا؟ پیتا کیوں تھا۔ سوتا کیوں تھا، چلتا کیوں تھا۔ پھرتا کیوں تھا۔ شادیاں کیوں کیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

خالقِ کائنات نے فرمایا: اے ابلیس جا اور دفعہ ہو جا۔ لگا لے پورا زور۔ لگا پوری قوت اور طاقت، میں بھی تیرا چیلنج قبول کرتا ہوں اور تجھے ابھی بتا دیتا ہوں، کہا کر

"اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ"

"میرے بندوں پر تیرا داؤ نہیں چلے گا۔" (پ۱۴ آیت نمبر۴۲)

سُبحَانَ اللّٰہ! پتہ چلا کہ جو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں وہ شیطان کے قابو میں نہیں آسکتے وہ کبھی بھی اس کے پیاروں کی بے ادبی نہیں کر سکتے۔ وہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے پاک نبیوں کو اپنے جیسا بشر نہیں کہہ سکتے۔

شیطان نے کہا: مولا کریم چلو جو تیرے مخلص بندے ہوں گے، جو تیرے پیارے ہوں گے۔ جن پر تیرا کرم ہوگا وہ تو بچ جائیں گے۔ لیکن دوسروں کو تو میں نہیں چھوڑوں گا۔ ان کو ضرور یہ سبق یاد کراؤں گا۔

فرمایا: فکر نہ کر گھبرا نہیں، میں نے تیرا بھی اور تیرے یاروں کا ابھی سے بندوبست کر دیا ہے۔ شیطان نے کہا وہ کونسا؟ فرمایا:

"لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ"

"میں ضرور بھروں گا جہنم کو تجھ سے۔"

"وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ"

"اور تیرے سارے یاروں، فرمابرداروں سے۔"

(پ ۲۳ سورۃ ص آیت نمبر ۸۴)

میرے دوستو! قرآن مجید کی ان آیات سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کو سب سے پہلے بشر شیطان نے کہا ہے۔ اب جو شیطان کی بولی بولے گا وہ قیامت کے دن شیطان کے ساتھ جہنم میں جائے گا۔

شیطان کے ساتھی:

شیطان کو جنت سے نکلے ہوئے ہزاروں سال ہو گئے ہیں۔ اس بے ایمان نے ہر نبی کا زمانہ دیکھا پھر ہر نبی کی امت کے لوگوں کو اس نے یہی سبق یہی درس دیا کہ تم کہہ کر اے اللہ تعالیٰ کے نبی ہم آپ کو کیسے نبی مان لیں۔ آپ تو ہماری طرح بشر ہیں ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں، ہماری طرح چلتے پھرتے ہیں۔ لہٰذا ہم آپ کو نبی نہیں مانتے۔ تقریباً ہر رسول کی قوم کو اس پلید نے یہی بات بتائی۔

قرآن مجید نے چند نبیوں کا اور ان کی قوموں کا ذکر فرمایا ہے۔ آپ پڑھیں آپ کو پتہ چلے گا کہ شیطان نے ان کو کیسے بہکایا اور لوگوں نے کس طرح اپنے نبیوں کی نبوت کا انکار کیا۔

سیدنا آدم علیہ السلام کی وفات شریف کے بعد نسل انسانی میں کفر پھیلتا گیا۔ یہاں تک کہ پوری دنیا میں کفر ہی کفر ہو گیا۔ لوگ خالق کائنات کو بھول گئے۔ پیدا کرنے والے سے منہ موڑ لیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے اپنے پیارے نبی حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کو دنیا میں مبعوث فرمایا۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے پورے ساڑھے نو سو سال تک دن رات لوگوں کے سامنے خالق کائنات کی وحدانیت کا پرچم بلند کیا لوگوں کو

سمجھایا کہ پوجا کے قابل، پرستش کے قابل صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ نوح علیہ السلام کا اعلان سُن کر آپ کی قوم نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کون ہیں؟ اور ہمیں اپنے خداؤں سے چھڑا کر اپنے ربّ عزوجل کا پتہ کیوں بتلاتے ہیں؟ آپ کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کیا رشتہ ہے؟ کیا تعلق ہے۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے آگے سے جواب دیا کہ

"اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۙ"

بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف رسُول امین بنا کر بھیجا ہے۔ میں خالقِ کائنات کا پیغام لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔

"اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ؕ"

(پ۱۹ سورۃ الشعرا آیت نمبر ۱۱۴)

نہیں ہوں میں مگر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے صاف صاف ڈرانے والا۔ جب سیدنا نوح علیہ السلام نے یہ اعلان فرمایا تو آپ کی قوم نے کہا کہ ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کا نبی اللہ تعالیٰ کا رسُول نہیں مانتے کیوں؟ کیا وجہ ہے؟ میرے اندر کیا خامی ہے؟ کیا خرابی ہے؟ جب ربِّ کائنات نے مجھے تاجِ نبوّت عطا فرما دیا ہے تو تم کون ہو۔ انکار کرنے والے وجہ تو بتائیں؟ تو قوم نے کیا جواب دیا۔ خالقِ کائنات کا قرآن اس کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ قوم نے کہا:

"فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ ؕ"

تو کہنے لگے ان کی قوم کے سردار جنہوں نے کفر کیا تھا۔ کہا کہ

"مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ؕ"

"اے نوح ہم نہیں دیکھتے تمہیں مگر اپنے جیسا بشر، اپنے جیسا انسان"
(پ۱۲ سورۃ ہود آیت نمبر ۲۷)

یہی بات خالقِ کائنات نے دوسرے مقام پر فرمائی کہ
"فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ"
کہنے لگے وہ سردار جنہوں نے کفر اختیار کیا تھا۔ حضرت نوح کی قوم سے کہا کہ
"مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ"
"نہیں ہے یہ نوح مگر تمہارے جیسا بشر"
(پ۱۸ سورۃ المؤمنون آیت نمبر ۲۴)

میرے دوستو! ان آیاتِ کریمہ سے پتہ چلا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اور آپ کی قوم کے سرداروں نے صرف اس لئے آپ کو اللہ تعالیٰ کا نبی نہیں مانا کہ ان کا عقیدہ تھا کہ نوح ہماری طرح بشر ہے۔ ہماری طرح انسان ہے۔ لہٰذا ہم نہیں مانتے نہ حضرت نوح کو مانا نہ خالقِ کائنات کے خالص بندے بن سکے، بندے بنتے کیسے پہلے عظمتِ نبی کو سمجھتے۔ مقامِ نوح کو سمجھتے تب نوح کا خالق بھی سمجھ آتا۔ جب عظمتِ نبوت نہیں سمجھی تو نتیجہ کیا نکلا کہ کافر کے کافر رہے۔ بے ایمان کے بے ایمان رہے۔ منکر کے منکر رہے۔ کیونکہ نبی کو بشر سمجھتے رہے نبی کو جھٹلاتے رہے پھر انجام کیا ہوا؟

خالقِ کائنات فرماتا ہے۔
"مِمَّا خَطِيْٓــٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا"
"اپنی خطاؤں کے باعث انہیں غرق کر دیا گیا پھر انہیں آگ میں ڈال دیا گیا۔"
(پ۲۹ سورۃ نوح آیت نمبر ۲۵)   اللہ اکبر!

میرے دوستو! سیّدنا نوح علیہ السّلام کی وفات شریف کے بعد نسلِ انسانی کا سلسلہ چلتا رہا۔ مختلف لوگ مختلف قوموں میں بٹتے گئے۔

حضرت نوح علیہ السّلام کے بیٹے تھے ارم ان کا ایک بیٹا تھا عاد اس عاد کی نسل بڑی بڑھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی قوت، بڑی طاقت عطا فرمائی۔ ہر قسم کی نعمتوں سے مالا مال فرمایا۔ لیکن بدقسمتی سے ان لوگوں میں بھی بت پرستی شروع ہو گئی۔ یہ لوگ خالقِ کائنات کو چھوڑ کر بتوں کو پوجنے لگ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے اپنے پیارے نبی سیّدنا ھود علیہ السّلام کو تاجِ نبوت پہنا کر ان میں بھیجا۔

سیّدنا ہود علیہ السّلام نے قوم عاد کو تبلیغ کرتے ہوئے فرمایا۔ اے میری قوم کچھ خیال کرو تم لوگ کھاتے رب تعالیٰ کی نعمتیں ہو رہتے خالقِ کائنات کی زمین پر ہو۔ پیدا تمہیں اس رب العالمین نے فرمایا لیکن افسوس تم پوجا بتوں کی کرتے ہو۔ عبادت جھوٹے خداؤں کی کرتے ہو۔ کچھ شرم کرو۔ سیّدنا ہود علیہ السّلام کی قوم نے کہا۔

اے ہود تم کون ہو؟ ہمیں اپنے خداؤں سے دور ہٹا کر اپنے خدا عزّوجل کا پتہ بتلانے والے کیا رشتہ ہے تمہارا اللہ تعالیٰ سے؟ سیّدنا ہود علیہ السّلام نے فرمایا: آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ میں کون ہوں۔ میرا خالقِ کائنات سے کیا رشتہ ہے۔ میرے رب العالمین کے پیارے نبی نے فرمایا:

"اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ"

"میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت دار رسول بن کے آیا ہوں۔" اے میری قوم میں خالقِ کائنات کا نبی ہوں میں رسول ہوں یہ میری ڈیوٹی ہے کہ میں تمہیں سچا راستہ بتاؤں، حق بات کی پہچان کراؤں۔ قوم نے جب یہ

بات سنی تو قوم عاد نے کہا : اے ہود ہم آپ کو رسول نہیں مانتے، نبی نہیں مانتے فرمایا۔ وجہ کیا ہے ؟ تو قوم عاد نے جو جواب دیا۔ خالقِ کائنات نے قرآنِ مجید میں ان کا جواب نوٹ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ قوم عاد نے کہا کہ

"مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ"

"یہ تو نہیں ہے مگر تم جیسا بشر"

"يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ ۙ"

"اور جو تم کھاتے ہو اسی میں سے یہ بھی کھاتا ہے"

"وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۙ"

"اور جو تم پیتے ہو اس میں سے یہ بھی پیتا ہے"

"وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ ۙ"

اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو گے تو۔

"اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۙ"

تو تم ضرور گھاٹے میں رہو گے۔ (پ ۱۸ سورۃ مؤمنون آیت نمبر ۳۴)

میرے دوستو! توجہ فرماؤ، قوم عاد نے چار باتوں سے سیدنا ہود علیہ السلام کو خالقِ کائنات کا نبی نہیں مانا۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ ہماری طرح ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ ہماری طرح کھاتا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ہماری طرح پیتا ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ اگر ہم نے اپنے جیسے بشر کی تابعداری کر لی تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہوں گے۔

سامعینِ کرام! آپ تحقیق کریں، ریسرچ کریں آج بھی کچھ لوگ ہیں جو یہی کہتے ہیں کہ نبی ہمارے جیسا تھا۔ جیسے ہم کھاتے ہیں وہ بھی کھاتا تھا، جیسے ہم پیتے ہیں وہ بھی پیتا تھا۔ وہ اور ہم برابر، خیال کرو یہ بولی ایمان داروں والی

نہیں مسلمانوں والی نہیں بلکہ کافروں والی بولی ہے۔ بے ایمانوں والی بولی ہے بے ادبوں اور گستاخوں کی بولی ہے۔ اب جو کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو کے سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں ایسے الفاظ بولے خود ہی اندازہ لگا لیں کہ یہ مسلمانوں والا کلمہ نہیں بول رہا بلکہ مشرکوں والا۔ کافروں والا کلمہ استعمال کر رہا ہے سیدنا ہود علیہ السلام کئی سال تک ان کو سمجھاتے رہے مگر وہ سمجھے نہیں بلکہ وہ بے ایمان کے بے ایمان رہے۔ ایمان ملتا بھی کیسے جب ایمان دینے والے کی عزت و عظمت کو جو نہ سمجھ سکے پھر ان کا حال کیا ہوا۔ پڑھو قرآن مجید خالقِ کائنات فرماتا ہے۔

"وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا"

اور رہ گئے عاد تو وہ ہلاک کئے گئے کیسے فرمایا،

"بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ"

"نہایت سخت گرجتی ہوئی آندھی سے۔"

(پ ۲۹ سورۃ حاقہ آیت نمبر ۵)

حضرت سیدنا ہود علیہ السلام جب دنیا سے تشریف لے گئے تو سیدنا نوح علیہ السلام کا ایک پوتا تھا۔ ارم اس کا بیٹا تھا ثمود اس ثمود کو اللہ تعالیٰ نے بڑے رنگ لگائے اس کی نسل خوب خالقِ کائنات نے بڑھائی۔ خالقِ اکبر نے ان کو طرح طرح کے پھل طرح طرح کی نعمتوں سے خوب نوازا، خوب مالا مال کیا یہ لوگ بڑے طاقت ور اور سمجھ دار تھے۔ پہاڑوں کو کھود کر انہوں نے اپنے گھر بنائے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بڑا کرم کیا ہوا تھا لیکن بدقسمتی سے یہ بھی اللہ تعالیٰ کو بھول گئے۔ انہوں نے بھی بتوں کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔

سیدنا ہود علیہ السلام کی وفات شریف کے سو سال بعد حضرت سیدنا

صالح علیہ السّلام ان کے پاس نبوّت کا تاج پہن کر تشریف لائے۔ سیّدنا صالح علیہ السّلام نے ہر نبی کی طرح اپنی قوم کو بھی سمجھایا کہ اے میری قوم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور بتوں کی عبادت چھوڑ کر خالقِ کائنات کی بارگاہ میں اپنا سر جھکاؤ یہ بت پوجا کے قابل نہیں، پرستش کے لائق نہیں، قوم ثمود نے سیّدنا صالح علیہ السّلام کی بات سن کر آپ سے پوچھا کہ آپ ہیں کون؟ اور ہمیں ہمارے خداؤں سے کیوں دور کرتے ہو۔ خالقِ کائنات کے نبی نے جواب دیا کہ

"اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ۔"

"بیشک میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسولِ امین بن کے آیا ہوں۔"

قوم ثمود نے کہا اے صالح علیہ السّلام ہم تجھے نبی نہیں مانتے ہم تجھے خالقِ کائنات کا رسول تسلیم ہی نہیں کرتے۔ میرے رب العالمین کے پیارے نبی نے قوم سے پوچھا وجہ کیا ہے؟ تم مجھے کیوں نہیں اللہ تعالیٰ کا نبی مانتے کیوں نہیں رسول تسلیم کرتے۔ میرے اندر کیا عیب ہے۔ کیا خرابی ہے تو قوم نے جواب دیا کہ

"مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔"

"وجہ یہ ہے کہ تو تو ہماری طرح بشر ہے۔"

(پ۱۹ سورۃ شعرا آیت نمبر ۱۵۴)

خالقِ کائنات نے دوسرے مقام پر ان بے ایمانوں کا جواب نقل فرمایا کہ قوم نے کہا کہ فَقَالُوْٓا سارے بے ایمان ثمودی بولے کہا کہ

"اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗ۔"

"ہم اپنے جیسے آدمی کی تابعداری کریں۔"

"اِنَّا اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾"

"پھر تو ہم ضرور گمراہ اور دیوانے ہیں"

(پ ۲۷ سورۃ قمر آیت نمبر ۲۴)

میرے دوستو! دیکھو شیطان نے جو دعویٰ کیا تھا کہ اے رب کائنات مجھے تیری عزت وعظمت کی قسم میں اولادِ آدم کو گمراہ کروں گا اس نے اپنا وعدہ پورا کر دکھلایا کہ نہیں؟

شیطان نے واقعی اپنا وعدہ پورا کیا تو خالق کائنات بھی اپنا وعدہ قیامت کے دن شیطان کو اور اس کے ساتھیوں کو جہنم میں بھیج کر ضرور پورا فرمائے گا۔ جن بے ایمانوں نے گستاخوں نے نبیوں کی بے ادبی کی۔ خالق کائنات نے ان کو دنیا میں تباہ وبرباد کر دیا۔

سیدنا صالح علیہ السّلام کی قوم نے جب حضرت صالح علیہ السّلام کو اپنا جیسا کہا۔ اور صالح علیہ السّلام کے معجزے کی قدر نہ کی تو میرے رب العالمین نے قوم ثمود کو بھی تباہ وبرباد کر دیا۔ خالق کائنات فرماتا ہے۔

"فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ"

ان بے ایمانوں کو میرے زلزلے نے پکڑ لیا۔

"فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۷۸﴾"

"جب صبح ہوئی تو وہ سارے گستاخ سارے بے ادب، وہ سارے کافر گھروں میں منہ کے بل گرے پڑے تھے"۔ اللہ اکبر!

(پ ۸ سورۃ اعراف آیت نمبر ۷۸)

سامعین کرام آپ قرآن مجید کا مطالعہ کرتے جائیں۔ آپ کو پتہ چلے گا کہ جس بے ایمان نے جس کافر نے اپنے نبی کی نبوت کا انکار کیا وہ یہی

کہتا تھا کہ ہم تمہیں نہیں مانتے تم تو بشر ہو۔ تم تو ہماری طرح ہو۔ جیسے ہم کھاتے ہیں تم بھی کھاتے ہو۔ جیسے تم پیتے ہو ہم بھی پیتے ہیں۔ جیسے ہم چلتے پھرتے ہیں تم بھی چلتے پھرتے ہو۔ لہٰذا ہم تمہیں رسول نبی نہیں مانتے۔

خالق کائنات کا قرآن اس بات کی گواہی دے رہا ہے۔ خالق اکبر نے جب قوم مدین کو دیکھا کہ وہ مجھے بھلا بیٹھے ہیں تو میرے رب العالمین نے حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کے پاس نبی بنا کے بھیجا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا۔ اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی ذات سے ڈرو اس کو وحدہٗ لاشریک مانو۔ ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ چوریاں، ڈکیتیاں نہ کرو۔ لوگوں کی کھیتیاں برباد نہ کرو۔ قوم مدین نے جب اللہ تعالیٰ کے نبی کی تقریر سنی تو انہوں نے بھی یہی سوال کیا کہ اے شعیب تم کون ہو؟ یہ ناپ تول کے مسئلے بتانے والے، چوریاں، ڈکیتیاں سے منع کرنے والے، لوگوں سے بھلائی کا حکم دینے والے۔ اور اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک ماننے کا مشورہ دینے والے۔ خالق کائنات کے نبی نے فرمایا۔ میں کوئی عام آدمی نہیں، عام واعظ نہیں، عام مقرر نہیں، عام ناصح نہیں بلکہ

"اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ"

"میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول امین بن کر آیا ہوں"۔

لہٰذا برائیاں چھوڑ دو، اچھے کام کرو۔ بتوں کی پوجا چھوڑ دو۔ خالق کائنات کی عبادت کرو اس کی بارگاہِ بے نیاز میں اپنی جبین جھکاؤ۔ قوم مدین نے بھی وہی جواب دیا جو ان کے باپ دادے نبیوں کو رسولوں کو دیتے آئے تھے۔ وہی شیطان کا پڑھایا ہوا پرانا سبق کیا کہا۔ اللہ تعالیٰ ان کی بات کو نقل کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ ان گستاخوں نے کہا ہم تو تمہیں اللہ تعالیٰ کا رسول نہیں مانتے۔ نبی نہیں تسلیم کرتے۔ سیدنا شعیب علیہ السلام نے فرمایا۔ کیوں؟

تو انہوں نے کہا کہ

"مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا"

تم نہیں ہو مگر ہم جیسے۔

"وَإِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ"

"اور ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں" (معاذ اللہ)

اللہ تعالیٰ کے نبی نے فرمایا: کیا کرو میں تمہیں سیدھے راستے کی تلقین کر رہا ہوں۔ خالق کائنات کی عبادت کا حکم دے رہا ہوں جہنم سے بچا کر جنت کی طرف لے جا رہا ہوں تم ہو کر آگے سے بدتمیزی کر رہے ہو۔ مجھے اپنا جیسا گمان کر رہے ہو مجھے جھوٹا کہہ رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر وہ رحیم ہے تو وہ قہار بھی ہے اگر وہ کریم ہے تو وہ پکڑنے پر بھی قادر ہے۔ اگر اس کا عذاب آ گیا تو پھر تمہیں بچانے والا کوئی نہیں ہو گا۔

قوم نے آگے سے کہا کہ اے شعیب ہم نے نہ تجھے رسول ماننا ہے نہ یہ کام چھوڑنے ہیں نہ تیرے رب کی وحدانیت کو ماننا ہے۔ اگر تیرے اختیار میں ہے تو ہم پر عذاب لے آ۔

"فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ"

"کوئی آسمانوں کا ٹکڑا ہم پر گرا"

"إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ"

"اگر تم سچے نبی ہو" (پ ۱۹ شعرا۔ آیت ۱۸۵، ۱۸۶)

میرے دوستو! توجہ فرماؤ ان گستاخوں نے اللہ تعالیٰ کے نبی کی بارگاہ میں تین گستاخیاں کیں۔ پہلی گستاخی کہ تم ہم جیسے ہو۔ دوسری کہ تم جھوٹے ہو۔ (معاذ اللہ) تیسری کہ تم بے اختیار ہو اگر اختیار ہے تو ہم نہیں مانتے لے آ

ہم پر عذاب۔

میرے دوستو! جب اِن گستاخوں نے اللہ تعالیٰ کے نبی کی بارگاہ میں گستاخیاں کیں، اللہ تعالیٰ کو "وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ" نہ مانا تو پھر کیا ہوا کیا۔ پھر ان کو سزا کیا ملی۔ خالقِ کائنات فرماتا ہے۔

"فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ"

"پس انہیں زلزلے نے آگھیرا۔"

کیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے چیخ ماری اِس چیخ کی آواز سے زمین پر زلزلہ آگیا۔ پھر خالقِ کائنات نے ان پر دنیا میں ہی دوزخ کا دروازہ کھول دیا۔ جس سے سخت گرمی ہوگئی وہ گھروں سے نکل کر جنگل کی طرف بھاگے جب جنگل میں سب اکٹھے ہوئے تو ان پر ایک آگ کا ٹکڑا بادل کی صورت میں برسا جس سے وہ سب گستاخ فنا ہوگئے میرے ربّ العالمین فرماتے ہیں۔

"فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ"

"وہ صبح اپنے گھروں میں منہ کے بل گرے پڑے تھے۔"

(تفسیر نور اللہ خان ص۲۵)

حضرت سیدنا شعیب علیہ السلام مدین میں رہتے تھے۔ مدین سے تقریباً سوا دو سو کلومیٹر دور ایک شہر تھا مصر جو آج کل ایک ملک بن چکا ہے اُس مصر شہر میں دو قومیں رہتی تھیں۔ قبطی اور بنی اسرائیل قبطیوں میں سے ایک آدمی تھا۔ فرعون اللہ تعالیٰ نے اس پر بڑا کرم کیا اُسے پورے علاقے کی سلطنت عطا فرمائی۔ پورے علاقوں کو اس کا مطیع اور فرمانبردار بنا دیا۔

اب چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ خالقِ کائنات کا شکر کرتا اور حمد بجالاتا اور زبان سے عرض کرتا۔ اے ربِّ کائنات تیرا کروڑہا بار شکر ہے کہ تو نے

مجھ جیسے ذلیل، حقیر انسان کو دُنیا کا سُلطان بنا دیا ہے۔ دُنیا کا بادشاہ بنا دیا ہے۔ لیکن یہ بے ایمان شکر کرنے کی بجائے۔ خُود خدا بن بیٹھا کہنے لگا۔ "اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿﴾" میں سب سے بڑا خُدا ہُوں۔ سارے لوگ آج کے بعد مُجھے سجدہ کریں۔ جو سجدہ کرے گا۔ انعام پائے گا۔ جو اِنکار کرے گا وُہ سزا پائے گا۔ اِس اعلان کے بعد لوگوں نے اُس بے ایمان کو سجدہ کرنے شروع کر دیئے۔ اُسے اپنا معبود بنا لیا۔ کچھ لوگ اس کو سجدہ کرتے کچھ بتوں کی پُوجا کرتے۔

خالق کائنات کو اِس قوم پر رحم آیا کہ اگر یہ بتوں کو پُوجتے رہے تو یہ سب جہنم کا ایندھن بنیں گے یہ تو سب تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ میرے ربّ العالمین نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السّلام کو اور سیّدنا حضرت ہارون علیہ السّلام کو ان کی طرف بھیجا تاکہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے مقدس رسُول ان کو گمراہیوں سے بچا کر سیدھے راستے کی تلقین کریں۔ خالقِ کائنات نے یہی بات قرآنِ مجید میں نوٹ فرمائی کہ

"ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ﴿﴾"

"پھر ہم نے بھیجا مُوسیٰ علیہ السّلام کو اور اُن کے بھائی ہارُون علیہ السّلام کو۔"

"بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿﴾"

"اپنی آیتوں اور روشن دلیلوں کے ساتھ۔" کدھر بھیجا۔

"اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ﴿﴾"

فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف جب سیّدنا موسیٰ علیہ السّلام فرعون کے پاس تشریف لائے تو آپ نے فرعون کو فرمایا: اے فرعون تو انسان ہو کر بندہ ہو کر خُدا بن بیٹھا ہے کچھ حیا کر، کچھ شرم کر یہ بات تیرے لئے زیب

نہیں، تو مخلوق ہو کر خالق بن بیٹھا ہے تو عابد ہو کر معبود بن بیٹھا ہے۔ تو عاجز ہو کر قادر بن بیٹھا ہے۔ تو انسان ہے انسان ہی بن یہ تیرے لئے بہتر ہے۔ خدائی کا دعویٰ چھوڑ دے پھر آپ نے اس کے درباریوں کو تبلیغ فرمائی کہ اے فرعونیوں تم بندے ہو کر بندے کو سجدہ کرتے ہو تم مخلوق ہو کر مخلوق کو رب ماننے بیٹھے ہو۔

خبردار! اگر سجدہ کرنا ہے تو خالق کائنات کو کرو۔ رب ماننا ہے تو ساری کائنات کے مالک کو مانو۔ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور فرعون کے ساتھیوں کو یہ باتیں کیں ناں تو اب فرعون اور فرعون کے ساتھیوں نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تمہارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ کیا واسطہ ہے؟ تو حضرت موسیٰ نے۔ اور حضرت ہارون نے ان کو جواب دیا کہ

"اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝"

"ہم دونوں اس کے رسول ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔"

(پ ۱۹ سورۃ شعرا آیت نمبر ۱۵)

فرعون نے یہ بات سن کر کہا کہ

"قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝"

فرعون نے پوچھا اے موسیٰ تیرے رب کی کیا حقیقت ہے؟ تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ

"قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝"

"میرا رب العالمین وہ ہے جو مالک ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔"

"وَمَا بَیْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ۝"

"اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تم یقین کرنے والے"
(پ ۱۹ آیت نمبر ۲۳-۲۴)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی بات سن کر فرعون اور اس کے ساتھی لاجواب ہو گئے۔ کوئی جواب نہ دے سکا۔ چاہیئے تھا مسلمان ہو جاتے آخرت سنوار لیتے۔ لیکن کیسے سنوارتے۔ بدبختی اور بدنصیبی ان کی قسمت میں لکھی جا چکی تھی۔ لہٰذا آگے سے کہنے لگے۔

"فَقَالُوا أَنُؤْمِنُ"

کیا ہم موسیٰ اور ہارون پر ایمان لے آئیں؟

"لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا"

"ان دو آدمیوں پر جو ہماری طرح بشر ہیں"
(پ ۱۸ سورۃ مومنون آیت نمبر ۴۶)

میرے دوستو! غور فرماؤ، فرعون اور فرعون کے ساتھی کیا کہتے ہیں؟ کہ یہ تو ہماری طرح بشر ہیں۔ لہٰذا ہم ان پر ایمان نہیں لاتے۔ وہ بے ایمان کے بے ایمان رہے۔ کافر کے کافر رہے پھر نتیجہ کیا نکلا۔ خالق کائنات نے فرمایا: "فَكَذَّبُوهُمَا" کہ فرعون نے اور اس کے ساتھیوں نے میرے نبیوں کی بات نہ مانی ان کو جھٹلایا۔

"فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ"

پس وہ بھی برباد ہونے والوں میں شامل ہو گئے۔ وہ برباد ہو گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے حضرت نوح کی بات نہ مانی ان کو بشر کہا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا۔ حضرت ہود کی قوم بھی اسی وجہ تباہ ہو گئی۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم بھی اسی وجہ سے برباد ہو گئی۔ حضرت شعیب

حضرت موسیٰ، حضرت ہارون کی قومیں بھی اسی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئیں کہ انہوں نے نبیوں کی باتیں نہ مانیں اور نبیوں کو اپنے جیسا بشر کہا۔ خیال کرو جب حضرت نوح حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت شعیب، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون علیہم السلام کو بشر کہنے والے تباہ برباد ہو گئے۔ ان کا نام و نشان مٹ گیا تو جنہوں نے امام الانبیاء علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر کہا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا بڑا بھائی لکھا وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ ان شاء اللہ وہ بھی تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ بلکہ ہو گئے اُن کا نام مٹ جائے گا۔ ذکر ختم ہو جائے گا۔ لیکن کملی والے کا ذکر قیامت تک بلند رہے گا۔

ارے اُس نبی کے چرچے کیسے ختم ہو سکتے ہیں۔ جس کے چرچے میرا اللہ عزوجل آپ بلند فرمائے۔ جس کے قدموں پر ساری دنیا صدقے ہو رہی ہے۔ سبحان اللہ!

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دے حسن جمال اُتوں
یوسف نبی دا حسن جمال صدقے
ماں باپ اولاد تے بہن بھائی!
جند جان قربان تے مال صدقے
اُدھرے پیراں دی خاک توں
رب دی سونہہ منہ دے ولی تے غوث ابدال صدقے
اوہ دلوانیا تیری اوقات کیہہ اے
جتھے ہون اویس بلال صدقے

میرے دوستو! ہر نبی کی نافرمان امت کافر، امت ہر نبی کو یہی جواب

دیتے آئے کہ ہم نہیں مانتے، آپ تو ہم جیسے ہیں، اب سب کے بعد باری آگئی آمنہؓ کے لال کی، صدیقؓ کے یار کی، عمرؓ کے آقا کی، فاطمہؓ کے بابا کی، حسنین کے نانے کی، سدرہ کے راہی کی، اللہ تعالیٰ کے پیارے ماہی کی، مولا علی کے ویر کی، سنیوں کے پیر کی، میرے کملی والے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کفارِ مکہ کے سامنے خالقِ کائنات کی وحدانیت کا پرچم بلند کیا فرمایا۔ لوگو! اللہ تعالیٰ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْك ہے وہ کلا ہے۔ بس وہ اللہ ہی اللہ ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی عبادت کے لائق نہیں کوئی سجدے کے لائق نہیں۔ کوئی پرستش اور پوجا کے قابل نہیں، اگر عبادت کرنی ہے۔ سجدے کرنے ہیں تو خالقِ کائنات کی بارگاہ میں کرو۔ یہ بت جھوٹے ہیں۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلان سن کے حضرت ابوبکرؓ مان گئے۔ حضرت عمرؓ نے تسلیم کرلیا۔ حضرت عثمانؓ نے قبول کرلیا۔ حضرت علیؓ نے تصدیق کی حضرت بلالؓ مان گئے۔ حضرت جابرؓ مان گئے۔ حضرت عبداللہ مان گئے۔ حضرت عباسؓ مان گئے۔ حضرت صہیب رومی تسلیم کر گئے۔ حضرت سعدؓ نے تسلیم کرلیا۔ حضرت سعیدؓ مان گئے۔ حضرت زیدؓ مان گئے۔ جن جن کی قسمت میں ایمان تھا مان گئے۔ بس مان گئے۔ لیکن جو بدنصیب تھے ازلی بدبخت تھے۔ ازلی شقی تھے۔ ازلی لعین تھے۔ ازلی دوزخی تھے نہیں مانے ابوجہل نہیں مانا۔ ابولہب نہیں مانا۔ عتبہ عتیبہ نہیں مانے۔ اُمیہ شیبہ نہیں مانے۔ ولید اور عاص نہیں مانے۔ کیوں نہیں مانے؟ کیوں نہیں کلمہ پڑھا تو سنو خالقِ کائنات فرماتا ہے۔ اے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غلامو! جانتے ہو۔ کفارِ مکہ نے میرے یار کو کیوں نہیں مانا؟

ہم نے عرض کی مولا کریم یہ تو تو ہی جانتا ہے تو ہی علیم بذات الصدور ہے۔ تو ہی دلوں کے بھید جاننے والا ہے۔ تو ہی علام الغیوب ہے فرمایا،

"اَلَّذِیْنَ ظَلَمُوْاﷺ"

وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور میرے یار کا دیا ہوا ایمان قبول نہیں کیا کیوں؟ فرمایا کافر کہتے ہیں کہ

"هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ج"

"کون ہے یہ ہے مگر ایک بشر تمہاری طرح"

(پ۱۷ آیت نمبر۳، سورۃ انبیاء)

کافر کہتے ہیں، یہ دین سچا نہیں، یہ مذہب صحیح نہیں کیوں اس لئے کہ اس کا داعی اس کا پھیلانے والا۔ اس کو عام کرنے والا۔ ہماری طرح ہی تو ہے۔ جیسے ہم کھاتے ہیں وہ بھی کھاتا ہے۔ جیسے ہم پیتے ہیں وہ بھی پیتا ہے۔ جیسے ہم نے شادیاں کیں، اس نے بھی شادیاں کیں۔ جیسے ہم چلتے پھرتے ہیں وہ بھی چلتا پھرتا ہے۔

میرے دوستو! کتنے بد نصیب تھے کافر جنہوں نے نبی کو کھاتا پیتا تو دیکھ لیا۔ لیکن کئی کئی دن نہ کھاتے نہ پیتے نہ دیکھا۔ گویا قرآن کے جزدان کو دیکھا لیکن جزدان کے اندر قرآن کو نہ دیکھا۔ یہ اندر سے دیکھتے کیسے؟ ان کے پاس وہ آنکھیں کہاں سے آتی جن سے سرکار کے جلوؤں کو دیکھنا ان کے نصیب نہیں ہوتا۔

ع نور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دا اوہو ویکھن
تے نور جنہاں دے سینے

~ نور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دا اوہ کی ویکھن
تے ویکھن جنہاں دے ریکھنے؟
روشن قلب جنہاں دے اُوہو
تے من دے نور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نوں
قلب سیاہ جنہاں دے یارو
تے ویکھے نور کی اُوس شقی نوں؟

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار مکہ کے سامنے قرآن پاک پڑھا۔ پھر فرمایا۔ اے بتوں کے پجاریو! دیکھو اور یقین کرو میں اللہ تعالیٰ کا سچا نبی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنا کلام نازل فرمایا ہے۔ اپنی لاریب کتاب اُتاری ہے۔ اپنی پاک کلام مجھے عطا فرمائی ہے۔ اگر میں اللہ تعالیٰ کا سچا اور سچا رسول نہ ہوتا تو میرے اُوپر اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہوتا۔ بتاؤ جواب دو؟ سارے کافر خاموش ہو گئے۔ سارے بے ایمان لاجواب ہو گئے ایک کافر جس کا نام ولید بن مغیرہ تھا اپنی برادری کا سردار تھا وہ کہنے لگا اے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں فرمایا: پھر کس کا کلام ہے تو اس بے ایمان نے جواب دیا۔

"اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ"
"یہ نہیں ہے مگر ایک بشر کا کلام۔"
(پ ۲۹ سورۃ مدثر آیت نمبر ۲۴)

ولید نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں یہ تو ایک بشر کا کلام ہے۔ ایک انسان کا کلام ہے۔ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ تو تیرا اپنا بنایا ہوا کلام ہے۔ خالق کائنات کے نبی نے چہرہ آسمانوں کی طرف بلند

کیا۔ خالقِ کائنات نے آواز ماری حبیب کیا بات ہے؟

عرض کی اَے ربِ کائنات میں کافروں کو تیرا کلام پڑھ کر سُناتا ہُوں یہ آگے سے باتیں کرتے ہیں۔ فرمایا: سجناں کون سی باتیں؟ عرض کی پہلی تو یہ کہ یہ مجھے عام بشر کہتے ہیں۔ دوسری یہ کہ تیرا کلام تسلیم نہیں کرتے۔

اَے ربِ کائنات! اَب بتا، اِن بے ایمانوں کو کیا جواب دُوں ولید کو کیا کہوں؟ فرمایا: سجناں تو جواب نہ دے۔ یا اللہ عزّوجل کیوں؟ فرمایا: سجناں تُو ہَے رحمۃ اللعالمین تجھے جواب دیتے ہُوئے بات سجتی نہیں۔ مَیں خُود جواب دیتا ہُوں۔ عرض کی مولا کریم تُو بھی رحمٰن الرّحیم ہَے۔ فرمایا: سجناں اگر مَیں رحمان رحیم ہُوں تو ساتھ قہار بھی ہُوں، مَیں جواب دُوں گا تو اعتراض نہیں ہوگا۔

خالقِ کائنات نے ولید کی بات سُن کر فرمایا: محبوب تُو گھبرا نہیں، "سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ" عنقریب مَیں اس بدبخت کو جہنم میں جھونکوں گا۔ "وَمَا اَدْرٰكَ مَا سَقَرُ" اَے حبیب اس بے ایمان ولید سے فرما دو کہ اَے بے ایمان تجھے ابھی کیا پتہ کہ جہنم کیا ہَے۔

یَا اللہ عزّوجل جہنم کیا ہَے؟ فرمایا کہ "لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ" یہ جہنم نہ باقی رکھے گا اور نہ چھوڑے گی۔ بندہ جب جہنم میں جلائے گا تو جہنم کی یہ خاصیت ہوگی کہ نہ بندہ بالکل مرے گا نہ بالکل زندہ بلکہ جل کر کوئلے کی طرح سیاہ ہو جائے گا۔ خالقِ کائنات فرماتا ہَے۔ "لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ" یہ جہنم اُتار لے گی انسان کی کھال کو۔

(پ ۲۹ سورۃ مدثر آیت نمبر ۲۵ تا ۲۹)

خالقِ کائنات نے فرمایا: سجناں گھبرا نہیں یہ جو تجھے بشر بشر کہتے ہیں، یہ جو تجھے اپنی طرح سمجھ کر میرے قرآن کی تکذیب کرتے ہیں، فکر نہ کر

قیامت تو آلینے دے میں ان تمام بے ایمانوں کو تمام کافروں کو تمام گستاخوں کو تمام بے ادبوں کو جہنم میں جلاؤں گا۔ ان کو پوری پوری مجرموں کی سزا دوں گا۔

میرے پیارے رب العالمین کے پیارے نبی نے عرض کی مولا کریم، نوح علیہ السلام کے امتیوں نے اپنے نبی کو بشر کہہ کر بات نہ مانی تو تو نے ان کو دنیا میں ہی ان کو تباہ و برباد کر دیا۔ حضرت ھود علیہ السلام کے امتیوں نے اپنے نبی کو بشر کہہ کر ان کی بات کو ٹھکرایا تو تو نے اسی وقت ان کو ہلاک کر دیا۔

حضرت صالح علیہ السلام کے امتیوں نے اپنے نبی کو بشر کر کے بات نہ مانی تو تو نے اسی وقت ان کو نیست و نابود کر دیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے امتیوں نے اپنے نبی کو بشر کہا اور بات نہ مانی۔ تو تو نے اسی وقت ان کو انجام تک پہنچا دیا۔

حضرت موسیٰ، حضرت ہارون کے امتیوں نے اپنے نبیوں کو بشر کہہ کر پکارا ان کی بات نہ مانی تو نے اسی وقت ان کو پانی میں ڈبو کر غرق کر دیا۔ لیکن میرے گستاخوں کو مجھے بشر کہنے والوں کے لئے کہتا ہے قیامت کے دن سزا دیں گے۔

خالق کائنات کی قدرت مسکرا پڑی۔ فرمایا: سبحان یہ بھی تیری وجہ سے کر رہا ہوں۔ تیری عزت کی خاطر، تیری عظمت کی خاطر، سزا کو قیامت تک ملتوی کر رہا ہوں۔ میں تو اب بھی ان کو عذاب دے سکتا ہوں پر دوں گا نہیں، کیوں، فرمایا "مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ ط" اللہ تعالیٰ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب دے کیوں؟ فرمایا "وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط" جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔

(پ ۹ سورۃ انفال آیت نمبر ۳۲)

سُبْحَانَ اللّٰہ! پتہ چلا کہ سرکار کو بشر کہنے والے، سرکار کا مذاق اُڑانے والے سرکار کی بارگاہ میں بے اَدبی کرنے والے اس لئے نیچ گرے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُن میں تشریف فرما تھے۔

میرے دوستو! اسی طرح آج سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بشر بشر کہنے والے اسی لئے نیچے ہوئے ہیں کہ سرکار ہم میں جلوہ گر ہیں، یہ خوش نہ ہوں کہ ہم سچے ہیں، اپنے مذہب میں اپنے کلام میں اگر سچے نہ ہوتے تو کیسے نیچتے؟ میاں تم اپنے مذہب، اپنے عقیدے کی بناء پر نہیں بچے ہوئے بلکہ خالقِ کائنات کے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے بچے ہوئے ہو۔ اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت، کُشتۂ عشقِ رسالت، الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> نجدی اُس نے تجھ کو مُہلت دی کہ اس عالم میں ہے
> کافر و مرتد پہ بھی رحمت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
> تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وھابی دُور ہو!
> ہم رسُول اللہ کے جنت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

میرے دوستو! آپ قرآنِ مجید کا مطالعہ کر کے دیکھیں، اَنبیاء کرام علیہم السلام کو یا اللہ تعالیٰ نے بشر کہا یا انبیاء کرام علیہم السلام نے خود اپنے آپ کو بشر کہا یا کافروں نے بے ایمانوں نے مشرکوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کو بشر کہا۔

اَب جو لوگ سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بشر کہتے ہیں وہ بتائیں وہ کیا سمجھ کر سرکار کو بشر کہتے ہیں؟ اگر کہیں خدا سمجھ کر نبی کو بشر کہتے ہیں تو بے ایمان

کافر ہوگئے۔ اگر کہیں نبی بن کر حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو بشر کہتے ہیں تو پھر بھی کافر اگر کہیں کہ کافر سمجھ کر سرکار کو بشر کہتے ہیں تو پھر بھی کافر۔

یاد رکھو! نبی کو اگر مخلوق میں سے کسی نے نبیوں کے بعد نبی کو بشر کہا ہے تو وہ صرف اور صرف کافروں نے کہا ہے۔ مشرکوں نے کہا ہے۔ پورا قرآن پڑھو کوئی آیت ایسی نہیں ملے گی جس میں کسی ایمان دار نے کسی نبی کو بشر کر کے بلایا ہو۔ اب جو مومن ہو کر، مسلمان ہو کر، کلمہ پڑھ کر نبی کو بشر کہے یا اپنے جیسا کہے، ایمان داری سے بتا ما وہ مسلمانوں کی بولی بولتا ہے یا کافروں کی وہ ایمان داروں کی زبان استعمال کرتا ہے یا بے ایمانوں کی۔ ہر مسلمان پکارے گا۔ کہ کافروں کی، ہر ایمان دار بولے گا۔ بے ایمانوں کی۔

اب سنیئے توحید کے ٹھیکداروں نے توحید کے علمبرداروں نے میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اور دوسرے نبیوں کی کتنی توہین کرتے ہوئے کتنی تحقیر کرتے ہوئے یوں لکھ دیا۔ اولیاء انبیاء، امام زادے، پیر، شہید، یعنی جتنے بھی اللہ کے بندے ہیں، سب کے سب انسان ہیں اور بندے عاجز ہیں اور ہمارے بھائی ہیں۔ مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی۔ وہ بڑے بھائی ہوئے اور ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے۔ ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔

(تقویۃ الایمان ص۵۶، مصنف مولوی اسماعیل دہلوی وہابی)

سامعین کرام غور فرمائیں، مولوی اسماعیل وہابی نے کتنی بے باکی سے لکھ دیا، انبیاء اولیاء۔ بندے عاجز ہیں، ہمارے بڑے بھائی ہیں، ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں، شکلیں دیکھیئے ان چھوٹے بھائیوں کی، جنہیں دیکھ کر شیطان بھی شرم سے منہ چھپا لیتا ہے۔ بنتے نبی کے چھوٹے بھائی ہیں، توبہ۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ دیوبندیوں کے قطب وقت مولوی رشید احمد گنگوہی سے

کسی نے پوچھا کہ "تقویۃ الایمان" میں مولوی اسماعیل نے جو لکھا ہے کہ حضور ہمارے بڑے بھائی ہیں یہ کہاں تک جائز ہے۔

مولوی رشید صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ بڑا بھائی کہنا بھی اُس نفس بشریت کی وجہ سے ہے نہ یہ کہ بشریت کی افضلیت ایسی ہے چونکہ حدیث میں آپ نے خود ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ کو بھائی کہو بایں رعائیت "تقویۃ الایمان" میں اس لفظ کو لکھا ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱ لٹوجی دیوبندیوں کے نام نہاد قطب وقت نے بھی اس کی تصدیق کر دی کہ سرکار کو بڑا بھائی کہنا جائز ہے۔

مولوی اسماعیل دہلوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کی اِن ناپاک عبارتوں کو دیکھ کر اور پڑھ کر اِن کی ذریت نے ان کی روحانی اولاد نے بھی کہنا شروع کر دیا۔ نبی ہمارے جیسے ہیں۔ نبی ہمارے بڑے بھائی کے مانند ہیں۔ ہم اُن کے چھوٹے بھائی کی مانند ہیں۔

کراچی میں ہمارے ایک بہت بڑے علامہ صاحب ایک مسجد میں درسِ قرآن دے رہے تھے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت وعظمت کا ذکر ہو رہا تھا کہ سرکار کی مثل سرکار کا ہم سر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کوئی عام انسانوں میں تو کجا نبیوں میں بھی کوئی پیدا نہیں کیا۔ بات بھی حق ہے سچ ہے۔ لاریب ہے۔

سامعین میں سے ایک نجدی، ایک وہابی ایک گستاخ کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا۔ مولوی صاحب آپ جو حضور کے بارے میں بار بار کہہ رہے ہیں وہ بے مثل تھے، بے مثال تھے۔ لاثانی تھے، اُن کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ کیا نبی پاک کے دو ہاتھ نہیں تھے؟ کیا آپ کی دو آنکھیں نہ تھیں۔ کیا آپ کے دو کان

نہیں تھے؟ اگر کہو نہیں تھے تو جھوٹے، دُنیا تمہیں جھوٹا کہے گی۔ اگر کہو کہ دو کان تھے، دو ہاتھ تھے، دو آنکھیں تھیں، تو بے مثل کیسے ہو گئے؟ جواب سوچ کر دیں، قرآن و حدیث کی روشنی میں۔

اُس نجدی کی بات سُن کر سُنّی بریلوی علامہ صاحب کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ جلال میں آکر فرمایا: او ظالم اُمتی ٹھیک ہے میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دو ہاتھ تو تھے پر تُمہارے جیسے نہیں تھے۔ کیوں کہ وہ اشارہ کریں تو چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں۔ سُورج ڈوبا ہُوا پھر واپس آجائے اپنے ہاتھوں سے کنکریاں ماریں تو سارے کافروں کے چہرے بگڑ جائیں۔ ہاتھوں کی اُنگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوں تو چودہ سو صحابۂ کرام پیاس بجھائیں، اُن کی سواریاں پانی پی لیں پر پانی ختم نہ ہو۔ سُبْحَانَ اللّٰہ! ہاتھ سے اشارہ کریں تو درخت دوڑتے ہُوئے آئیں، پتھر کلمہ پڑھنا شروع کر دیں۔ جن کے بارے خالق کائنات فرمائے "یَدُ اللّٰہ" سو ہنا یہ تیرے ہاتھ نہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں۔

اُدہرا ہتھ ربّ اپنا ہتّھ آکھے
ہو وے کافر جہڑا وکھ آکھے
اُدہرے نال اشاریاں رُخ ٹردے
چنّ توڑ کے جوڑ دِکھایا اے

ٹھیک ہے آنکھیں میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دو ہی تھیں پر تیرے جیسی نہیں، کیوں کہ سرکار کی آنکھیں وہ ہیں جن سے میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے آسمانوں کو دیکھا۔ دوزخ دیکھی، اللہ تعالیٰ کی جنّت دیکھی۔ سدرہ کا نظارا کیا۔ لوح دیکھی قلم دیکھی، عرش دیکھا، ساری کائنات

دیکھی، ناں ناں بلکہ اپنی بے مثل آنکھوں سے ساری کائنات کے خالق و مالک، رازق، قادر کو دیکھا اعلیٰ حضرت نے بھی یہی کہا کہ

؎ وُہی ہے اوّل، وُہی ہے آخر
وُہی باطن وُہی ہے ظاہر
اُسی کے جلوے اُسی سے ملنے
اُسی سے اُس کی طرف گئے تھے

ایک اور مقام پر فرمایا کہ

؎ اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

فرمایا: ٹھیک ہے کان میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو ہی تھے پر تیرے جیسے نہیں، کیوں کہ میرے آقا کے وہ کان تھے جس سے انسانوں کا کلام سُنا۔ جنات کا کلام سُنا۔ فرشتوں کا کلام سُنا۔ نہیں نہیں بلکہ خود خالق کائنات کا بھی کلام سُنا۔ وہ نجدی پھر کھڑا ہو گیا ہے کہنے لگا۔ مولانا ٹھیک ہے یہ کمالات اللہ تعالیٰ نے سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ضرور عطا فرمائے لیکن اِن صفات خصوصیات کو اِن کمالات کو الگ کردیں، صرف آنکھوں ہاتھوں اور کانوں کی حد تک میں نبی کی مثل ہوں ناں؟

یہ الگ بات ہے کہ حضور کی آنکھیں کیسی تھیں میری آنکھیں کیسی ہیں، مولانا صاحب نے جب اس کی یہ باتیں سُنی تو غصہ میں آ گئے فرمایا: اگر صفات خصوصیات کا لحاظ نہ رکھا جائے تو کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ تم خنزیر کی مثل ہو کیونکہ اس کی بھی دو آنکھیں ہیں، تمہاری بھی دو آنکھیں ہونے میں تم اور خنزیر برابر۔ اللہ اکبر!

یہ جواب سُن کر نجدی لاجواب ہو گیا۔ بڑا شرمندہ ہُوا۔ پھر علامہ صاحب نے فرمایا، اُو نبی کے برابری کا دعویٰ کرنے والے ذرا سوچ کہاں ہم اَور کہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات والا۔

دیکھو ناں جب نماز مسلمان پڑھتا ہے تو ہر مسلمان تشہد کی حالت میں پڑھتا ہے۔

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ"

"اَے نبی آپ کی بارگاہِ اقدس میں سلام ہو"

نماز میں حالت تشہد میں سرکارِ مدینہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر سلام کرنا یہ واجب ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ واجب جب ادا ہو تو نمازِ کامل اگر بھول کر واجب چھوٹ جائے تو نماز ناقص۔ اگر نماز ناقص تو آخر میں سجدہ سہو واجب سجدہ سہو کا ترجمہ یہ ہے کہ

"اَے انسان تو نے نبی پر سلام نہ پڑھ کر کی ہے غلطی۔ اَب آخر میں ناک اور پیشانی زمین پہ لگا اور رب سے معافی مانگ۔ اگر سجدہ سہو ادا ہو تو نماز کامل ہو گئی"

پتہ چلا نماز میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سلام پڑھنا یہ واجب ہے۔ سلام پڑھیں گے تو نماز کامل، اگر رہ جائے تو نماز ناقص۔ اللہ اکبر!

اَب کوئی نمازی نماز پڑھ رہا ہو اُس کے پاس سے کوئی عالم گزرے کوئی پیر گزرے، کوئی ولی گزرے، کوئی کامل گزرے، نمازی دل میں سوچے یار یہ بہت بڑا عالم ہے۔ یہ بہت بڑا پیر ہے یہ بہت بڑا ولی ہے سلام نہ کروں وہ نمازی نماز میں کر دے سلام تو شرعی طور پر اُس کی نماز ٹوٹ جائے گی نماز ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ

"کَلَامُ الْبَشَرِ مُفْسِدٌ لِلصَّلٰوۃِ"

"بشر سے نماز میں کلام کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔"

پتہ چلا کہ بشر سے بات کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ بشر کو سلام کرنے سے نماز ختم ہو جاتی ہے۔ مولانا صاحب کی حقیقت بشر ہے۔ پیر کی حقیقت بشر ہے، ولی کی حقیقت بشر ہے۔ ان کو سلام کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے پر سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلام کرنے سے نماز کامل ہو جاتی ہے۔

دوستو! توجہ کرو، اگر نبی کی حقیقت بھی بشر ہوتی تو نماز ٹوٹ جاتی۔ پتہ چلا کہ نبی کی حقیقت کچھ اور ہی ہے۔ سبحان اللہ!

قلندر بہاول پوری، حضرت مولانا محمد یار علیہ الرحمۃ سے کسی نے پوچھا سرکار یہ کیا فرمایا: جُپ کر جا عرض کی حضور کیوں فرمایا کہ

؎ ایتھاں جُپ دی جا اے الا کوئی نہیں سکدا
حقیقت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دی پا کوئی نہیں سکدا
مذاہب دے جھگڑے اساں چھوڑ بیٹھے
محبت دا جھگڑا چھیڑا کوئی نہیں سکدا
اساں بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیاں نعتاں پڑھسوں
اساں وانگ نعتاں بنا کوئی نہیں سکدا

ہم قبلے کے محتاج ہیں، قبلہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محتاج ہے۔ ہم نماز میں کسی سے بات کریں۔ نماز ٹوٹ جائے۔ سرکار کسی سے نماز میں بات کریں تو نماز قائم رہتی ہے۔ بلکہ مکمل ہوتی ہے ہم کسی کو نماز کی حالت میں بلائیں تو نہ جانا واجب ہے۔ سرکار کسی کو حالت نماز میں بلائیں تو جانا واجب ہے۔

(شرح مسلم جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۴۶)

سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے صحابی حضرت ابوسعید بن معلّی فرماتے ہیں میں مسجد نبوی میں اندر نماز پڑھ رہا تھا۔ سرکار باہر مسجد نبوی شریف کے صحن میں تشریف فرما تھے۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے بلانے کے لئے آواز ماری صدا لگائی۔ او ابوسعید،

"قَالَ كُنْتُ اُصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ فَدَعَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

حضرت ابوسعید فرماتے ہیں چونکہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ نماز میں مشغول تھا۔ خالقِ کائنات کی عبادت کر رہا تھا۔ نماز میں کسی کو جواب جائز نہیں تھا۔ لہٰذا ہوا کیا فرماتے ہیں "فَلَمْ اُجِبْهُ" میں نے نماز کی وجہ سے سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جواب نہ دیا۔ جب نماز پوری ہوگئی، مکمل ہوگئی تو میں خدمتِ پاک میں حاضر ہوا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ابوسعید میں نے تمہیں جب پکارا تھا۔ فوراً کیوں نہیں حاضر ہوئے۔ دیر کیوں لگائی ہے۔ تاخیر سے کیوں آئے ہو، لیٹ کیوں کر دی ہے؟ تو حضرت ابوسعید نے بڑے ادب سے عرض کی کہا کہ

"يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ"

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، میرے آقا میں نے آپ کی آواز سنی، حکم سنا لیکن لیٹ اس لئے ہوا ہوں، تاخیر اس لئے کی ہے۔ کہ میں نماز میں تھا۔ نماز پڑھ رہا تھا۔ اس لئے گستاخی کی معافی چاہتا ہوں۔

میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نماز میں میرا حکم سُن کر اُسی وقت کیوں نہیں آئے؟ کیوں نہیں حاضر ہوئے؟ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا قرآن نہیں پڑھا کہ

"اَلَمْ یَقُلِ اللّٰہُ اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ"

"اے ایمان والو! جب تمہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول بلائے تو فوراً حاضر ہو۔"

(بخاری شریف، تفہیم البخاری جلد نمبر ۶ صفحہ ۵۹۷۔ صفحہ ۵۹۸، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۸۴، تفسیر ابن کثیر پ ۹ صفحہ ۱۳)

یہی واقعہ حضرت اُبی بن کعب کا بھی ہے۔" ترمذی شریف، جلد ۲، صفحہ ۱۱۱"

؎ یارو عقل نادان نہیں سمجھ سکدی
اللہ حکم فرماوے تے حکم منّو!
بھاویں فرضاں دی نیتی نماز ہووے
نبی پاک بلاوے تے حکم منّو!
تار نور تے شجر جوں ظاہر ہو کے
رب دید کراوے تے حکم منّو!
اوہ دلوانیا نبی دی آن بدلے
بھاویں جان وی جاوے تے حکم منّو

دوستو! پتہ چلا کہ سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بلائیں جس وقت بلائیں، جس حالت میں بلائیں، چاہے نماز سے باہر بلائیں، چاہے نماز میں بلائیں، اُسی وقت اُسی گھڑی دربارِ نبوت میں حاضر ہونا ضروری ہے کیسی

کو اتنی بھی اجازت نہیں کہ وہ نماز پوری کر لے بلکہ وہ فوراً حاضرِ خدمت ہو۔ سرکار کی خدمت میں آکر سلام کرے۔ سرکار سے بات چیت، سرکار سے ہم کلام ہو سرکار کا کوئی کام ہو وہ پورا کرے جب واپس آئے تو وہیں سے نماز شروع کرے جہاں سے چھوڑ کر گیا تھا۔ اس کی نماز میں کوئی فرق نہیں آیا۔ کوئی خرابی نہیں آئی کیوں؟ اس لئے کہ وہ اس ہستی کی خدمت میں گیا تھا جس کو نماز میں سلام کرنا واجب ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰه!

مُلّا علی قاری علیہ الرحمۃ نے بڑی پیاری بات اسی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھی کہ "دَلَّ الْحَدِيْثُ" اس حدیث سے ثابت ہوا کہ

"عَلٰى اَنَّ اِجَابَةَ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تُبْطِلُ الصَّلٰوةَ ط"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پکار کا جواب دینے سے نماز باطل نہیں ہوتی کیوں؟ وجہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں۔

"كَمَا اَنَّ خِطَابَهٗ بِقَوْلِكَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ ط"

جیسے نماز میں آپ کو مخاطب کر کے

"اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ ط"

"اے نبی آپ پر سلام ہو" کہنے سے نماز نہیں ٹوٹتی!

"تفسیر بیضاوی، تفسیر خازن، مرقاۃ شریف، مشکوٰۃ شریف ص۱۸۴ حاشیہ نمبر ۷، بخاری شریف ص۱۶۱، ص۶۴۲ کے حواشی ارشاد الساری شرح بخاری"۔

قربان جائیں عظمتِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کسی مولوی کو، کسی پیر کو، کسی

ولی کو، کسی عالم کو سلام کا جواب دو تو نماز ٹوٹ جائے، نماز باطل ہو جائے، نماز ختم ہو جائے پر سرکار کی بارگاہ میں سلام کا جواب دو، حاضری دو، ہم کلام ہو، کام کرو، نماز نہیں ٹوٹتی۔ سُبْحَانَ اللّٰہ!

حالانکہ سینہ کعبہ سے پھر گیا۔ چہرہ سمت سے پھر گیا پر عاشق کہتے ہیں، کعبے سے پھرا تو کدھر پھرا؟ جو کعبے کا بھی کعبہ ہے۔ جو قبلے کا بھی قبلہ ہے اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت نے بات کر کے قلم توڑ دی۔ فرماتے ہیں کہ

؎ اور پروانے ہیں جو ہوتے ہیں کعبے پہ نثار
شمع اک تو ہے کہ پروانہ ہے کعبہ تیرا
فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

اب وہ لوگ جو کہتے ہیں سرکار ہمارے بڑے بھائی ہیں، ہم چھوٹے بھائی ہیں ان سے پوچھئے ان سے سوال کریں کہ کیا بڑا بھائی بلائے تو بڑے بھائی کو نماز میں جواب دینا واجب ہے۔ جواب دینا ضروری ہے؟ اگر کہو ہاں جواب دینا ضروری ہے تو ان کو کہو دلیل پیش کرو۔ اگر کہیں کہ جواب دینے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ نماز ختم ہو جاتی ہے تو ان سے پوچھو پھر سرکار بڑے کی مثل کیسے ہو گئے۔ ہماری طرح کیسے ہو گئے۔ جواب ایمانداری سے دیں۔ انصاف سے دیں۔ اگر ایمان ہو تو، انصاف ہو تو، اگر ایمان ہے ہی نہیں، انصاف ہے ہی نہیں تو پھر جو چاہو کہتے پھرو۔ کوئی روک نہیں کوئی ٹوک نہیں۔ البتہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ضرور پوچھے گا۔ ضرور جواب دے گا۔ ضرور سوال کرے گا کہ او نبیوں کی مثل بننے والو بتاؤ تم میرے نبی کے کیسے مثل تھے؟ تم میرے نبیوں کے کیسے برابر تھے؟ وہاں پر پھر کسی کو جواب نہیں

آئے گا۔ وہاں پر پچھتانا پڑے گا۔ وہاں نبی کی مثل بننے والے روئیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں گے کہ یا اللہ عزوجل معاف کر دے ہم سے غلطی ہو گئی ہم بھول گئے پر وہاں کسی کو معافی نہیں ملے گی کیونکہ وہ قیامت کا دن ہو گا۔ روزِ حساب کا دن ہو گا۔ لہٰذا ہمارا مشورہ ہے۔ آج ہی اس گستاخ عقیدے سے اس گندے عقیدے سے توبہ کر لو۔ معافی مانگ لو وہ مالک بھی کریم ہے۔ اس کا حبیب بھی رحیم ہے۔ کہیں شرمندگی نہ اٹھانی پڑ جائے۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی پیاری بات فرمائی کہ

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا
اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

میرے دوستو! آپ نے شیطان اور شیطان کے ساتھیوں کا عقیدہ سُنا۔ اب آیئے رحمان عزوجل کے بندوں کا بھی عقیدہ سنیئے کہ وہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

رحمان عزوجل کے بندے:۔

امام الانبیاء حبیب کبریا سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت سے ۵۷۰ پانچ سو ستر برس پہلے ایک جلیل القدر نبی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے۔ آپ نے اپنی حیات طیبہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا پرچم بلند کیا۔ اپنی رسالت کے ڈنکے بجائے۔ لوگوں کو خالق کائنات کی عبادت اور پرستش کا حکم دیا جن کی قسمت میں ایمان لکھا تھا وہ

ایمان لے آئے۔ کلمہ پڑھ کے اپنی آخرت سنوار گئے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام
اپنے غلاموں کو اپنے امتیوں کو اپنے ماننے والوں کو گاہے بگاہے کبھی کبھی
وعظ فرماتے۔ تقریر کرتے، حلال حرام کے مسائل بتلاتے۔ جہنم سے ڈراتے
جنت کی خوشخبری سناتے۔ لوگ، سنتے عمل کی کوشش کرکے اپنی دنیا اور آخرت
سنوارتے۔

ایک دن سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے غلاموں کے سامنے تقریر
فرما رہے تھے۔ تقریر کا ایسا سماں بندھ گیا کہ ہر غلام کی آنکھ میں آنسو آ گئے
ہر صحابی رو پڑا۔ ہر دیوانہ تڑپ گیا۔ آپ کے غلاموں میں صحابیہ میں سے ایک
بی بی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ کھڑے ہو کر کہنے لگی، اے ہمارے پیارے نبی عیسیٰ
علیہ السلام قربان جاؤں، اس ماں کے صدقے جاؤں اس پاک بی بی کے جس کی
گود میں آپ تشریف لائے۔ آپ نے اس کا دودھ پیا۔ آپ جس گود میں
پل کر بڑے ہوئے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی والدہ ماجدہ سیدہ
مریم علیہا السلام کی یہ تعریف سنی تو اس بی بی کا شکریہ ادا کیا۔ فرمایا: مائی آپ
کی مہربانی اس صحابیہ نے کہا حضور دنیا میں بڑی بڑی مائیں آئی ہیں آتی رہیں
گی پر تیری ماں جیسی کوئی ماں نہیں، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: مائی بیشک
میری ماں بڑی عظمت والی تھی، شان والی تھی، مقام والی تھی لیکن اے بی بی میری
ماں سے بڑھ کر بھی ایک ماں دنیا میں تشریف لانے والی ہے۔ جس کی
گود میں نبیوں کا نبی، رسولوں کا رسول، سدرہ کا راہی، اللہ تعالیٰ کا ماہی جناب
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وآلہٖ وسلم پیدا ہو گا۔ اس ماں کا دودھ پیئے گا
سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے جب یہ بات فرمائی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک
صحابی کھڑا ہو گیا عرض کی حضور کیا آپ وہی نبی نہیں جن کی خبر آج سے اڑھائی ہزار

سال پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام دے گئے تھے کہ میرے بعد ایک اللہ تعالیٰ کا پیارا نبی دُنیا میں تشریف لانے والا ہے جو اس کو مان لے گا وہ دونوں جہانوں میں کامیاب ہو جائے گا۔ اور جس نے انکار کر دیا وہ ذلیل و رسوا ہو جائے گا؟

تو سُنیئے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔ فرمایا: اے میرے غلامو سُن لو جس کی بشارت، جس کی خوشخبری حضرت موسیٰ علیہ السلام دُنیا والوں کو دے گئے تھے میں وہ نہیں ہوں۔ بلکہ میرے اندر تو ان کی کچھ مماثلت نہیں، نہیں نہیں میرے اندر تو اتنی صلاحیت بھی نہیں کہ میں محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے قابل ہو سکوں۔ اللہ اکبر!

(انجیل برنباس باب نمبر ۴۲ صہ ۶۳، باب نمبر ۹۶ تا ۹۸ صہ ۱۴۰)

میرے دوستو! توجہ فرماؤ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود بھی نبی ہیں، خود بھی صاحب کتاب ہیں لیکن عاجزی دیکھو، انکساری دیکھو، نبی کی مثل تو کجا نبیؐ پاک کے جوتوں کے تسموں کے کھولنے کے قابل بھی نہیں بنتے۔

تاجاں تختاں والے آقا، تے تیری کرن غلامی

پیر پیغمبر غوث قلندر، سب تینوں کرن سلامی

حسن تیرے توں صدقے جاون تے کئی مہری کئی شامی

نبیاں دا سردار وظیفہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم تیرا اسم گرامی

یہ عیسیٰ علیہ السلام کون ہیں جنہوں نے مٹی کے پرندے بنا کر پھونک مار کے اُڑا دیئے تھے۔ اندھوں کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر کر آنکھیں عطا کر دیں۔ کوڑھ کے مریضوں کو شفا دے دی۔ مُردوں کو ٹھوکر مار کر زندہ کر دیا۔ غیب کی خبریں بتاتے رہے۔ اتنی شان والا نبی! اتنی عظمت والا رسول! اتنے مرتبے والا پیغمبر

کہتا کیا ہے۔ میں اس کی مثل تو کیا میں تو اس کے جوتے کھولنے کے قابل نہیں، نبی ہو کر نبی کی برابری نہیں کر رہا۔

مگر اے بے حیا تو کلمہ پڑھ کے تو ایمان لا کے تو غلام بن کے بھی برابری کا دعویٰ کرتا ہے۔ ہم مثل بنتا ہے کچھ سوچ، کچھ خیال کر۔ دنیا کیا کہے گی غیر مسلم قومیں کیا سوچیں گی۔ عیسائی کیا طعنہ نہیں دیں گے۔ ہندو آوازیں نہیں کسیں گے۔

ایک ہندو شاعر "کا لکا پرشاد" جب اس نے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا۔ سرکار کے کمالات، معجزات کا مطالعہ کیا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے ساتھیوں نے پوچھا "کالکا" کیا بات ہے روتا کیوں ہے کیا نبی آخر الزمان کی سیرت پڑھ کر ان کی شان دیکھ کر آنسو آ گئے ہیں، ساتھیوں نے پوچھا نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پڑھ کر کہاں تک پہنچے ہو۔ سرکار مدینہ کے بارے تمہارا کیا خیال ہے؟

"کالکا پرشاد" تھا ہندو تھا، غیر مسلم تھا، بے ایمان تھا لیکن جواب بڑا پیارا دیا۔ بات بڑی دور کی کر گیا۔ فقرے بے مثال کہہ گیا۔ کون سے؟ کہ

گر شمس و قمر کو کوئی دامن میں چھپا لے
اور افلاک کے تاروں کو کوئی دامن میں چھپا لے
اور کونین کی دولت کو کوئی ہاتھوں پہ اٹھا لے
پھر "کالکا پرشاد" سے کوئی پوچھے کہ تو کیا لے
ارے نعلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ آنکھوں سے لگا لے

سبحان اللہ! ہے ہندو پر کہتا کیا ہے میں ساری کائنات کو سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں پر قربان کر کے حضور کے جوتے لے اپنی آنکھوں

سے لگاؤں۔ ہندو ہو کر ساری کائنات کو نبی کے جوڑوں پر قربان کر رہا ہے۔
بے شرماں تو کلمہ پڑھ کے نبی کی برابری کر رہا ہے۔

سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب معراج شریف پر تشریف لے گئے تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے پہلے بیت المقدس میں پہنچے وہاں تمام انبیاء کرام علیہم السلام میرے آقا کے استقبال کے لئے موجود تھے جب انہوں نے والضحیٰ کے چہرے والے کو واللیل کی زلفوں والے کو مازاغ کے ڈورے والے کو ساری کائنات کے سردار کو دیکھا تو سارے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے ہر نبی نے ہر رسول نے سرکارِ مدینہ کی خدمت میں مرحبا کہا، پھر صلوٰۃ و سلام کی لڑیاں پیش کیں، پھر اذان ہوئی، پھر میرے اور آپ کے آقا نے سارے نبیوں کو جماعت کرائی۔ جب جماعت ختم ہو گئی تو مسجدِ اقصیٰ میں بیت المقدس میں سرکار کی آمد کی خوشی میں سرکار کے معراج کی خوشی میں جلسہ ہوا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تلاوت کی، میرے اور آپ کے آقا نے اس جلسے کی صدارت کی، چند انبیاء کرام علیہم السلام نے اس جلسے میں تقریریں کیں، وعظ فرمایا؛ سب سے پہلے سیدنا آدم علیہ السلام نے تقریر کی کہ تمام تعریفیں اس خالقِ کائنات کے لائق ہیں جس نے سارے انسانوں سے پہلے مجھے اپنے بے مثل ہاتھوں سے بنایا پھر فرشتوں سے سجدہ کرایا پھر جنت میں بسایا پھر سارے انبیاء کرام کو ساری نسلِ انسانی کو میری اولاد میں سے پیدا فرمایا پھر حضرت نوح نے تقریر فرمائی، ان انعامات کا ذکر کیا جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر فرمائے تھے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تقریر فرمائی پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہر نبی نے ہر رسول نے ہر پیغمبر نے ان احسانات کا ان کرم نوازیوں کا ذکر فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت پاک کے

صدقے سے ان پر فرمائے تھے۔ سب کے بعد سب سے آخر خالق کائنات کے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہوئے کملی والا کھڑا ہوا۔ صدیق کا آقا کھڑا ہوا۔ عمر کا مولا کھڑا ہوا۔ عثمان کا سردار کھڑا ہوا۔ علی کا دیر کھڑا ہوا۔ فاطمہ کا بابا کھڑا ہوا۔ حسنین کا نانا کھڑا ہوا۔ میں بات مکدی مکاؤں، ساری کائنات کی جان کھڑی ہوئی۔ میرے آقا نے فرمایا:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَرْسَلَنِیْ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ۔"

"تمام تعریفیں اس رب کائنات کے لائق ہیں، جس نے میں محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ساری کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ سارے انسانوں کے لئے بشیر بنا کے بھیجا۔ نذیر بنا کے بھیجا۔"

وہ قرآن عطا فرمایا جس میں ہر چیز کا تفصیلی بیان ہے۔ میں آیا سب سے پہلے لیکن بھیجا سب سے آخر میں گیا ہوں۔ (انوار محمدیہ، مدارج النبوت شفاء شریف، نزہۃ المجالس دوم، مواہب الدنیہ ص)

جب سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بات فرمائی تو ہر نبی کی زبان پر تھا۔ سبحان اللہ! میرے آقا بیٹھ گئے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اختتامی کلمات کہنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے نبیوں کی مقدس جماعت آپ نے سنا کہ ہر نبی نے ہر رسول نے اپنے اپنے انداز میں تقریر فرمائی، وعظ فرمایا: لیکن جو باتیں محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی وہ کتنی حسین تھی، کتنی جمیل تھیں۔

لہٰذا میرے سارے نبیوں کے سامنے اس بات کا بلا جھجک بلا خوف اعلان کرتا ہوں کہ

"بِهٰذَا اَفْضَلُکُمْ بِمُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"

"محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سارے انسانوں سے بلکہ تمام نبیوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ سب سے بلند شان والا ہے۔ سب سے بلند مرتبے والا ہے۔"

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بات سن کر تمام نبیوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ واقعی محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سب سے زیادہ شان والے ہیں، عزت و مقام والے ہیں، عزت و مقام والے ہیں، بلند مرتبے والے ہیں، میاں خیال کرو۔

سارے نبی نبوت کے لحاظ سے رسالت کے لحاظ سے پیغمبری کے لحاظ سے برابر ہیں ہم مثل ہیں، پر پھر بھی برابری کا دعویٰ نہیں کر رہے پھر بھی سرکار کی ہم مثلی کا دعویٰ نہیں کر رہے ہے پر مُلاں تو برابر کا ہونے ہی نہیں، ہم مثل بننے کے لائق نہیں تو پھر بھی نبی کی برابری کا دعویٰ کر رہا ہے۔ تیری بے حیائی کو تیری بے شرمی کو دیکھ کر نبیوں کی جماعت کیا کہے گی کہ جب ہم نبی ہو کر برابر کا دعویٰ نہیں کر رہے ہے۔

دیکھو یہ کتنے بیوقوف ہیں جو امتی ہو کر نبی کے برابر بنے بیٹھے ہیں۔ اللہ اکبر! مگر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ہم سُنّی حنفی بریلوی تو یوں کہتے ہیں

؎ یا مصطفےٰ خیر الوریٰ تیرے جہیا کوئی نہیں
کیتوں کہواں تیرے جہیا، تیرے جہیا کوئی نہیں

تیرے جہیا سوہنا نبی لبھاں تے تاں جے ہووے کوئی
مینوں تے لبھ اینہاں پتہ تیرے جہیا کوئی نہیں

ے اقصیٰ دے وِچ آقا میرے پڑھ کے نماز پچھے تیرے
نبیاں نوں ایہو کہنا پیا آقا صلی اللہ علیہ وسلم تیرے جیہا کوئی نہیں

میرے دوستو! یہ ہے عقیدہ اللہ تعالیٰ کے مقدس نبیوں کا کہ سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بے مثل بھی ہیں، بے مثال بھی ہیں اور سارے نبیوں سے افضل و اعلیٰ بھی ہیں، آپ احادیث پاک، سیرت طیبہ کا مطالعہ کر کے دیکھیں، ہر مومن کا ہر مسلمان کا نبی پاک کے ہر غلام کا یہی عقیدہ ہے کہ سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا دنیا میں کوئی آیا ہی نہیں، اب آیئے چند غلامان مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عقیدہ دیکھتے ہیں، ان کا عقیدہ پڑھتے ہیں کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔

غلامانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عقیدہ:۔

ام المومنین سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کون عائشہ جو خود بھی صدیقہ ہیں، والد بھی صدیق ہے، خود بھی سرکار کی منظورِ نظر ہیں، والد گرامی بھی خاص منظورِ نظر ہیں، کون عائشہ جن کی شان میں خالق کائنات نے قرآن کی اٹھارہ آیتیں نازل فرمائیں، جو محبوبہ محبوب رب العالمین ہیں وہ فرماتی ہیں کہ سرکار تشریف فرما ہیں، تمام ملائکہ کا سردار تمام نوریوں کا پیشوا سیدنا جبرئیل امین سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سبحان اللہ!

کون جبرئیل جو کسی نبی کے پاس ایک بار آیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں دس بار آئے۔ ادریس علیہ السلام کی خدمت میں چار بار آئے۔ آدم علیہ السلام کے پاس بارہ مرتبہ آئے۔ ابراہیم علیہ السلام کے پاس بیالیس مرتبہ تشریف لائے۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک سو چار مرتبہ آئے۔ یہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی

علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں میرے نبی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں چوبیس ہزار بار آئے۔ سُبْحَانَ اللّٰہ!

(مدارج النبوت جلد نمبر ۲ صفحہ ۵۷، مواہب اللدنیہ)

گویا جبرئیل امین علیہ السّلام کو آسمانوں پر چین ہی نہیں آتا تھا۔ وہاں جاتے پھر مڑ کے سرکار کی بارگاہ میں آجاتے۔ اللہ غنی۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السّلام میرے آقا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے سلطانِ مدینہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا: جبرئیل، عرض کی جی سوہنا جی کملی والے آقا، فرمایا ایک بات تو بتاؤ۔ عرض کی آقا کون سی فرمایا تم نے سارا جہان دیکھا ہے؟ عرض کی آقا، بالکل دیکھا ہے۔

فرمایا: آدم علیہ السّلام کو دیکھا ہے۔ سرکار دیکھا ہے۔ فرمایا: نوح علیہ السّلام کو دیکھا ہے عرض کی آقا دیکھا ہے۔ فرمایا: داؤد علیہ السّلام کو دیکھا ہے۔ عرض کی دیکھا ہے۔ فرمایا: ابراہیم علیہ السّلام کو دیکھا ہے۔ فرمایا: یوسف علیہ السّلام کے حسن کے جلوے دیکھے ہیں، عرض کی دیکھے ہیں۔ فرمایا: موسیٰ علیہ السّلام کا جلال دیکھا ہے۔ عرض کی دیکھا ہے۔ فرمایا: اسماعیل علیہ السّلام کے گلے پر چھری چلتی دیکھی ہے۔ عرض کی دیکھی ہے۔ فرمایا: ایوب علیہ السّلام کا صبر دیکھا ہے۔ عرض کی دیکھا ہے۔ فرمایا: عیسیٰ علیہ السّلام کا زہد دیکھا ہے۔ عرض کی دیکھا ہے۔ فرمایا: دنیا میں کیا کیا دیکھا ہے؟ عرض کی سوہنا میں نے بڑے بڑے دربار دیکھے ہیں۔ بڑے بڑے انسان دیکھے ہیں۔ میں نے زمین دیکھی ہے۔ آسمانوں کو دیکھا ہے۔ مشرق دیکھی ہے۔ مغرب دیکھی ہے۔ شمال دیکھا جنوب دیکھا۔ کائنات کا ذرہ ذرہ دیکھا ہے۔

میرے آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: جبرئیل اللہ تعالیٰ کی

ساری مخلوق تم نے دیکھی ہے۔ خاکی دیکھے ہیں' نوری دیکھے' فرش والوں کو دیکھا عرش والوں سے ملے ہو' اچھا یہ بتاؤ کوئی میرے جیسا بھی نظر آیا ہے۔ اللہ اکبر۔

میرے دوستو! ہوتا آج کل کا کوئی عام ملاں' کوئی نبی کی برابری کا دعویدار تو کہتا سرکار آپ کہتے ہیں میرا جیسا کوئی دیکھا ہے۔ میں جو ہوں آپ کی طرح جیسے آپ کی دو آنکھیں' ویسے میری بھی دو آنکھیں' جیسے آپ کے دو کان میرے بھی دو کان' جیسے آپ کے دو ہاتھ میرے بھی دو ہاتھ' آپ چلتے ہیں میں بھی چلتا ہوں' جیسے آپ کھاتے پیتے ہیں' میں بھی کھاتا پیتا ہوں' جیسے آپ نے شادیاں کیں' میں نے بھی کی' میں اور آپ برابر۔

کوئی ایسا گستاخ ہوتا۔ کوئی ایسا بے ادب ہوتا تو کہہ دیتا۔ لیکن وہ تھا جبرئیل' وہ تھا سید الملائکہ' وہ تھا نورانی فرشتوں کا پیشوا' وہ مقام رسول عظمت' نبی جانتا ہے۔ جبرئیل نے ہاتھ باندھ لئے اور عرض کی اے والضحیٰ کے چہرے والے' واللیل کی پیاری زلفوں والے' والفجر کی پیشانی والے' یٰسین کے مبارک دانتوں والے۔ مَا یَنطِقُ عَنِ الهَوٰی کی پیاری زبان والے اَلَم نَشرَح کے پیارے سینے والے لَامَرَكَ کی پیاری جان والے ید اللّٰہ کے پیارے ہاتھوں والے' وجہ اللّٰہ کے پیارے چہرے والے' والعصر کے پیارے زمانے والے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں نے سارا جہان دیکھا ہے۔

"قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا"

میں نے ساری کائنات دیکھی ہے۔ میں نے تمام مشارق دیکھے ہیں' میں نے سارے مغارب دیکھے ہیں۔

"فَلَمْ اَرَ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ"

لیکن آقا تیرے ربّ العزّت کی قسم تجھ سے افضل تجھ سے اعلیٰ تجھ سے بڑھ کر شان والا تجھ سے زیادہ حسین و جمیل تجھ سے زیادہ رحیم و کریم تجھ سے زیادہ بہادر تجھ سے زیادہ محبوبِ الٰہی میں نے دُنیا میں کوئی نہیں دیکھا۔

اے جبرئیل علیہ السلام آپ دیکھتے کیسے؟ آپ تکتے کیسے؟ جب خالقِ کائنات نے ہمارے حضور سے بڑھ کر کسی کو حسین و جمیل کسی کو افضل و اعلیٰ کسی کو محبوب بنایا ہو تو تب نا۔ حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ اسی بات کو اپنی زبان میں پیش فرماتے ہیں کہ

؎ اِک روز جبرائیلؑ سے کہنے لگے شاہِ اُمم
تُم نے دیکھے ہیں جہاں بتلایئے کیسے ہیں ہم
کہنے لگے رُوح الامین اے مہ جبیں تیری قسم
آفاقہا گردیدہ اَم مہرِ بتاں ورزیدہ اَم!
بسیارِ خوباں دیدہ اَم لیکن تو چیزے دیگری

ہاں تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبرئیلؑ سارے جہان دیکھے ہیں، ساری کائنات دیکھی ہے۔ ذرا سوچ کر بتاؤ کوئی ہم جیسا بھی نظر آیا ہے۔ کوئی میری مثل بھی نظر آیا ہے۔ عرض کی آقا پوری کائنات میں تجھ جیسا کوئی نہیں۔

(الوفا ص۹۹، مواہب اللدنیہ دوم، مدارج النبوت دوم، انوارِ محمدیہ نشر الطیب ص۱۹)

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت مولانا الشاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

؎ یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے تیرے پایہ کا نہ پایا

تجھے یک نے یک بنایا!
وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بنایا
تجھے حمد ہے خدایا تجھے حمد ہے خدایا

امام الانبیاء سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصال پاک سے چند دن پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دربار نبوت میں بلایا اور فرمایا: صدیق عرض کی جی آقا جی سوہنا فرمایا۔ یار تو کب سے مجھے دیکھنے لگا ہے؟ آقا میں نے بچپن آپ کے ساتھ گزارا۔ لڑکپن میں آپ کو دیکھا۔ جوانی میں آپ کی زیارت کی، حضر میں ساتھ، سفر میں ساتھ، امن میں ساتھ، جنگ میں ساتھ، صحابہ کی جماعت میں دیکھا۔ غار میں اکیلا بیٹھ کے دیکھا۔ اب بڑھاپے میں بھی آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا: صدیق ٹھیک ہے تو نے بچپن سے لے کر اب تک مجھے دیکھا ہے۔ اکیلے دیکھا صحابہ کی جماعت میں دیکھا۔ غار میں دیکھا ہے۔ مدینہ کے بازار میں دیکھا ہے۔ لیکن اے صدیق سن لو پورے باسٹھ سال مجھے دیکھا ہے پر،

"یا ابابکر والذی بعثنی بالحق"

"اے ابوبکر مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے سچا رسول بنا کر بھیجا ہے!"

"لم یعلمنی حقیقۃ غیر ربی"

(مطالع المسرات ص ۱۲۹)

اے مجھے اتنے عرصے دیکھنے والے میری حقیقت کو تو بھی نہیں پہچان سکا۔ میری حقیقت کو میرے خدا کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔ سبحان اللہ!

پھر کیوں نہ کہیں کہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم سِرِّ وحدت ہے
کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے!!
حقیقت میں خدا عزوجل جانے

میرے دوستو! توجہ فرمائیے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی حقیقت بیان کرنے سے پہلے قسم اٹھائی۔

"والذی بعثنی بالحق"

اے ابوبکر مجھے قسم ہے اس خالق کائنات کی جس نے مجھے حق سچ کے ساتھ بھیجا ہے۔ سرکار نے قسم کیوں اٹھائی؟ کیا قسم کے بغیر بات کرتے تو حضرت صدیق نہ مانتے؟ ہمارا ایمان ہے صرف اشارہ بھی کر دیتے تو حضرت صدیق مان جاتے پھر قسم کیوں اٹھائی؟ تو میرے دوستو، یاد رکھو قسم صدیق اکبر کے لئے میرے آقا نے نہیں اٹھائی، قسم ان لوگوں کے اٹھائی جو سرکار کی حقیقت کو جان نہیں سکیں گے اور کہتے پھریں گے کہ نبی ہم جیسا تھا۔ نبی ہماری طرح تھا۔ میرے آقا نے قسم اس لئے اٹھائی کہ بشر بشر کہنے والوں کو تسلی ہو جائے کہ محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام قسمیں اٹھا اٹھا کر فرما رہا ہے۔ میں تم جیسا نہیں ہوں۔ میری ذات، میری شان کو جب باسٹھ سال تک دیکھنے والا۔ میرا یارِ غار نہیں پہچان سکا تو جنہوں نے مجھے دیکھا نہیں وہ کیسے پہچان سکتے ہیں اللہ اکبر!

سرکار تو قسمیں اٹھا اٹھا کر فرما رہے ہیں میں تم جیسا نہیں لیکن یہ سرکار کی قسم کا بھی اعتبار نہیں کرتے پھر بھی کہتے جاتے ہیں نہیں جی سرکار ہم جیسے تھے

ہم کہتے ہیں۔ کہ جب میرے آقا کی حقیقت کو ساری زندگی کا ساتھی سیدنا صدیق نہیں پہچان سکا تو تم کیسے پہچان سکتے ہو۔

اُس دی پاک حقیقت تائیں
تے جان کیویں وہابی
جان نہ سکے جس نوں سجناں
تے غار جہے اصحابی!
رہی حقیقت تے اک پاسے
تے اُس دی شان گرامی!
سمجھ نہیں سکدے تے جان نہیں سکدے
تے مرسل نبی تمامی!

عارف باللہ حضرت امام بوصیری علیہ الرحمتہ اسی بات کو اپنی زبان میں پیش فرماتے ہیں۔

اَعْیَی الْوَرٰی فَہْمُ مَعْنَاہُ فَلَیْسَ یُرٰی
لِلْقُرْبِ وَالْبُعْدِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْفَحِمٖ

ساری مخلوق نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت سرکار کے کمالات سمجھنے سے عاجز ہو گئی۔ سرکار کے نزدیک اور دور کوئی ایسا نہیں جو آپ کے آگے عاجز اور لاجواب نہ ہو گیا ہو۔ ہمارے ضلع سرگودھا میں ایک مشہور شہر بھیرہ، وہاں ایک جماعت بنی ہوئی ہے۔ "انجمن حزب الانصار" یہ سالانہ جلسہ کراتے ہیں اور یہ جلسے میں تمام مسالک کے مقررین کو بلاتے ہیں، دیوبندی، وہابی، سنی، حنفی وغیرہ۔

ایک مرتبہ سالانہ جلسے میں اہلسنت کی طرف سے غزالی زماں حضرت

علامہ احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ اور مولانا محمد بشیر سیالکوٹی مدظلہ العالی، ادھر وہابیوں کی طرف سے مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی، جب تقریر شروع ہوئی تو پہلے غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ نے تقریر شروع فرمائی۔ شانِ رسالت کے موضوع پر خطاب تھا۔ سبحان اللہ!

جنہوں نے آپ کا خطاب سُنا ہے۔ وُہی جانتے ہیں کہ سعید کی تقریر میں کیا کمال تھا جب سعید بولتا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے زبان پاک سے موتی گر رہے ہیں۔ شاہ صاحب نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگو سرکار کی عظمت، سرکار کا مقام، سرکار کی شان میں اور آپ کیا بیان کر سکتے ہیں، جن کی شان کو، جن کی حقیقت کو سیدنا صدیق اکبر بھی نہیں سمجھ سکے، جن کی عظمت کو میرے آقا کا بچپن کا ساتھی بھی نہیں جان سکا۔ میرے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جان سکتا ہے اور کوئی نہیں جانتا۔

شاہ صاحب کی تقریر کے بعد وہابی نجدی مولوی حبیب الرحمن کا نمبر تھا۔ اُس نے تقریر کی اور کہا کہ مجھ سے قبل مولانا احمد سعید صاحب تقریر کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ سرکار کی حقیقت کو کوئی نہیں جان سکتا ہے۔ مولوی حبیب صاحب نے کہا کہ واہ صاحب واہ حضور کی حقیقت کو دوسرا کوئی کیوں نہیں جان سکتا؟ میں جانتا ہوں، ساری دُنیا جانتی ہے۔ یہ سب واعظانہ تقریرانہ باتیں ہیں کہ حضور کی حقیقت کو اللہ ہی جانتا ہے۔

علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ نے سُنا تو سید تھے سید کا خون کھول گیا جلال میں آ گئے۔ صدرِ جلسہ مولوی ظہور احمد صاحب کو فرمایا کہ ظہور صاحب یہ نجدی، مولوی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث کو جھٹلا رہا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود فرمایا:

لَمْ یَعْلَمْنِیْ حَقِیْقَتِیْ غَیْرُ رَبِّیْ ؕ

اے ابوبکرؓ میری حقیقت کو میرے رب عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ مجھے اجازت دیں تاکہ میں اس کا جواب لوگوں کے سامنے دوں۔ صدر جلسہ نے کہا آپ فکر نہ کریں میں ابھی اس کی تقریر بند کرا کے خود جواب دیتا ہوں۔

چنانچہ صدر جلسہ نے مولوی حبیب کی تقریر بند کرا کے اٹھ کر خود جواب دیا کہ مولوی صاحب نے سرکار کی حقیقت کو جاننے کا جو دعویٰ کیا ہے۔ وہ غلط ہے۔ کوئی نہیں جانتا ہے۔ کہ سرکار کی حقیقت کیا ہے۔ یہی حدیث صحیح ہے۔ جلسے کے بعد جب کھانے کا وقت آیا تو سب علماء جمع تھے۔ کھانے میں سالن گوشت اور کدو شریف پکے ہوئے تھے۔ کدو اتنے گل گئے تھے کہ پتہ نہیں لگتا تھا کہ یہ سبزی کون سی تھی۔ سب گھل مل چکی تھی، جب سب نے کھانا کھالیا۔ مولوی حبیب وہابی ہاتھ دھونے کے لئے اٹھے، جب ہاتھ دھونے لگے تو ہاتھ دھلانے والے سے پوچھنے لگے کہ یار یہ گوشت میں کون سی سبزی تھی؟ ہاتھ دھلانے والے نے کہا۔ مولوی صاحب یہ سبزی جو آپ نے ابھی کھائی ہے اسے تو آپ جان نہیں سکے تم سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت کو کیسے جان گئے ہو۔ اس بات کو سن کر پورے کمرے والے علماء مہمان ہنسنے لگے اور لدھیالوی صاحب بڑے شرمندہ ہوئے۔

(سنی علماء کی حکایات۔ ص ۲۰۱ ص ۲۰۲)

یہ دنیا میں بھی شرمندہ ہیں، انشاء اللہ قبر میں بھی شرمندہ ہوں گے۔ حشر کو بھی شرمندہ ہوں گے کیوں کہ

؎ نور دہ نور نے زلفاں اس دیاں
تے چہرہ پاک وی نوری!

؎ خاکی خاکی آکھن والیو!
تے اُس دی خاک وی نُوری
نُوری مادہ بشریت والا!
تے ہیں عضو دے سارے نُوری
اُس دے صدقے دو عالم دے وچ
تے ہین کُل نظارے نُوری!

میرے دوستو! پتہ چلا جو سرکار کے غلام ہیں کملی والے کے عاشق ہیں اُن کو ساری خُدائی میں سرکار جیسا کوئی نظر نہیں آتا۔ لیکن جن کے دل میں عداوتِ نبی ہے۔ بُغضِ رسُول ہے۔ وُہ سرکار کو اپنی مثل کہتے ہیں، یہ اپنی اپنی نظر کی بات ہے۔

؎ ہے نظر نظر میں وُہ جلوہ گر اور نُور آنکھ کا نُور ہے
جو تیری نظر میں نہ آ سکا تو تیری نظر کا قصور ہے

دیکھنے دیکھنے میں فرق ہے۔ ایک دِن امام الانبیاء، حبیبِ کبریاء، نُورِ مجسم، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ پاک کی گلیوں میں جا رہے ہیں۔ کالی کملی کی جھب ماری ہوئی ہے۔ والّیل کی زُلفیں سجی ہوئی ہیں، میم کے کُنڈل بنے ہوئے ہیں۔ مازاغ کا سُرمہ لگا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ماہی جا رہا ہے میرے آقا کے چند سپاہی بھی ساتھ ہیں، چند صحابہ بھی پیچھے پیچھے ہیں۔ سرکار کو راستے میں اسلام کا سب سے بڑا دُشمن ابوجہل مل گیا۔ جب سلطانِ کائنات پر اُس کی نظر پڑی تو برداشت نہ کر سکا۔ سرکار کو دیکھ کر کہنے لگا۔ کیا کہا عارف رُومی علیہ الرحمۃ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں کہ

دید احمد را ابوجہل و بگفت!
زشت رو ئے کز بنی ہاشم شگفت

ابوجہل بے ایمان نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم
میں نے پورے بنی ہاشم قبیلے میں تجھ جیسا بدصورت کوئی نہیں دیکھا۔
(نعوذ باللہ)

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں جب گستاخ نے بے ادبی
کی تو صحابہ کرام جلال میں آ گئے۔ تلواریں نکال لیں کہ اس گستاخ کو قتل کر دیں۔
اس کی گردن قلم کر دیں کیونکہ اس نے ہمارے آقا کی بے ادبی کی ہے۔ گستاخی
کی ہے لیکن سرکار مدینہ ابوجہل کی بات سن کر مسکرا پڑے۔ سبحان اللہ!

میرے دوستو! ہنستی ساری دنیا ہے۔ ہر انسان ہنستا ہے۔ غریب،
امیر ہنستا ہے پر ہیں اور آپ ہنسے تو منہ سے بدلو، میرا نبی ہنسے تو منہ
سے نور ہی نور، میرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مسکرانے سے
کائنات مسکرا پڑتی ہے کیونکہ

دند اس دے سچے موتی
تے اکھیاں نے مست خماری
جد ٹردا عرشی فرشی آکھن!
تے واہ واہ ٹور پیاری!

سرکار مدینہ مسکرا پڑے فرمایا، صدقت اے ابوجہل تو نے سچ
کہا ہے۔ صحابہ نے تلواریں میان میں ڈال لیں کیوں؟ اس لئے کہ سرکار جو فرما رہے
ہیں تو نے سچ کہا ہے۔ اب کیا کہیں میرے آقا مسکراتے ہوئے آگے چل
پڑے۔ صحابہ بھی ساتھ چل دیئے۔ چلتے چلتے ایک گلی کا موڑ آ گیا۔ جب میرے

آقا نے گلی کا موڑ کاٹا تو آ گئے سے یارِ غار مل گیا۔ سرکار کی نگاہ اُٹھی اِدھر صدیق باوفا نے دیکھا۔ گویا عشق نے حُسن کو دیکھا۔ طالب نے مطلوب کو دیکھا۔ عاشق نے محبوب کو دیکھا۔ پیاسے نے ساقیٔ کوثر کو دیکھا۔ بلبل نے گلشنِ نبوت کو دیکھا۔ پروانے نے شمعِ رسالت کو دیکھا۔ محب نے محبوب کو دیکھا۔ وہ مجسّمہ ایمان تھا اور یہ جلوۂ رحمان تھا۔ وہ صاحبِ صدق و صفا تھا۔ یہ حبیبِ کبریا تھا وہ حضرت صدیق تھا یہ اُمّت کا شفیق تھا۔ بس پھر کیا تھا جلوۂ حُسنِ یار کو دیکھ کر سیدنا صدیق پکار اُٹھے کہ

دید صدیقش بگفت اے آفتاب
نے ز شرقی نے ز غربی خوش بتاب

اے گلی والے آقا میں نے مشرق دیکھی، مغرب دیکھی، میں نے شمال و جنوب کو دیکھا۔ میں نے ساری کائنات میں آپ جیسا حسین و جمیل نہیں دیکھا۔

سُبْحَانَ اللہ!

گویا ستاروں میں آپ کی چمک ہے۔ موتیوں میں آپ کی دمک ہے۔ پھولوں میں آپ کی مہک ہے۔ نغماتِ بلبل میں آپ کی چہک ہے۔ میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آپ اتنے حسین و جمیل ہیں، یہ چاند کا حُسن یہ آفتاب کی چمک بھی آپ کے سامنے مغلوب ہے قربان جاؤں صدیقؓ تیری نگاہ پر دیکھا۔ ابوجہل بے ایمان نے بھی ہے۔ صدیقؓ باایمان نے بھی ہے۔ وہ کہتا ہے۔ نعوذ باللہ! تو بدصورت ہے۔ یارِ غار کہتا ہے تجھ جیسا میرے آقا پوری کائنات میں کوئی حسین و جمیل ہے ہی نہیں۔ یہ نظر نظر کا فرق ہے۔ یہ دیکھنے دیکھنے میں فرق ہے۔

سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مکّہ شریف سے ہجرت فرما کر

مدینہ پاک میں تشریف لائے تو جس پر نظر پڑی اُس کی قسمت کا ستارہ چمک گیا۔ وُہ ہی کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گیا۔ انسان تو ایک طرف میرے نبی کے نورِ بھرے چہرے کو دیکھ کر پتھروں نے درختوں نے ریت کے ذرات نے بھی کلمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ مدینہ شریف میں ایک یہودی رہتا تھا جس کی چار بیٹیاں تھیں اُس کو پتہ چلا کہ مسلمانوں کے نبی اسی بازار سے تشریف لا رہے ہیں، جس بازار میں جس گلی میں میرا مکان ہے۔ کہیں یہ نہ ہو کہ سرکار یہاں سے گزریں میری بیٹیاں بھی محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ دیکھ کر حضور کی زیارت کر کے مسلمان ہو جائیں۔ اُس نے اپنی بیٹیوں کو کہا کہ اے میری بیٹیوں میں نے سُنا ہے کہ مسلمانوں کا رسول مسلمانوں کا نبی اسی بازار سے اسی گلی سے آ رہا ہے۔ سُنا ہے جس کو پیار سے محبت سے دیکھتا ہے وُہ کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو جاتا ہے۔ وُہ اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ بیٹیو! ہم یہودی ہیں۔ ہمارے باپ دادا بھی یہودی تھے، مجھے ڈر ہے کہیں ہم بھی اس کا چہرہ دیکھ کر مسلمان نہ ہو جائیں۔

بچیوں نے کہا: آبا پھر کیا ہو گا کہا بیٹی میں باہر سے تالا لگا کر جنگل کی طرف چلا جاتا ہوں تم اندر ہی رہو جب وُہ نبی یہاں سے گزر جائے گا۔ میں بھی آ جاؤں گا۔ یہودی تالا لگا کر جانے لگا تو بار بار تاکید کی، خیال کرنا اُس کا چہرہ نہ دیکھنا۔ کہیں اپنا مذہب نہ چھوڑ بیٹھو۔ یہودی تالا لگا کر چلا گیا۔ چاروں بچیاں اندر اُدھر سے میرے آقا کی سواری آ رہی ہے۔ صحابہ کرامؓ خوشی سے نعرے مار رہے ہیں۔

"جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ جَاءَ نَبِیُّ اللّٰهِ"

"دُنیا والو وُہ دیکھو ہمارا رسولِ کریم آیا۔ ہمارا پیارا نبی آ گیا۔" جب صحابہؓ

کے نعرے لڑکیوں نے سُنے تو آپس میں کہنے لگیں کہ آبا جان نے ہمیں مُسلمانوں کے رسُول سے کتنا ڈرایا ہے۔ کتنا خوف زدہ کیا ہے جو بار بار زیارت سے دیکھنے سے منع کرتا تھا۔

آؤ دیکھیں تو سہی نبی وہ کیسا ہے؟ ایک بہن بولی کہ باہر سے تو تالا ہے دُوسری نے کہا کہ تالا دروازے پر لگا ہے۔ ہماری آنکھوں پر تو نہیں، تمام بہنوں نے بڑی بہن سے کہا باجی تُو بڑی ہے۔ ہماری ماں کے قائم مقام ہے پہلے تُو جا اور دیکھ وہ کیسا ہے۔ بڑی بہن مکان کی چھت پر چڑھ گئی۔ سامنے سرکار کو دیکھا۔ آپ جلوس کی صورت میں اُسی بازار سے تشریف لا رہے ہیں جب سرکار کے چہرے پر نظر پڑی۔ سرکار کے چہرۂ والضحٰی کو دیکھا تو کہنے لگی کر کملی والیا میرا ابا جھوٹ بولتا تھا۔ تیرا ثانی تو ہے ہی کوئی نہیں۔ اَنْتَ شَمْسٌ تُو تو آفتابِ نبوت ہے۔ تُو تو رسالت کا سُورج ہے اور وہ بھی بغیر دلیل کے بھر ہوا کیا۔ وہیں کھڑے کھڑے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کلمہ زبان پر جاری ہو گیا۔ سرکار کے قصیدے گاتی ہوئی، ترانے گاتی ہوئی نیچے اُتری۔ دوسری بہنوں نے پُوچھا باجی کیا دیکھا ہے؟ بڑی بہن نے کہا کہ یہ بتانے والی بات نہیں، یہ دیکھنے والی بات ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہ! قلندر گولڑہ شریف حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

ے ایہہ صورت شالا پیش نظر!
رہے وقت نزع تے روزِ حشر
وِچ قبر تے پُل تھیں جد ہوسی گزر
سب کھوٹیاں تھیں تد کھرایاں

اب دُوسری بہن مکان کی چھت پر چڑھی، کہنے لگی بہن بڑی تعریف

کر رہی تھی، دیکھو تو سہی وہ کیا بات ہے، جب بہن نے دیکھا تو کہنے لگی، آقا میری بہن تو تجھے اَنْتَ شَمْسٌ کہہ رہی تھی لیکن سورج تو وہ ہے جو سخت گرمیوں میں جو جون جولائی میں کہر کی گرمی پیدا کرتا ہے۔ بڑی سخت گرمیں ڈالتا ہے جس کی تپش سے لوگ بے قرار ہو جاتے ہیں۔ آقا آپ سورج ضرور ہیں۔ لیکن چاند بھی ساتھ ہیں۔

"اَنْتَ شَمْسٌ اَنْتَ قَمَرٌ"

یہ وہ سورج نہیں جو دکھ دے جو تکلیف دے جو اذیت دے بلکہ یہ وہ سورج ہے جو چاند بھی ہے، سورج بھی، پھر سرکار کا کلمہ زبان پر جاری ہو گیا۔ کملی والے کی نعتیں پڑھتی ہوئی، سرکار کے گیت گاتی گاتی نیچے اتر آئی۔ تیسری بہن نے جب یہ منظر دیکھا تو کہنے لگی۔ پوچھنا کیا میں خود ہی نہ دیکھوں جس کو یہ سورج بھی کہہ رہی ہے اور چاند بھی اب تیسری بہن چھت پر چڑھی، سرکار کے انوار و تجلیات دیکھ کر کہنے لگی۔ آقا تیرے چہرے کو دیکھ کر میری بہنوں نے بڑی داد دی ہے۔

ایک کہتی ہے کہ تو سورج ہے۔ ایک کہتی ہے تو چاند ہے۔ لیکن میں کہتی ہوں تو نور علیٰ نور ہے۔ سبحان اللہ! کیونکہ سورج دن کو ہوتا ہے رات کو بے نور، چاند رات کو ہوتا ہے۔ دن کو بے نور۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو وہ شمسِ نبوت ہے، تو وہ قمرِ رسالت ہے نہ دن کو بے نور ہوتا نہ رات کو بے نور ہوتا ہے۔ ہر وقت، ہر گھڑی، ہر لحظہ، ہر لمحہ، ہر ساعت تو خود بھی منور ہے جس پر نگاہ کرتا ہے وہ بھی منور ہو جاتا ہے۔

اَنْتَ شَمْسٌ اَنْتَ قَمَرٌ اَنْتَ نُوْرٌ فَوْقَ نُوْرٍ

وہ بھی کلمہ پڑھ کے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلام ہو گئی۔

؎ کیہہ اعجاز نظر وِچ تیری
تے جہڑا آوے اُدّھ وِک جاوے
پیشانی تے چمک نُورانی!
تے وِچ نیناں کجل سُہاوے
خُلق تیرے نے مُوہ لئی دُنیا
تے کوئی وِرلا جان چھڑاوے
اعظم ایہڈا سوہنا ساقی
تے ساڈوں کدھرے نظر نہ آوے

ان چاروں بیٹیوں نے سرکار کے کلمے کا وِرد شروع کر دیا۔ کمرہ بند ہے پر قسمت کھل گئی، مکان بند ہے پر نصیب جاگ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد بچیوں کا باپ تالا کھول کر جب آیا تو کیا دیکھا اندر سے کلمے کی گونج آ رہی ہے۔ یہودی کہنے لگا۔ اے لڑکیو یہ انداز تمہیں کون سکھا گیا ہے۔ دروازہ تو بند تھا۔ بچیوں نے کہا، ابا تالا دروازے پر تھا۔ ہمارے دلوں پر تو نہیں تھا۔ ابا جب ایک نظر اس کے رُخِ انور پر پڑی تو ہمارے دلوں میں یہ انقلاب پیدا ہو گیا۔

؎ جس چمن وِچ جا کے میرے آقا نے زُلفاں کھولیاں
لے چلی بادِ صبا خوشبو کی بھر بھر جھولیاں

ابا اگر تو بھی اس کے رُخِ پاک کو دیکھ لیتا تو تو بھی کہتا کہ

؎ اللہ اللہ (عزوجل) کرنے سے اللہ نہ ملے!
ارے اللہ (عزوجل) والے ہیں جو خدا سے ملا دیتے ہیں

تو عرض کیا کر رہا تھا۔ نظر نظر میں فرق ہے۔ دیکھنے دیکھنے میں فرق ہے۔

سرکار کو دیکھا۔ ابوجہل نے بھی دیکھا۔ سیّدنا صدّیق اکبرؓ نے بھی لیکن ابوجہل کو بدصورتی (معاذاللہ) نظر آئی۔ سیّدنا صدّیقِ اکبرؓ کو سرکار سے بڑھ کر دُنیا میں کوئی حسین نظر نہیں آیا۔

جب سیّدنا ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عرض کی آقا تیرے جیسا تو کوئی حسین وجمیل دُنیا میں ہے ہی نہیں تو میرے آقا مُسکرا پڑے۔ فرمایا: صدّیق صَدَقْتَ تُو نے سچ کہا ہے۔ اَللہ غنی!

صحابہؓ نے جب یہ جواب سُنا تو قدموں میں گر پڑے۔ عرض کی فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم آپ کے قدموں پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں مسئلہ سمجھ نہیں آیا۔ فرمایا کیسے؟

عرض کی آقا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم! ابوجہل بے ایمان نے آپ کو کہا کہ تیرے جیسا بدصورت کوئی نہیں، آقا آپ نے فرمایا، تُو نے سچ کہا ہے۔ اب صدّیقِ اکبرؓ نے کہا ہے۔ تیرے جیسا حسین وجمیل کوئی نہیں، آپ اس کو بھی فرما رہے ہیں تُو نے سچ کہا ہے۔

میرے آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: صحابہؓ بات یہ ہے کہ مَیں اللہ کی قُدرت کا آئینہ ہُوں۔ شیشہ ہُوں فرمایا: جو آئینہ دیکھتا ہے شیشہ دیکھتا ہے۔ اس کو اپنی ہی صورت نظر آتی ہے۔ اپنا ہی چہرہ نظر آتا ہے۔ اپنا آپ ہی دیکھتا ہے۔ میرے آقا نے فرمایا، ابوجہل نے بھی مجھے نہیں دیکھا۔ ابوبکر نے بھی مجھے نہیں دیکھا۔

عارف رُومی علیہ الرّحمتہ فرماتے ہیں سرکار نے فرمایا کہ

گُفت مَن آئینہِ اُم مصقول و دَست!
تُرک و ہندی دَر مَن آں بنیند کہ اوست

"مَیں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے آئینۂ جمال خداوندی ہُوں۔ تُرکی، ہندی جو بھی مجھے دیکھے گا اُسے اِس شیشہ میں اپنی صُورت ہی نظر آئے گی۔"

ابوجہل نے جب مجھے دیکھا تو چونکہ وُہ خود بدصُورت تھا۔ بدشکل تھا۔ اِس لئے اسے میرے اندر اپنی صُورت نظر آئی۔ اور جب میرے باوفا صدیق نے مجھے دیکھا تو چونکہ خود حسین وجمیل ہے تو اُسے میرے اندر اپنی صُورت نظر آئی۔ اِس لئے مَیں نے دونوں کو کہا تم سچ کہتے ہو۔

ابوجہل جیسا بدصُورت کوئی نہیں۔ میرے یار جیسا خوبصورت کوئی نہیں، میرے دوستو! توجّہ فرمائیے! میرے آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کیا فرماتے ہیں؟ ابوجہل نے مجھے نہیں دیکھا۔ اور یہ ہے بھی حقیقت، بے ایمان کافر مشرک، کملی والے کو دیکھ ہی نہیں سکتے خالقِ کائنات ارشاد فرماتا ہے۔

"وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ ؕ"

اَے میرے حبیب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام یہ تیرے دُشمن کافر تیری طرف دیکھتے ضرور ہیں پر "وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ؕ" وُہ تیری حقیقت کو دیکھتے نہیں۔ (تفسیر رُوح البیان پ۹ ص۲۹۶)

ڈِٹھے ورق قرآن دے کھول سارے
تیری شان ورگا نہیں کوئی ہور تکیا
تیری شان دا کرے انکار جہڑا
اُوہنوں عاشقاں نے سِی چور تکیا
کوئی نور آکھے کوئی بشر آکھے
تے دِن رات پیا ایہو شور تکیا

ہر اللہ والے نے گل مکا چھوڑی

اونہاں ہور تکیا اساں ہور تکیا

ایک مرتبہ سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمتہ سیدنا ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمتہ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ قدم بوسی کی زیارت سے مشرف ہوئے تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد عرض کیا حضور میں نے سنا ہے۔ آپ کے مرشد سیدنا بایزید بسطامی علیہ الرحمتہ بہت بڑے ولی اور زمانے کے قطب تھے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بہت بڑا مقام تھا؟ فرمایا: تم نے بالکل سچ سنا ہے عرض کی حضور آپ خود اپنی زبانِ اقدس سے اپنے مرشد کی کوئی بات بتائیں، سیدنا ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمتہ نے فرمایا: محمود میں تمہیں اپنے مرشد کی کیا بات سناؤں بس اتنا سمجھ لو کہ

"هُوَ رَجُلٌ مَنْ رَآهُ اهْتَدٰی"

وہ اتنے کامل ولی تھے، اتنے کامل بزرگ تھے، اتنے کامل اللہ تعالیٰ کے بندے تھے جس نے بھی انہیں دیکھا چاہے ہندو، عیسائی، مشرک، یہودی، مجوسی، کوئی بھی بد مذہب ہوتا وہ صرف چہرۂ انور دیکھ کر مسلمان ہو جاتا سبحان اللہ! سلطان محمود غزنوی نے جب یہ بات سنی تو بڑے حیران ہوئے۔ فرمایا، محمود حیران کیوں ہو؟

محمود غزنوی نے عرض کی حضور آپ کی بات صحیح ہو گی لیکن دل نہیں مانتا۔ فرمایا: کیوں نہیں مانتا۔ عرض کی حضور آپ کے پیر کا مقام سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر تو نہیں، حضرت ابوالحسن نے فرمایا: بالکل نہیں بڑھ کر تو کیا میرا پیر تو سرکار کے قدموں کی خاک کے برابر بھی نہیں، سلطان محمود نے کہا حضور تو سنیے ابوجہل نے اپنی زندگی میں کئی مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی

لیکن اُسے ہدایت نہیں ملی، اُسے ایمان نصیب نہیں ہُوا۔ اُسے اسلام کی توفیق نہیں ہُوئی تو کیا آپ کا مُرشد اِتنا بڑا کامل تھا کہ ہر بد مذہب انہیں دیکھ کر کلمہ پڑھ کر مُسلمان ہو جاتا۔ حضرت ابوالحسن خرقانی نے سُنا تو جلال میں آ گئے۔ فرمایا، غزنوی صاحب آپ کا اعتراض اپنی جگہ بالکل صحیح ہے لیکن یاد رکھیئے۔ "اِنَّہٗ مَارَاٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم" ابوجہل نے ساری زندگی رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو دیکھا ہی نہیں تھا۔

سُلطان محمُود غزنوی اور حیران ہو گئے۔ کہنے لگے سرکار تو پھر ابوجہل نے کس کو دیکھا تھا۔ اگر رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو نہیں دیکھا تھا۔

حضرت ابوالحسن خرقانی نے فرمایا:

"وَاِنَّمَا رَاٰی مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ یَتِیْم اَبِیْ طَالِبٍ"

ابوجہل ساری زندگی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم بن عبداللہ ابی طالب کے یتیم کو دیکھا رہا ہے۔ مجھے قسم ہے ربّ عزوجل کی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی عزت و عظمت کی، اگر ابوجہل رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو دیکھ لیتا تو کبھی بے ایمان نہ رہتا۔ کبھی بدبخت نہ رہتا۔ کبھی جہنمی نہ رہتا۔ اُس نے میرے آقا کے انوارِ رسالت دیکھے ہی نہیں۔

سُلطان محمُود غزنوی نے عرض کی حضُور اس کی دلیل کیا ہے کہ ابوجہل نے رسُولِ پاک علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو نہیں دیکھا۔ حضرت ابوالحسن خرقانی نے فرمایا: ربّ عزوجل کا قُرآن، عرض کی کونسی آیت، کون سا پارہ فرمایا: پڑھو پ ۹ سُورۃ اعراف آیت نمبر ۱۹۷) خالقِ کائنات ارشاد فرماتا ہے۔

"وَتَرٰھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ"

اے میرے حبیب یہ کافر یہ مشرک یہ بے ایمان تیری طرف دیکھتے ضرور ہیں، "وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ" مگر سبحان وہ تیری حقیقت کو نہیں دیکھ سکتے۔ (تفسیر روح البیان پ ۹ صفحہ ۲۹۶ تا صفحہ ۲۹۷)

پتہ چلا دیکھنے دیکھنے میں بڑا فرق ہے۔ ابوجہل نے بھی سرکار کو دیکھا ابوبکرؓ نے بھی سرکار کو دیکھا۔ آنکھیں اس کی بھی دو۔ آنکھیں سیدنا صدیق کی بھی دو۔ ہاتھ اس کے بھی دو۔ صدیق اکبرؓ کے بھی دو، پیر اس کے بھی دو، پیر سیدنا صدیق کے بھی دو۔ یہ آجکل بڑی بیماری چلی ہوئی ہے۔

لوگ کہتے ہیں، سرکار کے بھی دو ہاتھ ہمارے بھی دو ہاتھ، سرکار کے بھی دو پاؤں، ہمارے بھی دو پاؤں، سرکار بھی کھاتے تھے، ہم بھی کھاتے ہیں۔ سرکار نے بھی شادیاں کیں، ہم نے بھی کی۔ یہ جہاں بیٹھتے ہیں یہی رٹ لگاتے ہیں۔ اسی طرح کا ایک نجدی، ایک سفر میں بس میں بیٹھا بار بار یہی کہتا تھا۔ ساتھ ہی ایک درویش بیٹھے وہ سنتے رہے جب وہ خاموش ہوا تو اس درویش نے کہا۔ سُبْحَانَ اللّٰہ ، مَاشَاءَ اللّٰہ !

آپ تو پورے ابوجہل معلوم ہوتے ہیں، وہ کہنے لگا توبہ توبہ وہ کیسے تو درویش نے کہا: ابوجہل کے بھی دو ہاتھ تیرے بھی دو ہاتھ، ابوجہل کی دو ٹانگیں، تیری بھی دو ٹانگیں، ابوجہل بھی کھاتا تھا تم بھی کھاتے ہو۔ درویش نے کہا جس کا مے کے ساتھ تیرا عقیدہ ملتا ہے اس کی ہم مثل نہیں بنتا۔ بے مثل محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل بنتا ہے۔ جس کا کائنات میں ثانی کوئی نہیں، اللہ اکبر!

حُب نبی ایمان دی شرط پہلی
وادھو گلاں بنان دا حق کوئی نہیں

جے کر بغض رسول دے نال رکھنا
تے پھر مومن سداون دا حق کوئی نہیں
اپنے جہیا جے نبی نوں آکھنا ایں
تے پھر اُمتی کہاون دا حق کوئی نہیں
صائم جو بھی گستاخ رسول دا اے
اوہنوں جنت وچ جان دا حق کوئی نہیں

پتہ چلا سیدنا صدیق اکبرؓ کا عقیدہ تھا میرے کملی والے کا ثانی کوئی نہیں میرے رسول کا ہم مثل کوئی نہیں۔

میرے دوستو! یہ صرف سیدنا صدیق اکبرؓ کا عقیدہ نہیں تھا۔ بلکہ میرے نبی کے تمام صحابہ کرامؓ کا یہی عقیدہ تھا کہ کملی والے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جیسا کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عقیدہ:

مدینہ پاک میں ایک یہودی تھا اس نے ایک مرتبہ سیدنا فاروق اعظمؓ سے کچھ پیسے قرضے کے طور پر لئے کہ میں چند دنوں کے بعد واپس کر دوں گا۔ جب وہ وعدہ آیا۔ سیدنا فاروق اعظمؓ لینے گئے تو اس نے کہا: اے عمرؓ ابھی تک مجھ سے پیسے نہیں بنے میں فلاں دن ضرور دوں گا۔ آپ واپس تشریف لے آئے۔ جب وہ وقت آیا۔ آپ پھر اس کے پاس گئے تو وہ پھر بہانہ بنا کر ٹال گیا۔ پھر وعدہ کر لیا۔

اسی طرح تین چار مرتبہ اس نے وعدہ کیا لیکن جب وقت پر سیدنا فاروق جاتے تو وہ ٹال دیتا۔ ایک دن سیدنا فاروق اعظمؓ اس کے پاس

قرض لینے گئے تو وہ پھر بہانے بنانے لگا کہ نہیں جی ابھی نہیں بنے۔ فلاں دن آنا۔ اب تو ضرور دے دوں گا۔ سیدنا فاروق اُس کے پاس بیٹھ گئے۔ فرمایا: او یہودی بات سن میری میں اب قرضہ لئے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔ میں چکر کاٹ کاٹ کے تھک چکا ہوں۔ اب اخیر ہو گئی۔ اب میں خالی نہیں جاؤں گا۔ اب جب تک قرضہ نہیں دے گا میں یہاں سے نہیں اٹھوں گا۔ سیدنا فاروق کی یہ بات سن کر اس نے کچھ الٹی سیدھی باتیں کرنا شروع کر دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصہ میں آ گئے۔ آپ نے قسم اٹھائی کہ مجھے اُس خالق کائنات کی عزت و عظمت کی قسم جس نے اپنے پیارے حبیب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمام انسانوں سے تمام بشروں سے تمام آدمیوں سے زیادہ اپنا برگزیدہ فرمایا ہے۔ میں اپنا حق لئے آج تجھے نہیں چھوڑوں گا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات سن کر یہودی آگے سے کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی عام بشروں کی طرح ایک بشر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی بشر پہ کسی انسان پہ بزرگی، مقام فضیلت نہیں عطا فرمائی۔

حضرت عمر یہ بات سن کر جلال میں آ گئے۔ اپنا قرضہ بھول گئے۔ سرکار کی عزت سامنے آ گئی کہ اس بے ایمان نے اس یہودی نے اس بد مذہب نے میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عام بشر کیوں کہا ہے۔ عام آدمی کیوں کہا ہے۔ یہ کون ہوتا ہے۔ میرے نبی کو عام بشر کہنے والا۔ اللہ غنی!

سیدنا فاروق کھڑے ہو گئے اور یہودی کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ ایک زبردست تھپڑ مارا۔ فرمایا: او خبیث بند کر لو اپنی بکواس میرے

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عام بشر کہتا ہے۔ عام انسان کہتا ہے۔ تیری یہ مجال یہودی کو جب تھپڑ لگا تو رونے لگا۔ کیوں نہ روتا یہ تھپڑ کسی عام آدمی کا تو نہیں تھا یہ اس عمر کا تھپڑ تھا جس کے بارے میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگو جس گلی سے میرا عمر آرہا ہو اس گلی کو شیطان بھی چھوڑ دیتا ہے۔ سبحان اللہ!

اتنا رعب، اتنا دبدبہ، اتنی ہیبت، اتنا وقار، جب شیطان کا یہ حال ہے تو انسان کا کیا حال ہو گا۔ وہ روتا ہوا، دوڑتا ہوا، سیدھا سرکار مدینہ، سرور قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آ کر شکایت کی، خالق کائنات کے حبیب نے اپنے باوفا یار کو بلایا۔ فرمایا: عمر تو نے اسے تھپڑ کیوں مارا ہے؟

عرض کی، آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ آپ کو عام بشر کہتا تھا۔ عام انسان کہتا تھا۔ میری غیرت ایمانی برداشت نہ کر سکی۔ جو اللہ تعالیٰ کا حبیب، جو سارے نبیوں کا امام۔ جو ساری کائنات کا رسول، یہ بے ایمان میرے نبی کو عام بشر کہے۔ سرکار مسکرا پڑے۔ گویا فرمایا: عمر یہ یہودی ہے۔ یہ بد مذہب ہے یہ بے ایمان ہے اسے تیرے نبی کی عزت، عظمت، شان، مقام کا کیا پتہ چل چھوڑ جانے دے غصہ۔ تو نے جو تھپڑ مارا ہے اس سے صلح کر لے

پھر میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، او یہودی سن میں کوئی عام نبی نہیں ہوں، حضرت آدم صفی اللہ تھے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ تھے۔ حضرت موسیٰ نجی اللہ تھے۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ تھے۔ میں محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام حبیب اللہ ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، خصائص کبریٰ جلد دوم ص ۲۴۸)

میرے دوستو! توجہ فرمائیے۔ یہودی نے سرکار کو عام بشر کہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا۔ جلال آگیا۔ اپنے غیرتِ ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس بدبخت کے چہرے پر زور سے طمانچہ مارا۔ کاش آج بھی حضرت عمر ہوتے۔ سیدنا فاروقِ اعظم ہوتے۔ ان یہودی نما مسلمانوں کو جو سرکار کو دن رات اپنے جیسا بشر کہتے پھرتے ہیں۔ سبق سکھاتے ان کو تمیز سکھاتے۔ نبی نبی ہے۔ امتی امتی ہے اور انسان کو ہر غلام کو بتاتے کہ

؎ اپنے جہیا نہ اوہنوں آکھ ملاں!
جِسدی مثل کوئی نہیں مثال کوئی نہیں
اوہنوں حدِ بشریت وِچ قید کرنا
جہدے نور دا حد حساب کوئی نہیں!
لگا رہویں تنقیص حضور صلی اللہ علیہ وسلم اندر
تیرے جہیا وی خانہ خراب کوئی نہیں
سڑدے رہناں حافظ نار حسد اندر
ایہدے جہیا وی سخت عذاب کوئی نہیں

امام الانبیاء حبیبِ کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مدینہ شریف میں تشریف لائے تو سرکار نے اور آپ کے صحابہ کرام نے نماز کے لئے اور جمعہ کے لئے مدینہ شریف میں مسجد بنائی۔ اس کا نام رکھا گیا مسجدِ نبوی، سبحان اللہ!

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ میری مسجد میں ایک نماز پڑھے گا۔ خالقِ کائنات اس کو پچاس ہزار نمازوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔
"صَلٰوتُہٗ فِیْ مَسْجِدِیْ بِخَمْسِیْنَ اَلْفَ صَلٰوۃٍ"
(ابنِ ماجہ شریف، مشکوٰۃ شریف)

جب مسجد نبوی بن گئی تو خالقِ کائنات کے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں جماعت کراتے۔ جمعہ پہ وعظ فرماتے۔ جمعہ کی جماعت کراتے سرکار جب جمعہ کو وعظ فرماتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ستون جو کھجور کے درخت کا تھا۔ آپ کے مصلیٰ کے قریب تھا اس سے اپنی پشت مبارک لگا کر کھڑے ہو کر وعظ فرماتے۔ ایک دن میرے آقا اسی کھجور کے تنے کا سہارا لئے خطبہ دے رہے تھے کہ میرے آقا کا ایک صحابی حضرت تمیم داری انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھ کر عرض کی آقا ایک عرض ہے۔ فرمایا: بولو، عرض کی میرا ارادہ ہے میں ایک لکڑی کا منبر بنوا کر مسجد میں لے آؤں تاکہ آپ اس پہ بیٹھ کر خطبہ وعظ تقریر فرمایا کریں۔ آپ کا کیا حکم ہے؟

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت تمیم داری کی اس بات کو بڑا پسند فرمایا۔ اور اسے منبر بنانے کی اجازت دے دی، حضرت تمیم داری ایک بڑا پیارا بڑا قیمتی، بڑا نفیس منبر بنوا کر مسجد نبوی میں لے آئے۔ اس منبر کے تین درجے تھے۔

(شرح حدائقِ بخشش جلد نمبر ۸ ص۱۱ تا ص۱۲)

میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب سے اوپر والے درجے پر بیٹھ کر وعظ فرمایا کرتے تھے سرکار کے وصالِ پاک کے بعد جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین بنے خلیفہ بنے تو آپ اسی منبر پر بیٹھ کر وعظ فرماتے لیکن منبر کے دوسرے درجے پر بیٹھتے۔ دوسرے پائے پر خطاب فرماتے جب سیدنا صدیق اکبر کا وصال ہو گیا۔ آپ کے بعد سیدنا فاروق اعظم امیر بنے تو آپ جب خطبہ دینے کے لئے منبر پہ بیٹھتے تو سب سے نیچے والے زینے پر سب سے نیچے والے درجے پر بیٹھ کر وعظ و نصیحت فرماتے، ساری زندگی تیسرے

زینے پر ہی بیٹھ کر خطاب فرمایا۔

سیدنا فاروقِ اعظمؓ کے وصال کے بعد جب سیدنا عثمانِ غنیؓ خلیفہ بنے۔ امیر المؤمنین بنے۔ جمعہ کا دن آیا تو آپ سب سے پہلے والے زینے پر سب سے پہلے والے درجے پر بیٹھ کر وعظ فرمانے لگے۔ جس زینے پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بیٹھ کر وعظ فرمایا کرتے تھے۔ جب جمعہ کی نماز ختم ہو گئی تو چند صحابہ کرامؓ نے سیدنا عثمان غنیؓ سے پوچھا اے امیر المؤمنین آپ نے سب سے پہلے زینے پر بیٹھ کر وعظ فرمایا ہے تقریر کی ہے۔

حالانکہ سیدنا صدیق اکبرؓ اس زینے پر نہیں بیٹھے۔ حضرت فاروقِ اعظمؓ نہیں بیٹھے۔ آپ کیوں بیٹھے ہیں حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ اے دوستو! میں دوسرے زینے پر بیٹھ کر وعظ کرتا تو لوگ گمان کرتے کہ میں صدیقِ اکبرؓ کے برابر ہوں، ہم مثل ہوں۔

میں یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ صدیق کی ہم مثل بنوں۔ اگر تیسرے زینے پر بیٹھتا تو لوگ گمان کرتے، لوگ خیال کرتے کہ میں فاروقِ اعظمؓ کا ہم مثل ہوں، فاروقِ اعظمؓ کے برابر ہوں میں یہ بھی گوارا نہیں کر سکتا کہ فاروقِ اعظمؓ کا ہم مثل بنوں۔ میں سب سے اوپر والے زینے پر درجے پر اس لئے بیٹھا ہوں کہ یہاں برابری کا ہم مثل کا کوئی مسلمان کوئی مومن، کوئی سرکار کا غلام تصور بھی نہیں کر سکتا کیونکہ ساری دنیا جانتی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے آقا ہیں میں ان کا غلام ہوں، وہ سردار ہیں میں ان کا نوکر ہوں۔ وہ امام ہیں میں ان کا مقتدی ہوں، وہ اصل ہیں میں ان کا نائب ہوں۔ وہ رسول ہیں میں ان کا امتی ہوں، وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں میں عثمان بن عفان ہوں

وہ کلمہ پڑھانے والے ہیں، میں اُن کا کلمہ پڑھنے والا ہوں۔

میرے دوستو غور کرو! یہ عثمان غنی کون ہیں؟ جنہوں نے کلمہ پڑھا تو کلمے والے کو دیکھا۔ جنہوں نے قرآن پڑھا تو قرآن والے کو دیکھا۔ اذان سُنی تو اذان والے کو دیکھا۔ نماز پڑھی تو نماز والے کو دیکھا۔ وہ عثمان جن کو میرے نبی نے کئی مرتبہ جنّت کی خوشخبری دی۔ جن کو میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو بیٹیاں نکاح میں عطا فرمائیں۔ وہ عثمان جن کو میرے نبی نے جنّت میں اپنا ساتھی کہا۔ وہ عثمان کہتے ہیں کہ میں نبی کی مثل نہیں ہوں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد نمبر ۳ صنٓ۔ مثنوی کی حکایات ص ۱۲۸ تا ۱۲۹)

وہ عثمان کہتا ہے کہ میں نبی کے برابر نہیں ہوں اور نہ ہی کوئی مومن اس بات کا تصور کر سکتا ہے۔

پتہ چلا کہ جو سرکار کی برابری کا سرکار کی ہم سری کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ گستاخ ہے۔ وہ بے ادب ہے۔ وہ صحابہ کرامؓ کے راستے سے ہٹا ہوا ہے۔ جو سرکار کو بے مثل مانتا ہے۔ لاثانی مانتا ہے۔ حقیقت میں وہی صحابہ کے عقیدے کا وارث ہے۔ محافظ ہے۔ سُنّی تمہیں مبارک ہو تیرا عقیدہ سرکار کے صحابہؓ سے ملتا ہے۔ اِنشاءاللہ تیرا بیڑا دنیا میں، قبر میں، حشر میں ہر جگہ پار ہے۔

اعلیٰ حضرت ویسے تو فرما نہیں گئے کہ

؎ اہلسنّت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور
نجم ہے اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم)

حضرت سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کے بعد حضرت سیدنا مولا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ خلیفہ بنے، امیر المؤمنین بنے۔ پیارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مُصلّٰی پاک کے وارث بنے۔ مولا علی ایک دن کوفے کی جامع مسجد میں نماز پڑھا کر تشریف فرما ہیں آپ کے مرید آپ کے غلام آپ کی خدمت میں حاضر ہیں، مولا علی کے ملفوظاتِ عالیہ سے اپنے دلوں کو منور کر رہے ہیں جب مولا علی ارشادات فرما کر خاموش ہوئے تو ایک غلام نے ایک مرید باصفا نے عرض کی حضور آپ نے سرکار کی بارگاہ میں بچپن سے لے کر جوانی تک دن گزارے ہیں، آپ نے پیارے مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دن کے وقت بھی دیکھا، رات کو بھی، سفر میں بھی دیکھا حضر میں بھی، مکّہ کی گلیوں میں بھی دیکھا۔ مدینے کے بازاروں میں بھی ہم نے تو دیکھا نہیں، ہم نے تو زیارت کی نہیں، آپ ہی فرمائیں کہ سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کیسے تھے۔ اللہ غنی!

مولا علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: دوستو! میں نے بچپن سے لے کر اب تک مختلف شہروں کی سیر کی ہے۔ لڑائیوں میں گیا ہوں، حج کے موقعہ پر ہر قسم کا انسان دیکھا ہے۔ ہر قسم کا آدمی دیکھا ہے عربی دیکھے ہیں، عجمی دیکھے ہیں، لیکن

"لَمْ اَرَ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم"

میں نے کملی والے کی مثل نہ حضور پاک کی زندگی پاک میں کسی کو دیکھا اور نہ سرکار کی وفات شریف کے بعد آج تک کسی کو نبی کی مثل دیکھا۔

(ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف، ص۵۱۷)

مولا علی فرماتے ہیں، میں نے سرکار کی مثل کسی کو نہیں دیکھا۔ جنہوں نے

دن رات جلوے دیکھے ہیں، وہ کہتے ہیں نبی کی مثل کوئی نہیں، لیکن یہ زکوٰۃ کا مال کھانے والی قوم، یہ مسجد کا فنڈ کھانے والے مولوی کہتے ہیں ہم نبی کی مثل ہیں، کچھ شرم کر، کس کس کی بات جھٹلائے گا۔

؎ چھڈ کے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم والا
دس کیہڑے پاسے جاویں گا
نور دے ہین ہزاراں شاہد
تے کس کس نوں جھٹلاویں گا

مولا علی کیا فرماتے ہیں؟ میں نے ساری زندگی سرکار کی مثل کوئی دیکھا ہی نہیں، یہی بات سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی کون ابوہریرہؓ جنہوں نے سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سب سے زیادہ حدیث پاک لوگوں کو سنائی۔ پانچ ہزار تین سو چوہتر روایات آپ سے مروی ہیں آپ سے لوگوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے بارے جب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ

"مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ"

"میں نے ساری زندگی کوئی چیز بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حسین وجمیل نہیں دیکھی"۔

(ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف ص۵۱۸)

میرے دوستو! سیدنا ابوہریرہؓ کے الفاظ کی طرف توجہ فرماؤ آپ فرماتے ہیں "مَا رَأَيْتُ شَيْئًا"

میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا جو کائنات کے والی سے زیادہ حسین ہو،

اب چیز عام ہے ہر اس شئے پر بولی جائے گی جو مخلوق ہے اور حسین بھی ہے۔ محدثین کرام فرماتے ہیں کہ اس چیز میں چاند بھی آگیا، ستارے بھی آگئے۔ سورج بھی آ گئے، نوری بھی آ گئے، خاکی بھی آ گئے۔

مطلب کیا ہے کہ ساری کائنات میں چاند سے بڑھ کر، ستاروں سے سے بڑھ کر، آفتاب سے بڑھ کر، نوریوں سے بڑھ کر، خاکیوں سے بڑھ کر، اگر کوئی حسین و جمیل ذات ہے۔ اگر کوئی لاثانی شخصیت ہے تو وہ محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ پاک ہے، میاں سرکار کے حسن و جمال سرکار کی بے مثلیت پوچھنی ہے تو ان سے پوچھو جنہوں نے میرے آقا کو دیکھا ہے۔ جنہوں نے سرکار کے جلوے دیکھے ہیں، جنہوں نے دیکھ لیا ہے بس وہ تو دیکھ کر یہی کہتے گئے کہ

؎ کروں تیرے نام پہ جاں فدا
نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا
کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں
بلبل نے گل اُن کو کہا
قمری نے سروِ جاں فزا
حیرت نے جھنجلا کر کہا
یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

جب حج کا موسم آتا لوگ دور دور سے حج کرنے کے بعد مدینہ شریف سرکار کے مزارِ پُر انوار کے دیدار کے لیئے آتے تو سیدنا ابو ہریرہ مدینہ شریف سے دور لوگوں کے راستوں پہ کھڑے ہو جاتے جو بھی حاجی

جو بھی زائر مدینہ شریف کی طرف جاتا تو آپ اُس کا راستہ روک لیتے اس کو سلام کرتے، سلام کرنے کے بعد پوچھتے بھائی جی آپ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی بھی اگر آنے والا زائر یا حاجی کہتا میں نے زیارت کی تھی، اس کو جانے دیتے جو کہتا میں نے زیارت نہیں کی اُس کو فرماتے بیٹھ جا مدینہ شریف بعد میں جانا سرکار کے مزار کا دیدار بعد میں کرنا پہلے سرکار کے حسن جمال، سرکار کے انوار و تجلیات کا ذکر سُن لو تاکہ زیارت کرنے میں لطف دوبالا ہو جائے سبحان اللہ!

کیا بات ہے سیدنا ابوہریرہ کے عشق کی محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی۔ میاں شمع کی قدر پوچھنی ہے تو پروانے سے پوچھ، باغ کی قدر پوچھنی ہے تو بلبل سے پوچھ۔ عطر و گلاب کی قدر پوچھنی ہے تو عطار سے جا کر پوچھ، سونے کی قدر پوچھنی ہے تو سُنار سے پوچھ۔ سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن و جمال کی بات پوچھنی ہے تو کسی عاشقِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھ۔ ان گستاخوں کو بے ادبوں کو سرکار کے مثل بلنے والوں کو میرے آقا کے حسن و جمال کا کیا پتہ کیوں کہ

؎ جا کے پچھ عطاراں کولوں!
تے مشک عنبر دے حال
تے کی جانن ایہہ بھڑ وائی شودھے
تے چھولے ویچن والے!

سیدنا ابوہریرہ کی بات سُن کر زائر بیٹھ جاتے، حجاج کرام بیٹھ جاتے، ارے بیٹھتے کیوں نا۔ میرے آقا کا صحابی فرماتے اور سرکار کے غلام نہ بیٹھیں، جب بہت سے لوگ جمع ہو جاتے۔ سیدنا ابوہریرہ ان کے سامنے

کھڑے ہو جاتے پھر وَالضُّحٰی کے چہرے والے وَالَّیل کی زلفوں والے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حُسن و جمال کا تذکرہ چھیڑ دیتے۔ سرکار کے انوار و تجلیات جو جو سیدنا ابو ہریرہ نے دیکھے تھے لوگوں کو سُناتے لوگ سُن کر عش عش کر اُٹھتے۔

میاں آج میں اور آپ سیرت پڑھ کر کملی والے کے حُسن و جمال کا ذکر چھیڑتے ہیں پر ابو ہریرہ تو وہ تھے جنہوں نے چار سال مسلسل کملی والے کے انوار و تجلیات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

سیدنا ابو ہریرہ سرکار کا تذکرہ کرتے کرتے سرکار کو یاد کر کے رو پڑتے پھر زائرین سے فرماتے۔ دوستو یاد رکھو تم اُس نبی کے مقدس مزار پر جا رہے ہو اس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر میرے ماں باپ صدقے۔

"مَا رَأَيْتُ مِثْلَهُ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ"

"میں نے نہ سرکار کی ظاہری حیات میں آپ کی مثل کسی کو دیکھا نہ آپ کے بعد کسی کو آپ کا ثانی دیکھا"۔ بس سرکار تو سرکار ہی تھے۔ سبحان اللہ

(طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۱۳، تہکار رلوبیت صفحہ ۵۸)

اُم المومنین سیدہ طیبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے حجرے میں تشریف فرما تھے سرکار کا ایک صحابی کملی والے کا ایک غلام کوئی مسئلہ پوچھنے کے لئے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا۔ سرکار کمرے سے باہر تشریف لے آئے تاکہ صحابی کو مسئلہ بتا سکیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب سرکار باہر تشریف لائے تو میں دروازے کے پیچھے کھڑی ہو گئی تاکہ میں بھی مسئلہ سُن لوں اور اس کا جواب بھی۔ سبحان اللہ! کیا پاکیزہ خیالات ہیں، کاش آج ہماری ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کو بھی

یہی جذبہ پیدا ہو جاتے وہ بھی دین کے مسائل سن کر یا پڑھ کر یاد رکھا کریں۔ آمین! خیر تو حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں سرکار باہر تشریف لے آئے اس صحابیؓ نے اب مسئلہ عرض کیا کہ

"یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تُدْرِکُنِیَ الصَّلٰوۃُ"

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نماز کے وقت بعض دفعہ اٹھتا ہوں۔"

"وَاَنَا جُنُبٌ" اور میں ناپاک ہوتا ہوں جنبی ہوتا ہوں غسل کی حاجت ہوتی ہے۔ "فَاَصُوْمُ" کیا میں اس وقت بغیر غسل کئے بغیر نہائے روزہ رکھ سکتا ہوں (بعض میں نماز کے لئے غسل کر لوں۔) فرمایا بالکل۔

"فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ"

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"وَاَنَا تُدْرِکُنِیَ الصَّلٰوۃُ"

بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے۔ میں بھی جنبی ہوتا ہوں لیکن "فَاَصُوْمُ" میں بھی روزہ رکھ لیتا ہوں سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات سن کر صحابی مسکرا پڑا۔ کہنے لگا۔ سرکار آپ ہمیں اپنے ساتھ تو نہ ملائیں کیونکہ آپ حضور ہیں نبی ہیں، رسول ہیں، اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں، ہم آپ کے غلام ہیں آپ کے امتی ہیں، آپ کا کلمہ گو ہیں۔ آقا کہاں آپ کہاں ہم۔ سرکار آپ آپ ہی ہیں۔

"فَقَالَ لَسْتَ مِثْلَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ"

(مسلم شریف جلد ۱ ص ۳۵۲، شرح صحیح مسلم جلد نمبر ۳ ص ۱۰۳)

صحابیؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ ہماری مثل

تو نہیں، ہمارے برابر تو نہیں۔

کہاں اللہ تعالیٰ کا ماہی، کہاں یہ تیرا سپاہی!

؎ میں تاں ویکھیاں جگ جہان اندر
تیرے جہیا تے روشن مبین کوئی نہیں
میرا دین وی توں ایں تے ایمان وی توں
میرا ہور ایمان تے دین کوئی نہیں
آکھیں جے توں رب دا غیر ہاں میں
ایس گل دا مینوں یقین کوئی نہیں
سچ دساں دیوانیہ رب دی سونہہ
تکیا تیرے توں ودھ حسین کوئی نہیں

میرے دوستو، توجہ فرماؤ!

صحابیِ رسول کیا کہہ رہا ہے۔ آقا آپ ہماری مثل تو نہیں ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام نے سرکار کے غلاموں نے سیدنا صدیقِ اکبر نے سیدنا فاروقِ اعظم نے سیدنا عثمانِ غنی نے سیدنا مولا علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے

"اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ" والی آیت نہیں پڑھی تھی؟ کیا وہ اس آیت کا مطلب اور مقصد نہیں جانتے تھے؟

اگر کہو کہ نہیں تو یہ غلط ہے۔ جھوٹ ہے۔ اگر کہو پڑھی تھی ضرور پڑھی اس کا مطلب بھی جانتے تھے۔ مقصد بھی جانتے تھے تو پھر ان کا عقیدہ تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ سرکار ہماری طرح بشر ہیں، ہماری طرح انسان ہیں۔ لیکن یہ عقیدہ نہیں، بلکہ وہ تو کہتے ہیں، سرکار کی مثل ہے ہی کوئی نہیں۔ سرکار کا ثانی کوئی نہیں

کملی والے جیسا کائنات میں آیا ہی کوئی نہیں کیوں؟

اِس لئے کہ صحابہ کرام نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا یہ وہ نبی ہے جس کی اُنگلی کا اشارہ اُٹھا تو سورج ڈُوبا ہوا عصر پہ آگیا۔ چاند دو ٹکڑے ہو کر زمین پر آگیا۔ اُنگلیوں سے پانی کے چشمے اُبل پڑے۔ لعابِ پاک کی برکت سے کھاری کھوہ میٹھا ہو گیا تو صحابہ کرامؓ بے ساختہ بول پڑے۔

آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تیرا ثانی کوئی نہیں، تیرے جیسا کوئی نہیں، تیرے ورگا کوئی نہیں، تیری مثل کوئی نہیں، تیرے برابر کا کوئی نہیں، یہی بات ہم بھی کہتے ہیں، یہی بات جناب محمد علی ظہوری قصوری علیہ الرحمۃ لوگوں کو سناتے سناتے دُنیا سے چلے گئے کہ

دُنیا تے آیا کوئی تیری نہ مثال دا
لبھ کے لیاواں کتھوں سوہنا تیرے نال دا

تیریاں تے صفتاں دا کوئی وی حساب نہیں
توں تے کتھے تیریاں غلاماں دا جواب نہیں

حوراں تائیں روپ ونڈیں حبشی بلالؓ دا
لبھ کے لیاواں کتھوں سوہنا تیرے نال دا

(شہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

ایک دن سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں کسی گستاخ نے کسی بے ادب نے گستاخی کی، بے ادبی کی تو میرے آقا کو پتہ چلا سلطانِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے درباری نعت خوان حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلایا۔ حسان نے عرض کی جی آقا! فرمایا میرے منبر پہ چڑھ اور میری شان میں نعت پڑھ تاکہ میرے گستاخوں کو میرے بارے بول

کہ میرے دشمنوں کو پتہ چل جائے کہ محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کیا مقام ہے کیا شان ہے کیا عظمت ہے؟ سبحان اللہ!

حضرت حسان منبر ختم نبوت پر جلوہ افروز ہوئے نعت پڑھنی شروع کر دی۔ قربان جاؤں اس محفل نعت پر میرے دوستو! آج ہر عاشق سرکار کے پیار میں سرکار کی محبت میں، سرکار کے عشق میں محفل نعت سجاتا ہے۔ انشاء اللہ! قیامت تک نعت کی محافل ہوتی رہیں گی پر کسی محفل نعت کی صدارت علاقے کا ناظم کرتا ہے۔ کسی محفل نعت کی صدارت علاقے کا ایم پی اے کرتا۔ کسی محفل نعت کی صدارت کوئی وزیر کرتا ہے۔ کسی محفل نعت کی صدارت کوئی سفیر کرتا ہے پر اُس محفل نعت کی صدارت اللہ تعالیٰ کا پیارا حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کر رہا تھا حضرت حسان نعت پڑھتے رہے ہر لفظ بے مثال ہر مصرعہ باکمال، ہر شعر لاثانی حضرت حسان نے نعت پڑھتے پڑھتے سرکار کے چہرۂ والضحیٰ کی طرف دیکھا اور چہرۂ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ کر عرض کیا کہ

؎ وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ!
وَاَکْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آج تک میری آنکھوں نے تجھ سے زیادہ حسین، تجھ سے زیادہ پیارا، تجھ سے زیادہ سوہنا، تجھ سے زیادہ سوہنی صورت دیکھا ہی نہیں۔ اللہ اکبر!

دیکھا کیوں نہیں؟ عرض کرتے ہیں، آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس لئے کہ تجھ سے زیادہ آج تک کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔

میرے آقا! میں مانتا ہوں، حضرت آدم حسین تھے، حضرت نوح جمیل

تھے حضرت ابراہیم پیارے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بڑے خوبصورت تھے حضرت موسیٰ بڑے سوہنے تھے۔ حضرت عیسیٰ حسین تھے آقا سارے نبی سوہنے تھے۔ سارے رسول حسین وجمیل تھے۔ پر مجھے تیرے پیدا کرنے والے کی قسم تجھ جیسا کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ سبحان اللہ! کیوں نہیں جنا، کیوں نہیں پیدا فرمایا، حضرت حسان اس کا جواب دیتے ہوئے سرکار کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ

خُلِقْتَ مُبَرَّءً امِنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہر عیب سے ہر نقص سے پاک پیدا ہوئے ہیں، آقا میرا تو عقیدہ یہ ہے کہ ساری کائنات کو ساری خدائی کو ساری مخلوق کو سارے انسانوں کو سارے رسولوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی سے بنایا پر حبیب جب تیری خلقت کا وقت آیا۔ تیرے بننے کا وقت آیا۔ تیرے ظہور کا وقت آیا۔ تیرے آنے کا وقت ہوا تو تجھے تیری مرضی سے بنایا۔ سبحان اللہ!

اے کملی والے آقا جیسے جیسے آپ کہتے گئے۔ اللہ تعالیٰ بناتا گیا پھر آپ لاثانی کیوں نہ ہوں۔ آپ بے مثل کیوں نہ ہوں حسین وجمیل کیوں نہ ہوں۔ پھر آپ میں کیا کمی ہو سکتی ہے؟ کیا عیب ہو سکتا ہے۔ کیا نقص ہو سکتا ہے۔ اسی بات کی طرف امام اہلسنت، کشتہ عشق رسالت، الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لے گئے کہ

وہ کمال حسن حضور ہے!
کہ گمان نقص جہاں نہیں

یہی پھول خار سے دور ہے!
یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
تیرا قد تو نادر دہر ہے
کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں
کہ چمن میں سرو چماں نہیں

میرے دوستو! حضرت حسان کے اشعار کی طرف غور فرمائیں!
میرے آقا کا درباری نعت خوان کیا کہتا ہے۔ سوہنا تیرے جیسا حسین و
جمیل آج تک دنیا میں کوئی نہیں آیا۔ آتے بھی کیسے کسی ماں نے جنا ہی
نہیں، جنتی کیسے جب اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی بنایا ہی نہیں
صحابیؓ کہتا ہے سرکار آپ جیسا کسی ماں نے نہیں جنا۔ وہابی آج
بول پڑا وہ بڑے بھائی۔ منہ دیکھ اس جو تھڑ کا نبی کا بھائی بنتا ہے۔ حضرت
حسان نعت پڑھ رہے ہیں میرے آقا مسکرا رہے ہیں، گویا میرے نبی
نے حضرت حسان کے اشعار سن کر اس بات پہ مہر لگا دی کہ واقعی میرا جیسا
کوئی مائی کا لال دنیا میں آیا ہی نہیں۔
سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات شریف کے بعد ایک دن
حضرت حسان بن ثابت مسجد نبوی میں تشریف فرما ہیں، چند زائرین سرکار کے
روضۂ انور کی زیارت کر کے حضرت حسان کی خدمت میں قدم بوسی کے لئے
حاضر ہوئے۔ ایک زائر نے ایک سرکار کے غلام نے حضرت حسان کی
خدمت میں عرض کی حضور آپ سرکار کے نعت خوان تھے۔ سرکار کی بارگاہ میں
نعتیں پڑھتے تھے۔ ایک شعر میں آپ نے یہ کہا ہے کہ سرکار جیسا دنیا میں

کوئی حسین وجمیل آج تک نہیں۔ آپ نے سرکار کا حسن وجمال دیکھا تھا۔ فرمایا، بالکل عرض کی، حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کتنے حسین وجمیل تھے۔ حضرت حسان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمایا، دوست کو کیا بتاؤں؟ اگر پوچھنا ہی چاہتے ہو تو سنو!

میں کئی بار ارادہ کرتا کہ آج جاؤں گا۔ سرکار مسجد نبوی شریف میں جلوہ فگن ہوں گے میں جی بھر کے دید کروں گا۔ لیکن جب میں سرکار کی خدمت میں زیارت کے لئے حاضر ہوتا تو پھر ہوتا کیا۔

"لَمَّا نَظَرْتُ اِلٰی اَنْوَارِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ"

فرماتے ہیں میں جب بھی سرکار کے انوار کی طرف نظر کرتا۔

"وَضَعْتُ کَفِّیْ عَلٰی عَیْنِیْ"

تو اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیتا کیوں؟ اس لئے کہ

"خَوْفًا مِّنْ ذِہَابِ بَصَرِہٖ"

اس ڈر کی وجہ سے کہ کہیں سرکار کے انوار وتجلیات دیکھنے سے میری آنکھوں کا نور نہ چلا جائے۔

(جواہر البحار جلد نمبر ۲، ص ۲۴۷، نورانی مواعظ اول ص ۱۸۶)

قطب زمانہ حضرت سیدنا مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمۃ رو کر عرض کرتے ہیں کہ

؎ حجرے توں مسجد آؤ ڈھولن!
نوری جھات دے کارن سارے سکن

دو جگ اکھیاں راہ دا فرش کرن
سب انس و ملک حوراں پریاں!

سیدنا مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمۃ سرکار کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں، اے صدیق و عمر کو دیدار کرانے والے آقا اے عثمان و علی کو زیارت کرانے والے محبوب ذرا حجرۂ پاک سے باہر نکل کر تشریف تو لائیے سارے انسان سارے فرشتے، ساری حوریں پریاں نہیں نہیں ساری کائنات تیرے دید کے لئے اپنی آنکھیں بچھا کر بیٹھی ہے۔ اللہ اکبر! پھر دل کو تسلی دیتے ہوئے اپنے آپ کو کہتے ہیں کہ

مہر علی کیوں پھرے اداسی،
اج گل سوہنا آ گل لا سی
ہوسن خوشیاں تے غم جاسی
ملساں لمیاں کر کر باہاں نال
دل لگڑا بے پرواہاں نال
جتھے دم مارن دی نہیں مجال

سبحان اللہ!

میرے دوستو! حضرت حسان صحابیٔ رسول ہے۔ کہا کیا ہے؟ کہ آقا تیرے جیسا کوئی نہیں یہ صرف حضرت حسان کا عقیدہ نہیں تھا۔ بلکہ کتابیں اٹھا کر دیکھو ہر صحابی کا یہی عقیدہ تھا۔ ہر کملی والے کے غلام کا یہی عقیدہ تھا کہ سرکار بے مثل ہیں، بے مثال ہیں، ہم میں سے کوئی بھی سرکار کی مثل نہیں، امام الانبیاء حبیب کبریا، سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلیل القدر صحابی حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ

"نَهٰى عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاَضَاحِيْ"

سرکار آپ یہ بتائیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کون کون سے جانوروں کی قربانی سے منع فرمایا ہے کہ حضرت براء نے یہ بات سُن کر فرمایا کہ ایک دن سرکار ہمارے درمیان کھڑے تھے اور فرما رہے تھے کہ چار قسم کے جانوروں کی قربانی نہیں کرنی چاہیئے۔ ایک وہ جانور جس کی ایک آنکھ ہو، اور ایک نہ ہو یعنی کانا۔ دوسرا وہ جانور جو سخت بیمار ہو۔ تیسرا وہ جانور جو بہت ہی کمزور اور لاغر ہو۔ چوتھا وہ جانور جو لنگڑا ہو اُس کا لنگڑا پن ظاہر ہو، حضرت براء فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ہاتھ کو پکڑ کر اپنی انگلیوں سے گن کر فرمایا۔ پھر فرماتے ہیں کہ

"وَيَدِيْ اَقْصَرُ عَنْ يَدِهٖ"

(ابن ماجہ شریف ص۲۲۷، مترجم جلد۲ ص۲۶۸)

میرا ہاتھ سرکار سے بہت، چھوٹا ہے کہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ کہاں میرے ہاتھ سرکار کے ہاتھوں کی مثل نہیں میری انگلیاں سرکار کی انگلیوں جیسی نہیں۔ بھلا ہو بھی کیسے سکتی ہیں جن کو خالق کائنات نے فرمایا یَدُ اللّٰہ، سوہنا یہ تیرے ہاتھ نہیں یہ تو میرے ہاتھ ہیں یہ تیری انگلیاں نہیں میری انگلیاں ہیں۔ اعلیٰ حضرت سرکار کی مقدس انگلیوں کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

؎ انگلیاں ہیں فیض پر!
ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر!

ے ندیاں پنجاب رحمت کی
ہیں جاری واہ واہ
آفتاب کے ٹکڑے ہوتے ہیں
سورج بھی اُلٹا پھرتا ہے
جس وقت مدینے والے کی
اُنگلی کے اشارے ہوتے ہیں

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی تھے حضرت خباب بن ارت اُن کی بیٹی فرماتی ہیں کہ ہمارے ہاں ایک بکری تھی، وہ بکری کبھی دُودھ دیتی کبھی نہ دیتی۔ ایک دن حضرت خباب کی بیوی نے اپنی بیٹی سے فرمایا: بیٹی عرض کی، جی اماں، فرمایا: بیٹی یہ بکری کھاتی پیتی بھی ٹھیک ٹھاک ہے لیکن دُودھ دیتے وقت بڑی تنگ کرتی ہے۔ ایسے کرو اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں لے جاؤ وہ دیکھیں گے ہاتھ وغیرہ پھیریں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ، اللہ کرم فرمائے گا۔

حضرت خباب کی بیٹی فرماتی ہیں کہ میں وہ بکری لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی، ساری بات بتائی تو سرکار نے اس بکری کے پیر ایک رسّی سے باندھ دیئے۔ پھر اس کو دوھنا شروع کر دیا۔ اُس کا دُودھ نکالنا شروع کر دیا۔ حضرت خباب کی بیٹی فرماتی ہیں کہ اُس بکری نے اتنا دُودھ دیا کہ میرے آقا کے ہاتھ والا برتن دُودھ سے بھر گیا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیٹی کوئی بڑا برتن لاؤ تاکہ اس میں بکری کا دُودھ نکالا جائے۔ حضرت خباب کی بیٹی فرماتی ہیں، میں آٹا گوندنے والا بڑا ٹب جو عموماً شادیوں پر آٹا گوندنے کے لئے استعمال ہوتا ہے وہ اُٹھا کر لے آئی۔ سرکار نے وہ بڑا ٹب نیچے

رکھ دیا اور بکری دوہنا شروع کر دی۔ حتیٰ کہ وہ آٹے والا ٹپ مگن دودھ سے بھر گیا۔ میں حیران کہ کمال ہے کہ پہلے یہی بکری تھی، دودھ دیتی نہیں تھی اور آج سرکارِ مدینہ کے ہاتھ لگے ہیں دودھ ختم نہیں ہوتا۔ دودھ ختم بھی کیسے ہوتا۔ سرکار نے جو کرم فرما دیا تھا۔

ے چنگیاں اُتے ہر کوئی راضی!
اوہناں کوئی نہ دور ہٹاوے
چنگی صورت والیاں تائیں
تے تک ہر کوئی سینے لاوے
مندیاں دے کوئی کول نہ بیٹھے
اَتے نہ کوئی کول بٹھاوے
اعظم مرد خدا دا اوہو
تے جیہڑا مندیاں نال نبھاوے

امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: بیٹی یہ دودھ لے جاؤ خود بھی پیو اور پڑوسیوں کو بھی پلاؤ۔ پھر اپنی بکری لے جانا۔ حضرت خباب کی بیٹی سرکار کی صحابیہ نے سارا دودھ اٹھایا۔ گھر لے آئی۔ ماں نے پوچھا بیٹی، یہ دودھ کہاں سے لے آئی ہو۔ حضرت خباب کی بیٹی نے کہا اماں یہ ہماری بکری کا دودھ ہے۔ ماں نے فرمایا۔ بیٹی اتنا دودھ۔ عرض کی اماں کیوں نہ آتا۔ سرکارِ کائنات کے جو ہاتھ لگ چکے تھے۔

حضرت خباب کی بیٹی فرماتی ہیں کہ میں روزانہ وہ بکری سرکار کی خدمت میں لے جاتی۔ سرکار وہ بڑا آٹے والا ٹپ مگن دودھ کا بھر کے مجھے دیتے۔ میں بکری بھی لے آتی، دودھ بھی خود بھی پیتے، لوگوں کو دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے سرکار کے

صدقے ہم پر بڑا کرم کیا۔ اس بکری کی وجہ سے ہم اچھے بھلے مالدار ہو گئے ایک دن میرے والد حضرت خباب باہر سے تشریف لائے انہوں نے اس بکری کے پیر باندھے دودھ نکالا تو دودھ تھوڑا سا نکلا۔ جتنا پہلے کبھی کبھی ہماری بکری دیتی تھی۔ میری والدہ نے میرے والد کو ناراض ہو کر کہا۔ خباب تو نے ہماری بکری خراب کر دی ہے۔ حضرت خباب نے فرمایا: کیسے؟ حضرت خباب کی بیوی نے کہا۔ پہلے یہی بکری یہ آٹا گوندنے والا ٹب لگن دودھ کا بھر کے دیتی تھی لیکن آج تو بہت ہی تھوڑا بکری نے دودھ دیا ہے۔

حضرت خباب نے فرمایا، اچھا یہ بتاؤ کہ پہلے یہ بکری دوہتا کون تھا؟ اس کا دودھ کون نکالا کرتا تھا۔ سبحان اللہ! کیسا پیارا سوال ہے۔ حضرت خباب کی بیوی نے جواب دیا کہ پہلے اس بکری کو سرکار مدینہ، سرور قلب و سینہ، نور مجسم حبیب کبریا، احمد مختار، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم دوہا کرتے تھے۔ حضرت خباب جلال میں آگئے، غصے میں آگئے۔

فرمایا، اے میری رفیقۂ حیات کچھ خیال کر، کچھ سوچ کیا تم نے مجھے تاجدار مدینہ، سدرہ کے راہی، اللہ تعالیٰ کے ماہی، جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ملا دیا۔ کہاں کملی والا، کہاں خباب، میرے آقا، خدا عزوجل کی عزت و عظمت کی قسم۔ میرے سرکار تو بڑی برکت والے ہیں۔ اللہ غنی،

(خصائص کبریٰ جلد نمبر ۲، ص ۱۴۵، ص ۱۴۶)

سبحان اللہ! سرکار کے ہیں صحابی، یہ عقیدہ کیا ہے۔ "کہ کہاں کملی والا اور کہاں میں"۔

یہ تو وہ ہیں جنہوں نے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا ہے اور جنہوں نے دیکھا نہیں، وہ سرکار کے مثل بنے بیٹھے ہیں لیکن ہم تو کہتے ہیں کہ

؎ بے مثال دِی دلیاں مثال کیہڑی
اُودھے نال دا کون جہان اُتّے
جہدے ناں دے ورد وظائف ہوندے
عرش فرش زمین آسمان اُتّے
باب حسن دا یار آخیر ہویا
لکھی گل ایہے پاک قرآن اُتّے
حسن آپ دا ویکھ عمران شاہا
سُو ہنے ہو گئے سب قرآن اُتّے

سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے غلاموں کو ساتھ لے کر غزوۂ حنین میں قبیلہ ہوازن جو کہ کافروں کا قبیلہ تھا اُس سے لڑنے کے لئے تشریف لے گئے تو مالک ابن عوف بھی اپنے قبیلے ہوازن کی قیادت کرتا ہوا میدانِ مقابلے میں آیا۔ لڑائی ہوئی لیکن خالقِ کائنات نے اپنے محبوب سرکارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ کے غلاموں کو فتح عطا فرمائی، قبیلہ ہوازن کے لوگ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

مالک ابن عوف بھی میدان چھوڑ کر بھاگ گیا اور طائف شہر میں جا کر چھپ گیا اُن سے پناہ لی۔ اِدھر سرکار کے غلاموں نے کافروں کے مشرکین کے مال پر اہل عیال پر قبضہ کرلیا تمام لوٹا ہوا سامان سرکار کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پتہ چلا کہ مالک بن عوف ہمارے ڈر سے بھاگ کر چھپ گیا ہے تو سرکارِ مدینہ نے اعلان فرما دیا کہ اگر مالک بن عوف مسلمان ہو جائے اور میرا کلمہ پڑھ لے تو میں اُسے معاف بھی کر دوں گا۔ اور اُس کا سارا لوٹا ہوا سامان اُس کے اہل وعیال جتنا بھی اُس کا مال ہو گا سب

واپس کر دوں گا۔ سُبحان اللہ!

قربان جاؤں رحمتِ کائنات کی رحمت پر۔

مالک بن عوف کو کسی نے جا کر سرکار کا فرمان سُنایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تیرے بارے یہ فرمایا ہے۔ مالک بن عوف طائف سے چلا۔ سیدھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ عرض کی آقا اپنا ہاتھ آگے کیجئے۔ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ کا کلمہ پڑھنا چاہتا ہوں۔

حضرت مالک نے کلمہ پڑھا مسلمان ہو گئے۔ سرکار نے وعدے کے مطابق اُس کا سارا سامان واپس کر دیا۔ اس کے پیچھے اس کی بیوی، اس کے خاندان کے لوگوں کو چھوڑ دیا۔ پھر مزید کرم کرتے ہوئے حضرت مالک کو اپنے خزانے میں سے سو اُونٹ بھی عطا فرما دیئے۔ حضرت مالک سرکار کا یہ کرم دیکھ کر مہربانی دیکھ کر خوشی سے رو پڑے۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں یوں عرض کیا کہ

مَا اِنْ رَاَیْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِمَا اَرٰی
فِی النَّاسِ کُلِّھِمْ بِمِثْلِ مُحَمَّدٍ!

"میں نے سارے جہان کے لوگوں میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مثل نہ کوئی دیکھا ہے نہ آج تک کوئی سنا ہے۔"

اَدْنٰی وَاَعْطٰی لِلْجَزِیْلِ اِذَا اجْتُدِیْ
وَمَتٰی تَشَأْ یُخْبِرْکَ عَمَّا فِیْ غَدٍ

آپ بڑے باوفا ہیں، جب بخشنے پر آئیں تو بڑا کرم کرتے ہیں، اگلی کل والے

کے غلام اگر تو چاہے تو تجھے کی خبریں بھی سنا سکتے ہیں۔

(اسد الغابہ جلد نمبر ۸ ص ۴۲)

میرے دوستو! غور کرو، صحابی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا فرما رہا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بے مثل ہیں اور ایسے بے مثل ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کسی کو بھی سرکار کی مثل نہیں سنا اور نہ دیکھا گیا ہے۔ لیکن آجکل کے بے ادب لوگ کیا کہتے ہیں۔ نہیں جی وہ تو ہماری طرح تھے وہ تو ہماری طرح چلتے پھرتے تھے۔

میرے دوستو! سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انسانی لباس میں تشریف لائے۔ ٹھیک ہے پر حقیقت میں وہ ہماری طرح نہیں تھے کیوں کہ

؎ ویکھن نوں اوسادے ورگا!
پر کدوں اسیں اوس مل دے
پتھر لعل دے بھانیں وکدے
پھل کنڈیاں نال نہ تلدے
جیہڑے راز حضور تے کھلے!
اوہ ہر اک تے نہیں کھلدے
اعظم اوہ عرشاں تے پھردا
تے اسیں گلیاں دے وچ رلدے

صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا کہتے ہیں۔ آقا تیرے جیسا انسان بھی کوئی نہیں، تیرے جیسا کریم بھی کوئی نہیں، سخی بھی کوئی نہیں، غنی بھی کوئی نہیں، داتا بھی کوئی نہیں۔ اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان فاضل

بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں۔

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیئے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا
موجِ بحرِ رسالت پہ لاکھوں سلام

تیسری بات حضرت مالک نے کون سی کہی کہ میرا نبی غیب بھی رکھتا ہے کل کی خبریں بھی دے سکتا ہے۔ سبحان اللہ!

میرے آقا سن کر مسکرا رہے ہیں، یہ نہیں فرماتے کہ مالک یہ کیا کہہ رہے ہو کہ میرے جیسا انسان بھی کوئی نہیں، میرے جیسا کریم غنی بھی کوئی نہیں، میں غیب بھی جانتا ہوں۔ توبہ کر یہ تو شرک ہے۔ تو ابھی مسلمان ہوا ہے اور پھر مشرکوں والی باتیں کر رہا ہے۔ توبہ کر آئندہ ایسی باتیں نہ کرنا۔ کیا میرے نبی نے اپنے صحابی کو یہ فرمایا؟

اگر فرمایا تو ثبوت دو اور اگر نہیں فرمایا۔ ہرگز نہیں فرمایا تو کملا نہ بن، عقل مند بن، وہابی کی بات نہ مان، صحابی کی بات مان۔ وہابیوں، دیوبندیوں جیسے نہ کہا کر کہ سرکار ہماری طرح تھے بلکہ صحابہ کرام کی طرح تو بھی نعرے لگایا کر کہ کملی والیا تیرے جیہا تو کسی ماں نے جناں ہی نہیں، اللہ غنی!

صحابی کیا کہتے ہیں؟ آقا تیری مثل کوئی نہیں، دیوبندی کیا کہتے ہیں؟ سنیئے مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی "قصص الاکابر" ص۸۸، ۸۹ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ خان کے ماموں جو کہ بہت سمجھدار اور نیک آدمیوں کی صحبت یافتہ تھے۔ انہوں نے کہا کہ سنا گیا ہے کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کئی سال حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی صورتِ مبارکہ پر رہے

"یعنی جو شکل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہے وہی شکل حاجی امداد اللہ کی ہو گئی تھی"

کیا یہ بات صحیح ہے؟ تو مولوی اشرف علی دیوبندی نے فرمایا 'ہاں' میں نے یہ روایت یہ بات ایک ثقہ ایک پکے آدمی سے سنی ہے۔ ان کے بارے یہ خیال نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے غلط بیانی کی ہو یا مبالغہ آرائی سے کام لیا ہو کیونکہ وہ آدمی خوش عقیدہ بلکہ متعصب شخص ہے۔ ہمارے ہم عقیدہ ہیں اور علماء کی صحبت بہت پائی ہے۔ ان کے بارے یہ خیال نہیں ہو سکتا کہ بدعتیوں (سنی بریلویوں کو دیوبندی بدعتی کہتے ہیں) کی طرح انہوں نے بلا تحقیق بات صرف شیخ کے ساتھ عقیدت ہونے کی وجہ سے مان لی ہو۔ اور بات فی نفسہٖ محالات میں سے ہے نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ مخلص راوی ہیں۔

میرے دوستو! ذرا توجہ فرماؤ! دیوبندی کتنی جرأت رکھتے ہیں کہ اپنے پیر کو حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم شکل اور ہم صورت بتا رہے ہیں، توبہ توبہ، حالانکہ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے۔ بلکہ کائنات کے ہر عاشق کا ہر غلام رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ سرکار اپنے کمالات میں اپنے اوصاف میں جیسے بے مثل بے مثال ہیں اسی طرح اپنی صورت پاک میں بھی بے مثل، بے مثال ہیں۔

لیکن مولوی اشرف تھانوی دیوبندی کیا لکھتے ہیں کہ جنہوں نے حضرت شیخ حاجی امداد اللہ کو دیکھا گویا انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ (قصص الاکابر ص ۹۲)

حضرات گرامی! یہ عقیدہ ہے مخلص موحدوں کا یہ عقیدہ ہے۔ توحید کے ٹھیکیداروں کا۔ یہ عقیدہ ہے بناوٹی سنیوں کا۔ یہ عقیدہ ہے سنیوں حنفیوں

کو مشرک بنانے والوں کا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے پیر کی شکل میں آ گئے۔ جنہوں نے حاجی صاحب کو دیکھا۔ گویا انہوں نے حضور کو ہی دیکھا۔ معاذ اللہ! یہ عقیدہ تو دیوبندیوں کا تھا۔ گستاخانِ رسالت مآب کا تھا۔ اب آیئے عقیدہ سنیئے سرکار کے غلاموں کا حضور کے دیوانوں کا غلامانِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا محبانِ رسول کا۔

محبانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا عقیدہ:

حضرت علامہ امام قسطلانی شارح بخاری علامہ امام زرقانی حضرت علامہ ابن حجر مکی حضرت علامہ شیخ ابراہیم بجوری حضرت علامہ امام مناوی حضرت علامہ احمد عبد الجواد حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اپنی اپنی معتبر تصانیف میں فرماتے ہیں کہ

"اِعْلَمْ اَنَّ مِنْ تَمَامِ الْاِیْمَانِ بِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔"

جان لو یہ یقین کر لو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان اس وقت مکمل ہوگا۔ کامل ہوگا کب؟ فرمایا کہ

"اَلْاِیْمَانُ وَالتَّصْدِیْقُ۔"

جب ہر مسلمان اس بات کو دل و جان سے مان لے اور تصدیق کرے۔ کس بات کی تصدیق؟ فرمایا کہ

"بِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَعَلَ خَلْقَ بَدَنِہِ الشَّرِیْفِ عَلٰی وَجْہٍ۔"

بیشک خالق کائنات نے پیارے رب العالمین نے حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن شریف کو اس شان سے پیدا فرمایا ہے کہ

"لَمْ یَظْهَرْ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ خَلْقٌ اٰدَمِیٌّ مِثْلَهٗ"

نہ آپ سے پہلے کسی آدمی کو کسی انسان کو، کسی نبی کو کسی رسول کو، کسی بشر کو آپ کی مثل بنایا ہے اور نہ قیامت تک کسی کو بنائے گا سبحان اللہ!

(مواہب اللدنیہ جلد نمبر ا ص۲۴۸، زرقانی شریف جلد ۴ ص۷، جواہر البحار جلد ۲ ص۷۹، جمع الوسائل شرح شمائل جلد ا ص۱۰، شہکارِ ربوبیت ص۳۷ ص۳۹)

یہ ہے عقیدہ، یہ ہے دین، یہ ہے مذہب، یہ ہے مسلک، یہ ہے محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم، شارح بخاری، حضرت علامہ امام قسطلانی علیہ الرحمتہ اپنے آستانے پر تشریف فرما ہیں تا سرکار کی عزت وعظمت بیان ہو رہی ہے کہ میرے آقا جیسا اللہ تعالیٰ نے کسی کو بنایا ہی نہیں، کوئی پیدا ہوا ہی نہیں، سامعین نے کہا، سرکار وہ کیسے فرمایا:

"لَمْ یَظْهَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ"

وہ ایسے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے یار کے حسن وجمال کو ہم پر ظاہر ہی نہیں کیا کیوں؟ فرمایا:

"لَا طَاقَتْ اَعْیُنُنَا رُؤْیَتَهٗ"

اگر سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا پورا حسن وجمال کو ہم پر ظاہر ہو جاتا تو دنیا کی کوئی آنکھ ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ دیکھ سکتی۔

(جمع الوسائل ص۱۰، مواہب اللدنیہ اول ص۱۹۴) اسی لئے تو ہم کہتے ہیں۔

اودھرے حسن دی بات کی پچھناں
اودھرے سوہنے گولے

؎ اُوہدی صُورت تے سُورتاں بنیاں
سُوہنا بولے یا نہ بولے !!
تُو تنقیصاں اُوس تے کرنا
تے جھڑا تیرے عیب نہ پھولے
پُھل کھڑدے نیں اُدوں دی نیازی
تے سُوہنا جدوں زبان نہ کھولے

علامہ قسطلانی کیا فرماتے ہیں، سرکار کا حُسن ہم پر ظاہر ہی نہیں ہوا۔ اگر ہو جاتا تو کوئی دیکھ ہی نہ سکتا۔

پتہ چلا سرکار کو کوئی نہیں دیکھ سکا کہ سرکار کی حقیقت کیا ہے سید التابعین، پیکرِ عشقِ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت اویس قرنی، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اپنے مریدوں میں تشریف فرما ہیں، تا سرکار کے پیار کی بات چل پڑی، سرکار کی محبت کی بات نکلی۔

حضرت اویس قرنی نے فرمایا: میرے حضور بھی حضور ہی ہیں، میرے آقا کو کون دیکھ سکتا ہے۔ مرید حیران، دوست سوچ میں پڑ گئے کہ حضرت صاحب کیا فرماتے ہیں کہ حضور کو کون دیکھ سکتا ہے۔ ایک مرید نے کہا: سرکار آپ کیا فرما رہے ہیں، حضور کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔

فرمایا: بالکل، عرض کی سرکار ہر وقت صحابہ میں رہتے تھے۔ اپنے غلاموں کے درمیان رہتے تھے وہ دن رات سرکار کے جلوے دیکھتے تھے۔ فرمایا، دیکھتے ضرور تھے پر دیکھ نہیں سکے۔ حضور کیا حسنین کریمین نے بھی نہیں دیکھا۔ فرمایا نہیں دیکھا، کیا حضرت علیؓ نے بھی نہیں دیکھا۔ فرمایا نہیں دیکھا۔ عرض کی حضرت عثمانؓ نے بھی نہیں دیکھا۔ فرمایا: نہیں دیکھا۔ عرض کی حضرت عمرؓ نے بھی نہیں

دیکھا۔ فرمایا: نہیں دیکھا۔ عرض کی حضرت صدیق اکبرؓ یارِ غار نے ... دیکھا۔ فرمایا: نہیں دیکھا۔ سارے صحابہؓ نے نہیں دیکھا۔ فرمایا: نہیں دیکھا۔ ... حیران، مرید حیران، ساتھی حیران، لوگ حیران، حضور پھر دیکھا کس کو ہے؟ حضرت اویس قرنی مسکرا پڑے۔

فرمایا: میرے دوستو! سارے مکّہ والے سارے مدینے والے سارے صحابہؓ دیکھتے ضرور رہے ہیں پر حضور کو نہیں دیکھ سکے۔ سرکار پھر کس کو دیکھا ہے فرمایا، میرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نور بھرے سائے کو دیکھا ہے بس اور کچھ نہیں دیکھا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۱۳۳)

یہی بات ملّا علی قاری علیہ الرحمۃ فرما گئے کہ

"کَثُرَ النَّاسُ عَرَفُوا اللہَ"

بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کو تو پہچان گئے۔

"وَمَا عَرَفُوا رَسُوْلَ اللہِ"

لیکن آمنہ کے لال کو صدیق کے یار کو عمر کے آقا کو عثمان کے مولا کو فاطمہ کے بابے کو، حسنین کریمین کے نانے کو، علی کے ویر کو، سُنّیوں کے پیر کو نہ پہچان سکے کیوں؟ فرمایا: اس لئے

"لِاَنَّ حِجَابَ الْبَشَرِيَّتِ غَطّٰی اَبْصَارَهُمْ"

کہ بشریّت کے پردوں نے حُسنِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو چھپا رکھا ہے۔ (جمع الوسائل شرح شمائل جلد ۱ ص ۱۵)

عارفوں کے بادشاہ، سلطان العارفین، حضرت سخی سلطان باہو علیہ الرحمۃ کتنی پیاری بات فرما گئے کہ

مکھ محبوب دا خانہ کعبہ!
تے جتھے عاشق سجدہ کردے ہُو!
دو زلفاں وِچ نیر مصلی
تے جتھے چاروں مذہب ملدے ہُو
مثل سکندر ڈھونڈن عاشق
اِک پل آرام نہ کردے ہُو!!
خضر نصیب انہاں دے حضرت باہُو
او گھٹ اودے تھے جا بھردے ہُو!

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کیا فرماتے ہیں کہ دُنیا اللہ تعالیٰ کو پہچان گئی، پر کملی والے کو کوئی نہیں پہچان سکا۔ لیکن دیوبندی کیا کہتے ہیں، نجدی غیر مقلد وہابی کیا کہتے ہیں، سرکار ہماری مثل ہیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی نے ایک کتاب لکھی ہے "اصدق الرؤیا" یعنی سب سے زیادہ سچی خوابیں۔ مولوی صاحب نے اپنے متعلق اپنے مریدوں کے چند خواب بھی اس میں لکھے ہیں، ذرا دل سنبھال کر سنیئے؛

مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون انڈیا میں ایک طالب علم ملا جیون پڑھتا تھا اس نے خواب دیکھا اور مولوی صاحب کو بتایا۔ مولوی صاحب نے اپنی کتاب میں وہ لکھا۔ ملا جیون کہتا ہے میں نے تین خواب دیکھے اور تینوں خواب میں میں نے حضور کو آپ (یعنی اشرف علی تھانوی) کی شکل میں دیکھا اور پھر میں اور آدمیوں سے کہتا تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے مولانا تھانوی کی شکل میں ہیں۔ (اصدق الرؤیا جلد ۲ صفحہ ۵، دیوبندی مذہب صفحہ ۱۸۹، تعارف علماء دیوبند صفحہ ۳۴)

میرے دوستو! توجہ فرماؤ، صحابہؓ کہتے ہیں، سرکار جیسا ہم نے نہیں دیکھا۔

محدثین کرام فرماتے ہیں کہ کملی والے کو کوئی حقیقت میں دیکھ ہی نہیں سکا لیکن غضب ہو گیا۔ مولوی اشرف علی دیوبندی خوشی سے لکھ رہا ہے کہ میرے مُرید نے مجھے خواب میں دیکھا کہ میری صورت ہو بہو نبی پاک جیسی ہے اور میری صورت بالکل نبی پاک جیسی ہے۔ (نعوذ باللہ)

حضرات محترم! بندہ مولانا اشرف علی صاحب سے اور ان کی ذریت سے یہ پوچھے کہ ان خوابوں کو لکھنے کی ضرورت کیا تھی۔ غالباً اس لئے کہ تھانوی صاحب دَر پردہ رسول اللہ تھے۔ معاذ اللہ!

اگر یہ بات نہیں تو پھر یہ خواب کیوں لکھے۔ میرے دوستو! یاد رکھو یہ کلمات بے حد درجے بے ادبی کے ہیں۔ ارے میاں کہاں کملی والا، کہاں مولوی اشرف علی، کہاں سدرہ کا راہی، کہاں تھانہ بھون کا مولوی، کہاں آمنہ کا لال، کہاں دیوبند کا دلال، کہاں میری سرکار، کہاں دیوبندیوں کا حکیم۔ وادیٔ کشمیر کے شہزادے میاں محمد علیہ الرحمۃ نے کتنی پیاری بات فرمائی۔

اینہاں نجدیاں مُلاں کولوں!
تے منگ پناہ وے فقیرا
ایسے سچے دا مُل کوڈی پاندے
تے جھوٹے دا مُل ہیرا

حضرات گرامی! جب سُنی ایسی بات پڑھتے ہیں یا سُنتے ہیں تو وہ تو عشقِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ڈوب کر کہتے ہیں، توبہ توبہ۔ لیکن جو دیوبندی حضرات اپنے مولویوں کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں وہ آگے سے جواب دیتے ہیں کہ دیکھو ناں جی حضرت جی اتنے بڑے عالم تھے وہ غلط تو نہیں کہہ سکتے۔ اللہ غنی، یہ تو وہی بات ہوئی۔ ایک دیہاتی کاروبار کے

سلسلے میں مُلک سے باہر چلا گیا۔ کافی عرصہ ہو گیا۔ اُس نے کوئی گھر میں خیر خبر نہ بھیجی، بیوی بڑی پریشان تھی، ان پڑھ، اُس نے اپنے مولوی صاحب سے خط لکھوایا کہ حضرت جی! میرا خاوند کافی عرصے سے نہ آپ آیا ہے، نہ خط لکھا ہے۔ آپ مہربانی کر کے اپنی طرف سے خط لکھ دیں کہ جلدی آ جائے، تیری بیوی بیوہ ہو گئی، رنڈی ہو گئی ہے، مولوی صاحب بھی ماشاء اللہ ان جیسے ہی تھے، خط لکھ دیا، جب خط اُس آدمی کو ملا تو اُس نے پڑھا پڑھ کر رونا شروع کر دیا، جب رویا ناں تو اس کے دوست احباب سمجھے کہ کوئی گھر میں گڑبڑ ہو گئی ہے تبھی یہ رو رہا ہے۔ انہوں نے بھی اُس کے غم میں شریک ہونے کے لئے، رونا شروع کر دیا۔ ایک آدمی سمجھدار تھا اُس نے جب سب کو روتا دیکھا تو پوچھا بھائی معاملہ کیا ہے۔ لوگوں نے اُس صاحب کے دوستوں نے کہا ہمیں تو پتہ نہیں ہم تو اس کے غم کو ہلکا کرنے کے لئے اس کے غم میں شریک ہو کر رو رہے ہیں، اُس بھائی سے پوچھو، اُس بندے نے اس آدمی سے پوچھا کہ بھائی جی آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آخر وجہ کیا ہے؟

اُس نے کہا کہ میرے گھر سے خط آیا ہے کہ میری بیوی بیوہ ہو گئی، رنڈی ہو گئی ہے۔ وہ پوچھنے والا ہنس پڑا۔ ہنس کر کہنے لگا۔ خدا کے بندے رونا بند کرو۔ تم تو زندہ ہو پھر تمہاری بیوی بیوہ کیسے ہو گئی۔ اُس رونے والے نے پہلے سے بھی زیادہ رونا شروع کر دیا۔ رو رو کر شور مچا مچا کر کہنے لگا یہ تو مجھے بھی معلوم ہے کہ میں زندہ ہوں پر یہ خط ہمارے مولوی صاحب نے لکھا ہے جو جھوٹ کبھی نہیں بولتے۔ اللہ اکبر!

حضرات محترم! یہی حال ان کا ان کو قرآن سناؤ تو کہیں گے نہیں جی! ہمارے مولوی صاحب کہتے ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں یہ ہے۔ انہیں قرآن

کی تفسیر بتاؤ کہیں گے۔ نہیں جی ہمارے مولوی صاحب نے بھی یہ تفسیر پڑھی ہوئی ہے۔ وہ کوئی غلط تھوڑے سے کہتے ہیں ان کے سامنے حدیث پاک پڑھو تو کہتے ہیں نہیں جی ہمارے مولوی صاحب کہتے ہیں یہ حدیث ضعیف ہے یہ کمزور ہے۔ یعنی قرآن و حدیث تفسیر کی بات نہیں مانی مولوی جی چاہئے کچھ کہتے رہیں۔ وہی مانی ہے۔ پتہ چلا ان کا ایمان قرآن و حدیث پر نہیں مولوی پر ہے۔

لگ گئے پچھے نفس امارہ دے
ایہہ دور نبی تو آ گئے نے
گل اینہاں ادھر منی ایں!
جو ملاں جی فرما گئے نے

سرکار کی بے مثلیت پوچھنی ہے تو ان سے پوچھو جنہوں نے ایمان کی نگاہ سے عشق کی نگاہ سے پیار کی نگاہ سے سرکار کے جلوے دیکھے ہیں سرکار کے انوار و تجلیات دیکھے ہیں، قطب زماں غوث زماں حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی چشتی سیالوی علیہ الرحمتہ جب حج کر کے واپس گولڑہ شریف تشریف لائے تو لوگ آپ کی زیارت کے لئے آئے لیکن آپ ہیں کہ سرکار کے پیار میں زار و قطار رو رہے ہیں، دنیا آتی ہے۔ زیارت کر کے چلی جاتی ہے پر سید کے آنسو نہیں رکھتے۔ ایک ستر سال کا سفید داڑھی والا بابا یہ منظر دیکھ رہا ہے کہ حضرت زار و قطار رو رہے ہیں، بابے نے قدم چوم کر کہا۔ شاہ جی آپ روتے کیوں ہیں میں کافی دیر سے دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے آنسو نہیں رکتے۔ پیر صاحب نے فرمایا: بابا جی میں کیوں نہ رؤں میں کعبہ دیکھ کر آیا ہوں، بابے نے کہا۔ شاہ جی کعبہ تو آپ ہر سال دیکھ کر آتے ہیں لیکن پہلے تو یہ حالت کبھی نہیں ہوئی۔ پیر مہر علی نے فرمایا: بابا جی پہلے کعبہ دیکھ

کے آتا تھا۔ اب کعبے کا کعبہ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دیکھ کر آیا ہوں۔ بابا بھی عاشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام تھا۔ محبت کی چوٹ لگ گئی۔ قدموں میں گر پڑا۔ کہا سرکار خواب میں دیکھا ہے یا جاگتے؟ فرمایا جاگتے ہوئے۔ بابے کی آہ نکل گئی، رو کر کہا شاہ جی میں تو وظیفے کر کر کے، درود و سلام پڑھ پڑھ کے تھک گیا ہوں کہ آقا اگر جاگتے نہیں تو خواب میں ہی کرم فرما دو، دیدار کرا دو پر دیدار نہیں ہوا۔ کتنی خوش نصیب ہیں آپ کی آنکھیں، کتنے خوش بخت ہیں آپ کے دو نین جنہوں نے جاگتے ہوئے سرکار کے جلوے دیکھے ہیں۔ بابے نے کہا شاہ جی، اگر اجازت ہو تو آپ کی ان آنکھوں کو نہ چوم لوں جنہوں نے سرکار کے جلوے دیکھے ہیں، چلو میں نہیں دیکھ سکا تو دیکھنے والی آنکھیں ہی چوم کر پیاس بجھالوں، بابا چومتا بھی جاتا ہے اور کہتا بھی جاتا ہے کہ

جنہاں اکھیاں نے دلبر ڈٹھا!
تے اساں او اکھیاں تک لیتیاں
تو ملیوں تے ساجن ملیا
تے تینوں آساں تک لیتیاں۔

بابے نے کہا: سرکار مبارک ہو، نبی پاک کی زیارت کی پھر پوچھا شاہ جی بتاؤ آپ نے جو حضور کو دیکھا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے کیسے؟ کیسی شکل پاک تھی کیسا چہرہ پاک تھا، کیسے لب مبارک تھے کیسے دستار مبارک تھی، کیسے ہاتھ پاک تھے؟

ہوتا آج کل کا کوئی گستاخ مولوی چندے صدقوں سے پلنے والا مولوی باچھیں کھول کر کہتا۔ میری طرح تھے جیسے میں ہوں، ویسے ہی تھے، کیونکہ اللہ جی نے فرمایا:

"قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ"

"اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کہہ دیں کہ میں تمہاری طرح ہوں جب قرآن میں آگیا، پھر پوچھنے کی کیا ضرورت ہے" اللہ اکبر! لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لئے جاہل لوگوں کو چکر دینے کے لئے اس آیت کریمہ کا بڑا سہارا لیا جاتا ہے۔ علامہ امام اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرہ آفاق تفسیر روح البیان پ ۲۶ میں آیت "یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "قَالَ الْوَاسِطِیْ" حضرت امام واسطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ "اَخْبَرَ اللّٰہُ بِھٰذِہِ الْاٰیَۃِ" کہ خالق کائنات نے ہمیں اس آیت میں اس بات کی خبر دی ہے کیسی چیز کی؟ فرمایا کہ "اَنَّ الْبَشَرِیَّۃَ فِیْ نَبِیِّہٖ عَارِضِیَّۃٌ وَاِضَافِیَّۃٌ لَا حَقِیْقِیَّۃٌ" سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت مبارکہ عارضی اور اضافی ہے حقیقی نہیں۔

(روح البیان پ ۲۶ آیت نمبر ۹ ص ۲۳ سورۃ فتح روح البیان عربی جلد ۹ ص ۲۱)

اس کی وجہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم "راسہ صورت است" خالق کائنات کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خالق کائنات نے تین صورتیں عطا فرمائیں ہیں۔ یکے "بشری اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ" پہلی صورت بشری جس کا ذکر انما انا بشر مثلکم میں ہے۔ دوم صورت ملکی چنانچہ فرمودہ "لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ" دوسری صورت ملکی جس کا ذکر اس حدیث پاک میں ہے۔ سرکار نے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو میری مثل ہو میں رات اپنے رب عزوجل کے پاس گزارتا ہوں۔ سوم، صورت حقی "کَمَا قَالَ لِیْ مَعَ اللّٰہِ

وَقْتٌ لَا يَسَعُنِي فِيهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ۔

تیسری صورت حقی سرکار نے فرمایا: مجھ پر ایک وقت ایسا بھی ہوتا کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوتا ہوں اور وہاں تک پہنچتا ہوں جہاں تک کسی نبی، کسی رسول، کسی فرشتے کی رسائی نہیں۔ سبحان اللہ!

(تفسیر روح البیان پ ۱۶، سورۃ مریم ص ۱۰۲)

محدثین کرام، مفسرین کرام کیا فرماتے ہیں، سرکار کی بشریت عارضی ہے۔ لیکن یہ کہتے ہیں نہیں جی وہ ہماری طرح تھے۔

میرے دوستو یاد رکھو، ہم مانتے ہیں سرکار بشر تھے لیکن ہم جیسے نہیں تھے۔ سرکار کی بشریت پاک تھی۔ ہماری فہم سے، ہماری عقل سے، ہماری سوچ سے بھی وراء الوراء تھی۔ حضرت علامہ امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، ایک مرتبہ محفل نعت ہو رہی تھی، میں نے بھی اس محفل میں ایک نعت پڑھی جس میں یہ مصرعہ بھی میں نے پڑھا۔ کون سا کہ

؎ مُحَمَّدٌ بَشَرٌ لَا كَالْبَشَرِ!!
بَلْ هُوَ يَاقُوتٌ بَيْنَ الْحَجَرِ

"ہمارے پیارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بشر ہیں لیکن حضور کی مثل کوئی بشر نہیں، آپ تو پوری کائنات کے انسانوں میں ایسے ہیں، جیسے عام پتھروں میں یاقوت شان والا ہوتا ہے"؟

حضرت علامہ شاذلی فرماتے ہیں، محفل ختم ہو گئی، ساری دنیا گھر چلی گئی، میں بھی گھر آگیا۔ رات کو سویا تو میرے مقدر جاگ اٹھے، میرے نصیب کا ستارہ چمک پڑا۔ مجھے خواب میں سرکار کا دیدار پُر انوار ہوا۔ سبحان اللہ! میرے آقا نے فرمایا: شاذلی میں نے عرض کی جی میرے آقا! فرمایا:

آج جو تُو نے محفلِ نعت میں میری نعت پڑھی ہے ناں، اللہ تعالیٰ نے اس کے صدقے تجھ پر بڑا کرم کیا ہے۔ عرض کی، کیسے فرمایا: "قَدْ غَفَرَ اللّٰہُ لَكَ" اللہ تعالیٰ نے میری نعت کے صدقے تمہیں بخش دیا ہے۔ "وَلِكُلِّ مَنْ قَالَهَا مَعَكَ" اور ہر اُس آدمی کو بھی بخش دیا ہے جنہوں نے محفلِ نعت میں تیرے ساتھ مِل کر میری نعت پڑھی ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہ!

میرے دوستو! کہاں شانالی نعت پڑھتے ہیں، لیکن میرے آقا مدینے میں اِس کی نعت بھی سُنتے ہیں، پھر خواب میں آکر بخشش کی مغفرت کی خوشخبری بھی سُناتے ہیں۔ کاش کبھی سرکار فقیر عتیقی کو بھی آکر قدموں سے لگا کر فرمائیں، اے عتیقی تُو نے میری شان میں میری محبت میں جو تحریریں لکھی ہیں، جا اللہ تعالیٰ نے اِس کے صدقے میری محبت کی خاطر تجھے بھی بخش دیا ہے اور ان کتابوں کا مُطالعہ کرنے والوں کو بھی بخش دیا ہے۔ کہہ دیں تو کوئی بڑی بات نہیں۔ اِنشاءاللہ ضرور کہیں گے۔ بلا ریب کہیں گے کیوں کہ وہ کریم بھی ہیں، رحیم بھی، مہربان بھی ہیں، شفیق بھی۔

ے میرا دِل اے کہندا حوصلہ رکھ
آقا دِی زیارت ہووے گی
پر کی کریئے بے صبرے دا
دِل وِچھوڑے جاندا جوڑ نہیں
میرا رُوپ وی نہیں، میرا رنگ وی نہیں
مینوں آقا مناون دا ڈھنگ وی نہیں

میرا عشق دی رُوح دَرگا نہیں
میری جاں دی ٹور دی نہیں

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے خواب میں فرمایا: اے شاذلی اللہ تعالیٰ نے تجھے بھی بخش دیا اور جنہوں نے میری نعت پڑھی انہیں بھی بخش دیا ہے۔ حضرت شاذلی فرماتے ہیں سرکار کی بات سن کر میں بڑا خوش ہوا، اپنے مقدر پر ناز کرنے لگا۔ پھر جب تک زندگی رہی یہ نعت پڑھتا رہا۔

(طبقات الکبریٰ جلد ۲ ص ۶۹، روح البیان پ ۲۶ ص ۳۴۸، ص ۳۴۹) حاشیہ

تو بات کہاں سے نکلی تھی کہ بابے نے کہا: سرکار آپ نے سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا ہے تو بتایئے حضور تھے کیسے؟ سیدنا پیر مہر علی شاہ نے فرمایا: بابا تو اب پوچھ رہا ہے کہ کیسے تھے میں دیکھ کر سوچنے لگا کہ یہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا کی صورت بنائی کیسی ہے۔ جب میں نے دیکھا تو بس دیکھتا ہی رہ گیا کیونکہ

مکھ چند بدر لاثانی اے؟
متھے چمکدی لاٹ نورانی ایں
کالی زلف تے اکھ مستانی ایں
مخمور اکھیں ہن مدھ بھریاں
اس صورت نوں میں جان آکھاں
جان آکھاں کہ جانِ جہان آکھاں

خواجہ خواجگان، فاتح قادیان حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی سرکار کو دیکھ کر عرض کرتے ہیں، آقا میں آپ کو اپنی جان نہ کہوں؟ پھر کہتے ہیں، نہیں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم صرف میری جان نہیں بلکہ ساری کائنات کی

جاں ہیں، پھر کہتے ہیں، نہیں نہیں سرکار کا مقام، سرکار کی شان تو اس سے بھی اونچی ہے۔

؎ اس صورت نوں میں جان آکھاں!
جان آکھاں کہ جانِ جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی میں شان آکھاں
جس شان توں شاناں سب بنیاں

بابے نے کہا: سرکار کبھی جان کہتے ہو کبھی جانِ جہان کہتے ہو، کبھی رب کی شان کہتے ہو، ہمیں بھی تو بتاؤ ناں ہم کیا کہیں، قلندر گولڑہ نے فرمایا: بس اور کچھ نہ کہو، سرکار کے قدموں میں سر رکھ کر قدم چوم کر یوں کہو کہ

سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا اَجْمَلَكَ
مَا اَحْسَنَكَ مَا اَكْمَلَكَ
کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء
اے گستاخ اکھیں کتھے جا لڑیاں

بابے نے کہا: حضور، تو تب ہوگا جب ہم مدنی ماہی کو دیکھیں گے۔ آپ بتائیں کہ سرکار کے نقش و نگار کیسے تھے: پیر مہر علی شاہ صاحب نے فرمایا، کہ بابا یہ نہ پوچھو، عرض کی حضور کیوں؟ فرمایا،

؎ کوئی مثل نہ جانی دی!
رب عزوجل خود قسم کھاوے!
اوہدی چڑھدی جوانی دی
کوئی مثل نہ ڈھولن دی!

ے چُپ کر مہر علی !!!
ایتھے جاہ نہیں بولن دی

سرکار کی بے مثلیت کو جاننا ہے تو ان سے پوچھو جنہوں نے سرکار کے جلوے دیکھے ہیں، مہر علی شاہ کیلئے کہتے ہیں کہ سرکار کی مثل کوئی نہیں پر بریلوی کہتا ہے سرکار ہم جیسے ہیں۔

دراصل ہم سُنی ہمارے بزرگ بھی سچے ہیں، یہ اپنی طرح کہنے والے بھی سچے ہیں، ہمارے بزرگ اس لئے سچے ہیں کہ اُنہوں نے سرکار کو دیکھا ہے اور ہمیں بتایا ہے۔ یہ اس لئے سچے ہیں کہ اُنہوں نے سرکار کے انوار و تجلیات کو دیکھا نہیں، دیکھو ناں جب تک مصر کی عورتوں نے مصر کی کرارڑیوں نے، مصر کی رئیس زادیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو نہیں دیکھا تھا تو کیا کہتی تھیں۔

"وَامْرَءَةُ الْعَزِيْزِ عَشِقَتْ عَبْدَهَا الْكَنْعَانِيْ"

کہ دیکھو نی کتنی شرم کی بات ہے، مصر کے وزیر اعظم کی بیوی زلیخا اپنے کنعانی غلام پر نوکر پر بردے پر عاشق ہو گئی ہے۔ شہر کی رئیس زادیاں جب بھی کسی فنکشن پر کسی غمی خوشی پر جمع ہوتی تو ان کا یہی موضوع ہوتا کہ دیکھو نی زلیخا کو اپنی عزت اپنے خاوند کی عزت کی کوئی پرواہ نہیں ہر وقت یوسف یوسف کے نعرے لگاتی۔

حالانکہ وہ ایک زر خرید غلام ہی تو ہے۔ کئی نوکر پھرتے ہیں ہم نے تو کبھی نگاہ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ پتہ نہیں زلیخا نے کیا نوکر میں دیکھ لیا ہے۔ یہ باتیں جب پورے مصر میں پھیل گئیں تو زلیخا کو بھی کسی نوکرانی نے بتایا کہ فلاں فلاں امیر زادیاں آپ کے بارے یہ کہتی ہیں، زلیخا نے غصہ نہیں کیا۔ بلکہ

مسکرا پڑی۔ فرمایا: وہ بھی سچی ہیں میں بھی سچی ہوں وہ اس لئے سچی ہیں کہ انہوں نے میرے یوسف کے حسن کے جلوے دیکھے نہیں میں اس لئے سچی ہوں کہ میں ہر وقت اس کے انوار و تجلیات دیکھتی رہتی ہوں پھر اپنی اس نوکرانی کو فرمایا کہ جا فلاں فلاں عورت جو مجھ پر الزام لگاتی پھرتی ہیں جن کی تعداد چالیس ہے ان کو میری طرف سے دعوت دے آ کہ آج زلیخا نے وزیر اعظم کی بیوی نے اپنے محل کے اندر تمہاری دعوت کی ہے۔ لونڈی بڑی حیران

عرض کی اے ملکۂ مصر وہ آپ کے گلے شکوے کر رہی ہیں اور آپ ہیں کہ ان کی دعوت کا پروگرام بنا رہی ہیں۔ حضرت زلیخا مسکرا پڑیں فرمایا، گھبرا نہیں ہم بھی اُن سے بدلہ لے لیں گے۔ لونڈی نے کہا۔ دشمنوں سے بدلہ ایسے تو نہیں لیا جاتا۔ جیسے آپ لے رہی ہیں دشمنوں کی دعوتیں کر کے حضرت زلیخا نے فرمایا، میں ان کو تلوار کی مار نہیں مارنا چاہتی بلکہ دیدار یوسفی دکھا کر فراق کی مار مارنا چاہتی ہوں۔ لونڈی نے کہا وہ کیسے فرمایا: میں طعنے مارنے والیوں کو ایک مرتبہ اپنا یوسف دکھاؤں گی۔ پھر اپنا محبوب چھپا لوں گی تاکہ وہ یوسف کے عشق میں مر جائیں۔ لونڈی، نوکرانی ان رئیس زادیوں کو دعوت دینے چلی گئی۔ زلیخا نے گھر کو نوکروں سے سجانا شروع کر دیا۔ قیمتی محل میں دریاں بچھائی گئیں، سرخ یاقوت اور سونے چاندی کی کرسیاں لگائی گئیں پھر زلیخا خود بھی بن سنور کے ہر قسم کی زینت سے آراستہ ہو گئی۔ مہمانوں کے لئے دستر خوان بچھائے گئے ان پر طرح طرح کے کھانے چنے گئے۔ ہر قسم کا فروٹ سجا دیا گیا۔ فروٹ کو کاٹنے کے لئے تیز چھریاں بھی رکھ دی گئیں۔ خالق کائنات کا قرآن اس سارے واقعہ کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

"فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ"

جب عزیزِ مصر کی بیوی نے اِن عورتوں کا مکر سُنا تو

"اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ"

ان کو اپنے گھر بُلا بھیجا۔

"وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً"

اور اُن کے لئے بیٹھنے کو مسندیں تیار کیں۔

"وَاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا"

اور ہر ایک مہمان کے لئے ایک ایک چھُری بھی رکھ دی، تھوڑی دیر کے بعد وہ تمام عورتیں وہ تمام امیر زادیاں زلیخا کے محل میں آگئیں، زلیخا نے تمام مہمانوں کا استقبال کیا۔ پھر کھانا شروع کر دیا۔ کھانا کھانے کے دوران زلیخا نے ان عورتوں کو فرمایا، میں نے سُنا ہے تم آج کل میرے بارے بڑا پروپیگنڈہ کر رہی ہو کہ زلیخا ایک غلام پر ایک نوکر پر عاشق ہو گئی ہے۔ کیا یہ بات سچ ہے؟ انہوں نے کہا بالکل سچ ہے۔!

زلیخا یہ ہے بھی صحیح کہاں مصر کی شہزادی، کہاں مصر کا غلام، یہ باتیں تیرے لئے زیبا نہیں، زلیخا ناراض نہ ہونا یہ بات ہم نے دشمنی کی بناء پر نہیں بلکہ تیری بہتری کے لئے، تیری بھلائی کے لئے کی ہے کیونکہ یہ بات تیری شیانِ شان نہیں کہ تو وزیرِ اعظم کی بیوی ہو کر ایک نوکر سے عشق کرے۔

حضرت زلیخا سُنتیں رہیں جب وہ خاموش ہو گئیں تو حضرت زلیخا نے مسکرا کر فرمایا، بہنوں واقعی تمہاری بات بڑی اچھی ہے، پر تم بھی سچی ہو میں بھی سچی ہوں، عورتیں مصر کی کرارٹیاں بڑی حیران کہ زلیخا کیا کہہ رہی ہو۔ فرمایا، صحیح کہہ رہی ہوں۔ تم نے میرا محبوب میرا مطلوب، میرا یوسف دیکھا جو نہیں، اگر دیکھ لیتی تو کبھی طعنے نہ دیتی۔ کبھی یہ باتیں نہ کرتی۔ اگر کہو تو میں آج تمہیں اپنا یوسف دکھا ہی نہ دوں۔

رئیس زادیوں نے کہا۔ اگر یہ بات ہے تو ضرور دکھا۔
حضرت زلیخا نے فرمایا کہ اچھا آپ کھانا تو کھا چکی ہیں، یہ پھل یہ فروٹ
کاٹ کر کھاؤ۔ میں اپنے یوسف کو بلا لاتی ہوں۔ اللہ اکبر!
زلیخا اندر کمرے میں آئی۔ خالقِ کائنات کا نبی کمرے میں بیٹھا یادِ الٰہی
میں مصروف، زلیخا حضرت یوسف کے قدموں میں گر پڑی۔ حضرت یوسف نے فرمایا۔
زلیخا کیا بات ہے کیوں رو رہی ہو۔ عرض کی، اے حسینوں کے سلطان، اے
حسن و جمال کے پیکر، آج میری محبت ذلیل ہو رہی ہے۔ میرا عشق رسوا ہو رہا
ہے۔ مصر کی کراڑیاں، مصر کی رئیس زادیاں تمہیں نوکر اور بردہ کہہ رہی ہیں۔ حضرت
یوسف نے فرمایا، تو کیا چاہتی ہے۔ تو زلیخا نے عرض کی کہ

چل یوسف کر روشن خانہ
تے خواہش ہوئے اج پوری
اے طعنے مارن والیاں ظالم
تے دیکھ لون مکھ نوری
چل یوسف کر روشن خانہ
تے ہو ون دور اندھیرے!
وچ اڈیکاں راہی تکن!
تے شوق جنہاں نوں تیرے

اے یوسف یہ طعنے مارتی ہیں، ایک مرتبہ ان کے سامنے جا، ان کو اپنا
دیدار کرا دے۔ تیرا بگڑے گا کچھ نہیں، میرا کام ہو جائے گا۔ میرے دوستو! اللہ
تعالیٰ قرآن میں یہی بات نقل فرماتا ہے جو زلیخا نے کہی تھی۔
"وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ"

پھر زلیخا نے کہا: اے یوسف ایک بار اُن کے سامنے تو آ۔ سیدنا یوسف علیہ السّلام نے چہرہ آسمان کی طرف اُٹھایا۔ عرض کی مولا کریم اب تیرا کیا حکم ہے۔ خالقِ کائنات کی قدرت مُسکرا پڑی فرمایا: سبحان آج زلیخا کی مان لے آج عورتوں کے سامنے چلا جا۔

حضرت یوسف نے عرض کی، مولا کریم پہلے منع کرتا تھا۔ اس کی بات نہ ماننا۔ آج اجازت دے رہا ہے؟ فرمایا: سبحان پہلے اور بات تھی، آج اور بات ہے۔ پہلے اپنے لئے بلاتی تھی، آج تیری عظمت کے لئے تیری شان دکھانے کے لئے بلا رہی ہے تو چلا جا۔ آج ہم مصر کی عورتوں کو تیرے حُسن کی ایک جھلک دکھانا چاہتے ہیں تاکہ پتہ چل جائے عام انسان میں اور نبوت میں کیا فرق ہے۔ سبحان اللہ!

حضرت یوسف نے فرمایا: اے زلیخا رو نہیں، میں تیرے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں، زلیخا سُن کر مُسکرا پڑی، شکریہ ادا کیا عرض کی بڑی مہربانی عرض کی حضور ذرا ٹھہر جاؤ۔ فرمایا: کیوں؟ عرض کی میں نے مانا ہے کہ بڑے حسین ہو بڑے سوہنے ہو بڑے پیارے ہو لیکن دل کرتا ہے۔ ذرا نیا جوڑا پہناؤں۔ کنگھی کراؤں کُنڈل سنواروں، سُرمہ ڈال لوں، نئے جوڑے پیروں میں پہنا لوں فرمایا: کیوں؟ عرض کی مصر کی کراڑیوں کے سامنے جانا ہے۔ مصر کی رئیس زادیوں نے تمہیں دیکھنا ہے۔ مت کوئی کراڑی تیرے اندر عیب نہ نکالے۔ اللہ غنی!

میرے دوستو! بلا تشبیہ و بلا مثال خالق کائنات نے اپنے محبوب کے نُور کو اپنے نور سے بنایا۔ پھر جب دُنیا میں بھیجنا تھا تو فرمایا: میرے محبوب ذرا ٹھہر جاؤ۔ عرض کی کیوں؟ فرمایا: آدم علیہ السّلام کو جانے دو۔ نوح علیہ السّلام کو جانے دو۔ ابراہیم علیہ السّلام کو جانے دو۔ اسماعیل علیہ السّلام کو جانے دو۔

موسیٰ علیہ السلام کو جانے دو۔ عیسیٰ علیہ السلام کو جانے دو۔ سارے نبیوں کو جانے دو۔ ذرا ٹھہر جاؤ۔ عرض کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا: محبوب ذرا تیرا والضحیٰ چہرہ چمکاؤں۔ والیل زلفوں کو سجاؤں، میم کے کنڈل بناؤں۔ یٰسین کے دانت بناؤں۔ طٰہٰ کا چہرہ سجاؤں، مازاغ کا سرمہ لگاؤں، الم نشرح کا سینہ بناؤں، مزمل کی چادر پہناؤں، مدثر کا کمبل کراؤں، وجہ اللہ کا چہرہ سجاؤں۔ لولاک کی دستار پہناؤں۔ کملی والیا تجھے خوب بناؤں۔

یا اللہ! عزوجل، آخر کیوں؟ فرمایا: سبحان ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے بعد تم نے جانا ہے۔ مت کوئی نجدی کوئی گستاخ، کوئی بے ادب تیرے اندر عیب نہ نکالے۔ سبحان اللہ!

تو عرض کیا کر رہا تھا۔ زلیخا نے کہا سوہنا ذرا ٹھہر جا۔ تجھے بناؤں سجاؤں۔ حضرت یوسف کو کرسی پر بٹھا کر زلیخا نے لباس بدلا۔ سب سے پہلے "وَالْبَسَتْهُ قَمِيْصًا" کرتا پہنایا۔ کیسا کرتہ۔ علامہ امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ "مُوَصَّعًا بِالدُّرِّ وَالْيَاقُوْتِ" کہ اس کرتے پر جگہ جگہ قیمتی لعل اور ہیرے لگے ہوئے تھے۔ پھر کمر میں ایک سونے کی پٹی باندھی پھر سر پر کنگھی کر کے زلفوں کو سنوار کے کاندھوں پر لٹکا دیا۔ "وَنَعْلَيْنِ مِنْ دُرٍّ" پھر قدموں میں موتیوں سے جڑی ہوئی جوتی پہنائی۔ "وَضَعَتْ عَلٰى رَاْسِهٖ تَاجًا" پھر سچے موتیوں سے جڑا ہوا سر پر تاج پہنایا۔ "وَاَحْسَنَ طِيْبًا" پھر اعلیٰ قسم کی عمدہ خوشبو لگائی جب یوسف علیہ السلام تیار ہو گئے تو زلیخا نے پردہ اٹھایا۔ کیا دیکھا مصر کی کراڑیاں فروٹ کاٹ کر کھا رہی ہیں، زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اشارہ کیا۔ باہر تشریف لے آؤ۔ جب حضرت یوسف باہر تشریف لائے تو ایسے لگا کہ جنت کے باغوں سے جنتی چاند

طلوع ہو گیا ہے۔ جب رئیس زادیوں نے دیکھا تو دیکھتی ہی رہ گئی۔

آ حسن جیتے پیارے یوسف
تے جس دم جھاتی پائی
گھر گھر چھری کٹاری لے کے
تے وڈیا عشق قصائی

پھر ہوا کیا؟ خالق کائنات اس کی رپورٹ اپنی لاریب کتاب میں پیش فرماتا ہے۔ "فَلَمَّا رَاَيْنَهٗ" جب مصر کی کراڑیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو "وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ" تو یوسف علیہ السلام کے حسن کی عظمت کی جمال کی قائل ہو گئیں اور حسن یوسف کو دیکھتے دیکھتے ہاتھوں کو کاٹ لیا۔ ہاتھ کٹتے رہے، خون نکلتا رہا۔ لیکن دیدار یوسفی میں ایسی کھو گئیں، ایسی مست ہو گئیں کہ ہاتھ کٹنے کا پتہ ہی نہیں چلا۔ خون نکلنے کی تکلیف ہی محسوس نہیں ہوئی۔ جب رئیس زادیوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کا بے پردہ حسن و جمال دیکھا تو زبان حال سے پکار اٹھی کہ

"وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ"

خدا عزوجل کی قسم یہ بشر نہیں، یہ ہماری طرح انسان نہیں، یہ نوکر نہیں، یہ بردا نہیں، یہ غلام نہیں، یہ عام بندہ نہیں۔

"اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ؕ"

یہ تو کوئی معزز نورانی فرشتہ ہے۔ جب حضرت زلیخا نے کراڑیوں کا طعنے مارنے والیوں کی یہ حالت دیکھی تو آپ نے ان کو فرمایا کہ

طعنے مارن والیوں ظالم
تے دیکھ لوؤں مکھ نوری

ے ایہی محبوب میرا جس کھوئی رہ
تے میری عقل شعوری!
ایہہ اوہنا ہیں جس دے در دوروں
تے دامن لیراں کیتے!
محویت دے بحر عمیقوں!
تے زہر پیالے پیتے

میرے دوستو! توجہ کرو!

جب تک رئیس زادیوں نے حسنِ یوسف علیہ السلام نہیں دیکھا تھا تو کیا کہتی تھیں، ہمارے جیسا ہے۔ جب حُسنِ یوسف کو دیکھ لیا تو وہی طعنہ دینے والی اپنا آپ بھول کر حسنِ یوسف میں ایسی کھوئی کہ ہوش و حواس بھی کھو بیٹھی، جب طعنے دے رہی تھیں حضرت زلیخا نے ان کو دلائل سے کہ حسنِ یوسف کا قائل نہیں کیا۔ کیوں کہ یہ معاملہ دلائل سے آگے نکل گیا تھا۔ حضرت زلیخا ان کی حالت دیکھ کر سمجھ گئیں کہ ان کو دلائل دینے بیکار ہیں، اب یہ تب مانیں گی جب انہوں نے میرے یوسف علیہ السلام کو دیکھ لیا۔ جب دیکھا تو پھر غلام غلام کہنے والی بردہ بردہ، نوکر نوکر کا رٹ لگانے والی قسم کھا کر بشریت سے بھی منکر ہو گئیں۔

یہی حال ہے اُن لوگوں کا جن کو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار نصیب نہیں ہوا تو کہتے ہیں، نہیں جی وہ تو ہماری طرح ہیں، پر جن کی آنکھوں سے پردے ہٹ گئے ہیں جن کو دیدار ہو گیا ہے وہ تو یہی کہتے رہے کہ

ے جن کو دیدار اُن کا میسر ہوا
وہ رخِ والضحیٰ دیکھتے رہ گئے

ان کے انوار دل میں اترتے گئے
شانِ بدر الضحیٰ دیکھتے رہ گئے
سائلوں کو جو دل مرادیں ملیں
ان کی بخشش سے جب جھولیاں بھر گئیں
اس عطا پر انہیں ایسی حیرت ہوئی
مصطفےٰ کی عطا دیکھتے رہ گئے

میرے دوستو! جب حسنِ یوسف کا یہ عالم تھا کہ عورتوں نے ان کے دیدار میں مست ہو کر اپنی انگلیاں کاٹ لیں تو سوچو! حسنِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کیا عالم ہوگا۔ یاد رکھو! یوسف علیہ السلام کا حسن، حسنِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صدقہ ہے۔

کتابوں میں یہ بات موجود ہے کہ جب خالقِ کائنات نے اپنے نور سے یار کے نوری بدن شریف کو بنایا تو اس میں سے چند نور کے قطرے گرے خالقِ کائنات نے یار کی نوری تخلیق کے بعد ان نور کے قطرات کے دو حصے کئے ایک حصے سے ساری کائنات بنائی۔ سورج چاند ستارے سب نوری خاکی کو اسی حصے سے نور ملا۔ ایک حصہ جو بچ گیا وہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو ملا۔
تفسیرِ نعیمی پ ۱۲ ص ۲۵۹،

میاں جب صدقہ لینے والے کے حسن کا یہ عالم ہے تو حسن دینے والے کریم کے اپنے حسن کا کیا حال ہوگا۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت تاجدارِ بریلی، امام عاشقاں حضرت علامہ مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے یوں ہی تو نہیں فرمایا ناں کہ

حُسنِ یُوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

موازنہ تو دیکھو، مصر کی عورتیں ہیں، عرب کے مرد ہیں، اُدھر انگلیاں ہیں، اِدھر سر ہیں، اُدھر انگلیاں کٹ رہی ہیں، اِدھر سر خود کٹائے جارہے ہیں۔ کٹنا بغیر اختیار کے ہوتا ہے۔ کٹانا اپنے اختیار میں ہوتا ہے۔ کٹ جانا کوئی بڑی بات نہیں، خود کٹوانا بڑا کمال ہے۔ جس طرح مصر کی کراڑیوں نے جب تک حُسنِ یُوسف نہیں دیکھا تھا تو نوکر نوکر کہتی تھیں۔ لیکن جب دیکھ لیا تو اچانک خیالات بدل گئے۔ دیکھنے سے سارے اندازے غلط ہو گئے۔

اِسی طرح جنہوں نے میری سرکار کو نہیں نہ دیکھا۔ وہ کہتے ہیں بس جی بشر ہی تو تھے۔ پر جنہوں نے ایک بار دیکھ لیا وہ بشر نہیں، بلکہ پکار اُٹھے کہ یہ تو نور کا پیکر ہے۔ یہ تو نُورٌ علیٰ نُور ہے۔ پر دیکھنے سے پہلے نگاہ اچھی ہونے چاہیئے۔ نگاہ پیار والی ہو۔ نگاہ عشق والی ہو۔ نگاہِ مُرتضوی ہو۔ نگاہ عثمانی ہو۔ نگاہِ فارُوقی ہو۔ نگاہِ صدیقی ہو اگر نگاہ الوجہلی ہوتی۔ نگاہ الولہبی ہوتی تو پھر سوائے بشریت کے کچھ نظر نہیں آئے گا۔ اگر نگاہ اُویسی ہوئی تو پھر سرکار ہی سرکار نظر آئیں گے۔

میرے دوستو! مصر کی عورتوں نے حضرت یُوسف کو دیکھا تو فرشتہ پکار اُٹھیں مگر حسینوں کے سُلطان اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو حضرت علی نے دیکھا۔ حضرت عُثمان نے دیکھا۔ حضرت عُمر نے دیکھا۔ حضرت صدّیق اکبر نے دیکھا۔ پھر ایک دِن نہیں دیکھا ہر روز دیکھا۔ بار بار دیکھا۔ پورے سال دیکھا۔ غارِ ثور میں، ہجرت کی رات دیکھا۔ سفر کے دوران دیکھا۔ میرے نبی کے سارے یاروں نے دیکھا۔ لیکن کسی صحابیؓ نے کسی عاشق نے کسی غُلام نے کملی والے کو بشر نہیں کہا۔ آخر کیوں؟

میرے دوستو! علماء فرماتے ہیں اس کی وجہ یہ تھی صحابۂ کرام جانتے تھے کہ ہمارے آقا کی عزت و عظمت کا یہ حال ہے کہ فرشتوں کا سردار جبرئیل علیہ السلام بھی معراج کی رات کملی والے کے قدم چومتا رہا ہے۔ جب سردار قدم چومتا ہے تو عام فرشتے سرکار کی کتنی تعظیم کرتے ہوں گے۔

صحابہ کرام نے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بشریت سے ملکیت سے بھی بلند و بالا سمجھا اور خاموش رہے۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ سرکار کی بے مثلیت پوچھنی ہے تو کملی والے کے غلاموں سے پوچھو۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کون؟ شاہ عبدالحق جن کو ہر روز تا زندگی سرکار کی جاگتے ہوئے زیارت نصیب ہوتی تھی۔ وہ کملی والے کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ سرکار سر سے لے کر پاؤں مبارک تک بالکل نور تھے۔ اگر کوئی آدمی غور سے آپ کے چہرۂ انور کو دیکھتا تو اس کی آنکھیں چندھیا جاتی تھیں، آپ کا چہرۂ انور چاند سورج سے بھی زیادہ روشن تھا۔ اس کے باوجود آپ کا حسن خالق کائنات نے پردوں میں چھپایا ہوا تھا۔

شاہ صاحب آگے فرماتے ہیں کہ اگر نہ نقاب بشریت پوشیدہ بودے اگر سرکار نے بشریت کا لباس نہ پہنا ہوتا تو "ہیچ کس را مجال نظر و ادراک حسن او ممکن نہ بودے"۔ (مدارج النبوت اول ص ۱۳۷)

کسی انسان میں یہ طاقت نہ تھی کہ سرکار کے حسن و جمال کو دیکھتا سبحان اللہ! اسی لئے مولوی قاسم صاحب نانوتوی بانی دیوبند کو بھی مجبوراً یہ کہنا پڑا کہ

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا کچھ بھی کسی نے تجھے بجز ستار

ے سوا خدا کے بھلا تجھ کو کیا کوئی جانے
تو شمس نور ہے شپرغط اولوالابصار
کہاں وہ رتبہ کہاں عقل نارسا اپنی
کہاں وہ نور خدا اور کہاں یہ دیدہ زار

(قصائد قاسمی ص۴ ص۵)

امام ربانی، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رضی اللہ تعالیٰ کون امام ربانی؟ جنہوں نے اسلام کی خاطر ایمان کی خاطر کلی والے کے دین کی بقاء کی خاطر اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیار کی خاطر اکبر بادشاہ سے ٹکر لی پھر جہانگیر بادشاہ سے ٹکرائے۔ جیلیں برداشت کیں، قید کے مصائب جھیلے دکھ تکالیف سینے پر سہہ لئے۔ مگر اسلام کے جھنڈے کو سرنگوں نہیں ہونے دیا۔ سبحان اللہ!

امام ربانی کے مزار پر آج بھی چاروں طرف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی رحمت نظر آتی ہے۔ شاعر مشرق، قلندر لاہوری علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ ایک مرتبہ لاہور سے امام ربانی کے مزار کی زیارت اور فیوض وبرکات حاصل کرنے کے لئے سرہند شریف آپ کے دربار پر حاضر ہوئے۔ جب واپس لاہور پہنچے تو آپ کے احباب نے پوچھا حضور کہاں گئے تھے۔ فرمایا: امام ربانی کے مزار کی حاضری کے لئے لوگوں نے پوچھا۔ زیارت کر کے آئے فرمایا: ہاں عرض کی کیا منظر تھا تو علامہ اقبال نے جواب دیا کہ

ے حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک جو ہے زیر فلک مطلع انوار

؎ اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وُہ صاحبِ اسرار

کون امام ربانی؟

کس شان کے مالک تھے؟ فرمایا کہ

؎ گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار!

یہی امام ربانی سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی عظمت وشان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "بجوہاں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم را البشر گفتند۔ وُہ بدنصیب وُہ بدقسمت جن کی آنکھوں پر بدعقیدگی گمراہی کے پردے پڑے ہوئے ہیں وُہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو محض بشر کہتے ہیں، "و در رنگ سائر بشر تصور نمودند ناچار منکر آمدند"۔

وُہ بدنصیب لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو دوسرے انسانوں کی طرح تصور کرتے ہیں، اس نحوست اور بدعقیدگی کی وجہ سے وُہ کافر ہو گئے۔

"وصاحب دولتاں کہ او را علیہ الصلوٰۃ والسّلام بعنوان رسالت ورحمت عالمیاں دانستند"

اور جن خوش نصیب لوگوں نے کملی والے کو رسالت اور رحمت کی جہت پر دیکھا۔

"واز سائر ناس ممتاز دیدند بدولت ایمان مشرف گشتند و از اہلِ نجات آمدند"

اور دُوسرے عام لوگوں سے ممتاز دیکھا وُہ ایمان کی دولت سے مشرف ہو گئے اور نجات پا گئے اُن کا بیڑا پار ہو گیا۔

(مکتوبات امام ربانی جلد نمبر ۳ ص ۱۴۳)

سُبحَانَ اللہ! کیا ہی پیاری بات فرمائی کہ جنہوں نے سرکار کو اپنی مثل بشر دیکھا وہ محروم ہو گئے۔ جنہوں نے کملی والے آقا کو محبت کی پیار کی نگاہ سے دیکھا تو سرکار کے انوار نظر آئے ان کا بیڑا پار ہو گیا۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے یہی بات فرمائی کہ

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَر
مِنْ وَّجْهِكَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَر
لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّهٗ
بَعْد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اے حسن و جمال کے پیکر اے ساری نسل انسانی کے سردار آپ کے نور بھرے چہرے سے چاند بھی نور کی بھیک مانگتا ہے اور حقیقت میں چاند کو آپ ہی کے نور سے روشنی ملی ہے۔ سُبحَانَ اللہ!

پتہ چلا سرکار چاند جیسے نہیں بلکہ چاند بھی میرے آقا کے در کا بھکاری ہے بعض لوگ سرکار کو چاند سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ہاں۔ یہ صحیح نہیں کیونکہ

؎ چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کیا انصاف ہے
اُس کے مُنہ پر داغ ہے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ صاف ہے

؎ مَنیاں سورج دی گھٹ نہیں روشنی تھیں
پر رخ مصطفےٰ جتنی روشنائی نہ تھے
جو صفائی اس رخ پر نور وچ اے
اوہ وچ چند دے صفائی نہ تھے!

؎ جو ہے آپ دی زُلف دی قدر ربّ عزّوجل نُوں
شب قدر نے اوہ قدر پائی رکھی
ہوئیاں مائیاں جہان تے آبر لکھاں
پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم دی مائی جبی مائی رکھی

ہاں تو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کیا فرماتے ہیں آقا چاند بھی آپ کے ہی نور سے روشن ہے۔ آگے فرماتے ہیں۔

؎ لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّهٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اے میرے آقا آپ کی مدح اور ثناء کما حقہٗ بیان کرنا یہ کسی کے بس میں نہیں میں مختصر یہی کہتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے بعد اس پوری کائنات میں اگر کوئی سب سے زیادہ عزت والا، شان والا، مقام والا ہے تو وہ صرف اور صرف آپ کی ذات پاک ہے۔ سُبحان اللہ!

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت نے اسی بات کا ترجمہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

؎ تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیران ہوں میرے آقا میں کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا!
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

پتہ چلا محبانِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ سرکار بے مثل بھی ہیں، بے مثال بھی دنیا ساری حسین و جمیل ہے۔ مگر خالق کائنات کے یار جیسا کوئی حسین و جمیل نہ آیا ہے۔ نہ قیامت آسکتا ہے سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ

وَالسَّلام نے جب اعلانِ نبوت فرمایا تو سارے مکہ کے رئیس مالدار تاجر، سیٹھ، زمیندار، بڑے سردار سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالف ہو گئے صرف مخالف ہی نہیں بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دن رات اذیتیں تکلیفیں دیتے خاص کر ابوجہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ، ابوسفیان اور دیگر کفارِ مکہ ایک دن ایک ہرن کعبہ شریف کے ساتھ کچھ فاصلے پر جنگل میں چر رہا تھا کہ اچانک ایک بھیڑیا اس کے شکار کے لئے اُس کے پیچھے بھاگا۔ ہرن نے جب دیکھا تو وہ بھی بھاگ پڑا۔ ہرن آگے آگے بھیڑیا پیچھے پیچھے ہرن بھاگتا بھاگتا کعبہ شریف کے پاس پہنچ گیا۔ حرم کعبہ میں داخل ہو گیا۔ کعبہ شریف سے کچھ دور حرم کعبہ میں آکر جان بچانے کے لئے بیٹھ گیا۔ پیچھے سے بھیڑیا بھی آگیا جب وہ بھی حرم کعبہ میں داخل ہوا تو کعبہ شریف کے ادب اور عزت کی خاطر وہ بھی ہرن سے دور بغیر شکار کئے بیٹھ گیا۔ سُبحانَ اللہ!

کیا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقدس گھر کا اتفاق سے ابوسفیان بن حرب اور مخزمہ بن نوفل دونوں کعبہ شریف کے پاس بیٹھے باتیں کر رہے تھے جب اُنہوں نے یہ منظر دیکھا تو بڑے حیران ہوئے۔ یار کمال ہے۔ بھیڑیا کیسے ادب سے آکر بغیر شکار کئے بیٹھ گیا ہے۔ جب سفیان نے اور مخزمہ نے حیرانگی کا اظہار کیا تو بھیڑیا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے عربی زبان میں انسانوں کی طرح بولنے لگا۔

بھیڑیا کہنے لگا۔ اے ابوسفیان، اے مخزمہ تم میرے اس طرح آکر بیٹھنے سے حیرانگی کا اظہار کر رہے ہو حالانکہ مجھے حیرانگی تو تمہارے حال پہ ہے۔ مجھے افسوس تو تم پر ہے۔ میں تمہیں دیکھ کر حیران ہوں۔

ابوسفیان نے کہا، وہ کیسے، بھیڑیئے نے کہا: امام الانبیاء حبیبِ کبریا

اللہ تعالیٰ کے پیارے ماہی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہیں دن رات اسلام کی طرف بلاتے ہیں ایمان کی دعوت دیتے ہیں جہنم سے بچا کر جنت کی طرف لے جانا چاہتے ہیں، پر حیرت ہے تم پر افسوس ہے تمہارے حال پر کہ تم ابھی تک کافر کے کافر ہو، بے ایمان کے بے ایمان ہو، جہنمی کے جہنمی ہو۔ ابوسفیان نے کہا: اے بھیڑیئے کیا تو محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جانتا ہے۔ فرمایا: بالکل کیا کیا جانتا ہے؟

بھیڑیئے نے کہا: اے ابوسفیان مجھے اس رب العزت کی قسم جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ آج تک نہ کسی آنکھ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مثل دیکھا ہے۔ نہ کسی کان نے ان جیسا حسین وجمیل سنا ہے۔

(نصرت الواعظین ص۲۱۰)

سبحان اللہ! بھیڑیا ہے۔ درندہ ہے۔ جنگلی جانور ہے سرکار کی بے مثلیت کا قائل ہے۔ لیکن افسوس جنگل کا بھیڑیا تو مان گیا پر شہر کا بھیڑیا نہیں مانتا۔ چار ٹانگوں والا جانور تسلیم کر گیا۔ پر یہ دو ٹانگوں والا جانور کہتا ہے۔ نہیں جی! نبی تو ہماری طرح تھے۔ تف ہے ایسے خیالات پر، ایسے عقیدے پر۔

میرے دوستو! فقیر نے اپنے ناقص علم کے مطابق سرکار کی بے مثلیت پر یہ چند ٹوٹے پھوٹے صفحات رنگین کئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو قبول فرما کر فقیر کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

اب آخر میں چند اعتراضات جو مخالفین کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں وہ لکھ کر جواب عرض کرتا ہوں توجہ فرمائیں۔

پہلا سوال یہ ہوتا ہے۔

پہلا سوال:۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

"قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ"

"اے حبیب آپ فرما دیں کہ میں تم جیسا بشر ہوں"

اِس آیت سے پتہ چلا کہ حضور علیہ السلام ہماری طرح بشر ہیں، اگر نہیں تو آیت معاذ اللہ! جھوٹی ہو گی۔ اگر بشر کہنا ناجائز ہے تو اللہ تعالیٰ پر کیا فتویٰ لگاؤ گے۔

جواب:۔

میرے دوستو! ہم دل و جان سے مانتے ہیں یہ قرآنِ مجید کی آیت کریمہ ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بشر کہنے کا اختیار کس کو دیا ہے۔ ہر بندہ نبی کو بشر کہہ سکتا ہے۔ یا نبی ہی اپنے آپ کو بشر کہے۔ سنو خالقِ کائنات فرماتا ہے۔ قُلْ اے میرے حبیب آپ کہہ دیں میں تمہاری مثل بشر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا کہ

"قُوْلُوْا اِنَّمَا هُوَ بَشَرٌ مِّثْلُنَا"

کہ اے لوگو تم کہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم جیسے ہیں۔

پتہ چلا کہ اپنے آپ کو بشر صرف نبی کہہ سکتا ہے۔ وہ بھی صرف انکساری کے لئے۔ عاجزی کے لئے اُمت کو حق نہیں کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بشر بشر کہتے پھریں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ خطاب میرے نبی نے مسلمانوں کو نہیں فرمایا

کہ بشر مثلکم میں تمہاری طرح ہوں، بلکہ یہ خطاب تو میرے نبی نے کافروں سے فرمایا ہے۔ مسلمانوں سے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو میری مثل ہو؟ کافروں سے فرمایا: میں تمہاری طرح ہوں۔ اب جو مومن ہے وہ نبی کو بے مثل مانے گا جو کافر ہے۔ بے ایمان ہے۔ مشرک ہے وہ سرکار کو اپنی طرح مانے گا۔ اب آپ ہی فیصلہ کرلیں کہ کس پارٹی میں شمار ہونا چاہتے ہو۔ مسلمانوں کی یا کافروں کی؟ بے ایمانوں کی یا ایمان داروں کی گستاخوں کی یا غلاموں کی؟ یہ آپ کی مرضی ہے۔

میاں جمہوریت ہے کوئی روک ٹوک جہاں دل چاہے چلے جاؤ تیری بات یہ ہے کہ بشر مثلکم فرمایا کہ میں تمہاری مثل ہوں، یہ نہیں فرمایا: کس وصف میں، میں تم جیسا ہوں۔ اب آپ سوچیں، سرکار ہماری مثل کیسے ہیں؟ کیا دنیا میں آنے میں مثل ہیں؟ نہیں بالکل نہیں، کیوں ہم روتے ہوئے آتے ہیں میرا نبی مسکراتا آیا۔ ہم دنیا میں آئیں تو بولنے کے قابل ہونے پر ابا اماں کرتے ہیں لیکن میرے نبی نے پیدا ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ کرکے اُمت کے لئے بخشش کی دعا مانگی۔

ہم پیدا ہوں تو خون ہی خون ہوتا ہے۔ میرا نبی پیدا ہوا تو نور ہی نور ہوگیا۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امی جان فرماتی ہیں، میں نے اس نور کی برکت سے مکہ میں بیٹھے بیٹھے شام میں محلات دیکھ لئے۔
(مشکوٰۃ شریف ص)

ہم دنیا میں کلمہ پڑھنے آتے ہیں، میرا نبی ہمیں کلمہ پڑھانے آیا ہے۔ ہم دنیا میں آکر پڑھتے ہیں، میرا نبی اللہ تعالیٰ سے پڑھ کر آیا ہے۔ (قرآن پاک)
ہم روزہ نہ کھائیں تو بری حالت ہو جاتی ہے پر میرا نبی چالیس چالیس دن تک کھانا

پیتا نہیں تھا۔ (حدیث پاک)

ہم حاجت کے لئے جائیں تو بدبو ہی بدبو پر میرا نبی حاجت کے لئے جائے تو خوشبو ہی خوشبو۔ (مشکوٰۃ شریف)

ہمارے فضلات، پیشاب، پاخانہ، خون ناپاک لیکن میرے کملی والے کا پیشاب، پاخانہ، خون پاک۔

(فتح الباری شرح بخاری جلد نمبر ا ص۲۲۸، ذکر جمیل ص۲۹۷، ص۳۰۴، نشر الطیب ص۱۶۲)

ہم اشارہ کریں تو مکھی بھی نہیں مڑتی، نبی اشارہ کرے تو سورج اور چاند بھی پلٹ آتے ہیں، ہم چلیں تو زمین پناہ مانگتی ہے۔ نبی چلے تو زمین کے پتھر روڑے، کنکر کملی والے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مقامات کی قسمیں اٹھاتا ہے۔ ہم سوئیں تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ نبی کے سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (بخاری شریف ص)

ہم صرف آگے سے دیکھتے ہیں لیکن نبی جیسے آگے دیکھتا ہے پیچھے بھی دیکھتا ہے بلکہ دل کے خشوع وخضوع کو دیکھتا ہے۔

(بخاری شریف ص)

ہم قریب سے سنتے ہیں پر میرا نبی روضے میں لیٹے لیٹے بھی محبت والوں کا درود وسلام خود سن رہا ہے۔

(شفاء شریف، دلائل الخیرات جلاء الافہام)

ہم چاہتے ہیں کاش اللہ پاک ہم سے راضی ہو جائے پر اللہ تعالیٰ یار کے ناز اٹھاتے ہوئے فرماتا ہے۔ سجناں میں تمہیں اتنا دوں گا۔ تو اپنے رب عزوجل سے راضی ہو جائے گا۔ (پ۳۰ سورۃ والضحیٰ)

اسی طرح میں سرکار کے کمالات گنتا جاؤں تو دفتر ختم ہو جائیں، پر سرکار کے کمالات ختم نہ ہوں۔ عرض یہ ہے کہ سرکار ہم جیسے ہیں کیسے؟ نہ آنے میں نہ جانے میں نہ کھانے میں، نہ اٹھنے میں نہ بیٹھنے میں، نہ کمال میں نہ شان میں بتائیے؟ تو سنو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بھیجاں تو کہہ دے میں تم جیسا ہوں کیا مطلب یعنی، جیسے تم محض اللہ تعالیٰ کے بندے ہو نہ خدا ہو نہ خدا کے بیٹے ہو نہ خدا کی صفات سے موصوف ہو۔ اسی طرح میں بھی عبداللہ ہوں، نہ اللہ ہوں نہ ابن اللہ ہوں بس اس بات میں میں تم جیسا ہوں۔ اس کے علاوہ کوئی اور صورت ہے تو کوئی بتائے؟

چوتھی بات یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے نبی کو بشر کہہ بھی، بقول تمہارے دیا ہے تو وہ کہہ سکتا ہے۔ مالک جو ہوا خالق قادر، ستار، غفار، علیٰ کل شیٔ قدیر، جو ہوا وہ کہہ سکتا ہے۔ وہ بے پرواہ ہے تم کیوں کہتے ہو، ہاں اگر تم بھی خدا ہو، یا اس کے برابر ہو تو کہتے رہو، ہم تمہیں منع تھوڑے سے کر رہے ہیں؟

دوسرا سوال:

دیکھوناں جی! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ"

مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مومن ہیں، لہٰذا وہ بھی ہمارے بھائی ہوئے پھر کیوں نہ بھائی کہیں۔

جواب:

میرے دوستو! نبی کے بھائی بننے والوں نے بڑی دلیل ڈھونڈی

ہے۔ اگر یہی بات ہے تو پھر تو اللہ تعالیٰ بھی ہمارا بھائی ہوا۔ (نعوذ باللہ)

وہ خود قرآن مجید کے اٹھارویں پارے میں فرماتا ہے۔

"اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ"

کہ اللہ تعالیٰ مالک بھی ہے۔ قدوس بھی ہے، سلام بھی ہے، مومن بھی، دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ کسی کی عقل نہ لے نہیں تو یہی حال ہوگا جو ان گستاخان نبی کا ہے۔ بدنصیبوں کو یہ بھی پتہ نہیں کہ سرکار مومن نہیں بلکہ عین ایمان ہیں، ساری دنیا مومن لیکن سرکار عین ایمان۔

بولو بھئی بندہ مومن کب بنتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کو مان کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانے اگر سرکار کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی مان کر کلمہ نہ پڑھا جائے تو انسان کبھی مومن نہیں ہو سکتا۔

پتہ چلا ساری دنیا مومن، میرے آقا عین ایمان۔

تیسرا سوال:۔

دیکھو ناں جی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ"

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی۔ اسی طرح ہم نماز میں پڑھتے ہیں "عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"

اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور تھے تو اللہ میاں نے عبد کیوں فرمایا۔

جواب:۔

میرے دوستو! ہمارا عقیدہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ

کے عبد خاص بھی ہیں، لیکن یہ کہنا کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور تھے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو عبد کیوں فرمایا؟

یہ جہالت کی باتیں ہیں، کیونکہ عبد اور نور یہ دو متضاد چیزیں نہیں کہ جو عبد ہو وہ نور نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے نوری ہیں تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ فرشتے نور ہیں لیکن آیئے اللہ تعالیٰ کا قرآن پڑھیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ آیت کریمہ سننے سے پہلے یہ سن لیں کہ اس آیت کریمہ کا مطلب کیا ہے۔ عرب شریف کے اندر ایک قبیلہ رہتا تھا۔ بنی خزاعہ یہ قبیلہ فرشتوں اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں مان کر پوجا کرتے تھے۔ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو ایمان کی دعوت دی تو انہوں نے کہا ہم تو فرشتوں کی پوجا کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی مقدس بیٹیاں ہیں تو خالق کائنات نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ

"وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا"

مشرکین مکہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بنا لیا ہے۔ اپنے لئے بیٹا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سُبْحٰنَهٗ۔ سبحان اللہ!

اللہ تعالیٰ تو ان چیزوں سے پاک ہے۔

"بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ"

بلکہ وہ فرشتے تو اس کے معزز بندے ہیں۔

(تفسیر نور العرفان ص۵۱۶)

میرے دوستو! خیال کرو فرشتے نوری ہیں پر خالق کائنات فرماتا ہے وہ میرے بندے ہیں تو کیا فرشتوں کو عبد کہنے کی وجہ سے وہ نور نہیں رہیں گے۔

"سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ"

میں خالق کائنات نے اپنے یار کی معراج کا تذکرہ کرتے۔ آپ کو عبد فرمایا۔ یہ اس لئے نہیں فرمایا کہ حضور نور نہیں تھے بلکہ اس لئے فرمایا تاکہ معراج کے منکروں کو یہ موقع نہ ملے کہ سرکار نے صرف معراج روحانی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بِعَبْدِہٖ فرما کر واضح کر دیا۔ یار کو معراج روحانی نہیں بلکہ جسمانی ہوئی ہے۔ کیونکہ عبد کا لفظ وہاں بولا جاتا ہے جو روح بھی ہو جسم بھی ہو اور نماز میں جو عبدہٗ ورسولہٗ پڑھا جاتا ہے۔ یہ بھی معراج کی باتوں کی طرف اشارہ ہے۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خالق کائنات کے درمیان ہوئی تھیں۔

چوتھا سوال:۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا:

"اَکْرِمُوْا اَخَاکُمْ"

اپنے بھائی کا احترام کرو۔ جس سے معلوم ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے بڑے بھائی ہیں ہم چھوٹے بھائی۔

جواب:۔

میرے دوستو! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں ہمارے مولا ہمارے سردار خالق کائنات فرماتا ہے۔

"فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ"

اے میرے حبیب مجھے تیرے رب کی قسم کوئی بندہ اس وقت تک مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ اپنے تمام معاملات تجھے اپنا حاکم نہ تسلیم کرلے۔

سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا،

"اَللّٰھُمَّ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ" (مشکوٰۃ شریف)

اے خالقِ کائنات تو گواہ ہو جا جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے۔

سرکار ہمارے سردار ہیں، اب اگر سردار، مالک آقا اپنے غلاموں سے اپنے نوکروں سے بطورِ تواضع یہ کہہ دے کہ میں تمہارا بھائی ہوں تو رعایا کو غلاموں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ بھی بادشاہ کو اپنے آقا کو خادم کر کے پکارنا شروع کر دیں اگر غلام ایسے پکاریں گے تو بے ادب کہلائیں گے۔ بدتمیز کہلائیں گے اور سزا کے مستحق ہوں گے تو سرکار کا یہ فرمانا یہ تواضع کے لئے تھا۔ غلاموں کو حق نہیں پہنچتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا بھائی کہیں کیونکہ یہ بے ادبی ہے۔ اور یہی دنیا کا قانون بھی دستور بھی۔

دیکھو دیوبندیوں کے مجدد اور حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنے بارے یوں کہتے ہیں، کیا ایسا شخص کسی کو ذلیل سمجھے گا جو خود ہی کو سب سے ذلیل اور بدتر سمجھتا ہے۔

(افاضات الیومیہ حصہ ۳ ص ۳۳۷، دیوبندی مذہب ص ۱۷۷)

اب اس عبارت کو سامنے رکھ کر کوئی بندہ تھانوی صاحب کو کہے کہ تھانوی صاحب تو بڑے ذلیل بدتر سے تھے۔ بڑے بدتر انسان تھے۔ کیا تھانوی صاحب کا ماننے والا یہ لفظ برداشت کرے گا؟

نہیں بالکل نہیں، بلکہ وہ سن کے ناراضگی کا اظہار کرے گا۔ اگر زیادہ شیدائی ہوا تو گلے پڑ جائے گا۔ مرنے مارنے پر تل جائے گا۔ کہنے والا آگے سے یہ کہے یار مجھ سے کیوں لڑتے ہو یہ تو تھانوی صاحب نے خود اپنی کتاب میں اپنے بارے لکھا ہے تو اس کا شیدائی کہے گا۔ ارے چپ کر تھانوی

صاحب نے لکھا ہے۔ میں مانتا ہوں پر انہوں نے بڑی عاجزی کا انکساری کا اظہار کیلئے ہے وہ کہہ سکتے ہیں ہمیں حق نہیں مسئلہ صاف ہوجائے گا۔ اسی طرح ہم کہیں گے سرکار نے اپنے آپ کو بشر کہا تو یہ میرے آقا نے تواضع کے طور پر کہا۔ سرکار کہہ سکتے ہیں ہمیں حق نہیں۔

پانچواں سوال:-

شمائل ترمذی میں یہ حدیث پاک موجود ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ "کَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ" حضور علیہ السلام بشروں میں سے ایک بشر تھے۔ اسی طرح جب سرکار نے حضرت عائشہ کا رشتہ مانگا تو حضرت صدیق نے عرض کیا میں آپ کا بھائی ہوں۔ کیا بھائی کی بیٹی رشتے میں آسکتی ہے۔ دیکھئے حضرت عائشہ نے سرکار کو بشر کہا۔ حضرت صدیق نے سرکار کو بھائی کہا۔

جواب:-

سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عام محاورے کے لئے بشر کہنا یا یہ عقیدہ رکھنا کہ سرکار ہماری طرح تھے یہ حرام ہے۔ حضرت عائشہ نے حضرت صدیق نے کبھی بھی عام گفتگو میں سرکار کو نہ بھائی کہا نہ بشر۔ یہاں ضرورتاً یہ بات ہورہی ہے۔ کیسے تو سنیئے حضرت صدیقہ سرکار کی سادگی، سرکار کی عام زندگی لوگوں کے سامنے بیان فرمارہی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کوئی بناوٹ نہیں تھی، کوئی تصنع نہیں تھا، سرکار ہر کام اپنے ہاتھ مبارک سے کرلیتے تھے۔ کام کرنے میں کوئی عار، کوئی شرم محسوس نہیں فرماتے تھے۔

اسی طرح حضرت صدیق اکبر نے اپنے کریم آقا سے مسئلہ دریافت کیا کہ

آقا گلے بگاہے مجھے اپنا بھائی فرما دیا کرتے ہیں، کیا اس فرمان پر حقیقی بھائی کے تو احکام جاری نہیں ہوں گے؟ اور میری اولاد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے حلال ہو گی کہ نہیں؟ یہ تھے وہ مسائل جن کی وجہ سے حضرت عائشہ نے سرکار کو بشر فرمایا۔ حضرت صدیق نے سرکار کی بارگاہ میں بھائی عرض کیا۔ وگرنہ عام کتابیں پڑھ کے دیکھو کبھی صحابہ کرام نے سرکار کو بھائی یا بشر کر کے نہیں بلایا۔

دنیا جانتی، حضرت عائشہ صدیقہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوی ہیں، لیکن حضرت عائشہ جب حدیث روایت کرتی ہیں تو کہتی ہیں۔

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ"

یہ نہیں کہتی کہ میرے زوج نے فرمایا: بلکہ کہتی ہیں، رسول اللہ نے فرمایا: اسی طرح حضرت عباس سرکار کے چچا تھے لیکن کبھی یہ نہیں کہا میرے بھتیجے نے فرمایا۔ حضرت علی نے کبھی یہ نہیں فرمایا۔ میرے بھائی نے فرمایا۔ بلکہ سب کے سب صحابہ فرماتے ہیں۔

"قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ﷺ"

میاں جب انہوں نے رشتے کے ہوتے ہوئے بھائی نہیں کہا، بھتیجا نہیں کہا تو ہم نکموں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ سرکار کو بشر یا بھائی کہیں۔ بلکہ ہم تو کہیں گے کہ

ے کس طرح سے کہاں سے کروں ابتداء
اُن کے اوصاف کی کہاں ہے انتہا
اُن کا رتبہ ہے کیا خود ہی جانے خدا عزوجل
کروں میں بیاں، وہ کہاں میں کہاں

پھر سوال کرتے ہیں۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور تو میدانِ احد

میں دانت کیوں شہید ہوئے۔ خون کیوں نکلا؟

سرکار نور تھے تو کھاتے پیتے کیوں تھے؟ اولاد کیوں ہوئی؟ کیا نوری بشری لباس میں آسکتا ہے۔ ان کا جواب فقیر کی کتاب "نور و بشر" خطبہ اوّل ص ۱۸ تا ص ۳۰ تک دیکھیں، ان کے جوابات موجود ہیں۔

میرے دوستو!

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! فقیر نے اپنی حیثیت کے مطابق چند اعتراضات کا جواب لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ پڑھنے سمجھنے عمل کرنے استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

"وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ"

طالبِ دعا

ابوالوفا قاری **فیض المصطفیٰ عتیقی**

خال روڈ، سرگودھا

۲۶ ذوالحجہ بروز پیر ۱۴۲۲ھ

ذوق خطیب

تالیف

ابوالوفا قاری
فیض المصطفےٰ عتیقی

مکتبہ نوریہ رضویہ

ذوقِ خطیب

چہارم

تالیف

ابوالوفا قاری

فیض المصطفیٰ اعتقی

مکتبہ نوریہ رضویہ۔ گلبرگ اے فیصل آباد

041-2626046

111621

نام کتاب .... ذوقِ خطیب (چہارم)

مؤلف .... ابوالوفا قاری فیض المصطفیٰ عتیقی

خطیب جامع مسجد عزیزیہ واٹر سپلائی روڈ سرگودھا

تزئین واہتمام .... سیّد حمایت رسول قادری

کمپوزنگ .... قاسم شاہد

ایڈیشن اوّل ۲۰۱۲ء

تعداد .... ایک ہزار

صفحات ۵۹۲

ناشر .... مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

قیمت .... روپے

ملنے کے پتے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ لاہور فون 37313885

شبیر برادرز زبیدہ سنٹر 40 اردو بازار لاہور

عتیقی کتب خانہ جامع مسجد عزیزیہ واٹر سپلائی روڈ سرگودھا

النذر

فقیر اپنی اس تالیف کو اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کی بارگاہ میں نذر پیش کرتا ہے تاکہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام اپنی زوجۂ محترمہ کے صدقے اس فقیر پر خاص نظر کرم فرمائیں، اور فقیر کا دونوں جہانوں میں بیڑا پار ہو جائے۔

ام المؤمنین کے توسل سے فقیر اپنی یہ تالیف اپنی والدہ ماجدہ محترمہ حلیمہ بی بی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کی نذر کرتا ہے جو تاحیات فقیر کی کامیابیوں کے لئے دعا گو رہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام نصیب کرے۔ آمین ثم آمین!

نیاز مند

ابوالوفا قاری فیض المصطفیٰ عتیقی

الانتساب

فقیر اپنی اس تالیف کو حضور پرنور شافع یوم النشور رسول اکرم شفیع معظم، نور مجسم سیّد مرسلاں، شفیع عاصیاں، نبی غیب داں، سیاحِ لامکاں، مالک کون و مکاں، محبوب رب دو جہاں، ختم المرسلین، شفیع المذنبین، راحت العاشقین، سراج السالکین، مدنی تاجدار، مطلوب کردگار، سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، باعث تخلیق کائنات، منبع کمالات، مختارِ کائنات، خلاصہ موجودات، حبیب کبریا، مالک ہر دوسرا، شافع روزِ جزا،

سیّدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کی بارگاہ بے کس پناہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

جو ذکر محمد سے مانوس نہیں ہوتا
جائے گا وہ جنت میں محسوس نہیں ہوتا
جو مانگنا ہے ناصر تو مانگ مدینے سے
طیبہ کا گدا کوئی مایوس نہیں ہوتا

سگ مدینہ
ابوالوفاء قاری فیض المصطفیٰ عتیقی
0345-7874922
0300-6040165
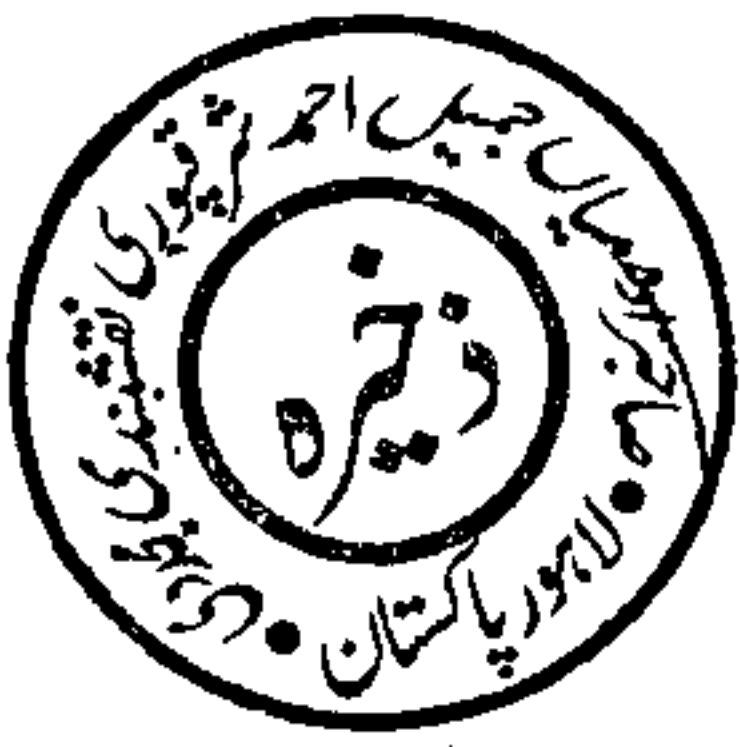
البرکۃ

فقیر اپنی یہ تالیف اپنے مرشد حقانی شبیہ شیر ربانی عکس لاثانی' قطب زمانہ' شیخ طریقت' رہبر شریعت' منبع رشد و ہدایت' حضور سیدی و مرشدی الحاج صاحبزادہ میاں غلام محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف کی خدمت میں حصول برکت کے لیے پیش کرتا ہے' جن کی نگاہِ کرم سے مجھ جیسے نکمے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی محبت میں یہ چند سطریں لکھنے کے قابل بن گئے۔ اللہ تعالیٰ میرے مرشد کے دربار پر بے حد بے حساب رحمتوں برکتوں کا نزول فرمائے' پھر آپ کے توسل سے آپ کے لختِ جگر' پیر طریقت' رہبر شریعت' عالم باعمل' منبع جود و کرم' قبلہ حافظ قاری محمد ابوبکر شرقپوری دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں پیش کرتا ہے' جنہوں نے بڑی خوبصورتی سے اپنے باپ دادا کا فیض لوگوں میں تقسیم کر رکھا ہے' اللہ تعالیٰ میرے مرشد کے اس نورِ نظر کی عمر' عمل' علم میں برکتیں عطاء فرمائے اور آپ تادیر نقشبندی خزانے اسی طرح لٹاتے رہیں۔ آمین ثم آمین!

گدائے کوچہ شیر ربانی
ابوالوفا قاری فیض المصطفیٰ عتیقی
نقشبندی شرقپوری

الاهداء

فقیر اپنی یہ تالیف محبوب سبحانی' قطب ربانی' قندیل نورانی' غوث صمدانی' شہبازِ لامکانی' قطب الاقطاب' غوث الاغیاث' غوث الکونین' عالم ربانی' قطب فردانی'

حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر الحسنی والحسینی جیلانی رضی اللہ عنہ

کی بارگاہ میں ہدیۂ عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے' جن کے روحانی تصرفات سے اللہ تعالیٰ فقیر کو ہر قدم پر کامیابیاں اور کامرانیاں عطاء فرماتا جاتا ہے' پھر آپ کے توسل سے فقیر اپنی یہ تالیف صوفی باصفا عاشق مدینہ عابد زاہد جناب صوفی طالب حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بطورِ عقیدت پیش کرتا ہے' جن کی دعاؤں اور کاوشوں سے فقیر دین کا خدمت گار بنا' صوفی صاحب نے فقیر کی پرورش چچا بن کر نہیں والد بن کر بڑے احسن طریقے سے فرمائی۔ اللہ تعالیٰ میرے پیارے چچا پر اور آپ کی قبر پر بے حساب رحمتوں' برکتوں کا نزول فرمائے' اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین!

نگاہِ غوث کا طالب

ابوالوفا قاری فیض المصطفیٰ عتیقی

ترتیب

بیماری اور امامت

وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نگاہِ اوّل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم

تمام تعریفیں اس پیارے رب العالمین کے لائق ہیں، جس نے اٹھارہ ہزار مخلوقات کو بنا کر حسین گلدستے کی طرح مزین فرمایا' پھر بے شمار مرتبہ درود و سلام ہوں سیّدہ آمنہ کے مقدس لال پر جس کے صدقے اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کی تخلیق فرمائی' سامعین کرام اللہ تعالیٰ کا بے شمار مرتبہ احسان ہے کہ اس پیارے رب العالمین نے مجھ جیسے فقیر حقیر اَن پڑھ بندے سے یہ عظیم دینی کام لینا شروع فرمایا ہے' میں اس کا جتنا بھی شکر کروں کم ہے۔ فقیر نے حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کے میلاد شریف اور نورانیت پر ذوق خطیب اوّل سے ابتداء کی' الحمدللہ اہل سنت کے علمائے مقررین نے خطباء نے اور عوام اہل سنت نے فقیر کی بڑی حوصلہ افزائی فرمائی' کتابیں خرید کر پڑھ کے لوگوں کو اس کی طرف مائل فرمایا' اب پاکستان کشمیر میں کوئی مشکل سے ایسا خطیب ہوگا جو فقیر کی تصانیف سے بے خبر ہوگا' نہیں تو ہر مقرر ہر خطیب کے پاس فقیر کی کتابیں موجود ہیں' صرف مقررین نہیں بلکہ بڑے بڑے جید علماء کرام کے پاس فقیر کی کتابیں موجود ہیں' جنہیں پڑھ کر وہ ٹیلی فون کے ذریعے مبارک باد بھی دیتے ہیں اور مزید لکھنے کی ترغیب بھی دلاتے ہیں' اللہ تعالیٰ تمام اصلی اہل سنت کے علماء' خطباء' مقررین اور عوام اہل سنت کو مزید برکتیں عطاء فرمائے اور سرکار کے عشق سے سرکار کی محبت سے مالا مال فرمائے' حضرات! یہ دنیا مال' یہ کوٹھیاں' بنگلے' کارخانے' فیکٹریاں' یہ سونا چاندی سب نے ہی چھوڑ کر چلے جانا ہے' اگر قبر حشر میں کسی نے کام آنا ہے یا نیک اعمال نے کام آنا ہے یا آمنہ

کے لال نے کام آنا ہے۔ فقیر نے ذوقِ خطیب جلد ا' میلاد شریف کے فوائد لکھے' دوسرے حصہ میں سرکار کا میلاد لکھا' تیسرے حصہ میں سیّدہ حلیمہ کی عظمت وشان اور حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کا بچپن پاک اور شریعت کے بارے میں لکھا' لوگوں نے بڑی محبت سے پڑھا اور تصدیق فرمائی کہ جو لکھا گیا ہے' وہ صحیح اور محبت بھری گفتگو ہے۔ ہمارے ایک دوست جناب عبدالرؤف چشتی سرگودھا کے ہیں' آج کل سعودی عرب میں ملازمت کرتے ہیں' وہ مجھے ایک دن ٹیلی فون پر بتانے لگے' عتیقی صاحب آج رات مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کا پاک دیدار ہوا ہے تو میں حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کے سامنے تقریر کر رہا ہوں' سرکار سن کر بڑے خوش ہوئے' حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے مجھ سے پوچھا کہ عبدالرؤف یہ تقریر کس کتاب سے پڑھ کر کی ہے؟ میں نے عرض کی: آقا! عتیقی صاحب کی کتاب ذوقِ خطیب سے سرکار بڑے خوش ہوئے' میں نے عرض کی: آقا! عتیقی صاحب کی کتابیں کیسی ہیں؟ سرکار نے فرمایا: ان کی تمام کتابیں بہت اچھی لکھی ہوئی ہیں' خدا عزوجل گواہ ہے۔ میں یہ سن کر بڑا ہی خوش ہوا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ خالق کائنات کا احسان ہے کہ والیٔ کائنات تاجدارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ السلام نے بھی فقیر کی تحریر کو پسند فرمایا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین! حضرات ذوقِ خطیب کے تین حصے لکھنے کے بعد اب چوتھا حصہ بھی حاضر ہے' فقیر نے اس حصہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی وفات پاک کے واقعات تفصیل سے لکھے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کے عشق میں ڈوب کر تحقیق کے ساتھ لکھے ہیں۔ امید ہے قارئین کرام پسند فرمائیں گے' پھر وفات شریف کے واقعات لکھنے کے ساتھ عقائد اہل سنت پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ شرک اور اس کی تعریف' سرکار کی نماز کا طریقہ' اس کے علاوہ اور بھی عقائد کی باتیں لکھی ہیں۔ کوشش کی ہے کہ ہر بات قرآن و حدیث اور دلائل کی روشنی میں ہو۔ پھر مقررین خطباء حضرات عموماً تقاریر میں اشعار پڑھنا پسند فرماتے ہیں' عوام بھی بڑے ذوق سے سنتے ہیں' اس لیے عربی' فارسی' اردو پنجابی کے اشعار مناسبت سے لکھیں ہیں' انشاء اللہ یہ تو آپ کتاب

پڑھیں گے تو آپ کو پتہ چلے گا۔ اگر کتاب پڑھ کر سینہ مدینہ ہو جائے تو پھر کنجوسی نہ کرنا' فقیر کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ضرور دعا کرنا' دعا کرنے سے آپ کا کچھ بگڑ نہیں جائے گا۔ فقیر کی تقدیر بدل جائے گی' اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنا' اللہ تعالیٰ صدقہ حسنین کریمین کے مقدس نانے کا فقیر کو بار بار میٹھا میٹھا مدینہ پیارا پیارا مکہ شریف کی زیارت نصیب فرمائے' اللہ تعالیٰ یار کا صدقہ فقیر کی جان' اولاد' مال' عزت' صحت' تقریر' تحریر' اعمال' علم' گھر بار میں عزتیں برکتیں عطاء فرمائے۔ آمین! میں بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ اے پیارے رب العالمین! اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ السلام کے پیار کا واسطہ جو لوگ فقیر کی تمام کتابیں خرید کر خود پڑھیں یا خرید کر لوگوں میں مفت تقسیم کریں یا لوگوں کو پڑھ کر سنائیں یا چھاپ کر لوگوں میں فی سبیل اللہ تقسیم کریں' ان سب کی جان و مال' اولاد' عزت' صحت' شان میں برکتیں عطاء فرما۔ آمین ثم آمین!

اللہ عزوجل کی ہر چیز ہے دلدار کی خاطر
ہر چیز کو تخلیق کیا یار کی خاطر
ہر بات سے تنقید کا پہلو نہ نکالو
محبوب تو ہوتے ہیں پیار کی خاطر

والسلام طالب دعا:

خادم العلماء والاولیاء
ابوالوفاء قاری فیض المصطفیٰ عتیقی
0345-7874922,
0300-6040165
خطیب جامع مسجد عزیز واٹر سپلائی روڈ' سرگودھا
بانی و مہتمم جامعہ انوار رضا' بائی پاس روڈ' جھال چکیاں' سرگودھا
بانی و مہتمم جامعہ سیدہ ام کلثوم للبنات و جامع عطار مدینہ
محمدی کالونی' سرگودھا

سرکار کی بیماری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمِ وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط ۔(پ ۶' المائدہ: ۳)

ترجمہ: ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا''۔ ترجمہ اعلیٰ حضرت

حمد و صلوٰۃ کے بعد قرآن مجید' فرقانِ حمید کی ایک آیت مقدسہ کا ایک حصہ تلاوت کیا ہے' انشاء اللہ آج کی بابرکت محفل میں سرکارِ مدینہ' سرورِ قلب و سینہ' والی جنت' ساقی کوثر' سدرہ کے راہی' اللہ تعالیٰ کے مقدس ماہی' سیدنا و مولانا و ماوانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت اور آپ کی بیماری شریف کے سلسلے میں چند گزارشات عرض کروں گا۔ دعا فرمائیں خالق کائنات صدقہ آمنہ کے چمن کا' ہمیشہ حق سچ بیان کرنے کی توفیق عطاء فرمائے' پھر حق سچ سن سنا کر عمل کی اور استقامت کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین!

حضرات خالق کائنات نے جب میرے اور آپ کے آقا کو دنیا میں مبعوث فرمایا' سرکار کی آمد ہوئی تو ربیع الاوّل شریف کا مہینہ تھا' پیر کا دن تھا چاند کی بارہ تاریخ تھی' رات جا رہی تھی' دن آ رہا تھا' آمنہ کا چن رحمت کا تاج پہن کر اس دنیا میں ہمارے بھاگ جگانے کے لیے مکہ کی مبارک سرزمین پر تشریف لایا' سنیوں کا امام بولا' کشتہ عشق رسالت کی روح بولی کہ

بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا
ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تجھ کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

حضرات جب میرے اور آپ کے آقا مکہ پاک میں تشریف لائے تو آپ نے باون سال زندگی کے ظاہری مکہ شریف میں گزارے' پھر آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ پاک تشریف لے گئے' پھر دس سال آپ مدینہ شریف میں رہے۔ مفتی شفیع دیوبندی کراچی والے لکھتے ہیں: پھر حضور علیہ الصلوٰۃ السلام پیر والے دن ربیع الاوّل شریف کی دو تاریخ کو دنیا سے وصال فرما گئے۔ (سیرت خاتم الانبیاء ص ۱۴۴)

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی آمد سے پہلے اس دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا' سارے نبی سارے رسول اللہ تعالیٰ کو بڑے پیارے تھے' اگر پیارے نہ ہوتے اگر پسند نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کو نبوت کی پگڑیاں نہ عطاء کرتا' ہمارے آقا بھی اللہ تعالیٰ کے بڑے پیارے رسول تھے۔ حضرات علماء فرماتے ہیں: نبی سارے ہی اللہ تعالیٰ کو پیارے تھے' مگر پیار میں فرق تھا' سارے نبی اللہ تعالیٰ کے محب تھے پیارے آقا اللہ تعالیٰ کے محبوب تھے۔ محب اس کو کہتے ہیں جو محبوب کی رضا میں راضی ہو اور محبوب اس کو کہتے ہیں جو محبوب کی رضا میں راضی ہو' سارے نبی اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی تھے' سارے رسول اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے تھے' مگر قرآن مجید کا مطالعہ

کر کے دیکھیں، خالق کائنات نے فرمایا: سجناں سارے نبی سارے رسول سارے ولی غوث قطب ابدال ساری کائنات میری رضا چاہتی ہے، پر میں بے نیاز ہو کر خالق ہو کر مالک ہو کر ستار ہو کر غفار ہو کر علی کل شیء قدیر ہو کر تیری رضا چاہتا ہوں۔ ''وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○ ''(پ۳۰ الضحیٰ:۵) اور عنقریب آپ کا رب عزوجل آپ کو اتنا عطاء فرمائے گا کہ آپ اپنے ربِ عزوجل سے راضی ہو جائیں گے۔ سبحان اللہ! امام عاشقاں مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

خدا عزوجل کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا عزوجل چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ
خدا عزوجل اُن کو کس پیار سے دیکھتا ہے
جو آنکھیں ہیں محوِ لقائے محمد ﷺ

پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم

حضرات توجہ کرنا اللہ تعالیٰ کو یار سے کتنا پیار ہے، کتنی محبت ہے۔ امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں: امام اہل سنت تجلی الیقین میں لکھتے ہیں کہ خالق کائنات نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا: ''کلھم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاك یا محمد'' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری کائنات میری رضا چاہتی ہے، سجناں میں مالک خالق ہو کر تیری رضا چاہتا ہوں۔

(تفسیر کبیر ج۲ ص۵، تجلی الیقین ص۳۸، شرح حدیث لولاک ص۳۸)

فترضیٰ نے ڈالی ہیں بانہیں گلے میں
کہ ہو جائے راضی طبیعت نبی کی

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ قرآن کی آیت نازل فرمائی تو خالق کائنات کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جبریل نے عرض کی کہ جی میرے آقا! فرمایا: تو ہر جا اللہ تعالیٰ نے ہمیں راضی کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، عرض کی: آقا! میں

گواہ ہوں، مگر ایک بات تو بتائیں! آپ راضی کب ہوں گے؟ حسین کے مقدس نانے نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! ہم نے اللہ تعالیٰ سے اس وقت تک راضی ہونا بھی نہیں جب تک میرے سارے اُمتی جنت میں نہ چلے جائیں گے۔

(تفسیر نور العرفان ص ۹۵۳)

حضرت نوح کو بھی موج طوفاں سے کنارہ مل گیا
حضرت موسیٰ کو بھی لطف نظارہ مل گیا
حضرت فاطمہ کو بھی بابا پیارا مل گیا
حضرت حسنین کو بھی نانا پیارا مل گیا
الغرض ہر اک بے چارے کو چارہ مل گیا
ہم غریبوں کو محمد ﷺ کا سہارا مل گیا

علامہ آلوسی، تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ حرب بن شریح کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور عراق والے لوگ کہتے ہیں کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنے غلاموں کی شفاعت کریں گے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ طریقت کے پانچویں امام سیدنا امام حسین کے پوتے مسکرا پڑے، فرمایا: حرب اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! یہ بات بالکل صحیح ہے، آ میں تمہیں بتاؤں کہ میرا نانا کیسے شفاعت کرے گا؟ امام محمد باقر نے فرمایا کہ مجھے میرے ابو کے چچا حضرت محمد بن حنفیہ نے بتایا کہ مولا علی شیر خدا فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن مجھے سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: علی! میں نے عرض کی: جی میرے آقا! سرکار نے فرمایا: علی! جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ عدالت کی کرسی پر اپنی شان کے مطابق بیٹھا ہوگا تو میں اُمت کا وکیل بن کر اُمت کا شفیع بن کر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہاں! میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام بات کرو، کیا چاہتے ہو؟ تمہاری اُمت کے ساتھ کیا سلوک کریں؟ تیری اُمت میں بڑے بڑے گناہ

گار ہیں، بدکار ہیں، سیاہ کار ہیں، بڑے بڑے پاپی ہیں، جہنم کے قابل ہیں، اب تم ہی بتاؤ، ان کے ساتھ کیا سلوک کریں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے: اے خالق کائنات! اس میں کوئی شک نہیں کہ میرے اُمتی بڑے بڑے گناہ گار ہیں، لیکن مولا کریم آپ بھی تو بہت بڑے کریم ہیں، رحیم ہیں، رحمٰن ہیں، ستار ہیں، غفار ہیں، علیٰ کل شیءِ قدیر ہیں، اگر کرم فرمادو، مہربانی فرمادو، آپ کی رحمت میں کمی کوئی نہیں آئے گی، میرے غلاموں کو جہنم سے آزادی مل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اچھا تو میرا محبوب ہے، اتنے لاکھ ہم نے بخش دیئے اب تو راضی ہوناں۔ سرکار عرض کریں گے: مولا کریم! بڑی کرم نوازی میں نے تو سب غلاموں کی آزادی کی بات کی ہے، مہربانی فرماؤ، سب کی بخشش فرمادو، اللہ تعالیٰ پھر چند لاکھ کی بخشش فرمادے گا، پھر فرمائے گا: اب تو راضی ہوناں، سرکار پھر ہاتھ باندھ کر عرض کریں گے: مولا کریم! بڑی مہربانی لیکن ابھی بھی بڑے لوگ رہ گئے ہیں، ان کو بھی معاف کردو، اللہ تعالیٰ تھوڑے تھوڑے بخشتا جائے گا، سرکار شفاعت کرتے جائیں گے حتیٰ کہ میرا نبی سب غلاموں کی بخشش کروالے گا، سبحان اللہ حضرات بخشنے والا ہو اللہ تعالیٰ، بخشوانے والا ہو آمنہ کا لال، بخشنے والا ہو محشر کا جج، بخشوانے والا ہو کملی والے جیسا پیارا وکیل، پھر بیڑا پار کیوں نہیں ہوگا۔

ایہہ کچہری اے حق دی حق دے لئی
ایتھے ہور نہ کوئی دلیل ہووے
ایتھے کوئی نہیں کم سنا رشاں دا
بھاویں موسیٰ تے بھاویں خلیل ہووے
جیہڑا حق دا فیصلہ ہو جاوے
اُوہدی فیر نہ کدی اپیل ہووے
ایہہ رفیق مقدمہ کیوں ہارے
جہدے ولوں محمد ﷺ وکیل ہووے

مولا علی شیر خدا فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''اشفع لامتی'' میں اپنی اُمت کی شفاعت کرتا رہوں گا' شفاعت کرتے کرتے میری ساری اُمت بخشی جائے گی'' حتی ینادی ربی'' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مجھے آواز مارے گا: ''ارضیت یا محمد'' اے ساری کائنات کی تعریف کیے ہوئے میرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اب تو راضی ہو ناں؟ سرکار فرماتے ہیں: میں اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرتے ہوئے عرض کروں گا: ''فاقول نعم یا رب رضیت'' جی میرے پیارے رب العالمین! میں اب بالکل راضی ہوں۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث پاک بیان کرنے کے بعد فرمایا: اے حرب! جا عراقی لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی سب سے زیادہ گناہ گار لوگوں کے لیے یہ آیہ کریمہ موزوں ہے: ''یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ'' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! آپ فرما دیں کہ اے میرے بندو! اپنی جانوں پر زیادتی کرنے والو! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو' اللہ تعالیٰ قیامت والے دن سب ایمان والوں کو بخش دے گا۔ امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت بڑی ہی پیاری ہے' مگر آلِ نبی اولادِ علی کا یہ نظریہ ہے کہ سب سے زیادہ موزوں آیت گناہ گاروں کے لیے ''وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی'' ہے۔ سبحان اللہ!

(تفسیر روح المعانی ج ۳۰ ص ۱۹۰' تفسیر ضیاء القرآن ج ۵ ص ۵۸۷)

فردوس میں رسول ہمارا نہ جائے گا
جب تک ہر ایک اُمتی بخشا نہ جائے گا
دوزخ میں میں تو کیا میرا سایہ نہ جائے گا
کیوں کہ رسول پاک سے یہ دیکھا نہ جائے گا

قلندر گولڑہ حضور پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اسی آیہ کریمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آقا!

یعطیک ربک درس ئساں
تے فترضیٰ تھیں پوری آس آساں
لج پال کریسی پاس آساں
واشفع تشفع صیح پڑھیاں
لاہو مکھ تھیں محفظ بردیمن
من بھاؤندی جھلک دکھلاؤ سجن
اوہو میٹھیاں گالی الاؤ سجن
جو حمرا وادی سن کریاں

حضرات خالق کائنات کو یار سے کتنا پیار ہے' حضرت علامہ عبدالکریم الجیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج کرنے کے لیے لامکانوں میں تشریف لے گئے تو خالق کائنات نے فرمایا: سجناں جانتے ہو میں نے یہ سارے آسمان سارے عرش سارے افلاک کیوں بنائے ہیں؟ عرض کی: مولا کریم! تو بہتر جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''لولاک لما خلقت الافلاک'' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! یہ سب تیرا صدقہ ہے' اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو یہ سارے آسمان نہ پیدا کرتا۔

(جواہر البحار ج ۴ ص ۲۳۱' شرح حدیث لولاک ص ۳۹)

خالق کائنات نے فرمایا: ''لولاک یا محمد لما خلقت الکائنات'' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو میں ساری کائنات کو بھی پیدا نہ کرتا' محبوب! اگر زمین بنائی ہے تو تیرے صدقے' اگر آسمان بنایا تو تیرے صدقہ' اگر فرش بنایا تو تیرے صدقہ' عرش بنایا تو تیرے صدقہ' اگر جنات بنائے تو تیرے صدقے' اگر حیوانات نباتات بنائے تو تیرے صدقے' اگر شجر وحجر بنائے تو تیرے صدقے' اگر انسان بنائے تو تیرے صدقے' اگر نبی رسول بنائے تو تیرے صدقے' اگر ولی غوث قطب ابدال قلندر بنائے تو تیرے صدقے۔ (تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۵۰۰' جواہر البحار ج ۲ ص ۲۹۹)

خالق کائنات نے فرمایا: محبوب! یہ تو کچھ بھی نہیں، میں گل مکدی مکاواں ''لولاك لما اظهرت الربوبية'' اگر میں نے اپنی ربوبیت کا اظہار کیا ہے تو تیرے صدقہ۔

(مکتوبات شریف ج ۳ ص ۲۲۳، عطر الوردہ ص ۱۷)

عاشقوں کا جج بولا حسینوں کا بادشاہ بولا کہ

یہ زمین و زماں تمہارے لیے
مکین و مکاں تمہارے لیے
چنین و چناں تمہارے لیے
بنے دو جہاں تمہارے لیے
کلیم و نجی مسیح و صفی
خلیل و رضی رسول و نبی
عتیق و رضی غنی و علی
ثنا کی زباں تمہارے لیے
یہ شمس و قمر یہ شام و سحر
یہ برگ و شجر یہ باغ و ثمر
یہ تیغ و سپر یہ تاج و کمر
یہ حکم رواں تمہارے لیے

حضرات اس حدیث قدسی سے پتہ چلا کہ اگر ہمیں اللہ تعالیٰ کی پہچان ہوئی ہے تو آمنہ کے چمن کے صدقہ، اس لیے خالق کائنات نے فرمایا: ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! تو اپنی رسالت کی زبان سے فرما دے: لوگو! اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی ثانی نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کا کوئی ہمسر نہیں، وہ ہمیشہ سے اکیلا ہے ہمیشہ اکیلا رہے گا، بس اللہ ہی اللہ۔ سرکار نے عرض کی: مولا کریم! تو خود اپنی وحدانیت کا اعلان کیوں نہیں کرتا، قدرت نے آواز ماری: سجناں! میں چاہتا ہوں کہ

توحید میری ہو' زبان تیری ہو' وحدانیت میری ہو' رسالت کی مہر تیری ہو' محبوب میں دنیا والوں کو قانون بتانا چاہتا ہوں' لوگو! ویسے بھی توحید کے نعرے نہ لگاتے رہنا' میری بارگاہ میں توحید وہی قبول ہوگی جس پر آمنہ کے لال کی رسالت والی مہر لگی ہوگی۔ جیسے نوٹ حکومت کی مہر کے بغیر جعلی اور نقلی ہوتا ہے' اسی طرح وہ توحید بھی جعلی اور نقلی ہوگی جس پر میرے یار کی رسالت والی مہر نہیں ہوگی۔ سبحان اللہ!

امام ربانی مجدد الف ثانی سیّدنا شیخ احمد سرہندی فاروقی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حق سبحانہ تعالیٰ رابواسطہ آں دوست مے دارم کہ آں رب محمد است۔ فرمایا: لوگو! سن لو کہ میں اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ اس لیے مانتا ہوں' اللہ تعالیٰ سے اس لیے محبت کرتا ہوں کہ وہ میرے آقا جناب سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب عزوجل ہے۔

(مبداء و معاد.........)

امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

فیض پہنچا رضا احمد پاک ﷺ سے
ورنہ تم کیا سمجھتے خدا عزوجل کون تھا

میاں شیر محمد شرقپوری

میرے اعلیٰ حضرت' غوث زماں' میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کون میاں شیر محمد جو زمانے کے بہت بڑے قطب اور غوث تھے' کون شیر محمد جو ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے کہ آپ کے پیر و مرشد حضرت سیّدنا امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کے ساتھ شرقپور شریف کے پاس سے گزرنے لگے تو آپ کھڑے ہوگئے اور اونچی اونچی سانسیں لینی شروع کر دیں' کسی مرید نے عرض کی: حضور! یہ زور زور سے سانسیں کیوں لے رہے ہو' خیر تو ہے! یہ تو اس وقت لی جاتی ہیں' جب کوئی چیز سونگھی جائے' بظاہر تو یہاں کوئی پھول نہیں کوئی خوشبو نہیں' یہ کس کو سونگھ رہے ہو' سیدنا امیر الدین نے فرمایا: لوگو! مجھے اس گاؤں سے ایک زمانے کے غوث کی خوشبو آ رہی ہے' آپ کے مرید حیران ہو گئے' عرض کی:

حضور! وہ غوث کہاں کس جگہ رہتے ہیں؟ سیدنا امیر الدین نے فرمایا: لوگو! ابھی وہ پیدا نہیں ہوئے' ابھی اُن کی ولادت نہیں ہوئی' سبحان اللہ! قربان جاؤں نگاہِ ولایت پر ابھی میاں صاحب پیدا نہیں ہوئے مگر زمانے کا قلندر پہلے ہی بتا رہا ہے کہ عنقریب اس گاؤں میں ایک بچہ پیدا ہوگا اور ہوگا بھی زمانے کا غوث۔ حضرات! سوچو کہ جب نگاہِ ولایت کا یہ عالم ہے تو آمنہ کے چن کی نگاہ کا کیا عالم ہوگا۔

کر ذکر مدینے والے دا ایہدے وچ بھلائی تیری اے
اک وار تو ہو جا سوہنے دا فیر ساری خدائی تیری اے
اوہنوں وقت سلاماں کردا اے اوہدا ہر کوئی پانی بھردا اے
جگ منگتا اوہدے دردا اے جہدے کول گدائی تیری اے

عرض یہ کر رہا تھا کہ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری زمانے کے بہت بڑے ولی تھے' قطب تھے اور فنافی الرسول کے مقام پر فائز تھے۔ یہ لاہور جاؤ تاں لاہور کے ساتھ ایک شہر ہے قصور' اب تو قصور ضلع بن گیا ہے' پہلے یہ چھوٹا سا قصبہ تھا' ایک دیہات تھا' ابھی ہندوستان کی تقسیم نہیں ہوئی تھی' پاکستان نہیں بنا تھا' اس قصور کا ایک نابینا حافظ سرکار کا دیوانہ' سرکار کے پیار میں ہر وقت مست رہتا' جب رات ہوتی دنیا سو جاتی' حافظ صاحب اللہ تعالیٰ کی یاد میں نوافل ادا کرتے' پھر سرکار کی بارگاہ میں درود و سلام کے نذرانے پیش کرتے' پھر رو کر کہتے کہ سوہنیا کبھی کرم فرماؤ اس غریب مسکین کو بھی مدینہ شریف بلاؤ' میں بھی آپ کے شہر کی گلیوں کو بوسے دے جاؤں۔

یارب عزوجل یتیموں ہور ندمنگاں تے مینوں یار دے دیس پہنچا دے
جتھے جھاڑو دین فرشتے او سوہنا شہر وکھا دے
جہناں گلیاں وچ پھریا سوہنا اونہاں گلیاں دی خاک بنا دے
اعظم تے جے کرم کماوے ایہنوں یار دی دید کرا دے

حافظ صاحب ہر روز دعا مانگتے ہیں' ایک دن اتنے درد سے دعا مانگی' اللہ تعالیٰ کو بھی

پیار آ گیا' خالق کائنات نے دعا قبول فرمائی' حافظ صاحب حج کرنے کے لیے مکہ شریف پہنچ گئے' کعبہ شریف کا طواف کیا' صفا مروہ پر دوڑ لگائی' پھر عرفات' مزدلفہ' منٰی میں حاضری دی' پھر حج کر کے مدینہ شریف پہنچ گئے' سبحان اللہ! حضرات سرکار کے دیوانوں کا حج اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا' جب تک وہ حسنین کریمین کے مقدس نانے کے دربار پر نہ جائیں مگر بعض ایسے بھی بدنصیب اور بے دین ہیں جو مکہ شریف حج کر کے مدینہ شریف جاتے ہی نہیں' بلکہ منہ پھاڑ کر کہتے ہیں: مدینہ میں کیا پڑا ہے جو مکہ میں ہوتا ہے جو کر لیا بس بات ختم ہو گئی۔ حضرات ان بدبختوں کو کیا پتہ سرکار کے عاشق کہتے ہیں: بے شک جو مکہ شریف ہونا ہے مگر حج کی مقبولیت کی مہر مدینہ شریف لگتی ہے' اسی لیے تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**من حج الی مکۃ ثم قصدنی فی مسجدی**" جس میرے اُمتی نے حج کیا پھر میری زیارت کے لیے میری مسجد میں آیا' میرے آقا نے فرمایا: "**کتبت لہ حجتان مبرورتان**" اللہ تعالیٰ اس بندے کو دو مقبول حجوں کا ثواب عطاء فرمائے گا۔ (جذب القلوب ص ۲۰۴' فضائل حج مولوی زکریا دیوبندی ص ۱۱۳)

حضرات! توجہ کرنا بندہ لاکھوں روپے بھر کے مکہ شریف جائے' حج کرے' پتہ نہیں مقبول بھی ہوا ہے کہ نہیں' مگر سرکار نے فرمایا: میرے غلاموں حج کر کے میرے دربار میں آ جاؤ' ایک نہیں دو مقبول حج کا تحفہ دے کے تمہیں وطن بھیجا جائے گا۔ سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی پاکستان بننے سے پہلے ہر سال مریدوں کو ساتھ لے کر حج کرنے کے لیے مکہ شریف' مدینہ شریف تشریف لاتے تھے' ایک مرتبہ کسی جاننے والے نے آپ کو دیکھا تو وہ اپنے ساتھی سے کہنے لگا: یار! یہ ہندی مولوی صاحب دیکھ رہے ہو' انہیں کعبہ شریف کے ساتھ بڑا عشق ہے' یہ ہر سال بڑی محبت سے مریدوں کے ساتھ حج کرنے کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ سید نے سنا تو مسکرا پڑے' مسکرا کر فرمایا: بھائی! آپ کی بڑی مہربانی' آپ نے اپنے ساتھی سے میرا تعارف کرایا ہے' لیکن معاف کرنا آپ نے ہر سال میرے یہاں آنے کا صحیح اندازہ نہیں لگایا' اس عربی نے کہا: حضور! میں آپ کی

بات سمجھا نہیں' کیا آپ کو کعبہ شریف سے پیار نہیں؟ کیا آپ کو مکہ پاک سے محبت نہیں؟ حضور سیّدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رضی اللہ عنہ مسکرا پڑے' فرمایا: مکہ اور کعبہ شریف سے پیار تو ہے مگر کعبہ کا بہانہ ہوتا ہے' مدینہ شریف کی زیارت کا نشانہ ہوتا ہے۔

کوئی پانی بھر آئیاں حج دا بہانہ ایں ویکھن مدنی دا گھر آئیاں
بے مثل خزینہ اے لوکاں دیاں لکھ ٹھاراں ساڈی ٹھار مدینہ اے

عاشقوں کے سلطان امام احمد رضا بھی یہی فرما گئے کہ

اُن کی طفیل حج بھی خدا عزوجل نے کرا دیئے
اصل مراد حاضری اُس درِ پاک کی ہے

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ وہ نابینا عاشق مدینہ شریف پہنچا' کیوں پہنچا' اس لیے کہ

نہ امیراں دی گل اے نہ غریباں دی گل اے
مدینے نوں جانا نصیباں دی گل اے

حافظ صاحب نے وضو کیا' نیا لباس بدلا' دو رکعت نماز شکرانے کے ادا کیے کہ پاک سرکار کی حاضری نصیب ہوئی' پھر حسین پاک کے مقدس نانے کے روضہ انوار پر حاضری ہوئی' رو رو کے درود و سلام پڑھنے لگا اور ہاتھ باندھ کے عرض کرنے لگا: آقا بڑی کرم نوازی کہ آپ نے اس فقیر نکمے کو اپنے دربار میں بلا لیا ہے' پھر ایک مہینہ سرکار کے شہر میں پھرتا رہا' نبی کے نعرے مارتا رہا' اُس زمانے میں دنوں کی پابندی نہیں تھی' ترکی حکومت تھی' اب تو بدقسمتی سے وہابی نجدی حکومت ہے' اللہ تعالیٰ نے چاہا تو کبھی ان گستاخوں سے جان چھوٹ جائے گی' پھر سرکار کے عاشقوں کی حکومت آ جائے گی' ایک مہینہ کے بعد جب حافظ صاحب مدینہ شریف سے جانے لگے تو ایک دن پہلے سرکار کے دربار پر حاضر ہوئے' سرکار کے روضہ کی دیواروں کو چوم کر عرض کی: آقا! اس غریب اُمتی کا آخری سلام قبول فرمایئے! آقا پتہ نہیں پھر حاضری نصیب ہوتی ہے کہ نہیں' ہاں! اگر آپ کا کرم ہو گیا تو پھر بھی حاضری ہو سکتی ہے' اگر دوبارہ حاضری نہ ہو تو غلام کو

اپنی نگاہ میں رکھنا' قیامت والے دن غلام کی بھی شفاعت فرما دینا' پھر روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔

ہجر تیرا جے پانی منگے تو میں کھوہ نیناں دے گیڑاں
جی کردا اے سامنے بہہ کے میں درد پرانے چھیڑاں

روتے روتے آنکھ لگ گئی' جب آنکھ لگی تو مقدر کا ستارہ چمک اُٹھا' خواب میں آمنہ کے چن' دکھیوں کا سجن' حسین پاک کے پاک نانے کا دیدار نصیب ہو گیا' چہرہ والضحیٰ سامنے آ گیا' واللیل زلفیں چمکنے لگیں' کون سا چہرہ' یہ چہرہ کسی پیر کا نہیں' کسی شیخ الحدیث کا نہیں' کسی ولی غوث کا نہیں' یہ وہ چہرہ ہے جس کی قسمیں اللہ تعالیٰ قرآن میں آپ کھاتا ہے: ''وَالضُّحٰی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی'' (پ۳۰) اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! مجھے آپ کے نوری چہرے کی قسم ہے اور کالی کالی مقدس زلفوں کی قسم! جو آپ کے چہرے پر چھا جاتی ہیں' حضرات توجہ کرو! آمنہ کا چن کتنا خوبصورت ہوگا' جس کی قسمیں کائنات کا خالق مالک آپ اُٹھا رہا ہے' جب اللہ تعالیٰ قسمیں اُٹھا رہا ہے تو ہم اپنا تن من اس کے قدموں پر کیوں نہ قربان کریں۔

تن وار دیواں میں من وار دیواں
آمنہ دے چن توں میں چمن وار دیواں

حضرات سوہنے سارے نبی ہیں' سارے رسول ہیں' مگر قرآن کا مطالعہ کرو' اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کے حسن کی قسم نہیں اُٹھائی' یہ نہیں فرمایا: مجھے آدم علیہ السلام' نوح علیہ السلام' ابراہیم علیہ السلام' موسیٰ علیہ السلام' یوسف علیہ السلام' عیسیٰ علیہ السلام کے حسن کی قسم' ناں لیکن جب یار کی باری آئی تو خالق کائنات نے فرمایا: ''لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ'' محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے مکہ کی گلیوں کی قسم ہے' یا اللہ عزوجل! کیوں اس لیے کہ یہاں تیرا کعبہ ہے؟ فرمایا: نہیں! اس لیے کہ یہاں صفا مروہ کی پہاڑیاں ہیں' فرمایا: بالکل نہیں! یا اللہ عزوجل! اس لیے کہ یہاں زم زم شریف ہے' فرمایا: بالکل نہیں!

اس لیے کہ یہاں عرفات و مزدلفہ' منیٰ اور حج کے مقامات ہیں' فرمایا: سوہنیا بالکل نہیں! محبوب اگر میں نے ان کی وجہ سے قسمیں اُٹھانی ہوتی تو تیری آمد سے پہلے اُٹھاتا تو ان زبور' انجیل کی آیات بنا دیتا' عرض کی: مولا کریم! پھر یہ مکہ کی گلیاں کیوں پیاری لگی ہیں؟ خالق کائنات نے فرمایا: ''وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ '' محبوب مجھے یہ کعبہ کی گلیاں اس لیے پیاری لگی ہیں کہ مکہ کی گلیوں میں تیری مقدس تلیاں لگ گئی ہیں۔

رب عزوجل آکھیا سوہنیا محبوبا تیرے سو سو ناز اٹھاناں ہاں
لوی میریاں قسماں کھاندے نے تے میں تیریاں قسماں کھانداہاں

حافظ صاحب نے جب خواب میں سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار کیا تو ؟؟؟ ہاتھوں کو بوسہ دیا' بڑا خوش ہوا کہ سرکار نے فقیر پر کتنا کرم فرمایا ہے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: حافظ صاحب! اب تو خوش ہو ناں! سبحان اللہ! حافظ صاحب نے ہاتھ باندھ لیے' نظریں جھکا کر آہستہ آہستہ کہنے لگا' غلام کی کیا مجال ہے کہ اپنے سردار سے ناراض ہو' اپنے آقا سے خفا ہو' حضور یہ تو میری خوش نصیبی ہے کہ لوگ مدینہ کی دیواریں دیکھ رہے ہیں' بہاریں دیکھ رہے ہوں' لوگ مدینہ دیکھ رہے ہیں' میں مدینے والے کو دیکھ رہا ہوں' آمنہ کے چمن عبداللہ کے لاڈلے کو دیکھ رہا ہوں' سرکار مسکرا پڑے' فرمایا: حافظ! ملاقات تو ہو بھی گئی ہے' اگر کوئی چیز کی تمنا ہو' کوئی چیز چاہیے تو مانگو' ہم اللہ تعالیٰ کی عطاء سے تجھے عطاء کریں گے' سبحان اللہ: صدقے جاؤں اس حافظ صاحب کے مقدر پر جن کو والی کائنات خود فرما رہے ہیں کہ مانگ کیا چاہتا ہے۔

مانگ لو مانگ لو چشم تر مانگ لو درد دل اور حسن نظر مانگ لو
کملی والے کی نگری میں گھر مانگ لو' مانگنے کا مزا آج کی رات ہے

حافظ صاحب قدموں میں گر پڑے' عرض کی: آقا! جو مانگوں ملے گا؟ سرکار نے فرمایا: حافظ جی! پریشانی والی کوئی بات نہیں' مانگو کھل کے مانگو' جو مانگو گے ملے گا۔ ہوتا پاکستان کا نجدی وہابی تو کہتا: نہیں جی! آپ کیا دے سکتے ہیں' اللہ عزوجل ہی دیوے۔

کوئی نبی ولی کچھ نہیں دے سکتا' مگر حضرات وہ مانگنے والا نجدی نہیں تھا بلکہ بابا بلھے شاہ قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی نگری کا سچا سچا عاشق مدینہ تھا' اُسے پتہ تھا کہ دیتا خدا عزوجل ہے پر تقسیم حسین کا نانا کرتا ہے' وہ قرآن کا قاری تھا' اس نے قرآن پڑھا تھا' اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے پارہ ۱۰ میں فرماتا ہے: ''اَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ'' لوگو! انکار نہ کرو اللہ تعالیٰ بھی غنی کرتا ہے' اس کی عطاء سے اللہ تعالیٰ کا رسول بھی غنی کرتا ہے۔ اس نے بخاری شریف کی حدیث بھی سنی ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے ماہی نے خود فرمایا کہ ''واللّٰہ یعطی وانا قاسم'' لوگو! اللہ تعالیٰ دیتا ہے میں کائنات میں تقسیم کرتا ہوں۔ جب سرکار نے فرمایا کہ حافظ صاحب مانگو تو حافظ صاحب نے عرض کی: آقا! پھر کرم فرمایئے' میں نابینا ہوں' اللہ تعالیٰ مجھے بینا کر دے' میں اندھا ہوں' اللہ تعالیٰ مجھے نور کی روشنی عطاء فرمادے۔ حضرات توجہ کیجئے! حافظ صاحب نے کیا مانگا؟ بولو آنکھیں مانگی' آنکھیں کیوں مانگی' اس لیے کہ اُسے پتہ تھا یہ وہ نبی جس نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی نکلی ہوئی آنکھ میں دوبارہ نور جاری فرمایا' یہ وہ رسول ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دُکھتی ہوئی آنکھ میں لعاب لگایا تو درد چلا گیا' یہ وہ محبوب ہے جس نے حضرت فدیک رضی اللہ عنہ نابینا کو دوبارہ نور عطاء فرما کر آنکھیں عطاء فرمادیں۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ص ۶۹۵' خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۵' اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۴۳' سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۴۴)

اگر میرا نبی صحابہ کو آنکھیں عطاء کر سکتا ہے تو اس غلام کو بھی آنکھیں عطاء کر سکتا ہے۔ حضرات دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مانگنے کا طریقہ بھی عطاء فرمائے۔ جن بدنصیبوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی سے مانگنا بھی شرک ہے' انہیں درِ رسول سے کیا ملے گا۔ حافظ صاحب نے عرض کی: آقا! پھر کرم فرمایئے' آنکھوں کا سوال ہے' آنکھیں عطاء کر دیجئے۔ میرے آقا نے سن کر فرمایا: بس یہی طلب ہے' یہاں کیسا لجپال نبی اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطاء فرمایا' غلام کہتا ہے: آقا آنکھیں چاہیے' سرکار کیا فرماتے ہیں' بس یہی امام اہل سنت سرکار کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں دُربے بہا دیئے ہیں
جب آ گئی ہیں جوشِ رحمت پہ اُن کی آنکھیں
جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں

سرکار نے فرمایا: حافظ صاحب بس یہی چاہیے‘ عرض کی: آقا فی الحال تو یہی لجپالی فرمادیجئے۔ میرے آقا نے فرمایا: اچھا حافظ جی! یہ بتاؤ تم آئے کہاں سے ہو؟ عرض کی: آقا ہندوستان کا ایک مشہور شہر ہے لاہور‘ اس کے ساتھ ایک دیہات ہے‘ ایک گاؤں ہے قصور‘ میں وہاں سے حاضر ہوا ہوں‘ سرکار نے فرمایا: اچھا تو قصور سے آئے ہو۔ عرض کی: جی میرے آقا! فرمایا: اچھا لاہور شہر کے ساتھ ایک اور گاؤں ہے جس کا نام ہے شرقپور‘ وہاں پر ہمارا ایک شیر رہتا ہے جس کا نام ہے میاں شیر محمد‘ جب واپس جاؤ تو شرقپور جانا‘ شیر محمد کو میرا اسلام بھی دینا اور میرا پیغام بھی دینا کہ تاجدارِ مدینہ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے‘ مجھے آنکھیں دو‘ انشاء اللہ تمہارا کام وہیں بن جائے گا۔ حافظ صاحب نے عرض کی: آقا! آپ کے حکم پر عمل ہوگا‘ لیکن سرکار اگر ناراض نہ ہوں تو یہ کرم نوازی آپ ہی فرمادیں۔ سرکار نے فرمایا: حافظ صاحب! یہ کام اللہ تعالیٰ کی عطاء سے ہم بھی کر سکتے ہیں لیکن وہاں اس لیے بھیج رہا ہوں تاکہ دنیا والوں کو پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ کی عطاء سے ولی بھی آنکھیں عطاء کر سکتے ہیں۔ حضرات! اگر ڈاکٹر آپریشن کر کے نور بحال کر سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے ولی بھی دعا کر کے آنکھوں کا نور بحال کر سکتے ہیں۔ قرآن کا پارہ ۳ کا مطالعہ کرو‘ اللہ تعالیٰ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: لوگو! میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں‘ انہوں نے کہا: آپ کے نبی ہونے کی دلیل کیا ہے؟ فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے چھ کمالات لے کر آیا ہوں‘ میرا ایک کمال یہ بھی ہے: ”وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ“ میرے پاس مادرزاد نابینا لے کر آؤ میں ہاتھ پھیروں گا‘ اللہ تعالیٰ کی عطاء سے اس کا نور واپس آ جائے گا۔ سرکار نے فرمایا: ”العلماء کانبیاء بنی اسرائیل“ (امداد المشتاق ص ۹۲) سرکار نے

فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ میری اُمت کے علماء کو وہ شان عطاء فرمائے گا' وہ کمالات عطاء فرمائے گا جو بنی اسرائیل کے نبیوں کو عطاء فرمائے ہیں۔ تو سرکار نے فرمایا: حافظ صاحب! شرقپور چلے جاؤ' وہاں تمہارا کام ہو جائے گا۔ سرکار یہ بات کر کے غائب ہو گئے' وہ حافظ صاحب مدینہ شریف سے چلے' لاہور پہنچے' اب بجائے گھر جانے کے شرقپور شریف کی طرف چل پڑے' سردیوں کا موسم' شام کے وقت شرقپور شریف پہنچے' رات ہو چکی تھی کوئی جاننے والا بھی نہیں' ادھر شرقپور شریف کے اڈے والی مسجد میں عشاء کی اذان شروع ہوگئی۔ حافظ صاحب نے سوچا کہ اب پتہ نہیں میاں صاحب کہاں ہوں گے' رات اسی مسجد میں گزارتے ہیں' صبح زیارت کریں گے' عشاء کی نماز پڑھی' پھر مسجد میں ہی دریاں لپیٹ کر سو گئے۔ جب تہجد کی نماز کا ٹائم ہوا تو اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ غوث زماں حضرت میاں شیر محمد اسی مسجد میں تہجد کی نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے گئے' آپ شرقپور شریف جائیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ شرقپور شریف کی اکثر مساجد میاں شیر محمد صاحب نے اپنے خرچ سے تعمیر فرمائی ہیں' آپ کا طریقہ تھا کہ آپ ہر روز باری باری تہجد کی نماز ایک ایک مسجد میں ادا فرماتے تھے' پھر صبح کی خود اذان دیتے' پھر خود جماعت کراتے' سبحان اللہ! پیرا ہو تو ایسا اور آج کل کے بھی پیر ہیں' بھنگی چرسی ہاتھ میں کڑے مونچھیں لمبی' داڑھی نام و نشان نہیں' نہ نماز نہ روزہ' نہ شریعت کا پتہ نہ طریقت کا پتہ' بس پیر بنے ہوئے ہیں' پھر بے وقوف عوام ان کے ہاتھ چومتے ہیں' نذرانے پیش کرتے ہیں' جھک کے ملتے ہیں' پھر بد مذہب ایسے پیروں کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ دیکھو جی! یہ ہیں سنیوں کے پیر۔ حضرات ہمارا ایسے پیروں سے کوئی تعلق نہیں' یہ پیر نہیں یہ صرف سر کی پیڑ ہیں' اللہ تعالیٰ ایسے بدمعاش پیروں سے بچائے۔ آمین! پیر دیکھنے ہیں تو پیر سیال دیکھ' پیر پٹھان دیکھ' پیر مہر علی دیکھ' پیر باہو دیکھ' یا میرے پیر شیر ربانی میاں شیر محمد دیکھ۔ تو میاں شیر محمد شرقپوری کا طریقہ تھا کہ آپ ہر روز ایک مسجد میں تشریف لے جاتے' تہجد کی نماز پڑھتے پھر صبح کی اذان خود دیتے' پھر جماعت بھی خود کراتے' پھر بیٹھ جاتے' اللہ اللہ عزوجل

کرتے رہتے' پھر اشراق کے نوافل پڑھتے' پھر گھر تشریف لے جاتے۔ آج اسی اڈے والی مسجد میں تشریف لائے جہاں وہ حافظ صاحب لیٹے تھے۔ شیر ربانی نے تہجد کی نماز ادا فرمائی' پھر بیٹھ کر سرکار کی بارگاہ میں درود وسلام کے نذرانے پیش کرنے شروع کر دیئے' پھر رو رو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرنا شروع کر دیا: مولا! میرے گناہ معاف فرما دے! میری خطائیں بخش دے! مولا! میرے اعمال نہ دیکھ' آمنہ کا لال دیکھ۔ میں میاں محمد کھڑی شریف والے فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل والوں کی عجیب شان ہوتی ہے' ساری رات اللہ اللہ عزوجل کرتے ہیں' جب صبح ہوتی ہے تو خالق کائنات کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں: مولا کریم! ہم جیسا دنیا میں گناہ گار' خطا کار کوئی نہیں' یار کا صدقہ ہمارے گناہ معاف فرما دے۔

راتیں کر کر زاری روندے تے نیندا کھاں تھیں دھوندے
فجریں او گناہ گار سداون تے سب تھیں نیویں ہوندے

رو کر کہتے: کیا ہیں؟ میاں صاحب فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے ولی کہتے ہیں کہ

فضل ترے تے آس کریما تے ہور غرر نہ کوئی
صدقہ اپنے پاک نبی دا تے بخش خطا جو ہوئی
جے آس لکھ گناہیں ڈبے تے توں ستار قدیمی
تو مالک اسی بندے تیرے تے تیری صفت رحیمی

شیر ربانی نے جب رو رو کر دعا مانگ لی تو آپ نے فرمایا: او دریوں میں آرام کرنے والے بھائی! ذرا اُٹھ! باہر جا کر دیکھ' پو پھٹی ہے کہ نہیں! صبح کی نماز کا ٹائم ہوا ہے کہ نہیں' اُس زمانے میں گھڑیاں نہیں ہوتی تھیں' لوگ ستارے دیکھ کر نماز کا وقت پہچان لیتے تھے' شیر ربانی نے آواز ماری: اُو دریوں میں لیٹنے والے! ذرا باہر دیکھ! نمازِ فجر کا وقت ہوا ہے کہ نہیں؟ جب حافظ صاحب نے میاں صاحب کی آواز سنی تو حافظ صاحب کو پتہ نہیں تھا کہ یہ وہی میاں شیر محمد ہیں جن کی زیارت کے لیے میں حاضر ہوا

ہوں، جن کو تاجدارِ مدینہ نے سلام اور پیغام کا تحفہ دیا ہے۔ حافظ صاحب سمجھے کہ مسجد کا امام صاحب ہوگا' اس نے دری میں لیٹے لیٹے جواب دیا: مولوی صاحب! میں نابینا ہوں' مجھے کچھ نظر نہیں آتا' کسی آنکھ والے کو کہو کہ وہ باہر جا کر دیکھے۔ میاں صاحب خاموش ہو گئے' تھوڑی دیر کے بعد پھر فرمایا: اودریوں میں آرام کرنے والے بھائی! اُٹھو باہر جا کر دیکھو پوہ پھٹی ہے کہ نہیں' اذان کا وقت ہوا ہے کہ نہیں۔ اب حافظ صاحب غصے میں آ گئے' غصے میں کہا: مولوی صاحب! میں نے پہلے نہیں کہا میں نابینا ہوں مجھے کچھ نظر نہیں آتا' لیکن تم کہتے ہو کہ اُٹھو! کیوں بار بار مجھے تنگ کر رہے ہو۔ میاں صاحب خاموش ہو گئے' تھوڑی دیر کے بعد اب پھر میاں صاحب نے فرمایا کہ اودریوں میں آرام کرنے والے! اُٹھ! دیکھ اذان کا ٹائم ہوا ہے کہ نہیں! اب بلانے میں ولایت کا جلال تھا' حافظ صاحب نے سنا تو وہ آواز اب کانوں میں نہیں ٹکرائی بلکہ دل سے ٹکرائی' اب دل کی دنیا بدل گئی' حافظ صاحب سوچنے لگے کہ یہ بار بار کون ہے جو کہتا ہے کہ باہر جاؤ اور دیکھو کہ پوہ پھٹی ہے کہ نہیں' چلو اس کی بات مان لیتے ہیں۔ حافظ صاحب دری سے نکلے' دیوار کا سہارا لے کر باہر آئے' جب اُٹھے تو نابینا تھے جب چلے تو نابینا تھے' جب دروازے پر آئے تو نابینا تھے' جب دروازہ کھول کر چہرہ آسمان کی طرف اٹھایا تو آنکھوں میں نور کا چراغ جل گیا۔ سبحان اللہ!

بندے رب عزوجل دے دعا کر کے تقدیر بدل دیندے
ایہہ لوح و محفوظ والی تحریر بدل دیندے
بگڑی تیری بن جاسی پھڑ شیر دا در یوسف
قسمت تے غلاماں دی میرے پیر بدل دیندے

حافظ صاحب نے جب چہرہ آسمانوں کی طرف اُٹھایا تو آنکھیں منور ہو گئیں' بڑے خوش ہوئے' خوشی میں رونے لگے' روتے روتے مسجد کے اندر آئے اور شیر ربانی کے قدموں میں گر پڑے' عرض کی: اے لجپال انسان! آپ کون ہیں؟ آپ کا نام کیا ہے؟

میاں شیر محمد شرقپوری نے فرمایا: حافظ صاحب! میں وہی شیر محمد ہوں جس کی طرف اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام اور پیغام بھیجا ہے۔ حافظ صاحب کی آہیں نکل گئیں اور رو کر نعرے مارنا شروع ہو گیا اور کہتا بھی جاتا ہے کہ

شرقپور شریف دیاں وچ گلیاں فیض اولیاء دا ٹھاٹھاں مار رہیا
شاناں والا محمد ﷺ دا شیر سوہنا بیڑے آج وی زمانے دے تار رہیا

یہی واقعہ محمد یٰسین قصوری صاحب نے چشمہ فیض شیر ربانی ص ۱۴۵ میں اور مولانا غلام یار نقشبندی نے کرامات شیر ربانی ص ۹۴۔۹۵ میں تھوڑے سے فرق سے لکھا ہے۔

تو حضرات عرض یہ کر رہا تھا کہ غوث زماں میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے زمانے کے ولی اور غوث تھے' آپ جب وجد میں آتے تو چہرہ مدینہ پاک کی طرف کرتے اور رو کر عرض کرتے کہ

خدا عزوجل کون تھا اور کیا جانتے تھے
یہ تیری زباں سے سنا یا محمد ﷺ

حضرات پتہ چلا ہمیں جو کچھ ملا ہے سرکار کے صدقہ سے ملا ہے۔ قرآن ملا تو سرکار کے صدقہ سے' ایمان ملا تو سرکار کے صدقہ سے' رمضان ملا تو سرکار کے صدقہ سے' نہیں نہیں بلکہ رب رحمان ملا تو سرکار کے صدقہ سے' حضرات سرکار کے در سے کیا ملتا ہے' یہ پوچھنا ہے تو سرکار کے صحابہ سے پوچھو' صدیق اکبر سے پوچھو' فاروق اعظم سے پوچھو' عثمان غنی سے پوچھو' مولا علی سے پوچھو' حضرت بلال سے پوچھو' سلمان فارسی سے پوچھو' صہیب رومی سے پوچھو' ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ سے پوچھو' نقد پوچھنا ہے تو ہم سنی حنفی بریلویوں سے پوچھو' حضرات میرے نبی کا دربار وہ دربار ہے جہاں ابوبکر آیا تو صدیق بن گیا' عمر آیا تو فاروق اعظم بن گیا' عثمان آیا تو حیاء کا پیکر بن گیا' علی آیا تو شیر خدا بن گیا' حبشی آیا تو عربیوں کا سردار بن گیا' حسن و حسین جنتی جوانوں کے سردار بن گئے' سیدہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار بن گئیں' کملی والے کی اُمت سارے نبیوں کی اُمتوں کی

سردار بن گئی، حضرات پتہ چلا سارے نبی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہیں اور ہمارے آقا بھی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہیں، مگر فرق یہ ہے کہ سارے نبی اللہ تعالیٰ کے محب ہیں، مگر آمنہ کا چن دکھیوں کا چن، حسین کا نانا اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔

ایک سوال

حضرات! یہاں آپ کے ذہن میں ایک سوال آسکتا ہے، اگر آپ کے ذہن میں نہ آئے تو کوئی دوسرا سوال کرسکتا ہے کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے یار کو موت کا جام کیوں پلایا، سرکار فوت کیوں ہوئے؟ کیونکہ کوئی محبّ یہ نہیں چاہتا کہ اس کا محبوب مرجائے، اس کے محبوب کو موت آجائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یار کو کیوں موت کا پیالہ پلایا؟ حضرات علماء نے اس کی چند حکمتیں لکھی ہیں، ان میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا میں رحمت کا تاج پہنا کر مبعوث فرمایا تو بے اختیار نبی بنا کے نہیں بھیجا بلکہ اپنے یار کو بے شمار کمالات اور اختیارات اور خزانے عطا کر کے بھیجا، خالق کائنات قرآن مجید کے پارہ: ۳۰ سورۂ کوثر میں ارشاد فرماتا ہے: ''اِنَّـا اَعْـطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ'' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! ہم نے آپ کو بے شمار کمالات، اختیارات، خزانے عطاء فرما دیئے ہیں۔ محبوب ساری کائنات کا خالق میں ہوں، پھر مالک میں نے تمہیں بنا دیا ہے، تمہیں اتنا عطاء فرما دیا ہے کہ قلمیں ٹوٹ سکتی ہیں، دنیا کی سیاہی ختم ہوسکتی ہے، لکھنے والے مٹ سکتے ہیں، مگر تیرے خزانے تیرے کمالات، تیرے اختیارات، تیری شان کا ایک باب بھی نہیں ختم ہوسکتا۔ سیدہ طیبہ، طاہرہ، عابدہ، زاہدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے تو میں نے غیب کی طرف سے آواز سنی، کوئی کہہ رہا تھا کہ ''یقول قبض محمد علیٰ مفاتیح النصرة'' جانِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نصرت کی چابیوں پر قبضہ کرلیا۔ ''ومفاتیح الریح'' اور نفع کی چابیوں پر قبضہ کرلیا ہے ''ومفاتیح النبوة'' اور نبوۃ کی چابیوں پر قبضہ کرلیا ہے۔ ''بخ بخ'' واہ واہ کملی

والیا! واہ واہ کالی زلفوں والیا! تیری کیا شان ہے "قبض محمد علی الدنیا کلھا" "محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری کائنات کے خزانے کی چابیوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ ناں ناں "لم یبق خلق من اھلھا الا دخل فی قبضتہ" اے محبوب! اللہ تعالیٰ کی کوئی مخلوق ایسی نہیں رہی جو اللہ تعالیٰ نے سوہنا تیرے قبضہ میں، تیرے تصرف میں نہ دی ہو۔ (خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۱۲۴-۱۲۵)

پتہ چلا کہ میرا نبی جب کائنات میں آیا تو پاورفل کنٹرول لے کر آیا ہے، مختارِ کائنات بن کے آیا ہے، عاشقوں کے امام مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

میں تو مالک بھی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

اور دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ

لا ورب العرش جس کو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

حضرات قرآن و حدیث سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے نبی کو بے شمار کمالات اختیارات عطاء کر کے دنیا میں بھیجا، مگر افسوس وہابی غیر مقلد جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں، ان کا اور دیوبندیوں کا متفقہ مجدد مولوی اسماعیل دہلوی اپنی رُسوائے زمانہ کتاب تقویۃ الایمان کتاب میں لکھتا ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے، وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں، اور جو بندہ یہ عقیدہ رکھے کہ محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مختار ہیں تو اس سے شرک ثابت ہوتا ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۳-۴۴)

اب بتائیے! اس عقل کے اندھے کو نہ قرآن نظر آیا نہ سرکار کا فرمان نظر آیا، کیا غلط اور قوم کو گمراہ کرنے والی باتیں لکھ گیا۔ خیر اس کی سزا انشاء اللہ اس کو قبر حشر میں ضرور ملے گی، ہمیں تو قرآن شریف یہ بتاتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کائنات کے سلطان بن

کے آئے ہیں' خالق کائنات قرآن مجید کے پارہ:۵' رکوع:۴ میں ارشاد فرماتا ہے: ''فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ'' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! مجھے تیرے ربِ عزوجل کی عزت وجلالت کی قسم! کوئی بندہ اس وقت تک مسلمان ہوسکتا ہی نہیں جب تک وہ اپنے تمام معاملات میں تجھے اپنا حاکم نہ مان لے۔ حاکم کس کو کہتے ہیں؟ جن کے پلے کچھ نہ ہو؟ بتائیے! نہ نہ بلکہ حاکم اس کو کہتے ہیں جو پورے ملک میں بادشاہ مسلم ہو' جس کا کنٹرول پورے ملک میں ہو' ؟؟؟ میں اور آپ ووٹ دے کر حاکم بنائیں' اس کی حاکمیت کا یہ عالم ہے' سوچو! وہ کتنا بڑا حاکم ہوگا جس کو عرشوں کا بادشاہ حاکم بنا رہا ہے۔

کوئی ہویا دو چار ملکاں دا حاکم
میرے کملی والے دی ہو جگ تے شاہی

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلیل القدر صحابی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی عظمت اور شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''فاما وزیرای من اهل السمآء'' لوگو! آسمانوں پر میرے دو وزیر رہتے ہیں' عرض کی: آقا! ان کا نام کیا ہے؟ میرے آقا نے فرمایا: ''فجبرائیل ومیکائیل'' ایک کا نام جبرائیل علیہ السلام ہے' دوسرے کا نام میکائیل علیہ السلام ہے۔ ''واما وزیرای من اهل الارض'' اور دو وزیر زمین پر رہتے ہیں' عرض کی گئی: آقا ان کا نام کیا ہے؟ سرکار نے فرمایا: ''فابوبکر وعمر'' ایک کا نام ابوبکر ہے' دوسرے کا نام عمر ہے۔ (ترمذی شریف' مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۲)

حضرات توجہ فرمائیں! آمنہ کا چن فرما رہا ہے: میرے دو وزیر آسمانوں پر ہیں' دو زمین پر ہیں' وزیر اُس کے ہوتے ہیں جو سلطان ہو جو بادشاہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یار کی بادشاہی کے دو صوبے بنائے ہیں۔ زمین ایک صوبہ ہے' آسمان دوسرا صوبہ ہے' میرے آقا کی بادشاہی آسمانوں پر بھی چلتی ہے' زمینوں پر بھی چلتی ہے۔ اعلیٰ حضرت کے

چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا فاضل بریلوی نے کتنی پیاری بات فرمائی کہ

اللہ اللہ عزوجل شاہِ کونین جلالت تیری
فرش کیا عرش پہ بھی جاری ہے حکومت تیری
تو بھی ہے ملک خدا ملک خدا عزوجل کا مالک
راج تیرا ہے زمانے میں حکومت تیری
دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ عزوجل
یاد آتا ہے خدا عزوجل دیکھ کے صورت تیری
ہم نے مانا کہ گناہوں کی نہیں حد لیکن
تو ہے اُن کا تو حسن تیری ہے جنت تیری

حضرات پتہ چلا ہمارا نبی پوری کائنات کا بادشاہ ہے' جہاں تک خدا عزوجل کی خدائی ہے وہاں تک آمنہ کے چمن کی بادشاہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرکار درختوں کو حکم کرتے تو درخت چل کر میرے آقا کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کی رسالت کی گواہی دیتے' جانور آ کر کلمے پڑھتے' پتھر سرکار پر درود پڑھتے' روڑے میرے نبی کو سلام کرتے' زمین کا ذرہ ذرہ جھک کر آداب کرتا' اگر آسمانوں کی طرف اشارہ کرتے تو بادلوں سے بارش شروع ہو جاتی' ڈوبا سورج واپس آ جاتا' چاند دو ٹکڑے ہو کر آپ کے قدموں میں آ جاتا' سنیوں کا تاجدار بولا کہ

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا اُلٹے قدم
تیری انگلی اُٹھ گئی ماہ کا کلیجہ چر گیا
چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدہ کریں
اندھے نجدی دیکھ لے۔ قدرت رسول اللہ کی

حضرات پتہ چلا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے شمار کمالات' بے شمار اختیارات عطاء کر کے دنیا میں بھیجا' اگر سرکار کا وصال نہ ہوتا تو ہو سکتا تھا ضعیف

ایمان والے کمزور ایمان والے آپ کے کمالات دیکھ کر آپ کو خدا کہنا شروع کر دیتے' لوگ شرک اور کفر میں مبتلا ہو جاتے' اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس غلط فہمی سے بچانے کے لیے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو موت کا جام پلایا تا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ آمنہ کا لال خدا نہیں بلکہ خدا عزوجل کا پیارا رسول ہے۔ اور اللہ تعالیٰ وہ ہے جو موت سے پاک ہے' وہ حیی قیوم ہے' ہمیشہ سے ہے' ہمیشہ رہے گا' اس کو موت نہیں فنا نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ جتنے بھی لوگ دنیا میں آئے ہیں یا آئیں گے' ان کو موت ضرور آئے گی' ان کو موت کا ذائقہ ضرور چکھنا پڑے گا۔

عام معافی

حضرات اب کتابوں کا مطالعہ کر کے دیکھو' قرآن پڑھو' حدیث پاک کا مطالعہ کرو' جب آمنہ کا لال دس ہجری میں اپنے دس ہزار صحابہ کو ساتھ لے کر مدینہ پاک سے مکہ شریف پہنچا تو مکہ کے وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پتھر مار مار کے گالیاں دے دے کے مکہ سے نکال دیا تھا' آج وہ سارے بے ایمان بتوں کے پجاری میرے آقا کی شان اور عظمت دیکھ کر حیران ہو گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مجاہد نے مکہ کے سارے چوہدریوں کو وڈیروں کو نبی کو تنگ کرنے والے بدمعاشوں کو سرکار کی عدالت میں پیش کیا' مکہ کے سارے زمیندار اکڑ مزاج غنڈے' بدمعاش قیدی بن کے سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہیں' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تنگ کرنے والوں کو فرمایا کہ مکہ کے وڈیرو دیکھو! آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں مکہ شریف کی حکومت عطاء کر دی ہے' اب بھی قیدی بن کے ہمارے سامنے موجود ہو' یاد کرو تم نے میرے ساتھ' میرے صحابہ کے ساتھ کتنی زیادتیاں کیں' کتنے ظلم کے پہاڑ توڑے' ہم مکہ چھوڑ کر چلے گئے' تم نے مدینہ میں بھی ہمیں تنگ کرنا نہ چھوڑا' مدینہ میں بھی آ کر تم ہم سے لڑتے رہے' اب بتاؤ! ہم تم سے کیا سلوک کریں؟ حضرات تاریخ اسلام بتاتی ہیں کہ مکہ کے سردار ہاتھ باندھ کر گردنیں جھکا کر کھڑے ہیں' پریشان چہرے اور شرمندگی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ہاتھ

باندھ کر عرض کرتے ہیں: سوہنیا! بے شک ہم نے آپ پر آپ کے غلاموں پر بڑے ظلم کیے ہیں' برائیاں زیادتیاں کی ہیں' ہم آپ کے مجرم ہیں' ہم آپ کے قصوروار ہیں' اگر آپ سزا دیں تو ہم اس کے مستحق ہیں' آپ عدل کریں گے' آپ انصاف کریں گے' اگر آپ معاف کر دیں تو یہ آپ کی مہربانی ہو گی' کرم نوازی ہو گی۔ میاں صاحب فرماتے ہیں:

عدل کریں تے تھر تھر کمبن تے اُچیاں شانے والے
رحم کریں تے بخشے جاون میں جئے منہ کالے

مکہ کے کافروں نے کہا: سرکار! ہمیں یقین ہے آپ ہم سے بدلہ نہیں لیں گے' بلکہ معاف فرما دیں گے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ یوں؟ عرض کی گئی: آقا! آپ کوئی سیاسی لیڈر نہیں جاگیردار نہیں' زمیندار نہیں' بلکہ اللہ تعالیٰ کے آخری اور سچے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں' آپ خود بھی کریم ہیں اور کریموں کی اولاد میں سے ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساری کائنات کے لیے رحمت بنا کے بھیجا ہے' آپ رؤف بھی ہیں' رحیم بھی ہیں' اس لیے ہمیں یقین ہے کہ آپ ہمیں معاف فرما دیں گے' سبحان اللہ! میرے آقا نے سنا تو کریم نبی رحیم نبی لجپال نبی مسکرانے لگ گیا' مسکرا کر فرمایا: مکہ والو! تم سچ کہہ رہے ہو' جاؤ! میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر تم سب کو معاف کر دیا۔

اُن کے دربارِ اقدس میں جب بھی کوئی غم زدہ آ گیا تشنہ کام آ گیا
غم غلط ہو گئے معصیت ڈھل گئی' مغفرت عافیت کا پیام آ گیا
کشتی نوح میں نارِ نمرود میں' بطن ماہی میں' یونس کی فریاد پر
آپ کا نام نامی اے صل علیٰ' ہر جگہ ہر مصیب میں کام آ گیا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے مکہ والو! جاؤ! میں نے تمہیں معاف کر دیا' وہ سرکار کا اخلاقِ عظیم دیکھ کر قدموں میں گر کر کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گئے' پڑھتے جا رہے تھے: لا الٰہ الا اللّٰہ حق لا الٰہ الا اللّٰہ۔

سرکار نے جب اپنے دشمنوں کو معاف کیا تو یہ منظر سارے مکہ والے دیکھ رہے تھے' اپنے بھی دیکھ رہے تھے' پرائے بھی دیکھ رہے تھے' فرش والے بھی دیکھ رہے تھے' عرش والے بھی دیکھ رہے تھے' عرش کے فرشتے بھی دیکھ رہے تھے' ناں ناں! میرے آقا کا پیارا رب العالمین بھی دیکھ رہا تھا' خالق کائنات نے فرمایا: فرشتو! گواہ ہو جاؤ! میرا یار آج میری خاطر پتھر مارنے والوں کو' گالیاں دینے والوں کو' دیوانہ کہنے والوں کو معاف کر رہا ہے' کل قیامت والے دن میں یار کی خاطر سارے گناہ گار بدکار مسلمانوں کو یار کی خاطر معاف کر کے جنت عطاء کر دوں گا۔ حضرات! جب میرے آقا نے سارے کافروں کو عام معافی دے دی تو ابوسفیان بھی مسلمان ہو گیا' ابوجہل کا بیٹا عکرمہ بھی کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گیا' ابولہب کی بیٹی شبیہ بھی کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گئی' مکہ شریف اور ارد گرد کے تمام لوگوں نے تمام دیہاتیوں نے' تمام زمینداروں نے کلمہ پڑھ کے اسلام قبول کر لیا' ہزاروں کی تعداد میں لوگ آ رہے ہیں اور آمنہ کے چن کا کلمہ پڑھ کر جنت کے حقدار بن رہے ہیں' اِدھر مکہ والے میرے نبی کا کلمہ پڑھ رہے ہیں' اُدھر اللہ تعالیٰ نے یار کے سینے پر سورۂ نصر کا نزول فرمایا' خالق کائنات نے فرمایا: ''اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ '' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! جب اللہ تعالیٰ کی مدد آ پہنچے اور آپ کو فتح نصیب ہو جائے تو '' وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا '' پھر آپ دیکھ لیں گے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دین میں فوجوں کی صورت میں داخل ہو رہے ہیں۔ ''فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا '' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! جب لوگ ہزارون کی تعداد میں اسلام میں داخل ہوں تو آپ اپنے ربِ عزوجل کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکیزگی بیان کیجئے اور سبحان آپ اپنی اُمت کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کیجئے' بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

(ضیاء القرآن ج ۵ ص ۶۹۷۔۷۰۰ مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۸۹۔۴۹۰)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سبحان! غلاموں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر کرو اور ان کے لیے

دعائیں کرو دعا تم کرتے جاؤ' کرم میں کرتا جاؤں گا' سرکارِ مدینہ نے عرض کی: اے خالق کائنات! وہ کلمہ پڑھنے والوں میں بڑے بڑے بدکار' سیاہ کار' زانی' شرابی' قاتل' ڈاکو' چور' لٹیرے' بت پرست' خطا کار ہیں' خالق کائنات نے فرمایا: سجناں! میں بھی جانتا ہوں' اس لیے تو کہہ رہا ہوں ان کے لیے تو دعا کرتا جا' میں ان کے گناہ معاف کرتا جاؤں گا۔

آؤندی عملاں دے ولوں سی صائم شرم
رکھ لیا کملی والے نے ساڈا بھرم
دن قیامت نوں سوہنے دی نظر کرم
ساڈے جیاں عیب کاراں دے کم آ گئی

موت کی خبر

حضرت عبداللہ بن عباس سرکار کے عظیم صحابی بھی ہیں اور چچازاد بھائی بھی ہیں' وہ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے یار کے سینہ پر یہ سورتِ کریمہ نازل فرمائی تو آمنہ کے چمن نے اپنی بیٹی سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بلا کر فرمایا: بیٹی! اللہ تعالیٰ نے تیرے بابے پر سورۂ نصر نازل فرمائی ہے۔ سیدہ نے عرض کی: ابو! یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے' میرے آقا نے فرمایا: یہی بات تو خوشی کی ہے' لیکن لگتا ہے میری وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔ "قال نعیت الی نفسی " مجھے اس سورت میں موت کی خبر دی گئی ہے۔ سیدہ نے جب بابے کی یہ بات سنی تو ہاتھ چوم کر عرض کی: ابو! یہ کیا فرما رہے ہو؟ سرکار نے فرمایا: بیٹی! ٹھیک کہہ رہا ہوں کیونکہ جس مقصد کے لیے دنیا میں آیا تھا' وہ مقصد پورا ہو گیا ہے۔ بتوں کے پجاری اللہ تعالیٰ کے بندے بن گئے ہیں' ڈاکو رہبر بن گئے ہیں' چور امین بن گئے ہیں' بے ادب باادب بن گئے' بے نمازی تہجد گار بن گئے ہیں' نافرمان تابعدار بن گئے ہیں' عرب کے بدو قوم کے سردار بن گئے ہیں' یہی میرا دنیا میں مقصد اور مطلب یہی تھا' اب میری تیری جدائی کا وقت قریب آ گیا ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: "فبکت " جب سیدہ نے بابے کی یہ بات سنی تو رونے

لگ گئی' میرے پاک نبی نے اپنی بیٹی کے سر پر پاک ہاتھ رکھ کر دلاسا دیا اور فرمایا: ''لا تبکی '' بیٹی رو نہیں! کیونکہ موت برحق ہے جو دنیا میں آیا ہے اس نے دنیا چھوڑ کر ایک دن چلے جانا ہے۔ سیدہ نے عرض کی: ابو! کیوں نہ روؤں! ماں خدیجہ پہلے چھوڑ کر گئی' اب آپ بھی مجھے چھوڑ کر جا رہے ہیں' فاطمہ یتیم ہو جائے گی' فاطمہ اکیلی رہ جائے گی' میں بے سہارا ہو جاؤں گی' میرے آقا نے فرمایا: نہیں! صبر کر پریشان نہ ہو' اچھا میں تمہیں ایک خوشی کی بات بتاتا ہوں' عرض کی: ابو! کون سی؟ سرکار نے فرمایا: ''فانك اوّل اهلی لاحق بی '' بیٹی میرے وصال کے بعد سب سے پہلے میری بیویوں سے پہلے میری بیویوں سے پہلے میری نواسوں سے پہلے سارے گھر والوں سے پہلے میری تیری ملاقات ہوگی' یعنی سب سے پہلے تیرا وصال ہوگا' سبحان اللہ! صدقے جاؤں میں سرکار کے علم غیب پر' میرا نبی اپنے بھی وصال کی بات بتا رہا ہے اور بیٹی کو بھی وفات کی خبر سنا رہا ہے کہ بیٹی میرے وصال کے بعد بہت جلدی تیرا بھی وصال ہو جائے گی' پھر قبر میں باپ بیٹی کی ملاقات ہوگی۔ امام اہل سنت فرماتے ہیں کہ

سر عرش پر ہے تیری گزر سر فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شی ء نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

حضرات! سرکار کے علم غیب کے منکرین جب یہ حدیث بیان کرتے ہیں تو یہ نہیں کہتے ہیں کہ اس حدیث سے سرکار کا علم غیب ثابت ہو رہا ہے' بات گول کر جاتے ہیں' مگر یہ شوق اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کو عطاء فرمایا ہے' یارسول اللہ! کے نعرہ مارنے والوں کو عطاء فرمایا ہے' یہ نبی کا علم غیب بھی بیان کرتے ہیں اور عوام اہل سنت میں سرکار کی غفلت کے موتی بھی بیان کرتے ہیں تو سرکار نے فرمایا: بیٹی! رو نہیں' صبر کر چند دنوں کے بعد تیرا بھی وصال ہو جائے گا۔ ''فَضَحِكَتْ'' جب سیدہ نے بابا جان کی یہ بات سنی تو مسکرانے لگی کہ شکر ہے کہ بابا جان سے زیادہ دیر جدائی نہیں ہوگی' جلدی بابا جان سے قبر میں ملاقات ہوگی۔

(مشکوٰۃ شریف' دارمی شریف' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۳۰۲_۳۰۳)

حضرات! وہ بندہ مؤمن کتنا خوش نصیب ہوگا جس کو قبر میں سرکار کا دیدار نصیب ہو گا' سرکار کے جلوے نصیب ہوں گے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ جب بندہ فوت ہوتا ہے تو مرنے والے کی قبر میں دو فرشتے منکر نکیر آتے ہیں' اس مرنے والے سے تین سوال کرتے ہیں: بتا تیرا ربِ عزوجل کون ہے؟ تیرا دین کون سا ہے؟ اور بتا اس والضحیٰ چہرے کے بارے تیرا کیا خیال ہے؟ اگر مرنے والا سرکار کا دیوانہ ہو' سرکار کا میلاد منانے والا ہو' سرکار کو نور ماننے والا ہو' سرکار کو بے مثل ماننے والا ہو' سرکار کو حاضر ناظر ماننے والا ہو' سرکار کو مختارِ کل ماننے والا ہو' سرکار کا سچا سچا غلام ہو' سرکار کی سنتوں پر عمل کرنے والا ہو' وہ قبر میں سرکار کو دیکھ کر وجد میں آ جاتا ہے اور بے ساختہ ہو کر آمنہ کے چن کے قدموں میں گر جاتا ہے۔ سلطان الواعظین علامہ محمد بشیر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ اکثر اپنی تقریروں میں فرمایا کرتے تھے کہ

قبر میں سرکار آئیں تو میں قدموں میں گروں
فرشتے گر مجھ کو اٹھائیں تو میں اُن سے یوں کہوں
اے فرشتو! میں اب اس پائے ناز سے کیوں اُٹھوں
مر کے پہنچا ہوں میں یہاں اس دلربا کے واسطے

فیصل آباد میں ایک بہت بڑے عاشق مدینہ فنا فی الرسول شیخ الحدیث ولی کامل حضرت علامہ سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ پُرانوار میں تشریف فرما ہیں' آپ جب شاگردوں کو بخاری شریف پڑھاتے' جب قبر والی حدیث پاک پڑھاتے تو کتاب بند کر دیتے اور زار وقطار رونا شروع کر دیتے' آپ کی چیخیں نکل جاتی' آپ پر ہچکی طاری ہو جاتی' طلباء بڑے حیران ہو جاتے کہ قبلہ استاذی المکرّم کیوں رونے لگ گئے ہیں' بظاہر کوئی رونے والی بات بھی نہیں' وجہ کیا ہے؟ ایک دن ایک طالب علم نے بڑے ادب سے عرض کی: قبلہ! اگر ناراض نہ ہو تو پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کے رونے کی وجہ کیا ہے؟ غوث زمان علامہ سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے: بیٹا! آپ نے سنا نہیں کہ سرکار ہر مؤمن کی قبر میں

تشریف لاتے ہیں' ہر مرنے والے کے مزار میں آتے ہیں۔ بیٹا! وہ مومن وہ آدمی کتنا خوش نصیب ہوگا جس کو قبر میں سرکار کا دیدار نصیب ہوگا۔ میرا دل کرتا ہے میں ابھی مر جاؤں تاکہ قبر میں سرکار کے جلوے نصیب ہو جائیں' سرکار کا دیدار کر کے عشق کا معراج کرلوں' ایک ملتانی عاشق شاکر صاحب نے بڑی پیاری بات کہی کہ

ہن جتی بازی ہار کے دیکھوں
ایہہ کم ہن کر کے دیکھوں
متاں یار قبر وچ آوے
آوے شاکر ہن مر کے دیکھوں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مدینہ پاک سے چلے تھے تو صرف دس ہزار صحابہ کرام ساتھ تھے' جب آپ نے فتح مکہ فرمایا تو ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ سرکار کی خدمت میں حاضر تھے' میرے آقا نے حج کے موقعہ پر کئی مرتبہ وعظ فرمایا' کئی مرتبہ دین اسلام کی پاکی کا درس دیا' سرکار جب بھی وعظ فرماتے تو فرماتے: ''سلونی'' لوگو! اگر کوئی صحابی بات پوچھنا چاہتا ہے تو شرم نہ کرے' پھر پوچھ لے میں اللہ تعالیٰ کی عطاء سے اس کی تسلی کرا دوں گا' اُٹھو! پوچھو کوئی پابندی نہیں جو مرضی ہے' پوچھ لو فرش کی' پوچھو عرش کی' پوچھو زمین کی' پوچھو آسمان کی' پوچھو دین کی' پوچھو دنیا کی' پوچھو آج کی' پوچھو کل کی' پوچھو سال کے بعد کی' پوچھو سو سال کے بعد کی' پوچھو نہ میرا اعلان ہے' قیامت تک کی' حشر نشر کی' پوچھو میں مکہ کی زمین پر کھڑے کھڑے بتاؤں گا' سبحان اللہ! حضرات! ادھر آمنہ کا لال اعلان فرما رہا تھا' اُدھر عرش سے اللہ تعالیٰ اعلان فرما رہا تھا: لوگو! میرا یار سچ کہتا ہے' پوچھ لو! کیونکہ ''وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ'' میرا یار غیب کی باتیں بتانے میں بخیل نہیں۔ سورۂ تکویر۔ پوچھنا تمہارا کام ہے ہر بات کی خبر دینا' یہ میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کمال ہے۔ حضرات! جب سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار اپنے غلاموں کو فرمایا کہ پوچھ لو تو سرکار کے ایک غلام نے ہاتھ چوم کر عرض کی: آقا! یہ بار بار

کیوں فرمار ہے ہو کہ پوچھو‘ تو سرکار مسکرا پڑے‘ فرمایا: میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ شاید تم پھر میری زیارت نہ کر سکو۔ (افضل المواعظ ص ۱۴۵)

حضرات! آج کل شور مچا ہوا ہے کہ نبی کو کل کا پتہ نہیں مگر سرکار فرما رہے ہیں: مجھ سے پوچھو‘ کیونکہ خالق کائنات نے وہ چیز بنائی ہی نہیں جو میری نظروں سے پوشیدہ ہو‘ لوگو! سوچو جب نگاہِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خدا عزوجل نہیں چھپا‘ یہ خدائی کیسے چھپ سکتی ہے۔

جب حج کا موقعہ آیا تو سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام کو ساتھ لے کر عرفات کے میدان میں پہنچے‘ جب سرکار عرفات کے میدان میں تشریف لے گئے تو ہجری کا دسواں سال تھا‘ ذوالحج کی نو تاریخ تھی‘ جمعہ کا دن تھا‘ عصر کی نماز کا ٹائم تھا‘ میرے آقا اپنی اونٹنی جس کا نام تھا قصویٰ اس پر سوار تھے‘ اچانک حضرت جبریل علیہ السلام قرآن کی ایک آیت لے کر آئے‘ سلام عرض کرنے کے بعد عرض کی: آقا! اللہ تعالیٰ نے قرآن بھیجا ہے‘ فرماؤ! سناؤ کون سی قرآن کی آیت بھیجی ہے‘ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: آقا! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ”اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ“ اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! آج میں نے مکمل کر دیا ہے تمہارے لیے تمہارے دین کو اور پوری کر دی ہے تم پر اپنی نعمت اور میں نے پسند کر لیا ہے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین۔

حضرات جب حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیت مبارکہ لے کر سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے‘ سرکار کی خدمت میں پڑھ کر سنائی تو سرکار جس اونٹنی پر سوار تھے‘ وہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کے قرآن کے انوار و تجلیات کو برداشت نہ کر سکی‘ وہ اونٹنی وہیں میدانِ عرفات میں بیٹھ گئی۔ صدقے جاؤں قوتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر‘ نثار جاؤں طاقت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جن کا سینہ اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کو برداشت کرتا گیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی عظمت اور رعب کو بیان کرتے ہوئے پارہ ۲۸ میں ارشاد فرماتا ہے: ”لَوْ

اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَه خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ''اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! اگر اللہ تعالیٰ اتارتا اس قرآن کو کسی پہاڑ پر تو آپ دیکھتے وہ پہاڑ جھک جاتا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اللہ تعالیٰ کے خوف سے۔

حضرات! پتہ چلا جو طاقت جو قوت اللہ تعالیٰ نے یار کے جسم میں رکھی ہے وہ طاقت وہ قوت پہاڑوں میں بھی نہیں رکھی' قرآن مجید کا پارہ ۹' سورۂ اعراف: ۱۴۳ پڑھ کے دیکھیں' جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پہاڑ پر اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے گئے اللہ تعالیٰ نے براہِ راست حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا: ''وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے براہِ راست خطاب فرمایا' جب خالق کائنات نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام کو بڑا لطف آیا' بڑا سواد آیا' خالق کائنات کی آواز سن کر کلیم وجد میں آ گئے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے خالق کائنات! اگر ناراض نہ ہو تو ایک عرض کروں' میرے پیارے رب العالمین نے فرمایا: سجناں کوئی ناراضگی نہیں' بات کرو۔ عرض کی: اے خالق کائنات! تیری آواز کتنی خوبصورت ہے' کتنی پیاری ہے' کتنی حسین ہے' مولا کریم! جب تیری آواز اتنی پیاری ہے تو تیری صورت کتنی پیاری ہو گی تو کتنا پیارا ہو گا ''قَالَ رَبِّ اَرِنِىْ'' مولا اگر کرم فرما تو سارے پردے ہٹا کر میرے سامنے آ جا' میں تیرا دیدار کرنا چاہتا ہوں۔ ''اَنْظُرْ اِلَيْكَ'' میں تیری زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ خالق کائنات نے فرمایا: سجناں! تیری آرزو تیری تمنا بڑی پیاری ہے' مگر تو میرا دیدار نہیں کر سکتا ''لَنْ تَرٰنِىْ'' تو مجھے دیکھ نہیں سکتا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: مولا کریم! تو نے مجھے بڑی قوتوں سے نوازا ہے' تو کرم تو کر' تو پردہ تو ہٹا' میں زیارت کر لوں گا۔ خالق کائنات ناراض نہیں ہوا کیونکہ آرزو کرنے والا میرے اور آپ جیسا تو انسان نہیں تھا' اللہ تعالیٰ کا کلیم تھا' اللہ تعالیٰ کا رسول تھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سجناں! اگر یہ بات ہے تو پھر زیارت کرنے سے پہلے ایک امتحان دو' اگر اس امتحان میں پورا اتر گئے تو تم میرا دیدار کر لو گے' عرض کی: مولا کریم! کون سا

امتحان؟ خالق کائنات نے فرمایا: ''وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ '' تم اس طور کو غور سے دیکھو میں اس پہاڑ پر اپنی نور کی تجلی ڈالتا ہوں ''فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَهٗ '' اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ ٹھہرا رہا' اس کو کچھ نہ ہوا تو ''فَسَوْفَ تَرَانِیْ '' میں وعدہ کرتا ہوں تم عنقریب مجھے دیکھ لو گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: مولا کریم! ٹھیک ہے ''فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا '' پھر خالق کائنات نے اس پہاڑ پر اپنے نور کی تجلی ڈالی تو وہ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اِدھر پہاڑ ریزہ ریزہ ہوا'' وَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا'' اور اُدھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے' نو ذوالحج جمعرات کو بے ہوش ہوئے' دس ذوالحج جمعہ والے دن ہوش میں آئے' پورے چوبیس گھنٹے بے ہوش پڑے رہے۔

(تفسیر نور العرفان ص ۲۶۴' حاشیہ: ۵)

جب ہوش میں آئے تو ''فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ '' جب ہوش میں آئے تو عرض کی: اے خالق کائنات! میں نے تیری طرف رجوع کیا اور میں سب سے پہلے مسلمان ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے خالق کائنات! میری توبہ آج کے بعد میں ایسی آرزو نہیں کروں گا' جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام ہوش میں آئے تو عرض کی: اے خالق کائنات! مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میں تیرا دیدار نہیں کر سکتا' لیکن ایک بات تو فرمایئے' آپ نے فرمایا ہے: ''لَنْ تَرَانِیْ '' اے موسیٰ! تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ یہ نہیں فرمایا: ''لَنْ یَّرَانِیْ '' مجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا' کیا کوئی ایسی بھی ہستی ہے جو تجھ کو دیکھ سکے گی؟ قدرت مسکرا پڑی' فرمایا: موسیٰ صحیح کہتے ہو' مجھے اس دنیا میں کوئی نہیں دیکھ سکتا' لیکن تیرے وصال کے بعد میرا آخر الزمان نبی میرا محبوب نبی دنیا میں تشریف لائے گا۔ موسیٰ تو تو پہاڑ پر آ کر کہتا ہے: ''رَبِّ اَرِنِیْ '' یا اللہ عزوجل! مجھے اپنا دیدار کرا' لیکن وہ دیکھنے کی تمنا نہیں کرے گا بلکہ اپنی ہمشیرہ اُم ہانیء کے گھر بند کمرے میں چادر تان کر آرام فرما رہا ہوگا' میں جبریل علیہ السلام کو ستر ہزار فرشتے بھیج کر یار کو بلواؤں گا' تجھے کہتا ہوں تو دیکھ نہیں سکتا' اس کو فرماؤں گا: ''ثُمَّ دَنٰی '' محبوب رک

کیوں گئے ہو قریب آ جاؤ! ''فَتَدَلّٰی'' اور قریب ہو جاؤ' میرا حبیب قریب ہوتا جائے گا ''فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى'' یہاں تک کہ میرے اور محبوب کے قریب دو ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے گا بلکہ اس سے بھی کم رہ جائے گا۔

اے موسیٰ! نہ تو دیکھے نہ چشم انبیاء دیکھے
مجھے دیکھے تو اک نگاہِ مصطفیٰ ﷺ دیکھے

حضرات! جب آمنہ کے لال نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا تو صرف ایک لحہ نہیں کیا' چند گھنٹے نہیں کیا' بلکہ اٹھارہ سال تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتے رہے۔

(تفسیر نعیمی پ ۱۵ ص ۱۸)

ایک روایت میں آتا ہے کہ سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اٹھارہ ہزار سال تک اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتے رہے۔ (شرح حدائق بخشش ج ۵ ص ۴۹۴)

گویا اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات کو یار کے لیے ہزاروں سال تک کے لیے وسیع فرما دیا اور زمین پر رات اپنے معمول کے مطابق رہی' یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے اور سرکار کا کمال ہے۔ جب سرکار نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا تو پھر ہوا کیا' اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے پ ۲۷ میں فرماتا ہے: ''مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى'' جب سرکار اللہ تعالیٰ کا دیدار کر رہے تھے تو آنکھ مبارک نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

تیرے شک گمان سب توڑ دتے تے سوہنے قادر ذوالجلال
قد جاء نور دے وَل کر وی توجہ تے کر دل دے نال خیال
یا تو منکر ہیں خود ذات جلی دا یا تیری منافق والی چال
مالی نور نے نورنوں کول بلایا تے نہ پردیاں وچہ رہ گئی کوئی گل بات

حضرات! توجہ کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر اللہ تعالیٰ کی تجلی برداشت نہیں کر سکے' مگر قربان جاؤں مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوت اور طاقت پر' سرکار معراج کی

رات تجلی یعنی خود ذات باری تعالیٰ کا دیدار کرتے رہے نہ آنکھ اوپر ہوئی نہ نیچے' نہ بے ہوش ہوئے نہ دل گھبرایا' بلکہ اللہ تعالیٰ یار کو دیکھتا رہا اور آمنہ کا لال پیارے رب العالمین کا دیدار کرتے رہے۔

پھر یہ حق نے کہا جلوہ میرا دیکھ لے
وہ مجھے دیکھ لے جو تجھے دیکھ لے
میں تجھے دیکھ لوں تو مجھے دیکھ لے
دیکھنے کا مزا آج کی رات ہے

حضرات! بات لمبی ہوگئی' عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مقامِ عرفات میں یار کے سینے پر قرآن کی یہ آیت اتاری کہ میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تیرے صدقے آج اسلام مکمل کر دیا ہے' لوگوں پر حرام حلال واضح ہو چکا ہے' لوگ بتوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف آ چکے ہیں' لوگوں کے عقائد اور اعمال اب ٹھیک ہو چکے ہیں' محبوب جس مقصد کے لیے تم دنیا میں آئے تھے وہ کام مکمل ہو چکا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی: سوہنیا! آج قرآن اور اسلام مکمل ہو چکا ہے' آج کے بعد اب میں وحی لے کر آپ کی خدمت میں نہیں آؤں گا' جب بھی آؤں گا صرف اور صرف آپ کی زیارت کے لیے۔ سوہنیا یہ بات اپنے غلاموں کو بھی بتا دینا۔ سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنا تو فرمایا: جبریل! عرض کی: جی میرے آقا! فرمایا: جب اسلام بھی مکمل ہو گیا ہے' قرآن بھی مکمل ہو گیا ہے تو مجھے ایسا لگتا ہے' اب میری بھی وفات کا وقت قریب آ گیا ہے' اب میں بھی دنیا چھوڑنے والا ہوں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: آقا! لگتا تو ایسا ہی ہے' سرکار خاموش ہو گئے' حضرت جبریل نے عرض کی: آقا! آپ پریشان نہ ہوں' آپ دنیا سے چلے جائیں گے مگر آپ کا ذکر انشاء اللہ قیامت تک ہوتا رہے گا' آپ کے نعرے قیامت تک گونجتے رہیں گے' آپ کی عظمت بیان ہوتی رہے گی' سوہنیا انسان دنیا سے چلا جائے تو چند دنوں کے بعد اس کا نام مٹ جاتا ہے' لوگ باپ دادے کو

بھول جاتے ہیں' وزیروں' سفیروں' بادشاہوں کا ذکر مٹ جاتا ہے' مگر تیرا ذکر قیامت تک ہوتا رہے گا' کیوں کہ خالق کائنات نے تیرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ "وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى" (پ۳۰) آپ کی ہر آنے والی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہوگی' لوگ مر جائیں' مٹ جاتے ہیں' آپ کا وصال ہوگا آپ کے نام کے چرچے قیامت تک گونجتے رہیں' اگر کوئی دشمن تیرا ذکر مٹانا چاہے گا' خود مٹ جائے گا' مگر تیرا ذکر نہیں مٹے گا۔ سبحان اللہ! اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عاشقوں کا امام احمد رضا بولا کہ

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے سب اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے گا
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
عقل ہوتی تو خدا عزوجل سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اُسے منظور بڑھانا تیرا

(انیس الجلیس ص ۲۱۸' تذکرۂ شہادت ص ۱۹' مدارج النبوت ج ۲ ص ۶۹۶)

حضرات! جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حج مبارک کر کے مدینہ پاک تشریف لائے تو سرکار نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا: بلال! عرض کی: جی میرے آقا! فرمایا: تمام صحابہ میں اعلان کر دو کہ سارے مسجد نبوی میں جمع ہو جائیں' اللہ تعالیٰ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں خطبہ ارشاد فرمائیں گے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا' سارے صحابہ مسجد نبوی میں جمع ہو گئے' اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد نبوی میں تشریف لے آئے' آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد صحابہ کو فرمایا: میرے صحابہ اللہ تعالیٰ نے میرے سینے پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ہے: "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط" میرے صحابہ جب میں حج کرنے گیا تھا' میدانِ عرفات میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیہ

کریمہ میری طرف وحی کے ذریعے بھیجی ہے۔ میرے صحابہ جب حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر آئے تو انہوں نے مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر آج پورا قرآن نازل کر دیا ہے' آج اسلام بھی مکمل ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرآن بھی مکمل ہو گیا ہے' آج کے بعد میں وحی لے کر نازل نہیں ہوں گا۔ جب صحابہ کرام نے سنا تو بڑے خوش ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کا بے شمار مرتبہ شکر ہے کہ آج اس نے ہمارا اسلام مکمل کر دیا ہے۔ سارے صحابہ خوش ہیں' حضرت عثمان خوش ہیں' مولا علی خوش ہیں' حضرت زبیر خوش ہیں' حضرت عبدالرحمٰن خوش ہیں' حضرت سعد خوش ہیں' حضرت سعید خوش ہیں' حضرت جابر خوش ہیں' حضرت انس خوش ہیں' حضرت بلال خوش ہیں' سارے صحابہ خوش ہیں' مگر تاریخ اسلام یہ بتاتی ہے کہ دو صحابہ ایسے بھی ہیں جو خوش نہیں بلکہ زار و قطار رو رہے ہیں' آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ حضرات! آپ جانتے ہیں کہ وہ صحابی کون کون تھے؟ وہ سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق اور اللہ تعالیٰ سے مانگے ہوئے فاروق اعظم رضی اللہ عنہما تھے۔ صحابہ کرام نے جب صدیق اکبر اور فاروق اعظم کو روتے دیکھا تو ان کو پتہ نہ چلا کہ بات کیا ہے؟ سرکار نے جب خطبہ ختم فرمایا تو صدیق اکبر شدت کے ساتھ روتے روتے مسجد نبوی شریف سے نکلے اور اپنے گھر تشریف لے جا کر اپنی بیٹھک کا دروازہ بند کر کے سرکار کی محبت اور پیار میں رونے لگ گئے۔ میاں محمد کھڑی شریف والے فرماتے ہیں کہ

ہجر تیرا جے پانی منگے تے میں کھوہ نیناں دے گیڑا
جی کردا اے سامنے بہہ کے میں درد پرانے چھیڑا
جنہاں دے یار پیارے وچھڑن تے کون روو ے پھر تھوڑا
رُوگاں وچوں روگ محمد تے جسدا نام وچھوڑا

صدیق اکبرؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ خطبہ سن کر اتنا روئے' اتنا روئے کہ مدینہ پاک کی گلیاں بھی رو پڑیں' مدینہ پاک کے در و دیوار بھی رو پڑے' جب سارے مدینہ

والوں کو پتہ چلا تو سرکار کے بزرگ صحابہ صدیق اکبرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تسلی دے کر پوچھنے لگے: اے صدیق اکبر! کیا بات ہے؟ آپ اتنی شدت کے ساتھ کیوں رو رہے ہیں' ہمیں بھی کوئی بات سمجھاؤ' خیر تو ہے؟ صدیق اکبر یہ بات سن کر خاموش ہو گئے' پھر بڑے درد بھرے لہجے میں فرمایا: میرے بھائیو! تم نے سنا نہیں آمنہ کے لال نے خطبہ میں کیا فرمایا ہے کہ قرآن بھی مکمل ہو گیا' اسوہ بھی مکمل ہو گیا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: حضور! پھر اس میں رونے والی کون سی بات ہے' یہ تو خوشی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا دین ہمارا اسلام ہمارا قرآن مکمل فرما دیا ہے۔ صدیق اکبر نے فرمایا: یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے' لیکن آپ نے آگے نہیں سنا' حسنین کریمین کے نانے نے آگے کیا فرمایا ہے کہ آج کے بعد جبریل علیہ السلام وحی لے کر نہیں آئیں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: حضور! سرکار نے یہ بات تو فرمائی ہے لیکن اس میں رونے والی کون سی بات ہے؟ صدیق اکبرؓ نے فرمایا: میرے بھائیو یہی بات تو رونے والی ہے' آج کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نہیں آئیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کا حبیب بے قراروں کو قرار دینے والا' دکھیوں کے دکھ دور کرنے والا' یتیموں غریبوں کو سینے سے لگانے والا' اللہ تعالیٰ کا حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے حضور چلا جائے گا' صحابہ نے سنا تو وہ بھی بے ساختہ رونے لگے' عرض کی: حضور! آپ یہ کیا فرما رہے ہیں؟ سیدنا صدیق اکبر نے فرمایا: لوگو! میں صحیح کہہ رہا ہوں' عنقریب اللہ تعالیٰ کا حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں چھوڑ کر مالک حقیقی کی بارگاہ میں چلے جائیں گے۔ مؤمنوں کی مائیں بیوہ ہو جائیں گی' سیدہ فاطمہ یتیم ہو جائیں گی' ہمارے سروں سے اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایہ اُٹھ جائے گا' جب صحابہ نے سنا تو سارے صحابہ رونے لگ گئے' آہستہ آہستہ سارے صحابہ صدیق اکبرؓ کے گھر جمع ہو گئے' وہ بھی سرکار کی وفات کی بات سن کر رونے لگے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی سرکارؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے' عرض کی: آقا! جب سے صدیق اکبر نے آپ کی تقریر سنی ہے وہ گھر میں بیٹھ کر زار و قطار

روررہے ہیں' جو صحابی صدیق اکبر کو تسلی دینے جاتا ہے وہ بھی رونا شروع کر دیتا ہے' سمجھ میں نہیں آ رہا کہ بات کیا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اپنے غلام کی بات سنی تو سرکار کا چہرہ متغیر ہو گیا' میرے آقا بھی پریشان ہو گئے' آپ اپنے آستانے سے اُٹھے' صدیق اکبر کے گھر تشریف لے گئے' میرے آقا نے دیکھا صدیق اکبر کی حویلی صحابہ کرام کے ساتھ بھری ہوئی ہے' سارے صحابہ رو رہے ہیں' حضرت عمر بھی رو رہے ہیں' حضرت عثمان بھی رو رہے ہیں' مولا علی بھی رو رہے ہیں' حضرت جابر بھی رو رہے ہیں' سرکار نے فرمایا: علی! عرض کی: جی میرے آقا! فرمایا: کیا بات ہے یہ سارے کیوں رو رہے ہو؟ مولا علی نے عرض کی: حضور! بھائی صدیق آپ کے صحابہ کو بتا رہے ہیں کہ سرکار ہمارے پاس چند دنوں کے مہمان ہیں' عنقریب اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں چھوڑ کر مالک حقیقی کے پاس جانے والے ہیں' ہم بے سہارا ہو جائیں گے۔ میرے آقا نے سنا تو آپ کی بھی رحمت والی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔ سرکار نے فرمایا: لوگو! میرا یار صدیق اکبر سچ کہہ رہا ہے عنقریب تمہاری میری جدائی ہو جائے گی۔ حضرات جب خالق کائنات کے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ما ینطق والی زبان سے یہ بات فرمائی تو صدیق اکبر غش کھا کر گر پڑے' حضرت عمر کی حالت غیر ہو گئی' حضرت علی کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور زور زور سے رونے لگے' سارے صحابہ کی آہیں نکل گئیں' مدینہ شریف کے پہاڑ رونے لگ گئے' مدینہ پاک کے شجر حجر' جانور' درندے پرندے حتیٰ کہ مدینے کے در و دیوار سرکار کی جدائی کے غم میں رونے لگ گئے' آسمانوں کے فرشتے رونے لگ گئے' جنت کی حوریں رونے لگ گئیں' رضوانِ جنت رو پڑے' مچھلیاں دریا میں رونے لگ گئیں' جنگل میں درندے چرند پرند رونے لگ گئے' روتے بھی کیوں ناں' سب کا آقا جو دنیا چھوڑ کر جا رہا تھا' سیدہ فاطمہ رونے لگ گئیں' حسنین کریمین رونے لگے' سرکار کی ساری ازواج رونے لگی' پورے مدینہ میں آنسوؤں کی برات شروع ہو گئی' میرے آقا نے جب یہ منظر دیکھا تو سرکار نے اپنے سارے غلاموں

کو صبر کی تلقین کی' فرمایا: لوگو! صبر کرو کیونکہ "اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ" "بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (انیس الجلیس ص ۱۸۔۲۱۹' ضیاء الواعظین ص ۲۲۷۔۲۲۸)

ہجر احمد ﷺ میں یا ربّ عزوجل تڑپتا رہوں
عشق احمد ﷺ میرے دل میں چلتا رہے
مال و زر کی ہمیں کوئی خواہش نہیں
کوئی خواہش اگر ہے تو بس ہے یہی
روز آقا بلائیں درِ پاک پر
روز ارماں ہمارا نکلتا رہے
میں غمِ ہجر میں بیمار ہوں
اے طبیبو! یہ ہے اِس مرض کی دوا
کوئی کرتا رہے ذکر شاہِ اُمم
مضطرب دل میرا خود بہلتا رہے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلیل القدر صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار نے وصال پاک سے پانچ دن پہلے جمعرات والے دن حضرت بلال کو بلایا' فرمایا: بلال' عرض کی: جی آقا! فرمایا: پورے مدینہ میں اعلان کر دے کہ لوگو! سارے مسجد نبوی میں جمع ہو جاؤ' نبی آخر الزمان چند ضروری باتیں تم سے کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت بلال نے اعلان فرمایا: سرکار کے سارے صحابہ سارے مؤمن مسجد نبوی میں جمع ہو گئے' صدیق اکبر بھی آ گئے' فاروق اعظم بھی آ گئے' عثمان غنی بھی آ گئے' مولا علی بھی آ گئے' جتنے بھی مدینہ پاک میں سرکار کے غلام رہتے تھے' جمع ہو گئے۔ ادھر اللہ تعالیٰ کا مقدس ماہی بھی مسجد نبوی میں تشریف لے آئے "ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم جلس علی المنبر" حضرت ابو سعید فرماتے ہیں: سرکار ختم نبوت کے منبر پر بیٹھ گئے' پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی' پھر فرمایا کہ "ان عبدًا خیرہ اللّٰہ" "میرے

صحابہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ اے میرے بندے! اگر تو میرے پاس آنا چاہے تو تیرا آنا مبارک' میں تمہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطاء کروں گا' جنت کی نعمتوں سے مالا مال کردوں گا اور اگر دنیا میں رہنا چاہتا ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں' میں تمہیں دنیا میں بھی ہر نعمت سے مالا مال کروں گا' تمہیں خوشحال رکھوں گا' کوئی پریشانی کوئی غم نہیں آئے گا۔ تو جب تک چاہے دنیا میں زندگی گزار' تجھے آزادی ہے تیری زندگی کی کوئی پابندی نہیں۔ میں نے ہر بندے کی زندگی مقرر کردی ہے' کسی کو دس سال کسی کو بیس سال' کسی کو پچاس سال کسی کو سو سال' کوئی پیدا ہوتے ہی مر جائے گا' مگر اے میرے پیارے بندے! تو ان پابندیوں سے آزاد ہے' سبحان اللہ! حضرات آپ جانتے ہیں کہ اس بندے سے مراد کون سا بندہ ہے جسے اللہ تعالیٰ ہر قسم کی اتھارٹی عطاء فرما رہا ہے' ہر قسم کا اختیار عطاء فرما رہا ہے۔ تو محدثین کرام فرماتے ہیں کہ اس بندے سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی ذاتِ پاک ہے۔ یہ بات سرکار اپنے بارے فرما رہے ہیں کہ لوگو! اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ اختیار عطاء فرما دیا ہے کہ سوہنیا اگر تو چاہے تو دنیا میں بھی ڈیرے ڈالے رکھ' اگر پسند کرے تو ہمارے پاس تشریف لے آ۔ صدقے جاؤں کملی والے کی عظمت پر' ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی پابند ہے' اللہ تعالیٰ کے قانون کی پابند ہے' مگر اللہ تعالیٰ یار کی مرضی میں راضی ہے۔ دیوبندیوں وہابی غیر مقلدین جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے ہیں' ان دونوں پارٹیوں کا متفقہ مجدد مولوی اسماعیل دہلوی اپنی رُسوائے زمانہ کتاب تقویۃ الایمان ص ۴۴ پر لکھتا ہے: جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔ اب انصاف مسلمانو تم نے کرنا ہے' نبی پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''ان عبدًا خیرہ اللّٰہ'' اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ اختیار عطاء فرمایا ہے کہ میں دنیا میں رہوں یا دنیا سے چلا جاؤں۔ وہابی غیر مقلد اہل حدیث اور دیوبندی علماء کا مجدد کہتا ہے کہ سرکار کے اختیار میں ہے کچھ نہیں۔ اب سوچ لو! بات آمنہ کے لال کی ماننی چاہیے یا اس مولوی کی جو عورت کے عشق میں سکھوں کے ہاتھوں قتل ہو کر انجھانی بن

گیا؟ فیصلہ آپ پر ہے مگر جو سنی ہوگا' سرکار کا سچا اور سچا غلام ہوگا وہ تو دل وجان سے کہے گا کہ سرکار کائنات کے مالک ومختار ہیں' سید محمد ناصر چشتی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی پیاری بات فرمائی کہ

سورج لکھ افلاک تے چمکدا رہے لگدا نہیں سرکار دی تلی ورگا
میں تے ایس نتیجے تے پہنچیا ہاں عرش لگدا مدینے دی گلی ورگا
جہڑا پتھر مدینے دا نظر آیا' اوہ ہے ہیرے دی ڈلی ورگا
ناصر شاہ کائنات اِچ آونا ایں نہیں نہ کوئی نبی ورگا ناں کوئی علی ورگا

ہاں تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرے صحابہ اللہ تعالیٰ نے ایک اپنے بندے کو ایک اختیار دیا ہے کہ چاہے تو وہ دنیا میں ٹھہرا رہے' اگر چاہے تو دنیا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں چلا جائے' صحابہ نے عرض کی: آقا! پھر اُس بندے نے اللہ تعالیٰ کو جواب کیا دیا ہے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''فاختار ما عندہ'' اس بندے نے یہ ارادہ کیا ہے کہ وہ دنیا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں چلا جائے اور وہاں کی ازلی اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں سے مالا مال ہو جائے۔ حضرات جب صحابہ کرام نے سنا تو سب خاموش ہو گئے۔ بعض صحابہ نے آپس میں کہا کہ یار وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا کتنا مقبول اور محبوب ہے' جس کو اتنا اختیار دیا گیا ہے' پھر اس نے کتنا حسین اور اچھا فیصلہ کیا ہے کہ فانی گھر چھوڑ کر باقی گھر کو پسند فرمایا ہے۔ ہر صحابی اپنے عقل کے مطابق سوچ رہا ہے کسی کو پتہ نہیں کہ یہ بندہ ہے کون؟ جب سرکار بات کر کے خاموش ہو گئے تو صدیق اکبر کی زبان سے یہ کلمہ بے ساختہ نکلا: ''فدیناك بابائنا و امهاتنا'' اے اللہ تعالیٰ کے مقدس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام! آپ کے قدموں پر ہمارے ماں باپ قربان ہو جائیں' یہ بات کر کے سرکار کا یارِ غار سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والا بچپن جوانی بڑھاپے کا ساتھی شناس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ''فبکی ابو بکر'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے' روتے روتے حضرت ابوبکر کی داڑھی مبارک

آنسوؤں سے تر ہوگئی بولتے نہیں، کہتے، کچھ نہیں روتے بھی جاتے ہیں اور صدقے بھی ہوتے جاتے ہیں۔ حضرت ابوسعید فرماتے ہیں: جب صحابہ کرام نے صدیق اکبر کو اس طرح روتے دیکھا تو بڑے حیران ہوئے، فرماتے ہیں: ''**فعجبنا له**'' ہمیں صدیق اکبر کی یہ کیفیت دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ صدیق اکبر کو کیا ہو گیا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی عام بندے کی بات کی ہے مگر ابوقحافہ کا بیٹا روتا جاتا ہے۔ اب صحابہ نے ادب کی وجہ سے پوچھا نہیں کہ آپ کیوں رو رہے ہیں۔ حضرت ابوسعید فرماتے ہیں: اس خطبہ کے پانچ دن بعد جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال مبارک ہوا تو صحابہ کو پتہ چلا کہ ''**فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هو المخیر**'' وہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ پاک تھی جن کو اللہ تعالیٰ نے اختیار عطاء فرمایا تھا۔ صحابہ کرام سرکار کے وصال پر روتے بھی تھے اور کہتے بھی تھے: صدیق! تیری فراست پر صدقے جائیں، تیری نگاہِ صداقت پر قربان جائیں، تیری نظر وہاں پہنچی جہاں ہماری عقلیں بھی نہیں جاسکتیں۔ سارے صحابہ صدیق اکبر کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہمیں اس دن پتہ چلا کہ ''**وکان ابو بکر اعلمناه**'' سارے صحابہ کرام میں سے حضرت ابوبکر سب سے بڑے عالم ہیں، سب سے زیادہ سرکار کے مزاج کو سمجھنے والے ہیں، ٹھیک ہے مولا علی باب مدینۃ العلم ہیں، مگر حضرت ابوبکر، حضرت علی سے بھی بڑے عالم ہیں۔

(بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف، مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۲۸۴۔۲۸۵)

حضرات! اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی وفات کا علم تھا، اگر علم نہ ہوتا تو کبھی مجمع عام میں منبر پر کھڑے ہو کر اپنی وفات پاک کا اعلان نہ کرتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلیل القدر صحابی فقہ حنفی کے بانی حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں اپنی وفات کی خبر ایک مہینہ پہلے ہی بتادی تھی۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۶۹۷)

حضرات! جب سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام حج کر کے مدینہ شریف تشریف

لائے تو محرم شریف کا مہینہ تھا' سن ہجری کا گیارھواں سال تھا' محرم شریف کے بعد جو مہینہ آتا ہے وہ صفر ہے' اسی اسلامی مہینہ کے آخری بدھ کو اللہ تعالیٰ کے مقدس حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام بیمار ہوئے۔ حضرات! ہمارے بعض اسلامی بھائی صفر کے مہینے کو منحوس تصور کرتے ہیں' اس مہینہ میں شادی نہیں کرتے' سفر نہیں کرتے۔ بعض اسلامی بھائی صفر کے پہلے تیرہ دنوں کو تیرہ تیزی کہتے ہیں' بعض اسلامی بھائی صفر کے آخری دنوں میں نہا دھو کر خوشیاں مناتے ہیں' پھر سیر کے لیے جاتے ہیں اور لوگوں کو بتاتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صفر کے آخری دنوں میں بیماری سے ٹھیک ہوئے تھے' پھر سرکار نے خوشی میں حلوہ پکایا تھا' پھر سیر کے لیے گئے تو ہم آپ کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ حضرات یہ تمام باتیں جہالت کی باتیں ہیں' اسلام میں ان باتوں کا کوئی تصور نہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ''لا عدوی'' کوئی بیماری اُڑ کر نہیں لگتی ''ولا ھامۃ'' اور اُلّو بولنے سے نقصان نہیں ہوتا ''ولا صفر'' اور صفر کا مہینہ منحوس نہیں ہے۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں: جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بات صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمائی تو ایک دیہاتی ایک اعرابی مسلمان صحابی بھی یہ بات سن رہا تھا۔ وہ دیہاتی کہنے لگا: سوہنیا! اگر ناراض نہ ہو تو ایک مسئلہ کی وضاحت کے بارے میں کچھ عرض کروں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں ہاں! بات کرو' تمہاری تسلی کرائیں گے' وہ دیہاتی صحابی نے عرض کی: آقا! آپ نے فرمایا ہے کہ کوئی بیماری اُڑ کر کسی کو نہیں لگتی لیکن ہم نے کئی مرتبہ تجربہ کیا ہے کہ ایک اونٹ بالکل صحت مند ہوتا ہے ''فیخالطھا البعیر والاجرب فیجربھا'' لیکن جب وہ ریگستان میں ایک خارش زدہ اونٹ سے ملتا ہے' جب بیمار اونٹ کے ساتھ ملتا ہے تو وہ بیمار ہو جاتا ہے' اُسے بھی خارش لگ جاتی ہے۔ یہ کیوں ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: بیماری اُڑ کر نہیں لگتی' لیکن تجربہ یہ بتاتا ہے کہ تندرست اونٹ بیمار اونٹ کے پاس بیٹھ جائے تو وہ بھی بیمار ہو جاتا ہے۔ جھوٹ آپ کی زبان پر بھی نہیں آ سکتا' تجربہ ہمارا بھی غلط نہیں' بتایئے! اب

کس بات پر عمل کریں؟ آمنہ کے چمن نے جب اپنے دیہاتی صحابی کی یہ بات سنی تو ''فعال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فمن اعدی الاوّل ''فرمایا: تم بالکل ٹھیک کہتے ہو' لیکن مجھے یہ بتاؤ کہ پہلے اونٹ کو کیسے بیماری لگی' پہلا اونٹ کیسے بیمار ہو گیا۔

(بخاری شریف' مشکوٰۃ شریف ص ۳۹۱' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۲۵۷۔۲۵۸)

لازمی طور پر صحابی نے عرض کی ہوگی: سرکار! پہلا اونٹ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اللہ تعالیٰ کی مرضی سے بیمار ہوا ہے' تو آمنہ کے چمن نے فرمایا ہوگا: جیسے پہلے والا اونٹ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیمار ہوا تھا' دوسرا بھی اونٹ اُسی کے حکم سے بیمار ہوا ہے۔ سبحان اللہ! آج کل کے ڈاکٹر اور حکیم بھی کہتے ہیں کہ سات بیماریاں اُڑ کر لگتی ہیں: جذام' خارش' چیچک' منہ کی اور بغل کی بدبو' آنکھوں کی بیماری اور وبائی بیماریاں' مگر وہ حکیم جس کو خالق کائنات نے حکیم بنا کر بھیجا ہے' وہ فرماتے ہیں کہ بیماریاں اُڑ کر نہیں لگتی بلکہ بندہ بیمار اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔ پتہ چلا بیماریاں اُڑ کر نہیں لگتی' صفر کا مہینہ منحوس نہیں' یہ بھی عام مہینوں کی طرح ایک مہینہ ہے۔

مدینہ کا قبرستان

سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دن عشاء کی نماز پڑھ کر میرے پاس تشریف لے آئے' صفر کا مہینہ تھا' وصال سے چند دن پہلے کی بات ہے' آپ چارپائی پر لیٹ گئے' میں بھی اپنی چارپائی پر لیٹ گئی' جب آدھی رات کا ٹائم ہوا تو سرکار اُٹھ کر باہر جانے لگے' میں نے دامن رحمت پکڑ کر عرض کی: اے اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! اس وقت اُٹھ کر کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ خیر تو ہے۔ سرکار نے فرمایا: عائشہ! میں جنت البقیع مدینہ شریف کے قبرستان کی طرف جا رہا ہوں۔ سیدہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی: سوہنیا! آدھی رات کے وقت کیا مجبوری ہے؟ سرکار نے فرمایا: عائشہ! دو وجوہات کی وجہ سے میں قبرستان جا رہا ہوں' ایک تو اپنے غلام صحابہ کی قبروں کی زیارت کروں گا' دوسرا ان

کے لیے بخشش کی دعا کروں گا۔ سبحان اللہ! حضرات وہ صحابہ کتنے مقدر والے تھے جن کی قبروں پر آمنہ کا لال خود چل کر جا رہا تھا' کسی کی قبر پر کوئی ولی گیا' کسی کی قبر پر پیر سیال گیا' کسی کی قبر پر سلطان باہو گیا' کسی کی قبر پر شیر ربانی گیا' کسی کی قبر پر جماعت علی گیا' کسی کی قبر پر داتا علی گیا' کسی کی قبر پر غوث جلی گیا' کسی کی قبر پر مولا علی گیا' صدقے جاؤں سرکار کے مقدس صحابہ پر جن کی قبر پر اللہ تعالیٰ کا مقدس حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام گیا۔

کملی والے دی پاک نعلین چُم کے
ذرے عرب دے بن کے طور چمکے
نظر کرم حضور دی جدوں اُٹھی
میرے دامن وچ میرے قصور چمکے
لے کے عرش توں فرش دی جُوہ تیکر
جدھر دیکھو حضور دا نور چمکے
کرم جناں دے اُتے حضور کیتا
ناصر شاہ اُوہ بندے ضرور چمکے

سیدہ عائشہ نے عرض کی: آقا! اگر ضرور ہی جانا ہے تو دن کو تشریف لے جانا' یہ آدھی رات کے وقت کیوں زحمت فرما رہے ہو؟ سرکار نے فرمایا: عائشہ! تمہیں پتہ ہے میں کوئی عام انسان نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا آخری رسول ہوں' میرا کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں ہوتا' بلکہ میرا ہر کام اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہوتا ہے' میں اب بھی اپنی مرضی سے نہیں جا رہا' بلکہ خالق کائنات کے حکم سے جا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے عرشوں سے ندا فرمائی ہے' سجناں اپنے بستر سے اُٹھو اور جنت البقیع میں جاؤ' ان کے لیے دعائے مغفرت فرماؤ۔ سجناں! تیرے رحمت بھرے ہاتھ اُٹھیں گے' میں اُن کی قبروں پر اپنی رحمتوں کا نزول کر دوں گا۔ سرکار یہ بات کر کے جنت البقیع قبرستان کی طرف چل پڑے۔ حضرات اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو مدینہ پاک کی حاضری نصیب فرمائے' یہ جنت البقیع کا قبرستان

سرکار کے روضہ انور کے ساتھ ہی ہے۔ اس قبرستان میں دس ہزار صحابہ کرام کے مزارات ہیں اور دس ہزار آلِ نبی اولادِ علی کی مقدس قبریں ہیں' اس کے علاوہ ہزاروں ولی' غوث' قلندر' ابدال اس قبرستان میں آرام فرما رہے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ قیامت والے دن جنت البقیع میں سے ستر ہزار ایسے لوگ قبروں سے اُٹھیں گے جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو بغیر حساب کے جنت عطاء فرمائے گا۔ ایک روایت میں آتا ہے: وہ ایک لاکھ ہوں گے۔ حضرات دیکھنے میں یہ قبرستان چھوٹا سا ہے لیکن لاکھوں قبریں موجود ہیں' محبت بھرے تابعی حضرت کعب بن احبار جو مسلمان ہونے سے پہلے یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے' تورات زبور انجیل کے حافظ تھے' آپ سے کسی بندے نے سوال کیا کہ حضور! بات سمجھ نہیں آتی' قبرستان چھوٹا سا ہے' لاکھوں اس میں دفن ہیں اور مدینہ پاک میں جو بندہ فوت ہوتا ہے وہ بھی اسی قبرستان میں دفن ہوتا ہے' یہ اتنی جگہ کیسے بن جاتی ہے؟ حضرت کعب نے فرمایا: لوگو! حیران نہ ہو' یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے اور اس زمین کا کمال ہے' ہر وقت اس قبرستان کی نگرانی اللہ تعالیٰ کے فرشتے کرتے رہتے ہیں' جب مردوں سے زمین بھر جاتی ہے تو وہ فرشتے جنت البقیع کے کناروں پر جو مردے دفن ہوتے ہیں' انہیں وہاں سے اٹھا کر جنت میں داخل کرآتے ہیں' زمین پھر کشادہ ہو جاتی ہے۔ سبحان اللہ! (جذب القلوب ص ۱۷۱-۱۷۲)

حضرات جنت البقیع میں چھوٹے چھوٹے مزارات بنے ہوئے تھے جیسے ہمارے پاکستان میں مزارات بنے ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے دربار بنے ہوئے ہوتے ہیں' جب ۱۹۲۵ء کو سعود ڈاکو نے اپنے قبیلے کے ساتھ مل کر حملہ کیا تو جدہ سے لے کر مدینہ شریف تک ساری زمین پر اُس نے زبردستی قبضہ کر لیا' پھر اُس نے اس پورے علاقے کا نام رکھا سعودی عرب' وگرنہ یہ سارا علاقہ عرب کہلاتا تھا' اس نے ترکی حکومت سے لڑ کے یہ علاقہ قبضہ میں کر لیا۔ شاہ سعود چونکہ وہابی تھا' نجدی تھا' اس کا عقیدہ وہابیوں والا تھا' یہ

پیروں فقیروں ولیوں کی دشمن جماعت تھی' انہوں نے آتے ہی جنت البقیع میں بلڈوزر پھروا کر سارے قبے شہید کرا دیئے' صرف برائے نام قبروں کے نام چھوڑے' یہ ظالم تو سرکار کا روضہ بھی گرانا چاہتا تھا لیکن ہندوستان اور پوری دنیا کے مسلمانوں نے اس کے خلاف جلوس نکالے اور اس پر حملہ کرنے کی دھمکی دی' پھر یہ باز آیا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام گستاخوں سے سب مسلمانوں کو ہمیشہ محفوظ فرمائے۔ آمین! حضرات تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام' سیدہ عائشہ کے کمرے سے نکلے اور جنت البقیع کی طرف چل پڑے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو صحابی تھے' ایک کا نام تھا حضرت ابو رافع اور دوسرے کا نام تھا حضرت ابو موحیبہ' سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو بھی ساتھ لیا' جنت البقیع میں اپنے صحابہ کرام کے مزارات پر تشریف لے گئے۔ صدقے جاؤں ان صحابہ کے مقدروں پر جن کے مزارات پر خود آمنہ کا لال چل کے گیا' ساری دنیا سارے مسلمان سارے جنات سارے ملائکہ دربارِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا مقدس اور آخری رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہ کے مزارات پر تشریف لے گئے۔

سرکار دو عالم سرورِ دیں کس پر وہ کرم فرماتے نہیں
اپنے تو پھر بھی اپنے ہیں وہ غیر کا دل بھی دُکھاتے نہیں
ہم چھوڑ کے دَر نہ جائیں گے بس گیت نبی کے گائیں گے
ہم منگتے ہیں اُس آقا کے جو دے کر بھیک جتاتے نہیں
سرکار کرم فرماتے ہیں جب یاد کرو وہ آتے ہیں
جو تڑپیں اُن کی اُلفت میں اُن کو وہ کبھی تڑپاتے نہیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب جنت البقیع میں اپنے غلاموں کی قبروں پر تشریف لے گئے تو آمنہ کے چن نے تمام قبرستان والوں کو سلام فرمایا: ''السلام علیکم یا اھل القبور'' اے اپنی اپنی قبروں میں لیٹنے والو! تم پر محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلام ہو۔ سبحان اللہ! آج ہر مسلمان جب کیف میں آتا ہے' وجد میں آتا ہے' سرکار کی بارگاہ

میں سلامِ عقیدت پیش کرتا ہے' کوئی جمعہ کے بعد سلام پڑھتا ہے' کوئی جلسہ کے اختتام پر سلام پڑھتا ہے' کوئی محفل نعت کے اختتام پر سلام پڑھتا ہے' کوئی بارہ ربیع الاوّل کے جلوس میں گلی گلی' نگر نگر' شہر شہر' قریہ قریہ سلام پڑھتا ہے' کوئی ہر روز صبح کی نماز کے بعد سلام پڑھتا ہے' ہر دیوانہ مدینہ پاک کی طرف چہرہ کر کے کہتا ہے کہ

یا نبی سلام علیك' یا رسول سلام علیك

یا حبیب سلام علیك' صلوٰۃ اللّٰہ علیك

رحمتوں کے تاج والے' دو جہاں کے راج دلارے' عرش کے معراج والے' عاصیوں کے لاج والے' یا نبی سلام علیک۔ اک اور عرض کروں میں! میرے مولا جب مروں میں' کلمہ آپ کا پڑھوں میں' اور اُس کے بعد یہ کہوں میں: یا نبی سلام علیک از طفیل غوث اعظم' دور ہوں سبھی کے رنج و غم'

یا نبی سلام علیك' یا رسول سلام علیك

یا حبیب سلام علیك' صلوٰۃ اللّٰہ علیك

حضرات ساری دنیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں سلام پیش کرتی ہے' مگر والیِ کائنات غلاموں کی قبروں پر کھڑے ہو کر ان کو سلام پیش کر رہا ہے۔ حضرات سارے سمجھ دار ہر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبروں والوں کو سلام اس لیے فرمایا' تاں کہ وہ سن بھی رہے تھے اور جواب بھی دے رہے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ مبارک تھا اللہ تعالیٰ کا حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بھی جنت البقیع کے پاس سے گزرتے تو فرماتے: "**السلام علیکم یا اهل القبور**" اے قبروں میں آرام کرنے والو! تم پر میرا سلام ہو۔ "**یغفر اللّٰہ لنا ولکم**" اللہ تعالیٰ تمہیں بھی معاف فرمادے اور ہمیں بھی معاف فرمادے۔ "**انتم سلفنا ونحن بالاثر**" تم ہم سے پہلے یہاں آ گئے ہو ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں۔

(ترمذی شریف' مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۴' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۲۴)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے پیارے صحابی ہیں' حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ وہ فرماتے ہیں کہ "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمهم اذا خرجوا الی المقابر "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے اور سارے صحابہ کو یہ بات سکھاتے تھے کہ تم جب بھی قبرستان کے پاس سے گزرو تو قبروں والوں کو سلام کر کے جایا کرو اور کہا کرو کہ "السلام علیکم اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین "اے مؤمنوں اور مسلمانوں کے گھر والو! تم پر میرا سلام ہو۔" وانا ان شآء اللہ بکم لاحقون نسال اللّٰہ لنا ولکم العافیة "اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں' ہم اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنے لیے اور تمہارے لیے معافی کا سوال کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ تمہیں بھی معاف فرمائے ہمیں بھی معاف فرمائے۔

(مسلم شریف' مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۴' مرآۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۲۴)

حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی قبرستان والوں کو سلام فرماتے تھے اور غلاموں کو بھی فرماتے کہ تم بھی سلام کر کے جایا کرو' پتہ چلا کہ قبروں والے قبروں میں سنتے بھی ہیں اور جواب بھی دیتے' اگر قبروں والے سنتے نہ ہوتے جواب نہ دیتے ہوتے تو اللہ تعالیٰ کا مقدس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی یہ فضول کام خود کرتا نہ غلاموں کو کرنے کا حکم دیتے۔ دیوبندی حضرات کا ایک فرقہ ہے جس کا نام ہے دیوبندی مماتی۔ یہ مماتی گروہ کا عقیدہ ہے کہ مردے نہیں سنتے' عام انسان تو ایک طرف ان کا عقیدہ ہے کہ ولی غوث قطب ابدال نبی رسول بھی قبروں میں نہیں سنتے' فقیر حقیقی چونکہ پورے پاکستان تقریروں پر جاتا ہے بلکہ باہر کے ملکوں بھی جانا ہوا ہے' میرا بڑا تلخ تجربہ ہے کہ یہ گروہ مردوں کی سماعت کے بالکل قائل نہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ مردے نہیں سندے' اوسی یار' مردے نہیں سندے۔

دلیل پوچھی جائے تو کہتے قرآن پ ۲۱' سورۂ روم: ۵۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "فَاِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی "اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! آپ مردوں کو

نہیں سنا سکتے۔ قرآن مجید کے پ۲۲ سورۂ فاطر:۲۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ '' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! نہیں ہیں آپ قبر والوں کے سنانے والے۔ قرآن کی ان دو آیاتِ کریمہ سے پتہ چلا کہ مردے نہیں سنتے' جب نبی نہیں سنا سکتے' اُمتی کیسے سنا سکتے ہیں۔ حضرات ہم مانتے ہیں کہ قرآن کی یہ آیات بالکل صحیح ہیں لیکن مولویوں نے اس کا مطلب اور مقصد صحیح نہیں سمجھا' آیئے میں عرض کرتا ہوں! دیکھنا یہ ہے کہ ''من فی القبور '' اور ''الموتٰی '' سے مراد کون ہیں؟ سنئے! علامہ خازن تفسیر خازن میں علامہ بغوی معالم التنزیل میں علامہ قرطبی نے تفسیر قرطبی میں یہ آیاتِ کریمہ لکھنے کے بعد فرمایا کہ ''موتی القلوب وھم الکفار '' مردوں سے مراد یہاں قبروں کے مردے نہیں بلکہ کافر ہیں کہ ان کے دل مردہ ہو چکے ہیں۔ بعض ضدی دیوبندی کہتے ہیں کہ نہیں جی ان مردوں سے مراد قبروں والے بھی مردے ہیں کیونکہ قرآن نے اعلان کر دیا ہے ہم قرآن کے مقابلے میں رحمان کے مقابلے میں انسان کا قول نہیں مانتے' ہمیں قرآن کی دلیل دکھاؤ۔ اچھا اب مماتی دیوبندی اور غیر مقلدین نام کے اہل حدیثوں سے سوال کرنا چاہتا ہوں' ایمان داری سے جواب دینا۔ مکہ کے کافر ابوجہل' ابولہب' عتبہ' شیبہ' اُمیہ' عتبہ' عاص' یہ بڑے بڑے کافر سنتے تھے کہ نہیں؟ بولتے تھے کہ نہیں؟ دیکھتے تھے کہ نہیں؟ سارے وہابی دیوبندی کہیں گے کہ سنتے تھے' بولتے تھے' دیکھتے تھے۔ لیکن آیئے! قرآن مجید پ۱' سورۂ بقرہ:۱۸ پڑھیے' اللہ تعالیٰ ان بے ایمانوں' کافروں' مشرکوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: ''صُمٌّۢ بُکْمٌ عُمْیٌ '' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! یہ سارے کافر یہ ابوجہل' ابولہب' یہ امیہ یہ عتبہ' شیبہ یہ سارے تیرے دشمن تیرے ہیں' یہ سن نہیں سکتے' یہ گونگے ہیں یہ بول نہیں سکتے' یہ اندھے ہیں یہ دیکھ نہیں سکتے۔ اب پوچھیئے! ان مولوانوں سے کہ مُلاں جی تم تو کہتے ہو کہ کافر سنتے تھے' کافر بولتے تھے' کافر دیکھتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کا قرآن کہتا ہے کہ وہ بہرے تھے' وہ گونگے تھے' یہ اندھے تھے' اب اس کا مطلب کیا ہوگا؟

علمائے محدثین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یار کو مخاطب کر کے فرمایا: سجان! اگر چہ سارے کافر دنیا والوں کے نزدیک بولتے ہیں' سنتے ہیں' دیکھتے ہیں لیکن انہوں نے تجھے دیکھ کر تیرے کمالات دیکھ کر تجھے نہیں مانا' تیرا کلمہ نہیں پڑھا' تیری غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں نہیں ڈالا' اگر چہ دیکھتے' سنتے' بولتے ہیں مگر میرے نزدیک یہ گونگے' بہرے اور اندھے ہیں' میں ان کا جسم دیکھوں یا تیری محبتؐ دیکھوں' اسی طرح مفسرین فرماتے ہیں: سجان! اگر چہ یہ زندہ ہیں' مگر ان کے دلوں نے تیرا کلمہ نہیں پڑھا لہٰذا یہ مردے ہیں۔

حضرات اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے! ابوجہل ہے زندہ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ مردہ ہے' ابولہب ہے زندہ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ مردہ ہے' عتبہ عتیبہ شیبہ اُمیہ ہیں زندہ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ مردہ ہیں' مگر صدقے جاؤں کملی والے کے صحابہ پر سرکار کے جاں نثار غلاموں پر' میدانِ اُحد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ستر صحابہ شہید ہوئے' حضرت امیر حمزہ' حضرت عبداللہ بن عمرو بن حزام' حضرت عمرو بن الجموح' حضرت خارجہ بن زید' حضرت سعید بن ربیع وغیرہ' اللہ تعالیٰ نے محبوب کے صحابہ کے بارے قرآن مجید کے پ۴' سورۂ آل عمران: ۱۶۹ نازل فرمائی کہ ''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا'' لوگو! جو حضرات اللہ تعالیٰ کے راستے قتل ہو گئے ہیں' انہیں مردہ زبان سے تو کیا دل سے بھی گمان نہ کرنا۔ ''بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ'' بلکہ وہ اپنے رب عزوجل کے پاس زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں قبروں میں بھی جنتی رزق عطاء فرماتا ہے۔

پتہ چلا جو نبی کا منکر ہے چاہے وہ زندہ بھی ہو' زمین پر چلتا پھرتا بھی ہو' کھاتا پیتا بھی ہو' پھر بھی اللہ تعالیٰ کے کاغذوں میں اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ مردہ ہیں۔ اگر سرکار کا غلام ہو' چاہے وہ دنیا چھوڑ جائے' قبر میں چلا جائے' پھر بھی زندہ ہے' حیات ہے۔ حضرات سوچو جب غلامانِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ اور حیات ہیں تو آقا اور امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات اور سماعت کا کیا عالم ہوگا۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفات یافتہ صحابہ کو کیا فرمایا: ''السلام علیکم یا اھل القبور'' حضرات

توجہ کرو! صحابہ کرام لاکھوں من مٹی کے نیچے آرام فرما ہیں مگر آمنہ کا لال وفات کے بعد صحابہ کو یاد کر کے بلا رہا ہے۔ پتہ چلا کہ بعد وفات کے اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کو یاد کر کے بلانا کوئی شرک نہیں' کوئی بدعت نہیں بلکہ حسین کے نانے کی سنت ہے۔ حضرات اگر اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو صحابہ کو بعد وفات کے یاد کر کے بلا سکتے ہیں تو ہم حنفی بریلوی بھی اپنے نبی کو پیار میں' محبت میں یاد کر کے پکار سکتے ہیں۔ سرکار کو یاد کے ساتھ پکارنا یہ خالق کائنات کی سنت ہے' اللہ تعالیٰ نے جب اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارا تو عرشوں سے آواز ماری: ''یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ○ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا '' (پ ۲۹' سورۂ مزمل' آیت: ۱۔۲) اے مزمل کی کملی اوڑھنے والے محبوب! رات کو تھوڑا قیام کیجئے۔ کہیں فرمایا: ''یٰسٓ ○ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ '' (پ ۲۲' سورۂ یٰسین: ۱) اے ساری کائنات کے سردار! مجھے قسم ہے قرآن حکیم کی' آپ اللہ تعالیٰ کے آخری اور سچے رسول ہیں۔

میں شان توں بل ہاری رب عزوجل نے جد مزمل کہیا جھمب کملی والی جد ماری
والفجر دا چہرہ اے نوری نوری مکھڑے تے یٰسین دا سہرا اے

کہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَاَنْذِرْ '' (پ ۲۹' المدثر: ۱۔۲) اے مدثر کی چادر اوڑھنے والے! اُٹھئے! ان بے ایمانوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایئے۔ کہیں فرمایا: ''یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا '' (پ ۲۲' الاحزاب: ۴۶) اے غیب کی خبریں دینے والے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام! ہم نے آپ کو ساری کائنات کے لیے حاضر ناظر بنا کے بھیجا ہے۔ کہیں فرمایا: ''یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ '' (پ ۶' المائدہ: ۶۷) اے میرے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام! لوگوں تک پہنچا دیجئے جو آپ کی طرف آپ کے رب عزوجل نے نازل فرمایا ہے۔ حضرات ان آیات کریمہ سے پتہ چلا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیار سے محبت سے یاد کر کے بلانا' یارسول اللہ یا نبی اللہ کہہ کے بلانا یہ پیارے رب العالمین کی سنت ہے' اگر شرک ہوتا' اگر کفر ہوتا' اگر ناجائز ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی قرآن میں جگہ جگہ یارسول

کہہ کے نہ پکارتا کیونکہ جو کام اللہ تعالیٰ کرے وہ کبھی شرک نہیں ہوسکتا' جو قرآن علم بتائے وہ شرک نہیں ہوسکتا' کیونکہ قرآن اور رحمان نے شرک مٹانے کا حکم دیا ہے' پھیلانے کا حکم نہیں دیا۔ قرآن تو کہتا ہے کہ یارسول اللہ کہہ کے سرکار کو پکارنا جائز ہے مگر دیوبندی اور غیر مقلد اہل حدیث وہابی کیا کہتے ہیں' سنئے! دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۲ میں لکھتے ہیں: یارسول اللہ کہنا بھی ناجائز' اگر عقیدہ یہ رکھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دور سے سنتے ہیں' علمِ غیب کے سبب تو یہ خود کفر ہے۔ مولوی غلام خان دیوبندی راولپنڈی والے اکثر تقریروں میں کہا کرتے تھے: جو بندہ یارسول اللہ کے جواز کا قائل ہے اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ غیر مقلد وہابی نام نہاد اہل حدیث کے مولوی ثناء اللہ امرتسری فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۳۳۲ میں لکھتے ہیں کہ یارسول اللہ کہنا یہ ہندوؤں کی سنت ہے' جو بندہ یہ الفاظ پڑھتا ہے وہ بدعتی ہے اور گناہ گار ہے۔ حضرات! کتنے دکھ والی بات ہے کہ یارسول اللہ پڑھنے والے پر کتنے فتوے لگائے گئے۔ حضرات اگر یا نبی اللہ یارسول اللہ کہنا شرک ہے' بدعت ہے' نکاح ٹوٹ جاتا ہے تو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ کسی وہابی غیر مقلد دیوبندی کا نکاح برقرار نہیں' سب کا ٹوٹ گیا ہے کیونکہ ہر مسلمان چاہے وہابی اہل حدیث دیوبندی ہو کوئی بھی ہو نماز پڑھ کر جب تشہد میں بیٹھتا ہے تو پڑھتا ہے: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ" اے اللہ تعالیٰ کے نبی آپ پر سلام ہو۔ عربی میں "اَيُّهَا النَّبِيُّ" ہے' اس کا ترجمہ ہے: یا نبی اللہ! پوچھئے ان مولوانوں سے کہ آپ کا اپنے بارے کیا خیال ہے؟ آپ بھی ایہا النبی پڑھ کر مشرک بنے کہ نہیں؟ بدعتی بنے کہ نہیں؟ گناہ گار ہوئے کہ نہیں؟ نکاح ٹوٹا کہ نہیں؟ اگر سب فقرے تم پر بھی فٹ ہوئے تو ہم پر تو فتویٰ تب لگاؤ جب تم خود مسلمان ہو۔ جب تم خود بھی مشرک ہو تو ہم پر کیسے فتویٰ لگ سکتا ہے؟ اگر تم یا نبی اللہ پڑھنے کے بعد بھی مؤمن مسلمان ہو' تمہارا کچھ نہیں بگڑا تو انشاء اللہ سرکار کے غلاموں کا بھی کچھ نہیں بگڑتا۔ آیئے برکت کے لیے سب پڑھ لیجئے کہ

یا محمد یا محمد ﷺ میں کہتا رہا
نور کے موتیوں کی لڑی بن گئی
آیتوں سے ملاتا رہا آیتیں
پھر جو دیکھا تو نعت نبی بن گئی
جب چھڑا تذکرہ ان کے رخسار کا
والضحیٰ کہہ دیا والقمر پڑھ لیا
سورتوں کی تلاوت بھی ہوتی رہی
نعت بھی بن گئی بات بھی بن گئی

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب جنت البقیع میں تشریف لے گئے تو سارے صحابہ کرام جو قبروں میں تشریف فرما تھے' میرے آقا نے ان سب کو سلام عطاء فرمایا' سلام دینے کے بعد آمنہ کا لال کافی دیر تک ان کے لیے دعائے رحمت فرماتا رہا' ان کی بخشش کی دعائیں فرماتا رہا' سرکار نے جب اپنے غلاموں کے لیے دعا شروع فرمائی تو میرا ایمان کہتا ہے کہ مدینہ کے ذرات نے بھی آمین کہی ہوگی' مدینہ کے درودیواروں نے بھی آمین کہی ہوگی' عرش کے فرشتے بھی میرے آقا کی دعا پر آمین کہہ رہے تھے۔ سرکار نے اتنی میٹھی اور محبت بھری دعائیں فرمائیں کہ حضرت ابومہیبہ فرماتے ہیں: میں دل میں کہنے لگا کہ کاش! آج میں زندہ نہ ہوتا میں بھی اس قبرستان میں ایک قبر میں پڑا ہوتا' میں بھی ان پاک دعاؤں کا مستحق ہو جاتا' سبحان اللہ! حضرت ابومہیبہ فرماتے ہیں: میں زندہ نہ ہوتا ساری دنیا زندگی کی دعائیں کرتی ہے' مگر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابی موت کی دعائیں کر رہا ہے

کر منظور دعا یا رب عزوجل سائیاں میرا خاتمہ نال ایمان ہووے
کملی والے دا ہووے دیدار مینوں جدوں نکل دی پئی میری جان ہووے
بنے قبر میری وچ مدینے دے سوہنا پاک نبی میرا نگران ہووے
اس عظیم عاصی دی قبر اُتے ہر روز پیا ختم قرآن ہووے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو دعائیں دیں۔ حضرات یاد رکھو اعلیٰ کم کے پاس جائے تو دعائیں دیتا ہے اور کم اعلیٰ کے پاس جائے تو دعائیں لیتا ہے۔ ہم اصلی حنفی یا رسول اللہ کے نعرے مارنے والے جب عام قبروں پر جاتے ہیں تو ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں' جب ہم کسی ولی غوث قطب کے مزار پر جاتے ہیں تو ان سے دعائیں لیتے ہیں' جب عام گناہ گار کی قبر پر جاتے ہیں تو خالق کائنات کی بارگاہ میں ہاتھ اُٹھا کر عرض کرتے ہیں: مولا کریم! ہم صدقہ حسنین کریمین کے نانے کے اس قبر والے کو بخش دے! جب داتا صاحب کے مزار پر جاتے ہیں' شیر ربانی کے مزار پر جاتے ہیں' سلطان باہو کے مزار پر جاتے ہیں تو کہتے ہیں: مولا کریم! اس پیارے کے صدقے ہمارے گناہ معاف فرما دے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہ کرام کے لیے دعائیں کرنے لگے اور اپنے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمانے لگے: اے قبروں میں آرام کرنے والے مسلمانو! اللہ تعالیٰ تمہیں قبروں میں خوش رکھے اور تمہیں جنت کی وہ نعمتیں مبارک ہوں جو اللہ تعالیٰ تمہیں عطاء فرما رہا ہے' تم کتنے خوش نصیب ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے قبروں میں اپنی رحمت اور جنت کے دروازے کھول دیئے ہیں' تم لوگ بڑے اچھے ہو کہ دنیا کے فتنوں اور پریشانیوں سے شرارتوں اور گمراہیوں سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت میں آ گئے ہو۔ صحابہ میں تمہیں مبارک دیتا ہوں' تمہاری یہ زندگی پہلی زندگی سے بہتر ہے۔ اے میرے صحابہ! تمہیں کیا پتہ کہ آنے والا زمانہ بڑا سخت آ رہا ہے' تم اچھے ہو تم سختیوں سے پہلے ہی قبروں میں آ گئے ہو۔ حضرات توجہ کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مرحوم مغفور صحابہ سے باتیں کر رہے ہیں۔ اب بتایئے کہ وہ صحابہ سن رہے تھے کہ نہیں؟ اگر کہو نہیں تو بتایئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فضول پتھر اور مٹی سے باتیں کر رہے تھے۔

مردے سنتے ہیں

حضرات یاد رکھیں جب انسان مر جاتا ہے وہ ختم نہیں ہو جاتا' صرف انسان کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے' فانی دنیا چھوڑ کر باقی دنیا میں چلا جاتا ہے' مرنے کے بعد

بھی وہ بولتا ہے' وہ سنتا ہے' وہ جنازہ پڑھنے والوں کو' غسل دینے والوں کو' کفن پہنانے والوں کو' چارپائی اُٹھانے والوں کو پہچانتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے پیارے صحابی ہیں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' وہ فرماتے ہیں کہ آمنہ کے لال نے اپنی یوحیٰ والی زبان سے فرمایا: میرے صحابہ جب بندہ فوت ہو جاتا ہے' اُس کو غسل کفن دینے کے بعد جب چارپائی پر اُٹھا کر قبرستان کی طرف لے جایا جاتا ہے: ''**فاحتملها الرجال علی اعناقهم** ''لوگ اس مرنے والے کو اپنی گردنوں پر اُٹھا کر چلتے ہیں تو مرنے والا اپنی چارپائی پر بولنا شروع ہو جاتا ہے اور کہتا کیا ہے' فرمایا: ''**فان کانت صالحة قالت قدمونی** ''اگر مرنے والا نیک ہو تو چارپائی اُٹھانے والوں کو کہتا ہے: او مجھے چارپائی پر اُٹھا کر لے جانے والو! مجھے جلدی جلدی قبر کی طرف لے چلو تا کہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مزے لوٹ سکوں۔'' **وان کانت غیر صالحة قالت لاهلها یا ویلها این تذهبون** ''اور مرنے والے اگر بدمذہب ہو' گستاخ ہو سخت گناہ گار ہو' سرکار کا بے ادب ہو' آلِ نبی اولادِ علی کا دشمن ہو' صحابہ کے نام سے جلتا ہو تو وہ گھر والوں کو' اپنے دوستوں کو پکار کر کہتا ہے: ہائے مجھے کہاں لے کر جا رہے ہو؟ صحابہ نے عرض کی: آقا! وہ مردہ واقعی بولتا ہے؟ فرمایا: بالکل بولتا ہے' عرض کی: سرکار! آپ کی زبان پر خدا عزوجل بولتا ہے' آپ کی مقدس زبان پر جھوٹ نہیں آ سکتا لیکن آقا ہم نے تو کبھی بولتے نہیں دیکھا' اگر بولتا تو ہمیں بھی سنائی دیتا' آمنہ کا چن دُکھیوں کا سجن مسکرا پڑا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''**یسمع صوتها کل شیء الا الانسان لصعق** '' کہ اُس مرنے والے کی آواز دنیا کی ہر چیز سنتی ہے' درندے' پرندے سنتے ہیں' جن' فرشتے سنتے ہیں' زمین و آسمان والے سنتے ہیں لیکن انسان نہیں سنتا' اگر انسان سن لیں تو بے ہوش ہو کر گر پڑیں' کائنات کے نظام خراب ہو جائے۔ سبحان اللہ!

(بخاری شریف ج ۲ ص ۱۸۴' مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۴' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۶۶)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدمت گزار صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ

عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ "ان العبد اذا وضع فی قبرہ" جب مرنے والے کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے "وتولی عنہ اصحابہ" پھر اس کے رشتے دار اس کے ساتھی اس کے دوست اس کو دفن کر کے واپس ہوتے ہیں تو "انہ یسمع قرع نعالھم" وہ مرنے والے قبر میں لیٹے لیٹے اپنے دوستوں کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ (بخاری شریف ج ا ص ۱۷۸ مسلم شریف مشکوٰۃ شریف ص ۲۴)

حضرات توجہ کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ بات صحابہ کی نہیں فرمارہے کہ میرے صحابہ بعد مرنے کے جوتیوں کی آواز سنتے ہیں نہ ولیوں کی سماعت کی بات کر رہے ہیں بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عام بندے کی بات فرمارہے ہیں کہ ہر انسان بعد مرنے کے اپنے دوستوں کی جوتیوں کی آہٹ کی آواز سنتا ہے سوچو جب عام انسان کی سماعت کا یہ عالم ہے کہ مرنے کے بعد وہ آواز جو معمولی سی چلنے سے نکلتی ہے قبر میں سن لیتا ہے ولیوں کی سماعت کا کیا عالم ہوگا' پھر صحابہ کی سماعت کا کیا عالم ہوگا' پھر نبیوں کی سماعت کا کیا عالم ہوگا' پھر نبیوں کے امام اللہ تعالیٰ کے مقدس حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سماعت کا کیا عالم ہوگا۔ حضرات اگر عام بندہ مرنے کے بعد دوستوں کی جوتیوں کی آواز سن سکتا ہے تو سنیوں' عاشقو' دیوانو! اپنا ایمان اور عقیدہ رکھو کہ حضور مدینہ پاک میں تشریف فرما کے اپنی قبر انور میں جلوہ فرما کے اپنے غلاموں کا درود و سلام بھی سماعت فرمارہے ہیں۔ اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لوگو! مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ "قیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارایت صلوۃ المصلین علیك ممن غاب عنك" صحابہ کرام نے عرض کی: آقا! وہ لوگ جو آپ پر درود پڑھتے ہیں لیکن مدینہ پاک میں نہیں رہتے۔ "ومن یاتی بعدك ما حالھما عندك" اور وہ لوگ جو ابھی آپ کے امتی پیدا بھی نہیں ہوئے آپ کے وصال کے بعد آئیں گے اور وہ آپ پر درود و سلام پڑھیں گے' ان کا درود آپ کیسے سماعت فرمائیں گے؟ "فقال اسمع صلوۃ اھل محبتی واعرفھم" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لوگو سن لو! میں محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام

محبت والوں کا درود و سلام خود سن لیتا ہوں اور ان کو پہچان بھی لیتا ہوں کہ کون سا میرا اُمتی، نام کیا ہے، ولدیت کیا ہے، ملک کون سا ہے، خاندان کون سا ہے، شہر کون سا ہے۔" **وتعرفی علی صلوۃ غیرھم عرضا** "اور جو بندہ محبت کے علاوہ درود و سلام پڑھتا ہے، اس کا درود فرشتے میری بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ (دلائل الخیرات ص ۳۲)

الحمدللہ! اہل سنت و جماعت نبی کو نور ماننے والے سنی، نبی کو مختار ماننے والے سنی، نبی کو حاظر ناظر ماننے والے سنی، نبی کا میلاد ماننے والے سنی، جب بھی سرکار کی بارگاہ میں درود و سلام پڑھتے نبی پاک کی محبت میں ڈوب کر پڑھتے ہیں، نبی پاک کو سامنے تصور کر کے پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

ہم یہاں سے پڑھیں وہ مدینے سنیں
مصطفیٰ کی سماعت پر لاکھوں سلام
دور نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام۔

حضرات جو مُلوانے یہ کہتے ہیں کہ نبی پاک نہیں سنتے، فرشتے پہنچاتے ہیں، وہ بھی سچے ہیں اور اصلی سنی حنفی یارسول اللہ کے نعرے مارنے والے کہتے ہیں کہ نبی ہمارا درود و سلام ہر جگہ سے سنتا ہے، ہم بھی سچے ہیں، وہ بغیر محبت کے پڑھتے ہیں، ہم عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ڈوب کر پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

منزل اُتے وسیلے بغیر کوئی نہ ای خاص پہنچے نہ کوئی عام پہنچے
جا کے طور تے رابطہ پیا کرنا ایں موسیٰ کرن لئی جدوں کلام پہنچے
نمبر کوڈ تے فون بغیر اتھے کسے جگہ نہ کوئی پیام پہنچے
ناصر فون بغیر بے پہنچ سکدا اے یا درود پہنچے یا سلام پہنچے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ فوت ہو جاتا ہے' اس کو غسل دیا جاتا ہے' کفن پہنایا جاتا ہے' اس کی میت اُٹھائی جاتی ہے' اس کا جنازہ پڑھا جاتا ہے' وہ مرنے والا ان تمام لوگوں کو جانتا اور پہچانتا ہے' جن جن لوگوں نے اس کا جنازہ پڑھا' غسل دیا اور کفن دے کر قبرستان اٹھا کر لے گئے۔

(احمد' طبرانی' مرقاۃ شرح مشکوٰۃ' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۶۶)

بغداد شریف میں ایک بندہ رہتا تھا' اللہ تعالیٰ نے اُسے ایک لڑکی عطاء فرمائی' اس بندے نے اپنی بچی کو قرآن کا حافظ اور قاری بنایا۔ حضرات پتہ چلا پہلے دور کے مسلمان اپنے بچوں کو قرآن کا حافظ بناتے تھے' قاری بناتے تھے' عالم بناتے تھے۔ ان کے دلوں میں دین کا درد تھا' دین کی محبت تھی اور آج کل ہمارا کیا حال ہے' ہم بچے کو انگریزی اسکول میں میٹرک کرا لیں گے' ایف اے' بی اے' ایم اے کرا لیں گے' لیکن بچے کو قرآن کا قاری نہیں بنائیں گے' اب ہر روز صبح صبح تماشہ دیکھتے ہوں گے' والدین اپنے بچوں کو تیاری کرا کے خود اسکولوں میں چھوڑنے جاتے ہیں' کوئی کار پر بچے لے جاتا ہے' کوئی اسکوٹر پر' کوئی سائیکل پر' کوئی پیدل تاکہ بچہ سکول سے لیٹ نہ ہو جائے' پھر ہزاروں روپے ماہانہ فیسیں بھی دیتے ہیں اور استادوں کی خدمت بھی کرتے ہیں' کبھی اپنے دینی اداروں میں بھی اس طرح ماں باپ کو دیکھا ہے کہ بچے کو چھوڑ آئیں تاکہ ہمارا بچہ قرآن کا قاری بن جائے' عالم بن جائے؟ ناں بالکل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دین سے دور ہوتے جاتے ہیں' ستر سال عمر ہو جاتی ہے' سیدھا کلمہ سیدھی نماز نہیں آتی' اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں دین کی محبت عطاء فرمائے تاکہ ہم اپنے بچوں کو دین کی تعلیم دے سکیں۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ اس بندے نے اپنی بچی کو قرآن کا قاری بنایا' عالمہ بنایا جب بچی جوان ہو گئی تو بغداد شریف کے ایک نیک گھرانے میں اس کی شادی کر دی گئی' رات کو جب دولہا دلہن کے کمرے میں آیا تو دلہن عالمہ قاریہ تھی' ادب احترام جانتی تھی' خاوند کے احترام میں کھڑی ہو گئی' جب دولہا بیٹھا تو دلہن بھی بیٹھ گئی' سلام کے

بعد دلہن نے بڑی محبت سے کہا: حضور! اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ اس نے میرے نصیب میں آپ جیسا نیک اور خوب سیرت انسان لکھ دیا ہے' انشاء اللہ میں کوشش کروں گی کہ آپ کی خدمت کروں' آپ کے والدین کی خدمت کروں' آپ کے خاندان کی عزت کروں' دولہا بڑا خوش ہوا' انہوں نے بھی شکریہ کے کلمے ادا کیے' دلہن نے پھر عرض کی: حضور! میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کی دعاؤں کے صدقے سے قرآن کی قاریہ اور حافظہ ہوں' میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے اتنی اجازت فرما دیں کہ میں علاقے کی بچیوں کو اپنے گھر قرآن کی تعلیم دے سکوں؟ دولہا نے کہا: اے میری رفیقہ حیات! یہ تو ہماری بڑی خوش نصیبی ہے کہ ہمارے گھر میں اللہ تعالیٰ کا قرآن پڑھایا جائے' بچیاں قرآن پڑھیں' مجھے کوئی اعتراض نہیں' آپ پڑھا سکتی ہیں! اس بچی نے بغداد شریف کی بچیوں کو قرآن پاک پڑھانا شروع کر دیا' ایک سال پڑھایا' دو سال پڑھایا' تین سال پڑھایا' چار سال پڑھایا' حتیٰ کہ چالیس سال تک اپنے علاقے میں بچیوں کو قرآن کا درس دیا' حتیٰ کہ قرآن پڑھاتے پڑھاتے اس کی موت کا وقت قریب آ گیا' حضرات موت برحق ہے موت سے کوئی بچ نہیں سکتا' جو دنیا میں آیا ہے' اس نے ایک دن دنیا چھوڑ کر قبر میں بھی جانا ہے۔

مت جانے اس جگ تے رھساں ایہہ تیرا غلط خیال
تیرے نال دے ساتھی ٹر گئے نے تو بھی قبر دا جوڑ سامان
چھوڑ تکبر کملا بھائی کر راضی ذات رحمان
افقر جوڑ سامان قبر دا تے جہڑا تیرا خاص مکان

وہ قاریہ بیمار ہو گئی' موت کے لمحات قریب آ گئے' اس زمانے میں بغداد شریف میں ایک کفن چور رہتا تھا' کچھ لوگ مال کے چور ہوتے ہیں' کچھ سونے چاندی کے' کچھ مال ڈنگر کے چوروں کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔ روزہ چور' نماز چور' مال چور' ایمانی چور' وہ کفن چور تھا۔ اس قاریہ نے اپنے خاوند کو کہا: میرے سرتاج! ذرا مہربانی کرو! کفن چور کو بلا لاؤ'

خاوند نے کہا: خیر تو ہے؟ عرض کی: اس سے ایک ضروری بات کرنی ہے' اس کا خاوند چور کو بلا کر لے آیا' کفن چور ڈرتا ڈرتا قاریہ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی خیر کرے! ذ آج قاریہ کو میری کیا ضرورت پڑ گئی ہے۔ قاریہ نے پردے کے پیچھے سے ایک تھیلی نکال کر اس کفن چور کے سامنے پھینکی' کفن چور نے کہا: بی بی جی! یہ کیا ہے؟ قاریہ نے فرمایا: اس میں سونے چاندی کے روپے ہیں' یہ اُٹھالو! عرض کی: کس خوشی میں' آپ مجھے عطاء فرمار ہے ہیں؟ بی بی صاحبہ نے فرمایا: مجھے پتہ ہے تو کفن چور ہے اور تیرا پیشہ کفن چرانا ہے' میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ سبحان اللہ! ہے حافظہ ہے قاریہ' لیکن کہتی کیا ہے میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ حضرات جب حافظہ جانتی ہے کہ میری موت کا وقت قریب آ گیا' کیا اللہ تعالیٰ کا حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پتہ نہیں ہوگا؟ جب غلام کی نگاہ کا یہ عالم ہے سردار کی نگاہ کا عالم کیا ہوگا۔

محتاج کا جب یہ عالم ہے مختار کا عالم کیا ہو گا
بن دیکھے فدا ہے ہر کوئی دیدار کا عالم کیا ہو گا

قاریہ نے فرمایا: بھائی جی! یہ ایڈوانس اپنی مزدوری لے لو' جب میں فوت ہو جاؤں تو میرا کفن اتار کر مجھے قبر میں شرمندہ نہ کرنا' میں نے چالیس سال قرآن کی خدمت کی ہے' میں قبر میں مردوں کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتی' لہٰذا میں مرنے سے پہلے کفن کی قیمت ادا کر دی ہے' تاکہ تو محنت سے بچ جائے' میں بے پردگی سے بچ جاؤں' کفن چور نے وہ تھیلی اُٹھالی' وعدہ کیا کہ بی بی آپ پریشان نہ ہوں' کفن تو کیا میں آپ کی قبر کے پاس بھی نہیں گزروں گا۔ کفن چور اُجرت لے کر مزدوری لے کر گھر آ گیا۔ بیوی نے پوچھا: جمال دین! یہ آج خیر تو تھی' آج قاریہ نے تمہیں کیوں بلایا تھا' کفن چور نے ساری بات بتائی۔ آگے بیوی بھی کفن چور کی تھی' کہنے لگی: کفن کی قیمت تو لے لی ہے' اب کفن بھی نہ چھوڑنا' لگتا ہے بی بی کا کفن بڑا قیمتی ہوگا' آخر سارے بغداد کی استاد ہے۔ کفن چور کی نیت بدل گئی' اس نے کہا: فکر نہ کر! کفن بھی نہیں چھوڑوں گا' جب مغرب کی

اذان ہوئی تو اعلان ہوا کہ لوگو! بغداد کی مشہور قاریہ فلاں بنت فلاں زوجہ فلاں فوت ہوگئی ہے' اس کا جنازہ عشاء کی نماز کے بعد قبرستان والے جنازگاہ میں پڑھایا جائے گا' لہٰذا تمام مسلمان شرکت فرما کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔ عشاء کی نماز کے بعد اس قاریہ کا جنازہ اُٹھایا گیا' ہزاروں کی تعداد میں لوگ اس کے جنازے میں شامل ہوئے' وہ کفن چور بھی آخری صف میں جنازہ میں شامل ہوگیا' جب جنازہ ختم ہوا تو امام صاحب نے جنازے کے بعد قاریہ کے لیے مغفرت کی دعا مانگی۔ حضرات یاد رکھیں! جب کسی مسلمان کا جنازہ پڑھو' مسلمان ہو مؤمن' بے ادب گستاخ نہ ہو' یاد رکھیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بے ادب کا جنازہ' صحابہ کے بے ادب کا جنازہ' آلِ نبی اولادِ علی کے گستاخ کا جنازہ ہرگز نہیں پڑھنا چاہیے' چاہے وہ قریبی رشتے دار ہی کیوں نہ ہو' مرنے والے کے رشتے نہ دیکھا کرو بلکہ نسبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام دیکھا کرو' یہ دیکھا کرو کہ مرنے والا سرکار کا گستاخ تو نہیں تھا' صحابہ کرام کا آلِ نبی کا بے ادب تو نہیں تھا۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ نہیں جی ہر مسلمان کا جنازہ پڑھنا چاہیے' یہ مولویوں کی تقسیم ہے کہ دیوبندیوں' وہابیوں' شیعوں کا جنازہ نہ پڑھو' یہ غلط ہے' جس نے کلمہ پڑھ لیا وہ مسلمان ہے۔ مسلمانوں کا جنازہ ضرور پڑھنا چاہیے۔ حضرات اہل سنت و جماعت نمبرا کا عقیدہ ہے کہ بے ادبوں کا جنازہ نہیں پڑھنا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک گستاخ تھا اس کا نام عبداللہ بن ابی' یہ تھا مسلمان یہ نماز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے پڑھتا تھا' روزے رکھتا تھا' حج کرتا تھا' سارے مسلمانوں والے کام کرتا تھا لیکن اندر سے سرکار کا بے ادب تھا' سرکار کے گلے شکوے کرتا تھا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب کچھ پتہ تھا مگر کریم رحیم نبی درگزر فرماتے تھے' جب وہ مرنے لگا تو بیمار ہوگیا' اس کو پتہ چل گیا کہ اب میرا بچنا محال ہے' اس نے اپنے بیٹے جس کا نام بھی عبداللہ تھا' یہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابی تھا' یہ سرکار کا بڑا ادب کرتا' سرکار سے بڑی محبت کرتا تھا' کو کہا کہ بیٹا! میں مرجاؤں تو مجھے غسل دے کر مدینہ کا کفن نہ پہنانا' بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کرنا کہ اپنی قمیص مبارک عطاء

فرمائیں پھر میرا جنازہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پڑھوانا' جب عبداللہ مر گیا تو اس کا بیٹا سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوا' اس وقت سرکار کی خدمت میں اور صحابہ بھی بیٹھے تھے۔ فاروقِ اعظم بھی حاضر خدمت تھے' اس نے آ کر عرض کی: آقا! میرا ابو فوت ہو گیا ہے اور وصیت کر گیا ہے کہ اپنی قمیص مبارک کفن کے لیے عطاء فرمائیں اور رحمت کرتے ہوئے میرا جنازہ بھی پڑھائیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا کرتہ مبارک عطاء فرمایا اور وعدہ فرمایا کہ جب جنازہ تیار ہو جائے تو بتانا میں جنازہ بھی پڑھاؤں گا' وہ قمیص مبارک لے کر چلا گیا۔ حضرت عمر نے عرض کی: آقا! آپ بھی بڑے ہی شفیق ہیں یہ عبداللہ بن ابی وہ مردود ہے جو ساری زندگی آپ کی گستاخی کرتا رہا ہے' لیکن آپ اتنے کریم ہیں کہ اپنا کرتہ مبارک بھی عطاء فرما دیا ہے اور جنازہ بھی پڑھانے کا وعدہ فرما لیا ہے۔ سرکار نے فرمایا: پیارے عمر! ٹھیک کہتے ہو لیکن میں نے کرتہ کیوں دیا ہے' جنازہ پڑھانے کا وعدہ کیوں کیا ہے تم نہیں جانتے۔ عرض کی: آقا! وضاحت فرمایئے! فرمایا: مجھے پتہ ہے یہ گستاخ تھا' بڑا بے ادب تھا' میرے گلے اور شکوے کرتا تھا' میرے پیچھے نماز پڑھ کے میرے عیب بیان کرتا تھا' لیکن میں جانتا ہوں کہ نہ میری قمیص اس کو فائدہ دے گی نہ میرا جنازہ پڑھنا اس کو فائدہ دے گا۔ عرض کی: پھر پڑھانے کا فائدہ کیا ہے؟ آمنہ کے لال نے فرمایا: یہ ایک ہزار لوگوں کا سردار ہے' جب وہ میرا احسن اخلاق دیکھیں گے اور دیکھیں گے کہ اچھا بندہ تھا' ادھر نبی کے گلے کرتا تھا' کہتا تھا کہ نبی کر کچھ نہیں سکتا' نبی دے کچھ نہیں سکتا' اُدھر نبی کے کرتے کو تبرک بنا کر قبر میں لے جا رہا ہے' نبی سے جنازہ پڑھا رہا ہے تو اِنشاء اللہ وہ سارے دل سے مسلمان ہو جائیں گے۔ سبحان اللہ! پھر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنازہ پڑھایا تو اس کا سارا خاندان سچے دل سے مسلمان ہو گیا۔ حضرات پتہ چلا نبیوں' ولیوں کے تبرکات قبر میں رکھنے جائز ہیں' مگر فائدہ اس کو دیتے ہیں جو با ادب ہو' جو غلام ہو' گستاخ اور بے ادب کو تبرکات فائدہ نہیں دیتے۔

کر مرشد دی سیوا تینوں ایہہ دنیا بُھل جاوے
فقیر نوں یار بناون والا کدی نہ دھوکا کھاوے
حسن والا بندہ اکثر رُو رُو کے پچھتاوے
اُوہ کیوں ہسے ناصر جنھوں ہاسد راس نہ آوے

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس بے ادب گستاخ کا جنازہ پڑھایا تو خالق کائنات نے عرشوں سے آواز ماری: سجناں! اس بے ایمان کا جنازہ تو پڑھا دیا ہے اب آئندہ کسی گستاخ اور بے ادب کا جنازہ نہ پڑھانا' عرض کی: مولا کریم! عبداللہ نماز پڑھتا تھا' روزے رکھتا تھا' تیری عبادت کرتا تھا' وہ کیسے بے ایمان ہو گیا' فرمایا کہ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام ٹھیک کہتے ہو' پھر میں اس کی عبادت دیکھو یا تیری محبت دیکھو' سجناں وہ تیرا بے ادب نہیں تھا' میرا بے ادب تھا' وہ تیرا منکر نہیں تھا' اللہ تعالیٰ کا منکر تھا۔ خالق کائنات نے فرمایا: ''وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا '' اُن میں سے کسی کی میت پر کبھی نمازِ جنازہ نہ پڑھنا ''وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ '' اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کے لیے بخشش کی دعا کرنا کیوں' اس لیے کہ ''اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ '' بے شک وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے منکر ہوئے ''وَمَاتُوْا وَهُمْ فَاسِقُوْنَ '' اور وہ نافرمان ہو کر مر گئے۔ (پ۱۰' التوبہ: ۸۴) (تفسیر نور العرفان ص ۳۱۸)

حضرات قرآن کریم کی اس آیہ کریمہ سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بے ادب اور گستاخ کا نہ جنازہ پڑھنا چاہیے اور تو اس کے لیے بخشش کی دعا کرنی چاہیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عظیم صحابی حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن سرکار مسجد نبوی میں تشریف فرما ہیں کہ چند آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے' عرض کی: آقا! ہمارا عزیز فوت ہو گیا' ہماری برادری کا ایک بندہ فوت ہو گیا ہے' اس کا جنازہ جنازگاہ میں آچکا ہے' کرم فرمایئے اُس کا جنازہ تو پڑھا دیجیے۔ سرکار نے سنا تو تیار ہو گئے' اپنے صحابہ کی جھرمٹ میں جنازگاہ تشریف لے آئے' صحابہ کرام نے صفیں

درست کرلیں' میرے آقا نے میت کے وارث کو بلایا' فرمایا: اس میت کا نام کیا ہے کس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے' اس کا کردار کیا تھا؟ میت کے وارث نے عرض کی: حضور! یہ نمازی تھا' آپ کے پیچھے نمازیں پڑھتا' روزے رکھتا تھا' فلاں قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے اور فلاں نام ہے۔ سرکار نے جب نام سنا تو جلال میں آ گئے' چہرے پر غصہ کے آثار آ گئے' صحابہ کرام بڑے حیران ہو گئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جلال میں کیوں آ گئے ہیں' خیر تو ہے؟ میرے آقا نے میت کے وارث کو فرمایا: یہ وہی بندہ نہیں جو میرے عثمان صحابی سے عداوت رکھتا تھا' میرے عثمان کا بے ادب اور گستاخ تھا' میرے عثمان کے گلے کرتا تھا' وارث نے سر جھکا لیا' عرض کی: آقا! ہاں یہ وہی بندہ ہے' میرے آقا نے فرمایا: اس کا جنازہ اٹھالو' عرض کی گئی: آقا! بات کیا ہے؟ فرمایا: جو بندہ میرے عثمان کا بے ادب ہو' میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جنازہ پڑھانے کے لیے تیار نہیں' حضرات یہ وہ نبی ہے جس نے تھپڑ کھائے پر غصہ نہیں کیا' گالیاں سنیں غصہ نہیں فرمایا' کوڑا کرکٹ ڈالا گیا' غصہ نہیں کیا مگر یہاں فرماتے ہیں: لوگو! سن لو میں اس کا جنازہ نہیں پڑھاتا کیونکہ ''انہ کان یبغض عثمان'' یہ بندہ میرے عثمان سے عداوت اور بغض رکھتا تھا۔

(ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۱۲)

پتہ چلا کہ صحابہ کے دشمن کا جنازہ نہ پڑھنا یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت مبارکہ ہے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لوگو! ایک وقت آنے والا ہے' لوگ میرے صحابہ کی بارگاہ میں بے ادبی اور گستاخی کریں گے' اگر تم وہ وقت دیکھو تو سنو اُن لوگوں سے بچ کے رہنا ''ولا تناکحوھم'' اُن کے بچوں بچیوں سے اپنے بچوں بچیوں کی شادیاں نہ کرنا ''وتجالسوھم'' اور ان کی محفلوں میں نہ بیٹھنا ''وان مرضوا فلا تعودوھم'' اگر صحابہ کا بے ادب بیمار ہو جائے تو اس کی بیمار پرسی نہ کرنا ''فلا تصلوا علیھم'' صحابہ کا بے ادب مر جائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھنا ''ولا تصلوا معھم'' جہاں وہ نماز پڑھیں ان کے ساتھ نماز نہ پڑھنا۔

(دارقطنی، شفاء شریف ج ۲ص ۶۸۹، غنیۃ الطالبین ص ۱۶۸، رسائل رضویہ ج ۱ص ۲۴۱، مستدرک شریف ج ۳ص ۶۳۲، تاریخ بغداد، جمع الجوامع، کنز العمال، جامع الاحادیث ج ۲ص ۱۱۰)

حضرات بتایئے! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیسے کھول کر مسئلہ سمجھا دیا کہ میرے صحابہ کے دشمن کا جنازہ نہ پڑھنا، آج سنی کسی گستاخ کا جنازہ نہ پڑھیں تو لوگ کہتے ہیں: یہ مولوی بڑے تنگ نظر ہیں، یہ مولوی فرقہ پرست ہیں، دیکھو جی! مولوی مسلمان کا جنازہ نہ پڑھتے اور نہ ہمیں پڑھنے دیتے ہیں۔ حضرات خدا عزوجل کے لیے سوچئے! مولوی لوگوں کی باتیں مانیں یا کملی والے کی جس کا کلمہ پڑھا ہے، چاہیے تو یہ تھا کہ لوگ علماء کی بات پر عمل کرتے، لیکن عوام کہتی ہے کہ مولوی ہماری بات مانیں۔ تو سرکار نے کیا فرمایا: اس کا جنازہ اٹھالو، اس کا جرم کیا تھا؟ اس کا قصور کیا تھا؟ نماز نہیں پڑھتا تھا، روزے نہیں رکھتا، شریعت کے احکام نہیں مانتا تھا، توحید نہیں مانتا تھا، ناں ناں ایسا کوئی جرم نہیں تھا، جرم تھا تو یہ تھا کہ اس کے دل میں عثمان غنی کا ادب اور احترام نہیں تھا، پتہ چلا کہ

ہے منکر جس دے دل دے اندر نئیں عشق صدیق ولی دا
اُو ولی جان ایمان توں خالی جہڑا دشمن عمر جری دا
اوی جنت جا نئیں سکدا جنوں نئیں پیار عثمان غنی دا
اعظم اُو وی وڈا کافر تے جہڑا نئیں حب دار علی دا

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ جب کسی مسلمان کا جنازہ پڑھو، کسی سُنّی مسلمان کا جنازہ پڑھو، کسی عاشقِ مدینہ کا جنازہ پڑھو تو جنازہ پڑھ کر بھاگ نہیں جانا چاہیے بلکہ اس مرنے والے کے لیے خلوصِ دل سے دعا کرنی چاہیے، یہ سرکار کا فرمان ہے، یہ مسلمانوں کا طریقہ ہے سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "**اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء**" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لوگو! جب تم کسی مرنے والے پر جنازہ پڑھ چکو تو مرنے والے کے لیے خلوصِ دل سے دعا مانگو کہ اے خالق کائنات! اس کے گناہ بخش دے، اس کی مغفرت فرما، اس کو

اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطاء فرما۔

(ابن ماجہ شریف ص ۱۰۹' ابوداؤد شریف ج ۲ص ۴۱' مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۶)

غیر مقلد وہابی اہل حدیث دیوبندی حضرات کہتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں کہ حدیث بالکل ٹھیک ہے' مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ نمازِ جنازہ پڑھتے وقت مرنے والے کے لیے خلوصِ دل سے دعا مانگو۔ حضرات ان کی بات درست نہیں کیونکہ صلیتم یہ شرط ہے اور فاخلصوا اس کی جزاء ہے۔ قانون یہ ہے کہ شرط اور جزاء میں فرق ہو فاصلہ ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ صلیتم یہ ماضی کا صیغہ ہے' جس کا معنی ہے: کام کر لینا اور فاخلصوا امر کا صیغہ ہے۔ پتہ چلا کہ جنازہ پڑھ لینے کے بعد حکم دیا جا رہا ہے کہ دعا کرو' مثلاً اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے پ ۲۸' سورۂ جمعہ میں فرماتا ہے: ''فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ'' لوگو! جب نمازِ جمعہ پڑھ چکو تو زمین میں پھیل جاؤ۔ اب اس کا مطلب کیا ہے کہ جمعہ کے درمیان ہی دوڑ جاؤ' یا جمعہ پڑھ کے۔ جمعہ پڑھ کے کیونکہ حکم ہو رہا ہے ''فَانْتَشِرُوْا'' اب کوئی پاگل وہابی دیوبندی جمعہ میں جماعت میں نماز پڑھتے دوڑنا شروع کر دے' لوگ کہیں گے: او نجدی پاگل تو نہیں ہو گئے' نماز پڑھتے کیوں دوڑنا شروع کر دیا ہے' وہ کہے: جان میں تو قرآن پر عمل کر رہا ہوں' اللہ تعالیٰ جو فرما رہا ہے کہ نمازِ جمعہ میں زمین پر پھیل جاؤ تو پڑھے لکھے' اس کو کیا کہیں گے کہ نام کے شیخ القرآن اللہ تعالیٰ نے نمازِ جمعہ میں دوڑنے کا حکم نہیں دیا بلکہ ''فَانْتَشِرُوْا'' فرمایا ہے کہ نمازِ جمعہ پڑھ کر زمین میں پھیل جاؤ۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے پ ۲۲' الاحزاب: ۵۳ میں ارشاد فرماتا ہے: ''فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا'' اے ایمان والو! جب تم کھانا کھا لو تو میرے نبی کے دربار سے چلے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ اس آیہ کریمہ میں دربارِ نبوت کا ادب بتایا ہے کہ جب میرا یار تمہیں دعوت کے لیے اپنے گھر بلائے تو کھانا کھا کے بیٹھے نہ رہا کرو' میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف ہوتی ہے' فوراً کھانا کھا کر چلے جایا کرو' اب کھانے کے دوران چلے جانا چاہیے یا کھانا کھا کے؟ اب کوئی مولوی صاحب منہ میں مرغا کا پیس لے کے چلتا

شروع کر دے' کوئی پوچھے کہ مولوی صاحب یہ کیا کر رہے ہو؟ وہ کہے کہ میں تو قرآن پر عمل کر رہا ہوں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب کھانا کھانے لگو تو چلنا شروع کر دو' میں تو قرآن پاک پر عمل کر رہا ہوں' کوئی ایسے عقل مند کو کیا کہے گا؟ اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے پ ٦' المائدہ: ٦ میں ارشاد فرماتا ہے: ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ'' اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو وضو کرو' اپنا چہرہ اپنے ہاتھ اپنے پیر دھولو' سر کا مسح کر لو۔ یعنی پہلے وضو کرو' پھر نماز پڑھو یہ نہیں کیا ادھر نماز بھی پڑھتے رہو' ادھر وضو بھی کرتے رہو' کیونکہ صلوٰۃ اور غسل میں فرق ہے۔ اسی طرح انسان کے لیے سنت ہے کہ وہ پہلے نمازِ جنازہ پڑھ لے' پھر مرنے والے کے لیے خلوصِ دل سے دل کرے۔ (جاء الحق ج اص ۲۷۴)

حضرات بعض وہابی دیوبندی دھوکہ دینے کے لیے کہتے ہیں کہ ہم نمازِ جنازہ کے بعد دعا اس لیے نہیں مانگتے کہ نمازِ جنازہ بھی تو دعا ہی ہے' پھر دعا کے بعد دعا کا کیا مطلب! آپ ان عقل مندوں سے سوال کریں' کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ کہیں فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ دعا مانگنے کے بعد پھر دعا نہ مانگنا' میں قبول نہیں کروں گا؟! اگر لکھا ہے تو ہمیں بھی دکھا دو' ہم نہیں مانگیں گے' یا کوئی صحیح حدیث بھی دکھا دو' کہیں اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہو کہ ایک مرتبہ دعا مانگ کر پھر دعا نہ مانگنا' چلو صحیح نہیں کوئی ضعیف حدیث بھی دکھا دو کہ سرکار نے ایک بار دعا مانگ کر پھر دعا مانگنے سے منع فرمایا ہو' چلو کسی صحابی کا قول بھی دکھا دو کہ کسی صحابی نے فرمایا ہو کہ ایک بار دعا مانگ کر پھر دعا نہ مانگنا' مگر قیامت آ سکتی ہے کوئی ملاں کوئی مفتی کوئی قاضی کوئی شیخ القرآن کوئی شیخ الحدیث یہ بات نہیں دکھا سکتا۔ ملاں سوچ! اللہ تعالیٰ دعا سے منع نہ فرمائے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منع نہ فرمائیں' صحابہ منع نہ فرمائیں' تیری بات کون مانتا ہے؟ ہمارے ایک سنی عالم نے ایک جگہ تقریر کرتے ہوئے عوام کو فرمایا کہ سنیوں نمازِ جنازہ پڑھ کر میت کے لیے ضرور بخشش کی دعا کرو' بھاگ نہ جایا کرو' محفل میں ایک دیوبندی مولوی بھی بیٹھا تھا'

کہنے لگا: مولوی صاحب! جب نمازِ جنازہ خود دعا ہی ہے تو پھر دعا مانگنے کا کیا مطلب؟ سنی عالم نے بڑا پیارا جواب دیا کہ مولوی جی! کبھی نماز پڑھائی ہے؟ کہنے لگا: ماشاء اللہ! میں تو پانچ ٹائم لوگوں کو جماعت کراتا ہوں' سنی عالم نے فرمایا: جماعت کے بعد کبھی دعا مانگی ہے یا ویسے ہی مصلی چھوڑ کر بھاگ جاتے ہو؟ کہنے لگا: نہیں جی! الحمد للہ جماعت کے بعد دعا مانگتا ہوں کیونکہ جماعت کے بعد دعا مانگنا اور ہاتھ اُٹھا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرنا ''اللّٰهم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام '' پڑھنا' یہ اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت مبارکہ ہے۔ سنی عالم نے فرمایا: کیوں دعا مانگتے ہو' سلام پھیرنے سے پہلے کیا تم اور سارے نمازی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا نہیں کرتے: ''رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ '' (پ ۱۳' ابراہیم: ۳۹۔۴۰) اے میرے پالنے والے! مجھے نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو' اے ہمارے رب عزوجل اور میری دعا سن لے۔ اے ہمارے ربِ عزوجل! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔ سنی عالم نے فرمایا: مولوی صاحب! جب آپ نے سلام پھیرنے سے پہلے صرف اپنے لیے ہی نہیں اولاد کے لیے' والدین کے لیے' سارے ایمان والوں کے لیے دعا مانگ لی' پھر سلام کے بعد دعا کا کیا مطلب؟ اب مولوی صاحب بڑے پریشان ہوئے اور لا جواب بھی' ایک سنی جوان نے کہا: مولوی جی! اب بولو ہمارا تو تو نے جینا حرام کر رکھا ہے۔ اب بیچارے بولے: کیا صرف یہ کہا جی ہم تو سرکار کی سنت پر عمل کرتے ہوئے دعا مانگتے ہیں۔ سنی عالم نے کہا: ہم نے کوئی مسئلہ گھر تو نہیں بنایا' ہم بھی نمازِ جنازہ کے بعد دعا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے کرتے ہیں۔ علامہ ابوبکر بن سعود کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب بدائع الصنائع کے اندر یہ حدیث مبارکہ لکھی ہے کہ ''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلّٰی علٰی جنازۃ '' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے اپنے ایک غلام کی نماز جنازہ پڑھائی "فلما فرغ" جب سرکار نے نمازِ جنازہ پڑھالی نمازِ جنازہ سے فارغ ہوئے تو "جآء عمر ومعه قوم" حضرت عمر چند ساتھیوں کے ساتھ نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے قبرستان تشریف لے آئے لیکن آگے نماز جنازہ تو ہوچکی تھی "فاراد ان یصلی ثانیا" حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ چلو جماعت ہوچکی ہے تو ہم دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھ لیتے ہیں جب نمازِ جنازہ پڑھنے کا اُرادہ کیا تو "فقال له النبی صلی اللہ علیه وسلم الصلاة علی الجنازة لا تعاد" نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: عمر! یہ کیا کرنے لگے ہو؟ عرض کی: آقا! دوبارہ جنازہ پڑھنے لگے ہیں تاکہ ہم بھی نمازِ جنازہ کا ثواب حاصل کرسکیں تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: نماز جنازہ میت پر دوبارہ نہیں پڑھی جاسکتی۔ "ولکن ادع للمیت واستغفر له" ہاں اگر ثواب لینا چاہتے ہو تو مرنے والے کے لیے دعائے مغفرت کرلو۔ علامہ ابوبکر فقہ کے بہت بڑے امام جن کا وصال ۵۸۷ھ میں ہوا وہ یہ حدیث لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: "وھذا نص فی الباب" یہ حدیث پاک بعد نماز جنازہ کے دعا مانگنے کی دلیل ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۱۱' مقالات امینیہ ج ۳ ص ۳۴۷' دعا بعد از نماز جنازہ کی شرعی حیثیت ص ۴۲)

حضرات اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ جنازے کی نماز کے بعد میت کے لیے بخشش کی دعا کرنا یہ بدعت نہیں' بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کیونکہ آمنہ کے چن نے خود فاروقِ اعظم کو دعا مانگنے کا حکم دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی تھے حضرت طلحہ بن براء انصاری رضی اللہ عنہ وہ رات کے وقت فوت ہوگئے' صحابہ کرام نے خود ہی غسل دیا' کفن پہنایا' پھر نماز جنازہ پڑھ کے دفن کردیا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ بتایا گیا کہ سرکار کو تکلیف نہ ہو' رات کا وقت ہے' ہم خود ہی دفن کردیتے ہیں' صبح کی نماز کے بعد حضرت طلحہ کے گھر والوں نے عرض کی: آقا! آپ کے غلام طلحہ انصاری رات کو فوت ہوگئے تھے' ہم نے آپ کو زحمت دینا گوارہ نہ کیا' غسل کفن دے کے نمازِ جنازہ پڑھ کے دفن کردیا ہے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنا تو بڑا افسوس فرمایا'

پھر اپنے صحابہ کو ساتھ لے کر حضرت طلحہ کی قبر پر تشریف لے گئے' آپ نے حضرت طلحہ کی قبر پر کھڑے ہو کر نمازِ جنازہ پڑھائی' نماز جنازہ پڑھانے کے بعد "ثم رفع یدیہ" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاتھ اُٹھا کر حضرت طلحہ کے لیے بخشش کی دعا فرمائی' اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: "اللّٰھم الق طلحة یضحك الیك وانت تضحك الیہ" اے پیارے رب العالمین! تو طلحہ کے ساتھ اس حال میں ملاقات فرما کہ تو اُس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی ہو۔ (زرقانی علی الموطا ج ۲ ص ۱۶' مظاہر حق ص ۳۱۱' دعا بعد از نمازِ جنازہ کی شرعی حیثیت ص ۵۲' مقالاتِ امینیہ ج ۳ ص ۳۴۸' صلوٰۃ رسول ص ۴۱۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی علی المنفوس" میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک معصوم بچے کی نماز جنازہ پڑھائی' جب نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو "ثم قال اللّٰھم اعذہ من عذاب القبر" اے پیارے رب العالمین! اس بچے کو عذابِ قبر سے بچا لے۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۹' کنز العمال ج ۸ ص ۱۱۴' شرح صدور ص ۶۲' دعا بعد از نمازِ جنازہ کی شرعی حیثیت ص ۴۲۔۴۳' صلوٰۃ الرسول ص ۶۱۸' مقالاتِ امینیہ ج ۳ ص ۳۴۸ بہجۃ النفوس شرح بخاری ج ۱ ص ۱۲۲)

حضرت عمیر بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت مولا علی نے یزید بن مکفف کی نمازِ جنازہ پڑھائی' میں نے بھی آپ کے پیچھے باجماعت نماز جنازہ ادا کی "فکبر علیہ اربعا" آپ نے نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں پڑھیں' نمازِ جنازہ پڑھانے کے بعد مولا علی اس میت کے پاس تشریف لے گئے' پھر آپ نے اس کے لیے ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگی کہ "اللّٰھم عبدك وابن عبدك نزل بك الیوم" اے میرے پیارے رب العالمین! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا بیٹا ہے' یہ آج تیرے دربار میں حاضر ہوا ہے' "فاغفر لہ ذنبہ" یا اللہ عزوجل! اس کے سارے گناہ معاف کر دے "ووسع علیہ مدخلہ" اور اس کی قبر کو اس کے لیے کشادہ اور وسیع فرما دے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۳۱' صلوٰۃ رسول ص ۶۱۸' مقالاتِ امینیہ ج ۳ ص ۳۴۹)

جب سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت عبداللہ بن سلام سرکار کے صحابی مدینہ شریف سے باہر گئے ہوئے' آپ کو جب پتہ چلا تو آپ مدینہ شریف کی طرف بڑی تیزی سے تشریف لائے تا کہ فاروقِ اعظم کے جنازہ میں شامل ہوسکوں' لیکن جب آپ پہنچے تو جنازہ ہو چکا تھا' آپ نے بڑے افسوس کا اظہار کیا' پھر جنازہ پڑھنے والوں کو فرمایا: لوگو! جنازہ پڑھنے میں تم مجھ سے آگے نکل گئے' تم نے پہلے جنازہ پڑھ لیا ہے' لیکن دعا مانگنے میں تو مجھ سے آگے نہ نکلو' آؤمل کے فاروقِ اعظم کے لیے دعا کرتے ہیں۔ علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی جن کا ۴۸۳ھ میں وصال ہوا' وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا: ''ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء'' لوگو! تم نے نمازِ جنازہ تو مجھ سے پہلے پڑھ لیا ہے' اب دعا تو مجھ سے پہلے نہ مانگو' آؤمل کر دعا مانگیں۔

(مبسوط سرخسی ج ۲ ص ۶۲' صلوٰۃ رسول ص ۴۱۹' مقالاتِ امینیہ ج ۳ ص ۳۵۰)

حضرات بعض لوگ جب یہ احادیث کریمہ سنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نہیں مانتے کیونکہ یہ حدیثیں صحاح ستہ میں نہیں' حضرات ایسے لوگوں کا ایمان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان پر نہیں ہوتا بلکہ صحاح ستہ پر ہوتا ہے لیکن جو سرکار کے سچے غلام ہیں وہ کتابیں نہیں دیکھتے' وہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان دیکھتے ہیں کہ یہ فرمان سرکار کا ہے اور محدثین نے بیان فرمایا ہے۔ علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کو جب فضائل درود کی حدیثیں سنائی جائیں تو وہ کہتے ہیں: ہم نہیں مانتے' یہ صحاح ستہ میں نہیں۔ علامہ نبہانی فرماتے ہیں: ایسا کہنے والا بندہ بدعقیدہ ہے' وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت میں عیب لگا رہا ہے۔ (سعادت الدارین' مقالاتِ امینیہ ج ۳ ص ۳۵۱)

دیو بند مدرسہ کے مفتی عزیز الرحمان عثمانی صاحب سے کسی نے سوال کیا کہ بعد نمازِ جنازہ قبل دفن چند نمازیوں کا ایصالِ ثواب کے لیے سورۂ فاتحہ ایک بار' سورۂ اخلاص تین بار آہستہ پڑھ کر امام جنازہ یا کسی نیک آدمی کا دونوں ہاتھ اٹھا کر مختصر دعا کرنا شرعاً درست

ہے کہ نہیں؟

جواب: اس میں کوئی حرج نہیں۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۱۴۳۳' مکتبہ امدادیہ ملتان' مقالات امینیہ ج ۳ ص ۳۵۳' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے پیارے صحابی ہیں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ' آپ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے ایک دن فرمایا: معاذ! میں نے عرض کی: جی میرے آقا! فرمایا: میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا ضرور پڑھنا "اللّٰھم اعنی علیٰ ذکرك وشكرك وحسن عبادتك" حضرت معاذ نے عرض کی: آقا! آپ کے حکم پر ضرور عمل کروں گا' یہ دعا ضرور مانگوں گا۔

(مسند امام احمد ج ۵ ص ۲۴۷' ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۲۱۳' نسائی شریف ج ۱ ص ۱۹۲)

حضرت ابی امامہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں سوال کیا کہ "قیل یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع" یارسول اللہ! اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں کہ کون سی دعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زیادہ قبول ہوتی ہے۔ "قال جوف اللیل الاخر" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: دو وقت دعائیں بڑی جلدی قبول ہوتی ہیں' ایک وہ دعا جو رات کے آخری حصہ میں مانگی جائے "ودبر الصلوات المکتوبات" اور دوسری وہ دعا جو فرض نماز کے بعد مانگی جائے۔

(ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۸۷' مشکوٰۃ شریف' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۲۲)

حضرات نماز جنازہ بھی فرضی نماز ہے' اس لیے اہل سنت و جماعت نماز جنازہ پڑھ کے دعا مانگتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد اللہ تعالیٰ دعا جلدی قبول فرماتا ہے' ہم دعا مانگیں گے' اللہ تعالیٰ دعا قبول فرمالے گا' زندوں کا بھی بیڑا پار ہو جائے گا اور مرنے والا بھی بخشا جائے گا' اب جو بعد جنازہ کے دعا نہیں مانگتے یا مانگنے نہیں دیتے' سنیوں وہ تمہارے بھی خیرخواہ نہیں' تمہارے مردوں کے بھی خیرخواہ نہیں' ان سے اپنے مردوں کو بچاؤ۔

الف اللہ عزوجل توں ایں رب عزوجل سچا کر کرم چاہیں گناہ گار ہاں
چنگا عمل نئیں کیتا کوئی میں اِس گل تے لبوں شرم ثار ہاں
رحیم کریم غفار ہیں توں تیری رحمت دا طلب گار ہاں

حضرات تو عرض یہ کر رہا تھا کہ جب اس قاریہ کا جنازہ پڑھا گیا تو جنازے کے بعد امام صاحب نے قاریہ کے لیے دعائے مغفرت فرمائی' دعا کے بعد جنازہ قبرستان میں لے جا کر دفن کر دیا گیا' سارے گھر والے' سارے رشتے دار قبر پر مٹی ڈال کر گھروں کی طرف چلے گئے۔ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ

لپاں بھر بھر مٹی پاندے تے کردے نے ڈھیر اُچیرا
پڑھ درود گھروں جاندے تے مڑ نہیں پاندے پھیرا

جب لوگ گھروں کی طرف چلے تو وہ کفن چور اُس قاریہ عالمہ کی قبر پر آیا' قبر کو اچھی طرح دیکھا' پھر نشانی لگائی تا کہ بھول نہ جاؤں' پھر گھر آ گیا' بیوی کو کہنے لگا: میں سو رہا ہوں آدھی رات کے وقت مجھے جگا دینا' کفن چور سو گیا' بیوی جاگتی رہی۔ حضرات کتنی بدنصیب تھی وہ عورت جو حرام کام کے لیے جاگ رہی تھی' دعا کرو اللہ تعالیٰ رات کو جگائے تو اپنے پیارے کی خاطر علم کے حصول کی خاطر محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کی خاطر تہجد اور نوافل کی خاطر۔ ڈرامے کے لیے نہ جاگیں' فلم کے لیے نہ جاگیں' گانوں کے لیے نہ جاگیں' کرکٹ کے لیے نہ جاگیں' گناہ کرنے کے لیے نہ جاگیں بلکہ جاگیں تو اللہ تعالیٰ کو منانے کے لیے جاگیں۔ بابا بلھا شاہ قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی پیاری بات فرمائی کہ

راتیں جاگن شیخ سداون تے راتیں جگن کُتے تیھتوں اُتے
راتیں وچ دروازے بھوکن صبح جا رڑی تے سُتے تیتھوں اُتے
دو خصماں دا موں نہ چھڈدے بھاویں سے سے پینے جُتے تیتوں اُتے
اُٹھ بلھیا یار منالے نئیں تے بازی لے گئے کتے تھیتوں اُتے

جب آدھی رات کا ٹائم ہوا تو چور کی بیوی نے جگایا: سردار جی! اُٹھو تمہاری مزدوری کا ٹائم ہو گیا ہے' کفن چور اُٹھا' قبر کھودنے کے لیے بیلچہ یا کُئی اُٹھائی' قاریہ کی قبر کے پاس آیا' اوپر سے مٹی اُٹھائی' پھر اینٹیں اُٹھائیں' پھر کیا دیکھا کہ قاریہ کی میت سامنے آ گئی' کفن چور نے ہاتھ آگے کیا تاکہ کفن اتاروں' جونہی کفن اتارنے کے لیے ہاتھ آگے کیا تو عاشق مدینہ نویں صدی کے مجدد حضرت علامہ جلال الدین سیوطی مصری رحمۃ اللہ علیہ' یہ علامہ سیوطی کوئی عام عالم اور ملوانے نہیں بلکہ یہ وہ عالم ہیں جن کے بارے دیوبندیوں کے بہت بڑے عالم مولوی اشرف علی تھانوی بیان کرتے ہیں کہ علامہ سیوطی وہ عاشق مدینہ تھے جن کو ہر روز جاگتے ہوئے سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار ہوتا تھا' آپ ہر مشکل مسئلہ براہِ راست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کر کے اس کا جواب پوچھتے تھے۔ (الافاضات یومیہ ج ۷ ص ۱۲۴)

دیوبندیوں کے چوٹی کے شیخ الحدیث علامہ محمد انور کشمیری لکھتے ہیں کہ علامہ سیوطی وہ مرد قلندر ہے جنہوں نے اپنے آٹھ ساتھیوں سمیت جاگتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بخاری شریف پڑھی تھی۔

(فیض الباری شرح بخاری ج ۱ ص ۲۰۴' تبیان القرآن ج ۱ ص ۶۳۱)

یہ بات میں نے اس لیے عرض کی ہے تاکہ آپ کو پتہ چل جائے کہ بات لکھنے والا عام مولوی نہیں بلکہ بہت بڑا محدث اور مفسر ہے۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں: جونہی اس کفن چور نے کفن چرانے کے لیے ہاتھ آگے کیا تو اس قاریہ نے اُس عالمہ نے اس کفن چور کا ہاتھ پکڑ لیا' فرمایا: او چورا! شرم کر' او بے وفا! حیا کر' او وعدہ خلاف! احساس کر۔ پھر فرمایا: سبحان اللہ! بولئے کیا فرمایا: سبحان اللہ! حضرات میں آپ سے سوال کرنا چاہوں گا کہ کیا کبھی مردے بھی بولے ہیں؟ لوگ کہتے ہیں کہ نہیں! جیسے آپ نے جواب دیا۔ مگر حضرات عاشق لوگ کہتے ہیں کہ اگر مرنے والا غلام مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو' مرنے والا عاشق مدینہ ہو' مرنے والا سنی حنفی یارسول اللہ کے نعرے مارنے والا' ہر مرنے والا اگر

اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سچا پکا غلام ہو وہ بعد مرنے کے بھی بولتا ہے کیونکہ

ولی اللہ دے قہر دے ناھیں تے کردے پردہ پوشی
کی ہویا جے دنیا اُتوں تے جاندے نہیں نال خاموشی

حضرات سرکار کے غلام بولتے ہیں ضرور بولتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جن کو دیوبندی وہابی غیر مقلد اہل سنت سارے ہی مانتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ میرے ابو شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں ایک مرتبہ اکبرآباد میں مرزا محمد زاہد کے مدرسہ سے واپس آ رہا تھا' میرا گزر ایک لمبی گلی سے ہوا۔ اس دوران میں نے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار بڑے ذوق اور محبت سے باآوازِ بلند پڑھنے شروع کر دیئے۔ پہلا مصرعہ میں نے پڑھا: جز یادِ دوست ہر چہ کُنی عمر ضائع است۔ دوست کی یاد کے سوا جو کچھ تو نے کیا ہے اپنی عمر کو ضائع کیا ہے۔ جز بِرِ عشق ہر چہ بخوانی بطالت است۔ عشق کے بھید کے سوا جو کچھ تو نے پڑھا ہے سب بے کار ہے۔ سعدی بشو تو لوحِ دل از نقش غیر حق۔ اے سعدی! اپنے دل کی تختی سے باطل نقوش دھو ڈال۔ شاہ عبدالرحیم فرماتے ہیں: جب میں نے شیخ سعدی کی رباعی پڑھی تو مجھے چوتھا مصرعہ بھول گیا' وہ میرے ذہن میں نہیں آ رہا تھا' میں نے بڑی کوشش کی لیکن یاد نہ آیا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اچانک ایک فقیر درویش انسان میری دائیں طرف آ گیا' بڑا خوبصورت چہرہ لمبی زلفیں معطر جسم۔ میرے قریب آ کر کہنے لگا: عبدالرحیم! پریشان کیوں ہو گئے ہو' آؤ! میں تمہیں چوتھا مصرعہ رباعی کا بتا دیتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ وہ مصرعہ یہ ہے کہ علمے کہ راہِ حق نماید جہالت آست۔ وہ علم جو حق کا راستہ نہ دکھائے وہ جہالت ہے۔ شاہ عبدالرحیم فرماتے ہیں: میں بڑا خوش ہوا اور میں نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ''جزاک اللہ وخیر الجزاء'' اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔ بڑی مہربانی آپ نے بڑا کرم فرمایا ہے' یہ مصرعہ یاد نہ آنے سے میرے دل پر بڑا بوجھ تھا' بڑی بے چینی تھی'

میں بڑا پریشان تھا' آپ نے مجھے یہ مصرعہ یاد کرا کے میری ساری پریشانی دور کر دی ہے' میں نے اپنی جیب سے پان نکالا اور اُس فقیر کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کیا' وہ بزرگ مسکرانے لگ گئے۔ مسکرا کر فرمایا: عبدالرحیم! یہ پان کے پتے مصرعہ یاد کرانے کی خوشی میں پیش کر رہے ہو؟ شاہ صاحب فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: حضور! ایسی بات نہیں بلکہ شکرانے کے طور پر یہ ہدیہ پیش کر رہا ہوں۔ اس فقیر نے فرمایا: شاہ صاحب! مہربانی میں پان نہیں کھاؤں گا' کیونکہ مجھے جلدی ہے۔ شاہ عبدالرحیم فرماتے ہیں: حضور! اگر آپ کو جلدی ہے تو مجھے بھی بڑی جلدی ہے۔ اُس بزرگ نے فرمایا: عبدالرحیم! مجھے تم سے بھی زیادہ جلدی ہے' میں بہت جلدی جانا چاہتا ہوں۔ یہ بات کر کے اس بزرگ نے قدم اُٹھایا تو گلی کے کنارے پر جا رکھا۔ شاہ عبدالرحیم فرماتے ہیں کہ میں بہت حیران ہوا کہ اتنا لمبا قدم میں سمجھ گیا' یہ کوئی بزرگ ہے' یہ کوئی اللہ تعالیٰ کا ولی ہے' یہ کسی اللہ والے کی روح مبارک ہے' جو مجسم ہو کر میری مدد کو آئی ہے' میں نے پیچھے سے آواز ماری: حضور! اگر آپ نے جلدی جانا ہے تو اپنا نام تو بتاتے جایئے! میں سمجھ گیا ہوں آپ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں' آپ نام بتاتے جائیں تاکہ فاتحہ پڑھ کر آپ کی خدمت میں تحفہ پیش کیا جائے۔ شاہ عبدالرحیم فرماتے ہیں: اس بزرگ نے مسکرا کر میری طرف دیکھ کر فرمایا: گفت سعدی ہمیں فقیر است' فرمایا: عبدالرحیم وہ سعدی فقیر میں ہی ہوں' جس کی رباعی تم پڑھتے جا رہے تھے اور تمہیں چوتھا مصرعہ نہیں آ رہا تھا۔ سبحان اللہ!

(انفاس العارفین ص۷۹۔۸۰)

حضرات توجہ فرمائیں! شاہ عبدالرحیم آئے ہیں بارھویں صدی ہجری میں' شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ آئے ہیں آپ سے سینکڑوں سال پہلے' شاہ عبدالرحیم ہندوستان کے شہر اکبر آباد میں بھولتے ہیں' شیخ سعدی وہاں پہنچ کر آپ کو اپنی رباعی کا بھولا ہوا شعر یاد دلاتے ہیں۔ حضرات اگر سعدی کا یہ کمال ہے تو آمنہ کے لال کا کیا کمال ہوگا۔ شیخ سعدی' شاہ عبدالرحیم سے سینکڑوں سال پہلے آئے' وفات یافتہ ہیں مگر پھر بھی بول بھی

رہے ہیں اور بھولا ہوا سبق بھی یاد دلا رہے ہیں۔ پتہ چلا کہ

رب دے ولیاں وچہ رب دی ہے طاقت
تاہیوں مشکلاں نوں ولی ٹال دیندے
دیون لئی حرارت حیات تائیں اگ عشق دی دلاں وچ بال دیندے
ولی کرن جد نظر تے پتھراں نوں کر ہیرے جواہر تے لال دیندے
رب دے ولی صائم اپنے طالباں دا ونگا ہون
نہیں کدی وی وال دیندے

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ جب کفن چور نے قاریہ کا کفن اتارنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا تو قاریہ نے کفن چور کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: سبحان اللہ! قاریہ کا وصال ہو چکا ہے' لوگوں نے غسل کفن دے کر نمازِ جنازہ پڑھ کے دفن کر دیا ہے' مگر پھر بھی بول رہی ہے۔ پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کے ولی مرتے نہیں' صرف آنکھوں سے اوجھل ہوتے ہیں' قبروں میں جا کر بھی بول پڑتے ہیں۔ سنیوں کے بزرگ قبروں میں بھی بول پڑتے ہیں' مگر بے ادب نہیں بولتے جو گستاخِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو وہ کبھی نہیں بولتے' جن کی شکلیں بے ادبی کی وجہ سے دنیا میں ہی بگڑ جائیں وہ کبھی نہیں بولتے' جن کا عقیدہ ہو کہ نبی ولی مر گئے ہیں وہ کبھی نہیں بولتے' جن کا عقیدہ ہو نبی ہماری طرح ہیں وہ کبھی نہیں بولتے' جو نبی کے نور کا منکر ہو وہ مرنے کے بعد کبھی نہیں بولتے' جو یا رسول اللہ کا نعرہ لگانے والوں کو مشرک کہے' وہ مرنے کے بعد کبھی نہیں بولتے' جو نبی کو مختارِ کائنات نہ مانے جو نبی کا عطائی علم غیب نہ مانے وہ مرنے کے بعد کبھی نہیں بولے' مگر جو سرکار کے دیوانے ہوتے ہیں' موت ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی' وہ مرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ترانے گاتے ہیں۔

جو بھی سرکارِ دو عالم کے گدا ہوتے ہیں
کب وہ مر کے بھی مدینے سے جدا ہوتے ہیں

موت بھی اپنا انہیں دولہا بنا لیتی ہے
عشق سرکار میں جو لوگ فنا ہوتے ہیں

اس قاریہ نے کفن چور کا ہاتھ پکڑ کر کیا فرمایا: سبحان اللہ! سامعین محترم آپ بھی بولئے: سبحان اللہ! قاریہ بعد وفات کے بول رہی ہے' آپ زندہ ہو کر بھی نہیں بولتے۔ بولئے اتنا بولئے اتنا اللہ اللہ عزوجل کرو کہ بعد وفات کے بعد تمہاری قبر سے ذکر خدا عزوجل اور ذکر مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نعرے گونجتے رہیں۔

عشق سرکار کی اک شمع جلا لو دل میں
ارے بعد مرنے کے لحد میں بھی اجالا ہو گا

اس قاریہ نے کفن چور کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: "**سبحان اللہ رجل مغفور یاخذ کفن مغفور**" پاک ہے اللہ عزوجل! اللہ تعالیٰ کی شان دیکھو جنتی جنتی کا کفن اتار رہا ہے' اے قبروں میں آرام کرنے والو! دیکھو آج ایک جنتی دوسرے جنتی کا کفن اتار رہا ہے' کفن چور نے جب قاریہ کے یہ الفاظ سنے' آہیں نکل گئیں' رو کر کہنے لگا: بی بی جی! آپ کے جنتی ہونے میں تو کوئی شک نہیں' آپ نے ساری زندگی اللہ تعالیٰ کے قرآن کی خدمت کی ہے' نماز پڑھتی رہی ہیں' تہجد اور نوافل ادا کرتی رہی ہیں' روزے رکھتی رہی ہیں' اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتی رہی ہیں' مگر میں بدکار گناہ گار نہ نماز نہ روزہ نہ حج نہ زکوٰۃ پھر ساری زندگی کفن چوری کرتا رہا ہوں' میں کیسے جنتی بن گیا ہوں' قاریہ نے فرمایا: بالکل ٹھیک کہتے ہو' بہت گناہ گار ہو' بڑے نافرمان ہو' لیکن یہ بتاؤ کیا تم نے میرا جنازہ نہیں پڑھا؟ عرض کی جنازہ تو پڑھا ہے مگر جنازہ پڑھنے کا کیا فائدہ' میں نے تو کفن چوری کی نیت سے پڑھا ہے' اس نیت سے پڑھا ہے' نمازِ جنازہ پڑھ کے قبر کی نشان دہی کروں گا' پھر کفن چراؤں گا' قاریہ نے فرمایا: پڑھا تو ہے نا؟ عرض کی: جنازہ پڑھنے کا فائدہ کیا ہے؟ اس قاریہ نے فرمایا: اے میرا کفن چرانے والے! جب میری وفات کا وقت قریب آیا تو خالق کائنات کی بارگاہ میں' میں نے سر جھکا کر عرض کی: اے میرے پیارے رب

العالمین! میں نے ساری زندگی تیرے قرآن کی تیرے دین کی خدمت کی ہے اب میں یہ فانی دنیا چھوڑ کر قبر میں جارہی ہوں قرآن کا صدقہ آمنہ کے لال کا صدقہ اپنی اس فقیر بندی پر کرم فرما اور مجھ سے راضی ہو جا۔ خالق کائنات کی طرف سے آواز آئی: اے میری بندی! گھبرا نہیں میں نے قرآن کی خدمت کے سلسلے میں تجھے بھی بخش دیا اور جو بندہ تیرا جنازہ پڑھے گا میں نے اس کو بھی بخش دیا۔ ''ان اللّٰہ غفرلی ولجمیع من صل علی'' قدرت نے آواز ماری پریشان نہ ہو یار کا صدقہ میں نے تمہارے بھی سارے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور تیرا جنازہ پڑھنے والوں کے بھی گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ پھر اُس قاریہ عالمہ مؤمنہ نیک بندی نے فرمایا: ''وانت قد صلیت علی'' اے میرا کفن چرانے والے! بتا کیا تو نے میرا جنازہ نہیں پڑھا' چاہے جس نیت سے پڑھا ہے پڑھا تو ہے نا؟ عرض کی: بی بی جی! پڑھا تو ہے' فرمایا: جا! پھر پچھلے میرے صدقے بخشے گئے' تو اب آئندہ خیال کرنا۔ سبحان اللہ! حضرات اسی لیے حسنین کے نانے نے فرمایا: لوگو! ہر مسلمان کا جنازہ پڑھو چاہے وہ گناہ گار ہو' بدکار ہو' سیاہ کار ہو۔ ''قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الصلوٰۃ واجبۃ علیکم علیٰ کل مسلم مات'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ تم پر واجب ہے۔ ''برا کان او فاجرا وان عمل الکبائر'' چاہے وہ نیک ہو یا بدکار' اگرچہ مرنے والا گناہ کبیرہ بڑے بڑے کرنے والا کیوں نہ ہو۔

(ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۳۴۳' سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۲۱' جامع الاحادیث ج ۳ ص ۲۷)

محدثین کرام فرماتے ہیں کہ اگر مرنے والا گناہ گار ہوا تو زندہ لوگوں کی دعا کے صدقے بخشا جائے گا' اگر وصال کرنے والا نیک ہوا تو جنازہ پڑھنے والے بخشے جائیں گے۔ حضرت مالک بن ھبیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من صلی علیہ ثلثۃ صفوف'' کہ حسنین کریمین کے مقدس نانے نے فرمایا: جس مرنے والے پر تین صفوں والے مسلمانوں نے نماز جنازہ پڑھی ''غفر لہ'' تو

اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کی دعاؤں کے صدقے مرنے والے کو بخش دیتا ہے۔ (ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۴۵۱، ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۲۲، ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۰۸، مستدرک شریف ج ۱ ص ۳۶۲، مسند امام احمد بن حنبل ج ۱ ص ۳۶۲، جامع الاحادیث ج ۳ ص ۴۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے خود اپنے کانوں سے سنا "یقول ما من رجل مسلم یموت" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ایسا کوئی مسلمان نہیں جو فوت ہو جائے "فیقول علی جنازته اربعون رجلا" اس بندے پر چالیس مسلمان کھڑے ہو کر نمازِ جنازہ پڑھیں، اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک ماننے والے جنازہ پڑھیں "الا شفعهم الله فیه" نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد اس کے حق میں بخشش کی دعا کریں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی شفاعت اس مرنے والے کے لیے ضرور قبول فرماتا ہے۔

(مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف، مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۷۳، ابوداؤد شریف، ابن ماجہ، نسائی)

حضرات پتہ چلا کہ اگر مرنے والا گناہ گار ہو، بدکار ہو، سیاہ کار ہو، اس پر چالیس مسلمان جنازہ پڑھیں تو اللہ تعالیٰ ان جنازہ پڑھنے والوں کی دعاؤں کا صدقہ اس بدکار کو بخش دیتا ہے۔ اب دوسری حدیث پاک سنئے! حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے پیارے صحابی ہیں، فرماتے ہیں کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اذا مات الرجل من اهل الجنة" جب کسی جنتی بندے کا وصال ہوتا ہے تو "استحی الله عزوجل ان یعذب" تو اللہ تعالیٰ کو شرم آتی ہے کہ ان لوگوں کو عذاب دے "من حمله ومن تبعه ومن صلی علیه" جو اس کا جنازہ اٹھاتے ہیں جو جنازے کے ساتھ چلتے ہیں جو اس جنتی کا جنازہ پڑھتے ہیں۔

(مسند الفردوس ج ۱ ص ۲۸۲، جامع الاحادیث ج ۳ ص ۴۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ "اول ما یتحف به المؤمن اذا دخل قبره" جب کامل مؤمن کا جنازہ

پڑھ کر اس کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو خالق کائنات فرماتے ہیں: اے میرے بندے! میں تجھ سے راضی ہوں' آ میں تمہیں تحائف عطاء کروں' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ''ان یغفر لمن صلی علیه'' کہ اس نیک بندے کو اس کامل مؤمن کو جو پہلا تحفہ پہلا انعام دیا جاتا ہے' وہ یہ ہے کہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کو بخش دیا جاتا ہے۔

(کنز العمال' جامع الاحادیث ج ۳ ص ۴۷)

اوہو مرشد دی نظر منظور ہندا جہڑا مرشد توں ہر شے وار کردا
جہڑا مرشد توں ہر شے وار کردا اونہوں مرشد وی ہر شے عطا کردا
بعد مرن دے وی کامل پیر سوہنا اُس تے کرم دی اے انتہا کردا
اوہدی بخشش وچ حافظا شک کی اے جہدی بخشش لئی پیر دعا کردا

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ اُس قاریہ نے فرمایا: او میرا کفن چرانے والے! اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ اس نے مجھے بھی بخش دیا ہے اور میرا جنازہ پڑھنے والوں کو بھی بخش دیا ہے' تو نے بھی میرا جنازہ پڑھا ہے' جا اللہ تعالیٰ نے پچھلی ساری خطائیں معاف کر دی ہیں' اب پھر گناہ نہ کرنا۔ کفن چور کی آہیں نکل گئیں' آنسوؤں سے چہرہ تر ہو گیا' اس نے قبر پر مٹی دی' پھر دوڑتا دوڑتا مسجد میں آیا' سر سجدے میں رکھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معافی مانگنے لگا اور کہنے لگا کہ

لکھ واری میں توبہ بھنی تے میں ہاں بے اعتبارا
پھر بھی فضل تیرے دیاں مولا تے آساں رکھن والا
وڈیاں مہراں والیا سائیاں تے رب غریب نوازا
اپنے فضل کرم تھیں کھولیں تے رحمت دا دروازہ
رحمت دا دریا الٰہی تے ہر دم وگدا تیرا
جے اک قطرہ بخشیں مینوں تے کم بن جاوے میرا

جب اس نے سچے دل سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا' اپنی ولیہ کے صدقے

اُسے بھی زمانے کا ولی بنا دیا۔ (شرح صدور ص ۱۹۰)

درد و آلام کے مارے ہوئے کیا دیتے ہیں
ہم تو بس اُن کی نگاہوں کو دعا دیتے ہیں
اللہ اللہ کرنے سے اللہ نہ ملے
ارے اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملا دیتے ہیں
بندہ بننا ہے خدا کا تو گدا بن اُن کا
جو فقیروں کو شہنشاہ بھی بنا دیتے ہیں

حضرات پتہ چلا مرنے والے فنا نہیں ہو جاتے' ختم نہیں ہو جاتے بلکہ وہ مرنے کے بعد غسل دینے والوں کو' جنازہ پڑھنے والوں کو' قبر میں دفن کرنے والوں کو جانتے بھی ہیں اور پہچانتے بھی ہیں۔ حضرات بات بڑی دور چلی گئی' میں عرض یہ کر رہا تھا کہ آمنہ کا لال جنت البقیع میں مدینہ پاک کے قبرستان میں اپنے صحابہ کرام کے مزارات پر کھڑا ہو کر ان کو دعائیں عطاء فرما رہا تھا۔ حضرت ابو مہیبہ فرماتے ہیں: جب سرکار دعا سے فارغ ہوئے تو خالق کائنات کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ابو مہیبہ! عرض کی: جی میرے آقا! فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا میں بے اختیار بنا کر نہیں بھیجا بلکہ کائنات کے خزانے عطاء کر کے بھیجا ہے' مجھے اختیارات عطاء کر کے بھیجا ہے' اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ بھی اختیار دیا ہے' میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام تم جب تک دنیا میں رہنا چاہو' ہمیں کوئی اعتراض نہیں' اگر میرے پاس آنا چاہو تو آپ کی مرضی۔ حضرت ابو مہیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: سوہنیا! پھر آپ نے کیا سوچا ہے' اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے ابو مہیبہ! میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا ہے کہ اے میرے پیارے رب العالمین! میں اب دنیا میں نہیں رہنا چاہتا بلکہ میں آپ کی ملاقات کا طالب ہوں۔ حضرت ابو مہیبہ نے عرض کی: آقا! آپ کا فرمان بالکل صحیح ہے' اگر آپ مہربانی فرمائیں کچھ دن اور ہمارے پاس تشریف رکھیں تو کتنا لطف ہوگا' ہم آپ

کی زیارت سے آنکھوں کو ٹھنڈا کر لیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ابومہیبہ! تمہاری رائے درست ہے مگر میں نے پکا ارادہ کر لیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے جلدی ملاقات کروں۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۷۰۰۔۷۰۱' جذب القلوب ص ۱۷۰)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جنت البقیع میں دعائے مغفرت کرنے کے بعد گھر تشریف لائے' سرکار نے نمازِ تہجد ادا فرمائی' پھر صبح کی نماز صحابہ کرام کو پڑھائی' جب آپ نے صبح کی جماعت صحابہ کرام کی کرائی تو سیدنا جبریل علیہ السلام آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے' درود و سلام کے نذرانے عرض کرنے کے بعد عرض کی: سوہنیا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جیسے آپ نے جنت البقیع والوں کو دعاؤں سے نوازا ہے اسی طرح میدانِ اُحد میں شہید ہونے والوں کے مزارات پر جا کر ان کو بھی دعاؤں سے مالا مال فرما آؤ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب پیارے رب العالمین کا یہ فرمان سنا تو مصلے سے اُٹھے' اپنے چند صحابہ کو ساتھ لیا اور شہدائے اُحد کے مزارات پر تشریف لے گئے' حضرات میدان اُحد مدینہ پاک سے تین کلومیٹر کے فاصلے پر تھا' لیکن اب یہ جگہ مدینہ پاک کی آبادی میں آ گئی ہے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میدانِ اُحد میں شہدائے اُحد کے مزارات پر تشریف لے گئے تو آپ نے تمام شہداء کے لیے دعائیں فرمائیں' اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے لیے بلند درجات کی درخواست پیش کی۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں: سرکار جب دعا سے فارغ ہوئے تو آپ حضرت مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کے مزارات پر تشریف لے گئے' اُن کو سلام دیا' سلام دینے کے بعد فرمایا: اے میرے صحابہ! عرض کی: جی آقا! فرمایا: ''والذی نفسی بیدہ'' مجھے قسم ہے اس خالق کائنات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! مصعب بن عمیر اور اس کے سارے ساتھی اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ آقا اس کی دلیل کیا ہے؟ فرمایا: ''لا یسلم علیہ احد'' قیامت تک جو بندہ ان کے مزارات پر کھڑے ہو کر سلام پیش کرے گا ''الا ردوا علیہ الی یوم القیامۃ'' یہ اس سلام کا جواب اپنی قبروں میں لیٹے لیٹے دیتے رہیں

گے۔ (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۸۵' در منثور ج ۵ ص ۱۹۱' جامع الاحادیث ج ۳ ص ۶۵' شرح صدور ص ۱۸۶' مستدرک شریف ج ۳ ص ۲۹)

حضرت عبداللہ بن فروہ فرماتے ہیں: جب سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میدانِ اُحد میں شہید ہونے والوں کی قبروں کی زیارت کر لی' ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی' پھر اپنے بے مثل ہاتھ اُٹھا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: ''اللّٰھم ان عبدك ونبيك يشهد ان هؤلاء شهداء '' اے میرے پیارے رب العالمین! تیرا بندہ اور تیرا نبی اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ سارے قبروں والے شہید لوگ ہیں۔ ''وانه من زارهم او سلم عليهم الى يوم القيامة'' قیامت تک جو بندہ بھی ان کی زیارت کر کے ان کو سلام کرے گا'' ردوا عليه '' تو یہ قبروں میں سے ہر زائر کو سلام کا جواب دیں گے۔ سبحان اللہ!

(مستدرک شریف ج ۳ ص ۲۹' جامع الجوامع' کنز العمال ج ا ص ۳۸۲' دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۰۷' جامع الاحادیث ج ۳ ص ۶۶)

حضرات! یہ وہ صحابہ ہیں جنہوں نے اسلام کی خاطر' جنہوں نے اپنے نبی کی عظمت کی خاطر اپنی جانیں قربان کیں' سوچو جب سرکار کے نام پر مرنے والے زندہ ہیں' حیات ہیں تو آمنہ کے لال کی اپنی حیات پاک کا کیا عالم ہو گا۔ محمد ناصر جھنگوی نے بڑی پیاری بات کی' فرماتے ہیں کہ

بات ہے کام کی آیا ہوں سنانے کے لیے
اُس کے بندوں سے ملو خُلد میں جانے کے لیے
کون کہتا ہے مزاروں میں نہیں بستے ولی
یہ تو ہیں منتظر آداب سکھانے کے لیے
قسم کھاتا ہوں فقیروں کے لیے نہیں ہے موت
بس مزاریں ہیں دنیا کو دکھانے کے لیے

شرک اور اُمت

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میدانِ اُحد کے شہداء کی قبروں سے دعا کر کے فارغ ہوئے تو سرکار سیدھا مسجد نبوی میں تشریف لائے' میرے آقا نے مسجد نبوی میں منبر ختم نبوت پر کھڑے ہو کر پھر صحابہ کرام کے سامنے ایک مختصر مگر جامع خطبہ فرمایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان فرمائی' پھر فرمایا: اے میرے صحابہ! اب میری اور تمہاری جدائی کا وقت قریب آ گیا ہے' عنقریب میں تمہیں چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے حضور چلا جاؤں گا' صحابہ کرام رو پڑے' میرے آقا نے فرمایا: رو نہیں! پتہ ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلے اپنی بارگاہ میں کیوں بلایا ہے؟ عرض کی گئی: آقا آپ جانیں یا اللہ تعالیٰ جانے۔ میرے آقا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلے اس لیے اپنے دربار میں بلایا ہے کہ ''انی بین ایدیکم فرط'' تا کہ میں تم سے پہلے جا کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں تمہاری راحت کا تمہارے آرام کا بندوبست کروں۔ تمہاری شفاعت کا تمہارے لیے جنت میں جانے کا بندوبست کروں تا کہ تم دنیا چھوڑ کر میرے پاس آؤ تو تمہیں کوئی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے' سیدھا جنت میں چلے جاؤ۔ سبحان اللہ! حضرات بظاہر یہ خطاب صحابہ کو ہے مگر اس میں شامل قیامت تک ہر مسلمان ہر مؤمن ہے۔ سرکار کا جو بھی دیوانہ ہے' سرکار کے جو بھی نعرے مارنے والا ہے' وہ بھی اس فرمان میں شامل ہے۔ محدثین کرام فرماتے ہیں: سرکار کا جو بھی دیوانہ دنیا چھوڑ کر قبر میں جاتا ہے' وہ سیدھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں پہنچ جاتا ہے' میرے آقا اس کو اپنے الم نشرح سینے سے لگا کر تسلی دیتے ہیں' گھبرا نہیں سجناں! اب ہمارے پاس پہنچ گئے ہو' اب سارے دُکھ دور ہو جائیں گے' ساری پریشانیاں ختم ہو جائیں گی' پھر کیوں نہ کہیں کہ

لڑ پھڑ لے پاک محمد ﷺ دا اوہ سبھ نبیاں دا والی اے
آقا سوہنا رب دا پیارا اے اودی سب توں شان نرالی اے

جس تے نذرِ کرم سرکار ہووے جس تکیا وچ دربار ہووے
اودے لڑ لگیاں بیڑا پار ہووے جدھے موڈھے دی کملی کالی اے

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت کشتۂ عشق رسالت مولانا قاری حافظ شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ' کون احمد رضا جس نے ساری زندگی بلکہ زندگی کا ایک ایک لمحہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیار اور محبت میں گزارا جو آج تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیار اور عشق کے بدلے وہابیوں' غیر مقلدین دیوبندی احراری جماعت اسلامی' سپاہ صحابہ' دفاع صحابہ' جمعیت علماءِ اسلام جتنے بھی بدمذہب فرقے ہیں' ان سے گالیاں سن رہے ہیں' بدمذہب آج بھی آپ کو مشرک بدعتی پتہ نہیں کیا کیا کہتے ہیں' دیوبندیوں کے ایک بہت بڑے عالم گزرے ہیں جن کا نام تھا' مولوی حسین احمد ٹانڈوی جو مدنی کہلاتے تھے' اُنہوں نے ایک کتاب لکھی ہے: شہاب ثاقب' اس کتاب میں مولوی حسین احمد نے اعلیٰ حضرت کو چودہ سو گالیاں نکالی ہیں' اس کتاب میں اعلیٰ حضرت کو کہیں لعنتی لکھا ہے' کہیں دجال لکھا ہے' کہیں گمراہ لکھا ہے' کہیں ابوجہل لکھا ہے' کہیں منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی لکھا ہے' کہیں تیرا منہ کالا ہو لکھا ہے' کہیں جہنمی لکھا ہے۔

(مقالاتِ کاظمی ج ۲ ص ۲۷۴۔۲۷۶)

یہ کتاب اعلیٰ حضرت کے دور میں لکھی گئی' اعلیٰ حضرت کے ایک مرید نے کتاب پڑھی' پھر ساری گالیاں کاغذ پر لکھ کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش کی کہ سرکار دیکھو دیوبندیوں کے شیخ الحدیث نے کتنی بدتمیزی کا مظاہرہ کیا۔ کتاب میں بے شمار جگہ پر اس نے آپ کو گالیاں دی ہیں۔ حضرات سیرت اعلیٰ حضرت کا مطالعہ کر کے دیکھو۔ اعلیٰ حضرت نے سنا تو غصے میں نہیں آئے' جلدی میں نہیں آئے بلکہ مسکرانا شروع کر دیا' آپ کے مریدوں نے عرض کی: حضور! گالیاں دیکھ کر آپ مسکرا رہے ہیں؟ امام اہل سنت نے فرمایا: دوستو! میں مسکرا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہا ہوں کہ جس نے میرے جیسے نکمے کو مجھ جیسے نا قابل کو اس قابل بنا دیا ہے کہ میری عزت میری ناموس اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی عزت اور عظمت پر قربان ہو رہی ہے۔ دوستو! آج احمد رضا اس بات پر فخر کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نام سرکار کے پہرہ دار کتوں میں لکھ دیا ہے۔

تجھ سے در در سے سگ سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دُور کا ڈورا تیرا
اس نشانی کے جو سگ ہیں وہ مارے نہیں جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا
یہ سہی چور سہی مجرم ناکارہ سہی
اے و کیسا ہی سہی ہے تو کریما تیرا

امام اہل سنت نے فرمایا: دوستو! تمام دیوبندیوں کو میری طرف سے پیغام پہنچا دو کہ اگر آپ لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گستاخیاں لکھنے سے باز آ جائیں تو میری طرف سے اجازت ہے کہ روز پچاس ہزار غلیظ گالیاں لکھ لکھ کر کتابیں شائع کرو میں وعدہ کرتا ہوں قیامت والے دن میں تم سب کو معاف کر دوں گا' اگر اس پر بھی جی نہیں بھرتا' اس پر دل مطمئن نہیں تو میرے ساتھ میرے والد' میرے دادا' میرے پورے خاندان کو بھی گالیاں دے لو میں سرکار کی عزت کی خاطر سرکار کے قدموں پر اپنی اور اپنے خاندان کی عزت کو قربان کر کے فخر محسوس کروں گا۔ سبحان اللہ! (انوار رضا ص ۲۸۵)

اعلیٰ حضرت جے قلم نوں چُک دے ناں عرس بند تے بند میلاد ہندے
مُکدے پھرناں سی حُجریاں وچ پیراں بندے دیو دے سارے آزاد ہندے
ختم ہونے سی ختم گیارھویں دے قدم قدم تے پیدا نقاد ہوندے
صائم جے بلبل چپ چاپ رہندے کاں کھان والے کاں آباد ہوندے

حضرات توجہ کیجئے! امام اہل سنت کو سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کتنا عشق اور کتنا پیار ہے' فرماتے ہیں: مجھے میرے خاندان کو جتنی مرضی گالیاں نکال لو مگر اللہ تعالیٰ اور

اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں بے ادبی نہ کرو۔ اعلیٰ حضرت کو دنیا سے پردہ فرمائے تقریباً سو سال ہونے والا ہے' مگر اب تک بدمذہب آپ کو تقریروں میں' تحریری صورت میں گالیاں نکال رہے ہیں' آج سے چند سال پہلے ایک وہابی غیر مقلد اہلحدیث مولوی گزرا ہے جس کا نام تھا: ظہیر الٰہی! اس نے اعلیٰ حضرت اور اہل سنت و جماعت کے خلاف ایک کتاب لکھی' جس کا نام تھا: البریلویہ۔ مولوی ظہیر الٰہی البریلویہ کے ص ۲۱ پر لکھتا ہے: احمد رضا شیعہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ص ۲۲ پر لکھتا ہے: انہوں نے سنیوں والا نقاب پہن رکھا تھا۔ ص ۱۹ پر لکھتا ہے: احمد رضا' مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی کے شاگرد تھے۔ ص ۳۸ پر لکھتا ہے کہ انگریز نے مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کے لیے دو بندے خریدے تھے' ایک قادیان میں مرزا غلام احمد قادیانی کو' دوسرا بریلی میں مولوی احمد رضا کو۔ (اندھیرے سے اُجالے تک ص ۲۱)

اہل سنت کے عقائد کے بارے لکھتا ہے: یہ سنی بریلوی ولیوں کے عرس مناتے ہیں' میلاد مناتے ہیں' یہ سب رسومات ہندوؤں' مجوسیوں اور بت پرستوں سے ان میں آئی ہیں۔ البریلویہ ص ۷' ص ۹ پر لکھتا ہے: سنی بریلوی مسلمانوں کے عقائد کا تعلق اسلام سے نہیں بلکہ یہ وہی عقائد ہیں جو عرب کے مشرکوں کے بت پرستوں کے تھے۔

(اندھیرے سے اُجالے تک ص ۱۹۔۲۰)

حضرات مولوی ظہیر الٰہی کتنا بڑا جھوٹا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ'' جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

سمجھو عشق یا ایہنوں جنون سمجھو لئی جاندی ئیں میتھوں کمینے دی گل
میں گستاخ دی کرز بیان وچوں بھلیندا ہاں اوس دے سینے دی گل
اونہوں دینا جواب میں فرض سمجھاں جو بی کردا اے بغض تے کینے دی گل
میں نئیں نجدی دی گل کردا حافظ مینوں آوندی اے پاک مدینے دی گل

مولوی ظہیر الٰہی نے لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت شیعہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور

انہوں نے سنیوں والا لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔ حضرات یہ سراسر اعلیٰ حضرت پر الزام ہے۔ امام اہل سنت نے شیعہ حضرات کے ردّ میں نو کتابیں لکھی ہیں۔ صحابہ کرام کی عظمت پر چھ کتابیں لکھی ہیں' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان پر پانچ کتابیں لکھی ہیں۔

(اندھیرے سے اُجالے تک ص ۱۰۸۔۱۱۰)

امام اہل سنت سے کسی نے پوچھا: حضور! جو بندہ حضرت امیر معاویہ کو اچھا نہ سمجھے اس کے بارے آپ کا کیا فتویٰ ہے' اعلیٰ حضرت نے فرمایا: جو بندہ حضرت امیر معاویہ کی گستاخی کرتا ہے' وہ جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے۔ (احکام شریعت ا ص ۱۰۳)

اب پوچھئے اس جھوٹے مولوی سے اگر اعلیٰ حضرت شیعہ ہوتے تو صحابہ کی شان میں کتابیں لکھتے' حضرت امیر معاویہ کے گستاخ کو جہنمی کتا فرماتے؟ بعض وہابی غیر مقلد کہتے ہیں کہ وہ شیعہ نہ ہوتے تو ان کے نام شیعوں والے نہ ہوتے' کون سے نام: احمد رضا' والد کا نام نقی علی' دادے کے نام رضا علی' پردادے کا نام کاظم علی۔ حضرات بندہ نام سے شیعہ نہیں بنتا عمل سے شیعہ بنتا ہے' کردار سے شیعہ بنتا ہے۔ صحابہ کرام کی گستاخی سے شیعہ بنتا ہے' اگر نام سے بندہ شیعہ بنتا ہے تو سنئے! تمہارے اہل حدیثوں' وہابیوں کے بہت بڑے عالم نواب صدیق کا پورا نام ہے صدیق حسن' باپ کا نام ہے حسن خان' دادے کا نام ہے علی حسنین' نواب صدیق کے دو بیٹے ہیں' ایک کا نام ہے: میر علی' دوسرے کا نام ہے: نور الحسن۔ غیر مقلدین کے سربراہ کا نام ہے نذیر حسین۔ اشاعۃ السنہ کے ایڈیٹر کا نام ہے: محمد حسین بٹالوی۔ (ابجد العلوم ج ۳' اندھیرے سے اُجالے تک ص ۱۱۵)

اب بتایئے یہ سارے مولوی شیعہ تھے؟ پر

انے نوں بازار پھرایا تے سارا شہر وکھایا
مڑ کے پچھیا آ ساں نجدی انے کولوں کہندا کچھ نئیں نظریں آیا

مولوی ظہیر نے اعلیٰ حضرت پر دوسرا الزام یہ لگایا ہے کہ احمد رضا کا جو پہلا استاد تھا اس کا نام مرزا غلام قادر بیگ تھا' جو مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا۔ حضرات یہ بھی

جھوٹ ہے' مولوی ظہیر الٰہی نے بغیر تحقیق کے یہ بات لکھ دی' مرزا غلام احمد قادیانی کا جو بھائی تھا اس کا نام بھی مرزا غلام قادر بیگ تھا' مگر وہ عالم قاری حافظ نہیں تھا بلکہ وہ پولیس کا تھانیدار تھا اور دنیا نگر ہندوستان کے تھانے میں ڈیوٹی دیتا تھا مگر جو اعلیٰ حضرت کا استاد تھا وہ قاری حافظ عالم تھا۔ پھر مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی کا انتقال ۱۸۸۳ء میں ہوا' اعلیٰ حضرت کے استاد مرزا غلام قادر بیگ کا وصال ۱۸۹۷ء میں ہوا۔ ان دونوں میں کتنا فرق ہے۔

(اندھیرے سے اُجالے تک ص ۹۹۔۱۰۰)

پر مولوی ظہیر کتنا بد دیانت اور جھوٹا ہے کہ مرزا غلام احمد کے بھائی کو اعلیٰ حضرت کا استاد لکھ رہا ہے' حضرات تاریخ گواہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف سب سے پہلے امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے کتابیں تحریر فرمائیں' تقریباً پانچ کتابیں اعلیٰ حضرت نے مرزے کے خلاف لکھیں اور سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتویٰ لگانے والے بھی میرے اعلیٰ حضرت کی ذات ہے' میرے اعلیٰ حضرت نے اس وقت مرزے کو کافر ہونے کا فتویٰ دیا' جب یہ وہابی اہل حدیث مرزے کو مسلمان کہتے بھی تھے اور لکھتے بھی تھے۔ جب اعلیٰ حضرت نے مرزے کو کافر قرار دیا تو ایک وہابی اہل حدیث نے اپنے مولوی ثناء اللہ امرتسری کے پاس یہی بات لکھ کر بھیجی کہ مرزا کو کافر کہنا چاہیے کہ نہیں؟ تو سنئے مولوی ثناء اللہ جس کو اہل حدیث ختم نبوت کا ہیرو قرار دیتے ہیں' اُس ہیرو نے کیا زیرو جواب دیا' سوال اور جواب دونوں سنئے۔ ص ۲۱۳: جالندھر سے ایک رسالہ نکلا ہے جس میں لکھا ہے: جو انسان مرزا اور مرزائیوں کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے' کیا یہ صحیح ہے؟ اب مولوی ثناء اللہ کا جواب سنئے! جواب ۲۱۳: مرزائیوں کو کافر نہ کہنے والے کو کافر کہنا صحیح نہیں۔ س ۲۱۴: اسی رسالہ میں لکھا ہے کہ جو انسان مرزا کو کافر نہ کہے اس کی امامت جائز نہیں' کیا یہ صحیح ہے؟ جواب ۲۱۴: یہ قول بھی بلا دلیل بلکہ غلط ہے۔ (اخبار اہل حدیث امرتسر ص ۱۰' ۱۷ جولائی ۱۹۰۸ء وہابیت اور مرزائیت ص ۴۷۔۴۸)

اب پوچھیے! مولوی ظہیر صاحب سے کہ حق کس طرف ہے اور باطل کس طرف

ہے؟ مولوی ثناء اللہ وہابی اہل حدیث سے کسی نے سوال کیا کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے کہ نہیں؟ تو مولوی ثناء اللہ امرتسری وہابی جواب لکھتے ہیں کہ میرا مذہب اور عمل یہ ہے کہ ہر ایک کلمہ گو کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے' چاہے وہ امام شیعہ ہو یا مرزائی۔

(اخبار الحدیث ص ۲' ۲ اپریل ۱۹۱۵ء' اقرار سے انکار تک ص ۴۵)

مولوی ثناء اللہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور یہ بتائیں کہ باپ بھی مرزائی ہے' اس کی بیٹی بھی مرزائی ہے اور باپ بیٹی دونوں غیر مرزائی مرد سے نکاح کرنے پر رضامند ہیں' کیا یہ نکاح جائز ہوگا جبکہ نکاح کے بعد لڑکی اپنے مذہب پر رہے اور لڑکا اپنے مذہب پر۔ سنئے! ختم نبوت کے ہیرو نے کیا جواب دیا کہ ہو سکتا ہے اور علماء کی رائے مخالف ہو' میرے ناقص علم میں نکاح جائز ہے۔

(اخبار اہل حدیث امرتسر ص ۱۳' نومبر ۱۹۳۴ء' وہابیت اور مرزائیت ص ۴۷)

ہو سکتا ہے کوئی چالاک وہابی اہل حدیث یہ کہہ دے کہ جی مولوی صاحب کا یہ فتویٰ اس وقت کا ہے جب مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا اعلان نہیں کیا تھا۔ حضرات آپ اس کو کہہ سکتے ہیں کہ مرزا مردود ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بروز منگل دن کے ۱۰ بجے مرا تھا اور تمہارے مولوی نے یہ فتویٰ مرزے کے مرنے کے ۲۵ سال بعد دیا تھا۔ حضرات آپ مرزا کی تاریخ کا مطالعہ کریں' مرزا غلام احمد قادیانی نبوت اور مجددیت کا اعلان کرنے سے پہلے مسلک کے لحاظ سے اہل حدیث تھا' دیوبندیوں کا ایک بہت بڑا رائٹر' جس نے مرزے کے خلاف بہت سی کتابیں لکھی ہیں' وہ اپنی کتاب، قادیانی راسپوٹینوں کے عبرتناک انجام میں لکھتا ہے: مرتد ہونے سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کا خلیفہ حکیم نورالدین دونوں اہل حدیث تھے' مولوی محمد حسین بٹالوی بہت بڑے اہل حدیث عالم ہیں' وہ اپنی کتاب اشاعۃ السنہ ج ۱۳ ص ۳۴۴ میں لکھتے ہیں کہ قادیانی صاحب اہل حدیث کہلا کر بعض صحیح حدیثوں کی صحت کا انکار کرتے ہیں۔

(قادیانی راسپوٹینوں کے عبرتناک انجام ص ۱۱۳)

اب بتائیے! مولوی ظہیر کا ماما مرزا غلام احمد قادیانی پہلے اہل حدیث تھا' انگریز نے اعلیٰ حضرت کو نہیں خریدا بلکہ وہابیوں کے بزرگ مرزا غلام احمد قادیانی کو خریدا' آپ الزام کشتۂ عشق رسالت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر لگا رہے' جن کا عقیدہ یہ تھا کہ

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں
وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہیں جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

انڈیا میں ایک ریاست تھی جس کا نام تھا: نا پارہ' اب یہ ضلع بہرائچ شریف یوپی میں شامل ہے' اس ریاست کا جو نواب تھا وہ بڑا سخی تھا' علماء کرام اور شعرائے عظام کا بڑا ادب احترام کرتا تھا' ایک مرتبہ چند شعراء نے نواب صاحب کی شان میں چند قصائد لکھے اور نواب صاحب کی خدمت میں پیش کیے' نواب صاحب وہ قصائد سن کر بڑے خوش ہوئے' نواب صاحب نے شعرائے عظام کی بڑی عزت اور تکریم کی' بڑے بڑے انعامات سے نوازا' چند لوگوں نے امام اہل سنت کی بارگاہ میں عرض کی: حضور! ریاست نان پارہ کا نواب بڑا سخی ہے' فلاں فلاں شاعر نے جب ان کی خدمت میں قصیدے لکھ کر پیش کیے تو نواب صاحب نے ان کو بڑے انعامات سے نوازا ہے' حضور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ عالم بھی ہیں' محدث بھی' قاری بھی ہیں' شیخ القرآن بھی' مناظر بھی ہیں' شاعر بھی' آپ بھی اس کی شان میں کوئی قصیدہ کہیں' آپ کو بھی بڑے بڑے انعامات عطاء کرے گا' گھر کا اور مدرسہ کا انتظام کئی دن تک بڑا اچھا چل جائے گا۔ قربان جاؤں اعلیٰ حضرت کی شان پر' آپ نے سنا تو آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے' آپ نے قلم اٹھائی' اسی وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں ایک بے مثل نعت شریف لکھی کہ

وہ کمال حسن حضور ہیں کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہیں کہ دھواں نہیں

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: لوگو! میرا نبی اتنا حسین ہے جہاں کوئی خامی نظر نہیں آتی' دنیا کے ہر پھول کے ساتھ کانٹے ہوتے ہیں' پر یہ وہ آمنہ کا پھول ہے جہاں کانٹا ہے ہی نہیں' یہ وہ شمع ہے جہاں دھواں نہیں' پھر پوری نعت شریف لکھی' پھر آخر میں سرکار کی بارگاہ میں عرض کیا کہ

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

(ماہ طیبہ ص ۳۴۔۳۵' جولائی ۱۹۹۴ء)

مولوی جی! یہ ہیں اعلیٰ حضرت جو ہندوستان کے نواب کے ہاتھوں نہیں بکے' وہ انگریز کے ہاتھوں کیسے بک سکتے تھے' اعلیٰ حضرت کا سودا انگریز کے ساتھ نہیں ہوا تھا' بلکہ آمنہ کے لال کے ساتھ ہوا۔ شاید آپ نے اپنے بزرگوں کی سیرت نہیں پڑھی' اگر انگریز کے غلام اور نوکر تھے تو آپ کے بزرگ تھے' سنئے! آپ کے بہت بڑے عالم میاں نذیر حسین دہلوی' جن کو سارے وہابی اہل حدیث شیخ الکل کہتے ہیں اور انگریز کی حکومت نے شمس العلماء کا خطاب عطاء کیا۔ حضرات تاریخ ہند ملاحظہ کر کے دیکھیں! جب ہندوستان کے مسلمانوں نے انگریز کی مخالفت میں جلسے جلوس شروع کیے تو انگریز بڑا پریشان ہوا' ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کے مسلمانوں نے سروں پر کفن باندھ کر انگریز کے خلاف جلوس نکالے' ہر مسلمان کا یہ نعرہ تھا کہ انگریز ہندوستان سے چلا جائے' ہم انگریز کی غلامی میں زندگی نہیں بسر کرنا چاہتے بلکہ ہم آمنہ کے لال کے غلام ہیں' ہم سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی میں زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں' جب مسلمان انگریز کے خلاف جلوس نکال رہے تھے تو انہی دنوں ایک انگریز افسر کی بیوی دورانِ جلوس زخمی ہو گئی' وہابیوں کے شیخ الکل نے اس انگریز میم کو اُٹھا لیا اور گھر لے گئے' گھر جا کر میم صاحب کا شیخ

الکل علاج کرتے رہے، تین مہینے میم صاحب مولوی صاحب کے گھر رہی، جب امن و امان بحال ہوا تو وہابیوں کے شیخ الکل صاحب میم صاحب کو ساتھ لے کر انگریزوں کے پاس گئے، انگریزوں نے وہابیوں کے مولوی کو ایک ہزار تین سو روپے نقد انعام دیئے اور ایک سرٹیفکیٹ دیا جس میں لکھا تھا کہ مولوی نذیر حسین انگریز کے وفادار ہیں۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳۹)

مولوی صاحب بتایئے! انگریز کے وفادار اور خریدے ہوئے اہل حدیث ہیں یا بریلوی انگریزوں کا مال تمہارے شیخ الکل نے انعام لیا یا احمد رضا نے انگریز کی میم صاحب کو تین مہینے اہل حدیث کا مولوی دیکھتا رہا یا امام احمد رضا؟ جواب دیجئے! ہمیں تم نے کیا جواب دینا ہے، فرشتے تم سے قبر میں ضرور جواب مانگ رہے ہوں گے کہ اہل حدیث کے ڈسکو مولوی بتا! کتاب میں کیوں جھوٹ لکھ کے آئے ہو۔ اہل حدیث حضرات کے ایک اور بہت بڑے عالم تھے مولوی محمد حسین بٹالوی، یہ بھی انگریز کے بڑے وفادار تھے، ہندوستان کے لوگ اہل حدیث حضرات کو وہابی کہتے تھے جب بھی یہ کسی سنی مسلمان کے پاس سے گزرتے تو سنی مسلمان دور سے دیکھ کر انہیں کہتے کہ وہ دیکھو وہابی آ رہا ہے، مولوی محمد حسین بٹالوی نے ۱۸۸۶ء کو انگریز سرکار کو درخواست دی۔ درخواست میں کیا لکھا، سنئے! مولوی صاحب نے درخواست میں لکھا کہ یہ فرقہ اہل حدیث گورنمنٹ کا ولی خیر خواہ ہے، گورنمنٹ سے درخواست کرتا ہے کہ گورنمنٹ اپنی خیر خواہ رعایا کی نسبت لفظ وہابی کا استحصال ترک کرے۔ انگریز کی حکومت نے مولوی محمد حسین بٹالوی کی درخواست کو ۱۹ جنوری ۱۸۸۷ء کو منظور کیا کہ آئندہ ہندوستان کے لوگ وہابی فرقہ کو وہابی نہ کہیں، بلکہ اہل حدیث کہا کریں۔ جب گورنمنٹ نے وہابیوں کو اہل حدیث رجسٹرڈ کر لیا تو مولوی محمد حسین بٹالوی نے انگریز حکومت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے کہ اس درخواست کو ہمارے رحم دل اور فیاض لیفٹیننٹ گورنر پنجاب سر چالس ایچی سن بہادر صاحب باالقابہ نے معرضِ قبول میں جگہ دی اور بڑے زور کے ساتھ گورنمنٹ ہند کی

خدمت اس کی قبولیت کی سفارش کی۔ مسلمانوں کے حال پر رحم فرمائیو! ہر دل عزیز وائسرائے گورنر جنرل لارڈ ڈفرن نے بھی سر چالس ایچی سن صاحب کی رائے زریں سے اتفاق کیا، سرکاری کاغذات میں لفظ وہابی کے استحصال سے ممانعت کا حکم دیا۔

(اشاعۃ السنہ ج ۹، شمارہ: ۷، الحدیث ص ۱۳۱، سیرت ثنائی ص ۳۵۲)

حضرات بتایئے! انگریز کا ایجنٹ کون تھا؟ انگریز سے انعام کون لیتا رہا، انگریز نے وہابی سے اہل حدیث کن کا نام رجسٹرڈ کیا؟ بتایئے حوالے آپ کے سامنے ہیں؟ پتہ چلا انگریز کے زرخرید غلام بریلی کا تاجدار نہیں تھا بلکہ وہابیوں کے بڑے بڑے مُلوانے تھے پر بے ضمیر ظہیر نے کیا لکھا کہ انگریز نے احمد رضا کو خریدا تھا۔ سب کہہ دیجئے: ''لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْكٰذِبِیْنَ'' جھوٹے وہابی بے ضمیر ظہیر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

عیب جنے من اوندے ساڈے سرھڑ ہی جاوَ
پٹی جو پڑھاندا اے شیطان اوہو پڑھی جاوَ
بغض اتے حسد والی پوڑی اُتے چڑھ ہی جاوَ
وچوں وچوں ملی جاوَ اُتوں اُتوں لڑی جاوَ
سڑی جاوَ بھئی کھاندیاں نوں ویکھ ویکھ سڑی جاوَ
غلط کر کے ترجمے حدیث تے قرآن دے
ٹوٹے کری جاندے اُو دین عالی شان دے
سب کجھ جان کے وی کجھ نئیں جان دے
شاواں ماں دے پترو بھئی دیندے پھوکی تڑی جاوَ
سڑی جاوَ بھئی کھاندیاں نوں ویکھ ویکھ سڑی جاوَ

حضرات! جس مولوی ظہیر نے اہل سنت اور امام احمد رضا کے خلاف البریلویہ کتاب لکھی ہے، وہ کردار کے لحاظ سے بڑا ہی گندا تھا۔ حافظ عبدالرحمٰن مدنی جو مولوی ظہیر کا کلاس فیلو ہے، وہ مولوی ظہیر کے بارے لکھتا ہے کہ مولوی ظہیر نے بھٹو صاحب

سے قومی اتحاد کی جاسوسی کرنے کے بدلے لاکھوں روپے رشوت حاصل کی' برائے نام قیمت پر کئی پلاٹ اور کاروں کے پرمٹ حاصل کیے۔ نمبر۲: یورپ کے نائٹ کلبوں میں علامہ صاحب رنگ رُلیاں مناتے رہے' نمبر۳: اپنے گھر کی نوجوان نوکرانیوں سے رنگ رلیاں مناتے رہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث' لاہور' ۱۳ اگست ۱۹۸۴ء' وہابیت و بریلویت ص ۴۲-۴۳)

حضرات یہ وہی مولوی ظہیر الٰہی ہے جس نے اپنے ساتھیوں سمیت لاہور میں ۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء میں چوک قلعہ لچھمن سنگھ میں کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہوئے سیدنا داتا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہا تھا کہ لوگو تم داتا داتا کرتے ہو' اس کو داتا کہنا حرام ہے' داتا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے' یہ مردہ ہے' یہ داتا کیسے ہو گیا' اگر تمہارا داتا اتنی طاقت کا مالک ہے تو اس کو کہو کہ میری ٹانگیں توڑ کر دکھائے' اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! جب اس نے یہ جملے کہے تو اس کے ساتھ ہی جلسے میں دھماکہ ہوا' اس کے ۱۱ ساتھی جس میں حبیب الرحمٰن یزدانی بھی تھا' مارے گئے' مولوی ظہیر کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں اور شدید زخمی ہو گیا۔ مولوی صاحب کو مقامی ہسپتال لے جایا گیا' کوئی آرام نہ آیا' مولوی ظہیر نے ساتھیوں سے کہا: مجھے مدینہ شریف لے چلو' وہاں کے ہسپتال میں علاج صحیح ہو گا' لیکن گستاخ ولی وہاں بھی ٹھیک نہ ہوا بلکہ وہیں آنجہانی ہو گیا' وہابی اس کو شہید اسلام کہتے ہیں' ایمان داری سے بتائیں گستاخ اولیاء' گستاخ انبیاء شہید ہو سکتا ہے؟ وہابی کہتے ہیں کہ دیکھو جی! ہمارے مولوی صاحب کو موت مکہ مدینہ آئی ہے' کتنے خوش نصیب ہیں۔ حضرات ٹھیک ہے واقعی مولوی ظہیر کو موت مکہ مدینہ آئی ہے مگر مکہ مدینہ میں مرنے سے بندہ جنتی کیسے ہو سکتا ہے' اگر مکہ مدینہ میں مرنے سے بندہ جنتی ہوتا ہے تو ابوجہل' ابولہب' عتبہ' عتیبہ' شیبہ یہ سارے مردود مکہ میں مرے' کیا یہ سارے جنتی ہو گئے؟ عبداللہ بن ابی اور کئی منافق مدینہ پاک میں مرے' کیا وہ سارے جنتی ہو گئے؟ حضرات یاد رکھیں مکہ مدینہ میں مرنے سے جنت اس کو ملتی ہے جس کے سینے میں آمنہ کے چمن کا سچا پیار ہو' جس

کے سینے میں فاطمہ کے بابے کی سچی محبت ہو جو گستاخ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو چاہے اس کو کعبہ شریف میں دفن کر دیا جائے وہ کبھی جنت میں نہیں جا سکتا' کیوں کہ

علم تاں پڑھیاں اشراف نہ ہوئی تے جھڑے ہوندے اصل کمینے
پتلوں سونا مول نہ بن دا عباریں جڑیئے لکھ نگینے
شوم کولوں کدی داد نہ ملدی بھاویں ہوون لکھ خزینے
باجھوں حب نبی ﷺ دے جنت نہ ملدی بھاویں مریئے وچ مدینے

حضرات عرض یہ کر رہا تھا کہ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے سرکار کے عاشق تھے' آپ ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ/ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعہ دو بج کر ۳۸ منٹ پر جب مؤذن اذان میں پڑھ رہا تھا: ''حی الفلاح'' آپ نے کلمہ شریف پڑھ کر وصال فرمایا' جس دن امام اہل سنت فوت ہوئے' اس دن ایک شامی بزرگ جو سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت بڑے عاشق تھے وہ بیت المقدس میں نمازِ جمعہ پڑھ کر اپنے بستر پر لیٹے' آنکھ لگ گئی' کیا لگ گئی؟ بولو: آنکھ لگ گئی' حضرات آنکھ سب کی لگتی ہے' نیند سب کو آتی ہے' خواب سب کو آتے ہیں' مجھے بھی خواب آتا ہے آپ کو بھی خواب آتے ہیں' مجھے خولب آئے گا تو میں خواب میں وہی کروں گا جو جاگتے کر رہا تھا' تاجر خواب دیکھے گا تجارت کرے گا' دوکان دار خواب دیکھے تو دوکان داری کرے گا' سیاسی خواب دیکھے تو سیاست کر رہا ہو گا' مزدور خواب دیکھے تو مزدوری کر رہا ہو گا' مگر صدقے جاؤں اللہ عزوجل والوں کی نیند پر' قربان جاؤں اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کی آنکھوں پر' جب وہ سوتے ہیں تو آنکھ اپنے ڈیرے میں لگتی ہے' جب کھلتی ہے تو دربار پر کھلتی ہے۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی نیند نصیب فرمائے تا کہ ہمیں بھی سرکار کے جلوے نصیب ہو جائیں' ایک عاشق نے بڑی پیاری بات فرمائی کہ

ایسا نقش ملکے تیرا محبوبا جدوں بولا تے سامنے توں ہوویں
آنکھ میٹاں تے ہوواں میں کول تیرے آنکھ کھولا تے سامنے توں ہوویں

اپناں ڈاھڈیاں اوکھیاں راہواں تے میں ٹرپیا تیرے سہاریاں تے
میرا خیال رکھیں میرے محبوبا جدوں ڈولا تے سامنے توں ہوویں

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ اس شامی کی آنکھ لگ گئی' خواب میں کیا نور بھرا منظر دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دربار پُرانوار لگا ہوا ہے' سیدنا صدیق اکبر' سیدنا فاروق اعظم' سیدنا عثمان غنی' سیدنا مولا علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور دیگر صحابہ کرام سرکار کی بارگاہ میں تشریف فرما ہیں' پاس محبوب سبحانی حضور سیدنا غوث اعظم' خواجہ خواجگان سیدنا معین الدین چشتی اجمیری' پیشوائے نقشبند حضور سیدنا خواجہ بہاء الدین نقشبندی' سہروردیوں کے سردار حضور سیدنا خواجہ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی تشریف فرما ہیں اور دیگر اولیاء کرام بھی جلوہ فرما ہیں۔ وہ شامی بزرگ فرماتے ہیں: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قیادت میں اتنے لوگ بیٹھے ہیں' مگر بول کوئی بھی نہیں رہا' سارا مجمع خاموش ہے' سارے مجمعے پر اداسی چھائی ہوئی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی خاموش ہیں' میں بڑا حیران ہوا کہ یہ معاملہ کیا ہے؟ اتنا عظیم دربار پھر یہ خاموشی کیوں ہے؟ وہ بزرگ فرماتے ہیں: میں سرکار کی خدمت میں حاضر ہوا' صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے بعد میں نے عرض کی: آقا! میرے ماں باپ آپ کے قدموں پر قربان ہو جائیں! یہ محفل میں آج سکوت کیوں ہے' یہ خاموشی کیوں ہے؟ مجھے تو ایسے لگتا ہے کہ کسی کا انتظار ہو رہا ہے؟ آمنہ کے چن نے فرمایا: ہاں! ہم واقعی ایک بندے کا انتظار کر رہے ہیں' میں نے عرض کی: آقا! وہ کون خوش نصیب ہے جس کا آپ انتظار فرما رہے ہیں؟ سبحان اللہ! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: احمد رضا بریلی کے' صدقے جاؤں احمد رضا تیرے عشق پر' سارے ولی غوث' قطب' ابدال' قلندر' مؤمن اس انتظار میں ہیں کہ کب آمنہ کا لال ہماری کچی گلی میں قدم رکھے گا مگر تیرے مقدروں پر قربان جاؤں عرشوں کا راہی اللہ تعالیٰ کا ماہی تیرا انتظار فرما رہا ہے۔

سرِ محفل اتنا میری سرکار ہو جائے
نگاہیں منتظر رہ جائیں اور دیدار ہو جائے

غلامِ مصطفیٰ بن کر میں بک جاؤں مدینے سے
اُنہیں کے نام پر سودا سرِ بازار ہو جائے
فنا اتنا تو ہو جاؤں میں تیری ذاتِ عالی میں
جو مجھ کو دیکھ لے اُس کو تیرا دیدار ہو جائے

پاکستان کا بڑا مشہور ضلع بہاولپور یہاں ایک سرکار کے بہت بڑے عاشق قبر انور میں تشریف فرما ہیں' جن کا نام ہے: خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ' آپ روزانہ رات کو سرکار پر درود و سلام پڑھتے' کئی مرتبہ خواب میں سرکار کے جلوے نصیب ہوئے' لیکن خواجہ صاحب کی تمنا تھی کہ سرکار جاگتے ہوئے بھی کبھی میرے غریب خانے تشریف لائے' ہر روز دعا مانگتے' لیکن مسئلہ حل نہ ہوا' ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشق نے سینے میں انگڑائی لی تو آپ اپنے مکان کی چھت پر سوار ہو گئے' چہرہ مدینہ پاک کی طرف کیا آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بسنے لگی' پھر اپنی ملتانی زبانی میں سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشق میں چند اشعار پڑھے' خواجہ صاحب سرکار کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ

آقا اک واری لنگھ آ توں ساڈی جاتے
میں زاریاں کریاں سِکّاں لہا کے

اے اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی کرم فرماؤناں اپنے غلام خرید کی اجڑی جھوک کو بھی رنگ لا جاؤ' اپنے نورانی قدم یہاں بھی لے آؤ۔

کلی اساں فقیراں دی عرش بنا جا اَج دی رات
گھر میرے وچ اندھیرا ہے توں چانن لا جا اج دی رات

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ فرید کے غریب خانے تشریف لائیں گے تو پتہ ہے میں آپ کی کیسے خدمت کروں گا۔ عرض کرتے ہیں کہ

مکھن پانی مصری میں لاچیاں مکسیاں
عطر گلابے میں مل مل دھو لیساں

سہرے پولیساں مہندی لکسیاں
کول بہیساں بڑا بنا کے

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ تشریف لائیں گے‘ میں آپ کی مقدس زلفوں پر بڑی خوبصورت مہندی لگاؤں گا‘ پھر جنت کا دولہا بنا کے سامنے بٹھاؤں گا‘ پھر جی بھر کے آپ کا دیدار کروں گا۔ سبحان اللہ!

شملے دیاں سوٹیا تے جے پور دے چیرے
لکھ لعل نیلم پکھ راج ہیرے
اُنج تے غریب ہاں پر دل تے امیرا لے
جو چیز ڈیساں ڈیساں رَجا کے

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجب آپ میرے غریب خانے تشریف لائیں گے‘ شملے میں بڑی خوبصورت چھڑیاں ملتی ہیں‘ میں شملے کی چھڑی آپ کو پیش کروں گا‘ جب آپ وہ چھڑی لے کر میرے دلہیڑے چلے گئے‘ بڑے خوبصورت لگیں گے‘ پھر جے پور کی پگڑیاں بڑی خوبصورت ہوتی ہیں‘ وہ بھی میں آپ کو پہناؤں گا‘ سوہنا کتنا لطف آئے گا جب حسین کا نانا جے پور کی دستار اور شملے کا ڈنڈا پکڑ کے میرے غریب خانے چلے گا‘ میں آپ کو دیکھ دیکھ کر قربان ہوتا جاؤں گا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگرچہ میں بڑا ہی غریب ہوں مگر جو جو چیزیں تحفے میں پیش کروں گا‘ تھوڑی نہیں ہوں گی بلکہ بہت زیادہ ہوں گی‘ آپ خوش ہوجائیں گے۔

سوداں پٹیساں چیساں اُدھار اے
کہیں بھک نہ دیساں دیساں ہزار اے
اگوں میں کوڑیاں کیوں ہساں مارا
خود ویکھ گھن سو آپے ای آ کے

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لوگ اپنے بچوں کی شادیوں پر قرضہ مانگتے ہیں تاکہ بیٹے

کی شادی دھوم دھام سے کی جائے' لیکن آقا میں آپ کی آمد پر قرضہ لے کر ایسی دعوت کروں گا' آپ دعوت کا رنگ ڈھنگ دیکھ کر اپنے غلام پر خوش ہو جاؤ گے' آقا میں پہلے شوخیاں نہیں مارتا' جب آپ آئیں گے' آپ دیکھ لینا تیرے غلام نے کیا انتظام کیا ہے۔

زورے جے ویسو تے وجن نہ ڈیساں
گل پا پلڑا منتاں کریساں
اک ایہا سوال اے فرید دا من گھن
مویاں دیاں خبراں آ آپ چن گھن
جند جان کڈھ گھن لُٹ مال دھن گھن
ہاں ٹھار بیٹھی آ متھا ہی ادا تے
اک واری لنگھ آ توں ساڈی جا تے

خواجہ صاحب سرکار کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ آقا جب دنیا آپ کی زیارت کرتی ہے تو بڑی بڑی فرمائشیں کرتی ہیں کہ آقا مجھے فلاں چیز چاہیے' میرا فلاں کام ہو جائے' مجھے دنیا کی دولت مل جائے' مجھے مال رزق اولاد مل جائے' مگر میری صرف ایک ہی آرزو ہے کہ آپ اپنے غلام کے گھر ایک مرتبہ تشریف لے آئیں' جب آپ آئیں گے تو پھر آپ جانے کا نام لیں گے تو میں آپ کے قدموں کو پکڑ لوں گا' آپ کے سامنے ہاتھ باندھ لوں گا کہ سوہنیا ابھی نہ جاؤ۔ سبحان اللہ! حضرات یہ صرف خواجہ غلام فرید کی تمنا نہیں کہ سرکار میرے گھر تشریف لائیں بلکہ ہر سرکار کے دیوانے کی تمنا ہے' سارے سرکار کے غلام سرکار کا انتظار کر رہے ہیں' مگر فاطمہ کا بابا' حسنین کا نانا کشتہ عشق رسالت احمد رضا کا انتظار فرما رہے ہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں! ہمیں احمد رضا بریلی کا انتظار ہے۔ اس شامی بزرگ نے عرض کی: آقا! یہ احمد رضا کون ہے' کس شخصیت کا مالک ہے اور کہاں رہتا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہندوستان کا ایک شہر ہے بانس بریلی' یہ وہاں کے رہنے والے ہیں' وقت کے مجدد نائب غوث اعظم اور نائب

ابوحنیفہ ہیں' کئی سو کتابوں کے مصنف ہیں' پوری دنیا میں کئی سو فتوے لکھ کے بھیج چکے ہیں۔ اُس سرکار کے عاشق نے جب یہ خواب دیکھا تو آنکھ کھل گئی' سینے میں احمد رضا کی محبت جوش مارنے لگی' پھر سوچنے لگے کہ احمد رضا کو اللہ تعالیٰ نے کتنا مقام اور مرتبہ عطاء فرمایا ہے کہ جن کا سرکار بمع صحابہ کرام' اولیاء عظام کے انتظار فرما رہے ہیں کیوں نہ اس عاشق مدینہ کی ہندوستان جا کر زیارت کی جائے' وہ بزرگ بحری جہاز پر سوار ہوئے۔ بریلی شریف تشریف لائے' پوچھتے پوچھتے جب امام احمد رضا کے آستانے پر پہنچے تو اعلیٰ حضرت کے بیٹے علامہ مصطفیٰ رضا خاں سے ملاقات ہوئی' آپ نے علامہ مصطفیٰ سے فرمایا: بیٹا! میں بڑا دور سے آیا ہوں اور احمد رضا خاں سے ملنا چاہتا ہوں' کیا ان سے ملاقات ہو جائے گی؟ اعلیٰ حضرت کے لخت جگر نے عرض کی: باباجی! مولانا احمد رضا تو آج سے چند دن پہلے وفات پا گئے ہیں۔ اس شامی بزرگ نے سنا تو فرمایا: بیٹا! وہ کب فوت ہوئے ہیں' علامہ مصطفیٰ صاحب نے عرض کی: حضور صفر کی ۲۵ تاریخ کو۔ اس شامی بزرگ نے سنا تو آہیں نکل گئیں' زاروقطار رونا شروع کر دیا' اتنا روئے کہ داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ علامہ مصطفیٰ نے عرض کی: باباجی! کیا بات ہے اس قدر شدت سے کیوں رو رہے ہو؟ فرمایا: ۲۵ صفر تھی' جمعہ کا دن تھا میں جمعہ پڑھ کر لیٹا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار ہو گیا۔ سرکار نے مجھے فرمایا کہ ہم احمد رضا بریلی کا انتظار کر رہے ہیں' مجھے سمجھ نہ آئی کہ یہ معاملہ کیا ہے' یہاں پہنچا ہوں تو پتہ چلا ہے کہ وہ وصال فرما کے سرکار کے قدموں میں پہنچ چکے ہیں' ہائے افسوس! اس مرد قلندر اور فنافی الرسول عالم کی زیارت نہ کر سکا۔ (الشاہ احمد رضا ص ۱۷۷۔۱۷۸' سوانح امام احمد رضا ص ۳۹۱۔۳۹۲)

جہڑے پیر نہ دل دی گل بجھن اُوہ پیر نہیں جیباں دے چور ہندے
بناں پیر استاد دے ٹرن والے جہیندے جاگ دے اُوہ در گور ہندے
مرشد پھڑیں تے پرکھ ضرور رکھیں' پہی ہور ہوندے کامل ہور ہوندے
چنگی دھرتی تے' اُگے گلاب ناصر اُوتھے اک اُگدے جتھے شور ہندے

تو حضرات بات یہ کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرے صحابہ پریشان نہ ہو''انی بین ایدیکم فرط ''میں پہلے جا کر تمہاری راحت کا' تمہارے آرام کا انتظام کروں گا''''وانا علیکم شھید ''اور میں تمہارا گواہ بن کے جا رہا ہوں' فکر نہ کرنا' قیامت والے دن میں تمہارے ایمان کی تمہارے اعمال کی گواہی دوں گا' قیامت تک میں ہر مؤمن کے ایمان کو دیکھتا رہوں گا کہ کون مجھ پر ایمان لا کر کتنے اچھے عمل کر رہا ہے' میں ہر مؤمن کے ایمان کی گواہی دوں گا۔

مینوں پتہ سی ویکھ کے حال میرا میرے کولوں تے بیل وی بھجنے نیں
بدل اُٹھن گے جدوں اُداسیاں دے آ کے میرے ای سر تے گجنے نیں
کون دُھووے گا داغ بدکاریاں دے بخت کدوں غریبا دے سجنے نیں
ناصر شاہ نوں دسیا کاملاں نے تیرے عیب حضور نے کجنے نیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: عنقریب تمہاری میری ملاقات ہوگی' صحابہ نے عرض کی: آقا! کہاں ملاقات ہوگی' فرمایا:''ان موعدکم الحوض ''میری تمہاری ملاقات حوضِ کوثر پر ہوگی۔ حضرات یہ حوضِ کوثر جنت میں ایک بہت بڑا دریا ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہوگا' کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوگا' شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا' یہ حوض کوثر اتنا چوڑا ہوگا' بندہ ایک ماہ تک چلتا رہے' تب جا کر دوسرے کنارے تک پہنچے اور ایک ہزار میل لمبا ہوگا' قیامت والے دن حسین کا پیارا نانا' اُس کے کنارے بیٹھا ہوگا اور اپنی پیاسی اُمت کو اپنے یداللہ والے ہاتھوں سے پانی پلا رہا ہوگا' جو بندہ ایک مرتبہ حوضِ کوثر کا پانی پی لے گا' پھر اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ ہمارے بھی نصیب میں وہ پانی فرمائے۔ آمین! میرے اعلیٰ حضرت اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

ٹھنڈا ٹھنڈا میٹھا میٹھا
پیتے ہم ہیں پلاتے یہ ہیں

اس کی بخشش ان کا صدقہ
دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں
انا اعطینٰک الکوثر
ساری کثرت پاتے یہ ہیں

صحابہ نے عرض کی: آقا! یہ حوضِ کوثر ہے کہاں؟ فرمایا: جنت میں' عرض کی: جنت کہاں ہے؟ فرمایا: "عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاوٰى" (پ۲۷' النجم:۱۴۔۱۵) سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جنت ہے۔ حضرات یہ سدرۃ المنتہیٰ وہ جگہ ہے جہاں سے آگے کوئی نبی' کوئی فرشتہ یہاں تک کہ فرشتوں کا سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی نہیں جا سکا' مگر صدقے جاؤں آمنہ کے لال کی شان پر' میرے آقا معراج کی رات یہ سرحد بھی عبور کر کے لامکانوں میں تشریف لے گئے۔

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے' سرِعرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہیں جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرے صحابہ حوضِ کوثر جنت میں ہے' جنت اللہ تعالیٰ کے عرش کے پاس ہے' ساتوں آسمانوں سے بھی اوپر ہے' صحابہ نے عرض کی: آقا جنت اور حوضِ کوثر بڑی دور ہیں' میرے آقا نے فرمایا: بے شک بڑی دور ہیں مگر عام لوگوں کے لیے دور ہوں گی' میرے لیے نہیں۔ عرض کی گئی: آقا! وہ کیسے؟ فرمایا: "وانی لانظر الیہ وانا فی مقامی ھذا" لوگوں میں مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر حوضِ کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔ سبحان اللہ! حضرات مدینہ شریف سے جنت کھربوں میل دور' مگر نبی کی نگاہ پر قربان جاؤں! مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر دیکھ رہے ہیں' لوگو سوچو! جو نبی مدینہ پاک میں کھڑے ہو کر حوضِ کوثر کو دیکھ سکتا ہے' کیا وہ نبی روضہ انور میں تشریف فرما کر پاکستان والوں کو نہیں دیکھ سکتا؟ بولو دیکھ سکتا ہے' یہی بات حاضر ناظر ہے' مولوی دن رات شور مچا رہے ہیں کہ جی نبی تو مدینے میں ہے ہم یہاں ہیں' نبی کو کیا پتا۔ پوچھو اس

بدنصیب مُلوانے سے جو نبی مدینہ میں کھڑے ہو کر جنت دیکھ سکتا ہے' کیا وہ مدینہ میں کھڑے ہو کر زمین میں اپنے غلام کو نہیں دیکھ سکتا؟

عشق نبی دیاں برکتاں نال میرا سینہ ہو گیا نور بحمد اللہ
اوہدی نظر کریمی نے دھو چھڈے میرے سارے قصور بحمد اللہ
اوہدے اسم گرامی چوں ملدا اے مینوں بڑا سرور بحمد اللہ
ناصرؔ کرم جے نئیں تے ہور کی اے ریندے کول حضور بحمد اللہ

سرکار کیا فرما رہے ہیں: میں یہاں پر کھڑے ہو کر حوضِ کوثر دیکھ رہا ہوں' لیکن زکوٰتوں پر پلنے والے گستاخ ملوانے کیا کہتے ہیں' سنئے! دیوبندیوں کے بہت بڑے شیخ الحدیث مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اپنی کتاب براہین قاطعہ' مطبوعہ دیوبند ص ۵۱ پر لکھتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیوار کے پیچھے کا بھی پتہ نہیں۔ معاذ اللہ! حضرات اب فیصلہ آپ پر ہے کہ آپ نے بات غیب کی خبریں دینے والے نبی کی ماننی ہے یا گستاخ دیوبندی مُلوانے کی؟ جو سرکار کا دیوانہ ہوگا وہ تو حسین کے مقدس نانے کی بات مانے گا اور گستاخانِ نبی کو کہے گا کہ

جہدی ذات ہے پاک ہر عیب کولوں عیب اوہدے چہ کڈھ دے اُو شرم کرو
جیہدے صدقے جہاں دی جڑھ لگی جہڑاں اوہدیاں وڈھدے اُو شرم کرو
کملی والے دا دل دکھاون خاطر نویں شوشے نت چھڈ دے اُو شرم کرو
حافظ آکھے حضور تے کر حملے جھنڈے نجد دے گڈ دے اُو شرم کرو

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا فرمایا: میرے صحابہ میں مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر جنت کا حوضِ کوثر دیکھ رہا ہوں' میرے صحابہ مجھے عام بندہ نہ سمجھنا' مجھے بے اختیار انسان نہ سمجھنا بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بڑی عظمتوں' بڑی نوازشوں سے مالا مال کر کے بھیجا ہے۔ صحابہ نے عرض کی: آقا! اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتنی عظمت عطاء فرمائی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''انی قد اعطیت مفاتیح خزآئن الارض '' میرے

صحابہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ساری زمین کے خزانوں کی چابیاں عطاء فرمادی ہیں' سبحان اللہ!
ایک روایت میں آتا ہے کہ "اعطیت الکنزین الاحمر والابیض "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرے صحابہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو خزانے عطاء فرمائے ہیں' ایک سرخ اور ایک سفید۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے سونے اور چاندی کے خزانوں کی چابیاں عطاء فرمادی ہیں۔ (مسلم شریف' مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۲' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۱۲)

ایک روایت میں آتا ہے: "اوتیت مفاتیح کل شیء "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میرے صحابہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پوری کائنات کے خزانوں کی چابیاں عطاء فرمادی ہیں۔ (طبرانی شریف' خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۱۹۵)

صدقے جاؤں ان مقدس ہاتھوں کے جن ہاتھوں کو خالق کائنات فرماتا ہے: اے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! یہ تیرے ہاتھ نہیں "یَدُ اللّٰهِ" یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میدانِ بدر میں کافروں کی طرف پتھر پھینکے تو خالق کائنات نے فرمایا: "مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى "(پ ۹) اے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! کافروں کو تو نے پتھر نہیں مارے بلکہ اللہ تعالیٰ نے مارے ہیں۔ سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیاری امی جان فرماتی ہیں: جب میرا لعل دنیا میں تشریف لایا تو ایک فرشتہ پکار پکار کر یہ اعلان کر رہا تھا' کون سا اعلان "لم یبق خلق من اھلھا الا دخل فی قبضتہ "کہ اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو مبارک ہو آپ نے زمین آسمان کی ہر چیز پر قبضہ جما لیا ہے۔ کائنات کا کوئی ایسا خزانہ نہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی جاگیر میں نہ دیا ہو۔ سبحان اللہ!

(خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۴۸)

امام اہل سنت کے بھائی امام حسن رضا خاں فاضل بریلی فرماتے ہیں کہ

اللہ اللہ عزوجل شاہِ کونین جلالت تیری
فرش کیا عرش پر بھی جاری ہے حکومت تیری

دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ عزوجل

یاد آتا ہے خدا عزوجل دیکھ کے صورت تیری

ہم نے مانا کہ گناہوں کی نہیں حد لیکن

تو ہے اُن کا تو حسن تیری ہے جنت تیری

حضرات! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس ہاتھوں کی عظمت پوچھنی ہے تو صحابہ سے پوچھو‘ جنہوں نے میرے نبی کے ہاتھوں کے کمالات اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے‘ سرکار کے ہاتھ بیمار سے لگے تو بیمار ٹھیک ہوگیا‘ کسی کے سینے پر لگے تو دل کا کفر دور ہو گیا‘ کسی لاٹھی سے لگے تو وہ لاٹھی نور والی ہوگئی‘ یہی مقدس ہاتھ اُٹھے تو ڈوبا سورج واپس آ گیا‘ یہی ہاتھ اُٹھے تو چاند دو ٹکڑے ہوگیا‘ یہی ہاتھ اُٹھے تو درخت پتھر دوڑتے ہوئے آپ کے قدموں میں آ گئے‘ یہی ہاتھ اُٹھے تو مردوں کو زندہ کر دیا‘ انشاء اللہ قیامت والے دن یہی مقدس ہاتھ اُٹھیں گے تو ہم سب کا بیڑا پار ہو جائے گا‘ انہی ہاتھوں کے بارے تاجدار بریلی فرما گئے کہ

ہاتھ جس سمت اُٹھا آ غنی کر دیا

موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام

جس کو بارِ دو عالم کی پرواہ نہیں

ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

پتہ چلا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس ہاتھ بے مثل ہاتھ ہیں‘ لیکن آج کے مُلوانے تقریروں میں کیا کہتے پھرتے ہیں‘ نبی ہماری طرح تھے‘ جیسے نبی کے دو ہاتھ ہمارے بھی دو ہاتھ‘ نبی کی بھی دو آنکھیں ہماری بھی دو آنکھیں‘ نبی کے بھی دو پیر ہمارے بھی دو پیر‘ نبی نے بھی شادیاں کیں ہم نے بھی شادیاں کیں‘ نبی بھی کھاتا پیتا تھا ہم بھی کھاتے پیتے ہیں‘ نبی اور ہم برابر۔ کبھی آپ نے نبی کی مثل بننے والوں کی شکلیں دیکھی ہیں‘ صبح صبح خالی پیٹ نظر آ جائیں تو سارا دن کھانا نصیب نہیں ہوتا‘ جن کی شکلیں دیکھ کر

بچے ڈر جاتے ہیں، جن کی شکلیں دیکھ کر زبان سے بے ساختہ نکل جاتا ہے: "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" یہ منحوس نبی کی مثل بنتے ہیں۔ حضرات! یہ میں کسی پر الزام نہیں لگا رہا بلکہ حقیقت بیان کر رہا ہوں، دیوبندیوں، وہابیوں، اہل حدیثوں کے متفقہ محدث مولوی اسماعیل دہلوی اپنی رسوائے زمانہ کتاب تقویۃ الایمان ص ۵۶ میں لکھتا ہے کہ اولیاء، انبیاء، امام اور امام زادے، پیر اور شہید یعنی جتنے بھی اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہیں اور بندے عاجز ہیں اور ہمارے بھائی ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کو بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو ان کی فرماں برداری کا حکم دیا ہے، ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔ حضرات ان مُلوانوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کتنا بغض ہے، کتنی عداوت ہے، افسوس ہے ایسی مسلمانی پر۔

بغض جہڑا وی نبی دے نال رکھے پیسن لعنتاں اُوس لعین اُتے
ابوجہل وانگوں اوہ تے ہے جاہل شک کرے جو ماہِ مبین اُتے
مُلاں کرے جھیڑا بھلا بشر خاکی کیویں پہنچیا عرش بریں اُتے
میں ہاں آکھدا عرش تے رہن والا کیویں آ گیا فرش زمین اُتے

میرے پڑوس سرگودھا میں جمعیت اشاعت التوحید وسنت کے ناظم صاحب ہے، عطاء اللہ بندیالوی صاحب، ان کی ایک کتاب ہے: خطبات بندیالوی ج ۲ ص ۲۵۶ پر لکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کو خود فرمایا کہ جس طرح تم نے ماں کے کوکھ سے جنم لیا، اسی طرح میں نے بھی جنم لیا، تمہارے بھی ماں باپ میرے بھی ماں باپ ہیں، تمہارا بھی کنبہ قبیلہ ہے میرا بھی کنبہ قبیلہ ہے، جس طرح تم نے بچپن میں ماں کا دودھ پیا ہے میں نے بھی مائی حلیمہ کا دودھ پیا ہے، جس طرح تم شادیاں کرتے ہو میں نے بھی شادی کی، جس طرح تم بیمار ہوتے ہو میں بھی بیمار ہوتا ہوں، جس طرح تم سوتے ہو میں بھی سوتا ہوں، جس طرح تمہاری اولاد لڑکے لڑکیاں ہیں اسی طرح میری بھی اولاد ہے، جس طرح تم تجارت کے لیے بازار جاتے ہو میں بھی بازار جاتا ہوں، جس طرح تم

پریشانی وغم کا شکار ہوتے ہو میں بھی غم کا شکار ہوتا ہوں۔ بشر ہونے اور لوازماتِ بشریت کے محتاج ہونے میں، میں تم جیسا ہوں۔ میں جتنا بھی بلند مقام حاصل کرلوں، میں مقامِ بشریت سے باہر نہیں نکل سکتا۔ ارے جن کے اوپر بھی بشریت ہو جس کے نیچے بھی بشریت ہو، جس کے دائیں بھی بشریت ہو، جس کے بائیں بھی بشریت ہو، جس کے آگے بھی بشریت ہو، جس کے پیچھے بھی بشریت ہو۔ حضرات! یہ ساری عبارت مولوی صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کی ہے کہ سرکار نے اپنے صحابہ سے فرمایا، اب میں مولانا سے پوچھنا چاہتا ہوں اور یہ حدیث جس کا ترجمہ آپ نے کیا ہے جس عبارت کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف کی ہے، یہ کس کتاب میں ہے، بخاری میں ہے یا مسلم میں، ترمذی میں ہے یا نسائی میں، ابوداؤد میں ہے یا ابن ماجہ میں؟ اگر یہ حدیث ہے تو آپ کو چاہیے تھا کہ آپ اس کا حوالہ پیش کرتے، مگر خدا عزوجل گواہ ہے، یہ نہ کسی حدیث میں ہے، نہ کسی سیرت کی کتاب میں، آپ نے یہ بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف غلط منسوب کی ہے، آپ نے نبی پر جھوٹا بہتان لگایا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحیح فرمان ہے: ”من کذب علی متعمدًا فلیتبوأ مقعده من النار“ سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جو بندہ مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹی بات منسوب کرے وہ پکا جہنمی ہے۔

(بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف، مرقاۃ شریف، مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ا ص ۱۸۶)

مولی صاحب! آیئے میں عرض کرتا ہوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہماری طرح نہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا: ”اَیُّکُمْ مِثْلِیْ“ اے میرے صحابہ! تم میں سے کون ہے جو میری مثل ہو۔

(مسلم شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، بخاری شریف ج ا ص ۲۴۶)

اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کی طرح ہوتے جیسے مولوی صاحب نے جھوٹی

سرکار کی طرف حدیث منسوب کی ہے' فوراً کوئی نہ کوئی صحابی کہہ دیتا: آقا! میں آپ کی طرح ہوں' مگر صحابی کوئی نہیں بولا' بدنصیب دیوبندی وہابی مولوی بول پڑا' مولوی صاحب ہوش کرو! اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت نہ دو' نہیں تو اس کی لاٹھی بے آواز ہے' وہ جلال میں آ جائے تو باڈی گارڈ نہیں دیکھتا وہ رنگ روپ نہیں دیکھتا' وہ عہدے اور مرتبے نہیں دیکھتا' وہ خطابت اور علم نہیں دیکھتا بلکہ ایسا پکڑتا ہے کہ پھر کوئی چھڑانے والا نہیں ہوتا۔

پڑھ پڑھ کے توں عالم ہویوں تے مان نہ کر میں پڑھیا
او جبار قہار سداوے تے روڑھ دیوے دودھ کڑیا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جب وصال کا وقت قریب آیا تو آمنہ کے لال نے فرمایا: ابوبکر! عرض کی: جی میرے آقا! فرمایا: تو ساری زندگی میرے ساتھ رہا ہے' بچپن سے لے کر اب تک تو نے میرے ساتھ سنگ بنائی ہے' لیکن آ میں تمہیں ایک بات بتا دوں' عرض کی: آقا! کون سی؟ فرمایا: ''**یا ابا بکر والذی بعثنی بالحق لم یعلمی حقیقة غیر وربی**'' اے ابوبکر! مجھے قسم ہے اس خالق کائنات کی عزت وعظمت کی جس نے مجھے سچا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بنا کر دنیا میں بھیجا ہے! اب تک تو بھی میری حقیقت کو نہیں پہچان سکا' میری حقیقت میرا اللہ عزوجل ہی جانتا ہے۔

(مطالع المسرات ص ۱۲۹)

حضرات! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قسم کھا کر فرما رہے ہیں: اے صدیق! میری حقیقت کو تو بھی نہیں جان سکا' اب اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت بشریت ہوتی' بقول مولوی صاحب کے تو صدیق اکبر فوراً کہہ دیتے: آقا! آپ کیا فرما رہے ہیں' میں آپ کی حقیقت جانتا ہوں' آپ بھی پیدا ہوئے میں بھی پیدا ہوا' آپ بھی کھاتے پیتے' چلتے پھرتے آتے جاتے ہیں' میں بھی کھاتا پیتا' چلتا پھرتا ہوں' آپ نے بھی شادیاں کی' بچے ہوئے میں نے بھی شادی کی' بچے بچیاں ہوئیں ہیں' آپ کیسے فرماتے ہیں کہ میں

آپ کی حقیقت نہیں جان سکتا' لیکن نہ صدیق اکبر نے یہ جواب نہیں دیا' جواب دیتے بھی کیسے وہ صحابی تھے وہ دیوبندی وہابی تو نہیں تھے۔ سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک صحابی نے مسئلہ پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے یہ بتایئے کہ میں ناپاک ہونے کی صورت میں جنبی ہونے کی صورت میں روزہ رکھ سکتا ہوں' روزہ رکھ کر بعد میں نماز کے لیے غسل کرلوں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بالکل رکھ سکتے ہو' کوئی پریشانی نہیں۔ بعض دفعہ میں بھی جنبی ہوتا ہوں روزہ رکھ لیتا ہوں۔ صحابی مسکرا پڑا' عرض کی: آقا! آپ مجھے اپنے ساتھ تو نہ ملاؤ' کہاں اللہ تعالیٰ کا ماھی کہاں تیرا سپاہی۔ "فقال لست مثلنا یا رسول اللہ" صحابی نے عرض کی: آقا! میں آپ کی مثل تو نہیں ہوں۔

(مسلم شریف ج ا ص ۳۵۴' شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۰۳)

حضرات! ڈوب مرنے کا مقام نہیں کہ صحابی کہتا ہے: آقا! ہم آپ کی مثل نہیں' پر یہ زکوٰتوں فطرانوں پر پلنے والے مولوی کہیں کہ نبی تو ہماری مثل ہیں (بے مثلیت پر فقیر کی کتاب ذوقِ خطیب ج ۳ کا مطالعہ فرمائیں)۔ حضرات! بات ہم بھی مانتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بشر ہیں مگر حقیقت بشر نہیں' حقیقت نور ہے' لباس بشری ہے کیوں؟ تاکہ دنیا والوں کو سرکار کے در سے فیض نصیب ہو۔ اگر سرکار بشری لباس پہن کے نہ آتے تو کوئی فیض حاصل نہ کر سکتا' اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم کو حضرت جبریل علیہ السلام کے وسیلے سے فیض عطاء کرنا تھا' خالق کائنات نے فرمایا: جبریل' مریم ہے تو بشر' تو ہے نور' لہٰذا تو فیض دے نہیں سکے گا' وہ فیض لے نہیں سکے گی' مریم کو فیض دینے کے لیے لباسِ بشری پہن کے جا۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن فرماتا ہے: "بَشَرًا سَوِيًّا" (پ ۱۶) حضرت جبریل علیہ السلام جب سیدہ مریم کے پاس تشریف لائے تو مکمل بشر بن کے آئے۔ کسی مولوی کو کبھی تکلیف نہیں ہوئی کہ جبریل بھی ہماری طرح تھا' یہ جب بھی پریشان ہوتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دیکھ کر پریشان ہوتے ہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ

اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو بشری لباس پہنا کر اس لیے حضرت مریم کے پاس بھیجا تا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ اگر قدم چومنے والا سرکار کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے والا انوری بشر بن کے جائے تو غلام کی نورانیت میں فرق نہیں آ سکتا تو جس کے صدقے جبریل بنا ہے وہ بشری لباس پہن کے جائے تو اس کی نورانیت میں کیسے فرق آ سکتا ہے۔

اَنَا بَشَرٌ کہہ کے خود ہویا ساڈی نظراں توں مستور اے نوری ای نور اے

محبوب نوں سمجھے جان اپنی ہر عاشق دا دستور اے نور ای نور اے

جنھے ویکھیا مدنی کہ اُٹھیا بالآخر ہو مجبور اے نور ای نور اے

اوہدا ساتھوں لُکنا ناصر شاہ اوہدے وچ کوئی راز ضرور اے نور ای نور اے

تو عرض کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ نے مجھے ساری زمین کے خزانوں کی چابیاں عطاء کر کے بھیجا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف خزانوں کے مالک ہیں یا آگے تقسیم کے اختیارات بھی اللہ تعالیٰ نے یار کو عطاء فرمائے ہیں۔ تو سنئے! خالق کائنات قرآن مجید کے پ ۳۰ سورۃ الضحیٰ: ۸ میں ارشاد فرماتا ہے: ''وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى'' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! ہم نے آپ کو حاجت مند پایا پھر اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ ''وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ'' محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام جو بھی سوال جو بھی منگتا تیرے دروازے پر آئے اسے جھڑکنا نہیں، یہ نہیں کہنا معاف کر زبان پر ''لا'' جس کا معنی ہے نہیں، لفظ نہیں آپ کی زبان پر نہیں ہونا چاہیے۔ سبحان! میں بے نیاز ہوں، میں گھر سے در سے مکان سے پاک ہوں، میں نے اپنا در بھی تیرا در بنا دیا ہے۔ محبوب! تیرے در پر جس قسم کا سوالی آئے اسے خیرات ضرور دینی ہے، کوئی ایمان مانگے، اسے ایمان کے خزانے عطاء کرنے ہیں، کوئی جنت مانگے اسے جنت عطاء کرنی ہے، کوئی مال مانگے اسے مال دینا ہے، کوئی اولاد مانگے اسے اولاد دینی ہے، کوئی بارش طلب کرے اسے بارش دینی ہے، کوئی صحت مانگے اسے صحت دینی ہے، محبوب کوئی خالی نہ جائے۔ عرض کی: مولا کریم! یہ ساری چیزیں کون

دے گا؟ فرمایا: محبوب دیتا میں جاؤں گے' آگے تقسیم تو کرتے جانا' محبوب پریشان نہیں ہونا۔ حضرت سیدنا جابر انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں دس سال تک سرکار کی خدمت میں رہا' میں نے دس سال سرکار کا دربار دیکھا' فرماتے ہیں: ''ما سئل رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئا قط فقال لا '' حضرت جابر فرماتے ہیں: میں نے ان دس سالوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر کبھی لفظ ''لا'' نہیں سنا' یا کبھی کسی سوالی کو نہیں فرمایا میرے پاس یہ چیز نہیں۔

(بخاری شریف' مسلم شریف' مشکوٰۃ شریف' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج۸ ص ۶۸-۶۹)

مطلب کیا ہے کہ ہر سوالی کی جھولی والی کائنات نے بھر دی ہے۔ اسی لیے تاجدارِ مدینہ فرمایا کرتے تھے: لوگو! میں کوئی عام بندہ نہیں بلکہ ''انا ابو القاسم'' میں بھی تقسیم کرنے والا ہوں'' اللّٰہ یرزق وانا اقسم '' اللہ تعالیٰ مجھے کائنات کی ہر نعمت عطاء فرماتا ہے' میں تقسیم کرتا ہوں۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج۱ ص ۱۶۳)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ حدیث پاک سن کر بعض ملوانے کہتے ہیں کہ ابوالقاسم تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹے کی وجہ سے کنیت تھی' تقسیم کا معنی کہاں سے آ گیا۔ حضرات! اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ابوالقاسم صرف کنیت ہوتی تو سرکار یہ وضاحت نہ فرماتے کہ ''واللّٰہ یرزق وانا قاسم '' ایک دوسرے مقام پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ''انما جعلت قاسما اقسم بینکم '' میں صرف کنیت کی وجہ سے قاسم ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطاء سے خود بھی قاسم ہوں' کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کو تقسیم کرتا ہوں۔ (بخاری شریف' مسلم شریف' شانِ مصطفیٰ بزبانِ مصطفیٰ ص ۴۵۹)

امام اہلِ سنت' کشتۂ عشقِ رسالت' مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلی رضی اللہ عنہ سرکار کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تار کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرّہ تیرا
اغنیاء پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا
اصفیاء چلتے ہیں سر سے وہ ہے رَستا تیرا
تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پر نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

حضرات! پتہ چلا کہ میرا نبی اللہ تعالیٰ کی عطاء سے ساری کائنات کے خزانوں کا مالک و مختار ہے' اگر مالک و مختار نہ ہوتو کائنات میں تقسیم کیا فرمائے؟ سرکار تو فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مجھے ساری کائنات کے خزانے عطاء کر کے آگے تقسیم کرنے کا حکم بھی دیا ہے' لیکن وہابیوں' اہلِ حدیثوں' دیوبندیوں کے متفقہ مجدد اور محدث کا کیا عقیدہ ہے لکھتا ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۳)

حضرات! کتنے کفریہ کلمات ہیں' ایسے بندے کو تو مسلمان بھی نہیں کہنا چاہیے' چہ جائیکہ اُسے مولوی' محدث' مفکر تسلیم کیا جائے۔ دیوبندیوں کے بہت بڑے عالم ہیں جن کو یہ قطب وقت کہتے ہیں' ان کا نام ہے: مولوی رشید احمد گنگوہی' انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے: فتاویٰ رشیدیہ۔ اس فتاویٰ رشیدیہ کے ص ۱۰۹ پر مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ جو بندہ صحابہ کا بے ادب ہے' صحابہ کرام کی گستاخیاں کرتا ہے وہ فاسق ہے' یعنی گناہ گار ہے اسی فتاویٰ رشیدیہ کے ص ۱۴۴ پر مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ جو بندہ صحابہ کرام کو کافر کہے وہ لعنتی ہے' گناہ کبیرہ کا مستحق ہے' مگر جماعت اہل سنت سے خارج نہیں۔ توبہ توبہ مولوی صاحب لکھتے ہیں: جو صحابہ کو کافر کہے وہ بندہ سنی دیوبندی رہے گا' اس کے ایمان میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اسی فتاویٰ رشیدیہ کے ص ۹۷ پر لکھا ہوا ہے کہ مولوی اسماعیل کو کافر کہنے والا خود کافر ہے۔ حضرات! تماشہ دیکھئے مولوی پرستی کا عالم دیکھئے کہ صحابہ کو کافر کہنے والا گناہ گار' پر مولوی اسماعیل کو کافر کہنے والا کافر' گویا مولوی اسماعیل کا مرتبہ

صحابہ کرام سے بھی زیادہ ہو گیا؟ آج کل جو سپاہ صحابہ، دفاع صحابہ والے دیوبندی وہابی شیعہ حضرات کو کافر کافر شیعہ کافر کہتے ہیں۔ انہیں اس عبارت پر غور کرنا چاہیے کہ تمہارا مولوی تمہارا قطب وقت تو انہیں سنی مسلمان سمجھ رہا ہے، تم سنی حنفی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعرہ مارنے والوں کو دھوکہ دینے کے لیے سنیوں سے چندے لینے کے لیے، سنیوں سے نوٹ اور ووٹ لینے کے لیے نعرے مارتے ہو، کافر کافر شیعہ کافر اے، میرے بھولے بھالے اصلی سنیوں ان دھوکہ بازسنیوں سے بچو، یہ اور شیعہ اندر سے ایک ہی ہیں۔ شیعہ صحابہ کے گستاخ ہیں، دیوبندی وہابی اہل حدیث ان کی تمام تنظیمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آلِ نبی کی گستاخ ہیں۔ سب سے بچو اور ان کو دیکھ کر پڑھا کرو، کیا پڑھو جو اعلیٰ حضرت پڑھا کرتے تھے کہ

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اُس بُرے مذہب پہ لعنت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے

یا یوں کہہ دیجئے جیسے مولانا حسن رضا بریلی فرما گئے کہ

اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لعنۃ اللہ علیکم دشمنانِ اہل بیت
بے ادب گستاخ فرقے کو سنا دے اے حسن!
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستانِ اہل بیت

حضرات! عرض یہ کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرے صحابہ اللہ تعالیٰ نے مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطاء کر دی ہیں۔ حسین پاک کے مقدس سنے نے آگے فرمایا: میرے صحابہ! عرض کی گئی: جی آقا! فرمایا: میں تو دنیا سے جا رہا ہوں لیکن ایک بات کی مجھے تسلی ہے، عرض کی گئی: آقا کونسی بات کی؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے فرمایا: "انی لست اخشی علیکم ان تشرکوا بعدی" "میرے صحابہ مجھے اس بات کا کوئی ڈر خطرہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے" "ولکن اخشی علیکم الدنیا" "البتہ اس بات کا ڈر ہے کہ تم دنیا میں زیادہ دلچسپی لو گے۔

(بخاری شریف ج ۲ص ۵۷۸، تفہیم البخاری شرح بخاری ج ۶ص ۱۱۸، مسلم شریف ج ۲ص ۲۵۰، مشکوۃ شریف، شرح صحیح مسلم ج ۶ص ۳۸۷، مرأۃ شرح مشکوۃ ج ۸ص ۲۸۶)

حضرات! اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے بتا دیا تھا کہ مجھے اپنی اُمت سے شرک کا کوئی خطرہ نہیں، میری اُمت دنیا کی طرف راغب ہو سکتی ہے مگر شرک نہیں کر سکتی، لیکن آج کل وہابیوں، اہل حدیثوں، دیوبندیوں نے آسمان سر پر اٹھایا ہوا ہے کہ جی دنیا میں خاص کر پاکستان میں بڑا شرک ہو رہا ہے۔ حضرات فاطمہ کا بابا فرماتا ہے کہ مجھے اپنے غلاموں سے شرک کا کوئی خطرہ نہیں، یہ کہتے ہیں کہ شرک ہو رہا ہے، شرک ہو رہا ہے۔ بتایئے! بات کس کی سچی ہے؟ سرکار کا فرمان سچا ہے یا ان ملوانوں کی بات سچی ہے۔ حضرات اہل سنت و جماعت جو اصلی اور ایک نمبر سنی ہیں، ان کا تو عقیدہ یہ ہے کہ سرکار مدینہ علیہ الصلوۃ والسلام کی بات سچی ہے کیونکہ آمنہ کا چن اپنی مرضی سے نہیں بولتا، زبان یار کی ہوتی ہے، کلام خدا عزوجل کا ہوتا ہے کیونکہ۔

ساڈے نبی دی زبان ساڈے واسطے قرآن
کسے ہور دا بیان چنگا لگدا ای نئیں
اوہدی شان نہ کوئی تولے
کیہڑا اوہدی ریس کرے جہدے منہ وچوں رب بولے

حضرات یہ حدیث پاک سن کر وہابی، دیوبندی، اہل حدیث کہتے ہیں کہ حدیث بالکل صحیح ہے مگر اس کے مخاطب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سارے اُمتی نہیں بلکہ صحابہ کرام ہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: "علیکم" "یعنی تم میرے صحابہ کی بات

مخاطب بھی صحابہ کرام ہی ہیں۔ حضرات یہ دلیل غلط ہے کیوں' اس لیے کہ خطاب خاص ہوتا ہے لیکن اس کا حکم عام ہوتا ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے پ ۲ میں ارشاد فرماتا ہے: ''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ'' اے ایمان والو! تم پر رمضان شریف کے روزے فرض کر دیئے گئے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینے پر نازل فرمائی' سرکار نے صحابہ کو علیکم کا خطاب فرمایا۔ کیا اب رمضان شریف کے روزے صرف صحابہ پر فرض تھے؟ کوئی مسلمان پوچھے کہ جی روزے فرض ہیں تو کیا ثبوت ہے' وہ یہی آیت پڑھ کر ثبوت پیش کرے تو آگے سے بندہ کہے کہ یہ حکم مسلمانوں کو تو نہیں' صرف صحابہ کرام کو ہے' تو آپ کیا جواب دیں گے؟ یہی کہیں گے ناں کہ خطاب خاص ہے مگر حکم عام ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''خطبنا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا ایھا الناس قد فرض علیکم الحج فحجوا '' جب اللہ تعالیٰ نے حج فرض فرمایا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کرام کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے' لہٰذا کعبہ شریف کا حج کیا کرو۔ ''فقام الاقرع بن حابس '' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی جن کا نام تھا اقرع بن حابس' وہ اُٹھ کے کھڑے ہو گئے ''اکل عام یا رسول اللّٰہ '' عرض کی: آقا! کیا حج ہر سال فرض ہے؟ انہوں نے یہ سوال اس لیے کیا کہ وہ سمجھے تھے جیسے روزے' زکوٰۃ ہر سال فرض ہوتے ہیں شاید حج بھی ہر سال فرض ہو۔ سرکار سے پوچھ لیتے ہیں تاکہ مسئلہ واضح ہو جائے' اگر رمضان شریف کی طرح حج بھی ہر سال فرض ہوا تو بڑی تکلیف ہو گی۔ جب حضرت اقرع کھڑے ہوئے' سوال کیا تو اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوئی جواب نہ دیا' ''حتی قالھا ثلثا '' حضرت اقرع نے تین مرتبہ یہ بات دہرائی کہ سوہنیا! کیا حج ہر سال فرض ہے' مگر فاطمہ کے بابے نے کوئی جواب نہ دیا' جب چوتھی مرتبہ ارادہ کیا تو سرکار نے فرمایا: ''فقال لو قلت نعم لوجبت ولما استطعتم '' اے میرے

صحابہ! اگر میں ہاں کہہ دیتا تو اللہ تعالیٰ تم پر ہر سال حج فرض فرما دیتا اور تم نہ کر سکتے۔ سبحان اللہ!

(مسلم شریف' نسائی شریف' دارمی شریف' مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۱' مرأۃ شرح مشکوٰۃ شریف ج ۴ ص ۸۶۔ ص ۹۳۔۹۴)

حضرات! اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام احکامِ شرعیہ کے مالک ہیں' آپ کی زبان سے جو نکل جاتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو شریعت کا قانون بنا دیتا ہے۔

ماہی مدینے والا جگ سارا جان دا
اکھیاں دی ٹھنڈ نالے چین ساڈی جان دا
تیرے مونہوں گل جیہڑی نکلے اوہ تیر اے
جیہڑا توں اشارہ کریں اوہو تقدیر اے
رتبہ نہ ڈٹھا ایڈا کسے انسان دا
اکھیاں دی ٹھنڈ نالے چین ساڈی جان دا

حضرات توجہ کیجئے! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہ کو فرما رہے ہیں "فرض علیکم" اے میرے صحابہ! تم پر حج فرض کیا گیا۔ یہ اب بتائیے! حج صرف صحابہ پر فرض ہے یا قیامت تک ہر مسلمان پر۔ اب اگر کوئی کہے کہ جی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ خطاب تو صرف اپنے صحابہ کو فرمایا تھا کہ "قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمْ" اے میرے صحابہ! تم پر یہ حج فرض کیا گیا ہے' آپ کیا جواب دیں گے کہ ٹھیک ہے خطاب صحابہ کرام کو ہے مگر اس کا حکم قیامت تک ہے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "انی لست اخشی ان تشرکوا بعدی ولکنی اخشی علیکم الدنیا" فرمایا اے میرے صحابہ! مجھے اس بات کا کوئی ڈر نہیں کہ میرے بعد تم مشرک ہو جاؤ گے۔ ہاں اس بات کا خطرہ ہے کہ تم دنیا میں دلچسپی زیادہ لو گے۔ یہ بظاہر خطاب صحابہ کو ہے لیکن حقیقت میں یہ خطاب قیامت

تک آنے والے مسلمانوں کو ہے۔ حضرت صحابہ کے شرک کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ وہ نگاہِ نبوت کے فیض یافتہ تھے' ان کے تقوے' ان کی پرہیزگاری کا اعلان تو اللہ تعالیٰ قرآن میں فرما رہا ہے: ''وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا'' (پ۲۶' الفتح:۲۶) لوگو! میں نے پرہیزگاری کا کلمہ اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ پر لازم کر دیا ہے' وہ اس کے زیادہ مستحق اور اہل تھے۔ میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام تیرے صحابہ پکے مؤمن' پکے مخلص ہیں اور ان کا خاتمہ بھی اسی پر ہوگا۔ ماننا پڑے گا کہ یہ خطاب بظاہر صحابہ کو تھا لیکن حقیقت میں قیامت تک مسلمانوں کو تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی ہیں جن کا نام ہے: شداد بن اوس رضی اللہ عنہ' وہ ایک دن اپنے مریدوں کے پاس بیٹھے تھے' اچانک آپ نے رونا شروع کر دیا ''فقیل له ما يبكيك'' آپ سے لوگوں نے عرض کیا: حضور! کیا بات ہے آپ کیوں رو رہے ہیں' کس چیز نے آپ کو رُلا دیا ہے؟ حضرت شداد نے فرمایا: مجھے ایک بات یاد آ گئی ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی' اس بات نے مجھے رُلا دیا ہے۔ لوگوں نے عرض کی: حضور! وہ کیا بات تھی جسے آپ سن کر رو پڑے ہیں' ہمیں بھی بتائیے؟ حضرت شداد فرماتے ہیں: ''سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اتخوف على امتى الشرك والشهوة الخفية'' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مجھے ڈر ہے' مجھے خطرہ ہے کہ میری اُمت کے لوگ شرک اور خفیہ شہوت میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ حضرت شداد فرماتے ہیں: ''قلت يا رسول الله تشرك امتك من بعدك'' میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا: آقا! کیا آپ کے وصال کے بعد آپ کی اُمت شرک کرے گی؟ ''قال نعم'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں! میرے بعد میری اُمت شرک کرے گی۔ حضرت شداد فرماتے ہیں: میں سن کر بڑا پریشان ہو گیا کہ یہ کیا؟ حضرت شداد فرماتے ہیں: سرکار نے مجھے دیکھ کر فرمایا: شداد! میں نے عرض کی: جی آقا! فرمایا: جانتے ہو میری اُمت کیسے شرک کرے گی؟ عرض کی:

آقا! نہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "اما انھم لا یعبدون شمسًا ولا قمرًا ولا حجرًا ولا وثنًا" "میری اُمت کے لوگ سورج کی پوجا نہیں کریں گے نہ چاند کی عبادت کریں گے، نہ کسی پتھر کی پوجا کریں گے نہ کسی بت کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے۔ حضرت شداد فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: آقا! پھر وہ کیسے شرک کریں گے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "ولکن یراؤن باعمالھم" "میری اُمت کے لوگ اپنے اعمال کی نمائش کریں گے، اللہ تعالیٰ کی عبادت دکھلاوے کی خاطر کریں گے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۵، مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۷ ص ۱۴۱۔۱۴۲)

حضرات دیکھ لیجئے! اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کو خطاب نہیں کیا، بلکہ فرمایا: "امتی" "میری اُمت کے لوگ، پھر شرک سے مراد عام شرک نہیں بلکہ عبادت میں ریاکاری۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیسے دوٹوک اعلان فرمارہے ہیں کہ میری اُمت بت پرستی نہیں کرے گی لیکن وہابی اہل حدیث دیوبندی دن رات اعلان کر رہے ہیں کہ شرک ہو رہا ہے، بڑا شرک ہو رہا ہے، بلکہ یہ لوگ اپنے فرقہ کے علاوہ کسی کو مسلمان سمجھتے ہی نہیں۔ ہم سنیوں کو تو یہ کہتے ہی بدعتی اور مشرک ہیں۔ حضرات! کتنے افسوس کا مقام ہے، یہ اپنے آپ کو تو توحیدی کہلاتے ہیں اور اصل سنی حنفی مسلمانوں کو مشرک، بدعتی اور کافر کہتے ہیں۔ سنی بھائیو! ان کے کفر اور شرک، بدعت کے فتووں سے نہ ڈرا کرو، انشاء اللہ ان کے فتوے ہمارے قریب آسکتے ہی نہیں، بلکہ ان کے فتوے ہمیں دیکھ کر واپس انہی کے پاس چلے جاتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما امری قال لاخیہ یا کافر" "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جس شخص نے اپنے کسی دینی بھائی کو اپنے مسلمان بھائی کو کہا: اے کافر! "فقد بوآء بھا احدھما" "تو وہ کفر کا فتویٰ دونوں میں سے ایک پر ضرور فٹ ہوگا" "ان کان کما قال" "اگر فتویٰ دینے والے نے فتویٰ صحیح دیا تو جس پر فتویٰ لگایا وہ کافر ہو جائے گا اور اگر

فتویٰ دینے والے نے فتویٰ صحیح نہیں دیا'' والا رجعت علیہ ''فتویٰ دینے والا خود کافر ہو جائے گا۔

(بخاری شریف ج ۱ص ۵۷' مسلم شریف' شرح صحیح مسلم ج ۱ص ۴۸۰۔ ۴۸۱)

الحمد للہ! ہم تو اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک ماننے والے ہیں' حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا آخری رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام تسلیم کرنے والے ہیں' اسلام کے تمام احکامات کو دل وجان سے تسلیم کرنے والے ہیں' ہمارے نزدیک ان کے کفر کے شرک کے فتوے نہیں آئیں گے' بلکہ ہمیں دیکھ کر واپس ان کے پاس ہی جائیں گے۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بڑے پیارے صحابی ہیں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ' یہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کو وعظ فرماتے ہوئے' تقریر کرتے ہوئے فرمایا: لوگوں میں نگاہِ نبوت سے دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب ایک بندہ ظاہر ہوگا جو کثرت سے قرآن مجید پڑھے گا' قرآن پاک کے جلوے اس کے چہرے سے ظاہر ہونے لگیں گے' اس کا اُٹھنا بیٹھنا اسلام کے مطابق ہوگا' جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا' وہ قرآن پڑھتا رہے گا' اسلام کے مطابق زندگی بسر کرتا رہے گا' پھر اس پر بدبختی ظاہر ہوگی' پھر وہ اسلام کی سرحدیں توڑ دے گا' قرآن کے جلووں سے نکل آئے گا ''وسعی علٰی جارہ بالسیف ورماہ بالشرک '' پھر وہ بدنصیب ہتھیاروں سے لیس ہو کر پڑوسیوں پر حملہ کر دے گا اور ان پر شرک کے فتوے لگائے گا' اپنے پڑوسی مسلمانوں کو توحید کی آڑ میں مشرک کہے گا کہ تم مشرک ہو۔ ''قال قلت یا نبی اللہ ایھما اولٰی بالشرک المرمی او الرامی '' حضرت حذیفہ فرماتے ہیں: میں نے سرکار کی بارگاہ میں عرض کی کہ سوہنیا! یہ بھی وضاحت فرما دیں کہ ان میں مشرک کون ہوگا؟ وہ فتویٰ لگانے والا یا جس پر فتویٰ لگایا گیا ہے؟ ''قال بل الرامی '' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: حذیفہ! مشرک حقیقت میں وہی ہوگا جس نے اپنے مسلمان بھائی پر شرک کا فتویٰ لگایا ہے۔ ''ھذا اسناد جید '' اس حدیث پاک کی اسناد بڑی پیاری اور

جید ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۶۵ شرک اور اس کی حقیقت ص ۳ تفسیر ابن کثیر پ ۹ ص ۷۴ رکوع ۱۲ آیت: ۱۷۷)

حضرات اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ سنیوں کو بات بات پر مشرک کہنے والے بدعتی کہنے والے جھوٹے ہیں' حق پر نہیں بلکہ جو فتوے ہم پر لگاتے ہیں' اللہ تعالیٰ انہیں کے فقرے دوبارہ انہیں کی طرف لوٹا دیتا ہے۔ سنی حنفی بریلوی مشرک نہیں بنتے' بلکہ یہ فرد شرک اور کفر کے طوق گلے میں ڈالے' گلی گلی نگر نگر پھرتے رہتے ہیں' مخالف کو بھی پتہ چل جاتا ہے کہ جنتی اور مشرک کون ہے اور اللہ تعالیٰ کا مقبول اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیوانہ کون ہے۔

عشق کہندا اے کم دی گل دساں
جتھے میں کہناں اُوتھے سائن کر لے
عربی ڈھولن دا ہو جا غلام پکا
قبر حشر دے پرچے فائن کر لے
باقی رابطے چھوڑ دے دنیا دے
سیدھی تیر مدینے نوں لائن کر لے
ناصر شاہ مڑ کے پکے توں پیر سمجھیں
کملی والے دی نوکری جائن کر لے

شرک کی تعریف

حضرات! یہ مُلوانے جو بات بات پر اصلی سنیوں کو مشرک کہتے ہیں' کبھی آپ ان سے پوچھ لیں کہ ہر وقت شرک شرک کی گردان پڑھنے والو' کبھی سوچا بھی ہے کہ شرک کہتے کس کو ہیں؟ شرک کی تعریف کیا ہے؟ وہ کون سے کام ہیں جن کے کرنے سے بندہ مشرک ہو جاتا ہے؟ حضرات کسی کو مشرک کہہ دینا یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ کائنات کی سب سے بڑی بددعا اور گالی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت والے دن ہر بندے کو بخش دے

گا۔ بے نمازی' بے روزہ' حج نہ کرنے والے' زکوٰۃ نہ دینے والے' چور' زانی' شرابی' سود خور' قاتل' ڈاکو' ملاوٹ کرنے والے' کم تولنے والے' گلوکار' موسیقار' ناچنے والے' یعنی ہر گناہ گار ہر بدکار بخشا جائے گا' لیکن مشرک کی بخشش نہیں ہوگی۔ خالق کائنات قرآن مجید کے پ ۵' النساء: ۴۸ میں ارشاد فرماتا ہے: ''اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ'' بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اس بات کو کہ شرک کیا جائے اس کے ساتھ۔ ''وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ'' اور بخش دیتا ہے جو اس کے علاوہ ہے جس کو چاہتا ہے۔ ''وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا'' اور جو شریک ٹھہراتا ہے کسی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ' وہ ارتکاب کرتا ہے بہت بڑے گناہ کا۔ حضرات قرآن مجید کے فرمان سے پتہ چلا کہ شرک وہ جرم ہے جو کسی حالت میں نہیں بخشا جائے گا حالانکہ وہ کریم ہے' رحمٰن رحیم ہے' ستار غفار ہے' علیٰ کل شیءٍ قدیر ہے مگر اعلان فرما رہا ہے: لوگو! میں سب برداشت کر سکتا ہوں مگر شرک برداشت نہیں کر سکتا۔ شرک عربی کا لفظ ہے' اس کے دو مطلب ہیں' دو معنی ہیں۔ ایک لغوی معنی' لغت کے اعتبار سے' ایک اصطلاحی معنی جو عام طور پر بولا جاتا ہے۔ شرک کا لغوی معنی ہے: حصہ۔ خالق کائنات قرآن مجید کے پ ۲۲' فاطر: ۴۰ میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ''قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ'' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! آپ ان مشرکوں سے پوچھئے! کیا تم نے دیکھے ہیں اپنے شریک جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو۔ ''اَرُوْنِىْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ'' ذرا مجھے بھی دکھاؤ زمین کا وہ کونسا حصہ ہے جو تمہارے جھوٹے خداؤں نے بنایا ہے۔ ''اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِى السَّمٰوٰتِ'' یا ان کا کوئی آسمانوں میں حصہ ہے۔ شرک کا اصطلاحی معنی ہے: کسی کو اللہ تعالیٰ کے برابر جاننا' خالق کائنات قرآن مجید کے پ ۲۱' الروم: ۲۸ میں مشرکوں سے ایک سوال کرتا ہے' اللہ تعالیٰ مشرکوں سے فرماتا ہے: ''هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ'' اے مشرکو! اے اللہ تعالیٰ کی ذات صفات میں بتوں کو شریک بنانے والو! ذرا یہ تو بتاؤ کہ کیا

تمہارے غلام تمہارے حصہ دار ہیں تمہارے شریک ہیں۔ "فِیْ مَا رَزَقْنٰکُمْ فَاَنْتُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ" اس مال میں جو ہم نے تم کو اپنے فضل سے عطاء فرمایا ہے کیا تم اور تمہارے غلام برابر کے حصہ دار ہو۔ حضرات خالق کائنات مکہ کے مشرکوں سے سوال کر رہا ہے: اے مشرکین مکہ! انصاف سے بتانا وہ مال وہ زمین وہ کاروبار وہ محلات جو ہم نے اپنے فضل سے تمہیں عطاء فرمائے ہیں کیا تم یہ برداشت کرو گے کہ ہمارے خریدے ہوئے غلام ہمارے برابر ہو جائیں؟ نہیں ہرگز نہیں! اے بے وقوفو! جب غلام مالک کے برابر نہیں ہو سکتا تو یہ پتھر کے بنے ہوئے مصنوعی خدا یہ مورتیاں یہ فنا ہونے والی چیزیں اللہ تعالیٰ کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔ جب قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت لگی ہو گی تو خالق کائنات فیصلہ فرمائے گا کہ شیطان اور اس کے ساتھیوں کو اور بتوں کے پجاریوں کو جہنم میں لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے پ ۱۹ آیت: ۹۴ میں ارشاد فرماتا ہے: "فَکُبْکِبُوْا فِیْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ" پس اوندھے پھینک دیئے جائیں گے جہنم میں بتوں کے پجاری اور دوسرے گمراہ فرقے کے لوگ۔ "وَجُنُوْدُ اِبْلِیْسَ اَجْمَعُوْنَ" اور ابلیس اور شیطان کی ساری فوجوں کو۔ جب سارے بتوں کے پجاری سارے شیطان کے ساتھی جہنم میں جائیں گے تو آپس میں لڑ پڑیں گے آپس میں ان کا جھگڑا شروع ہو جائے گا بتوں کے پجاری بتوں کو کیا کہیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا منظر قیامت سے پہلے ہی لوگوں کو بتا دیا کہ "قَالُوْا وَهُمْ فِیْهَا یَخْتَصِمُوْنَ" دنیا کے کافر مشرک کہیں گے اس حال میں کہ وہ آپس میں جھگڑا شروع کر دیں جب جھگڑا کریں گے تو بتوں کو کیا کہیں گے: "تَاللّٰهِ اِنْ کُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ" اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! ہم دنیا میں کھلی ہوئی گمراہی میں گرفتار تھے۔ "اِذْ نُسَوِّیْکُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" جب ہم تمہیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔ "وَمَا اَضَلَّنَا اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ" اور نہیں گمراہ کیا مگر ان نامی گرامی مجرموں نے "فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ" افسوس! آج ہمارا کوئی سفارشی نہیں شفاعت کرنے والا نہیں جیسے ایمان والوں کی شفاعت ان کے نبی ان کے پیر فقیر رمضان

شریف، کعبہ شریف شہید کر رہے ہیں' کاش کوئی ہمارا بھی ایسا سفارشی ہوتا۔

(ضیاء القرآن ج ۳ ص ۲۰۱۔۲۰۲'تفسیر نور العرفان ص ۵۹۱)

حضرات! پتہ چلا کہ شرک کا لغوی معنی ہے: حصہ' اور اصطلاحی معنی ہے: کسی کو اللہ تعالیٰ کے برابر ٹھہرانا۔ محدثین کرام نے قرآن مجید کی آیات کو سامنے رکھ کر شرک کی تعریف اور شرک کی قسمیں بتائی ہیں۔ حضرت علامہ ابو عبداللہ انصاری قرطبی اپنی تفسیر جامع الاحکام القرآن میں فرماتے ہیں کہ شرک کے تین مرتبے' تین درجے اور تینوں حرام ہیں۔ پہلا درجہ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی انسان' جن' شجر' حجر کو الٰہ ماننا' خدا ماننا' یہ شرکِ اعظم ہے۔ شرک کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ کسی انسان' جن' شجر' حجر کو خدا تو نہ مانتا ہو مگر یہ عقیدہ رکھے کہ وہ مستقل طور پر خود بخود اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی کام کر سکتا ہے۔ تیسرا درجہ شرک کا یہ ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک کرنا۔ (تفسیر ضیاء القرن ج ۱ ص ۳۵۱۔۳۵۲)

عاشق مدینہ فنا فی الرسول شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بالجملہ شرک ہمہ قسم است شرک کی تین قسمیں ہیں:

(۱) در وجود (۲) در خالقیت (۳) در عبادت۔ شرک کی پہلی قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو واجب الوجود مانے' یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ یہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ شرک کی دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حقیقی خالق جاننا' جیسے اللہ تعالیٰ نے کائنات کو بنایا ہے وہ بھی بناتا ہے۔ شرک کی تیسری قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو عبادت کے لائق سمجھنا۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۱' اشعۃ اللمعات مترجم ج ۱ ص ۲۸۳' تکمیل الایمان)

حضرات پتہ چلا کہ شرک کی تین قسمیں ہیں: کسی کو واجب الوجود سمجھنا' کسی کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ خالق سمجھنا' کسی کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک کرنا۔ اب سنئے! اللہ تعالیٰ کی عزت وجلالت کی قسم! اصلی سنی حنفی بریلوی نہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ واجب الوجود سمجھتے ہیں' نہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو خالق سمجھتے ہیں' نہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں

شریک سمجھتے ہیں۔ بتایئے! پھر ہم مشرک کیسے ہو گئے؟ یہ لوگ جواب میں کہتے ہیں کہ تم مشرک اس لیے ہو کہ جو صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں تم وہ نبیوں ولیوں پیروں فقیروں میں مانتے ہو۔ حضرات یہ ان لوگوں کا ہم پر الزام ہے ہم کسی نبی ولی پیر فقیر میں کوئی صفت ذاتی نہیں مانتے بلکہ عطائی مانتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عطاء سے مانتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جو اپنے محبوب بندوں کو انعامات اور کمالات عطاء فرمائے ہیں وہ مانتے ہیں۔ اگر یہ بھی شرک ہے تو پھر قرآن پاک میں بھی معاذ اللہ یہ شرک موجود ہے۔ آیئے! برکت کے لیے قرآن پاک کی چند آیاتِ کریمہ سنئے! خالق کائنات قرآن مجید کے پ۲ البقرہ: ۱۴۳ میں اپنی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ''اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ الرَّحِیْمٌ '' بے شک اللہ تعالیٰ انسانوں پر بڑا مہربان ہے اللہ تعالیٰ قرآن پارک میں پ۲۲ الاحزاب: ۴۳ میں اپنی عظمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ''وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا '' اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔ حضرات پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں لوگوں پر رؤف ہوں دوسری آیت میں فرمات اہے: میں ایمان والوں پر رحیم ہوں یعنی رؤف اور رحیم یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں۔ اب سنئے! اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیا شان ہے! اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں پ۱۱ التوبہ: ۱۲۸ میں ارشاد فرماتا ہے: ''لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ '' بے شک تشریف لائے تمہارے پاس ایک عظمت والا رسول تم میں سے گراں گزرتا ہے ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا اور بہت ہی خواہش مند ہیں تمہارے بھلائی کے مؤمنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والے بہت رحم فرمانے والے ہیں۔ حضرات توجہ کیجئے! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لوگو! میں رؤف بھی ہوں اور رحیم بھی ہوں اسی طرح جس رسول کو میں نے ختم نبوت کا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے وہ بھی رؤف بھی ہے رحیم بھی ہے۔ یا اللہ عزوجل! یہ شرک تو نہیں ہو گیا کیونکہ تو بھی رؤف تیرا یار بھی رؤف تو بھی رحیم تیرا

محبوب بھی رحیم، فرمایا: کوئی شرک نہیں کیونکہ میں رؤف رحیم ہوں مجھے کسی نے بنایا نہیں، اگر میرا یار رؤف رحیم ہے تو میری عطاء سے، میری مہربانی سے ہے، شرک کیسے ہو گیا۔
امام اہل سنت فرماتے ہیں کہ

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
ارے دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے پ ۲۶، الفتح: ۲۸ میں ارشاد فرماتا ہے: ''وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا'' اور رسول کی صداقت پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔ حضرات! اس آیہ کریمہ سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ شہید ہے۔ شہید اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اب پڑھیے! قرآن پاک کا پ ۲، البقرہ: ۱۴۳، اللہ تعالیٰ آمنہ کے چن کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ''وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا'' سب کہو سبحان اللہ! حضرات اللہ تعالیٰ کا قرآن سن کر وجد میں آ جایا کرو جھومنے لگ جایا کرو، نعرے لگایا کرو، شعراء کا کلام سن کر نعرے مارتے ہو بھائی اور اشعار سن کر نعرے لگاتے ہو، اللہ تعالیٰ کا مقدس کلام سن کر بھی جھوما کرو۔ یہ نہ ہو قرآن ناراض ہو جائے اور قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ہماری شکایت کرے کہ مولا کریم! یہ دیا عیاں سن کر جھومتے تھے، مجھے تو جو سے نہیں سنتے تھے۔ لہٰذا قرآن پاک سن کر ایسے جھوما کرو جیسے صبح کی پیاری ہوا سے گلشن کے پھول اور پتے جھومتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے یار کی شان بیان کرتے ہوئے کیا فرمایا: ''وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا'' اے لوگو! یہ ہمارا رسول تم سب انسانوں پر گواہ ہے۔
حضرات توجہ کیجئے! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں شہید ہوں، پھر فرماتا ہے: لوگو! میرا یار بھی شہید ہے۔ کیوں ملاں جی! کہیں شرک تو نہیں ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے پ ۱۸، النور: ۴۶ میں اپنی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ''وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ'' اور اللہ تعالیٰ پہچانتا ہے سیدھی راہ تک جسے چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے پ ۲۵، الشوریٰ: ۵۲ میں اپنے محبوب کی عظمت بیان کرتے ہوئے

ارشاد فرماتا ہے: ''وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ '' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! بے شک آپ ضرور سیدھا راستہ بتاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں بھی ہادی ہوں، میرا یار بھی ہادی ہے، بتایئے! کہیں شرک تو نہیں ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں پ ۵، النساء: ۱۳۹ میں فرماتا ہے: ''فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا '' اے منافقو! کان کھول کر سن لو، بے شک ساری عزتیں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے پ ۲۸، المنافقون: ۸ میں مزید وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ''وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ '' ساری عزتیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اس کے رسول کے لیے ہیں اور ایمان والوں کے لیے ہیں مگر منافقوں کو اس بات کا پتہ ہی نہیں۔ حضرات توجہ کیجئے! پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: عزت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ دوسری آیت میں فرماتا ہے: عزت اللہ تعالیٰ کے لیے بھی ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بھی ہے اور ایمان والوں کے لیے بھی ہے۔ لگایئے فتویٰ، کہیں شرک تو نہیں ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے پ ۱۸، النور: ۲۱ میں اپنی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ''وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ '' اور ہاں اللہ تعالیٰ پاک کرتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے پ ۴، آل عمران: ۱۶۴ میں اپنے محبوب کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ''لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ '' بے شک اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا احسان فرمایا ایمان والوں پر، جب اس نے بھیجا ان میں سے ایک رسول انہیں میں سے ''يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ '' پڑھتا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور ایمان والوں کو پاک کرتا ہے۔ اب انصاف کیجئے! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں بھی پاک کرنے والا ہوں، لوگو! میری عطاء سے میرا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی پاک کرنے والا ہے، صدقے جاؤں آمنہ کے چن کی شان پر، جس کی شان عرش کا مالک آپ بیان فرما رہا ہے۔ محمد اعظم چشتی مرحوم نے بڑی پیاری بات فرمائی کہ

منم ادنیٰ ثنا خوانِ محمد ﷺ
غلامے از غلامانِ محمد ﷺ
نہ تنہا ہست اعظم خوانش
خدائے ما ثنا خوانِ محمد ﷺ

محمد اعظم چشتی فرماتے ہیں کہ لوگو! میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک چھوٹا سا ثناء خواں ہوں اور سرکار کے غلاموں کے غلاموں کا ایک غلام ہوں' مجھے ناز ہے کہ میں اکیلا ہی سرکار کی تعریف نہیں کر رہا بلکہ آمنہ کا چن وہ دولہا ہے جس کی ثناء اللہ تعالیٰ بھی فرما رہا ہے۔ دوسری جگہ کہتے ہیں کہ

دی زباں حق نے ثنائے مصطفیٰ کے واسطے
دل دیا حبِ حبیب کبریا کے واسطے
دل میں دردِ مصطفیٰ سینے پر داغ مصطفیٰ
کیا عجب ساماں ملا روزِ جزا کے واسطے
کب تلک تڑپے گا فرقت میں یا نبی ﷺ
اب تو اعظم کو بلا لیجئے خدا عزوجل کے واسطے

اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے پ ۲۸' التغابن: ۶ میں اپنی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ''وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ'' اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے سب خوبیوں سے سراہا ہوا ہے۔ قرآن پاک کے پ ۳۰' الضحیٰ: ۸ میں ارشاد فرماتا ہے: ''وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى'' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! ہم نے تمہیں حاجت مند پایا' اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں غنی ہوں' میں نے اپنے فضل سے یار کو بھی غنی کر دیا ہے۔ قرآن مجید کے پ ۱۰' التوبہ: ۷۴ میں ارشاد فرمایا: ''وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ'' اور انہیں منافقوں کو کیا برا لگا' یہی نا کہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل و کرم سے انہیں غنی کر دیا۔ حضرات پتہ چلا اللہ تعالیٰ

بھی غنی ہے' اس کی عطاء سے آمنہ کا لال بھی غنی ہے' پھر اللہ تعالیٰ بھی لوگوں کو غنی بناتا ہے' اس کا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس کی عطاء سے لوگوں کو غنی کرتا ہے۔ مولوی صاحب سے پوچھئے کہیں شرک تو نہیں ہو گیا؟ اللہ تعالیٰ بھی غنی' کملی والا بھی غنی بلکہ میرے آقا کا صحابی حضرت عثمان بھی غنی۔

آکھن نوں سب جگ سوہنا تے میرے یار جیہا نہ کوئی
ویکھ کے جس دے نین رسیلے تے سب خلقت کملی ہوئی
حسن یوسف اک جلوہ اُس دا تے جیہنوں ویکھ زلیخا موئی
اعظمؔ جو اِس درتوں رد ہویا تے اوہنوں کدھرے ملے نہ ڈھوئی

اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے پ ۱۲' ھود: ۴۵ میں ارشاد فرماتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگی: "وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ" "اے میرے پیارے رب العالمین! تیرا وعدہ بالکل سچا ہے اور تو سب حاکموں سے اعلیٰ حاکم ہے۔ حضرات قرآن کی اس آیت سے پتہ چلا' اللہ تعالیٰ حاکم ہے' اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے' اللہ تعالیٰ سلطان ہے۔ اب پڑھئے قرآن پاک کا پ ۵' النساء: ۶۵' اللہ تعالیٰ یار کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: "فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ" اللہ تعالیٰ قسم کھا کر فرماتا ہے: اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! مجھے قسم ہے آپ کے رب عزوجل کی! کوئی بندہ مؤمن ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ اپنے تمام معاملات میں تجھے حاکم نہ مان لے۔ اللہ تعالیٰ بھی حاکم اس کا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی حاکم' کیوں ملا جی! کیا کہتی ہے آپ کی شریعت' شرک ہوا کہ نہیں؟

ہے کدھرے دربار اجہیا تے جتھے جا کے درد سناواں
ہے کوئی ہور سخی تیں ورگا جتھے جا جھولی پھیلانواں
ہے کوئی تیرے ورگا سوہنا جہنوں محرم راز بنانواں
اعظمؔ کوئی طبیب نہ ایس اجنوں دل دے زخم وکھانواں

حضرات اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''فَلَا وَرَبِّكَ'' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! مجھے تیرے ربِ عزوجل کی قسم! یہ نہیں فرمایا ''فَلَا وَرَبِّیْ'' مجھے اپنی ربوبیت کی قسم۔ اللہ تعالیٰ ربِ عزوجل تو سب کا ہے آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہم السلام تک سارے نبیوں کا رب ہے' سارے صحابہ' سارے ولیوں' سارے انسانوں کا ربِ عزوجل ہے' زمین آسمان' عرش فرش' درندے پرندے' شجر وحجر' اٹھارہ ہزار مخلوقات کا ربِ عزوجل ہے مگر جب قسم اُٹھائی تو یہ نہیں فرمایا کہ مجھے عرش کے رب کی قسم' مجھے جنت کے رب کی قسم' مجھے نبیوں ولیوں کے ربِ عزوجل کی قسم' ناں بلکہ فرمایا: ''فَلَا وَرَبِّكَ'' محبوب! مجھے تیرے ربِ عزوجل کی قسم! میں نے عالم تصورات میں عالمِ تخیلات میں عرض کی: اے خالق کائنات! تو رب تو ساری کائنات کا ہے' مگر قسم صرف یار کے ربِ عزوجل کی اُٹھا رہا ہے' بات کیا ہے؟ قدرت نے آواز ماری: مولوی! بے شک ساری کائنات کا خالق بھی میں ہوں' مالک بھی میں ہوں' مگر قسم یار کے وسیلے سے اس لیے اُٹھائی ہے کہ ساری کائنات کو اگر میں نے بنایا ہے تو یار کے صدقہ سے بنایا ہے' جس کا صدقہ دنیا بنی ہے' قسم بھی اس کی طرف سے پھبتی ہے۔

اللہ عزوجل کی ہر چیز ہے دل دار کی خاطر
ہر چیز کو تخلیق کیا یار کی خاطر
ہر بات سے تنقید کا پہلو نہ نکالو
محبوب تو ہوتے ہیں فقط پیار کی خاطر

جے کوئی پچھے قرآن دا مغز کی اے اوہنوں آکھ کردار حضور دا اے
جے کوئی پچھے ایمان دی روح کی اے اوہنوں کہہ دے پیار حضور دا اے
جے کوئی جنت دے بارے ثبوت منگے اوہنوں دس گھر بار حضور دا اے
جے کوئی زمین آسمان دا دل پچھے ناصر آکھ دربار حضور دا اے

خالق کائنات نے قرآن مجید پ ۱' الفاتحہ: ۱ میں اپنی شان بیان کرتے ہوئے

ارشاد فرمایا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن'' تمام تعریفیں اس خالق کائنات کے لائق ہیں جو سارے جہانوں کو پالنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں فرمایا: حمد میرے لیے ہے' ساری خوبیاں اور تعریفیں میرے لیے ہیں۔ قرآن پاک کے پ ۱۵' بنی اسرائیل: ۷۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا'' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو وہ مقام عطاء کرے گا کہ ساری کائنات تیری تعریف کرے گی' ساری کائنات تیری حمد کرے گی' خالق بھی تیری تعریف کرے گا مخلوق بھی تیری حمد بیان کرے گی۔ امام عاشقاں فرماتے ہیں:

عرش حق ہے مسندِ رفعت رسول اللہ ﷺ کی
دیکھنی ہے حشر میں عزت رسول اللہ ﷺ کی

اے رضا خود صاحبِ قرآں ہے مداحِ حضور
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ ﷺ کی

اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے پ ۲۶' سورہ ق: ۱۶ میں ارشاد فرماتا ہے: ''نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ'' ہم ہر بندے کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ حضرات توجہ کیجئے! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں ہر بندے کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہوں۔ حضرات بولئے! اللہ تعالیٰ قریب ہے کہ نہیں؟ اگر کہو نہیں تو قرآن کا انکار' قرآن کا منکر کافر' اگر کہو قریب ہے تو پوچھئے! ان شرک تقسیم کرنے والے مُلوانوں سے کہ جب اللہ تعالیٰ اتنا قریب ہے تو کبھی آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ نہیں دیکھا' ہر مُلاں یہی جواب دے گا کہ نہیں دیکھا' اب ان سے پوچھئے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہونے کا انکار کر دو گے؟ نہیں حضرات اکثر موحدین ہم سے سوال کرتے ہیں کہ سنیوں تم کہتے ہو کہ نبی حاظر ناظر ہے' نبی قریب ہے اگر نبی قریب ہے تو دکھاؤ۔ آپ ان کو کہا کریں کہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے میں تو تمہیں بھی شک کوئی نہیں' تم خدا عزوجل دکھا دو ہم مصطفیٰ دکھا دیں گے۔ حضرات بعض ملوانے کہتے ہیں کہ کسی نبی ولی کو دور سے نہ پکارو یہ شرک ہے۔

دیوبندیوں کے قطب وقت مولوی رشید احمد گنگوہی سے کسی نے سوال کیا کہ یارسول اللہ! دور سے یا نزدیک قبر شریف سے پکارنا جائز ہے کہ نہیں؟ مولوی صاحب جواب لکھتے ہیں کہ جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہیں تو یارسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا' اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں' بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۲)

بتایئے! کتنا ظلم ہے اگر یارسول اللہ یا نبی اللہ کہنا کفر ہے تو پھر کوئی بھی دیوبندی مسلمان نہیں' کیونکہ سارے دیوبندی جب نماز پڑھتے ہیں تو لازمی طور پر السلام علیک ایھا النبی پڑھتے ہوں گے۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''واحضر فی قلبک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشخصہ الکریم وقل السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' امام غزالی فرماتے ہیں: اے نماز پڑھنے والو! جب نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلام پڑھنے لگو تو دل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاضر کر کے سامنے تصور کر کے پھر پڑھو: اے اللہ تعالیٰ کے نبی! آپ پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی اور رحمتوں کا نزول ہو۔'' ولیصدق املک فی انہ یبلغہ ویرد علیک ما ھو اوفی منہ'' اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورتِ مبارکہ کا تصور کر کے دل میں جما کر سلام کا نذرانہ اس یقین سے کر کہ یہ سلام کا تحفہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں پہنچ بھی رہا ہے اور سرکار اپنی شان کے مطابق سلام بھی عطاء فرما رہے ہیں۔

(احیاء العلوم ج ۱ص ۱۰۷' احیاء العلوم اُردو ج ۱ص ۲۷۹)

حافظ الحدیث حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ جب نمازی ساری نماز پڑھ کے تشہد میں بیٹھتا ہے تو التحیات کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت والے دروازے پر دستک دیتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ کھل جاتا ہے' پھر نمازی کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں داخل ہونے کی اجازت مل جاتی ہے' جب نمازی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر خوشی کا اظہار کرتا ہے تو قدرت کی طرف

سے نمازی کو آواز آتی ہے: اے نماز پڑھنے والے! یہ جو تجھے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضری کا شرف ہو رہا ہے' یہ تیرا کمال نہیں بلکہ "بواسطة نبي الرحمة وبركة متابعته" یہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت اور آپ کی غلامی کا صدقہ ہے' "فالتفتوا فاذا الحبيب في حرم الحبيب حاضر" پھر جب نمازی یہ بات سن کر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں نگاہ اُٹھاتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نظر آتے ہیں' پھر نمازی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ کر پڑھتا ہے: "السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته"۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۰' عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۱۱' مواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۳۲۰' زرقانی شرح مواہب ج ۷ ص ۳۲۹' زرقانی شرح موطا امام مالک ج ۱ ص ۱۷۰' فتح الملہم ج ۲ ص ۴۲۳' تسکین الخواطر فی مسئلہ حاضر ناظر ص ۵۹' سعایہ ج ۲ ص ۲۲۷)

قطب ربانی' غوث صمدانی حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سید علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے سنا' آپ فرمایا کرتے تھے کہ خالق کائنات نے نماز میں تشہد کی حالت میں نمازیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھنے والے غافلوں کو خبردار کیا جائے کہ وہ جس عدالت میں جس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بیٹھے نماز پڑھ رہے ہیں "بين يدى الله عزوجل على شهود. نبيهم في تلك الحضرة" اُس بارگاہ میں اُن کے پیارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تشریف فرما ہیں "فانه لا يفارق حضرة الله ابدًا" اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے دربار سے کبھی دور نہیں ہوئے "فيخاطبونه بالسلام مشافهة" پس نمازی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سامنے سمجھ کر سلام کا تحفہ پیش کرتے ہیں۔ (کتاب المیزان ص ۱۴۵)

فنافی الرسول شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں:
غیر مقلدین اہل حدیث کے نواب صدیق حسن بھوپالی مسک الختام شرح بلوغ المرام میں لکھتے ہیں کہ پس آنحضرت در ذوات مصلیان موجود و حاضر است حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں۔ پس مصلی باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد۔ اس لیے نمازی کو چاہیے کہ اس بات سے آگاہ رہے۔ وازیں شہود غافل نبود۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر ہونے سے غافل نہ رہے۔ تا بانوار قرب و اسرار معرفت متنور و فائز گردد۔ تاکہ نور اور معرفت کے نور سے فیضیاب ہو سکے۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۴۱۲، ۳۱۲' مسک الختام شرح بلوغ المرام ص ۲۵۹' مقالاتِ کاظمی ج ۳ ص ۱۴۷۔۱۵۲)

حضرات پتہ چلا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نماز میں سلام کا تحفہ پیش کیا جائے تو عقیدہ یہ ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے سامنے ہیں اور اپنے غلام کا سلام سن کر جواب عطاء فرما رہے ہیں۔ اگر مولوی رشید احمد دیوبندی کا فتویٰ سامنے رکھا جائے تو یہ تمام محدثین بقول دیوبندی مولوی کے معاذ اللہ کافر ہو گئے۔ مگر ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ سرکار کے سچے غلام ہیں' یا رسول اللہ کے نعرہ مارنے والوں کو کافر کہنے والے خود پرلے درجے کے مردود اور بے ایمان ہیں' تو ملوانے کیا کہتے ہیں کہ نبیوں ولیوں کو دور سے نہ پکارو یہ شرک ہے۔ پوچھا: کیوں؟ کہتے ہیں: دور سے پکارنا اور پکار کر سن لینا' یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ حضرات آپ ان موحدین سے پوچھیں کہ پہلے یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ ہے کہاں؟ دور ہے یا نزدیک؟ لازمی کہیں گے کہ نزدیک' اب آپ ان سے پوچھیں کہ شرک تو تب ہوتا جب اللہ تعالیٰ دور ہوتا' وہ تو دور ہے بھی نہیں' پھر شرک کیسے ہو گیا؟ امام اہل سنت فرماتے ہیں کہ

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اُس بُرے مذہب پہ لعنت کیجئے

اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے: میں قریب ہوں' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں' ناں ایک صحابی جو نیا نیا کلمہ پڑھ کے مسلمان ہوا تھا' وہ عرض کرنے لگا: سوہنیا! ناراض نہ

ہونا' ایک بات پوچھ لوں؟ میرے آقا مسکرا پڑے' فرمایا: جب تم میرے مخالف تھے' میں اس وقت تم سے ناراض نہیں تھا' اب تو کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو چکے ہو' اب کیسے ناراض ہو سکتا ہوں' پوچھو! کیا پوچھنا چاہتے ہو۔ عرض کی: آقا! جب تک ہم مسلمان نہیں ہوئے تھے' ہم پر کوئی مصیبت آتی' کوئی پریشانی آتی' کوئی مشکل وقت آتا تو ہم بتوں کے پاس چلے جاتے تھے' ان کے سامنے فریاد کرتے' ان کے سامنے التجائیں کرتے' لیکن آپ نے فتویٰ دیا ہے کہ یہ شرک ہے' یہ کفر ہے' بتوں سے نہ مانگا کرو' مانگنا ہے تو اس سے مانگو جو ساری کائنات کا خالق مالک ہے۔ مانگنا ہے تو اس سے مانگو جو ساری کائنات کو پال رہا ہے' آقا آپ کے حکم پر ہم نے بتوں کو چھوڑ کر آپ کا کلمہ پڑھ لیا ہے۔ سوہنیا! اب یہ بتائیں کہ ہمارا ربِ عزوجل ہمیں پیدا کرنے والا' ہمیں طرح طرح کی نعمتیں دینے والا رہتا کہاں ہے' عرش پر رہتا ہے' فرش پر رہتا ہے' زمین میں رہتا ہے' آسمانوں میں رہتا ہے' مسجدوں میں رہتا ہے' کعبہ میں رہتا ہے' جنگل میں رہتا ہے' آبادی میں رہتا ہے۔ آمنہ کا چمن سن کر مسکرا پڑا' فرمایا: ٹھہرو ابھی اللہ تعالیٰ سے پوچھ لیتے ہیں' اے مالک ارض وسما! تیرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ اب فاطمہ کے بابے نے چہرہ آسمانوں کی طرف اُٹھایا' کون سا چہرہ' یہ چہرہ کسی مولوی پیر فقیر کا نہیں' صدیق کے یار کا چہرہ ہے' یہ وہ چہرہ جس کی قسمیں اللہ تعالیٰ قرآن میں اُٹھاتا ہے: "وَالضُّحٰی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی" اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! مجھے قسم ہے آپ کے نوری چہرہ کی اور کالی کالی زلفوں کی جو تیرے مقدس چہرے پر چھا جاتی ہیں۔ سبحان اللہ! حضرات نبی سارے سوہنے ہیں' رسول سارے پیارے ہیں' آدم بھی سوہنا' نوح بھی پیارا' ابراہیم بھی حسین' موسیٰ بھی خوبصورت' یوسف تو پھر ہے حسینوں کا بادشاہ' عیسیٰ علیہم السلام بھی سوہنے' مگر قربان جاؤں حسن مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کے حسن و جمال کی قسم نہیں اُٹھائی' بلکہ قسم اُٹھائی ہے تو اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُٹھائی ہے۔ کھڑی کا قلندر حضرت میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ حسن رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

توں ٹیں تکیا محبوب میرا تے جنوں ویکھ کے چن شرماوے

ادھی راتیں دن چڑھ آوے جدوں رُخ توں نقاب اٹھاوے

ہاں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے والضحیٰ چہرہ آسمانوں کی طرف اُٹھایا' عرض کی:

اے خالق کائنات! یہ تیرا بندہ میرا غلام سوال کر رہا ہے کہ تیرا پتہ کیا ہے' تو رہتا کہاں ہے؟ خالق کائنات نے آواز ماری: ''وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ'' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! جب آپ سے میرے بندے میرے بارے پوچھیں تو آپ انہیں فرما دیں: میں ان کے بالکل قریب ہوں۔ (پ۲' البقرہ: ۱۸۶' تفسیر نورالعرفان ص۴۴) حضرات پتہ چلا اللہ تعالیٰ ہر بندے کے قریب ہے' ہر بندے سے اتنا قریب ہے کہ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب۔ حضرات! اگر اللہ تعالیٰ ہر بندے کی شہ رگ سے بھی قریب ہے تو عرش پر کون ہے؟ آسمانوں پر کون ہے؟ فرش پر کون ہے؟ موحدین سوال کرتے ہیں: اگر تمہارا نبی حاضر و ناظر ہے تو جب مکہ میں تھا تو مدینہ میں کون تھا' جب مدینہ میں تھا تو مکہ میں کون تھا' جب معراج کی رات عرشوں پر گئے تو زمین پر کون تھا' حضرات یہ مُلوانے سوال کرتے ہیں کہ نہیں؟ کرتے ہیں' تو ان سے پوچھو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں ہر بندے کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہوں' بتایئے' پھر عرش فرش پر کون رہتا ہے' زمین آسمان پر کون رہتا ہے۔ قصور کا بلھا بولا: اُو اللہ تعالیٰ کی تلاش کرنے والو! آؤ میں بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ کہاں رہتا ہے' سیّد نے فرمایا کہ

جے میں اپنے اندر ڈھونڈا تے فیر مقید جانا

جے میں اپنے باہر ڈھونڈا تے میرے اندر کون سمانا

پھر خود ہی جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

سب کجھ توں ایں تے سب وچ توں ایں میں تے سب توں پاک پچھانا

میں وی توں ایں تے توں وی توں ایں تے فیر بلھا کون نمانا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ہر بندے کی شہ رگ سے قریب ہوں' یہ قرآن کا فیصلہ ہے

مگر غیر مقلد وہابی جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے ہیں۔ان کا عقیدہ سنئے! مولوی وحید الزمان غیر مقلد قرآن پاک کا ترجمہ کرتے ہوئے آیۃ الکرسی میں لکھتے ہیں کہ جب وہ کرسی پر بیٹھتا ہے تو کرسی چار انگل بھی بڑی نہیں رہتی اور اللہ تعالیٰ کے بوجھ سے چرچر کرتی ہے۔

قرآن پاک ترجمہ مولوی وحید الزمان غیر مقلد وہابی آیت: ''وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ''۔

وہابیوں کے امام مجدد ابن تیمیہ کہتا ہے: ''انه بقدر العرش لا اصغر ولا اکبر '' اللہ تعالیٰ عرش کے برابر ہے نہ اس سے چھوٹا ہے اور نہ اس سے بڑا ہے۔

(فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۰۰، وہابی مذہب ص ۴۸۸۔۴۸۹)

حضرات توجہ کیجئے! وہابیوں کا خدا کرسی پر بیٹھا ہوا ہے، مگر اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بیٹھنے سے پاک ہے کیونکہ اس کی شان تو یہ ہے کہ ''اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ '' (پ ۱۸، النور: ۳۵) اللہ تعالیٰ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ حضرات ہمارا خدا عزوجل آنے جانے، اُٹھنے بیٹھنے سے پاک ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر بیٹھنے سے پاک ہے تو پھر عرش کیوں بنایا ہے؟ حضرات اللہ تعالیٰ نے عرش اپنے لیے نہیں یار کے بیٹھنے کے لیے بنایا ہے۔

جب سوہنے نوں رب عزوجل حبیب آکھے اوہدے پیار نوں عین ایمان آکھاں
جیہدے صدقے قائم اے جگ سارا اوہدی ذات نوں جان جہان آکھاں
عرش فرش تے جس دی بادشاہی اوہنوں دو جگ دا سلطان آکھاں
ہو کے بے سایہ کرے جو سایہ اوہنوں رحمتاں دا سائبان آکھاں

مولوی عبدالجبار سلفی آف کراچی غیر مقلد وہابی اہل حدیث لکھتا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ عزوجل بذاتہٖ عرشِ عظیم پر مستوی ہے، ہر جگہ نہیں۔

(استوا علی العرش ص ۳۷، وہابی مذہب ص ۴۹۱)

حضرات بتایئے! اللہ تعالیٰ کا قرآن کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ساتھ ہر

جگہ ہے' وہابی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ صرف عرش پر بیٹھا ہے۔ بتایئے! وہابی سچے ہیں یا اللہ تعالیٰ کا قرآن؟ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرآن سچا ہے کیونکہ سچے رب العالمین کا کلام ہے' تو اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے: میں تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں' میں نے عالم تصورات میں عرض کی: مولا کریم! آپ ہمارے اتنے قریب ہیں' پھر بھی نظر نہیں آتے' وجہ کیا ہے؟ خالق کائنات نے فرمایا: رہتا تو تمہارے قریب ہوں پھر تمہارے پاس وہ آنکھ نہیں جس سے میرے جلوے دیکھ سکو۔

نحن اقرب کہندا اتے سوہنا ساڈے ویڑے آیا
حبل ورید دی لیچ وچھا کے تے ساڈے اندر ڈیرا لایا
فی انفسکم شمع جلا کے تے ساڈا لوں لوں آ چمکایا
اعظم یار وسے وچ گھر دے تے اساں ایویں شور مچایا

حضرات پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ ہر بندے کے قریب ہے۔ اے خالق کائنات! تو تو قریب ہے' ہر بندے کے اندر رہتا ہے' مگر تیرا پیارا حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کہاں رہتا ہے؟ مدینہ میں رہتا ہے یا جنت میں' فرش پر رہتا ہے یا عرش پر' خالق کائنات نے اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے قرن پاک کے پ ۲۱' الاحزاب: ۶ میں ارشاد فرمایا: "اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا نبی ہر مؤمن کی جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اتنا جان کو جسم سے قرب نہیں جتنا نبی کو اپنے غلام سے قرب ہے۔ سرکار ہر مؤمن کی جان ہیں' جان ہی نہیں بلکہ پوری کائنات کی جان ہیں' اندر گولڑہ حضور سیدنا پیر مہر علی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سرکار کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ

اس صورت نوں میں جان آکھاں
جان آکھاں کہ جانِ جہاں آکھاں
سچ آکھاں تے رب عزوجل دی شان آکھاں
جس شان توں شاناں سب بنیاں

سبحان اللہ ما اجملک ما احسنک ما اکملک

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

حضرات ہر بندے میں جان ہے مگر نظر نہیں آتی کبھی کسی نے جان نہیں دیکھی۔ سوچو جب جان نہیں نظر آتی تو جانِ جہان کیسے نظر آ سکتی ہے۔ اگر جسم حرکت کرے تو سمجھ لینا جان موجود ہے' اگر یہ جہان حرکت کر رہا ہے تو سمجھ لو آمنہ کا لال بھی موجود ہے' اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے پ ۲۶' سورہ الحجرات: ۷ میں ارشاد فرماتا ہے: ''وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ '' ایمان والو! اپنا عقیدہ رکھو کہ تم میں اللہ تعالیٰ کے پاک رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود ہیں' اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے: لوگو! میرا نبی ایمان والوں کی جان سے بھی زیادہ قریب۔ اس لیے محدثین مفسرین فرماتے ہیں کہ جسمانی طور پر آمنہ کا چن مدینہ میں ہے' نورانی اور روحانی طور پر ہر مؤمن کے سینے میں ہے۔ مدینہ شریف کہاں ہے؟ سعودی عرب کے اندر اہل ایمان کا مرکز مدینہ شریف ہے۔ پر ایک عاشق نے بڑی پیاری بات فرمائی' وہ کہتا ہے کہ

میرے دل دے نوری نگینے دے وچ اے

میں کیوں آکھاں آقا مدینہ دے وچ اے

مجے فتویٰ نہ لاؤ تے میں آکھ دیواں

مدینہ تے سُنیاں دے سینے دے وچ اے

حضرات ذرا توجہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے: ''اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ '' لوگو! میرا نبی ایمان والوں کے قریب ہے' پڑھے لکھے حضرات بیٹھے ہو توجہ کرنا' جب اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب کی بات کی تو ایمان کی شرط نہیں لگائی صرف فرمایا کہ میں ہر بندے کے قریب ہوں' مگر جب یار کے قریب ہونے کی بات کی تو فرمایا: ''بِالْمُؤْمِنِيْنَ '' میرا نبی ایمان والوں کی جان سے زیادہ قریب ہے۔ میں نے عرض کی: اے خالق کائنات! اپنے لیے ایمان کی شرط نہیں لگائی' یار کے لیے ایمان کی بات کیوں کی

ہے؟ قدرت نے آواز ماری: مولوی! میں علیم بذات الصدور ہوں' میں دلوں کے بھید جاننے والا ہوں' مجھے پتہ تھا اور پتہ ہے کہ مجھے حاظر ناظر کافر بھی مان جائیں گے' مشرک بھی مان جائیں گے' ہندو بھی مان جائیں گے' عیسائی بھی مان جائیں گے' سکھ بھی مان جائیں گے' چشتی قادری نقشبندی بھی مان جائیں گے' نجدی وہابی دیوبندی بھی مان جائیں گے' مگر آمنہ کے لال کو حاضر ناظر وہی مانے گا جس کے سینے میں ایمان کی شمع جلتی ہوگی' جس کا سینہ مدینہ ہوگا۔

دولت عشق نبی دل میں چھپائے رکھنا
یہ خزانہ ہے لٹیروں سے بچائے رکھنا

ایک عاشق مدینہ قرآن مجید کے پ ۲۷' سورۃ الرحمٰن کی تلاوت کر رہا تھا' تلاوت کرتے کرتے جب اس آیت پر پہنچا کہ ''حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ'' جنت میں حوریں پردہ دار خیموں میں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب' میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام امتحان میں کامیاب ہو کر جنت میں جائیں گے تو انہیں حسین وجمیل حوریں ملیں گی۔ گستاخ ملوانے بھی آج کل کہتے ہیں: نماز پڑھو جنت ملے گی' حوریں ملیں گی' ویسے ایمان سے بتانا یہ بےحجامتی قوم جنت میں جائیں گے؟ نہیں کیوں اس لیے کہ جنت میں کوئی گستاخِ رسول کوئی بے ادب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام جا سکتا ہی نہیں۔

تجھ کو جنت سے کیا مطلب اے نجدی دور ہو
ارے ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی
وہ جہنم میں گیا جو اُن سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

تو عاشق مدینہ نے جب قرآن میں جنت کا منظر پڑھا' جنت میں حوروں کا ذکر پڑھا تو قرآن بند کر کے چہرہ جنت کی طرف کر کے کہنے لگا: اے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی

جنت! تیری بڑی شان ہے' تیرے اندر رضوان رہتے ہیں' فرشتے رہتے ہیں' حوریں رہتی ہیں' تیرے اندر اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نعمتیں موجود ہیں مگر مجھے دیکھ میں سرکار کا غلام ہوں' میرا بھی سرکار کی محبت میں سینہ مدینہ ہے' اگر تیرے اندر حوریں ہیں تو میرے سینے میں اللہ تعالیٰ کا یار رہتا ہے۔

اے جنت! تجھ میں حور و قصور رہتے ہیں
میں نے مانا ضرور رہتے ہیں
لیکن اے جنت آ میرا طواف کر
کیونکہ میرے دل میں حضور رہتے ہیں

ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں کہ

دردِ دل مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است

مؤمن کا دل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رہنے کی جگہ ہے یہ جو ہمیں عزتیں اور شان نصیب ہوئی ہے' یہ اللہ تعالیٰ نے سرکار کے صدقہ میں ہمیں عطاء فرمائی ہے۔ حضرات پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ بھی قریب ہے آمنہ کا لال بھی قریب ہے' پوچھو ملاں جی! شرک ہوا کہ نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے پ ۱۸' المؤمنون: ۱۱۶ میں فرماتا ہے: ''فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ '' پس بہت بلند ہے اللہ تعالیٰ جو بادشاہِ حقیقی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں حق ہوں' میں سچا ہوں' اب پڑھیے قرآن پ ۱۱' یونس: ۱۰۸' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ '' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! آپ اعلان فرمادیں: اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے ربِ عزوجل کی طرف سے حق آیا ہے' اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے پاس حق بنا کر بھیجا ہے۔ حضرات توجہ فرمائیے! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں بھی حق ہوں' میرا محبوب بھی حق ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے پیارے صحابی ہیں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ' وہ فرماتے ہیں

کہ "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رانی فقد رای الحق"
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔

(بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف، مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج۶ ص ۲۸۵)

امام نبہانی، کون نبہانی جو سرکار کے سچے عاشق تھے جن کو جاگتے ہوئے ۸۴ مرتبہ سرکار کا دیدار ہوا۔ سبحان اللہ! (سیرت النبی بعد وصال النبی ج۵ ص ۹۶)

وہ یہ حدیث پاک لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ "من رانی فقد رای الحق تعالیٰ" جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔

(جواہر البحار ج۳ ص ۲۸)

حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "نعم یصح ان یراد بہ الحق سبحانہ" یہاں الحق سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک لینا بھی صحیح ہے۔

(جمع الوسائل ج۲ ص ۲۳۷)

حکیم الامت نباض اہل سنت مفسر قرآن حضرت علامہ احمد یار خان نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں حق سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، مطلب یہ ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا کیونکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ذات کا آئینہ ہیں۔ (مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج۶ ص ۲۸۶)

کھڑی کے قلندر حضرت میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

جناں اکھیاں نے دلبر ڈھٹا اساں اوا کھیاں تک لئیاں
تو ملیوں تے خالق ملیا تے ہن آساں لگ پئیاں

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو فنا فی الرسول کے مرتبے پر فائز تھے، دیو بندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ بعض اللہ تعالیٰ کے ولی ایسے بھی گزرے ہیں جنہیں ہر روز خواب میں یا بیداری میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

دیدار ہوتا تھا' ایسے لوگوں کو صاحب حضوری کہتے ہیں' ان ہی لوگوں میں سے شاہ عبدالحق محدث دہلوی بھی ہیں' یہ بھی اس دیدار کی دولت سے مشرف تھے۔

(ملفوظات حکیم الامت ج۹ ص۱۰۸)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اماوجہ شریف وے صلی اللہ علیہ وسلم مرآت جمالِ الٰہی ومظہر انوار نامتناہی وے بود۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور بھرا چہرہ اللہ تعالیٰ کے جمال کا آئینہ ہے اور اس قدر انوارِ الٰہی کا مظہر ہے کہ جس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ (مدارج النبوۃ ج۱ ص۳)

تمام دیوبندیوں کے پیرو مرشد' مولوی رشید کے پیر مولوی قاسم کے پیر مولوی خلیل کے پیر مولوی حسین احمد کے پیر مولوی اشرف علی کے پیر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک کے یہ مطلب ہیں' پہلا مطلب اور معنی یہ ہے کہ جس نے مجھے دیکھا' یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ اس حدیث پاک کا دوسرا معنی یہ ہے کہ "من رانی فقد رای اللہ تعالیٰ" جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی۔

(شمائم امدادیہ ص۴۹' امداد المشتاق ص۵۶' شاہکار ربوبیت ص۲۷۴۔۲۷۶)

مولانا یار محمد بہاولپوری اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

محمد ﷺ دی صورت ہے صورت خدا عزوجل دی
میرے دل توں نقشہ مٹا کوئی نہیں سکدا
مذاہب دے جھگڑے آساں چھوڑ دتے
محبت دا جھگڑا مٹا کوئی نہیں سکدا

حضرات پتہ چلا اللہ تعالیٰ بھی حق' آمنہ کا لال بھی حق' آنے والا بھی حق' بھیجنے والا بھی حق' خالق بھی حق' حضور بھی حق' ساری کائنات کا خدا عزوجل بھی حق' ساری کائنات کا رسول بھی حق' مُلاں جی تمہیں شرک کا کیوں پڑ گیا ہے' شرک شرک نہ کر یار کی عظمت کا

اقرار کرے شرک کے فتوے نہ لگا' جس کا کلمہ پڑھا ہے جس کا صدقہ کھا رہا ہے' اس کے نعرے مار' اس کے گیت گا کیونکہ

بعد خدا دے سب توں افضل تے جہندا کلمہ پڑھے خدائی
پڑھے درود خدا جس اُتے جہندا ہے جبرئیل شیدائی
جتھے کوئی رسول نہ پہنچے تے اُوہدی اُوتھوں تک رسائی
اعظم اساں بہشت کی کرنی جے اُوہدے در دی ملے گدائی

اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے پ ۱۸' النور: ۳۵ میں اپنی شان بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ''اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' اللہ تعالیٰ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ پتہ چلا اللہ تعالیٰ نور' اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیا شان ہے' اللہ تعالیٰ قرآن پاک پ ۶' المائدہ: ۱۵ میں ارشاد فرماتا ہے: ''قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ'' بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور آیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے صحابی اور چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں: ''قد جآء کم من اللہ نور یعنی محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم'' لوگو! تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نور بن کے تشریف لائے۔ (تفسیر ابن عباس ص ۷۲)

حضرات توجہ کیجئے! اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے: میں نور ہوں' پھر فرماتا ہے: لوگو! میں نے یار کو بھی نور بنایا ہے۔ بتایئے! مولوی جی! شرک تو نہیں ہو گیا۔ بعض مُلوانے کہتے ہیں کہ تم کہتے ہو سرکار نور ہیں' اگر سرکار نور تھے تو سرکار کے ہوتے ہوئے مدینہ شریف میں اندھیرا کیوں ہو جاتا تھا؟ آج بھی تم کہتے ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر بھی ہیں ناظر بھی ہیں اور نور علیٰ نور بھی' پھر یہ اندھیرا کیوں چھا جاتا ہے؟ حضرات کتنی دشمنی ہے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے۔ لوگ وزیروں سے' بادشاہوں سے' دنیاداروں سے عداوت رکھتے ہیں۔ یہ کتنے بدنصیب ہیں' یہ جس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں' اس سے عداوت رکھتے ہیں۔ حضرات آپ ان حضرات سے پوچھیں کہ

اللہ تعالیٰ نور ہے کہ نہیں؟ نور ہے، پھر حاضر ناظر بھی ہے، پھر اندھیرا کیوں ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے روشنی کے لیے یہ سورج اور چاند کیوں بنائے ہیں؟ اپنے نور سے دنیا کو چمکا دیتا، پھر بھی اپنے نور سے نہیں چمکایا بلکہ جب بھی روشنی کرتا ہے سورج اور چاند سے کرتا ہے، کیا آپ اللہ تعالیٰ کی نورانیت کا اور حاظر ناظر ہونے سے انکار کر دیں گے؟ علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہے تو نور مگر اس کا جلوہ ہر کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اگر اس کے نور کے جلوے کوئی دیکھ سکتا ہے تو صرف کملی والا ہی دیکھ سکتا ہے۔ اسی طرح اگر سرکار کو کوئی بغیر پردے کے دیکھ سکتا ہے تو بنانے والا ہی دیکھ سکتا ہے اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔

اللہ عزوجل کو بھی عشق کا حامل دیکھا
بر پیکر خود ساختہ مائل دیکھا
وارفتگی ذوق نظارا بازی
محبوب کو بٹھلا کے مقابل دیکھا

ان حضرات سے پوچھئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو قرآن نازل کیا ہے، وہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ قرآن کے پ ۶، النساء: ۱۷۴ میں ارشاد فرماتا ہے: "وَاَنْزَلْنَا اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! ہم نے آپ کی طرف قرآن کو روشن نور بنا کر بھیجا ہے۔ اب قرآن ہے بھی نور اور ہے بھی روشنی، پھر جس کمرے میں پڑا ہو اندھیرا کیوں ہو جاتا ہے؟ کبھی اس بات پر تو اعتراض نہیں کیا، یہ جب بھی تکلیف ہوتی ہے تو نور مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہوئی ہے۔

شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لیے آیا ہے سورۂ نور کا
ک گیسوہ دہن ی ابرو آنکھیں عین ص
کھیعص ان کا ہے چہرہ نور کا

اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے پ ۲۱، لقمان: ۲۸ میں اپنی شان بیان کرتے ہوئے

ارشاد فرماتا ہے: "اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ" بے شک اللہ تعالیٰ سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔
اللہ تعالیٰ یار کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے' پ ۱۵' بنی اسرائیل: ۱ "سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ" پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے اردگرد ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں' بے شک وہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سنتا دیکھتا ہے۔ سمیع بصیر سرکار ہیں کیونکہ ھو کی ضمیر قریب کی طرف قریب لوٹے گی۔ (تفسیر نور العرفان ص ۴۴۹)

حضرات اللہ تعالیٰ بھی سمیع بصیر' اس کا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی سمیع بصیر۔ اگر اللہ تعالیٰ کی صفات بندے میں ماننا شرک ہوتا تو کبھی اللہ تعالیٰ اپنی صفات یار کو نہ عطاء فرماتا' حضرات یہ تو اس کا محبوب ہے' آپ قرآن پڑھیں' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتیں اپنے مقبول بندوں کو بھی عطاء فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے پ ۲۶' محمد: ۱۱ میں اپنی شان بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: "ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ مَوْلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مولیٰ ہے مددگار ہے۔ اب پڑھیے! قرآن پاک کا پ ۲۸' التحریم: ۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "فَاِنَّ اللّٰہَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ" بے شک اللہ تعالیٰ ان کا مولیٰ ہے' مددگار ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام بھی مددگار ہیں اور نیک لوگ اللہ تعالیٰ کے ولی بھی مددگار ہیں۔ حضرات توجہ فرمائیں! اللہ تعالیٰ ایک مقام پر فرماتا ہے: میں مولیٰ ہوں' دوسرے مقام پر فرماتا ہے: جبریل بھی مولیٰ ہے' نیک لوگ بھی مولیٰ ہیں۔ بتایئے شرک تو نہیں ہو گیا ہے؟ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" لوگو سن لو! جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علی بھی مولا ہے۔

(ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۱۰' مشکوٰۃ شریف' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۴۲۵)

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "معناہ الناصر "مولیٰ کا معنی مددگار ہیں۔

(صواعق محرقہ ص ۴۳، خلفائے رسول ص ۲۵۸)

حضرات پتہ چلا اللہ تعالیٰ بھی ہمارا مولا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ہمارے مولا ہیں اور حسنین کا بابا بھی ہمارا مولا ہے، اس لیے ہم کہتے ہیں کہ

مولا علی دی ہور کی شان دساں نظر کرے تے کنڈے نوں کلی کردا
مولا علی دا او لگدا کجھ وی نئیں جہڑا غیر آگے جا کے تلی کردا
مولا علی جسدا بھلا چاہندے ناصر اللہ پاک وی اس دی بھلی کردا
منکر سڑدا اے علی دا ناں سن کے سنی ہر ویلے علی علی کردا

بعض لوگ بڑے پریشان ہو جاتے ہیں، جب کہا جائے مولا علی شرک بدعت کے فتوے شروع ہو جاتے ہیں، لیکن جب ان کا کوئی مُلاں، ملوانا جلسے پر آئے تو گلے پھاڑ پھاڑ کے اعلان کرتے ہیں: حضرات! آج رات بعد نمازِ عشاء جلسہ ہوگا، جس میں علامہ مولانا فلاں خطاب فرمائیں گے، اپنے مولوی کو اپنے ملوانے کو علامہ مولانا کہیں تو کوئی شرک نہیں، حسنین کے بابے کو مولا کہہ دیا جائے تو شرک سے ان کے دماغ پھٹ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک پ ۱، البقرہ: ۱۰۷ میں ارشاد فرماتا ہے: "مَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ " اے کافرو! اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی ولی اور مددگار نہیں۔ حضرات پتہ چلا اللہ تعالیٰ ہی ولی ہے، اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے۔ اب قرآن پاک کا پ ۶، المائدہ: ۵۵ پڑھئے! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ " بے شک تمہارا مددگار اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور وہ ایمان والے جو صحیح نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیا کرتے ہیں اور ہر حال میں وہ بارگاہِ الٰہی میں جھکنے والے ہیں، یعنی فاسق فاجر نہیں بلکہ مکمل مومن جو اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں ولی ہوں، میں مددگار ہوں۔ دوسری آیت میں فرمایا: میری عطاء

سے میرا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مددگار ہے اور نیک لوگ اللہ عزوجل کرنے والے بھی تمہارے مددگار ہیں۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''ان علیا منی وانا منه'' لوگو سن لو! علی مجھ سے ہے میں علی سے ہوں۔ ''وهو ولی کل مؤمن'' اور میرا علی ہر مؤمن کا ولی ہے مددگار ہے۔

(ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۱۰، مشکوٰۃ شریف، مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۲۱۷)

میرے حاجت روا مولا علی ہیں
میرے مشکل کشا مولا علی ہیں
خدا عزوجل نے جن کو تیغ لافتا دی
وہی شیر خدا عزوجل مولا علی ہیں
علی کی دید دیدِ مصطفیٰ ﷺ ہے
کہ نورِ مصطفیٰ مولا علی ہیں
ولی ہو غوث ہو قطب جہاں ہو
ہر اک کے پیشوا مولا علی ہیں

اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے پ ۱، البقرہ: ۱۰۷ میں ارشاد فرماتا ہے: ''اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے آسمان اور زمین کی بادشاہی۔ حضرات پتہ چلا اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا بادشاہ ہے۔ اب پڑھئے! قرآن پاک پ ۲، البقرہ: ۲۴۷ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ'' اللہ تعالیٰ عطا کر دیتا ہے اپنے ملک کی بادشاہی جسے چاہتا ہے۔ پتہ چلا اللہ تعالیٰ بھی بادشاہ ہے اس کے بندے بھی بادشاہ ہیں۔ سوچئے! کہیں شرک تو نہیں ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے پ ۲۴، الزمر: ۴۲ میں ارشاد فرماتا ہے: ''اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا'' اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے وفات دیتا ہے جانوں کو موت کے وقت۔ حضرات پتہ چلا کہ ہر بندے کی روح اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے، ہر بندے کو موت

خالق کائنات عطاء فرماتا ہے۔ اب پڑھئے! قرآن پاک کا پ ۲۱' السجدہ: ۱۱' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ'' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! آپ لوگوں میں اعلان کر دیں کہ لوگو! تمہیں وفات دے گا موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کی گئی ہے۔ اب پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر بندے کی روح میں قبض کرتا ہوں' ہر انسان کی جان میں نکالتا ہوں لیکن اس آیت میں خالق کائنات فرماتا ہے کہ ہر انسان کی روح ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام نکالتے ہیں۔ بتائیے کہیں شرک تو نہیں ہو گیا۔ حضرات یہ چند آیہ کریمہ برکت کے لیے آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں' دیکھئے جو صفات خالق کائنات کی ہیں' وہی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بھی عطاء فرمائی ہیں' اگر یہ شرک ہوتا تو خالق کائنات کبھی بھی اپنے بندوں کو یہ صفات نہ عطاء فرماتا اور قرآن کی زینت نہ بناتا' پتہ چلا اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتی ہیں غیر محدود ہیں' واجب ہیں' ازلی ابدی قدیم ہیں' جن کی نہ ابتداء ہے نہ انتہاء ہے' اور نبیوں ولیوں کی یہ صفات عطائی ہیں' محدود ہیں' متناہی ہیں حادث ہیں' شرک تب ہوتا جب نبیوں ولیوں کی صفات بھی اُسی طرح مانی جاتی جیسے اللہ تعالیٰ کی ہیں۔

ایک اعتراض

یہاں ہر دیوبندی وہابی غیر مقلد نام نہاد اہل حدیث' مرزائی' مودودی' احراری جتنی بھی ان کی شاخیں ہیں' وہ اعتراض کرتی ہیں کہ عرب کے مشرک اپنے بتوں کو فریاد رس' مشکل کشا' شفیع' حاجت روا' دور سے پکار سننے والا' عالم غیب اور وسیلہ مانتے تھے۔ ان کا بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ کمالات عطاء کیے ہیں' تم بھی یہی کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں ولیوں کو یہ کمالات عطاء کیے ہیں' جیسے وہ مشرک تھے تم بھی مشرک ہو' اُن میں اور تم میں فرق کیا ہے؟

حضرات! ہم کہتے ہیں کہ واقعی عرب کے مشرک کافر تھے' اللہ تعالیٰ کی صفات اور ذات میں اپنے بتوں کو شریک ٹھہراتے تھے وہ مشرک ہوئے۔ لیکن بحمد اللہ! ہم اہل سنت

وجماعت اصل سنی حنفی نہ مشرک ہیں نہ بدعتی۔ اس کی دو وجوہات ہیں' ذرا توجہ سے سماعت فرمائیں! انشاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ وہ مشرک کیوں ہوئے' ہم مسلمان کیوں ہیں۔ سنئے! عرب کے جو مشرک تھے اُن کا شرک یہ تھا کہ وہ اپنے جھوٹے خداؤں کو اللہ تعالیٰ کے برابر جانتے مانتے تھے اور اپنے خداؤں میں اُلوہیت کی صفت مانتے تھے' جیسے اللہ تعالیٰ عبادت کے لائق ہے' وہ کہتے تھے: ہمارے یہ خدا بھی عبادت کے لائق ہیں۔ ان کو خدا سمجھ کر حاجت روا مشکل کشا فریاد رس دور سے پکار سننے والے اور وسیلہ سمجھتے تھے۔ آیئے! اللہ تعالیٰ کا قرآن پڑھئے! پ ٢٣' آیت: ٣ پڑھئے: اللہ تعالیٰ مشرکین کی بات قرآن میں نقل فرما رہا ہے کہ عرب کے مشرک بتوں کو کیوں مانتے ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب میرا حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام مشرکین عرب سے سوال کرتے ہیں تم ان بتوں کو کیوں مانتے ہو تو وہ آگے سے جواب دیتے تھے کہ ''مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى '' ہم نہیں عبادت کرتے ان بتوں کی مگر اس خاطر کہ یہ بت ہمیں خدا عزوجل کے قریب کر دیں۔ حضرات قرآن کی اس آیت سے پتہ چلا کہ عرب کے مشرکین صرف بتوں کو فریاد رس شکل نہیں سمجھتے تھے بلکہ پہلے ان کی عبادت کرتے' پھر یہ صفات مانتے تھے۔ اب پڑھئے! قرآن پاک کا پ ٨' الانعام: ١٥٠ 'اللہ تعالیٰ اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے: ''وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ '' اور جو بتوں کے پجاری آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور وہ اپنے رب عزوجل کے ساتھ بتوں کو برابر ٹھہراتے ہیں۔ حضرات قرآن کی اس آیت سے پتہ چلا کہ مشرکین عرب اپنے جھوٹے خداؤں کو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کے برابر سمجھتے تھے' وہ اس لیے مشرک تھے۔ حضرات اب بات واضح ہوگئی کہ عرب کے مشرک اس لیے مشرک تھے کہ وہ اپنے جھوٹے خداؤں کو اللہ تعالیٰ کی طرح معبود سمجھتے تھے اور بتوں کو اللہ تعالیٰ کے برابر مانتے تھے' لیکن بحمد اللہ دنیا کو کائی ایک نمبر سنی حنفی یارسول اللہ کے نعرے لگانے والا کسی نبی کسی ولی کو نہ عبادت کے لائق سمجھتا ہے' نہ اللہ تعالیٰ کے برابر

جانتا ہے۔ بلکہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ولی اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے ہیں' ان میں جو طاقتیں جو کمالات ہیں وہ پیارے رب العالمین کی عطاء کردہ ہیں۔ بتائیے! جب یہ عقیدہ ہوگا تو شرک کیسے ہو گیا۔ دوسری وجہ: دوسری وجہ یہ ہے کہ اُن بتوں کو یہ کمالات یہ طاقتیں عطاء نہیں فرمائی تھیں' ہم اس لیے مؤمن ہیں مسلمان ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں ولیوں کو یہ کمالات عطاء فرمائے ہیں۔ دیکھئے قرآن پاک پ ۳' آل عمران: ۴۹ کا مطالعہ کر کے دیکھیں! حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: لوگو! میں اللہ تعالیٰ کا رسول بن کر تمہارے پاس آیا ہوں' لوگوں نے کہا کہ آپ کے نبی ہونے کی دلیل کیا ہے؟ فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے بڑے کمالات عطاء کر کے بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ قوت عطاء فرمائی ہے' یہ کمال عطاء فرمایا ہے کہ میں مٹی سے پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں' اللہ تعالیٰ کی عطاء سے وہ مٹی کا پرندہ حقیقت میں پرندہ بن کر ہوا میں اُڑ جاتا ہے۔ ''وَاُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ'' اور میں شفاء دیتا ہوں مادر زاد اندھے کو جو ماں کے پیٹ سے نابینا پیدا ہو' اور میں شفاء دیتا ہوں لا علاج کوڑھ کے مریض کو۔ حضرات ایمان داری سے بتانا' اندھے کو ہاتھ پھیر کر آنکھیں دینا یہ مشکل کشائی ہے کہ نہیں' حاجت روائی ہے کہ نہیں۔ لا علاج کوڑھ کے مریض کو ہاتھ پھیر کر ٹھیک کرنا یہ حاجت روائی ہے کہ نہیں۔ قرآن مجید کے پ ۱۳' یوسف: ۹۳ پڑھئے! جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالنے کے چالیس سال بعد حضرت یوسف علیہ السلام کے دربار میں مصر پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا تعارف کرایا' ساری غلطیاں معاف کر کے پوچھا: اے میرے بھائیو! اچھا یہ بتاؤ کہ میرے ابو حضرت یعقوب علیہ السلام کا کیا حال ہے؟ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے عرض کی: حضور! وہ تو آپ کے غم میں آپ کی جدائی میں رو رو کر بے حال ہو چکے ہیں اور رونے کی وجہ سے آنکھوں کا نور بھی ختم ہو چکا ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے سنا تو آپ بھی رو پڑے' پھر جواب کیا دیا؟ قرآن اس کا جواب دیتا ہے کہ

''اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا '' حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میرا کرتہ لے جاؤ اور اسے میرے ابو کے چہرے پر ڈالو ان کی آنکھوں کا نور فوراً آ جائے گا۔ علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ ''ھو القمیص الذی کان علیہ حینئذ '' یہ وہ قمیص مبارک تھا جو آپ نے اس وقت پہنا ہوا تھا' آپ نے وہ اتار کر اپنے بھائیوں کو عطاء فرمایا اور کہا کہ

لے جاؤ ایہہ کرتہ میرا تے منہ پدر تے پاؤ
انکھاں وچ روشنائی آوے تے دیکھ لوو آزماؤ

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی یہودا وہ کرتہ مبارک لے کر کنعان پہنچے تو قرآن فرماتا ہے: ''اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا '' کہ یہودا نے حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے مقدس چہرے پر ڈالا تو اسی وقت آنکھوں کو نور آ گیا۔ حضرات بتایئے! حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ بیماریوں کی شفاء' دافع بلا' مشکل کشا ثابت ہوا کہ نہیں؟ ایمان والے تو کہیں گے کہ بالکل۔ حضرات سوچئے! جب نبیوں کا کرتا مشکل کشا ہے' حاجت روا ہے' دافع بلا ہے تو نبیوں کے مقدس جسموں کا کیا کمال ہوگا۔

مشکل وچ پھس کے جیہڑے گئے اُوتھے شاہ عالم توں مشکل کشائی لے گئے
نبیاں لئیاں نبوتاں اُوس کولوں اولیا اس توں اولیائی لے گئے
بُھلے پھردے سی آپ جو جگ اندر در ہارا توں رہنمائی لے گئے
اپنے ظرف دی صدف ہے گل ساری لین والے تے اوتھوں خدائی لے گئے

حضرات توجہ کرنا! حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہاتھ پھیر کے شفاء دیتے تھے' حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ شفاء دے رہا ہے' یہاں مولویوں کو یہ بیان کرتے ہوئے بڑی تکلیف ہوتی ہے لیکن کیا کریں مجبور ہیں۔ خدا عزوجل گواہ ہے' اگر ہوتی یہ حدیث تو ان مُلوانوں نے فوراً کہہ دینا تھا کہ یہ حدیث غلط ہے' ضعیف ہے' موضوع ہے۔ یہ کہہ کر

نبیوں کے کمالات کا انکار کر دیتے مگر اللہ تعالیٰ کو ان مُلوانوں کے دِل کی خباثت کا علم تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے یار کی حدیث نہیں بنائی' اپنا کلام بنایا۔

گل ٹھوس عقیدے دی دسدا ہاں مل دا نبی دے کولوں رحمان وی اے
کملی والے دا جو وی ارشاد ہووے اُوہ حدیث تے اوہو قرآن وی اے
مشکل ویلے حضور دا ناں لیاں ہو جاوندی مشکل آسان وی اے
مذہب عشق پروانیاں دسدا اے حُب نبی دی روح ایمان دی اے

حضرات عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت عزیر علیہ السلام جب خدا عزوجل کی قدرت سے سو سال کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اپنی سواری پر سوار ہو کر اپنے شہر بیت المقدس میں اپنے گھر تشریف لائے تو بیت المقدس والوں نے آپ کو پہچانا نہ' لوگ دیکھتے ضرور مگر پہچان کوئی نہ سکا کیونکہ سو سال کے بعد آپ گھر تشریف لائے' جو جوان تھے وہ بوڑھے ہو چکے تھے جو بچے تھے ان کے بھی بال سفید ہو چکے تھے' مگر آپ ابھی چالیس سال کے جوان تھے' حضرت عزیر علیہ السلام جب گھر پہنچے تو آپ کی ایک جوان لونڈی تھی' نوکرانی تھی جب آپ گئے تھے تو یہ لونڈی بیس سال کی جوان تھی' جب آپ گھر واپس تشریف لائے تو اس لونڈی کی عمر ایک سو بیس سال ہو چکی تھی' آنکھوں سے نابینا ہو چکی تھی' پیروں سے معذور ہو چکی تھی' چل پھر نہیں سکتی تھی' آپ کا ایک لڑکا تھا جس کی عمر ایک سو اٹھارہ سال تھی' حضرت عزیر علیہ السلام کے پوتے بھی بوڑھے ہو چکے تھے' جب حضرت عزیر علیہ السلام اپنے مکان میں پہنچے تو آپ نے اپنے باندی سے پوچھا: بی بی! یہ مکان عزیر کا ہے؟ اس باندی نے کہا: ہاں! یہ مکان حضرت عزیر علیہ السلام ہے' مگر آپ کون ہیں؟ آپ نے اپنی باندی کو اپنی کنیز کو فرمایا: بی بی! تو نے میری آواز نہیں پہچانی میں عزیر ہی ہوں' اس نے نام سنا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے' عرض کی: آپ حضرت عزیر ہیں؟ فرمایا: ہاں ہاں! میں عزیر ہوں' اس باندی نے کہا: مجھے یقین نہیں آ رہا۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو تو ہمارے پاس سے گئے ہوئے ایک صدی

بیت گئی ہے' آپ کہتے ہیں کہ میں عزیر ہوں۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے فرمایا: بی بی! تو صحیح کہتی ہے واقعی مجھے ایک صدی ہوگئی ہے تم سے بچھڑے ہوئے۔ اس کنیز نے عرض کی کہ آپ اتنا عرصہ کہاں رہے ہیں؟ حضرت عزیر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے نیند کی حالت میں موت عطاء فرمادی تھی' پھر مجھے لوگوں سے پوشیدہ رکھا' سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے دوبارہ زندہ کر دیا ہے۔ باندی سن کر بڑی حیران ہوئی' اس نے کہا: یقین نہیں آتا۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے فرمایا: مائی! یقین کر' یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے اور میرا کمال ہے کہ میں سو سال کے بعد دوبارہ واپس آ گیا ہوں۔ مائی کہنے لگی: چلو آپ کی زبان پر اعتبار کر لیتی ہوں' لیکن حضرت عزیر علیہ السلام کا یہ کمال تھا آپ جو بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرماتے اللہ تعالیٰ نے کبھی ٹھکرائی نہیں تھی' آپ کی ہر دعا قبول ہوتی تھی' اگر آپ واقعی حضرت عزیر ہیں تو دعا فرمائیں' اللہ تعالیٰ مجھے بینا کر دے' میں اندھی ہوں' اللہ تعالیٰ میری آنکھوں میں نور پیدا فرمادے اور میں چل پھر نہیں سکتی' اللہ تعالیٰ مجھے صحت عطاء کرے' میں بوڑھی ہوں' اللہ تعالیٰ مجھے دوبارہ جوانی عطاء کر دے۔ سبحان اللہ!

بناں نبی کی رضا کے رسائی کیسے ہو
بناں رضائے نبی راہ نمائی کیسے ہو
چراغ حُب نبی سے ہیں دو جہاں روشن
بغیر فیضِ نبی روشنائی کیسے ہو

حضرت عزیر علیہ السلام نے سنا تو مسکرا پڑے' پھر نور بھرے ہاتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُٹھائے' عرض کی: مولا کریم! میری باندی نابینی ہے اپنی رحمت پاک کے صدقے اسے بینا کر دے' یہ اندھی ہے اسے آنکھوں کا نور عطاء فرما دے۔ قدرت نے آواز ماری: سجناں! پھر اپنے ہاتھ اس کی آنکھوں پر پھیرو' ابھی آنکھیں آ جاتی ہیں۔ عرض کی: اے خالق کائنات! آنکھیں کس نے دینی ہیں؟ فرمایا: میں نے' عرض کی: پھر ہاتھ میرے کیوں پھروا رہا ہے؟ قدرت نے مسکرا کر فرمایا: سجناں! میں لوگوں کو بتانا چاہتا ہوں

کہ مشکلیں تو اللہ تعالیٰ ٹالتا ہے' کام تو خالق کائنات کرتا ہے' پر مرضی یاروں کی ہوتی ہے' میں بتانا چاہتا ہوں کہ

کچ وی منکا تے لال وی منکا تے اِکو رنگ دوہاں دا
پر جدوں کول صرافاں جائے تے فرق سیاں کوہاں دا

حضرت عزیر علیہ السلام نے جب خالق کائنات کا حکم سنا تو اپنی کنیز کی آنکھوں پر اپنے نوری ہاتھ پھیرے' اِدھر ہاتھ پھیرے اُدھر اللہ تعالیٰ نے اُس کو آنکھوں کا نور عطاء کر دیا۔

ہم نے پھولوں کو چھوا مرجھا گئے کانٹے بنے
اور تو نے کانٹوں کو چھوا تو گلستان کر دیا
نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزہ تو تب ہے کہ گرتے کو تھام لے ساقی

جب بی بی کی آنکھوں میں نور آیا تو حضرت عزیر علیہ السلام نے مائی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: بی بی جی! اب بیٹھی کیوں ہے اُٹھ کے کھڑی ہو جا! ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا تو بی بی اُٹھ کے چلنے لگ گئی اور اسی طرح چلنے لگی جیسے بیس سال کی بچی چلتی ہے' آنکھوں میں نور بھی آ گیا' پیر بھی ٹھیک ہو گئے' بڑھاپا ختم ہو گیا' جوانی واپس آ گئی۔

(تفسیر مظہری پ ۳ ص ۴۳۔۴۴' تفسیر مظہری عربی ج ۱ ص ۳۴۱' تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۳۵' تفسیر معالم التنزیل ج ۱ ص ۲۳۵' تفسیر نعیمی پ ۳ ص ۸۱)

حضرات توجہ کیجئے! اللہ تعالیٰ کے نبی نے مائی کی مشکل کشائی فرمائی کہ نہیں' حاجت روائی فرمائی کہ نہیں' حضرت عزیر علیہ السلام نے بلا دور فرمائی کہ نہیں؟ جواب ایمان داری سے دینا! مولوی عبدالستار وہابی غیر مقلد جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں' وہ لکھتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت کر کے مدینہ شریف لائے تو مدینہ پاک میں یہودی بڑے رہتے تھے' سرکار بھی مدینہ پاک پہنچ گئے' صدقے جاؤں اس دھرتی پر

جس کو میرے نبی کے قدم کی برکت سے یہ شان نصیب ہوئی کہ پوری دنیا والے مدینہ مدینہ کرتے ہیں۔

عاشق ایویں نمیں سولی تے چڑھ جاندے سولی چاہڑ دی تاہنگ دیدار دی اے
قربت وچ وی لذتاں ہن بے شک شان وکھری پر انتظار دی اے
اُوناں تن من دھن قربان کیتا جھلک ویکھ لئی جناں سرکار دی اے
ہونی پھلاں نوں کتھے نصیب ناصر عظمت جہڑی مدینے دے خار دی اے

چمن والے بادِ صبا مانگتے ہیں
یہ پیاسے برستی گھٹا مانگتے ہیں
مگر مصطفیٰ ﷺ کے گدا جو ہیں ناصر
مدینہ میں اپنی قضا مانگتے ہیں

زمانے بھر کے ہر رشتے سے کٹ جانے کو جی چاہے
تری گلیوں کے ذروں سے لپٹ جانے کو جی چاہے
مدینے جا کے میں کیوں آ گیا واپس یہاں مولا
مدینے میں ابھی ناصر پلٹ جانے کو جی چاہے

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں لکھتے ہیں کہ ایک چیونٹی جنگل میں بیٹھ کر روتی ہے اور کہتی ہے: کاش! کوئی وقت آتا میں بھی مدینہ شریف جاتی' نبی پاک کا روضہ دیکھتی' پھر دل میں خیال آیا کہ تو ویسے ہی تڑپ رہی ہے' منزل دور ہی ہے تو مدینہ شریف کیسے جا سکتی ہے؟ کیونکہ راستے میں کئی ندیاں کئی نالے کئی پہاڑ تیرے پر نہیں کہ اُڑ کے چلی جائے' پھر رو کر کہتی ہے: اے خالق کائنات! تو بے نیاز ہے' اب میں کیا عرض کروں' پھر زاروقطار رونا شروع کر دیا۔

پچھلی رات میں دل دے کھوہ اُتے پھڑ کے اکھیاں دی جُوگ جو لینا
کلا بیٹھ کر رُولنا وانگ تسبیح اَتھروں پلکاں دے اندر پرو لینا

کھلا چھوڑ دیناں بوہا دل والا باقی بوہے تے باریاں ڈھو لینا
ناصر جدوں حضور دی یاد آوے کلا بیٹھ کے رج کے رو لینا

جب چیونٹی عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ڈوب کر روئی تو قدرت کی طرف سے آواز آئی: رو نہیں! رونا بند کردے' تیرا رونا ہماری بارگاہ میں پسند آ گیا ہے' مقبول ہو گیا ہے۔ عرض کی: مولا کریم! کیسے مقبول ہوگیا ہے' سامان سفر کوئی نہیں' جانے کی سہولت کوئی نہیں' سفر دور ہے میں مجبور ہوں۔ قدرت نے آواز ماری: اے چیونٹی! تو میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عاشق ہے' میں نے یار کے عاشقوں کا دل کبھی نہیں توڑا' آنکھیں کھول تیرے قریب جو کبوتر دانے کھا رہا ہے' یہ جنگلی کبوتر نہیں یہ میرے حبیب کے شہر مدینہ کا کبوتر ہے' میرے محبوب کے روضہ کا طواف کرنے والا کبوتر ہے' جلدی کر اس کے قدموں سے لپٹ جا' یہ اُڑ کر مدینہ شریف جائے گا' تو بھی اس کے قدموں کی برکت سے مدینہ شریف یار کے روضہ پر پہنچ جائے گی۔

در مرشد دا خانہ کعبہ تے حج ضروری کریئے
رکھ کے تقویٰ محبوباں والا تے چل دوارا ملیئے

مولانا روم نے مدینہ شریف کی بات لکھی ہے' مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی نے تسہیل المواعظ ج اص ۱۴۷ پر مکہ شریف کی بات لکھی ہے۔ مفتی احمد یار خان گجراتی روتے ہیں اور رو کر سرکار کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ

خاک مدینہ ہوتی میں خاکسار ہوتا
اور ہوتی رہے مدینہ میرا غبار ہوتا
آقا اگر کرم سے طیبہ مجھے بلاتے
روضہ پہ صدقے ہوتا اُن پہ نثار ہوتا
مر مٹ کے خوب لگتی مٹی میرے ٹھکانے
گر اُن کی راہ گزر پر میرا مزار ہوتا

حضرات جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ پاک پہنچے تو ایک یہودی سرکار کی شان وشوکت دیکھ کر برداشت نہ کر سکا' تعصب اور مذہب کی آڑ میں سرکار کی بے ادبیاں کرنے لگا' دن رات سرکار کی گستاخیاں کرتا' اس یہودی کی ایک بیٹی تھی' اللہ تعالیٰ کی شان دیکھو! وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور بھرا چہرہ دیکھ کر کلمہ پڑھ کے مسلمان ہوگئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ زندوں میں سے مردے اور مردوں میں سے زندے نکال دیتا ہے۔
ابوجہل سرکار کا کتنا بڑا دشمن تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹے پر کرم فرمایا وہ کلمہ پڑھ کے مسلمان ہوگیا۔ سارے مسلمان ابوجہل پر لعنت کرتے ہیں اور ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ ابولہب' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کتنا بڑا دشمن کتنا بڑا گستاخ تھا' اتنا بڑا بدنصیب تھا کہ اللہ تعالیٰ نے پوری سورت "تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ" نازل فرما کر اس کے جہنمی ہونے کی تصدیق فرما دی مگر اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے' اس ابولہب کی بیٹی ثبیہ کلمہ پڑھ کے مسلمان ہوگئی۔ تو وہ یہودی سرکار کی بے ادبیاں کرتا ہے' بچی نے جب سرکار کا نوری نوری چہرہ دیکھا تو بے ساختہ کہنے لگی: یہ چہرہ جھوٹوں والا نہیں' چہرۂ انور دیکھ کر کلمہ پڑھ کے مسلمان ہوگئی۔

تینوں سوہنیا دل وچ رکھیا اے اساں پوجی مورت کوئی نئیں
توں مل گیا ایں تیری ذات سوا کوئی ہور ضرورت کوئی نئیں
تینوں سامنے بہہ کے تکدا رہواں دوجی دل دی حسرت کوئی نئیں
تیرے ناصر شاہ دیدار سوا ہن بچن دی صورت کوئی نئیں

جب رات کا ٹائم ہوتا ہے بیٹی آمنہ کے چمن پر درود وسلام پڑھتی ہے' لیکن بدنصیب باپ سرکار کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے' ایک دن اس بچی نے کہا: ابو! آپ کو پتہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے آخری سچے رسول ہیں' ٹھیک ہے آپ ان کا کلمہ نہ پڑھیں لیکن گستاخیاں کرنا اور گالیاں دینا یہ تو آپ کو زیب نہیں دیتا ہے۔ یہودی غصہ میں آ گیا' غصہ میں آ کر بیٹی کو برا بھلا کہنے لگا' بچی ڈر کی وجہ سے خاموش ہوگئی' بچی

نے کہا: ابو! آپ میرے والد ہیں، سردار ہیں، میں اور تو کچھ نہیں کہتی لیکن اتنا یاد رکھو فاطمہ کا بابا اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کی بے ادبی کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی بے ادبی کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی لاٹھی بڑی بے آواز ہے، خیال کر کہیں حسنین کریمین کے نانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی گرفت میں نہ آ جاؤ، کہیں اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں نہ آ جائے۔
وہ یہودی تھا اللہ تعالیٰ کو مانتا تھا لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منکر اور گستاخ ان چیزوں کا وہ قائل نہیں تھا، کہنے لگا: بیٹی! زیادہ تقریر نہ کر، میں اس کی بارگاہ میں جو منہ میں آیا کہتا رہوں گا، جب میں اُسے اللہ تعالیٰ کا نبی مانتا ہی نہیں تو پکڑ اور گرفت میں کیسے آ سکتا ہوں۔ جب بیٹی نے دیکھا تو سمجھ گئی کہ میرا باپ گستاخیوں سے باز نہیں آئے گا، اب اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی: اے خالق کائنات! تو دیکھ رہا ہے میرا باپ تیرے محبوب کی بے ادبی سے باز نہیں آ رہا، اس پہ کوئی ایسی مصیبت نازل کر کہ تیرے رسول کی بے ادبی سے باز آ جائے۔ اللہ اکبر! حضرات اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ماں باپ کے لیے رحمت کی دعا کرو، لیکن یہودی کی بیٹی باپ کی مصیبت کے لیے دعا مانگ رہی ہے، کیوں؟ اس لیے کہ وہ بتانا چاہتی تھی کہ لوگو! ماں باپ بعد میں ہیں، اللہ عزوجل اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت پہلے ہے۔

محمد ﷺ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اِسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
محمد ﷺ کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے
محمد ﷺ ہے متاعِ عالم ایجاد سے پیارا
پدر مادر برادر مال و جان اولاد سے پیارا

حضرات میرا عشق اور وجدان کہتا ہے: وہ بچی تھی صرف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں باپ کے لیے بددعا کر سکی، اگر لڑکا ہوتا تو ہو سکتا تھا وہ سرکار کی بے ادبی کے نتیجے میں باپ

پر ہاتھ بھی اُٹھا دیتا۔ علامہ امام طبری الریاض النضرہ میں لکھتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابوقحافہ نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا' صدیق اکبر کلمہ پڑھ کے سرکار کی غلامی میں آ چکے تھے' اسلام کی بنیاد اماں عائشہ کے بابے نے رکھی ہے' سب سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق سیدنا صدیق اکبر نے کی۔ ایک دن حضرت ابوبکر گھر تشریف لائے' کیا دیکھا آپ کے والد حضرت ابوقحافہ چارپائی پر بیٹھے ہوئے ہیں' ابوقحافہ نے کہا: بیٹا! عرض کی: جی ابوجی! ابوقحافہ نے کہا: بیٹا! بڑی دیر کے بعد گھر آئے ہو' کہاں چلے گئے تھے' صدیق اکبر نے فرمایا: ابوجی! جانا کہاں تھا' اپنے پاک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں بیٹھا رہا ہوں' جب صدیق اکبر نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پاک لیا تو ابوقحافہ غصہ میں آ گیا' سرکار کا نام سن کر برداشت نہ کر سکا۔ سرکار کی بارگاہ میں چند گستاخانہ کلمے کہنے لگا' صدیق اکبر نے سنا تو برداشت نہ کر سکے' اپنے والد کے چہرے پر زور سے تھپڑ مارا جس سے ابوقحافہ چارپائی سے گر پڑے' صدیق اکبر نے غصہ میں کہا: ابا ٹھیک ہے تو میرا باپ ہے لیکن تیری یہ کیا جرأت ہوئی کہ تو اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں یہ گستاخانہ الفاظ کہے' پھر دوڑے کہ کوئی ڈنڈا مل جائے کہ میں باپ کو بالکل ختم کر دوں۔ سبحان اللہ! حضرات یہ ہے کہ غیرت ایمانی یہ ہے کہ عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام باپ نہیں دیکھا' آمنہ کا لال دیکھا رشتہ نہیں دیکھا' نبی علیہ السلام کی عزت دیکھی۔ آج کل لوگ کہتے ہیں کہ مولوی جی! ذرا ہتھ ہولا رکھنا' ہماری وہابیوں دیوبندیوں شیعوں سے رشتہ داری ہے' بس سیدھی سیدھی تقریر کرنا کسی کا دل نہ دُکھ جائے۔ اور نعرہ کیا لگاتے ہیں کہ نبی کے نام پر جان بھی قربان۔ جان تم نے نبی پر خاک قربان کرنی ہے' رشتہ داری تو قربان کر نہیں سکتے' پر صدیق تیری عظمت کو سلام' اے نقشبندیوں کے سلطان! تیری محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلام' باپ نہیں دیکھا فاطمہ کا بابا دیکھا۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں: جب بدر کی لڑائی ہوئی تو حضرت ابوبکر سرکار کے سپاہی تھے' آپ کا بڑا بیٹا عبدالرحمٰن' ابوجہل کا سپاہی تھا۔ جنگ بدر کے بعد چھ ہجری میں

صدیق اکبر کا بیٹا کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گیا۔ ایک دن حضرت ابوبکر اور حضرت عبدالرحمٰن دونوں باپ بیٹا بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے عرض کی: ابو! میرا آپ پر ایک احسان ہے' صدیق اکبر نے حیران ہوتے ہوئے فرمایا: بیٹا! کیا کہہ رہے ہو! احسان اولاد کے نہیں ہوتے احسان والدین کے ہوتے ہیں۔ عرض کی: ابو! آپ سنیں تو سہی آپ تسلیم کریں گے کہ واقعی میرا احسان آپ پر بنتا ہے۔ فرمایا: اچھا بتاؤ! عرض کی: ابو! آپ کو یاد ہو گا کہ میدانِ بدر میں آپ سرکار کے سپاہی تھے' میں ابوجہل کا ساتھی تھا' جب لڑائی ہوئی تو کئی مرتبہ آپ میری تلوار کے نیچے آئے لیکن میں نے باپ سمجھ کر آپ کو چھوڑ دیا قتل نہیں کیا' جب صدیق اکبر نے سنا تو جلال میں آ گئے' فرمایا: عبدالرحمٰن! مجھے اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! اگر تو میری تلوار کے نیچے آ جاتا تو میں تمہیں بیٹا سمجھ کر نہ چھوڑتا بلکہ نبی کا دشمن سمجھ کر قتل کر دیتا۔ سبحان اللہ! (تاریخ الخلفاء ص ۹۹)

منزل دوغلہ کدی نہیں پا سکدا نہ اُوہ ان ہوندا نہ اُوہ آؤٹ ہوندا
اُوہدے دین دا بلب فیوز ہندا اُوہدے دل دا لُوز کنٹاؤٹ ہوندا
ناصر شاہ اُوہ مار نہیں کھا سکدا اعربی ڈھول دا جہڑا سکاؤٹ ہوندا
دُور میرے حضور توں رہن والا خاص الخاص ابلیس دا ٹاؤٹ ہوندا

جب صدیق اکبر نے اپنے باپ کو تھپڑ مارا تو محلہ والے اکٹھے ہو گئے' لڑائی ختم کرائی گئی' یہ بات کسی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بتا دی کہ آقا! آج صدیق اکبر کی باپ سے لڑائی ہو گئی تھی' صدیق اکبر نے باپ کو تھپڑا مارا' جس سے ابوقحافہ چارپائی سے نیچے گر پڑے' وہ تو اور بھی مارنا چاہتے تھے' محلہ والوں نے چھڑا لیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صدیق اکبر کو بلایا کہ پوچھا جائے کہ یہ کیا معاملہ ہے' کیوں لڑائی ہوئی ہے' پھر سمجھایا جائے جب صدیق اکبر سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سرکار نے فرمایا: ''افعلت یا ابا بکر'' اے ابوبکر! میں نے سنا ہے کہ تو نے باپ کو تھپڑ مارا' کیا تو نے یہ کام کیا ہے؟ عرض کی: آقا! آپ نے بالکل صحیح سنا ہے' میرے بدنصیب باپ نے

آپ کی بارگاہ میں گستاخی کے کلمے کہے تھے' اگر میرا باپ مجھے مار لیتا' مجھے گالیاں دے لیتا' مجھے دھکے دے کر گھر سے نکال دیتا' میں برداشت کر لیتا' میں آگے سی بھی نہ کرتا' لیکن اس کی یہ کیا مجال ہے کہ وہ آپ کی بارگاہ میں گستاخی کرتا'' قال لا تعد قال واللہ لو کان السیف قریبا منی ''عرض کی: سوہنیا! میرے باپ کی قسمت اچھی تھی کہ میرے پاس تلوار نہیں تھی' نہیں تو میں تلوار سے اسے قتل کر دیتا۔

(تفسیر اویسی ص ۶۱' الریاض النضرہ ج ۱ ص ۳۰۷)

اوہنوں قرب حضور نئیں ہو سکدا لذت جہڑا فراق دی چکھ دا نئیں
نسبت نال ہے نبی دی گل ساری نسبت باہجھ تے لکھ وی لکھ دا نئیں
عیب جنہوں حبیباں چوں آون نظری جالا صاف سمجھ اوہدی اکھ دا نئیں
کملی والے دی گلی دا سگ ناصر خوف دوہاں جہاناں دا رکھ دا نئیں

ادھر صدیق اکبر نے یہ بات فرمائی' اُدھر اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر کی تائید کے لیے قرآن پاک پ ۲۸' المجادلہ: ۲۲ نازل فرمادی' خالق کائنات نے فرمایا: ''لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ '' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! آپ نہیں پائیں گے ایسی قوم جو ایمان رکھتی ہے اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر' پھر وہ محبت کریں ان سے جو مخالفت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی۔ ''وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ '' چاہے وہ مخالفین ان کے باپ ہوں یا ان کے فرزند ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے خاندان والے ہوں۔ ''اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ '' یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش کر دیا ہے۔

(الریاض النضرہ ج ۱ ص ۳۰۶' تفسیر ضیاء القرآن ج ۵ ص ۱۵۱-۱۵۲)

حضرات پتہ چلا کہ اصلی اور پکا سچا مؤمن وہ ہے جو اپنے خاندان' والدین' اولاد سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کرے' اگر اللہ تعالیٰ

اور اس کا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک طرف ہوں' اس کا پورا گھرانہ ایک طرف ہو تو اصلی اور کھرے مؤمن کی پہچان یہ ہے کہ وہ خاندان چھوڑ دے مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دامن نہ چھوڑے۔ تو بات یہ عرض کر رہا تھا کہ اس یہودی کی لڑکی نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے خالق کائنات! میرے باپ کو کسی ایسی مصیبت میں گرفتار کرتا کہ یہ آمنہ کے چمن کی بے ادبی سے باز آ جائے' جب بچی نے عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ڈوب کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگی' اللہ تعالیٰ نے بچی کی دعا اُسی وقت قبول فرمائی' رات کو یہودی سویا' صبح اُٹھا تو اندھا ہو چکا تھا' آنکھوں کا نور ختم ہو چکا تھا۔ مولوی عبدالستار لکھتے ہیں کہ

مگراں عاجز ہو کر رب عزوجل تمہیں منگے روز دعائیں
بے ادبی تھیں بند خدایا عزوجل کراُس بندے تائیں
پئی دعا قبول شتابی تے دیر نہ لگی کائی
ہو گیا باپ نابینا اُسدا تے چھوڑ گئی روشنائی

میں صبح اُٹھی تو چیخنے لگ گیا' بیٹی نے کہا: ابو! کیا ہو گیا ہے' روتا اور چیختا کیوں ہے؟ یہودی نے کہا: بیٹی! میری آنکھوں کا نور غائب ہو گیا ہے' میں نابینا ہو گیا ہوں' بیٹی! میری آنکھیں درد سے پھٹ رہی ہیں۔ بچی کہنے لگی: ابو! میں کہتی تھی ناں کہ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کی بے ادبی نہ کیا کر نہیں تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آ جائے گا' یہودی رو کے کہنے لگا: میں تڑپ رہا ہوں' تو طعنے دے رہی ہے' جلدی کر کوئی حکیم بلا کوئی طبیب بلا تا کہ مجھے آرام آ جائے' میرا درد ختم ہو جائے' مدینہ کے کئی حکیم آئے' کئی ڈاکٹر آئے مگر کسی دوائی نے اثر نہ کیا۔ حضرات دوائیاں اثر کرتی بھی کیسے وہ جسمانی بیماری تھی نہیں وہ تو روحانی بیماری تھی۔ یہودی دن رات تڑپتا ہے' روتا ہے' جب وہ روتا ہے تو بھی بچی والد کی بیماری دیکھ کر رو پڑتی ہے' ایک دن بچی نے کہا: ابو! میں نے سنا ہے کہ مدینہ شریف میں ایک حکیم آیا ہے' ایک طبیب آیا' میں نے سنا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ میں بڑی شفاء رکھی

ہے جو بھی بیمار جاتا ہے' پہلی خوراک ہی سے وہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ مولوی عبدالستار لکھتے ہیں کہ بچی نے کہا کہ

میں سُنیا ہک وید حقیقی تے آیا وچہ مدینے
بچ بچ جاون جو چل آون تے اُسے کول نابینے
شفقت بھریا رحمت بھریا تے سوہنا وید حقانی
ویداں وانگوں ناہیں کوئی تے اس نوں حرص طمع انسانی
ہر بیماراں کارن دارو تے ملن سوالیا تائیں
کوہڑے آون خیریں جاون تے پاون ترت شفائیں

بچی نے کہا: ابو! میں نے اس طبیب کی بڑی شہرت سنی ہے' اگر کہو تو آزما کر نہ دیکھ لیں۔

حکم ہووے تا اُس دے تائیں تے تیرا حال سناواں
جو کجھ ملے حضوروں دارو تے تیرے کارن لیاواں
سن کر جاہل رخصت دتی تے دیر نہ کتی کائی
ایہہ حیلہ کر بی بی شوقوں تے طلب زیارت آئی

یہودی نے کہا: بیٹی! اگر اتنا لائق حکیم ہے تو جلدی کرو' میرے لیے دوائی لے آؤ۔

بچی اجازت لے کر ڈیرے سے چلی' مدینہ شریف پہنچی' سرکار کے آستانے پر پہنچی' کیا دیکھا فاطمہ کا پیارا بابا مزمل کی چادر تان کر دوپہر کے وقت قیلولہ فرما رہا ہے' سرکار آرام فرما رہے ہیں' اب وہابی مولوی کی بات سنئے! وہ کہتا ہے:

نورِ محمدی ﷺ چادر وچوں تے جلوہ پوے نورانی
جیوں کر پتلے بدل وچوں تے چمکے چند نورانی

سبحان اللہ! مولوی صاحب کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور چادر پاک سے اس طرح لائٹیں مار رہا تھا جیسے ہلکے بادل میں سے چاند چمکتا نظر آتا ہے۔ اب بچی

سوچنے لگی کہ کیا کروں' جگاؤں یا نہ جگاؤں' اگر آمنہ کے چن کو جگاؤں تو سرکار کی کچی نیند میں فرق نہ آ جائے' سرکار بے آرام نہ ہو جائیں' اگر نہ جگاؤں تو باپ کو کیا جواب دوں گی؟ میں تو باپ سے وعدہ کر کے آئی تھی کہ حکیم سے دوائی لے کر آؤں گی' سرکار آرام فرما رہے ہیں' اب کیا کیا جائے' سرکار جاگتے ہوتے تو دعا کراتی' اللہ تعالیٰ کرم کرتا' میرے ابو کی آنکھیں ٹھیک ہو جاتی یا کوئی وظیفہ بتاتے تو میں پڑھ کر پھونکتی' اللہ تعالیٰ کرم فرما دیتا' اب کروں کیا؟ کافی دیر سوچتی رہی' آخر میں جانے کا پروگرام بنایا' جب جانے کے لیے تیار ہوئی تو اس کی نگاہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعلین پاک پر پڑی' کون سی نعل پاک جن کی قسمیں اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں اُٹھاتا ہے' اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے پ۳۰' البلد:۱''لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ''اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! مجھے قسم ہے اس شہر مکہ کی گلیوں کی' یا اللہ عزوجل یہ مکہ کے بازار' یہ مکہ کا شہر' یہ مکہ کی گلیاں تمہیں کیوں پیاری لگی ہیں۔ خالق کائنات نے فرمایا:''وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ''اس لیے کہ ان گلیوں میں تیریاں تلیاں لگیاں ہیں' مجھے یہ شہر اس لیے پیارا ہے' اس شہر میں آپ جو رہتے ہیں۔ حضرات نبی سارے اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں' مگر قرآن پڑھ کے دیکھو' اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی قسم نہیں اُٹھائی' کسی رسول کسی پیر فقیر کی قسم نہیں اُٹھائی' اللہ تعالیٰ نے جب بھی قسم اُٹھائی یار کی اداؤں کی قسم اٹھائی۔

رب آکھیا سوہنیا محبوبا تیرے سو سو ناز اٹھاندا ہاں
لوکی میریاں قسماں کھاندے نے میں تیریاں قسماں کھانداہاں

حضرات میں قسم اُٹھاؤں تو اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھاؤں گا' آپ قسم اُٹھائیں تو اللہ تعالیٰ کی قسم اُٹھائیں گے' دنیا کا کوئی مولوی مفتی محدث مفکر پیر فقیر ولی غوث قطب اٹھائے تو کہتا ہے: مجھے اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! مگر صدقے جاؤں اللہ تعالیٰ بے نیاز ہو کر کہتا ہے: مجھے یار کے قدموں سے لگنے والی مٹی کی قسم! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب معراج شریف کرنے کے لیے شب معراج عرش پر پہنچے تو عرش پر اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کی

بارش ہو رہی تھی' سرکار وہاں کھڑے ہو گئے۔ دل میں سوچا کہ اپنے جوڑوں کو اتار دوں' کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا عرش ہے' انوار و تجلیات کا مرکز ہے' میرے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام جب طور پہاڑ پر اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے تشریف لے گئے تھے تو خالق کائنات نے فرمایا تھا: ''فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى'' (پ۱۶'طٰہٰ: ۱۲) اے موسیٰ علیہ السلام! اپنی جوتیاں اتار کر آؤ! کیونکہ تو پاک وادی میں آ رہا ہے۔ علامہ شیخ زادہ شرح قصیدہ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ ''انه صلى الله عليه وسلم اراد ان يخلع نعله'' جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی نعلین اتارنے کا پروگرام بنایا تو ''فسمع من انين العرش'' تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: میں نے سنا عرش رو رہا ہے' میں نے عرش سے پوچھا: اے عرشِ عظیم! اللہ کے انوار و تجلیات کے مرکز تو رو کیوں رہا ہے؟ تو عرش نے عرض کی: سوہنیا! رو اس لیے رہا ہوں کہ آپ جوڑے کیوں اتار رہے ہیں؟ سرکار نے فرمایا: پھر کیا کروں؟ عرض کی: سوہنیا! ''ان لا تخلع يا حبيب الله'' اے اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام! سوہنا جوڑے نہ اتار کر آ بلکہ جوڑوں سمیت میرے سینے پر آ جا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تو یہ بات کیوں کر رہا ہے' تو عرش نے عرض کی: ''من الشرف بغبار نعليك يا رسول الله'' سوہنیا! میں چاہتا ہوں آپ کے جوڑوں سے لگنے والی مٹی کو چوم کر میں سینے کو ٹھنڈا کر سکوں' سوہنیا! مجھے اپنی نعلین کی غبار سے محروم نہ فرماؤ۔ سبحان اللہ!

(حاشیہ شرح صدیقہ بردہ شریف ص ۷۰' اسرار الاولیاء ص ۱۱۳)

اِدھر عرش رویا' اُدھر خالق کائنات نے آواز ماری: سجناں! اپنے جوڑے نہ اتار بلکہ جوڑوں سمیت عرش پر آ جا۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ انیس الجلیس میں لکھتے ہیں کہ خالق کائنات نے فرمایا: سجناں! جوڑے سمیت عرش پر آ جا' ایک قدم اپنا عرش پر رکھ دوسرا قدم کرسی پر رکھ تا کہ دنیا والوں کو پتہ چل جائے کہ یہ عرش اور کرسی اللہ تعالیٰ کے رہنے کے لیے نہیں بنی بلکہ یہ تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے رکھنے کے لیے جگہ بنی ہے۔ سبحان

اللہ! (انیس الجلیس ص ۱۲۳۔۱۲۴، فضائل نعلین حضور ص ۲۳۱)

محمد ﷺ پیارا بڑی شان والا
سنے جوڑے عرشاں تے چڑھ جان والا
عرش حق ہے مسندِ رفعت رسول اللہ کی
دیکھنی ہے حشر میں عزت رسول اللہ کی

خالق کائنات نے فرمایا: سجناں! جوڑے نہ اتار بلکہ جوڑوں سمیت عرش پہ آ جا' سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: اے خالق کائنات! جیسے آپ کا حکم ہے ایسے ہی کر لیتے ہیں لیکن اے خالق کائنات! ایک بات سمجھ میں نہیں آئی' جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پہاڑ پر گئے تھے آپ سے کلام کرنے تو آپ نے فرمایا تھا: موسیٰ جوتیاں اتار کر آؤ لیکن آج مجھے حکم ہو رہا ہے جوڑوں پہن کے آؤ' خالق کائنات کی قدرت مسکرا پڑی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سجناں! کلیم اور حبیب میں یہی تو فرق ہے کہ کلیم پہاڑ پر آئے تو جوڑے اتار کے آئے' حبیب عرش پر آئے تو جوڑے سمیت آئے۔

پھر ندا آئی ذرا اس بات پر بھی غور ہو
تم کہاں اور موسیٰ کہاں وہ اور تھے تم اور ہو
وہ فقط طالب تھے تم طالب بھی ہو مطلوب ہو
وہ کلیم اللہ تھے اور تم میرے محبوب بھی
تیرے صدقے عرش پیدا تم ہمارے نور ہو
بات تو یہ ہے کہ تم خود چراغ نور ہو

سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: اے خالق کائنات! تیری بڑی کرم نوازی' آپ نے مجھے اتنی عزت عطاء فرمائی ہے' لیکن اس کی وجہ کیا ہے؟ بھائی موسیٰ طور پر جوڑے اتار کے آئے' آمنہ کا دلبر عرش پر جوڑے سمیت آئے' خالق کائنات نے فرمایا: اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! میں نے موسیٰ علیہ السلام کو جوڑے اتارنے کے

لیےاس لیے حکم دیا تھا کہ اے موسیٰ طور پہاڑ میرے جلوے کی ایک جھلک آنے والی ہے' جوڑے اتار کے آ تا کہ میرے جلوے والے مٹی تیرے قدموں سے لگے تیری شان بڑھ جائے' لیکن سجناں تجھے اس لیے جوڑوں سمیت عرش پر آنے کی دعوت دے رہا ہوں تیرے جوڑے کی مٹی میرے عرش ر لگے گی' میرے عرش کی شان بڑھ جائے گی۔ علامہ اسماعیل حقی حنفی تفسیر روح البیان میں لکھتے ہیں: ''**وقیل للحبیب تقدم علی بساط العرش بنعلیك یستشرق العرش بغبار نعال قدمیك** '' اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کوفرمایا: اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! جوڑیاں سمیت عرش پر تشریف لائیے تا کہ آپ کی نعلین پاک کی دھول سے میرے عرش کو عزت نصیب ہو جائے۔ (روح البیان ج ۵ ص ۲۷۰' شانِ مصطفیٰ بزبانِ مصطفیٰ ص ۹۷۳' شرح حدائق ج ۱۰ ص ۱۴۶' سیرتِ رسول عربی ص ۶۱۱)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر نور العرفان میں لکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج کی شب دنیٰ فتدلّٰی تک پہنچے مگر کسی کتاب میں یہ بات نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے نعلین شریف اتارنے کا حکم دیا ہو' بلکہ سرکار جوڑے پہن کے عرش معلّٰی اور لامکانوں کی بلندیوں تک تشریف لے گئے۔ پتہ چلا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعلین پاک اللہ تعالیٰ کے عرش سے بھی اعلیٰ اور افضل ہے جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور اللہ تعالیٰ کے عرش سے اعلیٰ ہے۔

(تفسیر نور العرفان ص ۴۹۸)

امام اہل سنت اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

جھکا تھا حُجرے کو عرش اعلیٰ گرے تھے سجدے میں بزم بالا
یہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا وہ گرد قربان ہو رہے تھے
یہ سن کے بے خود پکار اُٹھا نثار جاؤں کہاں ہیں آقا
پھر ان کے تلووں کا پاؤں بوسہ یہ میری آنکھوں کے دن پھرے تھے

اللہ تعالیٰ نے یار کو آواز ماری: سجناں! جوڑے نہ اتار جوڑے سمیت آ جاتا کہ دنیا والوں کو پتہ چل جائے کہ معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے یار کو کتنی بلندی عطاء فرمائی کہ کعبہ نیچے بیت المقدس نیچے' سات آسمان نیچے' جنت نیچے' لوح و قلم نیچے' عرش اور کرسی نیچے' آمنہ کے لال کے جوڑے سب تے اوچے۔ سبحان اللہ!

اُوتھے طور دے اُتے موسیٰ نوں ہویا حکم نعلین اُتارن دا
ایتھے جوڑیاں نال حبیب میرا اج عرش سجاون چلیا اے
جنھوں لوکی خاکی آکھدے سن جنھوں اپنے ورگا جان دے سن
اُوہ خاکی ویکھو نوریاں نوں اج سبق پڑھاون چلیا اے
اعظم معراج بہانہ اے در اصل اُو والی عرشاں دا
دُو نُوراں نوں اک جا کر کے آج دوری مٹاون چلیا اے

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ یہودی کی بیٹی نے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آرام فرما ہیں' جگایا نہیں' کہیں بے ادبی نہ ہو جائے' دل میں سوچنے لگی کہ اب کیا کروں' خیال آیا اگر خالی چلی گئی تو باپ کو کیا جواب دوں گی' کہیں ابو ناراض نہ ہو جائے' ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ بچی کی نگاہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس جوڑے پر پڑی' اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقدس جوڑا اُٹھایا' کون سا جوڑا جس کے بارے مولانا حسن رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

سر پر رکھنے کو مل جائیں گر نعل پاک حضور
پھر کہیں کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

بچی نے سرکار کے جوڑے اُٹھائے' ان کے تلووں پر جو مٹی لگی ہوئی تھی وہ کھرچ کے دوپٹے کے پلو میں باندھ لی۔ مولوی عبدالستار وہابی لکھتا ہے کہ

دل وچہ آکھے نور محمدی ﷺ تے گھروں جان نہ دیندا
نہ جاواں تا پیو ظالم دا دل نوں خوف مریندا

اُس تھیں جان بچارن کارن تے بات دِلے وچہ آئی
خاک مبارک پاک نبی ﷺ داتے جوڑا جھاڑ لیائی

وہ بچی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں کی خاک لے کر جب گھر پہنچی تو باپ نے کہا: بیٹی! حکیم صاحب ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی ہے؟ عرض کی: ابو جی! ہو گئی ہے' اچھا بیٹا! ڈاکٹر نے کیا کہا ہے؟ عرض کی: ابو جی! ڈاکٹر نے ایک دوائی دی ہے اور کہا ہے کہ پہلی سلائی سے اللہ تعالیٰ شفاء دے گا۔ یہودی حیران ہو کر کہنے لگا: بیٹا! اتنا قابل حکیم ہے؟ عرض کی: ابو جی! لگتا تو ایسے ہی ہے۔ یہودی نے کہا: یقین تو نہیں آتا' بچی نے کہا: ابو! اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے ابھی پریکٹیکل کر لیتے ہیں ابھی تجربہ کر لیتے ہیں۔ یہودی کہنے لگا: اچھا! پھر آنکھوں میں دوائی ڈال' بچی نے سرمے دانی سے سرمچو نکالا اور سرکار کے قدموں سے لگنے والی مٹی سرمچو پر لگا کر جب اندھے باپ کی آنکھوں میں ڈالا تو دنے تارے نظر آ گئے۔

اُوہدے جوڑیاں نال جو خاک لگے فیر اوہ خاک نئیں خاکِ شفاء ہوندی
جہڑی چلے تے چین نصیب ہووے اوہدے شہر دی مست ہوا ہوندی
جتھے کل مخلوق دی بس ہوندی اوتھوں اوس دی ہے ابتداء ہوندی
جنی دیر نہ اُوہدا خیال آوے ناصر نئیں کوئی نماز ادا ہوندی

بچی نے پھر سرکار کے قدموں سے لگنے والی مٹی سرمچو پر لگائی' دوسری آنکھ میں گائی' وہ بھی نور سے منور ہو گئی' حضرات! بعض لوگ بڑی بے حیائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی ہماری مثل ہے' اب آپ انصاف سے بتائیے کہ کیا میرے اور آپ کے قدموں سے لگنے والی مٹی کا بھی یہ مقام ہے؟ یہ شان ہے؟ نہیں تو پھر مثلیت کا دعویٰ کرنا یہ بے ادبی نہیں' یہ بے حیائی نہیں تو کیا ہے؟

توں نئیں محرم شان نبی داتے کیوں کرنا ایڈ بے باکی
اُس نوں اپنے ورگا آکھے جہندے خادم نور خاکی

جس نوں خالق کول بلا کے دتے سارے راز افلا کی
اعظم اُس دے ورگا کیہڑا جہندے سر تے تاج لولا کی

جب یہودی کی آنکھیں نور سے منور ہوئی تو یہودی بڑا خوش ہوا' ہاتھ اُٹھا کر بیٹھی کو دعا دینے لگا' پھر ڈاکٹر کو دعائیں دینے لگا کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھلا کرے جس کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے اتنی شفاء رکھی ہے کہ پہلی سلائی سے شفاء' پھر کہنے لگا: بیٹی! یہ بڑا پیارا حکیم ہے آج تک میں نے ایسا حکیم نہیں دیکھا جس کی پہلی خوراک سے اتنا نازک مریض ٹھیک ہو جائے۔ اچھا بیٹی! یہ لائق اور برکتوں والا ڈاکٹر آیا کہاں سے ہے؟ عرض کی: ابو جی! سنا ہے مکہ پاک سے آیا ہے' اچھا بیٹی! یہ ڈاکٹر مہنگا تو بڑا ہوگا فیس کتنی لی ہے؟ عرض کی: ابو جی! دوائی کے کوئی پیسے نہیں دوائی فی سبیل اللہ۔ اچھا بیٹی! پھر مجھے اس کا نام بھی بتاؤ اور اس کا کلینک بھی بتاؤ' مین ابھی اس کا شکریہ ادا کر آتا ہوں۔ بچی نے کہا: ابو! تجھے نام پوچھنے کی کیا ضرورت ہے' تمہیں شفاء چاہیے تھی وہ مل گئی ہے' یہودی کہنے لگا: بیٹی! ٹھیک ہے' لیکن تم نام بتاؤ' تم نام کیوں نہیں بتاتی۔ بچی نے کہا: ابو! میں ڈرتی ہوں کہ تو ڈاکٹر کا نام سن کر اسے گالیاں نہ دینا شروع کر دے۔ یہودی نے کہا: بیٹی! پاگل تو نہیں' بھلا میں ایسے بابرکت حکیم کو کیوں گالیاں دوں' بچی نے کہا: ابو! میں تیری فطرت سے واقف ہوں' یہودی نے کہا: بیٹی! فکر نہ کرو میں گالیاں نہیں اس کا شکریہ ادا کروں گا۔ بچی نے کہا: ابو! اگر پوچھنا ہی چاہتے ہو تو سنو! یہ دوائی نہیں تھی بلکہ یہ اس نبی آخر الزمان کے جوڑوں کی خاک تھی جس کی بارگاہ میں تو دن رات گستاخیاں کرتا ہے۔ مولوی عبدالستار وہابی کہتا ہے کہ اس بچی نے کہا کہ

جوڑا جھاڑ نبی دا میں تے ایہہ خاک مبارک لیائی
اُس دی برکت پاروں تینوں تے فیر ملی ایہہ روشنائی
ایہہ عظمت برکت سبھا ظاہر تے جوڑیاں خاک تہناں دی
رکھدا توں ہر وقت عداوت تے دل دے وچہ جناں دی

ابو! یہ کوئی عام حکیم نہیں' یہ وہ بابرکت اور عظمت والا نبی ہے جس کو خالق کائنات نے حکمت عطاء کر کے بھیجا ہے' اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے پ۲' آل عمران:۱۶۴ ''وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لوگو! یہ میرا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کوئی عام نبی نہیں بلکہ یہ وہ رسول ہے جو میری بارگاہ سے معلم اور حکیم بن کے آیا ہے' آگے علم اور حکمت عطاء بھی کرتا ہے' ابو! یہ وہ نبی ہے جس کی حکومت فرش سے لے کر عرش اور آسمان سے لے کر زمین تک جاری ساری ہے۔

مدینے شہر دے وچہ رہن والا
خدا دے عرش تے جا کے بین والا
اُوہ دل بند مائی آمنہ دا
تے بابل ہے اُوہ پیاری فاطمہ دا
قدیمی شہنشاہ عالی گھرانہ
حسین و حسن دا غم خار نانا

یہودی نے جب یہ بات سنی تو غصہ میں آ گیا' بیٹی کو کہنے لگا: تیرا بیڑا غرق' تیرا ستیاناس' تو نے میرے ساتھ یہ زیادتی کیوں کی؟ بچی نے کہا: ابو! آپ یہ کیا کہہ رہے ہو' زیادتی تو نہیں مہربانی ہے' اللہ تعالیٰ نے تجھے میرے نبی کے صدقے آنکھیں دی ہیں۔ یہودی نے کہا کہ یہی تو پریشانی ہے' میں تو وسیلہ کا قائل نہیں تھا' میں تو لوگوں سے کہتا تھا کہ جو کرتا ہے اللہ عزوجل ہی کرتا ہے' یہ نبی ولی کچھ نہیں کر سکتے۔ میں تو یہودیوں سے کہتا تھا کہ معاذ اللہ! یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی نہیں' یہ بے اختیار ہیں' ان کے پاس کچھ نہیں' ان کے پاس نہ جانا' یہ کچھ نہیں دے سکتے' اب لوگ مجھے دیکھ کر کہیں گے: ہمیں منع کرتا تھا' اب خود تکلیف ہوئی ہے تو نبی کے پاس دوڑے ہو۔ بیٹی سن لے! میں یہ آنکھیں خود نکال دیتا ہوں' مجھے اندھا رہنا برداشت ہے مگر نبی کے وسیلے کا اقرار نہیں کر سکتا۔ یہودی نے چھری اُٹھائی اور دائیں آنکھ کا ڈھیلا نکال کر باہر رکھ دیا۔ حضرات! یہودی اپنے

مذہب میں کتنا پکا تھا' آنکھیں نکال دیں' پھر مذہب نہیں چھوڑا' آج ہمارے سنی مذہب کے اتنے کچے ہیں انہیں نوکری اور چھوکری کا لالچ دی اجائے تو یہ مذہب چھوڑ کر وہابی دیوبندی شیعہ مرزائی نہ جانے کیا سے کیا ہو جاتے ہیں۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ صدقہ حسنین پاک کے مقدس نانے کا ہمیشہ مسلک حق اہل سنت و جماعت حنفی بریلوی بنا کے رکھے اور جب موت آئے تو ایسی اصلی سنی حنفی مذہب پر آئے۔ آمین! تو یہودی نے چھری سے دائیں آنکھ نکال کر زمین پر رکھ دی' جب دوسری آنکھ نکالنے لگا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پہلی آنکھ کا ڈھیلا پہلی آنکھ کا آنا اُڑ کر آنکھ میں آکر فٹ ہو گیا اور آنکھ بالکل صحیح سلامت ہو گئی' جب دوسری آنکھ کا ڈھیلا نکال کر رکھا پہلی کا نکالنے لگا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے دوسری آنکھ بالکل ٹھیک ہو گئی' یہودی نے تین بار آنکھیں نکالیں' اللہ تعالیٰ کی قدرت سے تینوں بار آنکھیں بالکل ٹھیک ہو گئیں' بچی نے کہا: ابوجی! اب یہ آنکھیں نہیں نکل سکتیں' یہودی نے کہا کہ وہ کیوں؟ بچی نے کہا: ابو! میرا نبی اتنا لجپال اور سخی ہے جو چیز دے کے واپس نہیں لیتا۔ سبحان اللہ! جب یہودی چوتھی بار نکالنے لگا تو قدرت کی طرف سے آواز آئی: بدنصیبا! ہم نے تو یار کے قدموں سے لگنے والی مٹی کے صدقے تجھ پر جہنم کی آگ حرام کر دی ہے' مگر تو ہے کہ آنکھیں بھی نکال رہا ہے۔ جب یہ آواز آئی تو یہودی کی دل کی دنیا بدل گئی۔ مولوی عبدالستار وہابی اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

بیٹی پئی تماشہ ویکھے تے قدرت خالق باری
آمنا وصدقنا بولی تے ہر قربان بے چاری
آخر کن آواز پئیو سو تے خالق دی سرکاروں
ایہہ اکھیں ہن چھوڑ نہ جاون تے خاک نبی دی پاروں
تینوں ضد شیطان چڑھائی تے کفروں باز نہ آویں
خاکِ محمدی ﷺ اکھیں پا کے تے دوزخ مول نہ جاویں

یہودی نے جب قدرت کی آواز سنی تو چیخیں نکل گئیں' بچی نے کہا: ابو! کیا بات ہے' روتا کیوں ہے؟ کہنے لگا: بیٹی! میں رو اس لیے رہا ہوں کہ جس نبی کی بارگاہ میں بے ادبی کرتا رہا ہوں' اللہ تعالیٰ نے اسی نبی کے صدقے آنکھوں کا نور بھی عطاء فرمایا ہے اور جہنم سے آزادی دے کے جنت کا ٹکٹ بھی عطاء فرمایا ہے۔ بیٹی! جلدی کر میرے گلے میں میرا عمامہ ڈال کے' مجھے مجرموں کی طرح گھسیٹ کے نبی کی بارگاہ میں لے چل' تاکہ پتہ چل جائے جو نبی کا گستاخ ہو اس کا یہی حال ہوتا ہے۔ بچی نے سنا تو خوشی کے آنسو آ گئے' چہرہ آسمان کی طرف کر کے عرض کی: مولا! تیرا بے حساب مرتبہ شکر ہے کہ تو نے یار کی خاطر میرے ابو کو آنکھیں بھی عطاء کر دی ہیں اور ایمان کا چراغ بھی روشن کر دیا ہے' اب وہ بھی اپنے ابو کو ساتھ لے کر سرکار کے دربار میں چل پڑی۔ یہودی کہنے لگا: بیٹا! میرے گلے میں کپڑا ڈال' مجھے مجرموں کی طرح لے چل' بچی نے کہا: ابو! یہ آمنہ کا لال کوئی سیاسی لیڈر نہیں' کوئی دنیا کا سلطان نہیں بلکہ یہ وہ نبی آخر الزمان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رحمت کا تاج پہنا کے بھیجا ہے' جس کی شان ہے رؤف الرحیم جو گالیاں سن کر جواب گالی سے نہیں دیتا بلکہ گالیاں دینے والوں کو دعائیں عطاء فرماتا ہے' پتھر مارنے والوں کو سینے سے لگاتا ہے' کوڑا پھینکنے والوں کو دعائیں دیتا ہے' ابو تو نے میرے آقا کو قریب سے دیکھا ہی نہیں' اگر قریب سے دیکھ لیتا کب کا مسلمان ہو چکا ہوتا' ابو تو چل تو سہی آمنہ کے چن کا دیدار تو کر' پھر خود ہی فیصلہ کر لینا' یہودی چل پڑا' سرکار اپنے یارِ غار کے ساتھ مسجد نبوی میں تشریف فرما ہیں' ادھر یہودی مسجد کے قریب پہنچا' ادھر صدیق اکبر نے عرض کی: سوہنیا! ذرا چہرہ والضحیٰ اُٹھاؤ' لگتا ہے گالیاں دینے والا یہودی ایمان کی خیرات لینے آ رہا ہے' اب سرکار نے جب چہرہ اُٹھایا تو یہودی کی نظر پڑی تو اس کا وہیں کام ہو گیا۔

لگ گئی چوٹ محبت والی تے عشق نشے وچہ پایا
تن من دی رہی خبر نہ کائی تے ایسا عشق نے تیر چلایا

بچی نے کہا: ابو! کیا ہو گیا ہے' یہودی نے کہا: بیٹی کیا بتاؤں؟

کونڈن زلف سیاہ سجن دے تے تاب جھلے ہن کیہڑا
ایہناں نیناں وچہ نیناں پا کے تے لُٹ کھڑیا دل میرا

جب یہودی سرکار کے قریب ہوا تو میرا نبی اس کی محبت کی خاطر دل جوئی کی خاطر اُٹھ کے کھڑا ہو گیا' اِدھر آمنہ کا لال کھڑا ہوا اُدھر یہودی سرکار کے قدموں میں گر پڑا' یہودی کی بیٹی نے ہاتھ جوڑ لیے اور بقول مولوی عبدالستار غیر مقلد کے عرض کی کہ

بابل عاصی کارن بیٹی تے عرضاں پیش سنایاں
مجرم عاصی چور نمانا تے میں بخشاون آیاں
راہ اسلام سکھاؤ اِس نوں تے قدماں کول بٹھاؤ
اِس گناہ گار سوال اُتے تے نظر کرم دی پاؤ

کریم رحیم نبی نے یہودی کو سینے سے لگا کر کلمہ پڑھا کر جنت کا وارث بنا دیا۔

(اکرام محمدی ص ۱۷۵۔۱۷۷)

حضرات اس واقعہ کو غور سے پڑھیں اور ایمان داری سے فیصلہ فرمائیں! کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں سے لگنے والی مٹی نے یہودی کی مشکل حل کی کہ نہیں؟ حاجت روائی بنی کہ نہیں؟ سرکار کے قدموں سے لگنے والی مٹی کے وسیلہ سے یہودی کو آنکھیں ملی کہ نہیں؟ قرآن مجید کے پ ۱۹' النمل: ۱۸۔۱۹ کا مطالعہ کیجئے' خالق کائنات کے پیارے نبی حضرت سلمان علیہ السلام اپنے لشکر کو ساتھ لے کر سعودی عرب کے علاقہ طائف سے تیس کلومیٹر دور وادیٔ نمل کے پاس سے گزرنے لگے تو اللہ تعالیٰ اس بات کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتا ہے: "حَتّٰی اِذَا اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ" یہاں تک کہ وہ جب گزرنے لگے چیونٹیوں کی وادی سے "قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ" تمام چیونٹیوں کی سردار جس کا نام منذرہ یا طاحیہ تھا' کہنے لگی: اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں چلی جاؤ۔ "لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ" کہیں بے خبری میں سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر تمہیں کچل نہ دیں' حضرات جب

چیونٹیوں کی سردار نے چیونٹیوں میں یہ اعلان کیا تو سلیمان علیہ السلام کا لشکر اور حضرت سلیمان علیہ السلام وادیٔ نمل سے پانچ کلومیٹر دور تھے' اللہ تعالیٰ کے پاک پیغمبر نے پانچ کلومیٹر سے اس چیونٹی کی آواز کو سن لیا' جب اللہ تعالیٰ کے نبی نے اس چیونٹی کی آواز سنی تو اللہ تعالیٰ کا قرآن کہتا ہے: ''فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا '' حضرت سلیمان علیہ السلام ہنستے ہنستے مسکرادیئے' پہلے ہنسے پھر مسکرانے لگے۔ (تفسیر نور العرفان ص۶۰۲۔۶۰۳)

حضرات آج سائنس بڑی ترقی کر لی ہے' ایسے ایسے آلات اور دوربینیں تیار کی ہیں کہ دور سے کئی کئی میل سے باریک سے باریک چیز بھی نظر آ جاتی ہے' مگر آج تک ایسا کوئی آلہ ایسی کوئی مشین نہیں تیار ہوئی' جس سے پتہ چل سکے کہ چیونٹی کیا کہتی ہے؟ مگر صدقے جاؤں نبوت کی سماعت پر کہ پانچ کلومیٹر سے چیونٹی کی آواز سن بھی رہے ہیں اور یہ بھی سمجھ رہے ہیں کہ چیونٹی دوسری چیونٹیوں کو کیا پیغام دے رہی ہے۔ حضرات ہے کوئی نبی کی مثل بننے والا جو چیونٹی کی پانچ کلومیٹر دور سے آواز سن لے' پانچ کلومیٹر تو دور کی بات ہے' نبی کی مثل بننے والے چیونٹی کو کان میں بھی ڈال لیں تو وہ پھر بھی نہیں سمجھ سکتے کہ چیونٹی کیا کہہ رہی ہے۔ حضرات یہ سلیمان علیہ السلام کون ہیں جن کو نبوت ملی تو آمنہ کے لال کے صدقے' جو معراج کی رات میرے اور تیرے آقا کا مقتدی بن کے پیچھے کھڑے تھے۔ حضرات سوچو! جب مقتدی کے علم کا یہ مقام ہے تو امام کے علم کا کیا مقام ہوگا' جب عام نبی کی یہ شان ہے تو امام الانبیاء علیہم السلام کی کیا شان ہوگی' سلیمان علیہ السلام جانوروں کی بولیاں جانتے تھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی جانوروں کی زبانیں جانتے تھے' اونٹ بولا تو میرے نبی نے سمجھ کر اس کی مدد فرمائی' ہرنی بولی تو میرے نبی نے اسے قید سے آزادی دلائی' چڑی بولی تو میرے نبی نے اسے بچے دلوائے' درخت شجر حجر میرے نبی کے در پر آئے تو سرکار نے ان سے کلمہ پڑھوایا' درندوں پرندوں جنوں کی زبان میرا نبی سمجھتا تھا' کائنات کی کوئی ایسی بولی نہیں جو میرے نبی کو نہ آتی ہو۔

حضرات اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ہر سال مدینے پاک لے جائے' آپ وہاں جا کر منظر

دیکھیں، میرے آقا کے روضہ پر پوری دنیا کے مسلمان سرکار کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں، ہر بندہ اپنی اپنی بولی میں سرکار کی بارگاہ میں اپنی گزارشات پیش کر رہا ہوتا ہے، پنجابی زبان والا پنجابی میں عرض کرتا ہے، سندھی زبان والا سندھی زبان میں عرض کرتا ہے، پٹھان پشتو میں عرض کرتا ہے، بلوچی بلوچی میں عرض کرتا ہے، امریکی اپنی زبان میں، فرانسیسی اپنی زبان میں، ایرانی اپنی زبان میں، یورپی اپنی زبان میں، بنگلہ دیشی اپنی زبان میں، ہر بندہ اپنی مادری زبان میں رو کر عرض کرتا ہے، صدقے جاؤں آمنہ کے لال پر میرا نبی سب کی بولیاں سمجھتا بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطاء سے سب کی جھولیاں بھرتا بھی ہے۔

آیئے میرے ساتھ برکت کے لیے مل کر پڑھئے!

آقا جی دے بوہے تے غلاماں دیاں ٹولیاں
جی آقا جی دے بوہے تے غلاماں دیاں ٹولیاں
اک سنن والا اے ہزاراں دیاں بولیاں
جی اک سن والا اے ہزاراں دیاں بولیاں
مٹے رنج و غم آزما کر تو دیکھو
ذرا ذکر اُن کا سنا کر تو دیکھو
خدا عزوجل بھی تمہاری یقیناً سنے گا
ذرا اُن کی محفل سجا کر تو دیکھو
یہ کیوں کہتے ہیں ہم مدینہ مدینہ
ذرا تم مدینہ میں جا کر تو دیکھو

شیعہ حضرات کے ایک بہت بڑے مولی ہیں: حسین بخش جاڑا اس نے ایک بڑی عجیب بات کی ہے، وہ کہتا ہے: جب چیونٹی نے چیونٹیوں کو اپنے اپنے گھروں میں داخل ہونے کا حکم دیا تو سلیمان علیہ السلام نے اس کی یہ بات سن لی، اپنے وزیر آصف بن برخیا کو حکم دیا کہ آصف جاؤ! اس چیونٹی کو فوراً گرفتار کر کے میرے دربار میں پیش کرو، جس نے

حکومت کے خلاف چیونٹیوں کو بھڑکایا ہے' حضرت آصف گئے' پوچھا نہیں' تحقیق نہیں کی کہ ان کی سردار کون ہے' حکومت کے خلاف کس نے تقریر کی ہے' جا کے اُسی چیونٹی کو پکڑ کر اللہ تعالیٰ کے نبی کے دربار میں پیش کر دیا حالانکہ چیونٹیوں کا لباس ایک جیسا' ہیئت شکل ایک جیسی' لیکن نبی کے فیض کا صدقہ انہوں نے پہچان لی' حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس چیونٹی کو اپنے ہاتھ کی تلی پر رکھا اور فرمایا: اے چیونٹی! تو بھی ایک قوم کی سردار ہے' میں بھی سردار ہوں' بتا! تیری شان زیادہ ہے یا میری شان؟ چیونٹی اللہ تعالیٰ کے حکم سے بولی: حضور! مقام تو آپ کا زیادہ ہے مگر آج اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی بڑی بلندی عطاء فرمادی ہے' فرمایا: وہ کیسے؟ عرض کی: حضور! آپ ہیں اللہ تعالیٰ کے مقدس نبی اور اس وقت تشریف فرما ہیں تخت پر اور تخت ہے ہوا میں' ہوا نے آپ کے تخت کو زمین سے کئی ہزار فٹ بلندی پر اُٹھایا ہوا ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے مقدس ہاتھ پر جگہ عطاء فرمائی ہے' سرکار! میں زمین کا ایک ذرہ ہو کر ایک حقیر سا جانور ہو کر آپ کے ہاتھ پر بیٹھی ہوں' کیا یہ شان کم ہے؟ کہاں چیونٹی کہاں اللہ تعالیٰ کے پاک پیغمبر کا ہاتھ؟ حضرات! یہ چیونٹی ہے اللہ تعالیٰ کے نبی کے ہاتھ پر آ کر ناز کر رہی ہے' وہ حسین کتنی شان کا مالک ہوگا جو فاطمہ کے بابے کے کندھوں پر چھ سال کھیلتا رہا ہے۔ (گلزارِ خطابت ص ۲۱۔۲۳)

جہڑے موہڈے رسول دے بھن والے تتی ریت اُتے ڈیرے لا بیٹھے
پچھا ہٹن تے عشق نوں لاج لگے پنڈ عشق دی سر تے چا بیٹھے
میرے نانے دی اُمت بخش دیویں منگن رب توں ایہہ دعا بیٹھے
اُوس ویلے امیر شہید ہوئے سجدہ عشق جو کرن ادا بیٹھے

حضرات توجہ کیجئے! اللہ تعالیٰ کے نبی نے پانچ کلومیٹر دور سے چیونٹی کی آواز سن لی' پتہ چلا کہ دور سے آواز سن لینا یہ شرک نہیں۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب کعبہ شریف کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو چہرہ مبارک آسمانوں کی طرف کر کے عرض کی: اے خالق کائنات! تیرا کعبہ مکمل ہو گیا ہے' اب میرے لیے کیا حکم ہے؟ خالق کائنات نے

فرمایا: ''وَاَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ'' سجناں! اب پوری دنیا کے لوگوں میں اعلانِ عام کر دو کہ لوگو آ ؤ! اللہ تعالیٰ کے گھر کعبہ کا طواف کرو اور حج کی سعادت حاصل کرو۔ ''یَاۡتُوۡکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاۡتِیۡنَ مِنۡ کُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ'' سجناں! جب تو اعلان کرے گا دیکھنا پوری دنیا کے لوگ تیری آواز پر لبیک کہتے ہوئے دوڑتے آئیں گے' کوئی پیدل آئے گا کوئی اونٹنی پر سوار ہو کر آئے گا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی: مولا کریم! آپ کا حکم ہے تو ابھی اعلان کر دیتا ہوں' لیکن مولا کریم تیری دنیا بڑی وسیع ہے' میری آواز ساری دنیا کے انسانوں تک کیسے پہنچے گی؟ خالق کائنات نے فرمایا: ''واذن وعلی الابلاغ'' سجناں! تو اعلان کر تیری آواز پوری دنیا میں ہر انسان تک میں آپ پہنچاؤں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک پہاڑ پر تشریف لے آئے' جس کا نام جبل ابی قبیس تھا' اس پر کھڑے ہو کر کانوں میں انگلیاں ڈال کر آواز ماری' فرمایا: ''یَاۤاَیُّھَا النَّاسُ کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡحَجَّ اِلَی الۡبَیۡتِ الۡعَتِیۡقِ'' اے لوگو! او دنیا والو! یا یوں کہہ لیجئے کہ حضرات! ایک ضروری اعلان سنئے! اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنے مقدس گھر کا حج فرض فرما دیا ہے۔ جب آپ نے آواز ماری' پہلے مشرق کی طرف چہرہ کیا پھر مغرب کی طرف' پھر شام کی طرف پھر یمن کی طرف' جب اللہ تعالیٰ کے خلیل علیہ السلام نے آواز ماری تو ''فسمعہ اھل السمآء والارض'' آپ کی آواز آسمان والوں نے بھی سن لی' زمین والوں نے بھی سن لی' جو قریب تھے انہوں نے بھی سن لی جو دور تھے انہوں نے بھی سن لی' جو جاگ رہے تھے انہوں نے بھی سن لی' جو سوئے ہوئے تھے انہوں نے بھی سن لی' جو ماں کے بطن میں تھے انہوں نے بھی سن لی' جو باپ کی پشت میں تھے انہوں نے بھی سن لی' جو دنیا میں آ چکا تھا اس نے بھی سن لی' جو قیامت تک آنے والے تھے انہوں نے بھی سن لی' صدقے جاؤں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور خلیل علیہ السلام کے کمال پر آج ہم سپیکر میں کھڑے ہو کر پوری آواز سے بولتے ہیں مگر آواز چند کلومیٹر تک پہنچتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کا خلیل علیہ السلام صدا مارتا ہے' مکہ شریف میں سنتی ساری کائنات ہے۔ حضرات ایمان داری سے بتانا کہ

خلیل علیہ السلام مارے آواز سن لے ساری خدائی' وہ لوگ بھی سن لیں جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے' اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غلام مارے آواز اور کہے "یا رسول اللّٰہ انظر حالنا" کیا خیال ہے آمنہ کا لال غلام کی آواز نہیں سنتا ہوگا۔

ایویں کرم نہیں ہویا معلوم ہندا میرا حال اوہ کدوں دا سنی بیٹھا
مینوں میرے خیال نے کہیا چپ کر ایہہ خیال اُوہ کدوں دا سنی بیٹھا
حال حال دی ہن نہیں لوڑ کوئی تیری کال اُوہ کدوں دا سُنی بیٹھا
لبھدا پیاں ایں الفاظ توں اج ناصر پر سوال اُوہ کدوں دا سُنی بیٹھا

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آواز ماری تو ساری کائنات نے سن لی' پھر ہر طرف سے آواز آنے لگی: "لبیک اللّٰھم لبیک" اے اللہ عزوجل! میں حاضر ہوں' میں حاضر ہوں۔ علامہ نبہانی حجۃ اللہ علی العالمین میں لکھتے ہیں کہ انسان تو ایک طرف ہر پتھر سے ہر مٹی کے ڈھیلے سے' ہر درخت سے ہر ذرے سے آواز آئی: پیارے اللہ عزوجل میں حاضر ہوں' میں حاضر ہوں' کسی نے لبیک کہا' کسی نے کہا: لبیک الھنا' اے خالق کائنات! ہم حاضر ہیں' ہم نے اطاعت کی' کسی نے جواب دیا: لبیک اجبنا' اے پیارے رب العالمین! ہم حاضر ہیں' ہم نے قبول کیا کسی نے ایک مرتبہ کہا لبیک' کسی نے دو مرتبہ کہا لبیک' کسی نے تین مرتبہ' کسی نے پانچ مرتبہ' کسی نے دس مرتبہ' کسی نے بیس مرتبہ' کسی نے پچاس مرتبہ' کوئی آواز سن کر خاموش ہو گیا۔ مفسرین فرماتے ہیں: جس نے جتنی مرتبہ لبیک کہا' انشاء اللہ وہ بندہ اتنی مرتبہ حج کرے گا' جو بولا نہیں' چاہے کروڑوں کا مالک ہو وہ امریکہ' انگلینڈ' فرانس جا سکتا ہے مگر مکہ شریف اور مدینہ شریف نہیں جا سکتا۔

(تفسیر ابن ابی حاتم' تفسیر روح البیان' تفسیر کنز الایمان' تفسیر نور العرفان' تفسیر جلالین' تفسیر قرطبی' تفسیر تبیان القرآن ج ۷ ص ۷۳۷' تفسیر ضیاء القرآن ج ۳ ص ۲۱۰' تفسیر ابن کثیر' تفسیر مظہری ج ۸ ص ۳۶' حجۃ اللہ علی العالمین ص ۱۱۹۰)

حضرات بتایئے! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ساری دنیا کے انسانوں کو مکہ

شریف میں کھڑے ہو کر آواز ماری کہ نہیں؟ قرآن کہتا ہے کہ ماری۔ پتہ چلا دور سے پکارنا یہ شرک نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کے خلیل علیہ السلام کی سنت ہے۔
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد جب صدیق اکبر امیر المؤمنین بنے تو آپ نے جھوٹے نبی مسیلمہ کذاب کا سر کچلنے کے لیے حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں ایک لشکر تیار کیا' پھر حضرت خالد کو اپنے دربار میں بلایا' فرمایا: خالد' عرض کی: جی امیر المؤمنین! فرمایا: جانتے ہو مسیلمہ کذاب نے ایک تو جھوٹا نبوت کا اعلان کیا ہے اور دوسرا اسلام کو مٹانے کے لیے اس نے ساٹھ ہزار کا لشکر بھی تیار کر لیا ہے؟ عرض کی: حضور! مجھے بھی پتہ تو چلا ہے' فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ تیری قیادت میں صحابہ کا لشکر بھیجوں' بتا کتنے سپاہی چاہیے۔ لیکن یہ یاد رکھنا مدینہ اس وقت آنا جب اس بے ایمان کو جہنم رسید کر لینا۔ حضرت خالد نے عرض کی: حضور! ایسا ہی ہوگا' فرمایا: اچھا بتا! فوج کتنی چاہیے؟ عرض کی: حضور! تیرہ ہزار بڑے ہیں' فرمایا: دیکھ لو وہ ساٹھ ہزار ہیں اور تم اتنی تھوڑی فوج کا مطالبہ کر رہے ہو' عرض کی: حضور! کوئی بات نہیں وہ سامان کے سر پر لڑیں گے' ہم ایمان کے بل بوتے پر لڑیں گے۔ فرمایا: اچھا جاؤ! تیرہ ہزار ساتھی لے جاؤ! اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا۔ حضرت خالد بن ولید اسلام کے فوجیوں کو ساتھ لے کر چل پڑے' یہ مسیلمہ بے ایمان یمامہ میں رہتا تھا' یہ یمامہ سعودی عرب کے شہر ریاض جو سعودی حکومت کے دار الخلافہ ہے' اس کے ساتھ ایک بستی ہے وہاں رہتا تھا۔ مدینہ پاک سے پندرہ سو کلومیٹر دور ہے' یہ بستی جب حضرت خالد اسلام کے سپاہی لے کر مسیلمہ کی طرف چلے تو مسیلمہ کذاب کو بھی پتہ چل گیا کہ اسلام کے سپاہی میرے ساتھ لڑنے آ رہے ہیں' وہ بھی عرب کے طاقت ور سپاہی لے کر میدان میں آ گیا۔ حضرات بظاہر یہ کوئی مقابلہ نہیں تھا' مسلمان صرف تیرہ ہزار اور بے ایمان ساٹھ ہزار' جب لڑائی شروع ہوئی تو مسیلمہ کے سپاہیوں نے اتنی شدت کے ساتھ حملہ کیا کہ مسلمانوں کے کئی سپاہی شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کے پیر اکھڑ گئے' خطرہ تھا کہیں اسلام کو شکست نہ ہو جائے' بے ایمان

غالب نہ آ جائیں۔ جب حضرت خالد نے مسلمانوں کو پریشانی کے عالم میں دیکھا تو آپ نے فرمایا: ساتھیو! مر تو جانا ہی ہے اگر اسلام کی خاطر جان چلی جائے تو یہ سودا بڑا سستا ہے' لہٰذا مل کر اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر پوری قوت سے حملہ کرو' انشا اللہ فتح ہماری ہی ہوگی۔ حضرت خالد کی تقریر سن کر سپاہیوں میں نیا جذبہ پیدا ہوا' سب نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر پھر مسیلمہ کذاب کی فوج پر حملہ کر دیا' جب مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا تو مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھی بھی اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک ماننے والے تھے' جھگڑا تو سرکار کی نبوت کا تھا' اُنہوں نے بھی اللہ اکبر کے نعرے مارنے شروع کر دیئے۔ اب عجیب ماحول بن گیا کہ مسلمان بھی اللہ اکبر کے نعرے لگا رہے ہیں اور بے ایمان مرتد بھی اللہ اکبر کے نعرے مار رہے ہیں۔ اب پتہ نہیں چل رہا تھا کہ جھوٹے کون ہیں اور سچے کون ہیں۔ حضرت خالد نے جب مسیلمہ کذاب کے ساتھیوں کو اللہ اکبر کے نعرے مارتے دیکھا تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ ساتھیو آؤ! اب وہ نعرہ مار کر ان پر حملہ کرتے ہیں جو ہم ہر میدان میں لگاتے ہیں' جو ہماری پہچان ہے جو ہماری نشانی ہے۔ ''ونـاداہ بشعار المسلمین'' آؤ وہ پکاریں جو مسلمانوں کی عادت ہے' مسلمانوں کا شعار ہے' پھر صحابہ نے کون سا نعرہ لگایا'' وکان شعارھم یومئذ ''اس دن مسلمان یہ نعرہ لگا رہے تھے' صحابہ یہ آواز لگا رہے تھے کہ ''یـا مـحـمـدا یا محمداہ ''۔ حضرات توجہ فرمائیں! صحابہ کرام مدینہ پاک سے پندرہ سو کلومیٹر دور ہیں' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو چکا ہے' مشکل وقت ہے' مصیبت میں گھرے ہوئے ہیں اور نعرے مار رہے ہیں'' یا محمداہ صلی اللہ علیہ وسلم ''شرک اور بدعت کے مسئلے جاننے والے قرآن اور حدیث کو پہچاننے والے مشکل کے وقت کہتے ہیں: ''یا محمداہ صلی اللہ علیہ وسلم ''حضرات! اگر یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا جائے تو اس کا معنی ہوگا: اے بار بار تعریف کیے میرے آقا! اگر الف اور ھا زیادہ کر دیا جائے تو پھر معنی فریاد کا ہوگا' پھر معنی ہوگا: اے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام! ہماری فریاد بھی سنئے اور

ہماری مدد بھی فرمایئے۔ صحابہ نے صرف یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہا بلکہ یا محمداہ کہا ہے اے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام! ہماری فریاد بھی سنئے اور مدد بھی کیجئے۔ حضرات لوگ کہتے ہیں کہ کسی نبی ولی کو دور سے نہ پکارو یہ شرک ہے اب دیکھئے صحابہ مدینہ پاک سے دور بھی ہیں سرکار کا وصال بھی ہو چکا ہے پھر بھی صحابہ سرکار کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں: ''یا محمداہ'' پتہ چلا کوئی مشکل آ جائے کوئی مصیبت آ جائے کوئی اوکھا ویلا آ جائے تو آمنہ کے لال کو یا رسول اللہ مدد کر کے بلا لیا جائے تو کوئی شرک والی بات نہیں بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے صحابہ کی سنت ہے۔

نام لیندیاں سینے وچہ ٹھنڈ پیندی یا محمد ﷺ محمد پکاردا ہاں
اُودوں مشکل حل ہو جاندی میری تینوں سوہنیاں جدوں پکاردا ہاں
گھر بٹھیاں لیناں واُن ویکھ نقشہ دن خوشیاں دے وچہ گزاردا ہاں
واصف قرب حضور دا لکھن لگیاں پہنچ نظر مدینہ چہ ماردا ہاں

حضرات پتہ چلا یا رسول اللہ مدد یہ نعرہ سنیوں کی ایجاد نہیں بلکہ یہ وہ نعرہ جو صحابہ کے دور سے چلتا آ رہا ہے۔ ہاں اس نعرے کو روکنا اور شرک کہنا یہ آج کل کے مولویوں کا طریقہ ہے۔ یہ وہ نعرہ ہے جو صحابہ نے لگایا تابعین نے پکارا تبع تابعین نے پکارا ائمہ کرام نے پکارا ولیوں نے پکارا تماشہ تو یہ ہے جو شرک کے فتوے لگاتے ہیں ان کے بزرگوں نے بھی لگایا۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی جو تمام چوٹی کے دیوبندی علماء کے پیر ہیں۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کے پیر مولوی قاسم نانوتوی کے پیر مولوی اشرف علی تھانوی کے پیر مولوی حسین احمد کے پیر مولوی خلیل احمد کے پیر وہ ہندوستان میں بیٹھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

یا محمد مصطفیٰ ﷺ فریاد ہے
یا حبیب کبریا ﷺ فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل

اے مرے مشکل کشا فریاد ہے

(کلیاتِ امدادیہ ص ۹۰-۹۱)

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دیوبند ہندوستان میں مدرسہ دیوبند میں بیٹھ کر سرکار کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

مدد کر احمدی کہ تیرے سوا

نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

ہزاروں جرموں کے آگے یہ نام کا اسلام

کرے گا یا نبی اللہ یہ کیا پکار

(قصائد قاسمی ص ۶)

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب سرکار کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ

یا شفیع العباد خذ بیدی

انت فی الاضطرار معتمدی

اے بندوں کی شفاعت کرنے والے! میری مدد فرمایئے' آپ مشکلات میں میری آخری اُمید گاہ ہیں

یا رسول الالٰہ بابك لی

من غمام الغموم ملتحدی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں غموں کے بادلوں میں گھرا ہوا ہوں' میری پناہ آپ ہی کا دروازہ ہے۔ (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۱۹۴)

تمام غیر مقلدین اور اہل حدیث کے بہت بڑے عالم نواب صدیق حسن بھوپالی سرکار کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ

یا سیدی یا عروتی ووسیلتی
یا عدتی فی شدۃ ورخاء

اے میرے سردار! اے میرے سہارے اور میرے وسیلے! اے میرے سختی و نرمی کی حالت میں ساز و سامان۔

(مآثر صدیقی موسوم بہ سیرت والا جاہی ج ۲ ص ۳۰' قصیدۃ العربیہ فی مدح خیر البریہ' راہِ حق ص ۵۳۔۵۶)

حضرات! یہ سارے دیوبندی وہابی علماء ہندوستان میں بیٹھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکار بھی رہے ہیں اور مدد بھی مانگ رہے ہیں' اگر دور سے پکارنا شرک ہوتا تو یہ توحید کے علمبردار علماء کبھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ پکارتے' اگر یارسول اللہ پکارنے سے ان کے ایمان میں کوئی فرق نہیں پڑا تو اگر ہم پاکستان میں بیٹھ کر سرکار کو یارسول اللہ کہہ کے پکار لیں تو کون سی قیامت آجائے گی۔

منّن والا حضور دا جس وسیلے گھمن گھیریاں دے وچ گھر جاندا
جیہڑے وسیلے رسالت دا لائے نعرہ سینہ خیر طوفان دا چِر جاندا
سایہ اوہدے تے رحمتاں کرن آکے جیہڑا ابجت دی پوڑی توں گر جاندا
ہرگز مشکلاں رہن نہ فیر ناصر چہرہ جدوں مدینے نوں پھر جاندا

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ جب صحابہ پر مشکل آئی' صحابہ کے قدم اکھڑنے لگے' صحابہ مغلوب ہونے لگے تو انہوں نے یامحمداہ کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔

(تاریخ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۱۷' تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۱۱' تاریخ ابن اثیر ج ۲ ص ۱۵۲' راہِ حق ص ۳۸)

جب صحابہ نے یارسول اللہ! یامحمد صلی اللہ علیہ وسلم مدد! کے نعرے لگائے تو مسیلمہ کذاب کے سارے ساتھی یہ نعرہ سن کر ڈر گئے' مغلوب ہو گئے' اللہ تعالیٰ نے یار کے صدقے مدد فرمائی' اکیس ہزار مسیلمہ کے سپاہی مارے گئے' دوسرے میدان چھوڑ کر بھاگ گئے' جب مسیلمہ نے دیکھا کہ میرے ساتھی میدان چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں تو یہ بے ایمان بھی میدان چھوڑ کر ساتھ ہی ایک باغ تھا' اس میں سے ہوتا ہوا باہر آیا' جونہی

باہر آیا تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی تھے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ انہوں نے ایک ایسا نیزہ مارا کہ اس مردود کے سینے میں جا لگا اور سینے سے پار ہو گیا' اُس وقت گھوڑے سے نیچے گرا اور سیدھا جہنم میں پہنچ گیا۔

(خطبات ختم نبوت ج ۱ص ۳۴-۳۵' مدارج النبوت ج ۲ص ۵۰۲-۵۰۴)

وہ وے سب بے ندی غماں دی رات کالی نال نور دے رہیے تے ٹل جاندی
مشکل جیہڑی وی آوے پئی راہ اُتے کملی والے نوں کہیئے تے ٹل جاندی
فوج دکھاں تے دکھاں دی کرے حملہ بوہے آقا دے بہیئے تے ٹل جاندی
ناصر شاہ ہر گھڑی مصیبتاں دی نام سوہنے دا لیے تے ٹل جاندی

حضرات! آپ قرآن مجید کا مطالعہ کر کے دیکھیں' جب سیدنا یوسف علیہ السلام بکتے بکتے زلیخا کے پاس پہنچے تو زلیخا سیدنا یوسف علیہ السلام کے جلوے برداشت نہ کر سکی' اس نے اپنی نفسانی خواہش پورا کرنے کے لیے اور یوسف علیہ السلام کو اپنے جال میں پھنسانے کے لیے ایک سات کمرے والا محل تیار کرایا' حضرات وہ محل ایسا نہیں تھا جیسے آج کل بنگلے اور کوٹھیاں بنی ہوتی ہیں بلکہ اس نے ایسا محل تیار کرایا کہ ایک کمرے میں دوسرا کمرہ' دوسرے کمرے میں تیسرا کمرہ' تیسرے میں چوتھا' کمرہ' اس طرح سات کمرے بنوائے' بڑے خوبصورت بڑے حسین وجمیل ہیرے اور جواہرات کا کام کرایا' ہر کمرے کی دیواروں پر ننگی تصویریں بنوائیں' فرشوں پر نفیس قسم کے قالین بچھوائے' سونے اور چاندی کے برتن رکھوائے' اعلیٰ قسم کی کرسیاں اور فرنیچر سجوایا' جب محل تیار ہو گیا تو زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کی بارگاہ میں آئی' بڑے ادب سے عرض کرنے لگی: حضور! میں نے ایک بڑا خوبصورت محل بنوایا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اس میں رہائش رکھنے سے پہلے افتتاح آپ سے کراؤں' مہربانی فرماؤ! ذرا دیکھو تو سہی! ذرا نظر تو مارو' میں نے کیسا محل بنوایا ہے' اللہ تعالیٰ کا نبی انکار نہ کر سکے' چل پڑے' جب محل کے پہلے کمرے میں داخل ہوئے تو زلیخا نے عرض کی: حضور! دیکھئے میں نے کتنا پیسہ خرچ کیا ہے' اس کی دیواریں

دیکھیں' اس کی چھت دیکھیں' حضرت یوسف علیہ السلام کمرے کو دیکھنے لگے تو زلیخا نے نظر بچا کر پہلے کمرے کو کنڈی لگا کر تالا لگا دیا' پھر زلیخا آپ کو دوسرے کمرے میں لے گئی' یوسف علیہ السلام نے عرض کی: حضور! یہ کمرہ دیکھیں' یہ اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کمرہ دیکھنے لگے' زلیخا نے اس کمرے کو بھی تالا لگا دیا' اسی طرح ہر کمرے کا تالا لگاتی لگاتی جب ساتویں کمرے میں پہنچی تو سیدنا یوسف علیہ السلام نے دیکھا اس کمرے میں زلیخا کا وہ بت بھی پڑا ہے جس کی وہ پوجا کرتی تھی' زلیخا نے ساتویں کمرے کا بھی تالا لگا دیا' پھر پیار سے حضرت یوسف علیہ السلام سے عرض کی: حضور! کھڑے کیوں ہو' بیٹھئے نا! حضرت یوسف علیہ السلام کمرے میں بیٹھ گئے' زلیخا جس کا اصل نام تھا: راعیل بن طیموس' اُس نے ایک چادر لے کر اپنے بت پر ڈال دی' بت کو چادر میں چھپا دیا' حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: راعیل بی بی! یہ کیا کر رہی ہو؟ زلیخا نے کہا: حضور! چونکہ ہم دونوں نے اب گناہ کرنا ہے اور مجھے شرم آتی ہے کہ میرا خدا میرا معبود میرا گناہ دیکھے' اس لیے میں نے اس پر چادر ڈال دی ہے تا کہ یہ ہمارا گناہ نہ دیکھ سکے' حضرت یوسف علیہ السلام نے سنا تو آہیں نکل گئیں' آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ زلیخا نے کہا: اے حسینوں کے سردار! میری بات سن کر رو کیوں پڑے ہو؟ اللہ تعالیٰ کے مقدس نبی نے فرمایا: زلیخا رو تو اس لیے رہا ہوں تمہیں اپنے جھوٹے خدا کی اتنی فکر ہے جو پتھر کا یا سونے کا بنا ہوا ہے جو نہ دیکھ سکتا ہے نہ سن سکتا ہے' نہ چل سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان' مگر میرا اللہ عزوجل تو وہ معبودِ برحق ہے جو کائنات کے ذرے ذرے کو دیکھ رہا ہے' کوئی دیوار کوئی پہاڑ کوئی پردہ اُسے دیکھنے سے نہیں روک سکتا' بتا میں اس معبودِ برحق کے سامنے کون سا پردہ کروں؟

یوسف پچھے دس زلیخا تے پردیوں پار کیائی
کہے زلیخا گلیں باتیں تے توں کیوں دیر لگائی

زلیخا نے جواب دیا کہ

پردیوں پار ھیا رب میرا تے میں پوجاں جس تائیں
پردہ پایا مت اُو ویکھے تے میرا عمل اِتھائیں
آہ بھری سُن یوسف رویا تے سنگوں سنگ تُسا ہیں
دانا بینا تھیں میں غافل تے شرم میرے وچہ ناہیں

(تفسیر مظہری ج ۶ ص ۱۴۰' تفسیر روح البیان پ ۱۲ ص ۲۸۴' قصص الحسنین ص ۱۳۴۔۱۳۵)

زلیخا یہ بات کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس بیٹھ گئی' خود بھی حسن کی ملک تھی کیونکہ بادشاہ کی بیٹی تھی' آگے بادشاہ کی بیوی تھی' زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کے چہرے کو دیکھ کر کہا: یوسف! دیکھو تمہارا چہرہ کتنا خوبصورت ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کو سمجھانے کے لیے فرمایا: زلیخا! چہرہ جتنا بھی خوبصورت ہو' مرنے کے بعد اس کو قبر کی مٹی کھا جاتی ہے۔ زلیخا نے کہا: یوسف! تمہاری شکل کتنی پیاری ہے' اللہ تعالیٰ کے نبی نے فرمایا: یہ میرا کمال نہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے میری شکل ماں کے پیٹ میں بنائی تھی' زلیخا نے کہا: یوسف! تمہاری آنکھیں کتنی پیاری ہیں' حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: مرنے کے بعد سب سے پہلے قبر میں یہی ختم ہوتی ہیں' زلیخا نے کہا: یوسف تمہاری زلفیں کتنی حسین ہیں' حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: مرنے کے بعد زلفیں بھی جسم سے جدا ہو جاتی ہیں' زلیخا نے کہا: یوسف تمہاری صورت میرے دل میں گھر کر چکی ہے تیرے بغیر نہیں رہ سکتی' حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: یہ اس لیے کہ شیطان تجھ پر مکمل حاوی ہو چکا ہے' زلیخا جو بھی بات کرتی اللہ تعالیٰ کا نبی آگے سے بڑی حکمت بھرا جواب دیتے تاکہ زلیخا اس بُرے ارادے سے باز آ جائے مگر زلیخا نے تو حضرت یوسف علیہ السلام کو بلوایا ہی برائی کی خاطر تھا' زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کا بازو پیار سے پکڑ کر کہا: یوسف! چھوڑو ان باتوں کو' تم بھی جوان ہو میں بھی جوان ہوں' دروازے بند ہیں کوئی دیکھنے والا نہیں' ریشمی بستر بچھا ہوا ہے' آؤ! میری خواہش پوری کرو' اللہ تعالیٰ کے پاک نبی نے فرمایا: زلیخا! اگر میں نے تیرے ساتھ برائی کر لی تو جنت میں

میرا حصہ نہیں ہوگا' میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

(تفسیر ابن حاتم' الوسیط ج ۲ص ۶۰۷' معالم التنزیل ج ۲ص ۳۵۲' احکام القرآن ج ۹ص ۱۴۵' تبیان القرآن ج ۵ص ۱۳۱' تفسیر مظہری ج ۶ص ۱۳۷' تفسیر روح البیان پ ۱۲ص ۵۷۷)

حضرات خالق کائنات اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے: ''وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ '' اور بہلانے پھسلانے لگی' آپ کو وہ عورت جس کے گھر میں آپ رہتے تھے کہ آپ اس سے اس کی حاجت پوری کریں اور ایک دن اس نے تمام دروازے بند کر دیئے۔ ''وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ '' اور بڑی محبت سے کہنے لگی: بس آ بھی جاؤ۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میں اس کام سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں یہ کام نہیں ہو سکتا۔ ''اِنَّهٗ رَبِّيْ اَحْسَنَ مَثْوَايَ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ '' بے شک تیرا خاوند میرا محسن ہے' اس نے مجھے بڑی عزت سے ٹھہرایا ہے' بے شک ظالم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ صدقے جاؤں اللہ تعالیٰ کے پاک نبی پر' بادشاہ کی بیوی ہے' حسن کی ملکہ ہے' اکیلا گھر ہے' بظاہر دیکھنے والا بھی کوئی نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی کیسے حفاظت فرمائی کہ بجائے برائی کرنے کے نگاہیں جھکا کے کہتے ہیں: میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ حضرات ہوتا آج کل کوئی عام انسان وہ موقع غنیمت جان کر اپنا منہ کالا کر بیٹھتا مگر صدقے جاؤں اللہ تعالیٰ کے محبوبوں پر اللہ تعالیٰ کا ان پر کتنا کرم ہوتا ہے' قدم قدم پر ان کی مدد فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۂ یوسف' پ ۲' آیت: ۲۴ میں مزید وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ''وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْ لَا اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ '' زلیخا نے پکا برائی کا ارادہ کر لیا تھا' حضرت یوسف علیہ السلام بھی ارادہ کر لیتے' اگر وہ نہ دیکھتے اپنے رب عزوجل کی روشن دلیل۔ ضرور زلیخا نے تو زنا کا ارادہ کر لیا مگر اللہ تعالیٰ کے نبی نے ارادہ نہ فرمایا کیونکہ اِدھر زلیخا آپ کو برائی کی طرف مائل کر رہی تھی اُدھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اپنی برہان دکھلائی تاکہ میرے نبی کے پیر اور مضبوط ہو جائیں' یہ برائی کی بات سوچ بھی

سکے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ برہان سے کیا مراد ہے' وہ کون سی دلیل ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بند کمروں میں دکھا دی تو حضرات یہاں برہان سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام کی ذات پاک ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام' حضرت یوسف علیہ السلام کے والد ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں پ۶' النساء:۱۷۴ میں اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد پاک کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ''یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ'' اے لوگو! تمہارے پاس محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت میں تمہارے پاس ایک روشن دلیل آ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے پ۶ میں آمنہ کے لال کو برہان فرمایا اور سورۂ یوسف میں اپنے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام کو برہان فرمایا۔ (تفسیر نور العرفان ص ۳۷۸)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کو بند مکان ساتویں کمرے میں لے گئی اور برائی کی طرف مائل کرنے لگی تو اللہ تعالیٰ کے نبی پریشان ہو گئے' پھر کیا ہوا اچانک اس کمرے کی چھت پھٹ گئی ''انہ تمثل یعقوب'' اچانک حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی زیارت کی ''فراہ عاضا اصابعہ ویقول اتعمل عمل الفجار'' حضرت یعقوب علیہ السلام حیرت سے اپنی انگلی منہ میں ڈال کر کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ بیٹا کیا تو گناہ گاروں کی طرح بُرائی کرے گا ''وانت مکتوب فی زمرۃ الانبیاء'' حالانکہ تو تو انبیاء کی فہرست میں داخل ہو چکا ہے۔ سبحان اللہ! حضرات توجہ کیجئے! کہاں مصر کہاں کنعان' یعقوب علیہ السلام بیٹے سے ڈھائی سو کلومیٹر دور ہیں مگر صدقے جاؤں نبوت کے علم غیب پر' ڈھائی سو کلومیٹر دور بیٹھ کر دیکھ بھی رہے ہیں اور بیٹے کی مدد بھی فرما رہے ہیں' کیوں؟ اس لیے کہ یعقوب علیہ السلام ہیں باپ' یوسف علیہ السلام ہیں بیٹے' یعقوب علیہ السلام ہیں پیر' یوسف علیہ السلام ہیں مرید۔ مرید جتنا بھی دور چلا جائے وہ پیر کی نگاہ سے دور نہیں ہو سکتا۔ دیوبندیوں کے بہت بڑے مولوی رشید

احمد گنگوہی لکھتے ہیں کہ ہم مرید بیقین داند کہ روح شیخ مقید بیک مکان یست پس ہر جا کہ میر ید باشد قریب یا بعید' اگر چہ از شیخ دور است اما روحانیت اُو دور نیست چوں ایں امر محکم دارد ہر وقت شیخ را بیاد دو بط قلب پیدا آیا و ہر دم مستفید بود مرید در حال واقعہ محتاج شیخ بود۔ یعنی مرید یہ بھی یقین سے جانے کہ شیخ کامل کی روح ایک جگہ میں مقید نہیں ہوتی بلکہ مرید جہاں بھی ہو دور ہو یا نزدیک' اگرچہ پیر کے جسم سے دور بھی ہو لیکن وہ پیر کی روحانیت سے دور نہیں' جب یہ بات پختہ ہوگئی تو ہر وقت پیر کو یاد رکھے' یعنی تصور شیخ کرے اور دلی تعلق اس سے ظاہر ہو اور ہر وقت اس سے فائدہ حاصل کرتا رہے' مرید واقعتاً اپنے شیخ اور مرشد کا محتاج ہوتا ہے۔ (امداد السلوک فارسی ص ۱۰' اُردو ص ۶۷)

حضرت یعقوب علیہ السلام پیر تھے' پھر کیسے مرید سے دور رہ سکتے تھے۔ مولانا غلام فرید فرماتے ہیں کہ

عملاں والے لگ پار گئے تے کوئی غافل گو تے کھاندے
غلام فریدا ڈب نہ دیون تے ہوندے کامل پیر جناندے

یعقوب علیہ السلام کنعان میں یوسف علیہ السلام مصر میں' بظاہر بڑا فاصلہ لیکن حقیقت میں کتنے قریب ہیں' یہی بات عارفوں کے بادشاہ نے فرمائی کہ

کی ہویا بت دور گیا تے دل ہرگز دور نہ تھیورے ہو
سیاں کوہاں تے میرا مرشد وسدا تے مینوں وچہ حضور دسیوے ہو
جس دے اندر عشق دی رتی اُو بناں شرابوں کھیوے ہو
نام فقیر اوہناں دا باہو تے قبر جناں دی جیوے ہو

حضرت یعقوب علیہ السلام' یوسف علیہ السلام کو نظر آئے' فرمایا: بیٹا! دیکھنا نبی کے بیٹے ہو' کہیں نبوت کی سفید چادر پر داغ نہ آ جائے۔

نظر پئی یعقوب پیغمبر تے منہ وچ انگلی پائی
نال دھائیاں منع کریندا تے روندا نال جدائی

''تمثل لہ یعقوب فضرب فی صدرہ'' حضرت یعقوب علیہ السلام' حضرت یوسف علیہ السلام کو نظر آئے تو آپ نے یوسف علیہ السلام کے سینے پر ہاتھ مارا' فرمایا: بیٹا خیال کرنا!

ہتھ یوسف دے سینے اُتے تے رکھیا باپ پیارے
جد میری نوں داغ نہ لاویں تے اے فرزند سمھارے
ایسے کارن شہر کنعانوں میں ہٹکن آیا تینوں
زخم جدائی والے اندر تے سانت نہ لاویں مینوں

جب یعقوب علیہ السلام نے بیٹے کو زیارت فرما کر وصیت فرمائی تو یوسف علیہ السلام کا دل اور بھی مضبوط ہو گیا' اب یوسف علیہ السلام نے نظر اُٹھائی تو دیواروں پر تصویریں مٹ چکی ہیں' چاروں طرف اللہ تعالیٰ کا کلام لکھا گیا۔ ایک طرف لکھا ہوا تھا: ''وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَّسَآءَ سَبِيْلًا'' خبردار! زنا کے قریب بھی نہ جانا وہ بڑی بے حیائی کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا کام ہے اور بڑا ہی بُرا راستہ ہے۔ دوسری طرف لکھا ہوا تھا: ''وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لوگو! ہم نے تمہارے اوپر دو نگرانی کے لیے فرشتے مقرر کر دیئے ہیں جن کا نام کراماً کاتبین ہے۔ تیسری دیوار پر لکھا ہوا تھا: ''وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ'' لوگو! تم جس حال میں ہو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔ چوتھی دیوار پر لکھا ہوا تھا: ''اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ'' اللہ تعالیٰ ہر بندے کے عمل پر حاضر ناظر ہے۔

(تفسیر ابن کثیر اُردو پ۱۲ ص ۵۲' تفسیر مظہری اُردو ج ۶ ص ۱۳۹۔۱۴۰' تفسیر روح البیان پ۱۲ ص ۸۲۷)

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب والد کی زیارت کی' اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا نظارہ فرمایا تو خالق کائنات کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام نے عرض کی: ابو! آپ کی بڑی مہربانی' آپ نے اللہ تعالیٰ کی عطاء سے اس شیطانی جال میں میری مدد فرمائی ہے مگر زلیخا نے ہر کمرے کو تالا لگا کر چابی اپنے پاس رکھی ہوئی ہے' اب کیسے اس برائی سے جان

چھڑا کر باہر جاؤں۔ خالق کائنات کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: بیٹا! پریشان نہ ہو! جو تیری چھت پھاڑ کر یہاں پہنچ سکتا ہے وہ تیرے دروازوں کے تالے کھول کے تمہیں یہاں سے نکلوا بھی سکتا ہے' بیٹا بھاگنا تیرا کام ہے' تالے کھولنا میرا کام ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے دوڑنا شروع کر دیا' جس دروازے پر پہنچتے ہیں' اللہ تعالیٰ کی قدرت سے تالا کھل کر دروازہ خود بخود کھلتا جاتا ہے۔ سبحان اللہ!

جس دروازے پہنچے یوسف تے تختے کھل دے جاون
چھن چھن کر کے قفل تمامی تے طرف زمین تے آون

اللہ تعالیٰ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ''كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ'' یوں ہوا تاکہ ہم دور کر دیں یوسف علیہ السلام سے برائی اور بے حیائی' بے شک وہ ہمارے ان بندوں میں سے تھے جو چن لیے گئے ہیں۔ حضرات توجہ کیجئے! حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں کنعان میں' یوسف علیہ السلام ہیں مصر میں' مگر قربان جاؤں یعقوب علیہ السلام کے علم غیب پر کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عطاء سے سینکڑوں میل دور بیٹھ کر یہ منظر دیکھ بھی رہے ہیں اور بیٹے کی مدد بھی فرما رہے ہیں۔ جب یعقوب علیہ السلام کے علم کا یہ مقام ہے تو فاطمہ کے بابے کے علم کا کیا مقام ہوگا' جس کے علم کے نعرے اللہ تعالیٰ کا قرآن لگا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے پ۵' النساء: ۱۱۳ میں ارشاد فرماتا ہے: ''وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا'' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! ہم نے آپ کو سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔ حضرات! میرے پیارے رب العالمین نے اس آیت کریمہ میں اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کی حد بتائی ہے کہ میں نے یار سے کچھ چھپایا ہی نہیں۔ اب پڑھیے قرآن مجید کا پ۳۰' التکویر: ۲۴' اللہ تعالیٰ یار کے علم غیب کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ''وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ'' لوگو! میرا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام غیب بتانے

میں ذرا بھی بخل سے کام نہیں لیتا۔ حضرات توجہ فرمائیں! اللہ تعالیٰ نے یار کو غیب کے خزانے عطاء فرمائے ہیں تو تبھی آگے بھی بتاتا ہے اگر بقول مولوی خلیل احمد دیوبندی کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو معاذ اللہ دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں۔ (براہین قاطعہ ص ۵۱) اگر سرکار کو علم غیب ہوتا ہی ناں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آگے غیب بتاتے کیسے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا یار غیب بتانے میں کنجوسی نہیں کرتا' غیب بتانے میں بڑا سخی ہے' مگر افسوس زکوٰتوں فطرانوں پر پلنے والے ملوانے کہتے ہیں کہ معاذ اللہ سرکار کو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں۔

اُتے فلکاں تے عرش سامان جو سی اللہ پاک نے سب کچھ وکھا دتا
دوزخ جنت تے لوح محفوظ کرسی ہر اک چیز دا پتہ بتا دتا
سورج چند تارے حور و ملک غلمان نالے نبیاں نے سر جھکا دتا
کیتا مختار محبوب نوں ہر شی دا اے رنگیلیا رب ﷺ فرما دتا

دیوبندیوں کے بہت بڑے عالم ہیں مولوی شبیر احمد عثمانی' انہوں نے تفسیر عثمانی میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبریں دیتا ہے' ماضی سے متعلق ہو یا مستقبل سے' یا اللہ کے اسماء وصفات سے یا احکامِ شرعیہ سے' یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے یا جنت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے اور ان چیزوں کے بتلانے سے ذرا بخل سے کام نہیں لیتا۔ حضرات! جب آمنہ کا لال سب کچھ بتاتا ہے تو پھر سرکار کے علم کے بارے میں جھگڑے کیوں کیے جاتے ہیں' مناظرے کیوں کیے جاتے ہیں؟ کیا پیٹ کی خاطر؟ کیا اپنی جماعت کی احیاء کی خاطر؟ یا قوم کو لڑانے کی خاطر؟ خوفِ خدا شرم نبی یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں۔ اب برکت کے لیے ایک مسلم شریف کی حدیث پاک سن لیجئے! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے پیارے صحابی ہیں حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ' آپ کی کنیت ہے ابو زید' آپ فرماتے ہیں: ''صلّی بنا رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم یومًا الفجر'' آپ فرماتے ہیں: ایک دن

سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں صبح کی نماز با جماعت پڑھائی، جب جماعت ہو گئی، نماز ختم ہو گئی تو ''فصعد علی المنبر'' تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منبر پر تشریف لے گئے ''فخطبنا'' اور ہمیں وعظ کرنا شروع کر دیا، آپ نے تقریر کرنی شروع کر دی ''حتی حضرت الظھر'' تقریر کرتے کرتے ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا، حضرت بلال نے اذانِ ظہر دی ''فنزل فصلّٰی'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منبر شریف سے اترے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی، نمازِ ظہر پڑھانے کے بعد پھر آپ منبر پر تشریف لے گئے، پھر ہمیں خطبہ دینا شروع کر دیا، یہاں تک کہ عصر کی نماز کا قائم ہو گیا، مؤذن نے اذان دی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کو جماعت کرائی، جماعت کرانے کے بعد پھر آمنہ کا لال منبر پر جلوہ افروز ہو گئے، پھر سے آپ نے صحابہ کو خطبہ دینا شروع کر دیا، تقریر کرنی شروع کر دیا ''حتی غربت الشمس'' یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ سارا دن اللہ تعالیٰ کا حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام وعظ فرماتے رہے، تقریر کرتے رہے، بیان کیا کیا؟ سنئے! حضرت ابو زید فرماتے ہیں: ''فاخبرنا بما ھو کائن الٰی یوم القیمۃ'' کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا وہ سب کچھ بتا دیا ''قال فاعلمنا احفظنا'' حضرت ابو زید فرماتے ہیں کہ ہم میں سے سب سے بڑا عالم وہ ہے جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریر کو یاد رکھا۔

(مسلم شریف ج ۲ ص ۳۹۰، مشکوٰۃ شریف، مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۲۵۸)

حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کو قیامت تک کے حالات تفصیل کے ساتھ بتائے، ذرے ذرے کی خبریں سنائیں، ایک دن میں یہ سب تو بتایا نہیں جا سکتا مگر محدثین کرام فرماتے ہیں: یہ سرکار کا معجزہ تھا کہ میرے نبی نے چند گھنٹوں میں سب کچھ صحابہ کے سامنے بیان کر دیا۔

بے پڑھ کے فاضل ہویا تے ہک حرف نہ پڑھیا کسے ہو
جیں پڑھیا اُس کجھ نہ لبھا تے جاں پڑھیا کسے تسے ہو

چوداں طبق کرن روشنائی تے انھیا کجھ نہ دسّے ہو

باہجھ وصال تنہا دے باہو ایہہ سب کہانیاں قصے ہو

حضرات پتہ چلا! کسی نبی ولی کے لیے علم غیب جان لینا یہ کوئی شرک نہیں کوئی ناجائز نہیں' بلکہ یہ عین ایمان ہے جس کی گواہی اللہ تعالیٰ کا قرآن دے رہا ہے۔ اسی طرح وسیلہ بھی شرک نہیں بلکہ جائز اور عین اسلام ہے' اللہ تعالیٰ کا قرآن اس بات پر گواہ ہے۔ آیئے قرآن مجید کا پ ٦' المائدہ: ۳۵ کا مطالعہ کیجئے' خالق کائنات ارشاد فرماتا ہے: ''یٰاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ '' اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ ''وَابۡتَغُوۡا اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَۃَ '' اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو۔ اب یہاں وسیلہ سے مراد کیا وسیلہ ہے' تو علماء مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں وسیلہ سے مراد نیک اعمال اور نبیوں ولیوں کی ذات بھی بنتی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد مرشد کی کامل پیر کی بیعت ہے۔ قول جمیل' وہابیوں' اہل حدیثوں' دیوبندیوں کے متفقہ مجدد مولوی اسماعیل دہلوی صراطِ مستقیم میں لکھتے ہیں کہ سالکانِ راہِ حقیقت نے وسیلہ سے مراد پیر کامل لیا ہے۔ (ضیاء القرآن ج ۱ ص ۴٦٦' کتاب التوحید ج ۲ ص ٦١-٦٢)

حضرات اگر نیک اعمال اور پیر کامل اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے وسیلہ بن سکتے ہیں تو جس آمنہ کے چن کے صدقے سے اللہ تعالیٰ کی ہمیں پہچان ہوئی ہے' کیا وہ کملی والا صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا وسیلہ نہیں بن سکتا۔

ساڈی سن دا اے لعل آمنہ دا غیر بوہے تے ساڈی دوہائی کوئی نئیں

اُس دا کرم جے شامل حال ہو جائے رہ کے فیر تنہا تنہائی کوئی نئیں

مرگئے مرگئے کہندے نیں مرن والے ساڈا زندہ اے سانوں جدائی کوئی نئیں

ناصر شاہ سرکار دے کرم باہجوں ساڈی جھولی وچ ہور کمائی کوئی نئیں

قرآن مجید کا پ ۵' النساء: ٦۴ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ '' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! اگر یہ لوگ اپنی جانوں

پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ ''فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ '' اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن کے لیے مغفرت طلب کرتے۔ ''لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا '' تو وہ لوگ اس وسیلہ اور شفاعت کے صدقے ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔

حضرات توجہ کیجئے! انسان گناہ اور نافرمانی اللہ تعالیٰ کی کرتا ہے' مگر اللہ تعالیٰ بخشش کے واسطے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں بھیج رہا ہے' فرما رہا لوگو! اگر اپنی غلطیاں اور گناہ بخشوانا چاہتے ہو تو یار کے دروازے پر آ جاؤ' وہاں کھڑے ہو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگو' پھر یار بھی اپنے گورے گورے ہاتھ اُٹھا کر تمہاری بخشش کی دعا کرے' جب یار کے ہاتھ اُٹھیں گے تو میں محبوب کے مقدس ہاتھوں کے وسیلے سے تمہاری خطاؤں پر قلم پھیر دوں گا۔ علماء فرماتے ہیں: یہ بات صرف سرکار کے ظاہری زمانے تک محدود نہیں تھی بلکہ قیامت تک ہر انسان کے لیے یہ حکم عام ہے۔

(الجوہر المنظم ص ٦' مشکل کشا نبی ص ۲۸۲' تفسیر نور العرفان ص ۱۳۸' ضیاء القرآن ج ۱ ص ۳۵۹' در رسول کی حاضری ص ۶۴' آبِ حیات ص ۲۰۶' اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۲۹۴' حیات النبی ص ۸۶)

قرآن مجید کا پ ۹' الانفال: ۳۳ میں ارشاد فرماتا ہے: ''وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ '': اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! یہ اللہ تعالیٰ کا کام نہیں کہ ان پر عذاب کرے جب تک آپ ان میں تشریف فرما ہیں۔ حضرات پتہ چلا کہ سرکار ہر وقت ہر مسلمان کے پاس موجود ہیں' اگر ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچے ہوئے تو یہ ہمارا کمال نہیں' یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ اور وسیلہ کی برکت ہے۔

(تفسیر نور العرفان ص ۲۸۷)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سرکار کی بارگاہ میں بیٹھا تھا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں ایک نابینا بندہ حاضر ہوا' صلوٰۃ وسلام کے گجرے پیش کرنے کے بعد عرض کی: آقا! میں نابینا ہوں

آنکھوں سے دکھائی کچھ نہیں دیتا' آقا کرم فرماؤ! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ میری یہ بیماری مصیبت دور فرما دے۔ سبحان اللہ! حضرات صحابی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے' آنکھوں کا نور چاہیے' اللہ تعالیٰ سے ڈائریکٹ نہیں مانگتا بلکہ سرکار کی بارگاہ میں آیا کھڑا ہے۔ مولوی کہتے ہیں کہ یا اللہ مدد' باقی سب شرک بدعت جو مانگنا ہے اللہ تعالیٰ سے مانگو' نبیوں ولیوں کے دربار میں جانا شرک ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ ہر بندے کی شہ رگ سے قریب ہے تو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ کے پاس کیوں جاتے ہو؟ مولوی جی! اب لگاؤ فتویٰ! صحابی ہیں آنکھیں چاہیے' اللہ تعالیٰ کے دربار سے نہیں مانگ رہا بلکہ آمنہ کے لال کی بارگاہ میں آیا کھڑا ہے' آقا آنکھیں چاہئیں' کرم کرو دعا کرو' اللہ تعالیٰ کرم فرما دے' اس صحابی پر کون سا فتویٰ لگاؤ گے؟

کلا بعد وچ فیصلہ کریں بہہ کے پہلے عقل تے عشق دی جنگ ویکھیں
دید واسطے کیہ کیہ کرن عاشق سڑ دے شمع دے اتے پتنگ ویکھیں
آوے شہر محبوب دا جدوں نیڑے چلدے اکھاں دے بھار ملنگ ویکھیں
کملی والے توں خیر توں منگ ناصر تینوں مولا دے لگدے رنگ ویکھیں

اب سرکار نے سن کر ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا کہ میاں یہاں کیوں آئے' اگر آنکھیں چاہیے تو اللہ تعالیٰ سے مانگو' یہاں کیا لینے آئے ہو' مجھے رب العزت کی قسم! سرکار نے یہ نہیں فرمایا بلکہ سرکار نے فرمایا: میاں آنکھیں نہیں تو صبر کرو یہ تیرے لیے بہتر ہے' اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر عطاء فرمائے گا' عرض کی: آقا! آپ کا فرمان بالکل صحیح ہے' اگر کرم کرو مجھے دعا دو' آپ کا بگڑے گا کچھ نہیں' میرا کام بن جائے گا' سرکار نے سنا تو مسکرا پڑے' فرمایا: اچھا! اگر یہ بات ہے تو وظیفہ میں بتاتا ہوں عمل تو کر' اللہ تعالیٰ کرم فرما دے گا۔ عرض کی: آقا! کون سا وظیفہ؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جا پہلے جا کر اچھی طرح وضو کر' پھر اللہ تعالیٰ کی باگاہ میں دو رکعت نماز حاجت ادا کر' نماز پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر عرض کرنا کہ ''اللّٰھم انی اسالك و اتوجه الیك '' اے

اللہ عزوجل! میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں اور میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں۔ ''بمحمد نبی الرحمة'' تیرے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے جو ساری کائنات کے لیے رحمت ہیں۔ ''یا محمد انی قد توجهت بك الیٰ ربی فی حاجتی هذه لتقضی لی'' یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں حاضر ہوں' تا کہ وہ میری حاجت پوری فرمادے۔ ''اللّٰهم فشفعه فی'' اے اللہ عزوجل! تو اپنے نبی کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

(ابن ماجہ شریف' نسائی شریف' ترمذی شریف' بیہقی شریف' طبرانی شریف' مسند امام احمد بن حنبل' مشکل کشا نبی ص ۱۳۷۔۱۳۸' کتاب التوحید ج ۲ ص ۹۳۔۹۴' راہِ حق ص ۳۰)

حافظ الحدیث امام حاکم نے مستدرک شریف ج ۱ ص ۵۲۶ پر یہ حدیث لکھنے کے بعد لکھتے ہی کہ حضرت عثمان بن حنیف فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس نابینا صحابی کو یہ وظیفہ بتایا تو وہ وظیفہ پوچھ کر چلا گیا' ہم سرکار کی بارگاہ میں ابھی بیٹھے تھے ''فواللّٰہ ما تغرقنا'' اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! ابھی ہم سرکار کی محفل میں بیٹھے تھے' زیادہ دیر نہیں گزری تھی' وہ بندہ جو وظیفہ پوچھ کر گیا تھا' پھر آ گیا جب گیا تھا نابینا تھا' جب واپس آیا تو اس کی دونوں آنکھیں نور سے منور ہو چکی تھیں۔ ''وکانه لم یکن به فرقط'' ایسے لگتا تھا وہ نابینا تھا ہی نہیں۔ تمام محدثین کرام نے یہ حدیث لکھنے کے بعد لکھا کہ ''هذا اسناد صحیح'' اس حدیث پاک کی اسناد بالکل صحیح ہیں۔ حضرات ملوانے کہتے ہیں: نبی کا وسیلہ شرک ہے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود صحابی کو اپنے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگنے کا حکم دے رہے ہیں۔ حضرت عثمان غنی کے دور میں ایک بندہ اپنی کوئی حاجت لے کر آپ کے دربار میں حاضر ہوا مگر حضرت عثمان اس کی طرف کوئی توجہ نہ فرماتے' نہ اس کی ضرورت پوری فرماتے' وہ بندہ بڑا پریشان ہو گیا کہ اب کیا کریں۔ وہ بندہ حضرت عثمان بن حنیف کا جاننے والا تھا' وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری بات بتائی کہ حضرت عثمان نہ میری طرف توجہ فرماتے ہیں نہ حاجت پوری

کرتے ہیں' مہربانی کرو' کوئی طریقہ بتاؤ' تاکہ میری پریشانی دور ہو جائے۔ حضرت عثمان بن حنیف نے فرمایا: بھائی جی! میں آپ کو ایک وظیفہ بتاتا ہوں' اس پر عمل کرو' اُمید ہے انشاء اللہ! تیرا مسئلہ حل ہو جائے گا' اس آدمی نے عرض کی: حضور! وہ کون سا وظیفہ ہے' آپ نے فرمایا: جاؤ! مسجد نبوی شریف میں اچھی طرح وضو کرو پھر دو رکعت نماز نفل حاجت کے ادا کرو' پھر اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ اُٹھا کر یہ عرض کرو: ''اللّٰھم انی اسئلکہ واتوجہ الیك بنبینا محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بك الٰی ربی فتقضی لی حاجتی '' جب لفظ حاجتی آئے تو حاجتی کی بجائے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنا۔ حدیث پاک کا معنی یہ ہے کہ اے اللہ عزوجل! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کی طرف ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی رحمت کے وسیلے سے حاضر ہوں' اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے ربِ عزوجل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری ہو جائے' اس کے بعد اپنی حاجت اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کرنا۔ وہ آدمی حضرت عثمان بن حنیف سے یہ وظیفہ پوچھ کر چلا گیا' وضو کیا پھر مسجد نبوی میں دو رکعت نمازِ حاجت ادا کی' پھر دعا کی' دعا کرنے کے بعد وہ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی کی بارگاہ میں حاضر ہوا' عثمان غنی کے دربان نے اس بندے کو جب دیکھا تو اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو حضرت عثمان غنی کی خدمت میں لے گیا' عرض کی: حضور! یہ کوئی حاجت مند ہے' کوئی سوالی ہے' آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہے۔ حضرت عثمان نے جب اس بندے کو دیکھا تو بڑی عزت اور احترام کے ساتھ اپنے برابر کرسی پر بٹھایا' پھر بڑے پیار سے پوچھا: ہاں بھائی! بتایئے کہ کہاں سے تشریف لائے ہیں اور کس مقصد کے لیے تشریف لائے ہیں؟ اس بندے نے اپنا تعارف کرایا' پھر آنے کا مقصد بتایا' سیدنا عثمان غنی نے اسی وقت اس کی حاجت پوری فرما دی' اس کا کام کر دیا' جب کام ہو گیا تو وہ اجازت لے کر جانے لگا تو سیدنا عثمان غنی نے فرمایا: میرے بھائی! آج کے بعد اگر کوئی پرابلم ہو' کوئی پریشانی ہو تو فوراً میرے پاس آ جایا کرنا' انشاء اللہ!

تیری ہر حاجت ہر کام اسی وقت کر دیا جائے گا' اس بندے نے شکریہ ادا کیا' پھر اجازت لے کر آپ کی بارگاہ سے اٹھ کر سیدھا حضرت عثمان بن حنیف کی خدمت میں حاضر ہوا' سلام عرض کرنے کے بعد آپ کا شکریہ ادا کرنے لگا' حضرت عثمان نے فرمایا: سناؤ بھائی! کام بنا ہے؟ عرض کی: حضور! کام کیا کرم ہو گیا ہے' فرمایا: وہ کیسے؟ عرض کی: حضور! کئی مرتبہ پہلے حضرت عثمان غنی کے دربار میں حاضری دی ہے' کبھی آپ نے میری طرف توجہ ہی نہیں دی تھی' آج گیا ہوں تو بڑی عزت سے مجھے اپنے ساتھ بٹھایا' پھر اسی وقت میرا کام کیا' پھر آتے وقت فرمایا کہ کبھی بھی کوئی کام ہو تو میرے پاس آ جایا کرنا۔ انشاء اللہ! تیرا مسئلہ حل ہو جایا کرے گا' حضور! آپ کی بڑی مہربانی' اگر آپ سفارش نہ کرتے تو میرا یہ کام کبھی نہ ہوتا۔ حضرت عثمان بن حنیف نے فرمایا: ''واللہ ما کلمتہ'' مجھے اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! میں نے تو حضرت عثمان کے پاس تیری سفارش نہیں کی' تیرے معاملے میں میں نے اشارہ تک نہیں کیا' وہ بندہ بڑا حیران ہوا۔ عرض کی: حضور! پھر یہ میرا کام ہو کیسے گیا ہے؟ حضرت عثمان نے فرمایا: میں نے سفارش نہیں کی بلکہ یہ اس وظیفہ کی برکت ہے جو میں نے تمہیں بتایا تھا' وہ بندہ اور حیران ہو گیا' عرض کی: حضور! یہ وظیفہ اتنا زبردست ہے کہ پڑھنے سے مشکل آسان ہو جاتی ہے' حضرت عثمان مسکرا پڑے' فرمایا: میاں! یہ تو کام ہی کوئی نہیں آ ئیں تمہیں اس سے بڑی بات بتاؤں' عرض کی: حضور! ضرور بتائیے' حضرت عثمان نے فرمایا: میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں ایک دن حاضر تھا' ایک سرکار کا نابینا صحابی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا' عرض کی: میرے آقا! میں نابینا ہوں' بڑا پریشان بھی ہوں' دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کرم فرمائے' آنکھوں کا نور مجھے عطاء فرمائے' سرکار نے فرمایا: دعا نہ کرا بلکہ صبر کر یہ تیرے لیے بہتر ہے' اس نے عرض کی: سوہنیا! آپ بالکل ٹھیک فرما رہے ہیں' لیکن میں مجبور ہوں' میں نے نماز پڑھنی ہوتی' اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی ہوتی ہے' دنیا کے کام کاج کرنے ہوتے ہیں' اتنی طاعت نہیں کہ کوئی نوکر رکھ لوں جو میرے کام کرے' مجھے وضو کرائے' مجھے مسجد تک لے آئے' آپ کرم

فرمائیں تا کہ اللہ تعالیٰ آنکھیں عطاء فرمادے تا کہ ساری پریشانیاں دور ہو جائیں۔

شاہا تیری رحمت کا اشارہ ہو جائے
روشن میرے بخت کا ستارہ ہو جائے
اُس صانع مطلق کو جو آئی ہے پسند
وہ شکل میری آنکھ کا تارا ہو جائے

جب اس صحابی نابینا نے یہ عرض کی تو حسین کے نانے نے فرمایا: اچھا! پھر وضو کرو، پھر دو رکعت نفل نماز پڑھو، پھر سرکار نے فرمایا: یہ دعا پڑھو جو میں نے آپ کو بتائی ہے۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! جب اس نے نفل پڑھ کے یہی دعا پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ جلیلہ سے اسی وقت اس کی آنکھوں کو نور سے منور فرمایا۔ (معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۳۱، معجم طبرانی صغیر ج ۱ ص ۱۸۳، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۱۶۷، شفاء السقام ص ۱۳۹، نشر الطیب تھانوی ص ۲۴۹، فضائل حج زکریا ص ۱۵۸، مشکل کشا نبی ص ۱۴۱۔۱۴۳، کتاب التوحید ج ۲ ص ۱۰۵۔۱۰۷)

علامہ سیوطی اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی شاہ رفیع الدین شاہ عبدالقادر اپنی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ آج بھی کسی کو کوئی مشکل پیش آ جائے تو وہ دو رکعت نفل پڑھ کے یہی دعا کر کے اپنی حاجت اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرے تو اللہ تعالیٰ یار کے وسیلہ اور صدقہ سے اسی وقت اس کی مشکل حل فرمادے گا۔ سبحان اللہ! (راہِ حق ص ۳۲۔۳۳)

اج ناں خالی موڑیں سانوں دکھیاں دے دم سازا
میرے عیب گناہاں دا مینوں ماسہ نہیں اندازا
میرے وی آج درد مُکا دے تے عرش دیا شہبازا
ناصر مردیاں تک نئیں چھڑنا تے ایہہ تیرا دروازا

حضرات پتہ چلا کہ بتوں کو فریاد رس، مشکل کشا، شفیع، حاجت روا، دور سے پکار

سننے والا، علم غیب کا ماننا اور وسیلہ ماننا یہ شرک ہے لیکن یہی صفات اللہ تعالیٰ کی عطاء سے نبیوں ولیوں میں ماننا شرک نہیں، عین ایمان ہے جو بندہ کسی مسلمان کو نبیوں ولیوں میں ان صفات کو ماننے کی وجہ سے مشرک کہتا ہے، وہ خود مشرک اور بے ایمان ہے۔

وہابی اور علماء دیوبند کے فتوے

حضرات ان تمام دلائل کے باوجود وہابی غیر مقلد اور علماء دیوبند نے بے دریغ مسلمانوں پر شرک اور بدعت کے فتوے لگا کر مسلمانوں کا جینا حرام کر رکھا ہے، بات بات پر شرک اور بدعت کہہ دینا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ مثلاً مولوی اسماعیل دہلوی وہابی غیر مقلد جو اہل حدیث کہلاتے ہیں، ان کا اور علماء دیوبند کا متفقہ مجدد اپنی رسوائے زمانہ کتاب تقویۃ الایمان میں لکھتا ہے کہ اکثر لوگ پیروں کو پیغمبروں کو اور اماموں کو اور شہیدوں کو فرشتوں اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں، ان سے مرادیں مانگتے ہیں، سو وہ لوگ شرک میں گرفتار ہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۹، مطبوعہ نور محمد، کراچی)

جو بندہ کسی پیر فقیر کو وکیل یا سفارشی بنائے، خواہ اُس کو اللہ عز و جل کا بندہ اور مخلوق ہی سمجھتا ہو، وہ ابو جہل کی طرح مشرک ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۱)

تجھ سوا مانگے جو غیروں سے مدد
فی الحقیقت ہے وہی مشرک اشد
دوسرا اُس سا نہیں دنیا میں بد
ہے گلے میں اس کے حبل من مسد
سب سے اس پہ لعنت و پھٹکار ہے

(تقویۃ الایمان مع تذکر الاخوان ص ۲۷۹، مطبوعہ نور محمد، کراچی)

دیوبندیوں کے قطب مولوی رشید احمد گنگوہی سے کسی نے پوچھا کہ مولانا یہ بتایئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دور سے یا نزدیک سے یا رسول اللہ کر کے بلانا جائز ہے کہ نہیں تو مولوی صاحب جواب دیتے ہیں۔ جب انبیاء علیہم السلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول

اللہ کہنا بھی ناجائز ہے' اگر عقیدہ یہ ہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود یہ کفر ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۲' ناشر سعید کمپنی' کراچی)

دیوبندیوں کے بہت بڑے مولوی غلام خان جو بات بات پر سنیوں کو مشرک اور بدعتی کہتے تھے' وہ اپنی تفسیر جواہر القرآن کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: غائبانہ حاجات میں کسی پیر فقیر پیغمبر کو پکارنا شرک ہے' یہی شرک مشرکین مکہ میں بھی تھا۔

(تفسیر جواہر القرآن اص ۴۲' مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ' راولپنڈی)

جو بندہ کسی نبی ولی فرشتہ جن پیر فقیر کو اپنا کارساز سمجھے اور غیب دان جانتا ہو' ان کو مصیبتوں میں پکارتا ہو' حاجت روا' مشکل کشا سمجھتا ہو وہ بندہ کافر مشرک ہے اور اس کا کوئی نکاح نہیں۔ (مقدمہ تفسیر جواہر القرآن ج ا ص ۴۱)

حضرات ان تمام عبارات سے پتہ چلا کہ کسی نبی ولی پیر فقیر کو پکارنا شرک ہے' اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے حتیٰ کہ تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یارسول اللہ کر کے بلانے سے بندہ مشرک ہو جاتا ہے۔ چلو ایک وقت کے لیے ہم دیوبندی وہابی علماء کی بات کو تسلیم کر لیتے ہیں کہ یہ تمام کام مشرکانہ ہیں۔ اب سنئے! تمام دیوبندیوں کے پیر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکار کر اپنی حاجت اپنی مشکل اپنی فریاد پیش کرتے ہیں اور یا نبی اور یا رسول کر کے بلاتے ہیں۔ عرض کرتے ہیں کہ

قید غم سے چھڑا دیجئے مجھے
یا شہِ ہر دوسرا فریاد ہے
آپ کی امداد ہو میرا یا نبی
حال ابتر ہوا فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل
اے مرے مشکل کشا فریاد ہے

(کلیاتِ امدادیہ ص ۹۰-۹۱' دارالاشاعت' کراچی)

حاجی امداد اللہ صاحب فرمایا کرتے ہیں کہ بعض حضرات ''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ'' بصیغہ خطاب میں کلام کرتے ہیں، اعتراض کرتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو اس کے جائز ہونے میں کوئی شک نہیں۔ (شمائم امدادیہ ص ۵۲، مدنی کتب خانہ ملتان)

حاجی امداد اللہ صاحب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہوئے یوں عرض کرتے ہیں کہ

دور کر دل سے حجاب جہل و غفلت میرے رب
کھول دے دل میں در علم حقیقت میرے اب
ہادیٔ عالم علی مشکل کشا کے واسطے

(کلیاتِ امدادیہ ص ۱۰۳)

حاجی امداد اللہ اپنے مرشد کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا
تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں ہے التجا
بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا
آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا
اے شہِ نور محمد وقت ہے امداد کا

(شمائم امدادیہ ص ۸۴، امداد المشتاق ص ۱۱۶)

مولوی اشرف علی تھانوی مولوی رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں یوں عرض کرتے ہیں:

یا مرشدی یا مولائی یا مغزعی
یا ملجائی فی مبدئ و معادی

اے میرے مرشد! اے میری جائے پناہ! اے میری گھبراہٹ کے سہارا! ابتداء کا بھی قیامت کا بھی،

ارحم علی یا غیاث فلیس لی
کھفی سوی حبیبکم من زاد

رحم کیجئے مجھ پر اے میرے فریاد رس! نہیں ہے میرے لیے کوئی ٹھکانہ سوا آپ کی محبت کے کوئی توشہ

یـا سیـدی لـلـه شیئـا انـه

انتم لـی الـمـجدی وانـی جـادی

اے میرے سردار! اللہ کے واسطے مجھے کچھ دو اے میرے داتا! تم میرے سخی ہو اور میں تمہارا منگتا ہوں۔ (تذکرۃ الرشید ج ا ص ۱۱۴' مکتبہ بحر العلوم' کراچی)

دیو بندیوں کے جامع معقول ومنقول مولوی محمود الحسن صاحب اپنے پیر مولوی رشید احمد گنگوہی کے مرنے کے بعد ان کی خدمت میں ان کو حاجت روا سمجھ کر یوں فریاد کرتا ہے۔

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یا رب

گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی

(مرثیہ محمود حسن ص ۷ سطر ۱۳۔۱۴' مکتبہ رحیمیہ دیو بند' یوپی)

حضرات اب پوچھئے دیو بندی علماء سے اگر کسی نبی ولی' پیر فقیر کو پکارنا اور یا رسول اللہ کا نعرہ لگانا شرک ہے' حرام ہے' بندے کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے تو پھر بسم اللہ پڑھ کر لگایئے' فتویٰ کہ حاجی امداد اللہ' مولوی اشرف علی تھانوی' مولوی محمود الحسن یہ سارے پکے بے ایمان مشرک تھے' ان کا نکاح ٹوٹ گیا تھا' ان کی اولاد حرامی ہے' اگر انصاف سے فتویٰ پر عمل کریں تو پہلے اپنے بزرگوں پر فتویٰ لگاؤ لیکن میں یقین سے کہتا ہوں' کوئی دیو بندی وہابی اپنے علماء پر شرک کا فتویٰ نہیں لگائے گا' پھر سوال کرو ان ظالموں سے اگر یا رسول اللہ کہنے سے پیروں فقیروں مولویوں کو حاجت روا مشکل کشا ماننے سے تمہارے بزرگ مشرک نہیں ہوئے تو سنیوں سے کیوں ناراض ہو' آئے دن غریب سنیوں پر کیوں شرک بدعت کی بمباری کرتے رہتے ہو' کچھ حیا کرو کچھ شرم کرو' مولوی پرستی چھوڑ کر خدا عزوجل پرستی کرو' ظالمو! مرجانا ہے' قبر میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کام آنی ہے' ان مولویوں نے کام نہیں آنا' کیونکہ

جھڑے کہندے سن مراں گے نال تیرے اج اوہناں وی بازیاں ہاریاں نی
جھڑے ترسدے سن دیدنوں دن راتیں اج اوہناں وی باریاں ماریاں نی
جدوں باغ وچہ خزاں پر کھولے پنچھی اڑ گئے مار اڈاریاں نی
محمد بوٹیا جھوٹا ای جگ سارا کملی والے دیاں سچیاں یاریاں نی

حضرات! بات بڑی دور آ گئی' میں عرض یہ کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی وفات شریف سے چند دن پہلے اپنے صحابہ کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ مجھے یقین ہے کہ میرے وصال کے بعد میری اُمت شرک نہیں کرے گی اور اشارہ کر کے بتا دیا ہ عنقریب میری تمہاری جدائی کا وقت قریب آ گیا ہے بلکہ بعض روایات بتاتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیٹی سید فاطمہ کو اپنی ازواج اور بعض صحابہ کو واضح طور پر بتا دیا تھا کہ اب میری اور تمہاری جدائی ہونے والی ہے۔

یمن کا قاضی

علامہ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب معارج النبوت ج ۳ ص ۵۲۷ میں اور دیگر محدثین اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات شریف سے چند دن پہلے یمن کے چند معزز مسلمان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے' صلوٰۃ وسلام کے گجرے پیش کر کے سرکار کی بارگاہ میں بیٹھ گئے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب سے خیریت پوچھی' سب نے اپنی خیریت بتائی پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنے کی وجہ پوچھی' یمن کے لوگوں نے عرض کی: آقا! سب سے پہلے تو آپ کے دیدار کے لیے' آپ کی زیارت کے شوق کے لیے حاضر ہوئے ہیں' دوسری عرض یہ ہے کہ آپ کے صدقے ہمارے ملک یمن میں آسلام کی بہاریں لگ گئی ہیں' لوگ اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر آہستہ آہستہ اسلام قبول کر رہے ہیں' آقا اب مہربانی فرمایئے! ہمیں کوئی عالم عطاء فرمایئے! جو یمن میں جا کر لوگوں کو دین اور اسلام کے مسائل بھی بتائے اور کوئی مقدمہ آ جائے تو اسلام کے مطابق فیصلہ بھی فرمائے اور

ہمیں نماز اور جمعہ کی نماز بھی پڑھائے۔ حضرات پتہ چلا کہ قوم کا قاضی جج چیف جسٹس وہ ہو جو حافظ' قاری' عالم اور دینی علوم کا ماہر ہو کیونکہ شریعت کے فیصلے انگریزی کتابوں میں نہیں لکھے ہوتے بلکہ شریعت کا مرکز قرآن اور حدیث ہے۔ مگر افسوس آج پورے پاکستان میں ہر عدالت میں چاہے ہائی کورٹ کی عدالتیں ہوں' سول عدالتیں ہوں' سپریم کورٹ کی عدالتیں ہوں' کسی عدالت کا جج یا چیف جج عالم نہیں حافظ قاری نہیں' دینی علوم کا ماہر نہیں' ہر عدالت میں انگریز کے قانون کے مطابق فیصلے ہو رہے ہیں۔ افسوس کا مقام نہیں' کلمہ آمنہ کے لال کا پڑھتے ہیں' صدقہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کھاتے ہیں' فیصلے انگریز کے قانون کے مطابق کرتے ہیں۔ ڈاکٹر اقبال بڑی پیاری بات فرما گئے کہ

ہائے اسلام تیرے چاہنے والے نہ رہے
جن کا تو چاند تھا وہ تیرے ہالے نہ رہے

تو یمن کے لوگوں نے عرض کی: حضور! ہمیں کوئی عالم عطاء فرمائیں جو ہمارے فیصلے بھی فرمائے' دین کے مسائل بھی بتائے اور ہمیں نماز اور جمعہ کی جماعت بھی کرائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یمن والوں کی باتیں سن کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا' جب معاذ حاضر خدمت ہوئے' سرکار نے فرمایا: معاذ! عرض کی: جی میرے آقا! فرمایا: معاذ! میں چاہتا ہوں کہ تمہیں یمن کا جج اور قاضی بنا کر یمن بھیج دوں تاکہ تم وہاں کے لوگوں کو نماز اور جمعہ بھی پڑھاؤ' دین کے مسائل بھی بتاؤ اور کوئی مقدمہ آجائے تو وہ بھی اسلام کے مطابق فیصلہ کرو' تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت معاذ نے ہاتھ باندھ کر عرض کی: آقا! میں آپ کا غلام ہوں' غلاموں سے رائے نہیں پوچھی جاتی' حکم دیا جاتا ہے' جیسے آپ حکم فرمائیں میں حاضر ہوں۔ سرکار بڑے خوش ہوئے۔ اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امتحان اور انٹرویو لینے کے لیے حضرت معاذ سے پوچھا: معاذ! جب تم حاکم بن کر یمن جاؤ گے تو وہاں کے لوگ تمہارے پاس اپنے مقدمات لے کر آئیں گے تم فیصلہ کیسے کرو گے؟ سبحان اللہ! استاد شاگرد سے سوال فرما رہا ہے' کملی والا اپنے غلام کا امتحان لے رہا ہے'

حضرت معاذ نے عرض کی: آقا! ''اقضی بکتاب اللہ'' سب سے پہلے میں اس مقدمہ کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے قرآن سے کروں گا۔ ''قال فان لم تجد فی کتاب اللہ'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے معاذ! اگر بظاہر تمہیں وہ فیصلہ قرآن سے نہ ملا تو پھر فیصلہ کیسے کرو گے؟ ''قال بسنۃ رسول اللہ'' حضرت معاذ نے عرض کی: آقا! پھر میں فیصلہ آپ کے حکم کے مطابق کروں گا' آپ کی حدیث کے مطابق کروں گا۔ حضرات الحمد للہ! قرآن وحدیث میں کائنات کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ ہمیں ملے یا نہ ملے۔ نہ ہونا اور بات ہے نہ پانا اور بات ہے' سمندر میں موتی ہیں مگر ہر کسی کو نہیں ملتے۔ اُسے ملتے ہیں جو دن رات سمندر کی تہ میں غوطے لگاتے ہیں۔ اسی طرح ہمیں نہیں ملتے مگر امام اعظم' امام شافعی' امام مالک' امام احمد بن حنبل کو مل گئے کیونکہ وہ دن رات قرآن وحدیث کی گہرائی میں ڈوب کر موتی تلاش کرتے رہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: معاذ! اگر تمہیں اس مقدمہ کے فیصلہ کے سلسلے میں کوئی بظاہر آیت نہ ملی تو پھر کیا کرو گے؟ حضرت معاذ نے عرض کی: سوہنیا! پھر میں آپ کے حکم کے مطابق آپ کی حدیث کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ حضرات محدثین کرام فرماتے ہیں کہ جب بھی کوئی فیصلہ کرنا ہو تو سب سے پہلے قرآن کی آیت سے کریں مگر قرآن حدیث کی روشنی میں پڑھ کر فیصلہ کریں کیونکہ جو قرآن آمنہ کے لال نے سمجھا اور کوئی نہیں سمجھ سکتا' اگر قرآن حدیث میں اختلاف نظر آئے تو تاویل کی جائے تاکہ قرآن اور حدیث میں اختلاف دور ہو جائے' موافقت پیدا ہو جائے' اگر موافقت نہیں ہو سکتی تو پھر دیکھا جائے گا کہ حدیث متواتر ہے اور اُس آیت کریمہ کے نزول کے بعد کی ہے تو پھر قرآن کی آیت کو منسوخ مان کر حدیث پاک پر عمل کیا جائے گا جیسے تعظیمی سجدے کی اجازت قرآن سے ثابت ہے' مگر متواتر احادیث مبارکہ بخاری' مسلم' ترمذی' ابن ماجہ' مستدرک' بیہقی' طبرانی' ابوداؤد شریف میں احادیث موجود ہیں' ان سے سجدۂ تعظیمی کی حرمت ثابت ہے تو حدیث پر عمل ہوگا' لہٰذا سجدہ تعظیمی حرام ہے۔

(مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص ۲۷۹' حرمت سجدۂ تعظیمی امام اہل سنت ص ۱۵' ۱۴)

اگر حدیث متواتر نہ ہو تو حدیث پاک چھوڑ دی جائے گی' قرآن کی آیت پر عمل ہوگا' مثلاً قرآن مجید پ۲' البقرہ:۲۳۲ کی آیت سے ثابت ہے کہ بالغہ عورت اپنی مرضی سے اپنے کفو میں اپنی برادری میں شادی کر سکتی ہے' لیکن حدیث پاک کا حکم ہے کہ عورت اپنے وارث کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی۔ حنفی علماء نے حدیث پاک چھوڑ کر قرآن پر عمل کا فتویٰ دیا ہے۔ حضرات عرض یہ کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: معاذ! اگر قرآن سے تمہیں اس مقدمہ کا مسئلہ نہ ملا تو پھر کیا کرو گے؟ عرض کی: ''اجتھد برأی'' آقا میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا' اپنی عقل سے قرآن حدیث سامنے رکھ کر کوشش کروں گا کہ اس مسئلہ کا حل کیا ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جو ذہن میں آیا وہی فیصلہ کروں گا۔ حضرات! جب حضرت معاذ نے یہ جواب دیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ناراض ہوئے' غصہ کا اظہار نہیں فرمایا' یہ نہیں فرمایا: معاذ! یہ کیا کہہ رہے ہو میں اجتہاد کروں گا۔ قرآن وحدیث کے ہوتے تو اجتہاد کرے گا' یہ بدعت ہے یہ ناجائز ہے۔ ناں ایسی بات نہیں فرمائی' آج کل وہابی غیر مقلد جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے ہیں' منبروں پر بیٹھ کر شور مچاتے ہیں کہ یہ سنی حنفی بدعتی ہیں' یہ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر مجتہدوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں' ہم قرآن وحدیث پر عمل کرنے والے ہیں' عوام سے پوچھتے ہیں: حضرات بتایئے! سچے کون ہیں؟ آگے جاہل عوام بیٹھی ہوئی ہوتی ہے' کہتے ہیں کہ اہل حدیث سچے ہیں۔ حضرات میں سوال کرتا ہوں کہ وہابی غیر مقلد حضرات سے اگر اجتہاد سے مسئلے نکالنا ناجائز ہے' حرام ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاذ کو منع کیوں نہ فرمایا' یہ کیوں نہ فرمایا: معاذ! قرآن حدیث چھوڑ کر عقل اور قیاس سے فیصلے نہ کرنا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے غلام کی بات سن کر غصہ نہیں فرمایا بلکہ خوشی کا اظہار فرمایا' یقین نہ آئے تو ترمذی شریف پڑھئے' ابوداؤد شریف پڑھئے! دارمی شریف اور مشکوٰۃ شریف ''باب العمل فی القضاء والخوف منه'' کا مطالعہ کیجئے۔ حضرت معاذ کی بات سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خوشی کا اظہار فرمایا' ''فضرب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم علٰی صدرہ" اور خوشی سے حضرت معاذ کے سینے پر ہاتھ مار کر تھپکی دی' پھر چہرہ والضحیٰ آسمانوں کی طرف اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکرانے کے کلمے ادا کرتے ہوئے عرض کیا: "الحمد للّٰہ الذی وفق رسول "تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لائق ہیں جس نے اپنے رسول کے نمائندے کو اُس چیز کی توفیق بخشی" رسول اللّٰہ لما یرضٰی بہ رسول اللّٰہ" جس سے اس کا رسول راضی ہے۔

(ترمذی شریف' ابوداؤد شریف' دارمی شریف' مشکوٰۃ شریف' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص ۳۷۹)

حضرات جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے شاگرد کا انٹرویو لے لیا' حضرت معاذ امتحان میں کامیاب ہو گئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاذ سے فرمایا: جاؤ گھر والوں کو بتاؤ کہ مجھے آمنہ کے چن نے یمن کا قاضی بنا دیا ہے' پھر سارے گھر والوں سے مل بھی آؤ اور ضروری سامان بھی ساتھ لے آؤ۔ حضرت معاذ گھر تشریف لے گئے' تھوڑی دیر کے بعد اجازت لے کر سرکار کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بلال! عرض کی: جی میرے آقا! فرمایا: مسجد والے کمرے میں عمامہ پڑا ہے' وہ اُٹھا کر لے آؤ۔ حضرت بلال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامہ پاک اُٹھا کر لے آئے' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گورے گورے اور ید اللہ والے ہاتھوں سے پکڑ کر حضرت معاذ کے سر پر رکھ دیا۔ صدقے جاؤں معاذ تیرے مقدر پر' تجھے نبیوں کا امام اپنے بے مثل ہاتھوں سے اپنا عمامہ سر پر پہنا رہا ہے' کسی کو کسی ولی کا عمامہ ملا' کسی کے سر پر پیر سیال نے عمامہ رکھا' کسی کے سر پر شیر ربانی نے عمامہ باندھا' کسی کے سر پر مہر علی نے عمامہ رکھا' کسی کو داتا علی نے عمامہ بندھوایا' کسی کو غوث جلی نے اپنا عمامہ عطاء فرمایا' کسی کو مولا علی نے عمامہ عطاء فرمایا' کسی کے سر پر میرے پیر صدیق اکبر نے عمامہ رکھا' معاذ تیری قسمت پر قربان جاؤں تجھے اللہ تعالیٰ کے ماہی نے اپنا عمامہ عطاء فرمایا۔

منگن والیا منگ کیہ منگنا ایں منگ منگ جو ہووے اُمنگ تیری
کاہنوں منگناں ایں اوہدے سنگ ہو جاناں سنگ جے لتھ جائے سنگ تیری

بوہے کھل گئے جدوں خزانیاں دے ہو جانی ایں عقل وی دنگ تیری
اُدھر حد نئیں کرم نوازیاں دی اِیدھر ہے ناصر جھولی تنگ تیری

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا عمامہ پاک حضرت معاذ کے سر پر رکھا' جبریل سرکار کے قدموں کو چومنے کے لیے ترستا ہے' مگر صدقے جاؤں حضرت معاذ کے مقدر پر آپ کے سر پر سرکار نے اپنا عمامہ رکھ دیا' کون سا عمامہ' جس کی قسمیں اللہ تعالیٰ قرآن میں اُٹھاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور کا عمامہ باندھ کر مکہ شریف کی گلی میں نکلے تو خالق کائنات کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ کر مکہ کے کافر جلنے لگے' انہوں نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم تمہیں نبی نہیں مانتے تو نبی نہیں ہے' تجھے اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بنایا ہی نہیں ہے۔ معاذ اللہ! آمنہ کے چن نے دکھیوں کے سجن نے چہرۂ انور آسمان کی طرف اٹھایا' عرض کی: اے خالق کائنات! تو کہتا ہے کہ اعلان کر دے میں ساری کائنات کی طرف رسول بن کے آیا ہوں' مگر یہ مکہ کے چودھری' قریشی وڈیرے' زمیندار' مال دار مجھے تیرا رسول مانتے ہی نہیں' قدرت نے مسکرا کر فرمایا: محبوب! جو لعین تجھے نہیں مانتا نہ مانے' تو مجھے مانتا آ میں تجھے مانتا آؤں گا' سوہنیا! ہم کسی کے ماننے کے محتاج نہیں' توں کہہ دے لا الٰہ الا اللہ' میں عرشوں سے کہتا ہوں: محمد رسول اللہ' جو نہیں مانتا وہ جائے جہنم میں۔ سبحان اللہ! خالق کائنات نے فرمایا: یہ نہیں مانتے نہ مانیں میں جو اعلان کر رہا ہوں "یٰسٓ ۝ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ" (پ۲۲' یٰسین:۱۔۳) اے ساری کائنات کے سردار نبی! مجھے قسم ہے قرآن حکیم کی' تم میری طرف سے رسول بن کے گئے ہو۔ سبحان اللہ! عاشقوں کا امام بولا کہ

تیرے ہی ماتھے رہا اے جانِ سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا
تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

حضرات میرے نبی کو حضرت معاذ سے کتنا پیار ہے کہ اپنا عمامہ غلام کو عطاء فرما رہے ہیں جب آقا کو اتنا پیار ہے سو پھر غلام کو کتنا پیار ہو گا۔ حضرت معاذ ایک مرتبہ ملک شام سے سرکار کی بارگاہ میں زیارت کے لیے حاضر ہوئے تو "سجد للنبی صلی اللہ علیہ وسلم" انہوں نے آتے ہی درود و سلام پڑھ کے سرکار کو سجدہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب حضرت معاذ کو سجدہ کرتے دیکھا تو سرکار نے فرمایا: "ما ھذا یا معاذ" اے معاذ! یہ کیا ہے؟ حضرت معاذ نے عرض کیا: میں ملک شام میں تجارت کے لیے گیا تھا میں نے دیکھا کہ عیسائی حضرات "یسجدون لا ساقفیھم و لطاقتھم" اپنے علماء کو اپنے سرداروں کو اپنے فقیروں کو سجدہ کرتے ہیں میں نے شام کے عیسائیوں سے پوچھا کہ تم لوگ اپنے بزرگوں کو اور علماء کو سجدے کیوں کرتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا: "قالوا تحیۃ لانبیاء ھم" کہ ہم سجدہ کر کے اپنے نبیوں کی تعظیم کرتے ہیں یہ نبیوں کی عزت ہے چونکہ علماء نبیوں کے علوم کے وارث ہیں اس وجہ سے ہم علماء کو بھی سجدہ تحریمی کرتے ہیں۔ عیسائی تو اپنے علماء کی اتنی عزت کرتے ہیں اور مسلمانوں کا کیا حال ہے مسجد میں نماز پڑھ کے باہر آ کے اسی امام کے یا خطیب کے گلے اور شکوے شروع کر دیتے ہیں کتنا افسوس ہے ایسے نمازیوں پر جو اپنی زندگی کی نمازیں برباد کر بیٹھتے ہیں۔ حضرات جو اپنے علماء حق کا ادب کرتا ہے وہ یوں سمجھے کہ میں تاجدار مدینہ کا ادب کر رہا ہوں کیونکہ علماء حق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منبر و محراب کے وارث ہوتے ہیں۔

تیری یاد وچ روندیاں رہن اکثر میری اکھیاں نوں دجلہ نیل کر دے
موضوع عشق و محبت دا رہے چھڑیا جویں کیس چ بحث وکیل کر دے
تیری آل اصحاب دا بناں نوکر ناصر شاہ دے نین اپیل کر دے
توں تے توں ایں تیرے نواسیاں دا کملی والیا ادب جبریل کر دے

تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: معاذ! یہ مجھے سجدہ کیوں کیا ہے؟ عرض کی: آقا! ملک شام کے عیسائی اپنے علماء اپنے پیروں کا نبیوں کی وجہ سے ادب احترام کرتے

ہوئے سجدہ کرتے ہیں'' قلت فنحن احق ان نصنع نبینا '' تو میں نے دل میں سوچا کہ ہمارا تو پھر اس سے بھی زیادہ حق بنتا ہے کہ ہم اپنے پاک نبی کو سجدہ کریں' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: معاذ! یہ عیسائی جھوٹے ہیں' اللہ تعالیٰ کے کسی نبی نے کبھی کسی اپنے اُمتی کو سجدہ کرنے کا حکم نہیں فرمایا' جس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں ردّ وبدل کرلیا ہے' اسی طرح انہوں نے یہ بھی بات نبیوں کی طرف غلط منسوب کر دی' خبر دار! '' فلا تفعلوا '' آج کے بعد ایسا کام نہ کرنا' آج کے بعد مجھے سجدہ نہ کرنا' اگر اللہ تعالیٰ کے بعد کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو '' لامرت المرأة ان تسجد لزوجھا من عظم حقہ علیھا '' تو میں ہر مسلمان عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کریں کیونکہ شوہر کے عورت پر بہت زیادہ حقوق ہوتے ہیں۔

(ابن ماجہ شریف' ابن حبان' مسند امام احمد' مستدرک' حرمت سجدہ تعظیم ص ۲۵۔۲۷)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا فرما رہے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے بعد کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں' لیکن آج کل کیا حال ہے عورتوں نے شوہروں کو کان پکڑوائے ہوئے ہیں' مردوں کو ذلیل کیا ہوا ہے' کئی عورتیں اتنی بدتمیز ہیں کہ گالی کے بغیر بولتی نہیں' اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت عطاء فرمائے۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا عمامہ پاک حضرت معاذ کے سر پر باندھا' پھر اپنے ہاتھوں سے حضرت معاذ کو اونٹنی پر سوار کیا' پھر فرمایا: معاذ! سواری کو اُٹھاؤ اور چلو' حضرت معاذ نے سرکار کے مقدس ہاتھوں کو بوسہ دیا' پھر سواری کو اشارہ فرمایا' اونٹنی اُٹھ کے کھڑی ہوگئی' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: معاذ! اپنی اونٹنی کی مہار مجھے پکڑاؤ' حضرت معاذ نے مہار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کی' سرکار چند صحابہ کو ساتھ لے کر حضرت معاذ کی سواری کی مہار پکڑ کر پیدل چل پڑے۔ سبحان اللہ! حضرات توجہ کرو! غلام سواری پر ہے آقا مہار پکڑ کر جا رہا ہے' اُمتی اونٹنی پر سوار ہے نبی پیدل چل رہا ہے' کوئی دنیا کا بادشاہ' دنیا کا سلطان کہ ایک عام آدمی کو سواری پر سوار کر

کے خود پیدل چلے؟ نہیں کوئی نہیں' یہ صرف اور صرف ہمارے لجپال نبی کی لجپالی ہے کہ نوکر سوار ہے' آقا پیدل جا رہا ہے۔

رسول ہم کو رسولوں کے تاجدار ملے
نبی ملے ہمیں ہمدرد و غم گسار ملے
حضور آپ کا در ایک بار دیکھا ہے
ہے التجا یہ سعادت پھر ایک بار ملے

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت معاذ کی سواری کی مہار پکڑ کر پیدل چلے تو حضرت معاذ نے عرض کی: آقا! یہ کیا؟ فرمایا: کیا ہوا ہے؟ عرض کی: آقا! میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ غلام سوار ہو' آقا پیدل ہو' مرید اوپر ہو پیر نیچے ہو' اللہ تعالیٰ کا حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدل ہو' معاذ سواری پر سوار ہو' آقا! میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ سبحان اللہ! کیا ادب ہے صحابیؓ کے دل میں۔ حضرات یہ ادب اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے جسے نصیب ہو جائے وہ بندہ بڑے مقدر والا ہے' جسے یہ دولت مل جائے حضرات سنی حنفی بریلوی مسلک کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ سنی بے ادب نہیں ہوتا' آپ مسلمانوں کے سارے مسالک دیکھیں' ان کی تحقیق کریں' کوئی مسلک نبیوں کا بے ادب ہے' کوئی صحابہؓ کا گستاخ ہے' کوئی آلِ نبی اولادِ علی کا دشمن ہے' کوئی ولیوں کا بے ادب ہے' مگر اصلی اور ایک نمبر سنی سب کا غلام ہے' اصل سنی سب کا ادب کرتا ہے' نبی کریم کے نعرے مارے تو اصل سنی' صحابہ کے گیت گائے تو اصل سنی' آلِ نبی سے پیار کرے تو سنی' ولیوں کا عرس منائے تو اصل سنی' کیوں کہ سنی باادب جماعت ہے۔

پہلی منزل عشق ادب دی تے بناں ادب مراد نہ پاوے
بے ادباں دی بستی اندر کدی ٹھنڈی وا نہ آوے
ادب توں ودھ عبادت کیہڑی جہڑی اللہ تے پہچاوے
اعظم اُس دے بخت سوتے تے جہنوں ایہہ دولت مل جاوے

حضرت معاذ نے عرض کی: سوہنیا! مجھے بے ادب نہ کرو' آپ آرام فرمائیں! میں اب چلا جاؤں گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: معاذ! پریشان نہ ہو' تو بے ادب نہیں' میں تو ثواب کی نیت سے تیرے ساتھ چل رہا ہوں تا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہر قدم پر اجروثواب عطاء فرمائے۔ معاذ! میں تمہیں مدینہ شریف کی پہاڑی ثنیہ تک چھوڑنے جاؤں گا تا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ثواب بھی عطاء کرے اور تمہیں چند وصیتیں بھی کر سکوں' اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم تھا حضرت معاذ مجبوراً خاموش ہو گئے' حضرت معاذ فرماتے ہیں: میں سواری پر سوار تھا "یمشی تحت راحلته" آمنہ کا لال حسنین کا مقدس نانا میرے ساتھ پیدل چل رہا ہے۔ صدقے جاؤں یہ وہ شان والا رسول ہے جو معراج کی رات نوری براق پر سوار ہو کر اللہ تعالیٰ کا مہمان بنا' پر آج غلام کی سواری کی مہار پکڑ کر پیدل جا رہا ہے۔ کھڑی کے تاجدار نے بڑی پیاری بات فرمائی کہ

پیراں دے وچہ عرش معلیٰ تے موڑھے کملی کالی

دُکھیاں دے وکھ ونڈن والا تے آیا جگ دا والی

حضرت معاذ اونٹنی پر سوار ہیں' سرکار ساتھ جا رہے ہیں اور یمن میں رہنے کے طریقے بھی بتاتے جاتے ہیں۔ سرکار نے فرمایا: معاذ! تو یمن میں تاجر بن کے نہیں جا رہا' مہمان بن کے نہیں جا رہا' سیر و سیاحت کے لیے نہیں جا رہا بلکہ میرا نمائندہ بن کے جا رہا ہے' وہاں جا کر ایسی زندگی گزارنا کہ لوگ تمہیں دیکھ کر رشک کریں' لوگ آپس میں بیٹھ کر اقرار کریں کہ واقعی معاذ پر اللہ تعالیٰ کے رسول کا رنگ چڑھا ہوا ہے' یہ نبی کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ جب یمن جانا تو متقی بن کے رہنا' ہمیشہ سچ بولنا کیونکہ لوگ تجھے دیکھ کر اسلام کا نقشہ ذہن میں بٹھائیں گے' جب کسی سے کلام کرنا تو پہلے اس سے سلام کرنا' جب تک یمن میں رہنا تو زندگی بالکل سادہ گزارنا' جب کسی سے بات کرنا محبت سے اور مسکرا کر بات کرنا' امین اور دیانت داری کا مظاہرہ کرنا' ہمیشہ لوگوں کو نیکی کا حکم دینا برائی سے منع کرنا' پڑوسیوں کے حقوق کا خیال کرنا' دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا اور یہ یاد رکھنا کہ میں

نے ایک دن مرنا ہے' کبھی کسی کو گالی نہ دینا' جھوٹے بندے پر کبھی اعتبار نہ کرنا' اے معاذ! میں جو چیز اپنے لیے پسند کرتا ہوں وہ تیرے لیے بھی پسند کرتا ہوں۔ سرکار اپنے غلام کو جب یہ وصیتیں فرما چکے تو اُدھر ثنیہ پہاڑی بھی آ گئی' اب حضرت معاذ سرکار کی بارگاہ میں آخری سلام عرض کر کے رخصت ہونے لگے تو کملی والے نے فرمایا: معاذ! جو میں نے باتیں کی ہیں ان پر سختی سے عمل کرنا۔ حضرت معاذ نے قدم چوم کر ہاتھوں کو بوسہ دے کر عرض کی: آقا! آپ فکر نہ کریں انشاء اللہ! میں ان باتوں پر ضرور عمل کروں گا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: معاذ! عرض کی: جی میرے آقا! فرمایا: اچھا! اب جانے سے پہلے مجھے جی بھر کے دیکھ لو' عرض کی: آقا! آپ یہ بات کیوں فرما رہے ہیں' سرکار نے فرمایا: اس لیے کہ ''انك عسى ان لا تلقانى بعد عاصى هذا'' ہو سکتا ہے آج کے بعد تیری میری ملاقات نہ ہو سکے' عرض کی: آقا! کیوں؟ فرمایا: ''ولعلك ان تمر بمسجدی هذا و قبریؒ'' فرمایا: معاذ! اب جب تم مدینہ شریف مسجد نبوی میں آؤ گے تو میری قبر کی زیارت کرو گے۔

تیرا ساڈا میل نہیں ہونا تے ہن دنیا اُتے بھائی
چل ملاں گے حشر دیہاڑے تے کہن رسول الٰہی

حضرات توجہ فرمائیں! سرکار کیا فرما رہے ہیں کہ اے معاذ! یہ تیری میری آخری ملاقات ہے۔ وہابی دیوبندی غیر مقلد اہل حدیث حضرات کہتے ہیں کہ سرکار کو کل کی خبر نہیں' بتایئے! سرکار کو غیب تھا یا نہیں' حضور کو پتہ تھا کہ نہیں! میں نے فلاں دن دنیا چھوڑ دینی ہے؟ سرکار کو پتہ تھا' پتہ نہ ہوتا تو بتاتے کیسے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ مختصر کلمہ فرما کے پانچ غیب کی خبریں بتا دی: (۱) کہ ہم عنقریب وفات پا جائیں گے (۲) ہماری وفات باہر نہیں مدینہ شریف میں ہو گی (۳) ہماری قبر انور جنت البقیع میں نہیں مسجد نبوی میں بنے گی (۴) معاذ تو ہماری وفات کے بعد بھی زندہ رہے گا (۵) معاذ جب آئے گا تو ہماری قبر کی زیارت کرے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: معاذ! میرا آج کے

جی بھر کے دیدار کر لے' پھر تو آئے گا تو قبر کی زیارت کرے گا' حضرت معاذ نے جب سرکار کی زبانِ اقدس سے سنا تو اعتراض نہیں کیا' یہ نہیں کہا: آقا! کون کب مرے گا یہ تو غیب کی خبریں ہیں' آپ کو کیسے پتہ چل گیا۔ سرکار ہو سکتا ہے میں یمن جا رہا ہوں راستے میں میری موت آ جائے۔ آپ کو کیا پتہ؟ یہ نہیں کہا کیونکہ حضرت معاذ' رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے' کوئی نجدی وہابی تو نہیں تھے۔ صحابی مان گیا' وہابی نہیں مانتے' کیوں نہیں مانتے اس کا جواب تاجدار کھڑی میاں محمد نے دیا کہ

قدر نبی دا ایہہ کی جانن تے دنیا دار کمینے
قدر نبی دا جانن والے تے سوں گئے نی وچہ مدینے
قدر نبی دا ایہہ کی جانن تے نجدی لوگ کمینے
قدر نبی دا سوہنے سی جانن تے صاف جنہاندے سینے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہہ فرمایا کہ معاذ! میرا آخری دیدار کر لو تو حدیث پاک میں آتا ہے: ''**فبکی معاذ جشعا الغراق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** ''حضرت معاذ سن کر رونے لگ گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں آہیں نکل گئیں' اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دلاسا دیا' فرمایا: معاذ صبر کرو! عرض کی: آقا! اس غلام کو کیسے صبر آئے جس کو پہلے پتہ چل جائے کہ میرا آقا دنیا چھوڑ کر جانے لگا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: معاذ! پریشان نہ ہو' '**ان اولی الناس بی المتقون من کانوا وحیث کانوا** ''ہمیشہ تقویٰ والی زندگی بسر کرنا کیونکہ میرا نیک اور متقی اُمتی مجھ سے دور نہیں' میں ہر وقت اس کے قریب ہوں' وہ میرے قریب ہے' چاہے وہ کائنات میں جہاں رہتا ہو۔

(مسند امام احمد' مشکوٰۃ شریف' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۷ ص ۵۴۔۵۵)

حضرات پتہ چلا سرکار ہر مؤمن کے قریب ہیں' اللہ تعالیٰ بھی یہی فرماتا ہے: ''**اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ** ''(پ ۲۱' الاحزاب: ٦١) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لوگو!

میرے نبی کو اپنے سے دور نہ سمجھنا بلکہ میرا نبی ہر مومن کی جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اسی لیے ہم اصلی ایک نمبر سنی کہتے ہیں کہ ہمارا نبی جسمانی طور پر مدینہ میں ہے' روحانی اور نورانی طور پر ہر مومن کے سینے میں ہے' ہاں! اگر کرم فرمائیں تو سرکار غلاموں کے پاس جسمانی طور پر بھی تشریف لا سکتے ہیں۔

آکھیں سوہنے نوں وائے نی جے تیرا گزر ہووے
میں مر کے وی نہیں مرنا جے تیری نظر ہووے
دیوانیو بیٹھے رہو محفل نوں سجا کے تے
شاید میرے آقا دا ایتھوں وی گزر ہووے؛

حضرت معاذ سرکار کی قدم بوسی کر کے روتے روتے اجازت لے کر یمن کی طرف روانہ ہو گئے' یمن کے لوگوں نے آپ کا بڑا پر جوش استقبال کیا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نائب ہمارے پاس تشریف لایا ہے' یمن کے بڑے بڑے زمیندار' مال دار' جاگیدار جو سرکار کی غلامی میں کلمہ پڑھ کے آ چکے تھے' انہوں نے آپ سے ملاقات کی' ایک رئیس نے کہا: حضور! یمن کے بڑے بڑے لوگوں نے آپ کی دعوتوں کا بڑا انتظام کیا ہے' آج فلاں رئیس کے گھر آپ کی دعوت ہے' کل فلاں زمیندار کے گھر' پرسوں فلاں نواب کے گھر میرے جیسا کوئی ہوتا یا کوئی ملاں ملواناں ہوتا تو بڑا خوش ہوتا کہ چلو چوبیں لگ گئیں ہیں' موجیں اڑائیں گے مگر وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رنگ میں رنگا ہوا تھا' آپ نے فرمایا: آپ حضرات کی بڑی مہربانی' میں یہ دعوتیں قبول نہیں کر سکتا' یمن کے امراء نے عرض کی: حضور! وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غلام ہوں' میرے نبی ایک دن کھاتے ہیں ایک دن بھوکے رہتے ہیں میں بھی سرکار کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسی طرح زندگی گزاروں گا۔ لوگوں نے بڑا اصرار کیا مگر حضرت معاذ نے سب سے معذرت کر لی' پھر یمن کے لوگوں نے آپ کو بڑے بڑے بنگلے دکھائے' بڑی بڑی حویلی دکھائی' حضور! آپ جو بنگلہ جو کوٹھی

پسند فرمائیں وہ حاضر ہے' حضرت معاذ نے فرمایا: میرے بھائیو! یہ بنگلے یہ کوٹھیاں یہ بڑی بڑی حویلیاں آپ کو مبارک ہوں' میں تو مسجد کے کسی حجرے میں رہنا پسند کروں گا۔ سبحان اللہ! قربان جاؤں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام پر' ہے یمن کا چیف جسٹس لیکن فرماتے کیا ہیں؟ مجھے کوٹھیاں بنگلہ نہیں صرف مسجد کا حجرہ چاہیے۔ آج جا کر پاکستان کے چیف جسٹس کی رہائش دیکھئے آپ کو پتہ چلے گا کہ چیف جسٹس کیا بلا ہے۔ آٹھ کنال میں عالی شان کوٹھی' پھر کوٹھی میں دنیا کی ہر سہولت موجود' کئی کئی ایئر کنڈیشنڈ کاریں' پھر دس بیس پولیس کے پہرے دار' پھر لاکھوں روپے ماہانہ تنخواہ۔ مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بنایا ہوا چیف جسٹس کیا کہتا ہے یمن والوں کو: کوٹھیاں بنگلے تمہیں مبارک' مجھے تو مسجد میں ایک چھوٹا سا کمرہ مل جائے' دعا کرو اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو بھی عیش وعشرت سے نکال کر سادہ زندگی بسر کرنے کی اور ملک کے عوام کی خدمت کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین! حضرت معاذ مسجد میں جمعہ جماعت پڑھاتے ہیں' لوگوں کو دینی مسائل بتاتے ہیں' کوئی مقدمہ آ جائے تو قرآن وحدیث کے مطابق فیصلہ فرما دیتے ہیں حضرت معاذ یمن میں دو سال تک چیف جسٹس کے عہدے پر رہے۔ حضرت معاذ یمن میں ہی تھے کہ ہجرت کا گیارھوں سال تھا' ربیع الاوّل شریف کی دو تاریخ تھی' پیر کا دن تھا' سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے چند روز پہلے حضرت معاذ نے عشاء کی جماعت کرائی' جماعت کرانے کے بعد اپنے حجرے میں تھوڑی دیر کے لیے لیٹے تو آپ کی آنکھ لگ گئی' آپ کو نیند آ گئی' آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں اور آپ سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہیں آپ نے خواب میں سرکار کی قدم بوسی کی' پھر بڑے ادب سے عرض کیا کہ آقا کیا حال ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: معاذ! بس اب تیاری ہے' میں دنیا چھوڑ کر جا رہا ہوں' میری زندگی کے آخری لمحات ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ فرما کر آنکھوں سے غائب ہو گئے' حضرت معاذ کی آنکھ کھل گئی' اُٹھ کر بیٹھ گئے آنکھوں میں آنسو جاری ہو

گئے' چاروں طرف دیکھا کچھ نظر نہ آیا' دل میں خیال آیا' شاید یہ خواب ہو' یہ خیال ہو' وضو کر کے ساری رات نفل پڑھتے رہے' جب دوسرا دن آیا تو آپ نے پھر عشاء کی جماعت کرائی' جماعت کرانے کے بعد پھر بستر پر لیٹے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار ہو گیا' سرکار کے قدم چومے' ہاتھوں کو بوسہ دیا' پھر عرض کی: آقا! اب طبیعت کیسی ہے؟ مزاج شریف کیسا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: معاذ! تم طبیعت کی بات کرتے ہو' مزاج پوچھتے ہو' ہم تو مدینہ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں چلے گئے ہیں' ہمارا وصال ہو گیا ہے' ہم دنیا چھوڑ گئے ہیں۔ حضرت معاذ نے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانِ اقدس سے یہ سنا تو خواب میں ہی چیخیں نکل گئیں' روتے روتے آنکھ کھل گئی' پھر رو رو کر کہنا شروع کر دیا: "وا محمداہ وا محمداہ صلی اللہ علیہ وسلم"

سینے دے وچہ اُوسے ویلے تے مارے تیر جدائیاں
ایہہ کی سد سنہڑا ملیا' تے مینوں یار ب عزوجل سائیاں

حضرت معاذ اتنا درد سے روئے کہ اڑوس پڑوس کے لوگ بھی بھاگ کر دوڑتے مسجد نبوی آ گئے کہ اللہ تعالیٰ خیر کرے' ہمارے قاضی صاحب ہمارے دین کے رہبر کو کیا ہو گیا ہے' مردوں اور عورتوں نے پوچھنا شروع کر دیا' حضور! آپ بڑے درد سے رو رہے ہیں' خیر تو ہے؟ حضرت معاذ نے فرمایا: یہ میں بعد میں بتاؤں گا' پہلے تم میری سواری کا بندوبست کرو میں مدینہ شریف جانا چاہتا ہوں۔ لوگوں نے عرض کی: حضور! رات اندھیری ہے' مدینہ شریف بڑا دور ہے' صبح چلے جانا۔ فرمایا: لوگو! مجھے روکو نہیں میں ابھی جانا چاہتا ہوں۔ عرض کی گئی: حضور! کچھ بتائیں تو سہی کہ ہوا کیا ہے؟ حضرت معاذ نے فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ کے آخری نبی وصال فرما گئے ہیں' یمن کے مسلمان بھی رونے لگ گئے' لوگوں نے عرض کی: حضور! آپ کو پتہ کیسے چلا ہے؟ حضرت معاذ نے فرمایا: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے خود خواب میں ابھی بتا کر گئے ہیں کہ اے معاذ! میں مدینہ چھوڑ آیا ہوں' تو نے ابھی یمن نہیں چھوڑا۔ لوگوں نے عرض کی: حضور! ہو سکتا ہے یہ صرف خیال ہو

حضرت معاذ نے فرمایا: یہ خیال نہیں یہ حقیقت ہے کیونکہ تاجدارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود کئی مرتبہ فرمایا تھا کہ "من رانی فی المنام "اگر کوئی بندہ خواب میں میری زیارت کرے "فقد رانی " وہ یقین کر لے کہ اس نے میری ہی زیارت کی ہے کیونکہ "فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی "شیطان میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ میری مثل بن سکے۔ (بخاری شریف ج ا ص ۲۱)

حضرات اللہ تعالیٰ نے شیطان کو بڑی طاقت عطاء فرمائی ہے' وہ ہر بندے کا روپ دھار کر سامنے آ سکتا ہے' شیطان پاورفل طاقت کا مالک ہے مگر اس میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ نبی کی مثل بنے۔ کتنے بدنصیب ہیں یہ صدقات' زکوٰۃ پر پلنے والے ملوانے جو نبی کی مثل بننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ پاگلا یہاں کوئی ایم پی کی مثل نہیں بننے دیتا تو اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل بننے کا دعویٰ کرتا ہے' پھر تو تو شیطان سے بھی دو ہاتھ آگے نکل گیا کیونکہ جو کام شیطان نہیں کر سکتا' وہ چیلے کرتے پھرتے ہیں۔ حضرات نبی کی مثل بننا کمال نہیں بلکہ حسین کے نانے کا غلام بننا کمال ہے۔

تو ں نئیں محرم شان نبی داتے کیوں کرنا ایڈ بے باکی
اُس نوں اپنے ورگا آکھے جہندے خادم نوری خاکی
جس نوں خالق کول بلا کے دسے سارے راز افلاکی
اعظم اُس دے ورگا کہڑا جہندے سر تے تاج لولاکی

حضرت معاذ نے فرمایا: لوگو! یہ صرف میرا خیال نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے کہ میرے نبی کا وصال ہو گیا ہے' حضرت معاذ سواری پر سوار ہو کر مدینہ شریف کی طرف چل پڑے' ادھر سرکار کے وصال کے بعد صدیق اکبر نے حضرت معاذ کو ایک خط لکھا کہ بھائی معاذ! نہایت افسوس کے ساتھ آپ کو اطلاع دی جا رہی ہے کہ وہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام جس نے اپنے بے مثل ہاتھ سے تجھے اپنا عمامہ باندھا تھا جو تیری سواری کی مہار پکڑ کر تجھے نصیحتیں کرتا کرتا ثنیہ کی پہاڑی تک گیا' وہ لجپال نبی ربیع الاوّل پیر کے دن وصال فرما گئے

ہیں' ہمیں جدائی والا صدمہ دے گئے ہیں' اللہ تعالیٰ ہمارے آقا کی ذات پر بے شمار درود و سلام کی لڑیاں نچھاور فرمائے اور ہم سب کو صبر کی توفیق عطاء فرمائے' یہ خط لکھنے کے بعد صدیق اکبر نے حضرت عمار بن یاسر کو عطاء فرمایا کہ یہ خط یمن میں حضرت معاذ تک پہنچا آؤ' حضرت عمار خط لے کر مدینہ شریف سے یمن کی طرف چلے' اُدھر حضرت معاذ یمن سے مدینہ شریف کی طرف چلے' حضرت معاذ دورانِ سفر روتے بھی آتے ہیں اور کہتے بھی آتے ہیں: آقا! آپ نے بڑی جلدی فرمائی ہے کم از کم اس غلام کو تو مدینہ شریف آ لینے دیتے تا کہ آخری بار دیدار کر لیتا' اُدھر حضرت عمار اونٹ پر سوار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے جاتے ہیں: اے پیارے رب العالمین! مجھے جلدی یمن پہنچا دے تا کہ بھائی معاذ کو یہ جلدی خبر پہنچ جائے' پھر رو پڑتے ہیں' اتفاق سے سامنے سے حضرت معاذ بھی تشریف لے آئے' رات اندھیری' پہچان نہ سکے کہ یہ کون ہے' حضرت معاذ نے یہ سمجھا کہ شاید یہ بھی کوئی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیوانہ ہے جو رات کو جنگلوں میں روتا پھرتا ہے' حضرت معاذ نے آواز ماری: اے رونے والے بھائی! تو کون ہے اور کہاں جا رہا ہے؟ اُدھر سے حضرت عمار نے پوچھا: بھائی جی! پہلے تو بتا کہ تو کہاں جا رہا ہے؟

کون کوئی توں کتھے جاناں تے قاصد بول پکارے
کہے معاذ اسی چلے مدینے تے درد غماں دے مارے

حضرت معاذ نے اب پوچھا: بھائی جی! آپ کون ہیں؟ حضرت عمار نے کہا: بھائی جی! میرا نام عمار بن یاسر ہے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابی ہوں' یمن جا رہا ہوں وہاں حضرت معاذ رہتے ہیں انہیں بتانے جا رہا ہوں کہ نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا سے پردہ فرما گئے ہیں' سرکار کا وصال ہو چکا ہے۔ حضرت معاذ نے جب بات سنی تو غش کھا کر اونٹ سے نیچے گر پڑے' حضرت عمار بھی اونٹ سے نیچے اُترے کہ دیکھوں تو سہی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سن کر اونٹ سے گرنے والا کون عاشق ہے' جب حضرت عمار قریب گئے تو پہچان گئے کہ یہ تو حضرت معاذ ہیں' آپ نے حضرت

معاذ کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھا' چہرے پر پانی ڈالا' حضرت معاذ ہوش میں آ گئے' پھر رو کر فرمایا: بھائی عمار! تو تو اب بتا رہا ہے مجھے اللہ تعالیٰ کا رسول خود خواب میں آ کر اپنے وصال کی خبر دے گیا ہے۔ اچھا یہ بتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد صحابہ کرام پر کیا گزری ہے؟ حضرت عمار نے فرمایا: بھائی معاذ! وہی حال ہے جو آپ کا حال ہے' ہر صحابی غم کے دریا میں ڈوبا ہوا ہے' سارا مدینہ تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے' ہر طرف سے رونے کی آوازیں آتی ہیں' انسان تو ایک طرف سرکار کی جدائی میں درندے' پرندے' حیوانات' نباتات حتیٰ کہ مدینہ شریف کے درو دیوار بھی رو رہے ہیں' حضرت معاذ سن کر آہیں مار کر رونے لگے' روتے روتے مدینہ شریف کی طرف چل پڑے' جب مدینہ شریف پہنچے تو سب سے پہلے مؤمنوں کی ماں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے آستانے پر تشریف لائے' دروازے پر دستک دی' اندر سے اماں عائشہ نے رو کر فرمایا: کون ہے دُکھیوں اور معموموں کے دروازے پر دستک دینے والا۔ حضرت معاذ نے رو کر عرض کی: امی جان! میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خادم معاذ بن جبل ہوں۔ سیدہ عائشہ نے اپنی کنیز کو حکم دیا: جا جا کر دروازہ کھول اور حضرت معاذ کو کمرے میں بٹھا' کنیز نے دروازہ کھول کر حضرت معاذ کو کمرے میں بٹھایا' تھوڑی دیر کے بعد مؤمنوں کی ماں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبوب بیوی سیدہ عائشہ پردے کے پیچھے تشریف لائیں' حضرت معاذ نے رو کر اماں کو سلام عرض کیا' سرکار کے وصال پر افسوس کا اظہار کیا' جب سیدہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام سنا تو روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں' حضرت معاذ نے بھی رونا شروع کر دیا' کافی دیر تک سیدہ عائشہ اور حضرت معاذ روتے رہے' پھر حضرت معاذ نے عرض کی: امی جان! ذرا یہ بتاؤ کہ سرکار کب بیمار ہوئے' کتنے دن بیمار رہے اور کیسے فوت ہوئے؟ پھر صحابہ نے آمنہ کے لال کو کیسے دفن کیا؟ سیدہ عائشہ نے فرمایا: بیٹا! ناراض نہ ہونا مجھ میں اتنی ہمت نہیں کہ میں تمہیں یہ سارے واقعات سناؤں' تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورِ نظر لختِ جگر سیدہ طیبہ طاہرہ زاہدہ حضرت سیّدہ فاطمہ کی خدمت میں

جاؤ' ان سے ان کے بابے کی تعزیت بھی کرو اور یہ سارے واقعات بھی پوچھو' شاید میرے آقا کی بیٹی تمہیں بتا دے۔ حضرت معاذ سلام کر کے حضرت سیدہ فاطمہ کے آستانے پر تشریف لائے' کون فاطمہ!

کیہڑی عورت اے وچہ کونین جس نے زہراں وانگ پائی شان جلی ہووے
جس دے پتر حسنین جے لال ہوون تے سرتاج جس دا مولا علی ہووے
جس دے در اُتے خدمت کرن خاطر ہر اک حور فردوس کھڑی ہووے
صائم کون پہنچے اس دی شان تائیں جو محمد ﷺ دی گود وچہ پلی ہووے

حضرت معاذ' سیدہ فاطمہ کے آستانے کی طرف چلے' ابھی آپ کے گھر پہنچے نہیں تھے کہ سیدہ فاطمہ نے بیٹے حسین کو آواز ماری: حسین! جی امی جی! فرمایا: بیٹا! گھر سے باہر جاؤ تمہارے چاچو حضرت معاذ میرے ابو کی تعزیت کے لیے آ رہے ہیں' کمرہ کھول کر انہیں اندر عزت سے بٹھاؤ۔ صدقے جاؤں نگاہِ زہرا پر' ابھی حضرت معاذ آئے نہیں' دروازے پر دستک دی نہیں لیکن غیب کی خبریں جاننے والے نبی کی پیاری بیٹی پہلے بیٹے کو ان کی آمد کی خبر بتا رہی ہے' امام حسین پاک جن کی عمر ابھی سات سال کی ہے' ابھی بچے ہیں' امی کا حکم سن کر گلی میں تشریف لائے' ادھر حضرت معاذ بھی تشریف لے آئے' حضرت معاذ نے اُٹھا کر سینے سے لگا لیا' ہاتھ چومے' رخساروں پر بوسہ دیا' پھر ماتھا چوم کر فرمایا: پیارے حسین! تیرے نانے کی وفات کا بڑا افسوس ہے' بڑا ارمان ہے۔ امام حسین نانے کا نام سن کر رونے لگ گئے' روتے روتے اندر گئے' کمرے کا دروازہ کھولا' حضرت معاذ کمرے میں تشریف لے گئے' تھوڑی دیر کے بعد سیدہ فاطمہ بھی پردے کے پیچھے تشریف لے آئیں' حضرت معاذ نے سب سے پہلے سیدہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعزیت کی' عرض کی: بیٹی! مجھے آپ کے ابو کے وصال پر بڑا دکھ ہے' بڑا دل پریشان ہے مگر اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا' اللہ تعالیٰ آپ کے بابے پر کروڑوں درود اور لاکھوں سلام کا نزول فرمائے' اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہر سرکار کے غلام کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت معاذ تعزیت کر کے

رہے' حضرت فاطمہ روتی رہیں' پھر حضرت معاذ نے عرض کی: بیٹی! ذرا سرکار کے وصال کے بارے تو بتاؤ! آپ کیسے بیمار ہوئے' پھر کیسے آپ کی وفات ہوئی' کیسے صحابہ نے دفن کیا؟ سیدہ نے چند موٹے موٹے واقعات بتائے' جب حضرت معاذ نے سیدہ فاطمہ کی زبان سے سرکار کے وصال کے واقعات سنے تو آپ پھر بے ہوش ہو کر گر پڑے' جب ہوش میں آئے تو سیدہ فاطمہ نے فرمایا: چاچو معاذ! جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہونے لگا تھا تو سرکار نے وصال فرمانے سے پہلے مجھے فرمایا تھا: بیٹی فاطمہ! میری وفات کے چند دن بعد میرا معاذ مدینہ آئے گا جب تیرے پاس آئے تو اسے کہنا: اے معاذ! اللہ تعالیٰ کے آخری رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام تجھے سلام دیتا تھا اور کہتا تھا: اے معاذ! میری اُمت کے علماء کا امام! اے معاذ تو وہ ہی یہ عہدہ اللہ تعالیٰ نے تجھے عطاء فرمادیا ہے۔ سبحان اللہ! حضرت معاذ نے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ پیغام سنا تو آپ کی چیخیں نکل گئیں' رو کر درود وسلام پڑھ کر عرض کی: آقا! تیرے قدموں پر میرے ماں باپ قربان ہو جائیں! آپ کتنے لجپال اور کریم ہو' جو وفات کے وقت بھی غلام کو یاد فرماتے رہے۔

کملی والے پاک دربار اندر ایہو عرض میں صبح تے شام کرنا
منظر ویکھاں مدینے دا کدی جا کے میں تے چاہناں واں اوتھے قیام کرنا
جدوں قلب فراق تھیں جل اُٹھد ائے پیش ہنجواں دے لیہنوں جام کرنا
ناصر شاہ کوئی ہور نہیں کم میرا صرف آقا نوں پیش سلام کرنا

حضرت معاذ' سیدہ کو سلام کر کے اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک روضہ پر آئے' جب سرکار کی قبر انور دیکھی تو عاشق کی آہیں نکل گئیں' روتے بھی جاتے ہیں اور سرکار کی بارگاہ میں درود وسلام بھی پڑھتے جاتے ہیں اور قبر انور کو چوم کر عرض کرتے ہیں: میرے آقا! آپ نے سچ فرمایا تھا کہ معاذ! مجھے جی بھر کے دیکھ لے' یہ تیری میری آخری ملاقات ہے' پھر تو مجھے نہیں دیکھ سکے گا بلکہ جب تو مدینہ شریف آئے گا تو مسجد نبوی میں میری قبر ہوگی' میری قبر کی زیارت کرے گا' آقا آج آپ کی بات پوری ہوگئی' پوری ہوتی

بھی کیوں نہ آپ خود تھوڑا بولتے ہیں' آپ کی زبان پر تو خود خالق کائنات بولتا ہے' سوہنیا! دنیا میں بڑے بڑے صادق آئے اور قیامت تک آتے رہیں گے' مگر تیرے جیسا صادق امین نہ کوئی دنیا میں آیا ہے اور نہ ہی کوئی آئے گا۔ (مدارج النبوت ج ۳ ص ۵۲۷-۵۳۱)

بیماری کی ابتداء

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نو بیویاں تھیں' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر روز ایک بیوی کے پاس رات گزارتے' دن کو سب ازواج کے پاس تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے تشریف لے جاتے' کسی کو کوئی ضرورت ہوتی تو وہ پوری فرماتے' ہجرت کا گیارھواں سال تھا' صفر کا مہینہ تھا' مہینے کا آخری بدھ تھا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عشاء کی جماعت کرا کے اپنی بیوی حضرت میمونہ کے گھر رات گزارنے کے لیے تشریف لے گئے' رات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اچانک طبیعت خراب ہوگئی' سرِ انور میں شدید درد ہو گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صبح کی جماعت کرائی' نماز کے بعد آپ مجھے دیدار کرانے کے لیے مجھے ملنے کے لیے میرے حجرے میں تشریف لائے' حضرت عائشہ فرماتی ہیں: قدرتی طور پر اس دن میرے بھی سر میں بڑا شدید درد شروع ہو گیا' جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے پاس تشریف لائے تو میں درد کی شدت کی وجہ سے پریشان تھی اور اپنا سر پکڑ کر کہہ رہی تھی: ''وا راساہ'' ہائے میرا سو گیا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے عائشہ! تیرے سر میں درد نہیں بلکہ میرے سر میں درد ہے' عرض کی: آقا! درد تو میرا ابھی سر کر رہا ہے اور بڑی شدت کے ساتھ' لگتا ہے کہیں درد کی وجہ سے میرا سر پھٹ نہ جائے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: یہ میرے سر کے درد کا اثر ہے' جو تجھ پہ پڑ رہا ہے۔ ملاں علی قاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ حقیقت میں درد تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تھا لیکن محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے حضرت عائشہ کو بھی محسوس ہونے لگا جیسے لیلیٰ نے ایک دن خون نکلوانے کے لیے اپنے جسم میں چیرہ دلوایا تو لیلیٰ کے بجائے خون مجنوں کا نکلنے لگا' یہ محبت کی دلیل ہے۔ بلاتشبیہ

بلا مثال تکلیف بیٹے کو ہوتی ہے' دل ماں کا پریشان ہو جاتا ہے' ماں گھر میں کہتی ہے: میرے بچے کی خیر ہو' میرا دل دھڑک رہا ہے' اسی طرح درد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہوا' اثر حضرت عائشہ کو ہوا۔ (مرقات شریف' مراٰۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۳۰۵)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: عائشہ! تم ٹھیک ہو جاؤ گی' میرا اسی بیماری میں وصال ہو جائے گا۔ حضرت عائشہ نے عرض کی: آقا! لگتا تو ایسے ہے جیسے میں آپ سے پہلے وفات پا جاؤں گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: عائشہ! اگر تو مجھ سے پہلے فوت ہو جائے تو یہ تو تیری خوش نصیبی ہے۔ حضرت عائشہ نے عرض کی: وہ کیسے؟ سرکار نے فرمایا: ''لو مت قبلی فغسلتك'' عائشہ! رضی اللہ عنہا اگر تو مجھ سے پہلے فوت ہو گئی تو میں اپنے ہاتھوں سے تمہیں غسل دوں گا۔ سبحان اللہ! حضرات یہاں ایک فقہی مسئلہ عرض کر دوں۔ اگر بیوی مرد سے پہلے فوت ہو جائے تو مرد اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا نہ عورت کو ننگے جسم ہاتھ لگا سکتا ہے کیونکہ عورت جب فوت ہو جائے تو وہ مرد کے نکاح سے اُسی وقت نکل جاتی ہے۔ باقی مرد اپنی بیوی کو کندھا دے سکتا ہے' اگر عورت کا کوئی قریبی رشتہ دار (مثلاً بیٹا' والد' بھائی' تایا' چچا' ماموں نہ ہو تو وہ مرد اپنی بیوی کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں بھی دفنا سکتا ہے۔ لوگوں میں یہ جو بات مشہور ہے کہ خاوند عورت کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا' کندھا نہیں دے سکتا' یہ غلط ہے۔ حضرات خاوند عورت کو غسل نہیں دے سکتا' ہاں! اگر مرد فوت ہو جائے تو کوئی بندہ غسل دینے والا نہ ملے تو عورت اپنے خاوند کو غسل بھی دے سکتی ہے کیونکہ عورت مرد کی وفات کے چار مہینے دس دن بعد تک اس کے نکاح میں رہتی ہے۔ پتہ چلا کوئی مرد اپنی بیوی کو بعد مرنے کے غسل نہیں دے سکتا۔ مگر سرکار کیا فرما رہے ہیں: اے عائشہ! اگر تیری پہلے وفات ہو گئی تو میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے غسل دوں گا۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت ہے' یہ حکم ہے صرف میرے آقا کے لیے۔ اسی طرح حضرت علی کو بھی یہ خصوصیت حاصل تھی کہ آپ حضرت فاطمہ کو وفات کے غسل دے سکتے تھے بلکہ بعض روایات میں یہ بات موجود ہے کہ مولا علی

نے حضرت فاطمہ کو اپنے ہاتھوں سے غسل دیا' جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے آپ کی بیویاں آپ کے نکاح سے نہیں نکلیں' اسی طرح مولا علی کی وفات سے حضرت فاطمہ آپ کے نکاح سے نہیں نکلی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی سے فرمایا تھا کہ علی! فاطمہ دنیا میں بھی تیری بیوی ہے' قیامت والے دن جنت میں بھی تیری بیوی ہوگی۔ (مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۳۰۶)

تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: عائشہ! اگر تو مجھ سے پہلے وفات پا گئی تو تیری یہ خوش نصیبی ہوگی' حضرت عائشہ نے عرض کی: آقا! وہ کیسے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''لو مت قبلي فغسلتك و كفنتك و صليت عليك و دفنتك '' اگر تو مجھ سے پہلے فوت ہوگئی تو میں اپنے ہاتھوں سے تمہیں غسل دوں گا' اپنے ہاتھوں سے تمہیں کفن پہناؤں گا' پھر تیرا جنازہ پڑھوں گا' پھر اپنے ہاتھوں سے تجھے قبر میں دفن کروں گا۔ حضرت عائشہ نے جب یہ سنا تو ازراہِ محبت عرض کی: آقا! آپ تو چاہتے ہیں کہ میں فوت ہو جاؤں' آپ نئی دلہن لے کر میرے کمرے میں آئیں۔ حضرت عائشہ کی بات سن کر رحیم کریم نبی نے غصہ نہیں فرمایا بلکہ ''فتبسم رسول الله صلى الله عليه وسلم '' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسکرانا شروع کر دیا۔

(دارمی شریف' مشکوٰۃ شریف' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۳۰۵۔۳۰۷)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ بات کر کے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے' وہاں جا کر بیماری اور زیادہ ہوگئی' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام ازواج کو جب سرکار کی بیماری کا پتہ چلا تو ساری ازواج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیمار پرسی کے لیے حضرت میمونہ کے گھر تشریف لے گئیں' کوئی بیوی قدموں میں بیٹھ گئی' کوئی سرِ انور کی طرف بیٹھ گئی' کسی نے ہاتھ مبارک دبانے شروع کر دیئے' کسی نے قدموں کو دبانا شروع کر دیا' کسی نے سرِ انور کو دبانا شروع کر دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ازواج پاک سے فرمایا: اے میری ازواج! میں نے ساری زندگی کوشش کی ہے کہ ہر بیوی کو اس کا

پورا پورا حق دیا جائے' یہی وجہ ہے کہ میں ہر روز ہر بیوی کے پاس رات بسر کرتا رہا ہوں' اب میری طبیعت ناساز ہے' میں تمہارے پاس چند دن کا مہمان ہوں' اگر تم سب خوشی سے اجازت دو تو میں ظاہری زندگی کے چند دن عائشہ صدیقہ کے پاس نہ گزار لوں؟ تم سب وہاں آ کر میری تیمارداری بھی کر جانا اور ملاقات بھی کر جانا۔ سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت فاطمہ فرماتی ہیں کہ تمام ازواج پاک نے خوشی سے عرض کی: آقا! آپ پریشان نہ ہوں ہم آپ کی رضا میں راضی ہیں' آپ جہاں چاہیں آرام فرمائیں' ہمیں کوئی اعتراض نہیں' میرے آقا نے تمام ازواج کا شکریہ ادا کیا۔ سبحان اللہ! صدقے جاؤں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انصاف پر۔ حضرات محدثین کرام فرماتے ہیں: اگر عام بندہ دو شادیاں کرے تو اس پر ضروری ہے دونوں میں مساوات کرے' دونوں میں ایک جیسا پیار کرے' دونوں کو ایک جیسا کھانا پینا لباس رہائش مہیا کرے' وگرنہ سخت مجرم ہوگا' گناہ گار ہوگا' مگر یہ بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ضروری نہیں تھی' میرے آقا نے صرف تعلیم اُمت کے لیے یہ کام فرمائے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ ساری بیویاں راضی ہیں تو آمنہ کے لال نے چارپائی سے اُٹھ کر ایک ہاتھ مولا علی کے کندھے پر رکھا' دوسرا ہاتھ حضرت فضل بن عباس کے کندھے پر رکھا' بڑی مشکل سے چلتے چلتے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق کے گھر تشریف لائے۔

(مدارج النبوت ج ۲' معارج النبوت ص ۴۸۴-۴۸۵' مسلم شریف' شرح صحیح مسلم ج ا ص ۱۲۰۱)

حضرات توجہ کیجئے! تاجدارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت عائشہ سے کتنی محبت اور کتنا پیار ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ بہت بڑے عالم' بہت بڑے زمانے کے غوث تھے' نقشبندی سلسلہ سے آپ کا تعلق تھا' امام ربانی کو دیوبندی وہابی غیر مقلد جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے ہیں' سنی سارے ہی اپنا مذہبی پیشوا مانتے ہیں' وہ اپنی کتاب مکتوبات شریف ج ۲' اُردو مکتوب ۳۶ میں یہ بات لکھتے ہیں کہ میرا یہ طریقہ تھا کہ میں ہر سال بہت سا کھانا پکواتا تھا' پھر اس کھانے کا ثواب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی خدمت میں پیش کرتا' پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے مولا علی' حضرت فاطمہ' امام حسن' امام حسین کی بارگاہِ عالیہ میں پیش کرتا۔ حضرات! اس واقعہ سے پتہ چلا کہ کھانا پکا کر اس پر کچھ پڑھ کر بزرگوں کی روح کو ثواب پہنچانا یہ بدعت نہیں' یہ بریلویوں کا طریقہ نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کا طریقہ ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی آج سے پانچ سو سال پہلے تشریف لائے تھے' وہ بھی ختم درود و ایصالِ ثواب کے قائل تھے۔ پتہ چلا نذر و نیاز دلانا بزرگوں کو روح کو ثواب پہنچانا' یہ غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان ہے' آج کل کھانا پکا کر پھل فروٹ' مٹھائی' دودھ' کھجوریں وغیرہ سامنے رکھ کر ختم پڑھا جائے تو بعض لوگ بڑے گھبراتے ہیں' کہتے ہیں: بدعت ہے' شرک ہے' یہ ناجائز ہے' یہ کھانا حرام ہو گیا۔ حضرات! بندہ ان بدنصیبوں سے یہ پوچھے کہ کھانے پر قرآن پڑھنے سے کھانا کیسے حرام ہو گیا' یہ بدعت کیسے ہو گیا۔ حضرات آپ بتائیں! جب بھی دنیا کا کوئی مسلمان کھانا کھاتا ہے تو بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ کر کھاتا ہے کہ نہیں؟ بولئے! بسم اللہ شریف پڑھتا ہے' یہ بسم اللہ شریف قرآن کی آیت ہے کہ نہیں؟ بسم اللہ شریف صرف سورتوں کی ابتداء میں برکت کے لیے ہی نہیں لکھی ہوتی بلکہ یہ انیس پارے کی آیت ہے' حضرات اگر ایک آیت پڑھ کر کھانا حلال رہتا ہے' کھانے میں برکت آ جاتی ہے' کھانا کھانا جائز ہے تو چار سورتیں پڑھ لینے سے کھانا کیسے حرام ہو گیا۔ شرک اور بدعت کیسے ہو گیا۔ افسوس! ان وہابیوں دیوبندیوں نے مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی بنانے کا ٹھیکہ لیا ہے جو بھی اچھا کام کرو' فوراً فتویٰ آ جائے گا بدعت ہے شرک ہے' ناجائز ہے' حرام ہے۔ اللہ کے بندو! کھانے پر قرآن پڑھنا کیسے بدعت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: کھانے پر میرا ذکر کر کے کھاؤ' خالق کائنات ایمان والوں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ''فَکُلُوۡا مِمَّا ذُکِرَ اسۡمُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ '' اے لوگو! کھاؤ اس پاک کھانے کو جس پر میرا ذکر کیا جائے میرا نام لیا جائے میرا قرآن پڑھا جائے'' اِنۡ کُنۡتُمۡ بِاٰیٰتِہٖ مُؤۡمِنِیۡنَ '' اگر تم مومن ہو اگر تمہارے اندر ایمان کی رتی ہے

تو ضرور کھاؤ' اگر ایمان نہیں تو بے شک مت کھانا۔ حضرات پتہ چلا کہ مؤمن ختم والا کھانا قرآن والا کھانا' اللہ تعالیٰ کے نام والا کھانا چھوڑتا نہیں اور بے ایمان ختم والے کھانے کو چھوتا تک نہیں۔ اب جو حضرات ختم والا کھانا نہیں کھاتے' ان سے کسی دن پوچھ لینا' حضرت صاحب! آپ کس پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں: غلامانِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پارٹی سے یا ابوجہل اینڈ کمپنی سے۔ اگر کہے کہ میں سرکار کا غلام ہوں تو اس سے کہنا: پھر ختم والا کھانا کھاتا کیوں نہیں۔ خالق کائنات ختم کا ذکر قرآن والا کھانا نہ کھانے والوں سے سوال کرتا ہے کہ ''وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ''(پ ۸' الانعام: ۱۱۷-۱۱۸) اے لوگو! تمہیں کیا تکلیف ہے تم اس کھانے کو کیوں نہیں کھاتے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔ حضرات ہوسکتا ہے کوئی ملوانا آپ کو چکر دینے کے لیے کہے کہ یہ آیت کریمہ تو ذبح کے لیے نازل ہوئی ہے تم ختم کا ثبوت دے رہے ہو۔ اس سے کہنا ٹھیک ہے نازل یہ ذبح کے لیے ہوئی تھی مگر اس کا حکم عام ہے' اب قیامت تک جس حلال چیز پر اللہ تعالیٰ کا نام آئے گا' وہ اس آیت کریمہ میں شامل ہوگی۔ حضرات اس آیہ کریمہ پر خود تاجدارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمل کر کے اُمت کی رہنمائی فرمادی۔ بہت بڑے محدث علامہ ابوسعید سلمی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب شرح برزخ ص ۱۰۱ اور ص ۳۳۹ پر لکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت ابن ابی الدنیا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم اجمعین فرماتے ہیں کہ جب بھی مدینہ پاک میں کسی مسلمان کا کوئی رشتہ دار فوت ہوجاتا تو وہ کھانا سرکار کی بارگاہ میں لے کر آتا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کھانے پر فاتحہ پڑھتے' پھر دعا فرماتے کہ یا اللہ عزوجل! اس کھانے کا ثواب فلاں مرنے والے مسلمان کی روح کو پہنچا دے۔ امام نابلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حدیقہ ندھیہ میں لکھتے ہیں کہ سامنے کھانا پھل فروٹ' دودھ یا کوئی بھی حلال چیز رکھ کر اس پر فاتحہ پڑھنا' پھر اس فاتحہ والے کھانے کا کھانا یہ مستحب ہے اور یہ وہ عمل ہے جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے لے کر آج تک مسلمانوں میں

چلا آ رہا ہے۔ علامہ ابوسعید سلمی رضی اللہ عنہ شرح برزخ ص ۱۰۱ میں لکھتے ہیں: ملا علی قاری اپنے فتاویٰ از جندی میں علامہ عبدالحکیم دہلوی ہدیۃ الحرمین ص ۶۸ میں لکھتے ہیں: جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو وصال ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیٹے کا تیجہ کیا۔ ملا علی قاری اور علامہ ابوسعید فرماتے ہیں: ''وکان یوم الثالث من وفات ابراھیم ابن محمد صلی اللہ علیہ وسلم '' جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کا تیسرا دن آیا تو ''جاء ابو ذر عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم بتمرۃ یابسۃ ولبن فیہ خبز من شعیر فوضعھا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم '' حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں خشک کھجوریں' دودھ اور اس میں جَو کی روٹی تھی وہ لے کر حاضر ہوئے اور سرکار کے سامنے یہ ساری چیزیں رکھ دیں۔ ''فقرء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفاتحۃ وسورۃ الاخلاص ثلث مرات '' پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کھانے پر تین مرتبہ سورۂ اخلاص اور ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ تلاوت فرمائی۔ ''رفع یدیہ للدعاء ومسح بوجہ '' پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاتھ مبارک اُٹھا کر دعا کی' کافی دیر تک اللہ تعالیٰ کا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا فرماتا رہا' دعا مانگنے کے بعد میرے آقا نے اپنے مقدس ہاتھ اپنے نور بھرے چہرے پر پھیر دیئے' پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوذر کو فرمایا: ابوذر! عرض کی: جی میرے آقا! ''فامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابا ذر ان یقسمھا بین الناس '' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: یہ ساری نیاز یہ سارا تبرک صحابہ میں تقسیم کر دو۔ حضرت ابوذر نے سارا لنگر صحابہ میں تقسیم کر دیا۔ صحابہ نے عرض کی: آقا! آپ نے دعا فرمائی ہے' ہاتھ مبارک اُٹھائے ہیں لیکن ہمیں پتہ نہیں چلا' آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اُٹھا کر مانگا کیا ہے؟'' قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھبت ثواب ھذہ لابنی ابراھیم '' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لوگو! میں نے اپنے بیٹے

حضرت ابراہیم کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا ہے:
اے خالق کائنات! اس تمام کلام پاک کا ثواب اس طعام کا ثواب میرے بیٹے ابراہیم کی روح کو عطاء فرمادے! حضرات شرح برزخ کتاب کوئی معمولی کتاب نہیں بلکہ بڑی معتبر کتاب ہے، وہابی غیر مقلد اہل حدیث حضرات کے بہت بڑے عالم نواب صدیق حسن بھوپالی اتحاف النبلاء ص ۹۵ پر لکھتے ہیں کہ شرح برزخ از کتب حدیث است۔ شرح برزخ حدیث کی کتاب ہے۔ علامہ عبدالحکیم دہلوی ہدیۃ الحرمین ص ۶۸ میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کریم آقا کے پیارے چچا جان میدانِ اُحد میں شہید ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے پیارے چچا کا تیجہ، دسواں، چالیسواں، ششماہی اور سالانہ دن بھی منایا اور کھانا سامنے رکھ کر اس پر فاتحہ پڑھ کر آپ کی روح کو ثواب پہنچا کر وہ کھانا خود بھی کھایا، صحابہ کرام کو بھی کھلایا اور ساری زندگی صحابہ کرام بھی اپنے بزرگوں کو روح کو کھانا پکا کر اس پر فاتحہ پڑھ کر ثواب پہنچاتے رہے، جو اس بات کا انکار کرتا ہے وہ حقیقت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کے طریقے کا انکار کر رہا ہے۔

(فتاویٰ نظامیہ ص ۸۲۔۸۳۔۹۰۲۔۹۰۳، محاسبہ دیوبندیت ج ۱ ص ۸۳۔۸۴)

حضرات پتہ چلا کھانا سامنے رکھ قرآن مجید کی چند سورتیں پڑھنا پھر کھانا تقسیم کرنا، تیجہ دسواں چالیسواں کرنا، یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کی سنت ہے۔ پر دیوبندی وہابی کیا کہتے ہیں سنئے! دیوبندیوں کے قطب وقت مولوی رشید احمد گنگوہی سے کسی نے پوچھا: سامنے کھانا یا کچھ شیرینی رکھ کر فاتحہ پڑھنا، پھر قل شریف پڑھنا، پھر مرنے والے کے لیے دعا کرنا، جب کہ لوگ فاتحہ کہتے ہیں، کیسا ہے؟ مولوی صاحب جواب دیتے ہیں: یہ بدعت ضلالت ہے۔ جانتے ہیں بدعت ضلالت کرنے والا کون ہے اور بدعت ضلالت کا مطلب کیا ہے؟ حضرات بدعت ضلالت کا معنی ہے: وہ نئی چیز جو گمراہ اور گمراہی کی طرف لے جائے اور بدعت ضلالت پر عمل کرنے والا جہنمی ہے۔ تو مولوی رشید احمد فتاویٰ رشیدہ ص ۱۵۴ پر کھانا سامنے رکھ کر ختم پڑھنے والوں کو معاذ اللہ

گمراہ اور جہنمی کہہ رہا ہے۔ اب بندہ اس نام نہاد مُلوانے سے پوچھے کہ ظالما! کیا قرآن پڑھنے والا جہنمی اور گمراہ ہے۔ کیا معاذ اللہ کروڑوں اللہ تعالیٰ کے مؤمن بندے یہ عمل کر کے گمراہی اور جہنم کی طرف جا رہے ہیں؟ شرم تم کو مگر نہیں آتی؟ حضرات ان دیوبندیوں وہابیوں سے بچو! اب یہ بھی اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کہلانے لگ گئے ہیں' یہ جھوٹے ہیں یہ سنی نہیں بلکہ یہ لوگ خارجی ہیں' نام کے سنی ہیں' اصلی سنی پیروں فقیروں کا غلام آلِ نبی اولادِ علی اصحابِ نبی کا غلام ہے' نذر و نیاز اور ایصالِ ثواب کا قائل ہے۔ اصلی سنی وہ ہیں جو یا رسول اللہ کے نعرے سے پیار کرنے والے ہیں جو نبی کو نور اور مختار کل ماننے والے ہیں' جشن میلاد اور نبی کے نام پر قربان ہونے والے ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ دیوبندی ہمیں کہتے ہیں کہ اصلی سنی ہم دیوبندی ہیں' تم سنی نہیں ہو' چلو مان لیتے ہیں کہ اصلی سنی تم ہی ہو لیکن پہلے فیصلہ کرنا پڑے گا کیا کہ

چلو منیا میں اصل سنی نئیں ع توں پر منے اک اصول تے تاں مناں
میں نعرہ رسالت بلند کرناہاں توں آکھیں یا رسول تے تاں مناں
نبی پاک نوں اللہ دا نور ازلی کریں دلوں قبول تے تاں مناں
اُو دیوانے ختم درود سُن کے اُٹھے تینوں نہ پوے سول تے تاں مناں

حضرات عرض یہ کر رہا تھا کہ امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں: میں ہر سال بہت سا کھانا پکوا کر اس پر قرآن پڑھ کر اس کھانے کا ثواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں پیش کرتا' پھر سرکار کے وسیلہ سے حضرت مولا علی' حضرت سیدہ فاطمہ' امام حسن' امام حسین کی بارگاہ میں یہ ہدیہ پیش کرتا' کسی اور صحابی کا نام نہ لیتا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی زوجہ کا نام نہ لیتا' صرف پنجتن کا نام لیتا۔ امام ربانی فرماتے ہیں: ایک سال میں نے لنگر پکوا کر نیاز دلا کر ثواب پہنچا کر کھانا لوگوں میں تقسیم کر دیا' شام کا ٹائم ہو گیا' میں نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی' نماز پڑھنے کے بعد میں تھوڑی دیر کے لیے میری آنکھ لگ گئی' جب آنکھ لگی تو خواب میں میری قسمت کا ستارہ جاگ پڑا

مجھے خواب میں حسنین کریمین کے نانا جان' سیدہ فاطمہ کے پیارے بابا جان' تاجدارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت پاک ہوگئی۔ سبحان اللہ! حضرات وہ لوگ بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں جن کی نیند میں اللہ تعالیٰ کے پاک حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لاکر دیدار کی دولت سے مالا مال فرما جاتے ہیں۔ جب سرکار کے دیوانے اپنے آقا کی زیارت کرتے ہیں تو قدموں میں گر کر عرض کرتے ہیں کہ

تو ں داتا اسیں منگتے تیرے ترے باجھ نہ ہون گزارے
ہے لج پال گھرانہ تیرا ساڈی لاج تیرے ہتھ پیارے
پردہ پوشی منصب تیرا آسیں بھنہار نکارے
اعظم نوں وچہ حشر نہ بھلیں ایہدے عیب چھپا لیئے سارے

امام ربانی فرماتے ہیں: جب مجھے سرکار کر دیار ہوا تو 'فقیر برایشاں عرض سلام می کند' تو میں نے بارگاہِ نبوت میں صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا۔ متوجہ فقیر نمی شوند و در بجانب دیگر دارند۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب میرا اسلام سنا تو بجائے جواب دینے کے چہرۂ انور دوسری طرف پھیر لیا۔ امام ربانی فرماتے ہیں: میں بڑا پریشان ہوا کہ خوش قسمتی سے اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت ہوئی' خواب میں دیدار پُرانوار ہوا' مگر سرکار نے جواب دینے کی بجائے اپنا پاک چہرہ دوسری طرف پھیر لیا ہے۔ امام ربانی ابھی پریشانی کے عالم میں سوچ ہی رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام ربانی کی مادری زبان فارسی میں فرمایا: دریں اثنا بہ فقیر فرمودند۔ احمد سرہندی تجھے پتہ نہیں کہ من طعام در خانہ عائشہ می خورم۔ میں کھانا اپنی بیوی عائشہ کے گھر کھاتا ہوں' جس کسی نے مجھے کھانا بھیجنا ہو وہ میری عائشہ کے گھر بھیجا کرے۔ سبحان اللہ! حضرات پتہ چلا جو کھانا امام ربانی سال کے بعد ختم دلا کر سرکار کی بارگاہ میں ہدیہ کرتے تھے' وہ سرکار کی بارگاہ میں پہنچ جاتا تھا' اگر ختم درود ناجائز ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام منع فرما دیتے لیکن سرکار منع نہیں فرما رہے' بلکہ فرمایا: احمد سرہندی تو کھانا

بھیجتا ہے حضرت علی' حضرت فاطمہ' حسن اور حسین کے پاس' میں کھانا کھاتا ہوں اپنی بیوی عائشہ کے پاس۔ امام ربانی فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا سرکار میرے سلام کا جواب کیوں نہیں دے رہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ناراض ہیں کہ میں سیدہ عائشہ کا دعا میں نام کیوں نہیں لیتا۔ امام ربانی فرماتے ہیں: میں پھر جب بھی کھانا اور لنگر تیار کرتا تو دعا میں مولا علی' حضرت فاطمہ' امام حسن' امام حسین اور خصوصاً اماں سیدہ عائشہ کا نام ضرور لیتا بلکہ سرکار کی تمام ازواج پاک اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام آل کا نام لیتا۔

(مکتوبات شریف فارسی' دفتر دوم حصہ ششم مکتوب ۳۶' سفینہ نوح ج ۲ ص ۷۴۔۷۵)

حضرات عرض یہ کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام ازواج سے اجازت لے کر حضرت عائشہ کے گھر تشریف لائے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سیدہ عائشہ سے کتنی محبت ہے' وفات شریف کا وقت قریب ہے مگر عائشہ کا گھر نہیں چھوڑا۔ کتنے بدنصیب اور ملعون ہیں وہ لوگ جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبوب بیوی کی بارگاہ میں بے ادبیاں اور گستاخیاں کر کے لعنت کا طوق اپنے گلے میں ڈال کر جہنمی بن رہے ہیں۔ ایک ملعون شیعہ جس کا نام ہے برکت علی' وزیر آباد پنجاب' پاکستان کا رہنے والا ہے' وہ اپنی کتاب کلید مناظرہ ص ۳۲۶ پر لکھتا ہے: عائشہ بنت ابی بکر کو اہل بیت سے صرف بغض اور حسد ہی نہیں تھا بلکہ اس کی دلی خواہش تھی کہ اہل بیت اور محبانِ اہل بیت کا نشان تک صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ استغفر اللہ! پھر لکھتا ہے: عائشہ نے جناب فاطمہ کو ایذاء دی' امام حسن کے جنازے پر تیر چلوائے' حضرت علی کی شہادت پر خوشی کا اظہار کیا' اگر یہ دشمن اہل بیت ایام کربلا میں زندہ ہوتی تو امام حسین کو شہید کرنے کے صلہ میں ابن زیاد اور شمر کو خلعت فاخرہ انعام میں دیتی۔ حضرات کتنا گندہ مذہب ہے جنہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک بیوی کی عظمت کی بھی پرواہ نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ گستاخانِ صحابہ' گستاخانِ نبی اور آل نبی سے ہمیشہ محفوظ فرمائے۔ آمین! حضرات تو عرض کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام' حضرت عائشہ کے گھر تشریف لائے' یہاں آ کر میرے آقا پہلے سے

زیادہ شدید بیمار ہو گئے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں: میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیمار پرسی کے لیے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا' صلوٰۃ وسلام کے تحفے پیش کرنے کے بعد میں سرکار کی بارگاہ میں بیٹھ گیا' میں نے مزاج پرسی کی' دورانِ گفتگو میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس ماتھے پر ہاتھ رکھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شدید بخار چڑھا ہوا تھا۔ ''فقلت یا رسول اللہ انک لتوعك وعكا شدیدا'' میں نے عرض کی: آقا! آپ کو بڑا تیز بخار چڑھا ہوا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں ابن مسعود! مجھے اتنا تیز بخار چڑھا ہے جتنا تم میں سے دو مردوں کو چڑھتا ہے' حضرت عبداللہ نے عرض کی: آقا! آپ کو اس کا اجر وثواب بھی تو دوگنا اللہ تعالیٰ عطاء فرمائے گا۔

(بخاری شریف' مسلم شریف' مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۴)

جب سرکار کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جبریل! عرض کی: جی ربِ جلیل! فرمایا: یار بیمار ہے' تم سدرہ پر بیٹھے ہو جاؤ! جا کر یار کی زیارت بھی کر آؤ اور بیمار پرسی بھی کر آؤ۔ حضرت جبریل علیہ السلام سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے' درود وسلام کے گجرے پیش کیے' پھر ہاتھ باندھ کر عرض کی: سوہنیا! اللہ تعالیٰ سلام بھی دیتا ہے اور پوچھ بھی رہا ہے۔ سجناں! سناؤ مزاج کیا ہے؟ طبیعت کا کیا حال ہے؟ سبحان اللہ! حضرات آج ہم بیمار ہوں تو ہماری برادری بیمار پرسی کرتی ہے' محلّہ والے کرتے ہیں' بیوی بچے کرتے ہیں' مگر قربان جاؤں آمنہ کے لال کی عظمت پر جن کی بیمار پرسی مخلوق ہی نہیں خود خالق کائنات بھی فرما رہا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی: حضور! اللہ تعالیٰ پوچھ رہا ہے کہ محبوب سناؤ! اب طبیعت کیسی ہے؟ دلوں کے بھید جاننے والا اللہ عزوجل' پتے پتے کی خبر رکھنے والا علام الغیوب' یار سے پوچھ رہا ہے' کیا کہو گے اللہ تعالیٰ کو بھی پتہ نہیں تھا اگر پتہ ہوتا تو پوچھتا کیوں؟ وہابی دیوبندی کہتے ہیں: نبی کو پتہ ہوتا تو معراج کی رات جبریل سے ہر جگہ پوچھتے کیوں؟ پتہ ہوتا تو حضرت عائشہ پر الزام لگا' صحابہ سے پوچھتے کیوں؟ اب بتایئے! اللہ تعالیٰ کیوں پوچھ رہا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کو بھی پتہ نہیں تھا؟ ہمارا

عقیدہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کائنات کے ذرے ذرے کی خبر رکھتا ہے۔ وہابی دیوبندی حضرات کے بہت بڑے عالم ہیں مولوی حسین علی واں بھچراں والے' یہ مولوی غلام خان پنڈی والے کے استاد تھے۔ مولوی محمد حسین نیلوی سرگودھوی کے بھی استاد تھے اور مولوی رشید احمد گنگوہی کے شاگرد تھے' انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے: بلغۃ الحیر ان فی ربط آیات القرآن' اس کے ص ۱۵۷۔۱۵۸ پر لکھتے ہیں کہ انسان خودمختار ہے' اچھے کام کرے یا نہ کرے اور اللہ کو پہلے اس سے کوئی علم نہیں کہ کیا کریں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کو ان کے کرنے کے بعد معلوم ہوگا۔ اب بتایئے! دین کے ٹھیکے داروں نے توحید کے علم برداروں نے اللہ تعالیٰ کے علم غیب کا بھی انکار کر دیا۔ سنیوں تم لڑتے ہو' ان سے نبی کے غیب پر انکار کرنے پر آ جائیں تو اللہ تعالیٰ کا بھی غیب نہیں مانتے' تم کیا بگاڑ لو گے ان کا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی ان سے پوچھے گا۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: سوہنیا! اللہ تعالیٰ سلام بھی دے رہا ہے اور مزاج بھی پوچھ رہا ہے' کیا حال ہے آپ کا؟ سرکار مسکرا پڑے۔ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ

جنہاں دکھاں وچہ میرا دلبر راضی تے سکھ ایہناں توں وارے
دکھ قبول محمد بخشا تے شالا راضی رہن پیارے

جب جبریل نے مزاج پوچھا تو سرکار نے فرمایا: جبریل! ہم تو اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی ہیں وہ جیسے رکھے اس کا شکر ہے۔ حضرت جبریل نے عرض کی: آقا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: محبوب! اگر آپ چاہیں تو ہم ابھی آپ کو شفاء عطاء فرما دیتے ہیں' اگر آپ چاہیں تو ہمارے پاس تشریف لے آؤ جیسے آپ کی مرضی۔ مولوی کہتے ہیں: نبی کی مرضی چلتی نہیں مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سجناں! ہم وہی کریں گے جو آپ کی مرضی ہے' عاشقوں کے امام فرماتے ہیں کہ

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جبریل! جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا تو میری طرف سے عرض کرنا: پیارے رب العالمین آپ جو بھی فیصلہ فرما دیں' ہمیں منظور ہے۔ (معارج النبوت ج ۳ ص ۴۸۵۔۴۸۷)

بیماری میں خطبہ

ایک دن سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اتنے شدید بیمار ہوئے کہ آپ بے ہوش ہو گئے' جب آمنہ کے لال کو ہوش آیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مولا علی اور دیگر صحابہ کرام کو حکم فرمایا کہ سات پانی کے مختلف کنوؤں سے پانی کے ساتھ مشکیزے بھر کے لاؤ' میں اس سے غسل کروں گا تا کہ بخار کی شدت میں کمی آ سکے۔ صحابہ کرام گئے' پانی بھر کے لائے' میرے آقا ایک بڑے ٹپ میں کپڑوں سمیت بیٹھ گئے' صحابہ نے آہستہ آہستہ وہ پانی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ پاک پر ڈالنا شروع کر دیا' بخار میں کچھ کمی آ گئی' آج بھی گرمیوں میں سخت بخار چڑھے تو سمجھ دار ڈاکٹر مریض کو ٹھنڈے پانی کی پٹیاں لگواتے ہیں تا کہ بیماری کا زور ٹوٹ جائے' یہ میرے لجپال نبی کی سنت مبارک ہے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت میں کچھ افاقہ ہوا' میرے آقا مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ (مدارج النبوت ج ۳ ص ۴۸۸' تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۳۹۴)

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کو پتہ چلا تو سارے صحابہ کرام اپنے کام چھوڑ کر سرکار کے دیدار کے لیے مسجد میں جمع ہو گئے' صحابہ کرام نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا مقدس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام منبر ختم نبوت پر جلوہ افروز ہے' جب مدینہ شریف کے صحابہ مسجد نبوی میں جمع ہو گئے تو حسین پاک کے نانے نے صحابہ کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''لعن اللہ الیھود والنصاری'' کہ اللہ تعالیٰ یہودیوں پر اور عیسائیوں پر لعنت فرمائے' کیوں؟ اس لیے کہ ''اتخذوا قبور انبیائھم مساجد'' انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو' اپنے رسولوں کے مزارات کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا' ان کی قبروں کو سجدے کرتے تھے۔ اے میرے صحابہ! میری وفات کے بعد تم یہ کام نہ کرنا' خبردار! میری قبر کو

سجدے نہ کرنا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ "اللّٰھم لا تجعل قبری وثنا یعبد" اے میرے پیارے رب العالمین! میری وفات کے بعد میری قبر کو بت نہ بننے دینا' اُس کی پوجا نہ ہونے دینا۔ صحابہ نے عرض کی: آقا! کیا قبر بھی بت بن جاتی ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں! جب اس کی پوجا پاٹ شروع ہو جاتی ہے' پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ سے فرمایا: "الاھل بلغت" "لوگو! میں نے تمہیں حق بات پہنچا دی ہے' میں نے تمہیں شریعت کے احکام کھول کر بیان کر دیئے ہیں۔ صحابہ نے عرض کی: آقا! آپ بالکل صحیح فرما رہے ہیں' آپ نے اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات کا حصے پہنچا دیئے ہیں' جب صحابہ کرام نے گواہ بن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ کی گواہی دی تو سرکار خوش ہو گئے' پھر میرے آقا نے اپنا چہرہ والضحیٰ آسمانوں کی طرف اُٹھا کر عرض کی کہ "اللّٰھم اشھد" اے خالق کائنات! میرے صحابہ میری حقانیت کی' میری رسالت کی میری تبلیغ کی' صداقت کی گواہیاں دے رہے ہیں' تو بھی گواہ ہو جا' تو بھی گواہ ہو جا۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۹۷' تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۲۱۵)

حضرات عاشق مدینہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ' مدارج النبوت میں یہ حدیث پاک لکھنے کے بعد وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قبروں کو سجدہ کرنے کے دو مطلب ہیں' ایک یہ کہ قبر کو سجدہ کیا جائے اور صاحبِ قبر کو معبود سمجھا جائے۔ یہ شرک ہے اور بت پرستوں کا طریقہ ہے۔ ایک یہ کہ صاحبِ قبر کو اس نیت سے سجدہ کیا جائے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہو' یہ بھی ناجائز اور نامقبول اور شرعاً حرام ہے۔ البتہ کسی بزرگ کے مزار کے قریب اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر مسجد بنائی جائے اور وہاں نماز پڑھی جائے اور سامنے قبر نہ ہو تو یہ جائز ہے۔ حضرات یہی وجہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے مزارات ہیں' وہاں ساتھ مساجد بھی موجود ہیں' آپ کراچی کلفٹن غازی عبداللہ شاہ کے مزار پر جائیں' مزار کے ساتھ مسجد موجود ہے۔ آپ سیہون شریف جائیں' شہباز قلندر کے ساتھ مسجد موجود ہے' آپ ملتان شریف آئیں شاہ رکن عالم نوری حضوری کے مزار

کے ساتھ مسجد موجود ہے' آپ ضلع جھنگ گڑھ ماہ راجہ جائیں وہاں سخی سلطان باہو کے مزار کے ساتھ مسجد موجود ہے' آپ ضلع سرگودھا میں سیال شریف جائیں' پیر سیال لجپال کے مزار کے ساتھ مسجد موجود ہے' آپ شیخوپورہ ضلع میں شرقپور شریف چلے جائیں' غوث زمان میاں شیر محمد کے مزار کے ساتھ مسجد موجود ہے' آپ پنڈی میں گولڑہ شریف چلے جائیں' پیر مہر علی شاہ کے مزار کے ساتھ مسجد موجود ہے' آپ اسلام آباد چلے جائیں' بری امام کے مزار کے ساتھ مسجد موجود ہے' آپ قصور چلے جائیں' سید عبداللہ شاہ المعروف بابا بلھے شاہ کے مزار کے ساتھ مسجد موجود ہے' آپ لاہور شریف چلے جائیں حضور سیدنا علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش کے مزار کے ساتھ مسجد موجود ہے' آپ بغداد شریف چلے جائیں' حضور غوث پاک کی قبر انور کے ساتھ مسجد موجود ہے' آپ نجف اشرف چلے جائیں مولا علی کے مزار پُر انوار کے ساتھ مسجد موجود ہے' آپ کربلاءِ معلیٰ شریف چلے جائیں سیّد الشہداء کے مزار پُر انوار کے ساتھ مسجد موجود ہے' یار میں بات مکدی مکاؤں آپ مدینہ منورہ زاداللہ شرفھا میں چلے جائیں' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صدیق اکبر' فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے مزارات کے ساتھ مسجد موجود ہے۔

اوہدا کرے فردوس مقابلہ کی جتھے ہین محبوب غفار ستے
اک پاسے صدیق تے عمر دوجے دوہاں یاراں دے آپ وچ کار ستے
خاکی نوری صلوٰۃ سب پڑھے رلمل اک یار دے دو غم خوار ستے
اک نور تے دو پتنگ اُوہدے کر کے شمع تے جاں نثار ستے

حضرات یاد رکھیں! سجدہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی نبی کسی ولی کسی غوث قطب کے لیے جائز نہیں' جو بندہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی نبی ولی کو یا اس کے مزار کو معبود سمجھ کر خالق سمجھ کر سجدہ کرتا ہے تو ایک نمبر اہل سنت و جماعت حنفی بریلویوں کے نزدیک وہ مشرک اور بے ایمان ہے' اگر صرف تعظیم اور عزت کے لیے سجدہ کرتا ہے تو یہ حرام ہے' وہ بندہ سخت گناہ گار ہے' اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرے۔ مگر افسوس وہابی غیر مقلدین دیوبندی

حضرات ہم سنیوں کو یارسول اللہ کا نعرہ مارنے والوں کو طعنہ دیتے ہیں کہ تم قبروں کے پجاری ہو' تمہارے اور بت پرستوں میں کوئی فرق نہیں' مشرک لوگ بتوں کو سجدہ کرتے ہیں' سنیوں تم قبروں کو سجدہ کرتے ہو۔ حضرات الحمدللہ! اہل سنت و جماعت حنفی بریلوی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی نبی ولی کی قبر کو نہ سجدہ کرتے ہیں' نہ کرنے کا حکم دیتے ہیں' البتہ نبیوں ولیوں کی قبروں کو چومنا اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں۔ وہابی دیوبندی جب کسی سنی کو چومتے دیکھتے ہیں تو فوراً فتویٰ لگا دیتے ہیں کہ یہ شرک ہے' حرام ہے۔ حضرات چومنے میں اور سجدہ کرنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اگر چومنا ناجائز ہوتا تو خالق کائنات کا نبی مکی حجر اسود کے بوسے نہ لیتا' اگر چومنا ناجائز ہوتا تو صحابہ کرام کبھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں کو اور مقدس ہاتھوں کو نہ چومتے' اگر چومنا ناجائز ہوتا تو پوری دنیا کے مسلمان قرآن پاک کو نہ چومتے۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: لوگو! میری وفات کے بعد میری قبر کو سجدہ نہ کرنا' پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور بھی چند باتیں فرمائیں' خطبہ دینے کے بعد فاطمہ کا بابا اپنی بیوی سیدہ عائشہ کے گھر تشریف لائے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیماری سے چند دن پہلے کسی صحابی نے سونے کے چند دینار سرکار کی بارگاہ میں تحفہ کے طور پر بھیجے تھے' سرکار نے وہ سارا مال غریبوں میں تقسیم کر دیا تھا' مگر ان میں سے آٹھ سونے کے دینار میرے آقا نے حضرت عائشہ کو عطاء فرمائے تھے کہ یہ رکھ دو یہ مال بھی غریبوں میں تقسیم کر دیں گے' پھر سرکار بیمار ہو گئے' میرے آقا نے وصال سے ایک دن پہلے حضرت عائشہ سے فرمایا: عائشہ! عرض کی: جی میرے آقا! فرمایا: وہ جو دینار میں نے تمہیں دیئے تھے وہ کہاں گئے؟ سیدہ عائشہ نے عرض کی: آقا! وہ تو میں نے سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں' سرکار نے فرمایا: جلدی کرو' لے آؤ! حضرت عائشہ وہ دینار لے کر آئیں' سرکار نے جب اس مال کو دیکھا تو فرمایا: عائشہ! جلدی کرو' یہ مال غریبوں مسکینوں میں تقسیم کر دو' کہیں یہ نہ ہو' یہ مال پڑا رہے میرا وصال ہو جائے' اللہ تعالیٰ یہ نہ فرمائے: سجناں! یتیموں غریبوں کا

مال گھر ہی رکھ آئے ہو' جلدی کرو! میرے سامنے فقیروں کو خیرات کر دو تا کہ میرے دل کو چین اور راحت نصیب ہو۔ سبحان اللہ! حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں نے وہ سارا مال مولا علی کے حوالے کیا' آپ نے وہ سارا مال مدینہ شریف کے غریبوں میں تقسیم کر دیا۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۹۴)

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام ازواج پاک کو باری باری وصیت فرمائیں کہ میرے وصال کے بعد تم نے کیسے زندگی بسر کرنی ہے' کیسے شریعت کے احکامات پر عمل کرنا ہے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب وصیتیں فرما رہے تھے تو سیدہ عائشہ نے کملی والے کے ہاتھوں کو چوم کر رو کر عرض کی: اے لجپال نبی! مجھے بھی کوئی وصیت فرمایئے' میرے آقا نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا! جب میرا وصال ہو جائے تو ساری زندگی گھر میں بیٹھ کر میری شریعت اور دین کی اشاعت کرنا' جو جو کام میں نے کیے ہیں یا جو جو باتیں لوگوں کو بتائی ہیں' وہ لوگوں کو تک پہنچا دینا' عائشہ! جب میرا وصال ہو جائے تو بے صبری نہ کرنا' صبر کرنا اور ہمت سے کام لینا تو اللہ تعالیٰ کے آخری نبی کی بیوی ہے' لوگوں کو صبر و تحمل کا نمونہ بن کے دکھانا' سرکار وصیت فرماتے جاتے ہیں۔ حضرت عائشہ نبی کی جدائی میں زار و قطار روتی جاتی ہے' جب اللہ تعالیٰ کے محبوب نے اپنی محبوب بیوی کو اپنے غم میں روتے دیکھا تو کریم اور رحیم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس آنکھوں میں بھی رحمت کے آنسو آ گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روتا دیکھ کر حسنین کریمین کی پیاری امی جان سیدہ فاطمہ بھی رو پڑی عرض کی: ابو جی! اگر آپ ہمیں چھوڑ کر چلے گئے تو پھر ملاقات کہاں ہوگی؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بیٹی! گھبراؤ نہیں میں غلاموں سے ملتا رہوں گا' ابو کہاں ملو گے؟ فرمایا: بیٹی! خوابوں میں ملوں گا' جاگتے ہوئے ملوں گا' ہر مؤمن کو مرنے کے بعد قبر میں ملوں گا' قیامت والے دن ملاقات ہوگی۔ سیدہ نے عرض کی: ابو! قیامت والے دن تو سارے نبی ہوں گے' سارے نبیوں کی اُمتیں ہوں گی' اربوں کھربوں انسان ہوں گے' وہاں آپ کو کہاں تلاش کریں۔ سبحان اللہ! حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے سن کر یہ نہیں فرمایا: بیٹی! مجھے کیا پتہ میں کہاں ہوں گا' یہ غیب کی خبریں ہیں' جب قیامت آئے گی' پھر پتہ چلے گا اللہ تعالیٰ مجھے کون سا مقام عطاء کرتا ہے' مجھے اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! میرے نبی نے یہ نہیں فرمایا: سیدہ فاطمہ سرکار کی لختِ جگر ہیں بلکہ جنتی عورتوں کی ملکہ ہیں' آپ نے سوال کیوں کیا؟ اس لیے کیا کہ میرا بابا بے خبر نہیں بلکہ بیٹھا فرش پر ہے' مگر خبر عرش کی رکھتا ہے' بیٹھا زمین پر ہے مگر خبر قیامت کی رکھتا ہے۔

وہابیوں اور دیوبندیوں کا کیا عقیدہ ہے' سنئے! مولوی خلیل احمد دیوبندی اپنی رُسوائے زمانہ کتاب براہین قاطعہ ص ۵۱ پر لکھتا ہے کہ معاذ اللہ! نبی کو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں۔

حضرات! اگر حوالہ غلط ہو' بات صحیح نہ ہو اللہ تعالیٰ مجھے کلمہ نصیب نہ فرمائے' بات غلط ہو' کوئی دیوبندی ملاں جھٹلا دے' ایک کروڑ روپیہ انعام بھی پیش کروں گا' اپنا مذہب چھوڑ کر اس کا مذہب بھی اختیار کرلوں گا' مگر خدا عزوجل گواہ ہے کہ یہ حوالہ صحیح ہے۔ دیوبندی ملاں سپاہ صحابہ والے کیا کہتے ہیں: نبی کو دیوار کے پیچھے کی خبر نہیں مگر جنت کی سردار خاتون فاطمہ کیا کہتی ہے: بابا! قیامت کو آپ کو کہاں تلاش کریں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بیٹی! اگر قیامت کو میری تلاش کرنی پڑ جائے تو تین مقامات پر کرنا' عرض کی: ابو جی! وضاحت فرمادیں کہ وہ کون کون سی جگہ ہیں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: سب سے پہلے مجھے شفاعت کے جھنڈے کے پاس تلاش کرنا' ابو! آپ وہاں کیا کر رہے ہوں گے؟ فرمایا: بیٹی! میں اس جھنڈے کے نیچے اپنی ساری اُمت کو جمع کروں گا' پھر ساری اُمت کو لے کر میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو کر اپنی اُمت کے لیے بخشش کی دعا کروں گا' اپنی اُمت کی شفاعت کروں گا۔ سبحان اللہ! حضرات قیامت کا دن بھی بڑا عجیب دن ہوگا' سرکار کی شفاعت والا جھنڈا مولا علی کے ہاتھ میں ہوگا' سب سے آگے اللہ تعالیٰ کا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوگا' سرکار کے پیچھے سارے صحابہ سارے ولی' غوث' قطب' ابدال' قلندر' پیر' فقیر' شیخ الحدیث' علماء' عوام' سرکار کے غلام ہوں گے' ہم سرکار کی عظمت کے نعرے مارتے ہوئے سرکار کے پیچھے پیچھے جارہے ہوں گے۔

آری اُتے آری آ
اَگے اَگے چل علی پچھے امت ساری آ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا فرماتے ہیں: میں اُمت کی شفاعت کروں گا' یہ کس کا فرمان ہے' اللہ تعالیٰ کے نبی کا' اب وہابی غیر مقلدین جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے ہیں' ان کے بزرگ کا عقیدہ سنئے! مولوی اسماعیل قتیل اپنی رسوائے زمانہ کتاب تقویۃ الایمان ص ۳۴ پر لکھتا ہے کہ اللہ صاحب نے اپنے پیغمبر کو حکم کیا کہ لوگوں کو سنا دو میں تمہارے نفع نقصان کا کچھ مالک نہیں اور جو تم میں سے مجھ پر ایمان لائے وہ حد سے نہ بڑھ جائے' یہ نہ سمجھنا ہمارا وکیل زبردست ہے' ہمارا شفیع اللہ تعالیٰ کا بڑا محبوب ہے۔ ہم جو چاہیں کریں وہ ہم کو اللہ کے بڑے عذاب سے بچالے گا' یہ بات غلط ہے' اس لیے کہ میں تو خود ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنا بچاؤ نہیں جانتا' دوسروں کو کیا بچا سکوں گا۔ لعنت ہے ایسے جھوٹے مولوی پر جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف یہ بات منسوب کردی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اُمت سے فرمایا: میں اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا تمہیں کیسے بچاؤں گا' پتہ نہیں یہ ملاں اندھا تھا یا کانا تھا جس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان یاد نہ رہا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''شفاعتی لاهل الكبائر من امتی'' ''لوگو! قیامت والے دن گناہ کبیرہ کرنے والے اُمتیوں کے لیے بھی میری شفاعت ہوگی۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۶۶' مشکوٰۃ شریف ص ۴۹۴)

گناہ کبیرہ کس کو کہتے ہیں؟ قتل' زنا' شراب' لواطت' نماز نہ پڑھنا' زکوٰۃ نہ دینا' روزے نہ رکھنا' مال ہوتے ہوئے حج نہ کرنا' ماں باپ پر ظلم اور زیادتی کرنا وغیرہ۔ سرکار تو فرماتے ہیں: میں بڑے بڑے گناہ گاروں کی شفاعت کر کے جنت میں ساتھ لے جاؤں گا' یہ ملاں کہتا ہے: نبی اپنے آپ کو نہیں بچا سکے گا۔ معاذ اللہ! ہمارا تو عقیدہ یہ ہے کہ سرکار اپنے ہر مؤمن غلام کی شفاعت کر کے جنت میں لے جائیں گے' ہاں اس جیسے ملوانے اور اس کو ماننے والے اس کو اچھا سمجھنے والے انشاء اللہ جنت میں نہیں جائیں

گے۔ محمد اعظم چشتی مرحوم نے بڑی پیاری بات فرمائی کہ

کیوں مخلوق دے دل نہ بھاواں میں تے گیت رسول دے گانواں

کیوں نہ دنیا وچہ سُکھ پانواں میں تے گیت رسول دے گانواں

کیوں نہ ماناں ٹھنڈیاں چھانواں میں تے گیت رسول دے گانواں

اعظم دوزخ میں کیوں جاواں میں تے گیت رسول دے گانواں

حضرات سرکار کی نعتیں پڑھنے والے سرکار کی شان میں تقریر اور کتابیں لکھنے والے جہنم نہیں جائیں گے' سرکار ان پر کرم فرمائیں گے' اپنے ثناء خوانوں کی شفاعت کر کے جنت میں ساتھ لے جائیں گے' جہنم میں کون جائے گا؟

دوزخ جاوے یا کوئی حاسد یا کوئی منافق جاوے

یا جاوے کوئی ظالم جابر جہڑا کسے دا دل دُکھاوے

دوزخ جائے بے اُدب نبی دا جہڑا یا منکر کہلاوے

اعظم نہ بےادب نہ منکر تے ایہنوں کہڑی اگ جلاوے

سبحان اللہ! کمال کر دیا' محمد اعظم فرماتے ہیں کہ جہنم میں یا بےادب نبی جائے گا یا منکر نبی جائے گا' ہم نہ بےادب ہیں اور نہ منکر ہیں' انشاء اللہ ہم جہنم میں جا ہی نہیں سکتے' کیوں؟

لوکی آکھن تیرے ورگا کوئی ہور نہ بد اعمالا

ایڈا اوگنہار نکما اتے نالائق منہ کالا

رب دے قہر غضب توں تیرا ہن بچنا نہیں سُوکھالا

اعظم لوکی ایہہ کی جانن میرا راکھا کملی والا

تو حضرات عرض یہ کر رہا تھا کہ سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بیٹی! اگر مجھے تلاش کرنا ہو تو میں شفاعت والے جھنڈے کے پاس ہوں گا' ان کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کر کے ان کی بخشش کی دعائیں مانگ رہا ہوں گا' سیدہ فاطمہ نے عرض کی: ابو! اگر وہاں آپ نہ ملیں تو پھر کہاں آپ کو تلاش کریں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بیٹی! اگر

میں وہاں نہ مل سکوں تو مجھے حوضِ کوثر کے پاس تلاش کرنا وہاں مل جاؤں گا' عرض کی: ابو! آپ وہاں کیا کر رہے ہوں گے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بیٹی! میری اُمت جب قیامت والے دن اپنی اپنی قبروں سے اُٹھے گی پھر میدانِ محشر میں آئے گی تو ہزاروں اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑے ہو کر حساب دینا پڑے گا' میری اُمت محشر کی گرمی کی وجہ سے بڑی پیاسی ہوگی' میں اُمت کو حوضِ کوثر کے جام بھر بھر کے پلا رہا ہوں گا۔

نہ انکار کریں اَج ساقی تے اج موسم بڑا سہانا
مستی دا اَج مینہ برسادے نئیں پیاس دا کوئی ٹھکانہ
تیرے کول شراب پُرانی ساڈا روگ وی بہت پرانا
اعظم ہس ہس ٹال نہ اسانوں اُساں پیتیاں باجھ نہ جانا

سیدہ نے عرض کی: ابو! اگر آپ حوضِ کوثر کے کنارے بھی نہ ملے تو پھر کہاں تلاش کریں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں حوضِ کوثر کے پاس نہ ملوں تو پھر مجھے عدل کے انصاف کے ترازو کے پاس تلاش کرنا۔ سیدہ نے عرض کی: ابو! آپ وہاں کیا رہے ہوں گے؟ سرکار نے فرمایا: وہاں میری اُمت کے عمل تولے جائیں گے' اگر کسی میرے اُمتی کے اعمال میں نیکیوں میں کمی ہونے لگی تو میں اس کی نیکیوں کو پورا کرتا جاؤں گا۔ سبحان اللہ! (مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۹۶)

قیامت کا دن

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے صحابی حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں: جب قیامت کا دن آئے گا تو اللہ تعالیٰ کے نبی تمام نسل انسانی کے والد حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سبز رنگ کا سوٹ پہنے ہوئے اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے ایک نور کی کرسی پر تشریف فرما ہوں گے اور اپنی ساری اولاد کو دیکھ رہے ہوں گے کہ آج میدانِ محشر میں کون پاس ہوتا ہے' کوئی فیل ہوتا ہے' کون جنت کا حق دار ہے' کون جہنم کی طرف جا رہا ہے۔ اچانک سیدنا آدم علیہ السلام کی نظر ایک بندے پر پڑے گی جو سرکارِ مدینہ علیہ

الصلوٰۃ والسلام کا غلام ہوگا اور فرشتے اس کو پکڑ کر جہنم کی طرف لے جا رہے ہوں گے' وہ رو رو کر فرشتوں سے کہے گا: اے اللہ تعالیٰ کے سپاہیو! مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ فرشتے کہیں گے: تیرا جہنم میں آرڈر ہوا ہے' ہم تمہیں جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں۔ وہ جہنم کا نام سن کر رو پڑے گا اور کہے گا: ذرا صبر کرو! مجھے سانس تو لینے دو اور مجھے اپنی حالت پر کھل کے رو لینے دو کہ ہائے! اب میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے' فرشتے کہیں گے: اے اللہ تعالیٰ کے بندے! اب رونے کا کیا فائدہ' رونا تھا تو دنیا میں گناہوں کو یاد کر کے روتا' دنیا میں رو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا' وہاں تو تو رویا نہیں' گناہوں میں پھنسا رہا' آج سزا ہونے کے بعد رو رہا ہے' اب کیا فائدہ؟ میاں صاحب فرماتے ہیں:

جو کجھ کھٹنا ایں کھٹ لے بندیا تے سودا اِس بازاروں
محشر دے دن جنت ملسی تے شرم رہے درباروں

وہ بندہ رو کر کہے گا: فرشتو! تم تو مجھے جہنم میں پھینک آؤ گے' مگر افسوس! میں جہنم کی آگ کیسے برداشت کروں گا؟ میں تو دنیا کی آگ نہیں برداشت کر سکتا تھا' یہ کیسے کروں گا' مہربانی کرو! میرے ساتھ کوئی رعایت کرو۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے کہیں گے: اے اللہ تعالیٰ کے بندے! ہم تیرے ساتھ کیا رعایت کریں' ہمارے پاس رعایت کا کوئی اختیار نہیں' ہم تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں' چل آگے چل' جہنم تیرا ٹھکانہ ہے' فرشتے اس کو پکڑ کر پھر چل پڑیں گے' وہ روئے گا' چیخے گا' فرشتے اس کا کوئی لحاظ نہیں کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں: حضرت آدم علیہ السلام جب یہ منظر دیکھیں گے تو وہیں سے بیٹھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آواز ماریں گے: یا احمد صلی اللہ علیہ وسلم! جب حضرت آدم علیہ السلام آواز ماریں گے تو اربوں کھربوں لوگ میدانِ محشر میں جمع ہوں گے' کوئی سپیکر نہیں ہوگا' کوئی موبائل نہیں ہوگا' کوئی وائرلیس سیٹ نہیں ہوگا' حضرت آدم علیہ السلام کی آواز آمنہ کا لال سن کر پھر جواب بھی عطاء فرمائے گا' حضرات اگر فاطمہ کا بابا میدانِ محشر میں اربوں کھربوں انسانوں میں کھڑے ہو کر آواز سن کر جواب دے سکتا ہے

تو ہمارا ایمان ہے' آج مزار پُر انوار میں لیٹے لیٹے بھی غلاموں کی آواز سن کر جواب عطاء فرما سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ

دور نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام
ہم یہاں سے پڑھیں وہ مدینہ سنیں
مصطفیٰ کی سماعت پہ لاکھوں سلام

آدم علیہ السلام جب لجپال نبی کو آواز ماریں گے تو حسنین کا بابا وہیں سے جواب عطاء فرمائیں گے: ''لبیک یا ابا البشر '' اے تمام نسل انسانی کے باپ! میں حاضر ہوں' کیا بات ہے؟ حضرت آدم علیہ السلام وہیں سے بیٹھ کر عرض کریں گے: وہ سامنے دیکھئے! آپ کے گناہ گار اُمتی کو جہنم کے فرشتے دوزخ کی طرف کھینچ کر لے جا رہے ہیں' جلدی اس کی مدد فرمایئے۔ سبحان اللہ! یہ ساری نسل انسانی کا باپ پہلا نبی اور اللہ تعالیٰ کا خلیفہ' مگر کہتا کیا ہے؟ اپنی اُمت کی مدد کیجئے! پتہ چلا اللہ تعالیٰ کے نبیوں سے مدد مانگنی کوئی شرک نہیں' کوئی ناجائز نہیں' یہ وہ عمل ہے جو قیامت والے دن بھی جاری ساری رہے گا' امام اہل سنت نبیوں کی مدد کے منکروں کو تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر وہ مان گیا

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سنیں گے کہ فرشتے میرے غلام کو میرے اُمتی کو پکڑ کر جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں تو آمنہ کا لال' دکھیوں کا سجن بے تاب ہو کر اس اُمتی کی طرف دوڑیں گے' صدقے جاؤں کملی والے کی مدد پر قیامت والے دن ماں بیٹی سے بھاگے گی' باپ بیٹے سے بھاگے گا' یار یار سے بھاگے گا' مگر حسین پاک کا نانا اپنے اُمتی کی طرف بھاگے گا' سرکار دوڑتے بھی آئیں گے اور ہاتھ مبارک سے اشارہ بھی فرمائیں گے: سجناں! پریشان نہ ہو' میں تیری مدد کے لیے آیا۔ حضرات میرا عشق کہتا ہے کہ اس

اُمتی کی تو موجیں لگ جائیں گی جس کو اللہ تعالیٰ کا حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام چھڑانے آئے گا' وہ مرید کتنا خوش نصیب ہے جس کی مدد کے لیے پیر پہنچے' وہ اُمتی کتنا خوش نصیب ہے جس کی امداد کے لیے سوہنا سوہنا اللہ تعالیٰ کا حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام پہنچے گا۔

مشکل جو سر پر آ پڑی آقا تیرے ہی نام سے ٹلی
کیونکہ مشکل کشا ہے تیرا نام صل علیٰ محمد
در پر جو تیرے آئے گا جھولیاں بھرتا جائے گا
کیونکہ جود و سخا ہے تیرا عام صل علیٰ محمد

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے غلام کے پاس پہنچ جائیں گے لیکن اس بندے کو پتہ نہیں چلے گا کہ یہ خالق کائنات کے آخری نبی ہیں اور یہ وہ لجپال نبی ہیں جس کا میں کلمہ پڑھتا تھا' جس کے میں نعرے مارتا تھا' جس کا میں میلاد مناتا تھا' جس کو میں مالک کل اور مختار کل مانتا تھا' جس کے نام پر میں صدقے ہوتا تھا' وہ سمجھے گا شاید یہ کوئی اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ ہے' میرا دُکھ دیکھ کے برداشت نہیں کر سکا' میری مدد کے لیے تشریف لایا ہے۔ سرکار جب اس کے پاس تشریف لائیں گے تو آمنہ کا لال فرشتوں سے فرمائیں گے: اے فرشتو! یہ کیا کر رہے ہو اور اس بندے کو زبردستی پکڑ کر کہاں لے جا رہے ہو؟ فرشتے کہیں گے: سرکار! دوزخ میں سرکار فرمائیں گے: میرے ہوتے ہوئے اس کو دوزخ میں لے جاؤ' یہ کیسے ہو سکتا ہے' چھوڑ دو اسے۔ فرشتے کہیں گے: سوہنیا! ناراض نہ ہونا ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں جب تک اس کی طرف سے آرڈر نہ آئے ہم اسے چھوڑ نہیں سکتے۔ جب فرشتے سرکار کو اتنی عزت اور ادب سے جواب دیں گے' وہ بندہ بڑا حیران ہو گا' وہ دل میں کہے گا: یار! فرشتے اس بندے کا کتنا ادب کر رہے ہیں' لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا کوئی خاص مقام اور عزت ہے' اس لیے فرشتے اس کو جی جی کر کے جواب دے رہے ہیں' امید ہے اگر یہ بندہ میری حمایت میں ڈٹا رہا تو میرا کام بن جائے گا' ہو سکتا ہے یہ مجھے جہنم سے بچا لے۔ اُدھر وہ بندہ سوچے گا اُدھر غریبوں کا

لجپال نبی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرے گا: مولا کریم! تو نے تو میرے ساتھ وعدہ فرمایا تھا: "وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى" "اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! اُمت کے بارے دنیا اور آخرت کے بارے پریشان نہ ہوا کر اللہ تعالیٰ تجھے اتنا عطاء کرے گا تو اللہ تعالیٰ سے راضی ہو جائے گا۔ سوہنیا! اچھا راضی کر رہا ہے یہ فرشتے بھی میری بات نہیں مان رہے۔ سبحان اللہ! خالق کائنات کی قدرت مسکرا پڑے گی اور اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو حکم ہوگا: "اطیعوا محمدًا" "اے فرشتو! میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر بات کو مانو، یار جیسے کہتا ہے ویسے کرو، کیونکہ اس کی رضا میں ہماری رضا ہے"

قلندر گولڑہ سیدنا پیر مہر علی شاہ رضی اللہ عنہ سرکار کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ

يُعْطِيْكَ رَبُّكَ درس تسّی فترضٰی تھی ہے آس آساں
لجپال کریسی پاس اساں و شفع تشفع صحیح پڑھیا
سبحان اللہ ما اکملك ما اجملك ما احسنك
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا اے گستاخ اکھیں کتے جا لڑیاں

فرشتے اللہ تعالیٰ کا آرڈر سن کر اس بندے کو چھوڑ دیں گے، سبحان اللہ! دعا کرو کہ شالا بندہ لاوارث نہ ہو، سائیاں والا ہو، کسی کے پیچھے کوئی مقدس ہستی کا ہاتھ ضرور ہونا چاہیے، جب فرشتے اس کو چھوڑیں گے تو فاطمہ پیاری کا پیارا بابا فوراً اس مجرم کا ہاتھ پکڑ لے گا۔

لجپال جیہندا رکھوالا اے اُوہنوں کون مٹاون والا اے
میری اُس سوہنے نال لگ گئی اے جہڑا توڑ نبھاون والا اے

سرکار اس مجرم کا ہاتھ پکڑ کر مسکرا کر اس کو حوصلہ دیں گے، سجناں! پریشان نہ ہو، تکڑا ہو جا، تیرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، میں جو تیرے ساتھ ہوں۔ حضرات ایمان داری سے بتانا مجرم جا رہا ہو جیل میں پاکستان کا بادشاہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو حوصلہ دیتے ہیں کہ سجناں! گھبرا نہیں، میں تیرے ساتھ ہوں، وہ جیل جا سکتا ہے؟ نہیں، سوچو جب بندے کا ہاتھ پوری خدائی کا بادشاہ ہاتھ پکڑ لے، وہ کیسے جہنم میں جا سکتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

جب اپنے غلام کو تسلی دیں گے تو وہ بندہ بڑا خوش ہوگا اور دل میں سوچے اب میرا بیڑا پار ہو گیا ہے' کیونکہ یہ میرا حمایتی کوئی بڑے مرتبے اور درجے والا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر فرشتوں سے فرمائیں گے: اچھا یہ بتاؤ کہ تم اس بندے کو جہنم کی طرف کیوں لے جارہے تھے؟ فرشتے عرض کریں گے: حضور! اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا کہ اس کے عمل تولو' اگر نیک عمل زیادہ ہوں تو اس کو جنت میں لے جاؤ' اگر بُرے عمل زیادہ ہوں تو اس کو جہنم میں لے جاؤ' آقا جب ہم نے اس کے عمل تولے تو اس کی برائیاں زیادہ تھیں' اس لیے ہم اس کو جہنم میں لے جارہے تھے' سرکار فرمائیں گے: اچھا! اب میرے ساتھ چلو' اس کے عمل دوبارہ تولو' میں بھی دیکھتا ہوں کہ میرے غلام کے عمل کم ہوتے کیسے ہیں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس اُمتی کو ساتھ لے کر عدل کے ترازو کے پاس تشریف لائیں گے' فرشتے اس کے عمل جب تولیں گے تو نیکیاں ایک پلڑے میں' برائیاں دوسرے پلڑے میں' ایک پاٹ میں نیکیاں' دوسرے پاٹ میں برائیاں' جب ترازو کے پلڑے اُٹھنے لگیں گے تو گناہ گاروں کا لجپال نبی اپنی جیب پاک سے ایک سفید کاغذ کا ٹکڑا نکال کر اس کی نیکیوں والے پلڑے میں رکھ دیں گے' جب ترازو کے پلڑے اُٹھیں گے تو نیکیوں والا پلہ بھاری ہو جائے گا' گناہوں والا پلہ ہلکا ہو جائے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے: فرشتو! تم تو کہتے تھے کہ اس کے گناہ زیادہ ہیں' نیکیاں کم ہیں' اب تو معاملہ برعکس ہے' گناہ تھوڑے ہیں نیکیاں زیادہ ہیں۔ فرشتے عرض کریں گے: سوہنیا واقعی پہلے گناہ زیادہ تھے' لیکن اب آپ کی لجپالی سے نیکیاں زیادہ ہو گئی ہیں۔ سرکار مسکرا پڑیں گے' آمنہ کا لال مسکرا کر فرمائے گا: پہلے یہ اکیلا تھا نا اب سائیں پہنچ گئے ہیں' حضرات دعا کرو شالا سائیں لجپال ہوں' چشتیوں کے سلطان حضور سیدنا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہ بارہ سال اپنے مرشد سیدنا قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کرتے رہے' دن کو مرشد کی خدمت کرتے ہیں رات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں' بارہ سال کی خدمت کے بعد مرشد نے نگاہ برکت کر کے زمانے کا قطب بنا دیا'

پاکپتن شریف کا علاقہ جو چوروں' ڈاکوؤں اور غیر مسلموں کا گڑھ تھا' وہ آپ کے حوالے کیا۔ فرمایا: فرید جا ہم نے تیری نوکری پاکپتن میں لگادی ہے۔ سیدنا فرید مرشد کی قدم بوسی کر کے دہلی ہندوستان سے چل پڑے' جب دہلی سے باہر نکلے تو ایک گاؤں آ گیا' ایک دیہات آ گیا' سیدنا فرید نے کیا دیکھا' ایک بی بی ایک مائی چکی چلا رہی ہے اور گندم پیس رہی ہے' آج کل تو مشینیں آ گئی ہیں' اس پرانے دور میں مائیں بہنیں پتھر کی چکی پر گندم' باجرا' مکئی' جوار پیس کر آٹا بناتی تھیں' جب سیدنا فرید اس مائی کے قریب آئے تو کیا دیکھا کہ وہ مائی گندم کی مٹھی اٹھا کر چکی میں ڈالتی ہے' پھر اوپر سے پٹڑ کو پاٹ کر چلاتی ہے' وہ گندم پیس کے آٹا بن کے باہر آ جاتا ہے۔ سیدنا فرید نے جب یہ منظر دیکھا تو قطب زمانہ کو آخرت یاد آ گئی کہ کیسے اللہ تعالیٰ گناہ گاروں کو جہنم کی چکی میں ڈالے گا' فرشتے جہنم کی چکی چلائیں گے' گناہ گار جل کر کباب بن جائیں گے' یہ بات سوچ کر سیدنا فرید کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ایک ہندی شاعر سیدنا فرید کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ

چکی چلدیاں ویکھ کے فرید نے دتا رُو
اِنہاں دُوہاں پُڑاں وچ آ کے ثابت رھیا نہ کُو

سب چشتیوں کا سردار رویا تو مائی نے کہا: بابا روتے کیوں ہو' کیا بات ہے؟ سیدنا فرید نے فرمایا: مائی! تیری چکی دیکھ کر مجھے قیامت کی ہی یاد آ گئی ہے' اس لیے رو رہا ہوں' وہ مائی بھی کوئی عام مائی نہیں تھیں' فلمیں ڈرامے اور سیکسی مناظر دیکھنے والی نہیں تھی بلکہ وہ بھی زمانے کی ولیہ تھی' نیک اور صالح خاتون تھی' مائی نے سیدنا فرید کو کہا: بابا پستے دیکھے ہیں بچتے نہیں دیکھے' سیدنا فرید نے فرمایا: مائی جی! جو چکی کے اندر چلا جائے وہ کیسے بچ سکتا ہے؟ مائی نے کہا: بچ سکتا ہے' فرمایا: کیسے؟ مائی نے کہا: ذرا میرے قریب آ' جب سیدنا فرید قریب گئے تو مائی نے چکی والا اوپر والا پاٹ اٹھایا' سیدنا فرید نے کیا دیکھا' چند دانے کلی چنگی کے مرکز کے ساتھ صحیح سلامت پڑے ہیں' مائی نے کہا: فقیرا دیکھ لے سارے پس گئے نی یہ بچ گئے نی

سن وے فریدا روندیا ذرا کن دِلے دے کھول
ایہہ ویکھ لے بچ گئے نی جھڑے بیٹھے نی کلی کول

فقیرا جو کملی کے ساتھ دانے لگ جائیں وہ نہیں پستے' جو ولیوں کے دامن سے لپٹ جائیں وہ جہنم میں کیسے جا سکتے ہیں' مولانا غلام فرید بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

عملاں والے لگ پار گئے کوئی غافل گوتے کھاندے
غلام فریدا ڈبن نہ دیندے تے ہوندے کامل پیر جنہاندے

سیدنا فرید نے رونا بند کر دیا' فرمایا: مائی! بڑی معرفت کی بات بتائی' مہربانی سیدنا فرید آگے چلے' گرمیوں کا موسم' دوپہر کا ٹائم ہو گیا' آپ نے دیکھا ایک شیشم یعنی ٹالی کا گھنا درخت' آپ نے سوچا بارہ سال نیند نہیں کی آج تھوڑی دیر آرام کر لیتے ہیں' فقیر نے کپڑا بچھایا اور درخت کے نیچے لیٹ گئے' آنکھ لگ گئی' دس پندرہ منٹ لیٹے تو چڑیوں نے بولنا شروع کر دیا' چی چی شروع کر دی' سید کی آنکھ کھل گئی' جلال میں آ کر فرمایا: او مرجانیوں بارہ سال بعد فقیر سویا تھا' تم نے تھوڑی دیر سونے بھی نہیں دیا' جب سید کی زبان سے یہ نکلا تو ساری چڑیاں درخت سے نیچے گری اور مرگئی۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

گفتہ اے او گفتہ اے اللہ بود
گرچہ حلقوم عبداللہ شود

یہ خود نہیں بولتے ان کی زبان پر خدا عزوجل بولتا ہے۔ سیدنا فرید نے جب چڑیوں کی یہ حالت دیکھی تو بڑے پریشان ہوئے کہ یہ کیا' پھر چہرہ آسمانوں کی طرف کر کے عرض کی: اے خالق کائنات! یہ کیوں مرگئی ہیں؟ قدرت نے آواز ماری: سجناں! تو نے جو کہا تھا مرجاؤ' ہم نے یار کی بات پوری کر دی ہے۔ سیدنا فرید نے عرض کی: مولا کریم! میں نے تو ویسے ہی جلال میں آ کر کہا تھا' قدرت نے آواز دی: غصے میں کہا یا جلال میں نکلا تو تیری زبان سے تھا' جب تو ہماری نہیں ٹالتا ہم کیسے ٹال دیں' عرض کی: مولا کریم! بڑی مہربانی

لیکن یہ تو ساری بے چاری مر گئی ہیں' فرمایا: سجناں! پریشان نہ ہو اب بتا تو چاہتا کیا ہے؟ عرض کی: مولا کریم! دل یہ چاہتا ہے یہ پہلے کی طرح زندہ ہو کر اُڑ جائیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس میں کوئی مشکل نہیں تو ہاتھ کا اشارہ کر کے زبان سے کہہ دے: چڑیو! زندہ ہو جاؤ' ہم زندہ کر دیں گے۔ عرض کی: اے خالق کائنات! زندگی ان کو کون دے گا؟ فرمایا: میں دوں گا' عرض کی: پھر اشارے مجھ سے کیوں کراتا ہے؟ فرمایا: سجناں! میں دنیا والوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ کام خدا عزوجل کرتا ہے' پھر اشارے یاروں کے ہوتے ہیں۔

کچ وی منکا تے لعل وی منکا تے اِکو رنگ دوہاں دا

پر جدوں کول حرافاں جاوے تو فرق سیاں کوہاں دا

سیدنا فرید نے اشارہ کیا: چڑیاں اڑ کے درخت پر جا بیٹھیں' سیدنا فرید یہ منظر دیکھ بڑے خوش ہوئے' پھر فرمایا کہ یہاں نہیں سونا چاہیے' آگے چل کر سوئیں گے' چادر مبارک کندھے پر رکھ کر چل پڑے ایک جنگل سے گزرے' اس جنگل میں کسی زمیندار کا ڈیرہ تھا' اس ڈیرے پر ایک کتا بیٹھا تھا' عموماً آپ نے دیکھا ہوگا جو دیہات کے یا جنگل میں گھر ہوتے ہیں' وہاں گھروں میں اور ڈیروں میں رکھوالی کے لیے کتے ہوتے ہیں' جب اس کتے نے فقیر کو دیکھا تو وہ سیدنا فرید کی طرف بھونکتے بھونکتے دوڑا' آپ جانتے ہیں: یہ جنگل کے رہنے والے کتے بڑے خطرناک ہوتے ہیں' جب وہ کتا سیدنا فرید کے قریب آیا تو آپ نے بڑی کوشش کی کہ بھونکے نہیں اور قریب بھی نہ آئے' لیکن وہ کتا تھا' اُسے کیا پتہ کہ یہ فقیر ہے' نہیں سمجھے میں کیا کہہ گیا ہوں؟ حضرات پتہ چلا پہلے زمانے کے کتے فقیروں کو بھونکتے تھے لیکن آج کل انسان بھی فقیروں کو بھونکتے ہیں' جب وہ کتا بھونکتا بھونکتا قریب آیا تو سیدنا فرید نے دل میں سوچا کہ اگر یہ باز نہ آیا تو کہیں میرے کپڑے ہی نہ پلید کر دے اور مجھے کاٹ بھی نہ لے' اس کے ساتھ بھی چڑیوں والا سلوک نہ کیا جائے' جب دل میں یہ ارادہ کیا تو ڈیرے سے ایک عورت نے آواز ماری: فقیرا خیال کرنا جنگل کی چڑیاں نہیں' یہ سائیوں والا کتا ہے۔ سبحان اللہ! تو مار ہم کتے کو مرنے دیں گے

ہی نہیں، سید فرید مائی کی بات سن کر رو پڑے، فرمایا: بی بی! ابھی میں نے دل میں یہ بات سوچی تھی زبان پر لایا نہیں، تمہیں کیسے پتہ چل گیا کہ میں یہ بات کرنے لگا ہوں۔ بی بی اتنا رتبہ اتنا مقام تو نے کہاں سے پایا ہے کہ بیٹھی ڈیرے پر ہے پر نظر فرید کے دل پر ہے۔ بی بی نے کہا: بابا! میں نے یہ مقام شادی والی پہلی رات میں پالیا تھا، فرمایا: کیسے؟ اس مائی نے کہا: فقیرا! جس بندے سے میری شادی ہوئی تھی، وہ زمانے کا ولی اور اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ تھا، میں دلہن بن کے جب آئی تو میرا خاوند میرے کمرے میں آیا، مجھے سلام کر کے اس نے کمرے میں نوافل پڑھنے شروع کر دیئے۔ سبحان اللہ! آج ہمارے نوجوان دوستوں کی شادیاں ہوتی ہیں تو نوافل تو ایک طرف، فرائض بھی ادا نہیں کرتے، مگر وہ دولہا نوافل ادا کر رہا ہے، اگر دولہے ایسے نیک ہوں گے تو بیٹے بھی ولی پیدا ہوں گے، اگر باپ نیک ہوگا تو بیٹا بھی پیر سیالوی پیدا ہوگا، باپ نیک ہوگا بیٹا بھی شیر ربانی ہوگا، باپ نیک ہوگا تو بیٹا بھی مہر علی ہوگا، اگر باپ نیک ہوگا تو بیٹا بھی غوث ہی ہوگا، اگر باپ نیک ہوگا تو بیٹا بھی داتا علی ہوگا، اگر باپ مولا علی ہوگا تو بیٹا بھی نیزے پر چڑھ کر قرآن سناتا جائے گا، اگر باپ بے نمازی ہوگا تو بیٹا بھی گناہ گار ہوگا، اگر باپ ایکٹر ہوگا تو بھی گلوکار ہوگا، اگر باپ عالم لوہار ہوگا تو بیٹا بھی عارف لوہار ہوگا۔ اس مائی نے کہا: فقیرا! میرے دولہے نے نفل پڑھنے شروع کر دیئے، آدھی رات تک نفل ادا کرتا رہا، جب آدھی رات کا وقت ہوا تو اس نے مجھے آواز ماری: اے میری رفیقۂ حیات! ذرا تکلیف کر، مجھے پیاس لگی ہے پانی تو لے آ، میں اٹھی مجھے پتہ نہیں تھا کہ پانی کہاں پڑا ہے، پہلی مرتبہ اس گھر میں آئی تھی، تلاش کرتی کرتی بڑی مشکل سے پانی لے کر آئی، کیا دیکھا کہ میرا دولہا پانی کا انتظار کرتے کرتے سو گئے، میں پانی کا پیالہ پکڑ کر اس کے قدموں میں کھڑی رہی، سوئی نہیں کہ ہوسکتا ہے کسی وقت میرے میاں کی آنکھ کھلے، میں موجود نہ ہوئی تو کہیں بے ادبی نہ ہو جائے، میں ساری رات پانی لے کر کھڑی رہی، جب صبح ہوئی تو خالق کائنات نے خاوند کی خدمت کے صدقے سے میری نظروں سے سارے پردے

دیئے اب میری نگاہ کی یہ حالت ہے کہ میں بیٹھی فرش پر ہوتی ہوں میری نگاہ اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہوتی ہے۔

اللہ اللہ کرنے سے اللہ نہ ملے

ارے اللہ والے ہیں جو خدا سے ملا دیتے

اس مائی نے کہا: فقیرا یہ میرا کمال نہیں یہ میرے خاوند کی خدمت کا صلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطاء فرمایا ہے۔ (سیرت سیدنا فرید)

حضرات تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے غلام کے نیک عمل کا وزن زیادہ کروا کے جنت کا حقدار بنوا دیں گے خالق کائنات کی طرف سے آواز آئے گی: اے فرشتو! یہ بندہ جہنمی نہیں اب جنت کا وارث بن گیا ہے لہٰذا اب اس کو جنت میں لے جاؤ اب جہنم والے فرشتے چلے جائیں گے جنتی فرشتے آ جائیں گے وہ بڑی محبت اور ادب سے کہیں گے: سرکار جنت کی مبارک ہو اب چلئے جنت کی طرف کیونکہ آپ کی قسمت بدل گئی ہے پہلے آپ بدبخت تھے اب بخت آور بن گئے ہو پہلے آپ بدنصیب تھے اب بانصیب بن گئے ہو پہلے آپ جہنمی تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے یار کے صدقے تمہیں جنتی بنا دیا ہے۔ اب چلئے! ہم باعزت طریقے سے آپ کو جنت میں لے چلیں اور تمہیں بتائیں کہ جنت میں آپ کا کون سا بنگلہ ہے کون سی کوٹھی ہے کون سی جنت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی سیٹ پکی فرمائی ہے وہ بندہ بڑا خوش ہو گا کہ بے شمار مرتبہ شکر ہے خالق کائنات کا جس نے اس بندے کے صدقے مجھے جہنم سے بچا لیا ہے پھر وہ بندہ فرشتوں سے کہے گا: اے اللہ عزوجل والو! ذرا ٹھہرو پہلے میں اپنے اس محسن کا شکریہ تو ادا کر لوں جس نے مجھے جہنم سے بچا کر جنت کا ٹکٹ دلوایا ہے پھر وہ بندہ سرکار کے قدموں پر گر جائے گا اور کہے گا: سوہنیا! تیرے قدموں پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ کتنے کریم ہیں کتنے مہربان اور غریب نواز ہیں کتنے لجپال اور شفیق ہیں جنہوں نے مجھے جہنم سے بچا کر جنت کا وارث بنایا ہے سوہنیا! اس مشکل وقت میں مجھے میری ماں میر

اباپ میرے بہن بھائی میرا خاندان مجھے چھوڑ گیا ہے' پر تو نے کرم نوازی فرمائی ہے' مہربانی کر کے اپنا تعارف تو کراؤ' آپ کون ہیں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے: تو نے مجھے نہیں پہچانا ''انا محمد رسول اللہ'' میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں' میرا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے' میں اللہ تعالیٰ کا آخری رسول ہوں۔ سبحان اللہ!

جہڑے کہندے سن مراں گے نال تیرے اج اونہاں وی بازیاں ہاریاں نی
جہڑے ترسدے سن دیدنوں دن راتیں اج اونہاں وی باریاں ماریاں نی
جدوں باغ وچ خیزاں تے پر کھولے پنچھی اُڑ گئے مار اڈاریاں نی
محمد بوٹیا جھوٹا ای جگ سارا کملی والے دیاں سچیاں یاریاں نی

جب وہ بندہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام سنے گا تو سرکار کے قدم چوم کر عرض کرے گا: واہ کریم نبی! بڑی لجپالی فرمائی ہے' پر سرکار یہ سفید کاغذ میں کیا لکھا تھا جو آپ نے میری نیکیوں والے پلڑے میں ڈالا تھا' جس کی وجہ سے میرے نیک عمل زیادہ ہو گئے تھے' میرے آقا فرمائیں گے: سجناں! یہ وہ درود ہے جو تو نے زندگی میں ایک بار پڑھا تھا وہ درود میں نے تیرے لیے سنبھال کے رکھا ہوا تھا' وہ درود والا کاغذ جب میں نے تیری نیکیوں والے پلڑے میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے درود کے صدقے تیرا نیکیوں والا پلہ بھاری فرما دیا تھا۔ سبحان اللہ! (جواہر البحار' معارج النبوت ج ا ص ۳۰۲-۳۰۴)

حضرات جس بندے نے زندگی میں ایک مرتبہ درود پڑھا' وہ جہنم میں نہیں جاتا تو وہ بندہ جو اذان سے پہلے پڑھے' اذان کے بعد پڑھے' تقریر سے پہلے پڑھے' تقریر کے بعد پڑھے' جو نعت سے پہلے پڑھے' بعد میں پڑھے' صبح پڑھے شام کو پڑھے' رات پڑھے' بھلا وہ ایک نمبر سنی حنفی بریلوی جہنم میں کیسے جا سکتا ہے' پھر برکت کے لیے سارے پڑھ لیجیے!

دم بدم پڑھو درود حضرت یہاں پہ ہیں موجود
بے شک محمد مصطفیٰ صل علیٰ نبینا صل علیٰ محمد

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ سیدہ فاطمہ نے عرض کی: بابا! آپ اگر عدل کے ترازو کے پاس نہ ملے تو پھر کہاں تلاش کروں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بیٹی! پھر مجھے پل صراط کے پاس تلاش کرنا' عرض کی: ابو! آپ وہاں کیا کر رہے ہوں گے؟ فرمایا: بیٹی! میں پل صراط کے پاس سر سجدے میں رکھ کر اپنی اُمت کو جنت میں جانے کی دعائیں کر رہا ہوں گا کہ یا اللہ عزوجل! میری اُمت کو سلامتی سے پل صراط سے گزار کر جنت عطاء فرمادے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُمت کی کتنی فکر ہے' دنیا نفسی نفسی کر رہی ہوگی ہلجپال نبی اُمتی اُمتی کر رہا ہو گا۔ سرکار جب معراج شریف پر سدرہ سے آگے گزرنے لگے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: آقا! اب میرا اور آپ کا سفر ختم' اب آگے آپ اکیلے تشریف لے جائیے' میری یہ آخری حد ہے' یہ میرا آخری سٹاپ ہے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرا پڑے' مسکرا کر فرمایا: جبریل تو بڑے وعدے کیا کرتا تھا کہ آقا میں وہاں تک جاتا ہوں جہاں تک کوئی نبی کوئی رسول کوئی جن کوئی فرشتہ نہیں جاسکتا' دیکھ جبریل میں وہاں جا رہا ہوں جہاں تو بھی نہیں جاسکتا۔ سرکار نے فرمایا: اچھا جبریل دنیا کے ہر بندے کی کوئی نہ کوئی دلی خواہش ہوتی ہے' وہ چاہتا ہے کہ میری یہ خواہش پوری ہو جائے' کیا تیری بھی کوئی خواہش ہے جو تو چاہتا ہے کہ میری پوری ہو جائے؟ بتادے تو ہم تیری خواہش پوری کرادیتے ہیں' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''یا جبریل ھل حاجت الیٰ ربك'' اے جبریل! اگر تیری کوئی حاجت ہے کوئی پرابلم ہے' کوئی آرزو ہے تو مجھے بتاؤ میں تیری حاجت پوری کرادوں گا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے سن کر یہ نہیں کہا: آقا! آپ کون ہیں حاجتیں پوچھنے والے پہلے تو میری حاجت ہے کوئی نہیں' اگر کوئی حاجت ہوئی تو میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ڈائریکٹ پیش کروں گا کیونکہ وہ ہر بندے کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے' آقا! آپ تو اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں' سب کا حاجت روا مشکل کشا تو صرف اللہ عزوجل ہی ہے۔ حضرات جبریل علیہ السلام نے سرکار کی بارگاہ میں یہ بات نہیں کی' شرک و بدعت کے مسئلے جاننے اور سرکار کی بارگاہ میں پہنچانے والا نوری فرشتوں کا سردار یہ جواب نہیں دیتا بلکہ ہاتھ باندھ کر

عرض کرتا ہے: آقا! ایک حاجت ہے تو سہی اگر اللہ تعالیٰ سے پوری کروا دیں تو زہے نصیب! سبحان اللہ! حضرات جو نبی فرشتوں کے سردار کی حاجتیں پورا کروا سکتا ہے کیا وہ لجپال نبی اپنے غلاموں کی حاجتیں نہیں پوری کروا سکتا؟

پر آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
ارے دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اچھا بیان کرو تمہاری کیا حاجت ہے جو پوری کرانا چاہتے ہو؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: آقا! جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہو تو میری طرف سے عرض کرنا: "سل اللہ لی" اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میری طرف سے ریکویسٹ کرنا "ان ابسط جناحی علی الصراط" جب قیامت کا دن آئے جہنم پر پل صراط بچھی ہو اللہ تعالیٰ مجھے اجازت دے کہ میں پل صراط پر اپنا نوری پر بچھا دوں۔ میرے آقا نے فرمایا: جبریل بات کیا ہے؟ پر کیوں بچھانا چاہتے ہو؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی: آقا! آپ ہر وقت اُمت کے بارے پریشان رہتے ہیں کہ قیامت کے دن میری اُمت کا کیا بنے گا؟ میں چاہتا ہوں کہ پل صراط بچھی ہو اوپر میرے پر آ جائیں "لامتك حتی یجوزوا" اور آپ کی اُمت نعرے مارتی آرام اور سکون سے گزر جائے اور جنت میں چلی جائے۔

(مدارج النبوت ج ۱ سیرت حلبی ج ۱ زرقانی شریف ج ۶ ص ۹۳)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مظہری پ ۳۰ آیت: "اِنَّ جَهَنَّمَ لَمِرْصَادٍ" کے تحت لکھتے ہیں: قیامت والے دن اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ جہنم کے اوپر پل صراط بچھاؤ، جب پل صراط بچھ جائے گی تو اللہ تعالیٰ سارے نبیوں کی اُمتوں کو باری باری پل صراط سے گزرنے کا حکم دے گا، سارے نبیوں کی اُمتیں پل صراط سے گزریں گی، جو نیک لوگ ہوں گے وہ پل پار کر کے جنت میں چلے جائیں گے، جو بدکار بے ایمان ہوں گے وہ پل سے گر کر جہنم میں لے چلے جائیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام نبیوں کی اُمت کی یہ حالت دیکھ رہے ہوں گے اب اعلان ہوگا: نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی

اُمت کہاں ہے؟ اب اس کے گزرنے کی باری ہے؛ اِدھر اعلان ہوگا' اُدھر جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا پَر پل صراط پر بچھادیں گے' غریبوں کا غم خوار نبی اپنا نورانی چہرہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز کردیں گے' روتے بھی جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض بھی کرتے جائیں گے:" رب سلم اُمتی رب سلم اُمتی " یااللہ عزوجل! میری اُمت کو پل صراط سے سلامتی سے گزار دے۔ امام اہل سنت فرماتے ہیں:

رضا اب پل سے وجد کرتے گزریئے
کہ ہے رب عزوجل سلم صدائے محمد ﷺ

مولانا حسن رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ

رب سلم وہ اِدھر کہنے لگے اُس طرف پار اپنا بیڑا ہو گیا
عیب پوشِ خلق دامن سے ترے سب گناہ گاروں کا پردہ ہوگیا

قلندر گولڑہ بھی یہی بات فرماتے ہیں کہ

ایہہ صورت شالا پیش نظر رہے وقت نزع تے روزِ حشر
وچہ قبر تے پُل تھیں جد ہوسی گزر سب کھوٹیاں تھیسن تو کھریا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بیٹی فاطمہ! عرض کی: جی ابوجی! فرمایا: بیٹا! قیامت والے دن مجھے ان جگہوں پر تلاش کرنا میں یہاں سے ملوں گا۔ سبحان اللہ! قیامت آئی نہیں مگر غیب کی خبریں رکھنے والا نبی اپنے ٹھہرنے کی جگہ پہلے بتا رہا ہے۔ (مدارج النبوت ج ۳ ص ۴۹۶)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچی محبت عطاء فرمائے! جب تک زندہ رہیں تو اللہ تعالیٰ صحت' عزت' ایمان' شان والی زندگی عطاء فرمائے' جب موت آئے تو ایمان والی اور سرکار کے عاشقوں والی موت آئے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

بیماری اور امامت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ واذا مرضت فهو یشفین صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِیْم وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِیْم

مولای صل وسلم دائمًا ابدًا
علٰی حبیبك خیر الخلق كلهم
هو الحبیب الذی ترجٰی شفاعته
لكل هول من الاهوال مقتحم ۔

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنَ ۔(پ۱۹ الشعراء:۸۰)

ترجمہ: ''اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ ہی مجھے شفاء عطاء فرماتا ہے''۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد قرآن مجید' فرقانِ حمید کی ایک آیہ کریمہ حصولِ برکت کے لیے آپ کی خدمت میں تلاوت کی ہے' انشاء اللہ آج کی بابرکت محفل میں یہ بات عرض کرنی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بیمار ہوئے تو سرکار بیماری میں کیسے غلاموں کو جماعت کراتے رہے اور جب مسجد میں تشریف نہ لا سکے تو میرے آقا نے اپنے مصلّٰی کا وارث کس کو بنایا؟ انشاء اللہ عقیدے کی باتیں بھی ہوں گی' جن سے انشاء اللہ حق اور باطل میں امتیاز نظر آئے گا۔ دعا ہے خالق کائنات صدقہ سیدہ فاطمہ کے بابے کا صدقہ ہمیشہ حق بیان کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور حق سن سنا کر عمل کی اور استقامت کی توفیق عطاء

فرمائے۔آمین ثم آمین!

حضرات خالق کائنات قرآن مجید کے پ ۱۹ میں اپنے نبی سیدنا ابراھیم علیہ السلام کی ایک دعا کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ''وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ '' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! آپ کے پیارے دادا حضرت ابراھیم علیہ السلام جب بھی بیمار ہوتے تھے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اُٹھا کر دعا کیا کرتے تھے' کون سی دعا کہ ''وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ''لوگو! میں جب بھی بیمار ہوتا ہوں تو اللہ تعالیٰ ہی مجھے شفاء عطاء فرماتا ہے۔

بیماری' بیماری میں فرق

حضرات قرآن مجید کی اس آیہ کریمہ سے پتہ چلا کہ دنیا کا ہر انسان بیمار ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے بھی بیمار ہوتے ہیں' بیماری کسی کو چھوڑتی نہیں' امیر ہو یا غریب' مسلمان ہو یا غیر مسلم' اپنے ہوں یا پرائے' مؤمن ہو یا کافر بیمار سب ہوتے ہیں مگر حضرات بیماری' بیماری میں فرق ہے۔ جب دنیا کا کوئی غیر مسلم' بے ایمان' کافر' یہودی' عیسائی' ہندو' مشرک' مجوسی' دہریہ بیمار ہوتا ہے تو یہ بیماری یہ بخار بے ایمانوں کے لیے دنیا میں عذاب ہوتا ہے' مگر جب کوئی مسلمان سرکار کا سچا غلام بیمار ہوتا ہے تو یہ بیماری مؤمن کے لیے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ سیدہ طیبہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ کون عائشہ جو ایمان والوں کی ماں ہے' کون عائشہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیاری بیوی ہے' جو دنیا میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوی اور قیامت والے دن جنت میں بھی حسین کے نانے کی رفیقہ حیات ہوگی' کون عائشہ جس کے ساتھ نکاح کر[illegible] خالق کائنات نے خود حکم دیا' کون عائشہ جس کی شادی سے پہلے حضرت ج[illegible] علیہ السلام جنت سے تصویریں لاکر دکھاتا رہا' کون عائشہ جس کی شان اور عزت کی چادر بلند کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کے پ ۱۸' سورۃ النور میں اٹھارہ آیتیں نازل فرمائیں' کون عائشہ جو حلالیوں کی ماں ہے' کون عائشہ جس کا گستاخ قرآن کا منکر اور پکا جہنمی ہے' وہ اماں

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کثرت ذنوب العبد" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب مسلمان بندے کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں "ولم یکن لہ ما یکفرھا من العمل" اس مسلمان کے پاس گناہ مٹانے والے نیک عمل نہیں ہوتے تو "ابتلاہ اللہ بالحزن" تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو پریشانیوں اور بیماریوں میں مبتلا فرما دیتا ہے "لیکفرھا عنہ" تاکہ اس پریشانی اور بیماری کے صدقے اس کے گناہ معاف کر دے۔ حضرات توجہ کرو وہ مالک یار کے غلاموں پر کتنا کریم ہے' یار کے غلاموں کو پریشانیاں بیماریاں دے کر گناہوں سے دھو دیتا ہے تاکہ میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام دنیا سے جائیں تو گناہوں سے پاک ہو کر جائیں' قبر میں جنت کے فرشتے ان کا استقبال کریں۔ حضرات! اگر اللہ تعالیٰ پریشانیوں کے صدقے بیماریوں کے صدقے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کے گناہ معاف فرما سکتا ہے' کیا جب گناہ گار بندہ اس کے دربار میں اس کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واسطہ دے کر معافی مانگتا ہوگا' اس وقت اللہ تعالیٰ یار کے صدقے غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ معاف نہیں کرتا ہوگا؟ ضرور کرتا ہے اور یقیناً کرتا ہے۔

میرے ورگا تے اوگنہار کوئی نئیں جدوں ہتھ بنھ کے اعتراف کیتا
اوس ویلے سرکار نے کرم کر کے عیباں میریاں دا کھاتہ صاف کیتا
بار بار کوچج کیتے بار بار لجپال نے معاف کیتا
کئی وار تصور دے وچ ناصر روضے پاک دا جا کے طواف کیتا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں اور میرے ساتھ عبداللہ صنابحی دونوں ایک مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کے لیے اس کے گھر گئے' اس سے ملاقات کی' ملاقات کے بعد اس کی بیمار پرسی کی' پھر ہم نے اس مریض سے پوچھا: "کیف اصبحت" سناؤ رات کیسی گزری ہے' صبح کیسے

ہوئی ہے؟ اس مریض نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے وہ جس حال میں رکھے ہم تو اس کی رضا میں راضی ہیں' بیماری بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس کی نعمت کے ساتھ صبح کی ہے۔
سبحان اللہ! کیسا پیارا جواب دیا اللہ تعالیٰ کا شکوہ نہیں کیا شکایت نہیں' ہائے وائے نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی ہو کر جواب دیا۔ حضرت شداد نے جب مریض کی زبان سے یہ جواب سنا تو فرمایا: بھائی! میں تمہارا جواب سن کر بڑا خوش ہوا ہوں' اسی خوشی میں میں تمہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک مقدس حدیث نہ سناؤں' اس مریض نے فرمایا: بھائی شداد! کرم فرماؤ ضرور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان سناؤ۔ حضرت شدا نے فرمایا کہ بھائی سنو! ''فانی سمعت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا انا ابتلیت عبدًا من عبادی مؤمنًا'' میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پاک سے سنا' آپ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام جب میں اپنے کسی مؤمن بندے کو تکلیف میں بیماری میں مبتلا کرتا ہوں' پھر میرا بندہ' پریشانی اور بیماری کی وجہ سے بستر پر لیٹ جاتا ہے'' فحمدنی علیٰ ما ابتلیتہ '' پھر وہ اپنے بستر پر لیٹے لیٹے میری ناشکری نہیں کرتا' بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرتا بلکہ وہ میرے امتحان پر میرا شکرادا کرتا ہے' میری تعریف کرتا ہے تو ''فانہ یقول من مضجعہ ذلک کیوم ولدتہ امہ من الخطایا '' جب وہ تندرستی کے بعد اپنے بستر سے اٹھتا ہے یا اُٹھے گا تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۲۸۔۴۲۹)

حضرات گناہوں سے مراد صغیرہ چھوٹے گناہ ہیں' کبیرہ گناہ مثلاً زنا' قتل' ڈاکہ' شراب' جوا' نماز کا چھوڑ دینا وغیرہ مراد نہیں' یہ گناہ سچی توبہ سے معاف ہوں گے' جن کا دل دکھایا ہے ان سے معاف کرائے پھر معاف ہوں گے۔ حضرات پتہ چلا بیماری مؤمن کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام اور تحفہ ہے' یہ گناہوں کے ڈھل جانے کا سبب ہے۔
یہ بیماری اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے لیے گناہ دور ہونے کا سبب نہیں کیونکہ اللہ

تعالیٰ کے مقبول بندے گناہوں سے محفوظ اور معصوم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مقبولوں کو جب بیماری آتی ہے تو ان کے گناہ معاف نہیں ہوتے بلکہ ان کے درجے مرتبے اللہ تعالیٰ بلند فرما دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سرکار کے بڑے عظیم صحابی ہیں' وہ فرماتے ہیں: جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیمار ہوئے تو میں سرکار کی تیمارداری کے لیے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ حضرات اگر کوئی بھائی بیمار ہو جائے' پتہ چل جائے تو کوشش کرنی چاہیے کہ اس کی بیمار پرسی ضرور کرنی چاہیے' تیمارداری کرنے کا بہت بڑا ثواب ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آمنہ کے لال نے فرمایا کہ ''ان المسلم اذا عاد اخاہ المسلم'' لوگو! جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو ''لم یزل فی خرفۃ الجنۃ حتی یرجع'' جب تک مریض کے پاس بیٹھا رہتا ہے تو وہ یوں سمجھے کہ میں جنت کے باغ میں بیٹھا ہوں' جب وہ مریض کے پاس سے واپس آتا ہے تو جنت کے باغ سے واپس آتا ہے۔

(مسلم شریف' مشکوٰۃ شریف' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۰۵)

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں: میں سرکار کی تیمارداری کے لیے آپ کے آستانہ پاک پر حاضر ہوا' فاطمہ کا بابا اپنے پاک بستر پر تشریف فرما ہیں میں اجازت لے کر حاضر ہوا' صلوٰۃ وسلام کے گجرے پیش کرنے کے بعد میں سرکار کی بارگاہ میں بیٹھ گیا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خیریت دریافت کی' ''فمسسته بیدی'' پھر میں نے بیماری چیک کرنے کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم پاک کو ہاتھ لگایا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بڑا سخت بخار تھا'' فقلت یا رسول اللہ لتوعك وعگا شدیدًا'' حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار کی بارگاہ میں عرض کی: آقا! آپ کو تو بڑا سخت بخار ہے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرا پڑے' مسکرا کر فرمایا: عبداللہ! ٹھیک کہتے ہو کیونکہ ''انی اوعك کما یوعك رجلان منکم'' مجھے جب بھی بخار ہوتا ہے تو تم جیسے دو بندوں کے برابر ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے

"فقلت ذلك لان لك اجرين "میں نے عرض کی: آقا! آپ کو پھر ثواب اور اجر بھی دو بندوں کے برابر ملتا ہوگا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بالکل صحیح کہتے ہو۔ حضرات توجہ کریں! صحابی کیا کہتا ہے' آقا! آپ کو ثواب بھی دوگنا ملتا ہوگا۔ کیونکہ گناہ تو آپ کے پاس ہے ہی نہیں لہٰذا ثواب ہی ثواب ہے۔ حضرات اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عام انسانوں جیسا انسان سمجھتا' میرے اور آپ جیسا سمجھتا تو عرض کرتا: حضور! آپ کے گناہ بھی ڈبل معاف ہوں گے' مگر صحابی یہ نہیں کہتا بلکہ بڑے ادب و احترام سے عرض کرتا ہے: آقا! اگر آپ کو بخار دوگنا زیادہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو اجر و ثواب بھی دوگنا زیادہ عطاء فرمائے گا' آمنہ کے لال نے فرمایا: عبداللہ صحیح کہتے ہو۔ حضرات پتہ چلا تیرا میرا بخار گناہ جھاڑتا ہے' سرکار کا بخار درجے بلند کرتا ہے۔ (بخاری شریف' مسلم شریف' مشکوٰۃ شریف' مرآۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۱۰)

حضرات جب خالق کائنات کے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام بیمار ہوئے تو آپ بڑی مشکل سے نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں تشریف لاتے' فاطمہ کے بابے نے اپنے صحابہ کرام کو صفر کے مہینہ کا آخری جمعہ پڑھایا' پھر عصر کی جماعت کرائی پھر مغرب کی جماعت کرائی' جب مغرب کی جماعت کرا کے گھر تشریف لائے تو میرے آقا کی طبیعت بڑی خراب ہوگئی' شدت سے بخار چڑھ گیا' اتنا سخت بخار چڑھا کہ حسنین کریمین کے پیارے نانا جان بے ہوش ہوگئے' ادھر عشاء کی نماز کا ٹائم ہوگیا' مؤذنوں کے سردار' عاشق سرکار حضرت بلال نے اذان پڑھی' سرکار کے سارے مدنی صحابہ اذان سن کر مسجد نبوی میں تشریف لے آئے' کسی صحابی نے سنتیں ادا کیں جو سنتیں پڑھ کے آئے تھے انہوں نے نماز صلوٰۃ المسجد ادا کیے' سنتیں پڑھ کے سارے صحابہ بیٹھ گئے' اپنے پیارے آقا کا انتظار کرنے لگے کہ کب اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لاتے ہیں' ہمیں نماز بھی کراتے ہیں اور جماعت بھی کراتے ہیں۔ حضرات ہماری نماز کا وقت مقرر ہے اذان پندرہ بیس منٹ جماعت سے پہلے دی جاتی ہے' لوگوں کو جماعت کے وقت کا پتہ

ہوتا ہے وقت پر جماعت کھڑی ہو جاتی ہے چاہے امام صاحب آئیں یا نہ آئیں، ہمارے مقتدی ٹائم کے بڑے پابند ہوتے ہیں، امام صاحب نہ آئیں تو پانچ دس منٹ انتظار کرنا گوارہ نہیں کرتے بلکہ اُلٹا مسجد میں بیٹھ کر اس امام کے گلے شکوے کر دیتے ہیں، جس کے پیچھے کھڑے ہو کر پانچ ٹائم نماز پڑھتے ہیں۔ شادیوں پر چار چار گھنٹے انتظار کر لیں گے مگر نماز کے لیے امام صاحب کے لیے پانچ منٹ کا بھی انتظار گوارہ نہیں، افسوس! ایسے مقتدیوں پر جو امام کو نوکر اور ملازم سمجھتے ہیں حالانکہ امام کا معنی ہی سردار ہے، ہم اپنے نبی کو کیا کہتے ہیں امام الانبیاء اس کا معنی ہے کہ ہمارا آقا سارے نبیوں کا سردار ہے۔ پتہ چلا امام سردار ہوتا ہے، مقتدی کی نماز قبول ہوتی ہے تو امام کے صدقے، کتنی بدنصیب ہے وہ قوم جو سردار کے گلے کرے، مسلمانوں میں سب سے مظلوم طبقہ امام مسجد کا ہے جس بندے کی گھر عزت نہیں جس بندے کو بیوی بھی خوش ہو کر نہیں بلاتی، وہ بندہ بھی اپنی مسجد کے امام صاحب پر رعب ڈالتا ہے، خیر تو ہمارے ہاں تو نماز کا وقت مقرر ہے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں خلفائے راشدین کے زمانے میں نماز کا کوئی وقت مقرر نہیں تھا، جس وقت تاجدارِ مدینہ مسجد میں تشریف لاتے یا جس وقت آمنہ کا لال حضرت بلال کو اشارہ کرتا، حضرت بلال اس وقت تکبیر پڑھتے۔ بعض مسلمان کہتے ہیں ناں جو کام سرکار نے نہیں کیا، صحابہ نے نہیں کیا وہ بدعت، ان سے پوچھئے کوئی حدیث دکھا دو جس میں لکھا ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہو: بلال! اذان دینے کے بیس منٹ بعد تکبیر پڑھا کرو، یا خلفائے راشدین نے جماعت کا کوئی ٹائم مقرر کیا ہو۔ انشاء اللہ کوئی حدیث نہیں ملے گی، لیکن بدعت بدعت کہنے والے خود بھی اذان کا اور نماز کا وقت مقرر کرتے ہیں، پھر کیوں نہ کہیں کہ شرم جناب کو کیوں نہیں آتی؟ حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ مسجد نبوی میں آمنہ کے لال کا انتظار کر رہے ہیں، اُدھر حسنین کریمین کا نانا بخار کی شدت سے بے ہوش ہے، حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بے ہوش ہو جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو بھی بیماری لاحق ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے

رسول بھی بیمار ہوتے ہیں' ہاں اللہ تعالیٰ کے رسولوں نبیوں کو ایسی بیماری نہیں لگتی جس سے لوگ نفرت کرتے ہوں جیسے مرگی کی بیماری' جنون کی بیماری' پاگل پن کی بیماری' جسم میں کیڑے پڑ جانا' یہ بیماریاں شانِ نبوت کے خلاف ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وصال فرمانے سے پہلے بیمار ہوئے' سر مبارک کو درد ہوا' بے ہوش ہوئے پھر آپ کا وصال مبارک ہوا' کیوں بیمار ہوئے؟ اس میں بھی ایک راز تھا۔ آپ احادیث پاک اور سیرت پاک کا مطالعہ کریں۔ سیدنا صدیق اکبر کی ایڑی پر ہجرت کی رات غارِ ثور میں سانپ نے ڈنک مارا' میرے آقا نے اپنا مقدس لعاب لگایا' زہر ختم ہو گیا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۶) مولا علی کی خیبر کے میدان میں آنکھیں خراب ہوئیں' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقدس لعاب ڈالا آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۴۱۳) حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سرکار کی حفاظت کر رہے تھے' کافر کا تیر لگا آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقدس لعاب لگا کر ڈھیلا پھر آنکھ میں رکھ دیا' حضرت قتادہ کی آنکھ کا نور پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا۔ (اصابہ ج ۳ ص ۲۲۵) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غلاموں کی بڑی بڑی بیماریاں اپنے لعاب دہن سے ٹھیک فرما دیں اور بتلا دیا کہ لوگو! مجھے اپنے جیسا نہ سمجھنا میں تم جیسا نہیں' اگر میں بھی تم جیسا ہوتا تو میری لعاب میں اتنا کمال نہ ہوتا' اللہ تعالیٰ نے مجھے ساری کائنات میں بے مثل اور بے مثال بنا کے بھیجا ہے۔ سبحان اللہ!

اوہناں قبر وچ کی رشنائی کرنی ہون دین دے بلب فیوز جس دے
کدی پاس نئیں ہوندا نالائق بچہ نمبر پیپراں چوں ہون لوز جس دے
بولن لکیاں رب عزوجل دی سونہہ رب دی پیارے لب کردا خود یُوز جس دے
لبھے اُس دی کون مثال ناصر جنہیں عرش عظیم وی شُوز جس دے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی لعاب پاک سے غلاموں کی بیماریاں ٹھیک کر کے بتا دیا: لوگو! میں تم جیسا نہیں ہوں اور خود بیمار ہوئے' بے ہوش ہو کے بتا دیا کہ میں خدا عزوجل جیسا نہیں ہوں۔ عاشقوں کے امام مولانا شاہ احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ بھی پکار اُٹھے

کہ

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
برزخ میں سرِ نہاں یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
بلبل نے گل اُن کو کہا قمری نے سروِ جاں فزا
حیرت نے جھنجھلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
ڈر تھا کہ عصیاں کی سزا اب ہو گی یا روزِ جزا
دی اُن کی رحمت نے صدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

(شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۰۶-۱۲۰۷)

حضرات تو عرض یہ کر رہا تھا کہ صحابہ کرام مسجد نبوی شریف میں بیٹھ کر اپنے آقا و مولا کا انتظار کر رہے ہیں کہ کب اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لاتے ہیں، ہمیں دیدار بھی کراتے ہیں اور جماعت بھی کراتے ہیں، لیکن سرکار بے ہوش ہیں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہوش آیا تو آپ نے مؤمنوں کی ماں اپنی پیاری بیوی پاک سیدہ حضرت عائشہ سے پوچھا: "قال اصلی الناس" اے عائشہ! کیا میرے صحابہ نے نماز پڑھ لی ہے؟ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ "قلنا لا یا رسول اللہ" ہم سب گھر والوں نے عرض کی: آقا! ابھی تو صحابہ نے نماز نہیں پڑھی، فرمایا: کیوں نہیں پڑھی؟ عرض کی: "هم ينتظرونك يا رسول الله" اے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام! وہ تو آپ کا انتظار کر رہے ہیں کہ کب اللہ تعالیٰ کا ماہی آئے گا جماعت کرائے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اچھا اگر صحابہ میرا انتظار کر رہے ہیں تو میں خود جاتا ہوں تم ایسے کرو کسی بڑے برتن میں پانی رکھو، میں غسل کر لوں طبیعت سنبھل جائے گی، پھر صحابہ کو جماعت کراؤں گا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: ہم نے سرکار کے غسل کے لیے ایک ٹب میں پانی رکھا، والی کائنات اُٹھے، آپ نے غسل فرمایا، غسل کرنے کے بعد جب مسجد میں جانے لگے تو پھر بے ہوش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد جب

آپ ہوش میں آئے تو پھر فرمایا: "فقال اصلی الناس" کیا لوگوں نے میرے صحابہ نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کی: آقا! ابھی انہوں نے نماز نہیں پڑھی بلکہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں سرکار نے پھر فرمایا کہ میرے لیے ٹب میں پانی رکھو سرکار نے پھر غسل فرمایا جب جانے لگے تو پھر بے ہوش ہو گئے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: سرکار نے تین مرتبہ غسل کیا مسجد میں جانے کی تیاری کی مگر تینوں مرتبہ جانے سے پہلے بے ہوش ہو جاتے حضرت عائشہ فرماتی ہیں: "والناس عکون فی المسجد ینتظرون رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لصلوٰۃ العشآء الاخرۃ" اُدھر سرکار کے سارے صحابہ مسجد نبوی شریف میں بیٹھ کر عشاء کی نماز کے لیے آپ کا انتظار کر رہے ہیں لیکن اِدھر نبیوں کے امام کی طبیعت خراب ہے۔ (مسلم شریف شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۹۸۔۱۱۹۹)

جب کافی وقت ہو گیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد میں تشریف نہ لائے تو صحابہ نے حضرت بلال سے فرمایا: بلال جاؤ! سرکار کا پتہ کرو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی مسجد میں تشریف نہیں لائے خیر تو ہے؟ کہیں بیماری زیادہ تو نہیں ہو گئی۔

درود و سلام

حضرات حضرت بلال کا طریقہ تھا جب آپ اذان دیتے تو اذان کے چند منٹ بعد آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آستانے کے سامنے جا کر ادب سے کھڑے ہو جاتے اور ہاتھ باندھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں درود و سلام کا نذرانہ پیش فرماتے اور بڑی محبت اور پیار سے پڑھتے: "اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ" اے اللہ تعالیٰ کے مقدس رسول! آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلامتی ہو۔ حضرات بعض لوگ اس درود و سلام سے بڑے گھبراتے ہیں وہ نہ یہ درود و سلام خود پڑھتے ہیں اور نہ اپنے ماننے والوں کو یہ درود و سلام پڑھنے دیتے ہیں اور جو سنی حنفی عاشق مدینہ یہ درود و سلام پڑھے اس پر آواز کستے ہیں کہتے ہیں: یہ انڈین درود ہے یہ بریلوی درود ہے یہ فیصل آبادی درود ہے یہ درود پڑھنا جائز نہیں۔ حضرات خدا عزوجل گواہ ہے یہ درود

سلام وہ درود ہے جو معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے یار کو سامنے بٹھا کر پڑھا' جو ولادت کے وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے پڑھا' مدینہ شریف کے روڑوں اور ذروں نے پڑھا' صدیق اکبر' فاروقِ اعظم' عثمان غنی' مولا علی' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام صحابہ نے پڑھا' اللہ تعالیٰ کے ہر ولی نے پڑھا' ہر عاشق مدینہ نے پڑھا' مزہ تو یہ ہے خود دیوبندیوں کے بزرگوں نے یہ درود وسلام تسلیم کر کے خود بھی پڑھا اور ماننے والوں کو بھی پڑھنے کا حکم دیا۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب البیان المیلاد النبوی ص ۴۲ میں لکھتے ہیں کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت پاک کا وقت قریب آیا تو حضرت جبریل علیہ السلام انسانی لباس میں میرے سامنے تشریف لائے' مجھے جنتی شربت پلانے کے بعد ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور زبانِ حال سے کہنے لگے: اے سارے رسولوں کے سردار! اب دنیا میں تشریف لے آیئے! اے ختمِ نبوت کے تاج سجانے والے! اب دنیا میں جلوہ فرما دیجئے! اے ساری کائنات کی رحمت! اب دنیا میں قدم رنجہ فرما دیجئے! اے اللہ تعالیٰ کے نور سے بننے والے نوری آقا! بسم اللہ اب نوری چہرہ دکھا دیجئے! سیدہ آمنہ فرماتی ہیں: حضرت جبریل علیہ السلام سرکار کی آمد پر دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اچانک اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا نوری محبوب عطاء فرمایا' جب حضرت جبریل علیہ السلام نے سرکار کا دیدار کیا تو نوری چہرہ دیکھ کر پڑھنے لگے: اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ علامہ رہاوی اپنی کتاب جامع المعجزات ص ۲۵۶ میں لکھتے ہیں کہ حضرت جابر نے جب سرکار کی دعوت کی تو آپ کے دونوں بچے فوت ہو گئے' حضرت جابر نے سرکار کی دعوت کی وجہ سے اظہار نہ کیا' روئے نہیں' بے صبری نہیں کی' چہرے پر پریشانی نہیں لائے' کہیں سرکار کی دعوت میں فرق نہ آ جائے' میرے آقا دعوت کھا چکے تو پھر عرض کروں گا: آقا! میرے بچوں کا جنازہ بھی پڑھا دیجئے' جب سرکار کے صحابہ دعوت سے فارغ ہو گئے' اب حضرت جابر نے عرض کی: آقا! آپ بھی کھانا تناول فرمالیں' حضرت جبریل حاضر ہوئے' عرض کی: آقا! جابر کے

کہو کہ میں اکیلا کھانا نہیں کھاؤں گا بلکہ بچے بھی بلا' سرکار نے فرمایا: جابر! عرض کی: جی میرے آقا! فرمایا: کھانا میں اکیلے نہیں کھاؤں گا تو بھی آ جا' اپنے دونوں بچوں کو بھی بلا لے۔ حضرت جابر نے عرض کی: آقا! میں حاضر ہوں' باقی بچے دور چلے گئے ہیں' فرمایا: کتنی دور؟ آقا! وہ تو یہ جہان بھی چھوڑ گئے ہیں' میرے آقا نے فرمایا: ہیں کہاں؟ آقا! اندر فوت ہوئے چارپائی پر پڑے ہیں' آپ کھانا تناول فرمالیں' میرے آقا نے فرمایا: جاؤ! بچوں کی لاشیں اُٹھا کر لاؤ' حضرت جابر گئے' میرے آقا نے بچوں کی لاشوں سے کپڑا ہٹایا تو میرے نبی کی آنکھوں سے رحمت بھرے آنسو آ گئے' آمنہ کے لال نے یداللہ والے گورے گورے ہاتھ اُٹھائے اور مقدس زبان سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے خالق کائنات! اپنی رحمت پاک کے صدقے سے جابر کے بچوں کو زندہ فرما دے! میرے آقا نے دعا فرمائی' صحابہ نے آمین کہی تو اللہ تعالیٰ نے یار کی دعا کے صدقہ سے حضرت جابر کے بچوں کو زندہ فرما دیا۔ تاجدار بریلی فرماتے ہیں:

میری تقدیر بُری ہو تو بھلی کر دے کہ ہے
محو و اثبات کے دفتر پہ کڑوڑا تیرا
فرش والے تری شوکت کا عُلو کیا جانیں
خسروا عرش پر اُڑتا ہے پھریرا تیرا
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

حضرات جب حضرت جابر کے بچے زندہ اُٹھ کے بیٹھے تو پندرہ سو صحابہ نے سرکار کا کمال دیکھ کر پڑھنا شروع کر دیا: اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ علامہ امام احمد شہاب الدین خفاجی مصری اپنی کتاب نسیم الریاض شرح شفاء شریف ج ۳ ص ۴۵۴ میں فرماتے ہیں: "والمنقول انھم کانوا یقولون فی تحیۃ" کہ کتابوں میں یہ بات موجود ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی صحابی بھی دربارِ رسالت

صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتا تو تعظیم کے لیے عزت کے لیے عرض کرتا: اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ۔ حضرت علامہ امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ سیرت حلبیہ ج اص ۱۷۳ میں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بھی کسی کام کے لیے جنگل میں سے کسی میدان سے گزرتے تو ''فلا یمر بحجر ولا شجر الا قال اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ'' آپ جس پتھر کے پاس سے یا درخت کے پاس سے گزرتے تو وہ آپ کی زیارت کر کے پڑھتا: اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ۔ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی اپنی کتاب مقام حیات ص ۶۱۱ میں لکھتے ہیں: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے صحابی اور فاروقِ اعظم کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی کسی سفر پر روانہ ہوتے تو وضو فرماتے' پھر مسجد نبوی میں آتے' نفل نماز پڑھتے' پھر روضہ انور پر حاضر ہوتے' سرکار کی بارگاہ میں درود وسلام پڑھتے اور کہتے: ''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ''۔ سید محمد سعید حضور خواجہ شمس العارفین سیالوی رضی اللہ عنہ کے ملفوظات کے مجموعہ مرآت العاشقین ص ۳۹ اور ص ۸۵ میں لکھتے ہیں کہ ایک دن خواجہ شمس العارفین سیالوی نے اپنے غلاموں سے باتیں کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ سید جلال الدین بخاری جن کا مزار شریف تحصیل علی پور' ضلع مظفر گڑھ پاکستان میں ہے حج کر کے مدینہ شریف پہنچے تو سرکار کے دربار میں سلامی کے لئے حاضر ہوئے تو سرکار کے روضہ پر خدمت کرنے والے مجاوروں نے پوچھا: حضرت! آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ نام کیا ہے؟ قوم کیا ہے؟ شاہ صاحب نے اپنا تعارف کروایا' سارا پتہ بتایا' پھر یہ بھی بتایا کہ میں سید ہوں' مجاوروں نے کہا: حضرت صاحب! آپ سید نہیں ہیں' آپ نے فرمایا: تمہیں کیسے پتہ چلا ہے کہ میں سید نہیں ہوں؟ مجاوروں نے کہا: سید خوبصورت ہوتے ہیں' چٹے گورے ہوتے ہیں' تم کالے ہو۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں جھوٹ نہیں بولتا' میں سید ہی ہوں' ہندوستان سے پیدل چل کے آیا ہوں' شدت کی گرمی میں رنگ کالا ہو گیا ہے' ہوں سید۔ مجاوروں نے کہا: اگر آپ سید

ہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ کے سامنے کھڑے ہو کر سرکار کی بارگاہ میں سلام عرض کرو، اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور سے آواز آئی' آپ کے سلام کا جواب آیا تو ہم سمجھ جائیں گے کہ آپ سید ہیں' نہیں تو آپ کی بات سچی نہیں ہو گی۔ قبلہ شاہ صاحب نے فرمایا: یہ آپ نے پہچان کیوں رکھی ہے سرکار کے در کی؟ چوکی داروں نے کہا کہ ہم اہل سید کی پہچان اس کا شجرہ دیکھ کر نہیں کرتے بلکہ کملی والے کا جواب سن کر کرتے ہیں' شجرے غلط ہو سکتے ہیں' سرکار کی زبان پر غلطی نہیں آ سکتی کیونکہ کملی والے کی زبان پر خدا عزوجل بولتا ہے' کیونکہ

ساڈے نبی دی زبان ساڈے واسطے قرآن
کسے ہور دا بیان چنگا لگدا ای نئیں
میرے آقا دا رفیق ابو بکر صدیق
سارے یاراں وچوں یار ایسا لبھدا ای نئیں

جب مجاوروں نے یہ بات کی تو زمانے کا غوث سید جلال الدین بخاری مسکرا پڑا' فرمایا: اچھا آؤ! تجربہ کر لو' ہم اصلی سید ہیں یا نقلی سید' سید نے ہاتھ باندھ کر بڑی محبت سے سرکار کی بارگاہ میں عرض کی: اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ' جب سید نے نانے کو آواز ماری' درود و سلام کے گجرے پیش کیے تو زندہ نبی کے روضہ سے آواز آئی: ''لبیک یا ابنی '' اے میرے بیٹے! میں حاضر ہوں۔ سبحان اللہ! دیوبندی کے وکیل عبدالمجید صدیقی ایڈووکیٹ اپنی کتاب سیرت النبی بعد وصال النبی ج ۳ ص ۲۱۱ پر لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا حقی نازلی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ارادہ کیا کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے دیکھوں گا جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک بیویاں اور مقدس اصحاب آپ کو دیکھا کرتے تھے' مولا حقی فرماتے ہیں: جمعہ کی رات تھی میں نے تین ہزار بار سورۂ اخلاص پڑھ کر سیدہ خدیجۃ الکبریٰ' سید، عائشہ صدیقہ اور سیدہ فاطمۃ الزہراء کی روح مبارکہ کو ثواب پہنچایا' پھر میں نے ان تین بیبیوں کی خدمت میں عرض کی

کہ آپ بھی سرکار کی بارگاہ میں میری سفارش فرمائیں کہ سرکار کا مجھے ایسے دیدار ہو جیسے آپ کو ہوتا تھا' پھر میں نے ہزار مرتبہ "استغفر اللّٰہ ربی واتوب الیہ" پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی کہ مولا کریم! میری روح سرکار کی روح سے ملا دے اور یار کا دیدار کرا دے' پھر میں نے ایک ہزار مرتبہ سرکار کی بارگاہ میں درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا اور عرض کی: "الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیّدی یا رسول اللّٰہ خذ بیدی قلت حیلتی ادرکنی" مولانا حقی فرماتے ہیں: مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی عزت و جلالت کی' اُسی رات مجھے سرکار کا دیدار ہوا' سرکار کا حسن و جمال میں بیان نہیں کر سکتا' چودھویں رات کو لوگ جیسے دیکھتے ہیں میں آمنہ کے لال کو ایسے دیکھتا رہا۔ سبحان اللہ! شاہ ولی اللہ محدث دہلوی' یہ وہ شاہ ولی اللہ ہیں جن کو سارے سنی' دیوبندی' وہابی' اہل حدیث اپنا بزرگ اور دینی قائد مانتے ہیں' آپ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے: انتباہ فی سلاسل اولیاء' اس کے ص ۱۲۴۔۱۲۵ پر لکھتے ہیں: جو بندہ صبح کی نماز کے بعد اورادِ فتحیہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو ایک ہزار چار سو ولی کی ولایت سے حصہ عطاء فرمائے گا۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: اورادِ فتحیہ یہ وظائف کا مجموعہ ہے۔ غوث زماں سید علی امیر کبیر ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ جب بیت المقدس کی زیارت کو گئے تو خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیدار کرانے کے بعد اپنی آستین پاک سے کچھ ورقے نکالے' ان ورقوں پر کچھ لکھا ہوا تھا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ اوراق میری طرف کر کے فرمایا: "خذ ھذا الفتحیۃ" اے علی امیر! یہ اورادِ فتحہ لے لو۔ حضرت علی امیر فرماتے ہیں: میں نے وہ اوراق لے لیے' جب میری آنکھ کھلی تو وہ اوراق جو سرکار نے خواب میں عطاء فرمائے تھے میرے ہاتھوں میں موجود ہیں' اس لیے میں نے ان وظائف کا نام اورادِ فتحیہ رکھا ہے۔ حضرات! یہ اورادِ فتحہ کی کتاب تاج کمپنی والوں نے چھاپی ہے' اس کتاب کے ص ۱۴۱ میں یہ درود پاک بھی لکھا ہوا ہے:

"الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللّٰہ' الصلوٰۃ والسلام

علیك یا حبیب اللّٰہ، الصلوٰۃ والسلام علیك یا رحمة للعٰلمین، الصلوٰۃ والسلام علیك یا شفیع المذنبین، الصلوٰۃ والسلام علیك یا سیّد المرسلین، الصلوٰۃ والسلام علیك یا امام المتقین"

سبحان اللہ! حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ تمام علماء دیوبند کے چوٹی کے علماء کے پیر ہیں، جن کے بارے مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب امداد المشتاق ص ۲ پر اپنے پیر کے یہ القاب لکھتے ہیں: شیخ العلماء، سید العرفا، حجۃ اللہ فی زمانہ، آیۃ اللہ فی اوانہ، اعلیٰ حضرت مرشدنا، ہادینا، الحاج، الحافظ، الشاہ، محمد امداد اللہ، جو مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوی خلیل احمد، مولوی حسین احمد، مولوی اشرف علی تھانوی، جیسے علماء کے پیر تھے، ان کی چند کتابوں کو اکٹھا کر کے کراچی کے دیوبندی کتب خانہ دار الاشاعت، کراچی نمبرا نے شائع کیا، اس کا نام ہے: کلیاتِ امدادیہ، اس کے ص ۶۱ پر یہ بات موجود ہے، ذرا توجہ سے سماعت فرمائیں! حاجی صاحب فرماتے ہیں: جس بندے کو شوق ہو کہ سرکار کی زیارت کرے وہ کسی دن عشاء کی نماز پڑھ کر پاک صاف کپڑے پہن کر خوشبو لگائے، ادب سے مدینہ پاک کی طرف منہ کر کے بیٹھ جائے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرکار کے جمال پاک کے دیدار کی التجاء کرے اور دل کو تمام خیالات اور وسواس سے خالی کر کے یہ تصور کرے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی سفید کپڑے پہنے اور سبز عمامہ باندھے کرسی پر چودھویں کے چاند کی طرح جلوہ فرما ہیں، پھر دائیں طرف چہرہ کر کے پڑھے: اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! پھر بائیں طرف چہرہ کر کے پڑھے: الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ! پھر دل کی طرف توجہ کر کے پڑھے: اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اس درود وسلام کی خوب ضربیں لگاؤ، جس قدر رہو سکے اس درود شریف کو پڑھے، انشاء اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوگا۔ دیوبندیوں کے محقق العصر شیخ الہند مولوی حسین احمد مدنی اپنی کتاب شہاب ثاقب

ص ۶۴-۶۵ لکھتے ہیں کہ وہابیہ کی زبان سے سنا گیا ہے کہ وہ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ پڑھنے سے سخت منع کرتے ہیں' لوگوں کا مذاق اُڑاتے ہیں اور غلط قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں' حالانکہ ہمارے مقدس بزرگانِ دین اس صورت اور جملہ صورت درود شریف کو اگر چہ بصیغہ خطاب وندا کیوں نہ ہو' مستحب اور مستحسن جانتے ہیں اور اپنے ماننے والوں کو اس درود پاک کے پڑھنے کا حکم دیتے ہیں' پھر کہتے ہیں کہ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ !پانچ صورتوں میں پڑھ سکتے ہیں: (۱) مصیبت اور پریشانی میں (۲) درود شریف کی صورت میں (۳) غلبہ محبت اور عشق میں (۴) فرشتے یہ درود سرکار کی بارگاہ میں پہنچاتے ہیں (۵) سرکار کو سامنے دیکھ کر۔ دیوبندیوں کے بہت بڑے عالم دین جن کو دیوبندی حضرات رأس المحد ثین کہتے ہیں' انہوں نے تبلیغی جماعت والوں کے لیے ایک کتاب لکھی ہے' تبلیغی نصاب' اس کے ص ۷۰۲' مطبوعہ عتیق اکیڈمی' بیرون عوہڑ گیٹ' ملتان' پاکستان پر لکھتے ہیں کہ بندہ کے خیال میں اگر ہر جگہ درود وسلام دونوں کو جمع کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے یعنی بجائے السلام علیك یا رسول الله! السلام علیك یا نبی الله !وغیرہ کے الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول الله! الصلوٰۃ والسلام علیك یا نبی الله !اسی طرح اخیر تک السلام کے ساتھ الصلوٰۃ کا لفظ بھی بڑھا دیا جائے تو زیادہ اچھا ہے۔ حضرات اب تبلیغی جماعت والوں نے تبلیغی نصاب کا نام بدل کر فضائل اعمال رکھ دیا ہے' تبلیغی نصاب کتاب میں مولوی زکریا کے آٹھ رسائل شامل تھے: (۱) حکایاتِ صحابہ (۲) فضائل تبلیغ (۳) فضائل ذکر (۴) فضائل نماز (۵) فضائل قرآن مجید (۶) فضائل رمضان (۷) فضائل درود شریف (۸) مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج۔ اب جو تبلیغی جماعت والوں نے کتاب فضائل اعمال اپنی تبلیغ کا حصہ بنایا ہوا ہے' اس میں سات رسائل موجود ہیں مگر درود شریف والا رسالہ انہوں نے نکال دیا ہے۔ کتاب کا نام کیوں بدلا ہے' صرف اس لیے کہ درود شریف کا رسالہ نکالنے کے لیے جو نئے سنی حنفی تبلیغی

جماعت والوں کا شکار ہوتے تھے وہ جب یہی درود شریف پڑھتے: اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! تو وہ اپنے امیر سے پوچھتے تھے کہ جی آپ کا عقیدہ تو یہ ہے کہ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! یہ تو درود ہے ہی نہیں' یہ بریلویوں کا درود ہے' یہ انڈین درود ہے' یہ درود نہیں پڑھنا چاہیے کیونکہ اس میں یارسول اللہ کا لفظ ہے' حضور کو یا کر کے پکارنا شرک ہے مگر تبلیغی نصاب میں مولوی زکریا صاحب نے اس کو درود لکھا ہے؟ اب وہابی دیوبندی تبلیغی جماعت والے سن کر لا جواب ہو جاتے بلکہ شرمسار ہو جاتے' اب سارے تبلیغی مولویوں نے بیٹھ کر میٹنگ کی کہ سنی حنفی بھی ہمیں لا جواب کرتے ہیں اور جو نئے نئے وہابی بن کے تبلیغی جماعت میں شامل ہوتے ہیں وہ بھی اعتراض کرتے ہیں' اب کیا کیا جائے؟ تبلیغی جماعت کے امیر نے کہا: کرنا کیا ہے' اس رسالے کو نکال کر کتاب کا نام ہی بدل دو۔ امیر اور دیوبندی مولویوں کے کہنے پر انہوں نے درود شریف کا رسالہ نکال کر کتاب کا نیا نام رکھا: فضائل اعمال۔ حضرات کتنی بددیانتی اور بے حیائی ہے کہ بجائے ماننے کے انہوں نے درود شریف کا رسالہ ہی نکال دیا' نہ رسالہ ہوگا نہ کوئی سنی ہمیں تنگ کرے گا۔

کملی والے محمد ﷺ دی صفت سُن کے
سدا سینہ گستاخاں دا پاٹ دا اے
اُوہ نئیں سڑ دا ابلیسی شراریاں تے
جو پروانہ محمدی ﷺ لاٹ دا اے
اُونہوں جامہ توحید نصیب کتھوں
پاون والا جو شرک دے ٹاٹ دا اے
بُوہا مالک دا چھڈ دا جو حافظ
رہندا گھر دا نہ اوہ گھاٹ دا اے

حضرات آپ یہ نہ سمجھیں کہ مولوی زکریا صاحب تو عاشق رسول علیہ الصلوٰۃ

والسلام تھے' اس لیے انہوں نے یہ درود لکھا بعد میں آنے والوں نے یہ درود مٹا دیا ہے' ناں ایسی بات نہیں' مولوی زکریا صاحب نے عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے یہ درود نہیں لکھا تھا بلکہ مجبوری کی وجہ سے لکھا تھا' وہ کون سی مجبوری تھی؟ سنئے! میں حلفیہ یہ بات لکھ رہا ہوں' خدا عزوجل کی قسم کھا کر سچی بات لکھ رہا ہوں: ۱۹ جون ۲۰۱۰ء بروز ہفتہ میری ضلع ایبٹ آباد کے علاقے قلندر آباد کے ایک گاؤں ترنوائی میں تقریر تھی' اس علاقے میں بہت اونچے اونچے پہاڑ ہیں' کار نہیں جا سکتی' میں اپنے نعت خوان کے ساتھ بجائے اپنی کار کے بس پر بیٹھ کر راولپنڈی پہنچا' پھر ایک بس پنڈی سے مانسہرہ جا رہی تھی' ہم نے ہاتھ کیا' وہ رُک گئی ہم چڑھ گئے' بس چل پڑی' جب میں نے غور سے دیکھا تو ساری بس میں داڑھیوں والے پٹھان بیٹھے ہیں اور بسترے بھی ساتھ ہیں' میں سمجھ گیا کہ یہ تبلیغی جماعت والے ہیں' میں ایک سیٹ پر ایک پٹھان کے ساتھ بیٹھ گیا' میں نے پوچھا: خان صاحب! آپ کہاں سے آ رہے ہیں؟ کہنے لگا: رائے ونڈ سے' میں نے کہا: یہ سارے مسافر؟ کہنے لگا: یہ پوری بس رائے ونڈ سے آ رہی ہے' میں نے پوچھا: خان صاحب! کہاں جانا ہے؟ کہنے لگا: مانسہرہ' وہ مجھ سے پوچھنے لگا: آپ کہاں سے آ رہے ہیں؟ میں نے کہا: سرگودھا سے' پوچھنے لگا: سرگودھے کیا کرتے ہو؟ میں بات گول مول کر گیا' پھر میں نے پوچھا: خان صاحب! مانسہرہ میں دعوتِ اسلامی بھی ہے؟ کہنے لگا: ہے' میں نے کہا: کیسے لوگ ہیں؟ کہنے لگا: ٹھیک نہیں ہیں شرک کرتے ہیں' میں نے کہا: خان صاحب! یار یہ سنی بریلوی ہمیں طعنہ دیتے ہیں کہ تمہارے مولوی زکریا صاحب نے تبلیغی نصاب میں اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لکھا ہے' تم نے وہ رسالہ بھی نکال دیا ہے اور کہتے ہو یہ درود بناوٹی ہے۔ خان صاحب نے کہا: ہاں! میں نے بھی پڑھا ہے' جب میں پہلے پہلے تبلیغی جماعت میں شامل ہوا تھا' میں خود بڑا حیران تھا کہ دیوبندی تبلیغی جماعت والے ویسے کہتے ہیں کہ یہ درود و سلام بناوٹی ہے پھر مولوی زکریا صاحب نے کیوں لکھا ہے' میں نے رائے ونڈ میں اپنے امیر سے یہی سوال کیا تو امیر

صاحب نے جواب دیا کہ واقعی مولانا زکریا نے یہ درود لکھا ہے مگر اس وقت اس درود کے لکھنے کی حکمت تھی' ایک راز تھا۔ وہ خان صاحب کہتے ہیں: میں نے امیر صاحب سے کہا کہ وہ کون سا راز تھا؟ امیر صاحب نے بتایا: اس وقت پورے ہندوستان میں اکثریت بریلویوں کی تھی' ہر بندہ پڑھتا تھا: اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مولانا زکریا نے بریلویوں کو اپنے جال میں پھنسانے کے لیے یہ درود لکھا تھا تا کہ ہم کہیں کہ ہم بھی سنی ہیں' ہم بھی یہ درود و سلام پڑھتے ہیں' اب چونکہ ہمارا مقصد حل ہو گیا ہے' اس لیے ہم نے وہ درود والا رسالہ نکال دیا ہے' نہ ہو گا نہ کوئی سنی بریلوی ہم پر اعتراض کرے گا۔ ''استغفر اللّٰه ربی من کل ذنب واتوب الیه'' حضرات دیکھا آپ نے کتنے مکار ہیں یہ تبلیغی جماعت والے' کتنی دشمنی ہے سرکار کے ساتھ ان کو۔

جو وی مرے حضور دے ہین منکر
ہوندے وچ عذاباں آریسٹ ویکھے
نوکر عربی ہاشمی مدنی دے
پاس کردے عشق دے ٹیسٹ ویکھے
اپنا سینہ مدینہ بناون والے
ہوندے شہر مدینے دے گیسٹ ویکھے
ناصر جہناں حضور توں جان واری
بخت اوناں دے ازل توں بیسٹ ویکھے

حضرات پتہ چلا کہ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! یہ درود بناوٹی یعنی مصنوعی نہیں بنا' بناسپتی نہیں بلکہ یہ وہ درود ہے جو معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے یار کو سامنے بٹھا کر پڑھا: ''السلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰه'' یہی معنی اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کا ہے۔ السلام علیك ایها النبی ورحمة الله کا معنی کیا ہے؟ اے نبی! آپ پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی اور رحمت ہو۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کا معنٰی کیا ہے؟ اے اللہ تعالیٰ کے رسول! آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلامتی ہو۔ معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے یار پر یہ درود پڑھا' ولادت کی رات حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کی ذات پر پڑھا' صدیق اکبر' فاروق اعظم' عثمان غنی' مولا علی نے یہی درود و سلام پڑھا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر صحابی نے یہ درود پڑھا' مدینہ شریف کے پتھروں نے' درختوں نے' ذروں نے یہی درود پڑھا' سرکار کے ہر دیوانے نے یہی درود پڑھا' دیوبندیوں کے مرشد نے یہی درود پڑھنے کے لیے بتایا' دیوبندیوں کے شیخ الھند نے یہی درود پڑھنے کا حکم دیا' تبلیغی جماعت کے مولوی زکریا نے یہی درود پڑھا' پتہ نہیں آج کل کے وہابی دیوبندیوں کو کیا بیماری ہے جو یہ درود پڑھنے سے گھبراتے ہیں۔

جو نبی کے قریب ہوتے ہیں
وہ خدا عزوجل کے حبیب ہوتے ہیں
جو سجائیں درود کی محفل
وہ بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں
نزول رحمت پروردگار ہے ان پر
جو ورد صلِ علیٰ صبح و شام کرتے ہیں
خدا عزوجل کی بزم میں ہوتا ہے تذکرہ اُن کا
جو ان کے ذکر کے جلووں کو عام کرتے ہیں

حضرات تو عرض یہ کر رہا تھا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد میں نماز کے لیے تشریف نہ لائے تو صحابہ کرام نے فرمایا: بھائی بلال! سرکار مسجد میں ابھی تک تشریف نہیں لائے جاؤ پتہ کرو کہیں طبیعت زیادہ تو خراب نہیں ہو گئی۔ حضرت بلال آستانہ نبوت پر تشریف لائے' اندر نہیں گئے' دروازے پر کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھا' پھر عرض کیا "الصلوٰۃ الصلوٰۃ" یعنی نماز کا وقت ہو گیا' حضرت بلال اگر دن کو نماز کے وقت

سرکار کی بارگاہ میں حاضری دیتے تو درود وسلام پڑھ کر عرض کرتے: ''الصلوٰۃ'' اگر صبح کی نماز کے لیے آتے تو پہلے درود وسلام پڑھتے' پھر عرض کرتے: ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' سوہنیا! نماز نیند سے بہتر ہے' ایک دن حضرت بلال نے جب یہ کلمے پڑھے: ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' تو سرکار کو یہ الفاظ بڑے پسند آئے' میرے آقا نے فرمایا: بلال! عرض کی: جی میرے آقا! فرمایا: آج کے بعد صبح کی اذان جب دو تو ''حی علی الفلاح'' کے بعد یہ کلمے بھی دو مرتبہ پڑھ لیا کرو' عرض کی: آقا! جیسے آپ کا حکم' پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم پر حضرت بلال نے یہ کلمات بھی اذان میں پڑھنے شروع کر دیئے۔

فاروقِ اعظم پر شیعہ الزام

حضرات شیعہ جماعت کے لوگ کہتے ہیں کہ سنیو تم جو صبح کی اذان میں ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' پڑھتے ہو یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں نہیں پڑھا جاتا تھا' یہ تمہارے خلیفہ دوم حضرت عمر نے اپنے دور میں اذان میں شروع کرایا تھا' پھر کہتے ہیں کہ کیا کسی صحابی کو حق حاصل ہے کہ وہ دین میں اپنی طرف سے زیادتی کرے؟ حضرات شیعہ حضرات نے عداوت اور بغض کی وجہ سے حضرت فاروق اعظم پر یہ الزام لگایا ہے کہ حضرت عمر نے صبح کی اذان میں یہ کلمے زیادہ کرائے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کلمات سیدنا فاروق اعظم نے نہیں بڑھائے بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے یہ کلمات صبح کی اذان میں زیادہ کیے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی ہیں جن کا نام ہے: سمرہ بن سعید اور کنیت ہے: ابو محذورہ قرشی رضی اللہ عنہ' یہ فرماتے ہیں کہ سن آٹھ ہجری میں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوۂ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے تو میں ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا' میں اتفاق سے اپنے دس مشرک ساتھیوں کے ساتھ مکہ شریف سے نکل کر کہیں جا رہا تھا' اچانک ہمارا گزر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپاہیوں کے پاس سے ہوا' اس وقت نماز کا ٹائم تھا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی اذان دے

رہے تھے۔ حضرت ابومحذورہ فرماتے ہیں: میری آواز قدرتی طور پر بڑی حسین وجمیل تھی' بڑی پیاری تھی' جب اذان ختم ہوئی تو میں نے مذاق اور تمسخر اُڑانے کے لیے اذان دینا شروع کر دی' جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری آواز سنی تو سرکار نے اپنے ایک غلام کو فرمایا: یہ اذان دینے والا کون ہے؟ سرکار کے صحابہ نے عرض کی: آقا! یہ مشرکوں کا ٹولہ جارہا تھا اس میں ایک نوجوان ہے' یہ اس نے ہمارا مذاق اُڑانے کے لیے اذان دی ہے۔ سرکار نے فرمایا: اچھا! ان لوگوں کو ہمارے پاس بلالاؤ۔ حضرت ابومحذورہ فرماتے ہیں: ہم سارے سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم سے پوچھا کہ یہ اذان کی نقل کون اتار رہا تھا؟ حضرت ابومحذورہ فرماتے ہیں: سارے میرے ساتھی خاموش ہو گئے' میں نے عرض کی: حضور! یہ میں نقل اتار رہا تھا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اچھا! تم اذان کی نقلیں اتار رہے تھے' میں نے عرض کی: جی حضور! فرمایا: اچھا! تم یہیں میرے پاس بیٹھ جاؤ' میرے دوسرے ساتھیوں کو فرمایا: تم چلے جاؤ! میرے ساتھی چلے گئے' میں بیٹھ گیا۔ حضرت ابومحذورہ فرماتے ہیں: میں مشرک تھا' میرے والدین میرے سارے خاندان والے مشرک تھے' اس لیے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اچھا نہیں سمجھتا تھا' میرے دل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عداوت تھی' دل میں سرکار کا بغض تھا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اچھا اب اذان دو! میں نے عرض کی: کیسے دوں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں تمہیں بتاتا ہوں' تم زور سے خوبصورت آواز کے ساتھ یہ کلمات ادا کرو۔ حضرت ابومحذورہ فرماتے ہیں: دل تو نہیں کرتا تھا لیکن بس میں سرکار کی بات ٹال نہ سکا' سرکار بتاتے گئے' میں پڑھتا گیا' جب میں نے مکمل اذان پڑھ لی' سرکار بڑے خوش ہوئے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انعام کے طور پر مجھے ایک تھیلی عطاء فرمائی جس میں چاندی کے روپے تھے' پھر سرکار نے اپنا ید اللہ والا مقدس ہاتھ مبارک میرے سینے پر پھیرا' حضرت ابومحذورہ فرماتے ہیں مجھے اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! جب سرکار نے میرے سینے پر ہاتھ پھیرا' میری قسمت بدل گئی

میرا مقدر سنور گیا‘ میرے دل میں جہاں پہلے نفرت وعداوت‘ بغض تھا‘ اب اسی سینے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس ہاتھ بے مثل ہاتھ کی برکت سے سرکار کا پیار‘ سرکار کا عشق‘ سرکار کی محبت پیدا ہوگئی۔ سبحان اللہ! اے ابومحذورہ! تیرا سینہ صاف ہوتا بھی کیوں ناں ہاتھ کس ہستی کا لگ رہا تھا‘ وہ مقدس ہستی جن کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یہ تیرا ہاتھ نہیں ید اللہ‘ یہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔

چن عربی سر توں پیراں تک لاریب
خدا عزوجل دی شان ایں قسم قرآن ایں
اُوہنوں ویکھ کے ربّ عزوجل دی سونہہ
رَبدی سانوں ہوگئی اے پہچان ایں ربّ عزوجل دی شان ایں
اُوہدا جسم اطہر ناصر شاہ جیویں
کوئی خوشبو دی کان ایں اِک بُرھان ایں
اُوہنوں ویکھن والیا ویکھ تے سہی
اُوہدی صورت تے قرآن ایں ربّ عزوجل دی شان ایں

حضرت ابومحذورہ فرماتے ہیں: جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا مقدس ہاتھ مبارک میرے سینے پر پھیرا تو میرے سینے سے کینہ اور عداوت دور ہوگئی‘ شرک اور کفر چلا گیا‘ اسلام کی شمع روشن ہوگئی‘ میں قدموں میں گر پڑا اور عرض کی: سوہنیا! مجھے کلمہ پڑھا کے اپنا غلام بنا لیجئے۔ سبحان اللہ! سرکار نے کلمہ پڑھا کے مسلمان کیا‘ صحابیت کی سند عطاء فرمائی۔ حضرت ابومحذورہ نے عرض کی: سوہنیا! ایک مہربانی اور بھی فرما دیجئے! میرے آقا نے فرمایا: ابومحذورہ! بتاؤ کیا چاہتے ہو؟ عرض کی: سوہنیا! مجھے مکہ شریف میں مسجد حرام شریف میں مؤذن مقرر فرما دو تاکہ جس اذان کے صدقے مجھے آپ نے ایمان کی دولت عطاء فرمائی ہے‘ وہی اذان پڑھتے پڑھتے میری زندگی کی شام ہو جائے۔ سرکار مسکرا ئے فرمایا: اچھا! اگر تمہاری یہ خواہش ہے تو آج کے بعد تو مکہ شریف کا مؤذن ہے‘

ساری زندگی تجھے اس منصب سے کوئی معزول نہیں کرسکتا۔ حضرت ابومحذورہ نے اذان دینی شروع کردی، سن اُنسٹھ ہجری تک آپ اذان دیتے رہے، آخرکار آپ کا وصال مبارک سن ۵۹ ہجری کو ہوا۔

(الاستیعاب علی حامش الاصابہ ج۴ص ۱۷۷؛ شرح صحیح مسلم ج۱ص ۱۰۸۳)

حضرات پتہ چلا کہ حضرت ابومحذورہ وہ خوش نصیب صحابی ہیں جن کو حسین کے نانے نے خود اذان دینی سکھائی، اب سنئے! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابومحذورہ کو اذان سکھائی کیسے؟ جب سرکار نے حضرت ابومحذورہ کو فرمایا کہ ابومحذورہ! پڑھو اذان، تو اہل سنت و جماعت کی صحاح ستہ میں سے ابوداؤد شریف میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ "قال قلت یا رسول اللّٰہ علمنی سنۃ الاذان "حضرت ابومحذورہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے پاک نبی نے میرے سر کے اگلے حصے پر اپنا مقدس ہاتھ پھیرا "قال تقول اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر "پھر فرمایا: جب اذان دو تو دومرتبہ اللّٰہ اکبر کہنا، دومرتبہ اشھد ان لاالٰہ الا اللّٰہ پڑھنا، دومرتبہ اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ پڑھنا، دو مرتبہ حی علی الصلوٰۃ پڑھنا، دومرتبہ حی علی الفلاح پڑھنا "فان کان صلوٰۃ الصبح "اگر صبح کی اذان دینا تو دومرتبہ پڑھنا: "الصلوٰۃ خیر من النوم "پھر دومرتبہ پڑھنا اللّٰہ اکبر، پھر ایک مرتبہ پڑھنا لا الٰہ الا اللّٰہ۔ (کتاب الصلوٰۃ، ابوداؤد شریف ج۱ص ۷۲۔۷۳، ابوداؤد شریف مترجم ج۱ص ۲۲۷۔۲۲۹، نسائی شریف ج۱ص ۷۵)

حضرت ابومحذورہ فرماتے ہیں کہ "ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم علمہ فی الاذان الاول من الصبح الصلوٰۃ خیر من النوم الصلوٰۃ خیر من النوم "کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے صبح کی اذان کے لیے الصلوٰۃ خیر من النوم کے کلمات خود سکھائے تھے۔

(طحاوی شریف ج۱ص ۸۲، طحاوی شریف مترجم ج۱ص ۲۸)

مؤذنین کے سردار حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "انہ اتی النبی

صلی اللہ علیہ وسلم یؤذنہ لصلوٰۃ الفجر '' کہ ایک دن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں صبح کی نماز کی اطلاع دینے کے لیے حاضر ہوا تا کہ عرض کروں: آقا! صبح کی نماز کا ٹائم ہو گیا تشریف لائیے۔ ''فقیل ھو نائم '' اندر سے بی بی پاک کی آواز آئی: بلال! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سوئے ہوئے ہیں' حضرت بلال فرماتے ہیں: میں نے آستانہ نبوت کے سامنے کھڑے ہو کر یہ الفاظ عرض کیے: ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' سوہنیا! نماز نیند سے بہتر ہے' نماز نیند سے بہتر ہے۔ حضرت بلال فرماتے ہیں: سرکار یہ لفظ سن کر بڑے محظوظ ہوئے' آپ نے فرمایا: بلال! آج کے بعد صبح کی اذان میں یہ الفاظ بھی پڑھا کرو۔ حضرت بلال فرماتے ہیں: ''فاقرت فی تاذین الفجر فبثت الامر علی ذلک '' سرکار کے فرمان کے مطابق یہ الفاظ الصلوٰۃ خیر من النوم اذان میں زیادہ کر دیئے گئے اور اسی پر عمل شروع ہو گیا۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضرت بلال فرماتے ہیں کہ ''قال امرنی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اثوب فی الفجر ونھانی ان اثوب فی العشآء '' کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم پڑھنے کا حکم دیا اور عشاء کی اذان میں اس سے منع فرمایا۔

(ابن ماجہ شریف' ابواب الاذان' ج ا ص' ابن ماجہ شریف مترجم ج ا ص ۲۴۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''کان التثویب فی صلوٰۃ الغداۃ '' کہ صبح کی نماز کی اذان میں تثویب یہ ہے کہ ''اذا قال المؤذن حی الفلاح قال الصلوٰۃ خیر من النوم '' مؤذن اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دو مرتبہ کہے: الصلوٰۃ خیر من النوم۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے صحابی حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ''ذلک مما کان المؤذن یؤذن بہ فی اذان الصبح فبثت بذلک '' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظاہری زمانہ پاک میں مؤذن صبح کی اذان میں یہ کلمات الصلوٰۃ خیر من النوم کہتے تھے۔ (طحاوی شریف ج ا ص ۸۲' طحاوی شریف مترجم ج ا ص ۲۸۱)

شیعہ حضرات کی صحاح اربعہ ہیں' اہل سنت و جماعت کی صحاح ستہ' چھ حدیث کی کتابیں مشہور ہیں: (۱) بخاری شریف (۲) مسلم شریف (۳) ترمذی شریف (۴) ابوداؤد شریف (۵) نسائی شریف (۶) ابن ماجہ شریف۔ یہ شریف اہل سنت کی کتابیں ہیں جنہیں صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح شیعہ حضرات کی معتبر کتابیں ہیں جنہیں صحاح اربعہ چار صحیح حدیث کی کتابیں کہا جاتا ہے: (۱) اصول کافی فروع کافی (۲) من لایحضرہ الفقیہ (۳) الاستبصار (۴) تہذیب الاحکام۔ شیعہ حضرات کی معتبر کتاب من لایحضرہ الفقیہ میں علامہ ابوجعفر محمد بن علی قمی چھٹے امام سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا فرمان لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق اپنے مؤذنوں کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ "ولا باس ان یقال فی صلاۃ الغداۃ" اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ "حی علی خیر العمل الصلوٰۃ خیر من النوم مرتین" کہ صبح کی اذان میں حی علی خیر العمل کے بعد دو مرتبہ پڑھا جائے: الصلوٰۃ خیر من النوم۔ "للتقیۃ" لیکن تقیہ کر کے پڑھا جائے۔ (من لایحضرہ الفقیہ' باب الاذان ج ۱ ص ۱۸۸' عقائد جعفریہ ج ۳ ص ۸۵۔۸۶)

حضرات احادیث پاک کے حوالوں سے پتہ چلا کہ صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا یہ فاروقِ اعظم کی زیادتی نہیں بلکہ یہ کلمات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے اذان میں شامل کیے گئے' یہ کلمات سرکار کے دور میں پڑھے جاتے رہے۔ صدیق اکبر' فاروق اعظم' عثمان غنی' مولا علی' آقا حسن' مولا حسین' پیر سجاد' امام باقر' سیدنا جعفر صادق کے دور میں بھی پڑھے جاتے تھے' بلکہ امام جعفر صادق نے خود حکم فرمایا کہ صبح کی اذان میں یہ کلمات پڑھا کرو لیکن افسوس شیعہ حضرات کی عقل پر انہوں نے امام جعفر صادق کی طرف حدیث منسوب کر کے آخر میں اپنی طرف سے تقیہ کا لفظ بڑھا دیا' تقیہ کا معنی جھوٹ۔ ظالمو سوچو! ہو صادق لیکن غلاموں کو' مریدوں کو جھوٹ بولنے کا حکم دے' سو سید ابن سید اور غلاموں کو حکم دے کہ اوپر اوپر سے سنیوں کو دھوکہ دینے کے لیے پڑھ دیا کرو۔ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ یہ لفظ امام جعفر صادق کے نہیں ہو سکتے۔ پتہ

امام جعفر صادق کس حسین کا پوتا ہے؟ جس آقا حسین نے دین کی خاطر مدینہ شریف چھوڑ دیا' مکہ شریف چھوڑ دیا' بھوک پیاس برداشت کر گئے' بچے بھتیجے بھانجے مرید اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید کرا دیئے' خود بھی قتل ہو کے نیزے کی نوک پر سوار ہو گئے' مگر لعنتی یزید کے سامنے تقیہ نہیں فرمایا' اگر حسین پاک اوپر اوپر سے جھوٹ بول دیتے' اوپر اوپر سے یزید کی بیعت کر لیتے تو یزید آقا حسین کو مدینہ شریف کی گورنری بھی دے دیتا' لاکھوں کروڑوں کا مال بھی انعام میں دیتا' لوگ آ کر آقا حسین کے ہاتھ پیر بھی چومتے' آقا حسین ساری زندگی پیری مریدی کر کے ٹھاٹھ کی زندگی بھی بسر کر سکتے تھے مگر صدقے جاؤں علی کے لال پر' قربان جاؤں فاطمہ کے بچڑے پر' نثار جاؤں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نواسہ پر' میرے آقا حسین نے سب کچھ قربان کر دیا سب کچھ چھوڑ دیا مگر تقیہ نہیں کیا' جھوٹ نہیں بولا کیونکہ آقا حسین جانتے تھے تقیہ میرے نانے کے دین میں حرام ہے' ناجائز ہے۔

تن دن دے ترہائے بیٹھے ہوئیاں سب دیاں خشک زباناں
فیر وی وَدھ وَدھ جاناں دِتیاں اونہاں غازیاں شیر جواناں
بیعت یزید قبول نہ کیتی تک آل نبی دیاں شاناں
اعظم صبر حسین دا ڈٹھا وچہ کربل دے میداناں

حضرات شیعہ حضرات عوام اہل سنت کو دھوکہ دینے کے لیے کہتے ہیں کہ دیکھو جی موطا امام مالک ص ۲۸ پر یہ بات موجود ہے کہ ایک دن صبح کی نماز کے وقت مؤذن آپ کے خلیفہ حضرت عمر کو جگانے کے لیے آیا تو حضرت عمر سوئے ہوئے تھے' مؤذن نے بلند آواز سے حضرت عمر کو جگانے کے لیے پڑھا: ''الصلوٰۃ خیر من النوم فامرہ عمر ان یجعلها فی اذان الفجر'' تو حضرت عمر نے مؤذن کو حکم دیا کہ آج کے بعد یہ کلمات الصلوٰۃ خیر من النوم صبح کی اذان میں شامل کر لو۔ پتہ چلا صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم حضرت عمر نے شامل کروائے۔ حضرات حدیث پاک بالکل ہے مگر شیعہ

حضرات سے پوچھا جائے کہ حضرت عمر تو اذان میں یہ کلمات اس وقت زیادہ کرتے اگر پہلے نہ ہوتے' یہ کلمات تو پہلے ہی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے پاک سے اذان میں چلے آرہے تھے پھر حضرت عمر نے صبح کی اذان میں مؤذن کو یہ کلمے پڑھنے کا حکم کیوں دیا۔ تو محدثین کرام فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کا مقصد یہ تھا کہ یہ کلمات صرف صبح ہی کی اذان میں دینا کسی اور اذان میں یہ کلمات شامل نہ کرنا۔ حضرات پتہ چلا کہ صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم پڑھنا' یہ کلمات حضرت عمر نے شامل نہیں کرائے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ظاہری زندگی میں خود اذانِ فجر میں پڑھنے کا حکم دیا۔ اہل سنت اور شیعہ حضرات کی معتبر کتابوں سے یہ بات ثابت ہے۔ اب آپ شیعہ حضرات کے ذاکروں سے' ملنگوں سے' عوام سے' مولویوں سے' مجتہدین بلکہ پوری کائنات کے رافضیوں سے سوال کریں کہ جناب! آپ کی جب اذان ہوتی ہے تو ''اشهد ان محمدا رسول اللّٰہ'' کے بعد آپ کے مؤذنین پڑھتے ہیں: ''اشهد ان عليا ولى الله وصى رسول الله وخليفته بلا فصل ۔ اشهد ان امير المؤمنين وامام المتقين وقاتل المشركين حجة الله وخليفته بلا فصل'' آپ شیعوں سے پوچھیں کہ جناب! یہ جو آپ اذان میں کلمات پڑھتے ہیں کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں پڑھے گئے یا سرکار نے پڑھنے کا حکم دیا؟ صدیق اکبر' فاروقِ اعظم' عثمان غنی کو تو آپ مانتے نہیں' آپ ان کو غاصب اور زبردستی خلیفہ مانتے ہو' ہم ان کی بات نہیں کرتے' کیا مولا علی کے زمانے میں یہ اذان میں کلمات پڑھے جاتے تھے؟ کیا امام حسن' امام حسین' حضرت سجاد' امام باقر' امام جعفر صادق' امام موسیٰ کاظم' امام علی رضا' امام محمد تقی' امام علی نقی' امام حسن عسکری کے دور میں اذان میں یہ کلمات پڑھے جاتے تھے؟ اگر پڑھے جاتے تھے تو اپنی کسی صحیح حدیث سے یہ اذان ثابت کرو لیکن اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم ہے! مجھے صدیق کی صداقت کی قسم! فاروق اعظم کی عدالت کی قسم! حضرت عثمان غنی کی حیا کی قسم! مولا علی کی شجاعت کی قسم! امام حسن کے

حسن و جمال کی قسم! آقا حسین کی شہادت کی قسم! مجھے پنجتن پاک' بارہ امام کی امامت کی قسم! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس صحابہ کی قسم! قیامت آ سکتی ہے' شیعہ حضرات زہر کا پیالہ پی سکتے ہیں مگر اپنی کسی صحیح حدیث سے یہ مروّجہ اذان نہیں دکھا سکتے۔ بلکہ ان کی کتابیں پڑھ کے دیکھو' ان کی کتابوں میں بھی وہی اذان لکھی ہوئی ہے جو اذان اہل سنت و جماعت دیتے ہیں۔ شیعہ حضرات کے بہت بڑے عالم علامہ ابوجعفر محمد بن علی قمی صحاح اربعہ کی مشہور کتاب من لایحضرہ الفقیہ میں اور علامہ محمد بن حسن عاملی اپنی کتاب وسائل الشیعہ میں لکھتے ہیں کہ ساتویں امام سیدنا موسیٰ کاظم اپنے آستانے پر تشریف فرما ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کی: حضور! مجھے اذان کا طریقہ سکھایئے کہ اذان کیسے دینی چاہیے؟ سید مسکرا پڑا' آپ نے فرمایا: آ میں تمہیں وہ اذان سکھاؤں جو میرے دادے علی المرتضیٰ نے لوگوں کو سکھائی تھی' عرض کی گئی: حضور فرمایئے! امام موسیٰ کاظم نے فرمایا کہ جب اذان شروع کرو تو چار مرتبہ پڑھو اللّٰہ اکبر' پھر دو مرتبہ پڑھو: اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' پھر دو مرتبہ پڑھو: اشھد ان محمد رسول اللّٰہ' پھر دو مرتبہ پڑھو: حی علی الصلوٰۃ' پھر دو مرتبہ پڑھو: حی علی الفلاح' پھر دو مرتبہ پڑھو: اللّٰہ اکبر' پھر ایک مرتبہ پڑھو: لا الٰہ الا اللّٰہ۔

(رسائل الشیعہ ج ۴ ص ۶۴۷' من لایحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۱۸۸' فقہ جعفریہ ج ۱ ص ۲۶۱)

حضرات اب غور کیجئے! امام موسیٰ کاظم نے مولا علی سے لے کر اپنی ذات تک اذان دینے کا وہی طریقہ بتایا جو اہل سنت و جماعت کا ہے' اگر مولا علی کی خلافت اور ولایت والے الفاظ ہوتے تو آپ ضرور وضاحت کے ساتھ ان کا بھی ذکر کرتے' آخر ان کا بابا علی تھا' کیا ان کو اپنے دادے علی سے محبت نہیں تھی؟ بڑی محبت تھی جتنی اولاد اور خاندان والوں کو ہوتی ہے' باہر والوں کو نہیں ہوتی۔ امام موسیٰ کاظم جن کی محبت کا شیعہ حضرات دن رات نعرہ مارتے ہیں وہ تو سنیوں والی اذان بتا رہے ہیں لیکن شیعہ حضرات کی بدنصیبی' انہوں نے اپنی اذان الگ بنا لی ہے۔ شیعہ حضرات کے بہت بڑے عالم علامہ محمد بن

حسن طوسی جو ۴۶۰ ہجری میں فوت ہوئے' ان سے کسی نے پوچھا کہ کیا اذان میں ''اشهد ان عليًا امير المؤمنين و آل محمد خير البرية '' یہ پڑھنا چاہیے' جیسا کہ بعض روایتوں میں بھی آیا ہے' تو علامہ طوسی نے جواب میں کہا کہ ''ولو فعله الانسان ياثم به'' جو بندہ یہ کلمے اذان میں کہے گا وہ گناہ گار ہوگا۔

(المبسوط ج ۹۹' فقہ جعفریہ ج ا ص ۲۶۳۔۲۶۴)

شیعہ حضرات کے بہت بڑے محدث علامہ ابو جعفر محمد بن علی قمی 'من لایحضر الفقیہ' میں باب الاذان میں لکھتے ہیں کہ ''هذا الاذان الصحيح '' اذان وہی صحیح ہے جو اہل سنت و جماعت کی ہے' اذان وہی صحیح ہے جو امام موسیٰ کاظم نے بتائی ہے: ''لا يزيد ولا ينقص منه '' اس اذان میں نہ کمی کی جائے گی نہ کوئی لفظ زیادہ کیا جائے گا۔

''والمفوضة لعنهم الله قد وضعوا اخبارًا وزادوا فى الاذان محمد وال محمد خير البرية مرتين وفى بعض رواياتهم بعد اشهد ان محمدًا رسول الله اشهد ان عليًا ولي الله مرتين ومنهم من روى بدل ذلك اشهد ان عليًا امير المؤمنين حقًا مرتين ''۔ علامہ قمی لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ صدوق نے فتویٰ دیا کہ اذان وہی صحیح ہے جو اہل سنت و جماعت کی ہے' اس اذان میں نہ کمی کی جائے گی نہ زیادتی' اللہ تعالیٰ لعنت کرے مفوضہ جماعت پر جنہوں نے بہت سی حدیثیں روایتیں اپنی طرف سے بنائی' اس گھڑی ہوئی روایت کے مطابق انہوں نے اذان میں اضافہ کر دیا۔ یہ اذان میں دو مرتبہ محمد و آل محمد خیر البریہ کے الفاظ زیادہ پڑھتے ہیں۔ اور ان کی بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ اذان میں اشهد ان محمد رسول الله کے بعد دو مرتبہ اشهدان علیاً ولی اللہ پڑھنا چاہیے' بعض جگہ پر یہ روایت ہے کہ دو مرتبہ اشهدان علیاً امیر المؤمنین حقا پڑھنا چاہیے۔ علامہ قمی یہ بات لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ صدوق جو بہت بڑے شیعہ جماعت کے محدث اور جماعت کے قائد تھے۔ وہ کہتے تھے کہ مولا علی کے ولی اللہ ہونے اور امیر المؤمنین ہونے میں کوئی شک

نہیں' اسی طرح محمد اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر البریہ ہونے میں کوئی شک نہیں' ''ولکن لیس ذلک فی اصل الاذان'' لیکن میں بر سر عام فتویٰ دیتا ہوں کہ یہ اذان کے کلمات نہیں ہیں' یہ فتویٰ میں نے اس لیے دیا ہے تا کہ لوگوں کو بتایا جائے جو لوگ اذان میں یہ کلمات پڑھتے ہیں' ان کا شیعہ حضرات سے کوئی تعلق نہیں۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ج ا ص ۱۸۸' رسائل الشیعہ ج ۴ ص ۶۴۸' عقائد جعفریہ ج ۳ ص ۸۲-۸۳' فقہ جعفریہ ج ا ص ۲۶۵-۲۶۷)

حضرات پتہ چلا کہ شیعہ حضرات کی اصلی اذان وہی ہے جو اہل سنت و جماعت کی ہے' جو لوگ اذان میں حضرت علی کی ولایت اور خلافت کے کلمات پڑھتے ہیں' ان کا حقیقی شیعہ جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ شیعہ جماعت کے قائد کے فتوے کے مطابق وہ لعنتی فرقہ ہے اور وہ مفوضہ گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ پورے پاکستان میں پھر سارے مفوضہ فرقے والے رہتے ہیں جو لعنتی فرقہ ہے اور شیعہ جماعت والے ان کو شیعہ بھی نہیں سمجھتے۔ کیونکہ پورے پاکستان کے شیعہ حضرات کے امام واڑوں میں جب اذان ہوتی ہے تو اشہد ان محمد رسول اللہ کے بعد اشہد ان علیاً ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلا فصل کی آوازیں گونجتی ہیں۔ صرف عام امام واڑوں میں نہیں' شیعہ حضرات کے مدارس میں بھی یہی اذان ہوتی ہے' کوئی مولوی کوئی مجتہد کوئی عالم کوئی شیعہ' مدرسہ کا پرنسپل اس اذان سے منع نہیں کرتا۔ حیران ہونے والی بات نہیں؟ حضرات اب یہ بھی سن لیں کہ مفوضہ گروہ جو اذان میں علی ولی اللہ کے کلمات پڑھتا ہے' اس کا عقیدہ کیا ہے؟ سنئے! علامہ قمی کی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ' باب الاذان کا حاشیہ پڑھ کر دیکھیں' وہ مفوضہ فرقہ کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''المفوضۃ فرقۃ ضالۃ'' مفوضہ فرقہ ایک گمراہ فرقہ ہے کیونکہ ''قالت بان اللہ خلق محمدًا وفوض الیہ خلق الدنیا فھو الخلاق'' مفوضہ فرقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا' اس کے بعد دنیا کی تخلیق کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد کر دیا' لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ساری کائنات کی تخلیق کرنے

والے ہیں اور بہت زیادہ پیدا کرنے والے ہیں'' وقیل بل فوض ذالك الى علي علیه السلام '' اوران کے عقائد میں یہ عقیدہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کی تخلیق کا اختیار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطاء نہیں فرمایا بلکہ مولا علی رضی اللہ عنہ کو سپرد کیا گیا ہے۔

(حاشیہ من لا یحضرہ الفقیہ ج ا ص ۸۸ فقہ جعفریہ ج ا ص ۲۷۲-۲۷۳)

شیعہ حضرات کے بہت بڑے عالم علامہ احمد بن علی طبرسی اپنی کتاب احتجاج طبرسی میں لکھتے ہیں: ''عن ابی الحسن الرضا علی السلام من ذم الغلاۃ والمفوضة وتكفيرهم وتضليلهم والبراة منهم '' کہ امام رضا رضی اللہ عنہ حد سے بڑھنے والے (شیعہ) مفوضہ گروہ کی مذمت فرماتے' آپ نے (شیعہ) فرقہ مفوضہ کو کافر اور گمراہ فرمایا اور اس بندے کو بھی کافر بتایا جو اس فرقہ سے دوستی رکھے گا۔

(احتجاج طبرسی ج ۲ ص ۲۳۱ فقہ جعفریہ ج ا ص ۲۷۴-۲۷۵)

حضرات پتہ چلا کہ شیعہ حضرات جو فی زمانہ اذان دیتے ہیں' اس اذان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں' یہ اذان فرقہ مفوضہ کی اذان ہے جو لعنتی گمراہ اور کافر فرقہ ہے' اصلی اذان وہ ہے جو اہل سنت و جماعت دیتے ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین!

حضرات بات یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت بلال نے عشاء کی اذان دی' سارے صحابہ کرام با جماعت نماز پڑھنے کے لیے مسجد نبوی میں تشریف لائے' صدیق اکبر بھی آ گئے' فاروق اعظم بھی آ گئے' عثمان غنی بھی آ گئے' مولا علی بھی آ گئے' حضرت جابر بھی آ گئے' حضرت زبیر بھی آ گئے' سارے صحابہ آ گئے مگر نبیوں کا امام نہ آیا' صدیق کا یار نہ آیا' حضرت عمر کا مولا نہ آیا' حضرت عثمان کا آقا نہ آیا' فاطمہ کا بابا نہ آیا' حسنین کا نانا نہ آیا' صحابہ کا پیر نہ آیا' مولا علی کا ویر نہ آیا' اللہ تعالیٰ کا مقدس حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ آیا' صحابہ کرام نے فرمایا: بھائی بلال! سرکار آج تشریف نہیں لائے' پتہ کرو کہیں طبیعت زیادہ تو خراب نہیں ہو گئی کیونکہ پہلے اتنی دیر سرکار نے کبھی نہیں لگائی تھی۔ حضرت بلال مسجد نبوی

شریف سے جہاں پر اب سرکار کا روضہ انور ہے' پہلے یہ جگہ مسجد نبوی میں شامل نہیں تھی یہاں مومنوں کی پیاری امی سیدہ عائشہ صدیقہ کا حجرہ مبارک تھا' سرکار بیماری کے ایام سیدہ عائشہ کے پاس گزار رہے تھے' حضرت بلال دروازہ نبوت پر آئے' بڑے ادب سے بڑی محبت سے دروازے پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے' آواز نہیں ماری' دروازے پر ہاتھ نہیں مارا کیونکہ صحابی تھے وہابی نہیں تھے' دروازہ نبوت کے احترام اور ادب سے اچھی طرح واقف تھے' سیدنا بلال کو پتہ تھا کہ یہ وہ دروازہ ہے جہاں جبریل جو سید الملائکہ ہے وہ بھی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو کر اندر آنے کی اجازت مانگتا ہے۔

دو جہاں جس پہ ہیں قربان وہ در آپ کا ہے
دو جہاں جس میں سما جائیں وہ گھر آپ کا ہے
رفعتیں جس کے تجسس میں ابھی تک گم ہیں
اُس بلندی سے کہیں آگے گزر آپ کا ہے

حضرت بلال جب دروازہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پہنچے تو ہاتھ باندھ کر عرض کیا: ''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ'' درود وسلام کا نذرانہ پیش کرنے کے بعد عرض کی: سوہنیا! عشاء کی نماز کا ٹائم ہو گیا ہے' جلوہ فرماؤ! مسجد میں تشریف لے آؤ' غلام انتظار کر رہے ہیں۔ سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب حضرت بلال کی آواز سنی تو فرمایا: بلال جاؤ! جا کر ابوبکر صدیق سے کہو کہ صحابہ کو جماعت کرا دے کیونکہ ''انی لا استطیع الخروج'' میں اب باہر نہیں آ سکتا' طبیعت زیادہ خراب ہے۔ حضرت بلال نے جب سرکار کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو بے ساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے' ہچکی بندھ گئی' رونے لگے' اپنے ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیے اور مسجد کی طرف چلنا شروع کر دیا' چلتے بھی جاتے تھے' روتے بھی جاتے تھے اور کہتے بھی جاتے تھے: ''واغوثاہ'' لوگو! جلدی آؤ میری مدد کرو' ''انقطاع رجاہ'' اب میری ساری اُمیدیں ختم ہو گئیں' ''واہ انکسار ظھراہ'' لوگو! بلال کی کمر غم مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی میں ٹوٹ گئی ہے "یا لیتنی لم تلدنی اُمی" کاش میری ماں مجھے جنم نہ دیتی' میں پیدا ہی نہ ہوتا' نہ پیدا ہوتا نہ یہ آج کا دن دیکھنا پڑتا۔

(مدارج النبوت ج ۳ ص ۴۹۱۔ ۴۹۲' مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۵' افضل المواعظ ص ۱۵۶)

جب سیدنا بلال درد میں ڈوب کر روئے تو مسجد نبوی میں سے سارے صحابہ کرام سارے نمازی باہر نکل آئے کہ حضرت بلال روتے آ رہے ہیں' خیر تو ہے۔ صدیق اکبر نے فرمایا: بلال صبر کرو اور ہمیں بھی بتاؤ کہ ہوا کیا ہے؟ کیوں روتے آ رہے ہو؟ سرکار کو کچھ ہو تو نہیں گیا؟ حضرت بلال نے روتے روتے عرض کی: اے صدیق اکبر! اب سرکار باہر نہیں آئیں گے' اب آمنہ کا لال ہمیں جماعت نہیں کرائے گا' سرکار کی طبیعت بڑی خراب ہے۔ اُدھر فاروقِ اعظم نے فرمایا: بھائی بلال! اب نماز کیسے پڑھیں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز کے بارے کیا حکم دیا ہے؟ حضرت بلال نے عرض کی: بھائی عمر! سرکار نے حکم دیا ہے کہ سارے لوگ نماز پڑھ لو' میرا انتظار نہ کرو اور صدیق اکبر کو کہو کہ وہ میرے مصلے پر کھڑے ہو کر لوگوں کو جماعت کرائے۔ صدیق اکبر نے جب یہ بات سنی تو عاشق نبی کی آنکھوں میں سے محبت بھرے آنسو جاری ہو گئے' نبی کا پہلا غلام سرکار کے قدموں پر اپنا تن من دھن قربان کرنے والا یارِ غار تڑپنے لگا' اُدھر حضرت بلال نے تکبیر شروع کی' جب حضرت بلال نے پڑھا: اشہدان محمد رسول اللہ' تو صحابہ کی چیخیں نکل گئیں کیونکہ آمنہ کا لال آج مصلے پر نظر نہ آیا' پوری مسجد میں رونے کی آوازیں آنے لگیں۔

عشق صدیق اکبر

حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر صحابی کو سرکار سے بڑا پیار تھا' بڑی محبت تھی' ہر صحابی دل و جان سے فاطمہ کے باپ سے محبت کرتا تھا' مگر کتابوں کا مطالعہ کر کے دیکھو جتنا صدیق اکبر کو سرکار سے پیار تھا' عشق تھا' محبت تھی شاید اتنی محبت اتنا پیار نہ کوئی اُمتی کر سکا ہے نہ کوئی کر سکے گا۔ علامہ طبری' الریاض النضرہ میں علامہ ابن حجر مکی منبھات میں لکھتے ہیں کہ ایک دن سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس تشریف فرما تھیں

سرکار کے مدنی صحابہ سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہیں' صدیق اکبر بھی موجود ہیں' فاروق اعظم بھی بیٹھے ہیں' عثمان غنی' مولا علی' حضرت بلال' حضرت زبیر' حضرت جابر' حضرت سعد' حضرت سعید' حضرت عبدالرحمٰن اور دیگر بھی صحابہ موجود ہیں' ایسے لگتا تھا جیسے چودھویں کا چاند ستاروں میں گھرا ہوا ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وعظ فرما رہے ہیں' سرکار کے مرید وعظ سن رہے ہیں' وعظ کرتے کرتے میرے آقا نے فرمایا: ''قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم حبب الی من دنیاکم ثلث ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لوگو! مجھے تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں بڑی اچھی اور بڑی پیاری لگتی ہیں' صحابہ نے عرض کی: آقا! وہ کون سی چیزیں ہیں جو رب عزوجل کے ماہی کو پسند ہیں: ''الطیب ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مجھے خوشبو بڑی پسند ہے ''والنسآء ''اور نکاح والی عورتیں بڑی پسند ہیں'' وجعلت قرۃ عینی ''اور نماز تو مجھے بڑی ہی پسند ہے بلکہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے' میری آنکھوں کا نور ہے۔

صدیق اکبر نے عرض کی: سوہنیا! مجھے بھی تین چیزوں سے بڑی محبت ہے' مجھے بھی تین چیزیں بڑی پسند ہیں' اگر حکم ہو تو میں بھی عرض کروں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں ہاں بیان کرو! میرے آقا کے سچے عاشق نے عرض کی: ''النظر الی وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''سوہنیا میری پہلی پسند یہ ہے کہ میرا دل کرتا ہے کہ میں ہر وقت ہر ٹائم صبح شام دن رات ہر گھڑی ہر لحظہ آپ کا دیدار کرتا رہوں' آقا میں چاہتا ہوں چہرہ آپ کا ہو آنکھیں صدیق کی ہوں' رُخ انور تیرا ہوگا ہیں تیرے غلام کی ہوں۔

جی کردا اے سوہنیا ہر ویلے تینوں سامنے بہہ کے میں تکدا رہواں

لُوں لُوں میریاں اکھیاں بن جاون محتاج نہ میں کسے اکھ دا رہواں

یہی بات قلندر شور کوٹ حضرت سلطان باہو نے فرمائی کہ

ایہہ تن میرا چشمہ ہووے تے میں مرشد دیکھ نہ رجاں ھو

لُوں لُوں دے مُڈھ لکھ لکھ چشماں اک کھولاں تے اک کجاں ھو

اتناں ڈٹھیاں مینوں صبر نہ آوے تے میں ہور کسے ول بھجاں ھو

مرشد دا دیدار ہے باھو تے مینوں لکھ کروڑاں حجاں ھو

شاعر مشرق قلندر لاہوری ڈاکٹر اقبال رحمۃ اللہ علیہ کلیات فارسی کلام میں لکھتے ہیں کہ ایک دن کسی نے سیدنا صدیق اکبر سے پوچھا: مولا! ایک بات تو بتایئے! عاشق مدینہ سیدنا صدیق اکبر نے فرمایا: کون سی؟ عرض کی: حضورؓ! آپ کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبت ہے یا فاطمہ کے باپ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ پیار ہے؟ نقشبندیوں کا پیر' صدیقوں کا سلطان مسکرا پڑا' آپ نے فرمایا: مجھے حسین کے نانے' نبیوں کے سلطان جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ پیار ہے۔ سوالی بڑا حیران ہوا' ہوتا آج کل کا کوئی توحید کا ٹھیکیدار تو فوراً صدیق اکبر پر فتویٰ لگا دیتا' حضرت جی! آپ کیا کہہ رہے ہیں' اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ محبت کرتے ہو' مگر وہ وہابی نہیں تھا کوئی تابعی تھا' صحابی اُسے کہتے ہیں جو ایمان کی نگاہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تابع نہیں ایک بار کلمہ پڑھ کے دیدار کرے' پھر موت آئے تو ایمان پر آئے' تابعی اس کو کہتے ہیں جو ایمان کی نظر سے کسی صحابی کا دیدار کر لے پھر خاتمہ بھی ایمان پر ہو' صدقے جاؤں صدیق اکبرؓ کے ایمانی عشق پر' کیا کہتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے زیادہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت ہے۔ حضرات آج کل شور مچا ہوا ہے' بس جی اللہ عزوجل کو مانو! اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کو نہ مانو' کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: ''حسبی اللہ ''لوگو! کہو مجھے اللہ عزوجل ہی کافی ہے' حضرات ان مُلوانوں سے بندہ یہ پوچھے کہ کیا صدیق اکبر نے قرآن نہیں پڑھا اور سمجھا تھا؟ پڑھا تھا' ہم قرآن پڑھتے ہیں لیکن صدیق اکبر نے قرآن بھی پڑھا' قرآن والے کا دیدار بھی کیا' اس مسئلہ کی سمجھ صدیق کو نہ آئی' چودہ صدیاں بعد ان بے ادب ملوانوں کو آ گئی۔ اللہ اکبر! یہ کیا کہتے ہیں جی صرف اللہ عزوجل کو مانو اور کسی کو نہ مانو مگر اصلی سنیوں ایک نمبر سنیوں کا یارسول اللہ کے نعرے

مارنے والے سنیوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی مانو اوران کو بھی مانو جن کو اللہ تعالیٰ نے ماننے کا حکم دیا ہے۔ حضرات اب اس پر دو فرقے بن گئے' دو گروہ بن گئے' ایک کہتا ہے کہ صرف اللہ عزوجل ہی کو مانو' ایک کہتا ہے کہ اللہ عزوجل کو بھی مانو اوران کو بھی مانو جن کو رب عزوجل نے منوایا ہے۔ اب جو کہتے ہیں کہ صرف اللہ عزوجل ہی کو مانو' وہ بھی مولوی ہیں' خطیب ہیں' واعظ ہیں' مفکر ہیں' مقرر ہیں' مناظر ہیں' شیخ القرآن' شیخ الحدیث پتہ نہیں کیا کیا ہیں۔ دوسری طرف جو کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل کو بھی مانو اوران کو بھی مانو جن کو اللہ تعالیٰ نے ماننے کا حکم دیا ہے' وہ بھی الحمدللہ عالم بھی ہیں' مناظر بھی' خطیب بھی ہیں' مقرر بھی' مفکر بھی ہیں' مقرر بھی' شیخ القرآن بھی ہیں' شیخ الحدیث بھی' عمامہ شریف بھی ہے' داڑھی شریف بھی۔ اب دونوں طرف سے دونوں جماعتوں کے علماء ہیں' اب ایک اَن پڑھ بندہ دین کو نہ سمجھنے والا انسان پریشان ہو جاتا ہے' سوچنے لگ جاتا ہے کہ یا اللہ عزوجل اب کس کی بات مانوں' دونوں طرف علماء ہیں' ایک کہتا ہے کہ صرف اللہ عزوجل کو مانو' دوسرا کہتا ہے کہ اللہ عزوجل کو بھی مانو اوران کو بھی مانو جن کو اللہ تعالیٰ ماننے کا حکم دیتا ہے۔ حضرات! جب بندہ اس پرابلم میں اس مشکل میں گھرتا ہے تو قدرت کی طرف سے ایمانی قوت سے آواز آتی ہے: اے انسان! پریشان نہ ہو' اللہ تعالیٰ کا ایمان داری سے قرآن پڑھ' تیرے سارے مسئلے حل ہو جائیں گے' کون سا قرآن جو عیب سے پاک ہے' جو شک سے پاک ہے' جو ملاوٹ سے پاک ہے۔ حضرات اب آیئے! فیصلہ قرآن سے کرالیتے ہیں' اگر قرآن کہے کہ صرف اللہ عزوجل ہی کو مانو تو میں سنیوں سے' یارسول اللہ کے نعرے مارنے والوں سے' میلاد منانے والوں سے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نور ماننے والوں سے' سرکار کو مختارِ کائنات ماننے والوں سے کہوں گا کہ ضد چھوڑ دیں' وہابی دیوبندی' سپاہ صحابہ' دفاع صحابہ' جماعت اسلامی' تبلیغی جماعت والوں کی بات مان لو' ضد بھی نہیں ہوتی' اگر قرآن کہے کہ اللہ عزوجل کو بھی مانو اوران کو بھی مانو جن کو اللہ تعالیٰ نے ماننے کا حکم دیا ہے تو پھر وہابی دیوبندی حضرات کو ضد چھوڑ کر سنیوں کی بات مان لینی

چاہیے' کیوں حضرات بات انصاف کی ہے کہ نہیں! وٹڈ کی ہے کہ نہیں؟ بالکل کیونکہ ضد اچھی بات نہیں۔ ابوجہل نے ضد کی جہنم میں چلا گیا۔ ابولہب نے ضد کی جہنم کا ایندھن بن گیا۔ کفارِ مکہ نے ضد کی ہمیشہ کے لیے لعنتی بن گئے' آؤ لوگو! ضد نہ کرو کیونکہ ہم سب مسلمان ہیں' ہمارا قرآن ایک' ہمارا کعبہ ایک' ہمارا دین اسلام ایک' ہماری نماز' روزہ قبروحشر ایک' ہمارا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک' ہمارا خدا عزوجل ایک' پھر ہم لڑتے کیوں ہیں؟ لڑنے لڑانے سے فیصلہ نہیں ہوگا' فیصلہ رب عزوجل کے قرآن سے کرا لیتے ہیں' اب آیئے پڑھیے! قرآن کا پہلا پارہ' البقرہ: ۳۴' جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمادی' علم لدنی کی دولت سے مالا مال فرما دیا تو اپنے نبی کی عزت کو چار چاند لگانے کے لیے فرشتوں کو حکم دیا: اے فرشتو! میرے نبی کو سجدہ کرو' اللہ تعالیٰ کا قرآن ہزاروں سال پہلے کی بات کی رپورٹ آج بھی پیش فرما رہا ہے۔ ''وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! وہ وقت یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو' جب خالق کائنات نے حکم دیا تو پھر ہوا کیا' اللہ تعالیٰ کا قرآن کہتا ہے: ''فسجدوا'' سارے فرشتے سجدے میں چلے گئے' سارے فرشتے جھک گئے'' الا ابلیس '' سوائے ابلیس کے سارے سجدے میں چلے گئے' فرشتوں کا استاد اکڑ گیا' اب یہاں دو فرقے بن گئے' دو گروہ بن گئے' ایک سجدہ کرنے والے' دوسرا انکار کرنے والا' اب اللہ تعالیٰ نے پہلے فرشتوں کے استاد ابلیس سے سوال کیا: ''قَالَ يٰٓـاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ'' (پ۱۴' الحجر: ۳۲) خالق کائنات نے فرمایا: اے مردود ابلیس! تجھے کیا تکلیف ہوئی تو نے میرے نبی کو سجدہ کیوں نہیں کیا۔ حضرات توجہ کیجئے! اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے' دلوں کے بھید جاننے والا ہے' ذرے ذرے کی خبر رکھنے والا ہے' ذاتی غیب کا مالک ہے' مگر شیطان سے پوچھ رہا ہے: میرے نبی کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ اب بتایئے! اللہ تعالیٰ نے شیطان سے پوچھا کیوں؟ کیا اللہ تعالیٰ کو پتہ نہیں تھا کہ شیطان نے میرے

نبی کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ پتہ تھا' پھر پوچھا کیوں؟ دیوبندی وہابی سنیوں پر سوال کرتے ہیں ناں کہ تم کہتے ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غیب کا علم تھا' اگر غیب کا علم تھا تو مائی عائشہ پر زنا کا الزام لگا تو پوچھتے کیوں رہے' صحابہ سے سوال کرتے رہے کہ میرے صحابہ بتاؤ! تمہارا میری عائشہ کی پاک دامنی کے بارے کیا خیال ہے؟ اگر سرکار کو علم غیب تھا جب حضرت عائشہ کا ہار گم ہوا تو پریشان کیوں ہوئے' اگر غیب کا علم تھا تو جب معراج پر گئے تو حضرت جبریل علیہ السلام سے کیوں پوچھتے تھے کہ یہ کون سا آسمان ہے؟ یہ فرشتے کیا کر رہے ہیں؟ حضرات یاد رکھو! سوال ہمیشہ لاعلمی کی وجہ سے نہیں ہوتا' کبھی کبھی حکمت کے طور پر بھی ہوتا ہے' کبھی امتحان کے طور پر بھی ہوتا ہے' کبھی دوست کو مطمئن کرنے کے لیے بھی ہوتا ہے۔ دیکھو! اگر میرے آقا جبریل علیہ السلام سے سوال نہ کرتے' جبریل علیہ السلام نہ بتاتے تو امت کو کیا پتہ چلتا کہ سرکار کیسے معراج پر گئے اور معراج پر کیا کیا دیکھا' ہم غلاموں کو آسمانی چیزوں کا پتہ نہ چلتا' اگر سرکار حضرت عائشہ کے بارے پوچھتے رہے تو غلاموں کو سبق دے دیا' میرے صحابہ اگر تمہارے ساتھ بھی کبھی کوئی ایسا معاملہ پیش آ جائے تو جلد بازی نہ کرنا' پہلے اپنے احباب سے مشورہ کر کے قدم اُٹھانا کیونکہ ایسے وقت میں مشورہ کرنا اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ ہے' حضرت عائشہ کا ہار جب گم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یار سے فرمایا: محبوب! تم خاموش رہنا' یہاں وضو کے لیے پانی نہیں' میں تیمّم کی آیات نازل کروں گا تاکہ تیری عائشہ کے ہار کا بہانہ ہوگا' قرآن کے اترنے کا نشانہ ہوگا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ شیطان نے سجدہ کیوں نہیں کیا' اگر اللہ تعالیٰ نہ پوچھتا تو ہمیں کیسے پتہ چلتا کہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ اللہ تعالیٰ نے پوچھا' ابلیس نے بتایا' ہمیں پتہ چل گیا کہ خبیث مردود نے اللہ تعالیٰ کے نبی کو سجدہ کیوں نہیں کیا' اللہ تعالیٰ کے پوچھے کا بہانہ حقیقت میں ہمیں بتانے کا نشانہ تھا' شکر کرو یہ مردود گستاخان نبی اس وقت اللہ تعالیٰ کے دربار میں موجود نہیں تھے' نہیں تو انہوں نے کہنا تھا کہ دیکھو جی! اللہ تعالیٰ کو بھی

پتہ نہیں ہے کہ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیوں نہیں کیا۔ دیو بند کے فاضل قطب دیو بند مولوی رشید احمد گنگوہی کا شاگرد مولوی حسین علی واں بچھراں والے مولوی غلام اللہ خان راولپنڈی والوں کے استاد اپنی کتاب بلغتہ الحیر ان ص ۱۵۷۔۱۵۸ میں لکھتے ہیں کہ انسان خود مختار ہے اچھے کام کرے یا بُرے اور اللہ تعالیٰ کو پہلے علم نہیں ہوتا کہ میرا بندہ کیا کرے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کو ان کے کرنے کے بعد معلوم ہوگا۔ توبہ! حضرات اب بتایئے کہ اس عبارت پر آپ کیا فتویٰ لگائیں گے؟ ہوسکتا ہے کوئی چالاک دیو بندی آپ کو کہے کہ یہ عقیدہ مولوی صاحب نے اپنا بیان نہیں کیا بلکہ معتزلہ کا بیان کیا ہے تو آپ جواب میں کہیں کہ دیو بندی بھی حقیقت میں معتزلہ ہیں جو عقائد معتزلہ کے تھے وہی دیو بندی حضرات کے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر یہ عقیدہ غلط تھا' مولوی صاحب اس عقیدے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے تو انہیں چاہیے تھا یہ عقیدہ لکھ کر اس کی تردید کرتے قرآن و حدیث سے بتاتے کہ یہ عقیدہ غلط ہے' یہ صحیح نہیں' مگر اللہ تعالیٰ گواہ ہے' کتاب میرے سامنے ہے' مولوی صاحب بجائے تردید کرنے کے لکھتے ہیں کہ اس مذہب کی سچائی کے لیے قرآن کی آیت ''ولیعلم الذین '' یہ آیت اور دیگر آیات اور احادیث گواہ ہیں' سنیوں تم پریشان ہوتے ہو کہ یہ دیو بندی وہابی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غیب کیوں نہیں مانتے' پریشان نہ ہوا کرو' یہ اتنے گئے گزرے ہیں' نہ ماننے پر آئیں اللہ تعالیٰ کے ذاتی غیب پر بھی ہاتھ پھیر جاتے ہیں' مکر جاتے ہیں' بنتے سنی ہیں ان سنیوں سے' ان بناوٹی سنیوں سے بچو! یہ نہ ہو کہ ان کی نحوست کی وجہ سے تم بھی ڈوب جاؤ' عارفوں کے بادشاہ آج سے کئی سو سال پہلے ہمیں بتا گئے کہ

نال کو سنگی سنگ نہ کریئے تے کل نوں لاج نہ لایئے ہو
تُمّے تربوز کدی نئیں بن دے بھاوے توڑ مکے لے جایئے ہو
کانواں دے بچے کدی ہنس نہ بن دے بھاویں موتی چوگ چگایئے ہو
کوڑے کھوہ کدی مٹھے نہیں ہوندے حضرت باھو توڑے لکھاں من کھنڈ اپایئے ہو

ہاں تو اللہ تعالیٰ نے شیطان سے پوچھا: اُوے ابلیس! میرے نبی کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ تو شیطان نے جواب دیا کہ "قال لم اکن لاسجد بشر" شیطان نے جواب دیا: یا اللہ عزوجل! مجھے زیب نہیں دیتا مجھے اچھا نہیں لگتا' مجھے یہ بات پھبتی نہیں کہ میں مٹی سے بنے ہوئے شبہ کو سجدہ کروں' فرمایا: وجہ کیا ہے؟ شیطان نے عرض کی: مولا! اپنا تو عقیدہ ہے صرف اللہ ہی کو مانو' اللہ اللہ عزوجل کرو اور کسی کو نہ مانو' اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ او میرے فرشتو! تم نے میرے نبی کو سجدہ کیوں کیا ہے؟ فرشتوں نے عرض کی: مولا کریم! ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی مانو اور ان کو بھی مانو جن کو اللہ تعالیٰ نے ماننے کا حکم دیا ہے' اللہ تعالیٰ نے جب دونوں فریقین کی بات سنی تو فرشتوں سے فرمایا: تم پر میری رحمت ہو تمہیں میرا قرب نصیب ہو اور ابلیس کو کیا فرمایا؟ "قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ" او ابلیس! عرض کی: جی ربِ جلیل! فرمایا: میری جنت سے نکل جا' بے شک تو مردود ہے۔ "وَاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ" اور قیامت تک تجھ پر میری لعنت برستی رہے گی۔ (پ۱۴' الحجر: ۳۴۔۳۵) حضرات توجہ کرنا! شیطان نے صرف اللہ تعالیٰ کو مانا مردود ہو گیا جہنمی ہو گیا' لعنتی ہو گیا' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھی مانا اور ان کو بھی مانا جن کو اللہ تعالیٰ نے ماننے کا حکم دیا تھا' وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہو گئے' اللہ تعالیٰ کے پیارے ہو گئے' رحمت کے مستحق ہو گئے۔ اب میں دعوتِ فکر دیتا ہوں ان کو جو کہتے ہیں کہ صرف اکیلا اللہ تعالیٰ کو ہی مانو' اگر صرف کلا اللہ تعالیٰ کو ماننے سے شیطان بنا ہے رحمت کے حق دار' تو سنیوں سے اپیل کروں گا تم ضد چھوڑ دو' ان کی بات مان لو جو کہتے ہیں کہ صرف اللہ عزوجل کو مانو' اگر صرف اللہ عزوجل کو ماننے سے شیطان بنا ہے لعنت کا مستحق' اور ان کو کہوں گا کہ ضد چھوڑ [illegible] کے ساتھ مل جاؤ' اللہ تعالیٰ کو بھی مانو اور ان کو بھی مانو جن کو اللہ تعالیٰ نے ماننے کا حکم دیا ہے۔ حضرات! [illegible] میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور شیطان کا جھگڑا اور اختلاف ہوا کیوں تھا؟ نماز' حج' سجدے سے ہوا تھا؟ نہیں! عزوجل [illegible] بندگی [illegible] ہوا تھا بلکہ ربِ عزوجل کے بندے کی تعظیم اور ادب کی

وجہ سے ہوا تھا' شیطان کہتا تھا: مولا! میں تجھے مانتا ہوں تجھے سجدہ کرتا ہوں' پھر تیرے بندے کا ادب نہیں ہو سکتا' میرے پیر سیال قلندر سیال شریف' حضور قمر الملت والدین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے پہلا وہابی شیطان بنا' جس نے کہا: مولا کریم! میں تو تجھے مانتا ہوں اور کسی کو نہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اچھا! مجھے مانتا ہے' عرض کی: مولا کریم! بالکل تجھے مانتا ہوں' قیامت تک تجھے مانتا رہوں گا' نماز کہے تو نماز پڑھوں گا' روزے رکھوں گا' زمین کے چپے چپے پر تیرے نام کے سجدے کروں گا' ساری زندگی تیرے نام کی تبلیغ کروں گا' صرف تجھے ہی مانوں گا' میرے لیے بس تو ہی کافی ہے' تیرے غیر کو نہیں مانوں گا' اللہ تعالیٰ نے سنا تو جلال آ گیا' فرمایا: مردودا! میں نے چولہے میں ڈالنی ہے تیری عبادت' اگر تیرے دل میں میرے یار کا میرے نبی کا ادب نہیں' احترام نہیں' مجھے تیری عبادت کی کوئی ضرورت نہیں۔
حضرات! اگر نجات صرف اللہ تعالیٰ کو ماننے پر ہوتی تو کلمہ صرف لا الٰہ الا اللہ ہوتا آگے محمد رسول اللہ نہ ہوتا مگر پوری دنیا کے مسلمان علماء کا متفقہ مسئلہ ہے کہ اگر کوئی کافر' سکھ' ہندو' یہودی' عیسائی' مشرک ساری زندگی لا الٰہ الا اللہ پڑھتا پڑھتا مر جائے' سیدھا جہنم میں' اگر زندگی میں صرف ایک مرتبہ پورا کلمہ پڑھ لیا: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو جنت کا وارث بن جائے گا' کیونکہ

> ایس کلمے دے راز نیارے نے ایس ڈبدے بیڑے تارے نے
> سانوں دسیا نبی پیارے نے پڑھو لا الٰہ الا اللہ ہے محمد پاک رسول اللہ
> سارے صدقے کلمے والے توں اِس اُمت دے رکھوالے توں
> نبی نوری تاجاں والے توں پڑھو لا الٰہ الا اللہ ہے محمد پاک رسول اللہ

حضرات پتہ چلا! نجات صرف لا الٰہ الا اللہ سے نہیں جب تک محمد رسول اللہ نہ پڑھا جائے کیونکہ لا الٰہ الا اللہ یہ دعویٰ ہے محمد رسول اللہ اس دعوے کی دلیل دیکھو' خالق کائنات قرآن مجید کے پ ۲۸' الصف: ۹ میں ارشاد فرماتا ہے: ''هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ

بِالْھُدٰی ''وہ وہ ذات ہے جس نے اپنا رسول ہدایت کے ساتھ بھیجا۔ حضرات توجہ کرو! اللہ تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ میں اپنا اور اپنے یار کا ذکر فرمایا' مگر کمال کر دیا نہ اپنا نام لیا نہ یار کا نام لیا' بلکہ فرمایا: وہ وہ ذات ہے جس نے یار کو ہدایت کا تاج پہنا کر دنیا میں بھیجا' آپ سارا قرآن پڑھ لیں' تورات پڑھ لیں' زبور پڑھ لیں' انجیل پڑھ لیں' سارے آسمانی صحیفے پڑھ لیں' آپ کو ایسی کوئی آیت نہیں ملے گی کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کے بارے میں یہ فرمایا ہو کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے فلاں رسول کو ہدایت کا تاج پہنا کر بھیجا' اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ وہ ہے جس نے خلیفۃ اللہ کو بھیجا' وہ وہ ہے جس نے نجی اللہ کو بھیجا' وہ وہ ہے جس نے خلیل اللہ کو بھیجا' وہ وہ ہے جس نے ذبیح اللہ کو بھیجا' وہ وہ ہے جس نے کلیم اللہ کو بھیجا' وہ وہ ہے جس نے روح اللہ کو بھیجا' وہ وہ ہے جس نے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں رسولوں کو بھیجا' اللہ تعالیٰ نے کسی رسول نبی کے بارے میں نہیں فرمایا' حالانکہ بھیجے سب اللہ تعالیٰ نے لیکن قربان جاؤں کملی والیا تیری شان پر تیری آن پر تیری عظمت پر تیری رفعت پر تیرے کمالات پر تیرے آنے پر جب تو آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ''لوگو! اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہدایت کا تاج عطاء کر کے بھیجا' گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لوگو! ساری کائنات کا خالق مالک' ستار' غفار' جبار' رزاق میں ہوں' علیٰ کل شیء قدیر میں ہوں' آدم میں نے بنایا' نوح میں نے بنایا' ابراہیم میں نے بنایا' یوسف میں نے بنایا' موسیٰ میں نے بنایا' عیسیٰ علیہم السلام میں نے بنایا' زمین آسمان' عرش فرش' انسان جنات کا خالق میں ہوں' پر اگر میری پہچان ہوئی ہے' میری معرفت ہوئی ہے' اگر لوگوں کو میرا پتہ چلا ہے تو میرے محبوب کے صدقے سے ہوا ہے۔ حضرات میرا نبی اللہ تعالیٰ کی پہچان بن کے آیا ہے' مرید صادق کو دیکھا جائے تو پیر کامل کا پتہ چلا ہے تو میرے محبوب کے صدقے سے ہوا ہے' حضرات میرا نبی اللہ تعالیٰ کی پہچان بن کے آیا ہے' مرید صادق کو دیکھا جائے تو پیر کامل کا پتہ چلتا ہے' لائق شاگرد کو دیکھا جائے تو قابل استاد کا پتہ چلتا ہے' اچھی عمارت

دیکھی جائے تو اچھے کاریگر کا پتہ چلتا ہے' خالق کائنات نے فرمایا: لوگو! میں چھپا ہوا خزانہ ہوں' مجھے دیکھ کوئی نہیں سکتا مگر میں نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے جمال کا اپنے حسن کا آئینہ بنا دیا ہے' اپنی قدرت کا مظہر بنا دیا ہے' جس نے میرا علم دیکھنا ہو' علم مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دیکھ لے' جس نے میری شان دیکھنی ہو' شانِ مصطفیٰ دیکھ لے جن نے میرا مقام دیکھنا ہو تو مقام مصطفیٰ دیکھ لے' جس نے میری عظمت دیکھنی ہو تو عظمت مصطفیٰ دیکھ لے' جس نے میری قدرت دیکھنی ہو' اختیار مصطفیٰ دیکھ لے' جس نے میرا حسن دیکھنا ہو' حسن مصطفیٰ دیکھ لے' جس نے میرا جمال دیکھنا ہو جمال مصطفیٰ دیکھ لے' جس نے میری رفعت دیکھنی ہو وہ رفعت مصطفیٰ دیکھ لے' جس نے میری عزت دیکھنی ہو عزتِ مصطفیٰ دیکھ لے' جس نے مجھے دیکھنا ہو وہ چہرہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ لے۔

اللہ اللہ عزوجل تیرے دیدار سے کیا یاد آیا
تیری صورت کو جو دیکھا تو خدا عزوجل یاد آیا
دیکھنے والا کیا کہتے ہیں اللہ اللہ عزوجل
یاد آتا ہے خدا عزوجل دیکھ کے صورت تیری

تو لا الٰہ الا اللہ کیا ہے' دعویٰ محمد رسول اللہ اس کی دلیل ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لوگو! اگر کامیابی چاہتے ہو تو لا الٰہ الا اللہ بھی پڑھو' ساتھ محمد رسول اللہ بھی پڑھو کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی پہچان ہوئی ہے تو نبی کے صدقے۔ حضرات آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے سجدہ کیا تو ایک سال تک سجدے میں پڑے رہے' جب فرشتوں نے سجدے سے سر اٹھایا تو کیا دیکھا کہ شیطان کے چہرے پر لعنت برس رہی ہے' شیطان کا اصلی نام حارث تھا' لقب عزازیل تھا' پہلے بڑا خوبصورت تھا' بڑا حسین... جمیل چہرہ تھا' بڑا پیارا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے نبی کو سجدہ نہ کرنے سے شکل بگڑ چکی ہے' پورا جسم خنزیر کی طرح ہو چکا ہے' چہرہ بندر کی طرح ہو گیا ہے' شکل وصورت بڑی ڈراؤنی ہو چکی ہے۔ (تفسیر روح البیان پ ۱' تفسیر نعیمی پ ۱' ص ۲۷۴)

حضرات پتہ ہے یہ شیطان کا حسین وجمیل خوبصورت چہرہ کیوں بگڑ گیا' کیوں

ریل ہو گیا؟ کیوں لعنت پڑنے لگی؟ اس لیے کہ اس نے نبی کا ادب نہیں کیا' نبی کا
ترام نہیں کیا۔ حضرات آج بھی آپ دیکھ لیں' بے ادب نبی کا چہرہ بدصورت اور بگڑا ہوا
گا' چاہے وہ نماز پڑھے' روزے رکھے' زکوٰۃ دے' سخاوت کرے' تبلیغ کرے' گلی گلی
پنڈ بستر اُٹھا کر پھرے' چہرے پر رونق نہیں ہو گی' نور نہیں ہو گا بلکہ جوں جوں وقت
زرتا جائے گا چہرے سے رونق ختم ہوتی جائے گی' کیونکہ نوری رسول علیہ الصلوٰۃ
سلام سے تعلق جو ختم ہو گیا' آپ ٹرائی کر لیں' تجربہ کر لیں گستاخِ رسول کے چہرے پر
ی نور نہیں ہو گا اور جب مرے گا تو حالت اور زیادہ خراب ہو جائے گی' آج سے چند
ل پہلے راولپنڈی میں دیوبندیوں کا ایک بہت بڑا عالم رہتا تھا' جس کا نام تھا: غلام اللہ
ن' یہ بہت بڑا گستاخ تھا' یہ تقریروں میں بھی کہتا تھا اور اس کی کتابیں' تفسیر جواھر
حید' جواھر القرآن اور دیگر کتابیں پڑھ کے دیکھو' یہ کہتا تھا جو بندہ نبی پاک کو یا رسول
کہہ کے پکارے یا محبوب سبحانی کو غوث اعظم' یا مولا علی کو یا علی کر کے پکارے یا حضور
الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کا قائل ہو' یا سرکار کو حاضر و ناظر سمجھتا ہو وہ بے ایمان'
رک' مرتد' جہنمی' لعنتی ہے' اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے' وہ امامت کے قابل نہیں' کئی
لوگوں نے اس گستاخ کو دیکھا وہ اپنی کھونڈی اپنی کرسی کے نیچے پھیرتا تھا اور معاذ
کہتا تھا کہ نبی میری کرسی کے نیچے تو نہیں آیا بیٹھا' میں نے خود کراچی میں بنوری ٹاؤن
گستاخ کی تقریر سنی تھی' بڑے بے ادب طریقے سے تقریر کر رہا تھا' چہرہ بڑا بھیانک
رت حالانکہ سرکار کے غلام کے چہرے پر تو نور ہونا چاہیے' خوبصورتی ہونی چاہیے
خدا عزوجل گواہ ہے اس کی شکل دیکھ کر ڈر لگتا تھا' بات کیا تھی؟ وجہ یہ تھی کہ

دعوے دار توحید دے نویں جھیڑے
کن نعرہ رسالت تھیں بھن دے نے
حاضر ناظر تے نور حضور تائیں
اَبے دادے پئے اِنہاں دے من دے نے

ہر گل توں ایہہ انکار کر دے
جتے ہوئے منہوس ایہہ سَن دے نے
کھا کے چھتر وی ڈھون اَکڑائی رکھن
حافظ لوک ایہہ بڑے ای ڈھن دے نے

مولوی غلام اللہ خان کے اہل سنت و جماعت کے جید علماء سے کئی مرتبہ مناظرے بھی ہوئے' ایک مرتبہ مولوی غلام خان صاحب کا مناظرہ ولی کامل شیر پنجاب مناظر اسلام پروردۂ آغوش شیر ربانی حضرت علامہ محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا' دوران مناظرہ جب مولوی غلام خان نے گستاخانہ گفتگو شروع کی تو علامہ اچھروی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے' رو کر فرمایا: مولوی صاحب! بس مناظرہ ختم ہو گیا' اس نے کہا: بات کیا ہے؟ علامہ اچھروی نے فرمایا: تو نے دعویٰ کیا تھا میں مسلمان عالم ہوں مگر تیرے اندر اسلام کی رتی بھی نہیں' پھر علامہ اچھروی نے فرمایا: مولوی صاحب! آج سن لو! میں نگاہِ بصیرت سے دیکھ رہا ہوں کہ میں تم سے پہلے فوت ہو جاؤں گا' انشاء اللہ فقیر جب مرے گا تو کئی غیر مسلم فقیر کا چہرہ دیکھ کر مسلمان ہو جائیں گے اور جب تو مرے گا تیری شکل بگڑ جائے گی' تیری شکل کوئی دیکھ بھی نہیں سکے گا' پھر اللہ تعالیٰ نے ویسے ہی فرمایا جیسے ولی کامل کی زبان سے نکلا تھا۔ مولوی غلام خان مرنے سے چند روز پہلے دوبئ تقریر کرنے گئے جب جلسے پر مولوی صاحب نے تقریر شروع کی تو گستاخیاں شروع کی' اللہ تعالیٰ کا غضب جلال میں آ گیا' دورانِ تقریر منبر سے گرا' انتظام کرنے والے دوڑے کہ علامہ صاحب کیا ہو گیا؟ لوگ اُٹھا کے ہسپتال لے گئے' ایک کمرے میں لٹایا گیا جو لوگ مولوی صاحب کے پاس کھڑے تھے' انہوں نے دیکھا کہ مولوی صاحب کی شکل بگڑ گئی ہے' منہ سے جھاگ نکل رہی ہے اور کوئی خدائی طاقت ہے جو مولوی صاحب کو پکڑ کر اوپر چھت کی طرف لے جاتی ہے' سر چھت سے ٹکراتا ہے' پھر مولوی صاحب نیچے آ جاتے ہیں پھر اوپر جاتے ہیں' پھر کوئی فرشتہ زمین پر پھینک دیتا ہے' آخر کار مولوی صاحب چھت سے ٹکرا

کر مر گئے' میں حلفیہ یہ بات لکھ رہا ہوں' ایک دن میں نے اپنی جامع مسجد عزیزیہ میں جمعہ پر یہ واقعہ بیان کیا' جب جمعہ ہو گیا تو ہماری جامع مسجد کے پیچھے والی گلی میں ایک بزرگ رہتے تھے اب وہ فوت ہو گئے' اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں جگہ عطاء فرمائے' میرے ساتھ بڑی محبت فرماتے تھے' نام ان کا تھا: ملک محمد امین' میرے پاس بیٹھ گئے' کہنے لگے: عتیقی صاحب! آپ نے مولوی صاحب کا جو واقعہ بیان کیا ہے آپ کو اس واقعہ کا پتہ کیسے چلا ہے؟ میں نے کہا: اپنے علماء کی زبانی سنا ہے اور میرے پاس ایک خط بھی موجود ہے جو دبئی سے مولوی غلام خان کے شاگرد مختار احمد نے شائع کیا ہے جو اس کی حالت دیکھ کر سنی حنفی بریلوی ہو گیا تھا' ملک محمد امین صاحب مسکرا کر کہنے لگے: آپ نے علماء سے سنا ہے' خط پڑھا ہے لیکن میں نے یہ سارا منظر آنکھوں سے دیکھا ہے' میں نے کہا: وہ کیسے؟ ملک صاحب کہنے لگے: جن دنوں مولوی غلام خان صاحب دوبئی تقریر کرنے گئے تھے میں بھی دوبئی میں اُسی ہسپتال میں موجود تھا' جب مولوی صاحب ہمارے ہسپتال میں لائے گئے تو میں ڈاکٹر صاحب کے ساتھ مولوی غلام خان کے علاج کے لیے ان کے کمرے میں گیا تو مولوی صاحب کو میں نے دیکھا کہ ان کی شکل بگڑ چکی تھی' زبان منہ سے باہر نکل چکی تھی' آنکھوں کے ڈھیلے آنکھوں سے باہر آ چکے تھے' شکل دیکھ کے ڈر لگتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے جب مولوی صاحب کو دیکھا تو مجھے کہنے لگے: امین! مولوی صاحب بیمار نہیں ہوئے بلکہ ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا ہے' پھر دوائی دی گئی لیکن اثر نہ ہوا اور وہیں مر گئے۔ پھر ایک لکڑی کا تابوت منگوایا گیا' لاش رکھی گئی' تابوت پکا کیلوں سے بند کر دیا گیا اور تابوت پر ہم نے لکھا کہ کوئی بندہ مولوی صاحب کی شکل نہ دیکھے کیونکہ چند وجوہات کی وجہ سے چہرہ دیکھنا منع ہے۔ حضرات! مولوی غلام خان صاحب کی جب لاش دوبئی سے پنڈی لائی گئی تو صدر ضیاء الحق مرحوم کا دور تھا' پورے پنڈی میں اعلان ہو گیا کہ شیخ القرآن صاحب کا جنازہ فلاں ٹائم ادا کیا جائے گا' جب جنازہ پڑھا گیا تو دیوبندی عوام اور علماء نے بڑی کوشش کی کہ حضرت صاحب کے چہرے کی زیارت کریں

لیکن زیارت نہ ہو سکی جو جانتے تھے' جنہیں پتہ تھا کہ حضرت صاحب کی کیفیت کیا ہے انہوں نے کہا کہ کسی وجہ سے حضرت کی زیارت نہیں کرائی جا سکتی۔ ایک سنی عالم بھی آئے ہوئے تھے کہ میں دیکھوں تو سہی کہ مولوی صاحب مرنے کے بعد کتنے خوبصورت ہیں؟ کیا روپ چڑھا ہے؟ مگر جب زیارت نہ ہو سکی تو سنی عالم نے فرمایا: لوگو! بندہ ہو شیخ القرآن' ہو شیخ الحدیث' ہو شیخ التفسیر' ہو مناظر' ہو موحد جائے موتو اس کی شکل نہ دکھائی جائے' یہ زیادتی نہیں؟ تو ایک دیوبندی نے کہا: یار آپ ضد کیوں کرتے ہیں' جب ڈاکٹروں نے منع کر دیا ہے تو پھر پریشان کیوں ہو' سنی عالم نے فرمایا: یہ لمبی وجوہات نہیں یہ کوئی اور وجہ ہے' لوگوں نے کہا: کیا وجہ ہے؟ سنی عالم نے فرمایا: یہ سرکار کا گستاخ تھا ولیوں کا بے ادب تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی شکل دکھانے کے قابل رکھی ہی نہیں کیونکہ

اُن کے دشمن پہ لعنت خدا عزوجل کی
رحم کھانے کے قابل نہیں ہے
ہے یہ مصیبت لکھی بے ادب کی
منہ دکھانے کے قابل نہیں ہے

جناں دلاں دے ٹٹ گئے پُرزے تے ٹٹ گئیاں سب تاراں
اندر عشق محمدی ﷺ ناھیں تے دل گئے نی سنگ مُرداراں

حضرات پتہ ہے مولوی غلام خان کی قبر کہاں ہے؟ راولپنڈی مدرسہ میں نہیں' پنڈی کے کسی قبرستان میں نہیں' مولوی غلام خان اٹک کے تھے' اٹک کے کسی قبرستان میں نہیں بلکہ اٹک میں گندے نالے کے کنارے پر ہے' پورے اٹک کا گند اور کچرا اس نالے سے گزر رہا ہے' مولوی صاحب کی قبر اس گندے نالے کے کنارے پر ہے۔ بتایئے! اس کی دنیا میں قبر گندے نالے پر ہے' اس کا حشر کو کیا حال ہوگا۔ میں ایک مرتبہ اٹک کے ساتھ ڈھیر بستی ہے وہاں جلسہ پر گیا' جب واپس آیا تو میں اس گندے نالے پر رکا

نے اپنی آنکھوں سے دیکھا' گندے نالے کے کنارے پر مولوی صاحب کی قبر ہے' کوئی پُرسان حال نہیں' کوئی صفائی نہیں' کوئی فاتحہ پڑھنے والا' کوئی زیارت کرنے والا نہیں' کبھی آپ نے سوچا ہے کہ اتنا بڑا عالم' اتنا بڑا شیخ القرآن' شیخ الحدیث مرے تو قبر گندے نالے پر کیوں؟ قبرستان میں کیوں نہیں بنی؟ میرا گمان کہتا ہے کہ جب مولوی صاحب مرے ہوں گے تو اٹک کے قبرستان کے مردوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی ہوگی: مولا کریم! اس کو ہمارے پاس دفن نہ ہونے دینا کیونکہ اس نے ساری زندگی تیرے مقبول بندوں کی گستاخی کی ہے' فرشتوں نے اس کی کرنی ہے مالش' یہ مچائے گا شور' کہیں ہمارے آرام میں بھی فرق نہ آ جائے' اللہ تعالیٰ نے مردوں کی اپیل پر اس کو قبرستان میں دفن نہیں ہونے دیا۔

من کے نبی تے کڈدا اے عیب جیہڑا
ایہو جئے غدار دی گل نہ کر
جے نہیں تینوں توفیق درود والی
لے کے نام سرکار دی گل نہ کر
جے اُوہ ملے خزاں واں دے وچ مینوں
میرے کول بہار دی گل نہ کر
وضو باجھ زبان دے نال ناصر
اُوہدے پاک دربار دی گل نہ کر

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ فرشتے سجدے میں چلے گئے' ایک سال تک کی مقدار سجدے میں پڑے رہے' جب سجدے سے سر اٹھایا تو کیا دیکھا کہ شیطان پر لعنت برس رہی ہے فرشتے پھر سجدے میں چلے گئے' پہلے اللہ تعالیٰ کا حکم تھا' اب اپنی مرضی سے پانچ سو سال کی مقدار کے برابر سجدے میں پڑے رہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فرشتو! میں نے سجدہ ایک کرنے کا حکم دیا تھا' تم دوسری مرتبہ پھر سجدے میں کیوں چلے گئے تھے؟ فرشتوں نے

عرض کی: مولا کریم! ہم نے پہلا سجدہ تیرے حکم سے کیا ہے' دوسرا سجدہ شکرانے کے طور پر کیا ہے کہ شکر ہے لعنت کے طوق سے بچ گئے ہیں' اللہ تعالیٰ کو فرشتوں کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ اللہ تعالیٰ نے نماز میں بھی دو سجدے رکھ دیئے' میں نے عالم تصورات میں' عالم تخیلات میں عرض کی: اے خالق کائنات! یہ نماز میں دو سجدے کیوں رکھے ہیں؟ قدرت نے آواز ماری: ایک سجدہ میں نے کرایا تھا' ایک محبت والوں نے خود کیا تھا' لہٰذا قیامت تک دونوں کی نشانی برقرار رہے گی۔ حضرات فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا کہ نہیں؟ بولو کیا تھا' کبھی آپ نے سوچا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا کیوں تھا؟ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں علامہ اسماعیل حقی تفسیر روح البیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''ان الملئکۃ امروا بالسجود لادم لاجل '' بے شک اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے واسطے سجدہ کا حکم اس لیے دیا تھا کہ ''ان نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کان فی جبھۃ ادم '' آدم علیہ السلام کی پیشانی میں نورِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود تھا۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۱۵' روح البیان پ ۱۲)

بظاہر یہ سجدہ آدم علیہ السلام کو تھا' حقیقت میں آمنہ کے لال کو تھا۔ امام اہل سنت نے بڑی پیاری بات فرمائی کہ

تیرے آگے خاک پر جھکتا ہے ماتھا نور کا
نور نے پایا ترے سجدے سے ماتھا نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

حضرات پتہ چلا اللہ تعالیٰ کو بھی مانو اور ان کو بھی مانو جن کو اللہ تعالیٰ نے ماننے کا حکم دیا ہے' حضرات جس نے آدم علیہ السلام کو نہیں مانا وہ لعنتی بن گیا' جہنمی بن گیا' اللہ تعالیٰ نے کان پکڑ کر جنت سے باہر نکال دیا۔ سوچو! جو اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دشمن ہو' بے ادب ہو' وہ کیسے ولی اور جنتی بن سکتا ہے۔ حضرات بات بڑی دور چلی گئی

عرض یہ کر رہا تھا کہ کسی نے پوچھا: اے صدیق اکبر! آپ کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبت ہے یا حسین کے نانے سے؟ عائشہ کا بابا مسکرا پڑا' فرمایا: بھائی! مجھے اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر آمنہ کے لال سے زیادہ محبت ہے' سوال کرنے والا بڑا حیران ہوا' عرض کی: حضور! اس کی وجہ کیا ہے؟ سرکار سے زیادہ پیار کیوں ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ خالق ہے' سرکار مخلوق ہیں' اللہ تعالیٰ مالک ہے' سرکار مملوک ہیں' وہ بھیجنے والا ہے یہ آنے والے ہیں' وہ قادر ہے یہ اس کے بندے ہیں۔ صدیق اکبر نے فرمایا: بھائی! تم بالکل ٹھیک کہتے ہو' اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے' مالک' ستار' غفار' علیٰ کل شی ءقدیر ہونے میں کوئی شک نہیں' لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلانِ نبوت سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ یہاں موجود تھا اور ہم بھی یہیں رہتے تھے لیکن ہم اللہ تعالیٰ کو پہچان نہیں سکے' اس کی خالقیت' مالکیت' رزاقیت' حقانیت کو پہچان نہیں سکے' نہ ہی اس خالق مالک نے ہمیں اپنی پہچان کروائی کہ لوگو! میری طرف دیکھو! میں تمہارا رب عزوجل ہوں' میں تمہارا الٰہ ہوں' میں تمہارا خالق مالک رازق ہوں' ہاں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رحمت کا تاج سجا کے والضحیٰ کا چہرہ چھپا کے' واللیل کی زلفیں معطر کر کے ہمارے پاس تشریف لائے' سرکار نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی پہچان کروائی کہ لوگو! اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے' اس کا کوئی ثانی نہیں' اس کی کوئی برادری نہیں' اس کا کوئی رشتہ دار نہیں' بس وہ کلا ہے ہمیشہ سے کلا ہے' بس اللہ ہی اللہ عزوجل ہے۔ تب ہمیں پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے۔ بھائی جی خود بتا جس آمنہ کے لال کے صدقے اللہ تعالیٰ کی پہچان ہوئی' پہلے آمنہ کا لال پیارا ہونا چاہیے یا اللہ تعالیٰ کی ذات پاک' سبحان اللہ! حضرات یہ ہے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آج کل ملوانے شور مچاتے ہیں کہ بس صرف اللہ ہی کو مانو' اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہ مانو۔ ان بدنصیبوں سے پوچھو! اُوہ سپاہ صحابہ کہلانے والے' صحابہ کے نام پر سنیوں کو بے وقوف بنانے والو' صحابہ کے نام پر کھالیں اور ووٹ لینے والو' غور سے سنو! صدیق اکبر صحابہ کا جرنیل ساری کائنات کے صدیقوں کا سلطان کیا کہتا ہے کہ پہلے نبی کو مانو پھر اللہ تعالیٰ کو مانو' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا پتہ

چلا ہے تو آمنہ کے لال کا صدقہ۔

(کلیاتِ فارسی کلام علامہ اقبال' اخبار نوائے وقت' ۲۷ جون ۲۰۰۳ء جمعۃ المبارک ایڈیشن' لاہور)

تو صدیق اکبر نے عرض کی: آقا! اگر آپ کو تین چیزیں پیاری ہیں تو مجھے بھی تین چیزیں بڑی پیاری ہیں' سرکار نے فرمایا: صدیق بیان کرو کہ تمہیں کون کون سی چیزیں پیاری ہیں؟ صدیق اکبر نے عرض کی: آقا! پہلی یہ بات محبوب ہے: نظر میری ہو چہرہ آپ کا ہو' کون سا چہرہ یہ تیرا چہرہ نہیں میرا چہرہ نہیں' کسی پیر مُلوانے کا چہرہ نہیں' کسی امیر وزیر کا چہرہ نہیں' یہ اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ ہے' جس کی شان اللہ تعالیٰ قرآن میں بیان فرماتا ہے: ''وَالضُّحٰی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی'' (پ ۳۰) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سوہنیا! مجھے تیرے نوری نوری چہرے کی قسم اور تیری کالی کالی زلفوں کی قسم! جو تیرے پیارے چہرے پر چھا جاتی ہیں۔ کونسا چہرہ؟ جس کی تعریف کرتے ہوئے قلندر گولڑہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

مُکھ چند بدر لاثانی ایں متھے چمکدی لاٹ نورانی ایں
کالی زلف تے اکھ مستانی ایں مخمور اکھیں ہن مَد بھریاں
اِس صورت نوں میں جان آکھاں جان آکھاں کہ جانِ جہان آکھاں
سچ آکھاں تے میں رب عزوجل دی شان آکھاں جس شاں تو شانان سب بنیاں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: دوسری کون سی چیز ہے جو تجھے بہت زیادہ پسند ہے؟ صدیق اکبر نے عرض کی: ''وانفاق مالی علٰی رسول اللہ'' سوہنیا! میرا دل کرتا ہے کہ میں اپنی ساری زندگی کی کمائی تیرے قدموں پر قربان کردوں۔ سوہنیا! دل کرتا ہے مال میرا ہو نام تیرا ہو' کوئی سوالی کوئی منگتا تیرا نام لیتا جائے میں اپنا مال قربان کرتا جاؤں۔ سبحان اللہ! امام اہل سنت فرماتے ہیں: آقا محبوبا!

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
نہیں دو جہاں سے بھی جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

حضرات آپ کتابیں پڑھ کر دیکھیں' یہ صرف صدیق اکبر نے اعلان ہی نہیں کیا تھا بلکہ عمل کر کے دکھایا' جب آپ نے اسلام قبول کیا تو سارا مال سرکار کے قدموں میں رکھ کر عرض کی: آقا! یہ میری زندگی کی کمائی ہے' یہ آپ کے قدموں پر قربان' جہاں چاہیں خرچ کریں' غزوۂ تبوک کے موقعہ پر سرکار نے چندے کا اعلان کیا' ہر صحابی اپنی طاقت کے مطابق چندہ لے کر آیا' جب صدیق اکبر کی باری آئی تو اپنے سارے گھر کا مال مویشی حتیٰ کہ اپنی جوتیاں' اپنا لباس' اپنا عمامہ بھی اتار کر سرکار کی بارگاہ میں چندہ پیش کر دیا' خود بوری کا لباس پہن لیا' جب میرے آقا کے وصال کا وقت قریب آیا تو سرکار نے فرمایا: لوگو! زندگی میں جس نے بھی ہم پر کوئی ظاہری احسان کیا ہم نے سب کا بدلہ دنیا میں عطاء کر دیا ہے سوائے صدیق اکبر کے کہ ہم نے صدیق اکبر کے احسانات کا بدلہ ظاہری طور پر انہیں نہیں دیا'' **فان له عندنا يدًا يكافئه الله بها يوم القيٰمة** ''میرے صدیق کو اللہ تعالیٰ مجھ پر احسانات کا بدلہ خود عطاء فرمائے گا۔ سبحان اللہ!'' **وما نفعني مال احد قط ما نفعني مال ابي بكر** ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لوگو! مجھے دنیا کے کسی انسان مسلمان کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابوبکر کے مال نے نفع دیا ہے۔

(ترمذی شریف' مشکوٰۃ شریف' مرأۃ شرح مشکوٰۃ شریف' ج ۸ ص ۳۵۲۔۳۵۳)

مسلم ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا صدیق اکبر کی
نہیں بھولی ہے دنیا کو ادا صدیق اکبر کی
اب اِس سے بڑھ کے کیا کیا ہوگی ثنا صدیق اکبر کی
نبی تعریف کرتے تھے سدا صدیق اکبر کی

حضرات دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بے پناہ رزقِ حلال عطاء فرمائے اور وہ مال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر قربان کر دیں جو مال سرکار کے نام پر خرچ نہ ہو وہ مال صدیقی

نہیں ہو سکتا' وہ مال قارونی اور فرعونی ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صدیق اکبر کی بات سن کر بڑے خوش ہوئے۔ سرکار نے فرمایا: اچھا صدیق! تمہاری تیسری کون سی پسندیدہ چیز ہے؟ عرض کی: "ان یکون ابنتی تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" صدیق اکبر نے عرض کی: آقا! میری تیسری خواہش یہ ہے کہ میری بیٹی آپ کے نکاح میں آ جائے۔ سبحان اللہ! سوہنیا! میں چاہتا ہوں جس طرح روحانی اور نورانی رشتہ آپ کے ساتھ ہے' دنیاوی رشتہ خاندانی رشتہ بھی آپ کے ساتھ قائم ہو جائے' تاکہ کمی کوئی نہ رہ جائے۔ حضرات جب صدیق اکبر نے اس خواہش کا اظہار فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے عرشوں سے آواز ماری: سجناں! صدیق کی خواہش پر ضرور عمل کرو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدہ عائشہ کے ساتھ شادی فرمائی۔ سبحان اللہ! حضرات دنیا میں بڑے بڑے رشتے ہوئے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے' کسی نے رشتہ باپ کے کہنے پر کیا کسی کا رشتہ ماں نے کرایا' کسی کا رشتہ دادی دادے نے کرایا' کسی کا رشتہ نانی نانے نے کرایا' کسی کا رشتہ خالہ اور خالو نے کرایا' کسی کا رشتہ دوستوں اور یاروں نے کرایا' مگر قربان جاؤں سیدہ عائشہ کا رشتہ خود اللہ تعالیٰ نے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم سے کرایا۔ جب سیدہ عائشہ' سرکار کی بیوی بن کر سرکار کے آستانے پر تشریف لے گئیں' سرکار نے سیدہ عائشہ کا چہرہ دیکھا تو حسین کا نانا مسکرا پڑا' سیدہ عائشہ نے عرض کی: آقا! آپ مسکرا کیوں رہے ہیں' بات کیا ہے؟ تو سیدہ عائشہ فرماتی ہیں: "قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اریتک فی المنام ثلث لیال" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: عائشہ! تیری شادی سے پہلے تین راتیں متواتر حضرت جبریل علیہ السلام تمہاری صورت تمہاری ذات کو میری بارگاہ میں پیش کرتا رہا اور خواب میں مجھے یہ کہتا رہا: "ھذہ امراتک" "آقا! یہ لڑکی پہچان لو' یہ آپ کی ہونے والی بیوی ہے۔" "فقال ھذہ زوجتك فی الدنیا والاخرۃ" "یہ صرف دنیا میں ہی نہیں بلکہ قیامت والے دن جنت میں بھی آپ کی بیوی ہوگی۔ (ترمذی شریف' مشکوٰۃ شریف' مرأۃ ہشتم ص ۵۰۲)

اے عائشہ! میں مسکرا اس لیے رہا ہوں کہ اب میں نے تمہیں دیکھا ہے تو تم وہی ہو

جو میں خواب میں تمہیں دیکھتا رہا ہوں۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۵ بخاری شریف' مسلم شریف' مواہب۔ لدنیہ ج ۱ص ۲۰۴' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ص ۴۹۸)

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں: ایک دن میں سرکار کی بارگاہ میں بیٹھی تھی' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے' اللہ تعالیٰ کا سلام اور پیغام پہنچایا' سیدہ عائشہ فرماتی ہیں: پھر سرکار نے مجھے فرمایا: عائشہ! میں نے عرض کی: جی آقا! فرمایا: ''**ھذا جبرئیل یقرئك السلام**'' یہ جبریل علیہ السلام میرے پاس بیٹھے ہیں تمہیں سلام کا تحفہ پیش کر رہے ہیں۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں: میں نے عرض کی: آقا! حضرت جبریل علیہ السلام کو میری طرف سے بھی سلام کا تحفہ دے دیں۔

(بخاری شریف' مسلم شریف' مشکوٰۃ شریف' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ص ۲۹۷)

حضرات! حضرت عائشہ کتنی عظمت اور شان کی مالکہ ہے جس کو فرشتوں کا سردار فرشتہ بھی سلام کا تحفہ پیش کر رہا ہے۔ حضرات! حضرت عثمان کا بڑا مقام ہے کہ وہ دولہا بن کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آستانے پر آئے' مولا علی کی بڑی شان ہے یہ دولہا بن کے سرکار کے آستانے پر آئے' مگر قربان جاؤں صدیق تیری عظمت وشان پر کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام دولہا بن کر تیرے گھر آیا۔

صدیق کی صداقت سے چمن میں پھول بنتے ہیں
انہی کے نقش قدم سے اصول بنتے ہیں
تو مجھ سے قصرِ صداقت کی منزلت مت پوچھ
ارے اُنہی کے گھر سے دولہا رسول بنتے ہیں

حضرات! آج اگر کوئی بندہ اپنی بیٹی کا رشتہ کسی امیر وزیر سفیر سے کر دے' لوگ کہتے ہیں: یار! یہ بندہ بڑے نصیب والا ہے' اس کی بیٹی فلاں وزیر کے گھر گئی ہے۔ حضرات! ہر بیٹی کا اپنا اپنا نصیب ہوتا ہے کوئی گورنر کی بیوی بنی' کوئی کسی وزیر کی بیوی بنی' کوئی کسی صدر کی بیوی بنی' کوئی کسی شیخ القرآن کی کی بیوی بنی' کوئی کسی پروفیسر کی بیوی بنی' کوئی کسی

خطیب کی بیوی بنی' اماں عائشہ تیرے مقدر پر صدقے تو اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوی بنی' تو سرکار کی زوجہ بنی' تیرا ابا سرکار کا سسر بنا۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باھو نے بڑی پیاری بات فرمائی کہ

بسم اللہ اسم اللہ عزوجل داتے ایہہ بھی گہنا بھارا ھو
نال شفاعت سرور عالم تے چھٹس عالم سارا ھو
حدوں بے حد درود نبی تے جسدا کُل پسارا ھو
میں قربان انہاں تھیں باھو تے جنہاں ملیا نبی پیارا ھو

حضرات! نبی کی بیوی بننا یہ کوئی معمولی عہدہ نہیں' جو عورت میرے پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوی بن گئی وہ ساری کائنات کی عورتوں سے ممتاز ہوگئی' سرکار کے صدقے وہ قیامت تک ہر مؤمن کی ماں بن گئی۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے پ ۲۱' الاحزاب: ۶ میں ارشاد فرماتا ہے: ''اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ'' خالق کائنات فرماتا ہے: لوگو! میرا نبی ایمان والوں کی جان سے بھی زیادہ قریب ہے اور میرے نبی کی بیویاں ایمان والوں کی مائیں ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیویاں ہر انسان کی مائیں نہیں بلکہ اُن لوگوں کی مائیں ہیں جن کے سینے میں ایمان موجود ہے۔ حضرات! اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیویوں کا ادب احترام وہی کرے گا جو مؤمن ہوگا' جو بے ایمان ہوگا جو گستاخ ہوگا جو مردود ہوگا جو لعنتی ہو گا وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج کا احترام نہیں کرے گا' ادب نہیں کرے گا' ان کی تعظیم وتکریم نہیں کرے گا۔ حضرات! اب تحقیق کریں' ریسرچ کریں کہ کون لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیویوں کا ادب کرتے ہیں اور کون لوگ ہیں جو سرکار کی بیویوں کی توہین کرتے ہیں؟ حضرات! اگر آپ برا محسوس نہ کریں' ناراض نہ ہوں تو بتا دوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیویوں کے گستاخ اور بے ادب کون لوگ ہیں؟ تو سنئے! شیعہ حضرات کے بہت بڑے عالم ملا محمد تقی' حدیقۃ المتقین ص ۱۱۶ میں لکھتا ہے کہ ہر مختار

کے بعد ابوبکر، عمر، عثمان، عائشہ پر لعنت بھیجنی سنت ہے اور نماز کے قبول ہونے کی دلیل ہے۔ معاذ اللہ! (آئینہ شیعہ نما ص ۷۳۔۷۴)

شیعہ حضرات کے بہت بڑے عالم ملا باقر مجلسی اپنی کتاب حیات القلوب مترجم ج ۲ ص ۹۰۱ پر لکھتا ہے کہ قیامت کے قریب جب امام مہدی ظاہر ہوں گے تو امام مہدی، حضرت عائشہ کی قبر پر جائیں گے، حضرت عائشہ کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے قبر میں سے زندہ کریں گے، جب حضرت عائشہ زندہ ہوں گی تو حضرت امام مہدی، حضرت عائشہ کو کوڑوں سے ماریں گے۔ استغفر اللہ! معاذ اللہ! حضرات کتنا گندہ مذہب ہے شیعہ حضرات کا، جن کی زبان اور قلم سے سرکار کی ازواج پاک اور صحابہ بھی محفوظ نہیں۔ حضرات! سرکار حضرت عائشہ تو نبی کی بیوی ہے، ایمان والوں کی ماں ہے حالانکہ میرے نبی نے عام ماں کی عظمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''فان الجنة عند رجلها'' لوگو! جنت تمہاری ماں کے قدموں میں ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۱)

حضرات! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بات عام فرمائی کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے، کوئی شرط نہیں لگائی، کوئی قید نہیں لگائی، یہ نہیں فرمایا کہ ماں نیک ہو، ماں نمازی ہو، ماں تہجد گزار ہو، ماں روزے دار ہو، ماں حاجن ہو، ماں سخی ہو، ماں قاریہ ہو، ماں عبادت گزار ہو تو پھر جنت اس کے قدموں میں ہے، ناں ایسی کوئی شرط نہیں، اللہ عزوجل نہ کرے ماں بے نمازی ہو، ماں بے روزے دار ہو، ماں فاسق فاجر ہو، ماں گناہ گار ہو، پھر بھی ہر مسلمان اولاد کی جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ حضرات سوچو! جب تمہاری میری گناہ گار ماں کی یہ عظمت اور شان ہے، اس ماں کا کیا مقام ہوگا جس کی شان میں قرآن کی اٹھارہ آیتیں نازل ہوئیں جس کو حضرت عمر، حضرت عثمان، مولا علی ماں کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ حضرات! اگر کوئی اپنی ماں کا بے ادب ہو، گستاخ ہو، لوگ کہتے ہیں یہ حرامی ہے، سوچو! وہ بندہ کتنا بڑا حرامی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے محبوب کی بیوی جس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ'' نبی کی بیویاں مؤمنوں کی مائیں ہیں، اُن کا

گستاخ ہوگا۔ ایک شاعر نے اس آیت کا بڑا پیارا ترجمہ کیا' آیئے! میرے ساتھ مل کر پڑھیے' پہلے سنئے پھر پڑھیے!

اُمہتہم دا میں معنی سناواں
محمد ﷺ دیاں ازواج مؤمن دیاں ماواں
اُو جاہل حیا کر حلالی دا کم نئیں
ماواں دے شکوے حرامی کریندن

پتہ چلا جو حلالی خون ہوگا وہ کبھی امی عائشہ صدیقہ کی گستاخی نہیں کرے گا جس کے اندر حلالی خون نہیں وہی وہ جو چاہے بھونکتا رہے' اس کا قصور نہیں اس کی اصل میں خطا ہے' دعا کرو اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج' اصحاب' آل' اولاد تمام غلاموں کے ادب کی توفیق عطاء فرمائے! کیونکہ باادب بانصیب' بےادب بےنصیب۔

پہلی منزل عشق ادب دی تے بناں ادب مراد نہ پاوے
بے ادباں دی بستی اندر تے کدی ٹھنڈی واں نہ آوے
ادب توں ودھ عبادت کہڑی جہڑی اللہ عزوجل تک پہنچاوے
اعظم اُسے دے بخت سوتے جنہوں ایہہ دولت مل جاوے

تو صدیق نے عرض کی: آقا! میری تیسری پسندیدہ چیز یہ ہے کہ بیٹی آپ کی زوجیت میں آجائے۔ (منبہات ص ۲۱۔۲۲' الریاض النضرہ ج ۱ ص ۶۰' خطیب ص ۲۰۰)

حضرات پتہ چلا! محبت سارے صحابہ سرکار سے کرتے ہیں مگر صدیق سرکار کی محبت میں فنا تھے' اس لیے آپ کا لقب ہے: فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت بلال نے تکبیر پڑھی' جب حضرت بلال اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لیا' اشھد ان محمد رسول اللہ تو سارے صحابہ رونے لگ گئے' سرکار کے مریدوں کی بے ساختہ چیخیں نکل گئیں۔ صدیق اکبر سرکار کا نام سن کر بے ہوش ہو گئے' سارے مسجد والے بلکہ ساری مسجد بھی سرکار کے عشق میں رو رہی ہے' ادھر سرکار کو بیماری سے غشی سے کچھ افاقہ ہوا۔ میرے

آقا نے فرمایا: بیٹی فاطمہ! عرض کی: جی ابو جی! فرمایا: یہ رونے کی آوازیں سن رہی ہو؟ عرض کی: ابو جی! سن رہی ہوں' سرکار نے فرمایا: یہ اتنے درد سے کون رو رہا ہے؟ کس کے صدمے سے لوگ تڑپ رہے ہیں؟ خاتونِ جنت نے عرض کی: ابو جی! یہ کوئی عام انسان نہیں رو رہے بلکہ آپ کے صحابہ رو رہے ہیں' آپ کے مقتدی رو رہے ہیں' آپ کے قدموں پر اپنا تن من دھن قربان کرنے والے رو رہے ہیں' آپ کے مرید رو رہے ہیں' آپ کی اداؤں پر قربان ہونے والے صحابہ آپ کی جدائی میں رو رہے ہیں۔ سبحان اللہ!

آقا دے در دے ذرّے بدر و ہلال بن گئے
قدماں نوں چم کے روڑے ہیرے تے لال بن گئے
جنہاں تے پیاں نظراں رب عزوجل دے حبیب ﷺ دیاں
مدنی کریم دیاں جگ دے طبیب دیاں
حضرت صدیق بن گئے حضرت بلال بن گئے
قدماں نوں چم کے روڑے ہیرے تے لال بن گئے

حضرت فاطمہ نے عرض کی: ابو! آپ کے صحابہ آپ کا خالی مصلّٰی دیکھ کر رو رہے ہیں' جب آمنہ کے لال نے بیٹی کی بات سنی تو رحمت کائنات کی بھی نور بھری آنکھوں سے رحمت بھرے آنسو چھلک پڑے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بیٹی! حضرت علی کو بلاؤ! حضرت عباس کو بھی بلاؤ۔

بیماری میں امامت

سیدہ فاطمہ نے امام حسن کو فرمایا: بیٹا حسن! عرض کی: جی امی حضور! فرمایا: بیٹا! جاؤ ابو کو بھی بلا لاؤ اور اپنے نانا حضرت عباس کو بھی بلا لاؤ۔ امام حسن گئے' مولا علی کو بھی بلا کر لے آئے حضرت عباس کو بھی بلا لائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھا' بڑی مشکل سے مسجد نبوی میں تشریف لے آئے' سارے صحابہ کو جماعت کرائی' جماعت کرانے کے بعد میرے آقا منبر پر تشریف لائے۔ سارے صحابہ بڑے

ادب سے سرکار کی خدمت میں بیٹھ گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منبر پر کھڑے ہو کر پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی، پھر فرمایا: لوگو! کیا بات ہے تم اتنی شدت سے رو کیوں رہے تھے؟ صحابہ نے عرض کی: آقا! حضرت بلال نے ہمیں بتایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شدید بیمار ہیں، اب سرکار ہمیں نماز نہیں پڑھائیں گے، آقا! آپ کا خالی مصلیٰ دیکھ کر ہم بے قرار ہو گئے، ہم برداشت نہ کر سکے لہٰذا آپ کی جدائی میں رونا آ گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرے صحابہ! ابھی تو میں ظاہری اور جسمانی طور پر تمہارے پاس موجود ہوں تو تمہاری یہ حالت ہو گئی ہے، اگر میرا وصال ہو گیا، اگر ظاہری طور پر میں تمہیں چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں چلا گیا تو پھر تمہارا کیا بنے گا؟ میرے آقا نے فرمایا: صحابہ! میں مسجد میں آنے کے قابل نہیں تھا لیکن تمہاری بے قراری اور پریشانی دیکھ کر میں تمہیں ملنے کے لیے مسجد میں آ گیا ہوں، میرے صحابہ یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے جو دنیا میں آیا ہے جب اُس کا ٹائم پورا ہو جائے گا اُسے دنیا سے جانا بھی ہے، یہاں کسی نے ہمیشہ نہیں رہنا۔ حضرات! واقعی ہر کسی نے یہاں سے چلے جانا ہے، اللہ تعالیٰ کا بھی فرمان ہے: ''کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ'' (پ ۲۷) لوگو! ایک دن ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ ''وَیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ'' ہمیشہ باقی رہنے والی تیرے ربِ عزوجل کی ذات ہے جو بڑے جلالی اور عظمت والا ہے۔ کسی عاشق نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بڑی پیاری بات فرمائی۔

بندیا جہان اُتے کریں نہ گمان وے
سدا نہیں رہنا ایتھے کسے انسان وے
دُنیاں دے لاریاں تے کیوں مغرور ہوویں
ہو کے بندہ رب عزوجل دا تے رب کولوں دور ہوویں
دشمن پرانا تیرا ایہو شیطان وے
بندیاں جہان اتے کریں نہ گمان وے

وَڈے وڈے راجیاں نوں موت نے نہ چھوڑیا
جہدے اُتے دل آیا اُوہو پُھل توڑیا
ہرے ہرے باغ کئی ہو گئے ویران وے
بندیاں جہان اُتے کریں نہ گمان وے

سرکار نے فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ کا قانون ہے جو دنیا میں آیا ہے اس نے ایک دن دنیا چھوڑ کر قبر میں بھی جانا ہے میرے صحابہ اب میں بھی تمہارے پاس چند دنوں کا مہمان ہوں صحابہ رونے لگے میرے آقا نے فرمایا: صحابہ! وہ امت بڑی خوش نصیب ہوتی ہے جن کے سامنے ان کا نبی وصال کر جائے جن لوگوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس امت کے نبی کو زندہ رکھتا ہے اور اُمت کو ہلاک کر دیتا ہے جب میں دنیا سے چلا جاؤں گا تم بظاہر مجھے نہیں دیکھ سکو گے لیکن میں وصال کے بعد بھی تمہیں نگاہِ نبوت سے دیکھتا رہوں گا صرف تمہیں ہی نہیں بلکہ قیامت تک ساری کائنات کو دیکھتا رہوں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات میرے سامنے فرما دی ہے میں ساری کائنات کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی دیکھی جاتی ہے۔ صحابہ نے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ باتیں سنیں تو رو کر عرض کی: آقا! آپ کے بعد ہمارا کیا بنے گا ہمارا کون رکھوالا ہو گا؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرے صحابہ پریشان نہ ہو! میں تمہیں اپنے پیارے رب العالمین کے سپرد کر کے جا رہا ہوں وہی تمہاری ہر سانس پر مدد فرمائے گا وہی تمہاری حفاظت فرمائے گا۔ صحابہ نے عرض کی: آقا! اب ملاقات کب ہوگی؟ میرے آقا نے فرمایا: انشاء اللہ! قیامت والے دن حوضِ کوثر پر ملاقات ہوگی۔ سرکار نے فرمایا: لوگو! جب میرا وصال ہو جائے تو صبر کرنا اور تقویٰ والی زندگی بسر کرنا متقی بن کے رہنا تم عام انسان نہیں ہو بلکہ نبی آخر الزمان کے فیض یافتہ ہو لوگوں نے تمہاری اداؤں کو دیکھ کر اسلام کا نقشہ اپنے ذہنوں میں بٹھانا ہے میرے وصال کے بعد لوگ میرے روضہ کی زیارت کے لیے دور دور سے آیا کریں گے ان کی عزت اور احترام کرنا ایسے سمجھنا کہ ہر

آنے والا زائر ہمارے نبی کا مہمان اور پروھنا ہے' میرے صحابہ میں نے معاذ بن جبل کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا ہے' میں نے جاتی دفعہ اس کو بتا دیا تھا کہ اب تیری میری بظاہر ملاقات نہیں ہوگی' اب تم مدینہ آؤ گے تو میرے روضہ پر آؤ گے' جب اُسے پتہ چلے گا کہ میرا نبی دنیا چھوڑ گیا ہے وہ ضرور پریشان ہوگا' وہ روتا روتا مدینہ شریف آئے گا' صدیق تم اسے میرا اسلام پیش کرنا' کہنا کہ معاذ اللہ تعالیٰ کا آخری نبی تجھے سلام دیتا تھا' رونہیں اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا' قیامت تک جتنے بھی میری اُمت میں سے علماء آئیں گے معاذ تو ان سب کا سردار ہوگا۔ حضرات جب سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کو یہ باتیں فرمائیں تو سارے صحابہ رو پڑے' مسجد کی دیواروں سے بھی رونے کی آوازیں آتی تھیں' سرکار صحابہ کو روتا چھوڑ کر خود بھی روتے روتے سیدہ عائشہ کے حجرے میں تشریف لے آئے۔

(معارج النبوت ج ۳ ص ۴۹۱۔۴۹۲' مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۵۔۱۶۷' افضل المواعظ ص ۱۵۵۔۱۵۷)

خلیفہ اوّل

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں: جب سرکار صحابہ کو جماعت کرا کے اپنے مریدوں کو تسلی دے کے میرے کمرے میں تشریف لائے تو میں نے سرکار کو سہارا دے کر چارپائی پر بٹھایا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھ گئے' پھر حسین کے نانے نے فرمایا: عائشہ! میں نے عرض کی: جی میرے آقا! فرمایا: میں چند دنوں کا مہمان ہوں' چند دنوں کے بعد میں نے دنیا چھوڑ دینی ہے' ہوسکتا ہے میرے وصال کے بعد کوئی بندہ ی نہ کہے کہ میں حضرت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خلیفہ اور نائب ہوں' لہٰذا تم جاؤ اپنے بھائی عبدالرحمٰن اور اپنے ابا ابوبکر کو میرے پاس بلالاؤ۔ ''قال لی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی مرضہ ادعی ابا بکر اباك واخاك ''حضرت عائشہ فرماتی ہیں: سرکار نے وصال فرمانے سے چار پانچ دن پہلے بیماری کی حالت میں مجھے فرمایا: عائشہ جاؤ! اپنے ابو حضرت ابوبکر کو بھی بلالاؤ اور اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بھی بلالاؤ۔ میں نے عرض کی: آقا! خیر تو

ہے بات کیا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''حتی اکتب کتابًا '' عائشہ! میں چاہتا ہوں تیرے والد کو ایک تحریر لکھ کر دوں' ایک وصیت نامہ لکھ کر دوں کہ میرے بعد خلیفہ بلافصل میرا یارِ غار ابوبکر ہو گا۔ حضرت عائشہ نے عرض کی: آقا! لکھنے کی کیا ضرورت ہے' آپ کا فرما دینا بھی حجت ہے۔ فرمایا: عائشہ ٹھیک کہتی ہو لیکن ''فانی اخاف ان یتمن متمن ویقول قائل انا '' سرکار نے فرمایا: میں ڈرتا ہوں کہ میرے وصال کے بعد کوئی یہ دعویٰ نہ کر دے کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خلیفہ اور نبی کے منبر و محراب کا وارث ہوں۔ سبحان اللہ! حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم سن کر اُٹھنے لگی تو سرکار نے فرمایا: عائشہ! بیٹھ جا بلانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں بیٹھ گئی' پھر سرکار نے مسکرا کر فرمایا: ''ولا ویابی اللہ والمؤمنون الا ابا بکر '' اے عائشہ! میں نہ بھی لکھ کر دوں پھر بھی خلیفہ اوّل صدیق اکبر ہی بنے گا کیونکہ صدیق اکبر کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور میرے مؤمن صحابہ کسی اور کو اپنا خلیفہ نہیں بننے دیں گے۔

(مسلم شریف' مسند حمیدی' مشکوٰۃ شریف' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۳۴۸)

حضرات توجہ کیجئے! کیسے واضح الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے آخری نبی نے صدیق اکبر کی خلافت اوّل کا اعلان فرما دیا' اب جو سرکار کا سچا غلام ہو گا وہ صدیق اکبر کے خلیفہ بلافصل ہونے میں کبھی شک نہیں کرے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت جبیر بن مطعم فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال پیر کے دن ہوا' اتوار والے دن ایک عورت اپنا کوئی مقدمہ لے کر سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئی'' قال اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم امراۃ فی شیء فامرھا '' حضرت جبیر فرماتے ہیں کہ ایک عورت سرکار کی بارگاہ میں اپنا کوئی مسئلہ لے کر حاضر ہوئی کہ آقا! میرا یہ مسئلہ حل فرما دیں' تو سرکار نے اس مقدمہ کو سن کر مسئلہ سن کر فرمایا کہ ''ان ترجع الیہ '' بی بی اب تم جاؤ! ہماری طبیعت خراب ہے' پھر کسی وقت آنا تیرا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ وہ عورت سن کر کہنے

لگی: آ قا! جیسے آپ کا حکم' مگر 'قالت یا رسول اللہ ارایت ان جئت ولم اجدك ''آ قا! اگر میں دوبارہ آپ کے دربار میں حاضر ہوں اور آپ مجھے نہ ملیں کیونکہ آپ کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہے' کہیں آپ کا وصال نہ ہو جائے تو پھر میں یہ مقدمہ کس سے حل کراؤں؟''قال فان لم تجدینی فاتی ابا بکر ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بی بی! اگر تیری میرے ساتھ ملاقات نہ ہو تو میرے ابوبکر کے پاس آ جانا' یہ تیرا مقدمہ حل کر دیں گے۔ (بخاری شریف' مسلم شریف' مشکوٰۃ شریف' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۳۴۹' تلخیص الشافی شیعہ ج ۳ ص ۳۹)

حضرات ان احادیث پاک سے پتہ چلا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ظاہری زندگی میں صدیق اکبر کو اپنا نائب اور خلیفہ بنا دیا تھا' پھر سرکار کے وصال کے بعد سارے صحابہ کرام نے خصوصاً فاروق اعظم' حضرت عثمان غنی' مولا علی' عشرہ مبشرہ' اصحاب بدر نے متفقہ اپنا امیر اور سرکار کا نائب سمجھ کر انہیں اپنا خلیفہ اور امام تسلیم کر لیا تھا۔ شیعہ حضرات کے بہت بڑے عالم اور محدث علامہ محمد بن حسن طوسی اپنی کتاب تلخیص الشافی میں لکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ سرکار نے مجھے ایک دن اپنی چوکی داری کے لیے اپنے آستانے پر بٹھایا اور فرمایا: انس! کسی بندے کو میری اجازت کے بغیر میرے پاس نہ آنے دینا' جو بندہ بھی مجھے ملنے کے لیے آئے تو پہلے مجھے بتانا مجھ سے اجازت لینا' پھر اس کو اندر آنے کی اجازت دینا۔ حضرت انس نے عرض کی: آ قا! ٹھیک ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں: میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آستانے کے سامنے بیٹھ گیا' اچانک صدیق اکبر تشریف لے آئے' اندر جانے لگے تو میں نے عرض کی: حضور! آپ یہیں ٹھہریں' فرمایا: بات کیا ہے؟ حضرت انس نے عرض کی کہ سرکار کا حکم ہے جو بندہ بھی آئے پہلے مجھ سے اجازت لینا پھر اسے اندر آنے دینا' اگر آپ ناراض نہ ہوں تو میں سرکار سے اجازت نہ لے آؤں۔ صدیق اکبر نے فرمایا: انس! اگر اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی کا یہ حکم ہے تو میں کھڑا ہوتا ہوں'

تم جاؤ اجازت لے آؤ' اگر سرکار نے لجپالی فرمائی تو اندر چلا جاؤں گا' نہیں تو پھر زیارت کرلوں گا۔ حضرت انس سرکار کی خدمت میں تشریف لے گئے' عرض کی: سوہنیا! آپ کے بچپن کا دوست یارِ غار حضرت ابوبکر دروازے پر تشریف لائے ہیں اگر اجازت ہو تو ان کو اندر آنے کی اجازت دے دوں؟ علامہ طوسی لکھتے ہیں کہ ''ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرہ عند اقبال ابی بکر'' کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں انس! ابوبکر کو اندر آنے کی اجازت دے دو'' ان یبشرہ بالجنۃ وبالخلافۃ بعدہ'' اور ان کو جنت کی بھی خوش خبری سنا دو اور یہ بھی بتا دو کہ میرے بعد خلیفہ بلا فصل ابوبکر ہوگا۔ حضرت انس باہر آئے' حضرت ابوبکر کو جنت کی اور خلافت اوّل کی بشارت سنائی' عائشہ کا بابا اندر چلا گیا' تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمر آئے' اندر جانے لگے تو حضرت انس ان کو بھی دروازے پر کھڑا کر کے سرکار کی بارگاہ میں اجازت لینے گئے تو خالق کائنات کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: انس! عمر کو بھی اندر آنے دو' ''وان یبشر عمر بالجنۃ وبالخلافۃ بعد ابی بکر'' حضرت عمر کو بھی یہ خوش خبری سنا دو کہ عمر آپ کو مبارک ہو کہ آپ جنتی ہیں اور صدیق اکبر کے بعد خلافت آپ کی ہو گی۔ سبحان اللہ! (تلخیص الشانی ج ۳ ص ۳۹' تحفہ جعفریہ اوّل ص ۱۸۵)

شیعہ حضرات کے بہت بڑے عالم علامہ محمد بن مرتضیٰ کاشانی اپنی تفسیر صافی میں علامہ طبرسی تفسیر مجمع البیان میں ملا فتح اللہ کاشانی تفسیر منہج الصادقین میں لکھتے ہیں کہ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیوی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: حفصہ! عرض کی: جی میرے آقا! فرمایا: میں تمہیں آج ایک راز کی بات نہ بتاؤں؟ عرض کی: آقا فرمایئے' ضرور بتایئے' وہ کیا بات ہے؟ ''فقال ان ابا بکر یلی الخلافۃ بعدی'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرے بعد میری وفات کے بعد خلافت ابوبکر کو ملے گی'' ثم بعدہ ابوک'' اور صدیق اکبر کی وفات کے بعد تمہارے ابو حضرت عمر خلیفہ بنیں گے' حضرت حفصہ بڑی خوش ہوئی'' فقالت من انباک'' عرض کی: سوہنیا!

یہ بات آپ کو کس نے بتائی ہے؟ ''قال نبانی العلیم الخبیر'' خالق کائنات کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: حفصہ! یہ خوش خبری مجھے پیارے رب العالمین نے سنائی ہے جو جاننے والا بھی ہے اور خبر دینے والا بھی۔ (تفسیر صافی ج ۲ ص ۷۱۶، تفسیر مجمع البیان ج ۵ ص ۳۱۴، تفسیر منہج الصادقین ج ۹ ص ۳۲۰، تحفہ جعفریہ ج ۱ ص ۱۵۴۔۱۵۸)

شیعہ حضرات کے عالم علامہ محمد بن مرتضٰی کاشانی اپنی تفسیر صاوی میں لکھتے ہیں کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے ایک دن اپنے مریدوں کو بتایا کہ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال مبارک ہو گیا تو آپ کے وصال کے بعد مولا علی نے بھرے مجمع میں صحابہ کے سامنے کھڑے ہو کر قرآن کی یہ آیت پڑھی: ''الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ اضل اعمالھم'' کہ خالق کائنات قرآن مجید میں فرماتا ہے: وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے جہاد کرنے سے روکا ان کے نیک اعمال ضائع ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو مولا علی کے چچازاد بھائی ہیں، انہوں نے کہا: اے ابوالحسن! جو کچھ آپ نے پڑھا ہے، اس کے پڑھنے کا مقصد کیا ہے؟ آپ نے یہ کیوں پڑھا ہے؟ مولا علی نے فرمایا: ابن عباس! میں نے قرآن کی آیت پڑھی کوئی غلط کام تو نہیں کیا۔ حضرت ابن عباس نے عرض کی: حضور! یہ تو مجھے بھی پتہ ہے کہ آپ نے قرآن پڑھا ہے، مگر اس آیت کے پڑھنے کا مقصد کیا ہے؟ مولا علی مسکرا پڑے، فرمایا: بھائی عبداللہ! تم ٹھیک سمجھے ہو! میرا اس آیت کو پڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تمہیں عطاء کریں تم لے لو، جس سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ'' فنشھد علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ استخلف ابا بکر'' اے ابن عباس! میں بھی اور سرکار کے سارے صحابہ بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ظاہری زندگی میں صدیق اکبر کو اپنا خلیفہ بنا دیا تھا۔ سبحان اللہ!

(تفسیر صافی ج ۱ ص ۱۲۵، تحفہ جعفریہ ج ۱ ص ۲۰۶ [illegible])

حضرات ان تمام روایات سے پتہ چلا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صدیق اکبر کو اپنی ظاہری زندگی میں ہی خلیفہ اوّل اور خلیفہ بلافصل بنا دیا تھا' پھر سارے صحابہ نے بھی آپ کو پہلا خلیفہ مان کر آپ کی بیعت کی تھی' مولا علی بھی آپ کی خلافت اوّل کا اعلان فرما رہے ہیں' شیعہ سنی دونوں روایات دُہائی دے رہی ہیں کہ صدیق اکبر خلیفہ بلافصل ہیں لیکن افسوس شیعہ حضرات پر! انہوں نے آج تک حضرت صدیق اکبر کو پہلا خلیفہ تسلیم نہیں کیا بلکہ یہ اسی بات پر اڑے ہوئے ہیں کہ حضرت علی خلیفہ بلافصل ہیں' حضرت علی پہلے خلیفہ ہیں' یہی وجہ ہے کہ شیعہ حضرات جب کلمہ پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں: ''لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علیٌّ ولی اللّٰہ وصی رسول اللّٰہ وخلیفتهٔ بلافصل '' اذان پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں: ''اشهد ان علیًا ولی اللّٰہ وخلیفتهٔ بلافصل '' حضرات بندہ ان عقل مندوں سے یہ پوچھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد پہلی خلافت تو صدیق اکبر فرما گئے' تم اتنا شور کیوں مچاتے ہو؟ کیا تمہارے شور مچانے سے مولا علی پہلے خلیفہ بن جائیں گے؟ نہیں ہرگز نہیں! کیونکہ خلافت آنے والی نہیں بلکہ پہلی خلافت تو سائیں کر گئے' لہٰذا تم مانو یا نہ مانو صدیق اکبر ہی پہلے خلیفہ ہیں۔

شانِ صدیق اکبر پہ قربان میں رازدار رسالت کی کیا بات ہے
جس کو صدیق ہے مصطفیٰ نے کہا اُس سراپا صداقت کی کیا بات ہے
کملی والے کی جس کو رفاقت ملی سب صحابہ کی جس کو امامت ملی
سب سے پہلی ہے جس کو خلافت ملی اُس کے تخت خلافت کی کیا بات ہے

حضرات بعض شیعہ سنیوں کو دھوکہ دینے کے لیے ہماری کتابوں سے ایک حدیث پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث مولا علی کی خلافت بلافصل پر دلیل ہے' وہ کون سی حدیث ہے؟ سنئے! حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات شریف سے پانچ دن پہلے جمعرات کے روز صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی بارگاہ میں تیمارداری کے لیے حاضر ہوئے' ان میں صدیق اکبر بھی موجود ہیں' فاروقِ اعظم بھی' حضرت عثمان بھی موجود ہیں مولا علی بھی' حضرت بلال بھی موجود ہیں حضرت زبیر بھی اور بھی صحابہ کرام موجود ہیں۔ ''قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھلم '' تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ سے فرمایا کہ جاؤ! سامانِ کتابت لاؤ' کاغذ قلم دوات لے آؤ کیونکہ ''اکتب لکم کتابًا لا تضلوا بعدہ '' تاکہ میں چند وصیتیں چند باتیں لکھ دوں تاکہ میرے بعد تم گمراہ نہ ہو' جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بات فرمائی تو ''فقال عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد اغلب علیہ الوجع '' تو حضرت عمر نے صحابہ سے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت بڑی خراب ہے' لہٰذا سرکار کو تکلیف نہ دی جائے' سرکار کو زحمت نہ دی جائے'' وعندکم القران حسبنا کتاب اللہ '' تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا مکمل قرآن موجود ہے' وہ ہمارے لیے کافی ہے۔ حضرات حضرت عمر نے یہ رائے صرف اس لیے دی کہ سرکار کی طبیعت خراب تھی' آپ نے فرمایا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کی روشنی میں سب کچھ سکھا دیا ہے' لہٰذا اب سرکار کو تکلیف نہ دی جائے' جب حضرت عمر نے رائے پیش کی تو بعض صحابہ نے کہا کہ نہیں! جیسے سرکار فرما رہے ہیں ایسے کرو' کاغذ قلم دوات لے آؤ تاکہ سرکار جو چاہیں لکھ کر ہمیں عطاء فرما دیں۔ اب صحابہ میں دو گروہ بن گئے' ایک گروہ کہتا تھا کہ کاغذ قلم دوات لاؤ' بعض صحابہ کہتے کہ سرکار کو تکلیف دور ہنے دو۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: ''فاختلف اھل البیت '' اس بات میں گھر میں موجود افراد میں اختلاف ہو گیا' جب زیادہ شور ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''قوموا عنی '' اچھا شور نہ مچاؤ' میرے پاس سے اُٹھ جاؤ' تمہارے اونچا بولنے سے مجھے تکلیف ہو رہی ہے' جیسے عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ مریض زیادہ آواز برداشت نہیں کر سکتا تو تیمارداری کرنے والوں سے کہتا ہے: یار! تم نے اونچا بولنا ہے برداشت نہیں کر سکتا' لہٰذا مہربانی کر کے باہر چلے جاؤ۔ حضرات یہ ہے وہ حدیث

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ سرکار نے کاغذ قلم دوات اس لیے منگوائی تھی کہ آپ نے حضرت علی کی خلافت لکھنی تھی' مگر حضرت عمر نے سرکار کو یہ بات نہ لکھنے دی۔ حضرات! آپ ایمان داری سے یہ حدیث پڑھیں اور شیعہ حضرات کو بھی کہیں کہ پڑھیں اور بتائیں کہ یہ کہاں لکھا ہوا ہے کہ سرکار نے فرمایا ہو کہ جاؤ! کاغذ قلم دوات لے آؤ' میں حضرت علی کی خلافت کے بارے لکھنا چاہتا ہوں' اگر یہ الفاظ ہوتے تو شیعہ حضرات اعتراض کر سکتے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مولا علی کی خلافت لکھوانا چاہتے تھے مگر حضرت عمر نے نہ لکھنے دیا' مگر خدا عزوجل گواہ ہے ایسی کوئی بات نہیں' ویسے میں شیعہ حضرات سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی کی خلافت کا اعلان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود نہیں کرنا چاہتے تھے' بلکہ یہ اعلان اللہ تعالیٰ کروا رہا تھا کیونکہ شیعہ حضرات کے نزدیک جیسے نبوت کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے بندے چن لیتا ہے ایسے ہی امامت بھی ہر کسی کو نہیں ملتی' اُسے ملتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ امام بنائے۔ اب انصاف سے بتانا' اللہ تعالیٰ تو فرمائے محبوب علی کی خلافت لکھ کر صحابہ کو دے دو تا کہ آپ کے بعد جھگڑا نہ ہو مگر سرکار اللہ تعالیٰ کا حکم چھوڑ کر اپنے غلام کی بات مان کر یہ کام نہ کریں' کیا آپ کا ایمان یہ گوارا کرتا ہے؟ اگر سرکار نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل نہیں کیا تو کیا سرکار نے اللہ تعالیٰ کی تبلیغ کا حق ادا کیا؟ نہیں! تو پھر ماننا پڑے گا کہ سرکار حضرت علی کی خلافت نہیں لکھوانا چاہتے تھے' کوئی اور شرعی مسئلے لکھوانا چاہتے تھے' وہ مسئلے بھی کئی بار میرے آقا نے غلاموں کو بتا چکے تھے۔ اب آیئے وہ کون سے مسئلے تھے' کیا بات جو حسین کا نانا لکھوانا چاہتے تھے' سنئے! جب صحابہ کرام کے درمیان اختلاف زیادہ ہوا تو سرکار نے فرمایا: اچھا جھگڑا نہ کرو میں تمہیں زبانی وہ باتیں بتا دیتا ہوں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ سرکار نے تین باتوں کی وصیت فرمائی: "قال اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب" فرمایا: پہلی بات یہ ہے کہ میرے وصال کے بعد عرب کے علاقوں سے مشرکوں کو نکال دینا" "واجیزو الوفد بنحو ما کنت" اور جو لوگ مدینہ شریف

میں اسلام قبول کرنے آئیں یا میرے روضہ کی زیارت کرنے آئیں تو ان کی ایسی خدمت کرنا جیسے ہم خدمت کرتے ہیں'' وسکت عن الثالثة او قال فنسيتها '' تیسری بات حضرت ابن عباس نے بتائی ہی نہیں یا فرمایا: مجھے اب یاد نہیں۔ (بخاری شریف ج ۲ص ۸۲۶_۱۰۹۵، ج اص ۴۴۹، ج ۲ص ۶۳۸، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف، مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ص ۲۹۵_۲۹۹)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ تیسری وصیت سرکار نے یہ فرمائی تھی کہ صحابہ میرا ارادہ تھا کہ اسامہ بن زید کی قیادت میں کفار کے مقابلے میں لشکر بھیجنا تھا مگر میں بیمار ہو گیا' اگر میں وفات پا جاؤں تو اُسامہ کی قیادت میں اسلامی لشکر ضرور کفار کے مقابلے میں روانہ کر دینا۔ (مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ص ۲۹۹)

حضرات شیعہ حضرات پھر کہتے ہیں کہ نہیں جی! یہ حضرت عمر کی زیادتی تھی' انہوں نے کیوں منع کیا تھا' چلو ہم شیعہ حضرات کی بات مان لیتے ہیں کہ حضرت عمر نے خود سامان کتابت پیش کیا نہ اپنے دوستوں کو لانے دیا' ٹھیک ہے حضرت عمر نہیں سامان لائے' مولا علی بھی تو موجود تھے' مولا علی کے ملنگوں اور علی علی کرنے والوں کو چودہ صدیاں بعد میں حدیث پڑھ کر اندازہ ہوا ہے کہ سرکار نے مولا علی کی خلافت لکھوانی تھی تو لازمی طور پر مولا علی کو بھی پتہ چل گیا ہو گا کیونکہ آپ سرکار کے داماد تھے' باب مدینۃ العلم تھے ولیوں کے سلطان تھے' حسنین کریمین کے بابا تھے' آپ کو بھی پتہ چل گیا ہو گا کہ سرکار میری خلافت کے بارے لکھوانا چاہتے ہیں' وہی دوڑ کر جاتے سامانِ کتابت لے آتے سرکار سے اپنے نام خلافت لکھوا لیتے' لیکن کمال ہے مولا علی بھی سامان لینے نہیں گئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد کسی نے مولا علی سے سوال کیا: حضور! جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصال سے چند دن پہلے صحابہ کو فرمایا تھا کہ جاؤ! کاغذ قلم دوات لے آؤ میں چند باتیں لکھوانا چاہتا ہوں' حضور! اُس وقت آپ کہاں تھے

مولا علی نے فرمایا: میں بھی اس مجمع میں موجود تھا بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے ہی حکم دیا تھا کہ علی جاؤ قلم دوات لے آؤ۔ ''عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال امرنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ایتہ بطبق یکتب فیہ ما لا تضل امتہ'' مولا علی فرماتے ہیں کہ سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے حکم دیا کہ علی جاؤ اور جا کر لکھنے کا سامان لے آؤ تا کہ میں چند باتیں لکھ کر دوں' میرے وصال کے بعد میری اُمت گمراہ نہ ہو جائے۔ ''فخشیت ان تفوتنی نفسہ'' حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں جان بوجھ کر کاغذ قلم دوات نہ لایا' کیوں؟ اس ڈر سے کہ میں سامانِ کتابت لینے جاؤں پیچھے سرکار کا وصال نہ ہو جائے'' قال قلت انی احفظ داعی'' میں نے عرض کی: آقا! کاغذ قلم لاتے لاتے بڑی دیر ہو جائے گی' آپ زبانی ارشاد فرما دیں میں یاد کر لوں گا۔ سرکار سن کر ناراض نہیں ہوئے بلکہ مولا علی کی بات سن کر فرمایا: تو علی سنو!'' قال اوصی بالصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم'' میرے وصال کے بعد نماز کا خیال رکھنا اور غلاموں سے اچھا سلوک کرنا۔ (مسند امام احمد ج ۲ ص ۸۴' عینی شرح بخاری ج ۱ ص ۶۳' تحفہ امامیہ ص ۱۴۳)

حضرات! اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ حضرت علی کو سرکار نے کاغذ قلم لانے کا حکم دیا تھا مگر مولا علی بھی نہیں لائے' اب لگاؤ فتویٰ مولا علی پر جو حضرت عمر پر لگاتے ہو۔ مولا علی نے کاغذ قلم نہ دے کر حضرت عمر کی بات پر مہر لگا دی کہ جو بھائی عمر فرما رہے ہیں صحیح فرما رہے ہیں۔ ایک شیعہ یہ بات سن کر کہنے لگا: مولوی صاحب! دراصل بات یہ ہے کہ مولا علی نے سامانِ کتابت لانا تو تھا مگر حضرت عمر سے ڈر گئے تھے' تو میں نے کہا: لو! کیوں مولا علی کی توہین کرتے ہو' اُدھر شیر خدا کہتے ہو' اُدھر حیدر کرار کہتے ہوں' اُدھر کہتے ہو مولا علی ڈر گئے' کچھ خدا عزوجل کا خوف کرو' کون علی جس کو جنگ کرتے ہوئے دیکھ کر فرشتے بھی پڑھتے تھے:

شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوتِ پروردگار
لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

صورت ڈوہاں دی لکھن وچہ اِک بھاویں
شیر کدی وی شیر نہیں ہو سکدا
روپ لکھ فقیری دے پیا دھارے
باغی شرع دا پیر نہیں ہو سکدا
ابو بکر عمر دا جو ویری
اُو کدی روشن ضمیر نہیں ہو سکدا
اُو دیوانیہ علی دا کوئی منکر
توبہ پیر فقیر نہیں ہو سکدا!

میں نے کہا: چلو! بقول تمہارے مولا علی ڈر گئے تھے' سرکار تو نہیں ڈرے تھے' آپ ہی سختی سے کسی صحابی کو حکم فرماتے کہ "جاؤ! کاغذ قلم دوات لے آؤ" میں نے ویرِ علی کی خلافت کا فیصلہ لکھنا ہے' وہ کہنے لگا: معاذ اللہ! سرکار بھی ڈر گئے تھے' میں نے کہا: ظالمو! نبی حق بات کہتے ہوئے ابولہب سے نہیں ڈرا' ابوجہل سے نہیں ڈرا' عرب کے سرداروں سے نہیں ڈرا' وہ نبی اپنے غلام اپنے اُمتی اپنے مرید سے ڈر سکتا ہے؟ میں نے کہا: بقول تمہارے وقتی طور پر مان لیتے ہیں (ایمان تو نہیں مانتا پر چور کو گھر تک پہنچانے کے تھوڑی دیر کے لیے مان لیتے ہیں) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس واقعہ کے پانچ دن بعد دنیا سے پردہ فرما گئے' ان پانچ دنوں میں کسی دن تنہائی میں بیٹھ کر حضرت علی کو بلا کر خلافت کی سند لکھ کر دے دیتے۔ حضرات لکھ کر دینا تو ایک طرف سرکار نے کبھی اشارۃً بھی نہیں فرمایا کہ علی میرے وصال کے بعد تم خلیفہ بنو گے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا تو وصال پاک سے تین دن پہلے ہفتہ کو مولا علی سرکار کے آستانے سے سرکار کی تیمارداری کر کے باہر تشریف لائے تو "فقال الناس یا ابا حسن کیف اصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" تو سرکار کے صحابہ نے مولا علی سے پوچھا: اے حسن کے ابا! سناؤ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزاج شریف کیسا ہے؟ ہمارے آقا

رات کیسے گزری ہے؟ ''فقال اصبح بحمد اللہ بارئًا '' مولا علی نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے رات ٹھیک گزری ہے اب پہلے سے آرام ہے۔ جب مولا علی نے صحابہ کرام کو یہ بات بتائی تو حضرت عباس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا نے مولا علی کا ہاتھ پکڑ لیا ایک کونے میں لے گئے اور فرمانے لگے: بیٹے علی! میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرۂ انور سے اندازہ لگا لیا ہے کہ سرکار تین دن کے بعد وصال فرما جائیں گے کیونکہ میرے خاندان کے کئی لوگ فوت ہوئے ہیں ان کا چہرہ فوت ہونے سے پہلے ایسا ہی ہوتا ہے جیسے سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرۂ انور ہے میں خاندانِ بنی عبد المطلب کے چہروں کو موت کے وقت اچھی طرح پہچانتا ہوں لہٰذا میرا مشورہ یہ ہے کہ ہم دونوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس چلتے ہیں'' اذھب بنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنسئلہ فیمن یکون الامر '' حضرت عباس نے فرمایا: علی آؤ! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں چلتے ہیں سرکار سے پوچھتے ہیں کہ آقا! آپ کے بعد مسلمانوں کا خلیفہ اور راہبر کون ہوگا؟ اگر کوئی ہمارے خاندان میں سے ہوا تو ہمیں پتہ چل جائے گا اگر خلیفہ ہمارے خاندان کے علاوہ کسی اور نے بننا ہے تو '' فاوصی بنا '' ہم سرکار کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں: آقا! اپنے نائب کو خلیفہ کو وصیت فرما جائیں کہ وہ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرے ہمیں وہی پروٹوکول اور عزت عطاء فرمائے جو آپ ہمیں عطاء فرماتے ہیں'' قال علیؓ انا واللہ لئن سألناھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم '' مولا علی نے حضرت عباس کی بات سن کر فرمایا: چچا! میں تو اس کام کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں نہیں جاتا۔ حضرت عباس نے فرمایا: بات کیا ہے؟ مولا علی نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! میں کبھی بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنے لیے خلافت نہیں مانگوں گا کیونکہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ '' فیمنعناھا '' اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں یا ہمارے خاندان کو خلافت عطاء نہ فرمائی تو '' لا یعطیناھا الناس ابدًا '' سرکار کے وصال کے بعد لوگ صحابہ کرام ہمیں خلافت نہیں

دیں گے، لوگ کہیں گے: جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ظاہری حیات میں خلافت نہیں دی تھی تو ہم ان کو اپنا خلیفہ کیوں بنائیں ''لا اسئالھا رسول اللّٰہ ابدًا '' اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کبھی خلافت کا سوال نہیں کروں گا۔ سبحان اللہ!

(بخاری شریف ج ۲ ص ۶۳۹۔ ص ۹۲۷، تفہیم البخاری ج ۶ ص ۱۷۵، ج ۹ ص ۵۳۹، سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۶۲۹، تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۳۹۷، معارج النبوت ج ۳ ص ۴۹۳)

حضرات پتہ چلا حضرت علی کو سرکار نے خلافت اوّل عطا نہیں فرمائی تھی، اگر مولا علی کو سرکار نے ظاہری زندگی میں کبھی خلافت دی ہوتی تو مولا علی، حضرت عباس کو یہ جواب نہ دیتے، بلکہ کہتے: چچا! چلو سرکار نے تو مجھے پہلے ہی خلیفہ بلا فصل بنایا ہوا ہے، اب مزید تسلی کر لیتے ہیں۔ یہ روایت اہل سنت کی کتابوں میں ہے، اب سنئے! شیعہ حضرات کیا کہتے ہیں، شیعہ حضرات کے بہت بڑے مجتہد علامہ محمد بن محمد نعمان ارشاد شیخ مفید میں، علامہ طبرسی اعلام الوری میں، علامہ سید مظہر حسین سہارنپوری تہذیب المتین میں لکھتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق صحابہ کرام نے قلم دوات پیش نہ کی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سارے صحابہ کو اپنے پاس سے اُٹھا دیا'' وبقی عنده العباس و الفضل بن عباس وعلی بن ابی طالب و اهل بیته خاصة'' سارے صحابہ اُٹھ کے چلے گئے، باقی حضرت عباس سرکار کے چچا، حضرت عباس کے بیٹے حضرت فصل مولا علی اور آپ کے گھر کے مخصوص لوگ باقی رہ گئے تو '' فقال له العباس یا رسول اللّٰه ان یکن هذا الامر فینا مستقرًا من بعدك فبشرنا '' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا حضرت عباس نے عرض کی: آقا! اگر آپ کے وصال کے بعد خلافت ہمارا حق ہے، خلافت ہمارے حصہ میں ہے تو ہمیں ابھی خوش خبری سنا دیجئے '' وان کنت تعلم انا نغلب علیه فاقض بنا '' اور اگر لوگ ہم پر غالب آ کر خلیفہ بن جائیں گے تو اس کی بھی وضاحت فرما دیجئے تاکہ آج اٹل فیصلہ ہو جائے

حضرات اب سنئے! شیعہ علماء نے کیا بات لکھی کہ "فقال انتم المستضعفون من بعدی" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: چچا! میری وفات کے بعد تمہیں کمزور کردیا جائے گا" "واصمت" یہ بات کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاموش ہوگئے' سرکار کی بات سن کر حضرت عباس' حضرت فضل مولا علی نے رونا شروع کردیا" "قد یئسوا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم" روتے روتے خلافت سے ناامید ہوکر آپ کے پاس سے اُٹھ کے کھڑے ہوگئے۔

(الارشاد للشیخ المفید ص ۹۹' اعلام الوری ص ۱۴۲' تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین ج ۱ ص ۲۳۶' تحفہ جعفریہ ج ۱ ص ۵۷' تحفہ جعفریہ ج ۳ ص ۳۴۳)

حضرات میں عرض کروں گا شیعہ حضرات سے' یار مر جانا ہے' قبر میں کسی نے کام نہیں آنا' ذرا توبہ کرو' تم کہتے ہو: حضرت عمر نے مولا علی کی خلافت نہ لکھنے دی' راستے میں رکاوٹ بن گئے۔ اب بتایئے! تمہاری جماعت کے چوٹی کے علماء کہہ رہے ہیں کہ جب سارے صحابہ اُٹھ کے چلے گئے' ماحول پُرسکون بن گیا تو اب حضرت عباس نے کھل کر پوچھا: آقا! آپ کے بعد خلافت ہماری ہے تو ہمیں خوش خبری سنا دیجئے! تو سرکار نے کتنے کھلے لفظوں میں فرمادیا کہ خلافت بلا فصل نہ تمہارے مقدر میں ہے اور تمہارے کمزور ہونے سے نہ تمہیں ملے گی۔ اب بھی اگر کوئی نہ سمجھے تو اس کی قسمت۔ حضرات ان تمام دلائل سے پتہ چلا کہ حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ بلافصل ہیں' پہلے خلیفہ ہیں اور مولا علی کو اللہ تعالیٰ نے چوتھے مقام پر خلافت کا تاج عطاء فرمایا' مولا علی کو بھی اپنے چوتھے خلیفہ ہونے پر ناز تھا۔ "قال امیر المؤمنین ومن لم یقل انی رابع الخلفآء فعلیہ لعنۃ اللہ" مولا علی فرمایا کرتے تھے: جو بندہ (شیعہ) مجھے چوتھا خلیفہ نہ سمجھے' اللہ تعالیٰ کی اس بندے (شیعہ) پر لعنت ہو۔ (مناقب علامہ ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۶۳' تحفہ جعفریہ ج ۱ ص ۱۹۴)

صدیق ہمارا رہبر ہے ہم رہبر کے گن گائیں گے
ان کی عظمت کی خوشبوئیں ہم عالم میں مہکائیں گے

وہ افضل اُمت ہیں بے شک وہ اوّل خلیفہ ہیں بے شک
ہم ان کی خلافت کا پرچم پوری دنیا پہ لہرائیں گے

حضرات سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ وہ خوش نصیب انسان ہیں جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلمہ پڑھا تو سب سے پہلے کلمہ پڑھنے میں اوّل اگر خلافت کا مسند نصیب ہوا تو خلافت اوّل اگر امامت کا منصب نصیب ہوا تو امامت اوّل اگر قبر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں جگہ نصیب ہوئی تو سب سے پہلے۔

ساری خالق کی رحمت سمیٹے ہوئے جس جگہ پر ہیں صدیق لیٹے ہوئے
اس محمد ﷺ کے حجرے پہ قربان میں رشک فردوس جنت کی کیا بات ہے
ان کی بیٹی نبی کا حرم جب بنی باپ ہو کر نہ بیٹی کہا تھا کبھی
اُن ادب کی اداؤں سے پوچھے کوئی احترامِ نبوت کی کیا بات ہے

امامت اوّل

حضرات اب پڑھئے! مسلم شریف دیکھئے' ترمذی شریف' حضرت سیدہ عائشہ فرماتی ہیں: جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیمار ہوئے تو ''جـــاء بـــلال یـؤذنـــه بـالصلوٰۃ'' حضرت بلال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نماز کے لیے بلانے کے لیے حاضر ہوئے تو سرکار نے فرمایا: بلال! میری طبیعت خراب ہے ''مـروا ابـا بـكـر فليصل بـالـنـاس'' ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ حضرات! جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صدیق اکبر کو اپنے مصلیٰ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا حکم دیا' اس وقت مسجد نبوی میں بیس ہزار صحابہ کرام موجود تھے' جن میں حضرت عمر' حضرت عثمان' مولا علی' حضرت زبیر' حضرت سعد' حضرت سعید' حضرت عبدالرحمٰن' حضرت ابوہریرہ' حضرت جابر' حضرت عباس رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے جلیل القدر صحابہ کرام موجود تھے۔ میرے آقا نے ان میں سے کسی کا نام نہیں لیا' کسی کو اپنا مصلیٰ پر کھڑے ہونے کا حکم نہیں دیا' اگر صحابہ کا امام بنایا ہے تو سیدنا صدیق اکبر کو بنایا ہے۔ شیعہ حضرات بڑے پریشان ہیں' کہتے ہیں

کہ ٹھیک ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی میں صدیق اکبر کو اپنے مصلے پر کھڑا کیا تھا مگر پھر بھی پہلے خلیفہ حضرت علی ہی ہیں' پوچھا جائے: دلیل کیا ہے؟ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' جس کا میں مولا ہوں حضرت علی اس کے مولا ہیں۔ حضرات بندہ ان عقل مندوں سے پوچھے کہ حضرت علی بیشک مولا ہیں' لیکن مولا کا معنی خلیفہ کہاں سے نکل آیا' مولا کا معنی خلیفہ نہیں بلکہ عربی لغت کا مطالعہ کر کے دیکھو' مولا کا معنی ہے: دوست' مولا کا معنی ہے: ناصر' مددگار' اللہ تعالیٰ نے مولا کی وضاحت خود قرآن پاک میں بیان فرمادی' اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے پ ۲۸' التحریم: ۴ میں ارشاد فرماتا ہے: ''فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ'' اللہ تعالیٰ اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کو فرما رہا ہے کہ ایمان والوں پریشان نہ ہوا کرو' تمہارا مولا اللہ تعالیٰ بھی ہے جبریل علیہ السلام بھی اور اللہ تعالیٰ کے ولی بھی۔ اس آیت میں وہی مولا ہے جو من کنت مولا میں مولا ہے' اگر مولا کا معنی خلیفہ کرو تو کیا اللہ تعالیٰ اور جبریل علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے ولی ایمان والوں کے خلیفہ ہیں؟ نہیں! بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایمان والو! پریشان نہ ہو اللہ تعالیٰ بھی تمہارا مددگار ہے' جبریل علیہ السلام بھی اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے بھی۔ حضرات اس قرآن کی آیت سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ بھی مددگار ہے' اس کی عطاء سے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے بھی مدد فرما سکتے ہیں' اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہ ہوتا تو کبھی اللہ تعالیٰ قرآن میں وضاحت کے ساتھ اپنی مدد کے ساتھ ساتھ اپنے محبوب بندوں کی مدد کا اعلان نہ فرماتا' اسی لیے سنی کہتے ہیں: یا اللہ مدد ہمارا ایمان' یا رسول اللہ ہماری پہچان' یا علی مدد ہماری آن' یا غوث مدد ہمارا نشان' عارفوں کے سلطان اسی بات کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

سُن فریاد پیراں دیا پیرا تے میری عرض سنی کن دھر کے ھو
بیڑا میرا اڑیا اُدھ وِچکارے جتھے مچھ نہ بہندے ڈر کے ھو

محبوب سبحانی قطب ربانی میری خبر لیوئے جھٹ کر کے ھو
پیر جناندے حضرت میراں باھو اُو کدھی لگدے تر کے ھو

حضرات پتہ چلا مولا علی پہلے خلیفہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطاء سے ایمان والوں کے دوست اور ناصر ہیں' حضرات یہ میرے نبی کی موج ہے' جسے جو چاہیں عطاء فرما دیں' سرکار نے حضرت علی کو مولا کی پگڑی عطاء فرما دی۔ عائشہ کے باپ کو اوّل خلافت اور اوّل امامت کا تاج عطاء فرما دیا۔ علامہ طبری الریاض النضرہ میں لکھتے ہیں کہ جب سرکار نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ بلال جاؤ اور ابوبکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے تو اس وقت مولا علی بھی سرکار کی بارگاہ میں حاضر تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: علی! عرض کی: جی میرے آقا! فرمایا: میں جب سخت بیمار ہوا' جماعت کرانے کی ہمت نہ رہی تو میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے خالق کائنات! میں تو جماعت کرانے مسجد میں نہیں جا سکتا' اگر تیرا حکم ہو تو میں اپنی موجودگی میں اپنے بھائی علی کو اپنے مصلیٰ امامت پر نہ کھڑا کر دوں؟ خالق کائنات نے فرمایا: سجناں! تیرے ویر علی کی بڑی شان ہے' بڑی عظمت کا مالک ہے' میں نے علی کو بڑے کمالات عطاء فرمائے ہیں' مگر سجناں امامت کا مصلیٰ علی کو نہیں دینا صدیق کو عطاء کرنا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: علی! میں نے تین مرتبہ اللہ تعالیٰ سے تیرے لیے مصلیٰ مانگا' اللہ تعالیٰ نے تینوں مرتبہ فرمایا: محبوب! خلافت اوّل امامت اوّل علی کا حق نہیں' تیرے یارِ غار صدیق کا حق ہے۔ سبحان اللہ!

(الریاض النضرہ ج۱ص ۲۱۷' الریاض النضرہ مترجم ج۱ص ۳۷۳)

قربان جاؤں صدیق تیری امامت پر کسی کو امام محلے والوں نے بنایا' کسی کو انجمن والوں نے بنایا' کسی کو پنڈ کے چودھری نے بنایا' کسی کو محکمہ اوقاف نے بنایا' پر تجھے عرشوں کے مالک نے امام بنایا۔ حضرات جب مولا علی کو سرکار نے اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا تو مولا علی ناراض نہیں ہوئے' بُرا نہیں منایا' غصہ نہیں کیا۔ کیونکہ میرے آقا کے سارے صحابہ نفس کے بندے نہیں تھے' اللہ تعالیٰ کے بندے تھے' اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی رہنے والے

تھے' پھر غصہ کیوں کرتے' مولا علی سرکار کا فرمان سن کر مسکرا پڑے' ید اللہ کے گورے گورے ہاتھ چوم کر عرض کی: آقا! کوئی بات نہیں ہم تو اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی ہیں' اگر وہ صدیق کو امام بنا کر عرش پر خوش ہے تو علی صدیق کی امامت پر فرش پر خوش ہے۔

نبی جنہاں نوں یار بناوے اساں اُوہناں نوں مار نہیں کہناں
حق نوں اَساں نہیں باطل کہناں اَساں نور نوں نار نہیں کہناں
دن نوں رات اسیں کیوں کہیئے اَساں پھل نور خار نہیں کہناں
صائم جو صدیق دا دشمن اُونہوں علی دا یار نہیں کہناں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد ایک دن ایک آدمی نے مولا علی سے کہا: یا علی! بات سمجھ میں نہیں آتی' حسنین کے بابے نے فرمایا: کون سی؟ عرض کی: آپ کے ہوتے ہوئے صدیق مصلے کا وارث بن کیسے گیا؟ حالانکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائی آپ' دامادِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ' خاتونِ جنت جیسی خاتون کے شوہر آپ' حسنین کریمین جنتی نوجوانوں کے سردار کے بابا آپ' شیر خدا عزوجل آپ' ولیوں کے سلطان آپ' خلیفہ اوّل اور امام اوّل صدیق اکبر؟ مولا علی یہ بات سن کر مسکرا پڑے اور آپ نے اس سوالی کو بڑا پیارا جواب دیا' فرمایا: بھائی سنو! تم ٹھیک کہتے ہو' علی اپنے نفس کا بندہ نہیں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے' اپنے نفس کا غلام نہیں' اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غلام ہے' جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوبکر کو ہمارا امام بنایا تو میں سرکار کے پاس موجود تھا غائب نہیں تھا۔ ''**قال علی قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابا بکر یصلی بالناس وقد رأی مکانی وما کنت غائبًا ولا مریضًا**'' مولا علی نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا مصلیٰ صدیق اکبر کو عطاء فرمایا تو میں سرکار کے دربار میں موجود تھا نہ میں غائب تھا نہ میں بیمار تھا کہ سرکار نے اس مجبوری کی وجہ سے مجھے اپنا مصلیٰ نہ عطاء فرمایا ہو' نہ ایسی کوئی بات نہیں تھی'' **ولو اراد ان یقدمنی لقدمنی** '' اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب علیہ الصلوٰۃ

والسلام کو میری امامت اوّل منظور ہوتی تو سرکار میرے ہوتے ہوئے کبھی صدیق اکبر کو اپنا مصلیٰ عطاء فرما کے امامت اوّل کا تاج نہ عطاء فرماتے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد پہلا خلیفہ اور پہلا امام صدیق اکبر بنے' اس لیے سرکار نے اپنی ظاہری حیات میں صدیق اکبر کو اپنا مصلیٰ عطاء فرما دیا' ''فرضینا لدنیانا من رضیہ رسول اللہ لدیننا'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صدیق اکبر کو ہمارے لیے دینی معاملات میں پسند فرما کے اپنا مصلیٰ عطاء فرما دیا' ہم نے اپنی دنیا کے لیے صدیق اکبر کو پسند کر کے اپنا خلیفہ اور اپنا امیر تسلیم کر لیا۔ سبحان اللہ!

(الریاض النضرہ ج ۱ص ۲۱۸' الریاض النضرہ مترجم ج ۱ص ۲۷۴)

مصطفیٰ ﷺ کے صحابہ سبھی محترم یارِ غار نبی تیری کیا بات ہے
تو نے سب کچھ لٹایا راہِ مصطفیٰ' غمگسار نبی تیری کیا بات ہے
جیسے نبیوں میں اعلیٰ میرے مصطفیٰ ہیں صحابہ میں اونچا تیرا مرتبہ
تو تو مولا علی کا بھی ہے پیشوا رازدارِ نبی تیری کیا بات ہے

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عائشہ کو فرمایا: عائشہ! عرض کی: جی میرے آقا! فرمایا: بلال کو میری طرف سے یہ پیغام دے دو کہ وہ ابوبکر کو کہیں کہ صحابہ کو جماعت کرا دیں۔ سیدہ عائشہ نے عرض کی: میرے آقا! آپ کا حکم ہمارے سر اور آنکھوں پر' لیکن گزارش یہ ہے کہ اگر مہربانی فرما دیں تو جماعت کرانے کی ڈیوٹی کسی اور کی لگا دیں' سرکار نے فرمایا: وہ کیوں؟ سیدہ عائشہ نے عرض کی: آقا! میرے ابو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے خوف اور یاد میں روتے رہتے ہیں' اگر آپ تشریف نہ لے گئے تو وہ آپ کا خالی مصلیٰ دیکھ کر زیادہ بے قرار اور پریشان ہو جائیں گے اور ہو سکتا ہے آپ کی محبت میں گم ہو کر رونا شروع کر دیں اور وہ نماز بھی نہ پڑھا سکیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدہ عائشہ کی بات سنی تو فرمایا: عائشہ! تمہیں پتہ ہے میں عام انسان نہیں ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں' میرا جو بھی فیصلہ ہوتا ہے وہ

ذاتی نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوتا ہے' عائشہ یہ میں نہیں بول رہا بلکہ میری زبان پر اللہ تعالیٰ بول رہا ہے اور اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: سبحان! اپنے یارِ غار صدیق اکبر کو کہو کہ آپ کے مصلے پر کھڑے ہو کر جماعت کرائے'' **عن عائشة قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا ینبغی لقوم فیهم ابو بکر ان یؤمهم غیره** ''حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ تاجدارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: عائشہ! جن لوگوں میں ابوبکر جیسا عالم فاضل عابد زاہد متقی عاشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا انسان ہو اُن لوگوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ ابوبکر جیسے انسان کو چھوڑ کر کسی اور انسان کو مصلیٰ امامت پر کھڑا کر دیں۔ (ترمذی شریف' مشکوٰۃ شریف' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۳۵۴)

حضرات شریعت کا یہ قانون ہے کہ اگر جماعت کا ٹائم ہو جائے اور امام معین نہ ہو تو سرکار فرماتے ہیں کہ امام اس کو بنایا جائے گا جو سب سے بڑا عالم ہو' اللہ تعالیٰ کی کتاب سمجھنے والا ہو' شیخ القرآن ہو' اگر علم میں سارے برابر ہوں تو امام اس کو بنایا جائے گا جو حدیث پاک کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پاک کو سب سے زیادہ جاننے والا ہو' اگر سنت کے جاننے میں بھی سب برابر ہوں تو امام وہ بنے گا جو عمر کے لحاظ سے بڑا ہو' اگر عمر کے لحاظ سے بھی سارے برابر ہوں تو امام وہ بنے گا جو اسلام لانے میں سب سے زیادہ مقدم ہوگا۔ (تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۲۱۲)

امامت میں سب سے پہلے جو اعلیٰ وصف ہے وہ علم کا ہے' جو سب سے بڑا عالم ہوگا امامت اسی کا حق ہے۔ دیکھئے معراج کی رات سارے نبی سارے رسول علیہم السلام تشریف فرما تھے' مسجد اقصیٰ شریف کا صحن ہے' حضرت آدم علیہ السلام بھی موجود ہیں' حضرت نوح بھی' حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی موجود ہیں' حضرت اسماعیل بھی حضرت یعقوب علیہ السلام بھی موجود ہیں' حضرت یوسف بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی موجود ہیں' حضرت ہارون بھی حضرت یوشع علیہ السلام بھی موجود ہیں' حضرت زکریا بھی حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی موجود ہیں' حضرت عیسیٰ علیہم السلام بھی۔ حضرت جبریل علیہ السلام

نے اذان دی' جب اذان ختم ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے تیرے اور میرے نبی کے مقدس ہاتھ پکڑ کر مصلی امامت پر کھڑا کر کے عرض کی: سوہنیا! سارے نبیوں کو جماعت کرائیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: میرے یار کے ہوتے ہوئے کوئی اور نبی جماعت نہیں کرا سکتا۔ سرکار نے فرمایا: جبریل وجہ کیا ہے؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: آقا! اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات میں آپ سے بڑا عالم بڑی شان والا بڑی عظمت والا کوئی اور بنایا ہی نہیں۔ عشق رسالت کے پیکر تاجدار بریلی سرکار کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں کہ

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی
خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی سے نکلا ہمارا نبی
غم زدوں کو رضا مژدہ دیجئے کہ ہے
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی ﷺ

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں: "**قالت فصلّٰی بھم ابو بکر تلک الایام**" سرکار کی بیماری کے دنوں میں حضرت ابوبکر صحابہ کو جماعت کراتے رہے' جماعت کراتے کیسے رہے؟ ایسے کراتے رہے جیسے نبیوں کا سلطان جماعت کراتا تھا' جیسے آمنہ کا لال نماز پڑھاتا تھا۔ حضرات نماز وہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اور منظور ہے جو سرکار کے طریقے اور سنت پر چل کر پڑھی جائے' اگر کوئی بندہ سرکار کی سنت کو اور طریقہ کو چھوڑ کر نماز پڑھے تو وہ عبادت نہیں بلکہ اس کی ٹکریں ہوں گی' وقت کا ضیاع ہوگا' اسی لیے سرکار نے فرمایا: "**صلوا کما رایتمونی اصلی**" (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۶۲) میرے صحابہ جس

طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھا کرو ویسے ہی تم بھی نماز پڑھا کرو۔ حضرات جیسے اللہ تعالیٰ کا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھتا تھا ویسے کوئی کائنات کا انسان نہ پڑھ سکا ہے اور نہ ہی قیامت تک کوئی پڑھ سکے گا' کیونکہ سرکار کا قیام محبوبانہ ہوتا تھا ہمارا قیام محبانہ ہے' سرکار کا سجدہ محبوبانہ ہوتا تھا ہمارا سجدہ محبانہ ہوتا ہے' سرکار جب نماز پڑھتے تھے تو اللہ تعالیٰ یار کو محب بن کر دیکھتا تھا' جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو ہم محبّ بن کر اس کی بارگاہ میں نماز پڑھتے ہیں' پوری کائنات کی نمازیں ایک طرف' حسین کے نانے کا صرف ایک سجدہ ایک طرف' پھر بھی سرکار کے ایک سجدے کا مقابلہ نہیں کر سکتے' اسی لیے سرکار نے فرمایا: ''صلوا کما رایتمونی '' یہ نہیں فرمایا: ''صلوا کما اصلی '' جیسے میں نماز پڑھتا ہوں ویسے تم بھی پڑھو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لوگو! تم میری نماز کی حقیقت کی طرح حقیقی نمازیں نہیں پڑھ سکتے' صرف میری نقل کر سکتے ہو' لہٰذا جیسے میں تمہیں نماز پڑھتے ہوئے نظر آؤں' تم بھی میری نقل کرتے ہوئے نمازیں پڑھو' اللہ تعالیٰ میری نقل کے صدقے تمہیں بھی اصل نماز کا ثواب عطاء فرماتا رہے گا۔ اب سرکار نماز پڑھتے کیسے تھے؟

سرکار کی نماز

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر رفع یدیہ '' جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز شروع کرتے وقت تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ اُٹھاتے تو ''حتی نری ابھامیہ قریبًا من اذنیہ '' تو ہم دیکھتے تھے کہ آپ کے دونوں انگوٹھے کانوں کے قریب ہوتے۔ (مسند امام احمد ج ۴ ص ۳۰۳' طحاوی شریف ج ۱ ص ۱۳۵' دار قطنی ج ۱ ص ۲۹۴)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے خادم صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبر فحاذی ابھامیہ اذنیہ ثم رکع '' حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنی نگاہوں

سے دیکھا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز شروع کرنے کے لیے تکبیر تحریمہ کہی تو اپنے دونوں انگوٹھے کانوں کے برابر لے گئے۔

(مستدرک شریف ج ۱ ص ۲۲۶، دار قطنی ج ۱ ص ۳۴۵، بیہقی شریف ج ۲ ص ۹۹)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ابصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قام الی الصلوٰۃ" انہوں نے دیکھا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو "رفع یدیہ حتی کانتا لجیال منکبیہ وحاذی بابھامیہ اذنیہ ثم کبر" آپ نے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اُٹھایا اور انگوٹھے کانوں کے برابر کیے، پھر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع فرمائی۔

(ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۱۰۵، نسائی شریف ج ۱ ص ۱۰۲)

حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا وائل بن حجر اذا صلیت فاجعل یدیك حذاء اذنیك" حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے فرمایا: اے وائل بن حجر! جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ" "والمرأۃ تجعل یدیھا حذاء ثدییھا" اور عورت اپنے ہاتھ پستانوں تک اٹھائے۔ (معجم طبرانی کبیر ج ۲۲ ص ۱۸، حدیث اور اہل حدیث ص ۲۷۰-۲۷۵، نماز حبیب کبریا ص ۷۴-۸۰، جاء الحق ج ۲ ص ۱۰)

حضرات ان احادیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ مردوں کے لیے سنت طریقہ یہ ہے کہ وہ جب نماز شروع کریں تو ہاتھوں کے دونوں انگوٹھے کانوں کی لَو تک لے جائیں یہ تو سرکار کا طریقہ ہے، مگر وہابی نام نہاد اہل حدیث کیا کہتے ہیں، سنئے! مولوی خالد گرجاکھی وہابی اپنی کتاب صلاۃ النبی ص ۵۲ پر لکھتا ہے کہ نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اُٹھایئے۔ مولوی امام خان نوشہروی وہابی اپنی کتاب اہل حدیث کے دس مسئلے ص ۲۸ پر لکھتا ہے کہ تکبیر کے وقت دونوں ہاتھ کندھوں تک یا ذرا اوپر اُٹھانا۔ (حدیث اور اہل حدیث ص ۲۷۵)

نام کیا رکھا ہوا ہے اہل حدیث اور کام جاہلوں والے۔ حضرات جب بندہ تکبیر کہہ کے ہاتھ کانوں تک لے جائے تو پھر باندھے کہاں؟ تو سنئے! حضرت علی کون علی جو باب مدینۃ العلم ہیں، جو آغوشِ نبوت کے پروردہ ہیں، جو سرکار کے پیچھے مکہ شریف سے مدینہ شریف تک ہمیشہ باجماعت نماز ادا کرتے رہے، وہ فرماتے ہیں کہ ''ان علیًا رضی اللہ عنہ قال السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ ''مولا علی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھا جائے۔ (ابوداؤد شریف ج ا ص ۲۷۴، بیہقی شریف ج ۲ ص ۳۱، مسند احمد ج ا ص ۱۱۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۹۱، دار قطنی ج ا ص ۲۸۶)

حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں: ''رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علیٰ شمالہ تحت السرۃ '' کہ میں نے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۹۰)

حضرات ان احادیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ جب بندہ نماز شروع کرے تو دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ ناف کے نیچے باندھے اور دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے، لیکن وہابی نام نہاد اہل حدیث کیا کہتے ہیں؟ یونس دہلوی وہابی دستور المتقی ص ۹۷ پر لکھتا ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے پہونچے پر رکھ کر سینہ پر ہاتھ باندھے۔ یہی بات نواب وحید الزمان نے نزل الابرار ج ا ص ۷۳ پر اور مولوی خالد گرجاکھی نے صلاۃ النبی ص ۱۵۷ پر لکھی۔ وہابیوں کا ایک مولوی ہے حکیم فیض عالم، اس نے اہل سنت حنفی مسلک کا مذاق اُڑاتے ہوئے اپنی کتاب اختلاف اُمت کا المیہ ص ۷۸ پر لکھا کہ خلیفہ بنی عباس میں سے ہارورن رشید خلیفہ کا دور تھا، وہ سینہ پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھتا تھا، دورانِ نماز اس کی شلوار کا ازار بند ٹوٹ گیا، اس نے سینے سے ہاتھ چھوڑ کر ازار بند پکڑ لیا، جب خلیفہ نماز سے فارغ ہوا تو لوگ بڑے حیران ہوئے کہ خلیفہ نے

بجائے سینہ پر ہاتھ باندھنے کے ناف کے نیچے ہاتھ رکھے ہیں' نماز ہوئی کہ نہ؟ امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد قاضی ابویوسف نے فتویٰ دیا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا صحیح ہے۔ حضرات کتنی بددیانتی کی ہے وہابی مولوی نے جو کام سرکار کی سنت ہے' اس نے کتنی بے حیائی کے ساتھ امام ابویوسف اور ہارون رشید کی طرف منسوب کر دیا۔

(حدیث اور اہل حدیث ص ۲۷۹۔۲۸۰' نماز حبیب کبریا ص ۹۴)

حضرات جب انسان نماز شروع کرے' اگر اکیلا نماز پڑھے تو تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد ہاتھ ناف کے نیچے باندھے' دایاں ہاتھ اوپر ہو' بایاں ہاتھ نیچے ہو' پھر ثناء پڑھے' ثنا کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھ کر کوئی چھوٹی سورت پڑھ لے یا تین چھوٹی آیتیں کم از کم پڑھے اگر نمازی کسی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو قیام کی حالت میں امام کے پیچھے جب کھڑا ہو تو نہ فاتحہ پڑھے نہ کوئی سورت پڑھے' کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے پ ۹' الاعراف: ۲۰۴ میں ارشاد فرماتا ہے: ''وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ'' اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔ حضرت مجاہد تابعی فرماتے ہیں: ''قرء رجل من الانصار خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فی الصلوٰۃ واذا قری القرآن'' انصار صحابہ میں سے کسی انصاری صحابی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نماز میں قرآن پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ''واذا قری القرآن'' نازل فرمائی کہ میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں جب نماز میں قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (سنن حمیدی' سنن ابی حاتم' بیہقی شریف' روح المعانی' نماز حبیب کبریا ص ۱۷۹)

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا یعنی فی الصلوٰۃ المفروضۃ'' کہ یہ آیت کریمہ فرض نماز کے بارے نازل ہوئی ہے۔

(کتاب القراۃ للبیہقی ص ۸۷۔۸۸' حدیث اور اہل حدیث ص ...)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے "فاذا کبر فکبروا" جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو "واذا قرء فانصتوا" جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷، نسائی شریف ج ۱ ص ۱۰۷، طحاوی شریف مترجم ج ۱ ص ۴۴۶، ابن ماجہ شریف مترجم ج ۱ ص ۲۵۵، ابن ماجہ شریف عربی ج ۱ ص ۶۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبنا بین لنا سنتنا وعلمنا صلوٰتنا" ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں خطاب فرمایا، خطاب کے بعد ہمیں نماز کا طریقہ بیان فرمایا، ہمیں نماز پڑھنے کی تعلیم عطاء فرمائی کہ نماز کیسے پڑھی جائے، نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا: جب تم نماز پڑھنے لگو تو "اقیموا صفوفکم" پہلے اپنی صفیں سیدھی کرو، "ثم لیؤمکم احدکم" پھر تم میں سے جو زیادہ بہتر ہو وہ امام بن جائے "فاذا کبر فکبروا" جب تمہارا امام تکبیر تحریمہ کہے تو تم بھی تکبیر کہو، "فاذا قرء فانصتوا" جب وہ قیام کی حالت میں قراءت کرے، قرآن مجید کی تلاوت کرے، سرکار نے مطلقاً فرمایا: جب وہ قراءت کرے، چاہے دل میں کرے، چاہے بلند آواز سے کرے، تم خاموش رہو۔

(مسلم شریف ج ۱ ص ۱۷۴، مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۵، صحیح ابن عوانہ ج ۲ ص ۱۳۳، ابن ماجہ ص ۶۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "قال من کان له امام فقرأة الامام له قرآة" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جس آدمی نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔

(ابن ماجہ شریف ص ۶۱، بیہقی شریف ج ۲ ص ۵۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷، موطا امام محمد ص ۹۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "قال من صلّٰی رکعةً فلم یقرأ فیها القرآن فلم یصل الا وراء الامام" کہ سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب مسلمان نے نماز کی کوئی رکعت پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو اس بندے

کی نماز نہیں ہوگی' ہاں! اگر وہ بندہ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوگا تو پھر ہو جائے گی۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۲۰' طحاوی شریف ج ۱ ص ۱۴۹' طحاوی شریف مترجم ج ۱ ص ۴۴۸' دار قطنی ج ۱ ص ۳۲۷)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا اقرأ خلف الامام" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے ارشاد فرمایا: بلال! جب تم امام کے پیچھے نماز پڑھو تو قراءت نہ کرو۔ (کتاب القرأۃ للبیہقی ص ۱۷۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "قال تکفیك قرأة الامام خافت او جهر" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے ابن عباس! تجھے امام کی قراءت کافی ہے' چاہے امام آہستہ دل میں قراءت کرے یا بلند آواز سے تلاوت کرے۔

(دار قطنی ج ۱ ص ۳۳۱)

حضرات ان تمام احادیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ اگر بندہ اکیلا نماز پڑھے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ فاتحہ بھی پڑھے اور کوئی چھوٹی سورت یا چھوٹی تین آیات بھی پڑھے' اگر بندہ نماز امام کے پیچھے ادا کر رہا ہے تو ساری تسبیحات پڑھے گا مگر قیام کی حالت میں خاموش رہے گا' نہ فاتحہ پڑھے نہ اور کوئی قرآن کی آیات پڑھے کیونکہ امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے' اگر مقتدی پڑھے گا تو گناہ گار ہوگا کیونکہ اس نے قرآن اور صحیح حدیث پاک کی مخالفت کی ہے۔ اب آیئے سنیئے! وہابی اور نام نہاد اہل حدیث کیا کہتے ہیں! وہابیوں کا بہت بڑا عالم میاں نذیر حسین کے بھتیجے مولوی عبدالحفیظ فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳۹۸ پر لکھتے ہیں' اسی طرح تھوڑے سے فرق سے نواب نورالحسن خان عرف الجادی ص ۲۶' نواب وحید الزمان نزل الابرار ج ۱ ص ۷۵' مولوی ثناء اللہ فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۵۳ میں لکھتے ہیں کہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنا فرض ہے' بغیر فاتحہ پڑھے ہوئے نماز نہیں ہوگی۔ یہی بات ملتی جلتی تمام وہابیوں نے لکھی۔

(حدیث اور اہل حدیث ص ۳۵۰۔۵۱)

حضرات توجہ کیجئے! وہابیوں کی ہٹ دھرمی' کہتے ہیں کہ جو بندہ امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے نماز ہی نہیں ہوتی۔ قرآن کہتا ہے: قرآن خاموشی سے سنو' حدیث کہتی ہے: امام کے پیچھے خاموش کھڑے رہو' مگر نام نہاد اہل حدیث کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے ضرور پڑھو۔ بتایئے! اب بات کس کی مانیں' اللہ تعالیٰ کی اور پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یا ان بناوٹی اہل حدیثوں کی؟ حضرات امام کے پیچھے قراءت نہیں کرنی چاہیے' ہاں جب امام **غیر المغضوب علیهم ولا الضالین** پڑھے تو مقتدیوں کو دل میں آمین پڑھنی چاہیے۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دن ہمیں نماز پڑھائی: ''**ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرء غیر المغضوب علیهم ولا الضالین** '' جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو ''**فقال آمین خفض بها صوته**'' آپ نے آمین پر اپنی آواز کو آہستہ فرمالیا۔ (ترمذی شریف ج ا ص ۵۸' ترمذی شریف مترجم ج ا ص ۱۸۸' مسند احمد ج ۴ ص ۳۱۶' دارقطنی ج ا ص ۳۳۴' مستدرک حاکم ج ۲ ص ۲۳۲' بیہقی شریف ج ۲ ص ۵۷)

سرکار کے صحابی کیا فرماتے ہیں؟ سرکار نے آمین آہستہ کہا اور وہابیوں کی مسجد میں تماشہ دیکھا کرو' جب امام ولا الضالین کہتا ہے تو نمازی اتنی اونچی آمین کہتا ہے کہ محلے والے بھی ڈر جاتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ کہے تو تم آمین کہو' کیونکہ فرشتے بھی امام کے ولا الضالین پر آمین کہتے ہیں۔ امام بھی آمین کہتا ہے۔ ''**فانه من وافق تامینه تامین الملائكة**'' جس بندے کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل جائے موافق ہو جائے ''**غفر له ما تقدم من ذنبه**'' اللہ تعالیٰ اس موافقت کے صدقے اس کے پچھلے سارے گناہ معاف فرمادیتا ہے۔

(مسلم شریف ج ا ص ۱۷۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳' نسائی شریف ج ا ص ۱۰۷' دارمی شریف ج ا ص ۲۲۸' صحیح ابن خزیمہ ج ا ص ۲۸۹' ترمذی شریف ج ا ص ۵۸)

حضرات، ان احادیث پاک سے پتہ چلا کہ آمین چلا کر نہ پڑھیں بلکہ آہستہ پڑھیں، یہ حسین کے نانے کی بھی سنت ہے اور فرشتوں کی بھی اور گناہ کی بخشش کا ذریعہ بھی۔ مگر وہابی نام نہاد اہل حدیث کیا کہتے ہیں؟ وہابی مولوی یونس دہلوی لکھتا ہے کہ مغرب عشاء صبح کی نماز میں جب امام اور مقتدی سورۂ فاتح ختم کریں تو پہلے امام پھر مقتدی پکار کر آمین کہے۔ (دستور المتقی ص ۱۱۱) مفتی عبدالستار وہابی کہتا ہے: اونچی آمین سے چڑ اور کہنے والے سے جو حسد رکھے وہ یقیناً یہودی ہے۔ (فتاویٰ آمین بالجہر ص ۳۴) مولوی خالد گرجاکھی اثبات آمین بالجہر ص ۱۳ میں لکھتا ہے: اے منکرین! آمین اور آمین بالجہر سے روکنے والو سوچو کہ تم کس قدر بے نصیب اور نامراد ہو، پھر کہتا ہے: یہودی آمین بالجہر سے جلتے تھے، حنفی بھی جلتے ہیں۔ (حدیث اور اہل حدیث ص ۳۸۶۔۳۸۸)

حضرات جب بندہ نماز شروع کرے تو صرف پہلی مرتبہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرے، پھر ساری نماز میں رفع یدین یعنی دونوں ہاتھوں کو نہ اُٹھائے، یہی سنت طریقہ ہے۔ اگر کوئی وہابی رفع یدین والی حدیث دکھائے تو اس سے مطالبہ کرو کہ ہمیں کوئی ایسی حدیث صحیح دکھا دو جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ رفع یدین کیا ہو، میں دعویٰ سے عرض کرتا ہوں کہ وہابی زہر کا پیالہ پی سکتا ہے، کوئی ایسی حدیث نہیں دکھا سکتا جو بھی رفع یدین کی حدیثیں کتابوں میں موجود ہیں وہ سب منسوخ ہیں، یعنی پہلے رفع یدین جائز تھا، پھر سرکار نے منع فرما دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف کے کئی سال بعد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، کون عبداللہ بن مسعود؟ جن کو میرے آقا نے فرمایا تھا: عبداللہ میری اہل بیت کا ایک فرد ہے، جن کو میرے آقا نے فرمایا تھا: لوگو! عبداللہ علم کا خزانہ اور علم کا گھر ہے، اتنی شان والا صحابی ایک دن تابعین کی جماعت میں تشریف فرما ہے، حضرت عبداللہ نے تابعین کی جماعت سے فرمایا: ''الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ نے فرمایا: لوگو! میں تمہیں حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی نماز جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ جیسے سرکار کا طریقہ تھا' نماز پڑھنے کا وہی طریقہ نہ بتاؤں؟ لوگوں نے کہا: حضور! ضرور لجپالی فرماؤ! حضرت علقمہ فرماتے ہیں: ''**فصلّٰی فلم یرفع یدیه الا فی اوّل مرةٍ** ''حضرت عبداللہ بن مسعود نے نماز پڑھی' ساری نماز میں ایک مرتبہ شروع نماز میں رفع یدین یعنی ہاتھ اُٹھائے' اس کے علاوہ پوری نماز میں ہاتھ نہیں اُٹھائے' نہ رکوع میں جاتے وقت نہ ہی رکوع سے اُٹھتے وقت' نہ کسی رکعت میں جاتے وقت' نہ ہی دو سجدوں کے درمیان غرضیکہ کسی وقت بھی ہاتھ نہیں اُٹھائے۔ (ترمذی شریف ج۱ص۵۹' نسائی شریف ج۱ص۱۱۷' ابوداؤد شریف ج۱ص۱۱۶' مسند احمد ج۱ص۳۸۸۔۴۲۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۳۶' بیہقی شریف ج۲ص۷۸)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے پیارے صحابی حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''**ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه وسلم کان اذا افتتح الصلٰوۃ رفع یدیه الٰی قریب من اذنیه ثم لا یعود** ''میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نماز پڑھتے دیکھا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھ کانوں کے قریب تک اُٹھاتے''**ثم لا یعود** ''پھر ساری نماز میں رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔ (ابوداؤد شریف ج۱ص۱۱۶' المدونۃ الکبریٰ ج۱ص۶۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۳۶' مسند ابی یعلیٰ ج۳ص۲۴۸' طحاوی شریف ج۱ص۱۵۳)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہے تھے سنتیں یا نفل''**خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم** ''تو سرکار اپنے حجرہ پاک سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے' سرکار نے ہمیں دیکھا کہ ہم نماز میں رفع یدین کر رہے ہیں' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ ہماری ادا ہمارا طریقہ پسند نہ آیا' آمنہ کے لال نے ہمیں دیکھ کر فرمایا:''**فقال ما لی اراکم** ''میرے صحابہ کیا بات ہے میں تمہیں دیکھ رہا ہوں''**رافعی ایدکم** ''تم لوگ نماز میں ایسے رفع یدین کر رہے ہو' ''**کانھا اذناب خیل شمس** ''جیسے قبیلہ شمس کے بِدکے ہوئے گھوڑے دُمیں ہلاتے

ہیں ''اسکنوا فی الصلوٰۃ'' خبردار! آئندہ یہ کام نہ کرنا اور نماز سکون کے ساتھ پڑھا کرو۔ (مسلم شریف ج ۱ص ۱۸۱' شرح مسلم ج ۱ص ۱۲۲۸' نسائی شریف ج ۱ص ۱۳۲)

حضرات وہابی نام نہاد اہل حدیث حضرات کے سامنے یہ حدیث پیش کی جائے تو وہ دھوکہ دینے کے لیے کہتے ہیں کہ صحابہ کرام سلام پھیرنے کے بعد ایک دوسرے کو ہاتھ کے اشاروں سے سلام کرتے تھے' سرکار نے اس سے منع فرمایا۔ حضرات یہ بات غلط ہے کیونکہ وہ الگ واقعہ ہے' یہ الگ واقعہ ہے۔ وہ نماز سے خارج ہونے کے بعد کا ہے' یہ نماز کے اندر کا واقعہ ہے۔ وہابی سیدھے سادے عوام کو دھوکہ دینے کے لیے بخاری شریف اور مسلم شریف کی ترجمہ کی ہوئی یہ حدیث بڑے شوق سے دکھاتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز پڑھتے تو دونوں ہاتھ کندھوں تک اُٹھاتے' پھر اللہ اکبر کہہ کے ہاتھ باندھ لیتے' رکوع میں جانے سے پہلے رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد رفع یدین کرتے' سجدے سے سر اُٹھا کر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ حضرات حدیث بالکل صحیح ہے مگر یہ تو حضرت عبداللہ بن عمر نے نہیں فرمایا کہ سرکار کا یہ عمل آخر عمر مبارک تھا' اگر کوئی وہابی یہ الفاظ دکھائے تو ہم آج ہی رفع یدین کرنا شروع کر دیں گے مگر قیامت آ سکتی ہے سارے وہابی سو بار مر کے دوبارہ زندہ ہو سکتے ہیں مگر یہ الفاظ نہیں دکھا سکتے۔ وہابیوں سے جب اہل سنت مناظرہ رفع یدین پر کرتے ہیں تو یہی مطالبہ پیش کرتے ہیں لیکن وہابی جواب دینے کی بجائے آئیں شائیں کرتے ہیں' ہمارا بھی سرگودھے میں وہابیوں سے رفع یدین پر مناظرہ ہوا' ہم نے یہی بات پیش کی لیکن خدا عزوجل گواہ ہے وہابیوں نے بڑے ہاتھ پیر مارے مگر کوئی جواب نہ دے سکے۔ حضرات اس حدیث کے راوی ہیں حضرت عبداللہ بن عمر' اب آیئے ان کا عمل دیکھتے ہیں کہ وہ اس حدیث پر خود بھی عمل کرتے تھے کہ نہیں! علامہ امام ابوجعفر احمد بن محمد المعروف امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ طحاوی شریف میں لکھتے ہیں کہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''صلیت خلف ابن عمر'' میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت

عبداللہ بن عمر کے پیچھے با جماعت نماز پڑھی ''فلم یکن یرفع یدیہ الا فی التکبیرۃ الاولیٰ من الصلوٰۃ ''تو آپ نے پوری نماز میں صرف پہلی مرتبہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اُٹھایا۔ حضرات اب پوچھئے وہابیوں سے کہ حضرت عبداللہ کی بخاری شریف والی روایت صحیح ہے تو حضرت عبداللہ نے خود اس پر عمل کیوں نہ کیا؟ امام طحاوی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''وقد ثبت عندہ نسخ ما قدر ای النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعلہ ''حضرت عبداللہ کے نزدیک سرکار کا یہ عمل منسوخ ہو چکا تھا' جو آپ نے دیکھا تھا' یہی وجہ ہے کہ آپ نے نماز میں رفع یدین نہیں فرمایا۔ (طحاوی شریف ج ا ص ۱۵۵' طحاوی شریف مترجم ج ا ص ۴۶۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۳۷' مؤطا امام محمد ص ۹۰)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عظیم الشان صحابی اور پھوپھی زاد بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ایک دن مسجد میں تشریف فرما ہیں' ایک نمازی آیا' اس نے نماز پڑھنا شروع کر دی' جب اس نے نماز شروع کی تو اس نے رکوع میں جاتے وقت بھی رفع یدین کیا' جب رکوع سے سر اٹھایا تو پھر رفع یدین کیا' جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت عبداللہ نے بڑی محبت کے ساتھ اس نمازی کو فرمایا: بھائی جی! جب نماز پڑھو تو رکوع میں جاتی دفعہ رکوع سے اُٹھتے وقت فع یدین نہ کیا کرو' اس نمازی نے عرض کی: حضور! آپ سرکار کے صحابی ہیں' کیا سرکار نے نماز میں رفع یدین نہیں کیا؟ حضرت عبداللہ بن زبیر نے فرمایا: ''فانہ شیء فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم ترکہ'' بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے رفع یدین فرماتے تھے لیکن بعد میں سرکار نے رفع یدین کرنا چھوڑ دیا۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری' علامہ عینی ج ۲ ص ۷' جاء الحق ج ۲ ص ۵۶' نماز حبیب کبریا ص ۱۳۴)

حضرات پتہ چلا کہ رفع یدین سوائے تکبیر تحریمہ کے کرنا خلاف سنت ہے اور یہ منسوخ عمل ہے' اب وہابی کیا کہتے ہیں؟ مفتی عبدالستار وہابی اپنی کتاب فتاویٰ ستاریہ ج ۳ میں لکھتا ہے: رفع یدین نماز میں کرنا سنت مؤکدہ ہے' جس کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے آخر دم تک کیا۔ مولوی نورحسین گرجاکھی اپنی کتاب قرۃ العینین ص ۶۹ میں لکھتے ہیں کہ نماز میں رفع یدین کرنا سنت مؤکدہ ہے بلکہ واجب ہے' اس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ مولوی عبدالقادر روپڑی اپنے فتویٰ میں کہتے ہیں: جو بندہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتا وہ سنت کا تارک ہے اور سخت گناہ گار ہے۔

(حدیث اور اہل حدیث ص ۴۲۵۔۴۲۶)

اب سوچئے! سرکار رفع یدین سے منع فرما رہے ہیں' صحابی رفع یدین نہ خود کرتے ہیں نہ لوگوں کو کرنے دیتے ہیں' مگر غیر مقلد وہابی کہتے ہیں کہ نماز میں رفع یدین نہ کرنے والا گناہ گار ہے' سنت کا تارک ہے' اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ اب سرکار کی مانیں یا غیر مقلد حضرات کی' صحابی کی مانیں یا وہابی کی؟ فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔ حضرات تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ سرکار نے فرمایا: بلال جاؤ! صدیق اکبر کو کہو کہ میرے مصلے پر کھڑے ہو کر صحابہ کو جماعت کراؤ۔ اب سرکار کا فرمان تھا' حضرت ابوبکر نے صحابہ کرام کو جماعت کرانا شروع کر دی' ہفتے کو پڑھائی' اتوار کی صبح پڑھائی' جب ظہر کی نماز کھڑی ہوئی تو سرکار کو بیماری سے کچھ افاقہ محسوس ہوا' کچھ طبیعت صحیح محسوس ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عباس اور حضرت علی کے کندھے پر ہاتھ مبارک رکھا اور آرام آرام سے مسجد نبوی میں تشریف لے گئے۔ حضرات جب سرکار کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو سرکار کی خدمت میں حضرت عباس' حضرت علی' حضرت اسامہ' حضرت فضل بن عباس ہر وقت حاضر رہتے تھے تاکہ کسی وقت بھی سرکار کوئی حکم دیں تو فوراً اس پر عمل کیا جائے' سرکار کو بلانا نہ پڑے' اُدھر جماعت ہو رہی ہے' اِدھر صحابہ کرام اپنے آقا کی خدمت کر رہے ہیں' جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے مگر اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کرنا فرض ہے۔ شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نمازیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں
نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے غلاموں کے سہارے سے مسجد نبوی میں پہنچے تو صدیق اکبر کو پتہ چل گیا کہ نبیوں کا امام آ رہا ہے' یتیموں کا والی مسجد میں تشریف لا رہا ہے' بخاری شریف اور مسلم شریف کے الفاظ ہیں کہ ''فلما راہ ابو بکر'' جب صدیق اکبر نے سرکار کو دیکھا تو ''ذھب لیتاخر'' تو ارادہ فرمایا کہ پیچھے ہٹ جاؤں کہ کائنات کا سلطان آ رہا ہے' ربِ عزوجل کا یار آ رہا ہے۔ حضرات اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ صدیق اکبر کھڑے ہیں سب سے آگے مصلے پر' سرکار آ رہے ہیں پیچھے تو صدیق اکبر کو پتہ کیسے چل گیا کہ آمنہ کا لال مسجد میں تشریف لا رہا ہے؟

ادب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

تو عاشقانِ مدینہ فرماتے ہیں: محدثین کرام فرماتے ہیں کہ جب صدیق اکبر سرکار کے مصلے پر کھڑے ہو کر جماعت کراتے تھے تو ٹیڑھی نظر کر کے حجرۂ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ لیا کرتے تھے کہ کہیں حسین پاک کا نانا مسجد میں تشریف تو نہیں لا رہا' صدقے جاؤں صدیق اکبر کے عشق پر' نماز ربِ عزوجل کی پڑھا رہے ہیں مگر نظریں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آستانے کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ حضرات صدیق اکبر نے مسئلہ سمجھا دیا کہ لوگو! اصل نماز ہوتی ہی وہ ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشق میں ڈوب کر پڑھی جائے' وہ نماز نماز ہی نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کے یار کا خیال نہ ہو۔

بناں عشق رسول ﷺ نماز کاہدی مقتدی کاہدے تے امام کاہدا
جس دے وچہ توہین رسول ﷺ ہووے اُو دین کاہدا تے ایمان کاہدا
اپنے آقا دے لبھدا عیب جہڑا اُو اُمتی کاہدا تے غلام کاہدا
اہل سنت دا نجدیاں نال صائم میل جول کاہدا تے دعا سلام کاہدا

امام اہل سنت بھی اِسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

دشمن احمد ﷺ پر شدت کیجئے' مُلحدوں کی کیا مروّت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل یارسول اللہ ﷺ کی کثرت کیجئے

جب صدیق اکبر آمنہ کے چن کو دیکھ کر مصلیٰ چھوڑ کر پیچھے ہٹنے لگے تو ''فاومی الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لا یتاخرون ''تو سرکار نے یداللہ والے گورے گورے ہاتھوں سے اشارہ فرمایا: صدیق! جہاں کھڑے ہو کھڑے رہو پیچھے نہ ہٹو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عباس اور مولا علی کو حکم فرمایا کہ مجھے حضرت ابوبکر کے بائیں پہلو میں بٹھا دو' حضرت عباس اور مولا علی نے سرکار کو سہارا دے کر سارے صحابہ کی نماز کے سامنے سے گزر کر حضرت ابوبکر کے پہلو میں بٹھا دیا۔ حضرات شرعی مسئلہ یہ ہے کہ بندہ نماز پڑھ رہا ہو تو کوئی بندہ اُس کے سامنے سے نہ گزرے۔ میرے آقا نے فرمایا: اس نمازی کا انتظار کرے چاہے وہ چالیس سال نماز میں کھڑا رہے تو گزرنے والا بھی چالیس سال اس کی نماز کے اختتام کا انتظار کرے' یہ تو ہے تیرے میرے لیے مسئلہ' مگر عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان جاؤں! صحابہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں' مسجد نبوی نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہے مگر سرکار بھی نمازیوں کے سامنے سے گزر رہے ہیں اور حضرت عباس اور مولا علی بھی گزر رہے ہیں' کیوں؟ اس لیے کہ یہ نمازیوں کے سامنے گزرنے والا کوئی معمولی انسان نہیں' اللہ تعالیٰ کا حبیب ہے' اگر صحابہ نماز پڑھ رہے ہیں تو میرے آقا نماز والے ہیں' مجدد دین ملت فرماتے ہیں کہ

• ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اُس تاجور کی ہے

صدیق اکبر نے جب دیکھا کہ سرکار میرے پہلو میں تشریف لے آئے ہیں تو آپ تھوڑا سا پیچھے ہٹ آئے تاکہ حسین کا نانا امام بن جائے' میں آقا کا مکبر بن جاؤں' سرکار امام بن کر نماز پڑھاتے جائیں' میں تکبیر کہہ کر لوگوں کو نماز کی جماعت کی اطلاع کرتا جاؤں۔ سبحان اللہ! حضرات یہ ہے صدیق اکبر کا ادب اور عشق۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے دو گروہوں میں دو پارٹیوں میں صلح کرانے کے

لیے تشریف لے گئے' اُدھر نماز ظہر کا وقت ہو گیا' حضرت بلال نے اذان دی' سارے مدینہ کے مسلمان جمع ہو گئے' جب جماعت کا ٹائم ہوا تو حضرت بلال نے صدیق اکبر سے عرض کی: سرکار! نماز کا ٹائم ہو گیا ہے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پتہ نہیں کب تشریف لائیں' آپ تشریف لائیں اور ہمیں جماعت کرا دیں' صدیق اکبر نے فرمایا: ٹھیک ہے' آپ تکبیر پڑھیں۔ حضرت بلال نے تکبیر پڑھی' صدیق اکبر سرکار کے مصلیٰ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھانے لگے' ابھی پہلی رکعت ہی آپ نے پڑھائی تو اُدھر سرکار بھی تشریف لے آئے' صدیق اکبر یادِ الٰہی عزوجل میں ایسے گم ہو کر نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ کو پتہ ہی نہ چلا' سرکار مسجد میں تشریف لا چکے ہیں کہ نہیں! آپ صحابہ کرام کو جماعت کراتے رہے' صحابہ کرام نے جب دیکھا کہ صدیق اکبر کو سرکار کی آمد کا پتہ نہیں چلا تو صحابہ نے ہاتھ پر ہاتھ مارنے شروع کر دیئے تاکہ صدیق اکبر کو پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلی صف میں تشریف لا چکے ہیں' جب صحابہ نے ہاتھ ہاتھوں پر مارے تو صدیق اکبر نے محسوس فرمایا کہ صحابہ کو کیا ہو گیا' یہ ہاتھ بجا رہے ہیں' وجہ کیا ہے؟ حدیث کے الفاظ ہیں: ''فرای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''صدیق اکبر نے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیچھے تشریف لا چکے ہیں۔ حضرات ذرا توجہ کرنا! امام جماعت کرا رہا ہو' پیچھے کوئی بزرگ آ جائے' کوئی عالم آ جائے یا انسان کا مرشد آ جائے تو امام کو وہ نظر نہیں آئے گا کیونکہ امام آگے مقتدی پیچھے' اب سوچو! صدیق اکبر نے سرکار کو نماز میں پیچھے سے کیسے دیکھ لیا؟ تو محدثین کرام فرماتے ہیں: صدیق اکبر نے چہرہ موڑ کر سرکار کو دیکھا' اگر چہرہ نہ پھیرتے تو سرکار نظر کیسے آتے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ صدیق اکبر نے جب کعبہ سے چہرہ پھیر کر سرکار کو دیکھا تو نماز کیسے صحیح ہوئی؟ تو سرکار کے دیوانے فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر نے چہرہ پھیر کر کسی عام انسان کو نہیں دیکھا جو نماز ٹوٹ جاتی بلکہ اس محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا جو کعبہ کا بھی کعبہ ہے۔ صدیق اکبر کی نماز ٹوٹی نہیں بلکہ پہلے سے بھی زیادہ کامل ادا ہوئی۔ ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں کہ

آقا کرم کیا تیری یاد نے مجھے آ ستایا نماز میں
میرے وہ بھی سجدے ادا ہوئے جو قضا ہوئے نماز میں
ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
نبی کو دیکھتے رہنا یہ نماز تھی تیری
اذاں ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا ایک بہانہ بنی

حضرات یہ تو صدیق اکبر نے نماز میں سرکار کو دیکھا تھا' محدثین کرام تو فرماتے ہیں: اگر کوئی بندہ فرض نماز پڑھ رہا ہو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اُمتی کو آواز ماریں تو اُمتی پر واجب ہے کہ وہ نماز چھوڑ کر سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہو' جو آقا حکم کریں پورا کر کے پھر جا کر وہیں سے نماز شروع کر دے' اس کی نماز میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

(مرآۃ شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۲۲۴' عینی شرح بخاری ج ۳ ص ۱۶۷' فیوض الباری شرح بخاری ج ۵ ص ۵۳ تفسیر نور العرفان ص ۲۸۵' حاشیہ ۹)

قرآن بھی یہی مسئلہ بتا رہا ہے' اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے پ ۹' الانفال: ۲۴ میں ارشاد فرماتا ہے: ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ'' اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بلانے پر فوراً حاضر خدمت ہو جاؤ چاہے جس حالت میں ہو۔ حضور کے صحابی حضرت ابو سعید بن معلی فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی شریف میں حاضر ہوا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منبر شریف پر بیٹھ کر اپنے صحابہ کو خطبہ دے رہے تھے' میں مسجد کے صحن میں دو رکعت نفل تحیۃ المسجد پڑھنے لگا'' فدعانی النبی صلی اللہ علیہ وسلم '' اُدھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے آواز ماری' میں نماز پڑھ رہا تھا' جواب نہ دے سکا' نماز سے فارغ ہو کر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا' سرکار نے فرمایا: ابو سعید! بڑی دیر لگا کے آئے ہو؟ حضرت ابو سعید فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ انی کنت

اصلی ''میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا' آپ کا حکم ہے کہ نماز میں باتیں کرنا منع ہے' اس لیے میں نے جواب نہیں دیا' نفلی نماز پوری کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ سرکار نے فرمایا: میں نے مسئلہ ضرور بتایا تھا لیکن یہ مسئلہ تو عام آدمی کے لیے ہے کہ کسی عام انسان سے نماز میں کوئی بات نہ کرو' میں عام انسان تو نہیں ہوں' میں تو اللہ تعالیٰ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں' کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا قرآن نہیں پڑھا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ ''ایمان والو! جب تمہیں اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بلائے تو فوراً حاضر ہو جاؤ' عرض کی: آقا! آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ سبحان اللہ!

(بخاری شریف تفہیم البخاری ج ۶ ص ۵۹۷' مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۴' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۲۲۴' تفسیر ابن کثیر مترجم پ ۱ ص ۱۳' فیوض الباری شرح بخاری ج ۵ ص ۵۳)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی' تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ سے پتہ چلا کہ جب سرکار کسی اُمتی کو بلائیں تو وہ بندہ نماز کے دوران حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جواب دے تو اس کی نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۲۲۴ میں لکھتے ہیں کہ اگر نمازی کا وضو ٹوٹ جائے تو وہ نماز چھوڑ کر پانی کے پاس جائے تو اس کی نماز نہیں ٹوٹتی تو اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جانے سے کیسے نماز ٹوٹ سکتی ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ ''**دل الحدیث علیٰ ان اجابة الرسول صلی اللہ علیه وسلم لا تبطل الصلوٰة** ''اس حدیث سے پتہ چلا کہ بندہ دورانِ نماز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات کا جواب دے دے تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ ''**کما ان خطابه بقولك السلام علیك ایها النبی لا یبطلها** ''جیسے نماز میں ہر نمازی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں سلام کا تحفہ پیش کرتے ہوئے عرض کرتا ہے: اے اللہ تعالیٰ کے نبی! آپ پر سلام ہو! اگر سرکار کو سلام دینے سے نماز نہیں باطل ہوتی تو سرکار کی بات

کا جواب دینے سے کیسے نماز ٹوٹ سکتی ہے۔

(مشکوٰۃ شریف حاشیہ ص ۱۸۴ تفسیر سورۂ کوثر ص ۱۶۱۔۱۶۲)

حضرات ہر نمازی پر ضروری ہے کہ وہ سلام پھیرنے سے پہلے سرکار کی بارگاہ میں سلام کا نذرانہ پیش کرے حالانکہ نماز میں کسی انسان سے بات چیت کرنا منع ہے' آپ نماز کے دوران کسی یار بیلی' کسی ماے چاچے' کسی بہن بھائی' اپنی والدہ والد' کسی پیر فقیر' کسی ولی' غوث' قطب' ابدال' قلندر حتیٰ کہ کسی صحابی کو بھی سلام نہیں دے سکتے' اگر آپ نے کسی بندے کو سلام کر دیا تو آپ کی نماز ٹوٹ جائے گی مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نماز کے دوران سلام کرنا واجب ہے' ضروری اور لازمی ہے۔ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ نماز میں فرض لیٹ ہو جائے یا واجب چھوٹ جائے تو نمازی کے لیے ضروری ہے کہ سجدۂ سہو کرے' نہیں تو نماز نہیں ہو گی۔ سجدۂ سہو کا مطلب کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے انسان! تو نے کی ہے نماز میں غلطی' تو نے میرے یار پر سلام نہیں پڑھا' اب ایسے کر اپنا ناک اور ماتھا رکھ زمین پر اور اللہ تعالیٰ سے مانگ معافی' تب تیری نماز مکمل ہو گی۔ پتہ چلا کہ عام انسان کو سلام کرنا سلام دینے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ ''کلام البشر مفسد للصلوٰۃ'' نماز میں بشر سے بات کرنے' کلام کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے' لیکن اللہ تعالیٰ کے نبی کو سلام نہ دینے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ محدثین کرام فرماتے ہیں: پتہ چلا کہ ماں باپ' بہن بھائی' یار بیلی یہ ہیں بشر' ان کو سلام کرو نماز باطل' سرکار ہیں بے مثل' سرکار ہیں اللہ تعالیٰ کے نور' ان کو سلام نہ کریں تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔ مولانا یار محمد بہاولپوری فرماتے ہیں کہ

اتھاں چپ دی جاہ اے الا کوئی نہیں سکدا
حقیقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دی پا کوئی نہیں سکدا
مذاہب دے جھگڑے اساں چھوڑ بیٹھے
محبت دا جھگڑا مٹا کوئی نہیں سکدا

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ صدیق اکبر نے مڑ کر پیچھے دیکھا تو سرکار تشریف لا چکے تھے تو صدیق اکبر مصلیٰ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام چھوڑ کر پیچھے ہٹنے لگے" فاشار الیہ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امکث مکانک "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاتھ پاک سے اشارہ فرمایا: ابوبکر پیچھے نہ ہٹو تم پڑھاتے جاؤ' اللہ تعالیٰ کا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تیرے پیچھے نماز پڑھتا جائے گا' مگر صدیق کے عشق نے صدیق کے پیار نے یہ گوارا نہ کیا کہ غلام آگے ہو مالک پیچھے ہو' کمی آگے ہو سردار پیچھے ہو' اُمتی آگے ہو رسول پیچھے ہو' صدیق آگے ہو مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پیچھے ہو۔ آپ ادبِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے پیچھے ہٹ آئے' سرکار مصلیٰ پر تشریف لے گئے۔ حضرات توجہ کرو! نماز کی حالت میں صدیق اکبر سرکار کا ادب بھی کر رہے ہیں اور تعظیم بھی' پتہ چلا کہ نماز میں حسین کے نانے کا ادب کرنا تعظیم کرنا' بدعت شرک نہیں بلکہ نقشبندیوں کے پیر سیدنا صدیق کی سنت ہے' جب جماعت ختم ہو گئی تو سرکار نے فرمایا: یا صدیق! جب میں نے نماز میں تمہیں اشارے سے کہہ دیا تھا کہ مصلیٰ نہ چھوڑو نماز پڑھاتے رہو' پھر تم کیوں مصلیٰ چھوڑ کر پیچھے آ گئے" فقال ابو بکر ما کان لابن قحافۃ ان یصلی بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "صدیق اکبر نے عرض کی: سوہنیا! تیرے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہوتے ہوئے قحافہ کا بیٹا مصلیٰ پر کھڑے ہو کر جماعت کراتا اچھا نہیں لگتا۔

(مسلم شریف' شرح صحیح مسلم ج ا ص ۱۲۱۴۔۱۲۱۸' بخاری شریف تفہیم البخاری ج ا ص ۱۰۳۵۔۱۰۳۸)

صدقے جاؤں صدیق اکبر کے ادب و احترام پر! نبی کے ہوتے ہوئے مصلے پر نہیں کھڑے ہوئے۔ حضرات اس حدیث کو پڑھ کر نجدی وہابی دیوبندی بدمذہب فرقے کے علماء اور عوام ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ سنیو! تم کتنے بے ادب ہو' اُدھر سرکار کو حاضر ناظر بھی کہتے ہو' اُدھر مصلے پر بھی کھڑے رہتے ہو' اگر سرکار کو حاضر ناظر مانتے ہو تو مصلے پر نہ کھڑے ہوا کرو۔ حضرات اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حاظر بھی

ہیں اور ناظر بھی ہیں' یہ صرف سنیوں کا عقیدہ ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا قرآن بھی اس بات کا اعلان فرما رہا ہے' اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے پ ۲۲' الاحزاب: ۴۵ میں ارشاد فرماتا ہے: ''یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا '' اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! بے شک ہم نے آپ کو ساری کائنات کے لیے حاظر ناظر بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے پ ۲۱' الاحزاب: ۶ میں ارشاد فرماتا ہے: ''اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ '' لوگو! میرا نبی ایمان والوں کی جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔ پتہ چلا کہ سرکار کے حاظر ناظر ہونے کا عقیدہ صرف سنیوں کا ایجاد کردہ ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ بھی اس بات کی گواہی دے رہا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ سرکار جب حاظر ناظر ہیں تو ہم مصلے پر کیوں کھڑے ہوتے ہیں؟ تو سنئے! سرکار حاضر بھی ہیں' ناظر بھی ہیں' مگر منظور نہیں' حاضر کا معنی ہے: موجود ہونا' ناظر کا معنی ہے: دیکھنے والا' منظور کا معنی ہے: نظر آنے والا۔ سرکار حاضر ہو کے ہمیں دیکھ تو رہے ہیں مگر ہم جو نہیں دیکھ رہے' اگر سرکار ہمیں نظر آ جائیں جیسے صحابہ کو آتے تھے تو کس سنی کی مجال ہے کہ سرکار کے ہوتے ہوئے مصلے پر کھڑا ہو جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ نماز صرف دنیا میں فرض ہوتی ہے' وصال کے بعد نماز فرض نہیں ہوتی۔ تیسری بات یہ ہے کہ سرکار رلجپالی فرمائیں تو اپنے ہوتے ہوئے غلاموں کو خود جماعت کرانے کا حکم بھی فرما دیتے ہیں جیسے آپ کی ظاہری حیات میں تین دن صدیق اکبر نے آپ کے ہوتے ہوئے مصلیٰ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کھڑے ہو کر صحابہ کو جماعت کرائی۔ چوتھی بات یہ ہے کہ اگر سرکار کرم فرمائیں تو کبھی کبھی اپنے غلاموں کے پیچھے با جماعت نماز بھی ادا فرما لیتے ہیں' حضرت انس رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''قالت صلّی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم خلف ابی بکر فی مرضه الذی مات فیه قاعدًا '' جس مرض میں بیماری میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال مبارک ہوا' ان دنوں ایک دن آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کی اقتداء میں صدیق اکبر کے پیچھے بیٹھ کر با جماعت نماز ادا فرمائی۔

(ترمذی شریف ج۱ص۹۷ نسائی شریف ج۱ص۸۰ مسند احمد ج۳ص۲۴۳-۲۱۶-۱۵۹ بیہقی شریف ج۳ص۸۳ شرح صحیح مسلم ج۱ص۱۲۰۹-۱۲۱۱ ترمذی شریف مترجم ج۱ص۲۳۷)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوۂ تبوک پر اپنے لشکر کے ساتھ تشریف لے گئے تو میں بھی اس غزوہ میں سرکار کے ساتھ تھا۔ حضرت مغیرہ فرماتے ہیں: راستے میں رات کے وقت ایک جگہ سرکار کے صحابہ نے خیمے لگا دیئے جب صبح کا ٹائم ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قضائے حاجت کے لیے باہر جنگل کی طرف جانے لگے تو میں بھی ایک برتن میں پانی لے کر سرکار کے ساتھ چل پڑا تاکہ سرکار کی خدمت کر سکوں' سرکار پانی سے استنجاء فرمائیں گے' وضو فرمائیں گے' مجھے خدمت کا موقعہ مل جائے گا' سرکار دعا فرمائیں گے' اپنا بیڑا پار ہو جائے گا۔ حضرت مغیرہ فرماتے ہیں: جب سرکار قضائے حاجت سے فارغ ہوئے تو میں نے آمنہ کے لال کو وضو کرایا۔ حضرات سرکار وضو کیسے کرتے تھے؟ سنئے! سرکار تشریف فرما ہیں' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں ایک بندہ حاضر ہوا' عرض کی: آقا! ''یا رسول اللہ کیف الطھور'' اے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام! مجھے یہ بتائیے کہ وضو کرنے کا طریقہ کیا ہے' وضو کیسے کیا جائے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک برتن میں پانی منگوایا ''فغسل کفیہ ثلاثًا'' پھر اس پانی سے تین مرتبہ دونوں ہاتھوں کو دھویا' ''ثم غسل وجھہٗ ثلثًا'' پھر تین مرتبہ اپنا نور بھرا چہرہ دھویا ''ثم غسل ذراعیہ ثلثًا'' پھر تین مرتبہ کہنیوں سمیت دونوں بازو دھوئے ''ثم مسح براسہ'' پھر اپنے سر انور کا مسح فرمایا' پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈالیں اور دونوں انگوٹھوں کے ساتھ کانوں کے بیرونی حصے کا اور شہادت کی دونوں انگلیوں سے کانوں کے اندرونی حصہ کا مسح فرمایا' ''ثم غسل رجلیہ ثلثًا ثلثًا'' پھر تین تین مرتبہ اپنے دونوں پیر دھوئے ''ثم قال ھکذا الوضوء'' پھر فرمایا: یہ وضو کا طریقہ ہے۔

(نسائی شریف ج۱ص۲۰' نسائی شریف مترجم حدیث: ۵۲' ج۱ص۱۰۲)

حضرات اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ وضو جب شروع کریں تو پہلے ہاتھ دھوئیں' آخر میں تین مرتبہ پاؤں دھوئیں' پیر دھونے فرض ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں: ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند صحابہ وضو کر رہے تھے اور سرکار ان کا وضو ملاحظہ فرما رہے تھے کہ صحابہ وضو کیسے کرتے ہیں' سرکار نے دیکھا کہ چند صحابہ نے پیر تو دھوئے مگر ان کے پیروں کی ایڑیاں خشک تھیں' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرے صحابہ پیر جب دھوؤ تو مکمل دھوؤ' ایڑیاں خشک نہ رہ جائیں کیونکہ "ویل للاعقاب من النار" وہ ایڑیاں جو وضو کرتے وقت خشک رہ جائیں ان کو قیامت والے دن جہنم کی آگ جلائے گی۔ "اسبغوا الوضوء" لہٰذا وضو عمدہ طریقے سے کیا کرو۔

(ترمذی شریف' ترمذی شریف مترجم حدیث:۴۸' ج ا ص ۹۶' ابن ماجہ شریف' حدیث:۴۸۶' ج ا ص ۱۰۲)

حضرات پتہ چلا جو بندہ پیر کی ایڑیاں صحیح طریقے سے نہیں دھوتا' قیامت والے دن اس کے پیر جہنم کی آگ میں جلائے جائیں گے۔ مولا علی کے مرید حضرت ابو حیہ نے ایک دن لوگوں کو بتایا کہ لوگو! میں نے حضرت علی کو کئی مرتبہ وضو کرتے دیکھا ہے' لوگوں نے کہا: حضور! ذرا وضاحت کے ساتھ بیان فرمائیں کہ مولا علی وضو کرتے کیسے تھے؟ حضرت ابو حیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مولا علی نے ہمیں وضو کر کے دکھایا' آپ نے ایک برتن میں پانی منگوایا' پھر آپ نے تین مرتبہ ہاتھ دھوئے' پھر تین مرتبہ چہرے کو دھویا' پھر تین مرتبہ اپنے دونوں بازوؤں کو کہنیوں سمیت دھویا' پھر آپ نے سر کا مسح فرمایا "ثم غسل رجلیہ الی الکعبین" پھر تین مرتبہ ٹخنوں سمیت اپنے پیر دھوئے' حضرت ابو حیہ کہتے ہیں کہ جب مولا علی نے وضو فرما لیا تو ہمیں فرمایا کہ "انما احببت ان اریکم طہور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" دوستو! میں چاہتا تھا کہ تمہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وضو کا طریقہ بتاؤں' یاد رکھنا یہی وضو کا طریقہ اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ (ابوداؤد شریف ج ا ص ۱۷' ابوداؤد شریف حدیث:۱۱۶۔ ج ا ص ۹۷' ن)

شریف ج ا ص ۱۶' نسائی شریف حدیث: ۹۶۔۹۷' ج ا ص ۳۱۔۳۲' ترمذی شریف حدیث: ۴۴' ج ا ص ۹۹)

حضرات یہ ہے وضو کا سنت طریقہ لیکن علی علی کرنے والے شیعہ حضرات کا طریقہ کیا ہے؟ یہ پہلے پیر دھوتے ہیں' پھر ہاتھ پھر چہرہ' پھر سر کا مسح' پھر پیروں کا مسح۔ یعنی ہر کام اُلٹا مولا علی پہلے ہاتھ دھوتے تھے' یہ علی کے ملنگ پہلے پیر دھوتے ہیں وہ آخر میں پیروں کو دھوتے تھے' یہ بجائے دھونے کے پیروں کا مسح کرتے ہیں۔ شیعہ حضرات کے بہت بڑے عالم صحاح اربعہ کے مصنف علامہ طوسی اپنی کتاب الاستبصار اور تہذیب الاحکام میں لکھتے ہیں کہ حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مولا علی نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ اپنے گھر میں بیٹھ کر وضو کر رہا تھا' اتنے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تشریف لے آئے' ابھی میں نے وضو شروع کیا ہی تھا کہ آپ نے فرمایا: علی! پہلے ہاتھ دھو کر کلی کرو پھر ناک میں پانی ڈالو اور ناک صاف کرو۔ حضرت علی فرماتے ہیں: میں نے یہ عمل کر کے پھر تین مرتبہ اپنا منہ دھویا' پھر میں نے اپنے دونوں بازو دھوئے' پھر میں نے دو مرتبہ سر کا مسح کیا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: علی! سر پر ایک ہی مرتبہ مسح کافی تھا'' وغسلت قدمی '' پھر میں نے اپنے دونوں پاؤں دھوئے' سرکار نے فرمایا: علی! جب پیر دھویا کرو تو پیروں کے خلال میں انگلی مارا کرو' اللہ تعالیٰ تمہیں جہنم کی آگ کے خلال سے بچالے گا۔

(الاستبصار ج ا ص ۶۵۔۶۶' تہذیب الاحکام ج ا ص ۹۳' فقہ جعفریہ ج ا ص ۲۳۳۔۲۲۴)

حضرات شیعہ حضرات کی مستند کتابوں سے پتہ چلا' مولا علی نے اپنے پیروں پر مسح نہیں فرمایا بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اپنے گھر میں بیٹھ کر پیروں کو دھویا ہے' یہاں تقیہ کی بھی گنجائش نہیں؟ پتہ چلا مولا علی کا اصلی ملنگ وہ ہے جو مولا علی کے طریقے پر وضو کرتا ہے' تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت مغیرہ فرماتے ہیں: میں نے سرکار کو وضو کرایا' وضو کرنے کے بعد سرکار صحابہ کی طرف چلے' میں آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا' جب ہم صحابہ کے پاس پہنچے تو جماعت کھڑی تھی' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف صحابہ کرام کو جماعت

کرار ہے تھے' صحابہ کرام حضرت عبدالرحمٰن کی اقتداء میں صبح کی نماز کی ایک رکعت ادا کر چکے تھے' صحابہ نے سرکار کی آمد سے پہلے جماعت کیوں کھڑی کی' اس لیے کہ صحابہ نے سمجھا کہ شاید سرکار نے پیچھے نماز پڑھ لی ہو' ہم بھی اپنی ادا کر لیں' اس لیے صحابہ نے حضرت عبدالرحمٰن کی اقتداء میں نماز پڑھنا شروع کی۔ حضرت مغیرہ فرماتے ہیں: جب سرکار صحابہ کرام کے پاس پہنچے تو آپ نے حضرت عبدالرحمٰن کے پیچھے نماز کی نیت باندھ لی'' فافدع ذلك المسلمين ''تو صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیچھے دیکھ کر پریشان ہو گئے'' فاكثروا التسبيح ''اور صحابہ نے بار بار سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا۔ حضرت مغیرہ فرماتے ہیں: میں نے نماز شروع کرنے سے پہلے ارادہ کر لیا کہ میں حضرت عبدالرحمٰن کو کندھوں سے پکڑ کر پیچھے کر دوں تاکہ سرکار امام بن کر آگے کھڑے ہو جائیں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے منع فرما دیا' میں سرکار کا حکم سن کر خاموش ہو گیا' میں بھی مقتدی بن کر نماز پڑھنے لگا۔ حضرت مغیرہ فرماتے ہیں: جب صحابہ نے بار بار سبحان اللہ پڑھا تو حضرت عبدالرحمٰن سمجھ گئے کہ سرکار تشریف لا چکے ہیں' اس لیے صحابہ کرام بار بار سبحان اللہ پڑھ رہے ہیں'' ذهب يتاخر ''حضرت عبدالرحمٰن سرکار کی آمد پر پیچھے ہٹنے لگے'' فاوحى اليه ''تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا کہ عبدالرحمٰن! پیچھے نہ ہٹو' نماز پڑھاتے رہو۔ حضرت عبدالرحمٰن سرکار کے حکم پر جماعت کراتے رہے' جب جماعت ختم ہو گئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھڑے ہو کر اپنی رکعت پوری فرمائی۔ (مسلم شریف حدیث: ۵۴۱۔ص ۱۴۴' مشکوٰۃ شریف ص ۵۳' مرآۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ص ۳۳۴۔۳۳۶' ابن ماجہ شریف حدیث: ۱۲۸۹)

محدثین کرام نے یہاں بڑی پیاری بات لکھی کہ لوگ کہتے ہیں کہ امام وہ ہوتا ہے جو مقتدیوں سے افضل ہو تو جس دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عبدالرحمٰن کے پیچھے نماز پڑھی تو کیا عبدالرحمٰن سرکار سے افضل ہو گئے تھے؟ محدثین کرام فرماتے ہیں کہ نہیں! بلکہ افضل پھر بھی اللہ تعالیٰ کا محبوب ہی تھا کیونکہ سرکار امام تھے تو امام ہونا افضل تھا

جب سرکار مقتدی تھے تو مقتدی ہونا افضل تھا' جب سرکار مکہ میں تھے تو مکہ افضل تھا' جب مدینہ میں آئے تو مدینہ افضل تھا' جب غارِ حرا میں تھے تو غارِ حرا افضل تھا' جب عرش پر گئے تو عرش افضل تھا' جب گنبد خضرا میں تشریف لائے تو گنبد خضرا افضل ہے' افضلیت کا مرکز سرکار کی ذاتِ پاک ہے' جہاں جہاں میرے نبی کے قدم لگتے گئے وہ سارے مقامات افضل بنتے گئے۔

کر ذکر مدینے والے دا ایہدے چہ بھلائی تیری اے
اِک وار توں ہو جا سوہنے دا فیر ساری خدائی تیری اے
سرکار کرم فرما جاؤ محفل وچہ ہن تے آ جاؤ
اَساں دید دیاں متوالیاں نے اَج بزم سجائی تیری اے

جب سرکار نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عبدالرحمٰن نے عرض کی: سوہنیا! جب آپ تشریف لائے تھے تو آپ کا حق تھا' آپ آگے کھڑے ہوتے لیکن آپ پیچھے کھڑے ہو گئے' یہ تو بے ادبی ہو گئی' کیونکہ مرشد پیچھے مرید آگے' اللہ تعالیٰ کا ماہی پیچھے آپ کا سپاہی آگے' میرے آقا نے فرمایا: عبدالرحمٰن! پریشان نہ ہو' ہم نے جان بوجھ کر تیرے پیچھے نماز پڑھی ہے' عرض کی: آقا! وہ کیوں؟ سرکار نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا کوئی نبی اس وقت تک دنیا سے نہیں گیا جب تک اس نے اپنے کسی نیک اُمتی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی' لہٰذا میں نے بھی اپنے بھائیوں کی سنت پر عمل کرتے ہوئے تیرے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ سبحان اللہ! (مدارج النبوت ج ۲ص ۷۱۸)

حضرات توجہ کیجئے! سرکار تشریف فرما ہیں مگر صدیق اکبر اور عبدالرحمٰن دونوں صحابہ نے سرکار کی موجودگی میں جماعت کرائی' اگر سرکار کے ہوتے ہوئے نماز نہ ہوتی تو میرے آقا کبھی صدیق اکبر اور عبدالرحمٰن بن عوف کے پیچھے نماز ادا نہ فرماتے' میرے آقا نے دونوں مریدوں کے پیچھے نماز پڑھ کر مسئلہ بتا دیا کہ اگر نبی کے ہوتے ہوئے غلام مصلے پر کھڑے ہو کر جماعت کرا دے تو کوئی بے ادبی نہیں بلکہ اس امتی کی سعادت ہے'

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ سرکار جب مسجد میں تشریف لائے تو آپ کو صدیق اکبر کے بائیں پہلو میں بٹھا دیا گیا' اب سرکار امام بن گئے' صدیق اکبر آپ کے مکبر بن گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب امام بنے تو صدیق اکبر سورۂ فاتحہ پڑھ کر کوئی دوسری آیت پڑھ رہے تھے۔ امام احمد مسند امام احمد ج ا ص ۷۰ ا' اور ص ۲۳۲ میں لکھتے ہیں کہ ''اخذ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من القرآۃ من حیث کان بلغ ابو بکر ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قراءت وہاں سے شروع فرمائی جہاں سے ابوبکر نے چھوڑی تھی۔ حضرات توجہ کرنا! یہ میرے نبی کی آخری نماز ہے لیکن جب صحابہ کو نماز پڑھاتے ہیں تو شروع سے فاتحہ نہیں پڑھتے بلکہ وہاں سے شروع فرماتے ہیں جہاں سے آپ کے یارِ غار نے تلاوت اور قراءت چھوڑی تھی۔ وہابی اہل حدیث حضرات کہتے ہیں کہ جی ہر رکعت میں ہر بندے پر چاہے وہ اکیلا ہو یا مقتدی ہو' سورۂ فاتحہ پڑھنی فرض ہے' واجب ہے' ضروری ہے جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ اب وہابیوں سے پوچھئے کہ سرکار نے سورۂ فاتحہ پڑھی ہی نہیں بلکہ جہاں سے صدیق اکبر نے تلاوت چھوڑی میرے نبی نے وہاں سے شروع فرمائی' بتایئے! نبی کی نماز ہوئی کہ نہیں؟ جب نماز والے آقا نے خود عمل کر کے بتا دیا کہ لوگو مقتدی امام کا تابع ہے' امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔ فیصلہ تو مدینہ والے نے خود فرما دیا' اب جھگڑنے کی گنجائش ہی ختم ہو گئی۔ حضرات عرض یہ کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مسجد نبوی میں تشریف لائے تو صدیق اکبر پیچھے ہٹ گئے' میرے نبی صدیق اکبر کے بائیں پہلو میں بیٹھ کر لوگوں کو نماز پڑھانے لگے' جب جماعت ختم ہو گئی نبیوں کا سلطان حضرت فضل اور مولا علی کے سہارے گھر تشریف لے گئے۔ (مسلم شریف' شرح مسلم ج ا ص ۱۲۰۲۔۱۲۰۵' مشکوٰۃ شریف مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۰۹۔۲۱۰' بخاری شریف)

حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اپنی ظاہری حیات میں صدیق اکبر کو اپنا مصلیٰ عطاء کیا تو سیدنا صدیق اکبر نے سرکار کی ظاہری حیات میں صحابہ کرام کو تین دن

تک جماعت کرائی' ہفتہ اتوار پیر تقریباً سترہ نمازیں۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۹۶' شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۴۰۷)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر میں ہی حجرہ سیدہ عائشہ میں طبیعت ٹھیک ہونے پر اکیلے نماز ادا فرما لیتے' جب صدیق اکبر صحابہ کو نماز پڑھاتے تو صحابہ کا جسم تو مسجد نبوی میں ہوتا تھا لیکن روح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیار میں' سرکار کے عشق میں بے قرار ہو کر درِ اقدس کا طواف کرتی' صحابہ تڑپتے تھے کہ سرکار کب مصلیٰ پر کھڑے ہو کر ہمیں دیدار بھی کرائیں گے اور جماعت بھی کرائیں گے۔ حضرات! یہ وہ صحابہ تھے جو ہر وقت سرکار کے جلوؤں میں گم رہتے تھے' اگر سرکار ایک گھنٹہ بھی نظر نہ آتے تو یہ دیوانہ وار سرکار کی تلاش میں نکل پڑتے تھے لیکن آج تین دن ہو چکے تھے' صحابہ کی نگاہیں جلوۂ یار کے لیے تڑپ رہی تھیں' دل بے چین تھے' روح بے قرار تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک بڑے پیارے صحابی ہیں جن کا نام عبدالرحمٰن ہے' لیکن مشہور ابوہریرہ سے ہیں' حضرت ابوہریرہ ہر وقت سرکار کی خدمت میں حاضر رہتے' دیدار کے مزے لیتے' سرکار کی حدیثیں یاد کرتے' ایک دن میرے آقا نے اپنے صحابی کے عشق کا امتحان لینے کے لیے فرمایا: ابوہریرہ! تم ہر وقت ہر روز حاضری کا شرف حاصل کرتے ہو' بڑی اچھی بات ہے' لیکن میرا مشورہ ہے کبھی کبھی ناغہ بھی کر لیا کرو کیونکہ ''زرنی غبًا تزدد حبًا'' بندہ ناغہ کر کے ملے کبھی کبھی ملے تو محبت زیادہ ہوتی ہے۔ (شرف النبی ص ۱۱۱)

حضرت ابوہریرہ سرکار کا فرمان سن کر خاموش ہو گئے کوئی جواب نہ دیا' بس اتنا کیا کہ ستون کے پیچھے مسجد نبوی کے ایک تھم کے پیچھے بیٹھ گئے اور رونا شروع کر دیا' سرکار نے دیکھا کہ ابوہریرہ رو رہے ہیں' میرے آقا میرے کریم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی جگہ سے اُٹھ کر حضرت ابوہریرہ کے پاس تشریف لے گئے' ابوہریرہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پیار سے محبت سے پوچھا: ابوہریرہ! کیوں رو رہے ہو؟ حضرت ابوہریرہ نے آنسو صاف کر کے عرض کی: آقا! آپ نے جو فرمایا ہے کبھی کبھی ملا کرو' ناغہ کر کے ملاقات کیا

کروڑ رو اس لیے رہا ہوں کہ مجھے تو آپ کے دیدار کے بغیر چین نہیں آتا' جب تک میں بار بار دن میں آپ کی زیارت نہ کروں میرا دن اور رات نہیں گزرتی' سوہنیا! مہربانی فرماؤ لجپالی فرماؤ' یہ پابندی نہ لگاؤ' سرکار مسکرا پڑے' فرمایا: ابوہریرہ! رو نہیں ہر روز زیارت کرلیا کرو۔ سبحان اللہ! سوہنیا ہم بھی تیرے نوکر ہیں' ہم بھی تیرے گی اور غلام ہیں' ہم بھی تیرے در کے فقیر ہیں' کبھی ہمیں بھی اپنا دیدار کرادو' ماں آمنہ کا واسطہ' دائی حلیمہ کا واسطہ' پیاری عائشہ کا واسطہ' دل کے ٹکڑے سیدہ فاطمہ کا صدقہ' کندھوں پر کھیلنے والے حسنین کریمین کا واسطہ۔

کم لے لے نگاہواں توں
صدقے کر نظراں محبوب دے راہواں توں
محفل نوں رنگ جاوے
اک وار جے اَج سوہنا ایتھوں وی لنگھ جاوے
کجھ ہور نئیں چاہی دا
مکھڑا وِکھا دے ربّا اج مدنی ماہی دا
میرے رُون دا مُل پانا
اِک پیر ہی پلکاں تے بھانویں رکھ کے گزر جانا
اَج اَکھیاں ناں لاوَنا
صائم جہدی محفل ہے اُوہنے آپ وی اَج اَونا

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں: میں سرکار کی خدمت میں حاضر تھا' اچانک ایک سرکارکہ صحابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: ''انی لاحبك'' آقا! مجھے آپ سے بڑی ہی محبت ہے' مجھے آپ سے بڑا ہی پیار ہے' سرکار نے فرمایا: کتنا پیار ہے؟ عرض کی: آقا! اتنا پیار ہے جب میں اُٹھ کر اپنے گھر جاتا ہوں تو آپ کا ذکر کرتا ہوں' اپنے خاندان کے پاس جاؤں تو آپ کا ذکر کرتا ہوں' اپنے دوست احباب کے پاس

جاؤں تو آپ کا ذکر کرتا ہوں'' حتی انی لا ذکرك '' آقا! میں ہر لمحہ ہر گھڑی آپ کا ہی ذکر کرتا ہوں'' فلو لا انی اجئی بالنظر الیك '' سوہنیا! اگر میں ہر روز آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کا دیدار نہ کروں تو '' ظننت ان نفسی تخرج '' تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ میری سانس رک جائے' بناں آپ کی دید کے میں فوت ہو جاؤں۔

(طبرانی شریف' صحابہ کے مبارک معمولات ص ۲۱۴)

جے کوئی آکھے حضور نوں چن ورگا
حق دا اُس دے کول معیار وی نئیں
سچ پچھو تے سورج تے چن تارے
اُوہدے اک جلوے دی مار وی نئیں
خالق نئیں مخلوق ہے سوہنہ رب عزوجل دی
ایس گل توں مینوں انکار وی نئیں
ایہو جیہا سوہنا پر ایس کائنات اندر
ناصر گھلیا پروردگار وی نئیں

حضرات کتنا پیار تھا سرکار کے صحابہ کو اپنے آقا سے جو ایک لمحہ بھی سرکار کے بغیر نہیں رہ سکتے تھے' لیکن آج تین دن ہو گئے ہیں' سرکار اپنے آستانے سے تشریف نہیں لا رہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں: جس دن سرکار کا وصال ہوا تو پیر کا دن تھا' پیر والے دن صبح کی نماز ہمیں صدیق اکبر پڑھا رہے تھے۔'' وھم صفوف فی الصلوٰۃ '' سارے صحابہ صفیں باندھ کر سرکار کے یارِ غار کے پیچھے باجماعت نماز پڑھ رہے تھے' صفیں بنا نہیں رہے تھے بلکہ صفیں باندھ کر نماز پڑھ رہے تھے۔ اُدھر اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت میں کچھ افاقہ ہوا' طبیعت کچھ ٹھیک ہوئی' سرکار نے سوچا کہ آج تین دن ہو گئے ہیں' صدیق اکبر کو جماعت کراتے ہوئے میں دیکھوں تو سہی کہ میرے بچپن کا یار میرے مریدوں کو نماز کیسے پڑھا رہا ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں:'' فکشف النبی

صلی اللہ علیہ وسلم ستر الحجرۃ ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دروازے کے قریب تشریف لائے اور دروازے کا پردہ اُٹھایا'' ینظر الینا ''اور نگاہِ رحمت سے ہماری طرف دیکھنا شروع کر دیا'' کان وجھہ ورقۃ مصحف ''حضرت انس فرماتے ہیں: ہم نے دیکھا کہ سرکار کا نور بھرا چہرہ ایسے لگ رہا تھا جیسے قرآن کے ورقے کھل گئے ہوں'
'' ثم تبسم یضحک '' پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں دیکھ کر مسکرانا شروع کر دیا۔ حضرات یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دروازے سے پردہ ہٹا کر دیکھا تو صحابہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے' سب کا چہرہ قبلہ کی طرف تھا' نگاہیں سجدے کی طرف تھیں' جہاں مسجد کی حد ختم ہوتی ہے وہاں بائیں طرف میرے نبی کا آستانہ تھا' صحابہ نے سرکار کا چہرہ کیسے دیکھ لیا' سرکار کو مسکراتا کیسے دیکھ لیا؟ آپ صاحبِ عقل ہیں' سوچیں! بندہ نماز پڑھ رہا ہو اس کی پشت کے پیچھے کوئی بندہ مسکرائے تو نماز پڑھنے والے اس کی مسکراہٹ کو دیکھ لیں گے؟ نہیں ہرگز نہیں! یقین نہ آئے تو پریکٹیکل کر کے تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ انشاءاللہ پشت کے پیچھے سے کوئی بندہ حرکت کرتے نظر نہیں آئے گا' اب صحابہ کو کیسے پتہ چل گیا کہ سرکار پردہ ہٹا کر ہمیں دیکھ بھی رہے ہیں اور مسکرا بھی رہے ہیں؟ تو سرکار کے عشاق محدثین فرماتے ہیں: جب میرے نبی نے اپنے آستانے کا پردہ اُٹھایا اور صحابہ کی جماعت دیکھ کر تبسم فرمایا تو سرکار کے مسکرانے سے ساری مسجد نور سے منور ہو گئی' صحابہ کو پتہ چل گیا کہ ہمارے آقا آ گئے ہیں' سارے صحابہ بے ساختہ کعبہ بھول گئے' چہرے پھر گئے' نگاہیں چہرۂ مصطفی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جا ٹھہریں' سمت یاد نہ رہا' زیارت نبی میں مستغرق ہو گئے' سرکار کا مسکراتا چہرہ دیکھ کر مست ہو گئے۔ قلندر کھڑی میاں محمد صاحب فرماتے ہیں کہ

رُخ محبوباں خانہ کعبہ تے ایہہ محراب اُچیرے
عاشق رہن سدا وچہ مستی تے کرن دیدار ودھیرے

صحابہ کرام کیا فرماتے ہیں: سرکار کا چہرہ ایسے تھا جیسے نوری قرآن کھلا ہوا ہو۔

ڈھٹے ورق قرآن دے کھول سارے
تیری شان جیا نئیں کوئی ہور تکیا
تیری شان دا کرے اِنکار جیہڑا
انہوں عاشقاں نے سی چُور تکیا
کوئی نور آکھے کوئی بشر آکھے
دن راتی پیا ایہو شور تکیا
اللہ والیا نے گل مُکا چھوڑی
اُنہاں ہور تکیا اَساں ہور تکیا

حضرت انس فرماتے ہیں: جب ہم نے سرکار کا نور بھرا چہرہ مسکراتا دیکھا تو ''فھممنا'' خطرہ تھا ہم جلوۂ یار میں مست ہو کر نماز توڑ بیٹھتے' حضرات صحابہ جلوۂ یار دیکھ کر مست ہوتے بھی کیوں نہ' یہ چہرہ کس کا تھا؟ یہ چہرہ کسی مفتی' محدث' پیر' فقیر کا چہرہ نہیں تھا' یہ چہرہ اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا' کون سا چہرہ جس کی قسمیں اللہ تعالیٰ قرآن میں اُٹھاتا ہے' اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے پ ۳۰' الضحیٰ کی پہلی آیت میں ارشاد فرماتا ہے: ''وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی '' سوہنیا! مجھے قسم ہے آپ کے نور بھرے چہرے کی اور کالی کالی زلفوں کی جو آپ کے چہرے پر چھا جاتی ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح شفاء ج ۱ ص ۸۲ میں' علامہ زرقانی شرح زرقانی ج ۶ ص ۲۱۰ میں' علامہ اسماعیل حقی نے تفسیر روح البیان میں' شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی پ ۳۰ ص ۳۱۰ میں' علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی پ ۳۰ میں لکھتے ہیں کہ ''الضحی بوجھہ صلی اللہ علیہ وسلم واللیل بشعرہ '' کہ والضحیٰ سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرۂ انور ہے اور لیل سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زلفیں ہیں۔ (شاہکار ربوبیت ص ۲۶۶۔۲۶۹)

کن کھول کے سُن لو گل لوکو
نہ میں رانجھے نہ ہیر دی کرن لگاں

مینوں چاہ نئیں سسیاں سوہنیاں دا
گل نہ زلف زنجیر دی کرن لگاں
پہلے جو کجھ ہویا میں جان دا نئیں
میں تے بات اخیر دی کرن لگاں
کھاوے قسماں جدیاں رب ناصر
گل اُس بدر منیر دی کرن لگاں

اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے پ ۲۷ الطور: ۴۸ میں ارشاد فرماتا ہے: ''وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا '' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! آپ اپنے رب عزوجل کے حکم کے مطابق صبر کرتے جائیں کیونکہ آپ ہر وقت ہماری نگاہوں کے سامنے رہتے ہیں۔ حضرات اللہ تعالیٰ یار کو فرماتا ہے: ''باعیننا'' اے پیارے! ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں اگر اللہ تعالیٰ آپ کو دیکھ رہا ہے تو چاہیے تھا فرمایا: ''اعیننی'' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! آپ میری نظر کے سامنے رہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے یہاں واحد کا صیغہ استعمال نہیں فرمایا بلکہ جمع کی بات کی ہے' مطلب کیا؟ مطلب ہوا کہ سوہنیا! میں اکیلا ہی تمہیں نہیں دیکھ رہا بلکہ میری ساری نوری نفری تمہیں دیکھ رہی ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اعیننا'' یہ ''اعیننا'' نحو کے لحاظ سے جملہ اسمیہ بنتا ہے اور جملہ اسمیہ استمرار اور دوام پر دلالت کرتا ہے تو اب اس کا معنی یہ ہوا کہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اور میرے فرشتے تیری طرف صرف ایک بار نہیں دیکھتے بلکہ ہمیشہ سے آپ کو دیکھ رہے ہیں اور قیامت تک دیکھتے رہیں گے' محبوب تو جہاں بھی ہو گا میری نگاہیں تیری ہی طرف رہیں گی۔ سبحان! ساری کائنات میری طرف دیکھتی ہے' محبوب! میں بے نیاز ہو کر تجھے دیکھ رہا ہوں۔ حضرت انس فرماتے ہیں: ''فھممنا'' جب ہم نے نماز میں سرکار کا نور بھرا چہرہ دیکھا تو خطرہ تھا کہ ہم دیدارِ یار میں مست ہو کے نماز ہی نہ توڑ دیں' حضرات! یہ کس کا عقیدہ ہے؟ یہ سنیوں کا عقیدہ نہیں پیش کر رہا' یہ یا رسول اللہ کا

نعرے مارنے والوں کا عقیدہ نہیں پیش کر رہا' یہ علماء' محدثین' مفسرین' اولیاء' اغواث' اقطاب' ابدال کا عقیدہ پیش نہیں کر رہا بلکہ یہ صحابہ کرام کا عقیدہ پیش کر رہا ہوں' یہ خلفاء راشدین کا عقیدہ پیش کر رہا ہوں' یہ مولا علی کا عقیدہ پیش کر رہا ہوں' یہ سخی عثمان اور سیدنا فاروق کا عقیدہ پیش کر رہا ہوں' یہ منبع صدق صفا صدیق اکبر کا عقیدہ پیش کر رہا ہوں' یہ سرکار کے مرید صحابہ کا عقیدہ پیش کر رہا ہوں' کون صحابہ؟ جن کے بارے خالق کائنات نے فرمایا: ''رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ'' سوہنیا! میں تیرے مرید صحابہ سے راضی ہوں وہ مجھ سے راضی ہیں۔ حضرات! یہ صحابہ کا عقیدہ ہے' اب سنئے! سپاہ صحابہ کا عقیدہ کیا ہے' دفاع صحابہ والوں کا کیا عقیدہ ہے' جمعیت اشاعت التوحید وسنت والوں کا کیا عقیدہ ہے' حیاتی اور مماتی دیوبندیوں کا عقیدہ کیا ہے؟ تمام دیوبندیوں' وہابیوں' اہل حدیثوں کے متفقہ امام مولوی محمد اسماعیل دہلوی اپنی کتاب صراط مستقیم میں نماز کے اندر پیدا ہونے والے خطرات کو دور کرنے کا طریقہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بمقتضائے ظلمات بعضھا فوق بعض از وسوسۂ زنا خیال مجامعت زوجۂ خود بہتر است وصرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خود است کہ خیال آں بتعظیم واجلال بسویدای دل انسان میچسپد بخلاف خیال گاؤ وخر کہ نہ آنقدر چسپیدگی می بود ونہ تعظیم بلکہ مہان ومحقر می باشد وایں تعظیم واجلال غیر کہ در نماز ملحوظ ومقصود میشود بشرک میکشد۔ اس فارسی عبارت کا ترجمہ دیوبندی وہابی مولوی محمد اکرم جامعی کرتے ہیں کہ بمقتضائے ظلمات بعضھا فوق بعض زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا انہی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں' اپنی ہمت کو لگا دینا' اپنے بیل یا گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے' کیونکہ شیخ کا خیال تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی تعظیم اور بزرگ جو نماز میں ملحوظ ہو' وہ شرک کی

طرف کھینچ لے جاتی ہے۔(صراط مستقیم ص ۱۶۹۔۱۷۰ مطبوعہ اسلامی اکادمی اُردو بازار لاہور پاکستان)

حضرات آپ سمجھے کہ مولوی صاحب کیا کہہ گئے ہیں؟ کہتے ہیں کہ نماز میں بندے کو کسی اور کی طرف خیال نہیں کرنا چاہیے اگر نماز میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال آئے تو ی خیال گدھے اور بیل کے خیال آنے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ بندہ بیل اور گدھے کا خیال کرے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز میں خیال نہ کرے۔ اگر سرکار کا خیال کرے گا تو شرک ہو جائے گا۔ حضرات اب پوچھئے دیوبندی وہابی نام نہاد اہل حدیث حضرات سے کہ جب بندہ نماز پڑھے گا اور قرآن میں فاطمہ کے بابے کی شان اور عظمت والی آیات پڑھے گا تو عاشق مدینہ کو سرکار کے عشق میں ڈوب کر نماز پڑھنے والے کو سرکار کا خیال نہیں آئے گا؟ جب انسان پڑھے گا: ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ۔ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۔ قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ '' کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال نہیں آئے گا؟ پھر بندہ تشہد میں بیٹھ کر جب پڑھے گا: ''السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبركاته ۔ اللّٰهم صل علٰی محمدٍ '' کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال پاک نہیں آئے گا؟ لازمی آئے گا' جب سرکار کا خیال آئے گا تو وہابیوں اہل حدیثوں دیوبندیوں کے نزدیک تو معاذ اللہ گدھے اور بیل کے خیال سے بھی زیادہ برا ہوگا اور نبی کے خیال آنے سے شرک ہو جائے گا۔ پھر تو کسی وہابی دیوبندی کی نماز ہی نہیں ہوگی۔ سنیو! خدا عزوجل کے لیے وہابیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھا کرو جب ان کی اپنی نہیں ہوتی تو تمہاری نماز کیسے ہوگی؟ کسی نے اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: حضور! یہ بتائیں کہ وہابی کی مسجد مسجد ہے کہ نہیں؟ آپ نے فرمایا: وہابیوں کی مسجدیں ایسی ہیں جیسے کافروں کے گھر ہوتے ہیں' کسی نے عرض کی: حضور! وہابیوں کی نماز باجماعت ہو رہی ہو تو ان کے ساتھ باجماعت نماز ادا کر لیں؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: وہابیوں کی نہ نماز نماز ہے نہ ان کی جماعت جماعت ہے۔ پھر کسی نے عرض کی: حضور! اگر کوئی وہابی سنیوں کی مسجد میں اذان

دے تو اس کا اعادہ کیا جائے یا وہی اذان کافی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس طرح ان کی نماز باطل ہے اسی طرح ان کی اذان بھی باطل ہے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی حصہ اوّل ص ۱۳۲ مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب خانہ کراچی)

حضرات وہابی دیوبندی کہتے ہیں کہ نماز میں سرکار کا خیال آئے تو شرک ہے معاذ اللہ! بیل گدھے سے بھی برا ہے مگر سرکار کے دیوانے کہتے ہیں: وہ نماز نماز ہی نہیں جو محبوب کے جلووں میں گم ہو کر نہ پڑھی جائے۔ حضور خواجہ خواجگاں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں کسی نے پوچھا: حضور! یہ بتائیں کہ نماز پڑھتے وقت سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تصور کر کے نماز پڑھنی چاہیے کہ نہیں؟ آپ نے جواب دیا: کمال کر دیا فرمایا کہ

ہر کس کہ در نماز نہ بیند جمال دوست
فتویٰ ھمی دھم کہ نمازش قضا کند

خواجہ صاحب نے فرمایا: جو بندہ حالت نماز میں سرکار کا دیدار کر کے نماز نہیں پڑھتا جمال دوست نہیں دیکھتا اس کے لیے میں فتویٰ دیتا ہوں کہ اس کی نماز نہیں ہوئی نماز دوبارہ پڑھے۔ شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب
تیری نماز بے سرور تیرا امام بے حضور
ایسی نماز سے گزر ایسے امام سے گزر

عارفوں کے بادشاہ سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

باجھ حضوری تے نہیں منظوری توڑے پڑھن بانگ صلاتاں ھو
روزے نفل نماز گزارن توڑے جاگن ساریاں راتاں ھو

باجھ قلب حضور نہ ہووے توڑے گڈن سے زکوتاں ھو
باجھ فنا رب عزوجل حاصل ناھیں حضرت باھو تے ناں تاثیر جماعتاں ھو

حضرات وہابی کہتے ہیں کہ نماز میں سرکار کا خیال آجائے تو نماز نہیں ہوتی مگر صحابہ کرام نے عمل کر کے بتا دیا کہ نبی نماز سے نکل جائے تو نماز ہوتی نہیں' میاں تمہاری نماز کو مانیں یا ان عاشقوں کی مانیں جن کی نمازیں دیکھ کر فرشتے بھی عش عش کر اُٹھتے تھے' یار وہ نماز نماز ہی نہیں جو حسین کے نانے کے عشق میں ڈوب کر نہ پڑھی جائے۔ صحابہ فرماتے ہیں کہ قریب تھا کہ ہم نماز میں دیدار کی لذت لیتے' نماز توڑ بیٹھتے' جب سرکار کے جلوے سامنے آئے تو عقل اور عشق کے مفتی کی جنگ چھڑ گئی' عقل کا مفتی کہنے لگا: خبردار! کعبہ سے چہرہ نہ پھیرنا نہیں تو نماز ٹوٹ جائے گی' لیکن عشق کے مفتی نے فتویٰ دیا کہ

نمازیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں
نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

عقل کا مفتی بولا: خبردار! چہرے بائیں طرف نہ پھیرنا کیونکہ کعبہ تو عین سامنے ہے' مگر عشق کا مفتی بولا: کوئی بات نہیں! چہرے پھیر لو اگر کعبہ سامنے ہے تو بائیں طرف کعبہ کا کعبہ جناب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ جود ہے' امام عاشقاں بولے کہ

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبہ کا کعبہ دیکھو
غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

عقل ہار گئی' عشق جیت گیا' چہرے پھر گئے' سمتیں چھوٹ گئیں' یہ تو مقتدیوں کا حال تھا امام کا کیا حال تھا؟ صدیق اکبر بھی سرکار کے نوری جلوے دیکھ چکے تھے' امام صداقت نے سمجھا کہ شاید فاطمہ کا بابا مسجد نبوی میں تشریف لا رہے ہیں آپ نے بھی مصلیٰ چھوڑ کر پیچھے آنے کا پروگرام بنایا۔ سبحان اللہ! حضرات امام اور مقتدی عبادت رب عزوجل کی کر رہے ہیں مگر ع

مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کر رہے ہیں' صحابہ نے قیامت تک آنے والے نمازی مسلمانوں کو سبق دے دیا کہ جس عبادت میں تعظیم مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ ہو وہ عبادت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں۔ نجدی کہتے ہیں کہ نبی کا خیال نماز میں شرک ہے' حضرات کتنا گندہ عقیدہ ہے ان بدنصیبوں کا' امام عاشقاں نے بڑی پیاری بات فرمائی کہ

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب ﷺ
اُس بُرے مذہب پہ لعنت کیجئے
ظالموں محبوب کا حق تھا یہی
عشق کے بدلے عداوت کیجئے

حضرات جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں صحابہ کرام کو اپنی تعظیم کرتے دیکھا تو یہ نہیں فرمایا: صحابہ! تمہاری نماز ٹوٹ گئی ہے' نا بلکہ کریم آقا صحابہ کی اس ادا پر خوش ہوئے۔ حضرت انس فرماتے ہیں: ''فاشار الینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اتموا صلاتکم'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہماری طرف اشارہ فرمایا کہ صحابہ جو کچھ کیا ہے ٹھیک کیا ہے' اب اپنی نماز پوری کرو۔

(بخاری شریف حدیث: ۶۵۱' مسلم شریف حدیث: ۸۴۸' بخاری شریف ج ۱ ص ۱۹۳)

حضرات توجہ کرو! صحابہ کے رُخ بھی پھر گئے' مصلیٰ بھی چھوٹ گیا' سرکار کا دیدار بھی ہو گیا' سب کچھ ہوتا رہا مگر نماز پھر بھی قائم رہی' سرکار نے فرمایا: باقی نماز مکمل کرلو' گر نبی کے خیال سے نبی کی تعظیم سے نماز ٹوٹ جاتی تو آمنہ کا لال صحابہ کو حکم فرماتا: نماز دوبارہ پڑھو' مگر فرمایا: نماز مکمل کرو۔ سبحان اللہ!

ساڈا تے ظہوری ایہو دین تے ایمان اے
پیار کملی والے دا عبادتاں دی جان اے
ہور باقی گلاں ایویں قصے تے کہانیاں
سد لو مدینے آقا کرو مہربانیاں

علامہ امام ابویعلیٰ نے مسند ابویعلیٰ کے اندر قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں یہ روایت نوٹ فرمائی ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میدانِ بدر میں تین سو تیرہ صحابی لے کر کفار کے مقابلے میں گئے تو کفار گیارہ سو آ گئے' پھر جدید اسلحہ سے لیس' مگر قربان جاؤں محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں پر اسلحہ کوئی نہیں' تلواریں کوئی نہیں' نیزے اور برچھے کوئی نہیں' کسی یہودی نے میرے نبی کے صحابہ کو طعنہ مارا: او مسلمانو! خیال کرو مکہ کے پہلوانوں سے لڑنے جا رہے ہو'ان کے پاس بڑا اسلحہ ہے' بڑا لڑائی کا سامان ہے' تم نہتے ہو تمہارے پاس تیر اور تلواریں کوئی نہیں' لڑائی کا سامان کوئی نہیں۔ ایک صحابی نے جواب دیا: اُو یہودیا! تو پریشان نہ ہو' ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں' فکر نہ کر ان کو ساز و سامان پر ناز ہے' ہمیں ایمان پر ناز ہے' جب سرکار میدانِ بدر پر پہنچے تو کافروں نے اپنے ساتھیوں میں اعلان کیا: ساتھیو! پریشان نہ ہو ہماری مدد کے لیے مکہ شریف سے اور بھی فوجیں آ رہی ہیں۔ ایک صحابی نے عرض کی: آقا! کافر گیارہ سو ہیں ہم تین سو تیرہ ہیں' ان کے مزید ساتھی ان کی مدد کے لیے آ رہے ہیں' آقا! آپ بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں' آپ بھی اپنے پیارے رب العالمین سے عرض کریں: مولا کریم! ہماری بھی مدد فرما! سرکار مسکرا پڑے' میرے آقا نے چہرہ والضحیٰ آسمانوں کی طرف بلند کیا اور عرض کی: مولا کریم! تو دیکھ رہا ہے کہ میرے غلام تھوڑے اور کمزور ہیں' کافر زیادہ اور اسلحے سے لیس ہیں' اے پیارے رب العالمین! اگر یہ میرے غلام یہ مسلمانوں کی کمزور جماعت ہلاک ہو گئی تو دنیا میں تیرا سجدہ کرنے والا' تیری پوجا کرنے والا کوئی نہیں رہے گا' لہٰذا میرے مریدوں کی مدد فرما! اللہ تعالیٰ نے یار کو فرمایا: سجناں! گھبرا نہیں ہم تیرے غلاموں کی ضرور مدد کریں گے اور میدانِ بدر میں فتح تیرے غلاموں کی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے پ ۹' الانفال: ۹ میں اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ''اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ '' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! جب تم اپنے رب عزوجل سے فریاد کرتے تھے'' فَاسْتَجَابَ

لکُمْ'' اس نے تمہاری فریاد سن لی'' اِنِّیْ مُمِدُّکُمْ '' کہ میں تمہیں مدد دینے والا ہوں۔
(تفسیر نورالعرفان ص۲۸۲)

اللہ تعالیٰ نے آواز ماری: جبریل! عرض کی: جی ربِ جلیل! فرمایا: یار میدانِ بدر میں مجھے مدد کے لیے بلا رہا ہے' لہٰذا ایسے کرو ایک ہزار فرشتہ لے کر یار کی مدد کے لیے میدانِ بدر میں جاؤ۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی: مولا! چلا جاتا ہوں مگر کملی والے نے بلایا تجھے ہے' پر بھیج تو ہمیں رہا ہے۔ خالق کائنات نے فرمایا: جبریل! تمہارا جانا یار کی مدد کرنا یہ حقیقت میں میری ہی مدد ہے' لوگوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ کبھی میں ڈائریکٹ مدد کرتا ہوں کبھی اِن ڈایریکٹ کرتا ہوں' اگر وسیلہ کے بغیر مدد کروں وہ بھی حق ہے' اگر وسیلہ سے مدد کروں وہ بھی حق ہے۔ حضرات ایمان داری سے جواب دینا اگر اللہ تعالیٰ جبریل اور فرشتے بھیج کر یار کی مدد کر سکتا ہے' کیا وہ خالق کائنات ہماری مدد کے لیے نبی علی کو نہیں بھیج سکتا؟ بھیج سکتا ہے بلکہ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ

مشکل ویلے حضور نوں سد ماریں
مشکل آقا دوبارا نئیں آون دیندے
جس دم چہرہ دربار دے ول ہووے
سر تے بھار اُوہ بھارا نئیں آون دیندے
میرے آقا کریم لجپال سرور
گردش اندر ستارا نئیں آون دیندے
ناصر شاہ میں آقا دے گیت گانا
آقا مینوں خسارا نئیں آون دیندے

حضرت جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حکم سن کر ایک ہزار فرشتوں کو لے کر میدانِ [بد]ر میں پہنچ گئے اور بھی فرشتے آئے' جب اسلام اور کفر کی پہلی جنگ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے [آپ] کے سپاہیوں کو فتح اور نصرت عطاء فرمائی' جب کافر شکست کھا گئے' سرکار کو بڑی خوشی

ہوئی‘ اُدھر نماز عصر کا وقت ہو گیا‘ سیدنا بلال نے اذان پڑھی‘ سارے صحابہ جمع ہو گئے‘ سارے فوجی اور سپاہی نماز کے لیے جمع ہو گئے‘ میرے آقا نے جماعت کرائی‘ جبریل علیہ السلام نے فرشتوں سے فرمایا کہ سرکار غلاموں کو جماعت کرا رہے ہیں‘ ہم جس مقصد کے لیے آئے تھے وہ حل ہو گیا ہے‘ چلو آسمانوں کی طرف چلتے ہیں‘ اپنے اپنے ٹھکانے پر چلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رپورٹ پیش کرتے ہیں‘ مولا کریم! تیری مہربانی سے غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیت گئے‘ ان کو فتح اور کامیابی مل گئی ہے۔ فرشتوں نے کہا: حضور! آپ ہمارے سردار اور امیر ہیں جیسے حکم‘ حضرت جبریل علیہ السلام نور کے گھوڑوں پر سوار ہو کر آسمانوں کی طرف پرواز کرنے لگے‘ فرشتے بھی ساتھ ہیں‘ اُدھر خالق کائنات نے پہلے آسمان کے ناظم فرشتے کو فرمایا: او آسمان اوّل کے فرشتے! عرض کی: جی ربِ جلیل! فرمایا: فوراً آسمانِ اوّل کے دروازے بند کر دے اور خبردار! جبریل اور اس کے ساتھیوں کو اندر نہ آنے دینا‘ عرض کی: مولا کریم! وجہ کیا ہے؟ حالانکہ جبریل اور فرشتوں کا ٹھکانہ تو آسمان ہیں‘ وہ تو اپنے گھر آ رہے ہیں‘ پھر دروازے کیوں بند کروا رہا ہے؟ خالق کائنات نے فرمایا: ٹھیک کہتے ہو مگر جبریل آسمانوں پر میرے یار کی اجازت کے بغیر آ رہا ہے‘ میں برداشت نہیں کر سکتا‘ میرے یار کا دربان ہو‘ میرے یار کا خادم اور چوکی دار ہو اور سردار سے اجازت کے بغیر آ جائے۔ سبحان اللہ! آسمانِ اوّل کے ناظم فرشتے نے دروازے بند کر دیئے‘ جبریل علیہ السلام نے دروازے پر آواز ماری: بھائی ناظم صاحب! میں جبریل ہوں یہ میرے ساتھ فرشتے ہیں‘ دروازہ کھولو! اندر سے آواز آئی سردار! آج دروازہ اس وقت کھلے گا جب سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اجازت لے کر آئے گا۔ اللہ اکبر! حضرت جبریل علیہ السلام پھر نوری گھوڑے پر سوار ہو کر میدانِ بدر میں آ گئے‘ سرکار ابھی جماعت کرا رہے ہیں‘ حضرت جبریل علیہ السلام سرکار کے سامنے آئے اور مسکرانا شروع کر دیا اور زبانِ حال سے عرض کی: آقا! میں تو سمجھا تھا آپ سے اجازت کی ضرورت نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے تو آسمانوں کے دروازے ہی بند

دیئے ہیں، حکم ہوا ہے کہ جب تک نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہیں دیں گے تیرے لیے دروازے بند ہیں، سوہنیا! آج تیرے مقام کا پتہ چلا ہے۔ آقا اللہ تعالیٰ آپ سے کتنی محبت فرماتا ہے، آپ اللہ تعالیٰ کے کتنے محبوب ہیں، اب سرکار نماز پڑھاتے پڑھاتے جبریل علیہ السلام کی بات سن کر مسکرا پڑے۔ سبحان اللہ! جب جماعت ختم ہوگئی تو صدیق اکبر، فاروق اعظم سرکار کے تین سو تیرہ صحابی سرکار کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں: آقا! آپ دورانِ نماز مسکرا کیوں رہے تھے؟ سبحان اللہ! حضرات سوچئے! سرکار ہیں امام، تین سو تیرہ صحابی ہیں مقتدی، اب صحابہ کو کیسے پتہ چل گیا کہ سرکار مصلّٰی پر کھڑے کھڑے مسکرا رہے ہیں۔ آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں، امام نماز پڑھا رہا ہو تو دورانِ نماز مسکرائے یا غصہ کرے، مقتدیوں کو پتہ نہیں چلے گا، پتہ چلا صحابہ جب نماز پڑھتے تھے، نماز رب عزوجل کی ہوتی تھی لیکن نگاہیں جلوۂ یار پر رہتی تھی، لیکن نجدی بدنصیب کہتے ہیں کہ نبی کے خیال سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

وہ جسے دید کا اک جام پلا دیتے ہیں
فرش تا عرش سبھی پردے اُٹھا دیتے ہیں
میرے محبوب کے دیوانے نیازی اکثر
نام محبوب پہ ہر چیز لٹا دیتے ہیں

صحیح بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ جب جماعت کا ٹائم آتا تو سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مصلے پر کھڑے ہو کر جماعت کراتے تو سرکار کا ایک صحابی پہلی صف میں سرکار کے پیچھے نہیں کھڑا ہوتا بلکہ پہلی صف میں دائیں طرف کونے میں کھڑا ہوتا تھا، حالانکہ مسئلہ یہ ہے کہ امام کے پیچھے کھڑا ہونے سے ثواب زیادہ ملتا ہے، جتنا امام کے پیچھے سے دور ہوتا جائے گا، ثواب میں کمی آتی جائے گی، ایک دن ایک صحابی نے ان کو کہا: بھائی! تم سب سے پہلے مسجد میں آتے ہو، بجائے پیچھے کھڑا ہونے کے تم دائیں طرف کونے میں چلے جاتے ہو، جان بوجھ کر ثواب کم لیتے ہو، وہ صحابی مسکرا پڑا، فرمایا: بھائی! تم

ثواب زیادہ لے لیا کروں میں تو دائیں طرف ہی کھڑا ہوا کروں گا۔ اس صحابی نے فرمایا: بات کیا ہے؟ تو دائیں طرف کھڑے ہونے والے صحابی نے فرمایا: بھائی! بات یہ ہے کہ میں دائیں طرف پہلی صف میں اس لیے کھڑا ہوتا ہوں کہ ساری نماز میں اوّل سے لے کر آخر تک میں نماز بھی پڑھتا رہوں اور چہرۂ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار بھی کرتا رہوں، میں ڈبل ثواب لیتا ہوں، خدا عزوجل کی عبادت کا اور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرے کی زیارت کا۔ سبحان اللہ! (ایمان کا مرکز ومحور ص ۱۰۱)

کہہ دوں میری آنکھ نے کیا دیکھا ہے
ہر دیکھنے والے سے سِوا دیکھا ہے
دیکھا تو بہت کچھ مگر اتنا ہے یاد
صورت میں محمد ﷺ کی خدا دیکھا ہے

عدل وانصاف

علامہ کاشفی روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں، شاہ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوت میں لکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصال سے ایک دن یا دو دن پہلے جب آپ کی طبیعت کو کچھ سکون آیا تو آپ نے حضرت فضل بن عباس کو بلایا، میرے آقا نے فرمایا: فضل! عرض کی: جی میرے آقا! فرمایا: مجھے سہارا دے کر ذرا مسجد نبوی میں لے چلو، حضرت فضل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقدس ہاتھ پکڑ کر مسجد میں لے آئے، جب سرکار مسجد میں پہنچے تو آپ منبر ختم نبوت پر بیٹھ گئے، پھر فرمایا: فضل! عرض کی: جی میرے آقا! فرمایا: ایسے کرو مدینہ شریف کی گلیوں اور بازاروں میں اعلان کر دو کہ مسلمانو! تمہیں اللہ تعالیٰ کا آخری رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد نبوی میں بلا رہا ہے۔ حضرت فضل سرکار کا حکم سن کر مدینہ شریف میں اعلان کرنے لگے کہ لوگو! تمہیں اللہ تعالیٰ کا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد نبوی میں یاد فرما رہا ہے، لوگ اعلان سن کر اپنے کام کاج چھوڑ کر مسجد نبوی کی طرف آنا شروع ہو گئے، کوئی چل کر آ رہا ہے کوئی دوڑ کر آ رہا ہے کوئی سہارا لے کر آ رہا

ہے کہ دیکھیں سرکار نے ہمیں کیوں یاد فرمایا ہے‘ خیر تو ہے؟ حضرت فضل فرماتے ہیں: جب میں مسجد نبوی میں پہنچا تو کیا دیکھا کہ سرکار منبر پر جلوہ فرما ہیں‘ مسجد نبوی غلامانِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اندر اور باہر سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہے‘ صدقے جاؤں ان صحابہ کے مقدروں پر جن کو ہر روز سرکار کے جلوے نصیب ہوتے تھے‘ کوئی خرچہ نہیں‘ کوئی ویزہ نہیں‘ کوئی پاسپورٹ نہیں‘ جب چاہا جس وقت چاہا سرکار کا دیدار کرلیا‘ آج ہم لاکھوں روپے بھر کے سفر کی تکلیفیں برداشت کر کے جاتے ہیں‘ مگر جلوۂ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نصیب نہیں ہوتا‘ صرف دیواریں نظر آتی ہیں‘ صحابہ روضہ کی دیواریں نہیں یار کی بہاریں دیکھتے تھے‘ دعا کرو اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس عربی ماہی کے جلوے نصیب فرمائے!

کسی عاشق نے روکر سرکار کی بارگاہ میں بڑی پیاری بات عرض کی کہ

ایسا نقش پکے تیرا محبوبا مونہوں بولاں تے سامنے توں ہوویں
اَنکھ میٹاں تے ہواں میں کول تیرے انکھ کھولاں تے سامنے توں ہوویں
ایناں ڈاڈھیاں اوکھیاں راہواں تے میں ٹرپیا تیرے سہاریاں تے
میرا خیال رکھیں میرے محبوبا جدوں ڈولاں تے سامنے توں ہوویں

حضرت فضل فرماتے ہیں: میں بھی مسجد میں آ کر بیٹھ گیا‘ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منبر شریف پر بیٹھ کر خطبہ پڑھا‘ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی‘ پھر آپ نے اتنا درد ناک وعظ فرمایا کہ ہر صحابی کی آنکھ میں آنسو‘ ہر بندے کا دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپنے لگا‘ پھر سرکار نے فرمایا: لوگو! میں نے نبوت کے تیئس سال تمہارے اندر گزارے ہیں‘ ذرا بتاؤ تو سہی! میرا تمہارے ساتھ کیسا برتاؤ اور سلوک رہا ہے؟ ایک صحابی اُٹھ کے کھڑے ہوگئے‘ عرض کی: آقا! آپ ہمارے ساتھ ایسے پیار کرتے تھے جیسے مہربان باپ اپنی اولاد سے پیار کرتا ہے‘ جیسے شفیق بھائی اپنے بھائی پر شفقت فرماتا ہے‘ آپ نے ہمیں اپنے رب عزوجل کی طرف دعوت دی‘ آپ نے ساری زندگی ہماری بہتری کے لیے سوچتے گزار دی‘ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے اس کا بہترین صلہ اور

بدلہ عطاء فرمائے! سرکار صحابی کی بات سن کر مسکرا پڑے اور دعا دی' پھر میرے آقا نے صحابہ سے فرمایا: میرے غلامو! میں نے جتنا بھی تمہارے پاس وقت گزارا ہے' بڑا اچھا گزارا ہے' تم لوگ بڑے اچھے اور پیارے ہو' میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کے سارے احکامات پہنچائے' تمہیں بتایا کہ یہ حرام ہے یہ حلال ہے' یہ کام کرو گے تو اللہ تعالیٰ راضی ہوگا' یہ کرو گے تو ناراض ہوگا' اب میں نے تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ میری اور تمہاری جدائی کا وقت قریب آ گیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک دو دن بعد میری تمہاری جدائی ہو جائے۔ اللہ اکبر! حضرات جب اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مریدوں کو یہ بات فرمائی تو سارے صحابہ کی چیخیں نکل گئیں' صحابہ کہنے لگے: سوہنیا! یہ کیا فرما رہے ہو؟ میرے آقا نے فرمایا: میرے غلامو! میں ٹھیک کہہ رہا ہوں' اب میں زیادہ دیر تمہارے پاس نہیں رہوں گا' رو نہیں صبر کرو اور میری چند باتیں توجہ سے سنو۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لوگو! میں چلا جاؤں تو اسلام کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا' ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھانا' ایک دوسرے پر ظلم زیادتی نہ کرنا' یتیموں سے پیار کرنا' ہمسایوں کی قدر کرنا' ماں باپ کے ساتھ محبت کرنا' بڑوں کا احترام کرنا' چھوٹوں سے پیار کرنا' اللہ تعالیٰ کے اور بندوں کے حقوق کماحقہ ادا کرنا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لوگو! اگر تم میں سے کسی آدمی نے مجھ سے کوئی قرضہ لینا ہو' کوئی اپنا حق لینا ہو تو لے سکتا ہے' میں اس آدمی سے بڑا خوش ہوں جو مجھ سے اپنا حق آج ہی لے لے' اگر میں نے کسی کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی کی ہے' شرم نہ کرے اُٹھے اپنا بدلہ لے' اگر میں نے کسی کو بے قصور مارا ہے تو اُٹھے وہ بھی مجھ سے اپنا بدلہ لے لے۔ سرکار نے فرمایا: میرے صحابہ یہ باتیں میں رسماً اور دکھلاوے کے لیے نہیں کہہ رہا' حقیقت میں کہہ رہا ہوں' یہ سیاسی باتیں نہ سمجھنا' میری باتیں حقیقی باتیں ہیں۔ پھر سرکار نے فرمایا: شرم نہ کرو اُٹھو جس نے اپنا حق لینا ہے وہ اُٹھ کے لے لے' میرے صحابہ یہ نہ سمجھنا میں اس بندے سے ناراض ہوں گا جو مجھ سے اپنا حق مانگے گا' خدا عزوجل گواہ ہے کہ میں ناراض نہیں بلکہ

خوش ہوں گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب بار بار یہ اعلان فرمایا تو مجمع میں ایک سرکار کا صحابی کھڑا ہو گیا' عرض کی: آقا! آپ نے ایک دن مجھ سے تین درہم بطور قرض لے کر کسی فقیر کو عنایت فرمائے گا اور آپ نے وعدہ فرمایا تھا جب پیسے آئیں گے تو تیرا قرضہ ادا کر دیا جائے تھے' آقا! وہ مجھے تین درہم ابھی نہیں ملے' مجھے عنایت فرما دیجئے۔ سرکار سن کر بڑے خوش ہوئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطاء فرمائے! میرے آقا نے فرمایا: فضل! عرض کی: جی آقا! فرمایا: اس کو تین درہم دے دو' عرض کی: جی آقا! حضرت فضل نے تین درہم اس صحابی کو عطاء فرما دیئے۔

(تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۲۰۴' معارج النبوت ج ۳ ص ۴۸۹۔۴۹۰' مدارج النبوت ج ۲ ص ۷۲۳)

حضرات! یہ نبیوں کا سلطان مگر فرما رہا ہے جس نے قرضہ لینا ہو اُٹھ کر مطالبہ کر سکتا ہے' یہ میرے آقا نے اُمت کی تعلیم کے لیے خطبہ دیا' سرکار نے اشارہ فرما دیا: لوگو! جب دنیا سے آنا تو اپنا دامن قرضے سے دھو کے آنا کیونکہ مقروض بندہ فوت ہو جائے' اس کی روح زمین اور آسمان کے درمیان لٹکی رہتی ہے' میرے آقا مقروض کا جنازہ نہیں پڑھاتے تھے' سرکار فرمایا کرتے: پہلے مرنے والے کا قرضہ اتارو' پھر میں جنازہ پڑھاؤں گا۔ لیکن افسوس آج کل لوگ دوستوں کے لاکھوں کروڑوں روپے لے کر ملک چھوڑ جاتے ہیں یا بدمعاشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیتے ہیں: میں نہیں دیتا جو بگاڑنا ہے میرا بگاڑ لو۔ حضرات! وہ لوگ اللہ تعالیٰ کا خوف کھائیں' مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ جو بندہ کسی بندے کے دو پیسے دبا جائے نہ دے تو قیامت والے دن اس کی سات مہینے کی مقبول نمازیں لے کر اس کو دے دی جائیں گی' جس کا اس نے قرضہ دینا ہے' اگر اس کے پاس نماز کا خزانہ نہ ہوا تو سات مہینے کے گناہ اس کے سر پر ڈال دیئے جائیں گے جس نے قرضہ دینا ہے۔ حضرات جب دو پیسوں کا اتنا وبال اور عذاب ہے' سوچئے! جو کسی مسلمان بھائی کے لاکھوں روپے کھا جائے' قیامت والے دن اس کا کیا حشر ہو گا' اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرضوں سے بچائے اور

اگر کسی سے لے لیا ہے تو کماحقہ اس کا قرضہ واپس کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!
تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے حضرت فضل نے وہ قرضہ ادا کر دیا' پھر میرے آقا نے فرمایا: صحابہ اور ہے تم میں سے کوئی جس نے کسی قسم کا مجھ سے کوئی حق لینا ہو؟ اگر کوئی ہے تو وہ کھڑا ہو جائے۔ سرکار نے جب یہ بات فرمائی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ وہ کھڑے ہو گئے' حضرت عکاشہ نے ہاتھ باندھ کر بڑے ہی ادب سے عرض کی: سوہنیا! تیرے قدموں پر میرے ماں باپ قربان! میرا دل تو نہیں کرتا تھا کہ میں اُٹھ کے کچھ عرض کروں لیکن آپ نے جب بار بار حکم فرمایا تو میں مجبوراً اُٹھ کے کھڑا ہوا ہوں' سرکار گزارش یہ ہے کہ جب آپ میدانِ بدر میں سپاہیوں کا نظارہ فرما رہے تھے تو میں نے دیکھا تو میں اپنی اونٹنی سے نیچے اترا تاکہ آپ کو قدموں کو بوسہ دوں' آپ کے قدموں کو چوموں تاکہ میری محبت کی معراج ہو جائے لیکن آپ نے چھڑی اُٹھائی اور میری کمر میں ماری' میری پشت پر ماری' اب پتہ نہیں آپ نے ماری کیسے؟ جان بوجھ کر ماری یا اونٹنی کو مارنے لگے مجھے لگ گئی؟ آقا مجھے اس چھڑی سے بڑی تکلیف ہوئی' میں ادب سے خاموش ہو گیا' لیکن اب آپ نے حکم فرمایا ہے تو میں بڑی مشکل سے کھڑا ہوا ہوں' میں اس کا بدلہ لینا چاہتا ہوں' سرکار نے سنا تو مسکرا پڑے' غصہ نہیں فرمایا' جلدی میں نہیں آئے' یہ نہیں فرمایا: عکاشہ! کچھ خیال کرو میں تمہارا پیر ہوں' میں تمہارا آقا اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں' پھر بیمار ہوں تم ایسی باتیں کر رہے ہو؟ ناں مجھے مدینے والے کی زلفوں کی قسم! سرکار نے یہ نہیں فرمایا بلکہ حسنین کا نانا فاطمہ کا بابا مسکرا پڑا' مسکرا کر فرمایا: عکاشہ! میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ کسی کو جان بوجھ کر ماروں' تیری بڑی مہربانی کہ تو نے دنیا میں ہی اپنا بدلہ مانگ لیا ہے' قیامت والے دن تک یہ بات نہیں لے گئے' نہیں تو قیامت کے دن سارے نبیوں ولیوں کے سامنے بدلہ دینا پڑتا' صدقے جاؤں صدیق اکبر کے یار' کائنات کا بادشاہ ہو کر معصوم ہو کر ساری کائنات کا آقا و مولا ہو کر بھی بدلے دے رہا ہے' سوچو! ہم نے کتنے

لوگوں کے دلوں کو دُکھایا ہے' کتنے لوگوں کے ساتھ زیادتیاں کی ہیں' ہمارا قیامت کے دن کیا بنے گا؟ قلندر کھڑی فرماتے ہیں کہ

چٹی چادر عملاں والی تے داغ نہ لاویں جنیاں
تے روزِ قیامت ایہہ نہ آکھیں تے ہائے رہا کی بنیاں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: عکاشہ! جانتے ہو وہ چھڑی وہ لکڑی کیسی تھی؟ حضرت عکاشہ نے عرض کی: مولا! ہاں جانتا ہوں' وہ تُرکستان سے کسی غلام نے آپ کی بارگاہ میں ہدیہ بھیجی تھی۔ سرکار نے سن کر فرمایا: بلال! عرض کی: جی میرے آقا! فرمایا: وہ چھڑی میری بیٹی فاطمۃ الزہراء کے گھر میں موجود ہے' جاؤ! وہ چھڑی اُٹھا کر لے آؤ۔ حضرت بلال' سیّدہ فاطمہ کے گھر تشریف لے گئے' سیّدہ کی بارگاہ میں سلام عرض کی' پھر عرض کی: بیٹی! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ ترکستان والی لکڑی کی چھڑی منگوائی ہے جو سرکار نے آپ کو عطاء فرمائی تھی۔ سیّدہ فاطمہ نے فرمایا: چچا بلال! خیر تو ہے؟ حضرت بلال نے ہاتھ باندھ کر عرض کی: بی بی جی! آپ کے ابو کا حکم تھا اس لیے میں حاضر ہوا ہوں' فرمایا: چچا! میرے ابو تو بیمار ہیں' آپ کی طبیعت ناساز ہے' اس بیماری میں اس چھڑی کی کیا ضرورت پڑ گئی ہے؟ حضرت بلال نے عرض کی: بیٹی! وہ چھڑی ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک صحابی کو ماری تھی' سرکار دنیا میں اس کا بدلہ دینا چاہتے ہیں۔ سیّدہ نے سنا تو آہیں نکل گئیں' رو کر فرمایا: چچا بلال! وہ کون سا انسان ہے جو علیل اور بیمار ہونے کے باوجود میرے ابو سے بدلہ لینا چاہتا ہے؟ سیّدہ کی بات سن کر حضرت بلال نے سارا واقعہ سنایا' سیّدہ نے وہ چھڑی اُٹھا کر حضرت بلال کو دی' پھر امام حسن اور امام حسین کو فرمایا: بیٹا حسنین! عرض کی: جی امی جی! فرمایا: بیٹا! مسجد نبوی میں جاؤ! ایک آپ کے نانے کا صحابی آپ کے نانے سے بدلہ لینا چاہتا ہے وہ آپ کے بابے کو کوڑا مار کر چھڑی مار کر اپنا بدلہ لینا چاہتا ہے' بیٹا نانے کی خاطر اگر سو سو کوڑے بھی کھانے پڑیں تو کھا لینا مگر نانے کو تکلیف نہ آنے دینا۔ حسنین کریمین نے عرض کی: امی جی! آپ فکر نہ

کریں! ہم اپنی جان دے دیں گے مگر نانے کو تکلیف نہیں آنے دیں گے۔ حضرت بلال وہ چھڑی لے کر چل پڑے' امام حسن اور امام حسین بھی ساتھ چل پڑے' امام حسن کی عمر مبارک آٹھ سال ہے' امام حسین کی عمر مبارک سات سال ہے' سیدنا بلال چھڑی لے کر چلتے بھی جاتے ہیں اور روتے بھی جاتے ہیں اور کہتے بھی جاتے ہیں کہ ہائے میرے آقا کے نوری جسم پر یہ چھڑی لگے گی' بلال تو جیتے جی مر جائے گا۔ بلال کی زندگی میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف پہنچے پھر میری غلامی کا تو کوئی فائدہ نہیں' یہ سوچتے جا رہے ہیں کہ مسجد بھی آ گئی' حضرت بلال نے وہ چھڑی سرکار کی خدمت میں پیش کی' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ چھڑی لے کر حضرت عکاشہ کے حوالے کر دی' پھر فرمایا: عکاشہ یہی تھی ناں وہ چھڑی جو تیری پشت پر لگی تھی؟ عرض کی: آقا! بالکل یہی تھی' میرے آقا نے فرمایا: اچھا! پھر اُٹھو یہ میری پشت حاضر ہے' ویسے ہی زور سے مارنا جیسے میں نے تمہیں ماری تھی۔ صدقے جاؤں کملی والیا تیری عظمت پر تیرے انصاف پر' موت کے لمحات قریب ہیں وفات کا وقت قریب ہے' شدت سے بخار ہے مگر بدلہ دینے کے لیے اپنی مقدس پشت حاضر فرما رہے ہیں۔ حضرت عکاشہ نے جب چھڑی پکڑ لی تو ساری محفل میں سناٹا طاری ہو گیا' ہر صحابی سوچنے لگا کہ یہ کیا ہو رہا ہے' اللہ تعالیٰ خیر فرمائے! کہیں اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو جائے' کہیں زمین آسمان پر لرزہ نہ طاری ہو جائے' کہیں فرش عرش رونے نہ لگ جائیں۔ حضرات! جب حضرت عکاشہ نے کوڑا پکڑا تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اُٹھ کے کھڑے ہو گئے' دونوں صحابہ نے رو کر فرمایا: عکاشہ! تمہیں اللہ تعالیٰ کی عزت کا واسطہ! کوڑا مار کر سرکار کو تکلیف نہ دینا' ہم حاضر ہیں' ہمیں ایک کوڑے کے بدلے پانچ سو کوڑے مار لے مگر آمنہ کے لال کو تکلیف نہ دے' اللہ تعالیٰ کا پیارا حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام چند گھڑیاں ہمارے پاس مہمان ہے' لہٰذا ہماری منت مان لو' بدلہ لینا ہے تو ہم سے لے لو' آمنہ کے لال کو تکلیف نہ دو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ بات سنی تو مسکرا کر فرمایا: ابوبکر عمر بڑی مہربانی' اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو جزائے خیر عطاء فرمائے!

عکاشہ کو کوڑا میں نے مارا ہے' لہٰذا اس کا بدلہ بھی میں ہی دوں گا' تم بیٹھ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم تھا بیٹھ گئے' جب صدیق و عمر بیٹھے تو مجمع میں سے مولا علی شیر خدا اُٹھ کے کھڑے ہو گئے' فرمایا: بھائی عکاشہ! میں تمہارے سامنے کھڑا ہوں' میرے ہوتے ہوئے نبی کے جسم پر کوڑا لگے' علی یہ برداشت نہیں کر سکتا' مہربانی کرو ایک کوڑے کے بدلے مجھے ایک سو کوڑے مار لو مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف نہ دو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کو بھی فرمایا: علی! تیرا شکریہ بیٹھ جا' عکاشہ کو کوڑا میں نے مارا ہے لہٰذا بدلہ بھی میں ہی دوں گا' مولا علی بھی بیٹھ گئے' ادھر حسنین کریمین کھڑے ہو گئے' معصوم ہاتھ باندھ کر فرمایا: چچا! خدا عزوجل کے لیے ہمیں جتنے مرضی آئے کوڑے مار لو مگر ہمارے مقدس نانے کو تکلیف نہ دو' ہمارا نانا بیمار ہے' ہمارے نانے کی طبیعت ناساز ہے' سرکار نے فرمایا: بیٹا حسنین! تم بھی بیٹھ جاؤ' میں جانوں اور عکاشہ جانے کیونکہ تم میرے دل کے سرور ہو' آنکھوں کے نور ہو' فاطمۃ الزہراء کے دل کے ٹکڑے ہو' علی کے دل کے چین ہو' تم کوڑے کھانے کے قابل نہیں ہو۔ اُدھر حضرت عکاشہ ابھی خاموش کھڑے صحابہ کرام کی محبت اور عشق دیکھ رہے ہیں کہ مرید اپنے کامل مرشد سے کتنا پیار کرتے ہیں' سرکار نے فرمایا: عکاشہ! خاموش کیوں کھڑے ہو چھڑی مارتے کیوں نہیں؟ کوڑا مارتے کیوں نہیں؟ اپنا بدلہ لیتے کیوں نہیں؟ حضرت عکاشہ نے عرض کی: سوہنیا! میں تو بدلہ لینے کے لیے تیار ہوں لیکن بدلہ لوں کیسے؟ جب آپ نے میرے جسم پر چھڑی ماری تھی میرا جسم ننگا تھا' آپ کے جسم پر کملی ہے' سبحان اللہ! کون سی کملی جس کی قسمیں خالق کائنات قرآن میں اُٹھاتا ہے: ''یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ'' اے مزمل کی کملی اوڑھنے والے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! ''یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ'' اے مدثر کا کمبل اوڑھنے والے حبیب علیہ الصلوٰۃ السلام! سرکار نے فرمایا: عکاشہ! میں ابھی کملی ہٹا دیتا ہوں' فرمایا: اب آؤ اپنا بدلہ لو' عرض کی: سوہنیا! میں تیار ہوں' سرکار نے اپنی پشت مبارک پھیر کر جب پشت انور سے مقدس ردا اُٹھایا تو صحابہ کرام کی چیخیں نکل گئیں' حوریں رونے لگ گئیں' فرشتے تڑپنے لگے'

صدیق و عمر پر رعشہ طاری ہو گیا' مولا علی اور عثمان غنی پر غشی کا عالم طاری ہو گیا' حسنین کریمین زمین پر تڑپنے لگے' مگر صدقے جاؤں اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر' آپ کی پیشانی پر ذرا بھی ملال نہیں آیا' پریشانی نہیں آئی۔ حضرت عکاشہ نے جب سرکار کی پشت انور کو دیکھا' پھر پشت انور پر مہر نبوت کو دیکھا تو چھڑی زمین پر پھینک دی اور سرکار کی مہر نبوت کو چومنا شروع کر دیا' حضرت عکاشہ مہر نبوت کو چومتے بھی جاتے اور روتے بھی جاتے۔

سُٹ تازیانہ جلدی اُٹھیا تے حضرت عکاشہ فی الحال
آ مُہر نبوت تے بوسہ دِتا تے وَھن اَکھیں پرنال
جو تکلیف بدن نوں پہنچی تے کرو معاف نبی لجپال
میں سِکدا اھاؤں مُہر دے ویکھن کیتے تے آ ویکھی اکھیاں نال

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: عکاشہ یہ کیا؟ تو نے تو بدلہ لینا تھا پر تُو تو مہر نبوت کو بوسے دے رہا ہے' تُو تو میری پشت چوم رہا ہے۔ حضرت عکاشہ نے عرض کی: سوہنیا! تیرے قدموں پر میرے ماں باپ قربان ہوں! کوئی بدنصیب اور ملعون ہی ہوگا جو تجھ سے بدلہ لے گا۔ سرکار نے فرمایا: پھر یہ کیا ہے؟ عرض کی: آقا! بدلے کا بہانہ تھا' مہر نبوت کو چومنے کا نشانہ تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: عکاشہ! یہ اتنی کوشش کر کے بوسہ لیا کیوں ہے؟ عرض کی: آقا! آپ نے ایک دن وعظ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ لوگو! جس کا جسم میرے جسم سے لگ جائے میرے جسم سے بچ کر جائے' اس پر اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ حرام کر دے گا' آقا! میں نے تو جہنم سے بچنے کے لیے یہ ساری کوشش کی ہے۔ حضرات! صحابی کا عقیدہ دیکھیے! ہے نمازی ہے تہجد گزار ہے کعبے کا حاجی ہے زمانے کا سخی ہے اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ' پر کہتا کیا ہے؟ کہ آقا میں نے جسم اس لیے چوما ہے کہ مجھے جنت مل جائے' لوگ کہتے ہیں: نبی جنت دے نہیں سکتا مگر صحابی کا عقیدہ یہ ہے کہ جو بندہ سرکار کا جسم چوم لے اللہ تعالیٰ اسے بھی جنت عطاء فرما دیتا ہے۔ امام اہل

سنت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پندرہ سو کتابوں کے مصنف ہیں' پوری زندگی کبھی تہجد' اوّابین' اشراق' چاشت کے نفل قضا نہیں ہوئے مگر جب وصال کا وقت قریب آیا تو کسی نے پوچھا: احمد رضا! قبر کے لیے کیا تحفہ لے کے جا رہے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ

لحد میں عشقِ رُخِ شاہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

میاں محمد صاحب اسی بات کو اپنی زبان میں پیش فرماتے ہیں کہ

لوکاں مینوں آن ڈرایا تے رات قبر دی کالی
پر میں سنیا اوتھے اس نے آونا جھدے مونڈھے کملی کالی

پتہ چلا اللہ والوں کو اپنی عبادت' اپنی ریاضت پر ناز نہیں ہوتا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت اور محبت پر ناز ہوتا ہے تو صحابی نے کہا کہ آقا! تیری مہر نبوت اس لیے چومی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے جہنم کی آگ سے بچالے' میرے آقا مسکرا پڑے' مسکرا کر فرمایا: لوگو! اگر کوئی جنتی انسان دنیا میں دیکھنا چاہتا ہے وہ میرے عکاشہ صحابی کو دیکھ لے۔

(روضۃ الشہداء ج۱ ص۲۲۲۔ ۲۳۸' حلیۃ الاولیاء ج۴ ص۳۷' درۃ الناصحین ص۱۰۶' ضیاء الواعظین ص۲۲۸۔۲۳۲)

حضرات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ خالق کائنات ہمیشہ حق سچ زندگی بسر کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور جب موت آئے تو سرکار کے نعرے مارتے ہوئے موت کا جام نصیب ہو۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

وفات النبی ﷺ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ . صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمِ وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ
هُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ
لِکُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ .

(پ ۸ الاعراف: ۳۴)

ترجمہ: جب اُن کا وعدہ (موت کا وقت) آئے گا' ایک گھڑی نہ پیچھے ہو گی نہ آگے۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی ایک آیہ کریمہ کا ایک حصہ حصولِ برکت کے لیے آپ کی خدمت میں تلاوت کیا ہے' انشاء اللہ آج کی محفل میں یہ بات عرض کرنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موت کیسے قبول فرمائی؟ پھر سرکار کا جنازہ مبارک کیسے ہوا؟ اس کے علاوہ عقیدہ اہلِ سنت کے نکھار کے لیے ضروری

باتیں بھی عرض کروں گا جس سے اہل سنت و جماعت کا عقیدہ نکھر کر سامنے آ جائے گا۔
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ حق سچ بیان کرنے کی توفیق عطاء فرمائے' اور سن سنا کر عمل کی اور استقامت کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین!

حضرات! خالق کائنات نے اس دنیا میں بے شمار انسان بنائے ہیں اور قیامت تک بناتا رہے گا۔ حضرات! اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں صرف مؤمنوں کو مسلمانوں کو ہی تخلیق نہیں فرمایا بلکہ ہر مذہب کے ہر مسلک کے انسان تخلیق فرمائے ہیں' ماننے والوں کو بھی بنایا نہ ماننے والوں کو بھی بنایا' دوست بھی بنائے دشمن بھی بنائے' شکر کرنے والے بھی بنائے ناشکرے بھی بنائے' مؤمن بھی بنائے کافر بھی بنائے' مسلمانوں کو بھی بنایا ہندوؤں' سکھوں' مجوسیوں کو بھی بنایا' اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی میں رنگ برنگے انسان بنائے ہیں' آپ پوری دنیا کا سروے کرلیں' آپ کو طرح طرح کے انسان ملیں گے' کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میں اختلاف کرتے ہیں' کچھ لوگ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے اختلاف رکھتے ہیں' کچھ لوگ سرکار کے صحابہ سے اختلاف کرتے ہیں' کچھ لوگ آلِ نبی اولادِ علی سے اختلاف کرتے ہیں' کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے ولیوں سے اختلاف کرتے ہیں' پوری دنیا میں اختلاف ہی اختلاف ہے' پوری دنیا کے انسان کسی بات پر متفق نہیں' مگر حضرات اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ایک ایسی بھی چیز بنائی ہے جس میں کسی انسان کو اختلاف نہیں۔ چاہے وہ یہودی ہے یا عیسائی' وہ سکھ ہے یا ہندو' وہ کافر ہے یا مشرک' وہ مؤمن ہے یا بے ایمان' وہ عربی ہے یا عجمی' وہ پاکستانی ہے یا ہندوستانی' وہ چینی ہے یا سوڈانی' وہ مشرقی ہے یا مغربی' اُس چیز کو سارے مانتے ہیں۔ حضرات آپ جانتے ہیں کہ وہ کیا چیز ہے؟ جس میں کسی انسان کو اختلاف نہیں' کسی کو شک نہیں؟ وہ ہے موت جس کو سارے انسان مانتے ہیں' سب نسل انسانی کا عقیدہ ہے کہ ہم نے مرنا ہے' ایک دن موت آنی ہے' موت کا جام ہر انسان نے ضرور پینا ہے' جو دنیا میں آیا ہے اسے ایک دن دنیا چھوڑ کر قبر میں جانا ہے۔ حضرات! اللہ تعالیٰ کے

فضل سے ہم تو مسلمان ہیں' سرکار کے غلام ہیں' ہمارا تو پکا عقیدہ اور ایمان ہے کہ ہم نے مرنا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: لوگو! موت کو بھول نہ جانا کیونکہ جو دنیا میں آیا ہے اس نے موت کا ذائقہ ضرور چکھنا ہے۔ حضرات کوئی مانے یا نہ مانے موت کسی کو چھوڑے گی نہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لوگو! تم جہاں بھی چلے جاؤ موت تمہیں آ کر رہے گی' تمہیں یہ کوٹھیاں یہ بنگلے یہ پہاڑوں جیسے مضبوط گھر' یہ تمہارے باڈی گارڈ تمہیں موت سے بچا نہیں سکتے' کیونکہ ہمارا قانون ہے جب کسی کی موت آ جائے تو ایک لمحہ بھی موت میں دیر نہیں ہو سکتی۔ حضرات بتایئے! اللہ تعالیٰ کا فرمان سچا ہے کہ نہیں؟ بالکل سچا ہے۔ آپ دیکھیں ہمارے سامنے ہر روز کتنے بندے فوت ہو رہے ہیں' کتنے بندوں کو موت اپنا شکار بنا رہی ہے' کتنے لوگوں کے جنازے اُٹھائے جا رہے ہیں' کتنی قبریں کھودی جا رہی ہیں' یہ مال یہ بنگلے یہ کوٹھیاں یہ کاریں یہ مربے یہ کارخانے یہ جاگیریں یہیں رہ جاتے ہیں' سیٹھ صاحب' چودھری صاحب' ملک صاحب' ٹوانہ صاحب' خان صاحب' شاہ صاحب' مولوی صاحب' حاجی صاحب' نمبردار صاحب قبر میں چلے جاتے ہیں۔ حضرات آج تو کہیں کہیں انسان مر رہے ہیں لیکن ایک وقت ایسا بھی آنے والا ہے کہ ساری دنیا نے فنا ہو جانا ہے' یہ زمین اور آسمان' یہ مشرق اور مغرب' یہ شمال اور جنوب' یہ سمندر اور پہاڑ' یہ چاند ستارے' یہ سورج اور سیارے' حیوانات اور نباتات' درندے اور پرندے' انسان اور جنات سب ختم ہو جائیں گے' سب کا نام ونشان مٹ جائے گا۔ خالق کائنات قرآن مجید فرقان حمید کے پ ۲۷ الرحمٰن: ۲۵۔۲۶ میں ارشاد فرماتا ہے: ''كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ '' زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے'' وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ '' اور باقی ہے تمہارے رب عزوجل کی ذات جو عظمت اور بزرگی والا ہے۔ حضرات پتہ چلا ساری کائنات فانی ہے' اگر باقی رہنے والی کوئی ذات ہے تو وہ پیارے رب العالمین کی ذات پاک ہے۔ وہ لوگ کتنے نادان ہیں جو اولاد پر ناز کرتے ہیں' جو مربے اور مال پر ناز کرتے ہیں' جو خاندان اور برادری پر

کرتے ہیں۔

کسے نال وفائیں کیتی تے اِس دنیا بے اعتباری
نہ محبوب رہیا کوئی ایتھے تے نہ کسی دی سرداری
ایتھے کسے دے پیر نئیں لگے اِیتھوں ٹر گئے وارو واری
اعظم ایتھے دل نہ لاویں نئیں تے رُوسیں ٹر دے وادی

موت سب کو آنی ہے

حضرات! پتہ چلا کہ موت سب کو آنی ہے' وفات سب نے پانی ہے' پر موت موت میں فرق ہے' حضرت آدم علیہ السلام آئے چلے گئے' حضرت نوح علیہ السلام وہ بھی چلے گئے' حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے چلے گئے' حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے وہ بھی چلے گئے' کائنات کے والی سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے بظاہر آپ بھی تشریف لے گئے' ولی' غوث' قطب' ابدال' قلندر آئے وہ بھی چلے گئے' ایک دن چلے ہم نے بھی جانا ہے۔ مگر حضرات تاریخ اسلام بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کی موت اور عام بندے کی موت میں بڑا فرق ہے' عام بندہ گناہ گار بندہ جب مرتا ہے تو اچانک فرشتہ اس کی روح قبض کر لیتا ہے مگر جب اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے کی موت آتی ہے تو اللہ تعالیٰ ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام کو فرماتا ہے: عزرائیل! ملک الموت عرض کرتے ہیں: جی ربِ جلیل! خالق کائنات فرماتا ہے کہ دیکھ فلاں میرے دوست کی فلاں میرے ولی کی وفات کا وقت قریب آ گیا ہے' تو جا اور بڑی محبت سے بڑے پیار سے میرے ولی کی روح قبض کر کے لے آ' خیال کرنا اسے کوئی تکلیف نہ ہونے دینا کیونکہ میں نے دنیا میں اس کے بڑے امتحان لیے ہیں' وہ ہر آزمائش میں پورا اترا ہے' ہر امتحان میں ہر پرچے میں کامیاب ہوا ہے۔ حضرت عزرائیل عرض کرتے ہیں: مولا کریم! جیسے آپ کا حکم' خالق کائنات فرماتا ہے: عزرائیل! میرے دوست کی روح جب قبض کرنا تو عام بندوں کی طرح قبض نہ کرنا بلکہ بڑی شان اور پُر وقار طریقے

سے روح قبض کرنا تاکہ مرنے والوں کی روحوں کو پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے کی روح کس شان سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں آ رہی ہے۔ سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ملک الموت اللہ تعالیٰ کا حکم سن کر اس مردِ قلندر کی روح قبض کرنے کے لیے چل پڑتا ہے' جب اللہ تعالیٰ کے ولی کی طرف چلتا ہے تو پانچ سو فرشتے نوری سواریوں پر سوار ہو کر اس کے ساتھ چلتے ہیں' وہ فرشتے اس مؤمن کے لیے جنت کا کفن جنت کی خوشبو اور جنت کے گل دستے جن پر طرح طرح کے پھول لگے ہوتے ہیں اور طرح طرح کی خوشبوئیں نکل رہی ہوتی ہیں' ساتھ لے کر چلتے ہیں' کسی فرشتے کے ہاتھ کستوری کی خوشبو ہوتی ہے' کسی فرشتے کے پاس عنبر کی خوشبو ہوتی ہے' کسی فرشتے کے پاس موتیے کی خوشبو ہوتی ہے' کسی فرشتے کے پاس گلاب کی خوشبو ہوتی ہے' یہ سارا جنتی سامان لے کر اس مردِ قلندر کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ سبحان اللہ! حضرات وہ بندہ کتنے مقدر والا ہوتا ہے جس کی موت کے وقت فرشتے جنت کی خوشبوئیں لے کے آتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے جلیل القدر صحابی ہیں' بڑی شان اور عزت والے صحابی ہیں' وہ فرماتے ہیں: جب خالق کائنات نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلعت کا تاج عطاء فرمایا تو ملک الموت نے عرض کی: اے پیارے رب العالمین! آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت بلند عہدہ عطاء فرمایا ہے' خلعت کا تاج عطاء کر کے اعلان فرما دیا ہے: "وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا" (پ۵' النساء:۱۲۵) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا گہرا دوست بنا لیا ہے۔ خالق کائنات نے فرمایا: عزرائیل! میں نے ابراہیم علیہ السلام کو یہ عہدہ مفت میں عطاء نہیں کیا بلکہ ابراہیم علیہ السلام کو اپنے عشق میں آزمایا ہے' اپنی محبت میں پرکھا ہے' لیکن میرا ابراہیم علیہ السلام ہر پرچے میں ہر امتحان میں کامیاب ہوا ہے' تب جا کر یہ رینک یہ عہدہ میں نے اپنے یار کو عطاء فرمایا ہے' صدقے جاؤں خلیل تیری عظمت پر! تیری شان پر' کوئی ناظم کا یار' کوئی کسی رئیس کا یار' کوئی کسی ایم پی اے ایم این

اے کا یار‘ کوئی کسی سفیر وزیر کا یار‘ مگر تو خالق کائنات کا یار۔ حضرت عزرائیل نے عرض کی: اے پیارے رب العالمین! مجھے تو بڑی ہی خوشی ہوئی ہے کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا یار اپنا خلیل بنایا ہے‘ اگر اجازت ہو تو میں اس انعام اس ایوارڈ کے ملنے پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مبارک نہ دے آؤں؟ کہ اے ابراہیم علیہ السلام! آپ کو مبارک ہو! اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوری دنیا میں سے چن کر اپنا خلیل بنا لیا ہے‘ خالق کائنات نے فرمایا: عزرائیل! جاؤ اجازت ہے! حضرت عزرائیل علیہ السلام انسانی لباس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئے‘ سلام عرض کر کے اپنا تعارف کرایا‘ حضرت ابراہیم علیہ السلام سن کر بڑے خوش ہوئے‘ فرمایا: عزرائیل علیہ السلام بڑی خوشی ہوئی ہے آپ سے ملاقات کر کے‘ کیسے تشریف لانا ہوا؟ عرض کی: حضور! آپ کے لیے ایک خوشی کی بات لے کر آیا ہوں‘ فرمایا: کون سی خوشی کی بات؟ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی: حضور! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل بنا لیا ہے‘ فرمایا: عزرائیل! تمہیں کیسے پتہ چلا ہے؟ عرض کی: حضور! آسمانوں پر عرش پر اعلان ہو رہا ہے جنت اور حوروں میں منادی ہو رہی ہے کہ اے آسمانی مخلوق! سن لو! اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل اور یار بنا لیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سن کر بہت ہی زیادہ خوش ہوئے‘ پھر سر انور آسمان کی طرف اُٹھا کر عرض کی: اے خالق کائنات! آپ کا کروڑہا مرتبہ احسان ہے کہ تو نے مجھے اتنا بڑا انعام اور عہدہ عطاء فرمایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکر کرنے کے بعد فرمایا: اے عزرائیل! کیا سارے لوگوں کی روحیں تم ہی قبض کرتے ہو‘ روحیں تم ہی نکالتے ہو؟ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی: حضور! اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں ہی روحیں قبض کرتا ہوں‘ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جب لوگوں کی روحیں نکالتے ہو تو سب لوگوں کے ساتھ ایک ہی جیسا سلوک کرتے ہو یا کچھ فرق بھی رکھتے ہو؟ حضرت عزرائیل نے عرض کی: حضور! روح نکالتا سب کی ہو مگر سلوک ایک جیسا نہیں ہوتا‘ جب کافروں‘ بے

ادبوں، گستاخوں، منافقوں، بے ایمانوں کی روح قبض کرتا ہوں تو لباس اور شکل اور ہوتی ہے، جب مؤمن کی روح نکالتا ہوں تو لباس اور شکل اور ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ جب کافروں مشرکوں گستاخوں کی روح نکالتے ہو تو کس روپ میں، کس شکل میں آتے ہو؟ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی: حضور! آپ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ہیں، اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں، جنت کے وارث ہیں، آپ وہ شکل دیکھ کر برداشت نہیں کر سکیں گے، لہٰذا بہتر ہے کہ یہ بات مخفی رہنے دو، اس پر پردہ ہی رہنے دو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: تم میری فکر نہ کرو میں برداشت کرلوں گا تم وہ شکل دکھاؤ۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی: حضور! اب میں آپ کا حکم ٹال نہیں سکتا، اگر ضرور ہی دیکھنا ہے تو اپنا چہرہ دوسری طرف پھیریں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تھوڑی دیر کے لیے چہرہ دوسری طرف پھیر لیا، تھوڑی دیر کے بعد حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی: اب مجھے دیکھئے! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اب جب دیکھا تو ملک الموت کی شکل بالکل بدلی ہوئی ہے، لمبا قد، سر آسمانوں سے لگ رہا ہے، سیاہ کالا رنگ، پورے جسم پر بال ہی بال، ہر ہر بال سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں، بڑی ڈراؤنی شکل۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب ملک الموت کی یہ خطرناک اور ڈراؤنی صورت دیکھی تو برداشت نہ کر سکے، بے ہوش ہو کر زمین پر تشریف لے آئے، غشی کا عالم طاری ہو گیا، اُدھر حضرت عزرائیل علیہ السلام نے فوراً شکل بدل لی، تھوڑی دیر کے بعد کملی والے علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقدس دادا ہوش میں آیا، حضرت عزرائیل نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی: حضور! میں نے عرض نہیں کیا تھا کہ آپ یہ شکل دیکھ کر برداشت نہیں کر سکیں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام مسکرا پڑے، پھر فرمایا: عزرائیل! اگر کافر مشرک بے ایمان کو ساری زندگی کوئی دُکھ کوئی مصیبت کوئی پریشانی کوئی تکلیف نہ بھی آئے تو مرتے وقت تیری شکل دیکھ کر وہ زندگی کی ساریاں خوشیاں، سارے مزے، ساری آسائشیں بھول جائے گا۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی: حضور! یہ تو کافر کے لیے پہلا سین ہے، پہلا

مرحلہ ہے اس کے بعد اس کا جو حشر قبر میں اور قیامت میں ہوگا' اللہ تعالیٰ اُس حشر سے ہر مؤمن کو محفوظ فرمائے۔ آمین! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اچھا عزرائیل! جب مؤمن کی مرتے وقت روح نکالتے ہو' اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہوتی ہے؟ عرض کی: حضور! تھوڑی دیر کے لیے اپنا چہرہ انور دوسری طرف پھیر لیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چہرۂ انور دوسری طرف پھیر لیا' چند لمحوں کے بعد حضرت عزرائیل نے عرض کی: حضور! اب میری طرف دیکھئے! جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چہرۂ انور پھیرا تو کیا دیکھا کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام ایک خوبصورت نوجوان کی شکل میں کھڑا ہے' سفید لباس' جسم سے کستوری اور عنبر کی خوشبوئیں آ رہی ہیں' چہرہ اتنا حسین و جمیل ہے کہ بندے کا دل کرتا ہے بس دیکھتا ہی رہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام مسکرا پڑے' فرمایا: عزرائیل! اگر کوئی مؤمن مرنے سے پہلے ساری زندگی کوئی خوشی نہ بھی دیکھے' جب مرتے وقت تیرا حسین و جمیل نور بھرا چہرہ دیکھے گا تو وہ زندگی کے سارے غم' ساری پریشانیاں بھول جائے گا۔ سبحان اللہ!

(کیمیائے سعادت ص ۷۴۳' تذکرۃ الموتیٰ والقبور ص ۱۳' شرح صدور ص ۴۸' تفسیر مظہری ج ۹ ص ۲۷۳)

حضرات پتہ چلا کہ مؤمن جب مرتا ہے تو اُسے ملک الموت کی حسین و جمیل شکل نظر آتی ہے جسے وہ دیکھ کر دنیا کے سارے غم بھول جاتا ہے۔ حضرات پھر سوچو! وہ مؤمن کتنا خوش نصیب ہوگا جسے مرتے وقت آمنہ کے چن کا' دُکھیوں کے سجن لجپال نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار ہو جائے' یہ چہرہ کوئی عام چہرہ نہیں' یہ چہرہ کسی پیر فقیر کا چہرہ نہیں' یہ وہ چہرہ ہے جس کی قسمیں اللہ تعالیٰ قرآن میں اُٹھا رہا ہے۔ ''وَالضُّحٰی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی'' سوہنیا! مجھے تیرے نور بھرے چہرے کی قسم اور کالی کالی زلفوں کی قسم ہے جو تیرے مقدس چہرے پر چھا جاتی ہیں۔

چک میم دا پردہ چہرے توں دل دید بناں نہ رجدا اے
کیوں نہ چاہوے دل مکھ ویکھن نوں ایہہ ثواب تاں اکبری حج دا اے

تُسیں بخشدے ہو تقصیراں نوں گل لا لیندے ہو فقیراں نوں

اے جو پلّہ اے کالی کملی دا گناہ گاراں دے پردے کج دا اے

حضرت علامہ امام اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں لکھتے ہیں کہ خرقان شریف میں ایک آدمی رہتا تھا' بڑا نیک اور متقی تھا' سرکار کا بڑا دیوانہ اور مستانہ تھا' ایک دن رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے بستر پر لیٹا' آنکھ لگ گئی' جسم کی آنکھیں لگ گئیں مگر دل کی آنکھیں کھل گئیں' خواب کے اندر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار ہو گیا' مدنی آقا کی زیارت ہو گئی' اس نے خواب کے اندر سرکار کے قدم چومے' ہاتھوں کو بوسہ دیا' پھر ہاتھ باندھ کر عرض کی: آقا! بڑے دنوں سے تمنا تھی کہ کبھی تو وقت آئے گا مجھے بھی سرکار کا جاگتے ہوئے یا خواب میں کبھی دیدار ہو گا' یہ میری خوش نصیبی ہے کہ آج آپ نے کرم فرمایا ہے' میرے خواب میں تشریف لا کر مجھے دیدار کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے' آقا! میرے دل میں ایک بات ہے' ایک مسئلہ ہے' وہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آرہا' اگر اجازت دو تو وہ مسئلہ عرض کر کے اپنی تسلی نہ کرلوں؟ سبحان اللہ! سرکار مسکرا پڑے' مسکرا کر فرمایا: اچھا پیش کرو۔

حضرات کتنے خوش نصیب تھے وہ سرکار کے عاشق جو حسین کے نانے سے براہِ راست مسئلہ پوچھ رہے تھے۔ حضرات تحدیث نعمت کے لیے ایک واقعہ میں خود اپنا بھی عرض کرتا ہوں: ۱۹۹۷ء کا سال نومبر کا مہینہ' میں چند ماہ پہلے عزیزیہ مسجد میں بطور خطیب مقرر ہوا' ہماری مسجد کے ساتھ ایک دیوبندی مماتی کے عالم رہتے ہیں عطاء اللہ بندیالوی صاحب' ان کی مسجد معاویہ میں جمعیت اشاعت التوحید وسنہ کے زیر اہتمام ایک جلسہ ہوا' سڑک پر طرح طرح کے رنگ برنگے جھنڈے لگائے گئے' بڑے بڑے کپڑوں کے بینر بھی لگے ہوئے تھے' جن پر مختلف قرآن کی آیتیں اور احادیث پاک لکھ کر ان کا ترجمہ بھی لکھا ہوا تھا' پوری مسجد پر بتیاں لگی ہوئی تھی' مدرسے پر بھی لائٹنگ کا اعلیٰ انتظام تھا' میں عشاء کی نماز پڑھ کر جب مولوی صاحب کی مسجد کے پاس سے گزرا تو جلسہ بڑی دھوم دھام سے ہو رہا تھا' دروازے پر باڈی گارڈ کھڑے تھے' پوری مسجد میں اعلیٰ قسم کی قالین بچھی ہوئی تھی' مسجد

دلہن کی طرح سجی ہوئی تھی' دیوبندی مسلک کے عوام اپنے علماء کے خطابات سننے کے لیے بڑی دور دور سے آئے ہوئے تھے' جب بھی کوئی مولوی مسجد میں آتا نعرہ لگتا: نعرۂ تکبیر: اللہ اکبر' خلافت راشدہ زندہ باد' علمائے دیوبند زندہ باد' جس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے اللہ تعالیٰ کی پہچان ہوئی اس کا کوئی نعرہ نہیں' جس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے خلافت راشدہ کے بانیوں کو عزت ملی اس کا کوئی نام نہیں' جس پیغمبر کے صدقے دیوبندی پل رہے ہیں جس کے صدقے سے چندے لے لے کر مدرسے چلا رہے ہیں اس کا کوئی ذکر نہیں' میں نے کہا: افسوس ہے ایسی مسلمانی پر' پھر میں کھڑا ہو کر سوچنے لگا کہ ربیع الاوّل شریف میں ہم اہل سنت و جماعت سرکار کی آمد پر جھنڈے لگائیں' قالین بچھائیں' نعرے لگائیں' خوشیاں منائیں تو یہی لوگ' ہمیں بدعتی مشرک کہتے ہیں' اب کوئی بدعت نہیں کوئی شرک نہیں' ہم سرکار کی آمد پر جشن منائیں' جھنڈے لگائیں تو یہی مولوی صاحب سنی حنفی لوگوں سے سوال کرتے ہیں کہ سنیو! یہ جو تم کام کر رہے ہو یہ نبی نے کیا' صدیق اکبر' فاروقِ اعظم' عثمان غنی' مولا علی نے کیا' صحابہ' تابعی' تبع تابعی نے کیا؟ اگر کیا ہے تو ثبوت دو' اگر نہیں کیا تو تم یہ بدعت شرک ناجائز حرام کام کیوں کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ حیرت کی بات ہے جو ہم کام کرتے ہیں وہی کام یہ دیوبندی بھی کر رہے ہیں' مگر ان کی توحید میں اسلام میں کوئی فرق نہیں آ رہا؟ کوئی بدعت کوئی شرک کوئی حرام نہیں۔ اللہ اکبر! سوچتے سوچتے میری نظر اُٹھی تو میں نے دیکھا کپڑوں کے دو بینر ہیں' ایک پر لکھا ہوا ہے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہیں تھا' نبی کو یا رسول اللہ کہہ کے بلانا یہ مشرکوں والا کام ہے۔ سامعین محترم! خدا عزوجل گواہ ہے جب میں نے یہ دو عبارتیں پڑھیں تو غصہ بھی بڑا آیا اور آنکھوں سے غصہ کی وجہ سے آنسو بھی جاری ہو گئے کہ کتنے ظالم انسان ہیں جو سرکار کے غلاموں کو مشرک اور بدعتی بتا رہے ہیں' واپس گھر آیا بستر پر لیٹ گیا' آنکھ لگ گئی جب آنکھیں لگی تو نصیب کھل گیا' قسمت کا ستارہ چمکنے لگا' میں نے خواب میں فاطمہ کینوری باب کا دیدار کیا' الحمد للہ رب العالمین! میں نے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فقیر کی

مسجد عزیزیہ میں صبح کی جماعت کرا رہے ہیں اور میں سرکار کے بالکل پیچھے کھڑا ہو کر جماعت کے ساتھ سرکار کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں، جب سرکار نے نماز پڑھا لی تو میں نے دیکھا کہ جہاں تک میری نظر جاتی ہے سرکار کے غلام نظر آ رہے ہیں، جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ باجماعت نماز ادا کی ہے، جب سرکار نے سلام پھیرا تو اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا چہرۂ انور اپنے غلاموں کی طرف پھیر لیا، میں آگے ہو کر سرکار کے قدموں میں بیٹھ گیا، میں نے نظر اُٹھائی کہ سرکار کا دیدار کروں لیکن اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ میرے آقا کے چہرے سے اتنا نور نکل رہا ہے کہ کسی آنکھ کی طاقت نہیں کہ وہ سرکار کا نور بھرا چہرہ جی بھر کے دیکھ سکے، میں نے مجبوراً نگاہیں جھکا لیں، پھر بڑے ادب سے اپنی مادری زبان پنجابی میں عرض کی: سوہنیا! میں نے آپ کی خدمت میں دو باتیں عرض کرنی ہیں، دو مسئلے پوچھنے ہیں، اگر حکم ہو تو عرض کروں، اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! میرے آقا نے پنجابی زبان میں جواب دیا: ہاں ہاں! پوچھو۔ میں نے عرض کی: آقا! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطاء فرمایا ہے؟ میرے آقا نے فرمایا: کون کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے علمِ غیب عطاء نہیں فرمایا؟ میری تسلی ہو گئی، پھر میں نے عرض کی: آقا! آپ کو یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کے پکارنا چاہیے کہ نہیں؟ میرے آقا نے فرمایا: بالکل بلا سکتے ہو، کون کہتا ہے کہ نہیں بلانا چاہیے۔ سبحان اللہ! یہ مسئلے پوچھنے کے بعد میری آنکھ کھل گئی، میں نے سوچا کہ پہلے یہ مسئلے قرآن وحدیث میں پڑھتے تھے، آج قرآن حدیث والے آقا سے براہِ راست پوچھ لیا ہے۔ حضرات اب کوئی ملاں، مولوانا پوری تاج کمپنی سر پر اُٹھا کر کہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علمِ غیب نہیں تھا، سرکار کو یارسول اللہ کہہ کے نہیں بلانا چاہیے، ایمان داری سے بتانا میں اس کی بات مانوں گا؟ نہیں ہرگز نہیں! مولوی جھوٹا ہو سکتا ہے مگر آمنہ کے لال کی زبان پر جھوٹ نہیں آ سکتا، پھر کیوں نہ کہوں کہ

مُلاں بس کر نئی شرع رکھنا ایں
شرع نال فقیر دے رَئی ہوئی اے

تینوں اپنی شرع دا خیال مُلّاں
سانوں یار مناون دی پئی ہوئی اے
دوزخ نار حرام ممنوع اساں تے
اِنی گل قرآن نے کہی ہوئی اے
اے رفیق یار اساڈیاں بخشاون تائیں
جو ذمہ داری محمد ﷺ نے لئی ہوئی اے

حضرات! یہ میں نے خواب اس لیے لکھا ہے کہ آپ کا پکا عقیدہ ہو جائے کہ سرکار کو علم غیب بھی ہے اور سرکار کو یارسول اللہ کہہ کے پکارنا بھی جائز ہے' اگر کوئی مولوی منبر پر بیٹھ کر لاکھ مرتبہ قسم اُٹھا کر بھی کہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہیں تھا' سرکار کو یارسول اللہ کہہ کے بلانا جائز نہیں' آپ نے اس جھوٹے ملوانے کی بات نہیں ماننی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فتویٰ دے دیا ہے کہ مجھے علم غیب بھی ہے اور مجھے حرف ندا کے ساتھ پکارنا بھی جائز ہے۔ ہوسکتا ہے کوئی کہے کہ یہ عتیقی صاحب ہمارے لیے حجت نہیں کیونکہ خوابوں کا کیا بھروسہ کبھی صحیح اور کبھی غلط بھی ہوتے ہیں۔ حضرات! بات بالکل ٹھیک ہے مگر یہ خواب کوئی عام خواب نہیں' یاد رکھو! خواب میں اگر ماں باپ' بہن بھائی' یار بیلی ملیں تو شک ہوسکتا ہے مگر کسی خوش نصیب کو خواب میں سرکار کا دیدار ہو جائے تو وہ شک نہ کرے کہ شاید یہ سرکار تھے کہ نہیں' بلکہ یقین کر لے کہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ہی تھے کیونکہ میرے آقا کا صحیح فرمان ہے کہ ''من رانی فی المنام فقد رانی ''جس نے خواب میں میری زیارت کی وہ یقین کر لے کہ میں نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی' کیونکہ ''فان الشیطان لا یتمثل بی فی صورتی '' شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ (بخاری شریف ج ا ص ۲۱)

اک لکھ تے کئی ہزار وچوں کملی والا اے ہمہ صفات لگدا
جے میں ویکھاں حسیناں دے نگر اندر مینوں اوہ فخرِ کائنات لگدا

جے میں ویکھاں حضور دا رُخ انور اُوہدے سامنے دن وی رات لگدا
ناصر اِس کائنات دا حُسن سارا اُوہدے حُسن دی مینوں زکوٰۃ لگدا

حضرات تو عرض یہ کر رہا تھا کہ اُس دیوانے نے عرض کی: آقا! ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی' میرے آقا نے فرمایا: کون سی؟ عرض کی: آقا! میں نے آپ کی ایک حدیث پاک میں پڑھا ہے کہ مؤمن کو جب موت آتی ہے تو اُسے ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی بلکہ اس کے جسم سے ایسے روح نکلتی ہے جیسے خمیرے آٹے سے بال نکال لیا جائے' آقا! کیا یہ آپ کا فرمان ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بالکل! یہ میری ہی حدیث ہے۔ اب اس غلام نے عرض کی: آقا! اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے پ۲۹' القیامۃ: ۲۶-۳۰ تک میں ارشاد فرماتا ہے: ''كَلَّا اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ'' کہ جب انسان کی جان پہنچے گی گلے کی ہنسلی تک ''وَقِيْلَ مَنْ رَّاقٍ'' اور کہا جائے گا: ہے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ''وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ'' اور مرنے والا سمجھ لیتا ہے کہ جدائی کی گھڑی آن پہنچی ''وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ'' اور لپٹ جاتی ہے ایک پنڈلی دوسری پنڈلی کے ساتھ ''اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ نِ الْمَسَاقُ'' اُس دن آپ کے رب عزوجل کی طرف جانا ہوتا ہے۔ آقا! آپ فرماتے ہیں کہ مؤمن کی جان نکلتے وقت پتہ نہیں چلتا لیکن اللہ تعالیٰ موت کی سختی بیان فرمارہا ہے' حضور! قرآن پاک میں اور آپ کے پاک فرمان میں تضاد آ گیا' ٹکراؤ پیدا ہو گیا' اب اس کو کیسے تطبیق دیں گے' قرآن اور حدیث میں کیسے موافقت ہو گی؟ آمنہ کا لال سن کر مسکرا پڑا' فرمایا: سجناں! میری حدیث بھی صحیح ہے' اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی صحیح ہے' اگر قرآن و حدیث میں موافقت دیکھنی ہے تو صبح اُٹھ کر سورۂ یوسف پڑھنا تمہیں وہاں سے مسئلہ کا حل مل جائے گا۔ سبحان اللہ! سرکار یہ بات کر کے نظروں سے غائب ہو گئے۔

تار جدوں پریم دی وجدی اے کائنات لئی بن مضمون جاندا
پچھ قیس توں عشق دے راز ڈونگھے تن سکدا اے سڑ خون جاندا

اکھاں سامنے جدوں محبوب ہووے سولی اتے اوہ پہنچ سکون جاندا

دیوے جو دی حکم حبیب ناصر عاشق واسطے بن قانون جاندا

اس سرکار کے عاشق کی آنکھ کھل گئی' اُٹھ کر وضو کیا' نمازِ فجر ادا کی' قرآن مجید اُٹھایا' سورۂ یوسف پڑھی' مسئلہ حل نہیں ہوا' پھر پڑھی' پھر بھی مسئلہ سمجھ نہیں آیا' کئی بار پڑھی لیکن بات نہیں بنی' جواب نہیں ملا' آخر مجبور ہو کر اُٹھا' قرآن مجید بند کر کے رکھ دیا' خرقان شریف میں ایک بہت بڑے عالم بہت بڑے ولی بلکہ زمانے کے غوث حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے' یہ عالم بھی تھے ولی بھی تھے' یاد رکھیں کہ کوئی پیر' کوئی ولی کوئی غوث قطب اس وقت تک کامل پیر نہیں بن سکتا جب تک وہ عالم نہ ہو' چاہے اس نے علم مدرسہ میں پڑھا ہو یا اللہ تعالیٰ اس کو علم لدنی کی دولت سے مالا مال فرما دے' آپ اولیاء کرام کی سیرت کا مطالعہ کر کے دیکھیں' جتنے بھی بڑے بڑے ولی غوث گزرے ہیں' وہ بہت بڑے بڑے علامہ اور شیخ القرآن اور شیخ الحدیث تھے' کوئی بھی ولی اَن پڑھ نہیں گزرا' ولیوں کے سلطان مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ جن کے قدم کی مُہر سے قیامت تک ولی بنیں گے' ان کے بارے آمنہ کے لال نے فرمایا: "انا مدینۃ العلم وعلی بابھا" میں علم کا شہر ہوں میرا علی اس شہر کا دروازہ ہے' جو دین کا علم حاصل کرنا چاہے وہ علم کے دروازے پر آ جائے۔ (اسد الغابہ ج ۴ص ۲۲' ریاض النضرہ ج ۳ص ۱۵۹' البدایہ والنہایہ ج ۷ص ۳۵۹' کنز العمال ج ۱۳ص ۱۴۸' عقائد جعفریہ ج ۲ص ۳۳۴) غوث اعظم کی سیرت کا مطالعہ کر کے دیکھیں' آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپ غوث بنے کیسے ہیں؟ فرمایا: "درست العلم حتی صرت قطبا" فرمایا: لوگو! میں لوگوں کو دین کا علم پڑھا پڑھا کر زمانے کا قطب اور غوث بن گیا ہوں۔ غوث پاک نے اپنی زندگی میں علم دین کی احیاء کی خاطر اکیس کتابیں لکھیں۔ داتا صاحب بہت بڑے عالم اور شیخ الحدیث تھے۔ غریب نواز اجمیری بہت بڑے عالم اور شیخ القرآن تھے' مہر علی بہت بڑے عالم اور شیخ الاسلام تھے' آپ جس ولی کامل کی سیرت کا مطالعہ کریں گے آپ کو پتہ چلے گا کہ اس ولی کامل نے

فلاں فلاں دینی مدرسہ سے علم دین پڑھا اور پھر ولایت میں قدم رکھا' آج کل کے بھی پیر بنے پھرتے ہیں جنہیں وضو کے فرضوں اور نماز کے فرضوں کا بھی پتہ نہیں' بس جبہ اور دستار پہن لی' کار اور پجارو نیچے ہے' مریدوں کی خون پسینے کی کمائی کھاتے پھرتے ہیں۔
تو عرض یہ کر رہا تھا کہ وہ بندہ حضرت ابوالحسن خرقانی کی بارگاہ میں حاضر ہوا' سلام عرض کیا' قدم بوسی کی پھر سارا خواب سنایا۔ حضرت ابوالحسن خرقانی خواب سن کر مسکرا پڑے' فرمایا: بھائی! میرے آقا نے سچ فرمایا ہے' اس سوالی نے عرض کی: حضور! مجھے سرکار کے فرمان پر بالکل یقین ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سچ ہی فرماتے ہیں لیکن مجھے وہ آیت نہیں مل رہی۔ حضرت ابوالحسن خرقانی نے فرمایا: تیرے سوال کا جواب قرآن مجید کے پ ۱۲' سورۂ یوسف: ۳۱ میں ہے' عرض کی: حضور! وہ کیسے؟ فرمایا: آ میں تمہیں سمجھاؤں' حضرت ابوالحسن نے فرمایا: جب مصر کی امیر زادیوں نے حضرت زلیخا پر الزام لگایا کہ زلیخا ایک غلام پر ایک نوکر پر ایک بردے پر عاشق ہوگئی ہے تو حضرت زلیخا نے ان تمام رئیس زادیوں کو جواب دینے کے لیے ان کی گھر میں دعوت کی' جب ساری امیر زادیاں آ گئیں تو حضرت زلیخا نے فرمایا: اے مصر کی رئیس زادیو! میں نے سنا ہے کہ آج کل تم ہر محفل میں ہر پروگرام میں ہر فنکشن میں مجھ پر الزام لگاتی ہو کہ میں ایک نوکر اور غلام پر عاشق ہو گئی ہوں' کیا یہ بات صحیح ہے؟ مصر کی رئیس زادیوں نے کہا: زلیخا! بات بالکل ٹھیک سنی ہے' دیکھو ناراض نہ ہونا' کہاں وزیر اعظم کی بیوی اور کہاں مصر کا غلام' یہ بات تجھے پھبتی نہیں۔ حضرت زلیخا مسکرا پڑی' فرمایا: بہنوں تم بھی سچی ہو میں بھی سچی ہوں' تم اس لیے سچی ہو تم نے یوسف دیکھا نہیں' میں اس لیے سچی ہوں کہ میں ہر روز اس کے جلوے دیکھتی ہوں' بلاتشبیہ و بلامثال جو لوگ نبی کو اپنے جیسا کہتے ہیں وہ بھی سچے ہیں' جو بے مثل اور لاثانی کہتے ہیں وہ بھی سچے ہیں' اپنی مثل کہنے والے اس لیے سچے ہیں کہ انہوں نے حسین کا نانا دیکھا نہیں' سنی اس لیے سچے ہیں کہ انہیں سرکار کے جلوے نصیب ہوتے ہیں' پھر یہ بے اختیار ہو کے نعرے مار کے کہتے ہیں کہ

کوئی مثل نہ ڈھولن دی
چُپ کر مہر علی ایتھے جاہ نہیں بولن دی

حضرت زلیخا نے فرمایا: بہنوں تم ہر روز طعنے مارتی ہو! اگر کہو تو آج میں اپنا محبوب تمہیں دکھا ہی نہ دوں؟ مصر کی امیر زادیوں نے کہا: زلیخا! اگر وہ اتنا حسین ہے تو ضرور دکھا' حضرت زلیخا نے فرمایا: اچھا تم نے کھانا کھالیا ہے' یہ طرح طرح کے فروٹ تمہارے سامنے ہیں' اس فروٹ کو چھریوں سے کاٹ کر کھاؤ' میں اپنے یوسف کو بلا لاتی ہوں۔ حضرت زلیخا گئی' کیا دیکھا اللہ تعالیٰ کا معصوم نبی مصلیٰ بچھا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہے' حضرت زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کے قدموں میں گر گئی' عرض کی: حضور! آج تک آپ نے میری کبھی کوئی بات نہیں مانی' اپنے پیاروں کا واسطہ آج نہ ٹھکرانا' حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: بی بی! بات کیا ہے؟ عرض کی: حضور! مصر کی امیر زادیاں تمہیں نوکر اور بردہ کہتی ہیں' مہربانی کرو کہ ایک مرتبہ ان کے سامنے آؤ' انہیں پتہ چل جائے کہ زلیخا جس سے محبت کرتی ہے نوکر نہیں بلکہ حسینوں کا سردار ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: بی بی! ٹھہر جا میں اپنے مالک سے مشورہ کر لوں۔ خالق کائنات کے نبی نے چہرہ آسمانوں کی طرف اُٹھایا' عرض کی: اے خالق کائنات! زلیخا آئی ہے' اس کے ساتھ جاؤں یا نہ جاؤں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سجناں! آج اس کی نہ ٹالنا آج ضرور جاؤ' عرض کی: پہلے انکار ہوتا تھا آج جانے کی اجازت مل رہی ہے؟ فرمایا: پہلے بدکاری کے لیے بلاتی تھی آج عزت کے لیے بلا رہی ہے' حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: بی بی! چل مالک نے اجازت دے دی ہے' حضرت زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کو لے کر چل پڑی' جب قریب گئی تو فرمایا: اے امیر زادیو! یہ ہے وہ میرا محبوب جس کو نوکر اور غلام کہتی تھیں' اللہ تعالیٰ کا قرآن کہتا ہے: ''فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ'' جب مصر کی رئیس زادیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کا دیدار کیا تو دیدار کر کے آپ کی تعریف اور شان بیان کرنے لگی' آپ کے حسن و جمال کی تعریفیں کرنے لگیں' کوئی

کہنے لگی: دیکھ نی اس کا ماتھا کتنا پیارا ہے' کوئی کہنے لگی: دیکھ نی اس کی آنکھیں کتنی پیاری ہیں' کوئی کہنے لگی: دیکھ نی اس کے ہونٹ کتنے پیارے ہیں' کوئی کہنے لگی: دیکھ نی اس کی زلفیں کتنی خوبصورت ہیں' کوئی کہنے لگی: نی دیکھ اس کے آبرو کتنے پیارے ہیں' تمام بیبیاں تعریف کرتے کرتے ''وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ'' بجائے پھل کاٹنے کے اپنی انگلیاں کاٹ بیٹھیں' خون نکلتا رہا' انگلیاں کٹتی رہیں' لیکن یوسف میں ایسی گم ہوگئی کہ تکلیف محسوس ہی نہیں ہوئی' کسی عورت نے ہائے نہیں کی' اُوئے نہیں کی' عموماً آپ نے دیکھا ہو گا کہ عورت کو تھوڑی سی تکلیف یا زخم آ جائے تو اتنا شور مچاتی ہے کہ سارا گھر سر پر اُٹھا لیتی ہے کہ ہائے میں مر گئی' ہائے میں اُجڑ گئی' ہائے میں لُٹ گئی' لیکن قربان جاؤں جلوۂ یوسف علیہ السلام پر ایسی مست ہوئیں کہ گوشت کٹ گیا' خون بہہ گیا لیکن درد کی شکایت نہیں کی' تکلیف کا احساس نہیں ہوا' بلکہ قرآن یہ کہتا ہے: خون بہہ رہا ہے' گوشت کٹ رہا ہے مگر حسن یوسف کو داد دے دے کر کہہ رہی ہیں کہ ''وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ'' اللہ عزوجل کی قسم! یہ بردا نہیں نوکر نہیں غلام نہیں' نہیں نہیں یہ بشر بھی نہیں یہ انسان نہیں' بلکہ یہ تو کوئی عزت والا فرشتہ ہے۔ حضرت ابوالحسن خرقانی نے فرمایا: بھائی! جن کی نگاہوں کے سامنے جلوۂ یوسف علیہ السلام ہو' ان کی یہ شان ہے' سوچ جن کے سامنے جلوۂ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو' اس کا کیا مقام ہوگا؟ سوالی نے عرض کی: حضور! میں سمجھا نہیں' فرمایا: جب مؤمن کی سرکار کے عاشق کی روح نکلنے کا وقت قریب آتا ہے تو آمنہ کا لال اپنے عاشق کے سامنے آ جاتا ہے' سرکار کا دیوانہ کبھی چہرۂ انور کو دیکھتا ہے' کبھی زلفوں کو دیکھتا ہے' کبھی مازاغ کے ڈورے دیکھتا ہے' کبھی یوحیٰ کے لبوں کو دیکھتا ہے' کبھی یداللہ کے ہاتھوں کو دیکھتا ہے' کبھی الم نشرح کا سینہ دیکھتا ہے' وہ عاشق سرکار کا دیدار بھی کرتا جاتا ہے اور سرکار پر قربان بھی ہوتا جاتا ہے۔

لُوئے لُوئے آ جا مدنی تے ایہو کرم کمان دا ویلا
جیوندیاں جیوندیاں دید کرا جائیں مکھ چھپان دا ویلا

اُڈ جائے متاں جان دا پنچھی تے ہویا ساڈے جان داویلا

ساہ دا کوئی وساہ نئیں اعظم تے ایہو تیرے آن داویلا

حضرت ابوالحسن خرقانی نے فرمایا: بھائی سوالی! جب سرکار کا دیوانہ مرتے وقت سرکار کے حسن و جمال کا نظارہ کرتا ہے تو اُسے موت کی تکلیف کا پتہ ہی نہیں چلتا' یہ ہے اس آیہ کریمہ اور حدیث پاک کا مطلب۔ (شانِ حبیب ص ۳۱۵۔۳۱۶)

حضرات! تو عرض یہ کر رہا تھا جب سرکار کے سچے غلام کی روح نکلتی ہے تو فرشتے جنت سے خوشبو لاتے ہیں' جنت کے گل دستے لاتے ہیں' جنت کا کفن لاتے ہیں اور سارے فرشتے اس مرنے والے کے پاس بیٹھ جاتے ہیں' کوئی قدموں میں بیٹھ جاتا ہے' کوئی سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے' کوئی دائیں طرف بیٹھ جاتا ہے' کوئی بائیں طرف بیٹھ جاتا ہے' مرنے والا فرشتوں کو دیکھ لیتا ہے مگر جو عزیز جو اس کے رشتے دار ہوتے ہیں انہیں وہ فرشتے نظر نہیں آتے۔ حضرات فرشتے موجود ہیں مگر مرنے والے کو نظر آتے ہیں مگر دوسرے لوگوں کو نظر نہیں آتے۔ یہ میرے پیارے رب العالمین کی شان ہے جسے چاہے منظر دکھا دے' بلا تشبیہ و بلا مثال سرکار ہر مؤمن کے پاس حاضر بھی ہیں اور ناظر بھی ہیں' مگر حسین کا نانا ہر کسی کو نظر نہیں آتا' سرکار کے جلوے اسے نصیب ہوتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہوتا ہے۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: وہ پانچ سو فرشتے جو جنت سے مؤمن کی روح لینے کے لیے آتے ہیں' ان میں سے کوئی فرشتہ اس نیک بندے کے قدموں پر پیار سے ہاتھ پھیرتا ہے' کوئی ہاتھوں پر پیار کرتا ہے' کوئی چہرے پر پیار سے ہاتھ پھیرتا' کوئی سر پر ہاتھ پھیرتا ہے' سارے فرشتے پیار بھی کرتے جاتے ہیں اور مرنے والے کو تسلی بھی دیتے جاتے ہیں اور کہتے بھی جاتے ہیں: اے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے! ڈرنے کی کوئی

ضرورت نہیں، ذرا نگاہیں اُٹھا' اللہ تعالیٰ نے تجھ پر اپنی سلامتی اور رحمتوں کے دروازے کھول دیئے ہیں' اُدھر اللہ تعالیٰ اس مؤمن کے لیے دنیا میں ہی جنت کے دروازے کھول دیتا ہے' وہ مؤمن جنت کے باغات دیکھ کر جنت کی رونقیں دیکھ کر بڑا خوش ہوتا ہے' پھر وہ مرنے والا فرشتوں سے پوچھتا ہے: اے معزز دوستو! اے مجھے پیار سے تسلی دینے والو! تم کون لوگ ہو؟ اور آپ یہاں کس مقصد کے لیے تشریف لائے ہو؟ سارے فرشتے خاموش ہو جاتے ہیں' حضرت عزرائیل علیہ السلام اپنا اور فرشتوں کا تعارف کرواتے ہیں اور فرماتے ہیں: اے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے! تیار ہو جا ہم تیری روح قبض کرنے آئے ہیں' مؤمن جب موت کا نام سنتا ہے تو پریشان ہو جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ملک الموت اس مؤمن سے اتنی پیاری اور محبت بھری گفتگو فرماتا ہے جیسے ایک نیک اور شفیق ماں اپنے بیٹے سے باتیں کرتی ہے' حضرت عزرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں: اے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے! پریشان کیوں ہو گئے ہو' مغموم کیوں ہو گئے ہو؟ دیکھو اللہ تعالیٰ نے آپ کی عزت افزائی کے لیے کتنا کرم فرمایا ہے' فرشتے آپ کے استقبال کے لیے آئے ہیں' جنت سے کفن اور خوشبوئیں بھی ساتھ لے کر آئے ہیں' پھر آپ کی آمد پر اللہ تعالیٰ نے جنت کے دروازے بھی کھول دیئے ہیں' آج پریشانی اور مغموم ہونے کا دن نہیں' آج تو اللہ تعالیٰ کے انعام کا دن ہے۔ دیکھ اللہ تعالیٰ عرشوں سے آوازیں مار رہا ہے: "یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ" اے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے سکون حاصل کرنے والے میرے بندے! اے نفس مطمئنہ! "اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً" آ جا اپنے ربِ عزوجل کی طرف وہ تجھ سے راضی ہے تو اس سے راضی ہے۔ سبحان اللہ! مزا نہ آ گیا موت کا' ایسی موت پر ہزاروں زندگیاں قربان' جس موت اللہ تعالیٰ پیار سے بندے کو بلائے۔

دنیا نال اُوہ پیار نئیں کردے جہڑے عشق ماہی وچ رنگے
جنت ول اُوہ جھات نہ پاون جہڑے عشق دے کوچیوں لنگھے

وچ درگاہ منظور نہ ہوئے جھڑے جان دیون توں سنگے
اعظم عشق وچ رہ نہ جاویں ایہہ تے سِر قربانی منگے

حضرات وہ مؤمن بڑا خوش نصیب ہے جس کو مرتے وقت اللہ تعالیٰ پیار سے آوازیں مارے: اے میرے بندے! آ جا میں تجھ سے بڑا خوش ہوں' بڑا راضی ہوں۔ شاعر مشرق نے بڑی پیاری بات فرمائی کہ

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

حضرت عزرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں: اے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے! ذرا سن تو سہی اللہ تعالیٰ کیا فرما رہا ہے: ''فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ'' اے میرے بندے! جلدی آ میرے خاص بندوں' نبیوں' ولیوں' صدیقوں' شہیدوں میں تو بھی شامل ہو جا اور اُن کی سنت میں جنت میں داخل ہو جا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: جب مؤمن اللہ تعالیٰ کی صدا سنتا ہے تو بڑا خوش ہوتا ہے اور فرشتوں سے کہتا ہے: جلدی کرو! میری روح قبض کرو' میری جان نکالو' میں اپنے کریم ربِ عزوجل سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام اس کی روح کو قبض کر لیتے ہیں' ایسے لگتا ہے کہ خمیرے آٹے سے بال نکال لیا جائے۔ (شرح صدور ص ۵۹)

موت' موت میں فرق

حضرات پتہ چلا کہ موت موت میں بڑا فرق ہے۔ عام بندہ گناہ گار بندہ جب مرتا ہے تو فرشتے زبردستی اس کی جان نکال کے لے جاتے ہیں' چاہے وہ روتا رہے' تڑپتا رہے' فرشتے اس کا حیاء نہیں کرتے مگر جب اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی محبوبوں کی موت آتی ہے' فرشتے اس کا لحاظ کرتے ہیں' بڑے ادب سے اس کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں: سرکار! تیاری کرو آپ کی وفات کا وقت قریب آ گیا ہے' پھر جان قبض کرنے سے پہلے اجازت لیتے ہیں کہ حضور اگر اجازت ہو تو ہم آپ کی روح قبض کر لیں۔ حضور سیدنا داتا

علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب کشف المحجوب کے ص ۲۰۹ میں یہ بات نوٹ فرماتے ہیں کہ غوث زماں حضرت سیدنا محمد بن اسماعیل خیر النساج رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا جب وقت قریب آیا تو نمازِ مغرب کا وقت تھا' وفات سے پہلے آپ بے ہوش ہو گئے' جب ہوش آیا تو مغرب کی اذان ہو رہی تھی' اُدھر حضرت عزرائیل علیہ السلام بھی روح قبض کرنے کے لیے تشریف لے آئے' عرض کی: حضور! تیاری کرو آپ کی وفات کا وقت ہو گیا ہے' میں آپ کی روح نکالنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت محمد بن اسماعیل مسکرا پڑے' فرمایا: عزرائیل علیہ السلام ٹھیک ہے' روح قبض کر لینا ہم حاضر ہیں لیکن ذرا پندرہ بیس منٹ صبر کیجئے' ہمیں نمازِ مغرب تو ادا کر لینے دو۔ سبحان اللہ! حضرت محمد بن اسماعیل نے فرمایا: ''قف عافاك الله'' اے عزرائیل علیہ السلام! اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے! ذرا صبر کیجئے ذرا ٹھہریئے ''فانما انت عبد مامور وانا عبد مامور'' بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں لیکن میں بھی اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بندہ ہوں' مجھے پتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے' آپ نے اس پر ضرور عمل کرنا ہے' موت ٹل نہیں سکتی لیکن جو مجھے اللہ تعالیٰ نے نماز کا حکم دیا ہے عمل میں نے بھی ضرور کرنا ہے ''فدعنی امضی فیما امرت به'' لہٰذا ایسے کرو تھوڑی دیر صبر کرو پہلے میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کر لوں' پھر تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کر لینا' پہلے میں نماز پڑھ لیتا ہوں پھر تم میری روح نکال لینا' حضرت عزرائیل علیہ السلام مسکرا پڑے' عرض کی: حضور! میں مڑ جاتا ہوں آپ نماز پڑھ لیں' حضرت عزرائیل علیہ السلام بیٹھ گئے' حضرت محمد بن اسماعیل نے پانی منگوایا' وضو فرمایا پھر بڑے صبر اور سکون کے ساتھ نماز ادا فرمائی' پھر فرمایا: اے ملک الموت! اب آیئے میری روح قبض کر لیجئے۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام تشریف لائے' آپ کی روح مبارک قبض فرمائی۔ سبحان اللہ! یہ ہے اللہ والوں کی شان جس کا حیاء ملک الموت بھی فرماتا ہے' یہ جو نبی کی مثل بننے والے ہیں' ان سے پوچھو کہ کبھی تمہارے ساتھ بھی عزرائیل علیہ السلام نے یہ رویہ فرمایا ہے؟ حضرت محمد بن

اسماعیل کو غسل دے کر کفن پہنا کر جب دفن کر دیا گیا تو خواب میں اپنے کسی دوست سے ملے تو دوست نے سوال کیا: حضور! سنایئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ آپ مسکرا پڑے' فرمایا: بھائی! کیا بتاؤں اللہ تعالیٰ نے کتنی کرم نوازی فرمائی ہے' یہ چیزیں بتانے والی نہیں' بس اتنا سمجھ لو جو یہاں مزا ہے جو یہاں بہاریں ہیں وہ دنیا میں نہیں تھی' دیوبندیوں کے بہت بڑے عالم مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنی کتاب جمال الاولیاء ص ۲۰۲ میں یہ بات لکھی ہے کہ "حضرت محمد شربنی رحمۃ اللہ علیہ یہ بہت بڑے ولی' بہت بڑے امام اور باکرامت ولی تھے' مصر کے علاقے میں رہتے تھے' آپ کے ایک بیٹے تھے جن کا نام تھا: شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ' یہ بیمار ہو گئے حتیٰ کہ آپ کی وفات کا وقت قریب آ گیا جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت عزرائیل علیہ السلام آپ کی روح قبض کرنے کے لیے آ گئے' آپ کی جان نکالنے کے لیے تشریف لائے' جب حضرت عزرائیل علیہ السلام آپ کے بیٹے کی روح قبض کرنے لگے تو حضرت محمد شربنی نے فرمایا: عزرائیل! یہ کیا کرنے لگے ہو؟ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے فرمایا: جناب! آپ کے بیٹے کی موت کا وقت آ گیا ہے' اس کی روح قبض کرنے لگا ہوں' حضرت محمد نے فرمایا: کس کے حکم سے؟ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے حکم سے' حضرت محمد نے فرمایا: پھر ابھی روح قبض نہ کیجئے' حضرت عزرائیل نے فرمایا: بات کیا ہے؟ حضرت محمد نے فرمایا: جس ربِ عزوجل نے تمہیں جان نکالنے کے لیے بھیجا ہے' اس ربِ عزوجل سے ہماری بات ہوئی ہے' اس نے اپنا حکم واپس لے لیا ہے' میرا بیٹا ابھی فوت نہیں ہوگا ابھی یہ زندہ رہے گا۔ سبحان اللہ! حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی: مولا کریم! یہ محمد شربنی کیا کہہ رہا ہے' قدرت نے آواز ماری: ٹھیک کہہ رہا ہے' تم واپس آ جاؤ۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام واپس چلے گئے' مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں: اس کے بعد حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ تیس سال تک زندہ رہے۔

بندے رب دے دعا کر کے تقدیر بدل دیندے
ایہہ لوح محفوظ والی تحریر بدل دیندے

پاکستان کے صوبہ پنجاب کا مشہور ضلع فیصل آباد' اس فیصل آباد کے ساتھ ایک اور ضلع ہے چنیوٹ' چنیوٹ شہر میں ایک بہت بڑے اللہ تعالیٰ کے ولی کا مزار ہے' جن کا نام ہے: حضرت شیخ برہان رحمۃ اللہ علیہ' آپ چنیوٹ سے اپنے مریدوں کو ملنے کے لیے لاہور تشریف لے گئے' پاکستان ہندوستان بننے سے پہلے کی بات ہے' اس دور میں یہ جدید سواریاں بسیں کاریں نہیں ہوتی تھیں' لوگ پیدل یا گھوڑے' گدھے پر سواری کیا کرتے تھے' جب آپ لاہور تشریف لائے تو بڑے سخت بیمار ہو گئے' جب بیماری زیادہ ہوئی تو آپ نے اپنے مریدوں کو بلایا' فرمایا: میں نے کل فوت ہو جانا ہے' جب میں فوت ہو جاؤں تو میری قبر چنیوٹ میں بنانا' مریدوں نے عرض کی: حضور! جیسے آپ کا حکم۔ آپ کا وصال ہو گیا' مرید سارے غریب تھے' اتنے وسائل نہیں تھے کہ آپ کی چارپائی لاہو سے چنیوٹ لاتے' مرید آپس میں کہنے لگے کہ مرشد کا حکم تھا کہ میری قبر چنیوٹ بنائی جائے لیکن ہمارے اتنے وسائل نہیں' کیسے آپ کا جسم پاک چنیوٹ لے جائیں؟ ایسے کرتے ہیں غسل دے کر کفن پہنا کر نماز جنازہ پڑھ کر جب قبر میں دفن کریں گے تو معذرت کر لیں گے کہ حضور! ناراض نہ ہونا ہمارے پاس اتنے وسائل نہیں کہ آپ کو چنیوٹ دفن کیا جائے' آپ کو غسل دیا گیا' کفن پہنایا گیا' جنازہ پڑھایا گیا' جب قبر میں اتارنے لگے تو ہاتھ باندھ کر عرض کرنے لگے: حضور! ناراض نہ ہونا' ہم مجبور ہیں ہمارے پاس اتنے وسائل نہیں کہ آپ کا جسد خاکی چنیوٹ میں پہنچایا جائے' جب مرید آپ کو قبر میں اتار چکے تو شیخ برہان قدس سرہٗ سے اُٹھ کے کھڑے ہو گئے' مسکرا کر فرمایا: چلو! تمہارے پاس وسائل نہیں تو ہم خود ہی چلے جاتے ہیں' فرمایا: تمہارا فرض ادا ہو گیا' تم نے غسل و کفن دیا' نمازِ جنازہ پڑھی' اب چنیوٹ ہم خود ہی پہنچ جائیں گے' آپ نے کفن اتارا' اپنے کپڑے پہنے' چنیوٹ پہنچ گئے' پھر دس سال زندہ رہے پھر آپ کا وصال ہوا۔ حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی تھے حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ ''یمشی فی بعض طرق المدینۃ'' آپ ایک دن مدینہ شریف کی کسی گلی میں جا رہے تھے ''اذخر میتًا'' اچانک آپ کو دل کا دورہ پڑا' آپ وہیں فوت ہو گئے' جب فوت ہو گئے' لوگ آپ کو اُٹھا کر گھر لے آئے' ظہر کا وقت تھا' آپ کو غسل دیا گیا' کفن پہنایا گیا' اتنے میں مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا' قبیلہ انصار کی ساری عورتیں جمع ہو گئیں' انہوں نے حضرت زید کی چارپائی کے پاس بیٹھ کر رونا شروع کر دیا' جب انصاری عورتوں نے رونا شروع کیا تو حضرت زید کے کفن میں سے آواز آئی' حضرت زید نے بولنا شروع کر دیا' اب سارے گھر والے بڑے حیران ہوئے کہ حضرت زید وفات کے بعد بول رہے ہیں' کمال کی بات ہے۔ حضرت زید جب بولے تو آپ نے سارے گھر والوں کو فرمایا: ''انصتوا'' لوگو! خاموش ہو جاؤ اور خاموش ہو کر میری بات توجہ سے سنو! حضرت زید کے گھر والوں نے آپ کے چہرۂ انور سے کپڑا اٹھا دیا کہ دیکھیں یہ حضرت زید بول رہے ہیں کہ کوئی اور بول رہا ہے' جب گھر والوں نے چہرے سے کپڑا اٹھایا تو حضرت زید خود بول رہے تھے۔ سبحان اللہ! بول کر کیا فرما رہے تھے: ''محمد رسول اللہ'' لوگو! سن لو میں اعلان کرتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ''النبی الامی خاتم النبیین'' اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی انسان سے تعلیم حاصل نہیں کی' آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے پڑھ کر آئے ہیں اور حسین کا نانا اللہ تعالیٰ کا آخری نبی بن کر آیا ہے' پہلی کتابوں میں بھی یہی بات لکھی ہوئی ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۵ ص ۲۱۹' فہم دین ج ۴ ص ۵۵۔۵۷)

میں وہ سنی ہوں جمیل قادری مرنے کے بعد
میرا لاشہ بھی کہے گا الصلوٰۃ والسلام

سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ وصال سے پہلے جب بیمار ہوئے تو قطب زماں شاہ رکن عالم نوری حضوری ملتان شریف والے دہلی' ہندوستان

گئے ہوئے تھے' آپ کو پتہ چلا کہ میرے بھائی نظام الدین بیمار ہیں تو آپ خواجہ صاحب کی بیمار پرسی کے لیے خواجہ صاحب کے در دولت پر آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ شاہ رکن عالم نے فرمایا: بھائی نظام الدین سناؤ طبیعت کیسی ہے؟ خواجہ نظام الدین نے فرمایا: الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے لیکن اب ہم آپ کے پاس چند گھڑیوں کے مہمان ہیں' دنیا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے حضور جانے کی تیاری ہے۔ شاہ رکن عالم نے فرمایا: بھائی نظام! ابھی نہ جاؤ کیونکہ دہلی والوں کو آپ کی بڑی ضرورت ہے' اگر آپ چند سال اور دہلی میں رہیں تو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو بڑا فائدہ ہوگا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا: بھائی! ٹھیک کہتے ہو' لیکن موت کا ایک وقت مقرر ہے' وہ وعدہ بھی تو پورا کرنا ہے۔ شاہ رکن عالم نے فرمایا: خواجہ صاحب ٹھیک کہتے ہو لیکن یہ مسئلے عوام کے لیے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو اپنے نبیوں ولیوں کو یہ اختیار دے رکھا ہے کہ وہ جب تک چاہیں دنیا میں رہیں' جب چاہیں دنیا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں چلے جائیں' انہیں کوئی پابندی نہیں' انہیں کوئی روک ٹوک نہیں' خواجہ صاحب مسکرا پڑے' فرمایا: بھائی! ٹھیک کہتے ہو لیکن آج کئی دن ہو گئے ہیں' سرکار ہر روز خواب میں تشریف لاتے ہیں اور فرماتے ہیں: نظام الدین جلدی آؤ ہمیں ملنے کا بڑا اشتیاق ہے۔ سبحان اللہ!

(سیر الاخیار ص ۲۰۰' سیرت شاہ رکن عالم ص ۱۲۸)

حضرت خواجہ خواجگان خواجہ شمس العارفین المعروف پیر سیال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مرشد خواجہ نظام الدین دہلوی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بڑا ہی پیار تھا' بڑا عشق تھا' امیر خسرو ہندوستان کے بادشاہ کے پاس ملازمت کرتے تھے جب خواجہ نظام الدین کے وصال کا وقت آیا تو آپ نے بادشاہ کو خط لکھا کہ میرے وصال کا وقت آ گیا ہے' امیر خسرو کو بتانا بھی نہیں اور اُسے چھٹی بھی نہ دینا کیونکہ وہ میرا عاشق ہے کہیں میری وفات پر وہ اپنی جان بھی قربان نہ کر دے۔ خواجہ صاحب جب فوت ہو گئے' غسل دے کر کفن پہنا کر جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا گیا' پھر چند

دنوں کے بعد آپ کو بادشاہ نے اطلاع دی کہ امیر خسرو حضور خواجہ صاحب کا وصال ہو گیا ہے' آپ روتے تڑپتے مرشد کے دربار پر آئے اور کافی دیر تک مرشد کے پیار میں مرشد کے فراق میں مرشد کی جدائی میں درد بھرے فارسی میں اشعار پڑھتے رہے' پھر جب تک زندہ رہے' مرشد کے عشق میں روتے رہے' پھر چند دنوں کے بعد آپ کا بھی وصال ہو گیا' ابھی تک شاہ رکن عالم نوری حضور رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں ہی تھے' آپ کو بھی حضرت امیر خسرو کی وفات کا پتہ چل گیا' آپ نے اپنے مریدوں سے فرمایا: بندہ تو بدعتی ہے' پھر ہے بھائی نظام کا مرید' چلو اس کا جنازہ پڑھ لیتے ہیں' شاہ رکن عالم اپنے مریدوں کو ساتھ لے کر حضرت امیر خسرو کے جنازے میں پہلی صف میں آ کر شامل ہو گئے' جب شاہ رکن عالم صف میں کھڑے ہوئے تو حضرت امیر خسرو نے کفن سے سر نکالا اور کہا کہ شاہ صاحب! مجھے آپ کی شفاعت کی ضرورت نہیں' مجھے اپنے پیر کی شفاعت کافی ہے۔ سبحان اللہ! یہ بات کر کے امیر خسرو نے پھر اپنا سر کفن میں کر لیا' شاہ رکن عالم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے' فرمایا: میں تو اسے بدعتی سمجھتا تھا لیکن یہ تو پیر کے عشق میں رنگا ہوا ہے۔

لکھ ہزار بہار حُسن دی تے اندر خاک سمانی
اجنّیں پریت لگا دے محمد تے جگ تے رہ کہانی

(مرآۃ العاشقین ص ۲۷۲-۲۷۳)

حضرات پتہ چلا موت سب کو آنی ہے مگر عام بندے کی موت میں اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی موت میں بڑا فرق ہے' عام بندے کا جب وقت آ جائے اسے مہلت نہیں ملتی' جس حال میں' جس جگہ پر ہو حضرت عزرائیل علیہ السلام اس کی روح قبض کر لیتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے ولیوں کا انداز اور ہے' وہ اجازت دیں تو ملک الموت جان نکالتا ہے' اجازت نہ دے تو روح قبض نہیں کرتا' پھر اللہ تعالیٰ کے ولی دنیا سے چلے جائیں تو وہ مردہ نہیں ہو جاتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطاء سے جب چاہیں بول کر اُٹھ کر اپنی زندگی اپنی حیات کا اعلان بھی کر سکتے ہیں۔ حضرات سوچو! جب اللہ تعالیٰ کے ولیوں کا یہ مقام ہے تو

اللہ تعالیٰ کے نبیوں کا کیا مقام ہوگا؟ سیدہ طیبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کئی مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے سنا' سرکار نے فرمایا: "ما من نبیٍ یمرض الا خیر بین الدنیا والاخرۃ" کہ اللہ تعالیٰ بیماری کے دوران ہر نبی کو اختیار عطاء فرماتا رہا ہے کہ اے میرے نبی! تمہیں اختیار ہے چاہو تو تم دنیا میں رہو' چاہو تو آخرت کی طرف چلے آؤ۔ (بخاری شریف' کتاب التفسیر)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات شریف کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو فرمایا: عزرائیل! عرض کی: جی ربِ جلیل' فرمایا: میرے کلیم کی وفات کا وقت قریب آ گیا ہے' جاؤ! میرے کلیم کی روح قبض کر کے لے آؤ' حضرت عزرائیل علیہ السلام انسانی شکل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لائے' آج کل تو حضرت عزرائیل علیہ السلام نورانی شکل میں آتے ہیں' ہمیں نظر نہیں آتے مگر پہلے آپ انسانی شکل میں ہر انسان کے پاس تشریف لاتے تھے' ہیں نور بنے ہوئے نور کے ہیں مگر موسیٰ علیہ السلام تک ہر نبی کے پاس انسانی لباس میں تشریف لاتے رہے' آج تک کسی مولوی نے اعتراض نہیں کیا کہ نور انسانی اور بشری لباس میں کیسے آ سکتا ہے' یہ بدنصیب جب بھی اعتراض کرتے ہیں تو اس نبی پر کرتے ہیں جو عزرائیل علیہ السلام کا بھی رسول ہو' بدنصیبو! اگر غلام نور ہو کر بشری لباس میں آئے تو اس کی نورانیت میں کوئی فرق نہیں آ سکتا تو جو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلمہ پڑھتا ہو وہ انسانی لباس میں آیا تو اس پر تمہیں کیوں تکلیف ہوتی ہے۔

برقعہ بشری اُتار کے چن عربی سرعام جے لا دربار دیندا
ہندا فیر کلیم بے ہوش ایتھے یوسف ویکھ کے سب کجھ وار دیندا
میکائیل دے دم نال بن جاندی جبرئیل وی سٹ ہتھیار دیندا
ناصر ویکھیں حدیث تے ست پشتاں مڑھکا میرے حضور دا تار دیندا

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں: ''ارسل ملك الموت الٰی موسٰی علیہ السلام '' کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت کو بھیجا گیا' حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی: حضور! تیاری کیجئے' فرمایا: کس بات کی؟ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی: موت کی' میں ملک الموت ہوں آپ کی روح قبض کرنے آیا ہوں' حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے جلالی نبی تھے' آپ غصہ میں آ گئے' علماء نے کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب غصے میں آتے تھے تو غصہ کی وجہ سے آپ کے بال مبارک آپ کی قمیص مبارک سے باہر نکل آتے تھے' آپ نے غصہ میں آ کر حضرت عزرائیل علیہ السلام کے چہرے پر تھپڑ مار دیا۔ اللہ اکبر! حضرات یہ ہے نبی کی شان' ہے کوئی نبی کی مثل بننے والا جو یہ حرکت کرے' فرشتوں کے سردار کو تھپڑ مارے' حضرات فرشتہ تو ایک طرف ہے' آئی جی پنجاب کو تھپڑ مار کر دکھائے' مان جائیں گے۔ مولوی صاحب کی بڑی شان ہے' میں کہتا ہوں: پولیس مولوی صاحب کو وہاں لے جائے گی جہاں نام ونشان بھی نہیں ملے گا۔ حضرات سوچو! میں اور آپ کسی افسر کو تھپڑ نہیں مار سکتے' پر ربِ عزوجل کا کلیم فرشتوں کے افسر کو تھپڑ مار رہا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں: ''مکہ ففقاء عینہ '' جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عزرائیل کو مکہ مارا تو حضرت عزرائیل علیہ السلام کی دائیں آنکھ کا ڈھیلا نکل کر باہر آ گیا۔ مولوی انور کشمیری دیوبندی فیض الباری شرح بخاری ج ۳ ص ۶۷ ۴ میں لکھتے ہیں کہ یہ حضرت عزرائیل علیہ السلام نورانی فرشتے تھے جو برداشت کر گئے' صرف آنکھ کا ڈھیلا نکلا ورنہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اتنی قوت اور طاقت عطاء فرمائی تھی کہ آپ مکہ ماریں تو ساتوں آسمان ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ حضرات سوچئے! جب کلیم کے مکہ میں اتنی طاقت ہے تو حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکہ میں کتنی طاقت ہوگی۔ تاجدارِ بریلی فرماتے ہیں کہ

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا اُلٹے قدم
تیری انگلی اُٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مُجرے کو جُھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

حضرات اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام آئے تھے اللہ تعالیٰ کے حکم سے' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیوں تھپڑا مارا' تو مولوی انور کشمیری لکھتے ہیں کہ ملک الموت کا یہ طریقہ تھا کہ یہ جب بھی کسی نبی کے پاس جاتے تو پہلے اپنا تعارف کراتے' پھر بڑے ادب سے عرض کرتے: حضور! آپ کی وفات کا وقت قریب آ گیا ہے' اب آپ کا کیا خیال ہے' دنیا میں ہی ابھی قیام کرنا ہے یا چلنے کا پروگرام ہے' اگر اللہ تعالیٰ کا نبی جانے کا اظہار فرماتا تو ملک الموت اس نبی کی روح قبض کرتا' نہیں تو واپس آ جاتا لیکن جب موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو یہ بات نہیں کی' بلکہ ڈائریکٹ کہنے لگا: جناب! آپ کی موت کا وقت آ گیا ہے' تیاری کرو' اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آ گیا' آپ نے جلال میں آ کر تھپڑ مار دیا' حضرت عزرائیل علیہ السلام تھپڑ کھا کے آنکھ نکلوا کے آگے سے بولا: نہیں! جھگڑا نہیں کیا کہ یہ آپ نے کیا کیا ہے' جان نہیں دینی تھی نہ دیتے مجھے مارا کیوں ہے؟ ناں ایسی کوئی بات نہیں کی' آج کسی بچے کو بھی راستے میں تھپڑ ماردیں وہ لڑ نہ سکے لیکن گالیاں ضرور دے گا' دھمکیاں دے گا' ٹھہر جا! میں ابھی بڑوں کو بلا لاتا ہوں' تو ہوتا کون ہے مجھے تھپڑ مارنے والا' میرا خون نکالنے والا' مجھے زخمی کرنے والا' لیکن قربان جاؤں کلیم نے جب تھپڑ مارا تو زمین پر ملک الموت چپ' عرشوں پر خدا عزوجل چپ' عزرائیل بھی نہیں بولا' بھیجنے والا رب العالمین بھی نہیں بولا' عزرائیل علیہ السلام ادب سے نہیں اللہ تعالیٰ یار کی رضا میں نہیں بولا'' فرجع الی ربہ '' حضرت عزرائیل علیہ السلام مار کھا کے تھپڑ سہہ کے آنکھ نکلوا کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوا' خالق کائنات نے فرمایا: عزرائیل کلیم کی جان لے آئے ہو؟ عرض کی: میں اُس کی جان کیسے لے آتا' میں تو اپنی جان بچا کے آیا ہوں' گویا قدرت مسکرا پڑی' فرمایا: ہوا کیا ہے؟'' فقال ارسلتنی الی عبدٍ لا یرید الموت '' حضرت عزرائیل علیہ

السلام نے عرض کی: اے پیارے رب العالمین! آپ نے آج اس بندے کے پاس بھیجا ہے جو مرنے کا ارادہ ہی نہیں رکھتا۔ سبحان اللہ! بجائے جان دینے کے تھپڑ دے مارے میری آنکھ کا آنہ نکال دیا ہے مولوی صاحب آج کل منبروں پر بندروں کی طرح اُچھل اُچھل کر کہتے ہیں: دیکھو جی! سنی بریلوی نبی کو نور مانتے ہیں نبی نور تھے تو میدان اُحد میں سرکار کے جسم پاک سے خون کیوں نکلا؟ دانت مبارک کیوں زخمی ہوئے؟ کبھی نور کا بھی خون نکلا ہے دانت زخمی ہوئے ہیں ان سے پوچھو: ماما حضرت عزرائیل علیہ السلام کے نور ہونے میں تو تمہیں بھی شک کوئی نہیں اُن کا آنکھ کا ڈھیلا کیوں نکلا؟ جب کوئی جواب نہیں آتا تو کہتے ہیں: جی بات یہ ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام تھے نور مگر انسانی لباس میں آئے اس لیے آنکھ نکل گئی تو ان سے کہو کہ اسی طرح میرا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نور تھا لباسِ بشری میں آیا تو آپ کا مقدس خون بھی نکلا دانت مبارک بھی زخمی ہو گئے۔

سُورج ویکھ لوے جے کر نور اُوہدا
نکلے کدی نہ اِنج رُوپوش ہو جائے
جتھے پھیرا رسولاں دے شاہ پایا
اوتھوں خزاں وِی خانہ بدوش ہو جائے
جے اُوہ بُولے تے بول کائنات اُٹھے
اوہدی چپ تھیں زمانہ خاموش ہو جائے
ناصر سوہنا جے اُلٹ نقاب دیوے
قیامت تیکر جبریل بے ہوش ہو جائے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عزرائیل! پریشان نہ ہو تیری آنکھ ہم ابھی ٹھیک کر دیتے ہیں یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ "فرد اللہ علیہ عینہ" اللہ تعالیٰ نے اسی وقت حضرت عزرائیل علیہ السلام کی آنکھ ٹھیک فرما دی اللہ تعالیٰ نے حضرت

عزرائیل علیہ السلام سے فرمایا: عزرائیل! عرض کی: جی ربِ جلیل! فرمایا: اب پھر میرے کلیم کے پاس جاؤ' اب اکیلے نہ جانا بلکہ ایک بیل پنجابی میں کہتے ہیں: داند' یہ لے جاؤ اور میرا سلام دے کر پھر کہنا: حضور! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر آپ کا ابھی دنیا سے جانے کا پروگرام نہیں تو ٹھیک ہے کوئی مجبوری نہیں' ہم زبردستی آپ کو نہیں لے جاتے' یہ بیل ہے اس پر ہاتھ پھیرو جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آ جائیں گے اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی کے اتنے سال بڑھا دے گا۔ سبحان اللہ! ہمیں کوئی مہلت نہیں' وقت مقررہ پر جانا پڑتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوبوں سے کتنا پیار ہے' فرماتا ہے: چلو نہیں آتے نہ آؤ' ہم اور زندگی بڑھا دیتے ہیں۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام ایک بیل لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے' اللہ تعالیٰ کا سلام اور پیغام دیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چہرہ آسمانوں کی طرف کر کے عرض کی: مولا کریم! جب وہ زندگی کے سال گزر جائیں گے پھر کیا ہوگا؟ ''قال ثم الموت'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سجان! پھر موت! عرض کی: مولا کریم! اگر زندگی کی انتہا موت ہی ہے تو پھر ہم ابھی تیار ہیں۔

(مسلم شریف ج ۲ ص ۲۶۷' شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۸۳۶۔۸۴۲)

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت عزرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: مولا کریم! تیرے کلیم کا تو کوئی پروگرام ہی آنے کا نہیں' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اچھا! اب کلیم کے پاس روح قبض کرنے نہ جانا' جب خود موت مانگے گا عطاء کریں گے' ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی کام کے لیے جا رہے تھے' راستے میں حضرت عزرائیل علیہ السلام انسانی شکل میں ایک قبر کھود رہے ہیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اس کے پاس سے گزرے' سلام کیا' کیا دیکھا کہ وہ بندہ قبر کھود رہا ہے اور پسینہ بہہ رہا ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت سے پوچھا: کیا کر رہے ہو؟ عرض کی: حضور! ایک مؤمن کی قبر کھود رہا ہوں' موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: لگتا ہے تو تھک گیا ہے' لاؤ پھاوڑا میں تیری مدد کرتا ہوں' موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اچھا! یہ بتا اس کا قد

کتنا ہے؟ عرض کی: حضور! آپ کے برابر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے قد کے برابر قبر تیار کر لی تو پھر قبر میں اترے کہ دیکھوں قبر ٹھیک تیار ہوئی ہے کہ نہیں؟ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام قبر کا ناپ لینے کے لیے قبر میں لیٹے تو اللہ نے قبر میں جنت کے دروازے کھول دیئے' جنت کی ٹھنڈی ہوائیں شروع ہو گئیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے خالق کائنات! قبر میں بڑا لطف آیا ہے' بڑا اسرور آیا ہے' کرم کر و میری روح یہی نکال لو' میں واپس نہیں جانا چاہتا' حضرت عزرائیل علیہ السلام نے آپ کی روح مبارک قبض کر لی۔ (گلزارِ خطابت ص ۱۹۷)

سرکار کے عاشق فرماتے ہیں: صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو تھپڑ مارا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عزرائیل! آنکھ تو ہم تمہیں عطاء کر دیتے ہیں' ذرا جاؤ میرے کلیم سے پوچھو کہ انہوں نے تمہیں تھپڑ کیوں مارا ہے؟ حضرت عزرائیل علیہ السلام آئے' سلام عرض کر کے عرض کی: سائیں! آپ نے جان نہیں دینی تھی نہ دیتے' مجھے مارا کیوں ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے ملک الموت! تمہیں ادب سکھانے کے لیے مارا ہے' آج میرے پاس آئے بغیر اجازت کے آئے ہو' یہ تھپڑ مار کے تمہیں نبوت کے دربار کا ادب سکھایا کہ چلو! میری تو خیر ہے' میرے پاس تو بغیر اجازت کے آ گئے ہو' کل تم نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے' اگر وہاں اجازت کے بغیر چلے گئے تو کہیں تیرا نام ہی فرشتوں کی لسٹ سے خارج نہ ہو جائے۔ اللہ اکبر! حضرات جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اتنا اختیار دیا ہے کہ سجناں! تیری مرضی دنیا میں رہو یا اللہ تعالیٰ کے حضور آ جاؤ' سوچو! اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختیار کا عالم کیا ہوگا؟ بیمار کربلا سیّدنا سجاد رضی اللہ عنہ امام حسین کے مظلوم بیٹے مدینہ پاک' مسجد نبوی میں تشریف فرما ہیں' ایک قریشی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا' عرض کی: حضور! اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کو آپ کے نانے کی ایک حدیث پاک نہ سناؤں؟ ''قَالَ بَلٰی'' پیر سجاد نے فرمایا: ہاں

ہاں! ضرور سناؤ! "قال لما مرض رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم " اس آدمی نے کہا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیمار ہوئے' بیماری آپ سے برکت حاصل کرنے کے لیے آئی تو "اتاره جبریل " حضرت جبریل علیہ السلام آپ کی خدمت میں تشریف لائے' صلوٰۃ وسلام کے تحفے پیش کرنے کے بعد عرض کی: آقا! مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک خصوصی پیغام دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا ہے' آپ کی عزت اور عظمت کی آپ کے ادب اور احترام کی خاطر' میرے آقا مسکرا پڑے' فرمایا: جبریل! وہ کیا پیغام لے کے آئے ہو؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: آقا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "کیف تجدك " سوہنیا! آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ مزاج شریف کیسا ہے؟ "قال اجدنی یا جبریل مغموما واجدنی یا جبریل مکروبا " حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جبریل کیا بتاؤں! میں بڑا پریشان ہوں' بڑا مغموم ہوں' دل بڑا غمگین ہے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: آقا! آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب اللہ تعالیٰ کے لاڈلے رسول ہیں' پھر کیوں پریشانی اور غم ہے' میرے آقا نے فرمایا: جبریل! میں اپنے لیے پریشان نہیں ہوں بلکہ مجھے تو اپنی اُمت کی فکر ہے' میرے بعد میرے دین اور میری اُمت کا کیا بنے گا؟ صدقے جاؤں لجپال نبی کی لجپالی پر! وفات شریف کا وقت قریب ہے' دنیا چھوڑ کر جا رہے ہیں مگر اُمت کا کتنا غم ہے' اُمت کی کتنی فکر ہے' ہر بندہ جب دنیا سے جاتا ہے تو کوئی نہ کوئی فکر لے کر جاتا ہے کسی کو جائیداد کی فکر ہوتی ہے' کسی کو مال کی فکر ہوتی ہے' کسی کو خاندان کی فکر ہوتی ہے' کسی کو بال بچوں کی فکر ہوتی ہے' مگر آمنہ کے لال کو اپنی اُمت کی فکر ہے۔ سبحان اللہ! کتنا لجپال اور کریم نبی اللہ تعالیٰ نے ہم گناہ گاروں کو عطاء فرمایا ہے' اس لیے خالق کائنات نے سورۂ توبہ کی آخری آیت میں اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفقت اور رحمت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِیْمٌ " البتہ تحقیق آ گیا تمہارے پاس تمہیں

میں سے ایک عظمت والا رسول' تکلیف تمہیں ہوتی ہے پریشان میرا یار ہو جاتا ہے' تمہارے بارے بڑا فکر مند رہتا ہے اور ایمان والوں پر مہربان بھی اور رحیم بھی ہے۔
نیازی صاحب نے کیا خوب کہا کہ

زندگی با اصول اچھی ہے' سرزمین رسول اچھی ہے
ہیرے موتی نیازی کچھ بھی نہیں شہر مدینہ کی دھول اچھی ہے

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: آقا! آج تک اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی بیمار پرسی نہیں کی' آج محبت سے آپ سے پوچھ رہا ہے: سناؤ سجناں! طبیعت کیسی ہے؟ صدقے جاؤں عزتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر! حضرات دنیا کا ہر انسان بیمار ہوتا ہے میں بھی بیمار ہوتا ہوں آپ بھی بیمار ہوتے ہیں لیکن میری تیری تیمارداری محلّہ والے کرتے ہیں' خاندان والے کرتے ہیں' یار بیلی کرتے ہیں' ماں باپ کرتے ہیں' مگر آمنہ کے لال کی تیمارداری کائنات کا خالق مالک فرما رہا ہے۔ سرکار وصال سے تین دن پہلے شدید بیمار ہوئے' جبریل علیہ السلام ہر روز اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیمار پرسی کے لیے آتے رہے۔ (مشکوٰۃ شریف' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۳۰۷-۳۰۸' معارج النبوت ج ۳ ص ۴۹۶' حجۃ اللہ علی العالمین ص ۱۱۴۶)

مولا شیر خدا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کا وقت قریب آیا تو سرکار نے فرمایا: علی! میں نے عرض کی: جی یا نبی! فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ اختیار عطاء فرمایا ہے کہ محبوب! اگر تم ہمیشہ دنیا میں رہنا چاہو تو رہ سکتے ہو' تمہیں کوئی رکاوٹ نہیں' ہمیں اس بات پر کوئی اعتراض نہیں' تمہیں کائنات کی نعمتوں سے مالا مال کرتے رہیں گے' تمہیں دنیا میں خوش رکھیں گے' اگر دنیا چھوڑ کر ہمارے پاس تشریف لانا چاہو تو ہم آپ کو مرحبا کہیں گے' سجناں! جیسے تیری رضا وہی میری مرضی۔ مولا علی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: آقا! پھر آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ سرکار نے فرمایا: علی! دنیا فانی ہے' اس نے ایک دن ختم ہو جانا ہے' یہ ایک دن فنا ہو جائے گی' لہٰذا میں نے اللہ

تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی ہے: اے خالق کائنات! میں دنیا میں نہیں رہنا چاہتا بلکہ میں آپ کے رحمت والے دامن میں آنا چاہتا ہوں۔ حضرات جو اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہوتے ہیں وہ دنیا کو پسند نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے سایۂ رحمت میں جانا پسند کرتے ہیں' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے وصال کا وقت جب قریب آیا تو حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی: حضور! تیاری کرو آپ کے وصال کا وقت قریب آ گیا ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: عزرائیل جا جا کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میری طرف سے عرض کر: اے خالق کائنات! ابراہیم علیہ السلام عرض کر رہے ہیں کہ مولا ادھر یار کہتا ہے' اُدھر خلیل کہتا ہے' اُدھر مارنا چاہتا ہے' حضرت عزرائیل نے جب یہ پیغام سنایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عزرائیل! جا کر ابراہیم علیہ السلام کو کہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اچھے خلیل ہو' اُدھر خلیل کہلاتے ہو' اُدھر خلیل کے پاس جانے سے انکار کرتے ہو' حضرت ابراہیم علیہ السلام سن کر مسکرا پڑے' فرمایا: عزرائیل! یہ بات ہے تو ابھی ہماری روح قبض کرو' ابھی خلیل کے پاس چلتے ہیں۔ تو سرکار نے فرمایا: علی! میں نے دنیا چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے' مولا علی رو پڑے' فرمایا: علی! رو نہیں توجہ سے میری بات سنو' جب میرا وصال ہو جائے تو مجھے غسل تو نے اپنے ہاتھوں سے دینا ہے' فضل بن عباس اور اسامہ بن زید میرے جسم پر پانی ڈالتے جائیں گے تو ہاتھوں سے ملتے جانا اور خیال کرنا میرے جسم سے کپڑے نہ اتارنا بلکہ مجھے کپڑوں سمیت غسل دینا' اگر کسی نے میرے کپڑے اتارے تو وہ بھی نابینا ہو جائے گا اور میرے جسم کے اعضاء دیکھنے والے بھی نابینا ہو جائیں گے' مولا علی نے عرض کی: آقا! میں اکیلا آپ کو کیسے غسل دوں گا؟ فرمایا: کیوں نہیں دے سکو گے' عرض کی آقا! میت کے غسل کے لیے تین چار بندے ہونے چاہئیں' کچھ پانی ڈالیں' کچھ صاف کریں' پھر سارے مل کر میت کے جسم کو دائیں بائیں پھیر سکیں' میرے آقا مسکرا پڑے فرمایا: علی پریشان نہ ہو پانی فضل اور اسامہ ڈالیں گے' ہاتھ میرے جسم پر تم پھیرتے جانا جسم میں خود پھیرتا جاؤں گا' تمہیں جسم پھیرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔

(خصائص کبریٰ ج ۲ص ۲۰۷، دلائل النبوت ج ۷ص ۲۴۴، من دون اللہ ص ۶۹، معارج النبوت ج ۳ص ۴۸۳)

مولا علی کی ولادت

حضرت علامہ حسین کاشفی تفسیر حسینی والے اپنی کتاب روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں کہ جب مولا علی پیدا ہوئے تو سرکار مولا علی کی ولادت پر حضرت علی کے گھر تشریف لائے، بچے کی ولادت پر مبارک دی، پھر آقائے کائنات نے مولا علی کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد سے پوچھا: اماں منے علی کو غسل دے دیا ہے یا ابھی دینا ہے؟ مولا علی کی ماں نے عرض کی: بیٹا! ابھی غسل دینا ہے، سرکار نے فرمایا: اماں! پھر لاؤ منے علی کو میں غسل دیتا ہوں، حضرت فاطمہ نے عرض کی: بیٹا! محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم کیوں تکلیف کرتے ہو، سرکار نے مسکرا کر فرمایا: اماں! یہ کون سی تکلیف والی بات ہے، اگر میں نبیوں کا سلطان ہوں، تیرا بیٹا ولیوں کا سلطان ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کو اپنی مقدس گودی میں اُٹھالیا، اماں ایک برتن میں پانی لائیں، ایک تھال لے کر آئیں، میرے آقا نے حضرت علی کو تھال میں لٹا دیا اور اپنے پاک ہاتھوں سے مولا علی کو غسل دینے لگے، صدقے جاؤں مولا علی تیری عظمت اور شان پر لوگوں کے بچوں کو پہلا غسل دائیاں دیتی ہیں، نرسیں دیتی ہیں، نانیاں اور دادیاں دیتی ہیں، پھوپھیاں اور خالائیں دیتی ہیں، پر تمہیں پہلا غسل اللہ تعالیٰ کا مقدس حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام دے رہا ہے اور دے بھی ان ہاتھوں سے رہا ہے جن کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یداللہ'' محبوب! یہ تیرے ہاتھ نہیں یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں'' ''مَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی'' سبحان! میدانِ بدر میں تو نے روڑے نہیں مارے تھے، اللہ تعالیٰ نے مارے تھے۔

اوہدا ہتھ رب اپنا ہاتھ آکھے ہووے کافر جھڑا وکھ آکھے
جہدے نال اشاریاں رُخ ٹردے چن توڑ کے جوڑ وکھایا اے
اُنہاں گلیاں دی اُنہاں راہواں دی کھاوے
قسم خدا عزوجل اونہاں تھاواں دی

چمے عرش وی اُونہاں گلیاں نوں
جتھے قدم حضور ٹکایا اے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کو تھال میں لٹا دیا' پھر برتن میں سے پانی ڈالا' جب سامنے والا حصہ دھل گیا' سینہ مبارک صاف ہو گیا تو سرکار نے پانی والا برتن رکھ دیا' اب مولا علی کو پھیرنے کے لیے جب ہاتھ آگے کیے تو مولا علی خود بخود پھیر گئے' سرکار نے جب مولا علی کو خود بخود پھرتے دیکھا تو مقدس آنکھوں سے خود بخود آنسو جاری ہو گئے' مولا علی کی والدہ دور کھڑے کسی کام میں مصروف تھیں' جب انہوں نے سرکار کو روتا دیکھا تو عرض کی: بیٹا! کیا بات ہے رو کیوں رہے ہو؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اماں! میں رو اس لیے رہا ہوں کہ آج علی کو پہلا غسل میں دے رہا ہوں' کل آخری غسل علی مجھے دے گا۔ سبحان اللہ! حضرات توجہ کیجئے! مولا علی کی عمر مبارک ہے تین دن' ابھی آپ بچے ہیں جوان نہیں ہوئے' سرکار کے وصال کا وقت نہیں آیا مگر غیب کی خبریں جاننے والا نبی سب کچھ پہلے بتا رہا ہے' غیب کی خبریں دیتا بھی کیوں نہ اللہ تعالیٰ خود قرآن میں یار کے غیب کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ''وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ '' (پ۳۰' الانفطار) لوگو! میرا نبی غیب کی باتیں بتانے میں بخل سے کام نہیں لیتا' بلکہ کھول کر سب کچھ بتا دیتا ہے' تو سرکار نے فرمایا: آج علی کو پہلا غسل میں دے رہا ہوں کل آخری غسل علی مجھے دے گا' جیسے آج علی نے اپنا حصہ خود بخود پھیر لیا ہے' میرے وصال کے بعد جب یہ غسل دے گا میں بھی اپنا جسم خود بخود پھیر لوں گا۔ سبحان اللہ!

(روضۃ الشہداء ج ۱ ص ۳۳۴)

حضرات جو مر جائے جو ختم ہو جائے وہ کبھی حرکت نہیں کرتا' مگر سرکار فرماتے ہیں: وصال کے بعد علی ہاتھ تو پھیرتے جانا' اپنا جسم میں پھیرتا جاؤں گا۔ تاجدارِ بریلی اس لیے تو فرما گئے کہ

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ۔ واللہ کا معنی اللہ تعالیٰ کی قسم! اعلیٰ حضرت فرماتے

ہیں: لوگو! میں قسم اُٹھا کر کہتا ہوں کہ میرا نبی زندہ اور حیات ہے۔

تو زندہ واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے
رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

حضرات یہ تو میرے آقا ہیں نبیوں کے سلطان ہیں اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں' ہمارا تو عقیدہ ہے اللہ تعالیٰ کے ولی بھی زندہ اور حیات ہیں۔ حضور سیدنا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہ کے ایک بہت بڑے اور مشہور خلیفے تھے' جن کا نام تھا حضرت سیدنا علی احمد المعروف صابر پیا رحمۃ اللہ علیہ آپ حسینی سیّد تھے' بہت بڑے ولی اور غوث زماں تھے' آپ کے ایک مرید تھے جن کا نام تھا خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ' یہ آپ کے مرید بھی تھے اور خلیفہ بھی ایک دن خواجہ شمس الدین نے مرشد کی قدم بوسی کر کے عرض کی: حضور! اگر آپ اجازت دیں تو ایک بات نہ پوچھ لوں؟ صابر پیا مسکرا پڑے' فرمایا: پوچھو! عرض کی: حضور! لوگ کہتے ہیں کہ فلاں بندہ مر کے فنا ہو گیا' فلاں بندہ بقا پا گیا' فلاں چیز ختم ہو گئی' فلاں چیز زندگی پا گئی' یہ فنا اور بقا کا کیا مسئلہ ہے۔ صابر پیا سن کر سوچنے لگے: مرید بڑا پیارا ہے پھر خلیفہ بھی ہے' اس کو مسئلہ کیسے سمجھایا جائے؟ اگر اس کو قرآن حدیث پڑھ کر سنائی' ہو سکتا ہے کہ اس کو سمجھ میں نہ آئے' تھوڑی دیر سوچنے کے بعد صابر پیا نے فرمایا: شمس الدین! عرض کی: جی حضور! فرمایا: مسئلہ بڑا اہم ہے اگر صبر کرو تو چند دن بعد اس کا جواب تمہیں نہ دیا جائے' عرض کی: حضور! ٹھیک ہے' جواب ابھی کوئی ضروری نہیں' یہ تو ایک اشکال تھا جو بیٹھے بٹھائے ذہن میں آ گیا' میں نے سوچا کہ میرا مرشد بہت بڑا عالم ہے' ان سے حل کرا لیتے ہیں' دن گزرتے گئے جب صابر پیا کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا: شمس الدین' عرض کی: جی حضور! فرمایا: ہمارے وصال کا وقت قریب آ گیا ہے' جب میں فوت ہو جاؤں' مجھے غسل خود تو نے ہی دینا ہے اور کسی

بندے کو نہ بلانا' عرض کی: حضور! میں اکیلا آپ کو کیسے غسل دوں گا' صابر پیا نے فرمایا:
پریشان کیوں ہو گئے ہو' پانی تم ڈالتے جانا' جسم میں خود پھیرتا جاؤں گا۔ سبحان اللہ! جب
مجھے کفن پہنا کے فارغ ہونا تو میرے سر پر میرے مرشد پیر فرید کا عمامہ پہنا دینا تاکہ
مرشد کے عمامے کے صدقے اللہ تعالیٰ میرا بیڑا پار فرما دے اور مجھے یہاں کی خوشبو نہ
لگانا' بلکہ جنت سے فرشتے خوشبو لے کر آئیں گے' وہ میرے کفن پر لگائیں گے اور
میرے جنازے کے لیے کسی عالم یا مفتی کو نہ کہنا' میں نے جنازہ پڑھانے کا بندوبست کر
دیا ہے' حضور آپ کا جنازہ پھر کون پڑھائے گا؟ فرمایا: جب جنازہ جنازگاہ میں پہنچے گا'
ایک بندہ مغرب کی طرف سے گھوڑے پر سوار ہو کے آئے گا' اس کے چہرے پر نقاب ہو
گا' اسی سے پوچھ لینا کہ وہ کون ہے خواجہ شمس الدین مرشد کی باتیں سن کر رونے لگے'
آہیں نکل گئیں' صابر پیا نے فرمایا: شمس الدین رو نہیں' صبر کر اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے' جو
آیا ہے' اس نے ایک دن دنیا سے جانا بھی ہے' صابر پیا نے وصال سے پہلے کلمہ شریف
پڑھا' خواجہ صاحب نے آپ کو غسل دیا' خواجہ صاحب پانی ڈالتے جاتے' صابر پیا خود
بخود جسم پھیرتے جاتے' پھر کفن پہنایا گیا' جنازہ تیار ہو گیا' جنازگاہ میں پہنچ گیا' ادھر
جنازہ پہنچا' ادھر مغرب کی طرف سے وہ سوار بھی آ گیا' جس نے جنازہ پڑھانا تھا جنازہ
پڑھا گیا' لوگ صابر پیا کی چارپائی اُٹھا کر چلے' وہ گھوڑے سوار بھی جانے لگا' خواجہ
صاحب نے سوچا کہ پتہ نہیں میرے مرشد کا جنازہ کس عالم نے کس مفتی نے پڑھایا ہے'
چلو معلومات تو کریں' پتہ تو چل جائے کہ امام صاحب کہاں سے جنازہ پڑھانے کے لیے
تشریف لائے ہیں' خواجہ صاحب نے اس گھوڑے سوار کی لگام پکڑ لی اور بڑے ادب
سے عرض کی: حضور! ناراض نہ ہونا میں نے آپ کا راستہ اس لیے روکا ہے کہ آپ سے
آپ کا نام ایڈریس پوچھ سکوں' آپ کون ہیں اور کہاں سے تشریف لائے ہیں' یہ سن کر
سوار بولا: نہیں! بلکہ سوار نے اپنے چہرے سے نقاب اُٹھا دیا' خواجہ صاحب نے کیا دیکھا
کہ گھوڑے پر سوار خود حضرت صابر پیا ہیں' خواجہ صاحب حیران ہو گئے' عرض کی: حضور!

یہ کیا؟ صابر پیا نے فرمایا: شمس الدین فقیر کا جنازہ فقیر نے خود پڑھایا ہے' خواجہ صاحب نے جنازے کی طرف اشارہ کر کے عرض کی: حضور! پھر یہ کیا ہے؟ صابر پیا نے فرمایا: شمس الدین چارپائی پر فنا ہے' گھوڑے پر بقا ہے۔

ولی اللہ دے مردے ناہیں تے کردے نی پردہ پوشی
کی ہویا جے دنیا اُتوں تے جاندے نی نال خموشی

خواجہ شمس الدین رو پڑے' عرض کی: یہ بھید بتانے کی ضرورت کیا تھی؟ فرمایا: شمس الدین تمہیں مسئلہ سمجھانے کے لیے' ایک دن تو نے پوچھا تھا نہ کہ فنا اور بقا میں فرق کیا ہے' میں نے سوچا: پیارا مرید ہے اس کو دلائل سے نہیں' پریکٹیکل کر کے سمجھا دیا جائے تاکہ شک نہ رہ جائے' خواجہ صاحب سن کر بے ہوش ہو گئے' صابر پیا پھر نگاہوں سے غائب ہو گئے۔

جنہاں عشق نمازاں پڑھیاں اُو کدی وی نہیں مردے
شک ہووی تے آ جا تک لے تے اَج وی ڈیوے بلدے

(سیرت حضرت علی احمد صابر پیا ص ۱۱۷۔۱۱۸۔۱۱۰۔۱۱۱)

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب میرا وصال ہو جائے تو مجھے غسل تو نے دینا ہے' عرض کی: میرے آقا! آپ کے حکم پر عمل ہوگا' سرکار نے فرمایا: علی! جب مجھے غسل دے لینا تو میری ناف اور میری آنکھوں کی پلکوں کے ساتھ پانی جمع ہوگا' وہ چوس لینا' عرض کی: آقا! اس کا فائدہ کیا ہوگا؟ میرے آقا نے فرمایا: جب تم میرے بدن سے لگا ہوا پانی چوسو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں نبیوں کے علوم کے برابر علم عطاء فرما دے گا۔ سبحان اللہ! (مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۸۳)

حضرات یہ ہے میرے نبی کے پاک جسم سے لگنے والے پانی کے قطروں کا کمال کہ مولا علی کے جسم میں گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پانی کے قطروں کے صدقے سے بے شمار علوم کے خزانے کھول دیئے' حضرات سوچو جب سرکار کے جسم سے لگنے والے پانی کے

قطروں کا یہ کمال ہے تو آمنہ کے لال کے جسم پاک کا کیا کمال ہوگا' کتنے بدنصیب اور بدبخت ہیں' وہ مُلوانے جو نبی پاک کے علم پاک پر اعتراض کرتے ہیں لیکن ہیں وہ بھی سچے' کیوں کہ

محبوباں تے نکتہ چینی تے جہڑا کرن توں باز نہیں آوندا
اصل منافق سمجھئے اُس نوں اُو جھوٹا پیار جتاوندا
سانوں دسیا عشق دے مفتی تے جہڑا مرشد اے فرماندا
اعظم جتھے، دل لگ جاوے اُوتھے عیب نظر نہیں آوندا

علامہ اسماعیل حقی حنفی تفسیر روح البیان میں لکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پاک کے بعد مدینہ پاک کے منافقین نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب پر اعتراض کرنا شروع کر دیا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام علمِ غیب جانتے تھے' اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علمِ غیب ہوتا تو فلاں چیز کی خبر دے دیتے' فلاں چیز کی بات بتا دیتے' جیسے آج کل خارجی ملوانے جلسوں میں' مسجدوں میں بیٹھ کر کہتے ہیں کہ نبی پاک کو علم غیب ہوتا تو حضرت عائشہ کا ہار گم ہوا تو کیوں نہ بتایا' اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علمِ غیب ہوتا حضرت عائشہ پر زنا کا الزام لگا تو پریشان کیوں ہوئے' حضور کو علم غیب ہوتا تو ستر قاری کافروں کی طرف بھیج کر کیوں شہید کرائے۔ حضرات اللہ تعالیٰ ہم سب کو حج پر لے جائے' آپ مکہ شریف جائیں' خانہ کعبہ شریف کے چار کونوں پر سعودی نجدی حکومت نے ایک ایک مولوی بٹھایا ہوا ہے' ایک عربی میں ایک فارسی میں ایک انگریزی میں ایک اُردو میں تقریر کر رہا ہوتا ہے' وہ نجدی مولوی مسلمانوں کے عقائد خراب کرتے ہیں' پاکستان کے کئی سنی مسلمان جب حج کر کے واپس آتے ہیں تو وہابی بن کے آتے ہیں' گیارہویں بارہویں درود وسلام کے منکر ہو کے آتے ہیں' ۱۹۸۹ء میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے فقیر حج کرنے گیا تو کعبہ شریف کے ایک کونے میں ایک مولوی جو پاکستان فیصل آباد کا ہے' وہ سعودی حکومت کا ملازم ہے' سعودی ریال پر ایمان اور دین کو

پہنچ رہا ہوتا ہے' میں طواف کرتے کرتے جب اس کے پاس سے گزرا تو وہ بکواس کر رہا تھا' لوگو! بعض بدعتی لوگ کہتے ہیں کہ نبی پاک کو علم غیب تھا' یہ سب جھوٹ ہے' اگر نبی کو علم غیب ہوتا تو حضرت عائشہ پر الزام لگا تو نبی پریشان کیوں ہوئے' مجھے رب العزت کی قسم! یہ بات سن کر میرا خون کھولنے لگا' میرا دل کیا کہ میں ڈنڈے مار مار کے اس کمینے کو ہی جہنم پہنچا دوں' پر مجبور تھا پولیس والے اس لعنتی کا پہرہ دے رہے تھے' میں نے اتنا ضرور کہا: مولانا! جو کام آج سے چودہ سو سال پہلے تیرا ابا ابوجہل کرتا تھا آج تو وہی کردار ادا کر رہا ہے۔ حضرات پاکستان کے خارجی مولوی بھی یہی کہتے ہیں' مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی اپنے فتاویٰ رشیدیہ میں لکھتا ہے: جس کا عقیدہ ہے کہ نبی کو علم غیب تھا وہ مشرک ہے۔ حضرات اب بتایئے کہ جو عقیدہ مدینہ شریف کے منافقوں کا تھا' وہی عقیدہ وہابیوں دیوبندیوں کا نہیں ہے؟ وہی عقیدہ ہے پتہ چلا وطن الگ الگ ہیں مگر عقیدہ منافقوں اور وہابیوں کا ایک ہی ہے۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ مدینہ شریف کے منافقوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب پر اعتراض کرنا شروع کر دیا' جب مولا علی کو اس بات کا پتہ چلا تو آپ جلال میں آ گئے' آپ نے اعلان کرنے والے کو فرمایا کہ جاؤ! پورے مدینہ شریف میں اعلان کر دو کہ لوگو مسجد نبوی میں آ جاؤ جو مؤمن ہیں وہ جلدی مسجد نبوی میں پہنچ جائیں' سرکار کے صحابی حضرت علی ایک ضروری تم سے بات کرنا چاہتے ہیں' اعلان سن کر سارے مسلمان مسجد نبوی میں آ گئے' منافق جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے تھے وہ بھی آ گئے' مولا علی سرکار کے منبر پر جلوہ افروز ہوئے' فرمایا: لوگو! مجھے دیکھو میں علی ہوں' میں نبی نہیں نبی کا غلام ہوں۔ حضرات! اگر مولا علی چاہتے تو فرما سکتے تھے' لوگو! میں نبی کا بھائی ہوں' یہ بات بھی ٹھیک تھی کیونکہ نبی پاک کا اور آپ کا دادا ایک دادی ایک خاندان ایک مگر مولا علی بھائی ہو کر بھی فرماتے ہیں: لوگو! میں نبی نہیں نبی کا غلام ہوں' پر یہ زکوتوں اور فطرانوں پر پلنے والے جھوٹے ملوانے کہتے ہیں کہ ہم نبی کی مثل ہیں' اگر نبی کے مثل بنتے تو نبی کے خاندان والے بنتے' رشتے دار بنتے' سسرال والے بنتے' میکے والے بنتے' وہ تو

نہیں بنے یہ نبی کا صدقہ کھانے والے نبی کے نام پر عیش کرنے والے نبی کی مثل بنے پھرتے ہیں۔

اک پاسے محبوب خدا داتے اک پاسے کل خدائی
ایڈی شان تے ایڈی عظمت کسے ہور انسان نہ پائی
سارے نبیاں نالوں اُچا تے ایڈا اچا ہور نہ کائی
اعظمؔ اُس نوں کون گھٹاوے جہدی رب کرے وڈیائی

حضرت علی نے فرمایا: لوگو! میں نبی نہیں ہوں' میں علی ہوں' میں رسول نہیں ہوں' میں رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غلام ہوں' میں نے سنا ہے کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ کچھ لوگ میرے نبی کے علم غیب میں انگلیاں اُٹھا رہے ہیں کہ نبی کو فلاں چیز کا پتہ نہیں تھا' فلاں چیز کا پتہ نہیں تھا' میں ان بے ادبوں کو ان گستاخوں سے کہتا ہوں کہ میرے آقا کی تو بڑی شان ہے''سلونی عما دون العرش''آؤ مجھ سے پوچھو' آؤ مجھ سے سوال کرو' اگر میں زمین پر کھڑا ہو کر عرش کی باتیں نہ بتاؤں میں مجھے کملی والے کا اُمتی اور مرید نہ کہنا' ہے کوئی بھرے مجمع میں نبی کے علم کا منکر جو علی سے سوال کرے؟ مولا علی کی بات سن کر مجمع پر سناٹا طاری ہو گیا' کسی کی مجال نہیں کہ اب بولے' ایک یمنی کھڑا ہو گیا' مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی امداد المسلوک ص ۶۹ میں لکھتے ہیں: اس کا نام تھا دعیل' وہ اُٹھ کر کہنے لگا: یا علی! دعویٰ بڑا اونچا کیا ہے' مولا علی مسکرا پڑے' مسکرا کر فرمایا: یمنی بھائی صرف دعویٰ ہی نہیں کیا' جواب دعویٰ بھی موجود ہے' تو بول تو سہی اگر علی جواب نہ دے تو مجھے نبی کا شاگرد کون کہے گا' دعیل یمنی نے کہا:''ھل رایت ربك یا علی''اے علی! کیا آپ نے کبھی ربِ عزوجل بھی دیکھا ہے؟ سبحان اللہ! کیا پیارا سوال ہے' مولا علی مسکرا پڑے' فرمایا: یمنی بھائی! یہ میرے اور مولا کے درمیان راز تھا' میں بتانا تو نہیں چاہتا تھا مگر بتا اس لیے رہا ہوں کہ میں اپنے دعوے میں غلط نہ ہو جاؤں' پھر فرمایا: لوگو! سن لو علی نماز کا ایک سجدہ کرتا ہے دوسرا اس وقت تک نہیں کرتا جب تک ربِ عزوجل کا دیدار نہ کر لے۔

مولانا غلام فرید بہاولپوری فرماتے ہیں کہ

اُو بشت میرے کیہڑے لکھیے جتھے توں ایں نظر نہ آویں

اُو دوزخ مینوں لکھ بشتاں جتھے توں مکھڑا دکھلاویں

مولا علی نے فرمایا: لوگو! علی ایک سجدہ کرتا ہے دوسرا اس وقت تک نہیں کرتا جب تک اللہ تعالیٰ کا دیدار نہ کر لے۔ حضرات ہوسکتا ہے کہ کوئی کہے کہ یہ نہیں ہوسکتا' میں عرض کرتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''ان تعبد اللہ ''لوگو! جب تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تو ایسے کرو'' کانک تراہ ''جیسے تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔ (بخاری شریف' مسلم شریف' مشکوٰۃ شریف' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ا ص ۲۵_۲۶)

حضرات عام بندے تو تصور کرتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں لیکن جو اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں ان کی یہ حالت ہوتی ہے' اِدھر نماز میں سر جھکاتے ہیں' ادھر اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے پ ا' البقرہ: ۴۵ میں ارشاد فرماتا ہے: ''وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ''لوگو! یہ نماز بڑی بھاری ہے مگر ان کے لیے بھاری نہیں جو دل و جان سے اللہ تعالیٰ کو منانے کے لیے خشوع خضوع سے نماز پڑھتے ہیں' خشوع کرنے والے کون لوگ ہیں؟ فرمایا: ''اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ ''خشوع والے وہ لوگ ہیں جو نماز میں یقین کرتے ہیں کہ وہ اپنے رب عزوجل سے ملاقات کرنے والے ہیں'' وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ''اور یقیناً اپنے رب عزوجل کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی ہیں' آپ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دن ارشاد فرمایا: جب بندہ نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لیے جنت کے سارے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جتنے نور کے پردے ہوتے ہیں وہ ہٹا دیئے جاتے ہیں' جنت کی حوریں اس کی عبادت دیکھ کر خوشی کا اظہار کرتی ہیں اور مسجد میں آنے پر اس کا استقبال کرتی ہیں۔ سبحان اللہ! (طبرانی شریف' فیضانِ سنت ص ۸۷۳)

حضرات جب اللہ تعالیٰ نور کے پردے ہٹاتا ہے تو اس کے محبوب بندے پھر اس کا دیدار بھی کر لیتے ہیں' حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ بہت بڑے اللہ تعالیٰ کے ولی اور قطب زماں تھے' آپ ایک دن مصر کے بازار سے گزرنے لگے تو آپ نے کیا دیکھا' چند بچے ایک نوجوان کو پتھر مار رہے ہیں' حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا: بچو! تم اس غریب کو کیوں پتھر مارتے ہو' بچوں نے کہا: حضور! یہ پاگل اور دیوانہ ہے اور عجیب عجیب باتیں کرتا ہے' اس لیے ہم اس کو مار رہے ہیں' حضرت ذوالنون نے فرمایا: شکل سے بالکل ٹھیک لگتا ہے' اچھا یہ بتاؤ یہ پاگل کیسے ہے؟ بچوں نے کہا: حضور! یہ جوان کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے' حضور! آپ بتائیں کہ ہے کوئی بندہ جو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کرے؟ حضرت ذوالنون نے فرمایا: بچو! ذرا ٹھہرو میں خود پوچھتا ہوں' بھلا یہ کیا کہتا ہے؟ حضرت ذوالنون اس نوجوان کے پاس گئے اور فرمایا: اے نوجوان! کیا واقعی تو نے کہا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے یا یہ بچے تم پر الزام لگا رہے ہیں؟ اس نوجوان نے مسکرا کر فرمایا: ذوالنون! بچے ٹھیک کہتے ہیں واقعی میں نے کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے' اے ذوالنون! میں تو اب بھی اللہ تعالیٰ کا دیدار کر رہا ہوں اور اگر میں ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کا دیدار نہ کر سکوں تو میں سمجھوں گا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نافرمانی کی ہے۔ (کراماتِ اولیاء ص ۱۰۴)

حضرات سوچو! جب عام اللہ تعالیٰ کا ولی ہر وقت اللہ تعالیٰ کا دیدار کر سکتا ہے' کیا ولیوں کا سلطان سجدے میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکتا؟ مولا علی نے فرمایا: "قال کنت اعبد رب لم اراہ" لوگو! میں ایسے خدا کی عبادت ہی نہیں کرتا جس کا دیدار نہ کر سکوں۔

بن دلبر مُلک اندھار ڈسے' اِس عشق دا بھارا بھار ڈِسے
سانوں سجناں باغ بہار ڈسے' بن یار نہ بھاوے گلزار مینوں

مولا علی نے فرمایا: لوگو! کوئی اور ہے جو سوال کرنا چاہتا ہے۔

(تفسیر روح البیان پ ۲۶' ص ۶۱۳)

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے بے شمار صحابہ کرام کا دیدار کیا لیکن کسی صحابی کو یہ اعلان کرتے نہیں سنا کہ لوگو! جو سوال کرنا چاہے کرسکتا ہے' جو کوئی بات پوچھنا چاہتا ہے پوچھ لے' سوائے مولا علی کے آپ نے کئی مرتبہ لوگوں کے سامنے فرمایا: لوگو! شرم نہ کرو جو چاہو پوچھو' نبی کا غلام تمہیں ہر سوال کا جواب دے گا' فرش کی بات پوچھو' عرش کی بات پوچھو' زمین کی بات پوچھو' آسمانوں کی بات پوچھو' اگر منبر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کھڑے ہو کر جواب نہ دوں تو مجھے علی نہ کہنا۔

(کنز العمال ج ۱۳ ص ۱۳۰' عقائد جعفریہ ج ۴ ص ۳۴۱)

علامہ حضوری نزہۃ المجالس میں فرماتے ہیں: جب مولا علی نے 'علان فرمایا تو سارے مدینہ والوں نے آپ کی آواز سنی' آسمانوں کے فرشتوں نے بھی آپ کی آواز سنی' سدرہ پر حضرت جبریل علیہ السلام نے سن لی' حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: اے خالق کائنات! آج مولا علی نے بڑا اونچا دعویٰ کیا ہے' اگر اجازت عطاء فرمائے تو میں بھی مولا علی سے ایک سوال نہ کرلوں؟ خالق کائنات کی قدرت مسکرا پڑی' فرمایا: جبریل! جا تو بھی سوال کرلے' تم بھی علی کے علم کا تجربہ کرلو'' فجآء جبریل فی صورۃ رجلٍ '' حضرت جبریل علیہ السلام انسانی لباس میں حضرت علی کے پاس تشریف لائے' مولا علی کی محفل میں تشریف لائے اور اُٹھ کر کہا: یا علی! آپ نے دعویٰ بڑا اونچا فرمایا ہے' اچھا اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو بتاؤ کہ اس وقت جبریل کہاں ہے؟ مولا علی نے نظر اٹھائی' آسمانوں کو دیکھا پھر زمینوں کو دیکھا تو نگاہ تحت الثریٰ تک چلی گئی' پھر دائیں طرف دیکھا پھر بائیں طرف دیکھا' پھر مسکرا کر فرمایا: اے سوال کرنے والے! تو ہی جبریل ہے۔ حضرت جبریل نے فرمایا: مولا! آپ کو کیسے پتہ چل گیا کہ میں جبریل ہوں' فرمایا: جب میں نے آسمان پر نظر کی تو میری نظر سدرہ تک چلی گئی مجھے وہاں جبریل نظر نہ آیا' پھر زمین پر نظر کی تو تحت الثریٰ تک چلی گئی مجھے جبریل وہاں بھی نظر نہیں آیا' پھر میں نے پوری دنیا پر نظر پھرائی مجھے کہیں بھی جبریل نظر نہیں آیا' میں سمجھ گیا کہ یہ سوال کرنے

والا خود ہی جبریل ہے۔

ویکھے ست آسماں عرش تک تے ست زمین پھر آیا
چاروں کوٹ میں ویکھے پھر کے تے کتے جبریل نہ نظریں آیا

دنیا حیران' کسی نے سوال کیا: یاعلی! یہ اتنا علم کس مدرسہ سے پڑھا ہے' کس یونیورسٹی سے حاصل کیا ہے' مولا علی مسکرا پڑے' فرمایا: لوگو! یہ مدرسوں سے پڑھا ہوا علم نہیں' یہ مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لعاب کا صدقہ ہے' فرمایا: لوگو! جب سرکار کے وصال کا وقت قریب آیا تو سرکار نے میری ڈیوٹی لگائی تھی کہ میں سرکار کو آخری غسل دوں' غسل کے بعد سرکار کی پلکوں پر پانی کے چند قطرے جمع تھے' وہ میں نے چوس لیے' اللہ تعالیٰ نے ان پانی کے قطروں کے صدقے یہ علم کے خزانے عطاء فرما دیئے ہیں۔

(نزہۃ المجالس ج ۲ص ۲۱۰' اشعۃ اللمعات ج ۴ص ۳۳۱' باب وفات النبی' خاک کربلا ص ۳۸-۳۹)

حضرات! تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: علی! جب میرا وصال ہو جائے تو مجھے اپنے ہاتھوں سے غسل دینا' مولا علی نے عرض کی: آقا! آپ کو کفن کن کپڑوں میں دیا جائے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ انہی کپڑوں میں جو میں نے پہنے ہوئے ہیں' مولا علی نے عرض کی: آقا! اگر آپ کو دوسرے کپڑے پہنا دیئے جائیں آپ ناراض تو نہیں ہوں گے؟ میرے آقا نے فرمایا: علی! اگر مجھے دوسرے کپڑوں میں کفن دینا چاہو تو دے سکتے ہو لیکن ہوں سفید اور کپڑے بھی مصر کے ہوں یا یمن کے' سرکار کی بات سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ رو پڑے' ایک صحابی نے روتے ہوئے عرض کیا: آقا! جب آپ کا وصال ہو جائے گا تو آپ کا جنازہ کس طرح اور کیسے پڑھا جائے گا؟ اس صحابی کی بات سن کر سارے صحابہ کی چیخیں نکل گئیں' صبر کا پیالہ لبریز ہو گیا' سرکار کی مقدس آنکھوں میں بھی آنسو جاری ہو گئے' پھر آقا نے آنسو روک کے صحابہ کو بھی صبر کی تسلی دی' فرمایا: میرے صحابہ صبر کرو' اللہ تعالیٰ تمہارے سب کے گناہ معاف فرمائے' اللہ تعالیٰ تمہیں میری خدمت کرنے کا صلہ اور اجر عطاء فرمائے' صحابہ

خاموش ہو گئے کیونکہ کریم آقا کا حکم تھا' حسین کے نانے نے فرمایا: میرے صحابہ جب تم مجھے غسل دے کے کفن پہنا کے فارغ ہو جاؤ تو مجھے اسی عائشہ کے حجرے میں اکیلے چھوڑ کر باہر چلے جانا' سب سے پہلے میرا جنازہ میرا پیارا اللہ عزوجل آپ پڑھے گا۔ سبحان اللہ! عظمت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قربان جاؤں! آج دنیا میں بڑے بڑے لوگ فوت ہوتے ہیں کسی کا جنازہ کوئی ولی پڑھاتا ہے' کسی کا جنازہ کوئی شیخ الحدیث پڑھاتا ہے' کسی کا جنازہ پیر سیال نے پڑھا' کسی کا جنازہ شیر ربانی نے پڑھا' کسی کا جنازہ احمد رضا نے پڑھا' کسی کا جنازہ مہر علی نے پڑھا' کسی کا جنازہ داتا علی نے پڑھا' کسی کا جنازہ غوث جلی نے پڑھا' کسی کا جنازہ مولا علی نے پڑھا' کسی کا جنازہ صدیق اکبر نے پڑھا' پر قربان جاؤں فاطمہ کے بابے پر جس کا جنازہ خود پیارے رب العالمین نے پڑھا۔ پیر مہر علی فرماتے ہیں:

سبحان اللہ ما اجملک ما احسنک ما اکملک
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا مشتاق اکھیں کتھے جا لڑیاں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرے صحابہ سب سے پہلے میرا جنازہ میرے پیارے رب العالمین پڑھیں گے' پھر فرشتوں کا سلطان فرشتہ حضرت جبریل علیہ السلام پڑھیں گے' پھر حضرت میکائیل علیہ السلام پڑھیں گے' پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام پڑھیں گے' پھر ملک الموت پڑھے گا' پھر عرش اور فرش کے فرشتے پڑھیں گے' پھر تم سارے باری باری آ کر میرا جنازہ پڑھنا' میرے صحابہ یہ میری وصیت بھی ہے' میرا حکم بھی ہے' جب وصال کے بعد میرا چہرہ دیکھنا تو بے صبری کا مظاہرہ نہ کرنا' ماتم نہ کرنا' واویلا نہ کرنا' ہائے ہائے نہ کرنا بلکہ میرا چہرہ دیکھ کر مجھ پر درود و سلام پڑھنا' جب تم مجھ پر درود و سلام پڑھو گے تو میں بھی خوش ہوں گا اور اللہ تعالیٰ بھی خوش ہو گا اور اللہ تعالیٰ میرے درود و سلام کی برکت سے تمہارے گناہ بھی معاف فرماتا جائے گا' حضرات پتہ چلا کہ جب مومن اپنے آقا پر محبت سے عشق سے پیار سے درود و سلام پڑھتا ہے' اللہ تعالیٰ خوش ہو کر

ایمان والوں کے گناہ معاف فرما دیتا ہے' اس لیے اصلی سنی ہر وقت سرکار کی ذات پر درود وسلام کے نذرانے پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ

صل علیٰ نبینا صل علیٰ محمد

مشکل جو سر پہ آ پڑی آقا تیرے ہی نام سے ٹلی
کیونکہ مشکل کشا ہے تیرا نام صل علیٰ محمد
دل کی سیاہی دور ہو سینہ فضا پُرنور ہو
جس کا وظیفہ ہو گیا صل علیٰ محمد
بھٹکے پھرو نہ جا بجا رنج و الم میں مبتلا
کیوں نہ پڑھو یہ ہاتھ اُٹھا صل علیٰ محمد

مولا علی نے عرض کی: آقا! آپ کے صحابہ میں سے سب سے پہلے جنازہ کون پڑھے گا؟ میرے آقا نے فرمایا: سب سے پہلے میرے اہل بیت کے مرد حضرات' پھر عورتیں' پھر سارے صحابہ باری باری آ کر پڑھیں گے' جب مجھے قبر میں دفن کرنا تو میری اہل بیت کے مرد حضرات دفن کریں' ان کے ساتھ فرشتے بھی ہوں گے مگر وہ فرشتوں کو دیکھ نہیں سکیں گے۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۸۷۔۴۹۷ مدارج النبوت ج ۳ ص ۴۸۲' ضیاء النبی' روضۃ الشہداء ج ۱ ص ۱۲۲)

شیعہ حضرات کے بہت بڑے عالم اور مجتہد علامہ علی بن عیسیٰ اربلی اپنی کتاب کشف الغمہ میں لکھتے ہیں: شیعہ حضرات کے بہت بڑے عالم علامہ محمد بن علی المعروف شیخ صدوق اپنی کتاب امالی میں لکھتے ہیں: شیعہ حضرات کے مجتہد ملا باقر مجلسی اپنی کتاب جلاء العیون میں لکھتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات شریف کا وقت قریب آیا تو صدیق اکبر سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: "قال ابو بکر فمن یلی غسلک" صدیق اکبر نے عرض کی: سوہنیا! آپ کے وصال کے بعد آپ کو غسل کون دے گا؟ "قال رجال اهل بیتی" سرکار نے فرمایا: مجھے غسل وہ بندہ دے

جو میرے گھر والوں میں سے میرا زیادہ قریبی رشتہ دار ہے"۔ "قال فیم نکفنک" صدیق اکبر نے عرض کی: آقا! آپ کو کفن کن کپڑوں میں دیا جائے گا؟ "قال فی ثیابی هذه التی علی " سرکار نے فرمایا: انہی کپڑوں میں جو میں نے اب پہنے ہوئے ہیں یا پھر مجھے یمنی ریشمی چادر میں یا مصری سفید کپڑوں میں کفن دیا جائے" "قال کیف الصلوٰة علیك " صدیق اکبر نے عرض کی: آقا! آپ کا جنازہ کیسے پڑھا جائے گا؟ جب صدیق اکبر نے یہ بات پوچھی تو مدینہ شریف سرکار کی جدائی میں لرزنے لگا' کانپنے لگا' صحابہ سرکار کی جدائی میں رونے لگے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کو صبر کی وصیت فرمائی اور فرمایا: "عفی الله عنکم " اے صحابہ! صبر کرو اللہ تعالیٰ تم سب کے گناہوں کو معاف فرمائے' سرکار نے فرمایا: صدیق! جب مجھے غسل دے کر کفن پہنا کے فارغ ہو جاؤ تو سارے حضرات تھوڑی دیر کے لیے باہر چلے جانا' مجھے اکیلا چھوڑ دینا' "فان الله تبارك وتعالیٰ اوّل من یصلی علی " کیونکہ سب سے پہلے میرا جنازہ اللہ تعالیٰ کی ذات پڑھے گی' پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو جنازہ پڑھنے کا حکم دے گا' فرشتوں میں سے سب سے پہلے حضرت جبریل علیہ السلام جنازہ پڑھیں گے' پھر اسرافیل پھر میکائیل پھر ملک الموت جنازہ پڑھیں گے' اس کے بعد تمام فرشتے جنازہ پڑھیں گے' جب فرشتے جنازے سے فارغ ہو جائیں تو تم لوگ ٹولیوں کی صورت میں میرا جنازہ پڑھنا' جنازہ کیسے پڑھنا فرمایا: "فصلوا علی وسلموا تسلیمًا " میری زیارت کر کے مجھ پر درود و سلام پڑھ کر گزرتے جانا" "ولا تؤذونی بتبکیه ولا رنة " اور میرے صحابہ میں تمہیں اور ساری اہل بیت کو وصیت کرتا ہوں کہ مجھے رونے پیٹنے سے تکلیف نہ دینا' میرے وصال کے بعد ماتم نہ کرنا' ہائے وائے نہ کرنا' اگر تم نے یہ کام کیے تو میری ذات کو تکلیف ہو گی۔ اللہ اکبر! جب میرا جنازہ پڑھنے کا ارادہ کرنا پہلے میری اہل بیت کے مرد حضرات پڑھنا' پھر گھر کی عورتیں جنازہ پڑھیں' پھر بچے جنازہ پڑھیں۔ صدیق اکبر نے عرض کی: آقا! آپ کو قبر میں کون اتارے گا؟ میرے آقا نے فرمایا:

میری اہل بیت کے وہ حضرات جو سب سے زیادہ میرے نزدیک ہیں' ان کے ساتھ نوری فرشتے بھی مدد کریں گے لیکن تم لوگ ان کو دیکھ نہیں سکو گے' میرے آقا نے یہ وصیتیں فرمانے کے بعد فرمایا: صدیق! اب باہر جاؤ' مسجد میں چلے جاؤ' ان لوگوں کو بھی بتا دو جو یہاں موجود نہیں۔

(کشف الغمہ ج ۱ص ۱۷' امالی شیخ صدوق ص ۳۷۶' جلاء العیون ج ۱ص ۱۰۸' عقائد جعفریہ ج ۴ص ۲۶۸' فتاوی رضویہ ج ۹ص ۳۱۵' جامع الاحادیث ج ۳ص ۵۵)

حضرات! شیعہ حضرات کی ان کتابوں کی روایات سے پتہ چلا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صدیق اکبر سے بڑا ہی پیار اور محبت تھی' یہی وجہ ہے کہ وصال کا وقت قریب ہے' گھر میں سارے اہل بیت کے مرد حضرات موجود ہیں' آپ کے چچا حضرت عباس موجود آپ کے چچازاد بھائی اور داماد مولا علی موجود ہیں' مگر وصیت اہل بیت کے لوگوں کو نہیں فرما رہے بلکہ صدیق اکبر کو فرما رہے ہیں کیونکہ میرے آقا نگاہِ نبوت سے دیکھ رہے تھے کہ میرے بعد میرا خلیفہ میرا جانشین صدیق اکبر نے بننا ہے' اس لیے میرے آقا مولا علی کو نہیں یارِ غار کو وصیت فرما رہے ہیں کیونکہ وصیتیں وہی پوری کر سکتا ہے جو وصال کرنے والے کا جانشین ہو۔

مولا علی جس دے پچھے فرض پڑھدے
اُو صدیق نہ ہووے تے کی ہووے
آ کے نبی دے سب کجھ لٹا دیوے
اُوہ رفیق نہ ہووے تے کی ہووے
روضے نبی دے وچ جو لٹیا اے
اُوہ عتیق نہ ہووے تے کی ہووے
غازی جہڑا صدیق نال بغض رکھے
اُوہ زندیق نہ ہووے تے کی ہووے

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصیتیں فرمالیں تو پھر میرے آقا نے فرمایا:
میرے صحابہ تم سب پر میرا اسلام ہو میرے صحابہ جو لوگ مدینہ شریف میں نہیں، جب ان کو میری وفات کا پتہ چلے گا تو وہ ضرور مدینہ شریف میں میرے روضہ پر میری زیارت کے لیے آئیں گے انہیں بھی کہنا کہ آمنہ کا لال جاتی دفعہ تمہیں سلام پیش کرتا تھا' صحابہ سن کر رونے لگے' کریم رحیم نبی کی پاک آنکھوں میں بھی آنسو جاری ہو گئے' پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرے صحابہ جو بندہ بھی قیامت تک میرا کلمہ پڑھ کے اسلام کے دامن میں آ جائے گا' گواہ ہو جاؤ کہ میں رسول ہو کر اللہ تعالیٰ کا آخری نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو کر ان کو بھی سلام محبت پیش کرتا ہوں۔ سبحان اللہ! لجپال نبی منٹھار نبی حریص نبی مشکل کشا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تیری عظمت کو سلام! تیری لجپالی کو سلام! تیری رحمت کو سلام! دنیا سے جا رہے ہو لیکن ہم جیسے گناہ گاروں کو بدکاروں کو سیاہ کاروں کو سلام کے تحفے دے کے جا رہے ہو' سنیو! ناز کرو اپنے سوہنے نصیبوں پر ہمیں حسین کا نانا سلام کے تحفے دے گیا ہے۔ حضرات جب اتنی شان والا عظمت والا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں سلام کے تحفے دے گیا ہے' کیا ہم سرکار کی بارگاہ میں درود و سلام کے گجرے اور ہدیے پیش نہ کریں؟ ضرور پیش کریں گے اور قیامت تک سرکار کی بارگاہ میں عرض کرتے رہیں گے کہ

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک صلوات اللہ علیک

رحمتوں کے تاج والے دو جہاں کے راج والے
عرش کی معراج والے عاصیوں کی لاج والے یا نبی سلام علیک
جان کر کافی سہارا لے لیا ہے در تمہارا
خلق کے وارث خدارا لو سلام اب تو ہمارا یا نبی سلام علیک

(ضیاء النبی' ضیاء الواعظین ص ۲۳۶)

علامہ کاشفی' روضۃ الشہداء ج ا ص ۲۴۱ میں لکھتے ہیں: جس دن حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا وصال ہوا' اس دن سرکار کی زوجہ حضرت سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سرکار کی خدمت میں تیمارداری کے لیے حاضر خدمت ہوئی' کیا دیکھا کہ سرکار چارپائی پر آرام فرما ہیں' آنکھیں بند ہیں لیکن آپ کے یوحٰی والے مقدس ہونٹ مبارک ہل رہے ہیں' سیدہ فرماتی ہیں: میں بڑی حیران ہوئی کہ سرکار آرام فرما ہیں یہ ہونٹ کیوں ہل رہے ہیں؟ سرکار کیا وظیفہ پڑھ رہے ہیں۔ سیدہ فرماتی ہیں: جب میں نے کان لگائے تو سرکار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کر رہے تھے کہ اے خالق کائنات! میری اُمت کو جہنم سے آزاد فرما دے' قیامت والے دن میری اُمت سے آسان حساب لینا تا کہ یہ لوگوں کے سامنے شرمسار نہ ہوں۔ سیدہ فرماتی ہیں: میری آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے کہ واہ لجپال نبی! دنیا چھوڑ رہے ہیں مگر اُمت پھر بھی یاد ہے۔ جب سیدہ اُم سلمہ روئیں تو کریم آقا کی مقدس آنکھیں کھل گئیں' فرمایا: اُم سلمہ! کیوں رو رہی ہو؟ سیدہ نے عرض کی: آقا! آپ کی طبیعت کا کیا حال ہے؟ میرے آقا نے فرمایا: اُم سلمہ! مجھ پر درود وسلام بھی پڑھو اور آج جی بھر کے مجھے دیکھ لو' تھوڑی دیر کے بعد یہ آواز نہیں سن سکو گی' یہ چہرہ بھی نظر نہیں آئے گا۔ سیدہ شدت سے رونے لگی' اُدھر سے مولا علی بھی تشریف لے آئے' صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کرنے کے بعد عرض کی: آقا! میں تھوڑی دیر پہلے نماز پڑھ کے مصلے پر بیٹھا تھا کہ اچانک میری آنکھ لگ گئی' میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے ایک زرہ پہنی ہوئی ہے جو جنگ کے موقع پر پہنتے ہیں' اچانک وہ زرہ ٹوٹ کر خود بخود زمین پر گر پڑی' میں بڑا حیران ہوں کہ پتہ نہیں اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: علی! پریشان نہ ہو' اس کی تعبیر میں بتاتا ہوں' عرض کی: آقا! حکم ہو۔ فرمایا: علی! جو زرہ تو نے پہنی ہوئی تھی جو تیری حفاظت کر رہی تھی' وہ زرہ میری ذات ہے اب ہم دنیا چھوڑ کر جا رہے ہیں' اس لیے وہ زرہ ٹوٹ گئی ہے' اے علی! اب تو دنیا میں اکیلا رہ جائے گا' اے علی! میرے وصال کے بعد تمہیں بڑی تکالیف اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن ان پریشانیوں میں صبر کرنا' پریشانیوں کا مقابلہ بڑے حوصلے سے کرنا' جب دیکھنا

لوگ دین کے بجائے دنیا کی طرف جا رہے ہیں تو تم دین کو اختیار کرنا۔ مولا علی تعبیر سن کر رونے لگے' میرے آقا نے مولا علی کو اپنے پہلو میں بٹھا کر بڑی محبت سے فرمایا: علی! رو نہیں میں تمہیں ایک بڑی پیاری بات بتاتا ہوں' جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ تعالیٰ مجھے جنت کا حوضِ کوثر عطاء فرمائے گا' اس حوضِ کوثر پر سب سے پہلے تیری میری ملاقات ہو گی' ابھی آمنہ کا لال حضرت علی کو تسلی دے ہی رہے تھے کہ اچانک سیّدہ فاطمہ بھی تشریف لے آئی' تاکہ بابا کی تیمارداری کر آؤں' حضرات سیدہ فاطمہ جب بھی پہلے تشریف لاتی تو والیِ کائنات بیٹی کی محبت میں اُٹھ کے کھڑے ہو جاتے محبت سے سیّدہ کا ماتھا چومتے پھر فرماتے: "مرحبا بابنتی" "بیٹی! تیرا آنا مبارک ہو! پھر اپنے پاس چارپائی پر بٹھا لیتے لیکن آج جب سیّدہ اپنے بابے کو ملنے کے لیے تشریف لائیں تو میرے آقا نے ارادہ فرمایا کہ بیٹی کے پیار میں اُٹھ کر استقبال کروں مگر حسین کا نانا بیماری کی وجہ سے اُٹھ نہ سکا' میرے آقا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے' فرمایا: بیٹی! محسوس نہ کرنا کہ میرا بابا میری محبت میں کھڑا کیوں نہیں ہوا' بیٹی! آج اُٹھنے کی ہمت نہیں۔ سیّدہ نے سنا تو رو پڑی' رو کے بابے کے بے مثل ہاتھوں کو پکڑ کر چومنے لگی' ہاتھوں کو چوم کر پھر بابے کی پیشانی کو بوسہ دیا' پیشانی چوم کر عرض کی: ابو جی! آپ کو تو بڑا شدید بخار ہے' پھر رو کر کہا: ہائے میرے ابو کی بیماری! سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیٹی کو پیار کر کے فرمایا: بیٹی! رو نہیں یہ تیرے بابے کی آخری بیماری ہے' یہ آخری تکلیف ہے' پھر تیرے بابے کو کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ سیّدہ نے ابو کے ہاتھ چوم کر عرض کی: ابو جی! ایسی باتیں نہ کرو تیری بیٹی تیری جدائی کا صدمہ برداشت نہیں کر سکے گی' ابو تیرے بعد تیری بیٹی جیتے جی مر جائے گی' ابو جی! ماں خدیجہ پہلے چھوڑ گئی' اب آپ بھی فاطمہ کو چھوڑ گئے تو فاطمہ یتیم ہو جائے گی' بے سہارا ہو جائے گی' ابو جب میں آپ کو دیکھتی ہوں تو میرے سارے غم دور ہو جاتے ہیں' میں باغ جنت میں آ جاتی ہوں۔ سرکارِ کائنات نے بیٹی کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا: بیٹی! صبر کرو' سیّدہ نے عرض کی: ابو جی! آج رات میں مصلے پر بیٹھ کر اللہ عزوجل کر رہی تھی کہ

اچانک میری آنکھ لگ گئی' میں نے خواب میں دیکھا کہ میں سامنے قرآن رکھ کر تلاوت کر رہی ہوں' اچانک قرآن میری نگاہوں سے غائب ہو جاتا ہے' پھر میری آنکھ کھل جاتی ہے۔ سیّدہ کا خواب سن کر اللہ تعالیٰ کا حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام رو پڑا' فرمایا: بیٹی! وہ قرآن تیرا بابا ہے۔ سبحان اللہ!

ڈٹھے ورق قرآن دے کھول سارے
تیری شان ورگا نئیں کوئی ہور تکیا
تیری شان دا کرے انکار جیہڑا
اوہنوں عاشقاں نے سی چور تکیا
کوئی نور آکھے کوئی بشر آکھے
دن رات پیا' ایہو شور تکیا
اللہ والیا تے گل مکا چھوڑی
اوہناں ہور تکیا اساں ہور تکیا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بیٹی! وہ قرآن میں تھا جیسے قرآن تیری نظروں سے غائب ہو گیا' اسی طرح میں بھی تجھ سے جدا ہونے والا ہوں' بیٹی! جلدی کرو میرے شہزادوں کو بھی بلاؤ تاکہ آخری بار وہ بھی جی بھر کے نانے کا دیدار کر لیں' سیّدہ حسنین کریمین کو لے کر آ گئی' کملی والے نے دونوں شہزادوں کو سینے سے لگا لیا جب حسنین کریمین نانے جان کے سینے سے لگے تو اتنا روئے کہ شہزادوں کو دیکھ کر زمین بھی رونے لگ گئی' آسمان بھی رو پڑا' مدینہ شریف کے در و دیوار بھی رو پڑے' جتنے سرکار کے غلام سرکار کی خدمت میں بیٹھے سے وہ بھی رونے لگ گئے' حسنین کریمین نے عرض کی: نانا جان! ہم نے ایک خواب دیکھا ہے' ذرا سن کر اس کی تعبیر تو بتایئے! میرے آقا نے فرمایا: بیٹا! کون سا خواب؟ عرض کی: پیارے ابو جی! ہم نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک نوری تخت ہے جو ہوا میں اُڑتا جاتا ہے' ہم دونوں بھائی اس تخت کے نیچے ننگے سر روتے جاتے

ہیں میرے آقا نے فرمایا: بیٹا! وہ تخت ہمارا جنازہ ہے تم ہمارے جنازے کے ساتھ زلفیں بکھیر کے روتے جاتے ہو۔ سیدہ اُم سلمہ فرماتی ہیں: جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ تعبیر بتائی تو سارے گھر والوں کی چیخیں نکل گئیں۔

(روضۃ الشہداء ج اص ۲۴۲۔۲۴۳ افضل المواعظ ص ۱۵۲)

ملک الموت کی اجازت

علامہ معین واعظ الکاشفی معارج النبوت میں علامہ حسین کاشفی روضۃ الشہداء میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوت میں لکھتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات شریف کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عزرائیل! عرض کی: جی ربِ جلیل! فرمایا: میرے یار کی وفات کا وقت قریب آ گیا ہے لہٰذا تم مدینہ شریف چلے جاؤ اور جا کر میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس روح لے کر میرے دربار میں آؤ لیکن جانے سے پہلے میری ایک بات سنو عرض کی: اے پیارے رب العالمین! حکم ہو فرمایا: جب یار کی بارگاہ میں جانا تو ایسے ہی نہ چلے جانا بلکہ نیا جنتی لباس پہن کے بن سنور کے اور لاکھوں فرشتوں کو ساتھ لے کر جانا اور پہلے آسمان کا سردار فرشتہ جس کا نام اسماعیل علیہ السلام ہے جس کو میں نے ایک لاکھ فرشتوں کا سردار بنایا ہے پھر ان میں سے ہر فرشتہ لاکھ لاکھ فرشتوں کا سردار ہے اس کو بھی ساتھ لے لینا تاکہ یار یہ نہ کہے کہ ملک الموت اکیلے ہی میری روح لینے آ گیا ہے ایک تو یار کی عزت افزائی ہوگی دوسرا اسماعیل فرشتہ ہمیشہ میری بارگاہ میں دعا کرتا ہے کہ مولا کریم مہربانی فرما کبھی مجھے بھی اجازت عطاء فرما تاکہ میں بھی کسی دن تیرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کر کے درود وسلام کے گجرے پیش کروں اور مدینہ شریف کی وہ گلیاں دیکھوں جن گلیوں میں تیرا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام چلتا پھرتا ہے۔ سبحان اللہ! کیا شان ہے مدینہ شریف کی۔

مولا پیارے حبیب دا واسطہ ای درد پیارے حبیب دا گفٹ کر دے
چُمدا اروان نعلین حضور دی میں میرے دل نوں سوہنے لئی لفٹ کر دے

میرے بخت دا کھر درا پن مولا نظر کرم دے نال سُو فٹ کر دے
ناصر شاہ ایتھے نئیں دل لگدا ایہنوں درِ رسول تے شفٹ کر دے

خالق کائنات نے فرمایا: عزرائیل! اسماعیل فرشتہ ہر روز دعا کرتا ہے: مولا کریم! مجھے مدینہ شریف کی زیارت کروا' تا کہ مدینہ شریف میں بھی دیکھ آؤں' مدینہ کے سلطان کی بھی زیارت کر آؤں' اسے بھی ساتھ لے جانا' عرض کی: مولا کریم! ہر حکم پر عمل ہوگا' خالق کائنات نے فرمایا: عزرائیل! جب میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آستانے پر جانا تو ایسے ہی اندر نہ چلے جانا بلکہ دروازے پر کھڑے ہو کر میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود و سلام کے گجرے پیش کرنا' پھر اپنا تعارف کروانا' پھر اندر جانے کی اجازت مانگنا' اگر میرا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اندر آنے کی اجازت دے تو پھر جانا' نہیں تو واپس آ جانا۔ عرض کی: مولا کریم! اتنی شرائط؟ فرمایا: عزرائیل! شرطیں اس لیے لگا رہا ہوں کہ یہ کسی مولوی کا گھر نہیں' کسی پیر فقیر کا گھر نہیں' کسی امیر وزیر سفیر کا گھر نہیں' یہ میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آستانہ ہے' یہ میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دربار نہیں حقیقت میں میرا دربار ہے' میرا اڈیرہ ہے۔ تاجدارِ بریلی اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو وہ یہاں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عزرائیل! یار کے آستانے پر کھڑے ہو کر اجازت مانگنا' کیا شان ہے حسین کے نانے کے آستانے کی' جہاں فرشتے بھی اجازت لے کے آتے ہیں' حضرت عزرائیل علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کا فرمان سنا تو جنتی لباس پہنا' ہزاروں لاکھوں فرشتوں کو نور کی سواریوں پر سوار کر کے ایک اعرابی ایک پینڈو ایک دیہاتی انسان کے روپ میں آستانہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حاضر ہوئے' سرکار اس وقت سیّدہ طیبہ طاہرہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی گودی میں سرانور رکھ کر لیٹے ہوئے تھے' بیماری

کی وجہ سے غشی کا عالم طاری تھا' سیدہ فاطمہ بھی بابے کی چارپائی کے پاس نیچے تشریف فرما تھیں' اُدھر ملک الموت آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا اور ہاتھ باندھ کر عرض کی: ''السلام علیکم اهل بيت النبوة ومعدن الرسالة ومختلف الملئكة هل ادخل '' اے نبی کے گھر والو! اے مرکز رسالت کے وارثو! اور اے سرکار کی خدمت کرنے والے فرشتو! تم پر میرا اسلام ہو' اگر اجازت دو تو میں اندر آ جاؤں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: بیٹی فاطمہ! کوئی سرکار کا غلام آیا ہے' اندر آنے کی اجازت مانگ رہا ہے' پوچھو کون ہے؟ سیّدہ فاطمہ اُٹھ کے دروازے کے قریب گئیں' پردے میں کھڑے ہو کر آواز ماری: ''من انت في الباب '' اے دروازے میں آنے والے! کون ہے؟ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے یہ نہیں کہا: میں ملک الموت ہوں' میں عزرائیل ہوں' ناں بلکہ بڑے ادب سے عرض کی: ''انا اعرابی '' بی بی جی! میں ایک اعرابی ہوں' میں ایک دیہاتی ہوں' بڑے دور سے آیا ہوں' آقا کی زیارت کرنی ہے' مہربانی کرو پردے کے پیچھے ہو جاؤ' میں حاضر ہو کر قدم بوسی کر لوں۔ حضرات! حضرت عزرائیل علیہ السلام نے یہ کیوں نہیں کہا کہ میں ملک الموت ہوں؟ علماء فرماتے ہیں: اس لیے تاکہ سیّدہ فاطمہ پریشان نہ ہوں' رونے نہ لگ جائیں ہم اہل بیت کو رُلانے والے نہیں خوشیاں سنانے والے ہیں' صدقے جاؤں آستانۂ نبوت پر کہ ساری کائنات کے لوگوں کی روحیں قبض کرنے والا ملک الموت کھڑا اجازت مانگ رہا ہے' ہے کوئی دنیا کا تاجدار' ہے کوئی دنیا کا سلطان' ہے کوئی دنیا کا بادشاہ جس سے ملک الموت نے اجازت مانگی ہو؟ اِن مُلوانوں سے پوچھو! اگر کوئی ہے تو دکھاؤ' نہیں دکھا سکتے تو مثل نہ بنو بلکہ آمنہ کے چمن کے باوفا غلام اور اُمتی بنو۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی: بی بی جی! میں ایک اعرابی ہوں' سرکار کا غلام ہوں' بڑا لمبا سفر کر کے درِ دولت پر حاضر ہوا ہوں' مہربانی کرو اندر آنے کی اجازت دو۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: سیّدہ نے فرمایا کہ ایں وقت ملاقات نیست' اے پردیسی! یہ ملاقات کا وقت نہیں میرے بابے کی طبیعت خرابی ہے' بے ہوشی کا

اور غشی کا عالم طاری ہے' اس وقت چلے جاؤ پھر کسی وقت آنا' حضرت عزرائیل علیہ السلام نے سنا تو ناراض نہیں ہوئے' یہ نہیں کہا کہ میری بے عزتی ہوگئی ہے' ناں بلکہ واپس چلے جاتے ہیں اور مدینہ شریف کی گلیوں اور بازاروں کی زیارت کرتے پھرتے ہیں' کون سی گلیاں! وہ گلیاں جہاں اللہ تعالیٰ کا حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام چلا کرتا تھا' کون سی گلیاں جن کی قسمیں اللہ تعالیٰ قرآن میں اُٹھاتا ہے'' لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ '' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! مجھے قسم ہے اس شہر کی'' وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ '' جس شہر کی گلیوں میں تیری مقدس تلیاں لگتی ہیں۔ علماء فرماتے ہیں: یہاں سے صرف مکہ کی گلیاں مراد نہیں بلکہ جہاں جہاں جس جس شہر میں حسین کے نانے کے قدم لگے ہیں' اللہ تعالیٰ اُن اُن مقامات کی قسمیں اُٹھا رہا ہے۔ (جذب القلوب ص ۱۶)

عرب شریف توں صدقے جاواں جتھے سوہنے تلیاں لائیاں
پلکاں نال بُہاریاں دیوواں تے کراں خاک دیاں سُرم سلائیاں
قدم قدم تے سجدے دیواں جتھے بکریاں یار چرائیاں
رو رو آسی دُہائیاں دیوے تے کیوں عربی دیراں لائیاں

حضرت عزرائیل علیہ السلام' حضرت اسماعیل علیہ السلام اور فرشتوں کو ساتھ لے کر مدینہ شریف کی گلیوں' بازاروں میں پھر رہے ہیں' جہاں نبیوں کا امام چلا کرتا تھا' جہاں صدیق کا یار چلا کرتا تھا' جہاں فاروق کا مولا چلا کرتا تھا' جہاں عثمان غنی کا آقا چلا کرتا تھا' جہاں فاطمہ کا بابا اور حسنین کا نانا چلا کرتا تھا' جہاں مولا علی کا ویرسینوں کا پیر چلا کرتا تھا۔ حضرات! مدینہ شریف کی گلیاں وہ مقدس گلیاں ہیں جہاں چلنے سے جنت کے مزے آجاتے ہیں' جہاں پھرنے سے جنت کے نظارے آجاتے ہیں' کسی عاشق نے بڑی پیاری بات کہی کہ

نہ جنت نہ جنت کی کلیوں میں دیکھا
مزہ جو مدینے کی گلیوں میں دیکھا

حضرت عزرائیل علیہ السلام مدینہ شریف کی گلیوں کی زیارت کرنے کے بعد پھر آستانۂ نبوت پر حاضر ہوئے' پہلے سرکار کی بارگاہ میں صلوٰۃ وسلام کے گجرے پیش کیے' پھر بڑے ادب سے عرض کی: اے نبی کے گھر والو! بڑی دور سے آیا ہوں' سرکار کی زیارت کرنی ہے' اگر اجازت ہو تو اندر آ جاؤں۔ حضرات! سیدنا عزرائیل علیہ السلام پہلی مرتبہ سرکار کے آستانے پر آئے ہیں اجازت مانگ رہے ہیں۔ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کشف الغمہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام تئیس سالوں میں سرکار کے آستانے پر چوبیس ہزار مرتبہ تشریف لائے' لیکن کبھی بھی بغیر اجازت کے کبھی اندر نہیں گئے بلکہ جب اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کے آتے تو سرکار کے آستانے پر آ کر کھڑے ہو جاتے' پہلے درود وسلام کے گجرے پیش کرتے' پھر بڑے ادب سے عرض کرتے: مولا! آپ کا ایک غلام آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا ہے' اگر اجازت ہو تو اندر آ جائے۔

سبحان اللہ! اعلیٰ حضرت کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا فاضل بریلی فرماتے ہیں کہ

بے اجازت جن کے گھر جبریل بھی آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر اہل بیت
اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لعنت اللہ علیکم دشمنانِ اہل بیت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب جبریل علیہ السلام کی آواز سنتے تو پہچان لیتے کہ دروازے پر فرشتوں کا امام جبریل علیہ السلام تشریف لائے ہیں' سرکار باہر تشریف لاتے' جبریل علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے جاتے' اگر سرکار مصروف ہوتے تو جبریل علیہ السلام باہر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کا پیغام سنا کر آسمانوں کی طرف چلے جاتے۔

(شرح حدائق بخشش ج ۴ ص ۱۵۲)

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے درود وسلام پڑھ کے پھر اجازت مانگی تو سیدہ فاطمہ نے فرمایا: بھائی جی! میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا ہے کہ

میرے ابو جی کی طبیعت خراب ہے' لہٰذا واپس چلے جاؤ' جب طبیعت ٹھیک ہو جائے گی' پھر آنا اب ملاقات نہیں ہو سکتی' حضرت عزرائیل علیہ السلام پھر چلے جاتے ہیں' اور نہیں جاتے کہیں اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو جائے' اندر بغیر اجازت کے نہیں جاتے کہیں رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹی ناراض نہ ہو جائے۔ حضرات محدثین کرام فرماتے ہیں: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے جتنے بھی اللہ تعالیٰ کے نبی تشریف لائے ہیں' ہر نبی سے ملک الموت نے اجازت مانگی ہے کہ حضور اگر اجازت ہو تو آپ کی جان قبض کر لوں' مگر ملک الموت نے کسی نبی سے گھر آنے کی اجازت نہیں مانگی' یہ صرف میرے اور آپ کے نبی کے آستانے کا کمال ہے کہ یہاں ملک الموت بھی اجازت لے کے اندر آتا ہے' کیونکہ خالق کائنات کا فرمان ہے: ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ'' اے ایمان والو! میرے نبی کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہوا کرو' پہلے میرے یار سے اجازت لو' اگر یار اجازت دے تو اندر جاؤ' نہیں تو واپس چلے جاؤ۔ حضرات! اس آیت میں قیامت تک مؤمن بھی شامل ہیں اور فرشتے بھی شامل ہیں۔ (مرآۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۳۰۹' حاشیہ: ۲)

حضرت عزرائیل علیہ السلام اب تیسری مرتبہ پھر اجازت لینے کے لیے حاضر ہوئے' اس مرتبہ عزرائیل نے بلند آواز سے اجازت مانگی' آپ کی آواز سن کر گھر والے کانپ گئے' اُدھر سرکار نے بھی اپنی چشمانِ رحمت کھولیں' فرمایا: بیٹی! یہ دروازے پر کون ہے جو آوازیں مار رہا ہے؟ سیّدہ نے عرض کی: ابو جی! کوئی اعرابی ہے کوئی دیہاتی ہے' کہتا ہے کہ بڑی دور سے سفر کر کے آیا ہوں' اللہ تعالیٰ کے نبی کی زیارت کرنا چاہتا ہوں' لیکن میں کہتی ہوں کہ میرے ابو کی طبیعت خراب ہے پھر آنا' یہ چلا جاتا ہے پھر آ جاتا ہے' یہ تیسرا چکر ہے۔ غیب کی خبریں رکھنے والے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ سیّدہ نے بابے کے ہاتھ چوم کر عرض کی: بابا! آپ اعرابی کا نام سن کر رو کیوں پڑے ہیں' میرے آقا نے فرمایا: بیٹی! جب تم سنو گی تم بھی رو پڑو گی' عرض کی:

ابو جی! یہ کون ہے؟ میرے آقا نے فرمایا: بیٹی! یہ اعرابی نہیں' یہ ملک الموت ہے' یہ دیہاتی نہیں یہ عزرائیل علیہ السلام ہے' یہ پینڈو نہی یہ روح نکالنے والا فرشتہ ہے' یہ وہ ملک الموت ہے جو باپ کو بیٹے سے جدا کرتا ہے جو ماں کو بیٹی سے جدا کرتا ہے' بھائی کو بھائی سے جدا کرتا ہے' جو دوست کو دوست سے جدا کرتا ہے' بیٹی! یہ وہ فرشتہ ہے جو آج تیرے ابو کی روح قبض کر کے تمہیں یتیم بنانے آیا' فاطمہ دل کھول کے بابے کو دیکھ' چند گھڑیوں کے بعد تو یتیم ہو جائے گی' تیرا ابا وصال کر جائے گا' بیٹی یہ وہ ملک الموت ہے جو

بھائیں نالوں بھائی وچھوڑے تے ماں تہیں فرزنداں

یاراں نالوں یار وچھوڑے تے توڑے دل دیاں بنداں

کر یتیم بچے ٹر جاندا تے ایہہ عزرائیل فرشتہ

ایویں ہر دم کردا رہسیں تے جویں رب عزوجل نوشتہ

میرے آقا نے فرمایا: بیٹی! اس کو میرے آستانے کا اور تیرے پردے کا خیال تھا' جو اجازت مانگتا رہا ورنہ اس نے آج تک کسی سے نہ اجازت مانگی ہے اور نہ ہی قیامت تک مانگے گا' سیّدہ نے سنا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے' حضرات آنسو آتے ہی کیوں نہ آج جنتی عورتوں کی سردار بی بی بابے سے بچھڑنے لگی تھی' یتیم ہونے لگی تھی' سیّدہ رو بھی رہی تھی اور کہہ بھی رہی تھی کہ ''یا ویلتاہ لموت خاتم النبیین '' ہائے افسوس! آج ختم نبوت کا تاج پہن کر آنے والا پیارا نبی ہمیں چھوڑ کر جا رہا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بیٹی! رو نہیں کیونکہ تیرے رونے سے عرش کو اُٹھانے والے فرشتے بھی رو پڑتے ہیں' بیٹی صبر کر' عنقریب دنیا چھوڑ کر تو بھی میرے پاس آ جائے گی۔ (روضۃ الشہداء ج ۱ ص ۴۳۵۔۴۳۶' مدارج النبوت ج ۲ ص ۷۲۹۔۷۳۰' معارج النبوت ج ۴ ص ۴۹۷۔۴۹۹)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیّدہ کو صبر کی تلقین کرنے کے بعد فرمایا: بیٹی! اب پردے کے پیچھے ہو جاؤ' کیونکہ ملک الموت اور اس کے ساتھی میرے پاس آ رہے ہیں' سیّدہ فاطمہ اور ساری بیبیاں پردے کے پیچھے چلی گئیں' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

ملک الموت کو اندر آنے کی اجازت عطاء فرمائی' حضرت عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آتے ہی سرکار کی بارگاہ میں علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نذرانہ پیش کیا' عرض کی: ''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ '' صلوٰۃ وسلام کے بعد اپنا تعارف کروایا کہ حضور آپ کے غلام کا نام عزرائیل ہے جسے ملک الموت بھی کہا جاتا ہے' آقا! یہ اسماعیل فرشتہ ہے جو پہلے آسمان کا کنٹرولر ہے' سارے آسمان کی ذمہ داری اس فرشتہ کی ہے' سرکار نے فرمایا: عزرائیل! اسے کیوں ساتھ لائے ہو؟ عرض کی: آقا! اس نے شبِ معراج کو پہلے آسمان پر آپ کی زیارت کی تھی' آقا جس دن سے اس نے آپ کا دیدار کیا ہے' یہ اس دن سے آپ کی محبت میں گرفتار ہو گیا ہے۔ سبحان اللہ! حضرات پتہ چلا کہ میرے نبی کے عاشق صرف فرش والے ہی نہیں' عرش والے بھی سرکار کے عشق کے قیدی ہیں' ایسا ہو بھی کیوں ناں آپ محبوبِ خدا جو ہیں' عزوجل صلی اللہ علیہ وسلم۔ حافظ محمد حسین حافظ نے بڑی پیاری بات فرمائی کہ

تیرے نام دے تذکرے فرشاں تے تیرے حُسن دے چرچے عرشاں تے
کوئی تھاں نئیں ایسی جس تھاں تے تیرے حُسن دا سوہنیا شور نئیں
تیری قبر تے اُتے اے حافظ لکھ لوکی دیوے بالن پئے
جے عشق نہیں کملی والے دا تیری روشنی ہونی گور نئیں

حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی: آقا! اس کو آج پتہ چلا کہ آپ کے وصال کا وقت آ گیا' یہ اللہ تعالیٰ سے اجازت لے کر آپ کا دیدار کرنے آیا ہے۔

(افضل المواعظ ص ۱۵۹' مشکوٰۃ شریف' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۳۰۸۔۳۰۹)

جب حضرت عزرائیل علیہ السلام سرکار کی بارگاہ میں جان لینے کے لیے حاضر ہوئے تو خالق کائنات نے جہنم کے سردار فرشتے کو آواز ماری: او جہنم کے ناظم! عرض کی: جی ربِ جلیل! فرمایا: میرے یار کی روح زمین سے آسمانوں کی طرف تشریف لا رہی ہے' لہٰذا جلدی کرو' جہنم کی آگ ٹھنڈی کر دو' عرض کی: مولا کریم! جیسے آپ کا حکم' پھر اللہ تعالیٰ

نے فرمایا: او جنت کے ناظم فرشتے! عرض کی: جی مولا کریم! فرمایا: میرے یار کی روح میری بارگاہ میں آ رہی ہے' جلدی کرو جنت کو اچھی طرح سجا دو' رضوانِ جنت کو حکم دے دو کہ بن ٹھن کے جنت کے راستوں پر کھڑے ہو جائیں اور میرے یار کی روح کا استقبال کریں' جنت کی حوروں کو کہہ دو کہ وہ نیا لباس پہن کر میرے محبوب کی نعتیں پڑھنا شروع کر دیں' صدقے جاؤں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت پر جب میرے آقا دنیا میں تشریف لائے تو فرش عرش کی مخلوق خوشیاں منا رہی تھی' جب سرکار چند لمحوں کے لیے وفات کے وقت عرش پر تشریف لے گئے تو عرش والے خوشیاں منا رہے تھے' سرکار کی آمد پر ہر طرف سے آوازیں آ رہی تھیں:

اَج آمنہ دے چن دی تشریف آوری اے
ہونا جھندے طفیلوں کُل مُجرماں بری اے
سارے نبی خدا عزوجل توں منگدے گئے دعائیں
یا ربّ اسانوں اُمتی محبوب دا بنائیں
اللہ نے تینوں بخشی کہو جئی پیغمبری اے
اَج آمنہ دے چن دی تشریف آوری اے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جبریل! عرض کی: جی ربِ جلیل! فرمایا: یار کی روح آسمانوں کی طرف تشریف لا رہی ہے' جا جنت سے نور کی پوشاک لے جا' اُس میں یار کی مقدس روح کو لپیٹ کر میری بارگاہ میں لے آ' نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم چومنے والا فرشتہ سرکار کی وصال کی خبر سن کر زار و قطار رونے لگ گیا' آنکھوں میں آنسو آ گئے' حضرت جبریل علیہ السلام جنت کی پوشاک لے کے درِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پہنچ گئے۔

(روضۃ الشہدا ج اص ۲۵۱۔۲۵۲)

جب سرکار نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا تو فرمایا: جبریل! عرض کی: جی میرے آقا! فرمایا: یار اتنا مشکل وقت ہے اور تو نظر نہیں آیا' کہاں چلے گئے تھے؟ عرض

کی: میرے آقا مجھے آپ کی وجہ سے ہی دیر ہوئی ہے' فرمایا: وہ کیسے؟ عرض کی: آقا! آپ کی مقدس روح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جانے والی ہے' ناں میں آپ کی آمد پر آسمان پر تیاری کرانے میں مصروف تھا' آقا انتظام کراتے کراتے لیٹ ہوگیا ہوں' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کیا تیاری کراتے رہے ہو؟ عرض کی: سوہنیا! اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح مبارک کی آمد کی خوشی میں جہنم کو ٹھنڈا کرا رہا ہے' جنت کو مزین کرا دیا ہے' حوریں بن سنور کر آپ کے قصیدے گا رہی ہیں' فرشتے آپ کے استقبال کے لیے جنت میں قطار بنا کر کھڑے ہیں' آقا جتنی عزت آپ کی کی جا رہی ہے' آج تک کسی نبی' ولی' غوث' قطب' ابدال مؤمن کی نہیں کی گئی' سرکار نے فرمایا: جبریل! میں اس پیارے رب العالمین کا شکر گزار ہوں جس نے مجھے اتنی عزت عطاء فرمائی ہے لیکن جبریل ابھی میرا دل خوش نہیں ہوا' حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: آقا! اتنی شان اتنا مقام دیکھ کر بھی آپ خوش نہیں ہوئے تو آپ کب خوش ہوں گے؟ میرے لجپال نبی نے فرمایا: ''مالی وللنار ومالی وللجنة'' جبریل مجھے نہ جہنم کی فکر ہے نہ مجھے جنت کی ضرورت ہے' مجھے یہ بتا دینا میں قبر میں حشر میں میری اُمت کے ساتھ میرا اللہ عزوجل کیا سلوک کرے گا۔ سبحان اللہ! صدقے جاؤں کریم اور رحیم نبی پر! اُمت کی کتنی فکر ہے۔

فکر اُمت

حضرات! آپ کتابوں کا مطالعہ کر کے دیکھیں' کسی نبی کو کسی رسول کو اپنی اُمت سے اتنی محبت اتنا فکر نہیں تھا جتنی فکر جتنی محبت میرے آقا کو اپنے غلاموں کے ساتھ ہے' حضرت آدم علیہ السلام کے وصال کا وقت آیا تو حضرت آدم علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے' حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: حضور! آپ رو کیوں رہے ہیں؟ فرمایا: جبریل! رو اس لیے رہا ہوں کہ قیامت والے دن میرا کیا بنے گا؟ قیامت والے دن پتہ نہیں وہ جنت نصیب ہوگی کہ نہیں' جہاں میں بیوی کے ساتھ سیر کرتا رہا ہوں' حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: حضور! آپ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں' پیارے

ہیں، پہلے پیغمبر ہیں، اگر آپ نے جنت میں نہیں جانا تو اور کون جائے گا، اگر تسلی کرنی ہے تو نگاہ اُٹھائیے، ابھی اللہ تعالیٰ آپ کو جنت دکھا دیتا ہے، حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی نگاہِ پاک اُٹھائی تو زمین پر کھڑے ہو کر اپنا بنگلہ اپنا جنتی محل اپنا جنت کا رقبہ دیکھ لیا، اپنا ٹھکانہ دیکھ کر خوش ہو گئے، فرمایا: جبریل! اب ملک الموت کو اجازت ہے میری روح نکال سکتا ہے، مگر صدقے جاؤں آمنہ کے لال پر! فاطمہ کے بابے پر جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو یہ نہیں فرمایا: جبریل! مجھے جنت میں کہاں جگہ ملے گی، بلکہ فرمایا: جبریل! مجھے جنت جہنم کی پرواہ نہیں، مجھے یہ بتا کہ قبر میں اور قیامت والے دن میری اُمت کا کیا بنے گا؟ حضرات! ہم کتنے خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اتنا شفیق اور رحیم نبی عطاء فرمایا ہے، اسی لیے عاشق کہتے ہیں کہ

کیوں کریے خواہش جنت دی حضرت دا دوارہ کافی اے
کی کرنا حُور و غلماں نوں سوہنے دا نظارہ کافی اے
کوئی فلک دے چن دی دید کرے اُس دید تھیں اپنی عید کرے
ساڈے لئی اَبر دے دلبر دا بس اک چمکارا کافی اے
کسے نوں مان ہے دولت تے کسے نوں مان عبادت تے
سانوں تے رحمت عالم دا بس اک سہارا کافی اے

حضرات! حضرت نوح علیہ السلام کی وفات آئی تو اُمت کو یاد نہیں کیا اپنی بات کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوئی تو اُمت یاد نہیں آئی اپنی بات کی، سارے نبی دنیا سے جانے لگے ہر نبی نے اپنی بات کی کہ میرا کیا بنے گا، مگر صدقے جاؤں آمنہ کے چن پر! دُکھیوں کے سجن پر! جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنی بات نہیں کرتے بلکہ اپنی گناہ گار اُمت کی بات کرتے ہیں۔ (افضل المواعظ ص ۱۵۳۔۱۵۴)

جب سرکار نے فرمایا: جبریل بتا! میری اُمت کا کیا بنے گا؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: آقا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سجناں! پریشان نہ ہو کیونکہ تیرے وصال کا

وقت ہے ہم نے سارے نبیوں کی اُمت پر جنت اس وقت تک حرام کر دی ہے جب تک آپ کی اُمت جنت میں داخل نہیں ہو گی' سرکار نے فرمایا: جبریل! اللہ تعالیٰ نے اور کتنا کرم فرمایا ہے؟ عرض کی: آقا! اللہ تعالیٰ نے چند چیزیں آپ کو ایسی عطاء فرمائی ہیں جو اور کسی نبی کو عطاء نہیں فرمائی' فرمایا: کون سی چیزیں؟ عرض کی: حوضِ کوثر' مقامِ محمود' اُمت کی شفاعت' آقا اللہ تعالیٰ قیامت والے دن آپ کے ہر اس اُمتی کو بخش دے گا جو جو آپ چاہتے جائیں گے' حتیٰ کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔ (معارج النبوت ج ۳ ص ۵۰۱۔۵۰۲)

سرکار نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی بڑی کرم نوازی' اس کا بے حد شکر ہے کہ اس نے میری اُمت کو قیامت والے دن شرمندہ ہونے سے بچانے کا وعدہ فرمایا ہے' لیکن اے جبریل! یہ سب باتیں تو قیامت کی ہیں' جا جا کر اللہ تعالیٰ سے سوال کر کہ پیارے رب العالمین! دنیا میں میری اُمت کے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: حضور! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''مَنْ تاب قبل موته بسنة قبلت توبةً '' اگر کوئی آپ کا اُمتی ساری زندگی گناہ کرتا رہا' ساری زندگی میری نافرمانیاں کرتا رہا' پھر مرنے سے ایک سال پہلے وہ سچے دل سے توبہ کرلے گا' چاہے وہ کتنا گناہ گار بدکار ہوا' میں اس کی توبہ قبول کرلوں گا اور مرنے کے بعد اپنے فضل سے جنت عطاء کر دوں گا'' فقال یا رب السنة کثیرة '' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: اے خالق کائنات! ایک سال تو بڑی لمبی عمر ہے' کسی کو کیا پتہ کہ میں نے سال کے بعد مر جانا ہے' مہربانی فرما' آسانی فرما۔ خالق کائنات نے فرمایا: سبحان! اگر تیرا کوئی مؤمن اُمتی مرنے سے پہلے ایک مہینہ سچے دل سے توبہ کرلے تو میں اس کے بھی سارے گناہ معاف کر دوں گا' اس کی ساری خطاؤں پر رحمت کی قلم پھیر دوں گا'' فقال یا رب الشهر کثیر '' سرکار نے عرض کی: اے خالق کائنات! مہینہ بھی بہت زیادہ ہے' کسی کو کیا پتہ کہ میں نے مہینہ بعد قبر میں چلے جانا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سبحان! ہم آپ کی بات ٹال تو نہیں سکتے' چلو اور ترمیم کر دیتے ہیں' اگر کوئی تیرا مؤمن اُمتی مرنے سے ایک ہفتہ پہلے سچے دل سے توبہ کر

لے گا ہم اس کے بھی گناہ معاف کر دیں گے۔ سرکار نے عرض کی: مولا! یہ بھی وقت زیادہ ہے' مہربانی فرما اور ترمیم فرما' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''من تاب قبل موته بيوم قبلت'' سوہنیا! جو تیرا اُمتی فوت ہونے سے ایک دن پہلے سچے دل سے توبہ کرے گا' میں اس کے بھی گناہ معاف کر دوں گا' سرکار نے عرض کی: مولا کریم! یہ وقت بھی زیادہ ہے' مہربانی کرو اور ترمیم کرو' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سجناں! اگر کوئی تیرا اُمتی مرنے سے ایک گھڑی پہلے چند سیکنڈ پہلے سچے دل سے توبہ کرے گا' ہم اس کو بھی اپنے فضل سے معاف کر دیں گے' آمنہ کے لال نے عرض کی: مولا کریم! یہ بھی وقت زیادہ ہے اور مہربانی فرما' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''فلو بلغ روحه الحلقوم ولم يمكنه الاعتذار'' اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! اگر کوئی تیرا اُمتی فوت ہونے لگے گا' اس کی روح حلق تک پہنچ جائے اور وہ بول نہیں سکے گا' اس کی زبان موت کی شدت سے بند ہو جائے گی'' والاستحياء وندم بقلبه'' وہ ایک مرتبہ شرم سے ندامت کی وجہ سے دل ہی دل میں توبہ کر لے گا' دل میں کہہ دے گا: مولا! بڑا گناہ گار ہوں' بدکار ہوں' سیاہ کار ہوں' یار کی محبت کا واسطہ میرے سارے گناہ معاف فرما دے! سجناں! میں اس وقت بھی تیرے اُمتی کے سارے گناہ معاف کر کے اپنے فضل سے جنت کا وارث بنا دوں گا۔ سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: اے خالق کائنات! جو بندہ مرتے وقت بھی معافی نہ مانگ سکا' اس کا کیا بنے گا؟ فرمایا: سجناں! پریشان نہ ہو! قیامت بھی تو آنی ہے تو قیامت کو اس کی شناخت کرتے جانا ہم معاف کرتے جائیں گے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بتا سجناں! اب خوش ہے کہ نہیں؟ اگر کہو تو اور ترمیم کر دیتے ہیں' میرے آقا کی مقدس آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے' عرض کی: مولا کریم! اب میں خوش ہوں اور بہت زیادہ خوش ہوں۔ سبحان اللہ!

(معارج النبوت ج ۳ ص ۵۰۳۔۵۰۴' افضل المواعظ ص ۱۵۴۔۱۵۵۔۱۵۹)

اے نام محمد صل علیٰ سبحان اللہ سبحان اللہ
دی جس نے میرے دل کو جلا سبحان اللہ سبحان اللہ

ہم رات کو شب بھر سوتے ہیں وہ اُمت کے غم میں روتے ہیں
ہم جُرم کریں وہ عفو و خطاء سبحان اللہ سبحان اللہ
اعمال نہ دیکھے یہ دیکھا محبوب کے کوچے کا ہے یہ گدا
مولا نے مجھے یوں بخش دیا سبحان اللہ سبحان اللہ
جب میں نے سنائی نعت نبی سُن ہو گیا نجدی سنتے ہی
سُنی نے سنی سُن کر یوں کہا سبحان اللہ سبحان اللہ
جو آکھ دیویں اُو موڑ نائیں اساں دل محبوب دا توڑنائیں
جو لینا ای لے جا چپ کر جو چاھویں منا جا چپ کر کے

جب اللہ تعالیٰ نے یار کو خوشی کی بات سنائی تو سرکار بڑے خوش ہوئے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سجناں! اگر اور کوئی مطالبہ ہے تو پیش کرو' ہم وہ بھی پورا کر دیتے ہیں' کملی والے نے عرض کی: مولا! تو نے بڑا کرم کیا ہے اگر کرم فرمادے تو چند اور بھی گزارشات ہیں' فرمایا: سجناں! بیان کرو' عرض کی: مولا کریم! پہلی گزارش یہ ہے کہ قیامت والے دن ہر گناہ گار کو میری شفاعت سے بخش دینا' دوسری گزارش یہ ہے کہ میری اُمت کو دنیا میں اجتماعی عذاب نہ دینا' اگر میری اُمت عذاب کی مستحق بن بھی جائے تو قیامت کو فیصلہ کرنا' تیسری گزارش یہ ہے کہ جب میں اپنے روضہ میں چلا جاؤں تو ہر ہفتے میں پیر والے دن اور جمعرات والے دن میری اُمت کے تمام اعمال فرشتوں کے ذریعے میرے پاس بھیجا کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سجناں! اس کی کیا وجہ ہے؟ عرض کی: مولا کریم! پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس طرح میرا میری اُمت سے رابطہ رہے گا' دوسری وجہ یہ ہے کہ جب فرشتے میرے پاس میری اُمت کے اعمال لے کے آئیں گے اگر عمل اچھے ہوئے تو تیرا شکر ادا کروں گا' اگر بُرے ہوئے تو ان کی طرف سے میں تیری بارگاہ میں معافی مانگ کر ان کے گناہ معاف کراتا رہوں گا۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سجناں! چلو یہ بھی تیری باتیں قبول کر لیتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اچھا سجناں! ایک بات تو بتاؤ' عرض کی

مولا کریم! کون سی بات؟ فرمایا: یہ بار بار اُمت اُمت کرتے ہو' یہ تیرے دل میں اُمت کی محبت اور پیار ڈالا کس نے ہے؟ سرکار مسکرا پڑے' مسکرا کر عرض کی: اے خالق کائنات! آپ نے ہی میرے دل میں اُمت کا رحم ڈالا ہے' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سجاں! ''انا ارحم الیھم الف مرۃٍ '' میں آپ کی اُمت پر ہزاروں مرتبہ آپ سے زیادہ رحمت فرمانے والا ہوں کیونکہ یہ بندے جو میرے ہیں' محبوب پریشان نہ ہو اپنی اُمت میرے حوالے کر دے' خود میرے پاس چلا آ میں خود تیری اُمت کی حفاظت کروں گا۔ سبحان اللہ! عرض کی: مولا کریم! ٹھیک ہے' اب میری گناہ گار اُمت تیرے حوالے' تو خود ان کی حفاظت کرنا۔ (معارج النبوت ج ۳ ص ۵۰۴۔۵۰۵)

حضرات پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ بھی ہم گناہ گاروں پر رحیم ہے' کملی والا بھی ہم خطاء کاروں پر کریم ہے' پھر کیوں نہ کہوں کہ

عرش اعلیٰ پہ رب سبز گنبد میں تم
کیوں کہوں میرا کوئی سہارا نہیں
میں مدینے سے لیکن بہت دور ہوں
یہ خلش میرے دل کو گوارہ نہیں
آپ کا عشق ہے عشق ربُ العلیٰ
آپ کا ذکر ہے خاص ذکرِ خدا
خود خدا کا یہ قرآں میں اعلان ہے
جو تمہارا نہیں وہ ہمارا نہیں

حضرات جب سرکار اپنی اُمت کے بارے مطمئن ہو گئے تو اب حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی: مولا! میرے لیے کیا حکم ہے روح قبض کروں یا واپس چلا جاؤں؟ ''فنظر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیٰ جبریل علیہ السلام '' ملک الموت کی بات سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف

مشورے کے لیے دیکھا کہ بتاؤ جبریل! اجازت دوں یا نہ دوں؟ کیا رائے ہے چلیں یا یہیں رہیں؟ ''**فقال جبریل یا محمد ان اللہ قد اشتاق الٰی لقائك** '' حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: مولا! عزرائیل کو روح نکالنے کی اجازت دے دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کے دیدار کا مشتاق ہے' آپ کی زیارت کا شوق رکھتا ہے۔ سبحان اللہ! واہ لجپال نبی صرف انسان اور فرشتے ہی تیرے دیدار کے لیے نہیں تڑپتے' کائنات کا خالق مالک بھی تیرے دیدار کا مشتاق ہے۔ حضرات اللہ تعالیٰ کا نور تو ہر جگہ موجود ہے مگر حضرت جبریل علیہ السلام کیا کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دیدار کا مشتاق ہے' اس کی وجہ کیا ہے؟ تو محدثین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نور تو ہر جگہ موجود ہے مگر انوار و تجلیات کی بارش عرش پر ہوتی ہے جو اس کا خاص دربار ہے' اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نورانی اور روحانی طور پر ہر سینے میں موجود ہیں مگر جسمانی طور پر مدینہ شریف میں موجود ہیں' اسی لیے تاجدارِ بریلی فرما گئے کہ

ہم یہاں سے پڑھیں وہ مدینے سنیں
مصطفیٰ کی سماعت پہ لاکھوں سلام
دور نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

جب جبریل علیہ السلام نے مشورہ پیش کیا تو ''**فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لملك الموت امض لما امرت به** '' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: عزرائیل! اللہ تعالیٰ نے جو تمہیں حکم دیا ہے اس پر عمل کرو' آؤ! میری روح نکال لو۔

(بیہقی شریف' [illegible] مشکوٰۃ شریف' باب الوفات' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج۸ ص۳۰۹۔۳۱۰)

جب حضرت عزرائیل علیہ السلام روح نکالنے لگے تو فرمایا: تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ' میں آخری بار گھر والوں سے الوداعی ملاقات کرلوں' حضرت عائشہ فرماتی ہیں: جب سرکار کے وصال کا وقت قریب آیا تو سرکار کا مقدس سر انور میری گود میں تھا' میں اپنے دوپٹے

سے بار بار سرکار کا والضحیٰ چہرہ انور صاف کر رہی تھی' قربان جاؤں سیدہ عائشہ تیری اس گودی پر جہاں اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصال سے پہلے بھی اپنا سر انور رکھا ہوا ہے' حضرات جس لکڑی کے رحل پر قرآن آ جائے وہ لکڑی قابل تعظیم ہو جاتی ہے' سوچو! اس اماں عائشہ کی گود کی کتنی شان ہو گی جہاں قرآن نہیں صاحبِ قرآن لیٹا ہوا تھا' امام اہل سنت فرماتے ہیں کہ

بنت صدیق آرام جانِ نبی
اُس حریم برأت پہ لاکھوں سلام
عرش سے جس پہ تسلیم نازل ہوئی
اُس سرائے سلامت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: سرکار میری گودی میں لیٹے ہوئے ہیں' اچانک میرے بھائی عبدالرحمٰن سرکار کی تیمارداری کے لیے میرے گھر میں میرے کمرے میں آئے' ان کے ہاتھ میں ایک ہرا مسواک تھا' سرکار بار بار اس مسواک کی طرف دیکھنے لگے' میں سمجھ گئی کہ میرے آقا مسواک کو پسند فرما رہے ہیں' میں نے عرض کی: آقا! کیا آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں؟ سرکار نے سر انور کے ساتھ اشارہ فرمایا: ہاں! میں نے بھائی سے مسواک لیا اور سرکار کی بارگاہ میں پیش کیا' سرکار نے لے کر اپنے مقدس دہن میں منہ مبارک میں داخل فرمایا' لیکن وہ ذرا سخت تھا' میرے آقا نے سیدہ عائشہ کو مسواک واپس کر کے فرمایا: عائشہ! یہ سخت ہے یہ اپنے منہ میں ڈال کر ذرا نرم کرو۔ حضرت عائشہ نے وہ مسواک اپنے منہ میں ڈالا' اس کو دانتوں سے چبا کر نرم فرمایا' پھر حضرت عائشہ مسواک کو پانی سے دھونے کے لیے اُٹھنے لگی تو سرکار نے فرمایا: عائشہ! مسواک لے کر کہاں جا رہی ہو؟ عرض کی: آقا! پانی سے دھو کر آپ کی خدمت میں پیش کرتی ہوں' میرے آقا نے فرمایا: عائشہ دھونے کی ضرورت نہیں ایسے ہی دے دو' سرکار نے حضرت عائشہ کے منہ والا

مسواک اپنے دہن پاک میں ڈال لیا' صدقے جاؤں حضرت عائشہ کے مبارک لعاب پر! جو سرکار کے مقدس لعاب سے مل گیا۔ حضرات یہ ہے میرے نبی کی حضرت عائشہ سے محبت' آپ کتابوں کا مطالعہ کر کے دیکھیں' سرکار حضرت عائشہ کا جھوٹا کھاتے' حضرت عائشہ سرکار کا برکت والا جھوٹا کھاتی' آج کل ہمارا کیا حال ہے مسلمان پانی پیئے تو مسلمان گلاس کو دھو کر پانی پیتے ہیں حالانکہ میرے آقا نے فرمایا: مؤمن کا جھوٹا پینا یہ کئی بیماریوں کی شفاء ہے اور محبت میں زیادتی کا باعث ہے' جب مؤمن مؤمن کا جھوٹا پانی نہیں پیئے گا تو محبت کیسے ہوگی' یہی وجہ ہے کہ مؤمن مؤمن سے عداوت رکھتے ہیں' دشمنیاں بڑھ رہی ہیں' قتل و غارت کا بازار گرم ہے' اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور مؤمن کو اپنے بھائی سے اپنے دینی بھائی سے محبت اور پیار کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین! تو حضرت عائشہ کا جھوٹا مسواک میرے آقا نے وصال سے چند گھڑی پہلے استعمال فرمایا' سرکار کے وصال کے بعد حضرت عائشہ لوگوں کو بتایا کرتی تھی: ''عن عائشة قالت ان من نعم الله علی '' حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھی: لوگو! اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ایک انعام مجھ پر یہ بھی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب وصال فرمایا تو میرے گھر میں تھے اور سر انور میری گودی میں تھا'' وان الله جمع بین ریقي وریقه عند مؤتہ '' اور اللہ تعالیٰ نے میرے تھوک کو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس تھوک کو وفاتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت جمع فرما دیا۔

(بخاری شریف' مشکوٰۃ شریف' مراٰۃ شرح مشکوٰۃ شریف ج ۸ ص ۲۸۷۔۲۸۸)

عائشہ بنت صدیق ماں مؤمناں دی
اُچی شان اے جدی قرآن دے وچ
ویکھو سورہ نور فرقان اندر نازل ہوئی
اے آپ دی شان دے وچ
تاجدارِ مدینہ دا سبز گنبد

اماں عائشہ دے ہے اُوہ مکان دے وچ
اماں عائشہ دے حجرے جہیا شان
غازی ملیا کسے نوں نئیں جہان دے وچ

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: جب سرکار نے مسواک مبارک کر لیا' پھر میری گودی میں لیٹ گئے' میں سرکار کا چہرۂ انور اپنے دوپٹہ سے صاف کر کے دعا کرنے لگی کہ اے خالق کائنات! اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شفاء عطاء فرما! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: عائشہ! اب شفاء یابی کی دعا نہ مانگ! بلکہ دعا کر کہ اللہ تعالیٰ عزت کے ساتھ اپنے دربار میں بلا لے' حضرت عائشہ سن کر رونے لگ گئی' سرکار نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: ''اللّٰھم اغفرلی وارحمنی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ '' اے میرے پیارے رب العالمین! میری بخشش فرما! مجھ پر اپنی رحمت فرما اور مجھے سب سے بلند دوست سے ملا دے۔ حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں: اے خالق کائنات! مجھے بخش دے! حالانکہ سرکار ہر گناہ سے پاک ہیں' معصوم عن الخطاء ہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بخشش کی دعا فرمار ہے ہیں' کیوں؟ تاکہ لوگوں کو درس مل جائے کہ لوگو! کبھی اپنے اعمال پر ناز نہ کرنا کبھی نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ پر غرور نہ کرنا' بلکہ جب بھی ناز کرنا تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی کرم نوازی پر ناز کرنا۔ سبحان اللہ! اسی بات پر عمل کرتے ہوئے دنیا کا ہر اصلی سنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے کہ

جے میں ویکھاں عملاں ولّے تے کجھ نئیں میرے پلّے
جے ویکھاں تیری رحمت ولّے تے بلّے بلّے بلّے
عدل کریں تے تھر تھر کنبن اُچیاں شاناں والے
رحم کریں تے بخشے جاون میں جئے منہ کالے

تو سرکار کیا عرض کرتے: مولا! مجھے بخش دے' مجھے اپنی رحمت والی ذات کے پاس

بلا لے۔ (تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۴۱۹۔۴۲۰)

اِدھر سرکار دعا مانگ رہے ہیں اُدھر سرکار کی ساری ازواج پاک ہاتھ باندھ کر سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہیں، میرے آقا نے تمام ازواج پاک کو فرمایا: اے میری ازواج! تمام ازواج پاک نے عرض کی: جی آقا! فرمایا: اے عائشہ! اے حفصہ! اے اُم حبیبہ! اے اُم سلمہ! اے سودہ! اے زینب! اے میمونہ! اے جویریہ! اے صفیہ! عرض کی: جی آقا! فرمایا: مجھے آخری بار دیکھ لو پھر شاید ملاقات نہ ہو سکے، سرکار کی ازواج یہ بات سن کر زار و قطار رونے لگیں، سرکار نے فرمایا: اے میری ازواج! جب میں دنیا سے چلا جاؤں تو بے صبری نہ کرنا، ماتم نہ کرنا، چیخنا چلانا نہیں، تقویٰ والی زندگی بسر کرنا، اپنے گھروں سے فضول باہر نہ نکلنا، یہ نہ ہو کہ تم عام عورتوں کی طرح بازاروں اور گلیوں میں لوگوں کے گھروں میں پھرتی رہنا، کیونکہ تم نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہو، ایسی پاکیزہ زندگی گزارنا کہ لوگوں کی عورتیں تمہاری سیرت دیکھ کر رشک کرتی رہیں، پھر سرکار نے سیّدہ فاطمہ کو صبر کی وصیت فرمائی، پھر حسنین کریمیہ کو سینے سے لگا لیا، پھر امام حسن سے فرمایا: بیٹا! میں نگاہِ نبوت سے دیکھ رہا ہوں کہ تیری شہادت زہر سے ہو گی، پھر امام حسین سے فرمایا: بیٹا حسین! میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگ تم پر بڑے ظلم کریں گے، بیٹا! تو میرے دین کی خاطر مدینہ چھوڑ دے گا مکہ چھوڑ دے گا، میدانِ کربلا میں بھوکا پیاسا شہید ہو جائے گا، بیٹا! میرے ساتھ وعدہ کر سب کچھ قربان کر دے گا لیکن بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرے گا۔ امام حسین نے نانے کے مقدس ہاتھوں کو چوم کر عرض کی: نانا جان! آپ فکر نہ کریں میں نے دودھ پیا ہے سیّدہ فاطمہ کا، میری رگوں میں خون ہے شیر خدا کا، میں نواسہ ہوں نبیوں کے سردار کا، جب میں میدانِ کربلا میں پہنچوں گا آپ خود آ کر دیکھ لینا، اس طرح صبر سے قربانیاں دوں گا کہ زمین رو پڑے گی آسمان رو پڑے گا مگر تیرے کندھوں پر کھیلنے والا حسین مسکرا کر کہے گا: مولا! اگر تو اسی طرح راضی ہے تو بعثت نبوت کا سوار بھی اسی طرح راضی ہے۔

جنہاں دکھاں تے میرا دلبر راضی تے سُکھ اونہاں تھیں وارے
دُکھ قبول محمد بخشا شالا راضی رہن پیارے

سرکار سن کر مسکرا پڑے' پھر فرمایا: بیٹا حسنین! آخری بار اپنے نانے کو دیکھ لو' پھر نانا تمہیں نظر نہیں آئے گا' حسنین کریمین نے سنا تو ہاتھ چوم کر رونے لگے' جو صحابہ کرام سرکار کی بارگاہ میں موجود تھے' ان کی بھی آہیں نکل گئیں' رو رو کر کہنے لگا کہ "**وامحمداہ من یکون لامتك** " اے اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! آپ چلے گئے تو آپ کے بعد آپ کی اُمت کا کیا بنے گا؟ سرکار یہ بات سن کر رو پڑے' فرمایا: میرے صحابہ پریشان نہ ہو' میری اُمت کی رکھوالی خود خالق کائنات آپ فرمائے گا' پھر سرکار نے فرمایا: علی! عرض کی: جی میرے آقا! فرمایا: میرے صحابہ کا کیا حال ہے؟ مولا علی نے عرض کی: آقا! تیرے سارے دیوانے تیرے حجرۂ انور کے سامنے تیرے عشق میں روتے بیٹھے ہیں' میرے آقا نے فرمایا: علی! میرے آستانے کا دروازہ کھول دو' مولا علی نے دروازہ کھولا تو سارے صحابہ جھرمٹ کی طرح درِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کھڑے ہیں اور سرکار کے غم میں رو رہے ہیں' میرے آقا نے فرمایا: میرے صحابہ صبر کرو' اب میں تمہیں چھوڑ کر پیارے رب العالمین کی بارگاہ میں جا رہا ہوں' انشاء اللہ اب تمہاری میری ملاقات قیامت والے دن حوضِ کوثر پر ہو گی۔ سرکار نے فرمایا: میرے صحابہ قیامت والے دن سب سے پہلے جنت میں تم لوگ جاؤ گے' پھر نبیوں کے صحابہ جائیں گے' میں چلا جاؤں تو دین کا دامن مضبوطی سے تھام کے رکھنا' قرآن و حدیث کے احکامات پر عمل کرتے رہنا' اللہ تعالیٰ تمہاری ہمیشہ حفاظت فرمائے' پھر سرکار نے فرمایا: علی! دروازہ بند کر دو' پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جبریل! عرض کی: جی میرے آقا! فرمایا: یہ تو بتاؤ کہ جب میری روح قبض کر لو گے میرا وصال ہو جائے گا تو مجھے دفن کہاں کرو گے؟ عرض کی: آقا! یہ آپ کی مرضی آپ جہاں جگہ پسند فرمائیں' وہیں آپ کا روضہ انور بنا دیا جائے گا' اگر آپ حکم دیں تو آپ کا روضہ آسمانوں پر بنا دیا جائے'

اگر آپ پسند فرمائیں تو آپ کو زمین میں دفن کر دیا جائے' سرکار نے فرمایا: اگر میری رضا پوچھتے ہو تو مجھے مدینہ پاک میں اسی عائشہ کے حجرے میں دفن کیا جائے' عرض کی: سوہنیا! آپ زمین میں رہنا کیوں پسند فرما رہے ہیں؟ سرکار نے فرمایا: جبریل! میں نگاہِ نبوت سے دیکھ رہا ہوں کہ میری اُمت بڑی گناہ گار ہوگی' میں چاہتا ہوں کہ میرا روضہ زمین پر ہی بنے' میں اپنی اُمت کے پاس ہی رہوں کیونکہ خالق کائنات نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے: ''مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ'' (پ۹) کہ اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام جب تک تو اپنے غلاموں میں موجود ہے میں ان کو عذاب نہیں دوں گا' میں چاہتا ہوں کہ کہیں میری اُمت نافرمانیوں کی وجہ سے ہلاک نہ ہو جائے' میں ان میں ہوں گا تو اللہ تعالیٰ میری وجہ سے عذاب نہیں دے گا۔ (معارج النبوت ج ۳ ص ۵۱۶)

حضرات! کتنا لجپال نبی ہے جو وصال کے بعد بھی ہم سے جدا ہونا پسند نہیں کرتا بلکہ زمین پر مدینہ شریف میں رہنا پسند فرماتا ہے' جب سرکار ہمارے ساتھ اتنا پیار فرماتے ہیں تو ہم غلام کیسے سرکار سے جدا ہو سکتے ہیں۔

اس کرم کا کروں شکر کیسے ادا جو کرم مجھ پر میرے نبی کر دیا
میں سجاتا رہا آقا کی محفلیں رب نے ہر غم سے مجھ کو بری کر دیا
جو درِ مصطفیٰ کے گدا ہو گئے دیکھتے دیکھتے کیا سے کیا ہو گئے
ایسی چشم کرم کی ہے سرکار نے دونوں عالم میں ان کو غنی کر دیا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام گھر والوں کو وصیت فرمانے کے بعد فرمایا: ملک الموت آؤ! اب روح قبض کر لو' حضرت عزرائیل علیہ السلام روح قبض کرنے کے لیے قریب آئے اور سرکار کی روح پاک قبض کرنے لگے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں دیکھ رہی تھی کہ وصال کے وقت سرکار کا رنگ مبارک کبھی زرد ہو جاتا کبھی سرخ ہو جاتا' کبھی دایاں ہاتھ مبارک کھینچتے' کبھی بایاں ہاتھ' چہرۂ انور پر پسینہ آ گیا' سرکار کے پاس پانی کا پیالہ پڑا تھا' سرکار پانی لے کر اپنے مقدس چہرے پر ڈالتے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں

عرض کرتے: "لا الـٰـه الا اللّٰـه" "اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں" "ان لـلـموت سکراتٍ" "بے شک موت کی بہت زیادہ سختیاں ہیں۔ (مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج۸ص۲۸۹)

جب ملک الموت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک قبض کر رہا تھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ملک الموت! عرض کی: جی آقا! فرمایا: جتنی موت کے وقت تکالیف دینی ہے ساری تکالیف مجھے دے لے لیکن میرے کسی اُمتی کو نہ دینا۔ سبحان اللہ! (معارج النبوت ج۳ص۵۰۵)

حضرت عزرائیل علیہ السلام جب تک روح قبض کرتے رہے' فاطمہ کا بابا دعا مانگتا رہا: "اللّٰهم بالرفيق الاعلىٰ" "اے خالق کائنات! اب مجھے اپنے پاس بلا لے' اُدھر سرکار نے یہ فرمایا: "حتـى قبض" "اُدھر حضرت عزرائیل علیہ السلام نے سرکار کی روح مبارک نکال لی۔ "انا للّٰه و انا اليه راجعون"

ٹر گئے نبی محمد ﷺ ورگے من تقدیر ربانی
بس کر عالم چھڈ دے کھیڑا لمّی چھوڑ کہانی
لے او یار حوالے رب دے میلے چار دِناں دے
اُس دن عید مبارک ہوسی جس دن فیر ملا گے

جب سرکار کی روح مبارک قبض ہونے لگی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا' سرکار نے فرمایا: جبریل! چہرہ دوسری طرف کیوں پھیر لیا ہے' عرض کی: آقا! میں برداشت نہیں کر سکتا کہ میرے سامنے میرے نبی کی روح مبارک قبض ہو' میں نے چہرہ اس لیے دوسری طرف پھیر لیا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: جب سرکار کا وصال مبارک ہوا' گھر کی یہ حالت تھی کہ اتنا تیل نہیں تھا کہ جس سے ہم چراغ جلا لیتے' پڑوسن کے گھر گئی' وہاں سے تیل لے کر ہم نے چراغ جلایا۔ حضرات ہے کائنات کا سلطان' ہے سارے نبیوں کا امام لیکن گھر کی حالت کیا ہے کہ جلانے کے لیے چراغ روشن کرنے کے لیے تیل نہیں ہے۔ مولا علی فرماتے ہیں: جب ملک الموت نے روح مبارک

قبض کی' اُدھر روح مبارک نکالی اِدھر سرکار کے غم میں روتا بھی جاتا ہے اور کہتا بھی جاتا ہے: ''وا محمداہ وا محمداہ '' کیا شان ہے اے اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کی۔ (افضل المواعظ ص ۱۵۹ـ۱۶۲)

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ جب سرکار کی ولادت ہوئی' پیر کا دن تھا' جب پہلی وحی نازل ہوئی پیر کا دن تھا' جب مکہ شریف سے ہجرت فرمائی پیر کا دن تھا' جب مدینہ شریف آئے پیر کا دن تھا' جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال پاک ہوا' پیر کا دن تھا۔ (تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۲۴۳ـ۲۴۴)

دیوبندیوں کے بہت بڑے مفتی مولانا محمد شفیع دیوبندی اپنی کتاب سیرت خاتم الانبیاء ص ۱۴۴ میں لکھتے ہیں: جب سرکار کا وصال ہوا پیر کا دن تھا' ربیع الاوّل شریف کی دو تاریخ تھی' جب سرکار کا وصال مبارک ہوا' پوری کائنات میں اندھیرا چھا گیا' زمین رو پڑی آسمان رو پڑا' فرش والے رو پڑے' عرش والوں کی چیخیں نکل گئیں' جنت کی حوریں رو پڑیں' رضوان جنت رو پڑے' حضرت جبریل اور عزرائیل علیہم السلام رو پڑے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دس سال خدمت کرنے والے نبی پاک کے صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''لما کان الیوم الذی دخل فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ '' جس دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت فرما کے مدینہ شریف تشریف لائے تو ''اضاء منھا کل شیء '' تو آپ کی آمد پاک پر مدینہ شریف کا ذرہ ذرہ منور ہو گیا' ہر چیز سے نور کی چمک آنے لگی' حضرات مدینہ کی ہر چیز چمکتی بھی کیوں نہ نورِ مجسم' رحمت عالم کے جو نور بھرے قدم لگ چکے تھے' اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے پ ۶ میں یار کی آمد کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ''قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ '' لوگو! اپنی قسمت پر ناز کرو اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس اپنا نوری رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بھیج دیا ہے' اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے بائیس پارے میں یار کی آمد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ''یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا

اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا'' اے غیب کی خبریں دینے والے پیارے نبی! ہم نے آپ کو ساری کائنات کے لیے حاضر ناظر اور ایمان والوں کے لیے جنت کی خوش خبری سنانے والا' بے ایمانوں کو جہنم سے ڈرانے والا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! ہم نے آپ کو چمکا دینے والا سورج بنا کر بھیجا ہے۔ امام اہل سنت تاجدارِ بریلی نے اسی آیۂ کریمہ کا ترجمہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

حضرت انس کیا فرماتے ہیں کہ سرکار جب مدینہ پاک میں تشریف لائے تو مدینہ شریف کی گلیاں محلے بازار کوچہ کوچہ نور سے چمکنے لگا: ''فلما كان اليوم الذى مات فيه اظلم منها كل شىء '' جس دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال مبارک ہوا تو سرکار کے غم میں مدینہ شریف کی ہر چیز غم کے اندھیرے میں ڈوب گئی' سرکار کے وصال پر ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا۔ علامہ کاشفی' معارج النبوت ج ۳ ص ۵۱۴ اور ۵۱۹ میں لکھتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال مبارک ہوا تو حالت یہ ہوگئی کہ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا' صحابہ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے حتیٰ کہ اپنا ہاتھ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا' تو حضرت انس فرماتے ہیں: جس دن سرکار کا وصال ہوا' ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ (ترمذی شریف' مشکوٰۃ شریف' مراۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۲۹۱۔۲۹۲)

حضرات پتہ چلا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پر ساری کائنات پریشان ہوگئی' زمین وآسمان رو پڑے' سوچو! جب کائنات رو پڑی تو آلِ نبی اولادِ علی اور اصحابِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کیا گزری ہوگی؟

سرکار مدینے والے دے غم میرے دل تے چھا گئے نے

ایہہ رُت وچھوڑے سوہنے دے چند جان میری نوں کھا گئے نے

ہر دن تے رات جدائیاں دے رُت گزرے وقت میں روندی دا

کدی سُکدے نین نہ نظر آئے جس دن دا یار رُوا گئے نے

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں: جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وصال فرما گئے تو میرے ابو حضرت ابوبکر سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے' سرکار کے چہرے سے کپڑا اٹھا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی کو چومنا شروع کر دیا' پھر اپنا ہاتھ سر پر رکھ کر عرض کرنے لگا: "یا نبیاہ" اے غیب کی خبریں دینے والے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی! افسوس! آپ ہمیں اکیلے چھوڑ گئے "یا صفیاہ" اے ساری کائنات سے اعلیٰ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام افسوس! آپ ہم سے جدا ہو گئے "یا خلیلاہ" اے مجھے دل وجان سے پیارے دوست! آپ ہم سے جدا ہو گئے۔ (کنز العمال ج ۷ ص ۲۳۸' عقائد جعفریہ ج ۴ ص ۴۴۰)

اُدھر صدیق اکبر رو رہے ہیں اِدھر سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے نوری بابے کے قدموں سے لپٹ گئیں اور رو کر عرض کی: ابو جی! آپ نے اللہ تعالیٰ کی دعوت قبول کر لی' آپ ہمیں چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف چلے گئے' ابو جی! اب وحی کس پر آئے گی' اب حضرت جبریل علیہ السلام کس کے پاس آئیں گے؟ ابو جی! اب میں آپ کے بغیر یہاں نہیں رہنا چاہتی' پھر سیدہ نے چہرۂ پاک آسمانوں کی طرف اُٹھایا' عرض کی: اے پیارے رب العالمین! اپنی بندی فاطمہ کو بھی اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں پہنچا دے۔ اے خالق کائنات! مجھے قیامت والے دن اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت سے محروم نہ کرنا۔ سیدہ فاطمہ جب بابے کے قدم چوم کر پیچھے ہٹی تو سیدہ عائشہ سرکار کے مقدس قدم چوم کر عرض کرنے لگی: اے کائنات کے سلطان نبی! آپ نے ساری زندگی بادشاہی میں بھی فقیرانہ زندگی بسر کی' آپ ساری ساری رات اُمت کے غم میں روتے گزار دیتے تھے' اے کافروں اور مشرکوں سے پتھر کھا کر دعا

کرنے والے نبی! اے کئی کئی دن بھوک سے دن گزارنے والے نبی! تجھ پر تیری عائشہ کا سلام ہو! حضرات! گھر کے اندر ازواجِ نبی' آلِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام رو رہے تھے' باہر سرکار کے صحابہ سرکار کی جدائی میں رو رہے تھے۔ (معارج النبوت ج ۳ ص ۵۰۷)

جب ہر طرف رونے کی آواز بلند ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بچپن کے دوست یارِ غار سرکار کا سب سے پہلے کلمہ پڑھنے والے سیدنا صدیق اکبر نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام آل کو تمام ازواج کو تسلی دی' صبر کی تلقین کی' پھر سرکار کے خاندان کے مردوں کو فرمایا کہ آپ حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے مطابق غسل اور کفن کی تیاری کرو' ہم سب مسجد نبوی شریف میں انتظار کرتے ہیں۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۳۸' فروع کافی ج ۳ ص ۱۰۹' فقہ جعفریہ ج ۲ ص ۲۴۲۔۲۴۳)

صدیق اکبر کی بات سن کر مولا علی' حضرت عباس' حضرت فضل' حضرت قثم' حضرت اسامہ بن زید' حضرت صالح سرکار کے غلام غسل کفن کی تیاری کرنے لگے۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۴۳' سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۳۸)

صدیق اکبر آ کر قبیلہ بنی عبد الاشہل کے دارے میں بیٹھ گئے' فاروق اعظم بھی آپ کے ساتھ بیٹھ گئے' دیگر مہاجر صحابہ بھی آ کر صدیق اکبر کے پاس بیٹھ گئے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غسل کفن کا انتظار کرنے لگے۔

خلافت کا مشورہ

ابھی تھوڑی ہی دیر گزری ہوگی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک صحابی صدیق اکبر کے پاس آیا' آ کر عرض کی: حضور! آپ یہاں بیٹھے ہیں اُدھر حضرت سعد بن عبادہ کے دارے پر جس کو سقیفہ بنی ساعدہ بھی کہا جاتا ہے وہاں سارے انصار صحابہ جمع ہیں اور مشورے کر رہے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تو وصال ہو گیا ہے' اب خلیفہ کون بنے گا؟ آپ وہاں تشریف لے جائیں اور دیکھیں کہ وہ کسی ایسے بندے کو خلیفہ نہ بنا دیں جو خلافت کا اہل نہ ہو' پھر پریشانی کا سبب نہ بن جائے۔ صدیق اکبر نے فرمایا: بھائی عمر!

ابھی حضرت علی سرکار کو غسل دے رہے ہیں' آؤ دیکھیں کہ انصاری بھائی کیا مشورے کر رہے ہیں؟ حضرت عمر نے عرض کی: حضور! ٹھیک ہے' چلو! صدیق اکبر حضرت عمر کو ساتھ لے کر چل پڑے' جب صدیق اکبر چلے تو سارے مہاجر صحابہ بھی ساتھ چل پڑے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں: جب ہم قبیلہ انصار کے پاس پہنچے تو لوگ حضرت سعد سے پوچھ رہے تھے: اے ہمارے سردار! اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد مسلمانوں کا خلیفہ اور پیشوا کون بنے گا؟ حضرت سعد اُٹھ کے کھڑے ہو گئے اور بڑے جوشیلے انداز سے انہوں نے خطاب کرنا شروع کر دیا' کہنے لگے: اے میرے انصار بھائیو! ہم نے اسلام کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں' ہم نے اسلام کی خاطر اپنے مہاجر بھائیوں کو گھروں میں پناہ دی' ہم نے اسلام کی خاطر کافروں' یہودیوں' عیسائیوں سے جہاد کیا' پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے بڑی محبت فرماتے تھے' سرکار نے بار بار مہاجر بھائیوں کو ہمارے بارے محبت کرنے کا حکم دیا' لہٰذا میری ذاتی رائے یہ ہے کہ امامت اور خلافت یہ انصار کا حق ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے تقریر سن کر اپنے دل میں ایک تقریر کا مضمون تیار کیا کہ میں اس کے جواب میں تقریر کروں گا' حضرت سعد کے بعد حضرت حباب بن منذر انصاری کھڑے ہو گئے' آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام صحابہ کی خدمت کو سراہا' حضرت حباب نے فرمایا: اے انصار صحابہ! تم بڑے شان والے ہو' تمہارا بڑا مقام ہے واقعی تم نے اسلام کی خاطر بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کی ہیں' مگر حق یہ ہے کہ مہاجر صحابہ کی بھی اسلام کی خاطر بڑی خدمت ہیں' انہوں نے اسلام کی خاطر اپنا وطن چھوڑا' اپنا گھر بار چھوڑا' اللہ تعالیٰ کے مقدس گھر سے رخصت ہو کے ہمارے پاس تشریف لائے' کافروں کے ظلم و تشدد پر صبر کیا' مقام ان کا بھی بہت بلند ہے' لہٰذا میرا مشورہ یہ ہے کہ صدر مہاجر بھائیوں سے چن لیا جائے اور وزیر اعظم انصار میں سے لے لیا جائے تاکہ دونوں طبقے اسلام کی خدمت کرتے رہیں۔ حضرت عمر فرماتے ہیں: جب حضرت حباب یہ تجویز دے کر بیٹھ گئے تو میں جواب دینے کے لیے اُٹھنے لگا تو حضرت

ابوبکر صدیق نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: بھائی عمر! ذرا ٹھہرو میں بات کرلوں' پھر تم کرنا۔
حضرت عمر فرماتے ہیں: میں صدیق اکبر کے ادب کی وجہ سے بیٹھ گیا' حضرت ابوبکر نے حمد وصلوٰۃ کے بعد جب گفتگو فرمائی تو حضرت عمر فرماتے ہیں کہ آپ نے وہ باتیں کی جو میں دل میں سوچ کر بیٹھا تھا بلکہ مجھ سے بھی اعلیٰ بات فرمائی' صدیق اکبر نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے انصار بھائیو! میں دل و جان سے تسلیم کرتا ہوں کہ آپ نے اسلام کی بڑی خدمت کی ہے' اسلام کی خاطر مال اولاد اور اپنی جانوں کا نذرانہ دیا ہے' سرکار کی عظمت کی خاطر اپنا من تن قربان کر کے اسلام کا جھنڈا بلند کیا ہے' میں آپ کی خدمات کو سلامِ عقیدت پیش کرتا ہوں' لیکن جو آپ نے تجویز پیش کی ہے کہ صدر مہاجر ہو وزیر انصاری ہو' یہ تجویز ٹھیک نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نائب اور خلیفہ ایک ہوگا اور وہ بھی مہاجر صحابہ میں سے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ظاہری زندگی میں یہ کئی بار اعلان فرمایا تھا: ''الائمة من قریش ''لوگو! میرے بعد میرا خلیفہ تمہارا سردار قریش میں سے ہوگا' یہ سرکار کا فرمان ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ سرکار کے فرمان پر دل و جان سے عمل کریں گے' جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان انصار مدینہ نے سنا تو خاموش ہو گئے۔ سبحان اللہ! صدقے جاؤں انصارِ مدینہ کی عظمت پر انہوں نے امارت نہیں دیکھی' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت دیکھی۔ میاں صاحب یہی تو بات فرما گئے کہ

قدر نبی دا ایہہ کی جانن تے دنیا دار کمینے
قدر نبی دا جانن والے سو گئے نی وچہ مدینے
قدر پھلاں دا گرج کی جانے تے مُردے کھاون والی
قدر پھلاں دا بلبل جانے تے صاف دماغاں والی

انصارِ مدینہ نے عرض کی: حضور! آپ پھر مشورہ دیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد امامت اور خلافت کا حق دار کون ہے؟ صدیق اکبر نے فرمایا: ہاں میں بتاتا ہوں کہ خلیفہ بننے کا اہل کون ہے؟ فاروق اعظم فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر نے دائیں ہاتھ

سے میرا بازو پکڑا' بائیں ہاتھ سے حضرت ابوعبیدہ کا ہاتھ پکڑا' پھر انصارِ مدینہ کو فرمایا: دوستو! یہ دو ہستیاں یہ دو شخصیات آپ کے سامنے ہیں' یہ دونوں خلافت اور امامت کے اہل ہیں' ان دونوں میں سے جس کو چاہو تم اپنا امیر بنا لو' ہم راضی ہیں۔ حضرت عمر فرماتے ہیں: صدیق اکبر نے ساری باتیں بہت اچھی فرمائیں مجھے بڑی پسند آئیں' لیکن جب آپ نے مجھے اور ابوعبیدہ کو خلافت کے لیے پیش فرمایا تو مجھے یہ بات پسند نہ آئی کیونکہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ صدیق اکبر کے ہوتے ہوئے میں مسلمانوں کا امیر اور خلیفہ بنوں کیونکہ صدیق اکبر وہ سرکار کے صحابی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے کلمہ پڑھا' پھر اسلام کی خاطر مکہ چھوڑا' پھر سرکار نے اپنی ظاہری حیات میں اپنا مصلیٰ آپ کو عطاء فرمایا' میں نے صدیق کی بات سن کر کہا: لوگو! یہ صدیق اکبر کی مہربانی اور شفقت ہے کہ آپ نے خلافت کے لیے میرا اور ابوعبیدہ کا نام پیش کیا ہے' حقیقت میں خلافت اور امارت کے مستحق حضرت ابوبکر صدیق ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ بات پسند نہیں کہ جہاں صدیق اکبر جیسا عاشق سرکار ہو اور امامت کا مصلیٰ کوئی اور لے جائے' لہٰذا تم سب گواہ ہو جاؤ سب سے پہلے صدیق اکبر کو سرکار کا جانشین اور پہلا خلیفہ سمجھ کر میں بیعت کرتا ہوں' میرا مشورہ ہے کہ تم بھی صدیق اکبر کی بیعت کر لو' فاروق اعظم کی بات سن کر تمام مہاجر اور انصار صحابہ نے بغیر کسی اختلاف کے صدیق اکبر کی بیعت کر لی' سرکار کو قبر انور میں دفن کرنے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سارے خاندان والوں نے بھی آپ کی بیعت کر لی۔ مولا علی' حضرت فضل' حضرت عباس' حضرت فاطمہ سرکار کی تمام ازواج نے بیعت کر لی' کسی نے اختلاف نہیں کیا' بیعت کیسے کی؟ فقیر کی لاجواب کتاب سلطان کربلا ج ۱ ص ۲۳۳ دیکھئے۔ (سیرت ابوایوب انصاری ص ۱۷۵۔۱۷۶' سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۲۔۲۵۳' سیرت حلبیہ' عقائد جعفریہ ج ۴ ص ۲۵۱۔۲۸۰۔۲۸۲)

حضرات یہ تھا سقیفہ بنی ساعدہ کا واقعہ لیکن شیعہ حضرات عوام کے سامنے طرح طرح کے جھوٹ بول کر عوام کو صحابہ سے متنفر کرتے ہیں' کہتے ہیں کہ دیکھو ناں جی! جب

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا تو ابوبکر صدیق اور عمر فاروق نے نبی کا جنازہ چھوڑ دیا' اپنی کرسی کے پیچھے لگ گئے' نبی کا جنازہ تین دن صرف اس لیے لیٹ ہوا کہ لوگ ابوبکر کو امیر نہیں مانتے تھے' یہ زبردستی خلیفہ بننا چاہتے تھے حتیٰ کہ مولا علی نے خود ہی جنازہ پڑھ کر سرکار کو دفن کر دیا' جب ابوبکر خلافت کی کرسی لے کر مدینہ آئے تو مولا علی نے نبی کو دفن کر دیا تھا۔ بتایئے! کیا ابوبکر خلیفہ بننے کا اہل ہو سکتا ہے؟ حضرات کتنے ظالم ہیں یہ لوگ جنہوں نے اپنی طرف سے جھوٹا واقعہ گھڑ کر اپنی کتابوں میں لکھ دیا۔ لعنۃ اللہ علی الکذبین!

اُوہ ہے دشمن کملی والے دا جو ویری اے اُوہدے یاراں دا
اُوہ اک دا کدی نئیں ہو سکدا جو منکر ہووے چاراں دا
جو پڑھ پڑھ جھوٹھ کتاباں نوں بُرا بھلا کہوے اصحاباں نوں
اُوہ فرقہ ناری اے اُوہ ٹولہ ہے غداراں دا
لکھ علی علی توں جپ دا رہو پٹ پٹ مردا کھپ دا رہو
میرا مولا علی بس مولا اے صدیق دے تابعداراں دا

جب سارے صحابہ نے بیعت کر لی تو صدیق اکبر مسجد نبوی میں تشریف لائے' ابھی مولا علی غسل سے فارغ نہیں ہوئے' حضرت عباس سرکار کے چچا فرماتے ہیں: جب ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غسل دینے لگے تو کسی نے آواز ماری کہ لوگو! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غسل نہ دو کیونکہ آپ پاک ہیں اور پاک کرنے والے ہیں۔ حضرت عباس فرماتے ہیں: ہم نے اس آدمی کو بڑا تلاش کیا کہ یہ بندہ کون تھا جو ہمیں غسل سے منع کر گیا ہے لیکن وہ ہمیں ملا نہیں' اتنے میں ایک اور آواز آئی: لوگو! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ضرور غسل دو کیونکہ سرکار کا غسل مرنے والے مسلمانوں کے لیے سنت بن جائے گا' جو یہ منع کر رہا تھا یہ شیطان لعین تھا' میں اللہ تعالیٰ کا نبی خضر علیہ السلام ہوں۔ حضرت عباس فرماتے ہیں کہ پھر ہم نے غسل دینا شروع کر دیا' جب مولا علی اور حضرت عباس غسل کی

تیاری کرنے لگے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انصار صحابہ بھی سرکار کے آستانے پر جمع ہو گئے' انصار صحابہ نے مولا علی سے کہا کہ یا علی! کیا ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام نہیں! کیا ہم نے اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلمہ نہیں پڑھا؟ مولا علی نے فرمایا: بے شک ہم سب سرکار کے سچے پکے غلام ہیں' پیارے اُمتی ہیں۔ تو حضرت اویس انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کی: پھر سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غسل میں ہماری بھی نمائندگی ہونی چاہیے' مولا علی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے' فرمایا: بھائی اویس! پریشان نہ ہو' آیئے! آپ بھی اس بابرکت عمل میں شامل ہو جایئے۔ حضرت عباس فرماتے ہیں کہ اب ہم سوچنے لگے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غسل کیسے دیں؟ کپڑے اتار کر دیں یا کپڑوں سمیت دیں تو غیب سے آواز آئی: لوگو! اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کپڑوں سمیت غسل دو' اگر تم نے میرے نبی کے کپڑے اتارے تو سب کی آنکھوں کا نور چلا جائے گا۔ اب مولا علی اور حضرت عباس اور دوسرے صحابہ نے سرکار کو غسل دینا شروع کر دیا۔ حضرت عباس' حضرف فضل' حضرت قثم' حضرت اویس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چاروں طرف کپڑا پکڑ لیا' حضرت اسامہ اور حضرت صالح نے پانی بھر بھر کے مولا علی کو دینا شروع کر دیا' مولا علی فرماتے ہیں: ہم نے سرکار کو تین مرتبہ غسل دیا: سادہ پانی' بیری کے پانی' کافور کے پانی سے۔ (دلائل النبوت' مصنف ابن ابی شیبہ' زرقانی شریف' خصائص کبریٰ من دون اللہ ص ۶۸۔۶۹' مدارج النبوت ج ۲ ص ۷۴۳۔۷۴۵)

مولا علی فرماتے ہیں: جب میں سرکار کو غسل دے رہا تھا تو میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو سرکار کے پیٹ سے کوئی گندگی وغیرہ نہ نکلی جس طرح عام مردوں کے جسم سے نکلتی ہے بلکہ ''ریح طیبة'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بطن پاک سے اتنی پیاری خوشبو نکلی۔ ''لم نجد مثلها قط'' ہم نے زندگی میں کبھی کسی عنبر کستوری کی بھی خوشبو نہیں سونگھی تھی نہ سنی تھی' جب سرکار کے جسم انور سے خوشبو نکلی تو ''فاح ریح المسك فی البیت'' تو پورا گھر خوشبو سے معطر ہوا صرف گھر ہی نہیں

معطر ہوا بلکہ ''انتشر فی المدینۃ '' پورے مدینہ شریف میں سرکار کی خوشبو پھیل گئی۔

سبحان اللہ! حضرات اب سوال کیجئے! ان ملوانوں سے جو یہ کہتے ہیں کہ نبی پاک ہماری مثل ہیں' کیا تمہارے مرنے کے بعد بھی ایسی خوشبوئیں نکلتی ہیں؟ نہیں پھر کس منہ سے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل بننے کا دعویٰ کرتے ہو بلکہ مئی ۲۰۱۱ء میں ایک دیوبندی مولوی احمد سعید گکڑ ہٹوی ملتانی فوت ہوا تو لوگوں نے خود جا کر دیکھا کہ اس کی قبر سے کتوں کے بھونکنے کی آواز آ رہی ہے' یہ وہ مولوی تھا جو سرکار کا بہت بڑا گستاخ تھا' کئی لوگوں کا اس نے ایمان برباد کیا تھا' گستاخوں کا یہی انجام ہوتا ہے' جولائی ۲۰۱۱ء میں' میں ہمارے ملتان کے بہت بڑے عالم سرکار کے عاشق علامہ فتح دین ملتانی فوت ہوئے تو ہمارے سرگودھے کے چند دوست ان کے قل میں شریک ہوئے تو وہ بتا رہے تھے کہ فتح ملتانی صاحب کی قبر سے کستوری کی خوشبو آ رہی تھی۔ سبحان اللہ! کستوری کی خوشبو آتی بھی کیوں نہ ساری زندگی سرکار کی عظمت کے نعرے جو مارتے رہے۔

کرن لگا جے فضل تے بخش دیسی بھاویں کسے دا کیڈا قصور ہوسی
جھدے من وچ پیار محبوب دا نئیں اُوہدے نال حساب ضرور ہوسی
دور نبی کریم توں رہن والا داخل وچ دوزخ پہلے پور ہوسی
ناصرا اوہنوں نئیں کسے معاف کرنا جھدے کول ناں عشق دا نور ہوسی

سیدہ اُم سلمہ' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ پاک فرماتی ہیں: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الم نشرح والے مقدس سینے پر اپنا ہاتھ رکھا تو کئی مہینے گزر گئے ''اکل'' میں کھانا بھی کھاتی ''واتوضاء'' میں وضو بھی کرتی رہی'' ما یذھب ریح المسک من یدی '' گھر کے کام کاج بھی کرتی لیکن میرے ہاتھوں سے سرکار کے سینے والی کستوری کی خوشبو نہ گئی۔ سبحان اللہ!

(شفاء شریف ج ۱ ص ۸۹' شرح شفاء ج ۱ ص ۱۶۱' بیہقی شریف' خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۷۴' سیرت رسول ج ۲ ص ۶۱۶' ۶۱۷)

حضرات سوچو! جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد سرکار کے جسم انور سے اتنی خوشبو ظاہر ہوئی تو سوچو سرکار کی ظاہری زندگی میں کتنی خوشبو ہوگی' دیوبندیوں کے عالم جامعہ عثمانیہ تلونڈی قصور کے ناظم اور خطیب مولوی منیر احمد معاویہ اپنی کتاب خطبات منیر ج اص ۷۰۔۷۱ میں لکھتے ہیں: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنی والدہ سیّدہ آمنہ کے بطن پاک میں آئے تو سیّدہ آمنہ کے جسم پاک سے عنبر اور کستوری کی خوشبو آتی تھی' سیّدہ آمنہ مکہ پاک کی جن گلیوں اور بازاروں سے گزرتی' وہ گلیاں اور بازار بھی خوشبو سے معطر ہو جاتے' مکہ کی عورتیں آپس میں کہتی تھی: نی بہنو! رئیس مکہ حضرت عبدالمطلب کی بہو آمنہ کتنی خوشبو لگاتی ہے؟ بندہ پاس سے گزر بھی نہیں سکتا' ایک دن مکہ شریف کی چند عورتیں اکٹھی ہو کے سیّدہ آمنہ کے گھر گئی' سیّدنا عبدالمطلب کی بیوی حضرت آمن کی ساس حضرت ہالہ بنت وہب سے کہنے لگی: نی ہالہ! اپنی بہو کو سمجھاؤ اتنی خوشبو نہ لگایا کرے' کیونکہ وہ بچے کی ماں بننے والی ہے کہیں خوشبو کی وجہ سے اسے نقصان نہ پہنچے' کوئی جن یا آسیب کا سایہ نہ ہو جائے مگران عورتوں کو کیا پتہ تھا کہ یہ آنے والا بچہ کوئی معمولی بچہ نہیں' یہ جنوں کا بھی رسول ہوگا۔ حضرت ہالہ نے فرمایا: بیبیو! تم فکر نہ کرو کوئی مناسب وقت پر میں آمنہ کو سمجھاؤں گی۔ حضرت ہالہ فرماتی ہیں: میں نے کئی مرتبہ ارادہ کیا کہ سیّدہ آمنہ کو سمجھاؤں' لیکن ان کے اندر اتنا رعب اور دبدبہ ہوتا تھا کہ میں بات کرنے کا حوصلہ نہیں کر پاتی تھی۔ حضرت ہالہ فرماتی ہیں: میں نے یہ بات حضرت عبدالمطلب سے کی کہ حضور! آپ اپنی بہو کو سمجھائیں مجھ میں تو اتنی طاقت نہیں' آپ نے فرمایا: ہالہ! تو فکر نہ کر میں بات کروں گا' ایک دن حضرت عبدالمطلب گھر تشریف لائے تو سیّدہ آمنہ نے اُٹھ کر اپنے سسر سے پیار لیا' سر پر ہاتھ پھروایا' حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: بیٹی! ناراض نہ ہونا تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بچے کی ماں بننے والی ہے' اب خوشبو نہ لگایا کرو' یہ نہ ہو تمہیں کوئی نقصان ہو جائے۔ سیّدہ آمنہ اپنے بابے سسر کی بات سن کر مسکرا پڑی' مسکرا کر فرمایا: بابا جان! خوشبو استعمال کرنا تو ایک طرف میں نے تو خوشبو کبھی

دیکھی بھی نہیں' حضرت عبدالمطلب بڑے حیران ہوئے' فرمایا: بیٹا! پھر یہ خوشبو آتی کہاں سے ہے؟ سیّدہ آمنہ نے فرمایا: باباجان! آپ خوشبو کی بات کرتے ہیں جو جو منظر میں دیکھتی ہوں اگر میں آپ کو بتاؤں تو آپ مجھے پاگل اور دیوانہ کہنا شروع کر دیں' حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: بیٹا! ایسی کوئی بات نہیں! تم بات کرو تمہیں کیا کیا نظارے نظر آتے ہیں؟ سیّدہ آمنہ نے فرمایا: باباجان! جب سے یہ پیدا ہونے والا بچہ میرے بطن میں آیا ہے تو میں دھوپ میں چلتی ہوں تو بادل میرے سر پر سایہ کر لیتے ہیں' جب میں پہاڑوں کے پاس سے گزرتی ہوں تو وہ مجھ سے باتیں کرتے ہیں' میں مکہ کے مکانوں اور دیواروں کے پاس سے گزرتی ہوں تو مجھ پر درود پڑھتے ہیں' جب میں درختوں کے پاس سے گزرتی ہوں تو وہ ادب سے جھک کر مجھے سلام پیش کرتے ہیں' جب میں چاند ستاروں کو دیکھتی ہوں تو وہ مجھے سلامی پیش کرتے ہیں' جب میں بیت اللہ شریف کے پاس جاتی ہوں تو وہ مجھے آنے والے بچے کی خوش خبریاں سناتا ہے' باباجی! اب تو بات یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ جہاں جہاں میں تھوکتی جاتی ہوں وہاں سے کستوری کی خوشبوئیں آتی جاتی ہیں۔ سبحان اللہ!

اَج تک خوشبوواں پیاں آوندیاں میرے آقا جو مہکاں کھلار گئے نیں
یاروز زندگی اوہناں دی زندگی اے اوہدے قدماں تے جہڑے گزار گئے نیں
اُوہدے نام توں اوہدے پروانے مال و زر کی اے جاناں وار گئے نیں
قسم رب دی انج پیا لگدا اے جیویں لنگ کے ہنے سرکار گئے نیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیاری بیوی سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک دن گرمیوں کے موسم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دوپہر کے وقت میرے ہاں آرام کی غرض سے لیٹے تو گرمی کی وجہ سے آپ کو پسینہ شروع ہو گیا' میں نے شیشی لے کر وہ پسینہ اس میں ڈال لیا' حضرت اُم سلمہ فرماتی ہیں: اس پسینہ سے اتنی خوشبو آ رہی تھی اتنی خوشبو کبھی کستوری سے بھی نہیں آئی تھی' اتفاق سے چند دن بعد میری ایک پڑوسن میرے پاس

آئی اور مجھے کہنے لگی: اے سیّدہ! فلاں دن میری بچی کی شادی ہے آپ نے ضرور شرکت کرنی ہے' سیّدہ فرماتی ہیں: میں نے وعدہ کرلیا' انشاء اللہ ضرور آؤں گی' جب وہ عورت دعوت دے کر واپس جانے لگی تو سیّدہ اُم سلمہ نے اس بی بی کو بلایا اور فرمایا: بہن ہوسکتا ہے میں تیری بیٹی کو اور کوئی تحفہ نہ دے سکوں' میرے پاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسینے کے چند قطرے ہیں' یہ تحفہ کے طور پر ساتھ لے جاؤ' میری طرف سے بچی کو رخصت کے وقت تحفہ دے دینا۔ وہ عورت مسکرا کر کہنے لگی: سیّدہ بھلا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسینے سے بڑھ کر اور کیا تحفہ ہوگا' سیّدہ اُم سلمہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسینے کے چند قطرے ایک شیشی میں ڈال کر اس بی بی کو عطاء فرمائے' وہ عورت لے کر چلی گئی' جس دن اس کی بچی دلہن بنی تو اس نے عام خوشبو کی بجائے وہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسینے کے چند قطرے اپنی بچی کی پیشانی پر لگا دیئے' جب پسینہ کے قطرے لگے تو دلہن کا سارا گھر خوشبو سے معطر ہوگیا' وہ بچی سسرال چلی گئی' دو چار دن بعد بچی اپنے میکے ملنے آئی' وہ سرکار کے پسینے کی خوشبو اسی طرح اس بچی کی پیشانی سے آ رہی تھی' دلہن کی ماں بڑی حیران ہوئی' ماں نے فرمایا: بیٹا! تو نے سسرال جا کے غسل نہیں کیا' دلہن نے عرض کی: امی جی! کئی مرتبہ کیا ہے' سسرال جا کے باقاعدہ نماز پڑھتی رہی ہوں' میں نے تو تہجد بھی نہیں چھوڑی' فرمایا: بیٹی! کمال ہے تو نے غسل بھی کیا' تو نے وضو بھی کیا مگر پھر بھی خوشبو ویسے ہی آ رہی ہے' اس بچی نے کہا: امی میں خود بڑی حیران ہوں' میں جیسے جیسے وضو کرتی ہوں' یہ خوشبو اور زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ سیّدہ اُم سلمہ فرماتی ہیں: وہ خوشبو ساری زندگی اس کی پیشانی سے نہیں گئی بلکہ اللہ تعالیٰ اس بچی کو جو بچہ عطاء کرتا' یہ خوشبو اس بچے کے جسم سے بھی آتی تھی۔ سبحان اللہ! صرف اسی کی اولاد سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نسل میں یہ ہی خوشبو جاری فرما دی' مدینہ شریف کے لوگ اُن کے گھر کو "بیت العطارین" یعنی خوشبو والوں کا گھر کہہ کر پکارتے تھے۔

(خوشبوئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ص ۴۷' البرھان ص ۲۳۔۲۴)

حضرات یہ تو پسینہ ہے محقق اسلام شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سردیوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیماری کی وجہ سے ایک مٹی کے پیالے میں چھوٹا پیشاب کر کے رکھ دیا کہ صبح کے وقت باہر پھینک دیں گے' ابھی سرکار اپنے حجرۂ انور میں جو مسجد نبوی شریف میں سرکار کے آرام کے لیے بنا ہوا تھا' لیٹے ہوئے تھے' سرکار کا ایک صحابی سرکار کے حجرے میں آیا اس کو پیاس لگی ہوئی تھی' اس نے جب سرکار کی چارپائی کے نیچے مٹی کا پیالہ دیکھا تو اس نے وہ پیالہ اُٹھایا' اس نے سمجھا کہ یہ پانی ہے' اس نے سرکار کا پیشاب مبارک پانی سمجھ کر پی لیا' پھر ہوا کیا' اس کے سارے جسم سے عنبر اور کستوری کی خوشبو آنے لگی۔ تا زندہ بود بوئے خوش از اندام وے یافتہ میشد' جب تک وہ زندہ رہا اس کے جسم سے عنبر اور کستوری کی خوشبوئیں آتی رہی' جن جن راستوں سے گزرتا وہ راستے بھی خوشبو سے معطر ہو جاتے' یہ خوشبو صرف اس کے جسم تک محدود نہیں رہی بلکہ چند پشت دراولادِ و نیز موجود بوذ بلکہ یہ خوشبو اس کی نسلوں میں بھی جاری رہی۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۰۷' اشعۃ اللمعات مترجم ج ۱ ص ۵۹۴' فہم دین ج ۶ ص ۷۳)

حضرات! اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو مدینہ شریف لے جائے' آپ جا کر دیکھیں اب بھی مدینہ شریف کی گلیوں میں سرکار کی خوشبو آتی ہے۔

اُوہدے مڑھکے دی خوشبو تھیں پئے مہکن سارے پھل کلیاں غنچے باغ دے وچہ
شمس قمر تے نجم وچہ نور اُس دا جلوہ اُوسے دا اے روشن چراغ دے وچہ
ہر اک غیب در غیب نوں پئی ویکھے ماسہ کجی نئیں چشم مازاغ دے وچہ
اُس دی شان دا کریں انکار مُلاں خلل جاپیندا اے تیرے دماغ دے وچہ

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ مولا علی نے سرکار کو غسل دیا' مولا علی فرماتے ہیں: جب ہم سرکار کو غسل دے رہے تھے تو غیب کی طرف سے آواز آئی: لوگو! غسل میں جلدی نہ کرو' میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غسل دینے کے لیے فرشتے بھی جنت سے آ رہے ہیں'

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غسل دیتے وقت سوائے مولا علی کے سارے صحابہ نے پٹی آنکھوں پر باندھی ہوئی تھی تاکہ چادر مبارک ستر سے ہٹ جائے تو ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جسم مبارک نظر نہ آئے' جب غسل مکمل ہو گیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا: (۱) چادر (۲) قمیص (۳) لفافہ۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۷۴۴۔۷۴۷)

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غسل دے دیا گیا تو مولا علی نے کیا دیکھا' سرکار کی مقدس آنکھوں کی پلکوں میں پانی کا ایک ایک قطرہ لگا ہوا ہے' مولا علی نے زبان سے وہ دونوں قطرے چوس لیے' صحابہ نے فرمایا: بھائی علی! یہ آپ نے کیا کیا ہے؟ مولا علی نے فرمایا: میرے آقا نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ علی جب میرے غسل سے فارغ ہو تو میری آنکھوں میں پانی کا ایک ایک قطرہ ہوگا' وہ چوس لینا' اللہ تعالیٰ تمہیں ان پانی کے قطروں کے صدقے نبیوں کے برابر علوم عطاء فرمادے گا۔ سبحان اللہ!

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۷۴۵۔۷۴۶' مدارج النبوت ج ۳ ص ۵۱۱)

جنازۂ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرات! جب صحابہ کرام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غسل دے کر کفن پہنا دیا تو اب صحابہ سرکار کا جسم انور چارپائی پر رکھ کر حضرت عائشہ کے حجرے سے باہر چلے گئے' سب سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جنازہ خود خالق کائنات نے پڑھا' اللہ تعالیٰ نے جنازہ پڑھا کیسے؟ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود و سلام کی صورت میں رحمتوں کا نزول فرماتا رہا' پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے سرکار کی بارگاہ میں درود و سلام کے گجرے پیش کیے پھر حضرت میکائیل علیہ السلام نے جنازہ پڑھا' پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام نے جنازہ پڑھا پھر ملک الموت سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے' انہوں نے درود و سلام کے تحفے پیش کیے' پھر اللہ تعالیٰ کے سارے فرشتے باری باری آ کر سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہو کر درود و سلام کے نذرانے پیش کرتے رہے' جب

سارے فرشتے جنازہ سے فارغ ہوئے تو اب صحابہ کرام کی باری آ گئی' اب صحابہ نے سوچا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ پڑھا کیسے جائے؟ جنازہ کی امامت کون کرائے گا؟ مولا علی نے فرمایا: لوگو! سرکار کے جنازے کی امامت کون کرا سکتا ہے جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ظاہری حیات میں ہمارے امام تھے' اب بھی ویسے ہی ہمارے امام ہیں۔ سرکار کا جنازہ کسی کی امامت میں ادا نہیں کیا جائے گا' بلکہ دس دس صحابہ اندر جائیں اور سرکار کا دیدار کر کے آپ کی بارگاہ میں درود و سلام کا ہدیہ پیش کر کے باہر آ جائیں' اب صحابہ نے باری باری سرکار کا جنازہ پڑھنا شروع کر دیا' سب سے پہلے مولا علی اہل بیت کے مرد حضرات کو ساتھ لے کر اندر سیدہ عائشہ کے حجرے میں گئے' سرکار کی چارپائی کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور قرآن کی یہ آیہ کریمہ تلاوت کی: ''اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا'' بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھتے ہیں' اے ایمان والو! تم بھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھی پڑھو اور سلام بھی ایسے پڑھو جیسے سلام پڑھنے کا حق ہے' مولا علی نے یہ آیہ کریمہ پڑھنے کے بعد سرکار کی بارگاہ میں عرض کی: اے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں' پھر چہرہ آسمانوں کی طرف اٹھا کر عرض کی: اے خالق کائنات! میں گواہی دیتا ہوں جو کچھ آپ نے اپنے یار کے سینے پر نازل فرمایا' وہ کچھ تیرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں بتا دیا: اے خالق کائنات! تیرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امامت اور نبوت کا حق ادا کر دیا' ساری زندگی تیرے دین کا پرچم بلند کرنے کے لیے تیرے راستے پر جہاد کیا' یہاں تک کہ تیرا دین' دینِ اسلام سارے دینوں پر غالب آ گیا' اے پیارے رب العالمین! جو کچھ تو نے یار کے سینے پر نازل کیا ہمیں اس کی مکمل تابعداری کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرما اور قیامت والے دن ہمیں اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت اور سنگت عطاء فرما۔ مولا علی

دعا مانگتے جاتے ہیں' اہل بیت کے افراد آپ کی دعا پر آمین کہتے جاتے ہیں۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۹۷۔۵۰۷' جامع الاحادیث ج ۳ ص ۵۳' حیات القلوب ج ۲ ص ۱۱۹۹' جلاء العیون ج ۱ ص ۱۱۲)

جب مولا علی اور آپ کے ساتھیوں نے درود و سلام کے گجرے پیش کر لیے تو وہ سارے افراد باہر آ گئے' پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام بیویاں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹی اور سرکار کی پھوپھیاں تمام آلِ نبی کی بیبیاں باری باری اندر جاتی' سرکار کا دیدار کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود و سلام کے تحفے پیش کر کے باہر آ جاتی' پھر سرکار کے مہاجر صحابہ کرام باری باری اندر جاتے' درود و سلام پڑھتے' باہر آ جاتے' پھر انصار صحابہ دس دس اندر جاتے' سرکار کا دیدار کرتے' درود و سلام پڑھتے' وہ بھی باہر آ جاتے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام صحابہ جب درود و سلام پڑھ چکے دیدار بھی کر چکے تو صدیق اکبر نے فرمایا: دوستو! کوئی صاحب رہ تو نہیں گیا جس نے سرکار کا دیدار کر کے درود و سلام نہ پڑھا ہو' سارے صحابہ نے عرض کی: حضور! تمام حضرات جنازہ پڑھ چکے ہیں' سرکار کا دیدار کر کے درود و سلام کے گجرے پیش کر چکے ہیں۔ علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ کتاب مبسوط میں لکھتے ہیں کہ سارے صحابہ کے بعد صدیق اکبر نے جنازہ پڑھا: ''فلما فرغ صلّی علیه'' جب صدیق اکبر جنازہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو ''ثم لم یصل احد بعده علیه'' پھر آپ کے بعد کسی نے آپ کا جنازہ نہیں پڑھا کیونکہ آپ خلیفہ بن چکے تھے' آپ کے بعد جنازہ پڑھنا کسی کا حق نہیں بنتا تھا۔

(مبسوط ج ۲ ص ۶۷' فتاویٰ رضویہ جدید ج ۹ ص ۳۱۴۔۳۱۵)

علامہ ابن کثیر نے تاریخ ابن کثیر میں اور امام حاکم نے المستدرک شریف میں لکھا ہے کہ جب مولا علی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غسل دے لیا تو آپ کو کفن دے کر چارپائی پر لٹا دیا گیا تو سب سے پہلے صدیق اکبر اور فاروق اعظم' مہاجر اور انصار صحابہ کے بزرگوں کو ساتھ لے کر سرکار کی چارپائی پر تشریف لائے' سرکار کی زیارت کرنے کے بعد عرض کیا: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ'' اے اللہ تعالیٰ

کے پیارے نبی! آپ کی ذات پر بے شمار سلامتی کا نزول ہو اور اللہ تعالیٰ کی آپ پر بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں' جب صدیق اکبر نے سلام پڑھا تو مہاجر اور انصار صحابہ نے بھی اسی طرح درود و سلام کا تحفہ پیش کیا' صدیق اکبر سب سے آگے تھے' فاروقِ اعظم اور مہاجر اور انصار صحابہ صدیق اکبر کے پیچھے ہاتھ باندھ کر باادب کھڑے تھے' پھر صدیق اکبر نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے خالق کائنات! ہم سارے اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ سب کچھ ہمیں بتا دیا جو کچھ آپ نے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس سینے پر نازل کیا تھا' تیرا نبی ساری زندگی اُمت کی بہتری کے لیے کام کرتا رہا' تیرے راستے میں جہاد کیا' تیرے دین کو تمام دینوں پر غالب کیا' اے خالق کائنات! ہم سب کو ہمیشہ اپنے یار کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرما' صدیق اکبر رو رو کر دعائیں مانگتے جاتے ہیں' صحابہ کرام رو کر آمین کہتے جاتے ہیں' جب درود و سلام اور دعا سے فارغ ہوئے' صدیق اکبر سارے صحابہ کو لے کر باہر آ گئے' پھر باری باری دوسرے صحابہ جاتے' جب مرد فارغ ہوئے تو عورتیں سرکار کی زیارت کر کے درود و سلام پڑھ کے باہر آ جاتی ''وقیل انهم مکثوا ثلاثة ایام یصلون علیه '' صحابہ کرام فرماتے ہیں: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر لوگ تین دن پیر' منگل' بدھ تک درود و سلام کے نذرانے پیش کرتے رہے۔ (المستدرک ج ۳ ص ۶۰' اتحاف السادۃ للزبیدی ج ۱۰ ص ۲۹' جامع الاحادیث ج ۳ ص ۵۴' تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۲۶۰۔ ۲۶۱' اخبار ماتم ص ۶۵' اعلام الوری ص ۱۴۵)

حضرات! ان تمام روایات سے پتہ چلا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ مبارک جو درود و سلام کی صورت میں پڑھا گیا' وہ صرف مولا علی نے نہیں پڑھا بلکہ تمام مہاجر اور انصار صحابہ نے پڑھا' صدیق اکبر اور فاروق اعظم نے بھی پڑھا' شیعہ حضرات کے بہت بڑے مجتہد علامہ احمد بن علی طبرسی احتجاج طبرسی میں لکھتے ہیں: جب سرکار کا وصال ہو گیا تو ''ثم ادخل عشرة من المهاجرین و عشرة من الانصار فیصلون '' مولا علی دس مہاجر صحابہ اور دس انصار صحابہ کو سرکار کے حجرہ پاک میں بھیجتے' وہ جنازہ پڑھ کر باہر آ

جاتے تو پھر دوسرے صحابہ کو بھیج دیتے''حتی لم یبق من المھاجرین والانصار الا صلّٰہ علیہ'' یہاں تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام صحابہ وہ مہاجر تھے یا انصار سب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ (احتجاج طبرسی ج ۱ص ۱۰۶' عقائد جعفریہ ج ۴ص ۲۲۶)

شیعہ حضرات کی بہت بڑی حدیث کی کتاب اصول کافی ہمارے ہاں جیسے بخاری شریف مشہور اور معتبر ہے' اسی طرح شیعہ حضرات کے نزدیک اصول کافی کا مقام ہے' علامہ محمد بن یعقوب کلینی رازی اصول کافی میں لکھتے ہیں کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:''قال لما تبن النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلت علیہ الملئکۃ والمھاجرون والانصار فوجًا فوجًا'' جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا تو فرشتوں نے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہاجر اور انصار صحابہ نے فوج کی صورت میں بڑے بڑے گروپ بن کر آپ کا مبارک جنازہ پڑھا۔ (اصول کافی ج ۱ص ۴۵۱' مناقب آل ابی طالب ج ۱ص ۳۳۹' امالی طوسی ج ۱ص ۳۹' عقائد جعفریہ ج ۴ص ۲۲۶۔۲۲۸)

حضرات شیعہ سنی کتب سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ سارے صحابہ نے پڑھا مگر شیعہ مولوی نجم الحسن کراروی اپنی کتاب چودہ ستارے میں بے حیائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ۲۸ صفر ۱۱ ہجری پیر والے دن فوت ہوئے' حضرت علی آپ کی تجہیز اور تکفین میں مشغول ہو گئے' حضرت عمر حضرت ابوبکر کے ہمراہ لے کر سقیفہ بنی ساعدہ جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور باطل مشوروں کے لیے بنایا گیا تھا' چلے گئے' کافی کشمکش کے بعد حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنا لائے' حضرت علی چونکہ رسول کریم کو ان کی واپسی سے قبل دفن کر چکے تھے' اس لیے سب سے پہلے انہوں نے یہ سوال کیا کہ آپ نے ہماری واپسی کا انتظار کیوں نہیں کیا؟ حضرت علی نے فرمایا: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقام غدیر خم پر مجھے اپنا خلیفہ مقرر کر دیا' آپ وہاں کسی وجہ سے گئے تھے اور کسی اصول سے مسئلہ خلافت پر بحث کرتے رہے اور کیا وجہ تھی کہ ہم رسول کا لاشہ بے گور و کفن رہنے دیتے۔ (چودہ ستارے بمعہ اضافہ ص ۱۴۶)

حضرات کتنا بڑا جھوٹ لکھا ہے شیعہ حضرات کے فخر العلماء نے' جب ان کے فخر العلماء کے جھوٹ کا یہ عالم ہے تو فخر الذاکرین کے جھوٹ کی کیا کیفیت ہوگی' ان کی معتبر کتابیں کہہ رہی ہیں کہ سارے صحابہ فوج کی صورت میں جنازے میں شامل ہوئے لیکن پندرھویں صدی کا جھوٹا مولوی کہہ رہا ہے کہ مولا علی نے کسی کو جنازہ پڑھنے ہی نہیں دیا اکیلے ہی دفن کر دیا۔ لعنۃ اللہ علی الکذابین۔ حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیر کو فوت ہوئے' بدھ کو دفن کیا گیا' اس وجہ سے نہیں کہ صحابہ کرسی کے پیچھے لگے رہے ناں بلکہ اہل سنت کے شاہ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوت میں شیعہ حضرات کے مولوی سید ظفر حسین نقوی الشافعی ترجمہ اصول کافی میں لکھتے ہیں کہ جنازہ دفن کرنے میں دیر اس لیے ہوئی کہ صحابہ دس دس حجرے میں جاتے' نمازِ جنازہ پڑھتے' ہزاروں صحابہ تھے' زیادہ کی گنجائش نہیں تھی' اس لیے دفن کرنے میں تاخیر ہوگئی۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۷۴۹' الشافی ترجمہ اصول کافی ج ۱ ص ۵۵۷' عقائد جعفریہ ج ۴ ص ۲۵۷۔۲۵۸)

حضرات! جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ پڑھا گیا تو حضرت ابوطلحہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور کھودی' سرکار کی قبر لحد والی بغل والی کھودی گئی۔

(مشکوٰۃ شریف' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۹۰' شرف النبی ص ۴۱۶)

سرکار کی قبر شریف کھودنے سے پہلے صحابہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ دوستو بتاؤ! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دفن کہاں کیا جائے؟ کسی نے کہا: مسجد نبوی میں' کسی نے کہا: جنت البقیع میں' کسی نے کہا: بیت المقدس میں دفن کیا جائے' صدیق اکبر نے فرمایا: دوستو ٹھہرو! میں بتاتا ہوں کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے' صحابہ نے عرض کی: امیر المؤمنین! آپ بتائیں؟ صدیق اکبر نے فرمایا: سرکار کو وہیں دفن کیا جائے گا جہاں سرکار کی روح مبارک قبض کی گئی ہے کیونکہ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانِ اقدس سے سنا تھا' سرکار فرما رہے تھے کہ "ما قبض نبی الا دفن حیث قبض" جہاں نبی کی روح نکالی جاتی ہے اس کو دفن بھی وہیں کیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ شریف ص ۱۱۷' مصنف ابن ابی شیبہ

ج ۱۴ص ۵۵۳ من دون اللہ ص ۷۰ شرف النبی ص ۴۱۷ مدارج النبوت ج ۲ص ۷۵۰)

حضرات پتہ چلا اللہ تعالیٰ کا قانون ہے جو نبی جہاں فوت ہو اس کو دفن بھی وہیں کیا جائے اب مرزائی مرتدوں سے پوچھو تم کہتے ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبی تھا تو چاہیے تو یہ تھا کہ اسے لاہور کی احمدیہ مارکیٹ براندرتھ روڈ لیٹرین جہاں وہ مرا تھا اس کو وہیں دفن کیا جاتا اور باہر لکھا ہوتا: قادیانی ہاؤس تاکہ مرزائی جب اپنے جھوٹے نبی کی قبر پر جاتے تو ڈبل خوشبوئیں سونگھتے ایک مرزے کے گندے جسم کی دوسرا اس کی غلاظت کی کتنا بُرا انجام ہوا مرزے کا اللہ تعالیٰ ہر انسان کو مرزے کے گندے عقیدے سے محفوظ فرمائے۔ آمین! حضرات جب سرکار کو قبر انور میں اتارا گیا تو مولا علی حضرت عقیل حضرت فضل حضرت قثم حضرت صالح حضرت اسامہ حضرت اویس یہ قبر انور میں اترے دوسرے صحابہ کرام قبر انور کے اوپر کھڑے رہے سرکار کا مقدس جسم قبر انور میں رکھا گیا پھر باری باری سارے صحابہ قبر سے باہر نکلے سب کے بعد حضرت عباس کے بیٹے حضرت قثم باہر تشریف لائے جب باہر آئے تو شدتِ غم سے رونا شروع کر دیا صحابہ نے فرمایا: قثم! صبر کرو کیا بات ہے؟ اتنی شدت سے کیوں رو رہے ہو؟ فرمایا: ساتھیو! میں رو اس لیے رہا ہوں جب میں سرکار کی قبر سے نکلنے لگا تو آخری بار زیارت کے لیے جب میں نے لحد میں چہرہ کیا تو سرکار کے یوحی والے لب ہل رہے تھے میں نے جب سرکار کے لبوں کے ساتھ ہونٹ لگائے تو سرکار فرما رہے تھے: ''اُمتی اُمتی'' یا اللہ عزوجل! میری اُمت کی خیر ہو یا اللہ عزوجل میری اُمت کو بخش دے۔ سبحان اللہ!

(مدارج النبوت ج ۲ص ۷۵۱ معارج النبوت ج ۳ص ۵۱۳ کنز العمال شاہکار ربوبیت ص ۴۴۰)

جن کے لب پہ رہا اُمتی اُمتی یاد ان کی نہ بھولو نیازی کبھی
وہ کہیں اُمتی تم کہو یا نبی! میں حاضر ہوں تیری چاکری کے لیے

حضرات! بعض بے ادب اور گستاخ دیوبندی وہابی مماتی ہمیں کہتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کل بھی زندہ تھے آج بھی زندہ ہیں تو کیا صحابہ کرام نے زندہ

نبی کو دفن کر دیا؟ حضرات! بات یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ تھے' زندہ ہیں لیکن بظاہر صحابہ کرام کے سامنے پردہ فرما چکے تھے' برزخ کا پردہ درمیان میں آ چکا تھا' اس لیے صحابہ کرام پر لازم تھا کہ وہ ادب کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی ڈیوٹی مکمل کرتے وگرنہ صرف ایک لمحے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یار کی جان نکالی' پھر یار کے جسم میں واپس کر دی' جب ایک منٹ کے لیے جان مبارک روح مبارک نکالی گئی تو وصال کے تقاضے مکمل ہو چکے تھے' اس لیے صحابہ نے غسل دیا' کفن پہنا کر درود و سلام کے تحفے پیش کرنے کے بعد دفن کر دیا' دیکھئے اللہ تعالیٰ قرآن کے پ۲ میں ارشاد فرماتا ہے: ''وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ '' وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہو جاتے ہیں' اپنی نہ زبان سے نہ دل سے مردہ کہو' بلکہ وہ زندہ ہیں۔ حضرات! مجاہد کے ٹکڑے ہو گئے جسم چھلنی چھلنی ہے خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے. مجاہد زندہ ہیں' بولو اللہ تعالیٰ کا فرمان سچا ہے کہ نہیں؟ بالکل سچا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم مجاہد کو کفن دے کے نمازِ جنازہ پڑھ کے دفن بھی کرتے ہیں' کبھی کسی مولوی ملاں نے اعتراض نہیں کیا' یا اللہ عزوجل! تیرا مجاہد زندہ ہے' حیات ہے' پھر کیوں دفن کریں' ناں اس طرح صحابہ کی ڈیوٹی تھی بظاہر سرکار کا وصال ہو گیا' اب سرکار کو غسل دے کر کفن پہنا کر درود و سلام کے تحفے دے کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دو' خدا عزوجل جانے مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جانے' صدقے جاؤں اس زمین کے ٹکڑے پر اس امی عائشہ کے حجرے۔ پر جہاں میرے نبی کا جسم انور تشریف فرما ہے' حضرات جہاں میرے نبی کا جسم پاک۔ تشریف فرما ہے۔ شاہ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں کہ وہ زمین کا ٹکڑا اللہ تعالیٰ۔ کے فرش سے بھی اعلیٰ ہے۔

محمد دا دربار اے جنت دا ٹکڑا صبح شام نوری سلامی کریندن
ادب دا مقام ایں گناہ گار بندے اے چوکھٹ تے سلامی تمامی کریندن
صحابہ دے مذہب توں مکھڑا نہ موڑی اے حق دے ولیاں دا دامن نہ چھوڑیں

ا۔، قسم خدا دی صحابہ دے در تے عتیقی جیے پئے غلامی کریندن

حضرات جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال مبارک ہوا تو پوری کائنات سرکار کے غم میں .ونے لگی' کائنات کا ذرّہ ذرّہ غمِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ڈوب گیا' زمین آسمان' فرش عرش' چاند ستارے' نوری خاکی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات میں پریشان ہو گئے' سوچو! جب کائنات سرکار کی جدائی میں رو رہی تھی تو آلِ نبی اولادِ علی کا کیا حال ہوگا' اصحابِ نبی ازواجِ نبی کی کیا کیفیت ہوگی؟

صحابہ کا حال

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک بڑے پیارے صحابی تھے جن کا نام تھا حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ' یہ سرکار سے بڑی ہی محبت فرماتے تھے' ایک دن آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے' صلوٰۃ وسلام کے نذرانے پیش کرنے کے بعد آپ کی بارگاہ میں بیٹھ گئے' سرکار کا دیدار کرنے لگے' زیارت کرنے لگے' دیدار کرتے کرتے عرض کی: سوہنیا! مجھے اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! آپ مجھے بڑے پیارے لگتے ہیں' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عاشق کا امتحان لینے کے لیے پوچھا: عبداللہ! میں تمہیں کتنا پیارا لگتا ہوں؟ حضرت عبداللہ نے عرض کی: آقا! آپ مجھے سارے خاندان سے' سارے گھر والوں سے' بیوی بچوں سے حتیٰ کہ آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے لگتے ہیں' آقا! آپ مجھے اتنے پیارے لگتے ہیں کہ ''ولو لا انی ایتك فاراك ان اموت'' اگر آپ مجھے ہر روز نظر نہ آئیں تو خطرہ ہے کہیں میری ڈیتھ نہ ہو جائے' کہیں میں آپ کے دیدار کے بغیر مر ہی نہ جاؤں۔ سبحان اللہ! حضرت عبداللہ سرکار کی ذات سے کتنا پیار' کتنا عشق کرتے ہیں' حضرات ہر مؤمن کو کرنا بھی چاہیے کیونکہ

محمد ﷺ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اِسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

محمد ﷺ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

تو حضرت عبداللہ نے عرض کی: آقا! اگر ہر روز میں آپ کا چہرہ والضحیٰ نہ دیکھ لوں تو مجھے ڈر لگتا ہے کہیں میں مر نہ جاؤں' میرے آقا اپنے غلام کا جذبۂ محبت دیکھ کر بڑے ہی خوش ہوئے' دعائیں دیں' سرکار دعائیں دے رہے ہیں' اُدھر حضرت عبداللہ نے رونا شروع کر دیا' سرکار نے اپنے غلام کو دلاسہ دیتے ہوئے فرمایا: عبداللہ! رو کیوں رہے ہو' ابھی کتنی اچھی باتیں کر رہے تھے' ابھی رو رہے ہو' بات کیا ہے؟ حضرت عبداللہ نے رو کر عرض کی: آقا! رو اس لیے رہا ہوں کہ دنیا میں موج ہے جب چاہتے ہیں آپ کا دیدار کر لیتے ہیں' آپ کی زیارت کر لیتے ہیں' کوئی پابندی نہیں' کوئی رکاوٹ نہیں نہ ویزے کی ضرورت ہے نہ پاسپورٹ کی۔

صحابہ وہ صحابہ جن کی ہر صبح کو عید ہوتی تھی
خدا کا قرب حاصل تھا نبی کی دید ہوتی تھی

حضرت عبداللہ نے عرض کی: میرے آقا! ہر روز یہاں آپ کے جلوے دیکھ لیتے ہیں' نہ دیکھیں تو تڑپتے ہیں مرتے ہیں' رو اس لیے رہا ہوں جب آپ ہمیں چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے حضور چلے جائیں گے' پھر قیامت کے دن حساب و کتاب ہونے کے بعد آپ تو سارے نبیوں کے ساتھ جنت کے اعلیٰ مقام پر چلے جائیں گے' جنت تو اللہ تعالیٰ آپ کے صدقے ہمیں بھی ضرور عطاء فرمائے گا مگر جنتیں ہیں آٹھ' آقا وہاں تو ملاقات نہیں ہو گی' کیونکہ آپ جنت الفردوس میں ہوں گے' ہم کسی اور جنت میں ہوں گے' آقا ہمارا وہاں کیا بنے گا' وہاں تو زیارت مشکل نہیں ہو گی؟ سرکار سن کر بڑے محظوظ ہوئے کہ میرے غلام کو ہم سے کتنا پیار ہے جو قیامت کی بات بھی سوچ رہا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو جواب دینے کا ارادہ فرما ہی رہے تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے' صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کے بعد عرض کی: آقا! اللہ تعالیٰ سلام بھی

دیتا ہے اور فرما بھی رہا ہے کہ اپنے دیوانے کو حوصلہ اور تسلی دیں' اس کو بتا دیں کہ عبداللہ! گھبرا نہیں' پریشان نہ ہو' قیامت والے دن بھی تو ایسے ہی زیارت کرے گا جیسے آج دنیا میں کر رہا ہے کیونکہ جہاں میں ہوں گا جہاں جنت میں میرا ڈیرا ہو گا' وہاں میرے سارے غلام' دیوانے' عاشق بھی جمع ہوں گے' میں یہاں بھی تمہارے ساتھ ہوں جنت میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گا' پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: حضور! اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی عطاء فرمائی ہے: ''وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ '' وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے غلام ہیں جو ان کا حکم مانتے ہیں' ''فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ '' وہ قیامت والے دن ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام اور فضل فرمایا ہے' ''اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ '' اللہ تعالیٰ نے نبیوں پر' صدیقوں پر' شہیدوں پر اور نیک لوگوں پر اپنا انعام فرمایا ہے' ''وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا '' (پ۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ لوگ کتنے خوش نصیب ہیں جنہیں ان لوگوں کی سنگت نصیب ہوگئی جب سرکار نے یہ آیہ کریمہ حضرت عبداللہ کو سنائی آپ بڑے خوش ہوئے کہ شکر ہے قیامت والے دن بھی اللہ تعالیٰ ہمیں حسین کے نانے کا ساتھ عطاء فرمائے گا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال مبارک ہوا تو ہر طرف اندھیرا چھا گیا' سارے صحابہ سرکار کی جدائی میں رونے لگے' مدینہ شریف کی گلیاں رو پڑیں' دیواریں اور پتھر رو پڑے' یہی حضرت عبداللہ اپنی زمینوں میں ہل چلا رہے تھے' حضرت عبداللہ کا بیٹا دوڑتا دوڑتا اپنے ابو کے پاس گیا' سلام عرض کر کے عرض کی: ابو! کچھ پتہ چلا ہے؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا: بیٹا! کس بات کا؟ عرض کی: ابو! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا ہے' سرکار ہمیں چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے دربار چلے گئے ہیں' حضرت عبداللہ نے ہل وہیں چھوڑ دیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی میں رونے لگے' روتے روتے بے ہوش ہو کر گر پڑے' جب ہوش آیا تو رو کر چہرہ آسمانوں کی طرف اٹھایا اور ہاتھ اُٹھا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگی: ''اللّٰھم اذھب

بصری ''اے خالق کائنات! اب میری آنکھوں کا نور ختم کردے، میری آنکھوں کی بینائی اب ہمیشہ کے لیے لے لے، اب مجھے ان آنکھوں کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ جب تیرا محبوب ہی ہم سے دور ہو گیا ہے، پھر آنکھوں کو کیا کرنا ہے۔

اُچیاں لمیاں لال کھجوراں تے پتر جھاندے ساوے
جس دم نال پریت ساڈا تے سانوں اُوہ دم نظر نہ آوے
گلیاں سنج اُجاڑ دسیون اَتے ویہڑا وڑھ وڑھ کھاوے
غلام فریدا اوتھے کی اے وَسناں تے جتھے یار نظر نہ آوے

تو حضرت عبداللہ نے دعا مانگی: اے خالق کائنات! مجھے ابھی اندھا کردے، مجھے ابھی نابینا کردے، قدرت نے آواز ماری: لوگ آنکھوں کا نور مانگتے ہیں تو نابینا ہونے کی دعا مانگ رہا ہے، بات کیا ہے؟ حضرت عبداللہ نے عرض کی: ''حتی لا اری بعد حسبی محمدًا احدًا'' اے خالق کائنات! میں نہیں چاہتا کہ آج کے بعد ان آنکھوں سے اپنے محبوب محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کسی اور کو دیکھ سکوں۔ سبحان اللہ! کیا محبت اور عشق ہے، اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔ پیر مہر علی شاہ فرماتے ہیں کہ

لا ھو مکھ توں محفظ بردیمن من بھاوندی جھلک دکھلاوَ سجن
اوہو مٹھیاں گالاں الاوَ سجن جو حمرا وادی سن کریاں
سبحان اللہ ما اجملک ما احسنک ما اکملک
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا گستاخ اکھیں کتھے جا لڑیاں

جب حضرت عبداللہ نے رو کر دعا مانگی تو ''فکف بصرہ'' اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کی بینائی ختم ہو گئی۔ حضرت قاسم بن محمد تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت عبداللہ کی بینائی چلی گئی، آنکھوں کا نور ختم ہو گیا تو مدینہ شریف کے لوگ آپ کی تعزیت کے لیے آپ کے گھر گئے اور کہنے لگے: حضور! بڑا افسوس ہے کہ آپ کی آنکھوں کا نور ختم ہو گیا ہے، آپ ساری زندگی کے لیے نابینا ہو گئے ہیں، آنکھوں کے

محتاج ہو گئے ہیں۔ حضرت عبداللہ نے سنا تو فرمایا: دوستو! اس میں افسوس کی کیا بات ہے! لوگوں نے حضور آنکھوں کا نور ہر بندے کو بڑا پیارا ہوتا ہے' جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے نظارے کرتا ہے' کائنات کی رنگ برنگ چیزوں کو دیکھتا ہے' حضرت عبداللہ نے فرمایا: دوستو! بڑی مہربانی لیکن آپ حضرات کو پتہ ہے مجھے اپنی آنکھوں کا نور کیوں پیارا تھا؟ عرض کی گئی: نہیں! آپ ہی وضاحت فرمادیں ''**کنت اریك بها لانظر الی نبی صلی اللہ علیه وسلم** '' آپ نے فرمایا: مجھے اپنی آنکھوں کے نور سے اس لیے محبت اور پیار تھا کہ میں ان آنکھوں کے نور سے اپنے پیارے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا کرتا تھا'' **فاما اذا قبض النبی صلی اللہ علیه وسلم** '' اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے' اب مجھے آنکھوں کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ جب سرکار کا والضحیٰ چہرہ چھپ گیا ہے' اب آنکھوں کو کیا کرنا ہے۔

(صحابہ کرام کے معمولات ص ۲۱۴۔۲۱۸' شرح حدائق بخشش ج ۷ ص ۱۵۳۔۱۵۴)

دل یاد لئی بنایا اے تعریف لئی زبان
انکھیاں بنائیاں سوہنے دے دیدار واسطے
کی کی نہ کیتا یار نے اک یار واسطے
رب محفلاں سجائیاں نے سرکار واسطے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی تھے جن کا نام تھے حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ' یہ سرکار سے بڑی ہی محبت فرماتے تھے' سرکار سے بڑا پیار تھا' جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا تو یہ عشاء کی نماز پڑھ کر جب گھر آتے تو تھوڑی دیر کے لیے بستر پر لیٹتے لیکن نیند نہ آتی' لیٹے لیٹے آنکھوں میں آنسو جاری ہو جاتے' رو رو کر سرکار کو یاد کرتے' کہتے: میرے آقا ایسے بولتے تھے' میرے آقا کا چہرہ ایسے نورانی تھا' میرے نبی کی ایسی پیاری رفتار تھی' حضرت خالد کی بیٹی حضرت عبدہ فرماتی ہیں: پھر میرے ابورو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے کہ '' **فعجل رب قبضی الیك** '' اے خالق

کائنات! میری عمر کیوں لمبی فرمادی ہے' مولا! مجھے جلدی جلدی موت عطاء فرما تا کہ میں قبر میں جا کر تیرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کر سکوں اور اپنے دل کو سکون دے سکوں' پھر روتے روتے سو جاتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے دو دن بعد سرکار کی ایک صحابیہ میرے پاس آئی' سلام کر کے میرے پاس بیٹھ گئی اور کہنے لگی: اماں! میں سرکار کے روضہ انور کی زیارت کرنا چاہتی ہوں' مہربانی کرو ذرا دروازہ تو کھولو تا کہ میں اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس روضہ کی زیارت کرلوں۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں: میں اُٹھی' میں نے سرکار کے روضہ انور کا دروازہ کھولا' وہ بی بی صاحبہ اندر گئی اور سرکار کے روضہ انور کے پاس بیٹھ گئی' پہلے صلوٰۃ وسلام کے گجرے پیش کیے پھر زار و قطار رونا شروع کر دیا' روتے روتے سرکار کے روضہ کے پاس بے ہوش ہو کر گر پڑی' جب میں نے بی بی کو ہاتھ لگایا تو وہ صحابیہ سرکار کی محبت میں اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو چکی تھی' اس نے سرکار کے قدموں میں اپنی روح قربان کر دی۔ سبحان اللہ! (شفاء شریف ج ۲ ص ۶۰۔ ۶۳' مدارج النبوت ج ا ص ۵۲۴۔ ۵۲۵)

بن گئے غلام جہڑے شاہ ابرار دے
ویکھ لے نظارے اونہاں پروردگار دے
شان جو پہنچان لیندے بطحا دے ماہی دی
کدوں رکھ دے نے لوڑ یارو اس بادشاہی دی
سوہنیا کھجوراں ہیٹھاں اوہ عمراں گزار دے
بن گئے غلام جہڑے شاہ ابرار دے

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال مبارک ہوا تو فاروقِ اعظم کی ایسی حالت ہو گئی جیسے دیوانوں کی ہوتی ہے' جب آپ نے صحابہ سے سنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال مبارک ہو گیا ہے تو آپ جلال میں آ گئے' آپ نے فرمایا: یہ نہیں ہو سکتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وصال فرما جائیں' لوگوں نے کہا: حضور یقین نہیں آتا تو خود جا کر دیکھ

لو' حضرت عمر یہ سن کر سرکار کے آستانے پر پہنچے' آلِ نبی کی پاک بیبیاں پردے میں چلی گئیں' حضرت عمر نے سرکار کا نور بھرا چہرہ دیکھا کافی دیر دیکھتے رہے' لوگوں نے کہا: حضور! اب تو یقین ہو گیا ہے کہ سرکار وصال فرما گئے ہیں' حضرت عمر نے فرمایا: سرکار کا وصال نہیں ہوا بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر غشی کا عالم طاری ہے' سرکار بے ہوش ہیں فکر نہ کرو ابھی سرکار ہوش میں آ جائیں گے' یہ کہہ کے اُٹھ کے باہر چلے گئے' مدینہ شریف کے منافقوں نے کہا: لوگو! اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہوتے تو کبھی فوت نہ ہوتے' جب فاروق اعظم نے سنا تو غصہ میں آ گئے' جلال میں آ گئے' ننگی تلوار ہاتھ میں پکڑ کر مدینہ شریف کے بازار میں بیٹھ گئے اور زور زور سے کہنا شروع کر دیا کہ خبردار! کوئی بندہ یہ نہ کہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا ہے' جس نے کہا کہ سرکار فوت ہو گئے ہیں تو میں اس کی گردن تن سے اُڑا دوں گا' کسی نے کہا: حضور! اگر سرکار کا وصال نہیں ہوا تو پھر کیا ہوا ہے؟ حضرت عمر نے فرمایا: سرکار کا وصال نہیں ہوا بلکہ آپ تھوڑی دیر کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تشریف لے گئے ہیں ابھی واپس آ جائیں گے جیسے موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو چھوڑ کر طور پہاڑ پر اللہ تعالیٰ سے ملنے گئے تھے' پھر چالیس دن کے بعد آ گئے تھے' اسی طرح سرکار اللہ تعالیٰ سے ملنے گئے ہیں آ جائیں گے۔

حضرات! جب فاروق اعظم نے یہ بات فرمائی تو لوگوں کے دلوں میں شک پڑ گیا کہ کہیں فاروق اعظم کی بات سچی ہی نہ ہو' شاید سرکار کا ابھی وصال نہ ہوا ہو' جب لوگوں میں اسی طرح کی باتیں شروع ہوئیں تو سیدنا صدیق اکبر کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا' سرکار کے دیدار کے لیے اندر حجرہ سیدہ عائشہ میں گئیں' دیدار کر کے جب باہر آئیں تو فرمایا: لوگو! واقعی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا' لوگوں نے کہا: بی بی جی! آپ کس یقین سے کہہ رہی ہیں؟ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ لوگو! اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ظاہری حیات میں ہوتے تو آپ کے مقدس کندھوں پر مہر نبوت ضرور ہوتی' لیکن میں نے ہاتھ لگا کر چیک کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہر نبوت غائب ہو چکی ہے'

لہٰذا یقین کر لو کہ سرکار ظاہری طور پر پردہ فرما گئے ہیں۔

(معارج النبوت ج ۳ ص ۵۰۷۔۵۰۸' سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۳۰' تاریخ روضۃ الصفاج ۲ ص ۴۲۲'
تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۱۴' عقائد جعفریہ ج ۴ ص ۴۲۷)

حضرت عمر کو پھر بھی یقین نہ آیا' آپ پھر سرکار کی چارپائی کے پاس تشریف لائے' سرکار کے ید اللہ والے ہاتھ چوم کر عرض کی: اے اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! یہ دنیا کیا کہہ رہی ہے کہ آپ فوت ہو گئے ہیں؟ لیکن سوہنیا! میرا دل نہیں مانتا' آقا دیکھئے دنیا آپ کے فراق میں تڑپ رہی ہے' اٹھئے! ان کو تسلی دیجئے! تیری دعاؤں سے مانگا ہوا عمر تیری بارگاہ میں التجا کرتا ہے' ان کی ڈھارس بندھایئے! اپنے غلاموں کو محبت کی تھپکی دیجئے' اے اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام! آپ پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو! آپ کے قدموں پر میرے ماں باپ قربان ہوں! آقا آپ کو یاد ہے ناں آپ مسجد نبوی میں کھجور کے ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے تو ایک انصاری صحابی نے آپ کے بیٹھنے کے لیے ایک منبر تیار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا' جب آپ اس منبر پر بیٹھ کر پہلی مرتبہ تقریر کرنے بیٹھے تو وہ کھجور کا ستون آپ کی جدائی میں اتنی شدت سے رویا کہ سارے مسجد کے نمازیوں نے سنا تو آپ نے منبر چھوڑ کر کھجور کے ستون کو سینے سے لگایا تو وہ حوصلے میں آیا' تب جا کر خاموش ہوا' اے کھجور کے ستون کو سینے سے لگانے والے محبوب! نظر رحمت اُٹھایئے' دیکھئے آپ کی اُمت کے لوگ آپ کے صحابہ آپ کے دیوانے آپ کے نعرے لگانے والے آپ کے غلام آپ کی جدائی میں رو رہے ہیں' انہیں بھی اُٹھ کر اپنے الم نشرح سینے سے لگا کر تسلی دیجئے۔

اندر وچہ نماز اساڈی تے ہکسے پانتیوے ھو
نال قیام رکوع سجود دے تے کر تکرار پڑھیوے ھو
ایہہ دل ہجر فراقوں سڑدا تے ایہہ دم مرے نہ جیوے ھو
سچا راہ محمد والا حضرت باھو تے جئیں وحدت وچہ لبھیوے ھو

فاروق اعظم قدم چوم کر عرض کرتے ہیں: آقا! حضرت نوح علیہ السلام نے ایک ہزار سال تک تبلیغ کی' بندے صرف اسّی مسلمان ہوئے' آقا! آپ نے صرف تئیس سال تبلیغ فرمائی تو لاکھوں لوگوں کو مسلمان بنا دیا' اے میرے آقا! اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی شان عطاء فرمائی ہے' آپ کی عظمت کے ڈنکے بجاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ اعلان فرمادیا: ''مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ'' لوگو! جس نے میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کی اس نے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی' آقا! اللہ تعالیٰ نے آپ کو سارے نبیوں کا سلطان بنایا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم تھے تو آپ اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں' موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں سے پتھر پر ڈنڈا لگا تو پانی کے بارہ چشمے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی مقدس انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کیے' عیسیٰ علیہ السلام اگر مُردوں سے کلام کرتے تھے تو آقا آپ کے ساتھ مُردہ بکری کے گوشت نے کلام کیا' آقا! اتنی شان اور عظمت کے مالک ہونے کے باوجود آپ نے ہم جیسے لوگوں میں رہنا پسند فرمایا' ہمارے گھرانوں میں شادیاں فرمائیں' ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا' اُون کے کپڑے پہنے' جانوروں پر سواری فرمائی' آقا! یہ سب آپ کی عاجزی اور تواضع تھی' آقا! میں گواہی دیتا ہوں کہ جس نے آپ سے محبت کی حقیقت میں اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔

(جواہر البحار' شرح حدائق بخشش ج ۴ ص ۲۳۱۔۲۳۵)

فاروقِ اعظم سرکار کی شان بھی بیان کرتے جاتے اور رو رو کر گویا کہتے بھی جاتے کہ

تن وار دیواں میں من وار دیواں
آمنہ دے چن توں میں چن وار دیواں
جو اُمت دے غم وچہ سدا روندے رہندے
گناہ بخش اُمت دے ایہو رب نوں کہندے رہندے

اُنہاں ہجواں توں میں تن وار دیواں

آمنہ دے چن توں میں چن وار دیواں

حضرات! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیر والے دن فوت ہوئے جس دن آپ فوت ہوئے' اس دن صبح کی نماز آپ کے حکم سے صدیق اکبر نے کرائی' جماعت کرانے کے بعد صدیق اکبر سرکار کی بارگاہ نازنین میں حاضر ہوئے' صلوٰۃ وسلام کے گجرے پیش کرنے کے بعد بڑے ادب سے عرض کی: آقا! مزاج شریف کیسا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: الحمدللہ! فرمایا: ابوبکر! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے' صدیق اکبر نے عرض کی: آقا! جب سے آپ کی طبیعت خراب ہوئی ہے میں گھر نہیں گیا' آپ کی خدمت میں حاضر ہوں' اگر آپ اجازت دیں تو میں تھوڑی دیر کے لیے گھر سے ہو آؤں' سرکار نے فرمایا: ہاں! کوئی بات نہیں گھر چکر لگا آؤ' گھر والوں کی خیر خیریت پوچھ آؤ' حضرت ابوبکر اجازت لے کر گھر کی طرف چل پڑے' حضرت ابوبکر کا گھر مسجد نبوی سے دور ایک محلّہ تھا سنخ حوالی وہاں تھا' ابھی حضرت ابوبکر گھر پہنچے ہی ہوں گے کہ اُدھر سرکار کا وصال ہو گیا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی دوڑتے دوڑتے آپ کی خدمت میں آئے کہ حضور جلدی آیئے! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا ہے' صدیق اکبر نے جب یہ بات سنی تو آنکھوں میں آنسو آ گئے' آپ دوڑ کر سرکار کے آستانے کی طرف چلے' روتے بھی آتے ہیں اور کہتے بھی آتے ہیں: ''وا محمداہ '' اے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام! افسوس! آپ کا وصال ہو گیا'' انقطع ظھراہ '' اے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام! آپ کی وفات سے ابوبکر کی کمر ٹوٹ گئی' ابوبکر اکیلا ہو گیا' جب آپ مسجد نبوی شریف میں پہنچے تو سارے صحابہ کرام زار وقطار رو رہے تھے آپ نے کسی سے کوئی بات نہ کی' سیدھا سرکار کے کمرے میں تشریف لے گئے' سرکار کے والضحیٰ چہرہ سے کپڑا اٹھایا' سرکار کی پیشانی کو محبت سے چومنا شروع کر دیا' پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس ہاتھوں کو چوما' پھر سرکار کے قدموں کو بوسہ دیا' پھر سرکار کے

پاس بیٹھ گئے' رو کر عرض کی: آ قا! اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! آپ ظاہری زندگی میں بھی پاک تھے بعد وفات کے بھی پاک ہیں' آ قا! افسوس آپ ہمیں چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں چلے گئے' آ قا! اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اختیار دیتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بدلے کون مرنا چاہتا ہے' آ قا! ہم تیرے سارے غلام تیرے قدموں پر قربان ہو جاتے' مگر آپ کو دنیا سے نہ جانے دیتے' سوہنیا! اگر ساری دنیا بھی آپ کی جدائی پر روئے تو پھر بھی ہمارا غم دور نہیں ہو سکتا' آ قا! اب تو آپ ہمیں چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جا رہے ہیں' خدا عزوجل کے لیے ہمیں وہاں نہ چھوڑ دینا جس طرح یہاں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ حضرات! آپ سیرت صدیق اکبر کا مطالعہ کر کے دیکھیں' جتنا صدیق اکبر کو حسین ؓ کے نانے کے ساتھ پیار تھا' شاید اتنا پیار کوئی اُمتی سرکار سے نہ کر سکے گا' جب آپ سرکار کے خلیفہ بنے تو سارا دن خلافت کے فرائض سرانجام دیتے' جب دینی کام سے فارغ ہوتے تو سرکار کے روضہ پر تشریف لے جاتے' سرکار ﷺ کے روضہ کو دیکھ کر سرکار کی جدائی میں زار و قطار روتے' چند دنوں کے بعد سرکار کی جدائی میں آپ بیمار رہنے لگے' جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ڈاکٹر کو بلایا گیا' طبیب کو بلایا گیا کہ وہ دیکھے کہ امیر المؤمنین کو کون سی بیماری ہے؟ ڈاکٹر نے جب صدیق اکبر کی نبض دیکھی تو کہا: لوگو! صدیق اکبر کو جسمانی بیماری کوئی نہیں بلکہ یہ کسی کی جدائی میں بیمار ہیں' اگر مریض کو بچانا چاہتے ہو تو اس کو اس کے محبوب کا دیدار کرا دو' یہ خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔

جد توں نظراں نے تکیا اے رُخ یار دا
مرض وَدھدا گیا شوق دیدار دا
نبضاں پھڑ پھڑ حکیمو طبیبو تسی
پئے کی لبھدے اُو ایس بیمار چوں
ہور کجھ وی نئیں منگدا میں سرکار توں
جھولی خالی اے اکھیاں دے دیدار توں

ہن تے حافظ نوں وی دیدار دی خیر دے
کوئی خالی نہیں گیا تیرے دربار توں

صدیق اکبر فوت ہونے سے ایک دن پہلے خواب میں سرکار کا دیدار کرتے ہیں' سرکار نے فرمایا: ابوبکر! سناؤ کیا حال ہے؟ عرض کی: آقا! آپ کی جدائی میں تڑپ رہا ہوں' میرے آقا نے فرمایا: ابوبکر! اگر یہ بات ہے تو بتاؤ ہمیں کب آ کر ملو گے؟ سبحان اللہ! صدیق اکبر اپنے آقا کی بات سن کر اتنا درد کے ساتھ روئے کہ سارے گھر والے پریشان ہو گئے' صدیق اکبر عرض کرتے ہیں: ''واشرفا الیک یا رسول اللہ'' اے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام! دیکھئے آپ کے قدموں میں آ کر آپ کی زیارت کب نصیب ہوتی ہے' یہ بات کر کے صدیق اکبر نے رونا شروع کر دیا' اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: سجناں! رو نہیں اب جدائی کے لمحات ختم ہو گئے ہیں' اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو عنقریب ہماری ملاقات ہو گی' صدیق اکبر خواب میں یہ بات سن کر مسکرانے لگے' گھر والے یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے اور بڑے حیران ہو رہے تھے' جب صدیق اکبر کی آنکھ کھلی تو گھر والوں نے ساری بات بتائی کہ آپ سونے کی حالت میں پہلے روتے رہے پھر ہنسنے لگے' یہ کیا وجہ تھی؟ صدیق اکبر نے سارا خواب والا واقعہ سنایا۔ (سیرت صالحین ص ۹۰۔۹۲' شواہد النبوۃ ص ۲۶۲)

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ صدیق اکبر سرکار کے قدموں کو چوم کر سرکار سے باتیں بھی کر رہے ہیں اور رو بھی رہے ہیں' پھر صدیق اکبر نے رو کر اپنے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا: اے ابوبکر! تجھ پر افسوس ہے تو ابھی زندہ ہے' دیکھ تیرے پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام تجھے چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں جا رہے ہیں' پھر روتے روتے کمرے سے باہر تشریف لائے' جب صحابہ نے دیکھا کہ صدیق اکبر سرکار کا دیدار کر آئے ہیں تو سارے صحابہ اُٹھ کے صدیق اکبر کے ارد گرد جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے: اے یارِ غار مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام! بتایئے سرکار کی کیا حالت ہے؟ سرکار بے ہوش ہیں یا سرکار کا وصال ہو

گیا ہے‘ صدیق اکبر نے سنا تو رو کر فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام وصال فرما گئے ہیں‘ سرکار ہمیں چھوڑ گئے ہیں‘ سرکار ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے ہیں‘ صحابہ کرام نے سنا تو سرکار کے غم میں شدت سے رونے لگے اور کہنے لگے: اے صدیق! کیا سرکار کو غسل دے کر کفن پہنا کر جنازہ پڑھ کر دفن کر دیں گے؟ صدیق اکبر یہ بات سن کر فرمانے لگے: لوگو! صبر کرو کیونکہ خالق کائنات کا فرمان ہے: ”کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ “ (پ۲۷) کہ اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! فرما دیجئے کہ ہر چیز فنا ہو جائے گی ”وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ “ اگر کوئی ہمیشہ ذات رہنے والی ہے تو آپ کے ربِ عزوجل کی ذات ہے جو عزت اور عظمت والی ہے۔ حضرات! سارے صحابہ مان گئے مگر فاروقِ اعظم فرماتے ہیں: میں نہیں مانتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا‘ صدیق اکبر نے بار بار فرمایا: بھائی عمر! ایسی بات نہ کرو مان لو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بظاہر اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں‘ لیکن فاروق اعظم نے پھر بھی تسلیم نہ کیا‘ صدیق اکبر نے فاروق اعظم کو چھوڑ دیا‘ آپ منبر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تشریف لے گئے‘ مسجد نبوی صحابہ کرام سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہے‘ صدیق اکبر نے حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا: لوگو! یقین کر لو ہمارے آقا دنیا سے پردہ فرما گئے ہیں کیونکہ خالق کائنات نے خود اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرما دیا تھا کہ ”اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ “ (پ۲۳) اے میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام! آپ نے بھی وفات پانی ہے اور یہ کافر بے ایمان جو توحید و رسالت کو نہیں مانتے مر انہوں نے بھی جانا ہے‘ صدیق اکبر نے فرمایا: لوگو! ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اس کی پوجا اور پرستش کرتے ہیں‘ ہمارا معبود برحق اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے ہمارا خدا عزوجل وہ ہے جو موت اور فنا سے پاک ہے‘ جو ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا‘ فرمایا: کچھ لوگ نہیں مان رہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا ہے‘ وہ ذرا غور سے سن لیں کہ ”من کان یعبد محمدًا فان محمدًا قد مات “ جو انسان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبادت کرتا تھا تو وہ یقین کر

لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے" ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت "اور جو بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے وہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا' پھر آپ نے قرآن مجید کے پ۴ کی آیہ کریمہ پڑھی:
"وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ "نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر اللہ تعالیٰ کے رسول" قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلِ "آپ سے پہلے بھی کئی رسول تشریف لائے اور چلے گئے" اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ "اے لوگو! اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات پا جائیں یا شہید ہو جائیں' کیا تم اسلام کا دامن چھوڑ دو گے۔ حضرات! جب صدیق اکبر نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشق میں ڈوب کر یہ خطبہ دیا تو سارے صحابہ کو تسلی ہو گئی کہ سرکار کا وصال ہو گیا ہے۔ فاروق اعظم نے جب یہ بات سنی تو آپ فرماتے ہیں: میں نے پہلی مرتبہ یہ آیت سنی تھی' میں سن کر کانپنے لگا اور کانپتے کانپتے بے ہوش ہو گیا' جب ہوش آیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا ہے۔

(مدارج النبوت ج۲ ص۵۰۸-۵۰۹' سیرت ابن ہشام ج۲ ص۴۳۰-۴۳۱' تاریخ یعقوبی شیعہ ج۲ ص۱۱۴' تاریخ روضۃ الصفا شیعہ ج۲ ص۴۲۴' عقائد جعفریہ ج۲ ص۲۴۴-۲۴۹' افضل المواعظ ص۱۶۴-۱۶۷' تاریخ ابن کثیر ج۵ ص۴۲۲)

حضرت ابی ذؤیب سرکار کے صحابی ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ میرا ڈیرہ مدینہ شریف سے بارہ کلومیٹر دور تھا' میں اپنے ڈیرے پر ہی رہتا تھا' آپ فرماتے ہیں: جب رات سرکار کا وصال مبارک ہوا تو غیب کی طرف سے آوازیں آنے لگیں کہ لوگو! اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا ہے' تمہیں پتہ نہیں کائنات کا ذرہ ذرہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غم میں' سرکار کی جدائی میں رو رہا ہے۔ حضرت ابی ذؤیب فرماتے ہیں: میں یہ آوازیں سن کر پریشان ہو کر اُٹھ کے بیٹھ گیا' میں جب تیار ہو کے مدینہ شریف آیا تو مدینہ شریف کے بازاروں میں مدینہ شریف کی گلیوں میں مدینہ شریف کے محلوں

میں بچے' بوڑھے' جوان' عورتیں سرکار کے وصال میں دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔

(افضل المواعظ ص ۱۶۷)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد سارے صحابہ مسجد نبوی شریف میں بیٹھے ہیں' طرح طرح کے لوگ آ رہے ہیں' صدیق اکبر اور مولا علی سے تعزیت کرتے ہیں' سرکار کے وصال پر اپنے غم کا اظہار کر رہے ہیں' اچانک ایک بزرگ آئے' سفید داڑھی' بڑا حسین وجمیل چہرہ' خوبصورت لباس' اس نے دیکھا کہ مسجد نبوی میں جگہ کوئی نہیں تو وہ بزرگ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آگے آ کر جہاں صدیق اکبر اور مولا علی بیٹھے تھے' ان کے پاس آ کر بیٹھ گئے "فبکی" پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یاد کر کے رونے لگ گئے' کافی دیر تک روتے رہے' پھر صحابہ کرام کو کہنے لگے: لوگو! مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کا بڑا دکھ ہے' بڑا ارمان ہے مگر اب صبر کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا' صبر کرو کیونکہ جو بندہ صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ضرور اچھا اجر عطاء فرماتا ہے' پھر اس بزرگ نے سرکار کے آستانے کی طرف چہرہ کر کے کہا: "السلام علیکم اهل البیت ورحمة الله وبرکاته" اے نبی کے گھر والو! تم پر میرا اسلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہو' صبر کرو! انشاء اللہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا ضرور اجر عطاء فرمائے گا۔ وہ بزرگ تعزیت کر کے صحابہ کو تسلی دے کے آلِ نبی اولادِ نبی' ازواجِ نبی کو حوصلہ دے کے مسجد سے چلا گیا' لوگوں کو پتہ نہ چلا کہ یہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کا کیا تعلق تھا' جب مولا علی نے صحابہ کی حیرانگی کو دیکھا تو مولا علی نے فرمایا: "فقال علی اتدرون من هذا" لوگو! جانتے ہو یہ بابا یہ بزرگ جو ہمیں تسلیاں اور حوصلہ دے کر گیا ہے' کون تھا؟ صحابہ نے کہا: بھائی علی! ہمیں تو پتہ نہیں' تو مولا علی نے فرمایا: "هو الخضر علیه السلام" یہ عام بندہ نہیں تھا' یہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائی حضرت خضر علیہ السلام تھے جو سرکار کی تعزیت کے لیے تشریف لائے تھے۔

(مستدرک شریف' مرقات شریف' اشعۃ اللمعات' مرآۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۳۱۱' حصن حصین ص ۲۳۸۔)

۲۳۹' تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۲۸۱' معارج النبوت ج ۳ ص ۵۰۹)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب جذب القلوب میں لکھتے ہیں: جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا تو پورے مدینہ شریف میں اندھیرا چھا گیا' صحابہ کرام غم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بے حال ہو گئے' انسان تو ایک طرف جنات رو پڑے' مدینہ شریف کے پتھروں سے' ٹیلوں' سے درختوں سے بھی رونے کی آوازیں آنے لگیں' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے بلال جو سرکار کی ظاہری زندگی میں سارے گھر کے ناظم تھے' سرکار کے خزانچی تھے' میرے آقا کی مسجد کے مؤذن تھے' وہ سرکار کے غم میں دیوانوں کی طرح مدینہ شریف کی گلیوں میں پھرتے ہیں اور جو بندہ ملتا اس سے پوچھتے: بھائی! تو نے کہیں میرے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تو نہیں دیکھا؟ اگر دیکھا ہے تو خدا عزوجل کے لیے مجھے بتاؤ! وہ کہاں تشریف فرما ہیں' میں جا کر زیارت کرلوں گا۔ صحابہ کرام حضرت بلال کی باتیں سن کر رونا شروع کر دیتے' حضرت بلال رات دن سرکار کے غم میں روتے پڑتے' ایک دن حضرت بلال' صدیق اکبر کی بارگاہ میں حاضر ہوئے' عرض کی: امیر المؤمنین! رحمۃ اللہ علیہ جب سے مدنی آقا کا وصال ہوا ہے میں بڑا دکھی اور پریشان ہوں' میرا مدینہ شریف میں دل نہیں لگتا' اگر آپ اجازت دیں تو میں شام میں نہ چلا جاؤں؟ صدیق اکبر سن کر رو پڑے' فرمایا: بھائی بلال! تو میرے آقا کا بڑا پیارا غلام ہے' سرکار تجھ سے بڑی محبت فرماتے تھے' میرا تو دل نہیں کرتا کہ تو ہمیں چھوڑ کر دور چلا جائے' باقی تیری مرضی اگر جانا ضروری ہے ہم تمہیں منع نہیں کرتے۔ حضرت بلال' صدیق اکبر سے اجازت لے کر ملک شام میں دمشق شہر میں تشریف لے گئے' جب دمشق پہنچے تو یہاں بھی دن رات سرکار کے غم میں روتے تڑپتے' آپ کی بارگاہ میں ہر وقت درود و سلام کے گجرے پیش کرتے' چند مہینے گزر گئے' ایک دن آپ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد مصلیٰ پر بیٹھے درود و سلام پڑھ رہے تھے کہ آنکھ لگ گئی' سو گئے نیند آ گئی' خواب میں کیا دیکھا کہ سرکار آپ کے ویہڑے تشریف لائے ہیں۔ سبحان

اللہ! حضرت بلال خواب میں سرکار کے قدموں سے لپٹ جاتے ہیں۔ میاں محمد صاحب فرماتے ہیں کہ

سفنے دے وچہ ماہی ملیا تے میں گلے وچہ پالیاں باہواں
ڈردی ماری انکھ نہ کھولاں متاں فیر نکھڑ نہ جاواں

حضرات کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو سرکار خواب میں جلوے دکھا جاتے ہیں۔

اُس عاشق دے بھاگ سولڑے تے جہنوں روز حبیب دی دید ہوندی
جدوں روز حبیب دی دید ہوندی فیر عاشقاں دی اُوہدوں عید ہوندی
سنیا سچ نیازی سیانیاں توں دولت نال نہیں شان خرید ہوندی
اوہدا کرم ہووے گل بن دی اے ایویں نئیں فرید فرید ہوندی

حضرت بلال نے جب سرکار ﷺ زیارت کی تو بڑے خوش ہوئے' عرض کی: آقا! آج تو بڑی لجپالی فرمائی ہے' بڑی کرم نوازی فرمائی ہے' غلام کی کچی گلی میں تشریف لائے ہو' فقیر کے ویہڑے کو قدموں سے آباد فرمایا ہے' میرے آقا نے فرمایا: بلال! تو نے جو مدینہ چھوڑ دیا ہے' ہم نے سوچا کہ چلو' بلال کو مل آتے ہیں۔ سبحان اللہ! حضرت بلال نے ہاتھوں کو چوم کر عرض کی: آقا! بڑی مہربانی' سرکار نے فرمایا: بلال! یہ تیری زیادتی نہیں' یہ تیری بے وفائی نہیں کہ مدینہ چھوڑ آئے' تمہیں اتنا عرصہ ہو گیا ہے تم ہمیں پھر مدینہ شریف ملنے ہی نہیں آئے' کوئی بات نہیں کبھی مدینہ شریف میں بھی چکر لگا لیا کرو' قربان جاؤں بلال تیرے سچے پیار پر! تیری سچی محبت پر کہ ساری دنیا کے مؤمن کہتے ہیں: آقا! کبھی ہمیں بھی مدینہ شریف بلاؤ' کبھی ہمیں بھی حاضری کا موقعہ نصیب فرماؤ' اے بلال! تو کتنا خوش نصیب ہے کہ کائنات کا سلطان خود تمہیں بلانے آیا ہے۔

اِک واری محبوب بلاوے تے اسیں سر نوں پیر بنایئے
سر منگے تے اسیں سر دیئے اسیں کدی نہ دیِراں لایئے

کدی نہ یار دا شکوہ کریئے بھاویں سکدیاں ایں مر جایئے
اعظمؔ یا یاری نہ لایئے لایئے تے توڑ نبھایئے

حضرات یہ سرکار کی لجپالی ہے کسی کو خود آ کر زیارت کراتے ہیں' کسی کو مدینہ بلا کر زیارت کراتے ہیں' حضرت بلال نے سرکار کا دیدار کیا' سرکار کی قدم بوسی کی' سرکار دیدار کرا کے آنکھوں سے غائب ہو گئے' حضرت بلال کی آنکھ کھل گئی' اُدھر سحری کا وقت ہو گیا' حضرت بلال نے تازہ وضو کیا' تہجد کی نماز پڑھی' پھر سرکار کے ملنے کی خوشی میں شکرانے کے نفل پڑھے' پھر اذانِ فجر کے بعد صبح کی با جماعت نماز ادا فرمائی' پھر غسل کر کے نئے کپڑے پہن کے خوشبو لگا کے مدینہ شریف جانے کے لیے تیار ہو گئے' بیوی نے پوچھا: آج کہاں کی تیاری ہے؟ فرمایا: میری رفیقۂ حیات! میں مدینہ شریف اپنے سوہنے اور میٹھے میٹھے آقا سے ملنے جا رہا ہوں کیونکہ اب مجھے یہاں چین نہیں آ رہا کیونکہ

مدت پچھوں مینوں ماہی ملیا تے رہی عقل نہ ہوش ٹھکانے
باگ پئے سب درد دِلے دے تے ہوئے تازہ زخم پُرانے
آئی فیر بہار چمن وچہ تے مُڑ وسّے نین نمانے
اعظمؔ جان لباں توں پَرتی تے جدوں ڈٹھا یار سرہانے

حضرات بلال ضروری سامان لے کر اونٹنی پر سوار ہو کر مدینے شریف کی طرف چل پڑے' جب دمشق کے بازاروں سے گزرے تو لوگوں نے دیکھا کہ کملی والے کا مؤذن حضرت بلال بڑے بن سنور کر کہیں جا رہے ہیں' لوگوں نے آپ کا راستہ روک لیا' حضور! کہاں جا رہے ہو؟ فرمایا: مدینہ شریف' لوگوں نے کہا: حضور ابھی حج کا موسم تو بڑا دور ہے' آپ ابھی جا رہے ہیں۔ حضرت بلال نے فرمایا: لوگو! زندگی کا کیا پتہ حج کے موقعہ تک ہم زندہ بھی رہیں گے کہ نہیں' اس لیے آج ہی جاتے ہیں' لوگوں نے کہا: حضور! مدینہ شریف ابھی جانا ضروری ہے؟ فرمایا: ہاں! عرض کی گئی: بات کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ

آ گیا سدّا سانوں سجناں ولوں تے اسی نال خوشی ٹر چلے
یارا ساڈا راہ پیا ویکھے تے ساڈی قسمت بلّے بلّے
آ گئی رات وصال دی نیڑے تے ساڈے کیہڑے بخت سوتے
اعظم ایہناں لوکاں نوں کی وے ہویا تے ایہہ روکن کیہڑی گلّے

جب دمشق کے لوگوں نے سنا تو رو کر کہنے لگے: بلال! کتنے خوش نصیب ہو کہ سرکار نے خود آ کر تمہیں مدینہ شریف آنے کی دعوت دی ہے' کبھی تو ہمیں بھی مدینہ والا بلائے گا' کبھی تو ہمیں بھی سدّا آئے گا' کبھی تو ہماری سواریاں بھی مدینہ شریف کی طرف روانہ ہوں گی۔

وقت لائے خدا عزوجل ہم سب مدینہ چلیں
لوٹنے رحمتوں کے خزینے چلیں
سب کی منزل کی جانب سفینے چلیں
میری صائم دعا آج کی رات ہے

حضرت بلال مدینہ شریف کی طرف چل پڑے' دل میں یادِ خدا عزوجل ہے زبان پر درودِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور گویا کہتے جا رہے ہیں

ٹُر جندڑیئے چل چلئے جتھے مدنی دا ڈیرا اے
ایتھے کوئی نہ تیرا اے جتھے مدنی دا ڈیرا اے
بھانویں سفر لمیرا اے اساں جاناں مدینے نوں
ملنا عربی نگینے نوں سانوں شوق ودھیرا اے

چند دنوں کے بعد حضرت بلال مدینہ شریف پہنچ گئے' وضو کر کے سیدھے اپنے آقا کے روضہ پر گئے' پہلے درود و سلام کے گجرے پیش کیے' پھر قرآن پڑھ کر سرکار کی بارگاہ میں تحفہ پیش کیا' پھر سرکار کے روضہ کو چوما' سرکار کے قدموں کی خاک برکت کے لیے چہرے پر ملی' پھر اُٹھ کر سرکار کو تلاش کرنے لگے' کبھی سرکار کے کسی حجرے میں جاتے' کبھی

کسی کمرے میں جاتے' جب سرکار کا ظاہری دیدار نہ ہوا' پھر واپس روضہ انور پر آ گئے'
سرکار کی قبر انور کو کلاوے میں لے کر رو کر کہا: آقا! مجھے بلایا تھا کہ آؤ مدینہ شریف میں جاؤ'
جب غلام آیا ہے تو پھر پردے کے پیچھے چھپ گئے ہو' آقا اُٹھو دیکھو آپ کا بلال آیا ہے'
آپ کا کمی آیا ہے' آپ کے بچوں کو کھلانے والا بلال آیا ہے' آپ کے گھر کی نوکری
کرنے والا بلال آیا ہے' اِدھر حضرت بلال اپنے آقا سے درد بھری باتیں کر رہے ہیں'
اُدھر پورے مدینہ شریف میں یہ بات پھیل گئی کہ سرکار کے مؤذن حضرت بلال سرکار کے
دیدار کے لیے روضہ شریف پر آئے بیٹھے ہیں' مدینہ شریف کے لوگ حضرت بلال کو ملنے
کے لیے آنے لگے' صدیق اکبر آ گئے' فاروق اعظم آ گئے' حضرت عثمان آ گئے' مولا علی آ
گئے' مدینہ شریف کے جتنے بھی سرکار کے صحابی تھے' وہ سارے حضرت بلال سے ملنے کے
لیے آئے' ہر بندہ رو کر حضرت بلال سے ملتا اور کہتا: بلال! سرکار ہمیں چھوڑ گئے ہیں'
افسوس آپ بھی ہمیں چھوڑ گئے ہیں' حضرت بلال بھی لوگوں کی باتیں سن کر روتے رہے'
اتنے میں ظہر کی نماز کا ٹائم ہو گیا' لوگوں نے سیدنا صدیق اکبر سے عرض کی: امیر
المؤمنین! آج بڑا سنہری وقت ہے' اذان کا بھی ٹائم ہو گیا ہے' حضرت بلال بھی قدرتی
طور پر موجود ہیں' آپ حضرت بلال کو حکم دیں کہ یہ اذانِ ظہر پڑھیں' صدیق اکبر نے
فرمایا: میں نہیں کہتا' عرض کی گئی: بات کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ سرکار کے وصال کے
بعد میں نے ایک دن حضرت بلال کو اذان دینے کے لیے مجبور کیا تو حضرت بلال نے کہا
تھا: اے صدیق! جب آپ نے مجھے اُمیہ کافر سے خریدا تھا اور پھر آزاد کر کے سرکار کی
غلامی میں دیا تھا' یہ کام اپنی شہرت کے لیے کیا تھا یا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے؟ میں نے کہا
کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر' تو حضرت بلال نے مجھے کہا: اے صدیق! اُس پیارے
رب العالمین کا واسطہ! مجھے اذان کے لیے آج کے بعد نہ کہنا کیونکہ میں نے اب زندگی
میں پھر اذان نہیں دینی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد مجھ میں یہ
طاقت ہی نہیں رہی کہ میں مسجد کے مینارے میں کھڑا ہو کے اذان پڑھوں' اب لوگ

آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ حضرت بلال سے کیسے اذان دلوائی جائے؟ ایک بزرگ بولے کہ طریقہ میں بتاتا ہوں عمل تم کرو' حضرت بلال اذان ضرور دیں گے' لوگوں نے کہا: باباجی! کون سا طریقہ؟ فرمایا: حضرت بلال' امام حسن' امام حسین اور سیّدہ فاطمہ سے بڑی ہی محبت کرتے ہیں کیونکہ حضرت بلال پہلے سیّدہ فاطمہ کو بچپن میں کھلاتے رہے' پھر آپ کے شہزادوں کو کھلاتے رہے' اگر امام حسن اور امام حسین آ کر حضرت بلال کو اذان کی فرمائشیں کر دیں تو حضرت بلال کبھی انکار نہیں کر سکتے' اس بزرگ کی بات سن کر دو چار بندے حسنین کریمین کے پاس گئے' جا کر عرض کی کہ حضور! حضرت بلال آئے ہیں' اذان کا ٹائم ہے ہم کہیں ہو سکتا ہے وہ انکار کر دیں' آپ مہربانی کریں آپ حکم دیں تو یقیناً وہ آپ کی بات کبھی نہیں ٹالیں گے' حسنین کریمین نے فرمایا: کوئی بات نہیں! آپ چلیں ہم خود آ رہے ہیں' حسنین کریمین چل پڑے' عمر پاک آٹھ نو سال کی ہے' دونوں بھائی جب مسجد نبوی شریف میں تشریف لائے تو حضرت بلال نے دور سے شہزادوں کو دیکھ لیا' ان کی عزت کے لیے کھڑے ہو گئے' پھر آگے دوڑ کر حسنین کریمین کی طرف چلے' ادھر شہزادے بھی دوڑ پڑے' حضرت بلال نے دونوں کو سینے سے لگا لیا' دونوں کے رخسار چومے' ہاتھوں کو بوسہ دیا' قدموں کو چوما' پھر پوچھا: بیٹا! خاتونِ جنت سیّدہ فاطمہ کا کیا حال ہے؟ شہزادوں نے سنا تو رونے لگ گئے' حضرت بلال نے عرض کی: شہزادو! کیا بات ہے' روتے کیوں ہو؟ چچا جان! ہماری امی اپنے ابو کی جدائی میں دنیا چھوڑ کے ان کے قدموں میں چلی گئیں' چچا! ہم ماں کے رحمت والے سایہ سے محروم ہو گئے ہیں' حضرت بلال نے سنا تو آپ کی آہیں نکل گئیں' کافی دیر سیّدہ کے غم میں روتے رہے' پھر حسنین کریمین کو سینے سے لگا کر پیار کرنا شروع کر دیا' پھر فرمایا: بیٹا! میرے لیے کوئی حکم ہو تو بلال کی جان بھی تمہارے لیے حاضر ہے' حسنین کریمین نے فرمایا: چچا! اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی دراز کرے! ہمیں تو بڑی خوشی ہو رہی ہے کہ ایک عرصہ بعد آپ سے ملاقات ہو رہی ہے' چچا جان! نمازِ ظہر کا ٹائم ہو گیا ہے' ہمارا دل کرتا ہے کہ آج اُسی طرح

ایک مرتبہ اذان سنا دو جیسے ہمارے نانے کے ظاہری زمانے میں اذان دیا کرتے تھے‘ حضرت بلال نے سنا انکار نہ کر سکے‘ عرض کی: شہزادو! بتاؤ کہ کہاں کھڑا ہو کر اذان دوں‘ جہاں تمہارا حکم ہو گا بلال وہیں کھڑے ہو کر اذان دے گا۔ حسنین کریمین نے کہا: چچا جان! وہاں کھڑے ہو کر اذان سناؤ جہاں ہمارے نانے کے زمانے میں اذان دیا کرتے تھے۔ اللہ اکبر! حضرات حضرت بلال نے مسجد نبوی شریف سے باہر اذان کی جگہ پر جب اذان دینا شروع کی تو آسمانوں کے فرشتے بھی مرحبا پکار اُٹھے۔ حضرات یہ وہ حضرت بلال تھے جنہوں نے سرکار کے ظاہری زمانے میں ایک مرتبہ اذان نہیں پڑھی تھی تو سورج بھی نہیں نکلا تھا۔ سبحان اللہ! جب حضرت بلال نے اپنی مقدس زبان سے پڑھا: اللہ اکبر اللہ اکبر! تو مدینہ شریف کی دیواریں بھی وجد میں آ گئیں‘ فاطمہ پاک کے پاک بابے کا سبز گنبد جھومنے لگا‘ سرکار کے صحابہ کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے‘ ایسے لگتا تھا جیسے مدینہ شریف میں زلزلہ آ گیا ہے‘ حضرت بلال نے پھر پڑھا: اشہدان لا الٰہ الا اللہ‘ یہ کلمہ سن کر مدینہ شریف کا ہر فرد رو پڑا‘ مرد بھی رو پڑے‘ عورتیں بھی رو پڑیں‘ بچے بھی رو پڑے‘ بوڑھے بھی رو پڑے‘ جب حضرت بلال نے پڑھا: اشہدان محمد رسول اللہ‘ تو ایسے لگا جیسے مدینہ شریف میں قیامت آ گئی ہے‘ ہر بندہ اپنے گھر سے نکل کر باہر گلیوں میں آ گیا‘ آج صحابہ کرام کو سرکار کا ظاہری زمانہ یاد آ گیا‘ پرانے زخم تازہ ہو گئے‘ ایسے لگ رہا تھا جیسے سرکار اب دنیا سے تشریف لے جا رہے ہیں‘ سرکار اب غلاموں سے جدا ہو رہے ہیں۔ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ

تو بیلی تے سب جگ بیلی تے اَن بیلی وی بیلی
سجناں باہجھ محمد بخشا تے سنجی پئی اے حویلی

اِدھر صحابہ رو رہے ہیں اُدھر صحابیات رو رہی ہیں‘ چھوٹے چھوٹے بچے رو کر اپنی ماؤں سے پوچھتے ہیں: اماں! نبی پاک کا مؤذن حضرت بلال تو آ گئے ہیں اب سرکار کب تشریف لائیں گے؟ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جماعت کرانے تشریف لائیں گے؟

سرکار ہمیں اپنا دیدار کرانے آئیں گے؟ بچوں کی باتیں سن کر صحابیات کی چیخیں نکل گئیں۔ حضرات یہ صحابہ کا حال ہے' اُدھر حضرت بلال کا یہ حال ہے کہ جب آپ نے اشھدان محمد رسول اللہ پڑھا تو بند آنکھیں کھول کر مصلیٰ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو مصلے پر آمنہ کا لال نظر نہ آیا' آپ کے دل پر عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایسی چوٹ لگی کہ برداشت نہ کر سکے' جب حضرت بلال سرکار کی ظاہری زندگی میں اذان دیتے تو یہ کلمہ پڑھتے سرکار مصلے پر بیٹھے ہوتے' حضرت بلال زبان سے یہ رسالت کا کلمہ پڑھتے اور انگلی کا اشارہ سرکار کی طرف کرتے کہ لوگو! یہ سامنے اللہ تعالیٰ کا آخری رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہے' لیکن آج وہ منظر نظر نہ آیا' آج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مصلے پر نظر نہ آئے تو بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے' صحابہ دوڑے' حضرت بلال پر غشی کا عالم ہے' لوگوں نے منہ میں پانی ڈالا' بڑی مشکل سے ہوش آیا' پھر روتے روتے مدینہ شریف چھوڑ کر دمشق چلے گئے' پھر مدینہ شریف نہیں آئے۔

(تاریخ مدینہ ترجمہ جذب القلوب ص ۲۲۷۔۲۲۸' شرح حدائق بخشش ج ۸ ص ۱۱۱۔۱۱۲)

حضرت بلال پھر ساری زندگی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یاد کرتے تو آنکھوں سے آنسو آ جاتے' جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ کی آنکھیں بند ہیں' آپ کی بیوی آپ کے پاس بیٹھی خاوند کی جدائی میں آنسو بہا رہی ہے' آپ کی اہلیہ کو پتہ چل گیا کہ حضرت بلال کا اب بچنا محال ہے' آپ کی زندگی کے آخری لمحات ہیں' آپ کی بیوی نے رو کر کہا: ''واحرباہ'' ہائے نی میری مصیبت' حضرت بلال نے جب یہ الفاظ سنے تو تڑپ گئے' آنکھیں کھول کر فرمایا: اے میری رفیقہ حیات! یہ کیا کر رہی ہو؟ عرض کی: سچ کہہ رہی ہوں آپ فوت ہو جائیں گے جدائی کے صدمے دے جائیں گے' میں اجڑ جاؤں گی' میرا گھر برباد ہو جائے گا' اس لیے کہہ رہی ہوں: ''واحرباہ'' ہائے نی میری مصیبت' سیدنا بلال نے سنا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے' رو کر فرمایا: اپنے الفاظ بدل لو' ''واحرباہ'' نہ کہو کہ ہائے نی میری مصیبت' بلکہ کہو' ''واطرباہ'' واہ نی میریاں

خوشیاں‘ حضرت بلال کی اہلیہ نے عرض کی: حضور! یہ کیوں کہوں؟ فرمایا: جب میں فوت ہو جاؤں گا لوگ مجھے قبر میں دفن کر دیں گے تو میری قبر میں نبیوں کا امام آ جائے گا‘ فاطمہ کا بابا آ جائے گا‘ حسنین کا نانا آ جائے گا‘ آمنہ کا لال آ جائے گا‘ دُکھیوں کا غم خوار آ جائے گا‘ میرا سوہنا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام آ جائے گا‘ اے میری رفیقہ حیات! بتا یہ خوشی کی بات نہیں! یہ عید کا دن نہیں! (شفاء شریف ج ۲ ص ۶۳‘ مثنوی کی حکایات ص ۱۰۹)

لوکا مینوں آن ڈرایا تے رات قبر دی کالی
تے میں سُنیا اوتھے اُس نے اونا تے جھندے موڑھے کملی کالی

جب آپ فوت ہوئے تو آپ کو غسل دے کر کفن پہنا کر نمازِ جنازہ پڑھ کر دمشق کے قبرستان جامع صغیر میں آپ کو دفن کر دیا گیا‘ آج بھی آپ کا روضہ وہاں موجود ہے‘ لوگ فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔ حضرات توجہ فرمائیں! سرکار کے وصال پر صحابہ کتنے پریشان ہوئے‘ کتنے دُکھی ہوئے‘ کتنے غمگین ہوئے‘ سوچو! جب صحابہ کے دُکھ اور غم کا یہ عالم ہے تو سیّدہ طیبہ طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے غم کا کیا عالم ہو گا! کون فاطمہ جن کا میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دل کا ٹکڑا فرمایا تھا‘ جن کے آنے پر نبیوں کا امام کھڑا ہو جاتا تھا‘ جس کو سونگھ کر میرے نبی جنت کی خوشبو حاصل کیا کرتے تھے۔

سیّدہ فاطمہ کی کیفیت

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال مبارک ہوا تو سیّدہ فاطمہ کی جو کیفیت ہوئی‘ تاریخ بیان کرنے سے قاصر ہے‘ سیّدہ بے حال ہو گئیں‘ روتی تڑپتی اور بابے کو یاد کر کے کہتی: ”یا ابتاہ اجابہ ربًا دعاہ“ ”اے پیارے ابو جی! آپ نے ہمیں چھوڑ کر اپنے رب عزوجل کا بلاوا قبول کر لیا“ ”یا ابتاہ من جنۃ الفردوس ماواہ“ ”اے ابو! آپ نے ہمیں چھوڑ کر جنت الفردوس میں اپنا ٹھکانہ بنا لیا“ ”یا ابتاہ الی جبریل ننعاہ“ ”اے ابو جی! ہم آپ کی وفات پر جبریل علیہ السلام سے تعزیت کرتے ہیں‘ ان

سے اظہارِ افسوس کرتے ہیں' ابو جی! بتایئے آپ کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام وحی کس پر لے کر آئے گا؟ پھر سیّدہ فاطمہ نے چہرہ آسمانوں کی طرف اُٹھایا اور عرض کی: اے خالق کائنات! اب تیری بندی کا دل اس دنیا میں نہیں لگتا' مولا کریم! جلدی اپنی کنیز فاطمہ کو اپنے محبوب کے قدموں میں پہنچا دے' اے خالق کائنات! جلدی اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار کرادے اور قیامت والے دن اپنے محبوب کی شفاعت عطاء فرمانا! حضرت انس فرماتے ہیں: جب ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبر انور میں دفن کر کے فارغ ہوئے تو میں سرکار کی جدائی میں روتے روتے خاتونِ جنت کے آستانے کے پاس سے گزرا تو سیدہ نے میری آواز سن کر پردے کے پیچھے سے آواز دی: اے دردوں کے ساتھ رونے والے! تو کون ہے؟ حضرت انس کی آہ نکل گئی' رو کر کہا: اے خاتونِ قیامت! میں تیرے ابو کا خادم انس بن مالک ہوں' سیّدہ نے فرمایا: بھائی انس! کہاں سے روتے آ رہے ہو؟ حضرت انس نے عرض کی: اے سیّدہ! آپ کے ابو کو قبر انور میں دفن کر کے آ رہے ہیں' سیّدہ فاطمہ نے سنا تو رو پڑی' رو کر فرمایا: ''یا انس اطابت انفسکم ان تحثوا علیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم التراب'' اے انس! تمہارے دلوں نے یہ کیسے گوارا کر لیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم پاک پر مٹی ڈالو۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۳۳' مدارج النبوت ج ۳ ص ۵۰۷' بخاری شریف' مشکوٰۃ شریف' مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۲۹۰۔ ۲۹۱' سیرت حلبیہ' المستدرک' کنز العمال' طبقات ابن سعد' روضۃ الشہداء ج ۱ ص ۲۵۵)

سیّدہ یہ بات کر کے بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑیں۔ حضرات سیّدہ کا سرکار کی جدائی میں رونا' اشعار پڑھنا' بے ہوش ہو جانا یہ بے صبری نہیں تھی بلکہ باپ کی جدائی کی بے چینی تھی' سرکار کی یاد میں رونا آپ کی محبت میں تڑپنا یہ بہت بڑی عبادت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ فرماتے ہیں: جو بندہ سرکار کے غم میں سرکار کی جدائی میں روئے گا' اس آنکھ کو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن جہنم میں داخل تو کیا جہنم کی آگ بھی

نہیں دیکھنے دے گا' یہ مسئلہ صرف صحابہ تک محدود نہیں بلکہ قیامت تک جو بھی مسلمان جو بھی مؤمن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یاد کر کے روئے گا' سرکار کی جدائی کے غم میں آنسو بہائے گا' اللہ تعالیٰ اس کو بھی جہنم سے محفوظ فرما لے گا۔ سبحان اللہ! حضرات سرکار کے غم میں رونا' سرکار کو یاد کر کے رونا' یہ ہر عاشق پر' ہر محب پر ضروری ہے کیونکہ سرکار کے وصال پر ساری کائنات رو پڑی تھی اور قیامت تک سرکار کے نعرے مارنے نبی کے پیار میں روتے رہیں گے۔ (روضۃ الشہداء ج ا ص ۲۵۶)

ساری رات تڑپدیاں لنگھ جاندی اے غم دے مارے نہیں سوندے
جس رات نوں سوہنا چن نہ چڑھے اُس رات نوں تارے نہیں سوندے
دل تڑفے اکھ نہ لگدی اے سینہ سڑ کے جگر کباب ہویا
جس گھر دا مالک گھر نہ ہووے اُس گھر دے سارے نہیں سوندے

حضرات! دنیا میں بڑے بڑے دُکھی آئے ہیں اور قیامت تک آتے رہیں گے' بڑے بڑے رونے والے آئے ہیں اور قیامت تک آتے رہیں گے مگر محدثین کرام فرماتے ہیں کہ دنیا میں پانچ ہستیاں ایسی آئیں ہیں کہ جتنا وہ روئے ہیں شاید اتنا کوئی نہ روئے: (۱) حضرت آدم علیہ السلام جب آپ جنت سے نکالے گئے تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے تین سو سال روتے رہے اتنا روئے کہ آپ کے آنسوؤں میں کشتی چل سکتی تھی (۲) حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے کے غم میں' حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کی جدائی میں اسی (۸۰) سال روتے رہے' روتے روتے آنکھوں کا نور چلا گیا (۳) حضرت یوسف علیہ السلام اپنے ابو کے غم میں' حضرت یوسف علیہ السلام جب قید خانے میں درد کے ساتھ روتے تو سارے قیدی بھی بے ساختہ رونے لگ جاتے' رورو کر قیدیوں کا برا حال ہو جاتا' آخر کار قیدیوں نے مصر کے وزیر اعظم سے درخواست کی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کوئی الگ کمرہ الاٹ کیا جائے کیونکہ آپ کے رونے سے سارے قیدی بڑے پریشان ہیں' مصر کے وزیر اعظم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو

الگ کمرہ دیا' آپ وہاں بھی دن رات ابو کے غم میں ابو کی جدائی میں روتے تھے (۴) سیّدہ طیبہ طاہرہ خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غم میں اس قدر روتیں کہ مدینہ شریف کے درودیوار بھی رونے لگ جاتے' عرش کے فرشتے بھی روتے کیونکہ

یہ ہنستی تھی تو فطرت بے خودی میں مسکراتی تھی
یہ روتی تھی تو ساری کائنات روتی تھی

جب سیّدہ فاطمہ روتی تو سارے صحابہ ساری صحابیات رو پڑتی' شجر و حجر رونے لگ جاتے' سیّدہ ہر وقت ابو جی ابو جی کے نعرے لگاتی' ایک دن مدینہ پاک کے چند صحابہ نے حضرت علی سے عرض کیا کہ مولا! سیّدہ بڑے درد کے ساتھ روتی ہے' ان کو کہو کہ اتنا درد سے نہ رویا کرے کیونکہ ان کے رونے سے لگتا ہے کہ پوری کائنات رو رہی ہے' مولا علی نے گھر جا کر کہا: فاطمہ! تیرے بابے کے صحابہ یہ کہہ رہے ہیں' سیّدہ فاطمہ نے عرض کی: مولا! میں کیا کروں! میرے بس کی بات نہیں' میں بڑی کوشش کرتی ہوں کہ میں نہ روؤں لیکن اچانک بابا میرے سامنے آ جاتے ہیں' میں بے ساختہ ہو کر بابا کے نعرے لگاتی ہوں' مولا علی نے فرمایا: سیّدہ! آپ ٹھیک کہتی ہیں لیکن پھر بھی رونے پر کچھ کنٹرول کرو' ہم نہیں چاہتے کہ ہماری وجہ سے کسی کو تکلیف ہو' سیّدہ فاطمہ نے مولا علی سے عرض کی: آقا! آپ پریشان نہ ہوں' مجھے اب رونا آیا تو میں مدینہ شریف چھوڑ کر چچا امیر حمزہ کے مزار پر جا کر رو لیا کروں گی (۵) پیر سجاد' آپ واقعہ کربلا کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے' ان چالیس سالوں میں ایک بار بھی کسی نے آپ کو ہنستے نہیں دیکھا' جب آپ کے سامنے کھانا لایا جاتا تو آپ کے آنسوؤں سے وہ کھانا بھیگ جاتا تھا' ایک دن آپ کے غلام افلح نے عرض کی: حضور! آپ اتنا نہ رویا کریں مجھے تو ڈر لگتا ہے کہ کہیں روتے روتے آپ کا وصال ہی نہ ہو جائے' پیر سجاد نے فرمایا: افلح! میں تمہیں کیا بتاؤں جب مجھے کربلا کا خونی میدان یاد آتا ہے کہ کس طرح یزیدی ظالموں نے میرے بھائیوں پر' میرے

رشتے داروں پر' میرے خاندان والوں پر' میرے ابو پر تیر نیزے برچھے برسائے' پھر کس طرح ان کے سروں کو کاٹ کر نیزوں پر چڑھایا' پھر کس طرح ابن زیاد اور یزید نے میرے ابو کے سر کی توہین کی تو آنسوؤں کا سیلاب شروع ہو جاتا ہے' آنسو رکتے نہیں' افلح ابھی تو میں بڑا کنٹرول کرتا ہوں' اگر میں مکمل رووں غم کے ساتھ تو مجھے کوئی بندہ دیکھ بھی نہ سکے۔ محمد اعظم چشتی مرحوم فرماتے ہیں کہ

چھڈ دے بے درداں دی یاری تے متاں ہو جاوی دل کالا
ایس کولوں تنہائی چنگی تے جھڑی بخشے نور اجالا
اُوہ کی غم دی بولی سمجھے تے جہڑا خوشیاں دا متوالا
درد منداں رمزاں اعظم کوئی سمجھے درداں والا

(روضۃ الشہداء ج ا ص ۳۰۷۔۳۰۹)

حضرات! تو عرض یہ کر رہا تھا کہ سیّدہ فاطمہ بابے کے غم میں دن رات روتی' بابا بابا کے نعرے لگاتی' ایک دن مولا علی نے فرمایا: فاطمہ! اتنا نہ رویا کر' تمہیں یاد ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ظاہری زندگی میں تمہیں فرمایا تھا: فاطمہ! میرا وصال ہو جائے تو بے صبری نہ کرنا' صبر کرنا۔ سیّدہ بابے کی وصیت سن کر خاموش ہو گئی' عرض کی: مولا! میں خاموش ہو جاتی ہوں لیکن رات کو جب دنیا سو جائے' مجھے بابے کے روضہ پر لے جانا' شاید بابے کا روضہ دیکھ کر کچھ سکون آ جائے' مولا علی نے فرمایا: سیّدہ! فکر نہ کرو انشاء اللہ رات کو ضرور میں آپ کو سرکار کے روضہ پر لے جاؤں گا' شام ہو گئی' عشاء کی نماز پڑھ کر دنیا گھروں کی طرف چلی گئی' مسجد نبوی خالی ہو گئی' مولا علی کافی دیر سرکار کے روضہ کے پاس بیٹھ کر درود و سلام پڑھتے رہے' جب آدھی رات ہوئی' مولا علی گھر تشریف لائے' آپ نے کیا دیکھا کہ سیّدہ مصلے پر بیٹھے ذکر الٰہی کرتے کرتے بابے کی محبت میں آ کر بابے کی یاد میں آ کر بے ہوش ہو کے پڑی ہوئی ہے' مولا علی نے سیّدہ کے چہرۂ انور پر پانی چھڑکا' سیّدہ ہوش میں آ گئی' کیا دیکھا کہ مولا علی پاس بیٹھے ہیں' خاتونِ قیامت نے

عرض کی: مولا! رات کتنی گزر چکی ہے؟ فرمایا: آدھی رات ہوئی ہے' عرض کی: پھر مجھے بابے کے روضہ پر نہیں لے جانا' فرمایا: اسی لیے تو آیا ہوں کہ آپ کو سرکار کے روضہ پر لے جاؤں' جلدی کرو' تیاری کرو لیکن خیال کرنا رونا نہیں' کہیں مدینہ شریف کے لوگ جاگ نہ جائیں۔ سیّدہ اُٹھیں لیکن کمزوری کی وجہ سے اُٹھ نہ سکیں' مولا علی نے ہاتھ پکڑ کر اُٹھایا' سیّدہ نے سر پر چادر تطہیر رکھی' مولا علی نے ہاتھ پکڑا' سیّدہ کو ساتھ لے کر چل پڑے۔ حضرات یہ وہ سیّدہ فاطمہ تھیں جو سرکار کی ظاہری زندگی میں بابے سے ملنے آتی تو میرا نبی محبت کی وجہ سے بیٹی کے پیار میں اُٹھ کے کھڑا ہو جاتا تھا' لیکن افسوس آج سیّدہ فاطمہ اُسی پیارے بابے کے گھر نہیں مزار پر ملنے جا رہی تھی' سیّدہ فاطمہ جب بابے کے مزار پر آئی تو روضہ انور کو دیکھ کر برداشت نہ کر سکی' بے ہوش ہو کر گر پڑی' کافی دیر تک بے ہوش پڑی رہی' جب ہوش آیا تو آہیں بھرنے لگیں' پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے کہنے لگی: ابو! دیکھو آپ کے روضہ پر کون آیا ہے' دیکھو آپ کی بیٹی فاطمہ آئی ہے' کون فاطمہ جس کو آپ سونگھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: فاطمہ! مجھے تیرے جسم سے جنت کی خوشبو آتی ہے' ابو! میں آتی تھی آپ جتنے بھی مصروف ہوتے میری محبت میں اُٹھ کر کھڑے ہو جاتے' پھر آپ میرے ماتھے کو چومتے' بوسے دیتے' پھر فرماتے کہ فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہے' ابو جی! آج آپ کی دُکھی بیٹی مغموم بیٹی آپ کے روضہ پر آئی ہے تو میرے ساتھ بات بھی نہیں کرتے' بیٹی کو مرحبا بھی نہیں کہتے' بیٹی کو خوش آمدید بھی نہیں کہتے' بابا جی! دیکھو آپ کے بعد آپ کی بیٹی کا کیا حشر ہوا ہے' بابا! مجھے یہ دنیا اب اچھی نہیں لگتی' بابا! بیٹی کو قدموں میں بلا لو' کیونکہ

ہجر فراق تہاڈے بابا تے مار مکایا مینوں
باجھ تساڈے حالت دل دی تے آکھ سناواں کس نوں
دن تے رات فراق تُساں وچہ تے ہر دم روندی رہندی
تسبیح نام تُساں دی بابا تے پڑھدی اٹھدی بہندی

پھر سے سیّدہ فاطمہ نے سرکار کو رو کر عرض کیا: ''**یا خیر الخلق اللّٰہ مالک والتراب**'' اے ساری کائنات سے اعلیٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ قبر میں جلوہ فرما ہیں، بابا! آپ کو مٹی سے کیا تعلق ہے۔ اتنا کہہ کر بابے کے روضہ سے چمٹ گئیں اور چومنے لگیں، پھر سرکار کے روضہ سے مٹی اُٹھا کر اپنے چہرے پر ملی، پھر اتنا درد سے روئیں کہ مولا علی بھی رو پڑے، ستر ہزار فرشتے جو سرکار کی بارگاہ میں سلامی کے لیے حاضر تھے، وہ بھی رو پڑے، پھر مٹی مبارک سونگھ کر کہا: ''**ماذا علی من شم تربت احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا**'' بابا آپ کے روضہ کی مٹی سے کتنی پیاری خوشبو آ رہی ہے، پیارے ابو! جو بندہ ایک مرتبہ آپ کے روضہ کی مٹی سونگھ لے، پھر ساری زندگی اسے کستوری سونگھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جو خوشبو آپ کے روضہ کی مٹی میں ہے، وہ خوشبو عنبر اور کستوری میں کہاں ہے، پھر رو کر کہا: ''**حبت علی مصائب لو انھا حبت علی الایام حرن لیالیا**'' بابا آپ کی وفات کے بعد مجھ پر اتنی مصیبتیں اتنی پریشانیاں آئی ہیں، اگر یہ مصیبتیں دنوں پر آتی تو دن پریشانی کی وجہ سے کالی رات کی طرح ہو جاتے۔

(روضۃ الشہداء ج ۱ ص ۳۰۵۔۳۰۷، نور الابصار ج ۱ ص ۱۰۹، زرقانی شریف ج ۸ ص ۲۹۳، سفینہ نوح ج ۲ ص ۴۵۔۴۷، مدارج النبوت ج ۲ ص ۷۵۲)

حضرات! آپ سیرتِ سیّدہ فاطمہ کا مطالعہ کر کے دیکھیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد حسنین کریمین کی امی جان چھ مہینہ زندہ رہیں، ان چھ مہینوں میں کسی عورت نے سیّدہ فاطمہ کو مسکراتے نہیں دیکھا، بلکہ دن رات بابے کے غم میں روتی بابا بابا کے نعرے لگاتی۔ سیّدہ فاطمہ نے بابے کے غم میں کھانا پینا چھوڑ دیا، اس وجہ سے آپ بہت زیادہ کمزور ہو گئیں، مسلسل رونے سے جسم میں ہر وقت بخار رہنے لگا، گھر کا کام ایسے ہی پڑا رہتا۔ امیر المؤمنین صدیق اکبر ایک دن سیّدہ فاطمہ کی تیمارداری کے لیے تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ سیّدہ نا بابے کے غم میں رو رو کر کمزور ہو چکی ہیں، ہر وقت بخار کی کیفیت رہتی ہے، گھر میں کام کرنے والا کوئی نہیں، کھانا پکانے والا کوئی نہیں، بچے اور بچیاں چھوٹے

ہیں، صدیق اکبر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، آپ تیمارداری کرنے کے بعد گھر تشریف لے گئے، آپ نے اپنی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس کو بلایا: اسماء، عرض کی: جی حضور! فرمایا: آج میں نے سیّدہ فاطمہ کی حالت دیکھی ہے، آپ بہت زیادہ کمزور ہو چکی ہیں، ہر وقت بابے کے غم میں روتی رہتی ہیں، بخار سے جسم میں نقاہت آ چکی ہے، سیّدہ کے بچوں کو کھانا پکا کر بھی دینے والا کوئی نہیں، تم ایسے کرو اپنا گھر چھوڑ کر سیّدہ فاطمہ کے گھر چلی جاؤ، سیّدہ کی خدمت کرو، ان کے بچوں کی خدمت کرو، گھر کی صفائی کرو، برتن صاف کرو، گھر والوں کو کھانا پکا کر دو، جب تک سیّدہ ٹھیک نہیں ہو جاتی تم نے گھر نہیں آنا۔ سبحان اللہ! صدقے جاؤں صدیق تیری عظمت اور شان پر! آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹی اور سرکار کے گھرانے سے کتنا پیار ہے، سیّدہ فاطمہ کی خدمت کے لیے کوئی لونڈی نہیں بھیجی کوئی کنیز نہیں بھیجی حالانکہ آپ امیر المومنین تھے، پوری دنیا کے مسلمانوں کے متفقہ خلیفہ اور سربراہ تھے، آپ چاہتے تو کسی نوکرانی کی ڈیوٹی لگا دیتے کہ جاؤ مولا علی کے گھر جا کر خدمت کرو لیکن ناں صدیق اکبر نے لونڈی اور نوکرانی نہیں بھیجی بلکہ اپنی بیوی بھیجی، کیوں؟ اس لیے کہ صدیق اکبر مومنوں کو سرکار کے غلاموں کو بتانا چاہتے تھے کہ لوگو! میں آلِ نبی اولادِ علی کا دشمن نہیں ہوں بلکہ خیر خواہ ہوں، میں بھی نبی کے گھرانے کا غلام ہوں، میری بیوی بچے بھی سرکار کے گھرانے کے غلام ہیں۔ حضرات ایمان داری سے بتانا اگر صدیق اکبر سیّدہ فاطمہ سے عداوت رکھتے، مولا علی سے وَیر رکھتے تو اپنی بیوی کو خدمت کے لیے بھیجتے؟ نہیں! حضرات آج کوئی محلّہ کا کونسلر بن جائے، وہ اپنی بیوی دشمن کے گھر خدمت کے لیے نہیں بھیجتا، صدیق اکبر تو پوری دنیا کے سلطان تھے، انہوں نے کیسے اپنی بیوی دشمنوں کے گھر بھیج دی، کتنے بدنصیب ہیں وہ مولوی، وہ مجتہد، وہ ذاکر جو امام باڑوں میں ہو کر صدیق اکبر پر تبرا کرتے ہیں، آپ کی بارگاہ میں گستاخیاں اور بے ادبیاں کرتے ہیں، کہتے ہیں: صدیق اکبر، سیّدہ فاطمہ کا حق وراثت کھا گئے، آپ کو دھکے دے کر دربار سے نکال دیا، آپ پر اور مولا علی پر بڑے ظلم کرتے رہے۔ حضرات! مجھے اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم ہے جتنا پیار جتنی

محبت صحابہ کرام اور صدیق اکبر نے آلِ نبی اولادِ علی سے کی' اتنی محبت نہ کوئی ملنگ کر سکا ہے اور نہ قیامت تک کوئی ذاکر اور مجتہد کر سکے گا' صحابہ آلِ نبی اولادِ علی سے پیار کرتے بھی کیوں ناں' اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں خود اعلان فرمایا دیا: ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ''لوگو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کافروں پر بڑے سخت ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے بڑا پیار کرتے ہیں۔ حضرات! قرآن کہتا ہے کہ ان کا آپس میں پیار تھا' ہم کیسے مان جائیں وہ آپس میں دشمن تھے' انسان جھوٹا ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کا قرآن جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ صدیق اکبر نے اپنی بیوی حضرت اسماء کو سیّدہ فاطمہ کے لیے ان کے گھر بھیج دیا کہ اسماء جاؤ! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بچی کی طبیعت خراب ہے' ان کے گھر جا کر ان کی خدمت کرو' حسنین کریمین' سیّدہ زینب' سیّدہ اُم کلثوم کی خدمت کرو' ان کو کھانا پکا کر دو' ان کے گھر کی صفائی کرو' اسماء ان کی خدمت سے اللہ تعالیٰ بھی راضی ہو گا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بھی خوش ہو گی۔ سیدہ اسماء صدیق اکبر کا حکم سن کے سیّدہ فاطمہ کے گھر تشریف لائیں' سارے گھر والوں کی خدمت کرنی شروع کر دی' سیّدہ فاطمہ بڑی خوش ہوئیں کہ صدیق اکبر کا بھلا ہو' جنہوں نے ہماری خدمت کے لیے لونڈی نہیں بھیجی کنیز نہیں بھیجی بلکہ اپنی بیوی بھیجی' ایک دن مولا علی گھر تشریف لائے' رمضان شریف کا مہینہ چاند کی دو تاریخ' ہجرت کا گیارھواں سال' آپ نے کیا دیکھا کہ سیّدہ فاطمہ۔ بالکل ٹھیک ہیں' ایسے لگتا ہے سیّدہ بیمار ہوئی ہی نہیں تھی' کبھی آپ کو کوئی دُکھ اور غم آیا ہی نہیں تھا' مولا علی بڑے حیران ہوئے کہ سیّدہ فاطمہ اچانک ٹھیک کیسے ہو گئی ہیں' آپ چارپائی پر بیٹھ گئے' مولا علی نے دیکھا: سیّدہ سارے بچوں کو نہلا دھلا رہی ہے' پھر اچھے اچھے کپڑے پہنا رہی ہے' بیٹی زینب اور بیٹی اُم کلثوم کو تیار کر رہی ہیں' امام حسن اور امام حسین کو سرمہ اور کنگھی کر رہی ہیں' پھر خود آٹا گوندھا پھر روٹیاں پکائیں' مولا علی یہ منظر دیکھ کر حیران ہوتے رہے' جب سیّدہ فاطمہ سارے گھر کے کام سے فارغ

ہوئیں تو اب آپ مولا علی کی خدمت میں حاضر ہوئیں' مولا علی کا ہاتھ چوم کر عرض کی: حضور! آپ حیران ہو کر مجھے کیوں دیکھ رہے ہیں؟ مولا علی نے فرمایا: سیّدہ! آج چھ ماہ ہو گئے ہیں' میں ہر روز دیکھتا رہا ہوں کہ آپ کبھی روتی ہیں کبھی بے ہوش ہو جاتی ہیں' آپ کو کھانا پینا بھولا ہوا تھا' گھر کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں تھی' آج حیران ہوں کہ یہ انقلاب کیسے آ گیا ہے' یہ تبدیلی کس طرح آ گئی ہے کہ کھانا بھی خود پکا رہی ہو' بچوں کو تیار بھی خود کر رہی ہو' سیّدہ فاطمہ نے سنا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے' رو کر کہا: اے تاجدار ھل اتیٰ! اے شیر خدا عزوجل! میں یہ کام اس لیے خود کر رہی ہوں کہ میری اور آپ کی جدائی کا وقت قریب آ گیا ہے' اب میں اور آپ ہمیشہ کے لیے جدا ہونے والے ہیں' اب ملاپ اور وصال کے دن ختم ہونے والے ہیں' مولا علی نے سیّدہ کی یہ باتیں سنیں تو آنکھوں میں آنسو آ گئے' فرمایا: فاطمہ! یہ کیا کہہ رہی ہو؟ عرض کی: میرے آقا! میں صحیح کہہ رہی ہوں اب میں آپ کو چھوڑ کر اپنے پیارے ابو ﷺ کے پاس جا رہی ہوں' اب میں دنیا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں جا رہی ہوں' مولا علی نے فرمایا: سیّدہ یہ باتیں کیوں کر رہی ہو! تمہیں پتہ کیسے چلا ہے کہ ہماری جدائی کا وقت قریب آ گیا ہے؟ سیّدہ فاطمہ نے فرمایا: یا علی! آج گزشتہ رات میں مصلے پر بیٹھی بابے پر درود و سلام پڑھ رہی تھی کہ اچانک مصلے پر بیٹھے بیٹھے میری آنکھ لگ گئی' میں نے خواب میں کیا دیکھا کہ میرے پیارے ابو ایک بہت اونچی پہاڑی پر کھڑے ہیں اور چاروں طرف نظر مبارک کر کے دیکھ رہے ہیں' ایسے لگتا ہے کسی کا انتظار کر رہے ہیں' میں نے ابو کو دیکھ کر آواز ماری: ابو جی! ابو جی! آپ کہاں چلے گئے ہیں؟ ابو جی! میں تو آپ کی جدائی میں رو رو کر بے حال ہو گئی ہوں' میں تو دن رات ابوا بو کے نعرے مارتی ہوں' میں تو آپ کو ملنے کے لیے بڑی بے قرار ہوں' ابو! آپ مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے ہیں' یا علی! جب میں نے رو رو کے ابو جی ابو جی کر کے پکارا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے قریب تشریف لائے' مجھے دلاسہ دے کر فرمایا: بیٹی! رو نہیں صبر کر' میں تیرا ہی انتظار کر رہا ہوں' بیٹی! اب جدائی کا وقت ختم ہو گیا ہے' بیٹی! تیرا ابو تجھے لینے کے لیے آیا ہے'

بیٹی! اب میں تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گا۔ سیّدہ نے عرض کی: ابو! میں کس وقت آپ کے پاس آؤں گی؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بیٹی! اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تُو کل میرے پاس آ جائے گی' حضور سرکار یہ بات کر کے آنکھوں سے غائب ہو گئے' جب میری آنکھ کھلی تو ابو تو نہیں تھے مگر ابو کی خوشبو گھر میں پھیلی ہوئی تھی' حضور! ایسے لگتا ہے میں تین رمضان کو فوت ہو جاؤں گی' یہی وجہ ہے کہ میں بچوں کو تیار کر رہی ہوں' شاید میرے بعد میرے بچوں کو کوئی تیار بھی کرے گا کہ نہیں' کوئی میرے شہزادوں کے کپڑے بھی دھوئے گا کہ نہیں! حسن و حسین کے سروں میں کوئی کنگھی بھی کرے گا کہ نہیں' کھانا اس لیے پکایا ہے کہ آپ میرے کفن دفن میں مصروف ہوں گے تو اُس بھیڑ میں میرے بچے بھوکے نہ رہ جائیں۔ مولا علی نے جب یہ باتیں سنیں تو رو کر فرمایا: فاطمہ! ابھی تو آپ کے بابے کی جدائی والے زخم نہیں بھرے' تو بھی علی کو چھوڑنے کی تیاری کر رہی ہے۔ سیّدہ نے مولا علی کے ہاتھ پکڑ کر عرض کی: مولا! موت برحق ہے' موت سے کوئی نہیں بچ سکتا' میرا بھی وقت آ گیا ہے لیکن یا علی میرے ساتھ وعدہ کرو میں فوت ہو جاؤں تو رونا نہیں بلکہ صبر کرنا کیونکہ آپ کے رونے سے میرے شہزادے بھی رو پڑیں گے' اگر حسنین کریمین رو پڑے تو فاطمہ کی روح بے قرار ہو جائے گی' مولا! جب میں فوت ہو جاؤں تو میری طرف سے اجازت ہے آپ بے شک دوسری شادی کر لیں مگر خدا عزوجل کے لیے میرے بچوں کا خاص خیال رکھنا' ان کو رونے نہ دینا' یہ نہ ہو کہ یہ یتیموں کی طرح مدینہ شریف کی گلیوں میں پھرتے رہیں' انہیں چپ کرانے والا اور دلاسہ دینے والا بھی کوئی نہ ہو۔ پھر سیّدہ فاطمہ نے امام حسن اور امام حسین سے فرمایا: بیٹا! جاؤ ذرا جنت البقیع میں اپنے بزرگوں کی زیارت کر آؤ' ان کی روح کو ثواب کے تحفے پہنچا آؤ۔ حسنین کریمین چلے گئے' سیّدہ نے حضرت اسماء سے فرمایا: اسماء! عرض کی: جی بی بی جی! فرمایا: جب میرے بچے آئیں اگر روزہ افطار کا وقت ہو جائے پہلے ان کو کھانا دینا پھر میرے کمرے میں آنے دینا' عرض کی: ٹھیک ہے بی بی جی' کچھ دیر بعد حسنین کریمین گھر تشریف لائے' حضرت اسماء نے بچوں کو پیار کیا اور

عرض کیا: بیٹا! بیٹھو کھانا کھالو' حسنین کریمین نے فرمایا: خالہ! آپ جانتی ہیں ہم امی جان کے بغیر کھانا نہیں کھاتے' کیا بات ہے کہ آپ ہمیں اکیلے کھانا کیوں کھلوانا چاہتی ہیں' ہماری امی کی تو خیر ہے؟ حضرت اسماء نے عرض کی: بیٹا! آپ کی امی کی طبیعت خراب ہے اس لیے شاید وہ کھانا نہ کھائیں' آپ کھالیں۔ حسنین کریمین نے فرمایا: خالہ! صحیح کہتی ہو لیکن ہم امی کے بغیر کھانا نہیں کھائیں گے' یہ بات کر کے شہزادے کمرے میں چلے گئے' کیا دیکھا کہ سیّدہ فاطمہ چارپائی پر لیٹی ہوئی ہیں' مولا علی سیّدہ کو تسلیاں دے رہے ہیں' سیّدہ فاطمہ نے جب حسنین کریمین کو دیکھا تو آپ نے حضرت علی سے عرض کی: حضور! آپ شہزادوں کو فرمائیں کہ یہ نانے کے روضہ پر چلے جائیں تاکہ میں آپ سے آخری چند باتیں آپ سے کرلوں۔ مولا علی نے فرمایا: بیٹا! عرض کی: جی ابو جی! فرمایا: بیٹا! تمہاری امی جان کی طبیعت خراب ہے لہٰذا تم نانے جان کے روضہ پر جاؤ' زیارت بھی کرآؤ' امی کے لیے دعا بھی کرو' اللہ تعالیٰ ہماری امی کو صحت عطاء فرمائے۔ حسنین کریمین چلے گئے' مولا علی سیّدہ کے پاس بیٹھے ہیں' سیّدہ نے رو کر فرمایا: مولا! میں چند وصیتیں کرنا چاہتی ہوں' امید ہے شیر خدا عزوجل میری وصیتوں پر عمل ضرور کریں گے' مولا علی کے آنسو نکل آئے' سیّدہ کا سر اپنی گودی میں رکھ کر فرمایا: اے خاتونِ قیامت! دل چھوٹا نہ کر' رو نہیں بات کرو' آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟ سیّدہ فاطمہ نے عرض کی: حضور! میری پہلی وصیت یہ ہے کہ میں آپ کی زوجہ ہوں آپ میرے شوہر ہیں' خاوند کے بڑے حقوق ہوتے ہیں ہوسکتا ہے کہ زندگی میں میں نے آپ کی کوئی بات پوری کرنے میں دیر کی ہو یا میری کسی بات سے آپ کو تکلیف پہنچی ہو تو خدا عزوجل کے لیے مجھے اس کی معاف دے دینا' حضرت علی نے رو کر فرمایا: فاطمہ! کیا کر رہی ہو... مجھے اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! آپ جنتی عورتوں کی سردار ہیں' اللہ تعالیٰ کے حبیب کی لختِ جگر ہیں' جیسے آپ نے میرے گھر سوکھی گیلی کھا کر گزارا کیا ہے میں آپ کے احسان کا بدلہ نہیں دے سکتا' آپ کو میرے گھر کھانے کو کبھی ملا کبھی نہ ملا' آپ نے کبھی شکوہ نہیں کیا' آپ جیسی مجسمہ باوفا بیوی سے بھلا کون ناراض ہوسکتا ہے' سیّدہ

نے عرض کی: میرے مولا! میری دوسری وصیت یہ ہے کہ میرے بچوں سے ہمیشہ پیار کرنا' اگر میرے بچوں سے کبھی کوئی گستاخی ہو جائے تو معاف کر دینا' مولا علی نے فرمایا: فاطمہ! فکر نہ کرو' تیرے بچوں سے مثالی پیار کروں گا' سیّدہ نے عرض کی: حضور! میری تیسری وصیت یہ ہے کہ جس طرح مجھے زندگی میں کبھی کسی غیر محرم نے نہیں دیکھا بعد وفات کے بھی میرے جنازے پر کسی غیر محرم کی نظر نہ جائے' لہٰذا میں فوت ہو جاؤں تو رات کو میرا جنازہ اُٹھانا' حضور! میری چوتھی گزارش یہ ہے کہ جب مجھے قبر میں دفن کر دو تو مجھے بھول نہ جانا کبھی کبھی فاطمہ کی قبر پر ضرور چکر لگانا' حضور! جب آپ میری قبر پر آیا کریں گے' آپ نگاہِ ولایت سے دیکھنا کہ میری روح قبر میں سے اُٹھ کر آپ کا استقبال کیا کرے گی۔

جے کئی سالاں بعدوں سجناں تے توں قبرے تے پاویں پھیرا
تے قبر دے وچوں ہڈیاں اٹھ کے تے کرسن مُجرا تیرا

مولا علی سن کر زار و قطار رونے لگے' فرمایا: فاطمہ! تو کبھی کی بات کرتی ہے' اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہر روز میں تیرے مزار پر آیا کروں گا' سیّدہ نے مولا علی کا ہاتھ چوم کر عرض کی: حضور! مجھے آپ سے یہی اُمید ہے' مولا علی نے فرمایا: فاطمہ! چند باتیں میں بھی کرنا چاہتا ہوں' اگر اجازت دو تو کرلوں؟ سیّدہ نے عرض کی: مولا! ضرور فرمائیں' مولا علی نے فرمایا: فاطمہ پہلی بات یہ ہے کہ تو میری بیوی ہے' میرا تیرا خاوند ہوں' ہوسکتا ہے کہ خاوند ہونے کے ناطے میں نے تیرے ساتھ کبھی زیادتی بھی کی ہو یا تیرے حقوق میں کوئی کمی بھی رہ گئی ہو' بابے کے صدقے مجھے دنیا میں ہی معاف کر دو' سیّدہ نے عرض کی: حضور! آپ نے ساری زندگی میرے ساتھ اتنا پیار کیا ہے' اتنی محبت کی ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتی۔ مولا علی نے فرمایا: فاطمہ! میری دوسری بات یہ ہے کہ جب قبر میں جاؤ تو ضرور تیری قبر میں اللہ تعالیٰ کا حبیب آئے گا' آپ کی بابے کے ساتھ ملاقات ہوگی تو بابے کو میرا سلام عرض کرنا اور میری طرف سے کہنا کہ حضور دُکھی اور مغموم علیؑ کا سلام قبول فرمایئے' میری تیسری بات یہ ہے کہ بابے سے میری کوئی شکایت نہ کرنا۔ سیّدہ نے عرض کی: حضور!

آپ پریشان نہ ہوں' شکایت نہیں بلکہ آپ کی تعریف کروں گی۔

مرنا مرنا ہر کوئی آکھے تے میں وی اک دن مرنا
مرن توں پہلے جے ملے نہ سوہنا تے اس مرنے نوں کیہ کرنا
اک گل رکھنا یاد میری تے میرا جس دن ہووے مرنا
سب کجھ کرنا کر کے یارو تے میرا منہ روض ول کرنا
وقت اخیری سوہنے دا دیدار ہے اکھیاں کرنا
دید ظہوری جے ہووے تے فیر مرنے توں کیہ ڈرنا

ابھی سیدہ فاطمہ اور مولا علی آپس میں ایک دوسرے کو وصیتیں کر ہی رہے تھے کہ حسنین کریمین روتے روتے گھر میں داخل ہوئے' مولا علی اُٹھے دونوں شہزادوں کو اُٹھا کر سینے سے لگا لیا' فرمایا: بیٹا! کیا بات ہے' اتنا درد سے کیوں رو رہے ہو؟ عرض کی: ابو! پہلے یہ بتائیے کہ ہماری امی کی تو خیر ہے؟ فرمایا: بیٹا! یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو؟ عرض کی: ابو! جب ہم نانے کے روضہ پر زیارت کے لیے پہنچے تو ہمارے کانوں میں کسی کی آواز آئی کہ وہ دیکھو فاطمہ کے یتیم آ گئے ہیں' پھر کسی نے کہا کہ وہ دیکھو قیامت کے شفیع آ گئے ہیں' پھر آواز آئی: وہ دیکھو میرے جگر کے ٹکڑے آ گئے ہیں۔ ابو! یہ آوازیں سن کر ہم بڑے حیران ہوئے کہ یہ کون ہے آوازیں مارنے والا' تو غیب سے آواز آئی: اے حسنین کریمین! پہلی آواز ابراہیم علیہ السلام کی تھی' دوسری آواز حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تھی' تیسری آواز تمہارے نانے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی' ابو یہ آوازیں سن کر جب ہم نانے کے روضے پر پہنچے تو ہم نے نانے کے روضہ پر کھڑے ہو کر درود وسلام کے تحفے پیش کیے تو نانے کے روضے سے آواز آئی: اے حسنین کریمین! اے میری آنکھوں کے چین! جلدی جاؤ اپنی امی جان کا آخری بار جی بھر کے دیدار کر لو اور اپنی امی کو میری طرف سے پیغام دے دو کہ تیاری کر لے' تمہیں نبیوں کا امام نبیوں کے ساتھ لینے آ رہا ہے' یہ بات کر کے شہزادے زمین پر لیٹنے لگے اور کہنے لگے: امی جان! آنکھیں

کھولو! آخری بار اپنے یتیم شہزادوں کو سینے سے لگالو' سیدہ نے سنا تو اُٹھ کر بیٹھ گئی' دونوں کو سینے سے لگا کر چومتی بھی جاتی ہے اور روتی بھی جاتی ہے۔

(روضۃ الشہداء ج اص ۳۱۰-۳۲۰)

پھر سیدہ نے امام حسین کا چہرہ چوم کر فرمایا: بیٹا حسین! میں نے تجھے بڑے نازوں سے پالا ہے' بیٹا! تیرا بھائی تجھ سے بڑا ہے اس کا احترام کرنا' اس کا ہمیشہ ادب کرنا' بیٹا حسین! مجھے پتہ ہے تو دین کی بقاء کی خاطر ایک دن مدینہ شریف چھوڑ کر کربلا کے ریگستان میں ڈیرہ لگائے گا' بیٹا! وہاں اکبر کے جسم پر تیروں کی بارش ہوگی' اصغر کے حلق پر تیر لگے گا' عون محمد کی لاشوں پر گھوڑے دوڑیں گے' عابد کے پاؤں میں زنجیر پہنائیں جائیں گے' میری بیٹی زینب شام تک قیدی بن کے جائے گی' بیٹا! پھر تیرا بھی سر نیزے پر چڑھ جائے گا' بیٹا! تو نے دین کو بچانے کے لیے بڑے پرچے دینے ہیں' بیٹا! ان تمام پرچوں میں ثابت قدم رہنا' نیزے کی نوک پر چڑھ جانا مگر قرآن سے دور نہ ہونا' جب مدینہ شریف سے جانے لگنا تو نانے کے روضہ پر سلام عرض کر کے میری بھی قبر پر فاتحہ پڑھ کے مدینہ شریف چھوڑنا' بیٹا پریشان نہ ہونا گھبرانا نہیں' جب تو کربلا میں گھوڑے سے شہید ہو کر نیچے گرنے لگے تو تیری ماں تجھے گودی میں اٹھا کر سینے سے لگا لے گی' پھر سیدہ نے فرمایا: زینب! عرض کی: جی امی جی! فرمایا: بیٹی! میرے بعد اپنے بھائیوں کو اُداس نہ ہونے دینا' مدینہ چھوڑ دینا مکہ چھوڑ دینا مگر بھائی حسین کا دامن نہ چھوڑنا' بیٹی! میں دیکھ رہی ہوں کہ تیری جوڑی دین کی خاطر میدانِ کربلا میں شہید ہو جائے گی' بیٹی! اپنے بچے قربان کرا کے بے صبری نہ کرنا بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا کہ اس نے تیرے بچوں کی قربانی اپنی بارگاہ میں قبول فرمالی ہے' بیٹی! جب تیرے بھائی' بھتیجے' بھانجے' بیٹے میدانِ کربلا میں شہید ہو جائیں تو رات کو اُٹھ کر ان کا پہرہ دینا' پھر سیدہ نے امام حسن کو فرمایا: بیٹا حسن! تو سارے بہن بھائیوں سے بڑا ہے' تمام گھرانے کا خیال کرنا' بیٹا! میں دیکھ رہی ہوں کہ ظالم تجھے زہر دے کر شہید کر دیں گے' بیٹا کچھ بھی ہو جائے' ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر

بجالانا' سات آٹھ سال کے بچے ماں کی باتیں سن کر ماں کا چہرہ بھی دیکھ رہے ہیں اور زار وقطار رو بھی رہے ہیں۔ (خاک کربلا ص ۷۲)

حضرات! جب سیّدہ فاطمہ نے بچوں کو وصیت فرمائی تو مولا علی سے عرض کی: مولا! میں نہیں چاہتی کہ میری روح حسنین کریمین کے سامنے نکلے' آپ ان کو حکم دیں کہ یہ ایک مرتبہ پھر نانے کے روضے پر چلے جائیں' مولا علی نے شہزادوں کو پیار کر کے پھر نانے کے روضہ کی طرف بھیج دیا' جب شہزادے چلے گئے تو سیّدہ فاطمہ نے حضور کی بیوی اور مؤمنوں کی ماں حضرت اُم سلمہ سے کہا: اماں! فرمایا: بیٹا! کیا بات ہے؟ عرض کی: میں غسل کرنا چاہتی ہوں ذرا پانی تو لا کر دو' حضرت اُم سلمہ تازہ پانی لے کر آئیں' سیّدہ نے غسل فرمایا' غسل کرنے کے بعد فرمایا: اسماء! عرض کی: جی بی بی جی! فرمایا: میرے بابے نے مجھے ایک دن کافور خوشبو عطاء فرمائی تھی اور فرمایا تھا: بیٹا! یہ خوشبو جبریل علیہ السلام جنت سے لے کر آئے ہیں یہ رکھ لو' جب تیری وفات کا وقت قریب آئے تو آدھی تم استعمال کرنا آدھی علی استعمال کریں گے' وہ خوشبو فلاں الماری میں رکھی ہے' اُٹھا کر لے آؤ' حضرت اسماء وہ خوشبو اٹھا کر لے آئی' آپ نے اپنے کپڑوں کو لگائی' پھر فرمایا: اسماء! جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے حضرت علی غسل دیں گے تم اور ابو رافع کی بیوی سلمٰی مولا علی کے ساتھ مدد کرنا' عرض کی: ٹھیک ہے۔ (استیعاب' اسد الغابہ' رحماء بینھم ج ۱ ص ۱۶۰۔۱۶۱)

سیّدہ فاطمہ نے فرمایا: اسماء! اب تھوڑی دیر کے لیے باہر چلی جاؤ میں تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے چند باتیں کرنا چاہتی ہوں' حضرت اسماء باہر چلی گئی' سیّدہ نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا' مصلّٰی بچھا کر دو رکعت نفل پڑھے' پھر سر سجدے میں رکھ کر عرض کی: اے خالق کائنات! تیرے محبوب کی بیٹی تیری کنیز اور بندی زندگی کے آخری لمحات میں عرض کرتی ہے کہ میرے سارے گناہ معاف فرما دے' میری ساری خطاؤں سے درگزر فرما' پھر عرض کی: مولا! تجھے حسنین کریمین کی شہادت کا واسطہ مولا علی کی شجاعت کا واسطہ اپنے محبوب کی محبت کا واسطہ میرے بابے کے سارے گناہ گار اُمتیوں کے گناہ معاف فرما دے یا اللہ

عزوجل! میرے باپ کے امتیوں کو جہنم سے آزاد فرمادے' حضرت اسماء فرماتی ہیں: جب میں نے سیّدہ فاطمہ کی دعا سنی تو میری چیخیں نکل گئیں کہ کیا لجپال گھرانہ ہے موت سر پر کھڑی ہے' مگر باپ کی اُمت بخشوانے کی دعائیں ہو رہی ہیں۔

(روضۃ الشہداء ج ا ص ۳۲۰-۳۲۳)

پھر سیّدہ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے خالق کائنات! اب میری روح کی جدائی کا وقت آ گیا ہے اور تیرا فرمان ہے کہ ہر جان دار کی روح عزرائیل علیہ السلام نکالیں گے' اس قانون کے مطابق تو حضرت عزرائیل علیہ السلام میری بھی روح نکالیں گے' مولا! مجھے اعتراض تو کوئی نہیں تو مالک ہے تو جو چاہے کرے' تجھے کوئی روکنے والا نہیں لیکن مولا کریم جب سے تیری بندی فاطمہ نے ہوش سنبھالا ہے' اس نے آج تک کسی غیر محرم کا چہرہ نہیں دیکھا' عزرائیل علیہ السلام اگرچہ فرشتہ ہے لیکن میرے لیے تو غیر محرم ہے' اے پیارے رب العالمین! اگر مہربانی فرماؤ تو میری روح خود ہی قبض فرمالو' تو بڑی کرم نوازی ہوگی' تیرا کرم ہو جائے گا میرا پردہ رہ جائے گا' قدرت نے آواز ماری: فاطمہ! گھبرا نہیں جیسے تو کہتی ہے ایسے ہی کر لیتے ہیں' سارے انسانوں کی روح عزرائیل علیہ السلام قبض کریں گے' یار کی بیٹی کی روح ہم خود قبض کریں گے۔ علامہ اسماعیل حقی حنفی تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں: ''ان فاطمة لما نزل علیها ملك الموت لم ترض'' جب سیّدہ فاطمہ کی روح قبض کرنے کے لیے ملک الموت آئے تو سیّدہ فاطمہ نے عرض کی: مولا کریم! میں اس کو اپنی جان نہیں دوں گی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو واپس بلا لیا'' قبض الله روحها'' پھر حضرت فاطمہ کی روح اللہ تعالیٰ نے خود قبض فرمائی۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۴۰۳' روح البیان مترجم پ ۲۴ ص ۲۲۔ پ ۷ ص ۲۱۶' تفسیر نعیمی پ ۷ ص ۵۳۷)

صدقے جاؤں سیّدہ فاطمہ کے پردے پر! حضرات یہ تو دنیا ہے آپ کتابیں پڑھ کر دیکھیں جب قیامت کا دن آئے گا تو اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ اعلان کرے گا: لوگو! اپنی

اپنی نگاہوں کو جھکالو کیونکہ نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی پل صراط سے گزرنے والی ہے' سارے لوگ نظریں جھکالیں گے' سیّدہ فاطمہ ستر ہزار حوروں کے جھرمٹ میں پل صراط سے گزر کر جنت میں تشریف لے جائیں گی۔ (جامع المعجزات ص ۲۵۰۔۲۵۱)

سیّدہ فاطمہ جب فوت ہوئیں تو منگل کا دن تھا' نمازِ مغرب ہو چکی تھی' رمضان شریف کی تین تاریخ تھی' ہجرت کا گیارھواں سال تھا' آپ کی عمر مبارک اٹھائیس سال تھی' سیّدہ فاطمہ کے وصال کے بعد حسنین کریمین جب گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ سیّدہ فاطمہ چارپائی پر سوئی ہوئی ہیں' امام حسین نے فرمایا: بھائی حسن! امی جان کتنے آرام سے سوئی ہوئی ہیں لگتا ہے ہماری امی کو کچھ آرام آ گیا ہے' چلو تھوڑی دیر آرام کر لیں' امام حسن نے فرمایا: بھائی! جاؤ جا کر امی جان کو جگاؤ کہیں نمازِ مغرب قضاء نہ ہو جائے' جب امام حسین جگانے کے لیے قریب آئے تو قدرت کی طرف سے آواز آئی: حسین! تیری امی سوئی ہوئی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئی ہے' امام حسین نے خاتونِ قیامت کے چہرۂ انور سے پردہ ہٹایا تو نور کی شعاعیں نکل رہی تھیں' تمام بچے ماں کے قدموں میں گر گئے' رو کر کہا: امی جان! آپ کہاں چلی گئی ہیں' امی جی! آپ بولتی کیوں نہیں! امی جی! ہم آپ کے بغیر کیسے رہیں گے؟ ہم روئیں گے تو چپ کون کرائے گا' ہم روٹھیں گے تو ہمیں کون منائے گا' ہمیں تیار کون کرے گا' ہمیں کھانا کون کھلائے گا' ہم سوئیں گے تو ہمیں قرآن کی لوریاں کون سنائے گا' امی جی! ہم آپ کے بغیر نہیں رہنا چاہتے' ہمیں بھی ساتھ لے چلو۔ سیّدہ فاطمہ کے بچوں کی آوازیں سن کر سارے محلّہ کی عورتیں اور مرد حضرات اکٹھے ہو گئے' مولا علی مسجد نبوی میں نمازِ مغرب ادا فرما رہے تھے' کسی نے جا کر بتایا کہ حضور! سیّدہ فاطمہ کا وصال ہو چکا ہے' مولا علی نے سنا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے' آپ گھر تشریف لائے' تھوڑی دیر کے بعد پورے مدینہ شریف کے مرد حضرات اور عورتیں بھی آ گئیں' صدیق اکبر آ گئے' فاروق اعظم' عثمان غنی اور سارے سرکار کے صحابہ کرام تشریف لے آئے۔ شیعہ حضرات کے بہت بڑے عالم اور مولا علی

کے شاگرد علامہ سلیم بن قیس عامر اپنی کتاب سلیم بن قیس میں لکھتے ہیں کہ جس دن سیّدہ فاطمہ کا وصال ہوا تو مدینہ شریف کے تمام مرد اور عورتیں رونے لگیں' لوگ ایسے پریشان تھے جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر پریشان ہوئے تھے" فاقبل ابو بکر وعمر تعزیان علیًا "سیّدنا فاطمہ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر حضرت عمر' مولا علی کے پاس تشریف لائے افسوس کا اظہار کیا" ویقولون لہ یا ابا الحسن تسبقنا بالصلوٰۃ علیٰ ابنۃ رسول اللّٰہ "صدیق اکبر اور فاروق اعظم نے فرمایا۔ یا علی! جب سیّدہ فاطمہ کے جنازے کا وقت ہو تو ہمیں بتانا ہمارے بغیر نہ پڑھانا۔

(کتاب سلیم بن قیس الہلالی العامری ص ۲۲۶' رحماء بینھم ج ۱ ص ۱۶۸۔۱۶۹)

مولا علی نے سیّدہ فاطمہ کو غسل دیا' حضرات عورت کے مرنے کے بعد مرد عورت کو غسل نہیں دے سکتا' ننگے جسم ہاتھ نہیں لگا سکتا' البتہ چہرہ دیکھ سکتا ہے' جنازے کو کندھا دے سکتا ہے مگر مولا علی نے پھر سیّدہ فاطمہ کو کیوں غسل دیا' اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا: علی! دنیا کی عورتیں فوت ہو جائیں تو ان کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے وہ مرد کے نکاح سے نکل جاتی ہیں' لیکن فاطمہ جب فوت ہو گی تو اس کا تیرا نکاح نہیں ٹوٹے گا بلکہ فاطمہ دنیا میں بھی تیری بیوی ہے' آخرت میں بھی تیری بیوی ہو گی' اس لیے مولا علی نے سیّدہ کو غسل دیا۔ (تاریخ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۲' جامع معجزات ص ۲۵۰۔۲۵۱)

عشاء کی نماز کے بعد سیّدہ کا جنازہ اُٹھایا گیا جب جنازہ اُٹھا تو سارے مدینہ شریف کے لوگ سیّدہ فاطمہ کے جنازے میں شامل ہوئے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سارے صحابہ جو مدینہ پاک میں موجود تھے' وہ سیّدہ کے جنازے میں شریک ہوئے جب سیّدہ فاطمہ کا جنازہ جنازگاہ میں رکھا گیا تو مولا علی نے فرمایا: دوستو! صفیں درست کر لو' صفیں درست ہو گئیں' پہلی صف میں امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر مرادِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام' سیدنا فاروق اعظم مجسمہ حیاء' سیدنا عثمان غنی اور بڑے بڑے جید اور بزرگ صحابہ کرام موجود ہیں' صدیق اکبر نے فرمایا: بھائی علی! صفیں درست ہو گئی ہیں'

پڑھاؤ جنازہ۔ مولا علی نے عرض کی: امیر المؤمنین! آپ کے ہوتے ہوئے علی مصلے پر کیسے کھڑا ہوسکتا ہے' سیّدہ فاطمہ (ؓ) جنازہ علی نہیں پڑھائے گا بلکہ مؤمنوں کا امیر صدیق پڑھائے گا۔ اب پڑھیئے! علامہ ابن سعد کی طبقات ابن سعد' علامہ ابن کثیر کی تاریخ ابن کثیر' علامہ حضوری کی نزہۃ المجالس' شاہ عبدالحق کی مدارج النبوت' علامہ بیہقی کی بیہقی شریف' شیعہ حضرات کے علامہ ابن حریر کی نہج البلاغہ کی شرح ابن حدید' حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: ''صلّٰی ابو بکر الصدیق علٰی فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم فکبر اربعًا'' کہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹی سیّدہ فاطمہ کا جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھایا۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۷' مدارج النبوت ج ۲ ص ۵۹ ۷' تاریخ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۱۹۲' نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۴۵۱' سنن کبریٰ ج ۴ ص ۲۹' کنز العمال ج ۷ ص ۱۱۴' ریاض النضرہ ج ۱ ص ۲۹۸' تحفہ اثناء عشریہ ص ۲۲۵' رحماء بینھم ج ۱ ص ۱۷۱-۱۷۴' سفینہ نوح ج ۲ ص ۵۰-۵۳' شرح ابن حدید شیعہ ج ۴ ص ۱۰۰)

جب جنازہ پڑھا گیا تو مولا علی نے سیّدہ فاطمہ کو جنت البقیع قبرستان میں دفن کردیا' جب دفن کرنے لگے تو مولا علی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے' سرکار کے روضہ کی طرف چہرہ کرکے عرض کی: آقا! آپ کی بیٹی بھی ہمیں چھوڑ کر آپ کے قدموں میں آ گئی ہے' اپنی بیٹی کو سنبھال لو' زندہ نبی کی قبر انور سے آواز آئی: علی! میری بیٹی کو میرے حوالے کردو' پھر سرکار نے روضہ انور سے اپنے یداللہ والے گورے گورے ہاتھ مبارک باہر نکالے اور سیّدہ فاطمہ کو اپنی آغوش رحمت میں لے لیا۔ سبحان اللہ! (جامع المعجزات ص ۲۵۱)

صدقے جاؤں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک حیات پر! وصال فرمائے ہوئے چھ مہینے ہوگئے ہیں لیکن پھر بھی قبر انور سے آواز بھی دے رہے ہیں اور ہاتھ مبارک بھی نکال رہے ہیں۔ امام اہل سنت فرماتے ہیں ہے کہ

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

حضرت سیدہ فاطمہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لخت جگر تھیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل کا ٹکڑا تھیں، آپ کو تو غم ہونا ہی تھا' آپ نے تو پریشان ہونا ہی تھا' آپ کتابوں کو مطالعہ کریں' جنہوں نے بن دیکھے کلمہ پڑھا تھا' ان کا کیا حال ہوا؟

دیوانوں کا حال

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچازاد بھائی اور پیارے صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ملک شام میں ایک یہودی رہتا تھا' وہ ہر ہفتہ باقاعدگی سے تورات شریف کی تلاوت کرتا' یہ تورات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو خالق کائنات نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی' ایک دو ہفتہ کو شام کے وقت اس نے وضو کر کے پاک صاف ہو کے جب تورات شریف کو کھولا تاکہ تلاوت کروں تو جہاں سے اس نے تلاوت شروع کرنی تھی' کیا دیکھا کہ وہاں چار مقامات پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پاک لکھا ہوا ہے' آپ کے کمالات اور شان لکھی ہوئی ہے' وہ یہودی بڑا حیران ہوا کہ یہ تورات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور شان کون لکھ گیا ہے' اُسے یہ پتہ نہیں تھا کہ یہ نبی آخرالزمان کا نام ہے' اس نے سمجھا یہ کوئی عام انسان ہے' اس نے غصہ میں آ کر وہ کاغذ پھاڑ کر آگ میں جلا دیا' پھر تلاوت کر کے تورات کو اچھی طرح کپڑے میں لپیٹ کر الماری میں تالا لگا کر رکھ دیا' جب دوسرا ہفتہ آیا تو اس نے شام کے وقت پھر تورات کھولی تاکہ تلاوت کروں اس نے کیا دیکھا کہ سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پاک آٹھ مقامات پر لکھا ہوا ہے' سرکار کی شان کے قصیدے لکھے ہوئے ہیں' سرکار کے کمالات لکھے ہوئے ہیں' وہ پھر بڑا حیران ہوا کہ تورات میرے کمرے میں تھی' کپڑا لپٹا ہوا تھا' الماری پر تالا لگا ہوا تھا' میرے علاوہ اس کو کوئی اُٹھاتا بھی نہیں' پڑھتا بھی نہیں یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھ کون جاتا ہے؟ یہودی بڑا غصہ میں آ گیا' اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پاک کو

پھر مٹادیا جیسے آج کل کچھ لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پاک کو برداشت نہیں کر سکتے' جہاں لکھا ہو یارسول اللہ یا حبیب اللہ' یہ وہ جگہ پھاڑ دیں گے یا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قلم پھیر دیں گے لیکن سرکار کے دیوانے پھر یارسول اللہ لکھ دیتے ہیں۔ حضرات پتہ چلا کہ سرکار کے نام پر قلم پھیر دینا یا کاغذ پھاڑ دینا کہ یہ مؤمنوں والا کام نہیں' یہ یہودیوں اور بے ایمانوں کا طریقہ ہے۔ حضرات یاد رکھیں کہ سرکار کا نام قیامت تک نہیں مٹ سکتا' سرکار کا نام مٹانے والے سرکار کا ذکر مٹانے والے خود مٹ جائیں گے مگر حسنین کے نانے کا ذکر نہ مٹا ہے نہ مٹے گا' اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے پ ۲۸ میں ارشاد فرماتا ہے: "یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ" "لوگو! یہ بے ایمان یہودی عیسائی کافر مجوسی دھریئے میرے یار کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں' میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کرنا چاہتے ہیں" "وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ" "لیکن اللہ تعالیٰ اپنے یار کے نور کو بجھنے نہیں دے گا اگرچہ کافر تکلیف میں پھڑکتے رہیں۔ میاں صاحب فرماتے ہیں:

پھونکاں مار بجھایا لوکاں نور محمد ﷺ والا
نور محمد ﷺ کدی نہ بجھسی تے وعدہ حق تعالیٰ

تاجدارِ بریلی بھی یہی بات فرماتے ہیں کہ

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے
پر نہ ڈوبے نہ ڈوب ہمارا نبی ﷺ
بجھ گئی جس کے آگے سبھی مشعلیں
شمع وہ لے کر آیا ہمارا نبی ﷺ
غم زدوں کو رضا مژدہ دیجئے کہ ہے
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی ﷺ
سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی ﷺ

تو یہودی نے جب آٹھ مقامات پر سرکار کی عظمت کے ترانے دیکھے تو حسد کی وجہ سے عداوت میں جل گیا' اس نے وہ تورات شریف کا حصہ کاٹ کر جلا دیا' تورات پڑھ کر کپڑے میں لپیٹ کر الماری میں رکھ دیا' ہفتہ کو پھر شام کے وقت کھولی جب پڑھنے لگا تو کیا دیکھا' اب دو ورقوں پر بارہ مقامات پر بارھویں والے کی شان اور عظمت لکھی ہوئی ہے' یہودی بڑا حیران ہوا' کہنے لگا: یار! عجیب بات ہے میں جتنی مرتبہ محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام مٹاتا ہوں' یہ نام پھر دوگنا میری تورات پر لکھا جاتا ہے' یہ معاملہ کیا ہے' اگر میں اسی طرح تورات کے ورقے پھاڑ کر جلاتا رہا تو کہیں یہ نہ ہو کہ ساری تورات ہی محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پاک سے نہ بھر جائے' میں پتہ تو کروں کہ یہ محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں کون؟ کہاں کے رہنے والے ہیں' کیا کردار ہے کس شان کے مالک ہیں' عاشق لوگ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پاک پہلے تورات کی تختی پر لکھا جاتا تھا' اب اس کے دل کی تختی پر لکھا گیا' اس کے دل کی دنیا بدل گئی' دل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا چراغ جل پڑا۔

لگ گئی چوٹ محبت والی تے عشق نشے وچہ آیا
تن من دی رہی خبر نہ کائی تے ایسا عشق نے تیر چلایا

وہ تورات بند کر کے اپنے مذہب کے بہت بڑے عالم پادری پوپ کے پاس آیا اور آ کر اپنے عالم سے پوچھنے لگا' حضرت صاحب! مجھے یہ بتاؤ کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ہیں کہاں رہتے ہیں؟ پادری صاحب نے کہا: سیٹھ صاحب! بات کیا ہے' تم ان کے بارے کیوں پوچھ رہے ہو؟ اس یہودی نے کہا کہ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں' یہودیوں کے عالم نے کہا کہ سیٹھ صاحب ان کے پاس نہ جانا نہیں تو معاذ اللہ گمراہ ہو جاؤ گے' یہودی نے کہا: بات کیا ہے؟ میں کیسے گمراہ ہو جاؤں گا' تو یہودی عالم نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ ہے کہ وہ نبی آخر الزمان ہیں حالانکہ معاذ اللہ وہ جھوٹ بولتے ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کے نبی نہیں' اس یہودی نے کہا کہ وہ رہتے کہاں ہیں' یہودی عالم نے کہا:

پیدا وہ مکہ میں ہوئے ہیں لیکن چند سال ہوئے ہیں مدینہ شریف چلے گئے اس یہودی نے دل میں سوچا کچھ بھی ہو میں مدینہ شریف ضرور جا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار کروں گا' کیونکہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات اور شان کا نظارہ دیکھ چکا تھا' حضرات جن کو سرکار کا سچا عشق نصیب ہو جائے' پھر وہ مدینہ مدینہ کرتے ہیں' مدینہ پاک کو یاد کر کے روتے ہیں اور رو کر سرکار کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ:

میرے عربی پیاریا در تے بلا میرا روضہ تے آون نوں جی کردا
للہ کدی تے اپنا چہرہ وکھا میرا دکھڑے سناون نوں جی کردا
اے کالی کملی والڑیا مینوں بسمل وانگوں نہ تڑپا
اپنے قدمیں لگا نہ درتوں ہٹا میرا پلکاں وچھاون نوں جی کردا

جب اس یہودی نے اپنے مولوی کی بات سنی تو رو پڑا' رو کر کہنے لگا: مولوی صاحب! خدا عزوجل کے لیے مجھے مدینہ شریف جانے سے نہ روکو اب مجھے اس وقت تک چین نہیں آئے گا جب تک میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نہ کرلوں' وہ مدینہ شریف کا سارا پتہ سارا ایڈریس پوچھ کر اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ شریف کی طرف چل پڑا' پندرہ دن مسلسل سفر کر کے مدینہ شریف پہنچا' جب مدینہ شریف پہنچا تو سرکار کو وصال مبارک کیے دو تین دن کا عرصہ گزر چکا تھا' پورا مدینہ سرکار کی جدائی کے غم میں ڈوبا ہوا تھا' اتفاق سے اس کی سب سے پہلے ملاقات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ہوئی' حضرت سلمان فارسی بڑے حسین وجمیل تھے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑا حسن و جمال بخشا تھا' ویسے بھی رئیس کی اولاد کے فرد تھے' آپ بڑے پروقار طریقے سے رہتے تھے' اس یہودی نے جب حضرت سلمان فارسی کا نور بھرا چہرہ دیکھا تو سمجھا شاید یہی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اس یہودی نے حضرت سلمان سے عرض کی: "انت محمد" "حضور آپ کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے؟ حضرت سلمان نے جب اپنے میٹھے آقا کا نام سنا آنکھوں میں آنسو آ گئے' پھر زار و قطار

رونا شروع کر دیا' پھر رو کر فرمایا: بھائی جی! میں کہاں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کہاں' میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہوں' تاجدار کھڑی شریف حضرت میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان پاکستان بننے سے پہلے کشمیر میں میلاد شریف کے جلسے پر خطاب فرما رہے ہیں' مجمع میں مسلمان بھی موجود ہیں ہندو اور سکھ بھی بیٹھے ہیں' آپ کی تقریر جوبن پر ہے' منہ سے نور کے موتی جھڑ رہے ہیں' تقریر کرتے ہوئے میاں صاحب نے فرمایا: لوگو! اگر دنیا میں قبر میں حشر میں کامیاب ہونا چاہتے ہو تو آؤ کملی والے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دامن پکڑ لو' میرے آقا کا کلمہ دل و جان سے پڑھ لو' انشاء اللہ ہر مشکل آسان ہو جائے گی' ہر بگڑی سنور جائے گی' یہ کلمات اس محبت سے فرمائے کہ مجمع پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی' ہر بندے کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے' ایک ہندو مجمع میں سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا' کہنے لگا: میاں جی! یہ جس نبی کی شان سنا رہے ہو اس کا نام کیا ہے؟ فرمایا: میرے آقا کا نام ہے سیّدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' اس ہندو نے کہا: میاں جی! آپ کا بھی تو نام محمد ہے' اُن میں اور آپ میں فرق کیا ہے؟ حضرات! ہوتا آج کل کا کوئی گستاخ مُلا مولوانا' وہ منہ پھاڑ کر کہتا کہ وہ ہمارے ہی طرح تھے' وہ بڑے بھائی ہیں ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں مگر وہ گستاخ مُلا نہیں تھے' وہ سرکار کے سچے عاشق تھے اور ولی کامل تھے' ہندو کی بات سن کر رو پڑے' رو کر فرمایا: میاں! میرے اور حسنین کے نانے میں زمین آسمان کا فرق ہے' کہاں کملی والا کہاں مجھ جیسا گناہ گار' وہ سردار میں غلام' وہ آقا میں خادم' وہ رسول میں اُمتی' وہ پیر میں مرید' مجھ میں اور میرے نبی میں کروڑوں درجات کا فرق ہے' اگر ابھی بات نہیں سمجھ آئی تو آ میں تمہیں اپنی بولی میں بات سمجھا دوں' فرمایا کہ

ایہہ محمد ٹھگ اے اے محمد چور اے
خلقت جسدا کلمہ پڑھدی اُو محمد ﷺ ہور اے

سبحان اللہ! کیسا پیارا جواب دیا' حضرات! میاں محمد صاحب چور نہیں تھے ٹھگ نہیں تھے بلکہ ولی کامل تھے مگر سرکار کے مقابلے میں عاجزی اور انکساری کا اظہار فرما رہے ہیں'

مگر آج کل کے جو چور ہیں مدرسوں اور مسجدوں کا مال چوری کرنے والے وہ نبی کی مثل بنے بیٹھے ہیں، کہتے ہیں: جیسے نبی کے دو ہاتھ ہمارے بھی دو ہاتھ جیسے نبی کی دو آنکھیں ہماری بھی آنکھیں، جیسے نبی کے دو پیر ہمارے بھی دو پیر جیسے نبی کھاتا تھا ہم بھی کھاتے ہیں، جیسے نبی کی شادی ہوئی ہماری شادی ہوئی، جیسے نبی کے بچے تھے ہمارے بھی بچے، ہم اور نبی برابر۔ کتنے بدنصیب ہیں وہ اُمتی جو نبی کی مثل بننے کا دعویٰ کرتے ہیں، مگر ہمارا تو عقیدہ ہے عام انسان تو ایک تو کوئی نبیوں میں سے کوئی نبی بھی ہماری مثل نہیں۔

ویکھن نوں اُو ساڈے ورگا پر اسیں کدوں اُس مل دے
پتھر لعل دے بھائیں وکدے تے پھل کنڈیاں نال نہ تل دے
جہڑے راز حضور تے کھلے اُوہ ہر اک تے نہیں کھلدے
اعظم اوہ عرشاں تے پھدا تے اسیں گلیاں دے وچہ رُل دے

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ ملک شام کے یہودی نے حضرت سلمان سے پوچھا: حضور! آپ کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے؟ حضرت سلمان نے فرمایا: بھائی! میرا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے بلکہ میں کملی والے کا غلام ہوں، اب یہودی سوچنے لگا کہ پتہ نہیں اللہ تعالیٰ کے نبی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کہاں ہوں گے؟ اُدھر حضرت سلمان فارسی نے سوچا کہ اس پردیسی کو کیا جواب دیا جائے، اگر کہتا ہوں کہ سرکار کا وصال ہو گیا ہے کہیں یہ واپس نہ چلا جائے، طالب مطلوب تک نہیں پہنچ سکے گا، پروانہ شمع تک نہیں پہنچے گا، محب محبوب تک، منگتا غنی تک نہیں پہنچ سکے گا، اگر کہوں کہ سرکار گھر پر ہیں یا مسجد میں ہیں تو جھوٹ ہو جائے گا، حضرت سلمان نے فرمایا: پردیسی! پریشان نہ ہو، آؤ میں تمہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کے پاس لے چلتا ہوں وہ تمہیں صحیح سرکار کے بارے بتائیں گے کہ سرکار کہاں تشریف فرما ہیں، وہ یہودی حضرت سلمان کے ساتھ چل پڑا، حضرت سلمان اس کو لے کر مسجد نبوی میں پہنچے، مسجد نبوی میں سرکار کے سارے صحابہ اکٹھے پھوڑی بچھا کر سرکار کی تعزیت کے لیے بیٹھے ہیں۔ حضرات! توجہ کرنا سرکار کو دنیا

سے پردہ فرمائے ہوئے تین دن ہو گئے ہیں مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سارے صحابہ پھوڑی بچھا کر لوگوں کے انتظار میں تعزیت کے لیے بیٹھے ہیں' آج کل لوگ بڑا شور مچاتے ہیں کہ یہ پھوڑی کہاں لکھی ہوئی ہے' یہ مرنے والے کی روح کو ثواب پہنچانا کہاں سے ثابت ہے؟ دیکھئے! سرکار کے وصال کے بعد صحابہ سرکار کے غم میں پھوڑی بھی بچھا کر بیٹھے ہیں اور تعزیت اور دعا بھی کر رہے ہیں' یہ عمل صحابہ اپنی طرف سے نہیں کر رہے تھے' لازمی طور پر وہ سرکار کی سنت پاک پر عمل کر رہے تھے سرکار نے اپنی ظاہری زندگی میں یہ عمل کیا ہوگا' اس لیے صحابہ اس سنت پر عمل کر رہے تھے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی تھے جن کا نام تھا: معاذ بن مالک رضی اللہ عنہ یہ قبیلہ اسلم کے ساتھ تعلق رکھتے تھے' یہ شادی شدہ تھے' سرکار کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے' روزے رکھتے تھے' اللہ اللہ عزوجل کرتے تھے' ان سے ایک بہت بڑی غلطی ہو گئی' یہ ایک عورت سے زنا کر بیٹھے' بُرائی کرنے کے بعد بڑے پریشان ہوئے کہ میں نے تو اپنی جان پر بڑا ظلم کیا ہے' بہت بڑا کبیرہ گناہ کر بیٹھا ہوں' اب اپنے گناہ معاف کروانے کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے' سرکار مسجد نبوی شریف میں اپنے غلاموں کی جھرمٹ میں تشریف فرما ہیں' حضرت ماعز نے صلوٰۃ وسلام کے گجرے پیش کرنے کے بعد عرض کیا: ''یا رسول اللہ طهرنی'' آقا! میں بہت بڑا گناہ کر بیٹھا ہوں' میں زنا کر بیٹھا ہوں مجھے پاک کر دیجئے۔ سبحان اللہ! حضرات! حضرت ماعز نے گناہ اللہ تعالیٰ کا کیا ہے' نافرمانی اللہ تعالیٰ کی کی ہے' حدیں اللہ تعالیٰ کی توڑی ہیں' مگر معافی سرکار کی بارگاہ میں مانگنے آئے کھڑے ہیں' چاہیے تو یہ تھا کہ کعبہ شریف جاتے' غلاف کعبہ پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے یا مسجد نبوی شریف میں جاتے' نفل پڑھتے' پھر سر سجدے میں رکھ کر اللہ تعالیٰ کو مناتے مگر نہیں! حضرت معاز کعبہ شریف نہیں جاتے' مسجد نبوی شریف میں سر سجدے میں رکھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معافی نہیں مانگتے' گناہ بخشوانے آتے ہیں تو در مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آتے ہیں' کیوں؟ اس

لیے کہ انہیں اس مسئلہ کا پتہ تھا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے پ ۵ میں ارشاد فرماتا ہے:
''وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ'' لوگو! جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھو کوئی گناہ کر بیٹھو تو ''جَآءُوْكَ'' تو وہ سوہنا تیرے دربار میں آ جائیں پھر آ کر کہیں کہ اے والضحیٰ کے چہرے والے! حٰم کے کنڈلوں والے' یٰسین کے تاج والے' طٰہٰ کی شان والے' الم نشرح کے سینے والے' مازاغ کے ڈورے والے' لولاک کے تاج والے' اللہ تعالیٰ کے مقدس حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے غلطی ہوگئی' اب نگاہِ کرم کرو۔

کرم کی اک نظر ہم پر بھی ہو خدارا یا رسول اللہ
ہوں تمہارا میں تمہارا یا رسول اللہ ﷺ
کیوں کہ ظلم جانوں پہ جب بے بہا کر لیے
جرم و عصیاں شہا حد سے بڑھ گئے
تیرے مجرم تیرے در پہ حاضر ہوئے
اب انہیں بخشوانا تیرا کام ہے

اے آقا! اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی طاقت عطاء فرمائی ہے' آپ بڑی قوتوں کے مالک ہیں۔

تو نے قطروں کو دیکھا گہر کر دیا
تو نے ذروں کو دیکھا تو زر کر دیا
تو نے حبشی کو رشکِ قمر کر دیا
الٹا سورج پھیرانا تیرا کام ہے

حضرات! آپ احادیث مبارکہ کا مطالعہ کریں' آپ کو پتہ چلے گا کہ صحابہ کرام کو جب بھی کوئی پرابلم پیش آتی' کوئی پریشانی آتی' کوئی مصیبت آتی تو وہ فوراً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں حاضر ہو جاتے کہ آقا! یہ مصیبت آ گئی ہے' یہ پریشانی آ گئی ہے' نگاہِ کرم فرمائیں' اس پریشانی کا حل فرمایئے۔ صحابہ کو اولاد نہیں ملتی تو سرکار کے دربار

میں آتے ہیں' پانی نہیں ملتا تو سرکار کے دربار میں آتے ہیں' کھانا نہیں ملتا تو سرکار کے دربار میں آتے ہیں' بیمار ہو جائیں تو سرکار کے دربار میں آتے ہیں' بارش نہیں ہوتی تو سرکار کے دربار میں آتے ہیں' گناہ کر بیٹھتے ہیں تو سرکار کے دربار میں آتے ہیں' دنیا کا کوئی مُلوانا ایسی حدیث نہیں دکھا سکتا جس میں یہ بات ہو کہ صحابہ نے فرمایا ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں نہیں جانا چاہیے' حسنین کے نانے سے مانگنا شرک ہے' نبی کر کچھ نہیں سکتا' نبی دے کچھ نہیں سکتا' ناں! اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! ایسی کوئی حدیث ہے ہی نہیں' ہاں! یہ حدیثیں ہیں کہ سرکار کے صحابہ سرکار کے در پر جا کر ایمان کی' اولاد کی' گناہوں کی معافی کی خیرات مانگتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رمضان شریف کا مہینہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد نبوی میں تشریف فرما ہیں' سرکار کا ایک صحابی حضرت سلمہ بن صخر انصاری رضی اللہ عنہ سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوا' صلوٰۃ و سلام کے نذرانے پیش کر کے رو کر کہنے لگا: "ھلکت یا رسول اللہ" اے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام! میں ہلاک ہو گیا ہوں' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ "ما لك" کیسے ہلاک ہو گئے ہو؟ کیا پریشانی آ گئی ہے؟ حضرت سلمہ نے عرض کی: "وقعت علیٰ امرأتی وانا صائم" آقا! میرا بھی روزہ تھا میری بیوی کا بھی روزہ تھا' میں روزے کی حالت میں بیوی سے صحبت کر بیٹھا ہوں' آقا! میرا روزہ ٹوٹ گیا ہے میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے' سرکار نے فرمایا: پریشان نہ ہو' غلطی ہو گئی ہے' اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا۔ جب رمضان شریف گزر جائے تو اس کے بدلے ایک روزہ رکھ لینا اور اب جا کر ایک غلام آزاد کر دو تیرا کفارہ ادا ہو جائے گا۔ حضرت سلمہ نے عرض کی: آقا! آپ کا حکم بالکل ٹھیک ہے' مگر میں غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا' آقا! کچھ تخفیف فرمایئے! کچھ رعایت فرمایئے! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اچھا تو جب رمضان شریف گزر جائے تو اس ایک روزے کی قضا کے بدلے مسلسل ساٹھ روزے رکھنا یہ تیرے روزے کا کفارہ ہو جائے گا' حضرت سلمہ نے عرض کی: سوہنیا! ایک تو پورا

نہیں کر سکا' ساٹھ مسلسل کیسے رکھوں گا' مہربانی فرمائیے! رعایت فرمائیے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اچھا جا! پھر ساٹھ مسکینوں کو صبح شام کھانا کھلا دے تیرا روزہ پورا ہو جائے گا' عرض کی: آقا! غریب بندہ ہوں اتنے پیسے کہاں سے لاؤں' ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کے لیے' مہربانی فرمائیے' رعایت فرمائیے! سرکار نے جب حضرت سلمہ کی بات سنی تو ناراض نہیں ہوئے' غصہ نہیں فرمایا' بلکہ فرمایا: ''اجلس ''بیٹھ جا' کوئی اور ترکیب سوچتے ہیں۔ حضرت سلمہ فرماتے ہیں: میں بیٹھ گیا' سوچنے لگا کہ پتہ نہیں اب مجھے کیا سزا ملے گی' میں نے تین سزائیں تو قبول نہیں کیں' اب میرے لیا سزا تجویز ہوتی ہے۔ اِدھر وہ سوچ رہا تھا' حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ ''اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعرق فیہ تمر ''اُدھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک زمیندار صحابی ایک بہت بڑا کھجوروں کا ٹوکرا سرکار کی بارگاہ میں تحفہ کے طور پر یا خیرات کرنے کی غرض سے حاضر ہوا' صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کرنے کے بعد وہ تحفہ پیش کیا' سرکار نے تحفہ لے کر اس کے لیے رحمت کی دعا فرمائی' وہ سلام کر کے چلا گیا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آواز ماری: ''این السائل ''فرمایا: وہ سوالی کہاں ہے؟ وہ سوال کرنے والا' وہ مسئلہ پوچھنے والا کہاں ہے؟ حضرات! توجہ فرمائیں جو بندہ سرکار کی بارگاہ میں روزہ توڑ کر آیا تھا وہ سائل تھا یا مجرم؟ مجوم کہوں کہ ایک تو روزہ توڑ کے آیا تھا دوسرا شریعت کی سزا قبول نہیں کرتا لیکن نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ نہیں فرماتے کہ مجرم کہاں ہے' بلکہ فرمایا: سائل کہاں ہے' کیونکہ سرکار اس کو مجرم فرما دیتے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی سزا نازل فرما دیتا' سرکار نے فرمایا: مجرم ہوگا تو خدا عزوجل کا ہوگا میری بارگاہ میں تو منگتا بن کے آیا ہے' فرمایا: ''این السائل ''وہ سوالی کہاں ہے؟ حضرت سلمہ نے عرض کی: آقا! میں حاضر ہوں' میرے آقا نے فرمایا: ''قال خذ ھذا فتصدق بہ ''فرمایا: یہ کھجوروں کا ٹوکرا اُٹھا لو اور مدینہ شریف کے غریبوں' فقیروں' مسکینوں میں تقسیم کر دو' تیرے روزے کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔ حضرات! یہ ہے میرے آقا کا اختیار' میرے آقا کی حاکمیت' اللہ تعالیٰ کا قانون

کیا ہے کہ بندہ جان بوجھ کر روزہ توڑ دے تو ایک غلام آزاد کرے یا مسلسل دو مہینے روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو صبح شام کھانا کھلائے‘ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا قانون بتا رہے ہیں کہ جا یہ کھجوروں کا تھیلا لے جا مدینہ شریف کے غریبوں میں تقسیم کر دے‘ روزہ جانے مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جانے‘ کتنے بدبخت ہیں وہ وہابی مولوی جنہوں نے اپنی کتابوں میں یہ لکھ دیا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا‘ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک مختار نہیں۔ حضرت سلمہ نے وہ ٹوکرا اُٹھالیا‘ دو چار قدم چلے پھر واپس آ گئے‘ سرکار نے فرمایا: سلمہ! پھر واپس کیوں آ گئے ہو؟ عرض کی: آقا! آپ نے فرمایا ہے ناں پورے مدینہ شریف کے غریب لوگوں میں یہ کھجوریں تقسیم کروں‘ آقا! میں نے سارے مدینہ میں نظر دوڑائی ہے کہ سب سے زیادہ غریب کون کون لوگ ہیں‘ آقا! میں نے دیکھا ہے کہ سارے مدینہ شریف میں مجھ سے بڑھ کر اور کوئی غریب ہے ہی نہیں۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ سرکار‘ حضرت سلمہ کی بات سن کر مسکرانے لگے ''فضحك النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم حتی بدت انیابه ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اتنا ہنسے کہ آپ کے دانت مبارک چمکنے لگے۔

دند اُس دے سچے موتی تے اکھیاں نے مست خُماری
جد ٹردا عرشی فرشی آکھن تے واہ واہ ٹور پیاری

سرکار زور سے ہنسے‘ دانت پاک چمکنے لگے‘ سرکار نے فرمایا: اچھا بندہ ہے غلطی کر کے آیا ہے‘ کہا: غلام آزاد کر‘ کہتا ہے: نہیں کر سکتا‘ کہا: ساٹھ روزے رکھ‘ کہتا ہے: نہیں رکھ سکتا‘ کہا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا‘ کہتا ہے: نہیں کھلا سکتا‘ اب کہا ہے یہ کھجوریں غریبوں میں تقسیم کر دے تو اس کا ارادہ ہے کھجوریں بھی اپنے گھر لے جاؤں۔ میرے دوستو! ہوتا آج کل کا کوئی عالم‘ مفتی‘ شیخ الحدیث‘ شیخ القرآن تو ناراض ہوتا کہتا کہ یار تو عجیب انسان ہے یہ کھجوریں بھی تقسیم نہیں کر سکتا مگر وہ ''حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ الرَّحِیْمٌ'' کے تاج والے تھے‘ وہ رحیم بھی تھے وہ رحمت بھی تھے‘ سرکار نے جھڑکا

نہیں، اپنے دربار سے دھکے دے کے نکالا نہیں، کیوں؟ اس لیے کہ اگر میں نے اس کو دھکے دے کر نکال دیا تو اس کو سینے سے کون لگائے گا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''اطعمه اهلك '' سلمہ جا جا کر کھجوریں خود بھی کھالے، گھر والوں کو بھی کھلا دے، تیرا کفارہ ادا ہو جائے گا۔ (بخاری شریف ج۱ص ۲۵۹، مسلم شریف، ترمذی شریف ج۱ص ۹۱، مشکوۃ شریف ص ۱۷۶، مراۃ شرح مشکوۃ ج۳ص ۱۶۰۔۱۶۲)

حضرت علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ ہدایہ شریف میں لکھتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا اختیار استعمال فرماتے ہوئے یہ فتویٰ دیا تو حضرت سلمہ نے عرض کی: آقا! یہ فتویٰ میرے لیے ہی ہے یا قیامت تک آنے والے مسلمان بھی اس فتوے سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''لن تجزئ عن احد بعدك '' اے سلمہ! یہ صرف مسئلہ تیرے لیے ہے کوئی اور بندہ اس پر عمل نہیں کر سکتا۔ سبحان اللہ! امام اہل سنت فرماتے ہیں کہ

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو وہ یہاں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

صحابی کھجوروں کا تھیلا اُٹھا کر چل پڑا اور سرکار کے نعرے بھی مارتا جاتا ہے اور کہتا بھی جاتا ہے کہ

سدا وسدا رہوے تیرا دوارہ یا رسول اللہ
ایتھے ہوندا اے غریباں دا گزارا یا رسول اللہ ﷺ

حضرت سلمہ سرکار کی کرم نوازی پر بڑے خوش ہیں، خوشی خوشی جا رہے ہیں، راستے میں ایک صحابی ملا، ایک پیر بھائی ملا، اس نے کہا: سلمہ! تھوڑی دیر پہلے تم جا رہے تھے تو آنکھوں میں آنسو تھے، روتے جاتے تھے، اب مسکراتے جاتے ہو، کہاں گئے تھے؟ مسئلہ کیا تھا؟ حضرت سلمہ نے فرمایا: بھائی! کیا بتاؤں ایک مسئلہ کی وجہ سے بڑا پریشان تھا، سرکار کے آستانے پر گیا تھا، پوچھا: پھر ملا کیا ہے؟ فرمایا:

جتنا دیا سرکار نے مجھ کو اتنی میری اوقات نہیں
یہ تو کرم ہے اُن کا ورنہ مجھ میں تو ایسی بات نہیں

کیونکہ

روتی آنکھ ہنساتے یہ ہیں ڈوبی ناؤ تراتے یہ ہیں
جلتی آگ بجھاتے یہ ہیں چھوٹی نبضیں چلاتے یہ ہیں
رب ہے معطی یہ ہیں قاسم رزق اس کا کھلاتے یہ ہیں
اس کی بخشش اِن کا صدقہ دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں

حضرات! جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا اختیار استعمال فرماتے ہوئے صحابی کو فتویٰ دیا تو اللہ تعالیٰ ناراض نہیں ہوا' یہ نہیں فرمایا: محبوب! یہ کیا بات کر رہے ہو' میرا قانون اور ہے تم کون ہوتے ہو اپنی مرضی کرنے والے' ناں ناں! بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات خاموش ہے' کیوں؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ بتانا چاہتا تھا: لوگو! جو یار کا فیصلہ ہے وہی حقیقت میں میرا فیصلہ ہے' حضرات! تو بات یہ کر رہا تھا کہ حضرت ماعز سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے' عرض کی: آقا! میں گناہ کر کے ناپاک ہو گیا ہوں' مجھے پاک فرما دیجئے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''یزکیھم'' کا تاج عطاء کر کے ہمارے پاس بھیجا ہے' سرکار سمجھ گئے' یہ کیا کہنا چاہتا ہے' میرے آقا نے فرمایا: ''ارجع فاستغفر اللّٰہ وتب'' ماعز! جاؤ گھر چلے جاؤ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو' توبہ کرو' اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔ حضرت ماعز سرکار کا حکم سن کر گھر کی طرف چل پڑے' چند قدم چلے' پھر گناہ کا خیال آیا' پھر سرکار کی بارگاہ میں آ کر عرض کی: سوہنیا! میں گناہ کر بیٹھا ہوں' مجھے پاک فرما دیجئے' سرکار نے فرمایا: ماعز! تمہیں ایک مرتبہ کہہ دیا ہے جاؤ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو' اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرما دے گا۔ حضرت ماعز چلے گئے' مگر دل مطمئن نہیں ہو رہا' پھر مڑ کے آ گئے' سوہنیا! مجھے گناہ سے پاک فرما دیجئے' سرکار نے پھر وہی بات فرمائی' مطلب یہ تھا کہ کسی طرح یہ شریعت کی حد سے سزا سے بچ جائے' مگر حضرت ماعز بار بار سرکار کی

بارگاہ میں عرض کرتے: آقا! مجھے پاک فرما دیجئے! اب سرکار نے واضح کر کے پوچھا: بتا! تم کو کس گناہ سے پاک کروں؟ حضرت ماعز نے عرض کی: آقا! میں شادی شدہ ہوں میں فلاں نوکرانی فلاں کنیز سے زنا کر بیٹھا ہوں' میرے آقا نے پھر بھی اس کی بات ٹالتے ہوئے فرمایا: ماعز! کیا کہہ رہے ہو' کہیں تمہارا دماغ تو خراب نہیں' تم پاگل تو نہیں ہو گئے' عرض کی: آقا! میں بالکل ٹھیک ہوں' کوئی پاگل نہیں' فرمایا: سوچ لے! شاید تم نے اس کا بوسہ لیا ہو' عرض کی: آقا! نہیں میں نے اس سے بُرائی کی ہے' سرکار نے فرمایا: ماعز! تم بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو' کہیں تم نے شراب تو نہیں پی۔ سبحان اللہ! کتنا لجپال نبی ہے کتنا کریم نبی ہے' رحیم نبی نہیں چاہتے کہ اس کو سزا ہو' چاہتے ہیں یہ سزا سے بچ جائے' مگر حضرت ماعز بضد ہیں کہ مجھے گناہ کی سزا دی جائے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کو حکم دیا کہ ''فـرجم'' جاؤ! اس کو مدینہ کے چوک میں کھڑے کر کے رجم کر دو' اسے اتنے پتھر مارو کہ یہ پتھر کھا کھا کر وہیں مر جائے۔ حضرات! شرعی مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی کنوارہ مسلمان زنا کرے تو اسے لوگوں کے سامنے کھڑا کر کے سو کوڑے مارے جائیں' اگر شادی شدہ بندہ زنا کرے تو لوگوں کے سامنے اسے اتنے پتھر مارو کہ وہ وہیں مر جائے' کاش! ہماری اسلامی حکومت ہوتی تو دو چار زانیوں کو سنگسار کیا جاتا' پھر کوئی زنا نہ کرتا' دو چار چوروں کے ہاتھ کاٹے جاتے کوئی چور چوری نہ کرتا' دو چار ڈاکوؤں کو پھانسی چڑھایا جاتا کوئی ڈاکہ نہ مارتا' دو چار قاتلوں کو قتل کر دیا جاتا کوئی قتل نہ کرتا' لیکن افسوس! پاکستان میں ایسا کوئی نظام نہیں بلکہ جتنے چور ڈاکو شرابی زانی ہیں وہ ہمارے وزیر سفیر اور سربراہ بن جاتے ہیں' اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ آمین! تو صحابہ کرام نے حضرت ماعز کو جنت البقیع کے پاس کھڑا کر کے پتھر مارنے شروع کر دیئے تو تکلیف اور زخموں کے درد سے حضرت ماعز جان بچا کر وہاں سے بھاگے' صحابہ کرام بھی پیچھے' حضرت ابوسعید فرماتے ہیں کہ مدینہ شریف میں ایک میدان تھا حرہ' حضرت ماعز دوڑتے دوڑتے وہاں پہنچے' صحابہ بھی وہاں پہنچ گئے' وہاں بھی پتھر مارنے شروع کر دیئے حتیٰ کہ وہیں آپ فوت

ہو گئے' آپ کو غسل دے کر کفن پہنا کر نماز جنازہ پڑھ کر آپ کو دفن کر دیا گیا' نماز جنازہ کے بعد آپ کی تعزیت کے لیے لوگ آپ کے گھر میں بیٹھ کر تعزیت کرنے لگے' ایصالِ ثواب کرنے لگے' آپ کی بخشش کے لیے دعا کرنے لگے' حضرات! مؤمن فوت ہو جائے' مؤمن پریشان ہو جائے' اس کی تعزیت کرنی چاہیے' یہ بہت بڑا ثواب ہے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو بندہ اپنے مؤمن بھائی کی تکلیف میں تعزیت کرتا ہے تو ''کساہ اللہ سبحانہ من حلل الکرامۃ یوم القیٰمۃ '' تو اللہ تعالیٰ اس مؤمن کو تعزیت کرنے کے بدلے میں قیامت والے دن عزت کا جبہ عطاء فرمائے گا' عزت کا تاج عطاء فرمائے گا۔ (ابن ماجہ شریف حدیث:۱۶۶۴)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام دو یا تین دن حضرت ماعز کی تعزیت کرتے رہے' پھوڑی بچھا کر ایصالِ ثواب کرتے رہے اور لوگ حضرت ماعز کے بارے طرح طرح کی باتیں کرتے رہے' کچھ لوگ کہتے کہ ماعز نے زنا کر کے اچھا نہیں کیا' بڑا سخت گناہ کیا' پھر اُسی جرم میں مارا گیا' پتہ نہیں قبر میں ان کے ساتھ کیا سلوک ہو گا؟ اللہ تعالیٰ معاف بھی کرتا ہے کہ نہیں' کچھ لوگ کہنے لگے: یار! ایسا نہ کہو' اللہ تعالیٰ بڑا کریم ہے' بڑا غفور رحیم ہے' شاید وہ کرم فرما دے' حضرت ماعز بخشے جائیں۔ حضرت بریدہ فرماتے ہیں: دو یا تین دن یہ باتیں ہوتی رہیں' صحابہ کرام یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ ''ثم جآء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم '' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی پھوڑی پر تشریف لائے'' وھو جلوس '' اور صحابہ کرام بیٹھے تھے'' فسلم ثم جلس '' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سارے صحابہ کو سلام فرمایا' پھر سرکار بھی پھوڑی پر بیٹھ گئے'' فقال استغفروا لماعز بن مالک '' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لوگو! سارے ماعز بن مالک کے لیے بخشش کی دعا کرو۔ سبحان اللہ! حضرات توجہ کیجئے! ماعز کو فوت ہوئے تیسرا دن ہے' صحابہ پھوڑی بچھا کے تعزیت بھی کر رہے ہیں اور حضرت ماعز کے لیے بخشش کی دعائیں بھی کر رہے ہیں' پھر حسنین کریمین کا نانا بھی پھوڑی پر بیٹھ

کر حضرت ماعز کے لیے خود بھی بخشش کی دعا فرما رہے ہیں اور اپنے صحابہ سے بھی کروا رہے ہیں' آج کل لوگ کہتے ہیں: بندہ مر جائے تو کوئی دعا نہ کی جائے' ایصالِ ثواب کی کوئی ضرورت نہیں' یہ بدعت ہے ناجائز ہے حرام ہے کیونکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں' نہ یہ کام صحابہ نے کیا' نہ تابعی نے کیا' نہ تبع تابعی نے کہا' یہ بریلویوں کی ایجاد ہے۔ حضرات! دل کی آنکھیں کھول کر پڑھیے! یہ کام بریلویوں نے شروع نہیں کیا بلکہ بریلویوں کے تاجدار' اللہ تعالیٰ کے مقدس حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شروع فرمایا' پھر میں نہ مانوں کا علاج کوئی نہیں' منکرین کو آپ جتنے مرضی حوالے دکھائیں انہوں نے ماننا جو نہیں کیونکہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

جب سرکار نے حضرت ماعز کے لیے دعا فرمائی تو سرکار نے فرمایا: لوگو! تم میں سے بعض حضرات حضرت ماعز بن مالک پر اعتراض کر رہے تھے کہ پتہ نہیں ماعز بخشا بھی جائے گا یا نہیں' پتہ نہیں اس کا قبر میں کیا حال ہوگا؟ تو سنو! ''لقد تاب توبةً'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ماعز نے مرنے سے پہلے اتنی سچی توبہ کی ہے کہ ''لو قسمت بين امةٍ لو سمتهم'' اگر اس کی توبہ میں قیامت تک آنے والی ساری اُمت میں تقسیم کر دوں تو اللہ تعالیٰ ماعز کی توبہ کے صدقے میری ساری اُمت کے گناہ معاف فرما دے۔

(مسلم شریف ج ۲ ص ۶۲' شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۷۷۱۔۷۷۵)

حضرات! تو عرض یہ کر رہا تھا کہ جب وہ یہودی مسجد نبوی کے قریب پہنچا تو اس نے دیکھا کہ مسجد نبوی شریف سرکار کے صحابہ سے بھری ہوئی ہے' لوگ سرکار کے وصال میں غم زدہ اور تعزیت کر رہے ہیں' وہ سمجھ نہ سکا کہ یہ سارے حضرات کیوں جمع ہیں' اس نے دل میں خیال کیا کہ شاید آج مسلمانوں کا کوئی بڑا دن ہو' عید کا دن ہو یا اور کوئی اہم دن ہو' مسلمان وعظ تقریر کے لیے جمع ہیں' اس مجمع میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم

ضرور تشریف فرما ہوں گے' جب وہ مسجد نبوی کے گیٹ کے پاس پہنچے تو اس نے بلند آواز سے سرکار کی بارگاہ میں سلام عرض کیا: "السلام علیك یا ابا القاسم" اے ساری کائنات میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تقسیم کرنے والے نبی! ایک پردیسی کا سلام ہو" السلام علیك یا محمد" اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ایک شامی کا سلام ہو! جب اس یہودی نے سرکار کا نام لے کر سلام کے نذرانے پیش کیے تو سارے صحابہ کی چیخیں نکل گئیں' صدیق اکبر رو پڑے' فاروق اعظم کی آہیں نکل گئیں' عثمان غنی رو پڑے' مولا علی پر غشی کا عالم طاری ہو گیا' سارے صحابہ' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غم میں تڑپنے لگے' میں تو کہتا ہوں کہ مدینہ شریف کی دیواریں رو پڑیں' مدینہ شریف کے ذرات' پتھر' حجر و شجر رو پڑے' زمین و آسمان رو پڑے' مولا علی نے رو کر فرمایا: اے ہمارے نبی کی عظمت کو سلام کرنے والے پردیسی! تو کون ہے' کہاں سے آیا ہے؟ اور ہمارے زخموں پر نمک کیوں چھڑک رہا ہے؟ لگتا ہے تو مدینہ کا نہیں' تو کہیں دور سے آیا ہے' اگر تو مدینہ شریف کا ہوتا تو تجھے ضرور پتہ ہوتا کہ جس نبی پر تو عقیدت سے سلام کے گجرے پیش کر رہا ہے آج تین دن سے ہمیں چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تشریف لے گئے ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام وصال فر. گیا ہے' جب اس یہودی نے سنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پردہ فرما گئے ہیں تو اس کی چیخیں نکل گئیں' وہ روتے روتے زمین پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا: "واحسرتاه وضاع سفیری" ہائے افسوس! میری محنت برباد ہو گئی' میرا اتنا دور کا سفر کر کے آنا بیکار گیا" "یالیتنی لم تلدنی امی" کاش! میری ماں نے مجھے پیدا ہی نہ کیا ہوتا' اگر میں دنیا میں آ ہی گیا تھا تو میں تورات کا مطالعہ ہی نہ کرتا' اگر میں نے تورات کا مطالعہ کر ہی لیا تھا تو میں محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات اور شان نہ پڑھتا' اگر میں نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے قصیدے اور نعت پڑھ لی تھی تو میں اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیدار سے محروم نہ ہوتا۔ سبحان اللہ! حضرات یہ ہے عشق کی دنیا۔

کوئی کہندا خداوند باری تے ساڈی دُنیا دین سوارے
کوئی کہندا ایمان دی کشتی تے ساڈی لگ جائے پار کنارے
کوئی ہے بخشش دا شیدائی تے کوئی جنت توں جند وارے
اعظم ایہہ نہ آکھے کوئی تے رب عاشق کر کے مارے

حضرات! جب اس یہودی نے سرکار کے وصال کی خبر سنی تو سرکار کے صحابہ کو کہنے لگا: صحابہ! تم میں سے کوئی بندہ ایسا بھی ہے جو سرکار کی صورت مجھ سے بیان کرے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقشے اس طرح کے تھے؟ مولا علی نے فرمایا: بھائی! پریشان نہ ہو آ ؤ میں تمہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت کے بارے بتاتا ہوں کہ میرے نبی کو اللہ تعالیٰ نے کس طریقے سے بنایا تھا' اس نے پوچھا: سرکار! آپ کا نام کیا ہے؟ شیر خدا عزوجل نے فرمایا: بھائی! میرا نام علی ہے' اس یہودی نے کہا: آپ علی ہیں؟ فرمایا: ہاں! علی میرا ہی نام ہے' یہودی نے عرض کی: حضور! میں نے تورات میں کئی مقامات پر آپ کا بھی ذکر پڑھا ہے' اچھا بتائیے سرکار کی صورت مبارک کیسی تھی؟ مولا علی نے فرمایا: میرے آقا کا قد مبارک درمیانہ تھا' نہ بہت لمبا تھا نہ بہت چھوٹا تھا' لیکن آپ کا یہ کمال تھا جب آپ صحابہ کے ساتھ چلتے' سر مبارک آپ کا سب سے اونچا لگتا' سرکار کا سر انور گول تھا' پیشانی مبارک کشادہ تھی' آنکھیں ایسی خوبصورت تھی' لگتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یار کو مازاغ کا سرمہ پہنا کر دنیا میں بھیجا تھا' آبرو مبارک بڑے خوبصورت اور آپس میں ملے ہوئے تھے' دانت مبارک جدا جدا تھے' جب تبسم فرماتے تو دانتوں سے نور کی کرنیں نکلتی تھیں' اگر رات کو مسکراتے تو وہ ساری جگہ نور سے منور ہو جاتی' میرے آقا ساری کائنات کے بادشاہ تھے' لیکن آپ کی سیرت یہ تھی کہ گھر کے کام خود اپنے ہاتھوں سے کرتے' بازار سے سودا لاتے' لکڑیاں خود کاٹتے' جوتی مبارک ٹوٹ جاتی تو اپنے ہاتھوں سے اس کی مرمت فرماتے' اس لیے کام کر کر کے سرکار کے ہاتھ سخت تھے' پیٹ مبارک جسم سے ملا ہوا تھا' آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان قدرتی طور پر لکھا ہوا تھا: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول

اللہ' کلمہ شریف کے اوپر لکھا ہوا تھا: محبوب! تم جدھر اپنا رُخ انور کرو گے کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ مولا علی نے جب یہ صورت اور سیرت بیان فرمائی تو یہودی کہنے لگا: ''صدقت یا علی'' اے علی! آپ سچ فرما رہے ہیں' مولا علی نے فرمایا: بھائی! تو میرے بیان کی تصدیق کیسے کر رہا ہے؟ سرکار کا دیدار تو نے نہیں کیا' سرکار کے جلوے تو نے نہیں دیکھے' تمہیں کیسے پتہ چل گیا کہ میں سچ کہہ رہا ہوں' یہودی نے عرض کی: حضور! تورات میں اللہ تعالیٰ نے یہی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں لکھی ہیں جو آپ بیان فرما رہے ہیں' پھر اس یہودی نے کہا: یا علی! مجھ پر ایک اور بھی احسان فرمایئے' اگر آپ کے پاس سرکار کا کوئی کرتہ مبارک ہو تو وہ مجھے دکھا دیجئے تا کہ میں اس کو سونگھ کر نبوت کی خوشبو سونگھ سکوں' مولا علی نے حضرت سلمان فارسی سے فرمایا: بھائی سلمان! گھر جاؤ! سیّدہ فاطمہ سے کہو کہ وہ جبہ مبارک وہ کرتہ مبارک دو جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصال کے وقت پہنا ہوا تھا' حضرت سلمان دروازۂ بتول پر گئے تو گھر کے اندر سے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں' سیّدہ فاطمہ باپ کو یاد کر کے رو رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں: ''یا فخر الانبیاء'' اے سارے نبیوں سے ممتاز نبی! ''یا زین الاولیاء'' اے سارے ولیوں کی زینت نبی! افسوس کہ آپ ہمیں چھوڑ گئے' جب سیّدہ فاطمہ درد کے ساتھ روتی تو حسنین کریمین بھی روتے' سیّدہ زینب سیّدہ رقیہ مولا علی کی بیٹیاں بھی روتی' گھر کے در و دیوار بھی روتے' حضرت سلمان نے دروازہ بتول پر دستک دی' سیّدہ فاطمہ نے فرمایا: کون ہے یتیموں کا دروازہ کھٹکھٹانے والے! سیّدنا سلمان فارسی نے بڑے ادب سے عرض کی: بی بی جی! میں آپ کے ابو کا خادم ہوں میں سلمان فارسی ہوں' سیّدہ فاطمہ نے پردے کے پیچھے سے پوچھا: چچا سلمان! کیا بات ہے کیسے آنا ہوا؟ عرض کی: بی بی جی! مولا علی نے وہ کرتہ مبارک منگوایا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصال کے وقت پہنا ہوا تھا' سیّدہ فاطمہ نے فرمایا: چچا سلمان! خیر تو ہے کیا کرنا ہے؟ میرے ابو کے کرتے کو' حضرت سلمان نے ساری بات بتائی' سیّدہ فاطمہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کا جبہ مبارک عطاء فرمایا' حضرت سلمان وہ کرتہ مبارک لے کر مسجد نبوی میں پہنچے' صحابہ کرام نے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کرتے پاک کو سات مقامات پر پیوند لگے ہوئے ہیں' سات مقامات سے سلائی ہوئی ہے' حضرت سلمان نے وہ جبہ مبارک مولا علی کے ہاتھ میں دیا' سارے صحابہ نے باری باری اس کو چوم کر اپنے چہروں پر ملا' پھر اس یہودی کو دیا گیا' اس یہودی نے سرکار کے مقدس کرتے کو لے کر اپنے چہرے سے ملا تو اس کو جبہ سے سرکار کی بھینی بھینی خوشبو آنے لگی' پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقدس کرتہ سر پر رکھ کر سرکار کے روضہ انور پر آیا' سرکار کا روضہ دیکھ کر اس نے چہرہ آسمانوں کی طرف اُٹھایا اور رو کر کہنے لگا کہ ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمد رسول اللہ '' اے خالق کائنات! تو گواہ ہو جا! میں تیرے یار کے روضہ کے پاس کھڑا ہو کر اعلان کر رہا ہوں کہ تو وحدہٗ لاشریک ہے اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تیرے پیارے اور آخری رسول ہیں' پھر سرکار کی قبر انور کو چوم کر صلوٰۃ وسلام پڑھنے لگے اور کہہ رہا تھا کہ

لے سجناں اساں توڑ نبھائی تے جان دتی راہ تیرے
روز حشر نوں شرماں رکھ لئی تے کج لئی پردے میرے

پھر چہرہ آسمان کی طرف کر کے عرض کی: اے خالق کائنات! اب میں نے واپس گھر نہیں جانا' یار کا صدقہ میری دعا قبول فرما' قدرت نے آواز ماری: سجناں! تو بات کرنا کیا چاہتا ہے؟ تو اس نومسلم شامی نے عرض کی: ''اللّٰھم ان قبلت اسلامی '' اے خالق کائنات! اگر تیری بارگاہ میں میرا کلمہ پڑھ کے اسلام قبول ہو گیا ہے تو ''فاقبض روحی الساعۃ '' ابھی میری روح یار کے قدموں میں نکال کر موت عطاء فرما دے' جب اس نے یہ دعا مانگی تو اسی وقت زمین پر گرا اور فوت ہو گیا' مولا علی نے اس دیوانے کو اُٹھا کر غسل دیا' کفن پہنایا' صدیق اکبر نے اس کا جنازہ پڑھایا' سارے مدنی صحابہ نے اس کا جنازہ پڑھا' پھر اسے بڑے پروٹوکول کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔ سبحان اللہ!

(مدارج النبوت ج ۲' ص ۵۲۴۔۵۲۶' جامع المعجزات ص ۲۰۳۔۲۰۴)

عبادت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصور میں تیرے رہنا ریاضت اس کو کہتے ہیں
تیری مرضی پہ مر مٹنا شریعت اس کو کہتے ہیں
تیرے کوچے میں دفن ہونا جنت اس کو کہتے ہیں

علامہ ابن کثیر تفسیر ابن کثیر میں' علامہ نفسی تفسیر مدارک میں' شاہ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب میں' مولوی زکریا سہارن پوری دیو بندی اپنی کتاب فضائل حج میں' مفتی محمد شفیع دیو بندی اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ مدینہ شریف سے کچھ دور ایک گاؤں تھا' ایک بستی تھی' وہاں کے ایک نئے نئے مسلمان نے قرآن پڑھا' قرآن پڑھتے پڑھتے پ۵ کی یہ آیہ کریمہ پڑھی: ''وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ'' لوگو! جب اپنی جان پر ظلم کر بیٹھو تو میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں آجاؤ' تو اس نے ارادہ کر لیا کہ مدینہ شریف جاتا ہوں' سرکار کا دیدار بھی کروں گا' درود و سلام کے نذرانے بھی پیش کروں گا اور بخشش کی دعا کے بارے بھی عرض کروں گا کیونکہ ساری زندگی بتوں کی عبادت کی ہے' غیر اللہ کے سامنے سر جھکاتا رہا ہوں' اپنی جان پر بڑا ظلم کیا ہے' سرکار کرم فرمائیں گے' نگاہِ کرم فرمائیں گے' اللہ تعالیٰ یار کے صدقہ میری بخشش فرمادے گا' اپنا بیڑا پار ہو جائے گا' وہ مدینہ شریف پہنچا' اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی سے پوچھا: جناب! میں پہلی بار مدینہ شریف آیا ہوں' نیا نیا مسلمان ہوا ہوں' سرکار کا دیدار کرنا چاہتا ہوں' میری رہنمائی فرمائیں' مجھے سرکار کے آستانے تک پہنچادیں' آپ کی بڑی مہربانی ہوگی' صحابی نے یہ بات سنی تو آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے' زار و قطار رونے لگا' وہ دیہاتی بڑا پریشان ہوا کہ یہ بات کیا ہے؟ میں نے سرکار کا نام لیا ہے' یہ بزرگ رونے کیوں لگ گئے ہیں' اس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی: حضور! میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کہی' میں نے تو صرف آستانہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پوچھا ہے' آپ رونا شروع ہو گئے ہیں' سرکار کے صحابی نے فرمایا: بھائی! جس

رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے آپ پوچھ رہے ہیں' ان کو تو دنیا سے پردہ فرمائے ہوئے آج تین دن ہو گئے ہیں' میں رو اس لیے رہا ہوں کہ آپ نے آنے میں بڑی دیر کر دی ہے' سرکار ہم سے جدا ہو گئے ہیں' ہمیں چھوڑ کر مالک حقیقی کی بارگاہ میں تشریف لے گئے ہیں' جب اس مسلمان عربی نے یہ بات سنی تو وہ بھی زار و قطار رونے لگ گیا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشق میں تڑپنے لگا۔ میاں محمد صاحب فرماتے ہیں کہ

ہجر تیرا جے پانی منگے تے میں کھوہ نیناں دے گیڑا
جی کردا اے سامنے بہہ کے تے میں درد پرانے چھیڑا
تو بیلی تے سب جگ بیلی تے ان بیلی بھی بیلی
سجناں باہجھ محمد بخشا تے سنجی پئی اے حویلی

اس دیہاتی نے کہا: جناب! اگر سرکار کا وصال ہو گیا ہے تو مجھے روضہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی بتا دیجئے' میں وہیں جا کر سلامؑ کے تحفے پیش کر لیتا ہوں' اس صحابی نے روضہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچایا۔ مولا علی فرماتے ہیں: میں اس وقت سرکار کے روضہ انور کے پاس زیارت کے لیے بیٹھا تھا' وہ اعرابی آیا اور آ کر سرکار کے مزار پاک سے چمٹ گیا' زار و قطار رونے لگا' پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار پُر انوار سے خاک اُٹھائی اور اپنے سر پر ڈال کر عرض کرنے لگا: سوہنیا! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لوگو! جب تم میں سے کوئی جان پر ظلم کر بیٹھے تو میرے محبوب کے آستانے پر آ جاؤ' وہاں کھڑے ہو کر اپنی بخشش کے لیے دعا کرو' یار کے آستانے کے صدقہ سے دعا مانگو' پھر میرا یار بھی ید اللہ والے گورے گورے ہاتھ اُٹھا کر میری بارگاہ میں تمہاری سفارش کرے' مولا اس کو معاف فرما دے' پھر میں نے تمہارے گندے اعمال نہیں دیکھنے بلکہ آمنہ کے لال کے ہاتھ دیکھنے ہیں کہ یار بھی تمہاری سفارش کر رہا ہے' یار کا صدقہ تمہاری ساری خطاؤں پر قلم پھیر دوں گا۔

خدا عزوجل کی عظمتیں کیا ہے محمد ﷺ مصطفیٰ جانے
مقامِ مصطفیٰ کیا ہے محمد ﷺ کا خدا عزوجل جانے

صدا کرنا میرے بس میں تھی میں نے تو صدا کر دی
وہ کیا دے گا میں کیا لوں گا سخی جانے گدا جانے
قبر دا خوف دے دے کے مینوں لوکی ڈراؤندے نے
اوتھے سرکار نے اونا اے قبر جانے نبی جانے

حضرات جب اس اعرابی نے سرکار کے مزار پُر انوار کی مقدس مٹی اٹھا کر سر پر ڈالی' پھر سرکار سے بخشش کی اپیل کی تو مدینہ پاک میں کئی ہزار صحابہ موجود تھے کسی نے اس کو نہیں روکا کہ او دیہاتی! یہ کیا کر رہے ہو؟ کسی نے نہیں کہا کہ معاذ اللہ! سرکار تو مر گئے ہیں' اب قبر میں سوائے ہڈیوں کے کیا ہے' گناہ اللہ تعالیٰ نے بخشنے ہیں' اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو' یہ کیا شرک کر رہے ہو' نبی کچھ نہیں کرسکتا۔ ناں! اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! کسی صحابی نے یہ نہیں کہا' مگر بدنصیب وہابی غیر مقلد مولوی اسماعیل دہلوی بول پڑا' اپنی بدنام زمانہ کتاب تقویۃ الایمان ص ۵۷ پر لکھتا ہے کہ معاذ اللہ سرکار مر کر مٹی میں مل گئے ہیں' حضرات کتنا بُرا عقیدہ ہے لیکن ہمارا ایک نمبر سنیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ سرکار اپنی قبر انور میں کل بھی زندہ تھے' آج بھی زندہ ہیں' قیامت تک زندہ رہیں گے' سرکار کا تو مقام بہت اعلیٰ ہے' ہمارا تو عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ولی بھی اپنے مزارات میں زندہ اور حیات ہیں' جن بے ایمانوں نے نبی کو مردہ لکھا ہے یا جن کا عقیدہ ہے' نبی مر گئے ہیں وہ خود مردہ ہیں' ان کے ایمان مردہ ہیں۔

جنہاں دے مر گئے اوہو ای کہن مر گئے
ساڈا تے ہے ہر اک تاجدار زندہ
مولا علی زندہ غوث جلی زندہ
ہندا ولی زندہ اے میری سرکار زندہ
صابر پاک تے بابا فرید زندہ داتا صاحب دا پاک دربار زندہ
مہر علی تے احمد رضا زندہ حضرت بابا فقیر دلدار زندہ

ساڈا نبی زندہ ساڈے ولی زندہ
ہر مزار زندہ ہر دربار زندہ
صائم ولیاں دی گل تے اک پاسے
رہن ولیاں دے خدمت گزار زندہ

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ اس اعرابی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور کی مٹی اُٹھا کر سر پر ڈالی' پھر رو کر بخشش کی اپیل کرنے لگا' سوہنیا! میں بڑا گناہ گار ہوں' میرے لیے بخشش کی دعا فرمائیں کہ خالق کائنات میرے گناہوں کو معاف فرما دے' جب درد سے رویا تو مولا علی فرماتے ہیں کہ زندہ نبی کی قبر انور سے آواز آئی جس کو سارے زائرین نے سنا' سرکار نے فرمایا: اے اعرابی! رو نہیں پریشان نہ ہو''قد غفر لك'' جا تیری بخشش ہو گئی ہے' اللہ تعالیٰ نے تیرے سارے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ (تفسیر مدارک ج۱ص۲۳۴' تفسیر ابن کثیر ج۱' جذب القلوب' تفسیر معارف القرآن ج۲ص۴۶۰' فضائل حج ص۱۵۲' حیات النبی ص۸۴۔۸۵' استعانت ص۷۹)

حضرات توجہ فرمائیں! اعرابی حد اللہ تعالیٰ کی توڑ کے آیا ہے' نافرمانی اللہ تعالیٰ کی کر کے آیا ہے' ناراض اللہ تعالیٰ کو کر کے آیا ہے مگر بخشش کی ڈگری کملی والا عطاء فرما رہا ہے جنت کی ٹکٹ کملی والا عطاء فرما رہا ہے' اسی لیے سنی کہتے ہیں کہ

خدا عزوجل کا پکڑا چھڑائے محمد ﷺ
محمد ﷺ کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکدا

کئی گستاخ یہ شعر سن کر کہتے ہیں: توبہ توبہ دیکھو جی بریلویوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ خدا عزوجل سے بڑا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کمزور ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم طاقت ور ہیں۔ معاذ اللہ! حضرات یہ غلط فہمی ہے' طاقت اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جس کی سفارش کر دیں تو اللہ تعالیٰ یار کے صدقے اس کو جہنم سے بچا کر جنت عطاء فرما دیتا ہے' مگر جو سرکار کا گستاخ ہو گا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی

مجرم ہوگا' سرکار نے اس کی نہ سفارش کرنی ہے اور نہ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کرنا ہے' یہ ہے اس شعر کا مطلب۔ حضرات توجہ فرمائیں! اس اعرابی نے سرکار کا دیدار نہیں کیا مگر سرکار کو یاد کر کے تڑپ بھی رہا ہے اور رو بھی رہا ہے۔ حضرات یہ تو انسان تھے' آپ کتابوں کا مطالعہ کر کے دیکھیں کہ جانور بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پر تڑپنے لگے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے پیارے صحابی ہیں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ' یہ فرماتے ہیں کہ جب خیبر کا علاقہ فتح ہوا تو خیبر کے یہودی اپنا سارا سامان چھوڑ کر کچھ بھاگ گئے کچھ مارے گئے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ نے یہودیوں کا سارا مال سونا چاندی جانور گھر کا سارا ساز و سامان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ سارا سامان مجاہدین میں تقسیم فرما دیا۔ حضرت معاذ فرماتے ہیں: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی نے ایک زخمی گدھا سرکار کی خدمت میں پیش کیا' عرض کی: آقا! یہ گدھا بھی یہودی چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں' یہ حاضر خدمت ہے' حضرت معاذ فرماتے ہیں: اس گدھے کا رنگ کالا تھا جب گدھا سرکار کی خدمت میں پیش ہوا تو آمنہ کے لال نے اس گدھے کو مخاطب کر کے فرمایا: ''ما اسمك '' اے گدھے! ذرا بتا تیرا نام کیا ہے؟ اپنا تعارف کرا۔ سبحان اللہ! تو گدھا انسانوں کی طرح بولنے لگا اور عرض کی: ''قال یزید بن شهاب '' آقا میرا نام یزید ہے اور میرے ابو کا نام شہاب ہے۔ حضرات توجہ فرمائیں! کبھی گدھے بھی انسانوں کی طرح بولے ہیں؟ نہیں! مگر قربان جاؤں اللہ تعالیٰ نے میرے نبی کو اتنا پاور فل اتنا مختار نبی بنا کے بھیجا ہے' وہ چاہے تو گدھوں کو بھی بلوا سکتا ہے' تو سرکار نے گدھے سے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟ عرض کی: یزید' ایک بندہ کہنے لگا: یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کبھی گدھے بھی بولے ہیں' میں نے کہا: بھائی! جو رب عزوجل اصحاب کہف کے کتے کو بلوا سکتا ہے جو ولیوں کے کتے کو زبان دے سکتا ہے' کیا وہ اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گدھے کو زبان نہیں دے سکتا؟ میں نے کہا: یہ تو گدھا تھا میرے نبی نے پتھروں پر قدم رکھا تو اللہ تعالیٰ نے

انہیں بھی زبان عطاء فرمادی۔

تاج لولاک دا پا کے آیا نبی
تاجاں والے کھڑے ویکھدے رہ گئے
جا کے تنبیاں پروہنا نبی عرش تے
ایہہ انبیاءٴ سب کھڑے ویکھدے رہ گئے
ڈبے سورج نوں سوہنے پچھاں موڑیا
نال انگلی دے فلکاں دا چن توڑیا
توڑ کے چن مڑ کے جدوں جوڑیا
کافراں دے دھڑے ویکھدے رہ گئے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں' ابوجہل' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتحان لینے کے لیے سرکار کا علمِ غیب دیکھنے کے لیے اپنے دائیں ہاتھ کی مٹی میں چھ چھوٹی چھوٹی کنکریاں لے کر سرکار کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!

گر رسولی چیست درد ستم نہاں
چوں خبر داری زِ رازِ آسماں

اگر تم واقعی رسول ہو اگر دعویٰ نبوت میں سچے ہو تو بتاؤ میری مٹھی میں کیا چیز ہے؟ کیونکہ تم دعویٰ کرتے ہو کہ میں آسمان کی چھپی ہوئی باتیں بھی بتا سکتا ہوں' آسمان کی بات بعد میں کریں گے' پہلے تم زمین میں بیٹھ کر میری مٹھی والی چیز بتاؤ؟ سرکار سن کر مسکرا پڑے' فرمایا: ابوجہل! یہ تو کوئی کمال نہیں' یہ بات تو جادوگر جادو کے ذریعے بھی بتا دیں گے' اس نے کہا: کمال والی کیا بات ہے' سرکار نے فرمایا کہ

گر تُو می خواہی بگویم کان چہاست
یا بگویند آنکہ ما حقیم وراست

اگر تم چاہو تو میں تیری مٹھی والی چیز کو اشارہ کروں تو وہ بول کر میرے نعرے مارنے

شروع کردے اور وہ گواہی دے کہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں' ابو جہل بڑا حیران ہوا' کہنے لگا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ نہیں ہو سکتا کہ میری مٹھی والی چیز تیرے نعرے مارے' میرے آقا نے فرمایا: ابو جہل! تجھے میری عظمت وشان کا پتہ ہی نہیں' میں صرف انسانوں کا ہی رسول نہیں' میں کائنات کے ذرے ذرے کا رسول ہوں تو مان نہ مان پر تیری مٹھی والی چیز مجھے مان کر میرا ضرور کلمہ پڑھے گی' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لو سن! تیری مٹھی مین چھ کنکر ہیں' اب ان کنکروں کو کان کے ساتھ لگا' اگر یہ میرا کلمہ نہ پڑھیں تو مجھے اللہ تعالیٰ کا رسول نہ کہنا' ابو جہل نے پتھروں کو کانوں سے لگایا' پھر ہوا کیا۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

از میان مشت او ہر پارہ سنگ
در شہادت گفتن آمد بے درنگ

جب ابو جہل نے اپنی بند مٹھی اپنے کانوں سے لگائی تو ہر پتھر نے میرے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلمہ پڑھنا شروع کر دیا' ہاتھ ابو جہل کے پر کلمہ آمنہ کے لال کا پڑھ رہے ہیں۔ سبحان اللہ!

لا الٰہ گفت والا اللہ گفت
گوہر احمد رسول اللہ گفت

ابو جہل نے جب دیکھا کہ کنکر اس کی مٹھی میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے نعرے لگا رہے ہیں تو اس نے کنکروں کو غصہ میں زمین پر پھینک دیا اور بھونکنے لگا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! مین نے بڑے بڑے جادوگر دیکھے ہیں مگر معاذ اللہ تم سے بڑا جادوگر نہیں دیکھا۔ (مثنوی کی حکایات ص ۳۸۔۴۰)

حضرات پتہ چلا جانور تو ایک طرف میرا نبی پتھروں سے بھی کلمے پڑھا سکتا ہے۔

اے پتھراں تھیں کلمے پڑھا جاندا اے
اے ان بولیاں نوں بُلا جان دا اے

اے گنگیاں تھیں گلاں کران جان دا اے
اے سکھیاں کھجوراں اُگا جان دا اے
محمد ﷺ دا رتبہ خدا جان دا اے
خدا دی قدر مصطفیٰ ﷺ جان دا اے

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس گدھے سے پوچھا: میاں گدھے! تیرا نام کیا ہے؟ اس گدھے نے انسانوں کی طرح عربی زبان میں بول کر جواب دیا کہ آقا! میرا نام یزید ہے' میرے ابو کا نام شہاب ہے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ذرا اپنے خاندان کے بارے بتا' تم کتنے بھائی ہو' اپنے قبیلے کا ذکر سنا' تم کہاں رہتے تھے' گدھا کہنے لگا: حضور! جو میرا دادا گدھا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کی نسل میں سے ساٹھ گدھے پیدا فرمائے تھے' ان سارے گدھوں پر اللہ تعالیٰ کے نبیوں نے سواری فرمائی ہے' میرے جتنے بھی گدھے بھائی تھے وہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کی سواری بنے' اب میرے باپ دادے کی نسل میں سے کوئی گدھا باقی نہیں رہ گیا' میں آخری ہوں اور آقا آپ بھی آخری نبی ہیں'' ولم یبق من الانبیاء غیرك '' آپ کے علاوہ اب کوئی نبی نہیں رہا' سوہنیا! آپ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ سبحان اللہ! حضرات توجہ فرمائیں! یہ گدھا ہے جانور ہے چار ٹانگوں والا حیوان' مگر کہتا کیا ہے؟ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں' کتنے بدنصیب اور بدبخت ہیں وہ لوگ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آخری نبی نہیں مانتے' ان بدنصیبوں سے تو وہ گدھا بھی اچھا تھا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آخری نبی مان گیا' وہ گدھا ہو کر مان گیا' یہ بدبخت انسان ہو کر نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آخری نبی نہیں مانتے' پتہ چلا مرزائی حضرات گدھے سے بھی بدتر ہیں' اللہ تعالیٰ مرزائیوں سے ہمیشہ بچا کر رکھے۔ آمین! تو عرض یہ کر رہا تھا کہ گدھے نے عرض کی: آقا! آپ آخری نبی ہیں' میں اپنے باپ کی نسل میں سے آخری ہوں' آقا! اگر کرم نوازی فرماؤ' لجپالی فرماؤ تو میری آرزو ہے کہ آپ مجھ پر سواری فرمائیں' میں ناز کروں گا کہ اللہ تعالیٰ کا آخری رسول اللہ

تعالیٰ کے آخری نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میری پشت پر سوار ہوا تھا' آقا! میں قیامت والے دن اپنے خاندان کے گدھوں کے سامنے ناز کروں گا کہ اے میرے بھائیو! تمہاری بڑی شان ہے' بڑی عظمت ہے کہ تمہاری پیٹھ پر اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی سوار ہوئے ہیں' کسی کی پیٹھ پر صفی سوار ہوا' کسی کی پیٹھ پر خلیل سوا ہوا' کسی کی پیٹھ پر ذبیح سوار ہوا' کسی کی پیٹھ پر کلیم سوار ہوا' کسی کی پشت پر روح اللہ سوار ہوا' آؤ ذرا مجھے دیکھو میری پشت پر اللہ تعالیٰ کا حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سوار ہوا۔

کیڈی چنگی قسمت میری تے محبوب میرے ول آیا

اس اُجڑی ہوئی بستی نوں اُس پل وچہ باغ بنایا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سن کر مسکرا پڑے' فرمایا: اچھا! یہ بتا اب تو کس کی ملکیت میں تھا؟ اس گدھے نے عرض کی: آقا! میں ایک یہودی کے قبضے میں تھا' آقا وہ آپ کا بہت بڑا دشمن تھا' آقا میں اس کو دیکھتا جب اس کے سامنے آپ کا مقدس نام آتا تو وہ حسد کی وجہ سے جل جاتا تھا' آپ کی شان میں بے ادبیاں اور گستاخیاں کیا کرتا تھا' آقا اس وجہ سے وہ مجھے پسند نہیں تھا میں اسے دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ سبحان اللہ! ہے گدھا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بے ادب اور گستاخ کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا' نفرت کرتا ہے مگر افسوس سنیو! ہم نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمنوں سے بے ادبوں سے نفرت نہیں کرتے' بجائے ان سے نفرت کرنے کے ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں' ان کے مدارس اور مساجد میں صدقہ وخیرات دیتے ہیں' ان کو قربانی کی کھالیں دیتے ہیں' ان کو نوٹ بھی دیتے ہیں ووٹ بھی دیتے ہیں' بتاؤ قیامت والے دن کیا جواب دو گے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کس منہ سے سامنا کرو گے' اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کیا عذر پیش کرو گے؟ بعض حضرات کہتے ہیں: جی کیا کریں چاچے مامے کی رشتہ داریاں ہیں' حضرات خاندانی رشتہ نہ دیکھو آمنہ کے لال سے ایمانی رشتہ دیکھو۔

چھوڑ فکر دنیا کی چل مدینے چلتے ہیں

مصطفیٰ ﷺ غلاموں کی قسمتیں بدلتے ہیں

ہم کو روز ملتا ہے صدقہ کملی والے کا
مصطفیٰ کے ٹکڑوں پہ خوش نصیب چلتے ہیں
آمنہ کے پالے کا کالی کملی والے کا
جشن ہم مناتے ہیں جلنے والے جلتے ہیں

تو گدھے نے عرض کیا: آقا! میں ایک یہودی کے قبضہ میں تھا' وہ آپ کا بہت بڑا دشمن تھا' آپ کا نام سن کر برداشت نہیں کر سکتا تھا' جیسے آج کل کچھ لوگ یا رسول اللہ کا نعرہ سن کر برداشت نہیں کر سکتے' گدھے نے عرض کی: سوہنیا! جس دن سے مجھے پتہ چلا کہ وہ یہودی آپ سے عداوت رکھتا ہے' میں نے بھی اس کے ساتھ عداوت رکھنی شروع کر دی' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تو کیسے عداوت کرتا تھا؟ عرض کی: آقا! جب وہ مجھ پر سوار ہوتا تو میں اچھلتا کودتا' دولتیاں مارتا' وہ بے ایمان نیچے گر پڑتا' پھر وہ ڈنڈا لے کر مجھے بڑا مارتا' مار مار کے مجھے زخمی کر دیتا' میں بھی غصہ سے اس کی طرف دیکھ کر اپنی زبان سے کہتا: بے ایماناں جتنا مرضی ہے مار میں زخمی ہو سکتا ہوں مار کھا سکتا ہوں' بھوک پیاس برداشت کر سکتا ہوں' پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گستاخ کو اپنی پشت پر سوار نہیں کر سکتا۔ سبحان اللہ! یہ مار نہیں یہ آمنہ کے لال کا پیار ہے' اگر مار سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت بچ سکتی ہے تو مار

مارو مارو مینوں بے شک مارو تے میں عذر نہ پیش لیاواں
جے سجن میرے دکھ وچہ راضی تے میں سکھ نوں چلھے پاواں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس گدھے کی بات سن کر بڑے خوش ہوئے اس کو بڑی دعائیں دیں' پھر اس کی پشت پر محبت سے ہاتھ مبارک پھیر کر فرمایا: گھبرا نہیں! اب ساری زندگی تو ہمارے پاس رہے گا اور انشاء اللہ ہم تجھ پر سواری بھی کیا کریں گے' وہ گدھا سن کر بڑا خوش ہوا کہ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے اپنی سواری کے لیے پسند فرما لیا ہے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے یزید! پہلے تیرا نام یزید تھا

اب میں تیرا نام بدل کے یعفور رکھتا ہوں' آج کے بعد تو یزید نہیں یعفور ہے' یعفور کا لفظی معنی ہے: ہر حکم ماننے والا' پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: یعفور! تیری شادی نہ کردیں تاکہ تیری نسل چلتی رہے' عرض کی: آقا! بڑی کرم نوازی میں شادی نہیں کرنا چاہتا' میں نہیں چاہتا میری نسل چلے' بس میری پہلی اور آخری خواہش یہ ہے کہ میں ہر وقت آپ کی خدمت میں رہوں' آپ کا دیدار کروں' آپ کی خدمت کروں آپ کے کام کروں' سرکار نے فرمایا: ٹھیک! جیسے تیری مرضی' پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس پر کبھی کبھی سواری فرمایا کرتے تھے' اکثر مدینہ پاک میں آپ یعفور گدھے پر سوار ہو کر کہیں تشریف لے جاتے' صحابہ کرام بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس گدھے سے بڑا پیار کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یعفور گدھے پر سوار ہو کے عبداللہ بن ابی منافق کے محلّہ سلول میں کچھ لوگوں کی صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند صحابہ بھی سرکار کے ساتھ تھے' سرکار سواری پر تھے' صحابہ کرام پیدل ساتھ چلے جاتے تھے' جب عبداللہ بن ابی منافق کے محلہ میں پہنچے تو محلّہ کے لوگ سرکار کے دیدار کے لیے جمع ہو گئے' عبداللہ منافق بھی آ گیا' حضرت انس فرماتے ہیں کہ اچانک سرکار کے گدھے نے چھوٹا پیشاب کرنا شروع کر دیا' جس طرح کہ عام جانوروں کی عادت ہوتی ہے' چلتے چلتے پیشاب کرنا شروع کر دیتے ہیں' جب گدھے نے پیشاب شروع کی تو عبداللہ بن ابی منافق نے عداوتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے اور تکبر کی وجہ سے اپنے منہ پر اپنے چہرے پر کپڑا رکھ لیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں کہنے لگا: ''قال الیك عنی'' اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرے نزدیک نہ آئیں مجھ سے دور ہی رہیے'' والله لقد اذانی نتن حمارك'' کیونکہ آپ کے گدھے کی بدبو کی وجہ سے مجھے تکلیف ہوئی ہے' جب عبداللہ منافق نے یہ بات کہی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک انصاری صحابی بھی تھے جن کا نام تھا عبداللہ بن رواحہ' یہ بہت بڑے شاعر تھے اور جرنیل صحابی تھے' وہ سن

کر غصہ میں آ گئے' آپ نے عبداللہ منافق کو فرمایا: اوہ بد بخت منافق! اوہ میرے نبی کے گدھے کو بد بو سے تشبیہ دینے والے! سن "واللہ لحمار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطیب ریحا منک "اوہ بد بختا! مجھے اللہ تعالیٰ کی عزت وجلالت کی قسم! میرے پاک رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گدھا تجھ سے زیادہ خوشبودار ہے۔ سبحان اللہ!

(بخاری شریف ج ۱ ص ۳۷۰، تفہیم البخاری ج ۴ ص ۲۱۵)

علامہ سیوطی تفسیر جلالین میں فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے عبداللہ منافق کو فرمایا کہ "واللہ لبول حمار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطیب ریحا منک "اے عبداللہ! مجھے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی قسم! میرے آقا کے گدھے کا پیشاب بھی تجھ سے زیادہ خوشبو والا ہے۔ سبحان اللہ! (تفسیر جلالین ص ۴۲۷)

حضرات توجہ فرمائیں! عبداللہ منافق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے ادبی نہیں کی' سرکار کی گستاخی نہیں کی' صرف گدھے کے پیشاب کو بد بودار کہا' ظاہر دیکھا جائے تو عبداللہ کی بات ٹھیک تھی مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جاں نثار صحابی کو یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ کوئی بد بخت میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواری میں عیب جوئی کرے' نہ بلکہ غصہ میں آ کر جلال میں آ کر فرمایا: او منافقا! چپ کر بڑا آیا صفائی پسند' اللہ تعالیٰ کی جلالت کی قسم! میرے آقا کے گدھے کا پیشاب تجھ سے زیادہ خوشبودار ہے۔ حضرات! عبداللہ منافق کوئی عام بندہ نہیں تھا' کوئی کمی کمین نہیں تھا بلکہ اپنے قبیلے کا سردار تھا' اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دو دن بعد میں مدینہ شریف تشریف لاتے تو پورے مدینہ شریف کے لوگ متفقہ طور پر اس کو سردارِ مدینہ کا تاج پہنانے لگے تھے' جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو اس کی سرداری خطرے میں پڑ گئی' بظاہر اس نے سرکار کا کلمہ پڑھ لیا' لیکن اندر سے یہ سرکار سے منافقت کرنے لگا' سرکار کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتا' سرکار کے گلے بھی کرتا' جب حضرت عبداللہ بن رواحہ نے عبداللہ منافق کو فرمایا: اوہ عبداللہ! چپ کر تجھ سے تو میرے آقا کے گدھے کا پیشاب بھی زیادہ خوشبودار ہے'

''فغضب لعبد الله رجل من قومه فشتما'' تو عبداللہ منافق کے قبیلے کا ایک بندہ غصہ میں آ گیا' اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی کو گالی دینا شروع کر دیں' جب منافقوں نے سرکار کے صحابہ کو گالیاں دیں تو سرکار کے صحابہ بھی غصہ میں آ گئے' صحابہ نے گالی تو نہیں دی بلکہ اس کا گریبان پکڑ کر اس کو مارنا شروع کر دیا' ادھر منافقوں نے بھی لڑائی کرنا شروع کر دی' پھر تو وہ محلّہ میدانِ جنگ بن گیا' ڈنڈوں اور جوتوں سے ایک دوسرے پر حملہ شروع کر دیا' سرکار یہ منظر دیکھ رہے تھے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابی حضرت عبداللہ کو ڈانٹا نہیں کہ تو نے یہ کیوں کہا ہے کہ گدھے کا پیشاب عبداللہ منافق سے زیادہ خوشبودار ہے' ناں بلکہ سرکار اپنے صحابی کے اس فقرے پر خوش تھے' کیونکہ سرکار لوگوں کو بتانا چاہتے تھے کہ لوگو! دیکھو میرے صحابہ کو میرے ساتھ کتنا پیار ہے' کتنی محبت ہے' کتنی عقیدت ہے کہ یہ میرے گدھے کی توہین بھی برداشت نہیں کر سکتے جو میری سواری کا گلہ نہیں سن سکتے' وہ میرا گلہ لوگوں سے سن کر کیسے برداشت کر سکیں گے۔

جس نوں رب رسول حرام کر دے کتا کدی حلال نئیں ہو سکدا
گورا رنگ بھانویں ابوجہل دا سی پر اوہ حبشی بلال نئیں ہو سکدا
منکر در رسول دا ہووے جیہڑا اوہنوں کدے جمال نہیں ہو سکدا
غازی منگتا جو نبی کریم دا اے اتھے او تھے کنگال نہیں ہو سکدا

حضرات! میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ' عبداللہ منافق سے کیوں لڑے؟ اس لیے لڑے' اس لیے بے عزتی کی کہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گدھے کے پیشاب کو بدبودار کہا تھا' یہی وجہ ہے ناں؟ بالکل یہی وجہ ہے' اگر عبداللہ منافق سرکار کی بارگاہ میں گستاخی کرتا تو بتایئے! حضرت عبداللہ کا ری ایکشن کیا ہوتا؟ حضرت عبداللہ کا ردِعمل کیا ہوتا؟ آپ کچھ بھی کہیں مگر میرا وجدان اور ایمان یہ کہتا ہے کہ حضرت عبداللہ کی تلوار ہوتی' اس منافق کا ناپاک سر ہوتا۔ میں حضرت عبداللہ بن رواحہ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہوں کہ اے میرے آقا کے جاں نثار صحابی! آیئے آج اس

دور میں دیکھئے! کتنے بڑے بڑے منافق پیدا ہو چکے ہیں جو سرکار کی سواری کی توہین نہیں کر رہے بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عیب جوئی کر رہے ہیں' کہلاتے مسلمان ہیں صرف مسلمان نہیں' علامہ مفتی' مفکر' محدث' شیخ القرآن' شیخ التفسیر' شیخ الحدیث' پر کرتے سرکار کی بے ادبیاں ہیں' ایک شیخ الحدیث کا عقیدہ ہے کہ شیطان کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۵۱' مصنف مولوی خلیل احمد دیوبندی) اس کتاب کے صفحہ پر لکھا ہے کہ معاذ اللہ! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ اپنی عاقبت کی خبر ہے نہ دیوار کے پیچھے کی خبر ہے۔ ایک شیخ القرآن کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم غیب پاگلوں' جانوروں اور حیوانوں کے برابر ہے۔ (حفظ الایمان ص ۸' مصنف حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی) کسی شیخ الحدیث کا عقیدہ ہے کہ نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال لانا یہ زنا کے خیال سے اور بیوی سے ہم بستری کے خیال سے اور بیل اور گدھے کے خیال سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ (صراطِ مستقیم فارسی ص ۸۶' مصنف مولوی اسماعیل دہلوی غیر مقلد وہابی اہل حدیث) کسی مولوی کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مر کر مٹی میں مل گئے۔ (تقویۃ الایمان ص ۳۴' مصنف مولوی اسماعیل غیر مقلد وہابی اہل حدیث) حضرات! خدا عزوجل کے لیے بتائیے! اگر حضرت عبداللہ بن رواحہ دیوبندیوں وہابیوں کی ان گستاخانہ عبارتوں کو پڑھ لیتے' آپ اِن سے کیا سلوک کرتے؟ ان پر کیا فتویٰ لگاتے؟ یہ آپ خود سوچیں اور دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ ان گستاخ ملوانوں سے ہمیشہ محفوظ فرمائے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سچا پکا غلام اور نوکر بنائے۔ آمین!

کامیابیاں دا کامرانیاں دا راز جنت وچہ اے ناں ہار وچہ اے
جے اوہ آوے خزاں دی بہار جاپے جے نہ آوے کیہ مزہ بہار وچہ اے
اوہ وی غلط کہندے جہڑے آکھدے نیں کامیابی صرف کرمار وچہ اے
ناصر دوہاں جہاناں دی کامیابی اصل وچہ سرکار دے پیار وچہ اے

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس گدھے یعفور پر کبھی کبھی سواری

بھی فرمایا کرتے تھے' حضرات! یہ اس زمانے کی بات ہے جس دور میں یہ جدید سواریاں نہیں ہوتی تھیں' یہ بسیں' کاریں' جہاز کا تصور بھی نہیں تھا' لوگ گدھوں' گھوڑوں' اونٹوں پر سواری کیا کرتے تھے' وہ گدھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑی محبت کرتا تھا' جہاں سرکار بیٹھے ہوتے' یہ صحابہ کرام سے تھوڑی دور ہٹ کر کھڑا ہو جاتا' جب تک سرکار کے صحابہ سرکار کی بارگاہ میں بیٹھے رہتے' یہ بھی کھڑا ہو کر سرکار کا دیدار کرتا رہتا اور دیدار کی لذت سے لطف اندوز ہوتا رہتا' جب سرکار مسجد نبوی میں بیٹھ کر صحابہ کرام کو وعظ و نصیحت فرماتے تو یہ مسجد نبوی کے گیٹ کے پاس کھڑے ہو کر سرکار کی زیارت کرتا رہتا' کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ سرکار اکیلے مسجد نبوی شریف میں جلوہ فرما ہوتے' سرکار کے سارے صحابہ اپنے اپنے کاموں میں چلے جاتے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بعض دفعہ کسی صحابی کو بلانے کی ضرورت پیش آتی' کوئی بلانے والا صحابی موجود نہ ہوتا تو میرے آقا گدھے کو آواز مارتے: او یعفور! یعفور فوراً دوڑتا دوڑتا سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتا' سر جھکا کر عرض کرتا: جی میرے آقا! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے کہ یعفور جاؤ! میرے فلاں صحابی کو بلا لاؤ۔ سبحان اللہ! یعفور گدھا سرکار کا حکم سن کر مدینہ شریف کی گلیوں میں چل پڑتا۔ صدقے جاؤں آمنہ کے لال تیری حکومت پر! تیرا حکم جانور بھی نہیں ٹالتے' یہ بدبخت جو نبی کی مثل بننے کا دعویٰ کرتے ہیں' ان کی بات ان کی بیوی بھی نہیں مانتی' حضرات یہ تو گدھا ہے' آپ کتابیں پڑھیں آپ کو پتہ چلے گا کہ یہ وہ نبی ہے جس کے اشارے پر درخت چل کے آتے' ڈوبا ہوا سورج واپس آ گیا' چاند دو ٹکڑے ہو کر قدموں میں آ گیا۔

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدہ کریں
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ ﷺ کی
تیری مرضی پا گیا سورج پھرا اُلٹے قدم
تیری انگلی اُٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

حضرات! وہ گدھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم سن کر سیدھا اس صحابی کے گھر جاتا

ہے جس کو بلانے کا حکم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دیتے تھے' جب اس صحابی کے گھر کے سامنے پہنچتا تو ''فیقرعہ براسہ'' اپنا سر اس صحابی کے دروازے پر مار کر دستک دیتا' صحابی دروازہ کھولتا تو صحابی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اس گدھے سے پوچھتا: میاں یعفور! کیا بات ہے؟ ''فاء ما الیہ'' تو وہ گدھا سر کے اشارے سے کہتا کہ جناب! آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دربار میں یاد فرما رہے ہیں' وہ صحابی فوراً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آستانے پر حاضری دیتا' جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال مبارک ہوا تو مدینہ شریف میں غم کا اندھیرا چھا گیا' صحابہ سرکار کی جدائی میں رونے تڑپنے لگے تو سرکار کا یہ گدھا بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی برداشت نہ کرسکا' یہ مدینہ شریف کی گلیوں میں دوڑنا شروع ہوگیا' دوڑتے دوڑتے کبھی کسی محلہ میں جاتا' کبھی کسی محلہ میں جاتا' سرکار کی تلاش میں سارا مدینہ چھان مارا مگر سرکار نظر نہ آئے تو یہ سرکار کی وفات کے غم میں حضرت ابوہیثم رضی اللہ عنہ کے باغ میں آیا' آپ کے باغ میں ایک کنواں تھا ''القی نفسہ فی بئر'' یعفور نے اس کنویں میں چھلانگ لگائی اور فوت ہوگیا۔

(مدارج النبوت ج ۳ ص ۶۱۱۔۶۱۲' تفہیم البخاری ج ۲ ص ۲۱۶' شفاء شریف ج ۱ ص ۲۸۷' مدارج النبوت ج ۱ ص ۳۴۶' سیرت حلبیہ' خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۵' حجۃ اللہ علی العالمین' نسبت باعث جنت ص ۱۸۶۔۱۸۸)

صدقے جاؤں اس گدھے کی سچی محبت پر جب والی کائنات نظر نہیں آیا تو پھر دنیا میں رہنا بھی پسند نہیں کیا۔

اُچا سچا سوچ دا معیار ہونا چاہیے دا
اللہ دے حبیب ﷺ نال پیار ہونا ایہے دا
سانوں یارِ غار نے ایہہ دسیا دوستو
سب کچھ سوہنے توں نثار ہونا چاہیے دا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد صدیق اکبر' فاروق اعظم کی خلافت کے بعد جب حضرت سیدنا عثمان غنی امیر المومنین بنے تو آپ کے دورِ خلافت میں ایک

مرتبہ شدید بارش شروع ہوگئی' ایک دن ہوئی' دو دن ہوئی' پورا ہفتہ ہوتی رہی' بارش رکتی نہیں' صحابہ کرام اور مدینہ والے بڑے پریشان ہو گئے' لوگوں نے نمازیں پڑھیں' دعائیں کیں لیکن بارش ہے کہ رکنے کا نام نہیں لیتی' چند صحابہ حضرت عثمان غنی کی خدمت میں حاضر ہوئے' عرض کی: امیر المؤمنین! آج ہفتہ ہو گیا ہے' بارش رک نہیں رہی' بڑی دعائیں کی ہیں' نقصانات بڑے ہو رہے ہیں' دعا فرماؤ کہ اللہ تعالیٰ کرم فرمائے بارش رک جائے۔ حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ اس وقت حضرت عثمان کی بارگاہ میں بیٹھے تھے' یہ یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے' تورات' زبور' انجیل کے قاری تھے' انہوں نے سرکار کے وصال کے بعد حضرت عمر کے زمانہ میں کلمہ پڑھ کے اسلام قبول کیا تھا' انہوں نے عرض کی: حضور! آپ میں سے کوئی بندہ جا کر دیکھے کہ کہیں سرکار کے روضہ کے کمرے کی چھت کو سوراخ تو نہیں ہو گیا' اگر ہو گیا ہے تو فوراً بند کر دو' انشاء اللہ بارش ابھی رُک جائے گا۔ صحابہ کرام نے فرمایا: کعب! بارش کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ کے کمرے کی چھت سے کیا تعلق ہے؟ حضرت کعب نے عرض کی: حضور! میں نے تورات' زبور' انجیل میں یہ پڑھا ہے کہ نبی آخر الزمان کا یہ بھی ایک کمال ہوگا کہ آپ کے وصال کے بعد آپ کے روضہ کو جب بھی آسمان دیکھے گا آپ کی قبر انور پر جب بھی آسمان کی نگاہ پڑے گی تو آسمان سرکار کے غم میں رونا شروع کر دے گا' سرکار کی وفات کو یاد کر کے آنسو بہانا شروع کر دے گا' لوگ سمجھیں گے کہ بارش ہو رہی ہے حقیقت میں وہ بارش نہیں ہوگی بلکہ آسمان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی میں غم کے آنسو بہائے گا۔ حضرت کعب کی بات سن کر صحابہ کرام نے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ پاک کے کمرے کی چھت دیکھی تو واقعی سوراخ ہو چکا تھا' جب صحابہ نے سوراخ بند کیا تو بارش اسی وقت رُک گئی۔ اللہ اکبر! (جامع المعجزات ص ۲۸۱)

حضرات پتہ چلا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پر جنہوں نے دیکھا وہ بھی رو پڑے' جنہوں نے نہیں دیکھا تھا وہ بھی رو پڑے' جانور بھی رو پڑے' حیوان رو پڑے'

زمین رو پڑی' آسمان رو پڑا' آج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا سے پردہ فرمائے ہوئے چودہ صدیاں بیت چکی ہیں' آج تک دیوانے مستانے سرکار کے عشق میں رو رہے ہیں' قیامت تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام سرکار کے پیار میں روتے رہیں گے' عشق نبی میں آنسو بہاتے رہیں گے' حضرات! جو سرکار کے عشق میں رہتا ہے' آنسو بہاتا ہے' میٹھا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس غلام سے بڑی محبت فرماتا ہے' اُس بندے کو سرکار کا قرب نصیب ہو جاتا ہے۔

ذکر خیر حضور دا کری جاتوں ایہہ ایمان دے واسطے ڈُوز وی اے
آ جا گلی مدینے وچ پالیے میری لکھاں دی ایہہ پرچُوزوی اے
رکھیا کر سرکار نوں یاد ہر دم تازہ رہندا محبت دا رُوز وی اے
ناصر ذکر حضور دا کر دیندا نبی پاک دے نال کلوز وی اے

حضرات! میں نے بڑی ہی محنت اور محبت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال مبارک کو چند سو صفحات پر سمیٹنے کی کوشش کی ہے تاکہ غلامانِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سرکار کی وفات مبارک کے تفصیلی واقعات پڑھ کر اپنے دلوں کو منور کر سکیں' دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فقیر کی اس محنت کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرما کر میرے لیے بخشش کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین!

بحرمة سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين .

طالب دعا:

خادم العلماء والاولیاء

ابوالوفا قاری فیض المصطفیٰ نقشبندی غفرلہ

۴ شوال المکرم بروز ہفتہ سن ہجری ۱۴۳۲ھ

۳ ستمبر سن عیسوی ۲۰۱۱ء بعد نماز ظہر